ماشاء الله لا قوة الا بالله
حسب فرمائش جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ
ترجمہ شرح وقایہ اردو
نور الہدایہ
باہتمام احقر الانام محمد عبد الواحد غفرلہ الله الواحد بماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۷ ہجری
مطبع مجیدی واقع کانپور مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ المُرسَلِینَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ اِلیٰ یَومِ الدِّینِ اما بعد جاننا چاہیے کہ علم دین افضل جمیع امور دینی ہے چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذکر کیے گئے آپکے سامنے دو شخص ایک عالم تھا اور ایک عابد تھا کہ بزرگی عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسی بزرگی میری تم مین سے ادنی شخص پر اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اللہ تعالے اور ملائکہ اور جتنی مخلوقات زمین و آسمان مین ہین یہانتک کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلی دریا مین دعا مانگتے ہین بہتری کی واسطے اُس شخص کے جو علم دین سیکھتا ہے روایت کیا ان دونون حدیثون کو ترمذیؒ اور دارمیؒ نے اور فرمایا جناب باری تعالی نے اِنَّمَا یَخشَی اللّٰہَ مِن عِبَادِہِ العُلَمٰٓؤُا یعنی اللہ کے بندون مین اللہ سے ڈرتے ہین وہی لوگ جو عالم ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے شَهِدَ اللّٰہُ اَنَّهٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ وَالمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا العِلمِ قَآئِمًا بِالقِسطِ یعنی گواہی دی اللہ نے کہ نہین ہے کوئی معبود سوا اُسکے اور فرشتون نے اور علم والون نے کہ وہ قایم ہی ساتھ عدل اور انصاف کے تو اس مقام پر پہلے اللہ تعالی نے اپنے نفس سے شروع کیا اور دوسری بار ملائکہ کا ذکر کیا اور تیسرے مرتبے مین علم والون کا کہا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے وَنَاهِیکَ بِهٰذَا شَرَفًا وَّفَضلًا وَّجَلَالًا وَّنُبلًا یعنی کفایت ہی یہ آیت واسطے شرف علم اور جلال اور بزرگی اُسکی کے اور فرمایا اللہ تعالی نے یَرفَعِ اللّٰہُ الَّذِینَ اٰمَنُوا مِنکُم وَالَّذِینَ اُوتُوا العِلمَ دَرَجٰتٍ یعنی بلند کریگا اللہ تعالی درجے اُن لوگون کے جو ایمان لائے تم مین سے اور اُن لوگونکے جو دیے گئے علم منقول ہے حضرت ابن عباس رضؓ سے کہ علما کے واسطے مومنین پر سات سو درجے زیادہ ہین درمیان دو درجون کے پانسو برس کی راہ ہی اور اسیطرح بہت آیات فضل اور بزرگی علم مین وارد ہین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علما وارث ہین انبیاعؑ کے اور یہ بات معلوم ہی کہ کوئی رتبہ بڑھکے رتبہ نبوت اور رسالت سے نہین ہی تو کوئی شرف بھی شرف وراثت نبوت سے بڑھکے نہوگا اور فرمایا حضرت علی رضؓ نے کمیل سے کہ اے کمیل علم بہتر ہے مال سے علم تیری نگہبانی کرتا ہے اور مال کی تو محافظت کرتا ہی اور علم حاکم ہے اور مال محکوم ہے اور مال مین سے اگر خرچ کرے تو کم ہو جاویگا اور اگر علم کو خرچ کرے تو اور زیادہ ہو جاویگا اور کہا حضرت علی رضؓ نے کہ عالم بہتر ہے صائم قایم مجاہد سے یہ تو فضیلت ہی مطلق علم دینی کی اور علم دینی مین کوئی علم علم فقہ سے زیادہ نہین اسواسطے کہ پہچانا جاتا ہے اس سے حلال اور حرام اور حکم اللہ تعالی اور اُسکے رسول کا اور علم قرآن و حدیث اگرچہ اسکی اصل ہی لیکن یہاں سے ماخوذ ہی اور اُسکا تحصیل او تحصیل اور علم فقہ کی فضیلت مین فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکے ساتھ اللہ تعالی ارادہ کرتا ہی بہتری کا تو اللہ اُسکو فقیہ کر دیتا ہے دین مین روایت کیا اُسکو بخاری و مسلم نے اور جامع ترمذی مین وارد ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فَقِیهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیطٰنِ

مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ یعنی ایک فقیہ اشد ہے شیطان پر ہزار عابد سے اور فرمایا کہ دو خصلتین ہین کہ نہین جمع ہوتی ہین منافق مین ایک اچھی سیرت یعنی نیک خلق اور دوسری فقیہ ہونا دین مین روایت کیا اسکو ترمذی نے اور ایک روایت مین ہی کہ ہر دین کا ایک ستون ہی اور ستون اس دین کا فقہ ہے

بیان وجہ تصنیف اس کتاب اور درج احادیث اور ادلہ ہر مسئلے کا

وجہ تصنیف اس کتاب کی یہ ہے کہ جب ہمارے زمانے مین بعض لوگون نے خلاف حق یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی ہوائے نفس کے موافق جو حدیثین مشکوۃ شریف وغیرہ سے دیکھلین اُسپر عمل کرنے لگے اور عوام الناس کو جو مقلد مذہب معین کے تھے اپنی خواہش کیطرف بلانے لگے تو رفتہ رفتہ ایسا حال ہوا کہ ایک فرقہ انکا علیحدہ ہوگیا یہانتک کہ حنفیونکی جماعت سے دور رہنے لگے اور جن جن مسجدونمین کہ حنفیونکی بڑی بڑی جماعتین ہوتی ہین حاضر نہین ہوتے بلکہ اپنی ایک الگ مسجد خاص بنا کے جمعہ اور جماعت کرنے لگے اور جو لوگ مقلد تھے اور انکو ہر مسئلے مین آگاہی اُن احادیث سے جو اُس سے متعلق ہین نہین تھی انکو سمجھانے لگے کہ اس مسئلے مین کوئی تمہاری دلیل نہین اور جسپر ہم عمل کرتے ہین اُس باب مین صریح حدیث دیکھو مشکوۃ یا ترمذی وغیرہما مین موجود ہے اور اسیطرح اپنے زعم ناقص کے موافق اعتراضات بیجا کرنے لگے اور حال اہل عصر کا یہ تھا کہ اُنکے اکثر علما کو بھی بخوبی اُن احادیث سے جو مذہب حنفیہ مین دلائل ہین آگاہی نہ تھی اسوجہ سے نہایت شور اور نزاع مسلمانونمین واقع ہوا تب اس عاجز ہیچمدان نے یہ ارادہ کیا کہ کوئی کتاب اس قسم کی تالیف کرنا لازم ہے جسمین ہر مسئلے کی دلیل قرآن شریف اور حدیث سے مذکور ہووے اور جو حدیث لکھی جاوے تخریج بھی اُسکی تحریر ہو تا کہ ان حدیثونکو مقلدین مذہب حنفیہ یاد کرکے اُن لوگونکو الزام معقول دے سکین تو اس باب مین یہ مناسب معلوم ہوا کہ کتاب شرح وقایہ جو اس زمانے مین مقبول اور درس مین داخل ہے ترجمہ کرے اور ہر مسئلے مین احادیث متعلق اُس کے ذکر کرکے جرح اور تعدیل اور ضعف اور توثیق رُوات بھی اُسکے ساتھ شامل کرے تا کہ ناظرین کو اس کتاب سے بخوبی احادیث سے وقفیت ہو جاوے

بیان شرف اس کتاب کا اور فوائد اُس کے

پہلا فائدہ اس کتاب مین یہ ہی کہ ہر مسئلے مین احادیث جو متعلق اُس مسئلے کی ہین ذکر کیجاتی ہین تا کہ حجت ہووے اُسکی منکرین پر دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جتنی حدیثین اسمین لکھی ہین اکثر جا اُنکے ضعف اور صحت سے بحث کی ہی اور صحت کو اکثر مقامات پر اثبات کو پہنچایا ہی تا کہ منکرین کو جائے کلام باقی نہ رہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات مین احادیث ہدایہ کی بھی تخریج کر دی ہی تا کہ ہدایہ پڑھنے والے کو بھی فائدہ حاصل ہو چوتھا فائدہ یہ ہی کہ اکثر مسائل مختلف فیہما مین جو قول مختار ہی اُسکو بھی ذکر کر دیا ہی تا کہ عمل کرنیوالے کو اطمینان ہووے پانچوان فائدہ یہ ہے کہ جو اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھے اُسکو نہایت وقوف احادیث پر حاصل ہوگا اور بخوبی دلائل مذہب حنفیہ سے مطلع ہو جاویگا چھٹا فائدہ یہ ہی کہ یہ کتاب حجت ہی اُن لوگون کے لیے جو مقلد ہین مذہب حنفیہ کے ساتوان فائدہ یہ ہی کہ یہ کتاب حجت ہی اُن لوگونپر جو طعن کرتے ہین مذہب حنفی پر آٹھوان فائدہ یہ ہی کہ یہ کتاب نافع ہے اُس شخص کو جو عالم ہووے کیونکہ فی الفور وقت نزاع کے حدیث متعلق اُس مسئلے کی نکال سکتا ہی اور جو شخص اُردو عبارت پڑھ سکتا ہی اُسکو بھی نفع ہوگا نوان فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات مین جو مسئلے مشکل ہین اُنکی تفصیل کر دی ہی تا کہ ناظر کو ملال نہووے دسوان فائدہ یہ ہی کہ باوجود رعایت ان سب باتونکے رعایت اختصار بھی کی ہی تا کہ کتاب نہایت دراز نہو جاوے اور اتنا اختصار بھی نہین کیا کہ سمجھ مین نہ آوے گیارھوان فائدہ یہ ہی کہ جو مسئلے مشہور ہین اور اُنمین غیر مقلدین بہت نزاع کرتی ہین اُسمین لفظ حدیث بھی نقل کیا ہی اور تفصیل کی ہی تا کہ بخوبی حجت ہو جاوے اُنپر بارھوان فائدہ یہ ہی کہ جتنی حدیثین اس کتاب مین مذکور ہین سب کی تخریج کر دی ہی اور بے نشان حدیث نہین لکھی تا کہ کوئی طعن نہ کر سکے تیرھوان فائدہ یہ ہی کہ جو حدیث موضوع ہی اُسکو نہین ذکر کیا اور اگر کہین ذکر کیا ہی تو لکھ دیا ہی کہ یہ حدیث موضوع ہے

اور اتفاق ہے محدثین کا اس بات پر کہ حدیث موضوع کا لکھنا جائز نہین مگر جبکہ لکھدیوے کہ یہ حدیث موضوع ہے ذکر کیا اسکو امام نووی رح نے شرح صحیح مسلم مین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ اخرجہ الستۃ یعنی جو شخص جھوٹ بولے میرے اوپر قصداً تو چاہیے کہ بنالیوے ٹھکانا اپنا جہنم مین نکالا اسکو صحاح ستہ والون نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور بعضون نے اسکو متواتر کہا ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حدیث بیان کرے مجھ سے اور وہ جانتا ہے کہ یہ حدیث کذب ہے تو چاہیے کہ مقرر کرلے مقام اپنا جہنم مین روایت کیا اسکو مسلم رح وغیرہ نے اور اسیطرح بعض واعظ جو حدیثین بے نشان بیان کرتے ہین اور تفسیر قرآن مین قصے طرح طرح کے جھوٹ بناتے ہین مورد وعید شدید ہین اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قرآن مین اپنی عقل سے کہا تو چاہیے کہ مقرر کرلے مقام اپنا جہنم مین اور ایک روایت مین ہے کہ جس شخص نے قرآن مین کہا بے جانے بوجھے تو چاہیے کہ مقرر کرلے اپنا مقام جہنم مین اور قرآن کے معنی بیان کرنیمین نہایت احتیاط لازم ہے اور اگر کوئی معنی قرآن کے بنتے بھی ہون اور وہ منقول احادیث اور تفاسیر معتبرہ سے نہون تو بیان کرنا انکا بھی خوب نہین ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جس شخص نے قرآن شریف مین عقل سے کہا اور اُس نے ٹھیک کہا تو بھی اُس نے خطا کی روایت کیا اسکو ترمذی رح اور ابوداؤد رح نے

بیان تعریف حدیث اور اقسام حدیث کا

حدیث اُسکو کہتے ہین کہ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا یا خود کیا یا جو فعل حضرت کے سامنے ہوا اور آپ نے اُس سے منع نکیا تو جو زبان سے فرمایا اُسکو حدیث قولی کہتے ہین اور جو کیا ہے اُسکو حدیث فعلی کہتے ہین اور جو آپکے سامنے ہوا اُسکو حدیث تقریری کہتے ہین اور حدیث دو قسم ہوتی ہے متواتر اور آحاد متواتر اُسکو کہتے ہین جسکو ہر زمانے مین اتنے لوگون نے روایت کیا ہو کہ احتمال کذب کا انکی طرف عقل کے نزدیک محال ہووے اور آحاد اُسکو کہتے ہین جسکی روایت مین اسقدر کثرت نہو اور آحاد تین قسم ہے مشہور اور عزیز اور غریب مشہور وہ ہے کہ جسکو ہر زمانے مین تین یا زیادہ راویون نے روایت کیا ہووے اور عزیز وہ ہے جسکو ہر زمانے مین دو راویون نے روایت کیا ہو اور غریب وہ ہے جسکی روایت کسی زمانے مین ایک ہی راوی سے ہووے تو اب جاننا چاہیے کہ متواتر حدیث سے ہر شخص کو علم یقینی اُس سے حاصل ہوتا ہے اور احتمال شک کا بالکل زائل ہوتا ہے اور آحاد روایت سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اور بعضی صورتین جنکو معرفت حدیث حاصل ہے علم یقینی بھی اُس سے حاصل ہوتا ہے اور آحاد مین بعضی روایت مقبول ہے اور بعضی مردود اگر راوی کی راستی اور صدق معلوم ہووے تو مقبول ورنہ مردود ہے فائدہ متواتر حدیث بعضون نے کہا ہے کہ کوئی موجود نہین اور بعضون نے کہا کہ ہے اور صحیح قول اول ہے كَذَا فِي بَعْضِ الْكُتُبِ فائدہ جو آحاد مقبول ہے اُسکی دو قسمین ہین ایک صحیح اور ایک حسن صحیح اسکو کہتے ہین جسکو دیندار پرہیزگار خوب یاد رکھنے والے لوگون نے ہر زمانے مین برابر روایت کیا ہو اور نہ اُسمین کوئی عیب پوشیدہ ہو اور معتبر لوگونکی مخالفت بھی نہو اور صحیح حدیث کے کئی درجے ہین پہلا درجہ یہ ہے کہ اتفاق کیا ہو اُسپر بخاری رح و مسلم رح نے یعنی دونون کی کتابون مین وہ حدیث موجود ہووے دوسرا درجہ یہ ہے کہ فقط بخاری رح نے اُسکو روایت کیا ہو تیسرا درجہ یہ ہے کہ فقط مسلم رح نے اُسکو روایت کیا ہو چوتھا وہ جو بخاری رح و مسلم رح کی شرط اور اُنکے طریقے پر ہووے پانچوان وہ جو صرف بخاری رح کے طور پر ہووے چھٹا وہ جو صرف مسلم رح کے طور پر ہووے ساتوان وہ جو سوا بخاری رح و مسلم رح کے اور حدیث کے اماموں نے اُسکو صحیح جانا ہو فائدہ بعضونکے نزدیک شرط بخاری رح اور مسلم رح کی یہ ہے کہ حدیث کے راوی خوب ضبط کرنیوالے اور پرہیزگار ہون غفلت اور مخالفت ثقات وغیرہ سے خالی ہووین اور بعضون کے نزدیک شرط مسلم رح کی یہ ہے کہ جو حدیث ایسی ہو کہ دو تابعی ثقہ نے دو صحابیون سے روایت کی ہو اور اسی طرح اُن دو تابعی سے دو تبع تابعی نے روایت کی ہو اسیطرح سب طبقون مین دو شخص ثقہ روایت کرتے چلے آئے ہون اور یہ مضمون حدیث کی کتابون مین مذکور ہے اور حسن اُس حدیث کو کہتے ہین جو صحیح کی طرح ہو وے لیکن اُسکے راویون کا

درجہ حفظ و یاد وغیرہ مین صحیح کے راویون سے کم ہو اور عمل کرنیمین دونون برابر ہین اور دونون حجت ہین لیکن رتبے مین صحیح حدیث زیادہ ہو حسن سے
اور ضعیف حدیث اُسکو کہتے ہین جو صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اُسکے راوی مین کوئی وجہ ضعف کی مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت یا بدعت
وغیرہ پائی جاتی ہو یا اُسکا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہووے یا اُسکے راوی پر لوگ طعن کرتے ہون تو اگر اول سے کوئی راوی ساقط ہے تو
اُسکا نام مُعلّق ہے اور اگر انتہا سے ساقط ہووے مثلاً نام صحابی کا مذکور نہووے اور تابعی حدیث بیان کرے تو اُسکو مرسل کہتے ہین اور
اگر دو راوی برابر ساقط ہون تو مُعضَل اور نہین تو منقطع اور کبھی منقطع کو مُرسل بولتے ہین اور مرسل کو منقطع بولتے ہین اگر درمیان کا راوی چھوٹا
ہووے تو اُس حدیث کو موضوع کہتے ہین یا اُسپر تہمت جھوٹ کی لگی ہووے تو اُسکو متروک کہتے ہین یا غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا اسکو
وہم بہت ہووے یا سچے لوگونکی روایت کے مخالف اُسکی روایت ہووے یا فاسق یا بدعتی ہووے تو اُسکو منکر کہتے ہین فائدہ صحابی اُسکو
کہتے ہین جس نے حالت ایمان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہووے اور ایمان پر اُس نے انتقال کیا ہووے اور تابعی اُسکو کہتے ہین جس نے صحابی کو
دیکھا ہے اور تبع تابعی اُسکو کہتے ہین جسنے تابعی کو دیکھا ہووے فائدہ ضعف اور توثیق سب راویونمین محدثین بیان کرتے ہین لیکن صحابی تو سب
ثقہ ہین کوئی ضعیف نہین اور نہ اُنمین کسیطرح کا طعن ہے فائدہ ایک قسم حدیث کی مُدَلّس ہے یعنی وہ حدیث جسمین راوی نے اپنے شیخ کو
چھپا یا ہووے اور اُسکا نام نہ لیا ہووے کسی مصلحت سے اور ایک قسم مُضطرِب ہے جسمین راویون نے اختلاف کیا ہو سند یا متن مین اور
ایک قسم مُدرَج ہے جسمین راوی نے کچھ اپنا کلام بھی حدیث مین شامل کر دیا ہووے اور ایک قسم مُعنعَن ہے یعنی جو برابر ایک نے دوسرے
سے روایت کیا ہو بلفظ عن کے فائدہ اور شاذ اُسکو کہتے ہین جو حدیث مخالف روایت معتمد لوگونکے ہووے اور معلول اُس حدیث کو
کہتے ہین جسمین کسی طرح کی علت پوشیدہ جو صحت حدیث مین قدح کرتی ہو پائی جاوے اور متابع اُسکو کہتے ہین کہ ایک راوی نے ایک
حدیث دوسرے راوی کے موافق روایت کی اور اسکو شاہد بھی کہتے ہین اور مرفوع حدیث جو کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا فعل آپکا ہووے اور موقوف وہ حدیث ہے جو صحابی کا فعل یا قول ہووے اور وقف کہتے ہین صحابی کے قول یا فعل ذکر کرنے کو اور رفع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل ذکر کرنے کو فائدہ اور ان قسمونکے سوا اور بھی قسمین حدیث کی ہین لیکن اس جا پر بوجہ اختصار کے ترک کیا
فائدہ حدیث کی مشہور کتابین چھ ہین اور اُنکو صحاح ستہ کہتے ہین صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد اور سنن نسائی
اور سنن ابن ماجہ اور بعضون کے نزدیک ابن ماجہ صحاح مین داخل نہین اور موطا امام مالک رح کی صحاح مین داخل ہے اور صحیح بخاری اور صحیح
مسلم مین جتنی حدیثین ہین صحیح ہین یا حسن ہین ضعیف حدیث اُنمین نہین پائی جاتی اور باقی چارون کتابون مین سب قسم کی حدیثین صحیح اور
حسن اور ضعیف ہین اور صحاح اُنکا نام اسواسطے ہے کہ اکثر حدیثین ان کتابونکی صحیح ہین اور ان کتابونکے سوا اور بہت سی کتابین حدیث کی ہین
اور اُنمین بھی صحیح حدیثین موجود ہین مثلاً معاجم ثلاثہ طبرانی اور سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق کی اور
مسند دارمی کی اور حال ان سب کا بالتفصیل بستان المحدثین مین مذکور ہے اور ہم اس جا پر صحاح ستہ والونکا حال مختصر کچھ لکھے دیتے ہین

احوال بخاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا

نام و نسب انکا ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ہے قد و قامت انکا میانہ تھا نحیف یعنی دبلے آدمی تھے اور حالت طفولیت مین دونون
آنکھین جاتی رہی تھین پس سبب اُنکی والدہ کو نہایت ملال تھا خواب مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے
تیرے بیٹے کی آنکھون مین درستی عنایت کی اور یہ تیری گریہ وزاری کا بدلہ ہے صبح کو جب اُٹھین دیکھا کہ آنکھین لڑکے کی روشن

ہیں اور جب دس برس کے تھے مکتب میں جہان حدیث کو سنتے یاد کر لیتے اور اسی سن میں شغل حدیث کا انکو تھا اور جب مکتب سے فارغ ہوئے ایک شخص کو بخارا میں سنا کہ وہ محدث تھے اور داخلی رح انکا نام تھا بخاری رح نے انکے پاس آمد و رفت شروع کی ایک روز داخلی رح اپنی کتاب سے احادیث پڑھ رہے تھے کہ یکایک انکی زبان سے نکلا سُفیان عَن اَبِی الزُبیر عَن اِبراہِیم سو فوراً بخاری رح نے کہا کہ ابو الزبیر رح نے ابراہیم رح سے نہین سُنا داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے انکو جھڑک دیا پھر بخاری رح نے کہا کہ اصل نسخے مین دیکھنا چاہیے سو داخلی رح گھر مین گئے اور اصل نسخہ لائے اور بخاری رح کو بلا کے کہا کہ بتلا مین نے تو غلط پڑھا اب صحیح کیا ہے بخاری نے کہا کہ صحیح سُفیان عَن الزُبَیر بن عَدِی عَن اِبراہِیم ہے داخلی رح حیران ہوئے اور اپنے نسخے کو جسمین پڑھتے تھے صحیح کیا اور جب سولہ برس کے ہوئے تمام کتابین حدیث کی انکو یاد تھین حامد بن اسمٰعیل رح ایک بزرگ بخاری رح کے زمانے مین تھے کہتے ہین کہ بخاری رح محدثین کے اُستاد ونکے پاس بلا دوات و قلم کے جاتے آتے تھے تو ہم لوگون نے کہا کہ تم کو کیا فائدہ ہے اسمین جو تم سنتے ہو بھول جاتے ہو گے اسیطرح سب لوگون نے انکو کہنا شروع کیا سولھوین دن بخاری رح نے کہا کہ تم نے مجھے تنگ کیا اچھا تم نے جو لکھا ہے اسکو سامنے لاؤ اور میری یاد کو اُس سے مقابلہ کرو اس عرصے مین پندرہ ہزار حدیثین سب لوگون نے لکھی تھین بخاری رح نے سب یاد سے پڑھنا شروع کین اور ایسا خوب یاد تھا کہ ہم نے اپنی حدیثونکو اُنسے صحیح کر لیا پھر کہا بخاری رح نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ مین بے فائدہ محنت کرتا ہون تب ہم لوگون نے اُس روز سے جانا کہ یہ شخص شدنی ہے اسکی برابری کوئی نہ کر سکے گا اور صحیح بخاری رح تصنیف کرنے کا یہ سبب ہے کہ ایک روز اسحٰق بن راہویہ رح کی مجلس مین یہ ذکر ہوا کہ اگر کوئی جدا صحیح حدیثونکو جمع کرے تو کیا خوب ہو بلا شبہ لوگ اُسپر عمل کرنے لگین بخاری رح کے دل مین یہ بات اثر کر گئی چھ لاکھ حدیثین اُن کے پاس تھین اُن کا انتخاب کرنے لگے جو حدیث نہایت صحیح پائی اسکو لکھا اور باقی کو ترک کیا اور معمول یہ کیا تھا کہ ہر حدیث کی تحریر کیواسطے غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور دعا کرتے کہ یا الٰہی مجھ سے خطا نہ ہووے آخر اسیطرح سولہ برس کامل محنت کر کے مسجد کے اندر منبر اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے بیچ مین صحیح بخاری مرتب ہوئی اور انتقال کیا بخاری رح نے خرتنگ مین کہ ایک گانوں ہے دو فرسخ سمرقند سے وقت نماز عشا کے اور دن عید فطر بعد نماز ظہر کے سال دو سو چھپن ۲۵۶ ہجری مین انکو دفن کیا اور باسٹھ ۶۲ برس کی عمر آپ کی تھی

احوال مسلم رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

انکے باپ کا نام حجاج ہے اور کنیت انکی ابو الحسین اور لقب انکا عساکر الدین ہے نیشاپور ایک شہر ہے خراسان مین وہان کے رہنے والے ہین ابو زرعہ رازی رح اور ابو حاتم رح نے جو اجلۂ محدثین مین سے ہین انکی جلالت اور امامت پر گواہی دی ہے اور صحیح مسلم انکی نہایت مشہور کتاب ہے تین لاکھ حدیث سے اس کتاب کو انتخاب کیا ہے اور بعضون نے اسکو صحیح بخاری پر مقدم رکھا ہے کہا حافظ علی نیشاپوری رح نے کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب صحیح زیادہ مسلم رح کی کتاب سے نہین ابو حاتم رازی رح نے کہ اجلۂ محدثین مین سے ہین مسلم رح کو خواب مین دیکھا اور انکا حال پوچھا مسلم رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے جنت کو میرے اوپر مباح کیا ہے جہان چاہتا ہون رہتا ہون اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر مین کسیکی غیبت نہین کی اور نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا کہا اور پیدا ہوئے تھے سال دو سو دو مین اور بعضون نے کہا ہے کہ دو سو چار مین اور بعضون نے کہا کہ دو سو چھ مین اور صاحب جامع الاصول نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وفات انکی یکشنبہ کو شام کے وقت ہوئی اور دوشنبہ کے دن پچیسوین تاریخ کو رجب مین سال دو سو اکسٹھ مین مدفون ہوئے اور وفات انکی اس طرح پر ہوئی کہ ایک مجلس مین لوگون نے آپسے ایک حدیث پوچھی کہ وہ نہ انکو یاد تھی اسکو نہ پہچانا اور اپنے گھر آ کے سب کتابون مین تلاش کرنا شروع کیا اور لوگون نے سامنے انکے ایک ٹوکرا کھجور کا رکھ دیا تھا آپ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے یہانتک

کہ وہ حدیث نہ ملی اور غم سے تمام ہو گئے اور یہ اُن کے انتقال کا سبب ہوا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ

احوال ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

نام انکا سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشر بن شداد بن عمر بن عمران الازدی سجستانی ہی اور سجستان معرب ہی سیستان کا اور سیستان ایک ملک ہے سندہ اور ہرات کے بیچ مین متصل ہی قندھار کے اور جو ابن خلکان رح نے کہا ہی کہ سجستان ایک قریہ ہے قریب بصرے کے خطا ہے تولد انکا سنہ ۲۰۲ دوسو اور دو ہجری مین ہوا اور اکثر بلاد اسلام مین مانند مصر اور شام اور حجاز اور عراق اور خراسان وغیرہا مین سیر کی اور علم حدیث کو بخوبی جمع کیا حفظ حدیث اور عبادت اور تقوی اور صلاح مین ایک فرد کامل تھے اور آپ ایک دامن کشادہ رکھتے تھے اور ایک تنگ لوگون نے اس حال کو انسے دریافت کیا فرمایا کہ دامن کشادہ واسطے کتابون حدیث کے ہے اور دوسرے دامن کے کشادہ رکھنے کی کچھ حاجت نہین اسراف ہے اور موسی بن ہارون رح کہ ایک بزرگان وقت مین سے تھے فرماتے کہ ابو داؤد رح دنیا مین واسطے حدیث کے پیدا ہوئے اور آخرت مین واسطے جنت کے اور جب اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے امام احمد رح کے پاس لے گئے انھون نے اسکو دیکھ کے بہت پسند کیا اور ابو داؤد رح نے اس کتاب کو پانچ لاکھ حدیثون سے انتخاب کیا ہے اور کل حدیثین اس کتاب مین چار ہزار آٹھ سو ہین اور التزام کیا ہے اس بات کا کہ حدیث صحیح ہو وے یا حسن اور اسیواسطے یہ کتاب بعد صحیحین کے سب کتابون سے زیادہ معتبر ہے اور وفات ابو داؤد رح کی سولھوین تاریخ مین شوال سے سال دوسو اور پچھتر ۲۷۵ ہجری مین ہوئی اور بصرے مین مدفون ہوئے اور عمر آپکی تہتر ۷۳ سال کی ہوئی

احوال ترمذی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

کنیت انکی ابو عیسی ہے اور نام ونسب محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک سلمی ہی اور ترمذ نام ایک شہر کا ہی اور ترمذی رح شاگرد ہین بخاری رح کے اور مسلم اور ابو داؤد رح سے بھی روایت کرتے ہین برسون طلب علم حدیث مین صرف کیے اور یہ کتاب انکی عمدہ تصانیف سے ہی کئی فائدون پر بہ نسبت اور کتابونکے زیادہ مشتمل ہے اول ترتیب اسکی خوب ہی دوسرے تکرار کم ہے تیسرے ہر مقام پر مذاہب ائمہ اور وجوہ استدلال ہر ایک کی ذکر کی ہین چوتھے ہر حدیث کے ضعف اور صحت سے بحث کی ہی پانچوین ضعف اور توثیق راویون سے بھی تعرض ہے اور انکو خلیفہ بخاری رح کا کہتے ہین اور تورع اور زہد اور خوف انکا بیحد تھا خوف الٰہی سے برسون رویا کیے آخر اندھے ہو گئے اور ایک حکایت عجیب انکی یہ ہی کہ مکے کی راہ مین ایک شیخ سے ملاقات کی اور پہلے اُس شخص سے دو جز حدیث کے لکھے تھے اور فرصت قرات کی نہین پائی تھی ترمذی رح نے اُس وقت انسے قرات طلب کی شیخ نے قبول کیا اور کہا کہ وہ جز نکالو پس ترمذی رح نے جو انکو تلاش کیا تو وہ نہ ملے اور گم ہو گئے تھے دو جز سفید کاغذ سادہ کے نکال کے حدیث انسے سننے لگے شیخ کی نگاہ جو اُس کاغذ پر جا پڑی غصہ ہو کے بولے کہ کیا تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو ترمذی رح نے کہا کہ نہین مین نے اُن جزونکو گم کیا لیکن احادیث سب مجھے اُن جزونکے یاد ہین شیخ نے تعجب سے کہا کہ پڑھو ترمذی رح نے اول سے آخر تک پڑھ دیا اور کہین بھولے اور سب حدیثین سنا دین شیخ نے کہا کہ اسکا مجھکو یقین نہین آتا سابق سے تمنے یاد کر لی ہونگی ترمذی رح نے کہا امتحان فرمایئے شیخ نے چالیس حدیثین غریب نکال کے انکو ایکبار سنا دین ترمذی رح نے اُن حدیثونکو پھر بعینہ ایک جا بھی نہ بھولے اور سنا دیا اور ایسے ایسے امتحان انکی حافظے کے اکثر ہوا کیے اور کہتے ہین کہ جب مین اس جامع کی تصنیف سے فارغ ہوا پہلے اس کتاب کو علمائے حجاز کے سامنے پیش کیا سبنے پسند کیا بعد اسکے علمائے عراق کے سامنے وہ بھی خوش ہوئے بعد اسکے مینے اس کتاب کو رواج دیا اور وفات انکی ترمذ مین دو شنبے کی رات کو ستائیسوین رجب مین سال دوسو ستر اور نو ۲۷۹ ہجری مین ہوئی

احوال نسائی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

نام انکا ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی ہے اور یہ نسبت ہے طرف نسا کے کہ نام ایک شہر کا ہے خراسان مین پیدا ہوئے سال دو سو اور چودہ ہجری مین اور بڑے بڑے شیخون اور عالمونکو حدیث کے پایا شافعی مذہب تھے اور ہمیشہ ایکروز روزہ رکھتے اور ایکروز افطار کرتے نہایت قوی اور زبردست تھے چار بیبیان تھین ہر رات کو ایک کے پاس جاتے تھے اور لونڈیان بھی بہت تھین اور پہلے ایک کتاب حدیث کی کہی اور نام اسکا سنن کبری رکھا جب اسکی تصنیف سے فارغ ہوئے ایک امیر نے انسے پوچھا کہ جتنی حدیثین اس کتاب مین ہین سب صحیح ہین انھون نے کہا کہ صحیح بھی ہین حسن بھی ہین سب قسم کی حدیثین ہین اس امیر نے عرض کیا کہ ایک کتاب ایسی جمع کیجیے جسمین سب حدیثین صحیح ہووین تب انھون نے اسکو خلاصہ کرکے صحیح حدیثین منتخب کین اور نام اسکا مجتبی رکھا اور اسکو سنن صغری بھی کہتے ہین اور وہ جو سنن نسائی اس زمانے مین مشہور ہے یہی سنن صغری ہے اور سبب انکی وفات کا یہ ہوا کہ حضرت علی مرتضی رض کے مناقب مین ایک کتاب انھون نے تصنیف کی بعد فراغت کے انھون نے چاہا کہ اس کتاب کو جامع دمشق مین بیان کرین کہ وہانکے لوگ بسبب سلطنت بنی امیہ کے خوارج کیطرف میل رکھتے ہین کچھ تھوڑا سا بیان اس کتاب کا کیا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ آپنے امیر المومنین معاویہ رض کی مناقب مین بھی کچھ لکھا ہے فرمایا کہ معاویہ رض کو یہی کافی ہے کہ نجات پاجاوین انکے مناقب کہان ہین اور بعضے کہتے ہین کہ یہ کلمہ بھی کہا کہ میرے نزدیک انکی مناقب مین سے کچھ صحیح نہین ایسی طرح کچھ کہا کہ عام لوگون نے انکو تشیع کیطرف منسوب کیا اور لاتین مارنا شروع کین کچھ چوٹ انکے فوتون مین پہونچی کہ اس کے سبب سے آپ نیم جان ہوگئے خادم انکو اٹھا کے گھر مین لائے انھون نے کہا کہ مجھکو اسیوقت مکہ معظمہ مین لے چلو کہ وہان جا کے مرون یا راستے مین مرجاؤن غرض مکے مین پہنچے اور صفا اور مروہ کے بیچ مین مدفون ہوئے وفات انکی دن سشنبہ تاریخ تیرھوین صفر مین سال تین سو تین مین ہوئی اور بعضے کہتے ہین کہ راہ مین انکا انتقال ہوا اور وہان سے لاش انکی مکے مین لے گئے

احوال ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

نام انکا ابو عبد اللہ محمد بن زید بن عبد اللہ بن ماجہ قزوینی ربعی اور ربعی نسبت ہے طرف ربیع کے کہ نام ایک قبیلے کا ہے اور قزوین نام ایک مشہور شہر کا ہے عراق عجم مین اور یہ کتاب انکی عمدہ تصانیف مین سے ہے اور صحاح ستہ مین بقول راجح داخل ہے اور جب اسکی تصنیف سے فارغ ہوئے ابو زرعہ رازی رح کے پاس لیگئے انھون نے اس سنن کو دیکھکے کہا کہ اگر یہ کتاب کسی شخص کے ہاتھ لگے گی اکثر کتابین فن حدیث کی بیکار ہوجاوینگی اور واقعی یہ کتاب اختصار اور عدم تکرار مین بے نظیر ہے اور ابو زرعہ رح نے اس کتاب کی صحت کی شہادت دی اور کہا کہ غالب ہے کہ اسمین کوئی حدیث نہایت ضعیف اور موضوع نہو گی اور اس سنن مین بتیس ۳۲ کتابین ہین ان مین ایکہزار پانسو ۱۵۰۰ باب ہین اور سب حدیثین اسکی چار ہزار ہین اور صحیح یہ ہے کہ ماجہ رح انکی مان کا نام تھا اور عبد اللہ رض دادا انکے صحابی تھے سنہ ۲۰۹ دو سو اور نو ہجری مین پیدا ہوئے اور بہت مشایخ حدیث سے استفادہ کیا اور بخوبی اس فن سے مطلع ہوئے اور وفات انکی دوشنبے کے روز سنہ ۲۷۳ دو سو تہتر ہجری مین تاریخ بائیسوین ماہ رمضان کو ہوئی

بیان تقلید کا

جاننا چاہیے کہ بعض محققین نے تقلید مذہب معین کو مذاہب اربعہ مین سے واجب کہا ہے اور بعضون نے مستحسن ہے موافقت ان دونون قولونمین اس طور پر ہے کہ جو شخص عالم فن حدیث کا ہووے چارون مذہب کے ماخذ اور اصول سے واقف ہو کلام اللہ کی آیات منسوخہ اور غیر منسوخہ اور معانی انکے سے بخوبی مطلع ہووے اور معرفت ضعف حدیث اور صحت مین بخوبی ماہر رکھتا ہو کیفیت رواۃ سے آگاہ ہو بہت احادیث اسکو مستحضر ہون اکثر کتابین حدیث کی اسکے مطالعے سے گذری ہون تو ان مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید اسکو ضروری نہین اور جس شخص مین یہ شرائط ... جامع ہووے اسکو تقلید مذہب معین کرنا مستحسن ہے

متحقق نہین تقلید کا وجوب اُسی کے حق مین ہو اور اس زمانے مین ایسا شخص جو ان شرائط مذکورہ کا جامع ہووے اکثر مقامو نمین متحقق نہین اگرچہ ممکن الوجود بامکان عقلی ہے اور تقلید ائمہ مجتہدین مسائل شرعیہ مین درحقیقت اطاعت خدا و رسول مین داخل ہے فرمایا اللہ تعالی نے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اسیواسطے مفسرین نے اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے امرا اور سلاطین مسلمین مراد لیے ہین یا مجتہدین شریعت چنانچہ بیضاوی مین ہے کہ اِسکی تائید کرتا ہو قول اللہ تعالے کا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اسواسطے کہ مقلد کو جائز نہین کہ نزاع کرے مجتہد سے اُسکے حکم مین بخلاف امرا کے اور عبارت اُسکی یہ ہے وَھُوَ یُؤَیِّدُ الْوَجْہَ الْاَوَّلَ اِذْ لَیْسَ لِلْمُقَلِّدِ اَنْ یُّنَازِعَ الْمُجْتَھِدَ فِیْ حُکْمِہٖ بِخِلَافِ الْمَرْؤُسِ انتھے کیونکہ اطاعت علماے اہل اجتہاد کی اطاعت خدا اور رسول کی ہووگی حالانکہ وہ لوگ حاملان علم نبوت اور شارحان کتاب و سنت ہین اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ اور عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اسی مضمون پر دلالت کرتا ہے اور وہ جو بعض جہلا اعتراض کرتے ہین کہ تقلید ابی حنیفہ رح اور شافعی رح وغیرہما کی ایسی ہی ہے جیسے مشرکین تقلید اپنے آبا و اجداد کی کرتے ہین جواب اُس کا یہ ہو کہ قیاس اس تقلید کا مشرکین کی تقلید پر قیاس مع الفارق ہو کیونکہ مقلدین مجتہدین کو وسائط بلوغ علم نبوت اور وسائل وصول احکام شریعت سمجھ کر تقلید کرتے ہین بالاستقلال اُنکو مصدر احکام نہین جانتے ہین امام ابو جعفر رح نے بسند متصل نقل کی ہو کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ ہم اخذ کرتے ہین اول ساتھ کتاب کے پھر ساتھ سنت کے پھر ساتھ قضایاے صحابہ رض کے اور عمل کرتے ہین ہم جسپر اتفاق ہوتا ہو صحابہ رض کا اور جسمین کہ اختلاف ہوتا ہو صحابہ رض کا اُسکو قیاس کرتے ہین اور مسئلے پر اور روایت کی بیہقی رح نے مدخل مین بسند صحیح حضرت امام ابو حنیفہ رح سے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ اِذَا جَاءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَی الرَّأْسِ وَالْعَیْنِ وَاِذَا جَاءَ عَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَخْتَارُ مِنْ قَوْلِھِمْ وَاِذَا جَاءَ عَنِ التَّابِعِیْنَ زَاحَمْنَاھُمْ یعنی جسوقت آوے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو وہ سر اور آنکھو نپر ہے اور جسوقت صحابہ رض سے ہو اُسمین اختیار کرتے ہین ہم اور جسوقت تابعین سے آیا ہووے تو اُنکی مزاحمت کرتے ہین یعنی اُسمین کلام کرتے ہین اور قیاس کو دخل دیتے ہین اور کسطرح حضرت امام صاحب رح تابعین کے قول مین مزاحمت نکرینگے کیونکہ خود بھی تابعین مین سے ہین اور روضۃ العلما سے مذکور ہے اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی فرمایا امام صاحب رح نے ترک کرو قول میرا بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور فرمایا اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ یعنی جب صحیح ہو جاوے حدیث تو وہی میرا مذہب ہے اور صراط مستقیم مین ہے کہ اصحاب ابو حنیفہ رح کے متفق ہین کہ حدیث ہر چند اسناد اُسکی ضعیف ہو مقدم اور اولی ہے قیاس اور اجتہاد سے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بدون ضرورت کے عمل قیاس پر ہرگز نہین کیا اور میزان شعرانی مین ہو وَمَا طَعَنَ اَحَدٌ فِیْ قَوْلٍ مِّنْ اَقْوَالِھِمْ اِلَّا لِجَھْلِہٖ بِہٖ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دَلِیْلِہٖ وَاِمَّا مِنْ حَیْثُ دِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ عَلَیْہِ لَاسِیَّمَا الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ الَّذِیْ اَجْمَعَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلٰی عِلْمِہٖ وَوَرَعِہٖ وَعِبَادَتِہٖ وَدِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ وَاسْتِنْبَاطَاتِہٖ وَحَاشَاہُ مِنَ الْقَوْلِ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بِالرَّاْیِ الَّذِیْ لَا یَشْھَدُ لَہٗ ظَاھِرُ کِتَابٍ وَّلَا سُنَّۃٍ یعنی نہین طعن کیا کسی نے بیچ کسی قول کے اقوال مجتہدین سے مگر جاہلون نے اُس قول کے کہ جاہل رہے اُسکی دلیل سے یا دقت اور باریکی اُسکی سے خصوصًا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ اجماع کیا سلف اور خلف نے اُنکے علم اور ورع اور عبادت اور دقت مدارک اور استنباطات اُنکے پر اور بچے قول سے دین خدا مین اُس راے سے کہ نہین شہادت دی ہو اُسکی کتاب یا سنت سے

اور لیکن وجوب تقلید کا واسطے غیر مجتہد کے تو اتفاق کیا اُسپر علماے امت نے کہا جلال الدین محلی رح نے شرح جمع الجوامع مین یَجِبُ عَلَی الْعَامِّیِّ وَغَیْرِہٖ مِمَّنْ لَّمْ یَبْلُغْ مَرْتَبَۃَ الْاِجْتِھَادِ اِلْتِزَامُ مَذْھَبٍ مُّعَیَّنٍ مِّنْ مَذَاھِبِ الْمُجْتَھِدِیْنَ یعنی واجب ہے

عامی اور غیر عامی پر جو نہ پونہچا ہو درجۂ اجتہاد کو التزام ایک مذہب معین کا مذہب مجتہدین سے اور کہا شیخ محی الدین نووی رح نے روضۃ الطالبین مین اما
الاجتہاد المطلق فقالوا اختتم بالائمۃ الاربعۃ حتی اوجبوا تقلید واحد من ہؤلاء علی الامۃ ونقل امام الحرمین
الاجماع علیہ یعنی اجتہاد مطلق تو ختم ہو گیا ساتھ ائمہ اربعہ کے اور واجب ہی تقلید ایک کی انمین سے امت پر اور نقل کیا امام الحرمین رح نے
اجماع اسپر اور بحر العلوم رح نے شرح تحریر ابن الہمام مین لکھا ہے غیر المجتہد المطلق یلزمہ تقلید مجتہد ما من المجتہدین المطلقین
یعنی جو مجتہد مطلق نہو اسکو لازم ہے تقلید کسی مجتہد مطلق کی تو اگر کوئی اس مقام پر کہے کہ ان اقوال سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کی ائمہ اربعہ
مین سے واجب ہے اور ہم بھی کسی مسئلے مین جو مخالف ائمہ اربعہ کے ہو عمل نہین کرتے بلکہ کسی مسئلے پر موافق ابو حنیفہ رح کے اور کسی پر موافق شافعی رح
کے اسیطرح پر عمل کرتے ہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ باعث اسکا یا تو حصول درجۂ اجتہاد ہی کہ جسکا قول صحیح موافق احادیث کے پاتے ہین اسپر عمل
کرتے ہین تو اس صورت مین تقلید کی کیا حاجت ہی اور اگر بغیر حصول اجتہاد کے یہ امر ہے تو مخالف حق اور باطل ہے کیونکہ اتفاق کیا علماء
نے اس بات پر کہ نہین جائز ہے غیر مجتہد کو کہ عمل کرے ایک مسئلے مین رائے ابو حنیفہ رح پر اور دوسرے مین رائے شافعی رح پر کہا ملا علی قاری رح نے
رسالے مین اپنے کہ تالیف کیا اسکو قفال کی رد مین بل وجب علیہ ان یعین مذہبا من المذاہب اما مذہب الشافعی فی
جمیع الفروع والوقائع واما مذہب مالک واما مذہب ابی حنیفۃ وغیرہم ولیس ان ینتقل من مذہب الشافعی ما یہواہ
ومن مذہب ابی حنیفۃ رح ما یرضاہ لانا لو جوزنا ذلک لادی الی الخبط والخروج عن الضبط وحاصلہ یرجع الی نفی
التکلیف لان مذہب الشافعی اذا اقتضی تحریم الشیء ومذہب ابی حنیفۃ مثلا اباحۃ ذلک الشیء بعینہ او عکس ذلک فہو
ان شاء مال الی الحلال وان شاء مال الی الحرام فلا یتحقق الحلۃ والحرمۃ وفی ذلک انعدام التکلیف وابطال فائدتہ واستیصال
قاعدتہ وذلک باطل انتہی ما ذکرہ یعنی بلکہ واجب ہے اس پر تعیین ایک مذہب کی یا مذہب شافعی رح کی جمیع فروع اور وقائع مین یا مذہب مالک رح
کی یا مذہب ابو حنیفہ رح کی اور یہ نہین کہ جو جی چاہے مذہب شافعی رح سے اختیار کر لے اور جو چاہے مذہب ابی حنیفہ رح سے کیونکہ جواز مین اسکے
کام مؤدی ہوگا طرف خبط کے اور نکلنے کے ضبط سے اور حاصل اسکا نفی تکلیف کی ہی کیونکہ جب مذہب شافعی رح مقتضی تحریم کو کسی امر کے ہو اور مذہب
ابو حنیفہ رح کا مثلاً اسکی تحلیل کو تو جب چاہے مائل ہو طرف حلال کے اور جب چاہے طرف حرام کے تو حلت اور حرمت کا تحقق و تقرر جاتا رہا اور
اسمین صریح اعدام تکلیف ہے اور ابطال ہے اسکے فائدے کا اور استیصال ہے اسکی بنا کا اور یہ باطل ہے اور کہا ترشیح مین لا خیر
فی ان تکون حنفیا فی بعض المسائل وشافعیا فی بعض اخر یعنی نہین بہتر ہے کہ حنفی ہو بعض مسائل مین اور شافعی رح ہو بعض مین
اور ترشیح عین العلم مین ہے۔ فلو التزم احد مذہبا کابی حنیفۃ والشافعی فلزم علیہ الاستمرار فلا یقلد غیرہ فی مسالۃ
من المسائل یعنے جسنے لازم کر لیا ایک مذہب مثلاً مذہب ابی حنیفہ رح یا مذہب شافعی رح کا تو واجب ہی کہ ہمیشہ اسی مذہب پر رہے اور
سوا اسکے کسی مسئلے مین غیر کی تقلید نکرے اور کہا ابن عبد البر نے ان تتبع رخص المذاہب غیر جائز بالاجماع یعنی تلاش
رخصتون کا ہر مذہب مین ممنوع ہے بالاجماع اور تفسیر احمدی مین ہے اذا التزم مذہبا یجب علیہ ان یدوم علی مذہب التزمہ ولا
ینتقل عنہ الی مذہب اخر یعنی جس مذہب پر التزام کرے تو چاہیے کہ مداومت کرے اسپر اور نہ پھر جاوے طرف دوسرے مذہب کے
الحاصل ان روایات و اقوال سے بخوبی واضح ہی کہ جو شخص پایہ اجتہاد کا نرکھتا ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی تقلید مذہب معین کی اسکو واجب ہے
اور وجوب و حقیت تقلید پر بہت سی دلیلین ہین کہ انکو اس مقام مین ذکر کرنا مناسب ہے دلیل پہلی یہ ہے جو ہمنے اس مقام مین

قول اکابر علماے امت کے اس باب مین بیان کیے دلیل دوسری ایسی ہی کہ اسمین خصم کو جاے کلام نہین وہ یہ ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے
جب ارشاد فرمایا کہ مسائل میرے ماخوذ ہین احادیث اور آیات سے تو دو حال سے خالی نہین یا اس قول کی تصدیق کرتے ہو یا انکار کرتے ہو اور
اسکو کذب جانتے ہو بر تقدیر اول تو تابعداری اس مذہب کی جمیع مسائل مین واجب ہوگی اور بر تقدیر ثانی مین اگر احتمال کذب کا جیسے امام صاحب رح
کی طرف ہے اسیطرح جائز ہے کہ احتمال کذب کا بخاری رح و مسلم رح کی طرف ہووے مثلاً جب امام صاحب رح کہ مصداق خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ
ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ کے ہین یون فرماوین کہ مسائل بیان کیے ہوئے ہمارے ماخوذ ہین کتاب اور سنت اور قضایاے صحابہ رض سے
تو قول ان کا لائق اعتماد نہوا اور جب بخاری رح و مسلم رح وغیرہما کہ انسے نہایت متاخر ہین ذکر کرین کہ یہ حدیث ہمکو فلانے سے پونہچی ہے تو قول انکا
بغیر گفتگو مقبول ہو جاوے تو جیسا جائز ہے کہ امام اعظم رح نے کذباً یہ کہا ہو کہ مسائل بیان کیے ہوئے میرے ماخوذ ہین کتاب اور سنت سے اور
واقع مین وہ مسائل اختراعی و عقلی ہون اسیطرح جائز ہے کہ بخاری رح و مسلم رح وغیرہما نے کذباً کہا ہو کہ یہ حدیث ہمکو فلانے سے پونہچی ہے تو ایک کی
بات کو صادق جاننا اور دوسرے کی بات کو باوجود بزرگی اور فضل کے کذب شمار کرنا ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح ہے دلیل تیسری یہ ہے کہ اس
زمانے مین اکثر غیر مقلد جو علما سے سن لیتے ہین کہ یہ قول موافق حدیث کے ہے اور اسپر عمل کرتے ہین تو تعجب ہی کہ قول ان علما کا جنکو امام صاحب رح
کی نسبت بالکل وقوف نہین لائق اعتبار ہو جاوے اور امام صاحب رح کا قول لائق اعتماد اور عمل کے نہووے اور یہ نہایت درجے کا جہل ہے
دلیل چوتھی یہ ہے کہ اکثر علما اور فضلا اور اولیاء اللہ اس امت مین اتباع مذہب حنفیہ کرتے چلے آئے ہین تو احتمال بطلان اس مذہب کا
ایک شخص کے قول سے کسطرح جائز ہوگا ؎ بیت ؎ ہمہ شیران جہان بستہ این سلسلہ اند ؛ روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را ؛ دلیل
پانچوین یہ ہے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ یعنی اطاعت کرو بڑے گروہ کی اور جو
اس مین سے نکل جاوے نکلا دوزخ مین اور فرمایا اللہ تعالے نے وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَاۤءَتْ
مَصِیْرًا ؕ یعنے جو شخص مومنون کی راہ کے سوا اور راہ طلب کرے پھیرینگے ہم اسکو جسطرف پھرا اور داخل کرینگے ہم اسکو جہنم مین اور بری ہے
وہ جگہ پھر جانے کی اور حالانکہ اکثر لوگ امت کے تقلید مذہب ابی حنیفہ رح پر ہین اور بعض باقی اوپر مذاہب ثلاثہ باقیہ کے کہا ملا علی قاری رح نے
وَاَمَّا اتِّبَاعُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رح قَدِیْمًا وَحَدِیْثًا فَفِی الْاِزْدِیَادِ فِیْ جَمِیْعِ الْبِلَادِ سِیَّمَا فِیْ بِلَادِ الرُّوْمِ وَمَا وَرَاءَ النَّھْرِ وَوِلَایَةِ الْھِنْدِ
وَالسِّنْدِ وَاَکْثَرِ اَھْلِ خُرَاسَانَ وَعِرَاقٍ مَعَ وُجُوْدِ کَثِیْرِیْنَ فِیْ بِلَادِ الْعَرَبِ بِالْاِتِّفَاقِ وَالظَّنُّ اَنَّھُمْ یَکُوْنُوْنَ ثُلُثَیِ
الْمُسْلِمِیْنَ بَلْ اَکْثَرَ عِنْدَ الْمُھَنْدِسِیْنَ بِالْاِتِّفَاقِ یعنی اتباع مذہب ابی حنیفہ رح کا تو زیادتی پر ہی قدیم سے
اور جدید سے تمام شہرونمین خاص کر کے روم کے ملکونمین اور ماوراءالنہر کے اور ولایت ہندوستان اور سندہ اور اکثر اہل خراسان اور عراق
مین باوجود اسکے کہ بہت لوگ ہین عرب مین بالاتفاق اور جانتا ہون مین کہ ہونگے وہ دو ثلث مسلمانونکے بلکہ اکثر نزدیک مہندسین کے بالاتفاق
اور اکثر اولیاء اللہ اور کاملین اسی مذہب کے مقلد رہے در مختار مین ہے وَقَدِ اتَّبَعَہٗ عَلٰی مَذْھَبِہٖ کَثِیْرٌ مِّنَ الْاَوْلِیَاۤءِ الْکِرَامِ
مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاھَدَةِ وَرَکَضَ فِیْ مَیْدَانِ الْمُشَاھَدَةِ کَاِبْرَاھِیْمَ بْنِ اَدْھَمَ وَشَقِیْقِ الْبَلْخِیِّ وَمَعْرُوْفٍ الْکَرْخِیِّ
وَاَبِیْ یَزِیْدَ الْبِسْطَامِیِّ وَفُضَیْلِ بْنِ عِیَاضٍ وَدَاوٗدَ الطَّائِیِّ وَاَبِیْ حَامِدٍ اللَّفَّافِ وَخَلَفِ بْنِ اَیُّوْبَ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ
الْمُبَارَکِ وَوَکِیْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِیْ بَکْرِ نِ الْوَرَّاقِ وَغَیْرِھِمْ آخر تک اور ایسا ہی ذکر کیا اکثر علما نے اور کہا اہل کشف نے کہ جیسا
مذہب امام ابوحنیفہ رح کا قدیم سے ہے اسیطرح آخر تک رہیگا اور دیکھنے کی بات ہی کہ امام اعظم صاحب رح اتباع حدیث مین اورون سے زیادہ ہین

کہ حدیث مرسل کو قبول کرتے ہین اور قیاس کو اسکے مقابلے مین جائز نہین رکھتے تو افسوس ہے اُن لوگون پر کہ باوجود مشاہدے ان امورات کے اور اس احتیاط بلیغ کے اُن لوگونکو اصحاب رائے سے شمار کرتے ہین اور اس مذہب کے مسائل کو اپنے زعم باطل کے موافق خلاف احادیث وآیات کے سمجھتے ہین اور اُنکے تابعونکو کہ سواد اعظم مین داخل ہین گمراہ اور خاطی کہتے ہین مثل مشہور ہے کہ چاند پر خاک ڈالنے سے اپنے ہی مُنھ پر خاک پڑتی ہے جن لوگون کو اللہ تعالے نے نور ہدایت دیا ہے وہ لوگ کبھی حشر تک اتباع اِس طریقہ سنیہ سے باز نہ آوینگے اور بعض لوگ جو مصداق يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ کے ہین باغوائے مفسدین شاید کہ اس سے محروم رہین يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ دلیل چھٹی یہ ہے کہ بوقت تسلیم کے جب کوئی مسئلہ مسائل حنفیہ مین سے اس قسم کا نکالو کہ جسکی کوئی دلیل حدیث ضعیف یا صحیح یا آیت قرآن شریف سے نہو تو اُس صورت مین اگر خاص اُس مسئلے مین کلام کرو اور اُسپر عمل نکرو تو قول تمھارا لایق قبول ہوگا اور وہ جو مسئلہ رفع یدین یا قرارت مین پیچھے امام کے یا قلتین کے مسئلے مین کلام کرتے ہین تو سب مسائل کو ہمنے فضل الٰہی سے اس کتاب مین بتفصیل بیان کیا ہے اور تمامی مطاعن کے جوابات تحریر کیے ہین دیکھنے سے ظاہر ہوگا حالانکہ امام شافعی رح کے مذہب مین بھی بہت سے ایسے مسئلے ہین جنکی دلیلین ضعیف اور اُنمین کلام ہے مثلاً جہر بسم اللہ کا اور حدیث نہونا خون اور پیپ کا اور کھانا اُس ذبیحے کا جسپر بسم اللہ کا نام نہ لیا گیا ہووے قصداً اور کوئی مذہب ایسا نہین کہ ہر مسئلے مین اُسکے ادلّہ قویہ ہون سب قسم کے مسائل ہوتے ہین ہان ایسا قول نہو جو مخالف صریح حدیث کے ہووے اور کسی دلیل سے اُسمین تمسک نہوسکے واللہ اعلم وعلمہ اتم

جواب اُن مطاعن کے جنکو اکثر غیر مقلدین بیان کیا کرتے ہین

طعن پہلا ہم لوگ احادیث کے اوپر عمل کیا کرتے ہین اور تعجب ہے کہ قول ابوحنیفہ رح کا تو قابل قبول ہو اور قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قابل عمل کے نہووے جواب احادیث پر عمل کرنا تو عین ہمارا مطلوب ہے مگر یہ کہ جس شخص کو معرفت حدیث کی اور ناسخ ومنسوخ کی ہووے اور معانی حدیث کے سمجھتا ہووے اور طریقہ استنباط جانتا ہووے تو اُس شخص کو عمل بالحدیث جائز ہے اور جسمین یہ شروط متحقق نہین اُسکو عمل کرنا ظاہر الفاظ احادیث پر دیکھکے جائز نہین تقریر شرح تحریر مین ہے وَلَيْسَ لِلْعَامِّيِّ الْأَخْذُ بِظَاهِرِ الْحَدِيثِ لِجَوَازِ كَوْنِهِ مَصْرُوفًا عَنْ ظَاهِرِهِ أَوْ مَنْسُوخًا بَلْ عَلَيْهِ الرُّجُوعُ إِلَى الْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ الْاهْتِدَاءِ فِي حَقِّهِ إِلَى مَعْرِفَةِ صَحِيحِ الْأَخْبَارِ وَسَقِيمِهَا وَنَاسِخِهَا وَمَنْسُوخِهَا فَإِذَا اعْتَمَدَ كَانَ تَارِكًا لِلْوَاجِبِ عَلَيْهِ انتهى یعنے نہین جائز ہے عامی کو تمسک کرنا ساتھ ظاہر حدیث کے بسبب جواز مصروف ہونے اُسکی کے ظاہر سے یا منسوخ ہونے اُسکی کے بلکہ لازم ہے عامی پر رجوع طرف فقہا کے بجہت عدم اہتدا کے حق مین اُسکے طرف معرفت صحیح احادیث اور سقیم اور ناسخ اور منسوخ کے پس اگر اعتماد کرے گا ظاہر حدیث پر تو ہوگا تارک اُس چیز کا جو واجب ہے اُسپر اور کفایہ حاشیہ ہدایہ مین مسطور ہے اَلْعَامِّيُّ إِذَا سَمِعَ حَدِيثًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِظَاهِرِهِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ مَصْرُوفًا عَنْ ظَاهِرِهِ أَوْ مَنْسُوخًا بِخِلَافِ الْفَتْوَى اور معنی اسکے وہی ہین جو اوپر بیان کیے اور بھی کفایے مین مرقوم ہے إِنَّ الْمُفْتِيَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مِمَّنْ يُؤْخَذُ عَنْهُ الْفِقْهُ وَيُعْتَمَدُ عَلَيْهِ فِي الْبَلْدَةِ فِي الْفَتْوَى فَإِذَا كَانَ الْمُفْتِي عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ فَعَلَى الْعَامِّيِّ تَقْلِيدُهُ وَإِنْ كَانَ الْمُفْتِي أَخْطَأَ فِي ذَلِكَ وَلَا يُعْتَبَرُ بِغَيْرِهِ هَكَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنُ رُسْتُمَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَبِشْرٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ انتهى یعنے چاہیے کہ مفتی ہو اُن شخصون سے کہ لی جاتی ہو اُنسے فقہ اور اعتماد کیا جاتا ہو اُنپر شہر مین بیچ فتوے کے اور جبکہ ہو مفتی اس صفت پر پس عامی پر لازم ہے تقلید اُسکی اگرچہ مفتی نے خطا کی ہو اُس مسئلے مین اور نہ اعتبار کرے ساتھ غیر اُس مفتی کے ایسی ہی روایت کی ہے حسن رح نے ابوحنیفہ رح سے اور ابن رستم رح نے امام محمد رح سے اور بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے اور مسلم الثبوت مین ہے

که اجماع کیا ہے محققین نے اوپر منع عوام کے تقلید صحابہ رض سے بلکہ اُنپر لازم ہے اتباع اُن لوگونکی کہ جلا دی ہے اُنھون نے ہر باب باب کیا ہے اُنھون نے
پس مہذب اور منقح کیا ہے اُنھون نے اور منع کیا ہے اُنھون نے اور اسی پر بنا کیا ہے ابن الصلاح رح نے منع کو تقلید سے سوا چار اماموں کے کیونکہ
یہ بات نہین جانی گئی ہے غیر مین ان چار کے اور اُسمین کلام ہے اور رہ وہ جو بعض لوگ کہتے ہین کہ اللہ اور رسولؐ کا کلام سمجھنا کچھ مشکل نہین
ان معنے کر صحیح ہے کہ اصل مضامین اسکے ایسے نہین ہین کہ بیان کیے سے سمجھ مین ہر خاص و عام کے نہ آوین مثل مطالب منطق اور علوم فلسفہ کے
اور ان معنی کر غلط ہے کہ اُسکے حقائق کو سمجھ کر عبارت سے نکال لینا اور بیان کر دینا ہر اُمّی اور اَن پڑھے کو آسان ہے بلکہ بعض مضامین ظاہر
مین نہایت آسان اور سہل ہوتے ہین لیکن حقیقت اُسکی سوا واقفین کے اور کو نہین کھلتی پس اگر ظاہر پر ایسے مضمون کے یہ شخص بدون تحقیق کی واقفوں سے
باوجود استطاعت اور قدرت سوال کے عمل کریگا تو عجب نہین کہ مواخذہ دار ہووے علاوہ اُسکے قول امام ابو حنیفہ رح پر ہم اسطرح سے
عمل نہین کرتے کہ یہ بالذات اُن ہی کا قول ہے بلکہ اسطرح پر کہ یہ قول اُنکا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے اور موافق شریعت کے
ہے تو قول ابو حنیفہ رح اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین کچھ منافات نہین بلکہ کوئی قول ابو حنیفہ رح کا اس قسم سے نہین پایا جاتا جسکی
دلیل کچھ احادیث و آیات سے نہووے اور پھر در صورتیکہ عمل عامی کو ظاہر حدیث پر منع ہوئے اور قول ابو حنیفہ رح کا موافق قول رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو تو عمل کرنا احادیث پر اپنی رائے کے موافق اور ترک کرنا تقلید ابو حنیفہ رح کی نہایت عقل و انصاف سی بعید ہے
اور ابو شامہ رح سے جو منع تقلید مین مروی ہے تو بر تقدیر صحت نقل کے وہ طعن نسبت اُن لوگونکے ہے کہ جنھون نے حرام کہا ہو نظر کرنے کو کتب احادیث
مین اور یہ لوگ اسکو ہرگز حرام نہین کہتے بلکہ موجب اجر جزیل اور ثواب کا جانتے ہین اور مشارق الانوار مین جو خلاف حدیث کے چلنے سی منع کیا ہے بعد
متفق ہوجانے اس بات کے کہ یہ مخالف ہے اُس حدیث کے سو وہ کچھ مخالف ہمارے نہین ہے اور علی ہذا القیاس یہی مراد ہے اُن قولونسے اور شیخ عبد الحق
محدث دہلوی رح نے شرح سفر السعادۃ مین لکھا ہے کہ مصلحت اور قرارداد علما کا آخر زمانے مین تعیین اور تخصیص مذہب ہے کہ ضبط اور ربط کار دین و دنیا
اسی مین ہے پہلے سے مخیر ہے جسکو چاہے اختیار کرے ہوسکتا ہے اور بعد اختیار ایک مذہب کے دوسرے مذہب کیطرف جاتا ہے تو ہم سوء ظن اور تفرق کے
اعمال اور احوال مین نہوگا پس قرارداد متاخرین مختار ہے اور اسمین خیر ہے اَیسی مجتہد کے تابع کو نہین پہونچتا ہے کہ اگر کوئی حدیث مخالف
اپنے مذہب کے پاوے اپنے مذہب کو چھوڑ دے اور اُس حدیث پر عمل کرے یہ طریقہ متقدمین کا ہے علما کو اس زمانے مین سوا متابعت مجتہدونکے
کوئی طریقہ نہین ہے اور حکم مجتہد کا درحقیقت حکم کتاب و سنت ہے اور کلام صاحب فتح العزیز یعنے مولانا شاہ عبد العزیز رح کا اس آیت کی تفسیر مین
بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا منع مین اُس تقلید کے کہ مشرکین اسکو مقابلے مین حکم خدا اور رسولؐ کے پیش کرتے تھے ہے نہ منع مین
اس تقلید کے کہ فی الحقیقۃ اطاعت خدا اور رسولؐ کی ہے اور کسطرح مولانا صاحب منع کرتے اس تقلید کو حالانکہ خود بھی مقلد تھے اور خود ہی
تفسیر مین وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کے تحت مین فرماتے ہین کہ لوگ وہ ہین جنکی اطاعت بحکم خدا فرض ہے مجتہدین شریعت اور شیوخ طریقت ہین کہ
حکم انکا بھی واجب الاتباع ہے عوام امت پر کیونکہ فہم اسرار شریعت اور دقائق طریقت انکو میسر ہے فرمایا اللہ تعالی نے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ
اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ یعنے پوچھو نصیحت والون سے اگر تم نہین جانتے ہو اور شاہ ولی اللہ صاحب رح نے عقد الجید مین لکھا ہے جان لو بیشک
تمسک کرنے مین ساتھ ان مذاہب اربعہ کے مصلحت عظیمہ ہے اور اعراض مین اُس سے بڑا مفسدہ ہے اور ہم بیان کرینگے اُسکو کئی وجہون سے انتہی
طعن نمبر ۴ دیکھو صحاح ستہ کی کتابین جو احادیث کے فن مین اور کتابون سے زیادہ معتبر ہین اکثر جا حدیثین شافعیہ کے موافق
ہین اور حنفیہ کے مخالف تو اوسے اس صورت مین عدم اتباع مذہب حنفیہ ہوگا جواب صحاح ستہ کے ماسوا اور بہت سی کتابین حدیث کی ہین

کہ جنکو محدثین نے بیان کیا ہے مثلاً معاجم طبرانی رح کی موطا امام محمد رح کی مصنف ابن ابی شیبہ رح کی کتابین دارقطنی رح کی تصانیف طحاوی رح کی تصانیف ابن حبان
اور حاکم رح کی وغیرہا اور صحاح ستہ کی شہرت مبنی ہے اس بات پر کہ اکثر حدیثین ان کتابونکی صحیح ہین جیسا کہ انکا ذکر اوپر ہم کر چکے اور یہ لازم نہین کہ جو حدیثیں
ان کتابونمین نہووے وہ صحیح نہووے سیکڑون حدیثین صحیح ایسی ہین بخاری رح و مسلم رح کی شرط پر کہ ان کتابون مین موجود نہین طعن تیسرا حنفی
لوگ اکثر جا مخالفت حدیث کی کرتے ہین اور قیاس اور رائے کو دخل دیتے ہین اسی واسطے نام انکا اہل الرائے ہوا اور یہ نام انکا قدیم سے ہے
ترمذی مین جا بجا دیکھو مسائل مذہب حنفیہ کو لکھا ہے وَھُوَ قَوْلُ اَھْلِ الرَّاْيِ جواب ظاہرا اہل الرائے کہنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ امام ابو حنیفہ
صاحب رح کے دقت مین مدارک اور باریکی استنباطات اس قسم کی تھی کہ بعض اہل عصر کی سمجھ مین قول انکا بلا تامل و فکر نہین آتا تھا اسوجہ سے
بعض لوگون نے انکو اہل رائے کہنا شروع کیا اور یہ نام وجہ طعن نہین ہو سکتا الا اس صورت مین کہ مسائل انکے صرف رائے اور اختراع
عقل پر مبنی ہون حال آنکہ کوئی مسئلہ انکا اس قسم کا نہین جسکے ساتھ اور مجتہد نے بھی تمسک نہ کیا ہو اور کیونکر اہل رائے یہ لوگ ہو سکے
حالانکہ انکے نزدیک حدیث ضعیف و مرسل مقدم تر اور اولیٰ تر ہے قیاس اور اجتہاد سے برخلاف امام شافعی رح کے کہ وہ حدیث مرسل کو قبول
نہین کرتے تو اگر کسی نے از راہ تعصب یا کسی اور وجہ سے کوئی کلمہ خلاف انکی شان کے کہا تو اسپر اعتبار کرنا درصورتیکہ وہ مطابق واقع اور
نفس الامر کے نہووے نہایت جہالت ہے اور کوئی ایسا شخص جو کسی فن مین کامل ہووے نہین گذرا کہ کسی نے اسکے کلام مین رد و قدح نہ کیا ہو اور
اسکی شان مین کچھ نہ کہا ہو یہانتک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتفاق مشایخ طریقت اور علمائے شریعت کے اولیا
کبار مین سے ہین اور کسی کو اہل حق مین سے انکی ولایت اور علو درجہ مین کلام نہین لیکن ابن جوزی محدث رح نے کیا کیا انکی شان مین کہا ہے اور
اسی قبیل سے محاربات و مشاجرات و منازعات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھنا چاہیے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دوسری جانب کو
برا کہنے لگے مثلاً ترمذی رح نے امام ابو حنیفہ رح کی شان مین جو بیان کیا تو اب ترمذی رح کی برائی کرنا ہمکو لازم نہین یا ابن جوزی رح نے از راہ خطا
کے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان مین کہا اس سے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی برائی کرنا اور انپر طعن کرنا لازم نہین طعن چوتھا یہ جو چار مذہب
لوگون نے مقرر کر لیے ہین اسکا حکم کچھ خدا اور رسول صلعم نے نہین فرمایا ہے بلکہ ان لوگون نے اپنے دل سے چار مذہب ٹھہرا کے حق کو ان مین
حصر کیا اور جو قول کہ انکے مخالف ہے اسکو باطل بتایا ہین دلیل شرعی اس باب مین کوئی پائی نہین جاتی جواب دلیلین شرع مین چار ہین
ایک ان مین اجماع امت بھی ہے اور اطاعت اہل اجماع کی فرض ہے اور اجماع کیا امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ان چار
مذہبونپر اور اتفاق کیا اس بات پر کہ جو ان چارونکے مخالف ہو باطل ہے اشباہ مین ہے وَمَا خَالَفَ الْاَئِمَّةَ الْاَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ
وَقَدْ صَرَّحَ فِي التَّحْرِيْرِ بِاَنَّ الْاِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبٍ مُخَالِفٍ لِلْاَرْبَعَةِ لِانْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَكَثْرَةِ
اَتْبَاعِهِمْ یعنے جو حکم مخالف ہو ان چار امامونکے قول کے سو وہ اجماع کے مخالف ہے اور تصریح کی ہے ابن الہمام رح نے تحریر مین کہ تمام علما کا اجماع
ہوا ہے عمل نکرنے پر اس مذہب کے جو مخالف ہے ان چار امامونکے اسواسطے کہ ان امامون کا مذہب منضبط اور آراستہ ہوا ہے اور انکے
اتباع کرنیوالے بہت لوگ ہین حاصل یہ ہے کہ ان امامونکے مقلدین سواد اعظم مین داخل ہین اور سواد اعظم کی متابعت کرنیکو حدیث مین
حکم ہے اور اسکا بیان گذرا اور نہایۃ المراد مین مرقوم ہے وَفِيْ زَمَانِنَا قَدِ انْحَصَرَتْ صِحَّةُ التَّقْلِيْدِ فِيْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ
فِي الْحُكْمِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ وَفِي الْحُكْمِ الْمُخْتَلَفِ فِيْهِ اَيْضًا قَالَ الْمُنَاوِيْ فِيْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَلَا يَجُوْزُ الْيَوْمَ تَقْلِيْدُ غَيْرِ
الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ فِيْ قَضَاءٍ وَلَا اِفْتَاءٍ یعنے ہمارے اس زمانے مین منحصر ہوئی ہے تقلید ان چار مذہب مین خواہ حکم متفق ہو خواہ حکم مختلف

پھران چار کے سوا اور کسیکی تقلید جائز نہین اور کہا مناوی نے جامع صغیر کی شرح مین جائز نہین ہے اس زمانے مین تقلید کرنی سوا ان چار اماموں کے
نہ تو قضا مین نہ فتوے مین یعنی قاضی کو درست نہین کہ ان مذاہب کے سوا اور کا حکم کرے اور مفتی کو درست نہین کہ برخلاف انکے فتوے
دے اور تفسیر احمدی مین ہے قَدْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّ الْاِتِّبَاعَ اِنَّمَا یَجُوْزُ لِلْاَرْبَعَۃِ فَلَا یَجُوْزُ الْاِتِّبَاعُ لِمَنْ حَدَثَ مُجْتَهِدًا
مُخَالِفًا لَّهُمْ یعنے بیشک اجماع ہوا ہے اس بات پر کہ اتباع سواے ان چار مذہبونکے کسی کا جائز نہین سو نہین جائز ہے اتباع
اُس شخص کا جو نیا مجتہد مخالف انکے نکلے اور اُسی کتاب مین ہے وَالْاِنْصَافُ اَنَّ انْحِصَارَ الْمَذَاهِبِ فِی الْاَرْبَعَۃِ
وَاتِّبَاعَهُمْ فَضْلٌ اِلٰهِیٌّ وَقَبُوْلِیَّۃٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا مَجَالَ فِیْهِ لِلتَّوْجِیْهَاتِ وَالْاَدِلَّۃِ یعنے انصاف یہ ہے کہ
منحصر ہونا مذہبون کا ان چار مین اور اتباع انکی فضل الٰہی ہے اور مقبولیت ہے اُنکی نزدیک اللہ تعالےٰ کے اور اس باب مین دلیل اور توجیہ کو
دخل نہین طعن پانچوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین ہر ایک صحابی جیسی حدیث کو پاتے تھے اُسیطرح پر عمل کرتے تھے
مجتہد ہو یا عامی نہ یہ کہ کسی صحابی معین کی جو مجتہد ہوتا صرف اُسکی تقلید پر اقتصار کرتے اپنی اپنی سمجھ کے موافق عمل مین لاتے تھے تو اب
اس زمانے مین بھی موافق اُسکے عمل کرنا صواب ہے کچھ حرج نہین جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین یا اس زمانے
مین جو انکی وفات سے قریب تھا اکثر لوگ صحابی موجود تھے کسی حدیث کو جو غیر معتبر ہو کبھی بیان نہین کرتے تھے احتمال کذب کا انکی نسبت
ہرگز نہ تھا اسیواسطے جو شخص کہ کوئی حدیث کسی صحابی یا تابعی مقبول سے سنتا تھا بوجہ اعتبار کے اُسپر عمل کرتا تھا برخلاف اس زمانے کے
کہ ہزارون قسم کی حدیثین اور قصے لوگون نے جھوٹھ ایجاد کر لیے ہین اور راوی حدیث کے سب قسم کے ہونے لگے تو اس صورت مین ہر شخص
کے کہنے کے موافق عمل کرنا ناجائز ہوا جو لوگ کہ حال اور کیفیت رُوات اور احادیث سے واقف تھے وہ اور لوگون کو بتلا دیتے تھے اور لوگ
انکی تقلید کرتے تھے تو زمانہ رسول اللہ صلے علیہ وسلم پر قیاس کرنا اس زمانے کا حماقت ہے اور بہت سے مطاعن جو غیر مقلدین بیان
کرتے ہین انکا جواب بھی ان جوابات سے نکل آوے گا اور جب مشہور طعنونکا یہ حال ہوا تو معلوم نہین کہ جو اور طعن ہین وہ کیسے ہونگے
مسلمانونکو لازم ہے کہ انکی باتون کی طرف خیال نہ کرین اور جس طریقے پر کہ اکابر علماے امت اور ہزارون اولیاء اللہ محبوب خدا کے
چلتے رہے اُسی پر چلین اور ایک مکر اس فرقے کا یہ ہے کہ نام اپنا بمقابلہ حنفی شافعی کے محمدی رکھا ہے اسوجہ سے کہ ہم لوگ طریقہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کرتے ہین اور اُسکی پیروی کرتے ہین برخلاف مقلدین کے کہ ان لوگون نے خلاف طریقہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوحنیفہ رح اور شافعی رح کا طریقہ اختیار کر لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو ترک کیا ہے
اور یہ نہین سمجھتے کہ طریقہ ابوحنیفہ رح یا شافعی رح کا بعینہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کچھ اُسکے مخالف نہین اور تسمیہ انکا ان نسبتون
کے ساتھ بوجہ تقلید مذہب معین کے ہے ورنہ تمامی اہل حق محمدی ہین حاجت انکی تخصیص کی کیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس زمانے
مین جو معروف کتابین مشتہر اور رواج پا گئی ہین مثل مشکوٰۃ شریف وغیرہ کے اُن مین سے اپنے مذہب کے موافق احادیث
نکال کے عوام مقلدین سے بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ حدیثین صحیح ان کتابون مین منحصر ہین اور تمہارے مسائل صریح مخالف ان
احادیث کے ہین تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑ کے قول ابوحنیفہ رح کا اختیار کرتے ہو اور نہین جانتے کہ بہت سی کتابین
ایسی حدیثون کی ہین کہ انھون نے خواب مین بھی نہ دیکھی ہون گی اور ہزارون حدیثین صحیح بخاری ومسلم کی شرط پر ان کتابون
مین موجود ہین فقط

فصل چند اصطلاحات کتاب ہذا کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ صاحبین کا لفظ اس کتاب مین جہان آیا ہے مراد اُس سے امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ ہین اور طرفین سے امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور
شیخین سے امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور اس کتاب مین حرف صاد سے جو قلم جلی سے لکھا ہے مراد کتاب اصل شرح وقایہ ہے اور حرف
فا سے زیادات اور جو احادیث کہ زائد مضمون اصل کتاب پر ہین بطریق فوائد کے مراد ہین اور جہان مطلق امام ہے مراد امام ابو حنیفہؒ ہین اور
ائمہ اربعہ سے امام ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالی مراد ہین اور لفظ شیخین سے ذکر احادیث مین بخاریؒ اور مسلمؒ مقصود ہین
اور جماعت سے چارون علماء سے باقیہ یعنی ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی رحمہم اللہ تعالے منظور ہین اور مقصود اصلی تالیف و تصنیف
اس کتاب سے فائدہ خلق اللہ ہے نہ کسی کا رد اور نہ کسی کا اظہار خطا منظور ہے تو اب یہ بندہ عاصی پر معاصی فقیر حقیر ننگ خاندان محتاج رحمت
ایزد منان محمد وحید الزمان ولد مولوی مسیح الزمان لکھنوی فاروقی حنفی مؤلف اسکا اُن صاحبون کی خدمت مین جو اس کتاب کے مطالعے سے
مسرور اور محظوظ ہون عرض رسا ہے کہ جس جگہ پر از راہ خطائے انسانی کے کسی قسم کی لغزش دیکھین تو پردۂ عفو سے چھپا دین اور مجھ گنہگار اور
میرے والدین اور تمامی اعزا اور اقارب اور عامۂ مسلمین کے واسطے دعائے خیر کرین اور اس کتاب کے پڑھنے کا یہ طریقہ رکھین کہ جس جگہ
نام مبارک حضرت سیدنا و مولانا و رسولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا آوے آپ پر صلوۃ و سلام بھیجین کیونکہ حدیث صحیح مین وارد ہے
کہ جس شخص پر ذکر کیا جاوے نام میرا اور وہ درود نہ بھیجے مجھ پر تو وہ بڑا بخیل ہے اور حقیقت مین بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو دنیا مین کسی کا دوست
ہوتا ہے اُسکے ذکر کے وقت مدح و ثنا مین اُسکی مشغول ہوتا ہے اور جب محبوب خدا شافع روز جزا پیغمبر حق جناب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
اسم مبارک سُنا جاوے اور پھر لوگ ثواب صلوۃ و سلام سے محروم رہین اور جس کسی کا آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مین سے ذکر آوے
اُن پر کلمہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ضرور جانین اور تابعین اور علما کو بہ کلمہ رحمۃ اللہ علیہ اکتفا کرین اور قبل شروع اس کتاب کے
باادب بیٹھ کے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف تین بار اور سورۂ اخلاص تین بار اور الحمد ایک بار پڑھین اور ثواب اُسکا
تمام صحابہ رضؓ اور علماء رحؒ اور سب بزرگان دین کو پہونچا دین بعد اُس کے کتاب کو مطالعہ کرین اور پھر بعد فراغ کے بھی ایسا ہی کرین
اور یہ تصور کرتے رہین کہ جتنا علم ہم سیکھتے ہین یا سکھاتے ہین وہ سب خالصًا خدا کے واسطے اور اُس کی رضامندی کے لیے اور
عمل کرنے کے لیے کرتے ہین اور غرض دنیا اور تحصیل مال کبھی علم سے نہ رکھے بعد رعایت ان سب شرائط کے ضرور اللہ تعالے اُس کے
علم مین برکت دے گا اور توفیق عمل کی عطا فرماوے گا اَللّٰهُمَّ وَفِّقْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاجْعَلْ خَوَاتِمَ اُمُوْرِنَا بِالْخَيْرِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْنَا فَهْمَ اٰيَاتِ الْعُلُوْمِ
وَاَعْطِنَا عِلْمًا نَافِعًا وَفَهْمًا كَامِلًا وَقَلْبًا خَاشِعًا وَبَطْنًا مُشْبِعًا وَعَمَلًا مُقَرِّبًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ
الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ تَمَّتْ مُقَدِّمَةُ الْكِتَابِ وَيَتْلُوْهَا كِتَابُ الطَّهَارَةِ اَللّٰهُمَّ تَمِّمْ بِالْخَيْرِ

یا کریم یا وہاب

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجزء الاول من کتاب الطہارۃ

فصل وضو کے بیان مین فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو جب کھڑے ہو تم طرف نماز کے پس دھو لو اپنے مونہونکو اور ہاتھونکو کہنیون تک اور
مسح کرو اپنے سرکا اور دھوؤ پاؤنکو ٹخنون تک فرض وضو مین چار چیزین ہین پہلے دھونا منھ کا پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے
دوسرے کان کی لو تک اور شمس الائمہ کے نزدیک اگر درمیان کان اور رخسارے کے تر کرے اور پانی نہ بہاوے کافی ہے جیسا کہ کہا ہے ابو یوسف نے کہ وضو
کرنیوالا اگر تر کرے سب اعضاے وضو کو اور پانی جاری نکرے جائز ہے مگر علما نے معنی اسکے یون بیان کیے ہین کہ ہر عضو سے دو تین قطرے جاری ہوین
اگرچہ پے درپے نہین دوسرے دھونا دونون ہاتھونکا کہنیون سمیت تیسرے دھونا دونون پیرونکا ٹخنون سمیت اور امام زفر کے نزدیک کہنیان
اور ٹخنے دھونا فرض نہین اور ٹخنا روایت مین ہشام کی امام محمد سے وہ ہڈی ہے جو بیچ قدم مین ہے نزدیک گرہ تسمے جوتی کے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ہڈی اونچی
ہے جہان پنڈلی کی ہڈی ختم ہوئی ہے چوتھے مسح کرنا چوتھائی سرکا ف کیونکہ روایت کی مسلم اور طبرانی اور ابو داؤد اور بغوی نے مغیرہ بیٹے شعبہ سے تحقیق
کہ وضو کیا حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تو مسح کیا اوپر پیشانی اپنی کے اور اوپر عمامے اور موزونکے اور پیشانی آگے سے چوتھائی سرکے برابر
ہوتی ہے اور روایت کی ابو داؤد اور حاکم نے انس سے کہا کہ دیکھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ وضو کرتے تھے اور انکے سر پر عمامہ تھا پس لائے
ہاتھ اپنا نیچے عمامے کے اور مسح کیا مقدم سرکو اور مقدم سر آگے سے چوتھائی سرکو کہتے ہین اور روایت کی ایسی ہی بیہقی نے عطا سے اور شافعی نے اور
آگے سے چوتھائی سرکا مسح کرنا حضرت عثمان سے مروی ہے روایت کیا اسکو سعید بن منصور نے اور ابن عمر سے صحیح ہوا ہے کہ اکتفا کیا انھون نے ساتھ مسح بعض
سر کے روایت کیا اسکو ابن المنذر نے اور کسی صحابی سے انکار اسکا صحت کو نہین پونہچا یہ مضمون فتح الباری مین ہے ص مگر امام شافعی کے نزدیک اگر ایک
بال یا دو بال کا بھی مسح کر لیگا درست ہو جاویگا اور امام مالک کے نزدیک تمام سر کا مسح فرض ہے اور مسح چوتھائی داڑھی کا امام اعظم صاحب کے نزدیک

ف فرض اسکو کہتے ہین جو نص قطعی سے ثابت ہو جسمین شک نہو اور منکر اسکا کافر ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ لاکن لا مطلقا بل فی الفرض المتفق علیہ کذا فی خلاصۃ الفتاوی ۱۲ شمس الائمہ نام ہے ایک امام حنفی کا ۱۲ ابو یوسف امام ہین شاگرد ابو حنیفہ کے ۱۲
امام زفر بھی شاگرد ہین امام ابو حنیفہ کے ۱۲ امام محمد شاگرد ہین امام اعظم کے ۱۲ امام شافعی مشہور ہین چارون اماموں مین ۱۲ ابن المنذر نام ایک محدث کا ہے ۱۲ فتح الباری نام کتاب کا ہے شرح ہے صحیح بخاری کی ۱۲

فرض ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تمام داڑھی کا مسح فرض ہے اور مشہور روایت مین امام ابو حنیفہؒ سے ساری داڑھی کا مسح فرض ہی اور یہی صحیح اور مختار
ہے اور مسح کہتے ہین تر ہاتھ کو اُس عضو پر جسکا مسح کرنا ہی پوہنچانا چاہیے نیا پانی برتن سے لے یا جو تری اعضا کے دھونے سے باقی ہو اُس سے مسح کرے
اور جو تری ہاتھ مین بعد مسح کرنے کسی عضو کے باقی رہے یا ہاتھ کو اعضائے مغسولہ یا ممسوحہ سے تر کیا اور اُس سے مسح کرے جائز نہ ہوگا اور ایسا ہی موزے کے
مسح مین اور اگر بعد مسح کے سر منڈوا وین دوبارہ مسح کرنا لازم نہ آویگا یا وضو کیا اور پھر ناخن کٹوائے اُتنے جگہ کا پھر دھونا واجب نہین اور سنت وضو مین
چودہ ہین پہلے دھونا ہاتھ کا بند دست تک ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب جاگے تم مین سے کوئی تو نہ ڈالے اپنا ہاتھ پانی مین جبتک اسکو
تین بار نہ دھولے اسواسطے کہ وہ نہین جانتا کہ کہان رہا ہاتھ اُسکا یعنی پاک جگہ یا ناپاک جگہ روایت کیا اسکو بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے ص اور یہ دھونا
بعض مشایخ کے نزدیک قبل استنجے کے ہے اور بعضونکے نزدیک بعد استنجے کے اور بعضونکے نزدیک قبل استنجے کی بھی دھووے اور بعد اسکی بھی دھووے ف درمختار مین اسی کو اختیار کیا ہی
کہ قبل استنجے کے بھی دھووے اور بعد اُسکے بھی دھووے ص اور دھونے کا طریقہ یہ ہی کہ برتن کو پہلے بائین ہاتھ مین لیکر داہنا ہاتھ دھووے اور پھر داہنے
مین لیکر بائین ہاتھ کو دھووے تین تین بار اگر برتن چھوٹا ہو اور اُٹھ سکے اور اگر برتن بڑا ہی کہ اُٹھانا اُسکا ممکن نہین تو کسی چھوٹے برتن سے پانی نکال کے
دھووے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور اگر چھوٹا برتن نہو تو بائین ہاتھ کی اُنگلیونکو ملا کے اُسمین ڈالے ہتھیلی داخل نہ کرے اور پانی نکال کے داہنے ہاتھ پر ڈالے اور
اُنگلیونکو آپسمین خوب ملے اسیطرح تین بار کرے بعد اُسکے داہنے ہاتھ کو اچھی طرح ڈال کے پانی نکالے اور اس حدیث مین جو ہاتھ ڈالنے سے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہی یہ جب ہی کہ برتن چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور اُسکی ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو لیکن جبکہ برتن بڑا ہو اور اُسکے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو منع یہ ہی کہ خوب
مبالغے کے ساتھ ہاتھ ڈال کے پانی کو نکالے یہ سب صورتین جب ہین کہ اُسکے ہاتھونمین نجاست نہ ہو اور اگر نجاست ہو تو ہاتھونکو دھونا نجاست سے اسطرح
کہ برتن اور پانی نجس نہ ہو ضرور ہی دوسرے شروع مین وضو کے اللہ کا نام لینا ف جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيمِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِينِ الْاِسْلَامِ کہنا ایسا ہی ہے
درمختار مین کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے اول وضو مین ذکر خدا کا کیا پاک ہوویگا تمام بدن اُسکا اور جو ذکر خدا کا نہ کیا پاک نہ ہوویگا مگر
مقام وضو اُسکے کا روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور ابو الشیخؒ نے اور روایت کیا اسکو بیہقیؒ نے اور دارقطنیؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور ضعیف
کیا اسکو اور روایت کیا ان دونون نے اسکو ابن عباسؓ سے اور ضعیف کیا اسکو اور شیرازیؒ نے القاب مین مانند اسکے ابن مسعودؓ سے کچھ زیادہ کر کے اور اسکو بھی ضعیف
کیا اہل حدیث نے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ وضو نہین اُسکا جس نے نہ ذکر کیا نام اللہ کا اُس پر روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور
احمدؒ اور ابو داؤدؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور دارمیؒ نے مانند اسکے اور مراد اس سے یہ ہے کہ وضو اُسکا کامل نہین اور ہدایہ مین اسکو مستحب لکھا ہے اور اس
باب مین روایت ہے چند صحابہؓ سے تیسرے مسواک کرنا ف کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مسواک کیا کرتے تھے اور فرمایا حضرت نے
کہ اگر نہ شاق ہوتا میری اُمت پر البتہ حکم کرتا مین اُنکو ساتھ مسواک کے نزدیک ہر وضو کے روایت کیا اسکو نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ نے اور کہا حاکمؒ نے کہ
یہ حدیث صحیح ہے اور روایت کیا اسکو بخاریؒ نے بغیر اسناد کے اور جب مسواک نہ ہو تو اُنگلی سے دانتون کو ملے اور یہ حدیث ثابت ہے
کذا فی الہدایۃ ص چوتھے تین بار کلی کرنا پانچوین تین بار ناک مین پانی ڈالنا اور کلی کے واسطے تین بار جدا پانی لے اور پھر ناک مین ڈالنے کے
واسطے تین بار جدا لے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کلی کرے اور ناک مین پانی ڈالے ایک ہی چلو سے پھر اسیطرح پھر اسیطرح تین بار ف دلیل ہماری

---

۱ یعنی جتنی داڑھی کہ بدن کو اُس جا کے چھپاتی ہو اُس سب کا مسح فرض ہو نہ جو لٹکتی ہو اور درمختار مین ہو کہ ساری داڑھی کا دھونا فرض ہو اور اسی پر فتویٰ ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۲ یعنی ساتھ نام
اللہ پڑھنے کے ۱۲ ۳ اور افضل یہ ہو کہ کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۲ چلپی ۴ یعنی شکر اللہ کا ہو اوپر دین اسلام کے ۱۲ ۵ عبد اللہ نام صحابی مشہور ۱۲ ۶ احمد نام ہو ہارون الاموکین سے ایک کا ۱۲
۷ اور مستحب ہو کہ لکڑی مسواک کی کڑوی ہو جیسے نیم یا پیلو ۱۲ منہ عم فیضہ ۸ اور ایسی حدیث کو معلق کہتے ہین ۱۲ ۹ یعنے ایسا ہی ہو ہدایہ مین ۱۲

یہہ روایت کی ترمذی رح اور نسائی رح نے حضرت علی رض سے کہ اُنھون نے وضو کیا سو دھوے دونون کف یہانتک کہ صاف کیا اُنکو پھر کلی کی تین بار اور ناک مین پانی ڈالا
تین بار آخر تک کہا ترمذی رح نے کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے اور روایت کی ابو داؤد رح نے طلحہ سے وہ اپنے دادا سے کہا کہ داخل ہوا مین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور
آپ وضو کرتے تھے اور پانی بہتا تھا منہ اور داڑھی اُنکی سے پس دیکھا مین نے اُنکو کہ آپ جُدائی کرتے تھے درمیان کلی اور ناک مین پانی ڈالنے کے اور روایت
کیا اسکو طبرانی رح نے اور وضو کے باب مین بائیس صحابیون سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہہ مین عبد اللہ رض بیٹے زید کے روایت کی ان سے بخاری رح و مسلم رح و ابو داؤد و
نسائی رح اور ابن ماجہ رح نے اور عثمان رض روایت کی ان سے بخاری رح و مسلم رح نے اور ابن عباس رض روایت کی ان سے بخاری رح نے اور مغیرہ رض روایت کی ان سے
بخاری رح نے اور حضرت علی رض روایت کی ان سے ابو داؤد و نسائی رح وغیرہما نے اور مقدام رض روایت کی ان سے ابو داؤد رح نے اور ابو مالک اشعری رض روایت
کیا ان سے عبد الرزاق[3] اور احمد اور ابن ابی شیبہ[4] اور اسحق[5] نے اور ابو بکر رض روایت کی ان سے بزار[6] رح نے اور ابو ہریرہ رض روایت کی ان سے احمد اور ابو یعلی
نے اور وائل بن حجر رض روایت کی ان سے ترمذی رح نے اور جبیر بن نفیر رض روایت کی ان سے ابن حبان[7] رح نے اور ابو امامہ رض روایت کی ان سے احمد رح
نے اور ابو کاہل رض اور ربیع رض بیٹے معوذ کے روایت کی انسے ابو داؤد رح نے اور عائشہ رض روایت کی ان سے دارقطنی رح نے اور عبد اللہ بن انیس رض روایت
کی ان سے طبرانی رح نے اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض روایت کی ان سے ابو داؤد رح اور باقی صحابیون کا نام[8] اور تفصیل فتح القدیر[9] مین ہے ص
چھٹے داڑھی کا خلال کرنا ف اسطرحپر کہ انگلیون کو نیچے داڑھی کے کرکے باہر اوپر کو نکالے کیونکہ روایت کی ترمذی رح نے عثمان رض سے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا اور کہا ترمذی رح نے کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے اور کہا بخاری رح نے کہ یہہ حدیث اصح ہے اس باب مین اور
صحیح کیا اسکو ابن خزیمہ رح اور ابن حبان رح نے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ رح نے اور یہہ حدیث عثمان رض کی کہا احمد رح نے کہ صحیح ہے سب حدیثون سے
اور ابن حزم[10] رح نے اس حدیث کو ضعیف کیا اور کہا کہ اسناد مین اسکی اسرائیل ہے اور وہ قوی نہین اور ایک مقام مین کہا ہے کہ عامر بن شقیق بھی اسکی
اسناد مین ضعیف ہے اور یہہ قول باطل ہے کیونکہ اسرائیل بیٹا یونس کا حجت پکڑی ہے اس سے بخاری رح و مسلم رح نے اور باقی ابو داؤد رح اور ترمذی رح
اور ابن ماجہ رح وغیرہم نے اور ثقہ کہا ہے اسکو ائمہ نے کہا ابو حاتم رح نے کہ وہ ثقہ ہے اصحاب ابی اسحق رح سے اور توثیق کی اسکی ایک جماعت
نقادین حدیث نے مثل یحیی بن معین رح کے اور احمد بن حنبل رح کے اور احمد رح تعجب کرتے تھے اُن کے حفظ اور یاد سے اور ابن حزم رح کو یہہ دھوکا ہوا کہ امام احمد رح
نے کہا ہے کہ روایت بیٹے اسرائیل کی اسرائیل سے اُنھون نے ابی اسحق سے اُسمین ضعف ہے اور اخیر عمر مین سنا ہے اور یہہ حدیث تو اُسکے بیٹے
کی روایت سے نہین تو حجت ہوگی اور عامر بیٹا شقیق کا کہا نسائی رح نے کچھ جرح نہین ساتھ اُسکے اور روایت کی اُس سے چارون عالمون نے اور یحیی
بن معین اور ابو حاتم نے ضعیف کیا اُسکو اور بخاری رح اور احمد رح اور حاکم رح نے صحیح کیا اس حدیث کو اور حاکم رح نے کہا کہ اسکے واسطے اور بھی شواہد مین عمار رض کی حدیث
سے اور انس رض سے اور عائشہ رض سے پھر ان سبھا کی روایتین نقل کین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور خلال کیا اپنی داڑھی کا اور روایت کی ابو داؤد رح نے
انس رض سے کہ جب حضرت وضو کرتے تھے لیتے تھے ایک کف پانی اور لاتے تھے اُسکو نیچے ٹھوڑی اپنی کے اور خلال کرتے تھے داڑھی اپنی کا اور فرماتے تھے کہ
ایسا ہی حکم کیا مجھکو خدا نے اور اس حدیث کو روایت کیا حاکم رح نے بھی جیسا کہ آگے آویگا اور ابن حزم رح نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ اسناد مین اسکی ولید بیٹا زروان
کا مجہول ہے اور ایسا ہی کہا ابن القطان رح نے اور یہہ تعلیل ضعیف ہے کیونکہ روایت کی اس ولید سے جعفر بن برقان اور حجاج بن منہال اور بہت

[1] اور معنی ان دونون لفظونکو دیباچے مین گذرے ١٢ [2] یعنی کتاب اللباس مین ١٢ [3] عبد الرزاق نام ہے محدث کا ١٢ [4] ابن ابی شیبہ نام ہے محدث کا ١٢ [5] اسحق نام ہے محدث کا ١٢ [6] بزار کی
اخیر مین راے مہملہ ہے اور بعضون نے جو زاے معجمہ سے سمجھا ہے غلط ہے ١٢ منہ رحمہ اللہ [7] ابن حبان نام محدث کا ہے ١٢ [8] وہ یہہ مین انس روایت کی انسے دارقطنی نے اور ابو ایوب روایت کی ان سے
طبرانی اور اسحق نے اور کعب روایت کی انسے ابو داؤد نے اور عبد اللہ بن ابی اوفی روایت کی انسے ابو یعلی نے اور براء بن عازب روایت کی انسے احمد نے ١٢ منہ رحمہ اللہ [9] فتح القدیر نام کتاب شرح ہدایہ ١٢ [10] حزم بحاء حطی و زاء معجمہ نام محدث کا ١٢ منہ

لوگون نے اور کسی طرحکی جرح اُسمین معلوم نہین ہوئی اور روایت کیا اس حدیث کو محمد بن یحییٰ ذہلی نے کتاب علل حدیث زہری مین کہا اُنھون نے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَالِدِ نِ الصَّفَّارُ مِنْ أَصْلِهِ وَكَانَ صَدُوْقًا ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ أَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ أَصَابِعَهُ تَحْتَ لِحْيَتِهٖ فَخَلَّلَهَا بِأَصَابِعِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ کہا ابن القیم نے شرح سنن ابو داؤد مین هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ یعنے یہ سند صحیح ہے اور روایت کیا طبرانی نے معجم کبیر مین انسؓ سے اس حدیث کو روایت ابی حفص عبدی سے اُنھون نے ثابت رضؓ سے اُنھون نے انسؓ سے اور ابو حفص ثقہ ہیں کہا اُسکو احمد رح نے اور توثیق کی اُسکی یحییٰ بن معین نے اور کہا عبد الصمد بن عبد الوارث نے کہ ثقہ ہو اور زیادہ ہو ثقہ سے اور یہ تین طریقے اس حدیث کے اچھے ہین اور تین طریقے اس حدیث کے ضعیف ہین پہلا طریقہ جو روایت ہے سنن ابن ماجہ مین حضرت انسؓ سے کہ تھے حضرت جب وضو کرتے تو خلال کرتے اپنی داڑھی کا اور رکھ لیتے تھے اُنگلیون اپنی کو دو بار تو اسناد مین اس حدیث کی دارقطنی نے کہا کہ ابو النضر ترک کر دی گئی ہے حدیث اُسکی اور کہا نسائی نے کہ یزید رقاشی متروک ہے دوسرا طریقہ جو روایت کی ابن عدی نے ہاشم بن سعید سے اُنھون نے محمد بن زیاد سے اُنھون نے انسؓ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر حدیث تک پھر کہا ابن عدی نے کہ ہاشم اتنا کہ روایت کرتا ہی اُسکو نہین متابعت کیا جاویگا اُس پر تیسرا طریقہ جو روایت کی بیہقی نے اپنے سنن مین ابراہیم صائغ سے اُنھون نے ابی حازم سے اُنھون نے انسؓ سے جیسا کہ گذرا اور اس مین ابو حازم مجہول ہو اور روایت کی گئی حدیث ابن عباسؓ کی روایت نافع سے کہا عقیلی نے کہ نہین روایت کیجاویگی اُسکے اوپر اور کہا ابو حاتم نے کہ حدیث اُسکی منکر ہے اور روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اوسط مین اور روایت ہے ابن عمرؓ سے ایسا ہی روایت کیا اُسکو دارقطنی نے اور کہا سیوطی نے جامع صغیر مین کہ روایت کیا اُسکو طبرانی نے بھی اوسط مین لیکن کہا دارقطنی نے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے عبد اللہ بیٹے عمرؓ پر اور روایت ہے ابو ایوب انصاریؓ سے کہا اُنھون نے دیکھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کیا اور خلال کیا اپنی داڑھی کا روایت کیا اُسکو ابن ماجہ نے اور اسناد مین اُسکی ابو سورہ راوی ضعیف ہے کہا ترمذی نے کتاب العلل مین کہ پوچھا مین نے بخاری سے اس حدیث کو پس کہا کہ کچھ نہین لا شئے ہے سو مین نے کہا کہ ابو سورہ کا نام کیا ہے بخاری نے کہا کہ مین نہین جانتا وہ کیا کرتا ہی اُسکے پاس حدیثین منکر ہین اور کہا ترمذی نے اپنی جامع مین وَأَبُوْ سَوْرَةَ الرَّاوِيْ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ یعنے ابو سورہ راوی ضعیف کیا جاتا ہی حدیث مین اور بھی سماع ابو سورہ کا ابو ایوب رضؓ سے ثابت نہین کہا ابن الہمام نے وَهُوَ ضَعِيْفٌ اور بھی روایت ہے ابی امامہؓ سے روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف مین حدیث ابی غالب سے اُنھون نے ابی امامہ رضؓ سے اور ابو غالب ضعیف کیا اُسکو نسائی نے اور توثیق کی اُسکی دارقطنی نے اور کہا یحییٰ بن معین نے کہ وہ صالح الحدیث ہے اور صحیح کیا واسطے اُسکے ترمذیؒ نے اور کہا سیوطی نے کہ روایت کیا اُسکو طبرانی نے ابی امامہ رضؓ سے اور روایت کی ابن عدی نے جابر رضؓ سے کہ وضو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار سو دیکھا مین نے اُنکو کہ خلال کرتے تھے داڑھی اپنی کا ساتھ اُنگلیون کے مانند دندانون کنگھی کے اور اسناد مین اُسکی اصرم بیٹا غیاث نیشاپوری کا متروک ہے کہا ابن القیم نے شرح ابو داؤد مین وَحَدِيْثُ جَابِرٍؓ ضَعِيْفٌ جِدًّا یعنی حدیث جابر رضؓ کی بہت ضعیف ہے اور روایت کی ابن عدی نے یاسین الزیات سے اُنھون نے ربعی بن حراش سے اُنھون نے جریر رضؓ سے جو صحابی ہین اور یاسین ترک کر دی گئی ہے حدیث اُسکی ترک کیا اُسکو نسائی نے اور جماعت نے اور عائشہ رضؓ کی حدیث اسی باب مین مروی ہے مسند امام احمد مین اور وہ بھی ضعیف ہے اور بھی روایت کی طبرانی نے ابو الدرداء رضؓ اور ام سلمہ رضؓ اور ابن ابی اوفی رضؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ

ثنا مختصر ہو حدثنا کا اور انا اختصار ہو اخبرنا کا اور معنی بر قول صحیح دونو کی ایک ہین ۱۲ زیات یعنی روغن زیتون بیچتے تھے ۱۲ منہ مدظلہ

لہ

جب وضو کرتے تھے خلال کرتے تھے داڑھی اپنی کا اور یہ سب حدیثین ضعیف ہین اور روایت کی بزار نے ابوبکرہ رض سے کہ آنحضرتؐ نے وضو کیا اور خلال کیا
اور بھی جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین انس رض سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام سو کہا کہ اے محمدؐ خلال کر داڑھی اپنی کا اور سناد
مین اسکی ہیثم راوی ضعیف ہے اور روایت ہے عمار رض سے کہا اُنھون نے دیکھا مین نے حضرتؐ کو کہ خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا روایت کیا اسکو ترمذی اور حاکم
اور ابن ماجہ نے اور ایسی ہی روایت کی طبرانی نے عبدالرزاق سے اُنھون نے ابن عیینہ سے اُنھون نے عبدالکریم سے اُنھون نے حسان بن بلال سے کہ عمار رض
نے وضو کیا سو خلال کیا اپنی داڑھی کا سو کہا گیا کہ کیا ہے یہ فعل کہا اُنھون نے کہ دیکھا مین نے حضرتؐ کو کہ خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا اور ابن حزم نے کہا کہ
حسان راوی اسکا مجہول ہے اور یہ قول باطل ہے کیونکہ حسان سے بہت لوگون نے روایت کی ہے کہا علے بن المدینی نے کہ وہ ثقہ تھا اور کسی نے
اُسکو ضعیف نہین کیا اور لیکن عبدالکریم ضعیف ہے اور اُس نے حسان سے نہین سُنا اس حدیث کو ایسا ہی کہا ابن عیینہ نے اور ذکر کیا حافظ ابن
عساکر نے بخاری سے مانند اسکے اور کہا امام احمد نے کہ نہین ثابت ہے بیچ خلال کرنے داڑھی کے کوئی حدیث اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے
قتادہ رض سے اُنھون نے حسان سے اس حدیث کو اور یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ کہا ابن ماجہ نے سنن مین وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ ثَنَا سُفْیَانُ
عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَلِّلُ لِحْیَتَہٗ
اور اسناد اسکی صحیح ہے نزدیک میرے واللہ اعلم اور روایت کی ابو عبید نے حجاج سے اُنھون نے شعبہ سے اُنھون نے عمر بن ابی وہب خزاعی سے
اُنھون نے موسیٰ بن مروان بجلی سے اُنھون نے طلحہ بن عبیداللہ سے اُنھون نے عائشہ رض سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو کرتے
تھے خلال کرتے اپنی داڑھی کا اور حدیث مسند الحرمین مروی ہے جیسا کہ اوپر گذرا ص ساتوین خلال دونون ہاتھون کی اُنگلیون کا کرنا آٹھوین خلال دونون
پیر کی اُنگلیون کا کرنا ف اس طرح پر کہ بائین ہاتھ کی چھنگلیا کے ساتھ داہنے پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائین پیر کی چھنگلیا پر ختم کرے
کیونکہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور نسائی نے لقیط بن صبرہ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے جب وضو کرے تو تو کامل کر اپنا وضو اور خلال کر
اُنگلیون کا اور مبالغہ کر ناک کے اندر پانی پونہچانے مین اگر روزہ دار نہو تو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہدایہ مین جو حدیث لکھی ہے کہ فرمایا
حضرتؐ نے کہ خلال کرو انگلیون کو تا کہ خلال نہ کرے آگ جہنم کی درمیان اُن کے سو اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف
ہے اور اس باب مین روایت ہے ابن عباس رض سے روایت کی ان سے ترمذی اور ابن ماجہ نے اور مستورد سے بہ سند سے روایت کی اُن سے
ابن خزیمہ نے اور حاکم اور احمد اور ترمذی نے ص نوین ہر عضو کو تین بار دھونا ف کیونکہ روایت کی نسائی اور ابن خزیمہ نے کہ ایک گنوار نے حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طریق وضو کا پوچھا پس دکھلایا وضو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دھویا ہر عضو کو تین تین بار اور فرمایا کہ ایسا ہے وضو
اور جس نے کہ زیادہ کیا اوپر اس کے بُرا کیا اور جور اور ظلم کیا اور روایت کی ابو نعیم بن حماد نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو ایک بار یا دو بار
یا تین بار پس اگر کم کیا اس سے یا زیادہ کیا تین بار دھونے پر سو اُس نے خطا کی اور سند اس کی صحیح ہے ایسا ہی ہے مواہب لدنیہ مین اور اُنکے سوا
بہت سی حدیثین ہر عضو کے تین بار دھونے مین آئی ہین اور ہدایہ مین جو اس مقام پہ حدیث لکھی ہے تو وہ پائی نہین گئی مگر ٹکڑا
اُس کا دارقطنی نے ابن عمر رض سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اُبی بن کعب رض سے اور دونون سندین ضعیف ہین ص دسوین سارے سر کا مسح
کرنا ایک بار اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین بار سارے سر کا مسح سنت ہے اور جامع ترمذی مین حضرت علی رض سے روایت ہے کہ اُنھون نے
وضو کیا پس دھویا اعضا سے وضو کو تین بار اور مسح کیا سر کا ایکبار اور کہا ایسا ہی تھا وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ف اس حدیث کو ابو داؤد

ف نیچے پاؤن جانب کھنا یا سے اوپر کو خلال کرے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے

اور نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور ایسا ہی کہا ابن الہمام نے اور بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثین اس بات پر
دلالت کرتی ہین کہ مسح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایکبار کرتے تھے اور سفر السعادۃ مین ہے کہ حضرت مسح کی تکرار کبھی نہین کرتے تھے اور ایک حدیث
مین تکرار مسح کی آئی ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے انتہی اور ہدایہ مین جو لکھا ہے کہ حضرت انس رض نے وضو کیا تین تین بار اور مسح کیا سر کا ایک بار
اور کہا کہ یہ ہے وضو حضرت کا سو یہ حدیث زیلعی نے کہا کہ مین نے نہین پائی اور بعض لوگون نے کہا ہے کہ طبرانی نے اسکو روایت کیا ہے اور معجم طبرانی
مین اس حدیث کا کہین نشان نہین ایسا ہی کہا ہے زیلعی نے اور یہ غلط ہے کیونکہ یہ حدیث معجم اوسط طبرانی مین موجود ہے مسند ابراہیم بغوی سے
ص گیارھوین[11] دونون کانون کا مسح کرنا سر کے مسح کے پانی سے ف یعنی جو تری ہاتھون مین مسح سر سے باقی ہو اسی سے دونون کانون کا
مسح کرے اور نیا پانی نہ لیوے کیونکہ روایت کی ابن ماجہ اور دارقطنی نے ساتھ سند صحیح کے حضرت عبد اللہ بن زید رض اور ابن عباس رض سے کہ
حضرت نے فرمایا کہ دونون کان سر مین سے ہین یعنی سر مین داخل ہین اور جب سر مین داخل ہوئے تو سر ہی پر جس پانی سے مسح کیا ہو اسی پانی سے
کانون کا بھی مسح کرے اور موطا مین اور سنن نسائی مین روایت ہے عبد اللہ صنابحی سے کہ فرمایا حضرت نے کہ جب وضو کرتا ہے بندہ مومن باہر
آتے ہین وقت کلی کرنے کے گناہ اس کے منہ سے اور ناک مین پانی ڈالنے سے ناک سے اور منہ دھونے سے منہ سے یہانتک کہ پلکون کے نیچے سے
بھی اور ہاتھ دھونے سے ہاتھ کے یہانتک کہ ناخنون کے نیچے سے بھی اور مسح سر سے یہانتک کہ کانون سے بھی اور اس حدیث مین اشارہ ہے
کہ کان بھی سر مین داخل ہین اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور پہلی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی ابو امامہ رض سے بھی روایت کیا ہے
اور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسناد مین اسکی شہر بیٹا حوشب کا ہے اور ضعیف کیا ہے اسکو بعض لوگون نے اور ثقہ کہا ہے اسکو اکثر[a] لوگون نے ص
اور امام شافعی رح کے نزدیک کانون کے مسح کے واسطے نیا پانی لیوے بارھوین[12] نیت کرنا وضو کے شروع کرنے کے وقت ف یعنی قصد کرنا
اس بات کا کہ مین وضو کرتا ہون واسطے رفع حدث کے اور پڑھنے نماز کے یا چھونے مصحف کے وغیرہا کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی سوا اس کے نہین کہ ثواب عملون کا ساتھ نیت کے ہے روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے حضرت
عمر رض سے ص تیرھوین[13] ترتیب سے کرنا وضو کا اس طرح پر کہ پہلے منہ کو دھووے پھر ہاتھ کو اسی طرح اخیر تک ف کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے ص اور امام شافعی رح کے نزدیک نیت اور ترتیب دونون فرض ہین چودھوین[14] پے در پے دھونا اعضا وضو کا
کہ پہلا عضو خشک نہ ہو جاوے[b] اور امام مالک رح کے نزدیک یہ فرض ہے اور ان سب کے سنت ہونے پر ہمیشگی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
حجت ہے اور مستحب وضو مین دو چیزین ہین پہلے شروع کرنا دھونے مین اعضا کے داہنی طرف سے اور اس کا نام تیامن ہے ف مثلاً پہلے
داہنا ہاتھ دھووے پھر بایان ہاتھ کیونکہ اسی طرح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ دوست رکھتا ہے تیامن کو ہر شے مین یہانتک کہ وضو
مین اور جوتا پہننے مین اور کنگھی کرنے مین اور سب کامون مین روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے
حضرت عائشہ رض سے اور روایت کی ابو داؤد رح اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے کہ فرمایا حضرت نے جب وضو کرو تم سو شروع کرو
ساتھ داہنے طرف کے اور فتح القدیر مین[حاشیہ ہدایہ ۱۲] ہے کہ سنتون مین داخل ہے ص دوسرے گردن کا مسح کرنا کیونکہ حضرت نے مسح کیا ہے گردن پر

---

[a] اول صاد ہے بعد اسکے نون بعد اسکے الف ہے بعد اسکے باے موحدہ بعد اسکے حاے مہملہ ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ [a] لیکن صحیح توثیق اسکی ہے اور اسیطرف گئے ہین بہت محدثین مثل احمد اور یحییٰ
ابن معین اور یعقوب اور رازی وغیرہم کے اور صحیح کیا اسکو امام نووی اور ابن الہمام نے ۱۲ منہ رحمہ اللہ [b] یعنی اور اعضا کے دھونے تک موسم معتدل مین اور بعض نے کہا کہ وضو کرتے
وقت دوسرے کام مین مشغول نہ ہووے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

ف دونون ہاتھون کی انگلیون کی پیٹھ سے کذا فی فتح القدیر کیونکہ روایت کی ترمذی نے وائل بن حجر سے کہ حضرت نے مسح کیا سر کا پھر کیا کانون کا تین بار پھر ظاہر گردن کا تین بار اور یہ حدیث چند طریقون سے مروی ہے تو حسن ہوئی پس اب مسح گردن کا مستحب[1] ٹھیرے گا

فصل بیان مین اُن چیزون کے جو وضو کو باطل کرتی ہین

جو چیز وضو کو توڑتی ہے اُسکو ناقض وضو کہتے ہین اور ناقض وضو کی بارہ چیزین ہین ص پہلی نکلنا کسی چیز کا آگے سے یا پیچھے سے برابر ہو کہ وہ چیز معتاد ہو ف یعنی اُسکے نکلنے کی عادت ہو جیسے کہ پیچھے سے بائی یا کیڑا نکلے ص یا غیر معتاد ہو ف یعنے اُسکے نکلنے کی عادت نہ ہو ص جیسے کیڑا یا ریح قبل سے یا ذکر سے نکلے اور ان میں اختلاف مشائخ کا ہو ف در مختار مین اسی کو اختیار کیا ہو کہ سب صورتون مین ٹوٹ جاویگا کیونکہ اللہ تعالے نے فرماتا ہے اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ یعنی ٹوٹ جاتا ہو وضو جبکہ آیا ہو تم مین سے کوئی پیخانے سے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا وُضُوءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْ رِيْحٍ یعنے نہین ہے وضو مگر آواز سے یا بو سے بائی کی روایت کیا اسکو ترمذی اور احمد نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابی ہریرہ رض سے اور آیت دلالت کرتی ہے کہ جو معتاد ہے اُس سے وضو ٹوٹ جاتا ہو نہ غیر معتاد سے اور امام مالک رح کا مذہب یہی ہو کہ غیر معتاد سے نہین ٹوٹتا لیکن ہمارے امام اور اکثر لوگون کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہو کیونکہ روایت کی بخاری مسلم ابو داود وغیرہم نے عائشہ رض سے بیچ استحاضے کے تحقیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا فاطمہ بیٹی ابی جبیش کو کہ دھوا اپنے سے خون اور وضو کر واسطے ہر نماز کے اور جو روایت کی دار قطنی اور بیہقی نے ابن عباس رض سے کہ فرمایا حضرت نے وضو اُس سے ہے جو نکلے اور نہین ہے اُس سے جو داخل ہو جاوے سو یہ حدیث ضعیف ہے اور اسناد مین اسکی دو شخص ضعیف ہین اور ہدایہ مین جو حدیث لکھی ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے کہ حدث کیا چیز ہے فرمایا جو نکلے آگے یا پیچھے سے یہ بھی ضعیف ہے اور اُسکے مخرج کا نام نہین معلوم ہوا ص دوسری نکلنا کسی چیز کا اگر نجس ہو سوا ان دو راہون کے مانند خون اور پیپ کے جب بہ آوے اُس جگہ تک جسکا دھونا وضو یا غسل مین واجب ہے ف کیونکہ روایت کی بخاری اور مسلم نے عائشہ رض سے کہا کہ آئین فاطمہ بیٹی ابی جبیش کی طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس کہا کہ مین مستحاضہ ہوتی ہون اور نہین پاک ہوتی ہون کسطرح کیا چھوڑ دون مین نماز کو فرمایا حضرت نے نہین اور یہ ایک رگ ہو اور حیض نہین پس جب کہ حیض آوے تو چھوڑ دے تو نماز کو اور جب دن حیض کے ختم ہون پس دھو تو اپنے سے خون کو اور نماز پڑھ اور وضو کر واسطے ہر نماز کے جب کہ آئے وقت تو حضرت نے دیکھو خون نکلنے سے وضو کا حکم کیا لیکن اس جگہ کوئی کہہ سکتا ہو کہ تو حضرت صلعم نے اسواسطے حکم فرمایا تھا کہ وہ قبل سے نکلتا تھا اور ما سوا ان دو راہون کے جو نکلے اسکی تائید مین یہ حدیث نہین تو جواب سکا یہ ہو کہ اول تو قیاس کیا چاہئے اور جگہ کے خون کو اس خون پر اور اگر نہ مانو تو دلیل لاتے ہین ہم ساتھ اُسکے جو روایت کی امام مالک رح نے موطا مین ساتھ سند صحیح کے عبد اللہ بن عمر رض سے کہ اُنکی نکسیر پھوٹتی تھی تو وہ پھرتے تھے اور وضو کرتے تھے پھر بنا کرتے تھے اُس نماز پر جو پڑھی تھی اور ایسی ہی روایت ہے علی رض اور ابی بکر رض اور سلمان رض اور ابن عباس رض سے اور ایسی ہی روایت کی مالک رح نے سعید بن المسیب رح سے اور حدیثین جتنی اس باب مین آئی ہین سب ضعیف ہین اور وہ جو حدیث ہدایہ مین لکھی ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ وضو ہر خون بہنے والے سے ہے سو روایت کیا ہو اُس کو دار قطنی اور ابن عدی نے اور دونون کی سند مین

[1] جب مین سفر دکن مین وارد شہر شولاپور ہوا تو بوجہ نہ ہونے کسی عالم کے اس مقام مین اکثر جہلا نے مسح گردن کو بدعات سیئہ مین سے شمار کر لیا تھا آخر الامر ہزار فہمایش سے اس بات پر مستعد ہوئے کہ حدیث مسح گردن کی کتاب مین نکالدو اور اس جگہ پر کوئی کتاب حدیث کی میرے پاس موجود نہ تھی جب حیدرآباد مین پہونچا تو بذریعہ خط کے ادلۂ استحباب مسح گردن کے تحریر کر کے روانہ کیے اللہ ان سب مسلمانون کو راہ راست ہدایت فرماوے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

ضعیف ہین اور دوسری حدیث جو ہدایہ مین لکھی ہو کہ فرمایا حضرتؐ نے جو شخص قے کرے یا نکسیر چھوٹے نماز مین اُسکی پس چاہیے کہ پھرے اور بنا کرے اپنی نماز پر جبتک کہ بات نہ کرے اسکو ابن ماجہ نے عائشہؓ سے روایت کیا ہو اور یہ بھی حدیث ضعیف ہو اور دارقطنی نے روایت کیا اسکو اور ضعیف کیا اُسکو اور عبد الرزاق نے مصنف مین باسناد اسکے روایت کی حضرت علیؓ سے اور وہ بھی ضعیف ہو کیونکہ اسناد مین اُسکی حارث ہو کہا شعبی نے کہ وہ کذاب ہو ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک جوان دو راہونکے سوا اور جگہ سے نکلے اُس سے وضو نہین ٹوٹتا ف اور یہی مذہب امام مالکؒ کا ہو اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہو کہ اگر تھوڑا ہو تو نہین ٹوٹتا اور بہت ہو تو ٹوٹ جاویگا امام شافعیؒ کیطرف سے کہتے ہین روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور وضو نہ کیا اور یہی حدیث ہدایہ مین لکھی ہو جواب یہ ہو کہ اِس حدیث کا پتا نہین کہ کس کتاب مین ہو اور کہتے ہین کہ روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے اور وضو نہ کیا اِس سے معلوم ہوا کہ خون نکلنے سے وضو نہین جاتا جواب یہ ہو کہ اس حدیث کو دارقطنی اور بیہقی نے انسؓ سے روایت کیا ہو اور اُسکی اسناد مین صالح بیٹا مقاتل کا ضعیف ہو کہا دارقطنی نے کہ قوی نہین اور کہا ائمہ حدیث نے کہ ضعیف ہو اور امام احمدؒ کی دلیل یہ ہو کہ فرمایا حضرتؐ نے نہین ہو ایک قطرے یا دو قطرے خون مین وضو مگر یہ کہ ہو بہتا ہوا تو اِس سے معلوم ہوا کہ تھوڑے خون نکلنے سے وضو نہین جاتا جواب یہ ہو کہ روایت کیا اِسکو دارقطنی نے ابوہریرہؓ سے اور یہ حدیث ضعیف ہو کیونکہ اسناد مین اسکی محمد بیٹا فضل بیٹا عطیہ کا ہو کہا احمد اور یحییٰ اور ابن حبان نے کہ وہ کذاب ہو اور یہ جو حدیث ہدایہ مین لکھی ہو اَلْقَلْسُ حَدَثٌ یعنی قے حدث ہو تو روایت کیا اسکو دارقطنی نے دو طریقون سے اور دونون طریقے ضعیف ہین تو اب جاننا چاہیے کہ اِس باب مین حدیث عبد اللہ بیٹے عمرؓ کی جو اوپر ذکر کی وہی حدیث صحیح ہے اور یہ بھی امام شافعیؒ کیطرف سے دلیل لاتے ہین کہ روایت ہو سعید بن المسیبؒ سے جو بڑے تابعین مین سے ہین کہ نکسیر چھوٹتی تھی اُنکی یہانتک کہ رنگین ہو جاتی تھین اُنگلیان اُنکی خون سے اور وہ نماز پڑھتے تھے اور وضو نہین کرتے تھے اور جواب اُسکا یہ ہو کہ اسکو روایت کیا مالکؒ نے مؤطا مین اور امام مالکؒ نے ایک روایت اسکے خلاف سعید بن المسیبؒ سے نقل کی ہو اور جب دونون متعارض ہوئین تو احتیاط جسمین ہو اُسپر عمل کرنا چاہیے اور احتیاط اِسی مین ہو کہ وضو کرے ص تو اگر نہ بہے بلکہ اپنے مقام پر جم جاوے تو وضو نہ ٹوٹے گا اور امام زفرؒ کے نزدیک ٹوٹ جاویگا ف ہمارے نزدیک اِسواسطے وضو نہین ٹوٹے گا کہ خون نکلنے مین یہ بھی شرط ہو کہ بہتا ہوا ہو اور نجس ہو اور یہ خون نجس نہین ص اور اگر زخم کو دبایا اور اُس سے خون نکلا اور تجاوز کر گیا اور اگر نہ دباتا تو تجاوز نہ کرتا وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر کسی چیز کو دانت سے کاٹا اور اثر خون کا دیکھا یا خلال کیا اور اُسپر خون ظاہر ہوا یا ناک مین اُنگلی کی اور اُنگلی پر خون دیکھا یا ناک جھاڑی اور اُسمین سے خون جما ہوا مثل دانے مسور کے نکلا ان سب صورتونمین وضو نہ ٹوٹے گا ف اِسواسطے کہ بہتا ہوا نہین ہو اور نجس وہی خون ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا یا خون بہتا ہوا ص اور امام زفرؒ کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور اسیطرح اگر سوئی چبھوئے[1] اور خون اپنے مقام تک چڑھ آیا لیکن بہا نہین وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر بہا تو ٹوٹ جاویگا کیونکہ نجس وہی خون ہو جو بہتا ہوا ہو اور اِسی طرح اگر آنکھ کے اندر آبلہ ہو اور اُس پر سے پوست اُتارا جاوے اور پیپ نکلے مگر آنکھ کے اندر رہے وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر باہر نکل آوے تو ٹوٹ جاویگا اِسواسطے کہ جو اندر آنکھ کے ہو اُسکا پاک کرنا یا دھونا غسل اور وضو مین واجب نہین اور اگر فصد لی اور نکلا بہت سا خون لیکن زخم کی جگہ نہ بھری تو وضو ٹوٹ جاویگا ہمارے نزدیک تیسری قے اگر خون تھوک کے برابر ہو اس طرح پر کہ تھوک سرخ ہو جاوے اور اگر تھوک خون سے زیادہ ہووے اور تھوک

سلہ اور دوسرا جواب یہ کہ جائز ہو کہ ایک قطرے سے مراد خون جما ہوا ہو جو مخرج سے تجاوز نہ کرے اور اِسی واسطے آگے شرط سیلان کی لگائی ہے ۱۲ مسفر رحمہ اللہ

سلہ یعنی سوئی گڑ جاوے یا گاڑے ۱۲ منہ رحمہ اللہ سلہ اِسواسطے کہ خون نکلا اُس طرف جسکا دھونا فرض ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ

زرد ہو جاوے وضو نہ ٹوٹے گا چوتھی تلخہ یا کھانا یا خون بندھا ہوا ہوا اور منھ بھر کے ہووے اور اگر بلغم اترے یا پیٹ سے چڑھے وضو نہیں ٹوٹتا ابو یوسفؒ کا نزدیک
کے نزدیک اگر پیٹ سے چڑھے اور منھ بھر کے ہووے وضو ٹوٹ جاویگا لیکن اگر سر سے اترے تو ان کے نزدیک بھی نہ ٹوٹے گا قے کا
سے اسواسطے ٹوٹ جاتا ہے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے ساتھ سند صحیح کے ابی الدرداءؓ سے تحقیق آنحضرتؐ
وضو کیا معدان کہتے ہین کہ مین نے ملاقات کی ثوبانؓ سے مسجد دمشق مین سو مین نے ان سے یہ ذکر کیا کہا انھون نے کہ سچ کہا
پانی حضرتؐ کے وضو کا ڈالا تھا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح تر ہے حدیثون کی بیچ اس باب کے اور امام شافعیؒ اور مالکؒ نے سے برابر ہے کہ وہ چیز معتاد
وضو لازم نہین جیسا کہ گذرا وہ دلیل لاتے ہین کہ روایت ہے ثوبان سے تحقیق حضرتؐ نے قے کی پس پانی منگوایا پھر وضو نہ کیا جیسے کپڑا یا سچ
رسول اللہؐ کیا فرض ہے وضو قے سے فرمایا حضرتؐ نے اگر فرض ہوتا تو پاتا تو اسکو قرآن مین تو اس سے معلوم ہوا کہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اللہ تعالے نے
نہین بلکہ اگر وضو نہ کریگا نماز درست ہو جاوے گی تو جواب اسکا یہ ہے کہ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سکن کا ہے حدیث اسکی ترک کردی گئی ہے کہا بیہقی نے کہ اسکی طرف نسبت وضع حدیث کی ہے اور بلغم سے اسواسطے وضو احمد نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ
کے ہے جس پوشیدہ نہ رہے کہ اگر تھوڑی تھوڑی قے کی ایسی کہ اگر جمع کیجاوے تو منھ بھر کے ہووے سو اسمین امام ابو یوسف سے اور امام مالکؒ کا مذہب
مین ہووے ہے وضو ٹوٹ جاویگا اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر ایک متلی سے ہوگا ٹوٹ جاویگا اور اسکی چار صورتین ہین بخاری مسلم ابو داؤد وغیرہم نے عائشہؓ سے
امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونون کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور اگر مجالس اور متلی دونون مختلف ہون کسی کے نزدیک واسطے ہر نماز کے اور جو روایت کی
بدل جاوے امام یوسفؒ کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور متلی ایک ہو اور مجلس بدل جاوے امام حدیث ضعیف ہے
اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور جو چیز ایسی ہو کہ اسکے نکلنے سے وضو نہین ٹوٹتا وہ چیز نجس بھی نہین ہے تو خون جبکہ مقام زخم سے جدا نہووے
پاک ہے اور اسیطرح تھوڑی سی قے بھی اور ایک روایت مین امام محمد رح کے نجس ہے کیونکہ نجاست مین کچھ بہنے کو تاثیر نہین اور دلیل ہماری قول اللہ تعالی
کا ہے قُل لَّا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا الآية ترجمہ کہہ دے اے محمدؐ کہ نہین
پاتا ہون مین اسمین کہ بھیجا گیا طرف میرے حرام کسی کھانے والے پر کہ کھاوے اسکو مگر یہ کہ ہو مردہ یا خون مسفوح یعنی جاری بہتا گیا تو اس سے معلوم ہوا
کہ جو خون مسفوح نہین حرام نہین تو نجس نہ ہوگا اور خون جو مقام زخم سے نہین بہا تو نجس بھی نہ ہوگا پانچوین پہلو یا پیٹھ پر سونا چھٹے اس طرح پر سونا کہ
سر اپنا دونون زانو پر رکھے یا دونون ہاتھو پر رکھے یا ایک سرین پر سوتا ہو اس طرح پر کہ مقعد اسکی زمین سے جدا ہو ساتوین سونا کسی چیز پر تکیہ کر کے کہ اگر وہ
چیز ہٹا لیجاوے تو سونیوالا گر پڑے اول کو اضطجاع کہتے ہین اور دوسرے کو اتکا کہتے ہین اور تیسرے کو استناد ف کیونکہ روایت کی عبداللہ بن احمد نے
ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہے وضو اسپر جو سووے سجدہ مین یہانتک کہ مضطجع لیٹے کیونکہ جب لیٹتا ہے مضطجع سست ہو جاتے
ہین جوڑ اسکے اور روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور اسمین ہے کہ نہین وضو ہے اسپر جو سو جاوے بیٹھا ہوا اور روایت کیا اسکو بیہقی نے اور اسمین
ہے کہ نہین واجب ہے وضو اسپر جو سو جاوے بیٹھے یا کھڑے یا سجدے مین اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کھڑا بھی سو جاوے تو ٹوٹ جاوے گا
اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر سجدے یا رکوع مین سو جاوے تو بھی ٹوٹ جاویگا اور امام احمدؒ کے نزدیک جس ہیئت پر سو جاوے دیر تک وضو ٹوٹ
جاویگا اور ہماری دلیل یہی حدیث ہے اور بعض شافعیہ نے اس حدیث کو ضعیف کیا ہے اور کہا ہے کہ اسناد مین اسکی یزید بیٹا ابی خالد دالانی کا ہے
ابن حبان نے کہا کہ بہت خطا کرتا ہے اور اسیطرح اور لوگون نے جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح ہے جو ذہبیؒ نے کہا ہے کہ حدیث اسکی حسن ہے اور کہا احمدؒ نے کہ

تہ۱ یعنی خلط صفراوی ہندی پت ۱۲ منہ رحمہ اللہ سہ بفصل النون فی الرسم ۱۲ غ سہ گرایا گیا ۱۲

ضعیف ہم بھی ساتھ حدیث اُسکی کے اور نہین کلام کیا اس حدیث مین ترمذیؒ نے کچھ اور روایت کیا اسکو ابن عدیؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ
سنا کرو ابی کہ حضرت نے نہین ہو وضو اُس شخص پر جو سو جاوے کھڑا یا بیٹھا یہانتک کہ سووے پہلو پر اور روایت ہو حذیفہؓ سے کہ مین مسجد مین بیٹھا ہوا
اسکو اور ضعیف کہا ایک شخص نے مجھکو پیچھے سے پکڑا تو مین نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس کہا مین نے یا رسول اللہ آیا وضو واجب ہوا
ہو کہا شعبی نے یہانتک کہ رکھے تو پہلو اپنے زمین پر روایت کیا اسکو ابن عدی نے اور یہ حدیث ضعیف ہو کیونکہ اسناد مین اسکی یحیی بیٹا
مذہب امام مالکؒ کا ہو اور اگر پہلو پر لیٹا یا تکیہ لگا کے سب کے نزدیک وضو ٹوٹ جاویگا کیونکہ حضرت نے فرمایا لیکن وضو ٹوٹتا ہو پیخانے اور پیشاب
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اسکو ابن خزیمہ نے اور صحیح کیا اسکو اور ترمذی نے صفوان بیٹے عسال سے اور روایت کی ترمذی نے حضرت
کہ روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے تھے یعنی بیٹھے بیٹھے پھر کھڑے ہوتے تھے اور نماز پڑھتے تھے
دارقطنی اور بیہقی نے انسؓ سے کہا نے یہ حدیث حسن صحیح ہو اور یہی قول ہو عبداللہ بن المبارکؒ اور سفیان ثوریؒ اور احمدؒ کا ص اور ان تین
نے کہ ضعیف ہو اور امام احمدؒ کی نہ تا مثلاً کھڑے یا بیٹھے یا راکع یا ساجد ف کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے سوتے تھے
معلوم ہوا کہ تھوڑے خون نکلنے سے جیسا کہ گذرا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہین ہو وضو اُس پر جو سو جاوے کھڑا یا
اسکی محمد بیٹا فضل بیٹا عطیہ کا ہو کہا کیا اسکو ابن عدی نے جیسا کہ گذرا اگر کوئی کہے کہ روایت کی بزار نے بسند صحیح کے کہ تھے اصحاب صلی اللہ
ہو تو روایت کیا اسکو دارقطنی نے دو طریق رکھتے تھے پہلو اپنے زمین پر سو بعض اُنمین سے سو جاتے تھے اور وضو نہین کرتے تھے پھر نماز پڑھتے تھے
اوپر ذکر کی وہی حدیث صحیح ہو تے سے اونگھ ہو اور نہین تو مخالفت ہوگی اُن حدیثون کی جو اوپر گذرین اور تمسکات ائمہ اربعہ کے مطابق نہین
اس روایت کے اور اگر کوئی کہے کہ روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عباسؓ سے کہ مین سویا نزدیک اپنی خالہ میمونہؓ کے پس کھڑے ہوے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو آخر حدیث تک کہ پھر سوئے اور لیٹے اور پھر آئے بلالؓ سو خبر دی اُنکو نماز کی تو کھڑے ہوے آپ اور نماز پڑھی اور
وضو نہ کیا اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر لیٹ کے سوئے تب بھی وضو نہین جاتا جواب یہ ہو کہ یہ حضرت کی خصوصیات مین سے تھا چنانچہ ایک
روایت مین آیا ہو تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ یعنے سوتی ہین میری دونون آنکھین اور نہین سوتا دل میرا تو یہ اور کسی کے واسطے نہین ہو سکتا
غرضکہ اس باب مین امام ابو حنیفہؒ کا مذہب بہت صحیح ہو ص آٹھوین بیہوشی نوین جنون اور بیہوشی مین مستی بھی داخل ہو کہ چلنے مین پیر اسکا
لغزش کرے ف ان چیزون سے اسواسطے وضو جاتا رہتا ہو کہ جب سونے سے وضو جاتا رہا غفلت کے سبب سے تو اسمین بھی سونے سے
زیادہ غفلت ہوتی ہو ص گیارھوین قہقہہ نماز پڑھنے والے بالغ کا اُس نماز مین جس مین رکوع اور سجدہ ہو ف کیونکہ روایت کی دارقطنی
نے پیچ قصے اندھے کے کہ فرمایا حضرت نے جس نے تم مین سے قہقہہ کیا تو چاہیے کہ اعادہ کرے وضو اور نماز کا یہ حدیث معبد خزاعیؓ جو
صحابی ہین اُن سے مروی ہو کہ اُن کے راویون مین امام ابو حنیفہؒ بھی ہین ابن الجوزیؒ نے وہم کیا جو کہا اُنھون نے کہ وہم کیا اسمین ابو حنیفہؒ نے
اور روایت کی امام ابو حنیفہؒ نے معبد بن ابی معبد خزاعیؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن نماز مین تھے یکایک ایک اندھا آیا ارادہ
کرتا تھا نماز کا پس گر پڑا کنوین مین اور ہنسی آئی قوم کو یعنی اُن لوگون کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے پس قہقہہ کیا
اُنھون نے تو جسوقت فارغ ہوئے آپ نماز سے فرمایا کہ جس کسی نے تم مین سے قہقہہ کیا ہو تو وہ اعادہ کرے وضو کا اور نماز کا اس
جگہ پر بعض لوگون نے اعتراض کیا ہو کہ معبدؓ تابعی ہین نہ صحابی جواب یہ ہو کہ معبدؓ جو تابعی ہین وہ اور ہین بصرے کے رہنے والے جہنی اور یہ
معبد خزاعی ہین اور یہ صحابی ہین اور ایسا ہی صحیح ہو اور اگر مرسل ہو ابی العالیہؒ پر جو بڑے تابعی ہین تو بھی کچھ حرج نہین کیونکہ مرسل ہمارے

نزدیک حجت ہی جیسا کہ کہا اکثر محدثین نے کہ یہ حدیث مرسل ہی صحیح ہی اور روایت کیا اس حدیث کو ابن عدیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے جو کوئی ہنسے نماز مین پس چاہیے کہ اعادہ کرے وضو اور نماز کا اور اگر کوئی کہے کہ اسناد مین اسکی بقیہ بیٹا ولید کا ضعیف ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ بقیہ کی روایت اگر مشہور شخصون سے حدثنا کر کے ہو تو مقبول ہی اور مسلمؒ نے اُس سے روایت کی ہی متابعۃً[۱] تو اب حدیث مین کسیطرح کا خلل نہین امام شافعیؒ کہتے ہین کہ روایت ہی جابرؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے ہنسی توڑتی ہی نماز کو اور نہین توڑتی ہی وضو کو تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قہقہے سے وضو نہین ٹوٹتا جواب یہ ہی کہ اسکی اسناد مین عبدالرحمن بیٹا اسحٰق کا جسکی کنیت ابو شیبہ ہی ضعیف ہی ایسا ہی کہا یحییٰ نے اور کہا احمدؒ نے کہ حدیث اُسکی منکر ہی اور وہ کچھ نہین ص اور اگر لڑکا قہقہہ کرے تو وضو اُسکا نہین ٹوٹتا اور اگر نماز جنازہ مین کوئی بالغ یا لڑکا قہقہہ کرے وضو نہین ٹوٹتا اسیطرح سجدۂ تلاوت مین تو جو ایسی نماز ہی کہ اُسمین رکوع اور سجدہ نہین اُسمین قہقہہ کرنے سے وضو نہین ٹوٹتا بلکہ نماز ٹوٹ جاویگی اور قہقہہ وضو کو جب توڑتا ہی کہ جب وہ شخص جاگتا ہو تو اگر نماز مین سوتے ہوئے قہقہہ کیا وضو نہین ٹوٹیگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک وضو قہقہے سے کبھی نہین ٹوٹتا جاگتا ہو یا سوتا ہنسی کی تین قسمین ہین پہلی قہقہہ اس طرح ہنسے کہ اُسکو اور اُسکے پاس والونکو سُنائی دیوے اور یہ نماز اور وضو دونون کو توڑتا ہی دوسری ضحک اس طرح ہنسے کہ فقط اُسی کو سُنائی دیوے اور اُسکے پاس والون کو سُنائی نہ دیوے اس سے نماز ٹوٹتی ہی وضو نہین ٹوٹتا تیسری تبسم اس طرح پر ہنسے کہ نہ اُسکو اور نہ اُسکے پاس والون کو سُنائی دیوے اس سے نہ وضو ٹوٹتا ہی اور نہ نماز بارھوین مباشرت فاحشہ اور وہ یہ ہی کہ مرد و عورت دونون ننگے ہون اور ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے چھو جاوے اور آلت مرد کا کھڑا ہووے اور عورت کی فرج سے چھو جاوے ف امام احمدؒ کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہی کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا وضو کرو اونٹ کے گوشت سے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے براءؓ سے اور صحیح کیا اسکو محدثین نے اور روایت کی مسلم نے مثل اسکے جابرؓ سے اور احمدؒ نے مانند اسکے اُسید بیٹے حضیر سے تو جواب یہ ہی کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ اور ابو داؤدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا گوشت بکری کا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا یہ حدیث تو دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ بکری کے گوشت کھانے سے وضو نہین جاتا اور پہلے[۲] ابتداے اسلام مین حضرتؐ نے فرمایا تھا تَوَضَّؤُا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ یعنی وضو کرو اُس سے جسکو لگی آگ اور یہ حدیث منسوخ ہوگئی بالاتفاق تو یہ بھی حکم ابتداے اسلام مین تھا اور اب نہین رہا اور یہ جو بعض لوگون نے کہا ہی کہ روایت کی دارقطنی نے اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو اُس سے ہی جو نکلے اور نہین ہے اُس سے جو داخل ہووے تو یہ حدیث ضعیف ہی جیسا کہ اوپر ہمنے بیان کیا ص اور امام محمدؒ کے نزدیک مباشرت فاحشہ سے وضو نہین ٹوٹتا اگر کیڑا زخم سے نکلے تو وضو کو نہین توڑتا اسواسطے کہ وہ پاک ہی اور جو اُس پر نجاست ہی وہ تھوڑی ہی اور اسیطرح اگر مرد کے ذکر سے کیڑا نکلے وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر دُبر سے نکلے تو ٹوٹ جاویگا اسواسطے کہ دُبر سے نکلنا تھوڑی نجاست کا بھی ناقض ہی اور اگر قُبل سے عورت کی نکلے تو اسمین اختلاف ہی کہ اوپر گذرا اور اگر گوشت زخم سے جُدا ہوکر گر پڑے وضو نہ ٹوٹیگا اور وضو کو نہین توڑتا ہے چھونا عورت کا ف یعنی مثلاً بوسہ لیا عورت کا یا اور کوئی بدن اُسکا چھوا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وضو نہین ٹوٹیگا اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اگر ہتھیلی سے چھوا ہو اور اگر ہاتھ کی پشت وغیرہ سے چھوا ہو تو اُن کے نزدیک بھی نہ ٹوٹیگا اور امام مالکؒ کے نزدیک اور

---

[۱] یعنی ایک اور راوی کے ساتھ ملا کے معتبر روایت کی ہی ۱۲ منہ رحمہ اللہ [۲] روایت کی طبرانی نے ابن عباسؓ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے آگ کی پکی ہوئی چیز پھر وضو نہ کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے ایسا ہی ہی جمع الجوامع مین ۱۲ مولوی عبدالغفار مرحوم

شافعیؒ سے ایک روایت مین اور لیث اور اسحٰقؒ کے نزدیک اگر چھونا شہوت سے ہو اور عورت کو بھی اُسوقت شہوت ہو تو وضو ٹوٹ جاویگا اور اگر ایسا نہین تو نہ ٹوٹے گا امام شافعیؒ حجت پکڑتے ہین اس باب مین کہ عورت کا چھونا شہوت سے وضو کو توڑتا ہے اُس سے کہ روایت کی ابن الجوزی نے معاذ بن جبلؓ سے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اُنکے پاس اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا فرماتے ہین آپ اُس شخص مین جو پہونچا کسی عورت سے سب کچھ سوا جماع کے یعنی قبلہ اور معانقہ اور پیار سب کچھ کیا سوا جماع کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسکے تئین کہ وضو کر اچھا وضو پھر کھڑا ہو پھر نماز پڑھ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو عورت کے چھونے سے لازم آتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُسکے لیے وضو کا حکم فرمایا تھا واسطے استغفار کے تھا اور دلیل اسپر یہ ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا اُس سے کہ نماز پڑھ کیونکہ عورت کے چھونے سے کچھ نماز پڑھنا تو واجب نہین ہوتا اور بفرض تسلیم کے جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ وہ شخص مباشرت فاحشہ کا بھی مرتکب ہوا ہو کیونکہ مباشرت فاحشہ سے ہمارے مذہب مین بھی وضو لازم آتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے عائشہؓ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور مین حضرت کے سامنے چت لیٹی تھی پس جب حضرت سجدہ کرتے تھے دبا دیتے تھے مجکو سو مین اپنے پیر سمیٹ لیتی اور ایک روایت مین ہے کہ گھر و نمین اُسدن چراغ نہ تھا اور روایت کی بخاریؒ نے اُن ہی سے کہ مین نے ایک رات گم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مین نے چھو لیا اُنکو ساتھ ہاتھ اپنے کے پس گیا ہاتھ میرا قدم پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت سجدے مین تھے اور فرماتے تھے پناہ مانگتا ہون مین ساتھ رضا تیری کے غصے تیرے سے آخر حدیث تک اور روایت کی بخاریؒ نے عائشہؓ سے کہ وہ کنگھی کرتی تھین حضرت کے اور حضرت اعتکاف مین تھے اور اعتکاف مسجد مین ظاہر ہے کہ حضرت بے وضو نہ تھے اور روایت ہے عائشہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیے میری گود مین اور مین حائض تھی پس پڑھتے تھے قرآن کو اور حضرتؐ نے وفات کی حضرت عائشہؓ کی گود مین اور عقل اس بات کو جائز نہین رکھتی کہ حضرت نے وفات بے وضو کی ہو یہ حدیثین کہ سب صحیح ہین حجت اُن لوگو پر ہین جو کہتے ہین کہ مطلق عورت کا چھونا وضو کو توڑتا ہے اور حدیثین ایسی بہت ہین لیکن جو لوگ کہتے ہین کہ چھونے سے عورت کے اگر بشہوت ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ دلیل یہ بھی لاتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بوسہ لینا عورت کے چھونے مین داخل ہے تو اُس سے وضو کرو روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ وہ کہتے تھے بوسہ لینا عورت کا مرد کو اور چھونا اُسکا لمس سے ہے جو بوسہ لے عورت اپنی کا یا چھوئے اُسکو اپنے ہاتھ سے تو اُسپر وضو ہے اور روایت ہے ابن شہابؒ سے کہ وہ کہتے تھے کہ بوسہ لینے سے مرد کے عورت اپنی کو وضو ہے روایت کیا ان دونوں کو مالکؒ نے مؤطا مین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی عبیدہ سے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا ہے کہ بوسہ لینے سے مرد کے عورت اپنی کو وضو ہے اور ابو عبیدہ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے نہین سُنا اور روایت کیا اسکو امام مالکؒ نے مؤطا مین بغیر اسناد کے جواب اسکا یہ ہے کہ روایت ہے حضرت عائشہؓ سے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ لیا بعض عورتون اپنی کا پھر نکلے طرف نماز کے اور وضو نہ کیا روایت کیا اسکو بزار نے اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابو داؤد نے بھی عائشہؓ سے اگر کوئی کہے کہ بخاریؒ نے ضعیف کیا اسکو اور یحییٰ بن سعید قطان نے کہ یہ کچھ نہین اور کہا حبیبؒ نے اسکی اسناد مین عروہ سے نہین سُنا جواب اسکا یہ ہے کہ روایت کرنے والے اس حدیث کے سب ثقہ ہین اور نہ سُننے کی گواہی دینا نفی پر گواہی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے بصورت تسلیم کہ روایت کیا اُسکو احمد اور ابن ماجہ نے زینب سہمیہ سے اُنھون نے عائشہؓ سے اگر کوئی کہے کہ زینب یہ مجہولہ ہے اور تقریب مین لکھا ہے کہ حال اسکا معلوم نہین جواب یہ ہے کہ جہل قرن ثانی یعنی تابعین مین مقبول ہے پھر اگر کوئی کہے کہ حجاج ضعیف ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ اوزاعیؒ جو بڑے امام ہین وہ بھی اُنکو

ؓ عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۲ ؒ یہ تابعی ہین ۱۲

ساتھ ہین دار قطنی کی روایت مین اور وہ بڑے ثقہ ہین اور دوسرا جواب یہ ہو کہ دار قطنی نے روایت کیا اسکو سفیان ثوری سے اُنھون نے ابی روق
سے اُنھون نے ابراہیم تیمی سے اُنھون نے عائشہ رض سے اگر کوئی کہے کہ ابراہیم تیمی نے عائشہ رض سے نہین سنا جیسا کہ کہا ترمذی اور ابو داؤد نے کہ اس
باب مین حضرتؐ سے کچھ صحیح نہین ہوا جواب اسکا یہ ہو کہ ابراہیم تابعی ثقہ ہین اگر بالفرض نہ سُنا بھی ہو تو بھی حدیث مرسل ہو اور مرسل ہمارے نزدیک
حجت ہو دوسرا جواب یہ ہو کہ دار قطنی نے علل مین کہا کہ روایت کیا اسکو ابراہیم نے ثوری سے اُنھون نے ابی روق سے اُنھون نے ابراہیم تیمی سے
اُنھون نے اپنے باپ سے تو اب یہ حدیث موصول ہوگئی اور ترمذی کے قول سے یہ نہین لازم آتا کہ جہان مین کسی کے نزدیک کوئی حدیث صحیح نہین
ہوئی جائز ہو کہ ترمذی کو کوئی حدیث صحیح اس باب مین نہ پہونچی ہو پھر اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کو ابراہیم تیمی سے ابوحنیفہؒ اور ثوریؒ نے روایت کیا
ابوحنیفہ رح نے تو ملایا حفصہ رض سے اور ثوریؒ نے عائشہ رض سے تو اختلاف اسمین ہوا جواب اسکا یہ ہو کہ ثوری رح اور ابوحنیفہ رح دونون بڑے امامون
سے ہین اور ممکن ہو یہ بات کہ ابراہیم تیمی کو ایک حدیث حفصہ رض سے پہونچی ہو اور دوسری عائشہ رض سے ثوریؒ نے عائشہ رض کی نقل کی اور ابوحنیفہ رح
نے حفصہ رض کی پھر اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کے لفظون مین اختلاف ہو عثمان بن ابی شیبہ نے روایت کی کہ حضرتؐ بوسہ لیتے تھے اور وہ روزہ دار
ہوتے تھے اور سوا عثمان رض کے اور لوگون نے کہا کہ بوسہ لیتے تھے اور وضو نہین کرتے تھے جواب اسکا یہ ہو کہ یہ امر بعد ثقہ ہونے راویون کے کچھ بُرا
نہین اور جائز ہو کہ یہ دو حدیثین ہون اور روایت کی دار قطنی نے عائشہ رض سے کہ پہونچا اُنکو قول ابن عمر رض کا کہ بیچ بوسے کے وضو ہو سو کہا اُنھون نے
کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ بوسہ لیتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے اور وضو نہین کرتے تھے اور اس حدیث کو صحیح کہا بعض لوگون نے اور کہا
شافعیؒ نے کہ روایت کی سعد بن بنانہ نے محمد بن عمرو بن عطا سے اُنھون نے عائشہ رض سے اُنھون نے حضرتؐ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور
وضو نہین کرتے تھے کہا شافعیؒ نے کہ سعید کا حال مین نہین جانتا پس اگر ثقہ ہو تو حجت ہو جو روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا حافظ ابن حجر
نے کہ اس حدیث کو بیہقی نے خلافیات مین دس طریقون سے روایت کیا ہو اور ضعیف کیا اُن سبھونکو جواب یہ ہو کہ ضعیف حدیث بھی جب دس بارہ
وجہون سے روایت کیجاوے تو وہ حسن ہو جاتی ہو اور یہ جو بعض حنفیون نے حجت پکڑی ہو کہ روایت ہو ابو امامہ رض سے کہا اُنھون نے کہا مین نے کہا ے
رسولؐ خدا مرد وضو کرے واسطے نماز کے پھر بوسہ لے اپنی اہل کا اور کھیلے اُس سے کیا ٹوٹ جاتا ہو وضو اُسکا فرمایا نہین تو یہ حجت ضعیف ہو کیونکہ روایت
کیا اس حدیث کو دار قطنی نے اور اسناد مین اسکی رکن بیٹا عبد اللہ کا ہو ترک کردی گئی حدیث اُسکی اور روایت کیا امام ابوحنیفہ رح نے مسند اپنی مین
ابن عباس رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہو بیچ بوسہ لینے کے وضو اور روایت کیا اسمین ابن ابی شیبہ نے قول ابن عباس رض کا
تو جب اتنی حدیثین اس باب مین ضعیف اور صحیح آئین تو یہ بات اُسکے نزدیک جو منصف ہو ظاہر ہو گئی کہ حضرتؐ وضو نہین کرتے تھے بوسہ وغیرہ سے
اور یہی مذہب ہو امام ابوحنیفہ اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کا کیونکہ اگر چھونا عورت کا بشہوت کبھی ناقض وضو ہوتا البتہ حضرتؐ کی ازواج سے
ضرور منقول ہوتا باوجود اس بات کے کہ اُنکو بہت حرص تھی مسئلہ بیان کرنے مین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخالطت اُنکے ساتھ بہت کچھ رکھتے
تھے جیسا کہ روایت کیا حاکم نے عائشہ رض سے کہ نہین ہوتا تھا کوئی دن لیکن حضرتؐ اُس دن ہمارے پاس آتے تھے اور بوسہ لیتے تھے ہمارا اور چھوتے
تھے ہمکو اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب عورت کے چھونے سے وضو نہین جاتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے قول مین لمس سے کیا مراد ہو فرمایا اللہ تعالیٰ نے
اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یعنے تیمم کرو اگر نہ پاؤ پانی جب کہ چھوؤ تم عورتون کو جواب اسکا یہ ہو کہ لمس سے مراد اس جگہ جماع ہو جیسا کہ کہا عبد اللہ بن
عباس رض نے واللہ اعلم ص اور چھونا ذکر کا بھی وضو کو نہین توڑتا ف کیونکہ روایت کیا نسائی اور ترمذی اور ابو داؤد نے طلق بن علی رض سے کہ حضرتؐ
پوچھے گئے اُس شخص سے جو چھوئے ذکر اپنا پھر وضو نہ کرے سو فرمایا حضرتؐ نے کیا ہو وہ مگر ٹکڑا تم مین سے اور روایت کیا اسکو ابن حبان نے

اہی صحیح مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور طحاوی نے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح تر ہی حدیثون کی اس باب مین اور طحاوی نے کہا ہی
کہ یہ حدیث اسناد اسکی مستقیم ہی نہ مضطرب اور روایت کی طحاوی نے ابن المدینی سے صحت اسکی جیسا کہ آگے آویگا ف اور امام شافعیؒ کے
نزدیک وضو ان دونون سے ٹوٹ جاتا ہی ف دلیل انکی یہ ہی کہ روایت ہی بسرہ بنت صفوانؓ سے فرمایا حضرتؐ نے جو کہ چھوئے ذکر اپنے کو وضو
کرے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور ایسا ہی ترمذی نے اور صحیح کیا اسکو احمد اور دار قطنی اور یحییٰ اور بخاری نے اور ہماری
حدیث کو علی بن المدینی کہ جو استاد مین بخاری کے کہا انھون نے کہ طلق کی حدیث اچھی ہی ہمارے نزدیک بسرہ کی حدیث سے نقل کیا اس کو
طحاوی نے اور کہا عمرو بیٹے علی فلاس نے کہ حدیث طلق کی ہمارے نزدیک ثابت تر ہی حدیث بسرہ سے روایت کیا اسکو طحاوی نے اور ایک
بات انصاف کی یہ ہی کہ نووی جو شافعی مذہب مین لکھتے ہین کہ مطابقت حدیثون مین جبکہ ممکن ہو سکے واجب ہی تو اس جگہ دونون حدیثین طرفین
کی صحیح ہوئین مطابقت اس طور پر ہو سکتی ہی کہ حدیث بسرہ مین وضو کے معنی ہاتھ دھونا ہی تو یہ حکم یعنی ہاتھ کا دھونا مستحب ہی اور اگر کوئی کہے کہ
مطابقت جب واجب ہی کہ دونون حدیثین جانبین کی قوی ہون اور اس جگہ حدیث طلق کی ضعیف ہی جواب یہ ہی کہ حدیث طلق کے راوی
جتنے ہین سب ثقہ ہین تو جسوقت علی بن المدینی اور عمرو فلاس اور ابن حبان اور ابن حزم اور امام طحاوی اور ترمذی یہ لوگ صحیح کرین
تو پھر احتمال ضعف کا نکالنا صرف وہم ہوگا اور اگر کوئی کہے کہ امام شافعیؒ کے لیے اس حدیث کے ماسوا اور بہت سی حدیثین ہین جواب اسکا یہ ہی
کہ ماسوا ان دونون حدیثون کے دونون طرف حدیثین ہین لیکن سب ضعیف ہین اور حدیثین امام شافعیؒ کے مذہب کی یہ ہین روایت ہی ابو ایوبؓ
سے کہ فرمایا حضرتؐ نے جو شخص کہ چھوئے فرج اپنی کو تو چاہیے کہ وضو کرے اور اسناد مین اسکی اسحٰق بن عبداللہ متروک ہی اور ایسا ہی سفیان بیٹا
وکیع کا اور روایت ہی ام حبیبہؓ سے کہا کہ سنا مین نے حضرتؐ سے کہ فرماتے تھے جو کہ چھوئے فرج اپنی کو پس چاہیئے کہ وضو کرے اور اسناد مین اس کی
علا بیٹا حارث کا ہی نسبت کیا گیا ہی طرف قدر[2] کے اور مختلط ہو گیا تھا آخر مین علاوہ اس کے بخاری نے اس حدیث کو ضعیف کیا اور کہا ترمذی
نے کہ اس نے اس حدیث کو صحیح نہین دیکھا اور مکحول نے عنبسہ بن ابی سفیان سے نہین سنا اور روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے اور روایت
کیا بیہقی نے ابن عباسؓ سے اور وہ بھی ضعیف ہی اور وہ جو ابن ماجہ نے جابرؓ سے روایت کی وہ بھی ضعیف ہی اسناد مین اسکی عقبہ بیٹا عبدالرحمن
کا مجہول ہی اور ایک روایت مین عبداللہ بیٹا نافع مدنی کا ضعیف ہی اور روایت کی احمد اور ابن ابی شیبہ نے زید بن خالدؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے
مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ یعنی جو شخص کہ چھوئے ذکر اپنے کو تو وضو کرے اور روایت کیا احمد اور دار قطنی اور اسحٰق بن راہویہ نے مسند اپنی مین
عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ جو شخص چھوئے ذکر اپنے کو تو وضو کرے اور جو عورت کہ چھوئے فرج اپنی کو تو وضو کرے اور ہمارے مذہب کی
حدیثین یہ ہین ابی امامہؓ کی روایت کہ پوچھے گئے حضرتؐ چھونے سے ذکر کے فرمایا کہ وہ ٹکڑا ہی تجھ یعنی اسکے چھونے سے وضو نہین روایت کیا
اسکو ابن ماجہ نے اور یہ حدیث ضعیف ہے اسناد مین اسکی جعفر بیٹا زبیر کا ہی ترک کر دی گئی ہے حدیث اسکی اور ایسا ہی روایت ہی عصمہ
ابن مالکؓ اور عائشہؓ وغیرہما سے روایت کی ابو یعلی موصلی نے عائشہؓ سے کہ سنا مین نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے
تھے نہین پروا رکھتا ہون مین اسکو چھوؤن یا ناک[3] اپنی کو اور اسناد مین اسکی وہی جعفر بیٹا زبیر کا متروک ہی اگر کوئی کہے کہ روایت کی حاکم نے
قاسم سے انھون نے عائشہؓ سے کہ جب چھوئے[1] عورت فرج اپنی کو ہاتھ اپنے سے سوا اسپر وضو ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ فتوی راوی کا بخلاف روایت کے

[1] یعنی چھوئے عورت اور چھوئے ذکر سے ۱۲ منہ رحمہ اللہ [2] یعنی قدریہ ہونکر قدر ہے ۱۲ [3] یعنی ناک کے چھونے سے جو وضو نہین جاتا اسی طرح ذکر کے چھونے سے بھی
وضو نہین جاتا ۱۲ منہ رحمہ اللہ

باطل ہے نزدیک محدثین کے لیکن یہ سب حدیثین ضعیف ہین تو نہ باقی رہی صحیح حدیث شافعیؒ کی طرف مگر بُسرہ کی اور ہماری طرف مگر طلق کی اور یہ جو بعض علماے شافعیہ نے لکھا ہو کہ ابوہریرہؓ نے روایت کی حضرت سے کہ جو چھوئے ذکر اپنا وضو کرے روایت کیا اسکو شافعیؒ اور حاکم اور دارقطنیؒ نے اور ابوہریرہؓ پیچھے لائے تھے اسلام طلق سے تو اس سے معلوم ہوا کہ طلق کی حدیث منسوخ ہوگئی جواب اسکا یہ ہو کہ طلق کے اسلام لانے سے قبل ابی ہریرہؓ کے یہ بات لازم نہین آتی کہ طلق پھر نہ لوٹے ہون اور نہ انکو صحبت رہی ہو علاوہ اس بات کے حدیث ابی ہریرہؓ کی ضعیف ہے کیونکہ اسناد مین اسکی یزید بیٹا عبدالملک کا ہو اور وہ ضعیف ہو تو اب کچھ حجت نہین اگر کوئی کہے کہ جب حدیثین مختلف ہوئین تو اب اقوال صحابہؓ سے تمسک ضرور ہو جواب یہ ہو کہ یہ تو ہمارا مطلوب ہو روایت کی طحاوی نے حضرت علیؓ اور سعدؓ اور ابن مسعودؓ اور حسن بصریؒ وغیرہم سے کہ وضو نہین ٹوٹتا اور یہی مذہب ہو عمار اور حذیفہ اور سعید بن المسیبؒ اور عطا اور عکرمہ اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کا روایت کی امام محمدؒ نے موطا مین اور ابن ابی شیبہ نے علیؓ اور ابن عباسؓ اور حذیفہؓ اور عمرانؓ بن حصین سے کہ ان سب نے کہا کہ مین نہین پرواہ رکھتا ہون کہ چھوؤن ذکر کو یا اپنی ناک کو اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمار سے کہ وہ پوچھے گئے چھونے ذکر سے بیچ نماز کے پس کہا کہ نہین ہو وہ مگر ٹکڑا تجھ سے اور روایت کی محمدؒ نے ابی الدرداؓ سے مانند اسکے اور روایت کی سعید بن منصور نے انہی سے ایسا ہی اور بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہو حضرت علیؓ سے کہ وہ پوچھے گئے اس سے سو کہا کہ نہین حرج ہو ساتھ اسکے اور ابن مسعودؓ سے بھی ایسی ہی روایت کی اور اسی نے سعد سے مانند اسکے روایت کی اور روایت کی محمدؒ نے علقمہ سے کہ آیا ایک شخص طرف ابن مسعودؓ کے سو کہا کہ چھوا مین نے ذکر اپنے کو نماز مین تو عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ ذکر تیرا نہین ہو مگر مانند سارے بدن تیرے کے اور روایت کی محمدؒ نے کہ ایک شخص نے پوچھا عطا سے اور کہا کہ اے ابا محمد وہ شخص کہ چھوئے فرج اپنی کو بعد وضو کے سو ایک شخص نے قوم سے کہا کہ عبداللہ بن عباسؓ کہتے تھے کہ اگر تو نجس جانتا ہو تو کاٹ ڈال اسکو کہا عطا نے کہ یہی قول ہو عبداللہ بن عباسؓ کا اور امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف ابن عمرؓ اور عمر بن الخطابؓ اور ابوایوبؓ اور زید بن خالدؓ اور ابی ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور جابرؓ اور عائشہؓ وغیرہم گئے ہین

ص باب غسل کے بیان مین

غسل مین تین چیزین فرض ہین پہلی پانی منہ مین[1] ڈالنا دوسری ناک مین پانی ڈالنا اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ دونون چیزین غسل مین سُنت ہین ف دلیل ہماری یہ ہو کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنی اگر ہو تم جُنب پس چاہیے کہ خوب پاک کرو تو لفظ مبالغے کا دلالت کرتا ہو اس بات پر کہ کُلی وغیرہ بھی فرض ہو اور اسواسطے کہ فرمایا حضرتؐ نے نیچے ہر بال کے جنابت ہو سو تر کرو اور صاف کرو بدن کو روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور یہ جو حدیث ہدایہ مین لکھی ہو کہ فرمایا حضرتؐ نے کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا سُنت ہین وضو مین اور فرض ہین غسل مین تو یہ حدیث مین نے نہین پائی اور شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر مین اس حدیث کو بیان نہین کیا لیکن روایت کی ابن عدی نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا تین بار فرض ہین غسل مین اور یہ حدیث قابل اعتبار کے نہین کیونکہ کہا ابن حبان اور دارقطنی نے کہ اس حدیث کو برکہ بیٹے محمد حلبی نے بنایا ہو اور کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا سُنت ہین وضو مین اور فرض ہین غسل مین نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک وضو اور غسل دونون مین سُنت ہین

صہ[1] آنحضرتؐ کی خدمت مین ۱۲ صفحہ رحمہ اللہ صہ[2] مراد یہ ہو کہ جیسے ناک کے چھونے سے کچھ وضو مین خلل نہین ہوتا اسیطرح ذکر کا چھونا بھی ناقض و مخل وضو نہین ۱۲ مولوی عبدالغفار مرحوم

یہ[1] مین ذکر ہے ۱۲ محمد[1] یعنی کلی کرنا صہ[1] یعنی لفظ اطّہّروا ۱۲

اور امام احمدؒ کے نزدیک وضو اور غسل مین واجب ہین دلیل امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کی یہ ہے کہ روایت کی مسلم نے ابی ہریرہؓ سے کہ اُنھون نے
وضو کیا بغیر مضمضے کے اور استنشاق کے اور کہا کہ مین نے ایسا ہی دیکھا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جامع الاصول مین بروایت ابی داؤد ور ایک
روایت مین ہے کہ اُسمین ذکر مضمضے (کلی کرنا ۱۲) اور استنشاق (ناک مین پانی ڈالنا ۱۲) کا نہین ہے اور دلیل امام احمدؒ کی یہ ہے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے لقیط بن صبرہ سے کہ فرمایا حضرت نے
کہ جب وضو کرے تو پس کلی کر اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابی ہریرہؓ سے کہ کہا اُنھون نے حکم کیا حضرت نے ساتھ مضمضے اور استنشاق کے واللہ اعلم
بالصواب والیہ المرجع والمآب ص تو اگر غسل کیا اور بعد کلی کے اُسکے دانتون مین کھانا رہا غسل درست ہو جاویگا ف کیونکہ کھانے کے
نیچے پانی پہونچ جاتا ہے ص تیسری پہونچانا پانی کا تمام ظاہر بدن پر اور ملنا واجب نہین ف کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاطّہّروا یعنے پاک کرو اور
فرمایا حضرت نے تحت کل شعرۃ جنابۃ یعنے نیچے ہر بال کے جنابت ہے رواہ ابوداؤد اور ملنا کچھ دھونے مین داخل نہین تو جب شارع
نے حکم فرمایا دھونے کا تو ملنا اُس سے لازم نہ آویگا جیسا کہ ظاہر ہے ہر عاقل پر ص مگر امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے تو اگر آٹا ناخن مین باقی رہا
غسل درست نہ ہوگا بلکہ اُسکے نیچے کا دھونا واجب ہوگا اور اگر میل ہے یا مٹی یا رنگ حنا وغیرہ درست ہو جاویگا اسواسطے کہ پانی اُسمین سما جاتا ہے اور
اگر بدن پر روغن ملا بعد اُسکے غسل کیا جائز ہے اگرچہ روغن پانی کو قبول نہین کرتا اور اگر وہ جانتا ہے کہ بالی کے چھید مین بغیر بالی ہلائے پانی نہ پہونچیگا
ہلاوے اور اگر بالی سوراخ مین نہین ہے اور وہ جانتا ہے کہ بے تکلف پانی سوراخ مین پہونچے گا تکلف نہ کرے اور اگر جانتا ہے کہ بغیر تکلف کے نہین پہونچیگا
تکلف کرے اور اگر بعد بالی نکلنے کے سوراخ بند ہو گیا ہے اور جانتا ہے کہ اگر پانی گذرے گا داخل ہوویگا اور اگر غافل ہوگا نہ گذریگا پانی اور نہ داخل ہوگا
پانی کو اُسپر سے گذارے اور لکڑی وغیرہ کے داخل کرنے سے تکلف نہ کرے اور اگر اسکی اُنگلی مین تنگ انگوٹھی ہے واجب ہے کہ وضو اور غسل مین اُسکو
ہلاوے تاکہ پانی وہان پہونچ جاوے اور جس کسی کا ختنہ نہ ہوا ہووے اُسکو غسل مین قلفے[1] کے اندر پانی پہونچانا بعضون کے نزدیک واجب ہے اور
بعضون کے نزدیک نہین باوجود اسکے کہ اگر پیشاب قلفے تک آجاوے اور باہر نہ نکلے وضو جاتا رہتا ہے غسل مین سُنت پانچ چیزین ہین پہلی دھونا
دونون ہاتھون کا دوسری دھونا فرج کا تیسری دور کرنا نجاست[2] کا بدن سے بعد فرج کے دھونے کے چوتھی وضو کرنا لیکن اگر غسل کی جگہ مین پانی
مستعمل جمع ہوتا ہو پانؤن کے دھونے مین تاخیر کرے اور بعد غسل کے دوسری جگہ دھووے تو اگر غسل کرتا ہے کسی لوح یا پتھر پر کہ پانی اُسپر سے بہتا جاتا
ہے تو وہین پیر دھولیوے پانچوین تین بار تمام بدن پر پانی روان کرنا ف کیونکہ روایت کی بخاری و مسلم نے میمونہؓ سے کہ رکھا مین نے واسطے حضرتؐ کے
پانی سو ڈھانپا[3] مین نے اُنکو ساتھ ایک کپڑے کے تو حضرتؐ نے پانی ڈالا اپنے دونون ہاتھون پر سو دھویا اُنکو پھر ڈالا دونون ہاتھون پر پھر دھویا اُنکو پھر ڈالا اپنے داہنے ہاتھ سے بائین ہاتھ پر سو دھوئی فرج اپنی
پھر مارا ہاتھ اپنا زمین پر اور پھیرا اُسکو زمین پر پھر دھویا اُسکو سو کلی کی اور ناک مین پانی ڈالا اور دھویا منھ کو اور کہنیون تک ہاتھون اپنے کو پھر ڈالا پانی سر پر
اپنے اور سارے بدن پر بہایا پھر ایک کونے مین ہٹ گئے سو دھوئے پیر اپنے تو دیا مین نے اُنکو ایک کپڑا پس نہ لیا اسکو اور چلے اور وہ جھاڑتے تھے
دونون ہاتھ اپنے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور یہ لفظ بخاری کے ہین اور ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اسکو اور روایت کی ابو داؤد اور بخاری و مسلم وغیرہم
نے عائشہؓ سے اور یہان الفاظ ابو داؤد کے مذکور ہین ساتھ سند صحیح کے کہ حضرتؐ جب غسل کرتے تھے جنابت سے دھوتے تھے دونون ہاتھ اپنے اور
ڈالتے تھے برتن[5] کو داہنے ہاتھ پر پھر دونون ہاتھ سے لیکر دھوتے تھے فرج اپنی کو پھر وضو کرتے تھے جیسا کہ وضو ہے واسطے نماز کے پھر داخل کرتے تھے
ہاتھ اپنا برتن مین پھر کنگھی[6] کرتے تھے بالون اپنے کو یہانتک کہ جب دیکھتے کہ پانی پہونچ گیا بدن کو اور صاف ہوگیا ڈالتے پانی سر پر تین بار تو اگر

سنن غسل مین پانچ چیزین

[1] قلفہ کہتے ہین پوست سر ذکر کو کہ ختنے مین کاٹا جاتا ہے ۱۲ [2] یعنے نجاست حقیقی ظاہری کا اگر بدن پر لگی ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ [3] یعنے پردہ کیا ۱۲ منہ رحمہ اللہ
[4] ہندوستان کے ۱۲ [5] یعنی پانی کے برتن کو ۱۲ [6] انگلیون سے ۱۲

کچھ پانی بچ رہتا ڈال لیتے تھے اسکو اپنے اوپر ص عورت پر واجب نہین کہ اپنی چوٹی کھولین جب بالون کی جڑ کو تر کرلین کیونکہ حضرت نے ام سلمہ رضہ سے
فرمایا کہ کافی ہی تجھکو جب پانی تیرے بالونکی جڑ مین پہونچ جاوے اور اسی طرح تر کرنا بھی سب بالون کا واجب نہین اور بعض مشایخ نے کہا ہی کہ تر کرے
گیسوؤن کو اور نچوڑ ڈالے ف یہ حدیث ان لفظون سے صحاح مین نہین روایت کی مسلم نے ام سلمہ رضہ سے کہا انھون نے کہا مین نے یا رسول اللہ صلعم
مین عورت ہون کہ باندھتی ہون چوٹی کیا مین کھولا کرون اسکو واسطے غسل جنابت کے فرمایا حضرت نے نہین کافی ہی تجھکو یہ کہ ڈالے تو سر پر اپنے
تین بار تین لپ پانی سے پھر ڈالے تو اپنے اوپر پانی تو پاک ہوجاویگی تو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور ابن ماجہ نے بھی اور اسی طرح روایت ہی کہ عبداللہ
بن عمرو بن العاص رضہ حکم کرتے تھے عورتونکو اس بات کا کہ غسل کرین تو کھولین چوٹیان اپنی سو حضرت عائشہ رضہ نے کہا تعجب ہی عبداللہ بن عمر رضہ حکم کرتے
ہین عورتونکو چوٹی کھولنے کا کیا نہین حکم کرتے انکو کہ منڈوا ڈالین وہ سر اپنا تحقیق مین اور حضرت غسل کرتے تھے ایک برتن سے اور مین نہین زیادہ
کرتی تھی تین لپون پر یہ روایت صحیح مسلم مین ہی اور ایسا ہی حکم غسل حیض سے ہی کیونکہ ایک روایت مین مسلم کی یہ بھی ہے کہ کیا مین کھولون چوٹی کو
واسطے حیض اور جنابت کے فرمایا حضرت نے نہین اور اسی طرح بہت سی حدیثین اس باب مین آئی ہین ص اور یہ سب صورتین جب ہین کہ بال
عورت کے گندھے ہوئے ہون اور لیکن جب کھلے ہون تو سب کو دھونا واجب ہے کیونکہ حرج نہین جیسا کہ مرد سب داڑھی کو دھووے کیونکہ
کچھ حرج نہین اور مرد اگر اپنی چوٹی باندھے ہو تو کھولنا واجب ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ واجب نہین لیکن احتیاط اسمین ہے کہ کھولے ف
درمختار مین اسی کو لکھا ہی کہ کھولنا مرد کو واجب ہے اور مین نے ذکر اپنے

ص فصل بیان اُن چیزون کے جن سے غسل لازم آتا ہے

اور انکو موجبات غسل کہتے ہین اور وہ چار چیزین ہین ص پہلی نکلنا منی کا اپنی جگہہ سے کود کر شہوت سے تو اگر بغیر شہوت کے انزال ہوا غسل ہمارے نزدیک
واجب نہین اور امام شافعی رح کے نزدیک واجب ہوا ف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی یعنی نہانا پانی
سے ہی یعنی منی کے نکلنے سے ہی روایت کیا اسکو مسلم نے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے اور یہ حدیث منسوخ ہوگئی ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ اس حدیث سے مراد
وہی پانی ہی جو شہوت سے نکلے کیونکہ الف لام اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ مین دلالت کرتا ہی اس بات پر اور بھی دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی ابن المنذر
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمسے محمد بن یحیی نے کہا انھون نے حدیث بیان کی ہمسے ابو حنیفہ نے کہا انھون نے حدیث بیان کی ہمسے عکرمہ رح نے
انھون نے عبداللہ بن سولی رضہ سے انھون نے اپنی مان سے کہ پوچھا انکی مان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذی کو پس کہا کہ ہر مذی کرتا ہی اور تحقیق
کہ ایک مذی ہی اور ایک ودی اور ایک منی لیکن مذی تو وہ ہی کہ مرد اپنی عورت سے کھیلے سو ظاہر ہو جاوے اسکے اوپر کچھ یعنی کچھ پانی تو دھووے ذکر اور
خصیون اپنے کو پھر وضو کرے اور غسل نہ کرے اور لیکن ودی تو وہ ہوتی ہی بعد پیشاب کے دھووے ذکر اپنے کو اور وضو کرے اور غسل نہ کرے اور لیکن منی
تو وہ پانی بڑا ہی اس سے شہوت ہی اور اسمین غسل ہی اور عبدالرزاق نے مصنف مین قتادہ اور عکرمہ سے بھی ایسی ہی روایت کی ہی واللہ اعلم
بالصواب ص اور امام ابی یوسف کے نزدیک فقط سر عضو سے بشہوت نکلے اگرچہ وقت جدا ہونے کے شہوت نہ ہو تو اگر منی اپنی جگہہ یعنی
پشت سے بشہوت جدا ہوئی اور اس شخص نے قبل اس کے کہ نکلے سر عضو کا تھاما یہانتک کہ شہوت جاتی رہی بعد اس کے منی بغیر شہوت
کے نکلی امام محمد رح اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک غسل واجب ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا اور اگر پیشاب سے
پہلے غسل کیا بعد اس کے پھر بقیہ منی نکلی طرفین کے نزدیک غسل پھر واجب ہوگا اور امام ابی یوسف رح کے نزدیک دوسری مرتبہ غسل

موجبات غسل چار ہین

واجب نہ ہوگا اور ایسا ہی اگر خواب مین ہووی غسل واجب ہوگا اور مرد و عورت سب برابر ہین اور ایک روایت مین امام محمدؒ سے منقول ہی کہ اگر عورت کو
احتلام اور لذت وغیرہ یاد ہو اور تری نہ دیکھے غسل واجب ہی اور شمس الائمہ نے کہا کہ اس روایت پر عمل نہ کیا جاویگا ف اگر سوتے مین ایسا نہ ہوا یعنی جاگ
کے فقط پانی دیکھا تو اُسکا بیان آگے آتا ہی اور اگر سوتے مین یہ باتین سب دیکھین تو اُسکو احتلام کہتے ہین تو اس صورت مین اگر تری دیکھے گا غسل واجب
ہوگا برابر ہی کہ مرد ہو یا عورت کیونکہ روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ اے رسول اللہ اللہ نہین حیا
رکھتا ہی حق سے سو کیا عورت پر ہے جبکہ دیکھے غسل فرمایا کہ ہان جبکہ دیکھے پانی کو آخر حدیث تک اور روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا ایک
عورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حال ایک عورت کا کہ دیکھے خواب مین جیسا کہ دیکھتا ہی مرد خواب مین سو فرمایا آپ نے کہ جب ہو اُس سے جو
ہوتا ہی مرد سے سو چاہیے کہ غسل کرے روایت کیا اسکو مسلم نے نووی نے شرح صحیح مسلم مین لکھا ہی کہ معنے اسکے یہ ہین کہ اُس سے منی نکلے جیسا کہ مرد
جب اُس سے منی نکلتی ہی غسل کرتا ہی اور اجماع مسلمانونکا اس بات پر ہی کہ جب احتلام ہو اور تری دیکھے غسل لازم آویگا اور روایت کی ابن ماجہ اور بیہقیؒ نے
عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جاگے ایک تم مین کا خواب مین سے اور تری دیکھے اور احتلام اُسکو یاد نہو غسل کرے
اور جب یاد کرے احتلام کو اور تری نہ دیکھے تو اُسپر غسل لازم نہین اور سیوطی جمع الجوامع مین لائے ہین کہ روایت ہی انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پاوے عورت بیچ خواب کے جو پاتا ہی مرد تو غسل کرے روایت کیا اسکو سمویہ نے اور ایک روایت اُسمین ہے خولہ
بیٹی حکیم رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی عورت پر غسل جب تک کہ انزال نہ ہو جیسا کہ نہین مرد پر غسل جب تک انزال نہو
روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی احمدؒ اور ابن ماجہ اور نسائیؒ نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھے
ایک تم عورتون مین سے اور انزال کرے تو چاہیے کہ غسل کرے اور وہ جو ہمنے روایت نقل کی ہی کہ جب عورت لذت وغیرہ یاد ہو خواب مین اور تری
نہ دیکھے تو غسل واجب ہی اور اسکو شمس الائمہ نے کہا کہ اسپر عمل نہ کیا جاویگا تو دلیل اُسکی یہ ہی کہ روایت ہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ انھون نے پوچھا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب عورت دیکھے خواب مین جو مرد دیکھتا ہی تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دیکھے تو غسل کرے تو جواب
اُسکا یہ ہی کہ مراد اس سے جو مرد دیکھتا ہی یعنی منی بھی دیکھے جیسا کہ دوسری روایت مین تصریح سے آیا اُن ہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرے جب دیکھے پانی کو واللہ اعلم وعلمہ اتم ص دوسری غائب ہو جانا سر ذکر کا قُبُل یا دُبُر مین اس
صورت مین غسل دونون پر یعنی فاعل و مفعول پر واجب ہوگا ف کیونکہ روایت ہی سنن ابن ماجہ مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جبکہ ملجاوین دونون ختنے غسل واجب ہوتا ہی اور روایت کی طحاویؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب
ملتے تھے دونون ختنے نہاتے تھے اور صحیحین مین روایت ہی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ بیٹھے ایک تم مین کا
درمیان چارون طرفون کے یعنی اپنی عورت کے پھر جماع کرے اُس سے تو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اگرچہ انزال نہ ہوا اور روایت کی ابوداؤد
اور ترمذی اور احمد اور ابن ماجہ نے مانند اسکے اور روایت کی ایسی ہی ترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور طبرانی نے رافع بن خدیج سے
اور ابی امامہؓ سے اور روایت کی شیرازی نے القاب مین مانند اسکے اور طحاویؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قول اُن کا اور روایت کی دارقطنیؒ
نے افراد مین ابی ہریرہؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تجاوز کرجاوے ختنہ ختنے سے انزال ہو یا نہو
تحقیق کہ غسل واجب ہوا اور سعید بن منصور نے اپنی مسند مین مانند حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے روایت کی ہی اور یہ جو حدیث

ف۱ یعنی شہوت سے منی نکلے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۲ غیر روایت اصول مین ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۳ یعنی تری ۱۲

ہدایہ مین لکھی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ملجاوی ختنہ ختنے سے اور غائب ہوجاوی سر ذکر تو تحقیق غسل اسمین واجب ہوا انزال ہو یا نہ ہو تو روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اوسط مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور عبد اللہ بن وہب نے مسند اپنی مین اور روایت کی احمد اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ملجاوی ختنہ ختنے سے اور چھپ جاوی سر ذکر تو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف مین اگر اس جگہ کوئی کہے کہ یہ حدیث مخالف ہی اُس حدیث کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی یعنی غسل پانی سے ہی یعنی منی نکلنے سے ہی روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی اور مسلم اور دارمی اور احمد اور نسائی اور ابن ماجہ نے تو جواب اسکا یہ ہی کہ یہ حکم ابتداے اسلام مین تھا اب یہ حدیث منسوخ ہوگئی اُس سے جو روایت کی احمد اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے اُبی بیٹے کعب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا اُنھون نے کہ یہ حکم کہ پانی پانی سے ہی تھا رخصت اول اسلام مین پھر منع کیا گیا اس سے یعنی رخصت جاتی رہی تصحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اور کہا اسماعیلی نے کہ وہ صحیح ہی اور پر شرط بخاری کے اس جگہ اگر کوئی کہے کہ ابن ہارون اور دار قطنی نے یقین کیا اور کہا کہ زہری نے نہین سُنا اس حدیث کو سہل سے اور کہا حافظ ابن حجر نے کتاب ابو داؤد مین ایسا واقع ہوا ہی کہ معلوم ہوتا ہی اُس سے یہ حدیث منقطع ہی تو جواب اُسکا یہ ہی کہ سند ابو داؤد کی صحیح ہی اسواسطے کہ ثقہ جب کہے کہ خبر دی مجکو ایک ثقہ نے یا اُس سے جس سے مین راضی ہون صحیح حدیث ہوگئی اور یہ بات اسکو مستلزم نہین کہ سند ابن ماجہ اور احمد کی منقطع ہو کیونکہ ممکن ہے کہ زہری نے سُنا ہوا سکو کسی ثقہ کے واسطے سے سہل سے پھر ملاقات کی سہل کی تب حدیث کی اُن سے تو اب اعتراض دفع ہوگیا وباللہ التوفیق وہو خیر الرفیق **ص** تیسری دیکھنا جاگنے والے کا منی یا مذی کو اگرچہ احتلام یاد نہ ہووی **ف** کیونکہ حضرت نے فرمایا کہ جب جاگے ایک تم مین کا اور دیکھے تری اور احتلام یاد نہ ہو تو اُس پر غسل ہی روایت کی مانند اسکے ابن ماجہ اور ابو داؤد اور ترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور مرد و عورت سب اسمین برابر ہین اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق تری ارشاد فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ مذی ہو یا منی کیونکہ دونون مین تری ہوتی ہی اور نیز احتمال ہی کہ منی بسبب حرارت بدن کے رقیق ہوگئی ہو اور مثل مذی کے دکھائی دینے لگی ہو اور تفصیل اسکی خوب او پر گذری فقط **ص** چوتھی منقطع ہونا حیض و نفاس کا **ف** بیان حیض و نفاس کا آگے آویگا اور منقطع ہونے سے مراد یہ ہی کہ جب عورت حیض و نفاس سے پاک ہووی تو غسل کرنا اُسپر فرض ہوتا ہی اور یہ حکم اسواسطے ہی کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ ساتھ تشدید طاکے اور ہاکے یعنی نہ قریب ہو تم اُن سے یہان تک کہ وہ خوب پاک ہولین یعنی غسل کرین اور یہ قرارت عاصم اور کسائی کی ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس قرارت مین بھی اور جب یہ آیت بہ تخفیف پڑھی جاتی ہے معنی یہی ہوتے ہین یہانتک کہ غسل کرین پس یہ آیت تو دلیل اس بات کی ہوئی کہ حیض سے غسل فرض ہی لیکن نفاس سے تو بہ سبب اس بات کے کہ اسپر اجماع ہے اور اجماع حجت قاطع ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ یعنے نہین جمع ہوگی اُمت میری گمراہی پر اور اسیطرح معلوم ہو چکا ہی کتب اصول سے اور روایت کیا اس حدیث کو طبرانی اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ابی عاصم اور حاکم اور حافظ ضیاء اور ابن جریر اور حاکم اور ابو نعیم اور ابن مندہ نے اور احمد اور ابن ابی خثیم نے ابو مالک اشعری اور ابن عمر اور ابی بصرہ غفاری وغیرہم سے بالفاظ مختلفہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسکو مسلمان قبیح دیکھین وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہے اور جسکو مسلمان اچھا دیکھین وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہی روایت کیا اسکو بزار اور

ا؎ اور ہمارے نزدیک جب بہ تخفیف پڑھی جاتی ہے تب معنی یہ ہین کہ پاک ہوجاوین یعنے خون منقطع ہوجاوے اور اسی واسطے جب عورت خون سے پاک ہو تو بلا غسل کے اُس سے ہمارے مذہب مین وطی درست ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے

ابوداؤد طیالسی اور ابونعیم اور بیہقی نے اور روایت کیا احمد نے دوسرے جملے کو فقط وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ ص اور اگر عورت کافرہ بعد انقطاع یعنی بند ہونے خون کے مسلمان ہوئی غسل اُسکے اوپر واجب نہ ہوگا اور بعد جنابت کے اگر مسلمان ہوئی غسل واجب ہوگا ف دلیل اسکی شرح وقایہ عربی مین مذکور ہی ص اور چارپائے کے وطی کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا بغیر انزال کے اور غسل مستحب ہی واسطے جمعے کے یعنی نماز جمعے کے نہ واسطے دن جمعے کے اور یہی صحیح ہی ف امام شافعیؒ و امام ابوحنیفہؒ صاحب کے نزدیک غسل دن جمعے کے سنت ہی اور یہی روایت ہی احمدؒ سے اور امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہی امام مالکؒ کہتے ہین کہ روایت ہی یعنی صحیحین اور جامع ترمذی اور موطا اور سنن نسائی مین عبداللہ بیٹے عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی کہ آوے تم مین سے دن جمعے کے تو چاہیے کہ غسل کرے اور روایت کی بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ غسل جمعے کا واجب ہی ہر بالغ پر اور سنن ابن ماجہ مین روایت ہی کہ فرمایا حضرت نے بیچ ایک جمعے کے جمعون سے کہ اے گروہ مسلمانون کے یہ وہ دن ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اُسکو عید کیا ہی سو غسل کرو آخر حدیث تک اور روایت کی مالک نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھون نے کہ غسل دن جمعے کا واجب ہی اوپر ہر بالغ کے مانند غسل جنابت کے اور یہ سب حدیثین صحیح ہین اور روایت کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح مسلم مین کئی طریقون سے اور کہا مجدالدین فیروزآبادی نے کہ حدیث واجب ہونے غسل کی بہت صحیح ہی اور مالکؒ نے نافعؒ سے اُنھون نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس حدیث کو کہا بخاری رحمہ اللہ نے یہ اصح الاسانید ہی اور یہ تو دلیلین اُنکی ہین جو کہتے ہین کہ غسل دن جمعے کے واجب ہی اور جو کہتے ہین کہ واجب نہین حجت پکڑتے ہین اُس سے کہ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور احمد اور بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے اور ابن عبدالبر نے استذکار مین سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے وضو کیا دن جمعے کے تو خوب کیا اور جسنے غسل کیا نیک کیا اور غسل افضل ہی کہا ترمذی نے کہ اس باب مین روایت ہی ابی ہریرہؓ اور عائشہؓ اور انس رضی اللہ عنہم سے اور کہا کہ حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ کی حسن ہے اور روایت کی ہی بخاری اور مسلم اور ترمذی اور مالک اور ابوداؤد رحمہم اللہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے تھے دن جمعے کے ناگاہ ایک شخص آیا مہاجرین سے اور ایک روایت مین ہی کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے سو پکارا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور کہا کہ یہ کیا وقت ہی آنے کا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک کام نے مجھکو مشغول رکھا تھا آج کے روز اور مین گھر نہین گیا تھا کہ ناگاہ آواز اذان کی سُنی اُسی راہ سے مین مسجد مین آیا اور کچھ دیر نہ کی مین نے مگر واسطے وضو کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فقط وضو ہی تمنے کیا اور حضرتؐ نے حکم کیا ساتھ غسل کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر نہ لوٹے اور نماز پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے حکم لوٹنے کا نہین کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ غسل سنت ہی اور ایک حدیث سنن ابوداؤد مین ثابت ہی کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا کہ کیا غسل دن جمعے کے واجب دیکھتے ہو تم فرمایا کہ نہین اور لیکن غسل زیادہ پاک کرنیوالا ہی اور بہتر ہی اُسکے لیے جو غسل کرے اور جو شخص نہ کرے تو کچھ اُسپر واجب نہین آخر حدیث تک اور کہتے ہین کہ مراد واجب سے اُن حدیثون مین ضروری ہے واجب اصطلاحی فقہی نہین اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا مین لکھا ہی اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ ابْنِ صَالِحٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ حَمَّادٌ سَاَلْتُهٗ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْحِجَامَةِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْعِيْدَيْنِ قَالَ اِنِ اغْتَسَلْتَ فَحَسَنٌ وَاِنْ تَرَكْتَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ الْحَدِيْثَ یعنی خبر دی مجھکو محمد بن ابان بیٹے صالح نے اُنھون نے سُنا حماد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حماد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پوچھا مین نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے غسل دن جمعے اور حجامت اور عیدین سے اُنھون نے کہا کہ اگر غسل کرے تو اچھا ہی اور اگر

؎ اور سزا اس فعل کی اپنی جگہ پر لکھی جاوے گی ۱۲ ؎ حجامت یعنی پچھنے لگانا ۱۲

ترک کرے تو تو کچھ بہتر ہو اور بہتر نہین اور بھی روایت کی صحیح مسلم مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جسنے کہ وضو کیا سو اچھا کیا وضو کو پھر آیا جمعے کو اور سنا یعنی خطبہ اور چپ رہا بخشا جائیگا اُسکے لیے جو کچھ کہ درمیان اُسکے اور درمیان جمعے کے
ہے آخر حدیث تک اور وہ جو ابو داؤد نے ابن عباس رض سے روایت کی ہے سند اُسکی صحیح ہے میرے نزدیک اور روایت کی طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے کہ تھے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر نہاتے تھے دن جمعے کے اور ترک کرتے تھے اُسکو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل سنت ہے
واللہ اعلم اور کچھ بیان اسکا باب جمعہ مین آویگا اور اس جگہ بہت سی روایتین ہین کہ ذکر کرنا اُنکا خالی طول سے نہین ص دوسرے دونون عیدونکے
واسطے یعنی عید الفطر اور عید اضحیٰ مین ف جاننا چاہیے کہ عیدین کے غسل مین کئی حدیثین ہین لیکن ضعف سے خالی نہین ہین پہلے تو یہ کہ روایت ہے
فاکہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ صحابی ہونا اُنکا مشہور ہے کہا اُنھون نے کہ حضرت غسل کرتے تھے دن جمعے اور دن عید فطر کے اور دن نحر اور روز عرفہ کے
روایت کیا اسکو امام احمد اور ابو داؤد اور طبرانی نے اپنی معجم مین اور سنن ابن ماجہ مین اور مسند بزار مین بھی مروی ہے شیخ ابن الہمام نے کہا کہ یہ حدیث
ضعیف ہے اور ایسا ہی ذکر کیا نووی نے اور روایت کی ابن ماجہ نے ابن عباس رض سے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کرتے
تھے دن عید فطر اور دن عید اضحیٰ کے اور یہ بھی حدیث ضعیف ہے اور سیوطی رح نے جمع الجوامع مین لکھا ہے کہ زیاد بن اشعری رض نے کہا ایک قوم کو کہ جو فعل
مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہے وہی تمسے دیکھا مگر یہ کہ تم غسل نہین کرتے ہو بیچ عید کے روایت کیا اسکو ابن مندہ نے اور ابن عساکر
نے اور کہا کہ صحیح ہے عیاض سے اور زیاد کا کہنا محفوظ نہین انتہی تو اسمین یہ کلام ہے کہ ابن عساکر کی روایت کا اعتبار نہین جبتک رجال سند کے
معلوم نہون اور اکثر احادیث ضعیفہ بھی ہوا کرتی ہین ان کتابونمین اور مجد الدین فیروز آبادی نے لکھا ہے کہ اس باب مین دو حدیثین آئی ہین یعنی ایک حدیث
ابن عباس رض کی اور ایک حدیث فاکہ رضی اللہ عنہ کی جو دونون ہمنے اوپر نقل کین یہ دونون ضعیف ہین اور بعض محققین نے کہا ہے کہ ہمنے سوا حدیث عیاض رض
اور فاکہ رض کے تیسری حدیث اس باب مین نہین پائی البتہ روایت ہے موطا مین ساتھ سند صحیح کے عبد اللہ بیٹے عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب وہ واسطے نماز عید کے
نکلتے تھے غسل کرتے تھے پہلے اسکے کہ جائین لیکن یہ بات ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری بہت کرتے تھے اور ذراسی
بات بھی جو حضرت نے نہین کی ہوتی تھی نہین کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے حضرت کو غسل کرتے دیکھا ہوگا جیسا کہ فیروز آبادی
نے کہا لٰكِنْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَغْتَسِلُ لِكُلِّ عِيْدٍ وَّشِدَّةُ مُبَالَغَتِهٖ لِمُتَابَعَةِ السُّنَّةِ يَقْتَضِيْ اَنَّ الْحَدِيْثَ فِيْ هٰذَا
الْبَابِ صَحِيْحٌ یعنے صحیح ہوا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ غسل کرتے تھے واسطے عید کے اور شدت مبالغہ اُنکا واسطے متابعت سنت
کے چاہتا ہے اس بات کو کہ حدیث اس باب مین صحیح ہے فقط واللہ اعلم اور روایت کی ترمذی اور دارمی نے زید بن ثابت رض سے اور کہا کہ حسن ہے
کہ حضرت نے کپڑے اُتارے واسطے لبیک [1] کہنے کے اور غسل کیا تو اس سے سنت ہونا غسل احرام کا ثابت ہوتا ہے مگر یہ کہ عموم اسمین نہین
بلکہ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایکبار کیا تو غسل مستحب ہو جاویگا نہ کہ سنت ایسا ہی کہا شیخ ابن الہمام رح نے فتح القدیر مین هٰذَا اَمَا اَظْهَرُ لِيْ اَلْاٰنَ
لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۱۵ ص تیسرے واسطے احرام کے ف احرام کے واسطے غسل کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مسنون ہے اور
دلیل اسکی بھی گذری اور روایتین اس باب مین صحیح ہین اور بیان اسکا حج کے باب مین آویگا ص چوتھے دن عرفے کے ف کیونکہ اوپر
ہمنے ذکر کیا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے دن جمعے کے اور عید فطر اور عید نحر اور روز عرفے کے روایت کیا اسکو بزار نے
اور طبرانی نے اور ابن ماجہ نے اور ابو داؤد اور احمد وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین نے اور یہ بھی ضعیف ہے

[1] مراد اسسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی ہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ [2] یعنے واسطے احرام کے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

باب پانی کے بیان مین جس سے وضو جائز ہے اور جس سے جائز نہین

ص جائز ہی وضو مینہہ کے پانی سے اور چشمے سے یعنی زمین کے پانی سے مثل کنوین وغیرہ کے ف اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ یعنی اور اللہ تعالی اُتارتا ہی پانی آسمان سے تاکہ پاک کرے تمکو اُس سے اور فرمایا وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا یعنی اور اُتارا ہمنے آسمان سے پانی پاک کرنیوالا یہ آیتین دلالت کرتی ہین آسمان کے پانی کے پاک ہونے پر اور زمین کے پانی کے پاک ہونے پر کہ کنوین ہین دلیل یہ ہی جو روایت کی ابوداؤد اور ترمذی نے ابی سعید خدری رض سے کہ پوچھا گیا حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کہ کیا وضو کرین ہم کنوین بضاعہ سے اور وہ کنوان ہی کہ ڈالے جاتی ہین اُسمین کتے اور کپڑے حیض کے اور بدبودار چیزین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی پاک ہی نہین نجس کرتی ہی اُسکو کوئی چیز اور حسن کہا اس حدیث کو ترمذی اور ابن القطان رحمۃ اللہ علیہما نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور ہدایہ مین جو حدیث لکھی ہی کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی پاک ہی نہین نجس کرتی ہی اُسکو کوئی چیز مگر جب بدل جاوی رنگ یا بو یا مزہ اُسکا تو روایت کیا اسکو بیہقی نے ابی اُمامہ رضی اللہ عنہ سے جیسا کہ آگے آویگا اور پانی دریا کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہی کہ روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی نے تحقیق کہ ایک شخص نے پوچھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ ای رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم سوار ہوتی ہین دریا مین اور اُٹھاتی ہین اپنے ساتھ پانی تھوڑا تو اگر وضو کرین ہم تو پیاسے ہون کیا وضو کرین ہم دریا کے پانی سے تو فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ یعنی دریا پاک ہی پانی اُسکا اور حلال ہی مردہ[1] اُسکا کہا ترمذی نے پوچھا مین نے محمد بن اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کو تو کہا اُنھون نے کہ یہ حدیث صحیح ہی اور باقی تفصیل اسکی خوب شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین لکھی ہی ص اور برف کے پانی سے اگر جما[2] ہوا نہ ہو اور اگر جما ہوا ہو تو جائز نہین ف کیونکہ جس صورت مین برف مانند پانی کے بہتی ہی تو حکم اُسکا پانی کا سا ہی وضو جائز ہوگا اور جس صورت مین جمی ہوئی ہی تو وہ پانی مین داخل نہین کیونکہ پانی کی حقیقت مین بہنا بھی داخل ہی ص جائز ہی وضو اُس پانی سے جو رکھے رکھے بدبودار ہوگیا ہو یا اُسکے کسی وصف کو پاک چیز نے مثل خاک یا اشنان یا صابون یا زعفران کے بدل دیا ہو ف اسواسطے کہ ان سب پر پانی کا اطلاق آتا ہی اور روایت کی نسائی نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا روز فتح کے ایک برتن سے کہ اُسمین اثر آٹے کا تھا اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص امام ابی یوسف رح کے نزدیک اگر پاک چیز ایسی ہو کہ پاک کرنا اُس سے مقصود ہوتا ہی تو وضو اُس سے جائز ہی مگر یہ کہ غالب ہو جاوی اوپر پانی کے مثلاً گاڑھا کردی اور اُسکی رقت اور سیلان یعنی بہنے کو کھودی تو وضو اُس سے جائز نہین اور اگر وہ چیز ایسی نہو یعنی اُس سے پاک کرنا مقصود نہو تو اس صورت مین اُسسے دونون روایتین ہین ایک روایت مین غلبہ شرط ہی یعنی اگر غلبہ پانی پر نہ کری تو وضو جائز ہی اور ایک روایت مین غلبہ شرط نہین یعنے چاہے غالب ہو چاہے نہ ہو وضو اُس سے جائز نہین اور امام شافعی رح کے نزدیک اگر وہ چیز کہ پانی مین ملگئی ہی زمین کی قسم سے نہین وضو اُس پانی سے جائز نہین اگرچہ غالب ہووی ف اور احتیاط اسمین ہی جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی ص اگر پانی جاری مین کوئی چیز نجس پڑجاوی اور اثر اُسکا یعنی رنگ و بو و مزہ نہ بدلے وضو اُس سے جائز ہے ف اسواسطے کہ نجاست اُسمین نہ ٹھہرے گی بلکہ بہ جائیگی ایسا ہی ہے ہدایہ مین واللہ اعلم بالصواب ص جاری کسکو کہتے ہین علما کا اسمین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک پانی جاری اُسے کہتے ہین کہ گھانس اور تنکے وغیرہ کو بہائے جاے ف اسی کو صاحب شرح وقایہ نے اختیار کیا ہی اور بعضون نے کہا کہ جاری وہ ہی کہ جسکو لوگ جاری سمجھین اور اسی کو درمختار کے متن مین اختیار کیا ہے اور حق میرے نزدیک یہ ہی کہ جاری اُسے کہتے ہین

[1] یعنی مچھلی ۱۲ [2] اسطرح کہ متقاطر ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ

کہ مطلق جریان اُسمین پایا جاتا ہو اگرچہ کیسا ہی ضعیف ہو واللہ اعلم ص تو اگر ندی اوپر سے روک دیجاوے اور پانی رسان رسان نکلتا ہو وضو اُس سے جائز ہو کیونکہ وہ پانی جاری ہو اور پانی ضعیف مین جو آہستہ بہتا ہو اِسطرح پر وضو کرے کہ پھر پانی مستعمل کو نہ اُٹھالیوے یا دو چلوؤن کے بیچ مین اتنی دیر کرے کہ پانی مستعمل بہ جاوے اور مستعمل پانی کا بیان آگے آویگا ف کیونکہ پانی مستعمل نجس ہو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور اُسکا ذکر آگے ہم کرینگے ص اگر حوض دہ در دہ سے کم ہو اور ایک طرف سے اُسمین پانی آتا ہو اور دوسری طرف سے نکلتا جاتا ہو ہر طرف مین اُس حوض کے وضو جائز ہے[۱] اور اسی پر فتویٰ ہے ف در مختار مین ہے بہٖ یُفْتٰی یعنی اسی پر فتویٰ ہے ص اور بعضون کے نزدیک اگر چار در چار ہو یا کم تو جائز ہو اور اس سے زیادہ مین جائز نہین اور اگر پانی بدبو دار ہو وے اور معلوم ہو جاوے کہ بو اُسکی نجاست سے ہے وضو اُس سے درست نہین اور اگر معلوم نہ ہو وے تو وضو جائز ہے کیونکہ کبھی بو بسبب زیادہ رکھنے کے ہو جاتی ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور اگر مرا ہوا کتا رواں ندی مین پڑا اور اُسکے عرض کو بند کیا اور پانی کتے کے اوپر جاری ہے اگر وہ پانی جو کتے سے ملا ہوا ہے کم ہو اُس پانی سے جو کتے سے الگ ہو اُسکے نشیب مین وضو جائز ہو ورنہ نہین جائز ہو فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ ہمنے اسی پر اپنے مشائخ کو پایا ہے اور امام ابی یوسف سے مروی ہو کہ اگر کوئی وصف پانی کا نہین بدلا ہو تو اُس سے وضو کرنے مین کچھ خوف نہین اور اگر پانی مین ایسا جانور مر جاوے کہ پانی مین پیدا ہوتا ہو اور اُسمین جیتا ہو جیسے مچھلی اور مینڈک وضو اُس سے جائز ہو اور جو جانور پانی مین نہین پیدا ہوتا اور پانی مین رہتا ہو مثل بط اور مرغابی کے اُسکے مرنے سے پانی نجس ہوتا ہو ف مچھلی وغیرہ کے مرنے سے اسواسطے پانی نہین نجس ہوتا کہ ان جانورونکی جگہ ہی پانی ہے[۲] ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور عاقل پر مخفی نرہے کہ اس سے لازم یہ آتا ہو کہ اگر درندہ خشکی مین مر جاوے تو چاہیے کہ نجس نہ ہو کیونکہ درندے کا مقام خشکی ہو لیکن اسکا جواب یون ہو سکتا ہو کہ معدن سے مراد وہ ہو کہ بغیر اُسکے جی نہین سکتا اور ایسا معدن درندے کا خشکی نہین وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور دوسری دلیل ہدایہ مین اس کی یون لکھی ہو کہ ان مین خون نہین کیونکہ جو جانور کہ دموی ہو پانی مین نہین رہتا ہو اور جب خون نہ ہوا تو پانی نجس نہ ہوگا کیونکہ خون ہی نجس کرنے والا ہو کہا شیخ ابن الہمام نے ھٰذَا التَّعْلِیْلُ ھُوَ الْاَصَحُّ اور اگر پانی کے سوا اور مین مثل سرکے وغیرہ مین اگر یہ چیزین مر جاوین تو بعضون نے کہا کہ سوا مچھلی کے اور مین نجس ہوگا اور بعضون نے کہا ہو کہ کسی مین نجس نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے کذا فی الہدایۃ ص اور اگر پانی مین ایسا جانور مرا جسمین بہتا خون نہین جیسے مچھر اور مکھی وضو اُس سے جائز ہو کیونکہ خون جو نجس ہو وہ بہتا ہی خون ہو ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمھارے برتن کھانے یا پانی مین مکھی گر پڑے تو چاہیے کہ اُسکو ڈبو دو پھر اُسکو نکال ڈالے اسواسطے کہ ایک پر مین اُسکے مرض ہے اور دوسرے پر مین شفا ہے روایت کیا اُسکو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خون کے حیوان کے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا اور یہ دلیل لانا اُس سے اچھا ہے جو دلیل لائے ہین صاحب ہدایہ کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین حلال ہے کھانا اُسکا اور پینا اُسکا اور وضو اُس سے اور پوری حدیث یون ہے کہ روایت کی دار قطنی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا پینا پڑ جاوے اُس مین وہ جانور جس مین خون نہین اور مر جاوے اُسمین تو وہ حلال ہے کھانا اُس کا اور پینا اُس کا اور وضو اُس سے کہا دار قطنی نے نہین مرفوع کیا اس حدیث کو مگر بقیہ نے سعید بن سعید زبیدی سے اور وہ ضعیف ہے اور ابن عدی نے کہا کہ سعید یہ مجہول ہے شیخ ابن الہمام نے کہا کہ یہ بقیہ بیٹا ولید کا ہو روایت کی اس سے بہت اامون نے مثل حماد اور ابن المبارک اور یزید بن ہارون اور ابن عیینہ اور وکیع اور اوزاعی اور اسحٰق بن راہویہ اور شعبہ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے اور روایت کی اُس سے جماعت نے

[۱] اس لیے کہ وہ پانی جاری ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ [۲] یعنی ان جانورونکا پیدا ہونا اور رہنا اور مرنا پانی مین ہوتا ہو پس انکے مرنے سے اگر پانی نجس ہو تو اُسمین بڑا حرج ہو اور حرج شرع مین مدفوع ہے اب درندگان خشکی کا اُسپر قیاس کرنا اور اُس سے نقض کرنا لغو ہو کما لا یخفی ۱۲ مولانا الحاج الحافظ محمد عبد الغفار صاحب مرحوم

مگر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہین کہتا ہون کہ پوچھے گئے یحیی بن معین بقیہ اور اسمٰعیل بن عیاش سے پس کہا کہ کلاھما صالحین یعنی دونون اچھے ہین
اور کہا ابو زرعہ رازی نے کہ بقیہ میرے نزدیک اچھا ہے اسمٰعیل بن عیاش سے اور سعید بن سعید کہا ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر کیا اُسکو خطیب نے
اور کہا کہ نام اُنکے باپ کا عبد الجبار ہے اور وہ ثقہ تھے تو اب جہالت جاتی رہی اور حدیث باوجود اسکے حسن سے کم نہ ہوگی تو معلوم ہوا کہ ابوہریرہ رضی اللہ
تعالی عنہ کی حدیث جو اوپر ہمنے ذکر کی اِس سے زیادہ اور بہت صحیح ہے واللہ اعلم ص اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی نجس ہوجاتا ہے
ف اور قول اول جو مذہب امام صاحب کا ہے صحیح ہے ص جو پانی درخت یا میوے سے نچوڑا جاوے جیسے پانی دہباج کا درخت سے نچوڑا جاتا ہے
اور پانی سیب اور انار کا کہ میوے سے نچوڑا جاتا ہے وضو اُس سے جائز نہین اور اگر خود درخت سے ٹپکے جائز ہے ف کیونکہ اسپر پانی مطلق نہین بولا
جاتا ہے مثلاً جو کوئی سرکہ پیے تو یہ نہین کہا جاویگا کہ فلانے نے پانی پیا اور قرآن شریف مین حکم ہے کہ جب پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو ص اور وضو اُس پانی
سے جسپر کوئی چیز غالب آجاوے اس طرح پر کہ پانی کو اُسکی طبیعت سے نکال دیوے یا پکانے کے سبب سے غالب ہوجاوے جیسے کہ پانی باقلے کا
ف ہدایہ مین ہے کہ باقلے کے پانی سے مراد وہ ہے جو پانی کہ غالب ہوگئی ہو اُسپر کوئی چیز پکانے کے سبب سے ص یا شوربا جائز نہین اور اگر پتے
درخت کے پانی مین پڑے اور اُسکا رنگ یا کوئی وصف بدل گیا وضو اُس سے جائز نہین کیونکہ وہ مانند پانی باقلے کے ہے ف ہدایہ مین ہے کہ جو پانی
بغیر پکنے کے بدل گیا ہو تو اُس سے وضو جائز ہے اور باقلے کے معنے جو صاحب ہدایہ نے بیان کیے شاید وہ شارح وقایہ نے مراد نہین لیے واللہ اعلم
ص اور جو پانی بہتا نہین اُسمین اگر نجاست پڑی وضو اُس سے جائز نہین ف جاننا چاہیے کہ یہان تین مذہب ہین پہلے تو یہ ہے کہ پانی جو جاری
نہین اُسمین اگر نجاست پڑے گی تو نجس ہوجاے گا پانی تھوڑا ہو یا بہت مگر جب کہ وہ حوض دہ در دہ ہو اور اُسکا ذکر آگے آوے گا تو اُس صورتمین
مانند جاری کے ہوگا اور یہ مذہب امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے دوسرا مذہب یہ ہے کہ اگر دو کھال پانی ہو تو نجس نہ ہوگا اور یہ مذہب امام شافعی رحمہ اللہ
اور امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت جب تک کہ اُسکا کوئی وصف نہ بدلے پانی نجس نہ ہوگا اور یہ مذہب امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد رحمۃ اللہ
علیہم وغیرہم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پیشاب کرے ایک تم مین کا بیچ اُس پانی کے جو جاری نہ ہو
پھر غسل کرے اُسمین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ غسل کرے کوئی تم مین سے بیچ پانی دائم کے اور وہ جنب ہو کہا کہ کس طرح
کرے اے ابا ہریرہ رض کہا کہ لیوے اُس سے لینے کر یعنی کسی برتن سے مثلاً لیکر اپنے اوپر پانی ڈالے اور حضرت نے منع کیا ٹھہرے ہوے پانی مین
پیشاب کرنے سے روایت کیا ان دونون کو مسلم نے اپنی صحیح مین اور اس حدیث کو صحیح کیا بہت لوگون نے روایت کیا اسکو مسلم نے کئی طریقون
سے اور بخاری نے بھی اور چارون عالمون نے اور طحاوی اور طبرانی وغیرہم نے بھی اور یہ حدیث مشہور ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ جو پانی جاری نہین وہ نجس ہوجاتا ہے ورنہ منع کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور بھی روایت ہے صحیحین مین ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ جاگے کوئی تم مین سے اپنے خواب سے سو نہ ڈالے ہاتھ اپنا بیچ برتن کے یہان تک کہ دھووے اُسکو تین بار کیونکہ
وہ نہین جانتا کہ کہان رہا ہاتھ اُسکا اور یہ حدیث بہت طریقون سے مروی ہے اور روایت کیا اسکو مسلم نے دس طریقون سے اور روایت کیا اسکو
ترمذی نے اور کہا کہ حسن صحیح ہے اور اس باب مین روایت ہے ابن عمر اور جابر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور بھی روایت کیا اسکو ابوداؤد
اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور یہ بھی حدیث مشہور ہے اور بھی روایتین مؤید اسکی کنوین کے باب مین آوین گی اور امام شافعی رح کے
مذہب کی دلیل یہ ہے کہ روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھون نے پوچھے گئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس پانی سے جو کہ ہوتا ہے

جنگلون مین اور پیتے ہین اُس پانی سے چارپائے درندے فرمایا آپ نے کہ جب ہو پانی قلّتین نہ اُٹھائیگا ناپاکی اور روایت کیا اسکو احمد
اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور دارمی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم اور ابن خزیمہ اور دارقطنی اور بیہقی وغیرہم نے ابن عمر اور جابر اور
ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے اور ایک روایت مین ابو داؤد کی ہے کہ وہ نجس نہ ہوگا اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اول کتاب
مین جون مسندون سے نو مسندون مین اس لفظ سے لائے ہین اِذَا کَانَ الْمَاءُ اَرْبَعِیْنَ قُلَّۃً یعنے جب ہووے پانی چالیس قلّہ اوّل
اُن نو کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے اور اسکو ضعیف کیا اور باقی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے بعض طریقون مین لَمْ یَنْجُسْ ہے اور
بعضون مین لَمْ یُنَجِّسْہُ شَیْءٌ اور سینتالیس اور طریقے ہین ایک اُن مین سے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ساتھ اس لفظ کے
اِذَا کَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ لَمْ یُنَجِّسْہُ شَیْءٌ اور باقی ایک دوسرا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے ساتھ اس لفظ کے
اِذَا کَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ فَصَاعِدًا لَمْ یُنَجِّسْہُ شَیْءٌ اور باقی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور بعض روایتون مین تو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہے اور بعض مین عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہے اور چالیس قلّون کی روایت ابن منکدر نے
بھی کی ہے اور ابن ماجہ کی روایت مین ہے قُلَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا یعنے دو قلّے ہون یا تین اور بھی روایت کی ابن عدی نے جابر رضی اللہ
عنہ سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پہونچ جاوے پانی چالیس قلّے پر نہ احتمال رکھیگا نجاست کا اور کہا ابن عدی
نے کہ یہ حدیث صحیح نہین غلط کیا ہے اسمعیل قاسم بن عبد اللہ عمری نے اور سیوطی نے اسکا استدراک کیا اور کہا کہ روایت کیا اس کو
دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اسکو عقیلی نے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے ساتھ سند صحیح کے ابن عمر رضی اللہ
عنہ سے قَالَ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اَرْبَعِیْنَ قُلَّۃً لَمْ یَنْجُسْ یعنی جب پہونچے پانی چالیس قلّہ نہین نجس ہوگا اور بعض روایتون مین ہے
اَرْبَعِیْنَ غَرْبًا اور بعضون مین اَرْبَعِیْنَ دَلْوًا سو اس حدیث کے لفظون مین اضطراب ہوا اور بھی بعض حدیثون مین آیا ہے
لَا یُنَجِّسُہُ شَیْءٌ اور بعضون مین لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ اور بھی سند مین اسکی اختلاف ہے ابی اسامہ پر کبھی تو کہتے ہین عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ کَثِیْرٍ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اور کبھی کہتے ہین عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَیْرِ اور جواب اسکا یہ ہے کہ جائز ہے کہ ابی اسامہ نے دونون سے
سنا ہو اور بھی اس حدیث مین ابی اسامہ نے کہا عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اور وہ ہے عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اور اسکا
یہ جواب ہے کہ وہ دونون بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہین اُن دونون نے روایت کی ہوگی اور بھی ان حدیثون مین ایک
روایت مین ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور ایک مین ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اور جواب اسکا یہ ہے کہ جائز ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے بھی سنا ہو اور آپ بھی سنا ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
لیکن اضطراب لفظی اس حدیث مین بہت ہے کسی مین ہے قُلَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا کسی مین ہے اَرْبَعِیْنَ قُلَّۃً کسی مین ہے اَرْبَعِیْنَ غَرْبًا
کسی مین ہے اَرْبَعِیْنَ دَلْوًا کہا امام طحاوی نے وَلِاَنَّہٗ رُوِیَ قُلَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا عَلَی الشَّكِّ یعنی ترک کیا ہم نے حدیث قلّتین کو
اسواسطے کہ وہ روایت کی گئی ہے دو قلّہ اور تین اگر کوئی کہے کہ چالیس قلّون کی روایت ضعیف ہے تو اعتبار اُسی دو قلّون کا ہے جو اکثر
روایات مین ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ دارقطنی نے نو مسندون مین اَرْبَعِیْنَ قُلَّۃً ذکر کیا ہے اُنمین سے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ضعیف ہے
اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور اضطراب لفظی تو اسمین پایا گیا اور اضطراب معنوی جو بعض لوگون نے بیان کیا ہے
اور کہا ہے کہ ایک روایت مین ہے لَمْ یُنَجِّسْہُ شَیْءٌ یعنی نجس نہ کریگا اسکو کچھ اور ایک مین لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ یعنی نہ اُٹھائیگا نجاست کو یعنی

نجس ہوگا تو یہ کچھ نہین کیونکہ اکثر روایات کے یہ معنے کہنا مخالف ہے اور بعید ہے کیونکہ نجاست کا موقوف کرنا قلتین ہونے پر اسکی کچھ وجہ نہین واللہ اعلم پس ایک اضطراب سے یہ حدیث ضعیف ہوئی دوسرے ضعف اسناد بھی اسمین بعض لوگون نے بیان کیا ہے کہا صاحب ہدایہ نے ضَعَّفَهُ اَبُوْدَاؤُدَ اور بعض نسخ ہدایہ مین فِیْ سُنَنِهٖ بھی ہے اور وہ غلط ہے کیونکہ سُنن مین ابوداود کے کہین اسکا ذکر نہین کہا شیخ ابن الہمام نے وَقِیْلَ لَعَلَّهٗ فِیْ غَیْرِ سُنَنِهٖ یعنی کہا گیا کہ یہ غیر سُنن مین ابوداود کے ہے واللہ اعلم اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین وَمِمَّنْ ضَعَّفَهُ الْحَافِظُ بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَالْقَاضِیْ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ الْعَرَبِیِّ الْمَالِکِیُّوْنَ یعنے جنھون نے ضعیف کیا اس حدیث کو اُن مین سے ہین حافظ ابن عبدالبر اور قاضی اسمٰعیل بن ابی اسحٰق اور ابوبکر بن العربی مالکی لوگون نے یعنی ان لوگون نے اس حدیث کو ضعیف کیا اور بدائع مین ہے عَنِ ابْنِ الْمَدِیْنِیِّ لَا یَثْبُتُ حَدِیْثُ الْقُلَّتَیْنِ یعنی روایت ہے ابن المدینی سے کہا اُنھون نے ثابت نہین ہوتی حدیث قُلّتین کی اور کہا صاحب قاموس نے سفر السعادۃ مین بَابُ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خَبَثًا قَالَ جَمَاعَةٌ لَمْ یَصِحَّ فِیْهِ حَدِیْثٌ یعنے باب قُلّتین مین کہا جماعت نے کہ صحیح نہین ہوئی ہے اسمین کوئی حدیث اور بعضون نے کہا ہے کہ سفر السعادۃ مین ہے ضَعَّفَهُ بَعْضُ الْمُحَدِّثِیْنَ وَصَحَّحَهُ بَعْضُهُمْ اور یہ غلط ہے کیونکہ سفر السعادۃ مین کہین اسکا نشان نہین پوری عبارت اُس کی یون ہے بَابُ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خَبَثًا قَالَ جَمَاعَةٌ لَمْ یَصِحَّ فِیْهِ حَدِیْثٌ وَجَمَاعَةٌ قَائِلُوْنَ بِصِحَّتِهٖ وَقَدْ اَوْرَدَهٗ اَکَابِرُ اَهْلِ الْحَدِیْثِ فِیْ مُصَنَّفَاتِهِمْ اِنْتَهٰی اور زیلعی نے کہا حَدِیْثُ قُلَّتَیْنِ ضَعِیْفٌ ضَعَّفَهٗ جَمَاعَةُ الْمُحَدِّثِیْنَ حَتّٰی قَالَ الْبَیْهَقِیُّ مِنَ الشَّافِعِیَّةِ اِنَّهٗ غَیْرُ قَوِیٍّ وَتَرَکَهُ الْغَزَالِیُّ وَالرُّوْیَانِیُّ مَعَ شِدَّةِ اِتِّبَاعِهِمَا لِلشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِضُعْفِهٖ یعنی حدیث قُلّتین کی ضعیف ہے ضعیف کیا اُسکو ایک جماعت نے محدّثین کی یہانتک کہ کہا بیہقی نے کہ وہ قوی نہین اور ترک کیا اُسکو امام غزالی اور رویانی نے باوجود شدت اتباع اُنکی کے واسطے امام شافعی رحمہ اللہ کے واسطے ضعف اُسکے کے اور تمہید مین ہے مَا ذَهَبَ اِلَیْهِ الشَّافِعِیُّ مِنْ حَدِیْثِ قُلَّتَیْنِ مَذْهَبٌ ضَعِیْفٌ یعنے جسطرف شافعی گئے ہین حدیث قلتین سے مذہب ضعیف ہے اور اسرار مین دبوسی کے ہے وَهُوَ حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ یعنی اور وہ حدیث ضعیف ہے اور ان قولون مین ایک نظر ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث کا ضعف بسبب ضعف رجال کے ان لوگون نے مراد لیا ہے یا ضعف بسبب اضطراب کے اگر ضعف بسبب اضطراب کے ہے تو مسلم ہے اور ضعف بسبب رجال کے ہرگز مسلم نہین کہا طحاوی نے خَبَرُ الْقُلَّتَیْنِ صَحِیْحٌ وَاِسْنَادُهٗ ثَابِتٌ یعنی خبر قلتین کی صحیح ہے اور اسناد اُسکی ثابت ہے اور کہا حاکم نے مستدرک مین صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَالْمُسْلِمِ یعنی یہ حدیث صحیح ہے اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور کہا بیہقی نے هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ مَوْصُوْلٌ یعنی یہ اسناد صحیح ہے موصول ہے اور صحیح کیا اُسکو دارقطنی وغیرہ نے اور کہا شیخ ابن القیم نے شرح ابی داود مین اَمَّا صِحَّةُ سَنَدِهٖ فَقَدْ وُجِدَتْ لِاَنَّ رُوَاتَهٗ ثِقَاتٌ لَیْسَ فِیْهِمْ مَجْرُوْحٌ وَلَا مُتَّهَمٌ وَقَدْ سَمِعَ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَلِهٰذَا صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَیْمَةَ وَالْحَاکِمُ وَالطَّحَاوِیُّ وَغَیْرُهُمْ یعنی صحت سند اُسکی تو پائی گئی اسواسطے کہ روایت کرنے والے اُسکے سب ثقہ ہین نہین ہے اُنمین کوئی مجروح اور نہ متہم اور سُنا بعض اُنکے نے بعض سے اور اسی واسطے صحیح کیا ہے اُسکو ابن خزیمہ اور حاکم اور طحاوی وغیرہم نے انتہی البتہ اضطراب لفظی اِسمین بہت واقع ہے اور وہ جو ہمنے چالیس قلون کی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے محمد بن منکدر کی روایت سے نقل کی بعض لوگون نے کہا ہے کہ جابر کہنا غلط ہے بلکہ صحیح عبداللہ بن عمرو بن العاص رض ہے اور یہ غلطی قاسم عمری سے جو اُسکی اسناد مین ہے واقع ہوئی ہے کیونکہ وہ ضعیف ہے

---

[1] مراد اس سے مولانا محمد قطب الدین صاحب ہین ۱۲

ضعیف کیا اُسکو احمد اور بخاری اور یحیی بن معین وغیرہم نے کہا بیہقی نے اَخْبَرَنَا اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ الْحَافِظُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَلِیٍّ الدَّقَّاقَ یَقُوْلُ
حَدِیْثُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اَرْبَعِیْنَ قُلَّۃً خَطَاءٌ وَالصَّحِیْحُ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو یعنے خبردی مجکو ابو عبد اللہ حافظ نے اُنھون نے کہا سُنا مین نے ابا علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ حدیث
محمد بن منکدر کی جابر رضی اللہ عنہ سے خطا ہے اور صحیح محمد بن منکدر سے اُنھون نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے ہے انتہی اور عبد الرزاق نے
مصنف مین روایت کیا اس حدیث کو محمد بن منکدر سے اُنھون نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہا عبد الرزاق نے اَخْبَرَنَا الثَّوْرِیُّ وَمَعْمَرٌ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اور بھی روایت کی یزید بن ہارون نے عاصم بن منذر سے کہا کہ داخل ہوا مین ساتھ عبید اللہ
بن عبد اللہ بن عمر کے ایک باغ مین کہ اُسمین پانی تھا اور اُسمین ایک کھال مُردہ اونٹ کی پڑی تھی سو وضو کیا اُس سے پس کہا مین نے کیا وضو
کرتے ہو تم اُس سے اور اُسمین ایک کھال مُردہ اونٹ کی ہے سو حدیث بیان کی ہمسے اپنے باپ سے اُنھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہ فرمایا آپ نے جب پہونچ جاوے پانی برابر دو قُلّے کے یا تین کے نجس نہ کرے گا اُسکو کچھ اور روایت کی ابوبکر نیشاپوری نے کہا حَدَّثَنِیْ
اَبُوْ حُمَیْدٍ الْمِصِّیْصِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ لُوْطٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ مُجَاھِدٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِذَا کَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ فَصَاعِدًا
لَمْ یُنَجِّسْہُ شَیْءٌ یعنی فرمایا ابن عباسؓ نے کہ جب ہو پانی قلتین یا زیادہ نجس کرے گا اُسکو کچھ اور روایت کیا اسکو ابوبکر بن عیاش نے
ابان سے اُنھون نے ابو یحیی سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے ایسا ہے قول اُنکا اور ایک وجہ ترک کی اس حدیث کی یہ بھی ہے کہ قُلّے کے
لغت مین بہت سے معنی ہین اور معلوم نہین کہ اس جگہ پر کون سے معنی مراد ہین قُلّے کے معنی لغت مین مشک کے ہین اور مٹکے کے اور چوٹی پہاڑ
کے اور ہر چیز بلند کے اور معتبر اس مقام مین امام شافعیؒ کے نزدیک دو قُلّے یعنی مٹکے ہجر کے ہین کہ نام ایک شہر کا ہے کہ وہان کے مٹکے بڑے
بڑے ہوتے ہین اور اس کی تصریح حدیث مین آئی ہے جیسا کہ کہا امام شافعی رحمہ نے اَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدِنِ الزَّنْجِیُّ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ
بِاِسْنَادٍ لَا یَحْضُرُنِیْ ذِکْرُہٗ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ اِذَا کَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خَبَثًا وَقَالَ فِی الْحَدِیْثِ بِقِلَالِ ھَجَرَ قَالَ ابْنُ
جُرَیْجٍ رَاَیْتُ قِلَالَ ھَجَرَ فَالْقُلَّۃُ تَسَعُ قِرْبَتَیْنِ اَوْ قِرْبَتَیْنِ وَشَیْئًا یعنے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ہو پانی دو قُلّے نہ اُٹھاویگا
نجاست کو اور کہا بیچ حدیث کے کہ قُلّے ہجر کے کہا ابن جریج نے دیکھا مین نے قلون ہجر کو پس قُلّہ سماتا تھا دو مشکون کو یا کچھ زیادہ امام شافعی رحمۃ اللہ
علیہ نے فرمایا کہ ہم نے کچھ زیادہ کے کہنے کے موافق اڑھائی مشک کر لی واسطے احتیاط کے اور بعضون نے دو مشک اور تہائی رکھا ہے اور امام
شافعیؒ صاحب کے مذہب مین موافق دو قلون کے پانچ مشکین ہوئین اور مشک بحساب شرع کے پچاس سیر پانی ہے تو قلتین دو سو پچاس سیر پانی
ہوا اور بعضون نے کہا ہے کہ مقدار ایک مشک کی سو رطل عراقی ہین اور رطل عراقی برابر ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ درہم کے ہوتا ہے واللہ اعلم جاننا چاہیے
کہ اس روایت کو اخراج کیا ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ ہو پانی قلتین قلون ہجر سے نہین
نجس کریگا اُسکو کچھ اور ضعیف کیا اسکو ابن عدی نے اور کہا کہ یہ قول مین قِلَالِ ھَجَرَ محفوظ نہین نہین ذکر کیا جاتا مگر اُسی حدیث مین اور مغیرۃ
بن سقلاب کنیت اُسکی ابو بشر منکر الحدیث ہے علاوہ اسکے روایت کیا اسکو دار قطنی نے ایک سند سے کہ اُسمین ابن جریج ہین اور قلال ھجر کا
کچھ اُسمین ذکر نہین اور یہ جو امام شافعیؒ نے روایت کی ہے اول تو خالی اسناد سے ہے دوسرے یہ کہ مسلم بن خالد زنجی شیخ امام شافعی رحمہ کا
قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لَیْسَ بِذَالِکَ الْقَوِیِّ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ لَا یُکْتَبُ حَدِیْثُہٗ وَلَا یُحْتَجُّ بِہٖ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ وَقَالَ عَلِیُّ بْنُ الْمَدِیْنِیِّ لَیْسَ
ھُوَ بِشَیْءٍ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِیْدِ کَانَ فَقِیْھًا عَابِدًا یَصُوْمُ الدَّھْرَ تُوُفِّیَ بِمَکَّۃَ سَنَۃَ ثَمَانِیْنَ وَمِائَۃٍ وَکَانَ

كَثِيْرَ الغَلَطِ فِي حَدِيْثِهِ اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ یعنی کہا ابو حاتم نے کہ وہ قوی نہین حدیث اُسکی خلاف روایت ثقات کے ہو نہین لکھی جائیگی حدیث اُسکی اور نہین حجت پکڑی جائیگی اُس سے اور کہا بخاریؒ نے کہ حدیث اُسکی خلاف روایت ثقات کے ہو اور کہا علی بن المدینی نے کہ وہ کچھ نہین اور کہا احمد بن محمد بن الولید نے کہ وہ فقیہ عابد تھا روزہ رکھتا تھا ہمیشہ وفات کی بیچ مکہ کے سن اسّی اور سَو مین اور بہت غلطی کرتا تھا حدیث مین اگر کوئی کہے کہ ثقہ کہا اُسکو یحیی بن معین نے اور کہا ابن ابی حاتم نے مُسْلِمٌ الزَّنْجِيُّ اِمَامٌ فِي الْفِقْهِ یعنی مسلم زنجی امام ہے فقہ مین اور کہا ابن عدی نے کہ وہ حسن الحدیث ہو وغیر ذلک تو جواب اُسکا یہہ ہو کہ جب ضعیف کہین اُسکو لوگ مانند علی بن المدینی اور بخاری اور ابو حاتم اور امثال اُنکے تو ضعف اُسکا بسبب ثقہ کہنے بعض لوگون کے نہین جاویگا اور اگر مانے بھی تو بھی یہہ حدیث بغیر اسناد کی ہو تو خصم تسلیم نہین کریگا واللہ اعلم اور کہا ابن جریج نے اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ يَحْيَى بْنَ يَعْمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ نَجَسًا وَّلَا بَاْسًا قَالَ فَقُلْتُ لِيَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ قِلَالُ هَجَرَ قَالَ قِلَالُ هَجَرَ قَالَ فَاَظُنُّ كُلَّ قُلَّةٍ تَاْخُذُ قِرْبَتَيْنِ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہو پانی دو مٹکے نہ اُٹھاویگا نجاست اور گندگی کو کہا محمدؐ نے کہ پوچھا مین نے یحیی بن عقیل سے کہ مراد یہان قُلّے ہجر کے ہین کہا کہ قُلّے ہجر کے کہا کہ گمان کرتا ہون مین کہ ہر قلہ سماتا ہوگا دو مشکین اور اِس حدیث مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قِلَالُ هَجَرَ نہین ہو تو حجت نہ ہوگا تو اِس حدیث مین اب قلّے کے معنی نہ معلوم ہوئے تو حدیث ضعیف ہوگی جیسا کہ امام طحاوی نے کہا اِنَّمَا تَرَكْنَاهُ لِاَنَّا لَا نَعْلَمُ مَا الْقُلَّتَانِ یعنی ہم نے ترک کر دیا اِس حدیث کو اسواسطے کہ ہم نہین جانتے کہ کیا ہین دو قلّے اور پوشیدہ نہ رہے کہ جس صورت مین چالیس قلون کی حدیث پر عمل کیا جاویگا تو امام ابو حنیفہؒ صاحب کا مذہب بھی متحقق ہو جائیگا کیونکہ جب یہہ ٹھہرا کہ قُلّتین دو سو پچاس سیر پانی ہوا موافق قول مختار کے تو چالیس قلون کا پانچ ہزار سیر پانی ہوا جیسا کہ حساب سے معلوم ہو جائیگا اور اتنے پانی مین حوض دہ دردہ پورا ہو جاویگا سو مشکون کا یہہ تخمینہ ہو آزمایا نہین گیا واللہ اعلم اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین هٰذَا تَلْخِيْصُ مَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ فِي الْاِمَامِ وَبِهِ تَرَجَّحَ ضَعْفُ الْحَدِيْثِ عِنْدَهُ اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ یہہ خلاصہ ہو اُسکا جو ذکر کیا اُسکو شیخ تقی الدینؒ[۱] نے بیچ امام کے اور اِس سے مرجح ہوا ضعف حدیث کا نزدیک اُنکے تو وجہین ضعف کی اِس حدیث مین کل دو ہین ایک تو اضطراب لفظی و دوسری اشتراک اور باقی اور جو ضعف لوگون نے بیان کیے ہین خالی ضعف سے نہین جیسا کہ اوپر ہم نے بعض وجوہ کی طرف اشارہ بھی کیا ہو اور شیخ شمس الدین نے شرح ابی داؤد مین اِس مبحث کی بہت تفصیل کی ہو جسکو دیکھنا ہو دیکھے یہہ بیان تو سب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا تھا اب دلیلین مذہب امام مالکؒ کی بیان کرتے ہین لیکن بطور اختصار تاکہ کتاب مطول نہ ہو جاوے دلیلین امام مالکؒ کی یہہ ہین کہ روایت کی ابی داؤد اور ترمذی نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا لوگون نے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وضو کرین ہم کنوین بضاعہ سے اور اُسمین ڈالے جاتے ہین کپڑے حیضون کے اور نجاستین اور گوشت کتون کے فرمایا آپنے پانی پاک ہے نہین کرتا اُسکو نجس کچھ اور ترمذیؒ نے اِس حدیث کو حدیث حسن کہا اور امام احمدرحؒ نے تصحیح اسکی کی ہو اور یہہ حدیث اگرچہ مطلق ہو ظاہر مین تھوڑے پانی اور بہت مین لیکن الف لام حدیث مین جو الماء مین ہے اشارہ ہو اُس سے طرف بیر بضاعہ کی خصوصیت کے علاوہ اسکے پانی بیر بضاعہ کا جاری تھا جیسا کہ ہدایہ مین ہے وَالَّذِيْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَرَدَ فِي بِئْرِ بُضَاعَةَ وَمَاؤُهَا كَانَ جَارِيًا فِي الْبَسَاتِيْنِ یعنی اور جو کہ روایت کیا اُسکو مالکؒ نے وارد ہے بیر بضاعہ مین اور پانی اُسکا جاری تھا باغون مین اور فتح القدیر مین ہو

[۱] شیخ تقی الدین سے مراد شیخ تقی الدین بن دقیق العید ہین اور امام اُنکی کتاب کا نام ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ

كَمَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بْنِ شُجَاعٍ الثَّلْجِيِّ بِالْمُثَلَّثَةِ عَنِ الْوَاقِدِيِّ قَالَ كَانَتْ بِئْرُ بُضَاعَةَ طَرِيقًا لِلْمَاءِ إِلَى الْبَسَاتِينِ وَهٰذَا يَقُومُ بِهِ الْحُجَّةُ عِنْدَنَا إِذْ وَثَّقْنَا الْوَاقِدِيَّ أَمَّا عِنْدَ الْمُخَالِفِ فَلَا لِتَضْعِيفِهِ إِيَّاهُ إِلَى آخِرِهِ یعنی جیسے کہ روایت کی طحاوی نے ابن عمران سے اُنھوں نے ابو عبد اللہ محمد بن شجاع ثلجی سے اُنھوں نے واقدی سے کہا اُنھوں نے کہ تھا کنواں بضاعہ کا راستہ واسطے پانی کے طرف باغون کے اور اُس سے حجت قائم ہو گئی ہمارے نزدیک اور لیکن نزدیک مخالف کے تو نہیں واسطے ضعیف کرنے اُسکے کے واقدی کو آخر تک اور روایت کی ابن ماجہ نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے اُن حوضوں سے جو درمیان مکہ شریف اور مدینہ طیبہ کے ہین وارد ہوتے ہین اُنپر درندے اور کتے اور گدھے اور پوچھے گئے وضو سے اُن حوضون مین سے سو فرمایا آپ نے کہ واسطے اُنکے ہے جو اُٹھایا اُنھون نے اپنے پیٹون مین اور واسطے ہمارے ہے جو باقی رہ گیا پانی اور روایت کی ابن ماجہ نے جابر رضہ سے بھی ایسی ہی اور اُسمین بھی ہے إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین مانند اسکے کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَدِيرٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْكِلَابَ تَلَغُ فِيهِ وَالسِّبَاعَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلسَّبُعِ مَا أَخَذَ فِي بَطْنِهِ وَلِلْكَلْبِ مَا أَخَذَ فِي بَطْنِهِ فَاشْرَبُوا وَتَوَضَّؤُا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا بَأْسَ بِهِ إِذَا كَانَ عَشْرًا فِي عَشْرٍ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَرِيحُهُ وَلَوْنُهُ یعنے گذرے حضرت ایک گڑھے پر سو کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ای رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام تحقیق کہ کتے منھ ڈالتے ہین اسمین اور درندے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے واسطے درندون کے ہے جو لیا اُنھون نے اپنے پیٹون مین اور واسطے کتون کے ہے جو لیا اُنھون نے اپنے پیٹون مین سو پیو اور وضو کرو کہا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہین حرج ہے ساتھ اُس کے جب کہ ہو وہ دہ در دہ جب تک کہ نہ بدلے مزہ اُس کا اور بو اور رنگ تو ان حدیثون سے امام مالکؒ بھی تمسک نہین کر سکتے ہین کیونکہ احتمال ہے کہ یہ سب گڑھے دہ در دہ ہون اور پانی کا جب رنگ یا مزہ یا بو بدل جاوے تو پھر اُس سے کسی کے نزدیک وضو جائز نہین کیونکہ روایت کی ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی نہین نجس کرتا ہے اسکو کچھ مگر جب کہ غالب ہو جاوے اُس کی بو پر یا مزے پر یا رنگ پر کوئی چیز اور دارقطنی کا لفظ یہ ہے إِلَّا مَا غَيَّرَ رِيحَهُ وَطَعْمَهُ اور اسناد مین اس حدیث کی رشدین بیٹا سعد کا ضعیف ہے ضعیف کیا اسکو ترمذی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور دو طریقون سے کہ ان مین رشدین بن سعد نہین ایک طریقہ ابی امامہ سے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے إِنَّ الْمَاءَ طَاهِرٌ إِلَّا أَنْ يَتَغَيَّرَ رِيحُهُ أَوْ طَعْمُهُ أَوْ لَوْنُهُ بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيهِ یعنے پانی پاک ہے مگر یہ کہ بدل جاوے بو اُسکی یا مزہ یا رنگ ساتھ نجاست کے کہ حادث ہووے اُس پانی مین اور دوسرے طریقے مین ہے الْمَاءُ لَا يُنَجِّسُ إِلَّا مَا غَيَّرَ طَعْمَهُ أَوْ رِيحَهُ یعنی پانی نہین نجس ہوتا ہے مگر یہ کہ بدل جاوے مزہ یا بو اُس کی کہا بیہقی نے وَالْحَدِيثُ غَيْرُ قَوِيٍّ یعنی یہ حدیث قوی نہین حاصل کلام یہ ہے کہ اِس استثنا کی حدیث قوی نہین آئی ہے واللہ اعلم اور حدیث اَلْمَاءُ طَهُورٌ کو روایت کیا بغوی نے أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مُحَمَّدٍ الْحَنَفِيُّ أَنَا أَبُو الْحَارِثِ طَاهِرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّاهِرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ نَا أَبُو الْمُوَجَّهِ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْمُوَجِّهِ ثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ تُلْقٰى فِيهِ الْحِيَضُ وَلَحْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللہ علیہ و سلم اِنَّ المَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور معنی اس حدیث کے اوپر گذرے اور ایک جواب بعض[1] لوگون نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسکو نہین لائے اور ناچار ذکر کیا قول زہری کا قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِهِ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ أَوْ رِيحُهُ أَوْ لَوْنُهُ یعنی کہا زہری نے کہ نہین حرج ہی ساتھ اُس کے جب تک کہ نہ بدلے اُسکا مزہ یا بو یا رنگ اور یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ جائز ہی کہ یہ حدیث صحیح ہو بجہت اسناد سے چاہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائین یا نہ لائین علاوہ اِسکے احتمال ہی کہ مقصود بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنا حدیث کا مع الاستثنا ہوا اور حدیث مع الاستثنا ضعیف ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ جو حدیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ لائے ہون تو وہ ضعیف ہو واللہ اعلم اور حاصل ان سب تحقیقات کا یہ ہی کہ مذہب حنفیونکا اس باب مین بہت احوط[2] ہی اور اسی پر عمل حتی المقدور کرنا چاہیے تو اس مقام کو تامل سے دیکھ اور جلدی نہ کر تاکہ ظاہر ہو حقیقت حال کی واللہ اعلم مسئلہ اگر یہ کہ پانی دہ در دہ ہو اور نہ کھل جاتی ہو زمین چلو لینے سی تو حکم اُسکا حکم پانی جاری کا ہی تو اگر اتنا پانی ہی کہ دہ در دہ سے کم ہے یا چلو لینے مین زمین کھل جاتی ہی اُسمین اگر نجاست پڑے گی تو وضو جائز نہ ہوگا اور اگر نجاست دہ در دہ پانی مین دکھلائی دیتی ہی نہ وضو کرے مقام نجاست مین بلکہ دوسری جانب سے اور اگر دکھلائی نہین دیتی وضو کرے سب جانبون سے اور جہان پانی مستعمل گرتا ہو وہان بھی وضو جائز نہین مگر حوض دہ در دہ ہو فائدہ اس جگہ پر محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا ہی اور جواب اُسکا شرح وقایہ عربی مین مذکور ہے لیکن اصح یہ بات ہی کہ دہ در دہ کی تقدیر متاخرین نے واسطے عوام کے کردی ہی اور معتبر یہ ہی کہ وضو کرنے والے کی راے جو ہو اُسپر عمل کرے تو اگر اُسکا گمان یہ ہی کہ نجاست دوسری طرف نہین پہونچی ہے تو اُس سے وضو جائز ہی ورنہ نہین اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بیچ عنایہ وغیرہ کے ہے اور یہی ظاہر روایت ہی امام رحمۃ اللہ علیہ سے اور اسی کی طرف رجوع کیا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور تحقیق کیا بیچ بحر[3] کے کہ یہی مذہب ہے اور اسی پر عمل کیا جاوے گا اور دہ در دہ کا اندازہ کرنا کچھ اصل شرعی کی طرف رجوع نہین کرتا اور جو جواب صدر الشریعۃ نے دیا ہی رد کیا گیا ہی یہ مضمون در مختار کا ہی اور دہ در دہ اُسکو کہتے ہین کہ ہر جانب سے دس گز اور سب ملا کر سو گز ہو جاتا ہی جیسا کہ اس نقشے[4] مین ہے اور گز معتبر گز کرباس کا ہی اور وہ سات مٹھی کا ہوتا ہی اور بعض لوگون نے ہشت در ہشت کا اعتبار کیا ہی اور بعضون نے پانزدہ در پانزدہ کا لیکن صحیح اول ہی مسئلہ اور نہین جائز ہی وضو پانی مستعمل سے جو واسطے قربت یا رفع حدث کے استعمال کیا گیا ہو جان لو کہ پانی مستعمل مین علما کے اختلافات ہین پہلا اختلاف اسمین یہ ہے کہ پانی کو مستعمل کون چیز کر دیتی ہی شیخین کے نزدیک پانی مستعمل ہو جاتا ہی حدث کے دفع کرنے یا نیت عبادت سے تو اگر وضو کیا بے وضو نے بغیر نیت کے پانی مستعمل ہو جائے گا اور اگر وضو کیا باوضو نے نیت سے تو بھی پانی مستعمل ہو جاوے گا اور امام محمد صاحب کے نزدیک فقط نیت عبادت سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط رفع حدث سے مگر رفع حدث تو ہوتا ہی وضو سے اور وضو مین اُنکے نزدیک نیت فرض ہے تو اب دفع حدث بھی بغیر نیت کے نہ ہوگا دوسرا اختلاف یہ ہے کہ کس وقت مین مستعمل ہو جاتا ہی تو ہدایہ مین ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب گرا عضو سے مستعمل ہو گیا اور جامع صغیر مین ہی کہ جب گرا اور ایک مقام پر ٹھہر گیا مستعمل ہوا تیسرا اختلاف اسمین یہ ہی کہ اسکا حکم کیا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے یعنی اگر زیادہ ایک درم سے کپڑے یا بدن مین

نقشہ حوض دہ در دہ

١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨	٩	١٠

[1] مراد اس سے مولوی قطب الدین صاحب ہین ١٢ منہ رحمہ اللہ [2] اسواسطے کہ جو پانی حنفیون کے نزدیک پاک ہوگا وہ امام شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کے نزدیک بالاتفاق پاک ہوگا اور خلافِ اُسکے مختلف فیہ ہی بعض کے نزدیک پاک اور بعض کے نزدیک نجس ١٢ عبدہ [3] بحر سے مراد البحر الرائق ہی جو ایک کتاب معتبر فقہ مین ہی ١٢ منہ رحمہ اللہ [4] بعض نسخون مین ایک فصل فی الماء المستعمل مرقوم ہی ١٢

پھر جاویگا سو ناپاک نہ ہووے گی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نجس خفیف ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہے مگر پاک نہین کرتا نجس کو فتویٰ
اُسی کو در مختار مین اختیار کیا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے مشائخ عراق نے اور محیط مین ہے کہ یہی مشہور ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تو اب وضو
اُس سے جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ پاک نہین کرتا اگرچہ خود پاک ہے اور صاحب ہدایہ اسکے نجس ہونے پر دلیل لاتے ہین اس حدیث سے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا نہ پیشاب کرے ایک تم مین کا اُس پانی مین جو جاری نہین اور غسل کرے اُسمین جنابت سے اور اس حدیث کا بیان گذرا اور
اس سے حجت پکڑنا ضعیف ہے کیونکہ اسمین یہ بات نکلتی ہے کہ غسل جنابت سے ٹھہرے پانی مین جائز نہین از روی کراہت تحریمی اور پانی مستعمل کے
نجس ہوجانے پر کچھ دلالت نہین واللہ اعلم ص اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک قول قدیم مین وہ پاک ہے اور پاک کرتا بھی ہے اور
ہم کہتے ہین کہ اگر پاک ہو اور پاک کرے بھی تو جائز ہوگا سفر مین وضو اُس سے پھر پینا اُس سے اور اسکا کوئی قائل نہین ہوا

فصل دباغت کے بیان مین

ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے مگر سور اور آدمی کی ف دباغت کے معنی آگے بیان ہوینگے تو کتے کی بھی کھال پاک ہوجاویگی کیونکہ وہ
بھی ماسواے اُن دونون مین داخل ہے اور صاحب ہدایہ نے اسکی دلیل یہ بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھال کہ دباغت
کیجاوے سو پاک ہوجاویگی اور اُسمین کتا داخل ہے اور سور اسواسطے پاک نہین ہوتا کہ وہ نجس العین ہے بخلاف کتے کے کیونکہ اُس سے شکار کیا جاتا
ہے اور نگہبانی کرائی جاتی ہے اور اس حدیث کو روایت کیا ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اور صحیح کیا اسکو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور
روایت کیا مسلم وغیرہ نے اس حدیث کو اس لفظ سے اِذَا دُبِغَ الْاِھَابُ فَقَدْ طَھُرَ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کی کھال
دباغت سے پاک نہین ہوتی اور اس جگہ پر شیعہ اعتراض کرتے ہین حنفیون پر کہ وہ کتے کی کھال کو کہتے ہین کہ دباغت سے پاک ہوجاتی ہے اور جواب
اُسکا تحفہ اثنا عشریہ کے کید صد و سوم مین مذکور ہے علاوہ اس کے من لا یحضرہ الفقیہ مین جو اُنکے مذہب کی کتاب ہے ایک روایت مرقوم ہے
کہ اگر کھال سور سے ایک ڈول بناوین اور اُس ڈول سے پانی کھینچین وضو اُس پانی سے جائز ہے تو اب دیکھنا چاہیے کہ سور کی کھال زیادہ
نجس ہے یا کتے کی اور آدمی کی کھال پاک نہین ہوتی بسبب حرمت اُسکی کے ایسا ہی ہے ہدایہ مین کہا شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عنایہ مین
ہے کہ جب دباغت کیجاوے کھال آدمی کی پاک ہوجاویگی لیکن نفع لینا اُس سے جائز نہین اور حق میرے نزدیک یہی ہے کیونکہ کراہت اور حرمت کو
ناپاک ہونے مین کیا دخل ہے البتہ انتفاع مین ہے تو انتفاع اُس سے جائز نہ ہوگا اور مردہ جانور کی کھال بھی ہمارے نزدیک پاک ہوجاوے گی
دباغت سے کیونکہ روایت کی ابو داؤد نے ساتھ سند صحیح کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انھون نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا میمونہ رضی اللہ عنہا
نے ہدیہ کی گئی واسطے ایک لونڈی آزاد ہماری کے ایک بکری صدقے سے سو وہ مرگئی تو گذرے اُسپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا کیون نہ دباغت
کر لیا تمنے کھال اُسکی کو سو کہا اُنھون نے کہ اے رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام وہ مردہ ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین حرام کیا گیا مگر
کھانا اُسکا یعنی مردے کا کھانا حرام ہے نہ دباغت کرنا اور بھی روایت کی ابو داؤد نے ساتھ سند صحیح کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا یہ کہ فائدہ لیا جاوے ساتھ کھالون مردے کے جب دباغت کیجاوین اور روایت کی اسمین ابو داؤد نے

ف۱ یعنی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۲ ف۲ حاصل منفعت مخفی نہین کہ ٹھہرے ہوئے پانی مین جنابت سے غسل کرنیکی ممانعت اسوجہ سے ہے کہ وہ پانی نجس ہوجاویگا اور بدن ملوث بہ نجاست ہوجائیگا جیسا کہ شیعہ
کہتے ہین اُسمین ممانعت فرمائی ہے یہ صریح نجاست ماء مستعمل کی دلیل ہے اسکو حجت ضعیف کہنا ضعیف ہے ۱۲ عبدہ ف۳ یعنی مردے کی کھال اُسکا گوشت کھانا حرام ہے نہ دباغت کھال مردے کی ۱۲

سلمۃ بن المحبق سے بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دباغت کرنا مردے کا پاک کرتا ہے اُسکو اور بھی روایت کیا عالیہ بنت سبیع رضی اللہ عنہا
نے اسی باب مین اور روایت کی دارقطنی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اُنھون نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فائدہ لو ساتھ کھالون
مردے کے جب دباغت کیجاوین مٹی سے ہو یا ریت یا نمک ہو یا پانی اور اسناد مین اس حدیث کی معروف بیٹے حسان کے مجہول ہین اور امام
مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھال مردی کی دباغت سے پاک نہ ہووے گی کیونکہ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے اور کہا کہ حسن ہے
اور ابن ماجہ اور نسائی نے عبداللہ بن عکیم سے کہ پڑھی گئی ہمپر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ زمین جہینہ کے اور مین لڑکا جوان تھا یہ کہ
نہ فائدہ اُٹھاؤ مردے سے ساتھ کھال اور پٹھے کے اور اس حدیث کی اسناد مین اضطراب ہے اور اسی واسطے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قائل تھے
پہلے ساتھ اس حدیث کے پھر ترک کیا اسکو بسبب اضطراب اسناد اُسکی کے اور دوسرے یہ کہ بعضون نے کہا ہے اُنہین سے بیہقی بھی ہین کہ صحبت
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہین ہے واسطے عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کے اور یہ حدیث مرسل ہے اگر کوئی کہے کہ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے
خالد رضی اللہ عنہ سے اُنھون نے حکم بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ آئے اور لوگ ساتھ اُنکے طرف عبداللہ بن عکیم کے کہا حکم نے کہ وہ داخل ہوئے
اور بیٹھا مین اوپر دروازہ کے سو نکلے میری طرف اور خبر کی مجکو عبداللہ بن عکیم نے خبر دی اُنکو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا طرف جہینہ
کے قبل موت اپنی کے ایک مہینے یہ کہ نہ نفع لو مردے سے ساتھ کھال اور پٹھے کے تو جواب اُسکا یہ ہے کہ جن سے حکم بن عتبہ نے سُنا وہ لوگ
مجہول ہین علاوہ اسکے عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کو بعض لوگون نے تابعی کہا ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تھا اَنْ لَا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِاِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ اور اہاب کھال کو قبل دباغت کے کہتے ہین اور بعد دباغت کے عربی مین
اُسکو شَن یا قربہ بولتے ہین جیسا کہ سنن ابوداؤد مین ہے وَقَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ يُسَمّٰى اِهَابًا مَا لَمْ يُدْبَغْ فَاِذَا دُبِغَ لَا يُقَالُ لَهٗ اِهَابٌ اِنَّمَا
يُسَمّٰى شَنًّا وَّ قِرْبَةً یعنی کہا نضر بن شمیل نے کہ اہاب جب تک کھال کی دباغت نہین ہوتی کہتے ہین اور بعد دباغت کے اُسکو شن اور قربہ کہتے
ہین انتہی اگر کوئی کہے کہ روایت کیا طبرانی نے اوسط مین اس حدیث کو اس لفظ سے كُنْتُ رَخَّصْتُ لَكُمْ فِيْ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ فَلَا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ
بِجِلْدٍ وَّلَا عَصَبٍ یعنی مین نے رخصت دی تھی تمکو بیچ کھالون مردے کے سو نہ نفع اُٹھاؤ ساتھ کھال اور پٹھے کے اور اسمین تو لفظ اہاب کا
نہین تو جواب اُسکا یہ ہے کہ سند مین اس حدیث کی فضالۃ بن مفضل ضعیف ہے اور زہری کا مذہب یہ ہے کہ دباغت کی بھی کچھ حاجت نہین بلکہ قبل
دباغت کے بھی فائدہ اُٹھانا اُس سے درست ہے اور یہ مذہب مخالف احادیث صحیح کے ہے کیونکہ حدیثون مین دباغت کی قید واسطے طہارت
کے لگی ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ف اور دباغت کہتے ہین نجاست دور کرنے کو کھال سے تو اگر دوائیون سے ہے مانند قرظ[1] اور مثل
اُسکے کے تو ایسی دباغت مین کھال پاک ہو جاویگی اور پھر کبھی اُسمین نجاست نہین آتی اور اگر خاک یا آفتاب سے ہو تو اُس صورت مین جب تک
کھال سوکھی رہتی ہے پاک رہتی ہے اور پھر اگر اُسکو پانی پہونچے تو اُسمین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتین ہین ایک روایت مین نجس ہو جاتی ہے
اور دوسری روایت مین نجس نہین ہوتی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر ایسی آفتاب سے سوکھی ہے کہ اُسکے چھوڑ دینے سے سڑ نہ جاویگی تو پھر نجاست
اُسکی نہ لوٹے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کھال مردی کی اگر سوکھ جاوے اور پھر پڑے پانی مین نجس نہ ہووے گی اور نافہ مشک کا اگر کوئی
اُسکو لیے نماز پڑھتا ہو تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور وہ پاک ہے تر ہو یا خشک وہ جانور ذبح کیا ہوا ہو یا نہو ف درمختار مین اسی کو اختیار کیا ہے اور
یہی صحیح ہے ف جسکی کھال دباغت سے پاک ہوتی ہے اُسکی کھال بھی اور گوشت ذبح سے پاک ہوتا ہے خواہ مسلمان ذبح کرے یا اہل کتاب

[1] قرظ محرک نام دوا کا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ

ف جیسے یہود اور نصاری تو مشرک کا ذبح کیا ہوا پاک نہ ہوگا ص مگر قصداً اللہ کے نام کو نہ چھوڑے ف اور اگر بھولے سے چھوڑ دیوے گا
تو پاک ہو جاویگا ص اگرچہ گوشت اُسکا کھایا نہ جاتا ہو یعنی حرام ہو اور جسکی کھال دباغت سے پاک نہین ہوتی ذبح سے بھی پاک نہین ہوتی
ف یہ جو کہا ہے کہ گوشت اُس جانور کا جو کھایا نہین جاتا ذبح کرنے سے پاک ہو جاویگا اسپر فتوی نہین بلکہ فتوی اسپر ہے کہ کھال اُسکی پاک
ہو جاتی ہے اور گوشت نہین پاک ہوتا جیسا کہ درمختار مین ہے هٰذَا اَصَحُّ مَا يُفْتٰى بِهٖ وَاِنْ قَالَ فِي الْفَيْضِ الْفَتْوٰى عَلٰى طَهَارَتِهٖ یعنی صحیح
یہی ہے جو فتوی دیا جاتا ہے ساتھ اُسکے اگرچہ کہا فیض مین کہ فتوی اوپر پاکی اُسکی کے ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے
شارحین نے مانند صاحب عنایہ اور صاحب نہایہ کے ص پانچ چیزین مردے کی پاک ہین بال اور ہڈی اور کھر اور سینگ اور پٹھے اور
آدمی کے بال اور ہڈی بھی پاک ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے کہ حرام کیا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مردے سے گوشت اُسکا لیکن کھال اور صوف سو نہین ہے حرج ساتھ اُسکے اور ضعیف کیا اسکو ساتھ ضعف عبد الجبار بن مسلم کے اور
یہ ممنوع ہے کیونکہ ذکر کیا انکو ابن حبان نے ثقات مین سو حدیث درجہ حسن سے نہین اُتریگی پھر نکالا اُسکو دارقطنی نے ابی بکر ہذلی سے
اُنھون نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے کہا اُنھون نے سُنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے
قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْمَيْتَةِ حَلَالٌ اِلَّا مَا اُكِلَ مِنْهَا فَاَمَّا الْجِلْدُ وَالْقُرُوْنُ وَالشَّعْرُ
وَالصُّوْفُ وَالسِّنُّ وَالْعَظْمُ فَكُلُّهٗ حَلَالٌ لِاَنَّهٗ لَا يُذَكّٰى یعنے لیکن کھال اور سینگ اور بال اور صوف اور دانت اور ہڈی سو کل اُس کا
حلال ہے اسواسطے کہ وہ تزکیہ نہین کیے جاتے اور کہا دارقطنی نے کہ ابو بکر یہ متروک ہے اور بھی روایت کی دارقطنی نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے اُنھون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہین حرج ہے ساتھ مشک مردہ کے اور نہین حرج ہے ساتھ صوف کے اور بال اور سینگ اُسکے جب دھو لیا جاوے ساتھ
پانی کے اور ضعیف کیا اسکو ساتھ ابی یوسف بن السفر کے اور روایت کی بقیہ نے عمر بن خالد سے اُنھون نے قتادہ رض سے اُنھون نے حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرتے تھے ساتھ عاج کے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور حق یہ ہے کہ عاج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کنگھی کرتے تھے اور روایت ہے ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ خریدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک ہار عصب سے
اور دو کنگن عاج کے اور اسکی اسناد مین حمید اور سلیمان دونون راوی مجہول ہین اور ذکر کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقاً کہا زہری نے بیچ ہڈی
مردے کے مانند ہاتھی وغیرہ کے کہ پایا مین نے بہت لوگونکو علماے سلف سے کہ کنگھی کرتے تھے اُس سے اور تیل ڈالتے تھے اُسمین اور کچھ حرج نہین
دیکھتے تھے اُسمین اور اسلاف زہری کے وہ صحابہ ہین یا بڑے بڑے تابعین اور کہا حماد نے کہ نہین حرج ہے ساتھ ریشون مردے کے اور کہا
ابن سیرین اور ابراہیم نے نہین حرج ہے ساتھ تجارت عاج کے اور روایت بقیہ کی اپنے شیوخ مجہولین سے ضعیف ہے اور امام شافعی صاحب کے
نزدیک یہ چیزین نجس ہین اور دلیل لاتے ہین ساتھ حدیث ابن عمر کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کرو ناخون اور خون اور بالونکو
اسواسطے کہ وہ مردہ ہین اور جواب اسکا یہ ہے کہ اسناد مین اسکی عبد اللہ بن عزیز ہے کہا ابو حاتم نے کہ حدیثین اُسکی منکرہ کذب ہین اور نہین محل
اُسکا صدق نزدیک ہمارے اور کہا ایسا ہی ہے علی بن الحسین رض نے اور ایک حدیث یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین نفع لیا
جائیگا مردے سے ساتھ کسی چیز کے اور یہ بھی حدیث ضعیف ہے واللہ اعلم ص اور جس شخص نے اپنے ٹوٹے دانت کو اپنے منہ مین رکھ لیا
اور نماز پڑھی نماز اُسکی جائز ہے اگرچہ درہم سے بڑھ جاوے اور امام محمد رح کے نزدیک اگر درہم سے زیادہ ہوگا نماز نہین درست

سلہ صوف بالضم پشم گوسفند و پوست وگردن و موہیای آویختہ بر گردن ۱۲ منتخب

ہوگی ف ہمارے نزدیک اسواسطے نماز جایز ہوگی کہ دانت ہڈی ہے اور ہڈی انسان کی پاک ہے

ص فصل کنوین کے بیان مین

ف جاننا چاہیے کہ مسائل کنوین کے بنی ہین اتباع آثار تابعین اور صحابہ پر اور حدیثین صریح ہر مسائے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین آئین اور قیاس کو بھی کچھ اسمین دخل نہین تو اب بعض بہلا اعتراض کرتے ہین حنفیون پر کہ صاحبین قول جو ہا گر نیسے نکلے تو کیا ہوا کیونکہ پانی نجس تو اسکا اب بھی اسمین باقی ہے دفع ہوگیا اسواسطے کہ اس امر مین تابعداری اقوال صحابہؓ اور تابعینؒ کی ہے اور وہ جو کہتے ہین کہ کیا کنوین کے پانی سے ملائی اثار لاتے ہین بے ادبی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے کیونکہ ہر مسالہ ایسا نہین کہ اسمین قیاس کو دخل ہو وے مثلاً قہقہہ کرنیسے وضو ٹوٹ جانا اسمین قیاس کو دخل نہین بلکہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہے اسیطرح رکھا گیا اور امام شافعیؒ صاحب کے نزدیک تو کنوین مین کیسی ہی نجاست پڑے پانی پاک رہیگا کیونکہ جب پانی دو قلے برابر ہو نہین نجس کرتا اسکو کچھ یہ انکا مذہب ہے جیسا کہ اوپر بیان اسکا تفصیل سے گذرا اصل اگر کنوین مین نجاست پڑے یا کوئی حیوان مرجاوے اور پھول یا پھٹ جاوے یا آدمی یا بکری یا کتا مرجاوے سب پانی اسکا کھینچ ڈالا جاویگا اگر ممکن ہو ف مطلب اسکا یہ ہے کہ کوئی حیوان اگر پھول یا پھٹ جاوے تو سب پانی کھینچنا واجب ہوگا اور اگر فقط مرجاوے تو اگر آدمی ہے یا کتا یا بکری یا جو چیزین جثے مین انکے برابر ہین تو بھی سب پانی کھینچا جاویگا دلیل اس بات کی کہ نجاست کے گرنیسے سارا پانی کھینچا جاویگا یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف مین خالد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ پوچھے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے جو پیشاب کرے کنوین مین کہا کہ پانی اسکا کھینچا جاویگا اور دلیل اسکی کہ اگر حیوان پھول یا پھٹ جاوے یہ ہے کہ اس صورت مین نجاست جو اسکے پیٹ مین ہے سب کنوین مین پھیل جاویگی اور اسمین چھوٹا اور بڑا جانور سب برابر ہے اور دلیل اسکی کہ اگر آدمی مرجاوے تو سارا پانی نکالا جاوے یہ ہے کہ روایت کی دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے تحقیق کہ ایک حبشی گر کنوین مین زمزم کے پس مرگیا سو حکم کیا ساتھ اسکے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تو وہ نکالا گیا اور حکم کیا یہ کہ کھینچا جاوے پانی اسکا کہا کہ پس مغلوب کیا انکو ایک چشمے نے کہ آیا رکن کی طرف سے تو بند کیا گیا لوہے کے گرزون وغیرہ سے یہانتک کہ کھینچ ڈالا اسکا پانی سو جب کھینچ چکے اسکو جاری ہوگیا وہ چشمہ انکے اوپر اور یہ حدیث منقطع ہے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نہین سنا اور نہ دیکھا انکو اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے ہیثم سے انھون نے منصور سے انھون نے عطا سے اور یہ سند صحیح ہے اور روایت کیا اسکو طحاوی نے صالح بن عبدالرحمن سے ثنا سعید بن منصور ثنا ھشیم عن منصور عن عطاء ان حبشیا وقع فی زمزم فمات فامر عبد اللہ بن الزبیرؓ فنزح ماؤھا فجعل الماء لا ینقطع فنظر فاذا ھی عین تجری من قبل الحجر الاسود فقال ابن الزبیرؓ حسبکم فھذا ایضا صحیح باعتراف الشیخ بہ فی الامام یعنی کہا عطا نے کہ ایک حبشی گر پڑا بیچ زمزم کے سو مرگیا تو حکم کیا عبداللہ بن الزبیرؓ نے سو کھینچا گیا پانی اسکا تو پانی ایسا ہوگیا کہ ٹوٹتا ہی نہ تھا سو نظر کیا گیا تو یکا یک ایک چشمہ ہے کہ جاری ہے حجر اسود کیطرف سے تو کہا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہ بس کافی ہے تمکو اور یہ بھی صحیح ہے ساتھ اقرار شیخ تقی الدین بن دقیق العید کے امام مین ایسا ہی ہے فتح القدیر مین اور وہ جو سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ مین مکے مین ستر برس ہون نہ دیکھا مین نے کسی بڑے چھوٹے کو کہ پہچانتا ہو حدیث زنگی کی کہ وہ گر پڑا تھا زمزم مین تو اسکا جواب یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ کا نہ دیکھنا کچھ دلیل نہین ہو سکتی ہے باوجود اسکے کہ جب سند صحیح سے ثابت ہوا اور دلیل اس بات کی کہ جب

۵۱ اور اقوال صحابہؓ کے ان مسائل مین جنمین عقل کو دخل نہ ہو حکم مرفوع مین ہوتے ہین یعنی مثل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ اصول مین مقرر ہے اور مسائل چاہ کے ایسی ہی ہین ۱۲ عبد الحق

۵۲ بشرطیکہ اسمین پانی دہ در دہ نہ ہو ۱۲ ۵۳ یا مرا ہوا اسمین ڈالا جاوے ۱۲ ۵۴ اور وہ چشمہ زمزم مین آن کے پھوٹا تھا اس سبب سے سارا پانی نکالنا اسکا دشوار ہوگیا تھا ۱۲ منہ رحمہ اللہ

بکری مرجاوے تو سارا پانی نکالا جائیگا وہی ہے جو اوپر گذری اور بکری کا پیشاب نجس ہے امام ابو یوسف رح اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا
کہ بچو تم پیشاب سے اور یہ مطلق ہے شامل ہر جانور کے پیشاب کو اور اس حدیث کو روایت کیا حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور کہا کہ اوپر شرط بخاری اور مسلم کے ہے
اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے انس رضی اللہ عنہ سے اور بھی روایت کیا اسکو بزار نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک پیشاب اُن جانورونکا جنکا گوشت کھایا جاتا ہے پاک ہے اور دلیل اُنکی یہ ہے جو روایت کی بخاری و مسلم نے کہ آئی قوم عرینیین سے مدینے مین حضرتؐ کے
پاس تو اُنکو جلندھر ہو گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ باہر نکلین اور صدقے کے اونٹونکا دودھ اور موت پیوین آخر حدیث تک اور جواب اُسکا یہ ہے
کہ یہ حکم اول اسلام مین تھا اور یہ حدیث منسوخ ہے ساتھ اُس حدیث کے کہ جسکو حاکم نے روایت کیا ہے واللہ اعلم بالصواب اور دوا مین موت اُن جانورونکا
جو حلال ہین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیماری مین بھی جائز نہین اور دلیل اُنکی یہی حدیث ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین رکھی گئی شفا
تمھاری اُس چیز مین جو حرام کی گئی تمھارے اوپر اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہے پینا اُسکا تب بھی کیونکہ وہ اُنکے نزدیک پاک ہے
اور احتیاط اسمین ہے کہ اُسکو حتی الامکان نہ پیوے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے واسطے دوا کے اگر اور دوا پاک موجود نہ ہو اور یہی قول صواب ہے
اور تاویل اس حدیث کی جس سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دلیل لاتے ہین یہ ہے کہ حضرتؐ نے شفا اُنکی پیشاب سے اونٹونکی وحی سے پہچانی ہوگی واللہ اعلم بالصواب ص
اور اگر ممکن نہو وے تو دو آدمی عادل جنکو پانی مین پہچان ہو معین کردین اور جتنا پانی بتادین کھینچ ڈالا جاوے اور امام محمدؒ کے نزدیک دو سو ڈول یا تین سو
کھینچین ف اور زاہدی مین ہے کہ اگر ایک آدمی صاحب بصارت ہو تو بھی کافی ہو جاویگا اور روایت ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ سونپا جاویگا رائے
متوضی پر اور ایک روایت مین اُنسے ہے کہ سو ڈول کھینچنا چاہیے اور روایت ہے امام ابی یوسفؒ سے کہ ایک گڑھا بقدر کنوین کے کھودین سو اُسمین پانی بھرین
جب وہ بھر جاوے تو پھر نہ کھینچین ایسا ہی ہے زاہدی مین اور امام محمدؒ کے نزدیک تین سو ڈول نکالے جاوین اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ بیچ نصاب کے ہے
ص اور اگر کبوتر کے مثل یا مرغی کے مرجاوے چالیس ڈول سے ساٹھ تک کھینچین ف کیونکہ روایت ہے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھون نے
بیچ مرغی کے کہ جب مرجاوے کنوین مین کھینچے جاوین اُس سے چالیس ڈول ایسا ہی ہے ہدایہ مین اور یہ حدیث مجکو نہین ملی کہ کس نے اسکو روایت کیا ہے
اور روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین حماد بن سلیمان سے کہ کہا اُنھون نے بیچ مرغی کے کہ پڑے کنوین مین اور مرجاوے نکالے جاوین اُس سے چالیس
ڈول یا پچاس پھر وضو کیا جاوے اُس سے اور بلی بھی مانند مرغی کے ہے اور خزانۃ الفقہ مین ہے کہ پچاس ڈول نکالے جاوینگے جیسا کہ روایت کی ہے
حماد بن سلیمان سے اور بھی روایت کی شعبی سے کہ کہا اُنھون نے بیچ پرندے اور بلی کے اور مانند اُنکے مین کہ نکالے جاوینگے چالیس ڈول اور اسناد
اسکی صحیح ہے کہا اسکو امام عینی نے اور روایت کی اُنھون سے کہ نکالے جاوینگے ستر ڈول اور روایت کی عبداللہ بن سبرہ سے اُنھون نے شعبی سے کہا عبداللہ
رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مین نے پوچھا شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ مرغی کنوین مین گرکر مرجاوے کہا کہ نکالے جاوینگے اُس سے ستر ڈول اور روایت کی ابراہیم نخعی
سے کہ کنوین مین اگر پڑ جاوے بیٹری یا بلی اور مرجاوے کہا کہ نکالے جاوینگے چالیس ڈول واللہ اعلم ص اور اگر مانند چڑیا یا چوہے کے مرا ہے بیس ڈول
سے تیس ڈول تک کھینچے جاوینگے ف کیونکہ روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھون نے بیچ چوہے کے کہ مرجاوے کنوین مین اور نکالا جاوے
اُسی وقت نکالے جاوینگے اُس مین سے بیس ڈول ایسا ہی ہے ہدایہ مین اور یہ حدیث مین نے نہین پائی اور روایت کی طحاوی نے

۱؎ پوری حدیث یون ہے استنزہوا عن البول فان عامۃ عذاب القبر منہ یعنی بچو تم پیشاب سے اس سبب سے کہ اکثر عذاب قبر کا اُسی سے ہوا کرتا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۲؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طبیب جاہل
کسی حرام چیز کے فوائد شفائی مرض کے لیے بیان کرے تو اُسکو غلط اور لغو جاننا لازم ہے کیونکہ خدا اور رسولؐ کے علم سے بڑھکر کسیکا علم نہین ۱۲ منہ ۳؎ اور دوسرونکو اُسکی شفا پر یقین نہین ہو سکتا اور قول اطبا کا اس باب
مین حجت نہین ہو سکتا کذا فی دلچسپ ۱۲ منہ ۴؎ درمختار مین ہے کہ قول صاحبین صاحب بصارت پر فتوی ہے اور کہا گیا ہے کہ فتوی قول فتوی پر ہے تین سو ڈول تک کہ یہ سہل ہے اور اس قول مین آسانی ہے اور قول اول مین احتیاط زیادہ ہے اور ردالمحتار مین قول اول کو لکھا ہے وہو الاصح

شرح آثار مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی کنوین کے کہ مرجاوے اُسمین چوہا کھینچا جاویگا پانی اُسکا اور بھی روایت کی اُنسے اِذَا سَقَطَتِ الْفَارَةُ
اَوِ الدَّابَّةُ فِی الْبِئْرِ فَانْزَحْهَا حَتّٰی یَغْلِبَكَ الْمَاءُ یعنے جب پڑ جاوے چوہا یا جانور چارپایہ سو کھینچ پانی اُسکا یہانتک کہ مغلوب کرے تجکو پانی
اور روایت کی ابراہیم نخعی سے کہ اگر چوہا گرے نکالے جاوین اُسمین سے بقدر چالیس ڈول کے اور شعبی اور حماد اور ابراہیم یہ سب تابعین مین
سے ہین ص اور ڈول اوسط کے ہون ف یعنی بیچ کے درجے کے بڑے نہ چھوٹے اور بیچ کے درجے کا ڈول اُسے کہتے ہین جو مستعمل ہو
ہر شہر مین اور روایت کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ڈول ایسا ہو جسمین ایک صاع پانی آتا ہو یعنے پونے دو سیر یا دو سیر بحساب وزن
ہندوستان کے اور اگر بڑا ڈول ہو تو حساب کرکے برابر کرین اور اگر ڈول چھوٹا ہو تو کنوین سے نکلنے تک اگر آدھا پانی بہ جاتا ہے تو درست ہوگا
اور اگر آدھے سے کم گرتا ہے تو جائز ہوگا جیسا کہ شیخ زاہدی کہتے ہین کذا فی جامع الرموز ص اگر کنوین سے نجاست نکلی یا حیوان مرا ہوا نکلا
اور پھولا یا پھٹا نہین ہے اور معلوم نہین کہ کس وقت گرا ہے امام صاحب کے نزدیک اُسکی نجاست کا حکم ایک دن ایک رات سے کرینگے اور اگر
پھولا یا پھٹا ہے تو نجاست کا حکم تین دن تین رات سے کیا جاویگا ف تو اول صورت مین ایک دن ایک رات کی نمازین قضا کیجاوینگی اور
دوسری صورت مین تین دن اور تین رات تک کی قضا کیجاوینگی اگر وہ شخص اُس پانی سے اتنے روزون سے وضو کرتا ہوگا اور اُسی سے
نماز پڑھی ہوگی ص اور امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جس وقت سے کہ وہ جانور یا وہ نجاست معلوم ہوئی اُسی وقت حکم نجاست کا کرین گے
جھوٹا آدمی اور گھوڑے اور جس جانور کا گوشت حلال ہے پاک ہے اور جھوٹا کتے اور سؤر اور درندون کا نجس ہے ف لیکن جھوٹا کتے کا اسواسطے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ کتے کے کہ اگر مُنھ ڈالے برتن مین دھویا جاوے تین مرتبے یا پانچ مرتبے یا سات بار روایت کیا اس کو
دارقطنی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور کہا کہ منفرد ہوا ساتھ اس حدیث کے عبدالوہاب اُنھون نے اسمعیل سے اور وہ متروک ہے اور سوا
عبدالوہاب کے روایت کرتے ہین اسمعیل سے سات بار دھونے کو مین کہتا ہون کہ صحیحین وغیرہ مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سات بار دھونا روا
کیا گیا ہے اور تین بار کا لفظ منکر ہے اور خلاف روایت ثقات کے ہے اور روایت کی دارقطنی نے ساتھ سند صحیح کے عطا سے فعل ابی ہریرہ
رضی اللہ عنہ کا کہ جب کتا مُنھ ڈالتا تھا برتن مین پانی بہا دیتے تھے اُسکا پھر دھوتے تھے اُسکو تین بار اور روایت کیا ابن عدی نے کامل مین اس
حدیث کو اور اسناد مین اُسکی حسین بن علی کرابیسی ہے کہا ابن عدی نے کہ نہین پاتا ہون مین واسطے کرابیسی کے کوئی حدیث منکر سوا اسکے اور نہین
دیکھتا ہون مین کچھ حرج ساتھ اُسکے حدیث مین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کے مُنھ ڈالنے سے سات بار دھویا جاویگا کیونکہ
روایت ہے صحیحین اور جامع ترمذی وغیرہم مین حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مُنھ ڈالے کتا بیچ برتن
تمھارے مین تو دھوؤ اُسکو سات بار اور احتیاط اسمین ہے کہ سات بار دھووے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہرگاہ مختلف ہوئین حدیثین
رجوع کیا ہمنے طرف اور نجاست کے تو دیکھا کہ تین بار دھونا اُنسے واجب ہے تو حکم کیا اسمین بھی ہمنے ایسا ہی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور جھوٹا
سؤر کا اسواسطے نجس ہے کہ وہ نجس عین ہے اور جھوٹا درندون کا اسواسطے کہ گوشت اُنکا نجس ہے اور اُسی سے لعاب دہن پیدا ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ
ص اور جھوٹا بلی اور اُس مُرغی کا جو چھٹی پھرتی ہے اور پرندون شکاری اور حشرات الارض کا مکروہ ہے ف لیکن پاک ہے بلی کا جھوٹا اور امام ابو یوسفؒ
رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جھوٹا مکروہ نہین کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلی کا جھوٹا کھایا اور کہا کہ وہ نجس نہین اور وہ پھرنے والون
مین سے ہے اوپر تمھارے اور تحقیق دیکھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کرتے تھے ساتھ جھوٹے اُسکے کے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے

۱؎ مفاد یہ کہ نیچے مراد یہ ہے کہ آدمی پانی کھینچتے کھینچتے تھک جاوے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۲؎ واسطے ازالہ حدث کے ۱۲ ۳؎ اگرچہ جنب یا کافر ہو ۱۲

اور دلیل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْسِّنَّوْرُ سَبُعٌ یعنے بلی درندہ ہے اور درندون کا جھوٹا مکروہ ہے روایت کیا اسکو حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور صحیح کیا اسکو اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے ساتھ ایک قصے کے اور دونون سندون مین عیسی بن مسیب ہے صحیح کیا اسکو حاکم نے بسبب توثیق اسکی کے اور ایک روایت مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَاِذَا وَلَغَ الْہِرَّۃُ غُسِلَ مَرَّۃً یعنے جب منھ ڈالے بلی تو دھویا جاوے ایک بار اَخْرَجَہٗ اَبُوْدَاوٗدَ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور مرغی چھٹی ہوئی کا جھوٹا اسواسطے مکروہ ہے کہ وہ مخالطت کرتی ہے نجاست سے اور اگر چھٹی نہو بلکہ قید مین ہو اور چونچ اسکی اسکے قدم کے نیچے تک نہین پہونچتی ہے تو جھوٹا اسکا مکروہ نہین اور حشرات الارض انھین کہتے ہین جو زمین مین رہتے ہین جیسے چوہا اور نیولا اور چھچھوندر وغیرہ اور جھوٹا انکا اسواسطے مکروہ ہے کہ گوشت انکا حرام ہے تو نجاست بسبب پھرتے رہنے کے جاتی رہی کہ اسمین حرج لازم آتا ہے اور کراہت باقی رہی اور حکم انکا یہ ہے کہ جائز ہے استعمال انکا باوجود اچھے پانی ہونے کے لیکن مع کراہت کے جیسا کہ قاضی خان نے لکھا ہے ص اور جھوٹا گدھے اور خچر کا مشکوک یعنی اسمین شک ہے کہ پاک ہے یا نجس تو اگر سوا مشکوک پانی کے اور پانی نہ پاوے تو وضو اور تیمم دونون کرے اور جو مکروہ پانی ہے اس سے فقط وضو کرے اور پسینا بھی مانند جھوٹے کے ہے ف جسکا جھوٹا پاک ہے اسکا پسینا بھی پاک ہے اور جسکا جھوٹا ناپاک ہے اسکا پسینا بھی ناپاک ہے ص اگر سوا نبیذ تمر یعنے چھوہارے کے پانی کے نہ ملا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو اس سے کرے اور تیمم نہ کرے ف کیونکہ روایت کی امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ابی زید سے انھون نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ الجن کو کہ تمھاری چھاگل مین کیا ہے ابن مسعود نے کہا کہ نبیذ ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرما پاک ہے اور پانی پاک کرنیوالا ہے سو وضو کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور یہ قول روایت احمد اور ترمذی مین ہے اور سیوطی اس حدیث کو عبد الرزاق اور بیہقی سے بھی لائے ہین اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف مین اور ترمذی نے ضعیف کیا اس حدیث کو اور کہا کہ ابو زید ایک مرد ہے مجہول نہین پہچانتا ہون مین اسکو اس حدیث کے سوا مین اور میزان الاعتدال ذہبی مین ہے کہ بخاری نے بھی اسکی تضعیف کی اور کہا کہ ابو فزارہ کہ راوی اس حدیث کا ہے ابو زید سے وہ بھی مجہول ہے اور امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وضو اس سے جائز نہین بلکہ تیمم کرے اور وہ یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اللہ تعالی جل جلالہ نے فرمایا ہے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا الآیہ یعنے اگر نہ پاؤ تم پانی تو تم تیمم کرو آخر آیت تک اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ وضو اور تیمم دونون کرے اور روایت کی دارقطنی نے ابن عباس رض سے کہ کہا انھون نے وضو ساتھ نبیذ کے وضو اسکا ہے جو پانی نہ پاوے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت علی رض اور ابن مسعود رض سے اور روایت کی ابو داؤد نے اور مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نہ تھا مین ساتھ حضرت کے لیلۃ الجن مین اور ہدایہ مین جواب اسکا یہ لکھا ہے قُلْنَا لَیْلَۃُ الْجِنِّ کَانَتْ مُتَعَدِّدَۃً یعنے لیلۃ الجن متعدد تھین اور دوسرا جواب اسکا یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے کہ وہ ساتھ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ الجن کو اور روایت کی ابن شاہین نے اُنسے اِنَّہٗ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْجِنِّ اور روایت کیا ابو نعیم نے حلیے مین ایک قصہ کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ الجن مین اور ابو زید کے مجہول ہونے کا یہ جواب ہے کہ کہا قاضی ابوبکر خزالی نے شرح نووی مین کہ ابو زید مولی عمرو بن حریث روایت کی اس سے راشد بن کیسان عبسی کوفی نے اور ابو روق نے تو اس سے جہالت جاتی رہی اور ابو فزارہ کے مجہول ہونیکا

لہ بکسر السین والنون المشددۃ المفتوحۃ وسکون الواو گربہ جنگلی ۱۲ لہ اور جھوٹا درندونکا اگرچہ نجس ہے مگر بلی کا جھوٹا مکروہ ہے اور نجس اس سبب سے نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہا من الطوافین علیکم یعنی بلی پھرنے والون سے ہے تمپر پس اس سبب سے نجس ہونے مین حرج ہے واللہ اعلم ۱۲ لہ جب پانی مین چھوہارے تر کیے جاوین اور وہ شیرین ہو جاوے اسکو نبیذ تمر کہتے ہین ۱۲ لہ اور نبیذ تمر پانی نرا نہین ۱۲

جواب یہ ہے کہ کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے کہ تجہیل ابو فزارہ مین نظر ہے کیونکہ روایت کیا ہے اُس سے اس حدیث کو ایک جماعت نے اہل علم سے مثل سفیان اور شریک اور حسان بن ملیح اور اسرائیل و رقیس بن الربیع اور ابن عدی نے کہا ابو فزارہ راوی اس حدیث کا مشہور ہے اور نام اُسکا راشد بن کیسان ہے اور ایسا ہی کہا دارقطنی نے اور رد وہ جو بعض[1] علما نے یہ قول شیخ تقی الدین سبکی کا ٹھہرایا ہے غلط ہے کیونکہ ابن الہمام نے یہ کہا فَقَالَ الشَّیْخُ تَقِیُّ الدِّیْنِ فِی الْاِمَامِ الخ یعنی کہا شیخ تقی الدین نے امام مین اور امام کتاب ہے شیخ تقی الدین بن دقیق العید کی نہ سبکی کی اور قاضی خان نے رجوع امام اعظم کا اس قول سے لکھا ہے اور شیعہ جو اس جگہ طعن کرتے ہین امام ابو حنیفہؒ پر بیجا ہے کیونکہ اُنکی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ مین لکھا ہے لَا بَأْسَ بِالتَّوَضِّیْ بِالنَّبِیْذِ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَضَّأَ بِہٖ یعنی نہین ہے حرج ساتھ وضو کرنیکے نبیذ سے اسواسطے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہے اُس سے اور رد اسکا تفصیل سے کتب مناظرہ فریقین مین مذکور ہے اور روایت کیا اِس حدیث کو ابن ماجہ نے اور طرق سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور اسناد مین اُسکی حنش[2] راوی ضعیف ہے اور ایسا ہی ابن لہیعہ اور روایت کی ابوداؤد نے عطا سے کہ اُنھون نے مکروہ رکھا وضو کو ساتھ دودھ اور نبیذ کے اور کہا کہ تیمم اچھا ہے نزدیک میرے اُس سے اور غسل امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نبیذ سے ایک روایت مین جائز ہے اور ایک روایت مین ناجائز ہے کیونکہ کہا ابو خلدہ رضی اللہ عنہ نے کہ پوچھا مین نے ابو العالیہ سے اُس شخص سے کہ پہونچی اُسکو جنابت اور نہین ہے پاس اسکے پانی اور نزدیک اُسکے نبیذ ہے کیا وہ غسل کرے اُس سے کہا کہ نہین روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ نے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تیمم کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک وضو اور تیمم دونون کرے اور یہ خلاف اُس پانی چھوہارے مین ہے جو شیرین اور رقیق ہو بہتا ہو مانند پانی کے اور اگر سخت ہو جاوے اور نشہ دینے لگے کسی کے نزدیک اُس سے وضو جائز نہین

ص باب تیمم کے بیان مین

تیمم جائز ہے محدث یعنی بے وضو کو اور جنب اور حائض اور نفسا کو ف اور بعضون کا مذہب یہ ہے کہ جنب کو تیمم کرنا جائز نہین اور یہی قول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لیکن اکثر لوگونکا قول یہ ہے کہ جائز ہے اور یہی مذہب حدیثون کے موافق ہے اللہ تعالی نے فرمایا اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یعنی یا جماع کرو تم ساتھ عورتون کے تو اس سے معلوم ہوا کہ جنب کو بھی تیمم جائز ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ لمس[3] کے معنی جماع کے نہین لیتے اور وہ جو دلیل اسپر صاحب ہدایہ لاتے ہین کہ کچھ لوگ جنگل سے آئے طرف حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سو کہا کہ ہم رہتے ہین ریتون مین تین مہینے چار مہینے اور ہوتے ہین ہم مین جنب اور حائض اور نفسا اور ہم نہین پاتے پانی کو سو فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوپر تمھارے ہے زمین پھر مارا ہاتھ اپنا اوپر زمین کے واسطے منھ اپنے کے ایکبار پھر مارا دوسری مرتبہ سو مسح کیا اُس سے اوپر دونون ہاتھون اپنے کے کہنیون تک روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ضعیف ہے کیونکہ اسناد مین اس حدیث کی مثنی بیٹے صباح کے ہین کہا احمد اور رازی نے کہ وہ کچھ نہین اور کہا نسائی نے کہ متروک ہے اور دلیل صحیح یہ ہے کہ روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ آیا ایک شخص طرف حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کہا کہ پہونچی مجکو جنابت سو تحقیق کہ مین لوٹا زمین مین تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تیمم دو ضرب ہین ایک ضرب ہے واسطے منھ کے اور دوسری واسطے دونون ہاتھون کہنیون تک روایت کیا اسکو حاکم نے اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور نہین اخراج کیا اسکو بخاریؒ و مسلم نے اور کہا دارقطنی نے رِجَالُہٗ کُلُّھُمْ ثِقَاتٌ یعنے رجال اُسکے سب ثقہ ہین اور جھگڑا کیا تھا عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی باب مین اور روایت عمرو بن العاص ایسی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

[1] مراد شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ [2] حنش بجائے مہملہ و فتح نون نام ایک راوی کا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ [3] بلکہ مس نسا یعنی عورتون کا چھونا کہتے ہین ۱۲

کہ جنب کو تیمم جائز ہی جیسا کہ آگے آویگا ص جبکہ پانی پر قادر ہون یعنی اتنے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہو تو اگر جنب غیر محدث نے موافق وضو کے پانی پایا نہ بقدر
غسل کے تیمم کرے اور وضو اُسپر واجب نہ ہوگا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہوگا اور غسل کے لیے تیمم کرے لیکن اگر جنب کو حدث موجب
وضو بھی ہو تو وضو واجب ہوگا سو تیمم واسطے جنابت کے ہی بالاتفاق اور جبکہ بے وضو کے واسطے اتنا پانی ہو کہ بعض اعضا دھو سکتا ہو اور بعض نہین
دھو سکتا تو اسمین بھی خلاف ہی ہمارے نزدیک تیمم کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعض کو دھووے اور باقی کے لیے تیمم کرے اور قدرت نہ پاوین یہ لوگ
پانی پر واسطے دور ہونے پانی کے ایک میل ف برابر ہین کہ مسافر ہون یہ لوگ یا شہر کے باہر ہون ص اور میل تیسرا حصہ فرسخ کا ہوتا ہی اور بعضو نکے
نزدیک تین ہزار یا چار ہزار گز کا ہوتا ہی چار ہزار گز تک ف کیونکہ روایت ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ چلے زمین ابھی سے پہنچ جرف سے کے تو وقت آیا
عصر کا مربد نعم مین سو تیمم کیا اور مسح کیا مُنھ اپنے اور دونون ہاتھونکو اور نماز پڑھی عصر کی پھر داخل ہوئے مدینے مین اور آفتاب بلند تھا سو نہ لوٹایا نماز کو
روایت کیا اسکو شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور جرف نام ایک مقام کا ہی اور مربد ایک میل پر ہی مدینہ طیبہ سے ص یہ حکم ظاہر روایت کا ہی اور حسن کی
روایت مین دو میل جانتا تو جہ مین دور ہووے تو تیمم جائز ہی اور ایک میل جانب غیر توجہ مین ہووے کہ آنے جانے مین دو میل ہو جاوین تو اس صورت
مین اگر جانب توجہ ایک میل ہوگی تیمم جائز نہ ہوویگا اور پہلی صورت کے موافق جائز ہوویگا ف اور مختار قول اول ہی ص یا واسطے بیماری کے
وہ بیمار جسکو قدرت پانی کے استعمال کی نہین یا قدرت ہی لیکن خوف زیادتی مرض کا ہی اُسکو تیمم جائز ہی اس لیے کہ ضرر زیادتی مرض کا زیادہ ہی ضرر
زیادتی قیمت پانی سے اور در صورت زیادتی قیمت پانی کے تیمم جائز ہی بالاتفاق اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تیمم جائز ہووے گا
کہ خوف تلف نفس یا عضو کا ہووے ف کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی وان کنتم مرضی الآیۃ یعنی اگر ہو تم بیمار اخیر تک سو تیمم کرو مٹی پاک پر اور امام
شافعیؒ کا مذہب ظاہر نص سے دور ہی ص اور اگر استعمال پانی کا سردی سے ضرر کرتا ہی یعنے بیمار کر دیگا یا جان یا کوئی عضو تلف کر دے گا
تیمم جائز ہے ف اور یہ جب ہی کہ باہر شہر کے ہو اور اگر اندر شہر کے ہو تو بھی یہی حکم ہی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تیمم نہ کرے
ص اور تیمم جائز ہی دشمن کے خوف یا آگ یا درندے وغیرہ سے اور بھی جائز ہے پیاس کے خوف سے یعنی اگر وہ کہ راہ مین وضو کریگا تو پیاسا رہیگا
یا پانی کسی نے فقط پینے کیواسطے مباح کیا ہی اور وضو یا غسل کی اُسنے اجازت نہین دی تو اگر مسافر نے پانی پایا اور وہ جانتا ہی کہ یہ پانی فقط
پینے کے واسطے رکھا گیا ہی تیمم اسکو جائز ہی مگر جب کہ پانی بہت ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ پینے اور وضو دونون کے واسطے ہی اور اگر پانی پایا اور
وہ جانتا ہی کہ یہ پانی وضو کے واسطے ہی تو پینا بھی اُسکا جائز ہی اور امام فضلیؒ کے نزدیک اگر واسطے پینے کے ہے تو وضو جائز ہے اور اگر واسطے وضو
کے ہے پینا جائز نہین اور اسی طرح اگر ڈول یا رسی موجود نہ ہو تو بھی تیمم جائز ہی ف اسواسطے ان صورتون مین تیمم جائز ہی کہ قدرت پانی کی اوپر
متحقق نہین ہوئی ص اور اگر نماز عید کی قضا ہونے کا خوف ہو درست ہی کہ تیمم کر کے نماز شروع کرے اور یہ بالاتفاق ہی اور اگر نماز عیدین
اُسکا وضو ٹوٹا اور جانتا ہی کہ اگر وضو کرے گا نماز جاتی رہے گی تیمم سے بنا کرنا جائز ہی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تیمم
نہ کرے اور اگر تیمم سے شروع کی تھی اور تیمم سے بنا کی سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر نماز جنازے کی فوت ہونے کا خوف ہی تیمم جائز ہی
ف باوجود اسکے کہ صحیح اور تندرست ہی اور پانی موجود ہی ص مگر ولی کو جائز نہین ف یعنی اُس جنازے کا جو ولی ہو اسکو تیمم جائز نہین اسواسطے
کہ لوگ اُسکا خود انتظار کرین گے ص اور اگر خوف فوت نماز جمعہ یا کسی ایک نماز کا پانچ نمازون مین سے ہو تو تیمم جائز نہین اور دوبارہ اُنکو ادا کرنا

---

۱ اور گز چوبیس انگل کا ۱۲ ۲ جانب توجہ اُسکو کہتے ہین جسطرف جانے کا ارادہ رکھتا ہی اور جانب غیر توجہ جسطرف جانے کا ارادہ نہین رکھتا ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۳ بشرطیکہ
اُسکے نزدیک اجرت حمام یا سامان دفع سردی کا نہ ہو ۱۲ در مختار

تیمم مین فرض ہی ایک تو واسطے مسح کرنے منھ کے اور دوسری واسطے مسح کرنے دونون ہاتھون کے مع کہنیون کے ف اور یہی ہی قول امام شافعی صاحب کا بھی اور امام احمدؒ کے نزدیک ایکبار ہاتھونکو مارے اور اُس سے مسح منھ اور ہاتھونکا ہتھیلیون تک کرے دلیل ہمارے مذہب کی ایک تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہی جو اوپر گذری اور دوسری دلیل حدیث عمار بن یاسرؓ کی ہی کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو سو مارا ہتھیلیون اپنی کو اوپر مٹی کے اور نہ جھاڑا مٹی سے کچھ سو مسح کیا منھ اپنے کا ایکبار پھر مارا ہتھیلیون اپنی کو مٹی پر سو مسح کیا ہاتھون اپنے کو روایت کیا اسکو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اور تیسری دلیل حدیث ابی ہریرہؓ کی جو اوپر بروایت ابن الجوزی گذری اور سند اُسکی ضعیف ہی اور چوتھی دلیل حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کہ ایک شخص گذرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گلی مین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب یا پاخانے سے نکلے تھے تو سلام کیا اُس شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نہ جواب دیا اُسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہان تک کہ قریب ہوا وہ شخص کہ چھپ جاوے کسی گلی مین تو مارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون ہاتھ اپنے اوپر دیوار کے اور مسح کیا اُن سے اپنے منھ پر پھر مارا دوسری بار سو مسح کیا ہاتھون اپنے کو کہنیون تک پھر جواب دیا سلام کا اُس شخص کو اور فرمایا کہ جواب سلام دینے سے بے وضو ہونا مجھے مانع آیا تھا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن جریر طبری نے اور روایت کیا اس حدیث کو طبری نے مختلف الفاظ سے اور حاصل اُنکا یہی ہی اور یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اسکی محمد بن ثابت ہی اور سنن ابو داؤد مین ہی قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدِيْثًا مُنْكَرًا فِي التَّيَمُّمِ قَالَ ابْنُ دَاسَةَ قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ وَلَمْ يُتَابَعْ مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَلٰى ضَرْبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَوْهُ فِعْلَ ابْنِ عُمَرَ یعنے کہا ابو داؤد نے کہ سُنا مین نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہتے تھے کہ روایت کیا محمد بن ثابت نے ایک حدیث منکر کو تیمم مین کہا ابن داسہ نے کہا ابو داؤد نے کہ نہین متابعت کیا گیا محمد بن ثابت بیچ اس قصے کے اوپر دو بار ہاتھ مارنے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور روایت کیا ہی اسکو لوگون نے فعل ابن عمر رضی اللہ عنہ کا انتہی اور اثر ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقوفاً صحیح ہی اور پانچوین دلیل حدیث اسامہؓ کی اور اُسمین ہی کہ دکھلایا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم ایکبار مارنا واسطے منھ کے اور دوسری بار مارنا واسطے دونون ہاتھون کے کہنیون تک روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اور بھی اخراج کیا اُسکا ابن مردویہ وغیرہ نے اور سند مین اسکی ربیع بن بدر ضعیف ہی لیکن وہ معتضد ہی حدیث عمار کی اور چھٹی دلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم دو بار ہاتھ مارنا ہی ایکبار واسطے منھ کے اور ایک بار واسطے دونون ہاتھون کے کہنیون تک روایت کیا اسکو دارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے اور اسناد مین اسکی حریش بن حریث ہی کہا ابو حاتم نے کہ منکر یہ حدیث ہی اور ساتوین دلیل وہ ہی جو روایت کی حاکم اور بیہقی اور طبرانی اور دارقطنی وغیرہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی اور اسناد مین اسکی علی بن ظبیان ہی ضعیف کیا اسکو ابن معین اور قطان نے اور کہا حاکم نے کہ وہ صدوق ہی اور روایت کی گئی ہی یہ حدیث طریق سلیمان بن داؤد سے اور وہ متروک ہی اور آٹھوین دلیل وہ ہی جو روایت کی دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تیمم کیا ہمنے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو مارا ہمنے دونون ہاتھون اپنے کو مٹی پاک پر پھر جھاڑا ہمنے ہاتھون کو سو مسح کیا ہمنے اُس سے منھ اپنے کو پھر مارا ہمنے دوسری بار سو مسح کیا کہنیون سے ہتھیلیون تک اور اسناد مین اسکی سلیمان بن ارقم متروک ہے اور نوین دلیل حدیث ابی امامہؓ کی ہی روایت کیا اسکو طبرانی نے اور اسناد اسکی ضعیف ہے اور امام احمدؒ کی دلیل یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمارؓ سے کہ کافی تھا تجکو یہ اور مارا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اپنا زمین پر پھر پھونکا اُسکو اور مسح کیا اُس سے منھ اور دونون کفون اپنے کو اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم مین ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ یعنی تیمم ایک بار ہاتھ مارنا ہی واسطے منھ اور کفین کے روایت کیا

ان دونون حدیثون کو امام احمدؒ نے اور صحیحین مین بھی اس قسم کی حدیث ہے اور صحیح کیا اکثر محدثین نے اور اسی طرف گئے ہین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ کہا محلی شرح موطا مین اور بعض تفاسیر مین اور یہ قول مخالف ہے قول امام مالکؒ کے موطا ہی مین قَالَ يَحْيَى سُئِلَ مَالِكٌ كَيْفَ التَّيَمُّمُ وَاَيْنَ يَبْلُغُ بِهِ فَقَالَ يَضْرِبُ ضَرْبَةً لِّلْوَجْهِ وَضَرْبَةً لِّلْيَدَيْهِ وَيَمْسَحُهُمَا اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ یعنی کہا یحییٰ نے کہ پوچھے گئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیفیت تیمم سے اور کہان تک پہونچاوے اسکو کہا کہ مارے ایک بار واسطے منھ اپنے کے اور ایکبار واسطے دونون ہاتھون اپنے کے اور مسح کرے دونون ہاتھونکا کہنیون تک لیکن جواب اسکا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بیان سنّت کا ہے اور فرض اُن کے نزدیک ایک بار ہاتھ مارنا ہے پھر چاہیے کہ تیمم مع کہنیون کے ہووے جیسا کہ اکثر احادیث مین جو اوپر گذرین موجود ہے اور زہریؒ[1] کے نزدیک مونڈھون اور بغلون تک چاہیے اور یہ مذہب مخالف احادیث صحیحہ کے ہے اُسپر عمل نہین چاہیے ص اور ترتیب ہمارے نزدیک شرط نہین لیکن استیعاب شرط ہے یہانتک کہ اگرچہ تھوڑا سا باقی رہیگا کہ اُسپر ہاتھ نہ پھر جاوے تیمم جائز نہ ہوگا ف کیونکہ تیمم قائم مقام ہے وضو کا تو جو حکم وضو کا ہے وہ تیمم کا بھی ہوگا ص اور اچھا طریق مسح ہاتھون کا اس طرح پر ہے کہ چھنگلیا کی طرف سے تین انگلیان بائین ہاتھ کی لیکے مع تھوڑی ہتھیلی کے اوپر ظاہر سیدھے ہاتھ کی اُنگلیون کے سرون سے کہنیون تک کھینچے بعد اُسکے اُنگلی شہادت اور انگوٹھے اور باقی ہتھیلی سے باطن ہاتھ کا مسح کرے اُنگلیون کے سرون تک اور اسی طرح پھر بائین ہاتھ کو مسح کرے پھر اگر اُنگلیون کے اندر غبار نہ پہونچا ہو تو خلال کرنا واجب ہے تو اب تیسری بار ہاتھ مارنا پڑیگا واسطے خلال کے طرفین کے نزدیک جائز ہے تیمم اُس چیز سے کہ جو جنس زمین سے ہے اور پاک ہووے جیسے خاک اور ریگ اور پتھر اور سرمہ اور ہرتال وغیرہ جو زمین کی قسم سے ہین اگرچہ بغیر غبار کے ہون اور چاندی سونے کے ساتھ تیمم جائز نہین مگر جب گرد آلودہ ہون اور اسی طرح گیہون اور جو سے بھی جائز نہین مگر یہ کہ گرد آلودہ ہون اور اُس جگہ جہان نجاست پڑی تھی اور وہ خشک ہوگئی تیمم جائز نہین اور نماز جائز ہے ف نماز اسواسطے جائز ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زَكٰوةُ الْاَرْضِ يُبْسُهَا یعنی زکوٰۃ زمین کی خشک ہونا ہے اُسکا اور یہ حدیث[2] پہچانی نہین گئی اور تیمم اسواسطے جائز نہین کہ قرآن شریف مین طیب کی بھی قید ہے اور خبر واحد مقابل نص قطعی کے نہ ہوگی اور صحیح حجت پکڑنا ہے اس حدیث سے جیسا کہ کہا بعض محققین نے عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُشُّوْا شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالْاِسْمٰعِيْلِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَاَبُوْنُعَيْمٍ وَالْبَيْهَقِيُّ ترجمہ تھے کتے پیشاب کرتے اور آتے جاتے تھے مسجد مین حضرت کے وقت مین پس نہ پانی ڈالتے کسی پر اسمین سے ص اور راکھ سے بھی درست نہین اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک تیمم جائز نہین ہوتا مگر خاک اور ریگ سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہین مگر خاک سے ف دلیل امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا یعنے پس قصد کرو صعید طیب کا اور صعید نام ہے روی زمین کا برابر ہے کہ مٹی ہو یا ریت یا کنکر پتھر وغیرہ کہا زجاج نے جو عالم ہے لغت کا لَا اَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ اَهْلِ اللُّغَةِ فِيْ ذٰلِكَ یعنی نہین جانتا ہون مین خلاف درمیان اہل لغت کے اسمین اور اسی واسطے بیضاوی نے باوجود اسکے کہ شافعی مذہب ہے معنی صعید کے مٹی نہین لکھے اور قاموس مین ہے اَلصَّعِيْدُ التُّرَابُ اَوْ وَجْهُ الْاَرْضِ یعنی صعید مٹی ہے یا روی زمین اگر کوئی کہے کہ جب صعید کے موافق تفسیر صاحب قاموس کے دو معنے ہوئے سو کہان سے معلوم ہوا کہ صعید سے اس جگہ مراد روی زمین ہے تو جواب اُسکا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے سورۂ مایدہ مین کہ نہین ارادہ کرتا ہے اللہ کہ کرے تم پر حرج اور تراب کی قید لگانے مین حرج ہے اور حدیث سے بھی امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گردانی گئی واسطے میرے زمین

[1] زہری سے مراد ابن شہاب زہری ہین ۱۲ منہ [2] کہا ابن طاہر فتنی نے لااصل لہ فی المرفوع یعنے اصل اسکی مرفوع کا نہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ [3] مراد اس سے قاضی ثناء اللہ صاحب ہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ [4] یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ۱۲

سب مسجد اور پاک کرنے والی روایت کیا اسکو بیہقی نے سند صحیح سے ابی امامہ سے اور یہی مضمون صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور طبرانی مین ہے اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جو شخص میری امت سے پاوے نماز کو سو نزدیک اسکے مسجد اور پاک کرنے والی اسکی ہے اور روایت ابن جارود اور ابن المنذر مین ہے روایت انس رضی اللہ عنہ سے جُعِلَتْ لِیْ کُلُّ اَرْضٍ طَیِّبَۃٍ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا یعنے گردانی گئی واسطے میرے سب زمین پاک مسجد اور پاک کرنے والی اور دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صَعِیْدًا طَیِّبًا اَیْ تُرَابًا مُنْبِتًا یعنے مٹی اُگانے والی ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ حدیث پہچانی نہین گئی کہا شیخ ابن حجر نے تخریج ہدایہ مین لَمْ اَجِدْہُ لٰکِنْ رَوَی الْبَیْھَقِیُّ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْہُ اَطْیَبُ الصَّعِیْدِ تُرَابُ الْحَرْثِ یعنی روایت کی بیہقی نے اور ابن ابی حاتم نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھون نے زیادہ پاک صعید مٹی کھیت کی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی مٹی پاک ہے وہو المطلوب اور امام ابو یوسف نے ریگ سے تیمم زیادہ کیا ہے اُس حدیث سے جو بروایت ابن الجوزی اوپر گذری اور وہ حدیث ضعیف ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص باوجود قدرت کے زمین پر غبار سے تیمم جائز ہے تو اگر کسی نے جھاڑو دی یا گیہون ناپے یا دیوار گرائی اور اُسکے ہاتھون اور منھ پر غبار جما اور پھر اُسنے اُسکے اوپر ہاتھ مل لیا تیمم درست ہوگیا اور بغیر ہاتھ ملے درست نہ ہوگا اور نیت ادائے نماز کی تیمم مین فرض ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک فرض نہین پس اگر کسی شخص کو دو حدث ہون جیسے جنابت اور حدث دونون کی نیت کرے تو ایک تیمم کافی ہو جاویگا اور اگر ایک کی نیت کرے دوسرے حدث سے کفایت نہ کریگا ف نیت اسواسطے فرض ہے کہ تیمم قصد کے معنون مین ہے اور امام زفرؒ کہتے ہین کہ تیمم قائم مقام وضو کے ہے سو جب وضو مین نیت فرض نہوئی تو تیمم مین بھی فرض نہ ہوگی اور جواب اسکا یہ ہے کہ خلف کو جمیع احکام مین مثل اصل کے ہونا ضرور نہین ص اگر کافر نے واسطے اسلام کے تیمم کیا اور مسلمان ہوا نماز اُس تیمم سے درست نہین نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک نماز پڑھنا اُس تیمم سے جائز ہے اور اگر کسی نے تیمم کیا واسطے نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے تو اُس تیمم سے فرض نمازون کا پڑھنا درست ہے اور اگر واسطے قرآن شریف چھونے کے یا مسجد مین داخل ہونے کے تیمم کیا نماز اُس سے درست نہ ہوگی بلکہ داخل ہونا مسجد کا اور چھونا قرآن کا اُسکے لیے جائز ہو جاوےگا اور اگر کافر نے بے نیت کے وضو کیا اور پھر مسلمان ہوا تو نماز اُس سے جائز ہوگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہین اور اسی طرح اگر ساتھ نیت کے بھی کیا تب بھی خلاف ہے اور تیمم درست ہے نماز کے وقت مین اور وقت سے پیشتر بھی درست ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قبل وقت کے درست نہین ف دلیل ہماری یہ ہے کہ تیمم جب خلیفہ مطلق ٹھہرا وضو کا تو قبل وقت کے بھی جائز ہوگا اور قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ صعید طیب پاک کرنے والی ہے واسطے مسلمان کے اگرچہ نہ پاوے پانی دس برس اُسکے اوپر دلالت کرتا ہے اور اس حدیث کو روایت کیا ترمذیؒ اور ابو داوٗدؒ اور ابن ماجہؒ نے وغیرہم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے ص اگر دو برتنون مین پانی بھرا ہے اور اُنمین ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہے اور مُصلّی نہین جانتا کہ نجس کون ہے اور پاک کون ہے تو اس صورت مین ہمارے نزدیک تیمم کرے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو کرے اگر ایک شخص نے پانی اپنے ساتھی سے مانگا اور اُس نے نہ دیا تیمم اُسکو جائز ہے اور اگر بعد نماز پڑھنے کے دیا تو نماز جائز ہے نماز کو پھر نہ پڑھے اور تیمم اُسکا اب ٹوٹ جاویگا ف اگرچہ وقت نماز کا باقی ہو اور مذہب عطاء اور طاؤس

سلہ مسجد سے مراد جائے سجود ہے اور پاک کرنیوالی یعنی وضو سے مراد زمین ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ عہ عرب مین گیہون ناپکے بیچا جاتا ہے وزن نہین فروخت ہوتا ہے اسواسطے گیہون ناپے لکھا گیا ۱۲ رحمۃ اللہ علیہ سلہ خلف کہتے ہین قائم مقام کو ۱۲ منہ

سلہ یا اور کوئی عبادت مقصودہ جو بغیر طہارت ادا نہین ہوتی ۱۲ منہ ہ اسلیے کہ امام ابی یوسف کے نزدیک تیمم مین نیت قربت مقصودہ کی شرط ہے خواہ وہ بدون طہارت کے جائز نہو جیسے نماز یا جائز ہو جیسے مثل سلام کے اور طرفین کے نزدیک شرط ہے نیت قربت مقصودہ کی جو بے طہارت کے جائز نہو ۱۲ ہ بسبب نہ پانے پانی یا بیماری کے نہ بسبب خوف فوت نماز کے ۱۲ ہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس تیمم سے نماز جائز ہے اسواسطے کہ وضو کیلیے نیت شرط نہین اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہین ۱۲

اور مکحول اور ابن سیرین اور زہری کا یہ ہی کہ نماز کا پھر لوٹانا واجب ہی اگر وقت باقی ہی دلیل ہماری یہ ہی جو روایت کی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
نے کہ دو شخص نکلے سفر مین اور وقت آیا نماز کا اور پانی اُنکے پاس نہ تھا سو تیمم کیا صعید طیب پر اور نماز پڑھ لی پھر پانی پایا اُن دونون نے
اور وقت باقی تھا سو ایک نے اُنمین سے نماز پھر پڑھی اور دوسرے نے نہ پڑھی اور آئے دونون حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اور
دونون نے یہ بات عرض کی سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو جسنے پھر نماز نہین لوٹائی تھی کہ پہونچا تو سُنت کو اور جسنے پھر پڑھی
تو اُس سے کہا کہ تجھے دوبارہ اجر ہی اخراج کیا اِس حدیث کو ابوداود اور نسائی اور حاکم اور دارمی نے ص اور اگر اُس اپنے رفیق سے پانی
نہ مانگا اور تیمم سے نماز پڑھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جائز ہوئی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین درست ہوئی اور ہدایہ مین
ایسا ہی لکھا ہی اور مبسوط مین ہی کہ اگر اُسنے بغیر مانگے نماز پڑھی نماز درست نہ ہوگی اور بھی مبسوط مین ایک جگہ لکھا ہی کہ اپنے رفیق سے پانی مانگے
مگر قول حسن بن زیاد پر نہ مانگے کہ مانگنا ذلت کی بات ہی اور اِسمین حرج ہی اور تیمم واسطے دفع حرج کے ہی اور جواب اسکا یہ ہی کہ پانی وضو کا اکثر
خرچ کیا جاتا ہی اور جو چیز کہ احتیاج کی ہی اُسکے مانگنے مین کچھ ذلت نہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت حاجتین اپنی غیرون سے مانگی
ہین اور زیادات مین لکھا ہی کہ ایک شخص مسافر تیمم سے نماز پڑھ رہا ہی اور دیکھا اُسنے کہ ایک شخص کے پاس بہت سا پانی ہی اور اُسکو گمان غالب
ہوا کہ نہ دیگا یا شک ہوا تو نماز پڑھ لیوے اور نہ توڑے اسلیے کہ صحیح ہوا شروع اسکا پس قطع نہ کرے شک سے اور جبکہ باہر نماز کے دیکھا تو بغیر مانگے نماز پڑھنا
اُسکو تیمم سے درست نہین کیونکہ قدرت اور عجز مشکوک فیہ ہین اور اگر نماز کے اندر گمان غالب یہ ہوا کہ دیگا تو نماز توڑے اور پانی مانگے اور بھی زیادات
مین ہی کہ اگر بعد فارغ ہونیکے نماز سے پانی اُس سے مانگا اگر اُسنے دیدیا نماز پھر پڑھے یا قیمت دستور کے موافق مانگے اور اُسکو اُسپر قدرت ہی پانی
لیوے اور نماز پھر دہراوے اور اگر اُسنے انکار کیا نماز اُسکی ہوگئی اور بعد انکار کے پھر اگر دیدیا نماز کو پھر نہ پڑھے لیکن تیمم ٹوٹ جاویگا اور اگر اُسنے نماز مین
پانی دیکھا اور گمان کیا کہ نہ دیگا یا شک کیا اور توڑ دیا نماز کو تو اگر پانی دیا تو تیمم باطل ہوگیا اور اگر انکار کیا تو تیمم باقی ہی اور اگر گمان غالب ہی کہ دیگا اور پھر
نماز نہ توڑی اور پوری پڑھ لی پھر بعد نماز کے مانگا تو اگر دیا نماز باطل ہوئی اور اگر انکار کیا تو نماز تمام ہوئی اور ایک تیمم سے فرض و نفل جو چاہے پڑھے
ف یعنے ایک تیمم سے چاہے دو نمازین یا زیادہ فرض پڑھے ایک وقت مین یا کئی وقتون مین اور جتنی چاہے نفل پڑھے خواہ وہ نفل اُس فرض کی
تبعیت مین ہون یا نہ ہون امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک تیمم سے دو نمازین پڑھنا جائز نہین اور اسیطرح نفل بھی مگر جو فرض کی تبعیت مین
ہو دلیل ہماری یہ حدیث ہی کہ زمین پاک کرنے والی ہی مسلمان کی اگرچہ نہ پاوے پانی دس برس روایت کیا اسکو بہت ائمہ حدیث نے جیسا کہ اوپر گذرا
اور امام شافعیؒ دلیل پکڑتے ہین قول ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَّا يُصَلِّيَ بِالتَّيَمُّمِ اَكْثَرَ مِنْ صَلٰوةٍ وَّاحِدَةٍ یعنے سُنت سے یہ بات ہی
کہ نہ پڑھی جاوے ساتھ تیمم کے اکثر ایک نماز سے اَخْرَجَهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ رافعی نے کہا ہی کہ سُنت جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا تو وہ مانند
حدیث مرفوع کے ہی اور ایسا ہی ہی اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور مروی ہی عمرو بن عاص رضی اللہ
عنہ سے کہ وہ تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے اور ایسا ہی فتویٰ دیتے تھے قتادہؒ روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ تیمم کرتے تھے
واسطے ہر نماز کے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین سے کوئی اثر صحیح نہین ہوا کیونکہ اثر ابن عباسؓ مین کہا ابن الجوزی نے
کہ روایت کیا ہی ابو یحییٰ نے حسن بن عمارہ سے اور وہ دونون متروک ہین اور کہا کہ حسن بہت ضعیف ہی اور اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ مین

---

[1] اس لیے کہ پانی اکثر دیا جاتا ہی ۱۲ [2] ایک کتاب کا نام ہی فقہ مین ۱۲ منہ [3] زیادات امام محمد بن حسن شیبانی کی کتاب فقہ مین ہی ۱۲ منہ رحمہ اللہ [4] اور جو نماز پوری کرلی اور پھر پانی مانگا اگر اُسنے پانی دیدیا نماز باطل ہوئی اور جو نہ دیا تو نماز صحیح ہوئی اس لیے کہ معلوم ہوا کہ گمان اُسکا خطا تھا ۱۲ [5] شاگرد ہین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۲ منہ

حجاج بن ارطاۃ ہی ترک کیا اُسکو عبدالرحمن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید قطان نے اور کہا احمد اور دارقطنی نے کہ حجت نہین پکڑی جاویگی اُس سے اور کہا یحییٰ
بن معین اور نسائی نے کہ وہ قوی نہین اور اثر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اُسمین انقطاع ہے اور اثر ابن عمرؓ کی اسناد مین اُسکی عامر احول ہے
ضعیف کیا اُسکو احمد وغیرہ نے اور توثیق کی اُسکی ابو حاتم نے اور مسلم نے پھر بھی معارض حدیث مرفوع کا نہین ہو سکتا ہی کذا ذکر فی بعض الکتب
اور بھی اسکا حمل استحباب پر کر سکتے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق کہ سنت سے ہے یعنی واجب نہین مستحب ہے علاوہ اُسکے کہا
محدث فیروزآبادی شافعی نے سفر السعادۃ مین وَلَمْ نَجِدْ فِی حَدِیْثٍ صَحِیْحٍ اَنَّہٗ یَتَیَمَّمُ لِکُلِّ فَرِیْضَۃٍ تَیَمُّمًا جَدِیْدًا بَلْ اَمَرَ بِہٖ مُطْلَقًا وَاَقَامَہٗ مَقَامَ
الْوُضُوْءِ یعنی نہین پایا ہمنے کسی حدیث مین کہ حضرت تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے بلکہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کا مطلقًا اور قائم کیا
اُسکو مقام وضو کے انتہی اور روایت کی امام ابو حنیفہؒ نے حماد سے انھون نے ابراہیم سے ایسا ہی اور یہی قول ہی حسن اور عطاء کا ص جو چیز کہ وضو
کو توڑتی ہی تیمم کو بھی توڑتی ہی اور پانی پانا اتنا کہ اُسکی طہارت کو کافی ہو تیمم کو توڑتا ہی تو اگر اُس شخص نے موافق وضو کے پانی پایا اور وضو نہ کیا اور پھر پانی
نہ ملا تو پہلا تیمم اُسکا ٹوٹ گیا اب دوسرا تیمم کرے اور جنب نے اگر تمام بدن کو دھویا مگر پیٹھ[1] اُسکی باقی رہی اور پانی ہو چکا بعد اُسکے حدث ہو گیا اور دونون
حدث کے لیے ایک تیمم کیا بعد اسکے اتنا پانی پایا کہ وضو اور پیٹھ دونون کے دھونے کو کفایت کرتا ہی تیمم دونون حدثون کا باطل ہو گیا اور اگر پانی اتنا ہی
کہ نہ وضو کو کفایت کرتا ہی نہ پیٹھ دھونے کو تیمم دونون حدثون کا باقی رہا اور اگر فقط غسل کو کفایت کرتا ہی غسل کے حق مین تیمم ٹوٹ گیا اور وضو کے حق مین
باقی ہی یا فقط وضو کے لیے کفایت کرتا ہی پیٹھ دھونے کو کفایت نہین کرتا ہی وضو کے حق مین تیمم ٹوٹ گیا اور غسل کے حق مین باقی ہی اور اگر اتنا پانی ہی
کہ اُس سے فقط وضو ہو سکتا ہی یا فقط پیٹھ کا دھونا دونون نہین ہو سکتے تو پہلے پیٹھ کو دھووے جو اُس غسل مین باقی رہی تھی اب وہ جو تیمم واسطے حدث
کے تھا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ٹوٹ گیا اب پھر تیمم کرے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک وہی تیمم کافی ہی اور اگر اسنے پہلے تیمم کر لیا حدث کا اور
بعد اُسکے پیٹھ کو دھویا اسمین بھی دو روایتین ہین ایک روایت مین پھر تیمم کرے اور دوسری روایت مین وہ تیمم کافی ہو جاوے گا اور اگر اُس نے
اُس پانی سے پیٹھ کو نہ دھویا بلکہ پہلے وضو کیا جنابت کے حق مین اُسکا تیمم ٹوٹ گیا دونون روایتون مین اب پھر تیمم کرے یہ جب ہے کہ دونون حدثون
کے لیے ایک تیمم کیا ہو اور اگر مصلی نے دو تیمم کیے تھے ایک واسطے جنابت کے اور دوسرا واسطے حدث کے اور پھر پانی اگر اتنا پایا کہ دونون کے لیے
کافی ہو دونون تیمم ٹوٹ جاوین گے اور اگر ایک کے لیے بھی کافی نہین کوئی تیمم نہ ٹوٹے گا اور اگر دونون مین سے ایک کے لیے کافی ہی پہلے جنابت کو
دفع کرے اور باقی سب وہی صورتین ہین اور وہی حکم ہین جیسا کہ اوپر گذرا اور اگر مصلی نے تیمم واسطے جنابت کے کیا اور پھر اُسکو حدث ہوا اور ابھی
تیمم حدث کا نہین کیا ہی اور پانی پایا اگر دونون کے واسطے کافی ہی جنابت کا تیمم ٹوٹ گیا اور اب غسل اور وضو کرے اور اگر اتنا پانی ہی کہ کسی کے واسطے
کافی نہین جنابت کا تیمم باقی رہا اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور مستحب یہ بات ہی کہ اُس پانی سے جتنی پیٹھ دھوئی جاوے دھووے تاکہ جنابت
کم ہووے ف چلپی نے اس مقام پر لکھا ہی کہ یہ پاک پانی کا ضائع کرنا ہی جواب اسکا یہ ہی کہ ضائع کرنا نہین ہی کیونکہ اگر شاید آگے جا کے اُسنے
پھر تھوڑا سا پانی پایا کہ بقیہ پیٹھ کو کفایت کرتا ہی تو جنابت اُس کی دفع ہو جاوے گی تو اگر پہلے پانی سے پیٹھ نہ دھو لیتا تو یہ پانی کفایت نکرتا فتأمل فیہ
ص اور اگر اتنا پانی پایا کہ پیٹھ کے واسطے کافی ہے دھووے اور جنابت کا تیمم ٹوٹ جاوے گا اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور اگر پیٹھ کو کافی نہین
وضو کو کافی ہے وضو کرے اور جنابت کا تیمم باقی رہے گا اور اگر دونون مین سے ایک کے لیے کافی ہے تو جنابت مین سے جو باقی ہے
اُسکو دھووے اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور اگر وضو کر لیا جائز ہی اور تیمم جنابت کا پھر کرے اور اگر وضو نہ کیا اور پہلے اُسنے حدث کا تیمم کیا

[1] پیٹھ باقی رہی یا کوئی اور عضو یہ صرف واسطے مثال کے ہی ١٢ منہ رحمہ اللہ [2] اسلیے کہ جنابت نجاست غلیظ زیادہ ہی دفع اُسکا مقدم ہی ١٢ [3] یعنے پیٹھ دھو لینے کو ١٢

بعد اُسکے پیٹھ دھووے اب پھر تیمم حدث کا کرے یا نہ کرے اسمین دو روایتین ہین زیادات کی روایت مین پھر تیمم حدث کا کرے اور اصل کی روایت مین پھر نہ کرے
اور اگر اُسکے بدن یا کپڑے پر ایکدرم سے نجاست زیادہ ہووے تو پہلے نجاست کو دھووے اور جنابت کے لیے تیمم کرے مسئلہ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو
کہ تیمم کر چکی تھی پانی مباح کر دیا مثلاً کہدے کہ اے جماعت تیمم کرنے والو یہ پانی تمھارے واسطے مباح ہے جو شخص تم مین سے چاہے اس سے وضو
کرے اور وہ پانی ایک شخص کے وضو کے موافق ہے سب کا تیمم باطل ہو جائیگا تو اس صورت مین جب ایک شخص اُس سے وضو کریگا سب لوگ پھر
اپنا تیمم دوبارہ کرین کیونکہ ہر شخص کو اکیلے اکیلے قدرت پانی پر ہو گئی تھی اور اگر کہا کہ اتنا پانی مین نے تم سب کو دیا اور اُنھون نے لے لیا تو کسی کا
تیمم نہ جاویگا کیونکہ اُس پانی مین سب کا حصہ ہے اور اتنا پانی نہین جو سب وضو کرین تو گویا کسی نے پانی موافق اپنی طہارت کے نہ پایا پھر اگر وہ سب
ملکے سارا پانی ایک شخص کو دیدین امام اعظمؒ کے نزدیک تیمم اُسکا باطل نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہو جاویگا اور تفصیل اصل کتاب
مین ہے اگر تیمم کرنے والا مرتد یعنی کافر ہو جاوے معاذ اللہ تو تیمم اُسکا نہ ٹوٹیگا تو اگر پھر اسلام لاوے اور تیمم اُسکا باقی ہو اُس تیمم سے نماز درست ہے
اگر کسی شخص کو امید پانی ملنے کی ہو مستحب ہے اُسکو نماز کا تاخیر کرنا آخر وقت تک اور اول وقت مین اُسنے نماز تیمم سے پڑھ لی اور پھر پانی پایا اور وقت
باقی ہے پھر نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر گمان ہو کہ پانی یہان سے ایک غلوہ ہے ڈھونڈھنا پانی کا واجب ہو جائیگا اور غلوہ مین سو گز سے چار سو گز تک
ہوتا ہے اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر پانی اتنا دور ہو کہ پانی لانے سے قافلہ غائب ہو جائیگا تیمم جائز ہے اور صاحب محیط نے
اسکو اچھا کہا ہے اور اگر مسافر کے اسباب مین پانی ہووے اور وہ بھول جاوے اور تیمم سے نماز پڑھ لے پھر پانی یاد آوے اگرچہ وقت موجود ہو نماز پھر
نہ پڑھے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک پھر پڑھے اور یہ اختلاف اُس صورت مین ہے کہ اُسنے پانی کو خود یا غیر نے اُسکے حکم سے رکھا ہو اور جسکو
غیر نے بغیر حکم اُسکے کے رکھا ہے بعضون نے کہا تیمم اُسکو سب کے نزدیک جائز ہے اور بعضون نے کہا کہ اس صورت مین بھی اختلاف ہے ایسا ہی
لکھا ہے ہدایہ مین اور اگر وضو کا مانع بندون کی طرف سے ہووے تیمم جائز ہے جیسے مسلمان کافرون کے قبضے مین ہون اور وہ وضو سے منع کرین
یا قید مین ہون اور اگر کسی شخص نے مصلی سے کہا کہ اگر تو نے وضو کیا تو قتل کرونگا تیمم اسکو جائز ہے مگر جب وہ شخص چلا جاوے اور مانع
جاتا رہے نماز کو پھر وضو سے پڑھنا چاہیے ایسا ہی ہے ذخیرے مین

ص باب مسح موزون کے بیان مین

مسح موزون کا احادیث مشہورہ سے جائز ہے یعنی ثابت ہے اُس سے زیادتی قرآن مجید پر جائز ہے اور قرآن شریف سے دھونا پیر کا ثابت ہے ف
اس باب مین حدیثین بہت آئی ہین صحیح مسلم مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے واسطے مسح کی مدت تین
دن اور تین رات مقرر کی اور مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور صحیح ابن خزیمہ مین حضرت ابوبکرؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے اور امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ نے علامت اہل سنت مین مسح خفین کو داخل کیا ہے اور عقائد مین درج کیا ہے فرمایا وَنَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ یعنے مسح
کرتے ہین ہم اوپر موزون کے سفر اور حضر مین اور کہا امام صاحبؒ نے نہین حکم کیا مین نے ساتھ مسح کے یہانتک کہ آیا میرے پاس مانند روشنی دن کے اور ایسا ہی سب ائمہ
سے مروی ہے اور اتفاق کیا اسپر ائمہ اربعہ نے اور جو مسح موزے کا جائز نہین رکھتا وہ بدعتی ہے اور اس باب مین قریب تیس صحابیون کے روایت ہے اور

ف۱ امام اعظمؒ کے نزدیک ہبہ مشاع یعنے شے مشترک کی جائز نہین پس پانی مالک اہبہ مین ہے اور کسیکو اُس سے وضو جائز نہین اسلیے تیمم کسیکا نہ ٹوٹا اور صاحبینؒ کے نزدیک ہبہ مشاع کی جائز ہے پس اول
سے ہبہ جائز ہے اور پھر سب کا ایک شخص کو دینا صحیح ہے اسلیے تیمم اُسکا ٹوٹا ۱۲ اعبدہ ف۲ واسطے وجوب صرف پانی کے پیٹھ دھونے مین ۱۲

Margin: صفوان بن عسال

متواتر المعنی بعض لوگون نے اس حدیث کو گنا ہی تفصیل اسکی حاشیہ شیخ ابن الہمام وغیرہ مین مذکور ہی جسکا جی چاہے ملاحظہ کرے اور بیان اسباب اختصار کے ترک کیا ص بے وضو کو واسطے حدث کے موزون پر مسح درست ہی اور جنب ہو تو مسح جائز نہین ف کیونکہ روایت ہی صفوان بیٹے عسال سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حکم کرتے تھے ہمکو جبکہ ہوتے ہم سفر مین یہ کہ نہ اُتارین موزون اپنے کو تین رات اور تین دن تک مگر جنابت سے اور نہ اُتارین پیشاب اور پیخانے اور سونے سے روایت کیا اسکو ترمذی اور نسائی رحمہما اللہ نے ص اور صورت اسکی یہ ہی کہ جنب نے تیمم کیا بعد اُس کے اُس کو حدث ہوا اور اُس کے پاس وضو کے موافق پانی ہے اُس نے وضو کر کے موزہ پہنا بعد اُس کے موافق غسل کے پانی پایا اور غسل نہ کیا اور پھر پانی گم ہو گیا پھر پانی مقدار وضو کے پایا سو اُس نے تیمم کیا واسطے جنابت کے تو اگر اب حدث کرے تو وضو کرے اور موزہ اُتارے اور پھر پانون دھووے اسواسطے کہ جنابت اُس کے پانون پر ہو گئی تھی بسبب گذرنے کے پانی پر اور سنت مسح موزے مین یہ ہی کہ تین اُنگلیون تر سے ہاتھ کی کشادہ کر کے پانون کی اُنگلیون کے سرے سے پنڈلی تک تین خط موزے پر کھینچے اور اگر اُنگلیان کشادہ نہ کین مگر مقدار تین اُنگلیون ہاتھ کے مسح کیا جائز ہوا اور اگر پہلے ایک اُنگلی تر کی اور مسح کیا اور پھر اُسکو تر کیا اور مسح کیا اور پھر اُسکو تر کیا اور مسح کیا اور تینون بار علیحدہ علیحدہ جگہ پر مسح کیا تو درست ہی لیکن اگر تینون بار ایک ہی جگہ کھینچا درست نہین اور اگر انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی سے جبکہ کشادہ ہون مسح کیا جائز ہی اس لیے کہ اُس کے درمیان مین جگہ ایک اُنگلی کی ہی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مسح موزے سے پوچھے گئے فرمایا آپ نے ہاتھ کی اُنگلیون کو سر موزہ پر رکھے مع ہتھیلی کے یا بغیر ہتھیلی کے پنڈلی تک کھینچ لے اور اگر اُنگلیون کے سرے سے مسح کیا اور جڑ اُنگلیون کی موزے پر نہ لگی درست نہین مگر جبکہ موزہ وقت رکھنے اُنگلیون کے اتنا تر ہو جاوے کہ جتنا واجب ہے اور وہ مقدار تین اُنگلیون ہاتھ کے ہے تو جائز ہے اسی طرح لکھا ہے محیط مین اور ذخیرے مین لکھا ہے کہ اگر اُنگلیون سے قطرے بہتے ہون درست ہے اور مسح سنت ہے طرف ہتھیلی سے اور اگر ہتھیلی کی پشت سے مسح کیا جائز ہوا اور پیر کی اُنگلیون کی طرف سے مسح شروع کرنا سنت ہے لیکن اگر پنڈلی سے شروع کرے گا درست ہو جاوے گا اور اگر مسح کو بھول گیا اور مینھ کا پانی اُس کے موزے کی پیٹھ پر پڑا مسح درست ہو گیا اور اسی طرح اگر سر کا مسح بھول گیا اور پانی اُس کے سر پر پڑا مسح درست ہے اور اگر گھانس مین چلا اور ظاہر موزے کا تر ہو گیا اگرچہ شبنم سے ہووے درست ہے اور یہی صحیح ہے اور مسح ظاہر موزے پر کرے ف ظاہر موزے سے مراد اوپر موزے کے ہے اور باطن سے مراد نیچے موزے کے ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ مین وارد ہوا ہے اور روایت کی ابو داؤد رح نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر کاروبار دین کا عقل پر ہوتا نیچے موزے کا اولی تھا مسح کرنے مین اوپر اُس کے سے اور امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اوپر موزے کے مسح کرنا واسطے ادائے فرض کے ہے اور نیچے موزے کے واسطے ادائے سنت کے ہی

Margin: مغیرہ بن شعبہ

اور جو حدیث اس باب مین مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ وضو کرایا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ تبوک مین سو مسح کیا آپ نے اوپر موزے کے اور نیچے اُسی موزے کے روایت کیا اسکو ابو داؤد رح اور ترمذی رح اور ابن ماجہ رح نے ترمذی رح نے کہا کہ یہ حدیث معلول ہے اور اتصال اس کی سند کا مغیرہ رض تک ثابت نہین ہوا کہا ترمذی رح نے پوچھا مین نے بخاری رح اور ابو زرعہ رح سے اس حدیث کو دونون نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہین ہے اور ابو داؤد رح نے بھی اسکو ضعیف کہا ہے اور بعض طریقون مین امام احمد رح اور ابو داؤد رح کے علیٰ ظاہرہما کا لفظ واقع ہے یعنے مسح کیا اوپر ظاہر موزون کے ص اور موزہ اُسے کہتے ہین جو ٹخنے کو چھپاوے اور پیر کی جو چھوٹی اُنگلیان ہین اُس مین سے اگر تین اُنگلیون کے برابر ظاہر ہوگا مسح درست نہین اور اگر اُس سے کم ہے درست ہے اور اگر موزہ ڈھیلا ہے کہ اوپر سے دیکھنے مین پانون دکھلائی دیتا ہے مسح اُسپر جائز ہے اور جرموق پر مسح جائز ہے اور جرموق اُسے کہتے ہین جو موزے کے اوپر پہنے جاتے ہین واسطے حفاظت

موزہ ہو کہ کیچڑ اور نجاست وغیرہا سے تو اگر چمڑے کے ہین یا مانند اُسکے اُنپر مسح جائز ہے اگرچہ فقط جرموق ہون اور موزہ اُسکے نیچے نہ ہو اور اگر کپڑے کے ہین یا مانند اُسکے تو اگر اُنکے تئین اکیلے بغیر موزون کے پہنا ہے مسح جائز نہین اور اسی طرح اگر موزے بھی اُسکے نیچے ہون تب بھی جائز نہین لیکن اگر تری اُسکی موزے کو پہونچ جاتی ہے تو مسح جائز ہے تو اگر جرموق چمڑے کے ہین یا مانند اُسکے اور موزون پر مسح کر کے بعد حدث کے اُنکو موزون پر پہنا مسح اُنپر درست نہین موزون پر کرے اور اگر قبل حدث کے اُنکو پہنا اور مسح کیا اُنپر پھر جرموق کو اُتار ڈالا اور موزونکو نہ اُتارا موزون پر پھر مسح دوبارہ کرے اور دوتہ کے موزے پر اگر مسح کیا بعد اُسکے ایک تہ کو اُتارا دوسری تہ پر پھر مسح کرنا واجب نہین ہے اور اگر ایک پیر کے جرموق کو اُتارا اُسکے موزے پر مسح کرے اور دوسرے پیر کے جرموق پر پھر دوبارہ مسح کرے اور امام ابی یوسفؒ سے مروی ہے کہ دوسرا جرموق بھی اُتار ڈالے اور مسح کرے دونون پیر کے موزون پر **ف** مسح جرموق پر اسواسطے درست ہے کہ روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے اور مسح کرتے تھے عمامے اور جرموقون پر **ص** اور جورب پر مسح درست ہے اگر سخت ہو اور بغیر باندھنے کے تھم سکے اور نیچے اُسکے چمڑا لگا ہو یا تمام چمڑے کا ہووے تو اگر بغیر باندھے تھم سکتے ہین لیکن چمڑا اُسمین نہین لگا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسح اُنپر درست نہین ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اور مروی ہے کہ امام صاحب نے رجوع کیا صاحبینؒ کے قول کی طرف اور فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے رحمہم اللہ اجمعین **ف** جورب اُسکو کہتے ہین کہ موزے پر بسبب حفاظت سردی کے پہنا جاتا ہے یا اور کسی کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جورب پر مسح درست نہین اور روایت کی احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے مغیرہ بن شعبہ رضؓ سے کہ مسح کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوربون پر اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی جورب پر مسح جائز ہے اور یہ حدیث حجت ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مانند اُسکے اور ابو داؤدؒ نے بھی اور حدیث ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا جوربون پر ضعیف ہے کیونکہ اسناد مین اُسکی عیسیٰ بیٹے سنان کے ہین ضعیف کیا اُنکو احمدؒ اور ابن معینؒ اور ابو زرعہؒ اور نسائی وغیرہؒ نے سنن ابو داؤد مین ہے کہ مسح کیا جوربین پر حضرت علیؓ اور ابن مسعود اور براء بن عازب اور انس بن مالک اور ابو امامہ اور سہل بن سعد اور عمر بن حریث رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم نے اور روایت کی گئی ہے حضرت عمرؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی **ص** اور مسح موزہ اُسوقت درست ہے کہ بعد پہننے کے وقت حدث کے طہارت تمام ہووے تو اگر اُسنے وضو غیر مرتب کیا جیسے پہلے دونون پیر دھو کے موزہ پہنا بعد اُس کے باقی اعضا دھوئے بعد اُس کے حدث لاحق ہوا پھر اُس نے وضو کیا یا ترتیب سے وضو کیا تو داہنے پیر کو دھو کے موزہ پہنا اور دوسرا پیر دھو کے دوسرا موزہ پہنا بعد اُس کے حدث ہوا تو دونون صورتون مین مسح جائز ہے پہلی صورت مین وقت پہننے موزے کے طہارت اُسکی تمام نہ تھی اور دوسری صورت مین وقت پہننے داہنے موزے کے لیکن وقت حدث کے دونون صورتون مین طہارت اُسکی پوری ہے اور مسح جائز نہین ہے عمامے اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر **ف** امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا مین لکھا ہے کہ کہا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پہونچا ہمکو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ اُن سے پوچھا لوگون نے مسح عمامے سے کہا اُنھون نے جائز نہین ہے یہان تک کہ مسح بالون کا نہ کرے اور اسی سے اخذ کیا ہے ہم نے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور نافع رضؓ کہتے ہین کہ مین نے صفیہ بنت ابی عبید بیوی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وضو کرتی تھین اور کھینچتی تھین اوڑھنی اپنی اور مسح کرتی تھین سر پر اور پہونچا ہے ہمکو کہ اول مین مسح اوپر عمامے کے جائز تھا اور پھر منسوخ ہو گیا اور یہی ہے قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا

عیسیٰ بن سنان

اور اکثر فقہا ہمارے کا اور ہشام بن عروہؓ سے روایت ہے کہ دیکھا اُنھون نے اپنے باپ کو کہ اُٹھاتے تھے عمامہ سر سے اور مسح کرتے تھے سر پر اور
دستانون کو بھی عمامے وغیرہ پر قیاس کرنا چاہیے اور وہ جو مغیرہؓ کی حدیث مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا اوپر عمامے کے
منسوخ ہے اور دلیل نسخ کی قول صحابہ و تابعین ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور کلام اللہ مین ہے وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ یعنی مسح کرو اوپر
سرون اپنے کے ص اور فرض مسح موزے مین برابر تین انگلی ہاتھ کے ہے اور اس سے زیادہ فرض نہین اور نیت وغیرہ مسح مین فرض
نہین ف ہدایہ مین روایت ہے مغیرہ بن شعبہؓ سے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونون ہاتھ اپنے اوپر دونون موزون اپنے کے
اور کھینچا اُنکو انگلیون سے اوپر تک ایکبار اور گویا کہ مین نظر کرتا ہون طرف نشان مسح کے اوپر موزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ کئی خط تھے
انگلیون کے ص اور مدت مسح کی مقیم کو وقت حدث سے ایک رات اور ایک دن ہے اور مسافر کو تین دن اور تین رات ف مثال اسکی یہ ہے کہ مثلاً
ایک شخص نے ظہر کو وضو کیا اور موزے پہنے بعد اسکے عصر کے وقت حدث ہوا تو اب مدت عصر کے وقت سے لی جائیگی حدیث حضرت علی رضی اللہ
عنہ کی مدت مین قبل مذکور ہوئی اور اور حدیثین بھی اس باب مین آئی ہین اور اکثر احادیث کا یہی مضمون ہے کہ مسافر کے واسطے مدت مسح کی تین
دن اور تین رات ہے اور مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور ایک روایت ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ مسح جب تک چاہے کرے
یعنے کچھ مدت نہین مگر جنابت سے اُتارے اور یہی قول ہے ابن وقاصؓ کا اور دلیل پکڑتے ہین اس سے جو روایت کی حاکم نے انس رضی اللہ عنہ
سے اور کہا صحیح ہے کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے تم مین سے اپنے موزے پہنے سو نماز پڑھے اُن دونون موزون مین اور
مسح کرے اُنپر اور نہ اُتارے اگر چاہے اُنکو مگر جنابت سے اور ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو تین دن کی مدت پر حمل کیا ہے اور وہ
جو ابن ماجہ اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے اُبی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ مسح کرون مین موزون پر
فرمایا ہان کہا ایک دن فرمایا اور دو دن کہا اور تین دن یہان تک کہ پہونچے سات دن تک سو ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل حدیث مذکور
مین لکھا ہے وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهِ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ یعنے تحقیق اختلاف کیا گیا ہے اسناد مین اُسکی اور وہ قوی نہین دوسرے یہ
مخالف ہے روایت اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم مثل حضرت علی اور ابوبکر اور صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم کے اگر کوئی کہے کہ حدیث انس
رضی اللہ عنہ کی جسکو حاکم نے صحیح کیا ہے اور دارقطنی نے بھی اُسکو روایت کیا ہے معتبر ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ وہ حدیث محمول ہے تین
دن کی مدت پر جیسا کہ گذرا ص جو چیز کہ وضو کو توڑتی ہے مسح کو بھی توڑتی ہے ف کیونکہ پیر دھونا ایک جز ہے وضو کا اور اُسکا یہ قائم مقام ہے
تو جس سے وضو ٹوٹے گا یہ بھی ٹوٹیگا ص اور نکالنا ایک موزے کا بھی مسح کو توڑتا ہے اور پھر دونون پیر کا دھونا واجب ہوگا کیونکہ جمع غسل
اور مسح مین نہین درست ہے اور جو موزے کے اندر پانی چلا جاوے اور تمام پیر بھیگ جاوے مسح ٹوٹ جاتا ہے اور فقیہ ابو جعفر کے نزدیک
اگر اکثر پیر بھیگ جاوے مسح ٹوٹ جاویگا اور جب مدت مسافر اور مقیم کی تمام ہو جاوے دھونا پیر کا اُسپر فقط واجب ہوگا اگر وہ باوضو ہے اور
اگر بے وضو ہے تو سارا وضو کرے اور باہر نکلنا اکثر قدم کا موزے سے پنڈلی موزے مین بھی مسح کو توڑتا ہے اور یہی لفظ قدوری کا ہے اور تین قایہ
مین جو لکھا ہے کہ نکلنا زیادہ ایڑی کا مسح کو توڑتا ہے مروی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور اگر موزہ موافق تین چھوٹی انگلیون پانون کے
پھٹ جاوے اور پیر اتنا موزے سے کھل جاوے مسح جائز نہین اور اس سے اگر کم پھٹا ہو تو درست ہے اور اگر ایسا پھٹا ہے کہ اسمین تین انگلیان
برابر سما جاتی ہین لیکن اتنا کھلتا نہین مسح درست ہے اور اگر ملا ہوا ہے لیکن چلنے کے وقت اتنا کھل جاتا ہے مسح درست نہین اور جو موزہ سوتی وغیرہ کا

سلہ یعنے نمدے یا چمڑے وغیرہ سے بنا ہو جو ثخین موٹا ہو بغیر باندھے ٹھہر رہ سکے ورنہ سوتی کی جراب وغیرہ پر مسح جائز نہین جیسا مفصل اسکا مذکور ہوا ۱۲ مولانا عبد الغفار رحمہ

بُنا ہوا اور نیچے سے ٹخنا کھلا ہوا گر سوت وغیرہ سے باندھ لیا جاوے اس طرح پر کہ کچھ اُسمین سے کھلا نہین رہتا تو اُس پر مسح درست ہے اور اگر کھلا رہتا ہے تو اگر مقدار تین اُنگلی کے یا زیادہ کھلا ہوگا مسح درست نہین والا درست ہے اور اگر ایک موزے مین بہت جگہ پھٹا ہووے کہ جمع کرنے سے تین اُنگلی کے موافق ٹھہرے تو اُسپر مسح درست نہین اور اگر دونون موزے پھٹے ہون اور دونون جمع کرکے اسقدر ٹھہرے تو مسح درست ہے اور اگر مقیم نے موزے پر مسح کیا اور ایک دن رات گذرنے سے پہلے مسافر ہوا تین رات دن کے بعد اُتارے اور اگر مسافر ایکدن ایک رات گذرنے کے پہلے مقیم ہوا ایک دن اور ایک رات کے بعد اُتارے اور اگر مسافر بعد ایک رات اور ایک دن کے مقیم ہوا یا مقیم بعد ایک دن اور ایک رات کے مسافر ہوا موزے کو پیر سے اُتار کے پھر پیر دھو کے مسح شروع کرے

فصل جبیرہ[1] پر مسح کرنے کے بیان مین

جبیرہ پر مسح درست ہے مُحدِث کو اگرچہ وقت حدث کے باندھے ہوا اور جبیرہ کا گرنا مسح کو باطل نہین کرتا ہے مگر جبکہ زخم اچھا ہوگیا ہو ف جبیرہ پر مسح کرنے کا (یعنی کھپچیون پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم کیا تھا روایت کیا ہے اسکو ابن ماجہ نے اور سند اسکی بہت ضعیف ہے اور یہ اسواسطے کہ موزے کے اُتارنے سے زیادہ زخم پر پانی ڈالنا ضرر کرتا ہے اور جب موزے کا مسح درست ہوا تو جبیرہ کا بھی درست ہوگیا اور اگر زخم اچھے ہونے کے بعد جبیرہ گری تو اُس مقام کا دھونا فرض ہووے گا پھر اگر اسکا وضو ہووے تو فقط اُسی مقام کو دھو ڈالے ص پھر اگر مسح کرنا جبیرہ پر ضرر کرے تو ترک کرنا اُسکا درست ہے ف کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین سر مین زخم لگا تھا اور اُسکو احتلام ہوا تو حکم کیا گیا غسل کا تو اُسنے غسل کیا اور اکڑ کے مرگیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکی خبر پہونچی کہا عطا نے کہ پہونچا ہمکو کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاش دھو لیتا تمام بدن اپنا اور چھوڑ دیتا سر اپنا جس جگہ اسکو زخم لگا تھا روایت کیا اسکو ابن ماجہ وغیرہ نے ص اور اگر ضرر نہ کرے تو اُسمین کئی روایتین ہین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اُسکے جواز ترک مین اور فتویٰ اسپر ہے کہ ترک کرنا درست نہین اور اسمین کچھ شرط نہین ہے کہ جبیرہ طہارت کے وقت باندھی ہو اگرچہ بے طہارت کے باندھی ہو تو بھی درست ہے خواہ مُحدِث ہو یا جُنب جیسا کہ گذرا پوشیدہ نہ رہے کہ مسح جبیرہ پر جب درست ہے کہ مسح اُس عضو کا نہ کر سکے جیسا کہ دھو نہین سکتا اس طرح پر کہ پانی اُسکو ضرر کرتا ہے یا جبیرہ بندھی ہے اور کھولنے مین اُسکے ضرر کا خوف ہے تو اگر عضو کے مسح پر قادر ہوویگا جبیرہ پر مسح جائز نہین ف اسواسطے کہ یہ مسح بسبب عذر کے ہے اور جب عذر نہوویگا تو مسح بھی جائز نہ ہوگا ص اگر اعضا مصلی کے پھٹے ہون اور اُنکے دھونے سے عاجز ہووے پانی بہانا اُسپر لازم ہے تو اگر بہا نہ سکے تو اُسی جگہ کا مسح کرلیوے اور اگر مسح سے بھی عاجز ہووے اُتنا چھوڑ دے اور گرد اُسکے دھو لیوے ف دلیل اسکی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر گذری ص اور اگر ہاتھ اُسکے پھٹے ہین کہ خود وضو نہین کر سکتا دوسرے سے کرا وے تو اگر دوسرے سے اُسنے نہ کرایا اور تیمم کرلیا جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک درست نہین اور اگر اُسنے پیر کی بوائی کی جگہ پر دوائی لگائی ہے پانی کو دوا پر گذار دیوے اور اگر پانی بہایا اور پھر دوا گر پڑی اگر تندرستی سے گری ہے اُس مقام کو پھر دھو لیوے اور اگر تندرستی سے نہین گری ہے تو نہ دھووے اور اگر کسی شخص نے فصد لی اور گدی رکھ کے اُسکے اوپر پٹی باندھی بعض لوگون کے نزدیک پٹی پر مسح درست نہین بلکہ گدی پر کرے اور بعضو کے نزدیک اگر پٹی ایسی ہووے کہ بغیر دوسرے کے آپ باندھ سکے تو مسح اُسپر جائز نہین اور اگر آپ نہین باندھ سکتا جبتک دوسرا

[1] جبیرہ اُن لکڑیون کو کہتے ہین جو عضو شکستہ وغیرہ پر رکھ کے باندھی جاوین اور حکم پٹی اور پھاہا وغیرہ کا بھی یہی ہے ۱۲

شخص نہ باندھے تو پٹی پر مسح جائز ہی ف انسواسطے کہ مسح واسطے عذر کے ہے اور جب پٹی آپ کھول سکتا ہی اور آپ باندھ سکتا ہی تو پٹی کھولنے مین عذر نہین اور اگر آپ باندھ نہین سکتا تو عذر پایا جاویگا تو مسح بھی درست ہوویگا ص اور بعضون کے نزدیک اگر پٹی کھولنے سے اور اُسکے نیچے مسح کرنے سے حرج ہووے اور زخم کو کچھ ضرر پہونچے تو مسح پٹی پر جائز ہی اور اگر ضرر نہین تو پٹی پر مسح درست نہین ف اور یہی قول مختار ہی ص اگر کھولنا پٹی کا ضرر نہین کرتا لیکن مقام جراحت سے اُتارنا ضرر کرتا ہی کھولے اور اُسکے نیچے کو مقام جراحت تک دھووے اور پھر باندھ لیوے اور مقام جراحت کا مسح کر لے اور اکثر مشائخ اسپر ہین کہ پٹی پر مسح درست ہی اور گرد مین دو گرہ پٹی کے اگر بدن کھلا ہی مسح اُسپر درست ہی کیونکہ دھونے مین خوف اس بات کا ہی کہ پٹی تر ہو اور تری اُسکی زخم تک پہونچے ف جو پٹی کہ گدی پر باندھی جاتی ہے اُسکو عصابہ بھی کہتے ہین ص اور تمام پٹی اور عصابے کا مسح کرنا چاہیے حسنؒ کی روایت مین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور یہی مذکور ہی اسرار[1] مین اور بعضون کے نزدیک اگر پٹی اور عصابے کا اکثر مسح کر لیا تو بھی درست ہے اور اگر پٹی اور عصابے پر مسح کیا اور پھر اُنکو اُتارا اور پھر باندھ لیا مسح پھر کرے اور اگر مسح نہ کرے گا تو بھی درست ہی اور اگر اُسکی جگہ دوسری پٹی یا عصابہ باندھے بہتر ہے کہ پھر مسح کرے اور اگر نہ کرے گا تو بھی درست ہے اور تین بار مسح کرنا پٹی یا عصابے کا کچھ ضرور نہین بلکہ ایکبار کافی ہے اور پٹی کے مسح کے واسطے کچھ مدت نہین جیسا کہ مسح موزے کے واسطے ہے تو اگر پٹی گر پڑے لیکن اچھے ہونے سے گری ہے اُس جگہ کا دھونا واجب ہے خاص کر کے اور اگر بے اچھے ہوئے گری تو مسح باطل نہ ہووے گا بخلاف مسح موزے کے کہ اگر ایک موزے کو اُتار لیا تو دونون پیر کا دھونا واجب ہوا

باب حیض کے بیان مین

تین خون خاص ہین عورتون کے ساتھ حیض اور استحاضہ اور نفاس اور حیض اُس خون کو کہتے ہین جسکو رحم عورت بالغہ کا گراتا ہی اور عورت بالغہ نو برس مین ہوتی ہی بغیر کسی بیماری کے اور سن نا امیدی کو بھی نہ پہونچی ہووے تو جو خون رحم سے نہ ہوویگا حیض نہین اور اسی طرح جو خون نو برس کے قبل آویگا اور ایسا ہی جو بیماری سے آویگا اور جو خون ہمیشہ جاری ہے بعض خون حیض ہوویگا اور بعض بیماری سے اور جو خون بعد جننے کے عورت کو آتا ہی اُسکو نفاس کہتے ہین وہ بھی حیض مین داخل نہین اور صحیح یہ ہی کہ حیض بعد سن ایاس کے نہین ہوتا ف ایاس کے معنی نا امیدی کے ہین تو گویا اُسمین حیض سے نا امیدی ہو جاتی ہی ص اور سن ایاس بعض کے نزدیک ساٹھ برس ہین اور بعضون کے نزدیک پچپن برس اور یہی تجویز کیا ہی مشائخ بخارا اور خوارزم نے ف بخارا اور خوارزم نام شہر کے ہین ص تو جو خون عورت بعد اس سن کے دیکھے وہ ظاہر مذہب مین حیض نہین ف چلپی حاشیہ شرح وقایہ مین ہی کہ فتویٰ ہمارے زمانے مین اوپر اُسکے ہی کہ بعد پچاس برس کے حیض نہین اور یہی قول ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور سفیان ثوریؒ کا ص اور فتویٰ اسپر ہی کہ جب خون سیاہ یا خوب سُرخ دیکھے تو حیض ہی اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اُسکی عدت طلاق اور فسخ نکاح تین مہینے آزاد کے اور ڈیڑھ مہینا لونڈی کا ہی پھر جو قبل تمام ہونے اس عدت کے اُس عورت نے ف یعنی جو حیض سے نا امید ہوئی اور سن ایاس کو پہونچی ہو ص ایسا خون دیکھا عدت مہینون سے باطل ہو جاوے گی اور بعد تمام ہونے عدت کے اگر ایسا خون دیکھا تو عدت باطل نہ ہوگی اور اگر زرد یا سبز یا خاکی ہی تو وہ حیض نہین استحاضہ ہی ف استحاضے کا آگے بیان آویگا ص اور کم مدت حیض کی تین دن ہین اور اکثر مدت دس دن ہین اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم مدت دو دن اور اکثر تیسرے دن کا ہی اور نزدیک امام شافعیؒ کے

[1] نام کتاب کا ہے ۱۲

کم مدت ایکدن ایک رات اور اکثر مدت پندرہ دن **ف** حدیث مین ہی کہ کم مدت حیض کی واسطے عورت کے بکر ہو یا ثیب تین دن اور تین رات
ہین اور اکثر مدت دس دن اور جو زیادہ ہو وہ استحاضہ ہی روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے ابی امامہؓ سے کہا دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عبد الملک اسناد
مین اسکی مجہول ہی اور علاء بن کثیر ضعیف ہی اور روایت کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حیض تین دن اور چار اور پانچ اور چھ سات آٹھ
نو دس دن ہین اور جب زیادہ ہو اُس سے تو وہ استحاضہ ہی اور بسبب حسن بن دینار کے ضعیف کیا اسکو اور حدیث مشہور ہی خالد بن ایوب سے
اور روایت ہی موقوفًا انس رضی اللہ عنہ سے کہا ابن عدی نے حسن بن دینار مین کہ نہین دیکھا مین نے اُسکو شدید نکارت مین بلکہ حدیث اُس کی
قریب ضعیف کے ہی اور روایت کی دارقطنی نے عبد العزیز دراوردی سے اُنھون نے عبید اللہ بن عمرؓ سے اُنھون نے ثابتؓ سے اُنھون نے
انس رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھون نے کہ عورت حائض ہے دس دن تک اور جو زیادہ ہو وہ استحاضہ ہی اور روایت ہی عثمان بن ابی العاص
رضی اللہ عنہ سے کہ نہین ہوتی ہی عورت مستحاضہ ایکدن اور نہ دو دن مین یہانتک کہ پہونچے دس دن کو سو وہ مستحاضہ ہی اور روایت کی عثمان بن ابی العاص
ثقفی رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھون نے کہ حائض جب تجاوز کرے دس دن کو تو بمنزلہ مستحاضہ کے ہی غسل کرے اور نماز پڑھے اور عثمانؓ یہ صحابی ہین
اور روایت کی سعید بن جبیرؓ سے کہا کہ حیض کے تیرہ دن ہین اور روایت کی مثل اسکے سفیان رضی اللہ عنہ سے اور روایت کی دارقطنی نے بھی صلی اللہ علیہ
وسلم سے بھی واثلہ بن اسقعؓ سے اُنھون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ کم مدت حیض کی تین دن ہی اور اکثر مدت دس دن ہی اور ضعیف کیا اسکو کہ محمد
بن منہال مجہول ہین اور روایت کی ابن عدی نے کامل مین معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین ہی حیض کم تین
دن سے اور نہ اوپر ہی دس دن سے اور ضعیف کیا اسکو محمد بن سعید شامی سے کہ وہ واضع الحدیث ہی اور روایت کیا اسکو عقیلی نے معاذ رضی اللہ عنہ سے
اور ضعیف کیا اسکو محمد بن حسن صوفی سے کہ مجہول ہین اور روایت کی ابن جوزی نے علل متناہیہ مین خدری رضی اللہ عنہ سے کہ کم مدت حیض کی تین
دن ہین اور اکثر اسکی دس دن اور کم مدت درمیان دو حیضون کے پندرہ دن ہین اور ضعیف کیا اسکو سلیمان نخعی نے ابو داؤد سے اور وہ واضع ہی
حدیث کا اور یہ حدیث حجت ہی امام شافعیؒ پر جامع ترمذی مین ہی کہ اختلاف کیا اہل علم نے مدت حیض مین بعضون نے کہا ہے کہ کم مدت تین دن اور
تین رات ہین اور اکثر مدت دس دن اور یہی قول ہی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ کا اور اسی سے اخذ کیا ہی ابن المبارک نے اور عطاء
جو تابعی ہین امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف گئے ہین باقی کوئی حدیث صحیح اس باب مین نہین آئی **ص** اور شروع حیض کا جب سے ہوتا ہے کہ خون فرج
خارج تک آجاوی تو اگر کسی عورت نے فرج داخل مین کرسف رکھا ہے **ف** کرسف اسکو کہتے ہین جو عورتین مقام حیض مین اپنے ایک کپڑا یا روئی
کا ٹکڑا رکھتی ہین **ص** اور خون اُسکی جہت سے بند ہے یعنی فرج خارج تک نہین پہونچا ہی حیض متحقق نہ ہوگا اور نماز کو نہ توڑے گا تو کرسف کے
رکھتے وقت حیض جب متحقق ہوگا کہ خون فرج خارج سے کرسف تک آجاوے تو اگر فرج داخل کا کرسف سرخ ہو گیا اور فرج خارج کا سرخ نہین ہوا
حیض متحقق نہ ہوگا مگر جب کرسف اُٹھا لیا جاوے تو اُٹھانے کے وقت سے مدت مقرر ہوگی اور یہی حکم ہے خون استحاضہ اور نفاس اور عورت
کے پیشاب کا یعنی فرج خارج تک انمین سے کوئی آوے گا تب سے حکم اُسکا متحقق ہوگا اور اگر مرد نے اپنے احلیل مین یعنی سوراخ ذکر مین روئی
رکھی یہی حکم ہے اور قلفہ خارج مین داخل ہی **ف** قلفہ اُسے کہتے ہین جہانتک کہ ختنہ کیا جاتا ہی تو اُسمین اگر پیشاب آجاوے گا نماز ٹوٹ جاویگی
اگرچہ باہر نہ نکلے **ص** اور رکھنا کرسف کا بکر کو ایام حیض مین مستحب ہے اور ثیب کو ہر وقت اور مقام رکھنے کرسف کا مقام بکارت کا ہے اور
فرج داخل مین رکھنا مکروہ ہے اور اگر کسی پاک عورت نے اول رات مین کرسف رکھا اور جب صبح ہوئی اُسپر اثر خون کا دیکھا حکم حیض کا خون دیکھنے
کے وقت سے ثابت ہووے گا اور اگر عورت حائضہ نے کرسف رکھا اور جب صبح ہوئی سفیدی دیکھی تو حکم طہارت کا جس وقت سے

رکھا تھا ثابت ہوگا اور جو طہر کہ دو حیضون کے بیچ مین واقع ہو مدت حیض مین اگر ہوگا تو حیض ہی اور جو رنگ کہ مدت حیض مین سواے سفیدی
خالص کے دیکھا سب حیض ہی ف حیض سے پاک ہونیکو طہر بولتے ہین اور بہت کم مدت طہر کی پندرہ روز ہین اور زیادہ کی حد نہین اور طہر متخلل کہتے ہین
اُس پاکی کو جو عورت دو حیض کے بیچ مین دیکھے قبل تمام ہونے مدت حیض کے اور خون کے کئی رنگ ہین سب چھ رنگ علما نے بیان کئے ہین سرخ
سبز سیاہ تیرہ رنگ اور مٹی کا رنگ اور زرد تیرہ رنگ اور مٹی کے رنگ مین یہ فرق ہی کہ تیرہ مین سفیدی مائل ہوتی ہی اور مٹی کے رنگ مین سیاہی
تو حاصل مسئلے کا یہ ہی کہ عورت حائضہ ان چھ رنگ مین سے کوئی رنگ دیکھے وہ حیض ہی مگر سفید جب ہو تو وہ حیض نہین اور اب طہر متخلل کا بیان شروع
ہوتا ہی تفصیل اُسکی ہمنے بیان نہین کی جو قول مفتی بہ ہی اُسکو ذکر کردیا اور باقی مطالب کو شرح عربی پر چھوڑا حاصل جو طہر کہ پندرہ دن سے کم ہووے
جب دو خونکے بیچ مین آوے تو اگر تین دن سے بھی کم ہی تو وہ سب کے نزدیک حیض ہی اور اگر تین دن پورے یا زیادہ ہین تو امام ابی یوسف رح کے نزدیک
اور امام اعظم رح سے ایک روایت مین بھی حیض مین داخل ہی اگرچہ دس دن سے زیادہ ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ اسی پر فتوی ہی کیونکہ اسمین آسانی ہی
فتوی پوچھنے والے اور فتوی دینے والے پر ف ہدایہ مین لکھا ہی وَالْاَخْذُ بِہٰذَا الْقَوْلِ اَیْسَرُ یعنے تمسک کرنا ساتھ اس قول کے آسان تر ہی
اور یہی ہی آخر قول امام صاحب رح کا اور پانچ مذہب اسمین اور ہین امام محمد رح کی روایت امام صاحب رح سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ابن المبارک رح
کی روایت امام صاحب رح سے ابو سہیل رح کا قول حسن بن زیاد رح کی روایت امام صاحب رح سے اور تفصیل مین ان مذاہب کے خواص کا فقط فائدہ ہی عوام کا
کوئی فائدہ متصور نہین اسواسطے ترک کیا حاصل رنگ حیض کا اگر سرخ و سیاہ ہو تو سب کے نزدیک حیض ہی اور اسی طرح اگر خوب زرد ہووے
تب بھی صحیح مذہب مین حیض ہی اور سبزی اور زردی ضعیف اور تیرگی اور خاکی ہمارے نزدیک حیض ہی ف اور فرق ان دونون مین بیان
کر چکے اور بعض امامون کے نزدیک یہ سب رنگ حیض نہین دلیل اُنکی یہ ہی کہ روایت کی ابو داؤد اور بخاری نے ام عطیہ رض سے کہا اُنھون نے
ہم نہین گنتے تھے تیرگی اور زردی کو بعد پاکی کے کچھ یعنی حیض مین داخل نہین کرتے تھے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے بھی اور حضرت عائشہ رض
سے بھی ایسا ہی مروی ہی سنن ابن ماجہ مین اور ہدایہ مین ہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سواے سپیدی کے سب کو حیض گردانا ہی
اور جب حیض کے رنگ سے فارغ ہوئے تو اب حکم حیض کا بیان کیا جاتا ہی حاصل عورت حائضہ نماز نہ پڑھے[1] اور روزہ نہ رکھے اور جب پاک ہو جاوے
تو روزے کی قضا رکھے اور نماز کی قضا نہ کرے ف کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نہین
جبکہ حائض ہوتی ہی عورت نہ نماز پڑھتی ہی نہ روزہ رکھتی ہی روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے اور روایت کی ابو داؤد وغیرہ نے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ہم حکم کیے جاتے تھے ساتھ قضا کرنے روزے کے اور نہین حکم کیے جاتے تھے ساتھ قضا کرنے نماز کے اور بعض خوارج
کے نزدیک نماز کا بھی قضا کرنا لازم ہی اور یہ مذہب مخالف احادیث مشہورہ اور مردود ہی حاصل اگر کسی عورت کو اخیر وقت نماز کے حیض آیا نماز اُسکے
ذمے سے ساقط ہو ویگی اور اگر دس دن کے بعد پاک ہوئی آخر وقت مین نماز اُسپر واجب ہوگی اگرچہ ایک لمحہ باقی ہو اور دس دنون سے کم مین اگر پاک
ہوئی تو اگر نماز کا اتنا وقت ہی کہ غسل اور تکبیر تحریمہ ہو سکتی ہی نماز واجب ہوگی اور اگر اس سے کم وقت ہی واجب نہ ہوگی اور اگر روزہ دار عورت کو
حیض آیا اگرچہ آخر وقت روزے مین ہووے تو اگر روزہ فرض ہی قضا اُسکی واجب ہوگی اور اگر نفل ہی قضا اُسکی واجب نہ ہوگی[2] اور نماز مین اگر
حیض آیا قضا اُسکی واجب ہی اگرچہ نفل ہی اور اگر حائضہ عورت رمضان مین دن کو پاک ہوئی اور کچھ نہ کھایا وہ روزہ کافی نہوگا لیکن کھانا اُسکو واجب

[1] کوئی نماز یہانتک کہ سجدۂ شکر اور سجدۂ تلاوت بھی نہ کرے کذا فی الدر المختار ۱۲ [2] لیکن درمختار مین ہی کہ جو شروع کیا کسی عورت نے روزہ یا نماز نفل مین پھر اُسکو حیض ہوا تو دونوکی
قضا کرے خلاف قول صدر الشریعۃ کے دیکھو اور درمختار مین ہی کہ بحر الرائق مین اس طرح ہی کہ جو فرق شرح وقایہ مین درمیان روزہ و نماز نفل کے مرقوم ہے غیر صحیح ہے ۱۲ عبدہ

اور اگر رات کو دس دن کے بعد پاک ہوئی اُسکو کل کا روزہ رکھنا واجب ہوگا اگرچہ رات ایک لحہ باقی ہووے اور اگر دس دن سے کم مین پاک ہوئی تو اگر اتنی رات باقی ہے کہ غسل اور تکبیر تحریمہ کر سکتی ہے تو کل کا روزہ واجب ہوگا اور اگر اس سے کم ہے تو واجب نہ ہوگا اور اگر اتنا وقت رات مین باقی تھا اور اُسنے غسل نہین کیا روزہ اُسکا باطل نہوگا اور حائضہ کو درست نہین کہ مسجد مین آوے اور طواف خانہ کعبہ کا کرے ف اسواسطے کہ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ اُنھون نے کہا کہ جب آئے ہم سرف مین کہ نام ایک مقام کا ہے تو حائضہ ہوئی مین سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کر جو کرتے ہین حاجی لوگ سوا اس بات کے کہ نہ طواف کر خانہ کعبہ کا جب تک کہ پاک نہ ہوے روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے اور مسجد مین داخل ہونا اسواسطے منع ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ مُصلّے کو مسجد سے لے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مین حائضہ ہون تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض تیرا تیرے ہاتھہ مین تو نہین ہے اور اسیواسطے کوئی چیز باہر سے لینا حائضہ کو مسجد سے درست ہے اور ابوداؤد مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مین نہین حلال کرتا ہون مسجد کو واسطے جنب اور حائض کے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور ابن ماجہ اور بخاری نے تاریخ مین اور طبرانی نے اور ضعیف کیا خطابی نے اس حدیث کو اور کہا اسناد مین اسکی افلت ابن خلیفہ عامری کوفی مجہول الحال ہے اور کہا ابن رفعہ نے کہ وہ متروک ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ ابن الرفعہ کا قول صحیح نہین مردود ہے اور کسی امام حدیث نے ایسا بیان نہین کیا بلکہ کہا احمد رح نے کہ نہین دیکھتا ہون ساتھہ اُسکے کچھہ حرج اور صحیح کیا اُسکو ابن خزیمہ نے اور حسن کہا اُسکو یحیی بن قطان نے واللہ اعلم ص اور اگر طواف کر لیا حلال ہو جاوے گی ف یعنے وہ چیزین کہ وقت احرام سے حرام ہو جاتی ہین حلال ہو جاوینگی ص اور حائضہ کو ناف سے نیچے زانو تک چھونا درست نہین اور چھونے سے مراد یہ ہے کہ مباشرت کرے یا ران مین ذکر کو لگاوے اور بوسہ لینا اور اُس مقام کے سوا کا چھونا درست ہے اور امام محمد رح کے نزدیک فقط مقام فرج سے پرہیز کرے اور باقی سب بدن سے استمتاع اور لذت لینا درست ہے ف کیونکہ روایت ہے زید بن اسلم رض سے کہا اُنھون نے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجکو اپنی عورت سے کونسی چیز درست ہے جس حالت مین وہ حائضہ ہووے سو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھہ تو اُسپر ازار پھر تجکو اختیار ہے ازار کے اوپر کا اور وہ جو بعضون نے اس حدیث کو کہا ہے بعضون نے کہا جواب اُسکا یہ ہے کہ مرسل وقت ثقہ ہونے راویون کے مقبول ہے اور راوی اس حدیث کے سب ثقہ ہین روایت کیا اس کا اور اسی سے اخذ کیا دارمی نے اور روایت ہے معاذ بن جبل رض سے کہ کہا مین نے یا رسول اللہ اپنی عورت سے مجکو وقت حیض کے کیا حلال ہے کہا ازار کے اوپر ص اور شروع حیض مین بچا رہنا اُس سے افضل ہے روایت کیا اسکو رزین نے اور محی السنہ نے کہا ہے کہ اسناد اسکی قوی نہین اور جماع کرنا عورت سے جو عورتین حیض مین حرام اور گناہ کبیرہ ہے بالاتفاق ممنوع ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ جماع کرے حائضہ سے یا کسی عورت کی دُبر مین یا کسی کاہن کے پاس آوے اُس سے خبر پوچھنے کو سو اُسنے انکار کیا اُسکا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور صحیحین مین مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ مین ازار باندھہ لیتی تھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھہ سے مباشرت کرتے تھے اور مین حائضہ ہوتی تھی اور روایت کی امام مالک رح نے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے ایک آدمی کو بھیجا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہ پوچھے اُن سے کہ کیا مباشرت کرے مرد عورت اپنی سے اور وہ حائضہ ہو سو کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ باندھہ لے ازار اپنی پھر مباشرت کرے اگر چاہے اور ایک روایت مین ابوداؤد و نسائی کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مباشرت کرتے تھے عورتون اپنی سے اور وہ حائض ہوتی تھین جب اوپر اُن کے ازار ہوتی تھی نصف رانون تک اور زانو تک اور

ل یعنے معانقہ اور ملاصقہ ۱۲ ۲ یعنے چھوئے اور معانقہ کرے ۱۲

ایسی ہی بہت روایتین اس باب مین آئی ہین اور روایت کی ابو داؤد نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ اُنھون نے سُنا بعض ازواج نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ کرتے تھے عورت حائضہ سے کچھ ڈالتے تھے فرج پر اُسکی ایک کپڑا اور شاید اسی حدیث سے
تمسک امام محمد رح صاحب کا ہے ص اور حائض اور جنب اور نفسا کو قرآن پڑھنا درست نہین اگرچہ ایک آیت سے کم ہو وہی مذہب ہے کرخی رحمۃ اللہ
علیہ کا اور امام طحاوی کے نزدیک پڑھنا ایک آیت سے کم کا درست ہے اور یہ حکم جب ہے کہ قرأت کے قصد سے ہووے اور اگر بغیر قصد کے
ہووے جیسے کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ واسطے شکر نعمت کے تو کچھ حرج نہین ف قرأت واسطے جنب اور حائض کے اسواسطے
جائز نہین کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن مین سے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور دارقطنی
رحمۃ اللہ علیہم نے اور اسکا ایک شاہد ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے مرفوعًا اور بعضون نے ان دونون
حدیثون کو ضعیف کیا ہے واللہ اعلم ص عورت حائضہ کو ہجی قرآن کی درست ہے ف اسواسطے کہ یہ قرأت قرآن کی نہین کہلاتی
ص اور جو عورت کہ پڑھاتی ہے اسکو اگر حیض آیا امام کرخی رح کے نزدیک ایک ایک کلمہ پڑھاوے اور ہر کلمے کے اوپر ٹھہر جاوے اور امام طحاوی
کے نزدیک آدھی آدھی آیت پڑھاوے اور ہر آدھی کے بعد ٹھہرے پھر باقی آدھی پڑھاوے اسی طرح کرتی جاوے اور دعاے قنوت
کا پڑھنا بعضون کے نزدیک مکروہ ہے اور بعضون کے نزدیک جائز ہے اور وظائف اور اذکار کا پڑھنا مکروہ نہین اور توریت و انجیل پڑھنا
مکروہ ہے ف اور اسی طرح زبور بھی ص اور محدث یعنی بے وضو کو قرآن پڑھنا درست ہے ف اسواسطے کہ روایت ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ نہین روکتی تھی کوئی چیز انکو قرآن پڑھنے سے مگر جنابت روایت کیا اسکو احمد اور اصحاب سنن اور ابن خزیمہ اور
ابن حبان اور حاکم اور ابن الجارود اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن سکن اور بیہقی اور بغوی نے شرح السنۃ مین
اور روایت ہے صحیحین مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھین دس آیتین اخیر سورۂ آل عمران کی قبل وضو کے ص اور چھونا اُسکا حائضہ
اور جنب اور نفسا اور محدث چارون کو جائز نہین ف اسواسطے کہ قرآن شریف مین آیا ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ یعنے نہین
چھوتے ہین اسکو مگر پاک لوگ ص مگر غلاف کے اوپر سے درست ہے اور غلاف جدا ہو تو اب جلد کا یا چولی جلد کا چھونا بھی درست نہین
اور لکھنا قرآن کا اگر چھوا نہین جاتا ہے لکھے ہوے کو درست ہے نزدیک امام ابی یوسف رح کے اور نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے
جائز نہین اور بے طہارت آستین سے چھونا مکروہ ہے اور اُن روپے پیسون کو جن پر آیت قرآن کی لکھی ہو نہ چھوئے بے طہارت مگر تھیلی
مین ہون تو چھونا تھیلی کا جائز ہے مکروہ نہین اور جو عورت کہ دس دن مین حیض سے پاک ہوئی قبل غسل کے اُس سے صحبت کرنا درست ہے
اور جو اس سے قبل مین پاک ہوئی قبل غسل کے اُس سے صحبت جائز نہین اور یہی نفاس کا حکم ہے ف یعنی اگر نفاس کی مدت پوری
ہوئی یعنی چالیس روز کے بعد پاک ہوئی تو قبل غسل کے اُس سے صحبت درست ہے اور اگر کم مین اس سے پاک ہوئی تو بغیر غسل کے
درست نہین اور وجہ اس کی صاحب ہدایہ نے یون لکھی ہے کہ خون کبھی جاری ہو جاتا ہے اور کبھی بند ہو جاتا ہے اور جب دس دن مین
حیض سے فارغ ہوئی اور چالیس دن مین نفاس سے تو یہ اکثر مدت ہے اس سے زیادہ حیض و نفاس نہین ہو سکتا اور جو کم مین پاک
ہوئی تو احتمال ہے کہ شاید خون پھر جاری ہو جاوے اور جب غسل کر لیا تو جانب انقطاع کو ترجیح ہو گئی واللہ اعلم ص اور اگر دس دن سے
کم مین پاک ہوئی اور اُس پر وقت موافق غسل اور تکبیر تحریمہ کے گذر گیا تو اب صحبت اُسکی بغیر غسل کے بھی درست ہے ف کیونکہ نماز

لہ یعنے بوسہ اور معانقے کا ۱۲

اُسوقت اُسپر فرض ہوگئی تو حکما گویا پاک ہوگئی اور اگر خون اُسکا بند ہوگیا اُسکی عادت سے کم مین تین دن سے زیادہ مین تو قربت اُسکی جائز
نہین جب تک کہ عادت کے موافق وقت نہ گذر جاوے اگرچہ اُسنے غسل بھی کرلیا ہووے کیونکہ عادت مین خوف ہے خون کے پھر آجانیکا
تو اختیار پرہیز مین ہے کذا فی الہدایہ ص اور اگر عورت حائضہ دس دن سے کم مین پاک ہوئی اور تین دن یا زیادہ گذر گئے ہین مگر عادت
سے اُسکی کم ہین تو واجب ہے اُسکو کہ نماز کی تاخیر کرے اتنے وقت تک کہ مکروہ نہ ہوجاوے تو جب نہ ہو جاوے قضا کا اُسوقت غسل کرے اور
نماز پڑھے اور اگر عادت کے برابر ہووے یا زیادہ عادت سے ہوجاوے یا وہ عورت مبتدیہ ہووے تو تاخیر کرنی غسل کی مستحب ہے
ف مبتدیہ اُس عورت کو کہتے ہین جو اوّل بار حائضہ ہوئی ہو پہلے اُسکے کبھی حیض نہ ہوا ہووے ص اور اگر تین دن سے کم مین پاک ہوئی
نماز کی تاخیر کرے اور جب قضا ہونے کا خوف ہو غسل کرے اور پڑھ لیوے اور اُن سب صورتون مین اگر پھر دس دن کے اندر خون آگیا حکم
طہارت کا باطل ہوگیا مبتدیہ ہو یا معتادہ ہو اور اگر کوئی عورت دس دن یا زیادہ مین پاک ہوئی دس دن کے گذرنے سے حکم طہارت کا کیا
جاویگا اور غسل اُسپر واجب ہوگا اور جو معتادہ کہ ایک دن خون دیکھتی ہے اور دوسرے دن طہر تو جس دن خون دیکھے اُسدن نماز اور روزہ
ترک کرے اور جس دن پاک ہووے اُسدن غسل کرے اور نماز پڑھے تو تیسرے دن پھر نماز ترک کرے اور چوتھے دن پڑھے اسیطرح
دس دن تک کرے اور کم مدت طہر کی پندرہ دن ہین اور اکثر مدت کی حد نہین ف ابراہیم نخعیؒ سے بھی ایسی ہی روایت ہے اور اکثر کا یہ حال
ہے کہ کبھی برس دو برس تک طہر رہتا ہے ص مگر معتادہ کا موافق عادت کے طہر ہوگا اور اختلاف ہے طہر کے اندازے مین اور صحیح یہ ہے کہ ایک
گھڑی کم چھ مہینے ہین اس لیے کہ عادت یہ ہے کہ طہر غیر حاملہ کا حاملہ سے کم ہوتا ہے اور اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہین پس طہر غیر حاملہ کا ایک
ساعت کم چھ مہینے ہوگا صورت اُسکی یون ہے کہ ایک عورت کو اوّل بار حیض آیا اور اُسنے دس دن خون دیکھا اور چھ مہینے پاک رہی پھر خون
اُسکا برابر جاری رہا عدت اُسکی اُنیس ماہ تین گھڑی کم ہوگی اسواسطے کہ تین حیض کا ایک مہینا ہوا اور تین طہر کے چھ چھ تک اٹھارہ مہینے ہوئے
جس مین سے تین گھڑی کم ہوئین ایک ایک گھڑی ہر ہر طہر سے اُنیس مہینے تین گھڑی کم ہوئے

فصل استحاضے کے بیان مین

جو خون کہ تین دن تین رات سے کم ہووے یا دس روز سے زیادہ ہووے یا نفاس چالیس روز سے زیادہ ہووے وہ استحاضہ ہے اسی طرح جو
خون کہ عورت کے حیض کی عادت سے زیادہ ہو اور دس دن سے بڑھ جاوے یا نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور چالیس دن سے
بڑھ جاوے وہ بھی استحاضہ ہے مثلاً اُس کی عادت حیض کی سات دن کی تھی اور اُس نے خون بارہ دن تک دیکھا تو پانچ دن آخر
کے استحاضے کے ہین اور نفاس کی عادت اُسکو تیس دن تھی اور خون اُس نے پچاس دن تک دیکھا بیس دن بعد تکمیل تیس دن کے
استحاضے کے ہین یہ حکم تو معتادہ کا ہے اور مبتدیہ کا خون اگر جاری رہا ہر مہینے سے دس دن اُس کے حیض کے ہونگے
اور باقی استحاضہ اور جو پہلے نفاس مین اُسکا خون ہمیشہ جاری رہا چالیس دن نفاس کے گنے جاوینگے اور باقی استحاضے کے اور جو
خون حاملہ دیکھے وہ بھی استحاضہ ہے ف معتادہ عورت کو چاہیے کہ اگر خون اُسکا جاری رہا تو جتنے دن اُس کے حیض کے ہین عادت
کے موافق نماز ترک کرے اور بعد اُس کے نماز پڑھے غسل کرکے جب پھر وہ دن آوین حیض کے نماز ترک کرے اسی طرح عادت کے
موافق ہمیشہ کیا کرے کیونکہ روایت ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک عورت تھی بہتا تھا خون اُسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہد مین تو پوچھا اُسکے واسطے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو فرمایا آپ نے کہ دیکھ لے گنتی رات دن کی کہ حائض ہوئی تھی اُن دنون مہینے سی قبل اِس عارضے کے سو ترک کرے نماز موافق اُسکے مہینے سے سو جب گذر جادین وہ دن تو غسل کرے پھر گدی لگاوے کسی کپڑے کی پھر نماز پڑھے روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی وغیرہما نے کئی سندون سے باسناد صحیح اور ایک حدیث مین آیا ہے تدع الصلوٰة ایام اقرائہا یعنی چھوڑے نماز حیض کے دنون مین لیکن ابوداؤد نے ضعیف کیا اِس روایت کو اور کہا کہ وہم ہے ابن عیینہ راوی سے اور حفاظ کی حدیثون مین یہ قول نہین اور اسی روایت کو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اور یہی قول ہے حسن اور سعید بن المسیب اور عطا اور مکحول اور ابراہیم اور قاسم بہت سے تابعین کا ص عورت مستحاضہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور وطی کرنا اُس سے درست ہے ف اِس باب مین بہت حدیثین آئی ہین بیشمار کہان تک بیان کرون اوپر ایک حدیث بیان کی وہ کافی ہے ص جسکو استحاضہ یا خون ناک کا یا کوئی اور حدث ہمیشہ لگا ہے اسطرح کہ کسی فرض کا وقت اُسپر بغیر اُسکے نہ گذرے تو وہ ہر وقت کا فرض کیلیے وضو کرے اور امام شافعی کے نزدیک ہر فرض کیلیے وضو کرے اور نفلون کو فرض کی تبعیت مین پڑھے ف کیونکہ روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت مستحاضہ مین کہ چھوڑے نماز کو حیض کے دنون مین پھر غسل کرے اور نماز پڑھے اور وضو کرے ہر وقت نماز کے لیے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے سنن مین اور یہی مذہب ہے امام صاحب کا اور محمد اور زفر اور ابو یوسف رحمہم اللہ اجمعین کا اور ثابت کرنا اسکا بہت مشکل ہے جسکو منظور ہو وہ مشکل الآثار امام طحاوی مین خوب تفصیل ہے دیکھ لیوے اور ایسی ہی روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنن ابی داؤد مین اور کہا سعید نے کہ غسل کرے ایک طہر سے دوسرے طہر تک روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور بعضون نے کہا ہے کہ اسمین وہم ہو گیا ہے صحیح یہ ہے کہ من ظہر الی ظہر یعنے ظہر سے ظہر تک لیکن قول مناسب مقام نہین اسواسطے کہ ظہر کی کیا تخصیص ہے سب نمازین اس باب مین برابر ہین مؤید ہے اسکی جو کہا ابوداؤد نے رَوَاهُ مِسْوَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ قَالَ فِيهِ مِنْ طُهْرٍ إِلٰى طُهْرٍ فَقَلَبَهَا النَّاسُ مِنْ ظُهْرٍ إِلٰى ظُهْرٍ یعنی روایت کیا اسکو مسور نے کہا اُسنے طہر سے دوسرے طہر تک سو بدل دیا اُسکو لوگون نے ظہر سے دوسرے ظہر تک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح طہر سے طہر تک ہے اور بھی مؤید ہے اسکی جو کہا ہے ابوداؤد نے وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الخ کہ مذہب اُنکا وہی ہے کہ ہر وقت نماز کے وضو کرے نہ یہ کہ ظہر سے ظہر تک غسل کرے واللہ اعلم وعلمہ اتم اور ربیعہ کا مذہب یہ ہے کہ مستحاضہ کو وضو بھی ہر وقت نماز کے واجب نہین ہے مگر یہ کہ کوئی اور حدث سوا استحاضے کے اسکو ہو پہنچے اور بعضون کا مذہب یہ ہے کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور بعضون کا یہ ہے کہ دو نمازون کو جمع کرے اور دونون کے واسطے ایک غسل کرے اور حدیثین بھی مختلف وارد ہوئی ہین فافہم اور بعضون کا مذہب یہ ہے کہ ہر دن غسل کرے اور یہی مروی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا اس کا ابوداؤد نے اور وطی کرنا عورت مستحاضہ سے درست ہے روایت کی ہے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مستحاضہ ہوتی تھین اور جماع کرتے تھے اُنسے خاوند اُنکے اور اسناد مین اس حدیث کی معلی راوی ہین بعض لوگون نے ضعیف کیا ہے انکو اور امام احمد اُنسے روایت نہین کرتے تھے لیکن کہا یحیی بن معین نے کہ وہ ثقہ ہین اور اسی کو اختیار کیا ہے محدثین نے اور صحیح یہی ہے ص اور ہمارے نزدیک ہر وقت نماز کے واسطے وضو کرے اور اُس وقت مین جتنے چاہے فرض اور نوافل پڑھے اور اُسکے وضو کو وقت کا جانا توڑ دیتا ہے اور (اس حدث سوا ۱۲) امام زفر رحمہ کے نزدیک دوسرے وقت کا آنا توڑ دیتا ہے اور امام ابی یوسف رحمہ کے نزدیک دونون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو جس شخص نے قبل وقت ظہر کے وضو کیا او وقت آنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھے آخر وقت تک ہمارے نزدیک اور امام ابی یوسف رحمہ کے نزدیک

جب تک کہ وقت باقی رہے اور کوئی دوسرا نقض وضو نہ پایا جاوے ۱۲ عینیہ

درست نہین کیونکہ وقت کے داخل ہونے سے اُنکے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعد آفتاب[۱] کے نکلنے کے وضو ہمارے نزدیک اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور امام زفرؒ کے نزدیک نہین ٹوٹے گا کیونکہ جانا وقت کا ہمارے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو توڑتا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک آنا وقت کا اور آنا وقت کا نہین پایا گیا

فصل نفاس کے بیان مین

نفاس اُس خون کو کہتے ہین جو جننے کے بعد آتا ہے اور اُسکی کم مدت کی حد نہین اور اکثر مدت اُسکی چالیس دن ہین **ف** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ کہا اُنھون نے نفاس والی عورتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مین بعد نفاس کے چالیس دن بیٹھتی تھین روایت کیا اسکو ابو داؤد اور احمد اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور ایک روایت مین ہے ابو داؤد کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکو حکم نہ کیا ساتھ قضا کرنے نماز دنون نفاس کے اور صحیح کیا اُسکو حاکم نے **ص** اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر مدت نفاس کی ساٹھ دن ہے **ف** اور حدیث اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی اُنپر حجت ہے **ص** اور جس عورت کے دو بچے ساتھ پیدا ہون یا چھ مہینے سے کم مین دوسرا بچہ پیدا ہووے تو اُنکو توأمین کہتے ہین اُسکی مان کا نفاس اوّل لڑکے سے معتبر ہوگا اور عدت اُسکی دوسرے لڑکے سے گذریگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے لڑکے سے اعتبار نفاس کا ہوگا اور جو بچہ ایسا ہووے کہ بعضے اعضا اُس کے مخلوق ہوے ہون اور اُسکے بعد خون آوے تو وہ خون نفاس کا ہے اور ایسا بچہ پیدا ہونے سے لونڈی اُمّ ولد ہو جاویگی **ف** اُمّ ولد اُس لونڈی کو کہتے ہین کہ جس سے اُس کے مالک کی اولاد ہووے حکم یہ ہے کہ بعد مرنے اُسکے کے آزاد ہو جاتی ہے تو یہ بیان کیا کہ اگر لونڈی سے ایسا بچہ بھی ہو تو وہ مالک سے اُمّ ولد ہو جاویگی **ص** اور ایسے بچے کو سقط کہتے ہین اگر کسی خاوند نے جورو سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو تجھ پر طلاق ہے اور وہ سقط جنی تو شرط ادا ہو جاوے گی اور عورت پر طلاق پڑ جاویگا اور عدت بھی تمام ہو جاوے گی

یعنے سقوط حمل گر ۱۲ — حاملہ کے سقط جننے سے ۱۲

باب نجسون کے بیان مین

ف نجاست کو پاک کرنا واجب ہے نمازی کے بدن اور کپڑے سے اور جس جگہ کہ نماز پڑھتا ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۵ یعنے کپڑونکو اپنے سو پاک کر اُنکو اور احادیث مین بھی یہی حکم ہے **ص** اگر بدن یا جگہ یا کپڑا نمازی کا نجس ہو جاوے ایسی نجاست سے جو دکھائی دیتی ہے پانی اور سرکہ اور گلاب اور جو چیز کہ بہتی ہے پانی کی سی اور پاک اور مزیل نجاست ہے اُس سے پاک کرے یہانتک کہ ذات نجاست کی زائل ہو اور اگر اُسکا اثر باقی رہ جاوے کہ مشکل ہو زوال اُسکا تب بھی پاک ہو جاویگی **ف** پانی کے مثل کیا معنے کہ جب نچوڑا جاوے نچڑ آوے جیسے پانی یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور کہا محمد اور زفر اور شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہ نہین جائز ہے نجاست کا پاک کرنا مگر پانی سے **ص** اور جو چیز کہ ناپاک ہو جاوے اُس نجاست سے کہ دکھائی نہین دیتی تین بار کے دھونے اور ہر بار کے نچوڑنے سے پاک ہو جاویگی اور تیسری بار مین خوب موافق زور اپنے کے نچوڑے تو اگر خوب زور سے نہ نچوڑیگا تو پاک نہو گی ایسا ہی ہے خانیہ مین اور جسکا نچوڑنا ممکن نہین تین بار دھونے اور ہر بار کے خشک کرنے سے پاک ہو جاویگی اور خشک کرنا یہ ہے کہ قطرہ نہ بہے اور ٹپکنا موقوف ہو جاوے اگر موزے مین ایسی نجاست جسکا دل ہووے جیسا گوبر اور نجاست وغیرہ ۱۲ لگ جاوے اور خشک ہو جاوے زمین پر ملنے سے پاک ہو جاتا ہے

[۱] یعنے جس معذور نے بعد صبح صادق کے وضو کیا ہے ۱۲

اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر تر دلدار بھی ہووی اور خوب ملے پاک ہوجاویگا اور اسی پر فتوی ہی اور جو دلدار نہووی دھونے سے فقط پاک ہوگا جیسے پیشاب فقط دھونے سے پاک ہوتا ہی **ف** روایت کی ابو داؤد وغیرہ نے حضرت ابی ہریرہؓ سی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بھر جاوی تمھارے جوتے مین نجاست تو مٹی اُسکے واسطے پاک کرنیوالی ہی اور ایسا ہی مروی ہی عائشہ رضی اللہ عنہا سی بھی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہی کہ اگر نجاست تر دلدار ہووی تو وہ بغیر دھونیکے پاک نہوویگی اور دلیل اُنکی وہ ہی جو روایت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ جب تیرے کپڑے مین چلنے سی کوئی نجاست تر بھر جاوی تو دھو اُسکو اور اگر خشک ہی تو کچھ لازم نہین تیرے اوپر روایت کیا اسکو رزینؒ نے **ص** اگر کسی چیز مین منی بھر جاوی تر ہو یا خشک دھونے سی پاک ہوتی ہی **ف** حاصل اس مسئلے کا یہ ہی کہ تر منی سے بغیر دھوئے کپڑا پاک نہین ہوتا اور سوکھی سے بھی دھونے سی پاک ہوجاتا ہی **ص** اور سوکھی منی کو اگر کپڑے سے کھرچ ڈالے تو بھی پاک ہوجاویگا **ف** لیکن یہ جب ہی کہ منی اسقدر غلیظ ہووی کہ قابل کھرچنے کے ہووی روایت ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سی کہ وہ دھوتی تھین منی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے روایت کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور بھی روایت ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سی کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دھوتے منی کو پھر نکلتے تھے نماز کو اُسی کپڑے مین اور مین دیکھتی تھی نشان دھونے کا اُسمین روایت کیا اسکو شیخین رحمۃ اللہ علیہما نے اور ایک روایت مین مسلم کی ہی کہ مین کھرچتی تھی منی کو آپکے کپڑے سے پھر نماز پڑھتے تھے اُسی کپڑے مین اور ایک روایت مین ہی کہ مین کھرچتی تھی سوکھی منی کو ناخون سے اُنکے کپڑے سے اور کہا امام طحاویؒ نے مشکل الآثار مین حدثنا یونس ثنا یحیی بن حسان ثنا عبد اللہ بن المبارک و بشر بن المفضل عن عمرو بن میمون عن سلیمان بن یسار عن عائشۃ قالت کنت اغسل المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیخرج الی الصلوۃ وان بقع الماء لفی ثوبہ یعنی کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ مین دھوتی تھی منی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اور آپ جاتے تھے نماز کو اور تحقیق کہ نشان پانی کے اُنکے کپڑے مین ہوتے تھے **ص** اگر سر ذکر کا پاک ہی اسطرح پر کہ پیشاب نے مخرج سے تجاوز نہ کیا یا بعد پیشاب کے استنجا کیا اور پھر منی نکلی اور خشک ہوگئی کھرچنے سے پاک ہوجاویگی کپڑا ہووی یا بدن اور حسن بن زیاد نے امام صاحبؒ سے روایت کی ہے کہ بدن مین اگر منی لگ کے خشک ہوجاوے کھرچنے سے پاک نہ ہوجاویگا جبتک نہ دھوویگا **ف** صاحب ہدایہ نے وجہ اسکی یون بیان کی ہے فان حرارۃ البدن جاذبۃ لا یعود الی الجرم والبدن لا یمکن فرکہ یعنے حرارت بدن کی جاذب ہے سو نہ عود کرے گی منی طرف جرم خشکی سے اور بدن کا کھرچنا ممکن نہین **ص** اور تلوار یا چھری یا اور جو اُسکے مثل چیزین ہین ملنے سے پاک ہوجاتی ہین زمین پر یا کسی اور پر ہووے اور جو بچھونا ایسا ہو کہ دھونا اُس کا دشوار ہو ایک رات دن اُس پر پانی بہاوے پاک ہوجاوے گا اور زمین ناپاک یا اینٹین بچھی ہوئین یا نرکل کا گھر اور درخت اور گھانس اگر کٹی نہ ہووے اور خشک ہوجاوین اور اثر نجاست کا باقی نہ رہے پاک ہوجاوینگی نماز کے لیے اور یہی مختار ہے یعنی زمین خشک پر جسکے اوپر اثر نجاست کا باقی نہ رہے نماز درست ہے **ف** کیونکہ وہ زمین پاک ہی جیسا کہ روایت کی حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ مین رہتا تھا رات کو مسجد مین زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اور مین تھا جوان دور تھا نکاح سے اور کتے آجاتے تھے مسجد مین اور پیشاب کرتے تھے سو نہ تھے پانی بہاتے کسی پر اُن مین سے روایت کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور حدیث مین ہے ذکوۃ الارض یبسہا یعنی ذکوۃ زمین کی سوکھنا اُسکا ہے ایسا ہی ہے ہدایے مین اور کہا ابن طاہر نے تذکرے مین کہ نہین ہی اصل اس حدیث کی مرفوع مین انتہی لیکن ذکر کیا اسکو بعض مشائخ نے اثر عائشہ رضی اللہ عنہا کا اور بعض نے محمد بن حنفیہ کا اور ایسا ہی

؎ اگر مخرج پاک ہو ۱۲

روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے محمد سے اور ابو قلابہ سے بھی اور روایت کی عبد الرزاق نے اُنسے یعنی ابو قلابہ سے کہ جُفُوفُ الْاَرْضِ طُهُوْرُهَا یعنی سوکھنا زمین کا طہارت ہی اُسکی اور ذکر کیا مبسوط مین اَیُّمَا الْاَرْضِ جَفَّتْ فَقَدْ ذَکَتْ کو یعنی جو زمین کہ خشک ہوگئی تو وہ پاک ہوگئی حدیث مرفوع واللہ اعلم اور حجت اس باب مین حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہو ص لیکن تیمم جائز نہین ف اسواسطے کہ مٹی تیمم کی طہارت اُسکی قرآن شریف سے ثابت ہے سو حدیث اُس کی معارض نہ ہوگی واللہ اعلم ص اور جو درخت اور گھانس بعد کٹنے کے نجس ہووے وہ فقط دھونے سے پاک ہوتی ہی نہ سوکھنے سے

ف فصل نجاست خفیفہ اور غلیظہ کے بیان مین

نجاست غلیظہ اُسے کہتے ہین جسکی نجاست آیت یا حدیث وغیرہ سے ثابت ہووے اور دوسری آیت یا حدیث اُسکے مخالف نہ آئی ہو اور جس چیز کو یہ نجاست غلیظہ عارض ہوتی ہی اُسکو نجس غلیظہ کہتے ہین اور نجاست خفیفہ جو ایسی نہ ہووے اور جسکو یہ عارض ہو اُسکو نجس خفیف کہتے ہین ص ایکدرم برابر نجس غلیظ جیسے پیشاب اور خون اور شراب اور بیٹ مرغی کی اور پیشاب بلی اور گدھے اور چوہے کا اور لید اور گوبر معاف ہی اور اس سے زیادہ معاف نہین اور چوتھائی سے کم کپڑا اگر نجس خفیف ہو جیسے پیشاب گھوڑے کا اور جسکا گوشت حلال ہی اور بیٹ طائرون حرام سے نجس ہو جاوے معاف ہی اور اس سے زیادہ معاف نہین اور چوتھائی کپڑے سے اُس کپڑے کی چوتھائی مراد ہی جتنے مین نماز درست ہو جاوے اور بعضونکے نزدیک چوتھائی اُس کپڑے کی جسمین نجاست لگی ہووے جیسے دامن اور آستین اور کلی مراد ہی اور امام ابو یوسف رح نے اسکا اندازہ کیا ہی کہ طول مین بھی ایک بالشت اور عرض مین بھی ایک بالشت ہو اور اگر نجس رقیق ہی پانی سا تو قدر درم سے مراد مقدار ہتھیلی کے گڑھے کا عرض ہی اور اگر کثیف ہی تو مراد قدر درم سے وزن ایک مثقال کا ہی ف جب کپڑے مین لید یا گوبر زیادہ درم سے لگ گیا تو نماز اُسمین نزدیک امام صاحبؒ کے جائز نہوگی اسواسطے کہ وہ نجس غلیظ ہی کیونکہ روایت ہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے پاخانے کے حکم کیا مجھکو کہ لاؤن تین پتھر سو پائے مین نے دو پتھر اور تیسرا نہ پایا مین نے سو لے آیا مین اُنکے پاس ایک ٹکڑی لید کو تو لے لیا آپ نے دو پتھر ونکو اور پھینک دیا آپ نے لید کو اور کہا کہ وہ نجس ہی روایت کیا اسکو بخاری نے اور احمد اور دارقطنی نے اور ترمذی نے اور نسائی نے اور منع کیا آپ نے اُس سے استنجا کرنے سے ص اور خون مچھلی کا نجس نہین اور خچر اور گدھے کا لعاب پاک چیز کو نجس نہین کرتا اور اگر پیشاب سوئی کی نوکون کے برابر پڑ جاوے دھونا اُسکا واجب نہین اور جو پانی کہ نجس پر پڑ جاوے وہ بھی نجس ہی یا نجس چیز پانی پر پڑ جاوے تب بھی پانی نجس ہی اور نجس کی راکھ نجس نہین اور گدھا اگر نمکدان مین گر پڑا اور نمک ہوگیا پاک ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راکھ نجس کی بھی نجس ہے اور جس کپڑے کا استر نجس ہو اور سیا ہوا نہ ہو اُسپر نماز درست ہی اور اگر ایک جانب بچھونے کی نجس ہو اور دوسری جانب پاک ہو اُسپر نماز درست ہی اور بعضون کے نزدیک اگر بچھونا اتنا بڑا ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف نہ ہلے تو درست ہی اور اگر ہل جاوے تو درست نہین اور ہمارے نزدیک دونون صورتون مین درست ہے اور اگر کپڑے نجس کو پاک کپڑے کے ساتھ لپیٹے اور اُسکی تری پاک کپڑے مین آجاوے تو اگر ایسی تری ہے کہ نچوڑنے سے نہین ٹپکتی تو نماز اُسپر درست ہی اور اگر ٹپکے تو نماز اُسپر درست نہین اور زمین خشک جو ایسی مٹی سے جسمین گوبر ملا ہی لیپی گئی ہے اُسپر تر کپڑا بچھا کر نماز پڑھے درست ہے اور اگر ایک کنارہ کپڑے کا جو نجس ہوا تھا بھول گیا اور دوسرا کنارہ بغیر سوچ کے دھو لیا نماز اُسپر جائز ہے کیونکہ کپڑے کے دھونے مین سوچنا شرط نہین اور اگر گیہون وغیرہ کے روندنے مین بیل یا گدھے نے موتا اور پھر وہ گیہون بانٹے گئے یا اُسمین سے نکال کے کسی کو کچھ دیدیا

سب پاک ہو جاوین گے ضرورت کے سبب سے

ف فصل استنجے کے بیان مین

ص استنجا کرنا اُس حدث سے جو دونون راہون سے نکلے پتھر وغیرہ سے یہانتک کہ صاف ہو وے بغیر گنتی کے سنت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گنتی بھی سنت ہے اور سونے اور ریح سے استنجا نہین ف اگر کوئی کہے کہ سونا اُس سے نکل گیا جب کہ کہا دونون راہون سے نکلے پھر اسکی ذکر سے کیا فائدہ جواب اُسکا یہ ہے کہ سونے مین گمان ہے ریح وغیرہ کے نکلنے کا اسواسطے اُسکو بھی بیان کردیا اور استنجے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت فرمائی ہے اور تین پتھرون کا ہونا کچھ ضرور نہین اگر دو پتھرون مین صاف ہو جاوے کافی ہے اور ہمارے مذہب مین کوئی شمار پتھرون کا مسنون نہین اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بول مین احتیاط نہ کرے اُسکے واسطے بڑی وعید شدید ہے روایت کی دارقطنی اور حاکم وغیرہما نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرہیز کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین پتھر ضرور چاہیین روایت ہے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم استنجا کرین تین پتھرون سے کم مین روایت کیا اسکو مسلمؒ نے اور ابی داؤد اور نسائی اور مالکؒ نے اور دلیل ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ روایت کیا ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہما نے کہ جو استنجا کرے پس چاہیے کہ طاق لیوے جسنے کیا سو اچھا کیا اور جسنے نہ کیا سو کچھ حرج نہین اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھرون کو واسطے استنجے کے لیا اور صحیح یہی ہے کہ شرط پاکی ہے اور تین ڈھیلون کے سنت ہونے مین شک نہین کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ جسنے یہ کیا سو اچھا کیا اور جسنے نہ کیا سو کچھ حرج نہین اور سنت کا یہی حکم ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی پتھر ونسے استنجا کیا اور بفرض تسلیم کے اُسکو ہم سنت ہی تو کہتے ہین نہ واجب اور سنت مین ترک تو معتبر ہے ص گرمی کے دنونمین پہلے اور تیسرے پتھر کو پیچھے کی طرف لیجا کے پاک کرے اور جاڑے کے دنونمین پہلے اور تیسرے پتھر کو آگے کیطرف لا کے پاک کرے اور پہلی صورتمین دوسرے پتھر سے آگے کیطرف پاک کرے اور دوسری مین پیچھے کیطرف اور عورت جاڑے گرمی مین ہمیشہ پہلے پتھر کو پیچھے کیطرف لیجا کے پاک کرے اور بعد پتھر لینے کے پانی سے دھونا ادب ہے ف روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نہین دیکھا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کہ نکلے پیخانے سے مگر یہ کہ چھوا پانی کو یعنی پانی سے دھویا اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ یعنی مسجد قُبا مین وہ لوگ ہین کہ دوست رکھتے ہین طہارت کو اور اللہ دوست رکھتا ہے طہارت کرنیوالون کو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے گروہ انصار کے بتحقیق اللہ تعالیٰ نے ثنا کی اوپر تمھارے بیچ طہارت تمھاری کے پس کیا ہے طہارت تمھاری پس کہا اُنھون نے کہ ہم وضو کرتے ہین نماز کے لیے اور غسل کرتے ہین جنابت سے اور استنجا پاک کرتے ہین ہم پانی سے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو وہ یہی ہے لازم پکڑو تم اُسکو روایت کیا اسکو ابن ماجہ اور رزین رحمۃ اللہ علیہما نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طہارت سے مراد قرآن شریف مین بھی استنجا کرنا پانی سے ہے اسواسطے کہ مسجد قبا والے خاص انہین اور مہاجرین سے زیادہ تھے ورنہ وضو اور غسل انصار و مہاجرین بھی کرتے تھے اور روایت ہے سنن ابن ماجہ مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ دھوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جا بے پیخانے اپنی کو تین بار کہا عبد اللہ بن عمرؓ نے سو کیا ہم نے اُسکو سو پایا ہم نے اُسکو دوا

ف یہ حدیث کئی صحابیون سے مروی ہے بلکہ حاکم رح نے کہا صحیح علی شرطہما یہ حدیث صحیح ہے شرط بخاری و مسلم پر اور کہا و لا اعرف بہ علۃ یعنی مین نہین پہچانتا اسمین کسی طرح کی کوئی علت ۱۲ منہ

ف اہل فہم پر پوشیدہ نہین کہ اس حدیث سے تین پتھر معین کا سنت ہونا ثابت نہین بلکہ تین ہون یا زیادہ یا تین کافی ہون اُس سے زیادہ سنت فافہم ۱۲ عبدہ ف قولہ اُسکو ہم سنت ہی تو کہتے ہین صحیح یہ ہے کہ کہا جاوے اسکو شافعی سنت ہی کہتے ہین اسلیے کہ مترجم حنفی ہے نہ شافعی یا غیر مقلد فتامل ۱۲ عبدہ ف جواب اسکا یہ ہے کہ تعدد احجار مین روایات مختلفہ وارد ہین پس عدد معین یعنی تین حجر کا سنت ہونا نہ کم و زیادہ کا ثابت نہین ہوتا ایک عدد معین کو سنت کہنا دوسرے کو ترجیح بلا مرجح ہے فافہم ۱۲ عبدہ

اور باقی اور راوی اس حدیث کے ثقہ ہین اور روایت کی محی السنۃ بغوی اور ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نازل ہوئی بیچ اہل قبا کی
کہ بیچ اُس مسجد کے ایسے لوگ ہین جو دوست رکھتے ہین طہارت کو فرمایا کہ تھے استنجا کرتے پانی سے سو نازل ہوئی اُنہین یہ آیت ص تو پہلے دونون ہاتھ
دھووے پھر مخرج کو ڈھیلا چھوڑ کر خوب صاف کرکے ملکے دھووے اور ایک اُنگلی یا دو یا تین اُنگلیون کے باطن سے دھووے اور اُنگلیون کے
سرے سے نہ دھووے پھر دونون ہاتھ دھووے اور اگر نجاست مخرج سے درم برابر بھی تجاوز کر گئی دھونا اُس کا شیخینؒ کے نزدیک واجب ہے
اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر مخرج سمیت درم سے بڑھ جاوے اُسکا بھی دھونا فرض ہے اور کھانے اور ہڈی اور گوبر اور داہنے ہاتھ سے استنجا درست نہین
ف لیکن ہڈی اور گوبر سے سو اسواسطے کہ روایت کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے گوبر کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
انہا رجس یعنی وہ نجس ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور بھی روایت کی ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی نے ابن مسعودؓ سے کہ جب آئے قاصد جن کے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہا اُنھون نے ای رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم منع کرو اُمت اپنی کو کہ استنجا کرین ہڈی اور گوبر سے یا کوئلے سے
پس تحقیق کہ اللہ نے کیا اُسمین ہمارا رزق سو منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور روایت ہے رُوَیفع رضہ سے بھی ایسی ہی
اخراج کیا اسکا ابوداؤد اور نسائی نے اور اسی باب مین روایت ہے خزیمہ بن ثابت اور سلمان رضی اللہ عنہما سے اخراج کیا ان دونون کا ابن ماجہ
وغیرہ نے اور لیکن استنجا کرنا داہنے ہاتھ سے سو روایت ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ استنجا
کرین ہم داہنے ہاتھ سے روایت کیا اسکو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہم رحمہم اللہ نے اور روایت کی بخاریؒ اور ترمذیؒ
اور ابوداؤد رح وغیرہم نے ابی قتادہ رض سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پیشاب کرے کوئی تم مین سے پس نہ پکڑے ذکر اپنے کو داہنے ہاتھ سے
اور نہ استنجا کرے داہنے ہاتھ سے اور روایت کی ابوداؤد رح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھا داہنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
واسطے طہارت کے اور کھانے کے اور بایان ہاتھ واسطے پیخانے وغیرہ کے اور روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھون نے کہ سُنا مین نے
عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ نہین چھوا مین نے ذکر اپنے کو داہنے ہاتھ سے جب سے کہ مین نے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور
اسلام لایا مین تو خوش ہوے اس سے کہ نہ استنجا کیا اُنھون نے داہنے ہاتھ سے اخراج کیا اس حدیث کا رزین رحؒ معاویہ عبدری نے ص اور
پیخانے مین قبلے کیطرف پیٹھ کرنا اور مُنھ کرنا مکروہ تحریمی ہے اور جنگل اور مکان مین ہمارے نزدیک یہی حکم ہے ف کیونکہ روایت ہے ابی ایوبؓ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے جاؤ تم پیخانے کو سو نہ مُنھ کرو طرف قبلے کے اور نہ پیٹھ کرو طرف اُسکے اور لیکن مشرق کیطرف مُنھ کرو اور مغرب کیطرف اور یہ خطاب واسطے مدینے
کے لوگون کے ہے کیونکہ قبلہ اُنکا مشرق اور مغرب نہین اور جنکا قبلہ مشرق یا مغرب ہے اُنکو جنوب یا شمال کیطرف مُنھ کرنا چاہیے روایت کیا اسکو چھ عالمون نے[1]
اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا مین اور روایت کی اسی باب مین ابن ماجہ نے ابن معقل اسدی سے اور اسناد مین اُسکی ابوزید بعضون نے کہا ہے کہ
نام اُنکا ولید ہے مولی ابن ثعلبہ کا مجہول ہے اور ابوسعید خُدری سے اور اسناد مین اُسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور دوسری روایت مین بھی ابن ماجہ کی
ابی سعید خُدریؓ سے ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے اور ہمارے نزدیک یہ کراہت میدان اور گھر مین سب مین ہے کیونکہ کہا ابوایوبؓ انصاری نے کہ آئے
ہم شام مین تو تھین اُسمین کھڈیان طرف قبلے کے سو پھرتے تھے ہم اُن سے[2] اور استغفار کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مکان مین بھی مُنھ طرف
قبلے کے کرنا ممنوع ہے وقت پیخانے کے اور بعضون نے رخصت دی ہے قبلے کیطرف مُنھ کرنے کی جبکہ قبلہ اور اُسکے درمیان مین کوئی چیز حائل ہو جیسا کہ روایت
مروان اصفر سے کہا اُنھون نے دیکھا مین نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہ بٹھلایا اُنھون نے اونٹنی اپنی کو طرف قبلے کے پھر بیٹھے اور پیشاب کرنے لگے

---

۱ یعنی ارباب صحاح ستہ نے ۱۲ ۲ یعنی قبلے کی جانب سے پھر کے بیٹھتے تھے ۱۲

طرف اونٹنی کے پس کہا مین نے اُنسے کیا نہین منع کیا گیا اس سے کہا اُنھون نے کہ ہان منع ہے میدان مین لیکن جب ہو درمیان تیرے اور درمیان
قبلے کے کوئی چیز کہ چھپاوے تجکو سو کچھ حرج نہین اخراج کیا اسکو ابو داؤد نے اور بعضون نے مطلق رخصت دی ہے لیکن منھ کرنے مین طرف قبلے کی
سو دلیل لاتے ہین حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ ہم منھ کرین طرف قبلے کے پیشاب مین سو دیکھا مین نے
اُنکو ایک سال پیشتر قبل وفات کے کہ منھ کرتے تھے طرف قبلے کے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث
حسن غریب ہے کہا شیخ ابن القیم نے کہا ترمذیؒ نے کہ پوچھا مین نے بخاریؒ سے اس حدیث کو پس کہا اُنھون نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ضعیف
کیا اسکو ابن حزم نے کہ یہ حدیث مروی ہے ابان بن صالح سے اور وہ مجہول ہین اور نہین حجت ہے مجہول کی روایت سے اور جواب اُسکا یہ ہے کہ کہا
ابن منذر نے کہ ابان بن صالح ثقہ ہے مشہور ہے حدیث والا ہے اور وہ ابان بیٹا صالح بیٹا عمیر کا ابو محمد قرشی ہے روایت کی اُس سے ابن جریج
اور ابن عجلان اور ابن اسحٰق اور عبید اللہ بن ابی جعفر نے اور شہادت لایا ساتھ روایت اُسکی کے بخاریؒ اپنی صحیح مین مجاہد اور حسن بن مسلم
اور عطاء سے اور توثیق کی اُنکی یحییٰ بن معین اور ابو حاتم اور ابو زرعہ رازی نے اور نسائی نے اور وہ والد ہے محمد بن ابان کا روایت کی اُس سے
ابو ولید اور ابو داؤد طیالسی اور حسین جعفی وغیرہم نے اور اس حدیث پر انفراد کیا محمد بن اسحٰق نے اور نہین حجت پکڑی جاویگی اس سے احکام مین
تو پھر بھلا معارض کیونکر ہوگی احادیث صحاح کی اور کس طرح منسوخ ہونگی اُس سے حدیثین منع کی باوجود اس بات کے کہ اس حدیث کی
تاویل ہوسکتی ہے کہ شاید یہ مکان مین ہووے اُن لوگونکے مذہب پر جو مکان مین رخصت دیتے ہین یا امر تنگی مکان سے تھا کہا شیخ ابن القیم نے بعد
اس بیان کے فَکَیْفَ تُقَدَّمُ عَلَی النُّصُوْصِ الصَّحِیْحَۃِ الصَّرِیْحَۃِ بِالْمَنْعِ یعنی پس کس طرح مقدم کیجاویگی یہ حدیث اوپر نصوص صحیحہ صریحہ بالمنع
کے پھر اگر کوئی کہے کہ تسلیم کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے سو کیا کہتے ہو روایت عراک مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے درباب رخصت کے تو جواب اُسکا یہ ہے
کہ یہ حدیث صحیح نہین یہ موقوف ہے اوپر عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہا یہ ترمذی نے کتاب العلل مین نقلاً عن البخاری اور کہا بعض حافظون نے
حدیث کے کہ یہ حدیث صحیح نہین اور اُسکے سبب کو بڑے عالم لوگ حدیث کے پہچانتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اسناد مین جو خالد بیٹا ابی الصلت کا ہے
اُس نے اس حدیث کے متن کو یاد نہین کیا اور اسکی اسناد کو قائم رکھا مخالفت کی اُسکی اسی حدیث مین ثقہ ثبت صاحب عراک نے نام اُسکا جعفر
ابن ربیعہ فقیہ ہے سو روایت کیا اُسنے اُسکو عراک سے اُسنے عروہ سے اُسنے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ انکار کرتی تھین سو معلوم ہوا کہ روایت خالد کی عراک
سے اُسنے عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقطع ہے اور صحیح جعفر کی ہے باوجود کہ اُسکی مخالف جانب احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہین اور کہا عبد الرحمٰن بن ابی حاتم نے
کتاب المراسیل مین اثرم سے کہ کہا سنا مین نے ابو عبد اللہ سے کہ ذکر کیا بعضون نے حدیث خالد کو عراک سے اُسنے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُسنے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے سو کہا اُنھون نے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور زیادہ تحقیق اسکی شرح ابو داؤد مین ہے اس جگہ بسبب خوف درازی کتاب کے اختصار کیا اور تفصیل
کو راہ نہ دی اور بیٹھ کرنے مین طرف قبلے کے سو دلیل لاتے ہین حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھا نہ پھرتے
دیکھا کہ منھ تھا آپ کا طرف شام کے اور پیٹھ طرف[1] قبلے کے اور روایت کیا اسکو بخاری مسلم ابو داؤد اور نسائی نے اور حق یہ ہے کہ رخصت مین بھی
حدیثین صحیح وارد[2] ہوئی ہین **فائدہ** کھڑے ہو کے پیشاب کرنا منع ہے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ فرماتی تھین جو شخص کہ حدیث
بیان کرے تم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کے پیشاب کرتے تھے سو نہ تصدیق کرنا اُس کی نہین پیشاب کرتے تھے

---

[1] اور جواب اسکا علما نے یہ لکھا ہے کہ شاید پشت مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب قبلہ سے کچھ پھری ہوگی حضرت ابن عمرؓ کو معلوم نہ ہوا ہوگا اسلیے کہ یہ مقام قریب سے اور غور سے دیکھنے کا نہ تھا اور یہ فعل آپ کا قبل از منع ہوگا یا بضرورت تنگی مکان وغیرہ ہو معہذا حدیث قولی راجح ہوتی ہے حدیث فعلی پر واللہ اعلم وعلمہ اتم ۱۲ عبدہ

[2] شاید یہ حدیثین واسطے بیان جواز کے بضرورت ہون پس منافی کراہت و اساءت ادب نہین ہوسکتین فافہم واللہ اعلم ۱۲ عبدہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بگر بیٹھ کے روایت کیا اسکو ترمذی اور نسائی نے اور روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا انھون نے کہ دیکھا مجکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مین پیشاب کرتا ہون کھڑے ہوکے پس کہا آپ نے کہ نہ پیشاب کر کھڑے ہوکے اے عمرؓ سو نہین پیشاب کیا مین کھڑے ہوکے جب سے اور روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نہین پیشاب کیا مین نے کھڑے ہوکے جب سے اسلام لایا مین روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا کہ یہ صحیح ہے عمر رضی اللہ عنہ سے اور ضعیف کیا پہلی روایت کو اور روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جفا ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ واسطے ادب کے ہے نہ واسطے حرمت کے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ پیشاب کرتے تھے وہ کھڑے ہوکے اور روایت ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکے پیشاب کیا روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے کئی طریقون سے اور حق یہ ہے کہ کھڑے ہوکے پیشاب کرنا فقط خلاف ادب ہے اور باقی بموجب ان دونون حدیثونکے درست ہے واللہ اعلم

ص کتاب الصلوٰۃ

ف فصل نماز کے وقتون کے بیان مین

ص وقت فجر کا عریض صبح سے آفتاب نکلنے تک ہے اور جو طویل صبح ہو اُسکو صبح کاذب کہتے ہین اور اُسوقت نماز صبح کا وقت نہین ہوتا ف یعنی صبح اُسکو کہتے ہین جو اُفق کیطرف چوڑان مین سپیدی پیدا ہوتی ہے کہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ صحیح وقتون نماز مین حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے اور روایت ہے بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھون نے پوچھا ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے وقتونکو سو فرمایا آپنے اُس شخص سے کہ نماز پڑھ ہمارے ساتھ دو دن سو جسوقت زوال ہوا آفتاب کا حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو سو اذان دی اُنھون نے پھر حکم کیا اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اقامت کہی اُنھون نے ظہر کی پھر حکم کیا اُسکو سو اقامت کی عصر کی اور آفتاب اُسوقت سپید اور صاف اور بلند تھا پھر حکم کیا اُسکو سو اقامت کی مغرب کی جسوقت کہ غروب ہوا آفتاب پھر حکم کیا اُسکو سو اقامت کی عشا کی جسوقت کہ غائب ہوئی شفق پھر حکم کیا اُسکو سو اقامت کی فجر کی جسوقت کہ طلوع ہوئی فجر پھر جب ہوا دوسرا دن حکم کیا اُسکو ٹھنڈے وقت پڑھی ظہر اور خوب ٹھنڈا کیا اُسکو اور نماز پڑھی عصر کی اور آفتاب بلند تھا لیکن اول روز سے تاخیر کی اور نماز پڑھی مغرب کی قبل اسکے کہ غائب ہو شفق اور نماز پڑھی عشا کی جب تہائی رات گئی اور نماز پڑھی فجر کی سو روشن کیا اُسکو یعنی جب خوب روشنی ہوگئی تب فجر کی نماز پڑھی پھر کہا آپ نے کہ کہان ہے نمازون کے وقت کا سوال کرنیوالا سو کہا اُس شخص نے مین ہون یا رسول اللہ کہا آپنے کہ وقت نماز کا درمیان اُسکے ہے جو دیکھا تمنے روایت کیا اسکو مسلم نے اور یہی روایت کی مسلم نے ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مانند اسکے ص اور ظہر کا وقت زوال سے ہے جبتک کہ سایہ ہر چیز کا دونا ہو جاوے سوا سایۂ زوال کے ف یعنی جتنا سایہ زوال کا ہے اُسکو نکال کے ہر چیز کا سایہ دونا ہو جاوے ص اور ایک روایت مین ہے امام صاحب سے ظہر کا وقت جبتک ہے کہ سایہ ہر چیز کا اُسکے برابر ہو جاوے سوا سایۂ زوال کے اور یہی قول ہے صاحبینؒ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ف اور طریقہ پہچاننے زوال کا دائرۂ ہندیہ سے معلوم ہوتا ہے اور وہ شرح عربی مین مذکور ہے ہمنے بنظر عدم فہم عوام اُسکو ترک کیا اور نیز ہندوستان کے ملک مین زوال کے پہچاننے کے بہت طریقے ہین ص اور عصر کا وقت اُسوقت سے آفتاب کے ڈوبنے تک اور مغرب کا اُسوقت سے شفق غائب ہونے تک اور شفق کہتے ہین سرخی کو صاحبینؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام صاحب کے نزدیک شفق سپیدی کو کہتے ہین جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور عشا کا اُسوقت سے اور وتر کا عشا کے بعد سے صبح تک

ع تاہم شرح عربی سے حاشیے پر دائرۂ ہندیہ تحریر کر دیا ہے
نسخہ مطبوعہ نظامی مین نہ تھا ۱۲

دونون کا وقت رہتا ہی وقت ظہر کے آخر وقت مین بہت اختلاف ہی اور اسی طرح مغرب کے آخر وقت مین تو اکثر امام اور فقہا اس طرف ہین کہ وقت ظہر کا ہر چیز کے سایے کے برابر ہونے تک ہی سوا نے سایۂ زوال کے اور مغرب کا شفق کے غروب تک لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہی کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہی اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ایک قول یہ ہی کہ آخر وقت[1] مغرب کا بس وہی آفتاب کا ڈوبنا ہی کہ کہا انھون نے تاخیر کیجاوے مغرب بوقت اختیار آفتاب کے ڈوبنے سے اور اصل اس باب مین حدیث جبرئیلؑ کے امامت کی ہی روایت ہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے ساتھ میرے دو بار نزدیک خانہ کعبہ کے سو پڑھی نماز ظہر کی پہلی امامت مین جب ہوا سایہ مثل تسمے جوتی کے پھر نماز پڑھی عصر کی جسوقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا مثل اُسکے پھر نماز پڑھی مغرب کی جسوقت کہ غروب ہوا آفتاب اور افطار کیا روزہ دار نے پھر نماز پڑھی عشا کی جسوقت کہ غائب ہوئی شفق پھر نماز پڑھی فجر کی جسوقت کہ طلوع ہوئی فجر اور حرام ہوا کھانا روزہ دار پر اور پڑھی نماز ظہر کی دوسری امامت مین جسوقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا مثل اُسکے جسوقت کہ نماز عصر کی پہلے روز پڑھی تھی اور پڑھی نماز عصر کی جسوقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا دونا اُسکا پھر مغرب جسوقت کہ کل پڑھی تھی اور عشا جسوقت کہ گئی تہائی رات پھر نماز پڑھی صبح کی جسوقت کہ روشن ہوگئی زمین پھر التفات کیا طرف میری جبرئیل علیہ السلام نے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم کہ یہ وقت ہی انبیا علیہم السلام کا قبل آپ کے اور وقت درمیان ان دونون وقتونکے ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور کہا اُسنے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اور کہا اُسنے کہ یہ صحیح الاسناد ہی لیکن اسناد مین اُسکی عبد الرحمن بیٹے حارث کے ہین ضعیف کیا اسکو احمد اور نسائی اور یحیی بن معین اور ابو حاتم رازی نے اور توثیق کی اُسکی ابن سعد اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اور متابعت کی اُسکی روایت کی عبد الرزاق نے عمری سے انھون نے عمر بن نافع رحمۃ اللہ علیہم سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مانند اسکے اور اسناد مین اسکی عمری ہی اور وہ ضعیف ہی لیکن کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے کہ یہ اچھی متابعت ہی اور صحیح کیا اسکو ابن العربی اور ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہما نے اور مروی ہی حدیث امامت کی چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے انمین سے جابر رضی اللہ عنہ ہین اور روایت مین اُنکی یہ ہی کہ نماز پڑھی عشا کی دوسرے دن جبکہ گذری آدھی رات اور یا تہائی رات اور یہ حدیث صحیح ہی جیسا کہ کہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور روایت ہی عبد اللہ بن عمرو سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے وقت ظہر کا جب ہی کہ زوال ہوا آفتاب کا اور ہو سایہ ہر چیز کا مانند طول اُسکے کے جب تک کہ نہ آئے وقت عصر کا اور وقت عصر کا جبتک ہی کہ نہ زرد[2] ہووے آفتاب اور وقت مغرب کا جب تک ہی کہ نہ غروب ہووے شفق اور وقت عشا کا آدھی رات تک اور وقت فجر کا جبتک کہ طلوع کرے آفتاب روایت کیا اسکو مسلمؒ نے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہی کہ اول وقت مغرب کا جبکہ غروب ہوا آفتاب اور آخر وقت اُسکا جبکہ غائب ہوا افق یعنی روشنی اُسکی دور ہو جاوے اور اول وقت عشا کا جبکہ غائب ہوا افق اور آخر وقت اُسکا آدھی رات تک اور اول وقت فجر کا جبکہ فجر طلوع ہووے اور آخر وقت اُسکا جبکہ طلوع ہوا آفتاب روایت کیا اسکو ترمذی نے اور یہ حدیثین حجت ہین امام شافعی اور مالک رحمۃ اللہ علیہما پر اس بات مین کہ وقت مغرب کا جب تک ہی کہ غائب ہووے شفق اور عصر کا وقت جو مغرب تک ہے سو دلیل اُسکی یہ ہی کہ فرمایا اللہ تعالے نے اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ یعنی جسوقت کہ پیش کیے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑے آخر دن مین تیز نہایت عمدہ سو کہا انھون نے کہ دوست رکھا مین نے مال کو اپنے رب کے ذکر سے یہان تک کہ چھپ گیا آفتاب پردے[3] مین اور

---

[1] یعنی مغرب کے لیے ایک ہی وقت ہے بعد غروب آفتاب کے اول وقت اور آخر وقت اُسکے واسطے نہین ۱۲ [2] یعنی بلا کراہت اور بعد زرد ہونے آفتاب کے مکروہ ہی ۱۲

[3] یعنی وقت عصر کا فوت ہوگیا اسی پر حضرت سلیمانؑ کو غم ہوا اور گھوڑون کو ذبح کیا ۱۲

دوسری دلیل اسکی یہ ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے پائی ایک رکعت صبح سے قبل اسکے کہ طلوع ہو آفتاب سو تحقیق کہ پائی اُسنے نماز
صبح کی اور جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت عصر سے قبل اسکے کہ ڈوبے آفتاب سو تحقیق کہ پائی اُسنے نماز عصر کی روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے اور لیکن اس باب مین کہ عشا کا آخر وقت صبح تک ہے کوئی حدیث صحیح یا ضعیف نہین آئی لیکن مختلف ہوئین احادیث صحیحہ اُسمین روایت
ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو موسیٰ اشعری اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے کہ تحقیق تاخیر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز عشا کی تہائی رات تک اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما سے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی اُسکی
آدھی رات تک اور روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی اُسکی دو ثلث رات تک اور
روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تاخیر کی عشا کی یہانتک کہ گئی اکثر رات اور یہ سب حدیثین صحیح مین کہا امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہ
سب حدیثین مفید ہین اس بات کو کہ ساری رات وقت عشا کا ہے لیکن تین مرتبے پر تہائی رات تک افضل ہے اور نصف تک اُس سے کم اور بعد اُسکے
اُس سے کم پھر روایت کی طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے نافع بن جبیر تک کہا انھون نے کہ لکھا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو نماز پڑھ
عشا کی جب چاہے رات مین اور نہ غافل ہو اُس سے اور ایک روایت مین مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ نہین سونے مین ہے تفریط بلکہ تفریط اُسمین ہے کہ نماز کی تاخیر کرے یہانتک کہ دوسری نماز کا وقت آجاوے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت
اُسکا صبح تک ہے اور اجماع کیا امامون نے کہ جب اسلام لاوے کافر یا پاک ہووے حائضہ یا بالغ ہووے لڑکا اور کچھ رات باقی ہو نماز عشا کی اُسپر
واجب ہے اور اجماع حجت قطعی ہے جیسا کہ اوپر ہمنے پہلے کتاب مین بیان کیا اور حدیث امامت جبرئیل علیہ السلام کی وقت مختار پر محمول ہے اور سہو اسکے
کہا امام صاحب نے کہ تاخیر مغرب کی اول وقت سے مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی کیونکہ صحیح ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تاخیر کی آپ نے مغرب کی
شفق کے ڈوبنے تک اور تاخیر عشا کی اس سے زیادہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اُسکو سوا قامت آفتاب کی زردی تک مکروہ تحریمی
ہے اور سب سے زیادہ کراہت عصر کی تاخیر مین ہے آفتاب کے زرد ہونے تک کیونکہ فرمایا آپ نے اور آفتاو تلک صلوٰۃ المنافق یعنی یہ نماز
منافق کی ہے اور شیطان کی طرف آپ نے اُسکو منسوب کیا اور حدیث امامت مین جو وارد ہے کہ نماز پڑھی عصر کی آپ نے تاخیر کی سایہ کے دو مثل ہونے
تک سو یہ منسوخ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے کہ وقت عصر کا جبتک ہے کہ نہ زرد ہوا آفتاب اور دوسرے یہ کہ دو مثل تک آفتاب کی
زردی نہین آتی اور وہ جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اخیر وقت ظہر کا دو مثل تک ہے سو کسی حدیث مین یہ تصریح مذکور نہین اور اسی واسطے مخالفت
کی اُنکی صاحبین نے اور موافق ہوئے اکثر امامون کے اور حجت پکڑی امام صاحب نے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب ہوا دوسرا دن
سو خوب ٹھنڈی کی ظہر کی یعنی ٹھنڈک کے وقت نماز پڑھی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شدت ہو گرمی کی سو ٹھنڈا کرو نماز کو اسواسطے
کہ شدت گرمی کی جہنم کی سانس سے ہے روایت کیا اسکو چھ عالمون نے کہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ شدت گرمی کی اُنکے شہرون
مین جبتک ہے کہ ہر چیز کا سایہ مثل اُسکے ہو جاوے اور مؤید اسکی یہ حدیث ہے جو روایت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اور صحیح مسلم
مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی نماز ظہر کی یہانتک کہ پڑنے لگا سایہ ٹیلون کا اور نووی نے اُسکی شرح مین لکھا ہے کہ
سایہ ٹیلون کا بہت اخیر وقت پڑتا ہے اور جب آفتاب بہت ڈھل جاتا ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ ظہر کا وقت بعد سایہ مثل کے باقی رہتا ہے
اور حدیث ابراد اس باب مین ناسخ حدیث امامت ہو گئی تو اول وقت عصر مین وہ حدیث امامت منسوخ ہوئی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا

سلہ تفریط یعنی نقصان ۱۲ سلہ رات باقی ہو یعنے بقدر تحریمہ ۱۲ سلہ یعنے ارباب صحاح ستہ ۱۲

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا یعنی تحقیق کہ نماز ہے مسلمانون پر فرض وقت مقرر کیا گیا تو اس سے ثابت ہوا کہ ہر نماز کے واسطے
ایک وقت علیحدہ چاہیئے اور اس بحث مین امام صاحبؒ کی کلام ہے اور حق یہی ہے کہ وقت ظہر کا ایک مثل تک رہتا ہے واللہ اعلم بالصواب
لیکن اتنی بات ہے کہ جو شخص مشتاق احتیاط اور معتقد جملہ فقہا و علماے شریعت نبوی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہو اُسکو چاہیئے کہ نماز ظہر کی ایک
مثل سے پہلے پڑھے کہ سب اماموں کے نزدیک درست ہو اور عصر کی بعد دو مثل کے کہ سب کے نزدیک درست ہو اور گرمی مین تاخیر کرنا ظہر کا اسکا
بیان آگے بھی کچھ آویگا اور شفق نزدیک اکثر علما کے اور ایک روایت مین امام ابو حنیفہؒ کے سرخی کا نام ہے اور ایک روایت مین امام صاحبؒ نے فرمایا
کہ شفق نام سفیدی کا ہے اور بعض شروح مین ہے کہ امام صاحبؒ نے رجوع کیا اس سے جو لوگ کہتے ہین کہ سرخی نام شفق کا ہے اُنکی حجت یہ ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شفق سرخی ہے سو جب غائب ہو جاوے واجب ہو گی نماز روایت کیا اسکو ابن عساکرؒ نے بیچ غرائب مالکؒ کے حدیث عتیق بن
یعقوب سے اُنھون نے مالک سے اُنھون نے نافع سے اُنھون نے ابن عمرؓ سے مرفوعًا اور روایت کیا اسکو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اور طریق سے
اور صحیح کہا بیہقیؒ نے وقف اُسکا اور کہا صاحب ہدایہ نے وَمَا سِوَاہُ مَوْقُوْفٌ عَلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور روایت کیا اسکو حاکم نے مدخل
مین اور روایت کی دارقطنی اور محمد بن خزیمہ نے صحیح مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور رفع کیا اسکو اور صحیح کیا اسکو اور کہا ابن خزیمہ نے اگر صحیح
ہو جاوین یہ روایتین تو پھر بے پروائی ہو جاوے سب روایتون سے لیکن منفرد ہوا ساتھ اسکے محمد بن یزید کہا حافظ ابن حجرؒ نے محمد بن یزید سچا ہے اور کہا
بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مروی ہے یہ حدیث عمر اور علی اور ابن عباس اور عبادہ اور شداد اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور کوئی حدیث
اسمین صحیح نہین لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور حسن حجت ہے مثل صحیح کے اور صاحب ہدایہ نے دلیل امام صاحبؒ کی یہ لکھی ہے کہ فرمایا حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر وقت مغرب کا جب کہ سیاہ ہو جاوے اُفق اور چوڑی صبح سے مراد یہ ہے کہ روشنی آسمان کے کنارون مین ظاہر ہووے اور
اُسی کو صبح صادق کہتے ہین روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فجر دو ہین ایک وہ فجر کہ حرام
کرتی ہے کھانے کو اور حلال ہے اسمین نماز اور ایک فجر وہ ہے کہ حرام ہے اسمین نماز اور حلال ہے اسمین کھانا روایت کیا ابن خزیمہ اور حاکم نے
اور صحیح کیا اسکو ان دونون نے اور ایک روایت مین حاکم کی ہے کہ حرام کرتی ہے کھانے کو یعنی ایک لمبی دھاری اُفق کے کنارے آسمان مین جاتی
ہے اور یہی صبح صادق ہے اور صبح کاذب کو بیان کیا آپ نے کہ مانند دُم سرحان کے ہے حاصل تاخیر فجر کی یہانتک کہ روشنی ہو جاوے مستحب ہے
اتنی کہ چالیس آیتین ترتیل سے پڑھ سکے یا زیادہ اس سے اور پھر اگر فاسد ہو دے وضو تو لوٹ سکے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تاخیر
کرو فجر کی کہ اسمین بہت اجر ہے [ف] روایت کیا طحاویؒ نے ساتھ اسانید متعددہ کے اس حدیث کو رافع بن خدیجؓ سے اور ایک روایت
مین ہے نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ یعنی روشن کرو فجر کو اور ایک روایت مین ہے اَسْفِرُوْا بِالصُّبْحِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ روایت کیا اسکو احمدؒ اور
ابوداودؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور صحیح کیا اسکو ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے اور روایت کیا طبرانیؒ نے نَوِّرْ یَا بِلَالُ
بِالْفَجْرِ قَدْرَ مَا یُبْصِرُ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِہِمْ یعنی روشن کر اے بلالؓ فجر کو اُسقدر کہ دیکھین لوگ مقام گرنے تیر اپنے کو اور روایت کیا اسکو
ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور کہا کہ روایت ہے اس باب مین مغیرہ بن شعبہ اور ریشم اور علی اور حسن بن علی اور ابی الدرداء اور ابن مسعود
رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور بہت سے تابعین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین اس طرف گئے ہین اور روایت ہے اعمش رحؒ سے

لہ او صحیح مسلم مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت الظہر اذا زالت الشمس و کان ظل الرجل کطولہ ما لم یحضر العصر الحدیث کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت ظہر کا جبکہ آفتاب ڈھلے اور
ہو سایہ مرد کا مثل طول اُسکے کے جبتک کہ نہ آوے وقت عصر کا ۱۲ [ف] اور حق یہی ہے الخ یہ قول خیر حق مخالف ہے احادیث مرویہ سابق ہے وحجت امام مین کلام کرنا مردود ہے ۱۲ عبدہ [ف] سرخی کے معنی کو غیر برا ہے ۱۲

کہ اصحاب عبد اللہ بن مسعود رضہ کے روشن کرتے تھے فجر کو اور روایت ہے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے کہ نہین جمع ہوئے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
کسی چیز پر جیسا کہ جمع ہوئے تنویر فجر پر روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور طحاوی نے تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ تعالی
علیہم اجمعین کا جمع ہونا خلاف فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہین ہوسکتا تو اس سے حدیث تغلیس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز اندھیرے مین
پڑھنا منسوخ ہوگا اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیحین مین بھی مؤید ہمارے مذہب کی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اندھیرے مین پڑھنا مستحب
ہے کیونکہ روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے صبح کو سو پھرتی تھین عورتین اور نہین پہچانی جاتی تھین تاریکی
سے اور صحیح یہی ہے کہ تاخیر کرنا فجر کی مستحب ہے اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اور بعض علما نے جو اس حدیث کے
معنی یون بیان کیے ہین کہ قرارت کرو یہانتک کہ روشن کرو فجر کو خلاف آثار صحابہؓ اور تابعینؒ کے ہے اور خلاف ہے تبادر کے واللہ اعلم ص گرمی مین
تاخیر کرنا ظہر کی مستحب ہے اور جاڑے مین جلدی کرنا صحیح بخاری مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈے وقت پڑھو نماز ظہر کی کیونکہ شدت
گرمی کی جوش جہنم سے ہے ف اور صحیح بخاری مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے ص اور عصر کی تاخیر جبتک کہ آفتاب نہ متغیر ہو
مستحب ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے عبد الواحد بن نافع سے کہا اُنھون نے کہ مین کوفے کی مسجد مین داخل ہوا سو اذان دی مؤذن نے عصر کی
اور ایک شیخ نے ملامت کی اُسکو اور کہا خبر دی میرے باپ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ساتھ تاخیر اس نماز کے اور مین نے پوچھا نام
اُن شیخ کا سو بیان کیا اُن لوگون نے کہ یہ عبد اللہ بن رافع خدیج ہین اور ضعیف کیا اسکو عبد الواحد کے سبب سے اور روایت کیا اسکو بخاری نے
تاریخ کبیر مین اور کہا کہ نہین متابعت کیجاوے گی عبد الواحد پر اور صحیح رافع کی حدیث سے ہے بہتر روایت کی رافع سے کہ ہم پڑھتے تھے نماز عصر
کی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر قربانی کیجاتی تھی اور دس حصے کیے جاتے تھے اور پھر پکائے جاتے تھے اور کھاتے تھے ہم پکے گوشت کو
قبل غروب آفتاب کے کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ ممکن ہے غروب تک اور جس نے باہر نکالنے والون کو دیکھا ہوگا تو کچھ اُس کے نزدیک بعید نہین
ص اور تاخیر عشا کی تہائی رات تک مستحب ہے ف کیونکہ روایت کی ترمذیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نہ شاق ہوتا میری
اُمت پر تو البتہ تاخیر کرتا مین عشا کی تہائی رات تک یا آدھی رات تک اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عشا کے قبل
سونا اور بعد عشا کے باتین کرنا منع ہے کیونکہ روایت کی چھ عالمون نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ رکھتے تھے سونا قبل عشا کے اور باتین
کرنا بعد عشا کے اور بعضون نے جائز رکھا ہے باتون کو بعد عشا کے گرمیون مین اور دلیل اُنکی یہ ہے کہ روایت کی ترمذیؒ نے صلوٰۃ مین اور نسائیؒ
نے مناقب مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے تھے نزدیک ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیچ رات کے کسی امر مین
مسلمانون کے امور سے اور صحیحین مین بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جواز اسکا معلوم ہوتا ہے اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے
عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین جائز ہے باتین کرنا بعد نماز عشا کے مگر واسطے دو شخصون کے مصلی
اور مسافر کے اور ایک روایت مین ہے کہ واسطے دولھن کے اور بعضون نے کہا ہے کہ گرمی مین جلدی پڑھی جاوے تاکہ جماعت کم نہ ہو اور
آدھی رات تک تاخیر اُسکی مباح ہے اور آدھی رات کے بعد مکروہ ہے ص اور وتر کی آخر رات تک اگر جاگنے کا یقین ہو تو مستحب ہے اور اگر
جاگنے کا یقین نہ ہووے تو عشا کے ساتھ پڑھ لیوے اور مغرب کی جلدی مستحب ہے ف اور جلدی کے یہ معنی ہین کہ اذان اور اقامت مین دیر
نہ کرے مگر ساتھ ایک جلسہ خفیفہ کے کیونکہ روایت کی ابوداؤد نے مرثد بن عبد اللہ رضہ سے ایک حدیث طویل اور آخر اسکا یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ

سلہ یا احیاناً بیان جواز پر محمول ہوگا یا کسی عذر سے ۱۲ سلہ بلکہ جلدی کے یہ معنے ہین کہ بعد آنے وقت یعنے غروب آفتاب کے اذان وادا کرے نماز مغرب مین تاخیر نہ کرے ۱۲

علیہ وسلم نے ہمیشہ رہیگی اُمت میری نیکی پر جب تک کہ نہ تاخیر کرینگے مغرب کی ستارونکی روشنی تک اور اُنکے خوب پھیلنے تک اور اسکی اسناد مین ابن اسحٰق ہی اور ضعف اسکا جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہی ثابت نہین اور اگر بالفرض ثابت ہو تو بھی مقبول نہین کہا شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ وہ سردار ہین مسلمانونکی حدیث مین اور روایت کی انسے مانند ثوری اور ابن ادریس اور حماد بن زید اور زید بن زُریع اور ابن عیینہ اور عبد الوارث اور ابن المبارکؒ نے اور طول کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُنکی توثیق مین اور ذکر کیا اسکو ابن حبانؒ نے ثقات مین اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا اپنی کلام کرنے سے فقط ص ابر کے دن عصر اور عشا کی جلدی مستحب ہے اور اور نمازونکی تاخیر ف اسواسطے کہ تاخیر عشا مین قلت جماعت کی ہی بسبب خوف پانی کے اور تاخیر عصر مین توہم ہی اس بات کا کہ وقت مکروہ نہو جاوی اور فجر مین اسواسطے توہم نہین کہ یہ مدت مدید ہی دوپہر ہی یہ کہ اسمین تا طلوع آفتاب کوئی وقت مکروہ نہین اور امام صاحبؒ سے مروی ہی کہ سب مین تاخیر مستحب ہے واسطے احتیاط کے کیونکہ نماز بعد وقت آنے کے جائز ہی اور قبل وقت کے جائز نہین ص آفتاب کے طلوع کے وقت اور غروب کے وقت اور جسوقت ٹھیک دوپہر ہو نماز اور سجدہ تلاوت کا اور نماز جنازی کی جائز نہین ف کیونکہ روایت ہی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مسلم وغیرہ مین کہا تین ساعت ہین کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے ہمکو کہ نماز پڑھین ہم اُن وقتون مین یا قبر مین رکھین ہم مُردون کو جب کہ آفتاب طلوع کری یہانتک کہ بلند ہو جاوی اور جسوقت ٹھیک دوپہر ہو یہانتک کہ زوال ہو آفتاب کا اور جب کہ ڈوبتا ہو یہان تک کہ ڈوب جاوی اور موطا مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے ان ساعتون مین اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرائض مکہ مین ان وقتون مین جائز ہین اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نفل جمعہ کے دن دوپہر کو جائز ہی اور یہ حدیث حجت ہی بسبب اطلاق کے ان دونوں پر اور دلیل انکی یہ ہی کہ روایت ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شخص کہ بھول جاوی کسی نماز کو پھر یاد کرے اُسکو تو پڑھ لیوی اُسکو جب یاد آوی اُسکو اور جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ای بنی عبد مناف کے نہ منع کرو کسی کو طواف کرنے سے اس گھر کے یا نماز پڑھنے سے جسوقت چاہے کہ پڑھے دن مین یا رات مین اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی ایسا ہی روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور بیہقی نے اور وہ حدیث چار علت سے ضعیف ہی اول تو انقطاع ہی اسمین مجاہدؒ اور ابی ذر رضی سے اور ضعف ابن مؤمل سے اور ضعف حمید مولی عفر سے اور اضطراب سند اُسکی سے اور روایت کیا اسکو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور داخل کیا قیس بن سعد کو درمیان حمید کے اور مجاہد کے اور روایت کیا اسکو سعید بن سالم نے اور ساقط کر دیا اسکو درمیان سے اور ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہی جو مسند شافعی مین ہی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے دوپہر کو مگر دن جمعے کے اور سجدہ تلاوت بھی بمنزلہ نماز کے ہی ص اور آفتاب کے غروب کے وقت فقط اُس دن کی عصر البتہ جائز ہی ف اسواسطے کہ حدیث مین آیا ہی کہ جس نے پائی ایک رکعت نماز سے سو تحقیق کہ پائی اُس نے ساری نماز روایت کیا اسکو بہت علما نے اسناد صحیح سے اور صبح کی نماز مین یہ حکم اسواسطے نہین کہ وہ نماز کامل واجب ہوئی تو ناقص ادا نہو گی بخلاف عصر کے کہ وہ جب وقت مکروہ مین ناقص ہی واجب ہوئی تو ناقص ادا ہو جاویگی واللہ اعلم بالصواب ص جب امام دن جمعے کے خطبے کے واسطے اُٹھے نفل اور قضا اور نماز جنازہ پڑھنا اور سجدہ تلاوت کا کرنا مکروہ ہی ف اس سبب سے کہ اسمین خطبہ سُننے سے باز رہنا ہوگا ص اور بعد فجر کے سوا سنت فجر کے اور درمیان عصر اور مغرب کے نفل مکروہ ہے ف کیونکہ صحیحین مین مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے بعد صبح کے یہان تک کہ طلوع ہووے آفتاب اور بعد عصر کے یہانتک کہ غروب ہووے آفتاب اور روایت کی

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی مین نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس نہین نماز ہے بعد صبح کے یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب اور روایت ہے اُن ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طلوع کرے کنارہ آفتاب کا تو چھوڑ دو نماز کو یہانتک کہ ظاہر ہوجاوے اور ایک روایت مین ہے ابن عمر رض سے مصنف مین اِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَبْرُزَ یعنے جب شروع ہووے اور ظاہر ہووے کنارہ آفتاب کا تو تاخیر کرو نماز کی یہانتک کہ ظاہر ہوجاوے اور کہا صاحب مصنف نے اور اس باب مین روایت ہے عبد اللہ اور ابی مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور کہا اُسنے وَحَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّہٖ مُعَاذٍ الْقُرَشِیِّ رَضِیَ اَنَّہٗ طَافَ بِالْبَیْتِ مَعَ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ فَلَمْ یُصَلِّ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ صَلٰوتَیْنِ بَعْدَ الْغَدَاۃِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ یعنی تحقیق کہ معاذ قرشی رضی اللہ عنہ نے طواف کیا خانہ کعبہ کا ساتھ معاذ بن عفرار کے بعد عصر کے اور بعد صبح کے سو نہ نماز پڑھی سو پوچھا مین نے اُس سے سو کہا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین نماز ہے بعد دو نمازون کے بعد صبح کے یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب اور بعد عصر کے یہانتک کہ غروب کرے آفتاب اور وہ جو مروی ہے حدیث مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز نماز پڑھتے تھے دو رکعتین بعد عصر کے سو یہ خصوصیات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے بدلیل اُسکے کہ دوسرون کو اُس سے منع کیا اور مثال اسکی ایسی ہے جیسے روزہ وصال کا کہ خود ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد عصر کے دو رکعتین اور منع کرتے تھے اُنسے اور وصال کے روزے رکھتے تھے اور منع کرتے تھے اُس سے ص اور قضا اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت ان دونون وقتون مین مکروہ نہین اور دو نمازون کو ایک وقت مین جمع کرنا جائز نہین مگر حج مین اور اسمین خلاف ہے امام شافعی کا عصر وقت ظہر کے پڑھے اور مغرب وقت عشا کے جیسا کہ آگے آویگا ف جیسا کہ روایت ہے صحیحین اور مصنف ابن ابی شیبہ مین عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نہین دیکھا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھی ہو مگر وقت پر لیکن عشا اور مغرب کہ جمع کیا تھا اُنکو ایک دن مزدلفہ مین اور نماز پڑھی تھی فجر کی اُس روز قبل وقت کے یعنے وقت معمول کے ۱۲ اور بہت حدیثین اس باب مین آئی ہین اسکا بیان آگے آویگا ص جو عورت عصر کے وقت یا عشا کے وقت پاک ہوئی وہی نماز اُسپر لازم آویگی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر عصر کے وقت پاک ہوئی ظہر کی بھی پڑھے اور اگر عشا کے وقت پاک ہوئی مغرب کی بھی پڑھے اور اگر وقت موافق تکبیر تحریمہ کے باقی رہا تھا کہ لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا وہ نماز اُسپر لازم ہوگی اور قضا اُسکی واجب ہوگی اور امام زفر رح کے نزدیک واجب نہ ہوگی اور جو عورت کہ اخیر وقت نماز مین حائض ہوئی اُسکو یہ نماز لازم نہ آویگی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لازم آویگی ف صبح کی نماز کے وقت مین سوا سے سنت فجر کے اور نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ روایت کی مسلم رح نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طلوع ہوتی تھی فجر نہین پڑھتے تھے مگر دو رکعتین خفیف اور ابوداؤد رح اور ترمذی رح کی روایت مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہے نماز بعد فجر کے مگر دو سجدے واللہ اعلم

ص باب اذان کے بیان مین

اذان سنت ہے پانچون فرض اور نماز جمعے کے واسطے وقت مین اور سوا اُسکے نوافل وغیرہ مین اور قبل وقت کے سنت نہین ف ثواب

ف یعنے نوین تاریخ عرفے مین ۱۲ ص۲ یعنے بعد وقت فجر کے دو رکعتین ۱۲

واسطے عید اور کسوف کے اذان نہ دیجاویگی روایت ہی صحیح مسلم مین جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی مین نے عید کی ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایکبار یا دوبار بغیر اذان اور اقامت کے اور اسی طرح مروی ہی کسوف مین اور جمعے کی اذان مین حدیث سائب بن یزید کی صحیح ہی اور وتر مین اسواسطے اذان نہین کہ وقت اُسکا اور وقت عشا کا ایک ہی ہی تو حاجت علیحدہ اذان دینے کی نہین ہی ص تو اگر قبل وقت کے اذان کہے پھر لوٹاوے وقت مین اور امام شافعیؒ اور ابی یوسفؒ کے نزدیک فجر کے واسطے آدھی رات سے اذان درست ہی ف اور ہمارے نزدیک اسواسطے جائز نہین کہ اذان واسطے آگاہی کے ہی اور قبل وقت کے تجہیل ہی اور اُنکے نزدیک اسواسطے جائز ہی کہ اہل حرمین کا یہی عمل ہی اور اُن سب پر حجت یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے بلال رضی اللہ عنہ کے نہ اذان دے یہانتک کہ ظاہر ہو جاوے فجر اور پھیلایا ہاتھ اپنے کو عرض مین روایت کیا اسکو ابو داؤد رہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے اور ضعیف کیا اسکو بیہقیؒ نے ضعیف کیا اسکو کہ شداد نہین پایا بلال رضی اللہ عنہ کو سو وہ منقطع ہی اور ابن القطان نے کہا کہ شداد مجہول ہی نہین پہچانا جاتا مگر روایت جعفر بن برقان سے اور روایت کی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ای بلال نہ اذان دے یہانتک کہ طلوع کرے فجر کہا امام مین کہ اسناد اسکی صحیح ہی اور روایت کی عبد العزیز بن ابی داؤد نے اُنھون نے نافع رہ سے اُنھون نے عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی قبل فجر کے سو غصے ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت کی بیہقیؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اُنکو کیون کیا تمنے ایسا کہا کہ مین اُٹھا نیند سے سو جانا مین نے کہ فجر طلوع ہوئی فرمایا آپ نے کہ پکارو اب کہ یہ بندہ سو گیا تھا اور روایت کی ابن عبد اللہ رہ نے ابراہیم رہ سے کہا اُنھون نے جب اذان دیتا تھا موذن قبل وقت کے رات کو کہتے تھے اُس سے ڈر اللہ سے اور اعادہ کر اذان کا اور عمل اہل حرمین کا کچھ شریعت مین وقت ورود احادیث صحیحہ کے اُسکے خلاف پر حجت نہین ہی ص اور قضا کے واسطے بھی اذان کہنا بعد وقت کے سنت ہی اور موذن کو چاہیے کہ وقتون کو خوب پہچانتا ہو تاکہ ثواب موعود کو پہونچے ف حدیث مین آیا ہی و لیؤذن لکم خیارکم الخ یعنے اذان دین تم مین سے جو لوگ بہتر ہین اور امامت کرین جو تم مین قاری ہین روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور اسناد مین اسکی حسین بن عیسی منکر الحدیث ہی کہا یہ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے اور حدیث مین آیا ہی کہ موذن لنبی گردن والے ہونگے دن قیامت کے اور بہت سی حدیثین فضیلت مین اذان کی آئی ہین ص جب اذان دے تو قبلے کی طرف مُنھ کرے اور دونون اُنگلیون کو شہادت کی کانون مین کرے ف کیونکہ روایت کی ابو الشیخ نے کتاب الاذان مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ کرے دونون اُنگلیون کو اپنے کانون مین اور کہا کہ یہ بلند کرتا ہی تیری آواز کو اور روایت کی ترمذیؒ نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو اذان مین دیکھا کہ دونون اُنگلیاں اُنکے کانون مین تھین اور کہا کہ یہ حسن صحیح ہی ص اور ٹھہر ٹھہر کے کہے ف کیونکہ روایت کی ترمذیؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واسطے بلال رضی اللہ عنہ کے کہ جب اذان دے تو ٹھہر ٹھہر کے کہہ بیچ اذان اپنی کے اور جب اقامت کہہ تو تو جلدی جلدی کہہ اور توقف کر درمیان اذان اور اقامت کے اسقدر کہ فارغ ہو جاوے کھانے والا کھانے اور پینے والا پینے سے اور سنجا نہ پھرنے والا قضائے حاجت سے اور نہ کھڑے ہو نماز کے واسطے جبتک کہ نہ دیکھو مجھکو اور یہ حدیث ضعیف ہی اور روایت کی بیہقی رہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کے کہتے تھے اذان کو اور جلدی کہتے تھے اقامت کو اور ذکر کیا دار قطنی رہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مانند اس کے ص اور نہ گاوے اس طرح پر کہ کچھ حرکت یا حرف کو بڑھا دے ف اور فقط اچھی آواز سے کہنا مکروہ نہین بلکہ اچھا ہی اور ترجیع یعنے پہلے شہادتین کو آہستہ سے کہے پھر پکار کے کہے ایسا نہ کرے ف جیسا کہ عبد اللہ بن زید سے روایت کی اور اسمعیل نے ترجیع نہین اخراج کیا ان کا

سلہ یس اذان قبل وقت کے اور بعد وقت کے جائز نہین لاکن اذان بعد وقت کے واسطے قضا کے سنت ہی اسلیے کہ وہ وقت قضا کا ہی شرح وقایہ ۱۲ اور معارض احادیث صحیحہ کا نہین ہو سکتا ۱۲ یعنے خلاف قاعدہ کے ۱۲

دار قطنی رح اور ابوداؤد رح نے کہا ابن خزیمہ نے سُنا مین نے محمد بن یحیی ذہلی سے کہ وہ کہتے تھے نہین ہے بیچ حدیثون عبداللہ بن زید کے
اذان کے باب مین صحیح تر اس سے یہانتک کہ کہا حدیث ابن اسحٰق کی ثابت صحیح ہے اور کہا ترمذی رح نے علل کبیر مین سُنا مین نے بخاری رح
سے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث بزار کی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے غریب ہے معارض ہے احادیث صحاح کی اور کہا صاحب ہدایہ نے
کہ نہین ہے ترجیع مشہور حدیثون مین اور روایت کی ابوداؤد رح نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تھی اذان بیچ زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
دو دو بار اور تکبیر ایک ایک بار آخر حدیث تک اور روایت کیا اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین کہا ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے
کہ اسناد اُسکی صحیح ہے اور سعید بیٹے مغیرہ کے ثقہ ہین توثیق کی اُنکی ابن حبان نے اور کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے امام مین کہا ابن
حاتم نے کہ سُنا مین نے اپنے باپ سے کہ سعید بن مغیرہ ثقہ ہین اور وہ جو کہا صاحب ہدایہ نے کہ ترجیع جو ابی محذورہ رض کی حدیث مین آئی
ہے سو وہ تعلیم تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اُنھون نے اُسکو ترجیع جانا غلط ہے کیونکہ ابوداؤد مین ہے باسناد صحیح ابی محذورہ سے کہا
اُنھون نے کہا مین نے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم سکھاؤ مجکو طریقہ اذان کا فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پہلے تو آہستہ سے کہہ پھر
پکار کے کہہ تو اس سے تاویل تعلیم کی جاتی رہی اور صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث معارض ہے اُسکی جو روایت کی طبرانی نے اوسط مین یہی حدیث
ابی محذورہ رض کی اور نہین ذکر کیا اسمین ترجیع کو اور جب دونون معارض ہوئین دونون ساقط ہوئین اور باقی رہی حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ
عنہ کی سالم جمیع علل سے فَثَبَتَ مَا ذَهَبْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ تعالےٰ ص حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ جب کہے تو داہنی طرف مُنھ پھیرے اور جب
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو بائین طرف مُنھ پھیرے اور اُسی جگہ کھڑا رہے اور اگر جانے کہ اتنے مین آواز نہ پہونچے گی داہنی طرف کے دریچے
سے سر نکال کے کہے دو بار حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور بائین طرف کے دریچے سے سر نکال کے دو بار کہے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اور فجر مین بعد
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے دو بار اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہ رح نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے اُنھون نے
بلال رضی اللہ عنہ سے کہ وہ آئے پاس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ آگاہ کرین اُنکو ساتھ نماز فجر کے تو کہا گیا آپ سوتے ہین سو کہا بلال
رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار تو مقرر کیا گیا یہ اذان مین اور یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ نہین سُنا ابن مسیب رض نے بلال رضی اللہ
عنہ سے اور وہ حجت ہے نزدیک ہمارے وقت ثقہ ہونے راویون کے علاوہ اسکے مروی ہے حدیث ابی محذورہ رض مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب ہو نماز صبح کی کہہ تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ روایت کیا اسکو ابوداؤد اور
نسائی نے اور انس رض سے مروی ہے کہ کہا اُنھون نے سُنّت سے ہے یہ بات کہ جب کہے مؤذن نماز فجر مین حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ
النَّوْمِ دو بار روایت کیا اسکو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اور قول صحابی کا مِنَ السُّنَّۃِ حکم رفع مین ہے اور ہدایہ مین ہے کہ کہا بلال رضی اللہ عنہ
نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار جب پایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ سوتے تھے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اچھا ہے
یہ کلمہ کر اسکو بیچ اذان اپنی کے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم کبیر مین باسناد صحیح ص اقامت یعنی تکبیر بھی مثل اذان کے کہے مگر اُس مین کلمے
جلدی جلدی کہے اور بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے دو بار قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے ف روایت کی ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابی لیلیٰ رح سے اُنھون نے
مُعاذ رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل اور آخر اُسکا یہ ہے کہ بعد اذان کے ٹھہر کے پھر کھڑا ہوا فرشتہ سو کہا مثل اذان کے مگر یہ کہ بعد

سلہ ف یعنی اگر امکان اذان کا ایسا ہے کہ ایک جگہ کھڑے رہنے اور فقط مُنھ پھیرنے سے اعلام حاصل نہ ہوگا ۱۲

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ دُو بار قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ زیادہ کیا اور ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے مُعاذ رضی اللہ عنہ کو نہین پایا لیکن وہ ہمارے نزدیک
حجت ہے اور ابن ابی شیبہ رحمہ نے روایت کی عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا مین نے خواب مین ایک شخص کو آخر حدیث تک سو اذان دی
اس نے دُو دُو بار اور اقامت بھی دُو دُو بار اور ایسا ہی مروی ہی سُنن ترمذی وغیرہ مین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقامت ایک
ایک بار ہی بدلیل اسکے جو روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ دُو دُو بار کہے اذان کو اور
ایک ایک بار اقامت کو اور کہا ابو الفرج بن جوزی نے کہ تھی اذان دُو دُو بار اور اقامت بھی ایسی ہی تو جب نکلے بنی اُمیہ تو کر دیا اقامت کو
ایک ایک بار ص اور اذان اور اقامت مین باتین نہ کرے اور بعد اذان کے پھر پکارنا متاخرین کے نزدیک اچھا ہی اور اُسکو تثویب کہتے ہین
ف اور ہدایہ مین ہی کہ تثویب نماز فجر مین اچھی ہی اور باقی سب نمازون مین مکروہ ہی اور لکھا ہی کہ یہ تثویب نکال لیا اسکو علماے کوفہ نے بعد
عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بسبب بدل جانے احوال آدمیون کے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد مین تشریف لے گئے
اور سُنا ایک مؤذن کو کہ تثویب کہی اُسنے تو کہا اُنھون نے واسطے ساتھی اپنے کے نکل ساتھ ہمارے اس بدعتی کے پاس سے روایت کیا
اسکو ابو داؤد رحمہ نے اور ترمذی رحمہ نے بغیر اسناد کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسکا انکار مروی ہے اور کہا امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے
نہین دیکھتا ہون مین حرج یہ کہ کہے مؤذن واسطے امیر کے بیچ اذان سب نمازون کے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَبَرَكَاتُهٗ
حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ الصَّلٰوۃُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو مستبعد جانا کیونکہ آدمی سب برابر ہین حکم جماعت
مین اور امام ابی یوسف رحمہ نے اسواسطے ان لوگون کو خاص کیا کہ وہ زیادہ مشغول رہتے ہین مسلمانون کے امور مین بہ نسبت اور لوگون کے
اور اسی حکم مین ہین قاضی و مفتی ص اذان اور اقامت مین بیٹھے مگر مغرب مین اور جو نماز قضا ہو گئی ہو اُسکو فائتہ کہتے ہین تو ایک فائتہ کیواسطے بھی اذان اور اقامت کہی اور جب
بہت سی فائتہ ہون پہلی فائتہ کیواسطے اذان اور اقامت کہی ف کیونکہ روایت ہے ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیچ قصہ تعریس کے پھر اذان دی بلال رضی اللہ عنہ نے ساتھ نماز کے
سو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُو رکعتین پھر نماز پڑھی صبح کی سو کیا جیسا کرتے تھے اور اخراج کیا اسکا مسلم رحمہ نے اور روایت ہے
ابی داؤد وغیرہ مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ اذان کے اور اقامت کے جسوقت کہ سو گئے تھے نماز صبح سے اور
پڑھا تھا اُسکو بعد نکلنے آفتاب کے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن امیہ ضمیری اور عمران بن حصین اور ذی مخمر حبشی صحابی رضی اللہ عنہم سے اور روایت
کیا اسکو مالک رحمہ نے مؤطا مین ابن مسیب رحمہ سے مرسلاً اور ذکر کیا اُسمین اذان کو اور مرسلات ابن مسیب کے بمنزلہ مرفوعات کے ہین اور صحیح مسلم مین جو ہی کہ حکم
کیا بلال رضی اللہ عنہ کو سو قائم کی اُنھون نے نماز اور نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ اُنکے صبح کی منافی اذان کے نہین اور ابو یوسف رحمہ
نے روایت کی اسناد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جسوقت کہ مشغول رکھا اُنکو کفار نے قضا کی نمازون کی ساتھ اذان اور اقامت کے یعنی چار
نمازون کے واسطے ص اور باقی فائتہ کے واسطے اختیار ہی چاہے ہر ایک مین اذان اور اقامت کہی یا فقط اقتصار اقامت پر کرے اور بے وضو کو
اذان کہنا درست ہی ف اسوجہ سے کہ اذان ذکر ہی نماز نہین تا کہ اُسکے واسطے طہارت شرط ہووے ص اور تکبیر مکروہ ہی اور اگر کہدے تو اعادہ
نہ ہوگا دونون کا اور اذان جُنب کی مکروہ ہے اور ایسے ہی اقامت اُسکی تو اگر جُنب نے اذان کہی پھر اعادہ کیا جاوے گا اور اگر اقامت کہی
تو اقامت کا اعادہ نہ ہوگا ف کیونکہ تکرار اذان کی مشروع ہے اور تکرار اقامت کی نا مشروع اور اگر اذان کا بھی اعادہ نہ کرے

---

[1] سواے کلمۂ قد قامت الصلوٰۃ کے کہ وہ دُو بار ہی ۱۲ [2] اسلیے کہ اُسکی اقامت اور نماز مین اتصال نہ رہیگا بلکہ فصل ہو جاویگا وضو سے اور فصل بین الاقامتہ والصلوٰۃ مکروہ ہے ۱۲

[3] شرح وقایہ مین سبب اسکا یہ لکھا ہی کہ اقامت واسطے اعلام حاضرین کے ہے پس ایک بار کہنا کافی ہے تکرار اُسکی غیر مفید اور اذان واسطے اعلام غائبین کے ہے پس تکرار اُسکی مفید ہے ۱۲ عمدۃ

تو نماز جائز ہی کیونکہ اذان اور اقامت سنت مین فقط ص اور اذان عورت اور مست اور مجنون کی مکروہ ہی اور اعادہ اُسکا مستحب ہی اور اگر مسافر یا کوئی شخص
جو مسجد مین جماعت سی نماز پڑھتا ہی اذان اور اقامت کو ترک کری تو مکروہ ہی لیکن اگر مسافر اقامت کو فقط کہی تو جائز ہی ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی
واسطے بیٹون ابی ملیکہ کے جب آیا وقت نماز کا اذان دو تم دونون اور اقامت کہو اور امامت کری بڑا تم مین ایسا ہی ہی صحیحین اور ترمذی مین ص اور جو شخص
کہ شہر مین گھر مین اپنے نماز پڑھتا ہی اگر اذان اور اقامت دونون کو ترک کرے اور محلے مین اذان و اقامت ہوتی ہی جائز ہی کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا
کہ محلے کی اذان ہمکو کفایت کرتی ہی ف روایت کیا اسکو سبط ابن الجوزی نے ص اور دیہات مین اگر ایسی مسجد ہی کہ اذان و اقامت اُسمین ہوتی ہی تو
اُسکا حکم شہر کا سا ہی اور اگر اُس مین ایسی مسجد نہین تو جو شخص اپنے گھر مین نماز پڑھتا ہی اگر اذان و اقامت دونون ترک کری تو مکروہ ہی اور فقط اذان کا ترک کرنا
جائز ہے اور جب تکبیر کہنے والا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہے امام نماز کے واسطے کھڑا ہووے اور جب قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے نماز شروع کرے

باب نماز کی شرطون کے بیان مین

وہ شرطین پاکی بدن کی ہی نجاست حقیقی اور حکمی سے اور پاکی کپڑے کی اور جاے نماز کی ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ یعنی اپنے
کپڑے کو اپنے پاک کر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنے اگر جنب ہو تم سو پاک کرو ص اور چھپانا عورت کا ف کیونکہ فرمایا خُذُوْا
خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ یعنی لو تم زینت اپنی کو نزدیک ہر نماز کے یعنی وہ کہ چھپا دے عورت تمھاری کو اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ نہین ہی نماز حائض کی مگر ساتھ چادر کے روایت کی یہ ابو داؤد اور ترمذی رح نے اور حسن کہا اسکو حاکم رح نے اور صحیح کیا اسکو ابن خزیمہ نے
اپنی صحیح مین ص پانچوین قبلے کی طرف منھ کرنا چھٹے نیت کرنا ف دلیل اول کی یہ ہی فرمایا خداے تعالیٰ نے فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ یعنے پھیرو
اپنے منھ طرف اُسکے یعنی قبلے کے اور دوسری کی دلیل قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنے ثواب عملون کا سبب نیت سے
ہے اور صلوٰۃ خود موضوع ہی حصول ثواب کے واسطے بخلاف وضو کے کہ وہ شرط ہی ایک امر موجب ثواب کا ص عورت مرد کی ناف سے
گھٹنون کے نیچے تک ہے ف روایت کی دارقطنی رح نے عطا بن یسار رض سے انھون نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھون نے سنا انھون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عورت اوپر گھٹنون کے ہے اور اسناد مین اسکی سوار بن داؤد ہی ضعیف کیا اسکو عقیلی نے لیکن توثیق کی انکی ابو بلال رضی اللہ
اور روایت ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا کہ ران عورت ہے اور اسناد مین اسکی عقبہ یشکری ہی ضعیف کیا انکو ابو حاتم اور دارقطنی نے صلی اللہ
ہے عمرو بن العاص سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ستر ہے روایت کیا اسکو دارقطنی رح نے اور ان حدیثون سے
معلوم ہوا کہ ناف ستر مین داخل نہین بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور گھٹنا ستر مین ہی بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور ران ستر مین
مگر امام مالک رح کے نزدیک اور دلیل ہماری یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْفَخِذُ عَوْرَۃٌ یعنے ران عورت ہے اور ستر ہے رضی اللہ عنہ
بالصواب ص اور لونڈی کی بھی یہی عورت ہے مگر پیٹ اور پیٹھ بھی اُسکی عورت ہے اور عورت آزاد کی عورت تمام بدن ہی مگر منھ اور دونو ہتھیلیان
ہتھیلیان اور دونون قدم عورت مین داخل نہین ف کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا اَلْمَرْأَۃُ عَوْرَۃٌ مَسْتُوْرَۃٌ یعنی عورت عورت
چھپی ہوئی ہے اور یہ حدیث ہدایہ مین مذکور ہی کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کی ترمذی نے کتاب الرضاع مین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت عورت ہے آخر حدیث تک اور لفظ مستورہ کا اُسمین نہین ہے کہا ترمذی نے هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ
غَرِیْبٌ یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عورت بالغہ نہین چاہیے کہ

دیکھا جاوے اُس سے مگر مُنھ اُسکا اور ہاتھ اُسکے بند دست تک اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدم عورت کا عورت ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت
نہین ہے کذا فی الہدایہ ص جو عضو کہ عورت مین داخل ہے اُسکی چوتھائی اگر کھل جاوے نماز جائز نہین ہوتی جیسے چوتھائی پیٹ یا پنڈلی عورت
کی یا ران یا دُبر یا ذکر یا فوطے کی یا بال عورت کے اور سر الگ عضو ہے اور بال الگ ایک عضو ہے یعنی بال اُترنے والے جو سر سے ہین اور ذکر الگ
عضو ہے اور فوطے الگ عضو ہین اور جو شخص کہ پاک کپڑا نہین رکھتا اور نجاست کا زائل کرنے والا اُسکے پاس موجود نہین (یعنی پانی ۱۲) ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ
لیوے اور پھر اُسکا اعادہ نہ کرے اور اگر اُسنے ننگے نماز پڑھی اور چوتھائی کپڑا اُسکا پاک ہے درست نہین ہوئی اور اگر چوتھائی سے کم پاک ہے
افضل یہ ہے کہ اُسی کپڑے سے پڑھے اور جو شخص ننگا ہووے نماز اُسکی بیٹھ کے اشارے سے پڑھنا افضل ہے ف روایت ہے عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما سے کہ کہا اُنھون نے ننگا نماز پڑھے بیٹھ کے اشارے سے اور ایسا ہی مروی ہے عطار اور عکرمہ اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے اور
روایت ہے انس رض سے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوے کشتی مین سو ٹوٹ گئی کشتی سو نکلے دریا سے ننگے تو نماز پڑھی اُنھون نے
بیٹھ کے کہا سبط ابن الجوزی نے روایت کیا اسکو خلال نے اور نہین پایا مترجم نے اس حدیث کو کسی کتاب مین حدیث کی ص اور اگر کھڑے ہو کے
اسکو پڑھے گا تو بھی درست ہے اور اگر قبلے کی طرف مُنھ کرنے مین کچھ خوف ہے جس طرف مُنھ کرے گا نماز درست ہو جاویگی اور اگر قبلہ اُسے معلوم
نہین ہے اور کوئی ایسا نہین جس سے پوچھے سوچ کے پڑھ لیوے تو اگر بعد نماز کے معلوم ہووے کہ اس طرف قبلہ نہ تھا نماز کو پھر نہ پڑھے اور اگر نماز
کے بیچ مین قبلہ اُسکو معلوم ہو گیا یا رائے اُسکی بدل گئی نماز ہی مین پھر جاوے اور نماز کو تمام کرے ف اسواسطے کہ مسجد قبا کے لوگون کو نماز
مین خبر قبلہ بدلنے کی پہونچی اور وہ عین نماز مین اُس طرف کو پھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اچھا جانا ص اگر اندھیری رات مین
اور اسی حالت قوم نے نماز پڑھی اور ہر ایک نے اپنے سوچ کے موافق قبلے کی طرف مُنھ کیا اور امام کا حال کوئی نہین جانتا کہ اُسکا مُنھ کدھر ہے لیکن یہ جانتے
ہین کہ ہم اُنکے پیچھے ہین اُنکی نماز جائز ہو گی تو اگر کسی نے جانا کہ امام کا مُنھ اس طرف ہے اور پھر اپنا مُنھ اور طرف کیا یا اُسنے جانا کہ امام اُسکے پیچھے ہے
سو نماز پڑھی یا کھڑا رہا تو نماز اُسکی جائز نہ ہو گی ف روایت ہے عامر بن ربیعہ سے کہ تھے ہم سفر مین ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندھیری رات
مین سو ہم نے نہ جانا کہ کس طرف قبلہ ہے تو ہر شخص نے ہم مین سے نماز پڑھی جدھر اُسکی عقل مین آیا تو جب صبح ہوئی سو ہم نے بیان کیا اُسکو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے تب یہ آیت نازل ہوئی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنی جدھر تم مُنھ کرو اُسی جانب کو مُنھ اللہ کا ہے اور ضعیف کیا اِس کو
کیا اسکو مالک نے اور بہت لوگون نے اور روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ تھے ہم سفر مین سو ابر تھا نہایت تو سوچا ہم نے قبلے کو تب نماز پڑھی ہر شخص نے
کیا بلال سے علیحدہ اور ہر شخص ہم مین سے خط کر لیتا تھا اپنے آگے جب صبح ہوئی تو ہم نے نماز پڑھی تھی غیر قبلہ کی طرف سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ جائز ہوئی نماز تمھاری ضعیف کیا اسکو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اور روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ یکایک لوگ پڑھ رہے تھے
نماز صبح کی کہ ایک شخص نے خبر دی کہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا اور حکم ہوا کہ مُنھ کرین طرف کعبے کے اور مُنھ تھا اُنکا شام کی طرف
سو پھیر لیا اُنھون نے طرف کعبہ شریف کے روایت کیا اسکو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور مسلم رح نے ص نماز فرض مین فرض کا معین کرنا نیت
مین شرط ہے نہ عدد رکعات کا اور زبان سے کہنا اور دل مین نیت کرنا افضل ہے اور نوافل اور سنت تراویح مین مطلق نیت کافی ہے اور مقتدی کو
نیت اپنی نماز کی اور امام کے اقتدا کی کرنا چاہیے

یعنی شرط ہے ۱۲

باب نماز کی صفت کے بیان مین

سلہ شرح وقایہ مین تفسیر نیت کی یہ لکھی ہے اور ملا دی اپنے قصد قلب کو تحریمہ نماز کے ساتھ اور قصد کے ساتھ زبان سے بھی کہنا افضل ہے ۱۲ مولانا عبدالغفار رحمہ اللہ تعالیٰ

فرض نماز کے اندر سات ہین پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا یا جو کلمہ قائم مقام اُسکے ہو نماز کے شروع مین ف کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ یعنی اور رب
اپنے کی تو تکبیر کر اور حدیث مین آیا ہے مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ یعنے کلید نماز کی طہارت ہے اور تحریم اُسکی تکبیر ہے
یعنے جب تکبیر کہے تو جو افعال منافی صلوٰۃ ہین وہ سب حرام ہوگئے اور اسی سبب سے اُسکو تحریمہ کہتے ہین اور تحلیل اُسکی تسلیم ہے یعنے جو چیزین حرام
ہوگئی تھین وہ اب سلام سے حلال ہوجاوینگی روایت کیا اسکو ترمذی نے اور ابی داؤد نے اور حسن کہا اسکو نووی نے ص۱ اور اسکو تکبیر تحریمہ
کہتے ہین اور ہاتھ اُٹھانا اسمین سُنت ہے اور دوسرے کھڑا ہونا یعنی قیام کرنا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۝ یعنے کھڑے ہو
واسطے اللہ کے ساکت اور چپ یا خشوع و خضوع سے ص تیسرے قرات یعنی پڑھنا قرآن کا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ
مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی پڑھو تم جو آسان ہو قرآن سے ص چوتھے رکوع پانچوین سجدہ ماتھے اور ناک سے اور بغیر عذر فقط ناک سے بھی امام اعظم رحمۃ اللہ
علیہ کے نزدیک جائز ہے لیکن صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک درست نہین اور اسی پر فتوی ہے ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِرْكَعُوْا
وَاسْجُدُوْا یعنی رکوع کرو اور سجدہ کرو ص چھٹے اخیر کا قعود یعنی بیٹھنا آخر نماز مین بقدر تشہد یعنے التحیات پڑھنے کے ف کیونکہ روایت مین ابوداؤد
کی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب سکھایا تھا اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کہ جب کہا تو نے یہ اور ادا کیا تو نے یہ سو تو ادا کر چکا نماز کو اپنی
اگر چاہے تو کھڑا ہو تو کھڑا ہو اور اگر چاہے تو بیٹھ تو بیٹھ اور روایت دارقطنی مین ہے اِذَا قُلْتَ هٰذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ اور بعضون نے کہا ہے
کہ یہ جملہ حدیث مین داخل نہین بلکہ کلام ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے اور کہا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰی اَنَّهَا مُدْرَجَةٌ یعنے اتفاق
کیا حفاظ نے اس بات پر کہ یہ جملہ مُدرج ہے یعنے حدیث مین داخل نہین اور کہا شیخ ابن الہمام نے اسکے جواب مین وَالْحَقُّ اَنَّ غَايَةَ الْاِدْرَاجِ هٰهُنَا اَنْ تَصِيْرَ
مَوْقُوْفَةً وَالْمَوْقُوْفُ فِيْ مِثْلِهٖ حُكْمُهُ الرَّفْعُ یعنی حق یہ ہے کہ غایت ادراج یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہوگئی اور موقوف اُسکے مثل حکم
رفع مین ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ پھر اختلاف ہے قعود کے اندازہ مین لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار تشہد کے یعنی عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک اور اسی کو اختیار کیا ہے
کافی مین اور فتح القدیر مین ص ساتوین اپنے کسی کام سے نماز سے باہر آنا اور واجبات نماز کے گیارہ ہین پہلے فاتحہ کا پڑھنا دوسرے سورہ ملانا
تیسرے رعایت ترتیب کی اُن کامون مین جو نماز مین مکرر آتے ہین تو تکبیر تحریمہ اور قعدۂ اخیرہ مین رعایت ترتیب کی فرض ہے چوتھے قعدۂ اُولیٰ
یعنی جو بعد دو رکعتون کے چار رکعتی نماز مین بیٹھتے ہین ص۳ پانچوین تشہد دونون قعدون مین اور ذخیرے مین لکھا ہے کہ پہلا قعدہ سنت ہے اور اخیر کا قعدہ
واجب ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ تشہد کا پڑھنا پہلے قعدے مین سنت ہے اور دوسرے قعدے مین واجب ہے لیکن صاحب وقایہ کا مذہب
یہی ہے کہ دونون قعدون مین تشہد پڑھنا واجب ہے چھٹے لفظ سلام کا کہنا اور امام شافعی کے نزدیک یہ فرض ہے ف اور دلیلین دونون مذہب کی
اوپر گذرین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ یعنی تحلیل نماز کی تسلیم ہے اور ہماری
دلیل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر گذری ص ساتوین وتر مین دعاے قنوت پڑھنا آٹھوین دونون عیدون کی تکبیرین کہنا
نوین قرات کا متعین کرنا پہلی دو رکعتون مین دسوین ٹھہر ٹھہر کے ارکان ادا کرنا اور اسکو تعدیل ارکان کہتے ہین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فرض ہے اور وہ ٹھہرنا رکوع اور سجدے مین ہے بقدر ایک تسبیح کے اور اسی طرح ٹھہرنا درمیان رکوع
اور سجدے اور دونون سجدون کے بیچ مین گیارھوین پکار کے پڑھنا یعنی جہر کرنا جنمین پکار کے پڑھا جاتا ہے اور سِر یعنی آہستہ سے پڑھنا جنمین آہستہ پڑھا جاتا ہے اور

ص۱ اس لیے کہ فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابن مسعود رض کو قل التحیات للہ الخ موجب وجوب قرات تشہد کا دونون قعدون مین ہے بلا فرق اور جب قرات تشہد قعدۂ اولیٰ مین واجب ہوئی
تو وہ قعدہ بھی واجب ہوگا نہ سنت ۱۲ شرح وقایہ ص۲ یعنی جب پڑھا تو نے تشہد کو پس تحقیق تمام ہوئی نماز تیری ۱۲ ص۳ یا تین رکعتی ۱۲

سوا ان واجبات اور فرائض کے سب چیزین نماز مین سنت ہین یا مستحب اور جب نماز کو شروع کرے دونون ہاتھ اُٹھاوے دونون کانونکی لو تک اور
انگوٹھے سے کان کی لو کو چھووے اور پھر تکبیر کہے یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ ف اور یہ سنت ہے یعنی ہاتھونکا اُٹھانا کیونکہ مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر
اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر بعد رفع یدین کے ہے وَھُوَ الصَّحِیْحُ وَالْمُفْتٰی بِہٖ اور اسی کی مؤید ہے وہ جو روایت کی نسائی نے ابن عمر رضی اللہ
عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھاتے تھے ہاتھ کانون تک پھر تکبیر کہتے تھے اور لفظ ثُمَّ کا اس حدیث مین دلالت کرتا ہے اوپر تراخی کے بنا بر قواعد نحو
کے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہاتھون کو کاندھون تک اُٹھاوے بدلیل اسکے جو روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ
عنہ سے کہ مین خوب جانتا ہون نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مین انکو جب تکبیر کہتے تھے اُٹھاتے تھے ہاتھ کاندھون تک اور جب رکوع کرتے تھے رکھتے تھے
دونون ہاتھ اپنے گھٹنون پر پھر پیٹھ کو جھکاتے تھے اور جب اُٹھاتے تھے سر اپنا خوب سیدھے ہو جاتے تھے یہان تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جاتی تھی پھر
جب سجدہ کرتے تھے رکھتے تھے ہاتھون کو نہ پھیلا کر اور نہ کھینچ کے اور پیر کی انگلیون کا رُخ قبلے کی طرف کرتے اور جب بیٹھتے دو رکعتون کے بعد بیٹھتے
بائین پیر پر اور کھڑا کرتے سیدھے پیر کو اور جب بیٹھتے اخیر رکعت مین آگے کرتے بائین پیر کو اور کھڑا کرتے دوسرے کو اور بیٹھتے اور ضعیف کیا اسکو طحاوی
رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح پر کہ یہ حدیث مروی ہوئی محمدؒ سے دوسرے طریق پر اور اسمین محمدؒ اور ابو حمیدؓ مین واسطہ ایک شخص کا ہے اور نام اُسکا مذکور
نہین اور اس روایت مین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ مذکور نہین اور یہ رجل مجہول ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ سن محمدؒ کا نہین احتمال رکھتا ہے
اسقدر اور نہین ثابت کرتا ہے کوئی سماع محمدؒ کا مگر عبد الحمید اور وہ ضعیف ہے اور ایک روایت مین ہے کہ محمد بن عمروؒ حاضر ہوا ابو حمیدؓ اور ابو قتادہؓ کے
پاس حالانکہ وفات کی ابو قتادہؓ نے قبل اسکے قتل کیے گئے تھے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور نماز پڑھی اُنپر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور یہ
مشہور نہین اور نہین ہے متصل یہ حدیث یہ کلام طحاوی کا ہے اور عبد الحمید وہ جعفر بیٹا حکم انصاری کا ضعیف کیا اُسکو یحییٰ القطان اور ثوری نے اور توثیق
کی اسکی یحییٰ بن معین وغیرہ نے اور محمدؒ کا سماع ساتھ ابی حمیدؓ اور ابی قتادہؓ کے ثابت کیا اسکو حافظ عبد الغنیؒ نے اور اگر بالفرض صحت کو بھی یہ حدیث
پونہچی تو معارض ہے اُسکی جو مروی ہے صحیحین مین مالک ابن الحویرثؓ سے کہا کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے اُٹھاتے اپنے
دونون ہاتھون کو یہان تک کہ برابر کرتے اُنکو دونون کانون کے اور ایسی ہی روایت ہے وائل سے صحیح مسلم مین تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اُٹھاتے تھے دونون ہاتھون کو کانون تک اور روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے مثل اسکے طحاوی نے اور اسناد مین اسکی مؤمل بن اسمٰعیل ہے اور یزید
بن ابی زیاد اور ضعیف کیا گیا مؤمل کہ جاتی رہین کتابین اُنکی سو بیان کرنے لگے حدیثین حفظ اور یاد سے تب بہت ہوئین خطائین اُنکی اور یزید ضعیف
کیا اُسکو علی اور یحییٰ اور ابن المبارک اور ابو حاتم رازیؒ نے اور بخاریؒ اور نسائیؒ نے اور کہا ابن حبانؒ نے کہ تھا سچا مگر یہ کہ جب وہ بڑا ہوا تو بگڑ
گیا حفظ اُسکا اور واقع ہوئین منکر حدیثین اُسکی تو جس سے اُس نے قبل تغیر کے سُنا تو سُننا اُس کا صحیح ہے اور روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے
بیہقی نے مثل حدیث مالک بن الحویرث کے کہا ابو الفرج نے اسناد اسکی صحیح ہے اور ایک طرح سے معارضہ باقی نہین رہا کہ جس حدیث مین ہے
کہ حضرت ہاتھ اُٹھاتے تھے کاندھون تک مراد یہ ہے کہ ہاتھ کاندھون تک اور انگوٹھے لو تک کان کی ایسی ہی تاویل کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
نے واللہ اعلم ص اور انگلیون کو نہ بہت ملاوے اور نہ بہت کشادہ رکھے بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دے اور عورت دونون مونڈھون تک اُٹھاوے
اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ساتھ مد الف اللہ کے اور اَللّٰہُ اَکْبَار ساتھ ملانے الف کے درمیان بے اور رے کے نہ کہے اور اگر بجاے تکبیر کے
اَللّٰہُ اَجَلُّ یا اَللّٰہُ اَعْظَمُ یا اَلرَّحْمٰنُ اَکْبَرُ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے درست ہو جاوے گا اور فارسی یا ہندی یا اور کسی زبان مین اگر تکبیر کہے مثلاً یہ کہ
اللہ بزرگ ترست یا اللہ بزرگ ہے یا قرات فارسی مین یا اور کسی زبان مین عذر سے پڑھے یا جانور ذبح کرنیکے وقت فارسی وغیرہ مین بسم اللہ کے

تو درست ہی اور اگر دعا کے الفاظ کہے جیسے اللّٰھمّ اغفر لی یعنی اے خدا بخش دے مجکو تو درست نہین ف اور طعن اسکا باب مین بیجا ہی جواب
اس کا نور الانوار وغیرہ کتب اصول مین مذکور ہی ص اور داہنا ہاتھ بائین پر رکھے ناف کے نیچے اور قنوت اور نماز جنازے مین بھی ہاتھ باندھے اور
بعد رکوع کے جب کھڑا ہوا اور عیدین کی تکبیرون مین چھوڑ دے اور ہاتھ نہ باندھے ف اور امام مالکؒ کے نزدیک سب نمازون مین چھوڑ دے
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سینے پر باندھے جیسے ہمارے مذہب مین عورت سینے پر باندھتی ہے دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ
ہے جو امام المحدثین ابوبکر بن خزیمہ نے اپنی مسند مین روایت کی ساتھ سند صحیح کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونون ہاتھ اوپر سینے کے
اور روایت کی احمدؒ نے قبیصہ بن ہلب سے اُنھون نے اپنے باپ سے کہ دیکھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھتے تھے ہاتھون اپنے کو
سینے پر اور فقط ہاتھ باندھنے مین چند حدیثین صحیح بخاری مین مروی ہین جن سے حجت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر قائم ہوتی ہے اور کہا شیخ ابن الہمام
نے ذیل قول صاحب ہدایہ مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت سے ہے یہ بات یعنی رکھنا داہنے ہاتھ کا اوپر بائین کے نیچے ناف کے
کہ حدیث مرفوعًا نہین معلوم ہوئی ہان حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول ہے کہ سنت سے ہے رکھنا ایک کف کا اوپر دوسرے کف کے نیچے
ناف کے روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ نے اور احمدؒ اور دارقطنیؒ اور رزینؒ اور بیہقیؒ نے اور اسناد مین اسکی عبد الرحمٰن بن اسحٰق کوفی ضعیف ہین
ضعیف کیا انکو احمدؒ وغیرہ نے اور اس ضعف سے ضعف حدیث کا لازم نہین آتا کیونکہ ابو حنیفہؒ مقدم ہین اُنپر اور کہا بعض جہلا نے کہ نہین ہے کوئی
حدیث مرفوع صحیح اس باب مین واسطے حنفیہ کے اور یہ بات غلط ہے کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حدثنا وکیع عن موسیٰ
بن عمیر عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ تحت السرۃ یعنی روایت ہے وائل
بن حجر سے کہ دیکھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھتے تھے ہاتھ داہنا اپنا اوپر بائین کے نیچے ناف کے کہا بعض علما نے وھذا حدیث صحیح
متین ثبیت السند لان فیہ وکیع وموسیٰ وعلقمۃ ثقات یعنی یہ حدیث صحیح ہے اسواسطے کہ جتنے راوی ہین اسمین صحابی کو چھوڑ کر سب
ثقہ ہین اور صحابی کو چھوڑ کر اسواسطے کہا کہ صحابی تو سب ثقہ ہین کسی مین احتمال کذب کا نہین لیکن ثقہ ہونا وکیع کا تو کہا حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب
مین کہ وکیع بیٹا جراح بیٹا ملیح رواسی کا کنیت انکی ابو سفیان ہے روایت کی اُنھون نے اپنے باپ سے اور اسمٰعیل بن ابی خالد اور ایمن بن
نابل اور ابن عون وغیرہم سے اور روایت کی ان سے ان کے بیٹون نے سفیان اور ملیح اور عبید نے اور شیخ نے اُن کے سفیان ثوری نے
اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ دونون بھائیون نے اور ابو خثیمہ اور حمیدی نے کہا احمد بن حنبلؒ نے نہین دیکھا مین نے حافظ علم کا زیادہ
وکیع سے اور کہا اُنھون نے کہ تھے وکیع مطبوع الحفظ اور کہا اُنھون نے کہ تھے امام مسلمانون کے اپنے وقت مین اور کہا ابن معین نے نہین دیکھا
مین نے افضل وکیع سے تو کہا گیا کہ کیا ابن المبارک کو فضل نہ تھا کہا کہ ہان اُنکو بھی فضل تھا لیکن نہین دیکھا مین نے افضل وکیع سے تھے
مستقبل قبلہ اور حفظ کرتے تھے حدیث کو اور قیام کرتے تھے رات کو اور روزہ رکھتے تھے دن کو اور فتویٰ دیتے تھے قول امام ابو حنیفہؒ پر اور
دوسرے راوی موسیٰ بن عمیر عنبری تمیمی کوفی کہا یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر اور خطیب اور عجلی اور دولابی نے کہ وہ ثقہ
ہے اور کہا ابو زرعہ نے کہ باک نہین یعنی نہین حرج ہے ساتھ اُسکے اور نسائی مین اُسکی ایک حدیث ہے صلوٰۃ مین اور لیکن علقمہ تو کہا
ذہبی نے میزان الاعتدال مین کہ علقمہ صدوق ہے اور کہا حافظ ابن حجر نے تہذیب مین ذکر کیا اُسکو ابن حبانؒ نے ثقات مین اور ذکر کیا اُسکو
ابن سعد نے طبقہ ثالثہ مین اہل کوفہ سے اور کہا کہ کان ثقۃ قلیل الحدیث یعنی تھا ثقہ تھوڑی حدیث والا اور کہا شیخ قاسم قطلوبغا حنفی نے

ف اور اصل یہ ہی کہ جو کلمات مجرد تعظیم پر دلالت کرتے ہون اور اُنمین آمیزش دعا کی نہو اُن سے تکبیر تحریمہ جائز ہی ۱۲ شرح وقایہ ف یعنی قرات فارسی وغیرہ مین ۱۲

پیچ تخریج احادیث الاختیار کے بعد نقل کرنے اس حدیث کے مصنف ابن ابی شیبہ سے کہ یہ سند جید ہے وکیع سے احد الاعلام اور موسی بن عمیر توثیق
کی اُس کی ابو حاتم نے اور روایت کی اُس سے نسائی اور علقمہ نے اخراج کیا اُن سے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رفع الیدین میں اور مسلم نے اپنی صحیح
میں اور چار دن عالموں نے اور ثقہ کہا اُسکو ابن حبان نے سو یہ شاہد ہو اُس حدیث علی رضی اللہ عنہ کا پس نہیں ہو وجہ کلام کی اُس شخص کے جسنے
کہا کہ نہیں دلیل ہو حنفیہ کی اس مسئلے میں واللہ اعلم ص بعد تحریمہ کے ہاتھ باندھ کے ثنا پڑھے وہ یہ ہو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اور توجیہ یعنی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ
نہ پڑھے[1] ف اور امام ابی یوسف رح کے نزدیک پڑھے دلیل اُنکی علی رضی اللہ عنہ کی ہے طویل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے یہ آیت
اور روایت جابر رضی اللہ عنہ کی کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع کرتے نماز کو کہتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ روایت کیا اسکو بیہقی نے اسی طرح پر کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری
حدیث انس رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع کرتے تھے نماز تکبیر کہتے تھے اور فرماتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ
آخر تک اور نہیں زیادہ کرتے تھے اسپر کہا صاحب فتح القدیر نے کہ روایت کی بیہقی نے انس اور عائشہ اور ابو سعید خدری اور جابر اور عمرو بن
مسعود رضی اللہ عنہم سے اس مضمون کو مرفوعًا مگر حدیث عمرو بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وقف کیا اسکو اوپر عمرو کے اور درست کہا اسکو دارقطنی نے
عمر رضی اللہ عنہ سے پھر کہا محفوظ ہے یہ کہ یہ قول عمر رضی اللہ عنہ کا ہو اور صحیح مسلم میں ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جہر کرتے تھے ساتھ
ان کلمات کے انتہی اور روایت کیا اسکو ابو داود نے اور ترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ضعیف کہا ان دونوں نے اسکو لیکن صحیح کیا
اسکو محدث فیروزآبادی نے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے عثمان رضی اللہ عنہ سے انکے قول سے اور روایت کیا اسکو سعید بن منصور نے
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول سے اور سنن ابو داود میں ہے ابو سعید سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھتے رات کو تکبیر کہتے
پھر فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ تین بار پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار پھر کہتے اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا تین بار پھر کہتے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ پھر قراءت کرتے تھے اور اخراج کیا اسکا ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے کہا ترمذی رح نے
حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے اس باب میں اور تحقیق کلام کیا گیا اسناد میں اسکی تھے یحیی بن سعید کلام کرتے
علی بن علی رفاعی میں اور کہا احمد نے کہ نہیں صحیح ہے یہ حدیث اور توثیق کی علی بن علی کی وکیع اور ابن معین اور ابو زرعہ اور محمد بن سعد نے
اور جب ثابت ہوا فعل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مانند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قرار دینا اسکی تو معلوم ہوا کہ یہی فعل اکثر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا تھا اور یہی اخیر تھا انکے فعل سے اور صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہو اور اوسکی اس میں اور دعا ہو ذکر کیا اسکو شیخ
ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اور کہا وَهُوَ اَصَحُّ مِنَ الْکُلِّ لِاَنَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ [illegible] عَدَلْنَا [illegible] اِلَّا [illegible]
یعنی یہ صحیح ہے کل روایتوں سے اس واسطے کہ اتفاق کیا اسپر بخاری رح و مسلم رح نے اور باوجود اسکے نہیں کہا کسی نے ساتھ سنیت خاص
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے تو اگر وہ دعا بھی پڑھے کچھ حرج نہیں اور جائز ہو فقط اور وہ جو روایت ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محمول ہو اوپر نوافل
کے ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور مؤید ہو اسکی جو وہ مروی ہو صحیح ابی عوانہ اور سنن نسائی میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے
ہوتے تھے نماز نفل کو کہتے تھے اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ آخر تک بخلاف سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے کہ وہ ثابت ہو فرض میں نفل میں اور بعد ثنا کے اعوذ پڑھے

[1] یعنی نماز کے اندر ۱۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہے واسطے قرارت کے نہ ثنا کے ف کیونکہ فرمایا اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یعنی جب پڑھے تو قرآن تو پناہ لے جانب اللہ کے مراد یہ ہے کہ شیطان سے پناہ مانگے کہ وہ حارج نہ ہو قرارت قرآن مین ص اور مقتدی تعوذ نہ پڑھے اور مسبوق پڑھے اسلیے کہ تعوذ تابع قرارت کا ہے نہ تابع ثنا کا سو جو شخص قرارت کرے وہ تعوذ بھی پڑھے اور جو شخص قرارت نہ کرے تعوذ بھی نہ پڑھے اور تکبیرات عیدین کے بعد تعوذ پڑھے اور بعد اسکے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ کہے اور فاتحہ اور سورۃ کے بیچ مین نہ پڑھے اور ثنا اور تعوذ اور تسمیہ آہستہ کہے اور امام شافعی رح کے نزدیک تسمیہ کو بلند پڑھے اور بہت سی حدیثین صحیح وارد ہوئین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا سے راشدین قرارت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے شروع کرتے تھے ف تو اس سے معلوم ہوا کہ ثنا اور تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھتے ہونگے اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے بسبب قول ابن مسعود رض کے چار ہین کہ آہستہ کہے انکو امام اور ذکر کیا انھین تعوذ اور تسمیہ اور آمین کو روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے اور روایت کی ابی وائل سے انھون نے عبد اللہ سے کہ وہ تھے آہستہ کہتے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ کو اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان اور نسائی مین ہے نعیم مجمر سے کہ نماز پڑھی مین نے پیچھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سو پڑھی انھون نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پھر پڑھی فاتحہ یہانتک کہ پہونچے وَلَا الضَّالِّينَ تک پھر کہی آمین پھر سلام پھیر کے کہا قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہے تحقیق کہ میری نماز مشابہ تر ہے ساتھ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہا ابن خزیمہ نے نہین شک ہے اسکی صحت مین اہل معرفت کے نزدیک اور یہ حدیث مستلزم جہر کو نہین کیونکہ جائز ہے سُننا نعیم کا باوجود آہستہ پڑھنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ جبتک مبالغہ نہ کرے اخفا مین تب تک سُنائی دیتا ہے خصوصًا پاس والے مقتدی کو اور صحیح ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر کرتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ کا کہا حاکم نے صحیح ہے بغیر علت کے اور صحیح کیا اُسکو دارقطنی نے اور کہا ترمذی رح نے نہین ہے اسناد اُسکی قوی اور ضعیف کیا اُسکو اکثر محدثین نے اور کہا بعض حفاظ نے نہین ہے کوئی حدیث صحیح جہر مین مگر اُسکی اسناد مین گفتگو ہے اور اسی سبب سے صاحب مسانید اربعہ اور امام احمد نے احادیث جہریہ کو اخراج نہین کیا باوجود اشتمال اُنکے احادیث ضعیفہ پر کہا امام العلما رئیس المحدثین شیخ تقی الدین بن تیمیہ نے اور روایت کی ہمنے دارقطنی سے کہ نہین صحیح ہوئی حضرت سے جہر مین کوئی حدیث اور مروی ہے دارقطنی رح سے کہ تصنیف کی اُسنے ایک کتاب مصر مین بیچ جہر بِسْمِ اللّٰهِ کے اور ارادہ کیا بعض مالکیہ نے کہ جدا کرین اُس سے صحیح ضعیف سے سو کہا کہ نہین صحیح ہوئی جہر مین کوئی حدیث اور کہا حازمی نے کہ احادیث جہر کی اگرچہ بکثرت ماثور ہین لیکن کوئی حدیث خالی ضعف سے نہین اور روایت کی امام طحاوی رح نے جہر کو قرارت اعراب کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نہین جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰهِ کا یہانتک کہ وفات کی اور یہ معارض ہے اُس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو جہر مین گذری تو وہ محمول ہے اوپر واقع ہونے اُسکے کے کبھی کبھی اور صریح موجب عمل ہے اور روایت مسلم کی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی مین نے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس نہ سُنا مین نے کسی کو اُنمین سے کہ پڑھتا ہو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اور اس سے مراد نفی قرارت نہین ہے بلکہ نفی جہر ہے بدلیل دوسری روایت کے کہ نہین جہر کرتے تھے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ کے روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی رح نے ساتھ اسناد صحیح کے اور بھی روایت ہے اُن ہی سے کہ نماز پڑھی مین نے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پس سب لوگ اخفا کرتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ کا روایت اسکو ابن ماجہ نے اور ایک لفظ مین ہے کہ سِر کرتے تھے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ کے اور روایت کیا طبرانی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سِر کرتے تھے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ کے اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم

سلہ اس لیے کہ وہ جزو فاتحہ ہے اُن کے نزدیک ۱۲

اور جتنے تابعین تھے اور وہی مذہب ہے سفیان ثوری اور ابن المبارک کا اور کہا ابن عبداللہ اور ابن منذر نے کہ یہی ہے قول ابن مسعودؓ اور ابن الزبیرؓ
اور عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مغفل اور حاکم اور حسن بن ابی الحسن اور شعبی اور نخعی اور اوزاعی اور عبداللہ بن المبارک اور قتادہ اور عمر بن العزیز
اور اعمش اور زہری اور مجاہد اور حماد اور ابی عبید اور احمد بن اسحٰق کا اور روایت کی امام ابوحنیفہ رح نے طریف بن شہاب ابی سفیان سعدی سے انھون نے
یزید بن عبداللہ بن مغفل سے انھون نے اپنے باپ سے تحقیق کہ اُنھون نے نماز پڑھی پیچھے امام کے سو جہر کیا اُسنے بسم اللہ کا سو پکارا عبداللہ بن
مغفل نے کہ نماز پڑھی مین نے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے سو کسی کو مین نے جہر کرتے نہین سُنا
اور کہا انھون نے اپنے بیٹے سے ای بُنَیَّ مُحْدَثٌ یعنی یہ جہر کرنا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا مُحْدَث اور بدعت ہے ص اور بعد تسمیہ کے فاتحہ
اور سورۃ پڑھے ف اور فاتحہ پڑھنا ہمارے مذہب مین رکن نماز یعنی فرض نہین اور اسی طرح سورۃ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاتحہ
فرض ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونون فرض ہین دلیل امام مالکؒ کی یہ ہے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل آخر حدیث یہ ہے کہ
نہین ہے نماز مگر ساتھ اَلْحَمْدُ کے اور ایک سورۃ کے کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کیا اسکو ترمذی نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اسکو
ابن ماجہ نے اور اختصار کیا اسپر لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ آخر تک اور سکوت کیا اس سے ترمذی نے اور یہ ضعیف ہے ساتھ ابوسفیان سعدی
طریف بن شہاب کے اور اسی سے روایت کی ابوحنیفہ رح نے مسند مین اور نقل کی گئی ابن معین اور نسائی سے تضعیف اسکی اور تلیین کی اسکی ابن عدی
نے اور کہا کہ روایت کی اُس سے ثقات نے لیکن وہ لاتا ہے متون مین ایسی چیز کہ نہین لاتا کوئی اُسکو سوا اُسکے اور اسانید اُسکی مستقیم ہین اور روایت
کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیا اسکو طبرانی نے ابی نضرہ سے کہ نہین ہے نماز مگر ساتھ اُمّ القرآن یعنی فاتحہ کے اور ساتھ اُسکے بغیر اور سورۃ کے اور
اسناد مین اُسکی اسمٰعیل بن عیاش ضعیف ہے اور توثیق کی اُسکی ابن معین نے اور ہماری مؤید ہے وہ جو روایت ہے معجم اوسط مین طبرانی کی ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے کہ حکم کیا مجکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ندا کرون مین مدینے مین کہ نہین ہے نماز مگر ساتھ قرارت کے اگرچہ فاتحہ ہووے اور روایت کیا
اسکو ابوحنیفہ رح نے اور حارث نے مسند مین اور ابن عدی نے لیکن ابوحنیفہ رح کے طریق مین ضعف ہے اور طبرانی کی اسناد مین حجاج بن ارطاۃ ضعیف
ہے اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی پڑھو جو آسان ہو قرآن مین سے اور یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے
زیادتی کلام اللہ پر نہین جائز ہے مگر واجب العمل ہے تو کہا ہمنے ساتھ وجوب فاتحہ اور سورۃ کے اور دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے جو روایت کی
بخاری و مسلم نے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْكِتَابِ یعنی نہین ہے نماز مگر ساتھ فاتحۃ الکتاب کے اور تقدیر اسکی یہ ہے کہ نہین ہے کمال نماز کا مگر
فاتحۃ الکتاب سے جیسے دوسری حدیث مین فرمایا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ یعنی نہین ہے ایمان اُس شخص کا جس کو
امانت نہین اور نہین ہے دین اُسکا جسکا عہد سالم نہین تو مراد اس سے نفی ایمان و دین بالکلیہ نہین ہے بلکہ کمال ایمان اور دین مین یہ چیزین
باعث خلل کی ہین واللہ اعلم فقط ص اور بعد وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے آہستہ سے آمین کہے اور مقتدی بھی جہری نماز مین آہستہ سے آمین کہے
ف اور دلیل اسکی وہ ہے جو اوپر حدیث ابن مسعود رض کی ذکر کی اور روایت کی احمد اور ابویعلیٰ اور طبرانی اور دارقطنی اور حاکم نے مستدرک مین
شعبہ سے انھون نے سلمۃ بن کہیل سے انھون نے حجر بن عنبس سے انھون نے علقمہ بن وائل سے انھون نے اپنے باپ سے کہ نماز پڑھی انھون نے
ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تو جب پہونچے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پر کہی آمین آہستہ سے
اور روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی وغیرہما نے سفیان سے انھون نے سلمۃ بن کہیل سے اُنھون نے حجر بن عنبس سے اُنھون نے

سلہ یعنی حدیث مذکور ۱۲ سلہ یعنے امام کے ۱۲

وائل بن حجر سے اور اُسی مین ہے کہ بلند کیا اُنھون نے آواز اپنی کو ساتھ آمین کے تو مخالفت کی اِسمین سفیان نے شعبہ کی کئی طرح پر اوّل یہ کہ پہلی روایت مین حجر عنبس ہے اور اِسمین حجر بن عنبس اور اِسمین علقمہ مذکور نہین اور کہا ترمذی نے علل کبیر مین کہ پوچھا مین نے بخاری سے کہ کیا علقمہ نے سُنا ہو اپنے باپ سے تو کہا بخاری نے کہ پیدا ہوا علقمہ بعد مرنے اپنے باپ کے چھ مہینے بعد اور یہ انقطاع مسلّم نہین کیونکہ روایت کیا مسلم نے علقمہؓ کی روایت کو اپنے باپ سے کہا شیخ ابن الہمام نے اور ترجیح دی دارقطنی نے روایت سفیان کو اور بیہقی وغیرہ نے بھی اِس حدیث کو شعبہ سے بمضمون رفع روایت کیا ہے اور اسی سبب سے صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے عدول کر کے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کیا اور مؤید حدیث جہر ہے جو ابن ماجہ مین ہے کہ تھے حضرت علیہ السلام جب آمین کہتے تھے گونج جاتی تھی مسجد اور مین کہتا ہون کہ معارض ہے اس حدیث کی بعینہ وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے اس اسناد سے حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ فَقَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ یعنی کہی آمین اور آہستہ کہی اور یہ بعینہ وہی اسناد ہے جسمین رفع صوت با آمین مذکور ہے تو دو حدیثین مخالف ہوئین اُس ایک حدیث کی تو صحیح یہی ہوگا کہ آہستہ سے آمین کہے ص بعد اُسکے تکبیر کہے اور رکوع کرے جھک کے اور دونون ہاتھ رکوع مین دونون زانو پر رکھے اور اُنگلیون کو کشادہ رکھے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے انسؓ کے بیچ حدیث طویل کے اور آخر اُسکا یہ ہے کہ اے بیٹے میرے جب تو رکوع کرے سو رکھ ہتھیلیون اپنی کو اوپر دونون زانو اپنے کے اور کشادہ رکھ اُنگلیون کو اور اُٹھائے رکھ دونون ہاتھون کو دونون پہلوون سے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط[1] مین اور تطبیق یدین کی منسوخ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونون ہاتھون کو ملا کے دونون زانوؤن مین رکھ لے بدلیل اُسکے جو مروی ہے صحیحین مین مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ نماز پڑھی مین نے اپنے باپ کے ساتھ تو تطبیق کی مین نے سو کہا میرے باپ نے کہ تھا اسکو پہلے ہم کرتے تھے ایسا پھر منع کیے گئے اور حکم ہوا کہ رکھین دونون ہاتھون کو اوپر زانوؤن کے ص اور پیٹھ کو برابر کرے اور سر کو بھی پیٹھ کے برابر رکھے[2] ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہ نے وابصہ بن معبد سے کہا کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے تھے سو جب رکوع کرتے تھے برابر رکھتے تھے پیٹھ کو یہانتک کہ اگر ڈالا جاتا اُسپر پانی البتہ ٹھہر جاتا اور روایت کی ابو العباس محمد بن اسحٰق سراج نے اپنی مسند مین براءؓ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رکوع کرتے پھیلاتے پیٹھ اپنی کو اور جب سجدہ کرتے مُنھ کرتے اُنگلیون کا طرف قبلے کے اور روایت کی طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے اور ابی بردہ اسلمی رضؓ سے مثل حدیث وابصہ کے اور سر کو بھی پیٹھ کے برابر کرے بدلیل اسکے جو روایت کی ترمذی نے حدیث ابی حمید سے کہ نہ جھکاوے سر اپنے کو اور نہ اُٹھاوے اُسکو اور ایسا ہی روایت کیا اسکو ابن حبان نے اور اخراج کیا مسلم نے حدیث طویل مین عائشہ رضؓ سے کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے سر نہ اُٹھاتے تھے اور نہ جھکاتے تھے ص اور تین مرتبہ یا زیادہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے اور اس سے کم نہ کرے ف کیونکہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے اور ابن ماجہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب رکوع کرے کوئی تم مین سو کہے تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور یہ ادنیٰ درجہ اُسکا ہے اور جب سجدہ کرے تو کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى تین بار اور یہ ادنیٰ درجہ اُسکا ہے اور یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ عون رضؓ نے نہین پایا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ص بعد اُسکے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کا کہتا ہوا سر کو اُٹھاوے اور امام فقط یہی کلمہ کہے اور مقتدی فقط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے اور جو اکیلا ہو دونون کو کہے ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فقط کہے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ نہ کہے اور صاحبین رحؒ کے نزدیک دونون کہے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آہستہ سے کہے کیونکہ

[1] یعنی معجم اوسط صغیر ۱۲ [2] نہ بلند کرے پیٹھ سے اور نہ نیچا کرے ۱۲

روایت کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ تھے آنحضرت جب کھڑے ہوتے تھے طرف نماز کے تکبیر کہتے تھے یہاں تک کہ کھڑے ہوتے تھے پھر کہتے تھے
سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ جسوقت اُٹھاتے تھے سر رکوع سے پھر کہتے تھے اور وہ کھڑے ہی ہوتے تھے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ آخر حدیث تک اور
امام ابوحنیفہ رح کی دلیل صاحب ہدایہ نے یوں بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہے امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہو رَبَّنَا لَکَ
الْحَمْدُ اور یہ خطاب واسطے مقتدیوں کے ہے اور یہ رد ہوا اُس مذہب پر کہ مقتدی بھی دونوں کلمے کہے اور یہی قول ہے امام شافعی رح صاحب کا ص
اور سیدھا کھڑا ہووے پھر تکبیر کہے اور سجدے میں جاوے ف اور تکبیر تو اسواسطے کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے وقت جھکنے اور اُٹھنے کے
اور لیکن سیدھا کھڑا ہونا تو فرض نہیں ہے اور اسیطرح دونوں سجدوں کے بیچ میں جلسہ کرنا اور ٹھہرنا رکوع و سجود میں اور یہ قول طرفین کا ہے اور
ابویوسف رح کا مذہب یہ ہے کہ یہ چیزیں فرض ہیں اور یہی ہے قول امام شافعی رح کا اور دلیل انکی یہ ہے کہ فرمایا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے
اعرابی کے جب اُسنے جلدی کی تھی نماز میں کہ پڑھ نماز بہ تحقیق کہ تو نے نہیں پڑھی نماز تو معلوم ہوا کہ تعدیل ارکان فرض ہے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ
رکوع لغت میں مطلق جھکنے کا اور سجدہ سر زمین پر رکھنے کا نام ہے تو فرضیت ساتھ ادنیٰ درجے کی بھی ادا ہو جاویگی اور اسیطرح ایک رکن سے دوسرے
رکن کو جانے میں اگر جلدی ہوگی کیونکہ وہ مقصود نہیں اور دوسری یہ کہ اور روایت میں آنحضرت نے اُس اعرابی سے ارشاد کیا کہ جو تو نے کم کیا اس سے جو بیان
کیا میں نے تو تو نے کم کیا اپنی نماز سے روایت کیا اِس زیادت کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے ابوداؤد نے تو ابوہریرہ سے اور ترمذی نے رفاعہ بن
رافع رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کر چکا تو یہ تو تمام ہوئی نماز تیری اور اگر تو نے اس میں سے کم کیا کم کیا تو نے اپنی نماز سے اور کہا یہ حدیث حسن ہے
اور مؤید ہے اُسکی وہ جو روایت کی صحاب سنن اربعہ اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن مسعود رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں جائز ہوتی ہے وہ نماز
کہ نہ قائم ہو اُس میں پیٹھ مصلی کی رکوع اور سجود میں اور ایسے نمازی کو آپ نے دوسری حدیث میں چور ارشاد فرمایا تو حتی المقدور لازم ہے کہ اِس امر سے احتراز
کرے کہ مورد وعید شدید ہووے اور باطمینان ٹھہر ٹھہر کے نماز خضوع اور خشوع سے پڑھے ص پہلے دونوں زانو زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ برابر دونوں
کانوں کے بعد اُسکے منھ کو دو کف کے بیچ میں ف کیونکہ روایت ہے مسند ابویعلیٰ میں ابی اسحق سے کہا کہ وصف کیا واسطے ہمارے براء بن عازب رض نے سجدے کو
پس سجدہ کیا اور اعتماد کیا اوپر دونوں کف کے اور اُٹھایا سرین کو اور کہا کہ اسیطرح کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ جو یہ حدیث صاحب ہدایہ
نے وائل سے نقل کی ہے پائی نہیں گئی اور کہا شیخ ابن الہمام نے کَوْنُہٗ مِنْ حَدِیْثِ وَائِلٍ غَرِیْبٌ یعنی ہونا اُسکا حدیث وائل سے غریب ہے اور صحیح مسلم
میں ہے حدیث وائل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سجدہ کیا رکھا منھ اپنا دونوں کف کے بیچ میں اور جب ایسا ہوا تو ہاتھ مقابل کان کے
ہونگے تو اب معارض ہوگا اُسکے جو صحیح بخاری میں ہے حدیث ابی حمید سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونوں کف برابر کاندھوں کے
اور اس مقام میں روایت مسلم کی مقدم ہے بخاری پر اسوجہ سے کہ سند بخاری میں فُلَیح بن سلیمان اگرچہ راجح یہی ہے کہ وہ ثقہ ہے لیکن کلام کیا گیا ہے
اُسمیں ضعیف کیا اُسکو نسائی اور ابن معین اور ابوحاتم اور ابوداؤد اور یحییٰ القطان اور ساجی نے اور روایت کی اسحٰق بن راہویہ نے مسند میں
اَخْبَرَنَا الثَّوْرِیُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اِس اسناد سے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھے دونوں
ہاتھ مقابل کانوں کے اور یہ اسناد صحیح ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف میں اَخْبَرَنَا الثَّوْرِیُّ اُسی اسناد سے اور لفظ اُس کا یہ ہے
وَکَانَتْ یَدَاہُ حِذَاءَ اُذُنَیْہِ یعنی اور تھے ہاتھ آپ کے مقابل کانوں کے اور روایت کی طحاوی نے حفص بن غیاث سے اُنھوں نے حجاج سے

؎ بلکہ واجب ہی جیسا کہ ذکر ہوا ۱۲ ؎ یہ نفی شاید نفی کمال ہو یعنی نماز کامل نہیں پڑھی اور حکم اعادہ نماز کا تہدیداً فرمایا ہو واللہ اعلم ۱۲ ؎ تو بالاتفاق نماز صحیح ہو ورنہ ترک قومہ اور جلسہ سے طرفین کے
نزدیک نماز ناقص بسبب ترک واجب کے ہوتی ہے اور امام ابی یوسف اور شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک جائز نہیں ہوتی بجہت ترک فرض کے ۱۲ مولانا عبدالغفار رحمۃ اللہ تعالیٰ سے

انھون نے ابی اسحٰق سے کہا کہ پوچھا مین نے براء بن عازبؓ سے کہ کس جا رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی اپنی سجدے مین جب نماز پڑھتے تھے کہا کہ درمیان دونون کف کے واللہ اعلم اور سجدہ کرے ناک اور پیشانی دونون پر کیونکہ روایت کی ابو داؤد اور نسائی نے اور عبارت اُن ہی کی ہے اور ترمذی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے جماتے تھے ناک اور پیشانی اپنی کو اور الگ رکھتے تھے دونون ہاتھون کو دونون پہلوؤن سے اور رکھتے تھے کف کو برابر کاندھون کے اور روایت ابو یعلی مین ہے ابو حمید سے کہ پھر سجدہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو جمایا ناک کو اور پیشانی کو زمین پر اور اگر ایک پر اقتصار کیا امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے[1] اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہین ہے مگر عذر سے اور یہی روایت ہے امام ابو حنیفہؒ سے بھی کیونکہ روایت کی صحاح ستہ والون نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا گیا مین کہ سجدہ کرون سات اعضا پر جبہہ اور دونون ہاتھ اور دونون زانو اور کنارے قدمون کے اور روایت کی مانند اسکے بزار نے اور روایت کی گئی سعد اور ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے یہ حدیث اور رکھنا دونون ہاتھون اور زانوون کا سنت ہے نزدیک ہمارے اور لیکن رکھنا قدمون کا سو کہا ہے قدوری مین کہ وہ فرض ہے سجدے مین کذا فی الہدایۃ ھ اور انگلیان ملی ہوئی رکھے اور دونون بازوؤن کو پیٹ سے جُدا رکھے اور پیٹ کو ران سے اور انگلیان دونون پیر کی قبلہ کیطرف کرے اور تین بار سُبحانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ کہے یا زیادہ اور اگر پگڑی کے پیچ پر یا فاضل کپڑے پر یا اُس چیز پر جسکا حجم ہے سجدہ کیا اگر پیشانی قرار پکڑتی ہے تو جائز ہے ورنہ درست نہین ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے روایت کی ابو نعیم نے حدیث ابن عباسؓ سے حلیہ مین بیچ ذکر ترجمہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے حَدَّثَنَا اَبُو یَعلیَ الحُسَینُ بنُ مُحَمَّدِ الزُّبَیدِیُّ حَدَّثَنَا اَبُو الحَسَنِ عَبدُ اللہِ بنُ مُوسیَ الحَافِظُ الصُّوفِیُّ البَغدَادِیُّ ثَنَا لاحِقٌ حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ عَلِیِّ نِ الدِّمِشقِیُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بنُ فَیرُوزَ المِصرِیُّ ثَنَا بَقِیَّۃُ بنُ الوَلِیدِ ثَنَا اِبرَاھِیمُ بنُ اَدھَمَ عَن اَبِیہِ اَدھَمَ بنِ مَنصُورِ نِ العِجلِیِّ عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسجُدُ عَلیٰ کَورِ عِمَامَتِہٖ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے اوپر کور عمامے کے یعنی پیچ عمامے کے اور ابراہیم بن ادہم بڑے زاہد عالم مشہور ثقہ ہین قَالَ النَّسَائِیُّ ثِقَۃٌ مَامُونٌ اَحَدُ الزُّھَّادِ وَقَالَ البُخَارِیُّ مَاتَ سَنَۃَ اثنَتَینِ وَسِتِّینَ وَمِائَۃٍ کہا نسائی نے ثقہ مامون ہے ایک ہے زاہدون مین سے کہا بخاری نے مرے سنہ باسٹھ ۱۶۲ اور سو ہجری مین اور روایت کی طبرانی نے اوسط مین عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے کہا کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل مین حدیث عمرو بن شمر سے انھون نے جابر جعفی سے اس نے عبدالرحمٰن بن سابط سے انھون نے جابرؓ سے کہا کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے اور ضعیف ہے عمرو بن شمر اور جابر جعفی کذاب وضاع ہے کہا شیخ ابن حجر عسقلانی نے شِیعِیٌّ کَذَّابٌ یعنی رافضی ہے غالی کذاب ہے اور کہا ترمذی نے ضَعِیفٌ جِدًّا یعنی ضعیف ہے نہایت اور کہا بعضون نے مَترُوکُ الحَدِیثِ یعنی ترک کردی گئی ہے حدیث اُسکی اور روایت کیا اُسکو حافظ ابو القاسم تمام بن محمد رازی نے فوائد مین حَدَّثَنَا اِبرَاھِیمُ بنُ عَبدِ الرَّحمٰنِ ثَنَا اَبُو بَکرٍ اَحمَدُ بنُ عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ اَبِی حُصَینِ نِ الطَّرسُوسِیُّ ثَنَا کَثِیرُ بنُ عُبَیدٍ ثَنَا سُوَیدُ بنُ عَبدِ العَزِیزِ بنِ عُمَرَ عَن نَافِعٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسجُدُ عَلیٰ کَورِ العِمَامَۃِ یعنی کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے اوپر پیچ عمامے کے اور اخراج کیا اسکا بیہقی نے سنن مین ہشام سے انھون نے

[1] یعنی بے عذر بھی ۱۲ [2] یعنی فقط ناک پر ۱۲

حسن سے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرتے تھے اور ہاتھ اُنکے کپڑون مین تھے اور کرتا تھا سجدہ ہر آدمی اوپر پیچ عمامے کے اور ذکر کیا اسکو بخاری نے صحیح مین تعلیقًا اور کہا کہ کہا حسن نے تھی قوم کہ سجدہ کرتی اوپر عمامے اور ٹوپی کے اور دونون ہاتھ اُنکے آستینون مین ہوتے تھے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا شَرِيكٌ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ يَتَّقِيْ بِفُضُوْلِهٖ حَرَّ الْاَرْضِ وَبَرْدَهَا یعنی تحقیق کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے نماز بیچ ایک کپڑے کے بچاتے تھے اُسکے فضول[۱] سے گرمی کو زمین کی اور سردی کو اُسکی اور اسی حدیث کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے اور روایت کیا اسکو احمد اور اسحٰق بن راہویہ اور ابویعلی اور طبرانی اور ابن عدی نے کامل مین اور ضعیف کیا اسکو حسین بن عبد اللہ کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ شریک اسکی اسناد مین قاضی کوفہ کا ضعیف ہے کہا ترمذی نے وَشَرِيْكٌ كَثِيْرُ الْغَلَطِ یعنی اور شریک بہت غلطی کرتا ہے اور توثیق کی اسکی بہت لوگون نے اور اسکے معنی مین ہے وہ جو روایت کی چھ عالمون نے انس سے کہ تھے ہم نماز پڑھتے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شدت گرمی مین اور جب نہ طاقت رکھتا تھا کوئی ہمارا کہ رکھے منھ اپنا اوپر زمین کے بچھاتا تھا کپڑا اپنا زمین پر اور اُسی پر سجدہ کرتا تھا اور سجدے مین چاہیے کہ اپنے دونون مونڈھون کو ظاہر کرے کیونکہ حدیث مین آیا ہے بروایت ابن حبان مرفوعًا وَجَافِ عَنْ ضَبْعَيْكَ یعنی اور کشادہ رکھ دونون بازو اپنے اور روایت کی عبد الرزاق نے ابن عمرؓ سے کہا کہ خبر دی ہمکو سفیان نے انھون نے آدم بن علی بکری سے کہ دیکھا مجھکو ابن عمرؓ نے اور مین نماز پڑھتا تھا اور ہاتھ کو اپنے زمین سے جدا نہ کرتا تھا سو کہا کہ اے بیٹے بھائی میرے کے نہ بیٹھ جانورون کا سا بیٹھنا اور اعتماد کر اپنے دونون کف پر اور ظاہر کر بازوون اپنے کو کیونکہ جب تو یہ کریگا سجدہ کریگا ہر عضو تجھ سے اور جدا رکھے پیٹ کو دونون رانون سے کہ حدیث مین آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ رکھتے تھے اسقدر کہ اگر بکری کا بچہ چاہے تو آستین سے نکل جاوے روایت کیا اسکو مسلم اور حاکم اور طبرانی وغیرہم نے اور جب صف مین ہو تو چاہیے کہ اتنا ہاتھ کو کشادہ نہ کرے کہ پاس والے کو اذیت ہووے اور منھ انگلیونکا طرف قبلے کے کرے کیونکہ روایت کی بخاری نے حدیث ابی حمید سے کہ مین ہون احفظ واسطے نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جب سجدہ کرتے تھے نہ بہت انگلیون کو پھیلاتے تھے اور نہ بہت تنگ کرتے تھے بلکہ اوسط درجے مین رکھتے تھے اور منھ کرتے تھے انگلیون کا طرف قبلے کے اور ہدایہ مین ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سجدہ کرتا ہے مومن سجدہ کرتا ہے ہر عضو اُس سے پس چاہیے کہ منھ کرے اپنے اعضا کا طرف قبلے کے حتی المقدور اور یہ اس حدیث پر بلفظ مین مطلع نہین ہوا اور تسبیح جو رکوع و سجود مین کی جاتی ہے اگر تین سے زیادہ کہے تو لازم ہے کہ طاق کہے مثلاً پانچ یا سات یا نو اسیطرح کیونکہ حدیث مین آیا ہے كَانَ يَخْتِمُ بِالْوِتْرِ یعنی ختم کرتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تسبیح کو ساتھ وتر کے کہا صاحب فتح القدیر نے غَرِيْبٌ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ یعنی یہ حدیث غریب ہے اور اللہ سبحانہ جانتا ہے اور اگر آدمیون کے ہجوم کے سبب سے ایک شخص نے دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا اگر وہ بھی وہی نماز پڑھتا ہے تو درست ہے اور اگر نماز نہین پڑھتا یا پڑھتا ہے مگر وہ نماز جو سجدہ کرنیوالا پڑھتا ہے نہین پڑھتا تو سجدہ اُسکا درست نہ ہوویگا اور عورت پیٹ کو ران سے ملاوے اور بعد سجدے کے پھر سر اُٹھاوے اور تکبیر کہے اور اطمینان سے بیٹھے اور پھر تکبیر کہے اور سجدہ کرے ٹھہر کے فقط کیونکہ حضرتؐ نے حدیث اعرابی مین ارشاد فرمایا پھر اُٹھا سر اپنا یہانتک کہ بیٹھے تو سیدھا اور اگر سیدھا نہ بیٹھا اور دوسرا سجدہ کر لیا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہوگا[۲] اور محمدؒ کے نزدیک بھی اور اندازہ رفع مین خلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر سجدے کی طرف قریب ہوویگا نہین جائز ہوگا کیونکہ وہ شمار سجدے مین ہے اور اگر بیٹھنے کیطرف قریب ہے جائز ہوگا اسواسطے کہ

---

[۱] فضول سے مراد یہ ہے کہ جو کپڑا اُس مین سے لٹک رہا تھا اُس سے گرمی اور سردی سے بچتے تھے ۱۲ [۲] مگر نماز ناقص ہوگی بسبب ترک واجب کے اور قاضی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگی بجہت ترک فرض کے ۱۲

وہ شمار کیا جاویگا جاس ص۱ ور پھر تکبیر کہے اور اُٹھاوے سر پھر ہاتھ پھر زانو اور سیدھا کھڑا ہووے بغیر تکیے کے اور دونوں سجدوں سے سر اُٹھاوے پھر زمین
نہ بیٹھے بلکہ فوراً کھڑا ہو جاوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیٹھے اور اُسکو جلسۂ استراحت کہتے ہین ف اور دلیل امام شافعی رح کی وہ ہے جو روایت ہے
مالک بن الحویرث سے کہ اُنھون نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ نماز کے کہ جب اُٹھتے تھے دونوں سجدون سے نہین اُٹھتے تھے جب تک بیٹھ نہ جاتے تھے
سیدھے اور جواب اسکا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ضعیفی مین تھا و الا نماز موضوع استراحت کے واسطے نہین اور دلیل اسپر یہ ہے جو روایت
کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب اُٹھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین اُٹھتے تھے اوپر کنارے قدمون کے اخراج کیا اسکا ترمذی نے خالد بن
ایاس سے اُنھون نے صالح مولی توامہ سے اُنھون نے ابی ہریرہ سے اور کہا ترمذی نے اسی پر ہے عمل اکثر اہل علم کا اور خالد بن ایاس کا اور کہا جاتا ہے
ابن ایاس ضعیف ہے نزدیک محدثین کے اور اس سبب سے ضعیف کیا اسکو ابن عدی نے لیکن کہا کہ لکھی جاویگی حدیث اُسکی باوجود ضعف اُسکے کے
کہا یحییٰ القطان نے اور جس سے تعلیل کی ہے خالد مین موجود ہے صالح مین اور وہ اختلاط ہے تو کچھ وجہ تخصیص خالد کی نہین اور قول ترمذی کا کہ اسپر عمل ہے
اہل علم کا مقتضی ہے اُسکی قوت اصل کو اگرچہ یہ خاص طریق ضعیف ہوا اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رض سے کہ وہ اُٹھتے تھے نماز مین اوپر کنارے
قدمون کے اور نہین بیٹھتے تھے اور مانند اسکے حضرت علی رض سے اور اسی طرح ابن عمر رض اور ابن الزبیر رض اور عمر رض سے اور روایت کی شعبی سے کہ عمر رض اور
علی رض اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اُٹھتے تھے نماز مین اوپر کنارے قدمون کے اور روایت کی نعمان بن ابی عیاش سے کہ پایا مین نے
بہت لوگون کو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تو جب کوئی سر اُٹھاتا تھا سجدۂ ثانیہ سے پہلی رکعت یا تیسری رکعت مین تو اُٹھتا تھا جیسا وہ
ہوتا تھا یعنی پھر بیٹھتا نہ تھا اور اخراج کیا اسکا بیہقی نے عبدالرحمن بن یزید سے کہ اُنھون نے دیکھا ابن مسعود رض کو مثل اسکے جو گذرا اور روایت کیا
اس عمل کو عبدالرزاق نے ابن مسعود رض سے اور ابن عباس رض اور ابن عمر رض سے تو جب اتنے صحابۂ کثیر سے یہ عمل مروی ہوا کہ سب اُٹھتے تھے
اوپر کنارے قدمون کے اور نہین بیٹھتے تھے تو عمل اسپر واجب ہوگا ص اور دوسری رکعت بھی اسی طرح ہے مگر تعوذ اور ثنا اسمین نہ پڑھے
اور ہاتھ بھی نہ اُٹھاوے ف یعنی ہاتھ نہ اُٹھاوے مگر تکبیر اُولیٰ مین اور تکبیر اُولیٰ تو پہلی ہی رکعت مین ہوتی ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ اُن کے
نزدیک ہاتھ اُٹھانا وقت رکوع کے اور رکوع سے قیام کے وقت سنت ہے تو ہر رکعت مین اُن کے نزدیک رفع یدین ہے اور اس مسئلے مین
بہت تفصیل ہے سب بیان نہین کرسکتا و الا کتاب ایک دفتر ہو جاویگی کچھ بطور اختصار کے موافق تحریر صاحب فتح القدیر کے بیان کیا جاتا ہے
اوّل تو روایت کی طبرانی رح نے ابن ابی لیلیٰ رض سے اُنھون نے حکم سے اُنھون نے مقسم سے اُنھون نے ابن عباس رض سے اُنھون نے حضرت
علیہ السلام سے کہ نہین اُٹھائے جاوین ہاتھ مگر سات جگہ مین جسوقت کہ شروع کرے نماز اور جسوقت داخل ہو مسجد حرام مین پھر نظر کرے
طرف خانۂ کعبہ کے اور جسوقت کھڑا ہو مروہ پر اور جسوقت کھڑا ہو ساتھ آدمیون کے رات عرفے کو اور مزدلفہ مین دو مقام ہین اور جسوقت رمی کرے
جمرہ کی اور ذکر کیا اسکا بخاری رح نے مطلقاً کتاب مفرد مین بیان رفع یدین مین اور کہا وکیع رض نے ابن ابی لیلیٰ رض سے اُنھون نے حکم سے اُنھون نے
مقسم سے اُنھون نے ابن عباس رض سے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہ اُٹھائے جاوین ہاتھ مگر سات جگہ مین وقت شروع
کرنے نماز کے اور استقبال کعبہ کے اور صفا اور مروہ پر اور عرفات مین اور مزدلفہ مین دو مقام مین اور نزدیک جمرتین کے اور کہا شعبہ نے
نہین سُنی حکم نے مقسم سے مگر چار حدیثین اور یہ نہین ہے اُن مین سے تو یہ مرسل ہے اور غیر محفوظ اور کہا کہ وہم کیا اصحاب ہمارے نے
مخالفت کیا اس حدیث کو ساتھ رفع کے تکبیرات عیدین مین اور تکبیر قنوت مین اور کہا شیخ تقی الدین نے امام مین اعتراض کیا گیا اس حدیث پر

ف اور تسمیہ یعنی بسم اللہ آہستہ ہر رکعت مین قبل فاتحہ کے پڑھے ۱۲ عبدہ

کئی طریقون سے ایک تو یہ کہ ابن ابی لیلیٰ متفرد ہوا اور متروک ہے احتجاج اُس سے دوسرے یہ کہ وکیع نے وقف کیا اُسکو اوپر ابن عباس رض اور
ابن عمر رض کے کہا حکیم نے اور وکیع اثبت ہے سب سے جنہون نے روایت کیا اُسکو ابن ابی لیلیٰ سے تیسرے یہ کہ روایت کی بہت سے تابعین نے
اسانید صحیحہ سے ابن عمر رض اور ابن عباس رض سے کہ وہ ہاتھ اُٹھاتے تھے وقت رکوع کے اور بعد قیام کے رکوع سے اور تحقیق کہ اسناد کیا
ان دونون نے اُسکو طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے یہ کہ سب روایتون مین تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ ہے یعنی ہاتھ اُٹھائے جاوین گے اور یہ
اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ سوا ان سات جگہ کے اور کسی جگہ نہ اُٹھائے جاوین گے نہ لَا تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ اِلَّا فِيْهَا جو دلالت کرتا ہے حصر رفع
یدین پر ان مواطن سبعہ مین پانچوین یہ کہ محال ہے کہ لَا تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ ہو کیونکہ احادیث صحیحہ دال ہین اس رفع پر اور بہت سی حدیثون سے یہ
ثابت ہوتا ہے کہ سوا انکے مین بھی حضرت نے ہاتھ اُٹھایا مانند استسقا وغیرہ کے یہ کلام ہے شیخ تقی الدین بن دقیق العید کا اور وجہ احسن یہ ہے
کہ حصر مراد نہین تو جب سوا ان سات مقام کے اور کسی جگہ رفع ثابت ہوگا عمل اُسکے اوپر کرنا پڑے گا اور یہ تحقیق[1] کہ رفع یدین اور جگہ مین ثابت ہوا
اور وہ یہ ہے جسکا اخراج کیا علماے ستہ نے زہری سے انھون نے سالم سے انھون نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رض سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب کھڑے ہوتے تھے طرف نماز کے اُٹھاتے تھے دونون ہاتھ برابر کندھون کے پھر تکبیر کہتے سو جب ارادہ رکوع کا کرتے پھر ہاتھ اُٹھاتے اور جب
سر اُٹھاتے رکوع سے ایسا ہی کرتے اور جب سر اپنا سجدے سے اُٹھاتے تھے تب نہین ہاتھ اُٹھاتے تھے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ جواب اُس کا
معارضہ ہے ساتھ اُسکے جو روایت کیا اُسکو ترمذی اور ابو داؤد نے وکیع سے انھون نے سفیان ثوری رح سے انھون نے عاصم بن کلیب سے انھون نے
عبد الرحمن بن اسود رض سے اُنھون نے علقمہ رض سے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کیا نہ پڑھون مین ساتھ تمھارے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
سو نماز پڑھی اور نہ اُٹھائے ہاتھ مگر اول بار پھر نہ اعادہ کیا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اخراج کیا اسکا نسائی نے ابن المبارک سے انھون نے
سفیان سے اور جو منقول ہے ابن المبارک سے کہا کہ نہین ثابت ہوئی نزدیک میرے حدیث ابن مسعود رض کی سو کچھ نہین ضرر کرتا جب کہ یہ طریقہ ثابت ہوجاوے
اور وہ جو بعض علما نے کہا ہے کہ عاصم بن کلیب ضعیف ہے غیر مقبول ہے کیونکہ توثیق کی اُسکی ابن معین نے اور اخراج کی اُس سے مسلم رح نے ایک حدیث
اور وہ جو کہا بعض لوگون نے کہ نہین سنا عبد الرحمن رض نے علقمہ رض سے باطل ہے اور ذکر کیا اسکو ابن حبان نے کتاب الثقات مین اور کہا کہ انتقال کیا انھون
سنہ ننانوے مین اور سن اُسکا سن ہے ابراہیم نخعی کا تو کیا چیز مانع ہے سماع اُسکے سے اور حال آنکہ اتفاق ہے سماع ابراہیم رح نخعی پر علقمہ رض سے اور
تصریح کی خطیب نے کتاب المتفق والمفترق مین بیچ بیان ترجمہ عبد الرحمن رض کے کہ اُس نے سنا ہے علقمہ رض سے اور بعضون نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث
صحیح ہے لیکن زیادت ثُمَّ لَا يَعُوْدُ کی منکر ہے نقل کیا گیا ہے یہ دارقطنی اور محمد بن نصر مروزی سے اور ابن القطان سے کہ یہ ایک گمان ہے
کہ گمان کیا اُنھون نے اور اسی واسطے نسبت کی اسکی بہت لوگون نے طرف وہم سفیان ثوری کے مانند بخاری رح کے کتاب رفع الیدین مین اور کہا
ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ خطا ہے کہا جاتا ہے کہ وہم کیا اُسمین سفیان ثوری رض نے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب روایت کی انھون نے
چند روایتین بغیر زیادت کے گمان کیا اسکو خطا اور حال آنکہ زیادتی ثقہ ضابط کی مقبول ہے اور خصوصاً جبکہ اُسپر متابعت بھی کیجاوے
متابعت کی اُسکی ابن المبارک رح نے جو پہلے بیان کیا ہمنے اُسکو روایت نسائی سے اور اخراج کیا دارقطنی اور ابن عدی نے محمد بن جابر رض سے
اُنھون نے حماد بن ابی سلیمان رض سے اُنھون نے ابراہیم رح سے اُنھون نے علقمہ رض سے اُنھون نے عبد اللہ سے کہا کہ نماز پڑھی مین نے ساتھ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکر رض اور عمر رض کے سو نہ اُٹھایا اُنھون نے ہاتھون اپنے کو مگر وقت شروع کرنے نماز کے اور اعتراف کیا دارقطنی نے ساتھ

[1] مراد اس سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی ہین ۱۲

اس بات سے کہ صواب ابراہیم کا مرسل کرنا ہی اس حدیث کو اوپر ابن مسعود رض کے اور یہ رفع بسبب ضعف محمد بن جابر رض کے ہے لیکن توثیق کی اسکی ابن عدی نے اور روایت کی اس سے اکابر محدثین نے مثل ایوب اور ابن عوف اور ہشام بن حسان اور ثوری اور شعبہ اور ابن عیینہ وغیرہم کے اور مؤید ہے صحت اس روایت کی کہ جمع ہوئے ابو حنیفہ رح اور اوزاعی سو کہا اوزاعی نے کیا حال ہی تمھارا کہ نہین ہاتھ اُٹھاتے ہو تم وقت رکوع کے اور وقت قیام کے رکوع سے کہا ابو حنیفہ رح نے ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ بِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ یعنی نہین اُٹھاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ مگر وقت شروع کرنے نماز کے پھر نہین اعادہ کرتے تھے اسکا تو کہا اوزاعی نے کہ مین حدیث بیان کرتا ہون تم سے زہری کی اُنھون نے سالم سے اُنھون نے اپنے باپ سے رفع یدین مین اور تم کہتے ہو کہ حَدَّثَنِیْ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ سو کہا ابو حنیفہ رح نے کہ حماد افقہ ہی زہری سے اور ابراہیم افقہ ہے سالم سے اور علقمہ نہین ہے کم فقہ مین ابن عمر رض سے اگرچہ واسطے ابن عمر رض کے صحبت ہے تو اُن کو ثواب صحبت کا ہے اور اسود کے واسطے نہایت فضل ہے اور عبداللہ بن مسعود رض برابر ہین عبداللہ بن عمر رض کے تو ترجیح دی امام ابو حنیفہ رح نے ساتھ فقہ رواۃ کے جیسا کہ ترجیح دی اوزاعی نے ساتھ علو اسناد کے اور وہی مذہب ہے منصور نزدیک ہمارے اور روایت کی طحاوی نے پھر بیہقی نے حدیث حسن بن عیاش سے بسند صحیح اسود سے کہا کہ دیکھا مین نے عمر بن الخطاب رض کو کہ اُٹھائے دونون ہاتھ اپنے بیچ اول تکبیر کے پھر نہ اعادہ کیا اور کہا کہ دیکھا مین نے ابراہیم اور شعبی کو کہ کرتے تھے ایسا ہی اور معارضہ کیا اُسکا حاکم نے ساتھ روایت طاؤس بن کیسان کے ابن عمر رض سے اُنھون نے عمر رض سے کہ تھے وہ ہاتھ اُٹھاتے بیچ رکوع کے اور وقت اُٹھنے کے رکوع سے اور روایت کی امام طحاوی نے ابی بکر نہشلی سے اُنھون نے عاصم بن کلیب سے اُنھون نے اپنے باپ سے کہ حضرت علی رض نے اُٹھائے ہاتھ اول تکبیر کے پھر نہ اعادہ کیا اور وہ جو روایت کی ترمذی نے حضرت علی رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب قائم کرتے نماز کو اُٹھاتے تھے دونون ہاتھ برابر کندھون کے اور کرتے تھے مثل اُس کے جبکہ ادا کر چکتے تھے قرارت کو اور رکوع کرتے تھے اور کرتے تھے ایسا ہی جب اُٹھتے تھے رکوع سے اور نہین اُٹھاتے تھے ہاتھ کسی وقت مین نماز سے جب بیٹھے ہوتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تھے سجدون سے تو اُٹھاتے تھے اسی طرح پر اور صحیح کیا اسکو ترمذی نے تو یہ حدیث منسوخ ہے بسبب اتفاق کے نسخ رفع یدین پر وقت سجود کے اور جاننا چاہیے کہ آثار صحابہ رض اور تابعین رح کے کثیر ہین جداً اور کلام اسمین بہت واسع ہے طرف سے طحاوی کے اور ثابت کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے بوجہ احسن اور روایت کی ابو حنیفہ رح نے حماد سے اُنھون نے ابراہیم سے کہا کہ ذکر کیے گئے نزدیک اُنکے وائل بن حجر کہ دیکھا اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اُٹھاتے تھے ہاتھ اپنے وقت رکوع اور سجود کے سو کہا ابراہیم نے کہ اعرابی ہے نہین نماز پڑھی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل اس صلوۃ کے اور کیا زیادہ جاننے والا ہی عبداللہ سے اور اصحاب عبداللہ سے کہ یاد رکھا اس نے اور نہ یاد رکھا اُنھون نے اور ایک روایت مین ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے بیشمار لوگون نے عبداللہ رض سے کہ اُٹھائے اُنھون نے ہاتھ فقط وقت ابتدا صلوۃ کے اور بیان کیا اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبداللہ عالم ہے ساتھ شرائع اسلام کے ڈھونڈھنے والا ہی احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو تمسک کرنا ساتھ قول اُس کے کے اَولی ہی وقت تعارض کے واللہ اعلم اور حدیثین اس باب مین امام شافعی رح کی جانب بھی بہت ہین اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفس کثرت احادیث حجت نہین ہے بلکہ ثبوت اُن روایات کا حال آنکہ رفع مین بہت سی حدیثین موضوع ہین اور ضعیف ہین جیسا کہ بعض لوگ حدیث حاکم کو لاتے ہین رفع مین حال آنکہ وہ بالاتفاق موضوع ہے اور طعن کیا بسبب اُسکے اکثر محدثین نے حاکم پر اور بعضون نے اس باب مین اسقدر

افراط کیا ہی جسکا بیان نہین ہوسکتا چنانچہ اُن مین سے ایک صاحب سفر السعادۃ نے کہا کہ چار سَو آثار اس باب مین مروی ہین حالانکہ سَو بھی کسی محدث نے بیان نہین کیے بلکہ بخاریؒ نے جو خاص کتاب رفع یدین مین بنائی ہی اُسمین تو اُسکے ربع بھی آثار مذکور نہین جیسا کہ دیکھنے سے ظاہر ہوگا اور بعض جہلا نے اس باب مین اسقدر اعتبار صاحب سفر السعادۃ کا کیا ہی کہ اگر کوئی اُنکو لاکھ بار بھی سمجھاوے تو یقین ہی کہ اپنے وہم خرافی سے باز نہ آوین اور تعصب و عناد سے دور نہ رہین زیادہ تفصیل کی اس کتاب مختصر مین گنجایش نہین عاقل کو ایک اشارہ کافی ہی مسئلہ اور جب دوسری رکعت کو تمام کرے بائین پیر کو بچھا کے اُسپر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا کرے اور انگلیونکو پیر کی قبلہ کیطرف کرے **ف** صحیح مسلم مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شروع کرتے تھے نماز کو ساتھ تکبیر کے آخر حدیث تک یہانتک کہ کہا بچھاتے تھے بایان پیر اور کھڑا کرتے تھے داہنے پیر کو اور سُنن نسائی مین مروی ہی ابن عمر رضہ سے انھون نے اپنے باپ سے کہا کہ سنت ہی نماز کی یہ بات کہ کھڑا کرے داہنے قدم کو اور کرے اُنگلیون کو طرف قبلے کے اور بیٹھے بائین پیر پر **مسئلہ** اور دونون ہاتھون کو دونون رانون کے اوپر رکھے اور اُنگلیون کو قبلے کیطرف کشادہ رکھے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بنصر اور خنصر کو بند کرے اور بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اشارہ کرے ساتھ کلمہ لا کے اُنگلی شہادت سے وقت شہادتین کے اور ہمارے علما اُن سے بھی ایسا ہی منقول ہی **ف** ایسا ہی مروی ہی حدیث وائل مین کہا شیخ ابن الہمام نے غریب ہے اور ترمذی مین ہے حدیث وائل سے کہا البتہ دیکھا مین نے طرف نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سو جب بیٹھے واسطے تشہد کے بچھایا بائین پیر کو اور رکھا بائین ہاتھ کو اوپر بائین ران کے اور کھڑا کیا داہنے پیر کو اور صحیح مسلم مین ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تھے نماز مین رکھتے تھے داہنے کف کو اوپر داہنی ران کے اور بند کر لیتے تھے سب اُنگلیون کو اور اشارہ کرتے تھے ساتھ اُس اُنگلی کے جو نزدیک ہے ابہام کے اور رکھتے تھے بائین کف کو اوپر بائین ران کے کہا شیخ ابن الہمام نے وَلَاشَكَّ اَنَّ وَضْعَ الْكَفِّ مَعَ قَبْضِ الْاَصَابِعِ لَا يَتَحَقَّقُ حَقِيْقَتُهُ یعنی اور نہین شک ہے کہ رکھنا کف کا باوجود بند کرنے اُنگلیون کے نہین ظاہر ہوتی ہی حقیقت اُسکی تا مراد یہ ہی کہ رکھنا کف[ل] کا پھر بند کرنا اُنگلیون کا وقت اشارے کے اور ایسا ہی مروی ہی امام محمدؒ سے کیفیت اشارے مین اور اس مقام پر جو کیدانی مین ہے کہ اُنگلی اُٹھانا محرمات مین ہے محض غلط ہے اور بحیرطرہ اُسپر یہ ہے کہ کَاَهْلِ الْحَدِيْثِ بھی لکھدیا ہی سبحان اللہ جب ایسے لوگ محدثین کی اسقدر بے ادبی کرینگے تو اُنکے کلام پر کسی مسلمان کو اعتبار کرنا خلاف فراست ہوگا اور خود صاحب فتح القدیر نے لکھا ہی وَهُوَ خِلَافُ الدِّرَايَةِ وَالرِّوَايَةِ یعنی اور یہ خلاف درایت اور روایت کے ہی **مسئلہ** اور تشہد پڑھے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ کا اور وہ یہ ہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور پہلے قعدے مین اس سے زیادہ نہ پڑھے **ف** مصنف ابن ابی شیبہ مین مروی ہے حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحُرِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ قَالَ اَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِيْ فَقَالَ اَخَذَ عَبْدُ اللّٰهِ بِيَدِيْ فَقَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ فَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ الخ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضہ وَاَبِيْ بَكْرٍ رضہ یعنی کہا قاسم رضہ نے کہ پکڑا علقمہ رضہ نے ہاتھ میرا سو کہا کہ پکڑا عبد اللہ رضہ نے ہاتھ میرا سو کہا کہ پکڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میرا سو سکھایا مجھکو تشہد التحیات للہ آخر تک اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہا انھون نے جو زیادہ کرے اوپر تشہد کے بیچ دو پہلی رکعتون کے تو اُسپر دو سجدے سہو کے ہین

[ل] یا کف سے مراد ہاتھ ہو واللہ اعلم ۱۲ [۲] اور امام شافعیؒ کے نزدیک تشہد حضرت ابن عباس رضہ کا پڑھے ۱۲

وفی الباب عن عائشۃ رض یعنی اور اس باب مین مروی ہو عائشہ رض سے اور روایت ہو ابن مسعود رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تھے پہلی دو رکعتون
مین تو گویا توے جلتے ہوے پر مین یہانتک کہ کھڑے ہوتے یعنی بہت جلدی کھڑے ہوتے تھے اور کم بیٹھتے تھے اور ایسی ہی روایت کی مصنف مین ابو بکر رض نے
بسند صحیح اور روایت کی علماء ستہ نے ابن مسعود رض سے کہ سکھایا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد اور کف میرے آپکے کف مین تھی جیسا کہ سکھاتے
مین مجکو کوئی سورۃ قرآن کی سو کہا جب بیٹھے کوئی تم مین سے واسطے نماز کے سو کہے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ آخر تک اور روایت نسائی مین ہے
جب بیٹھو تم دو رکعتون کے بعد اور ایک وجہ صحت اس تشہد کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کا ہاتھ پکڑ کے بتایا
تمام تعلیم کیا اگرچہ مطلق تعلیم حدیث ابن عباس رض مین بھی ہے اور ایک وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ ائمہ ستہ نے اسپر اتفاق کیا لفظًا و معنیً اور یہ بہایت غریب ہے اور تشہد
ابن عباس رض کا شمار کیا گیا ہے افراد مسلم سے اگرچہ اخراج کیا اسکا سواے بخاری کے اور محدثین نے اور اعلیٰ درجات صحیح مین انکے نزدیک وہ ہے جسپر اتفاق
کیا ہو بخاری و مسلم نے چہ جائیکہ جسپر اتفاق کیا ہو ائمہ ستہ نے اور اسیواسطے اجماع کیا علما نے کہ حدیث ابن مسعود رض کی صحیح تر ہے حدیثون کی اس
باب مین اور کہا ترمذی نے کہ صحیح تر حدیثون کی تشہد مین حدیث ابن مسعود رض ہے اور عمل ہے اسپر اکثر صحابہ رض کا پھر اخراج کیا خصیف سے کہا کہ دیکھا
مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین سو پوچھا مین نے آپ سے کہ آدمیون نے اختلاف کیا تشہد مین سو فرمایا آپ نے کہ لازم پکڑو تم تشہد ابن مسعود رض
کا اور موافق ہوے ابن مسعود رض کے معاویہ رض جیسا کہ روایت کی انسے طبرانی نے کہ تھے وہ سکھاتے تشہد کو اوپر منبر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ آخر تک مثل تشہد ابن مسعود رض کے اور عائشہ رض بھی بیہقی مین ہے کہ کہا انھون نے یہ تشہد ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سو کہا
اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ آخر تک کہا نووی نے اِسْنَادُہٗ جَیِّدٌ یعنی اسناد اسکی جید ہے اور بھی موافق ہوئے انکے سلمان رض روایت کی طبرانی اور بزار نے
ابی راشد سے کہا کہ پوچھا مین نے سلمان رض سے تشہد کو کہا سکھاتا ہون مین تمکو جیسا کہ سکھایا مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بیان کیا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ
اور کہا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پکڑا ہاتھ میرا حماد بن ابی سلیمان نے اور پکڑا ہاتھ انکا ابراہیم نے اور پکڑا ہاتھ انکا علقمہ نے اور کہا علقمہ نے کہ پکڑا
ہاتھ میرا عبد اللہ بن مسعود رض نے اور سکھایا مجکو تشہد اور کہا عبد اللہ رض نے پکڑا ہاتھ میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سکھایا مجکو تشہد جیسا کہ سکھاتے تھے
کوئی آیت قرآن سے اور متابع ہے اسکے روایت ابن ابی شیبہ کی جو اوپر ہمنے بیان کی اور دلیل امام شافعی رح کی حدیث ابن عباس رض ہے اور اسمین
تشہد یہ ہے اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ وَالصَّلَوٰاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ سَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سَلَامٌ عَلَیْنَا آخر تک اور روایت کی
امام احمد رح نے ابن مسعود رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا انکو تشہد سو جب بیٹھتے تھے بیچ نماز مین یا آخر نماز مین پڑھتے تھے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ تک پھر اگر ہوتا یہ قعدہ بیچ نماز کا اٹھتے تھے جب فراغت ہو جاتی تھی تشہد سے اور اگر آخر کا قعدہ ہوتا تھا پڑھتے تھے بعد تشہد کے جو چاہتے
تھے اور دعا مانگتے تھے پھر سلام پھیرتے تھے اور حدیثین دعا کی بعد تشہد کے جو مذکور ہین مشہور ہین صحیحین وغیرہما مین صل اور اخیر کی دو رکعتون مین
فقط فاتحہ پڑھے اور یہ فضل ہے ف بسبب حدیث ابی قتادہ رض کے صحیحین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے
بیچ دو رکعتون پہلی کے ظہر اور عصر سے فاتحہ اور دو سورتین دو رکعتون مین اور اخیر کی رکعتون مین فقط فاتحہ اور طول کرتے تھے رکعت اولی مین جو
نہین طول کرتے تھے رکعت ثانیہ مین اور اسمین فقط ظہر اور عصر مذکور ہین اور روایت کی اسحق بن راہویہ نے مسند اپنی مین فاعۃ بن رافع انصاری سے
کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے بیچ دو رکعتون کے فاتحۃ الکتاب اور سورۃ اور اخیر کی دو رکعتون مین فاتحۃ الکتاب فقط اور مروی ہے اوسط طبرانی
مین جابر بن عبد اللہ رض سے کہا کہ سنت قرأت کی بیچ نماز کے یہ ہے کہ پڑھے پہلی دو رکعتون مین فاتحہ اور سورۃ اور اخیر دو رکعتون مین فاتحۃ الکتاب صل اور اگر

لہ یعنی بعد دو رکعت پہلی کے خواہ دو رکعت باقی ہون یا ایک رکعت فافہم ۱۲

تسبیح کہی یا جب کھڑا رہے تو بھی درست ہے اور پھر بیٹھے اسیطرح کہ پہلی بیٹھا تھا اور امام شافعیؒ کے نزدیک دوسرے قعدہ میں بائیں سُرین پر بیٹھے اور دونوں پیر داہنی طرف نکال دیوے اور عورت دونوں قعدونمین اسیطرح بیٹھے ف جیسا کہ اوپر مروی ہوئی حدیث وائلؓ اور عائشہؓ کی اور وہ جو مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھتے اسیطرح پر جو امام شافعیؒ کے نزدیک ہے ضعیف کیا اُسکو طحاوی نے اور کلام کیا اسمین بیہقی نے اور بیان کیا ضعف اسکا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے ص اور بعد تشہد کے درود پڑھے اور دعا مانگے جو قرآن کے مشابہ ہے یا اثور کے نہ آدمیونکی باتوں کے تو ایسی ہی چیز مانگے جو آدمیون سے خاص مانگتے ہین ف اور درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہین ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک درود اور تشہد دونوں پڑھنا فرض ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ کہا ابن مسعودؓ نے جب کہہ چکے تو یعنی تشہد یا کر چکے تو تو تمام ہوگئی نماز تیری اگر چاہے تو کہ اُٹھے تو اُٹھ اور اگر چاہے بیٹھے تو بیٹھ اور صاحب ہدایہ نے اسکو کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا ہے اور اوپر گذر چکا کہ یہ مُدرج ہے لیکن ایسا مدرج مانند مرفوع کے ہے اور کہا قاضی عیاضؒ نے اور جو کہا امام شافعیؒ نے کہ جسنے درود نہ پڑھا تو نماز اُسکی فاسد ہے تو نہین حجت ہے اُنکی اس قول میں اور نہ کوئی حدیث کہ متابعت کی ہو اُسکی اور تشنیع کی اُنپر اس باب مین ایک جماعت نے اُن مین طبری اور قشیری اور خلاف کیا اُنکا اُنکے اہل مذہب مین سے خطابی نے اور کہا کہ نہین جانتا مین اُنکے لیے اس باب مین کوئی دلیل اور تشہدات جو مروی ہین ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ابی ہریرہؓ اور جابرؓ اور ابو سعیدؓ اور ابو موسیٰؓ اور ابن الزبیرؓ سے نہین مذکور ہے اُسمین درود اور وہ جو مروی ہے آنحضرت علیہ السلام سے نہین ہے نماز اُسکی جسنے نہ درود بھیجا اوپر میرے ضعیف کیا اُسکو سب اہل حدیث نے اور اگر بالفرض صحیح ہووے تو معنی اُسکے نفی کمال کے ہین یا جسنے عمر بھر مجھپر درود نہ بھیجا اور ایک تاویل اسکی اور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سلام تشہد مین ہے وہ اگر کسی نے نہ کہا تو نماز اُسکی نہین کیونکہ وہ ہمارے نزدیک بھی واجب ہے اور اسیطرح جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے پڑھی نماز اور نہ بھیجا درود مجھپر اور میرے اہل بیت پر نہ قبول کیجاویگی نماز اُسکی اور ضعیف ہے جابر جعفی سے اور بیان کیا اوپر ہے ضعف اسکا باوجود اس بات کے کہ اختلاف ہے اُسکے رفع اور وقف مین بیان کیا اُسکو دار قطنی نے اور لیکن حدیث اول سو روایت کیا اُسکو ابن ماجہ نے کہ

لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَهٗ وَلَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّا يُحِبُّ الْاَنْصَارَ

یعنی نہین جائز ہے نماز اُسکی جسکو وضو نہین اور نہین وضو اُسکا جسپر اللہ کا نام مذکور نہین اور نہین نماز اُسکی جسنے درود نہین پڑھا اور نہین نماز ہے اُس شخص کی جو نہین دوست رکھتا انصار کو اور اسناد مین اسکی عبد المہیمن ضعیف ہے اور کہا ابن حبان نے لَا یُحْتَجُّ بِهٖ نہین حجت پکڑی جاویگی اُس سے اور اخراج کیا اُس سے طبرانی نے ابی ابن عباسؓ سے اور بیہقی نے بھی مرفوعاً مانند اُسکے کہا لوگون نے حدیث عبد المہیمن کی اشبہ بالصواب ہے باوجود اسکے کہ جماعت نے کلام کیا ہے ابی بن عباسؓ مین اور روایت کی بیہقی نے یحییٰ بن السباق سے اُنھون نے ایک شخص سے بنی حارث مین سے اُنھون نے ابن مسعودؓ سے اُنھون نے حضرت علیہ السلام سے کہ جب تشہد پڑھے کوئی تم مین نماز مین سو کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اور متعارف یہ ہے کہ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کا لفظ اور ترحمت کا ترک کرے اور باقی کو پڑھے لیکن اسناد مین اس حدیث کی وہ شخص مجہول ہے اور بعضون نے مکروہ رکھا ہے کہ رحمت کے ساتھ درود بھیجین لیکن حدیث مین آیا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى اور جیسا کہ صلوٰۃ بھی رحمت ہے جائز ہے یہ صیغہ کی کوئی وجہ نہین اور درود بھیجنا باہر نماز کے کرخیؒ کے نزدیک ساری عمر مین ایک بار فرض ہے یا جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آوے جیسا کہ اختیار کیا اسکو طحاوی نے لیکن فرضیت اُس کی وقت ذکر

ف یعنی بدون پہلی ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بالتبعیت بالاتفاق جائز ہے مثلاً صلے اللہ علی محمد و آلہ واصحابہ ازواجہ اتباعہ او جواب حدیث مذکور کا اُنکی طرف سے یہ ہے کہ صلوٰۃ مخصوص حق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پس آپکو اپنا حق دوسرے کو دینے کا اختیار ہے اور کسیکو نہ چاہیے سہذا حق تعالے نے آپکو فرمایا وصل علیہم الآیۃ اسیلیے آپنے لفظ صلوٰۃ کا آل ابی اوفی کے لیے فرمایا جب وہ زکوٰۃ لائے ۱۲ منہ ۱۲ عبدہ ف یعنی زبان آپکی یا سنو اگرچہ ایک مجلس مین چند بار ذکر کیا جاوے ہر بار واجب ہے اور یہ مختار اکثر فقہائے محققین کا ہے اور در مختار مین ہے والمختار من المذہب قول الطحاوی ۱۲ عبدہ ف دلیل ہماری ۱۲ منہ ف یعنے حدیث سے ۱۲ منہ ف بلکہ سنت ہے ۱۲

اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہین ہوتی ہان سنت ہونا بطور موکدہ ثابت ہوتا ہی اور آپ نے جو آپ کے نام پر درود نہ بھیجے اُس کو بُرا بخیل ارشاد فرمایا اور حقیقت مین یہ بات ہی کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ زبان کے کہنے سے نہین ہوتی بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی متابعت مین کوشش کرے کہ سر مو فرق نہ ہووے اور آپ کے نام پر جب ذکر کیا جاوے درود بھیجنا لازم جانے تب وہ محب رسول اللہ کہا جاویگا ورنہ یہ محبت نام کی ہی اسکا آخرت مین کچھ اجر و ثواب نہین اور یہ مدلول ہی اکثر احادیث صحیحہ کا واللہ اعلم بالصواب ص پھر سلام کرے داہنی طرف اور نیت کرے اُنکی جو اُدھر آدمی اور فرشتے ہین اور بائین طرف بھی ایسا ہی کرے اور مقتدی امام کی بھی نیت کرے امام کی جانب مین اور اگر امام اُسکے سامنے ہے تو دونون جانب مین نیت امام کی کرے اور امام دونون سلامون مین اسکی نیت کرے اور بعض کے نزدیک فقط پہلے سلام مین اور بعض کے نزدیک کسی مین نہ کرے اور جو اکیلا ہی وہ دونون سلامون مین نیت فرشتون کی کرے ف روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے داہنی طرف اور کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یہانتک کہ داہنا رخسارہ آپکا دکھلائی دیتا اور بائین طرف کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یہانتک کہ دکھلائی دیتی تھی سفیدی بائین رخساری کی اخراج کیا اسکا نسائی اور ترمذی وغیرہم نے اور صحیح کیا اُسکو اور ہمارے نزدیک لفظ سلام کا کہنا واجب ہے خلاف واسطے شافعیؒ کے کہ اُنکے نزدیک فرض ہی اور دلیل اُنکی وہ حدیث ہی جو اوپر ہمنے بیان کی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تحلیل نماز کی تسلیم ہی اور دلیل ہماری حدیث ابن مسعودؓ کی ہی جو اوپر گذری اور اس حدیث سے فرضیت اسکی ثابت نہین ہوتی اور بہت سی حدیثین اس باب مین آئی ہین کہ آدمی کے داہنے بائین فرشتے ہین ذکر کیا اُنکو شیخ کمال الدین ابن الہمام نے

ص فصل قرارت کے بیان مین

نماز جمعہ اور عیدین اور نماز فجر اور عشا اور مغرب کی اول دو رکعتون مین ادا ہون یا قضا امام پکار کے پڑھے اور اکیلے کو ادا مین اختیار ہی اور قضا مین ضرور آہستہ سے پڑھے اور ادنی درجہ جہر کا یہ ہی کہ دوسرا سنے اور سر کا یہ کہ فقط آپ سُنے اور یہی صحیح ہی اور بعضونکے نزدیک ادنی درجہ جہر کا یہ ہی کہ آپ سُنے اور ادنی سر کا یہ ہی کہ فقط تصحیح حروف کی ہو تو طلاق اور عتاق اور جو چیزین کہ بولنے سے متعلق ہین اگر اسطرح کہے جو اپنے تئین نہ سُنائی دیوے واقع نہ ہونگی ف اور ظہر اور عصر مین سر کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صَلٰوۃُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ یعنی نماز دن کی گونگی ہے اور مراد یہ ہی کہ اسمین قرارت ایسی کہ سُنائی دیوے نہین یہ حدیث ہدایہ مین ہی لیکن کہا نووی نے لَا اَصْلَ لَہٗ یعنی نہین ہی اصل اس حدیث کی اور روایت کیا اُسکو عبد الرزاق نے مصنف مین قول مجاہد اور ابی عبیدہ رضی اللہ عنہما سے اور سر اور جہر مین حدیثین صحیح بیشمار آئی ہین اور اسمین اتفاق صحابہ وَمَنْ بَعْدَہُمْ کا ہی اسی سبب سے اسمین کوئی حدیث صریح ذکر کرنے کی حاجت نہین اور جمعہ اور عیدین کے جہر مین بہت حدیثین ہین روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے عیدین اور جمعے مین سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ہَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ اور صحیح مسلم مین ہی ابی واقد لیثیؓ سے کہ پوچھا مجھ سے عمرؓ نے کہ کیا پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اضحے اور عید الفطر مین کہا کہ پڑھتے تھے قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ ص اگر عشا کی دو رکعتون اول مین سورۃ نہ پڑھے اخیر کی دو رکعتون مین بعد فاتحہ کے پڑھ لیوے اور فاتحہ اور سورۃ دونونکا جہر کرے اگر امام ہی اور اگر فاتحہ پہلی دو رکعتون مین چھوڑ دے تو پچھلی رکعتون مین نہ پڑھے کیونکہ دوسری رکعتون مین بھی فاتحہ پڑھی جاتی ہی اور پہلی رکعتون کا بھی فاتحہ اُسمین پڑھے گا تو ایک رکعت مین دو فاتحہ لازم آوینگی اور تکرار فاتحہ کی غیر مشروع ہی اور قرارت فرض ایک آیت ہی

ف کہ جب تشہد پڑھ چکا تجکو اختیار ہے اگر چاہے کھڑا ہو جاوے ۱۲

اور اتنا پڑھنے والا گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور جو سفر مین جلدی ہو تو فاتحہ اور جو سورۃ چاہے پڑھے اور اگر امن ہو تو مانند سورہ بروج و انشقت کے پڑھے اور اقامت مین فجر اور ظہر مین حجرات سے بروج تک جو سورۃ چاہے پڑھے اور عصر اور عشا مین بروج سے لم یکن تک اور مغرب مین لم یکن سے آخر تک جو سورۃ چاہے پڑھے **ف** اور اصل اسمین وہ ہے جو روایت کی عبدالرزاق نے مصنف مین اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنِ الْحَسَنِ وَغَیْرِہٖ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ رض اِلٰی اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنِ اقْرَأْ فِی الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَفِی الْعِشَآءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَفِی الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ یعنی لکھا عمر رض نے طرف ابو موسیٰ اشعری کے کہ پڑھ مغرب مین قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک اور عشا مین اوساط مفصل یعنی بروج سے لم یکن تک اور صبح مین طوال مفصل یعنی حجرات سے بروج تک ص ا اور جو ضرورت ہو تو جتنا ہو سکے اور ایک سورۃ کا معین نماز مین کرنا مکروہ ہے اور مقتدی چپکا کھڑا رہے اور سُنے اور کچھ نہ پڑھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب قرآن پڑھا جاوے تو سُنو اور چپ ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ اکبر کہے امام پس اللہ اکبر کہو تم اور جب قرارت کرے تو چپ ہو اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکے واسطے امام ہو تو قرارت امام کی اُسکی قرارت ہے اور کافی ہے اُسکو اور فرمایا کیا ہے واسطے میرے جھگڑا کیا جاتا ہون قرآن مین یعنی جب لوگ میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہین تو خیال اُنکی طرف جاکے قرارت قرآن مین خلل پڑتا ہے **ف** حدیث دوسری مروی ہے متعدد طریقون سے جابر بن عبداللہ سے اور ضعیف کی گئی اور اعتراف کیا ضعیف کرنیوالون نے ساتھ رفع اُسکے کے مثل دارقطنی اور بیہقی اور ابن عدی کے کہ صحیح یہ ہے کہ مرسل ہے اسواسطے کہ حفاظ نے مثل دونون سفیان اور ابی الاحوص اور شعبہ اور اسرائیل اور شریک اور ابی خالد الدالانی اور جریر اور عبدالحمید اور زائدہ اور زہیر نے روایت کیا اُسکو موسیٰ بن ابی عائشہ سے اُنھون نے عبداللہ بن شداد سے اُنھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوا ارسال کیا اُسکو اور ارسال کیا اُسکو ابو حنیفہ نے بھی ایکبار تو برتقدیر ارسال کے بھی ہم کہتے ہین کہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور دوسرے یہ کہ روایت کی امام محمد بن الحسن نے موطا مین حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ ثَنَا اَبُو الْحَسَنِ مُوْسَی بْنُ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ اور وہ جو اُنھون نے کہا ہے کہ ان حفاظ نے اِسکو رفع نہین کیا صحیح نہین ہے کہا احمد بن منیع نے مسند مین ثَنَا اِسْحٰقُ الْاَزْرَقُ ثَنَا سُفْیَانُ الْاَزْرَقُ ثَنَا سُفْیَانُ وَشَرِیْکٌ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ قَالَ وَحَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَہٗ اور نہین ذکر کیا اُسنے جابر رض سے اور روایت کیا اُسکو عبد بن حمید نے مسند مین بیان کی ہمسے ابو نعیم نے کہا حدیث بیان کی ہمسے حسن بن صالح نے اُنھون نے ابی الزبیر سے اُنھون نے جابر رض سے اُنھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل اُسکے اور اسناد حدیث جابر رض اول کی صحیح ہے اوپر شرط شیخین کے اور دوسری اوپر شرط مسلم کے تو دیکھو یہی لوگ سفیان اور شریک اور جریر اور ابو الزبیر نے رفع کیا اُسکو ساتھ طریقون صحیحہ کے سو باطل ہوا شمار کرنا اُنکا اُن لوگون کو عدم رافعین مین اور مقرر ہے یہ بات کہ اگر متفرد ہو ثقہ تو واجب ہے قبول اُسکا سو درصورتیکہ بہت سے ثقہ رفع کرین اُسکو تو کس طرح واجب القبول نہ ہوگی اور اخراج کیا اُسکا ابن عدی نے ابو حنیفہ سے بیان ترجمے مین اُن کے اور ذکر کیا اُسمین ایک قصہ اور روایت کیا اُسکو ابو عبداللہ حاکم نے ثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْدَانَ الصَّیْرَفِیُّ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ الْفَضْلُ الْبَلْخِیُّ ثَنَا مَکِّیُّ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْہَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ

ف۱ اور فرمایا امام شافعیؒ نے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ آہستہ پڑھنا فرض ہے بغیر اسکے نماز صحیح نہین اسلیے کہ قرارت رکن نماز کا ہے پس امام و مقتدی دونون کی شرکت اسمین چاہیے مثل رکوع و سجود کے اور احادیث صحیحہ مین مروی ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اور دلائل ہمارے مذہب کے کتاب مین مذکور ہین ۱۲ ف۲ یعنی وہ لوگ جو اسکے رفع کو ضعیف کرتے ہین اعتراف کرتے ہین اسکی صحت ارسال کا ۱۲ منہ

صلی اللہ علیہ وسلم صلی ورجل خلفہ یقرأ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھاہ عن القرآءۃ فی الصلوۃ فلما انصرف اقبل علیہ الرجل فقال اتنھانی عن القرآءۃ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیہ السلام من صلی خلف امام فان قرآءۃ الامام لہ قرآءۃ یعنی کہ پڑھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز اور پڑھتا تھا نماز مین ایک شخص پیچھے آپ کے سو منع کیا اُسکو ایک صحابی نے قرارت سے نماز مین توجب فارغ ہوے نماز سے آیا اُسکے پاس وہ شخص سو کہا کہ تم منع کرتے ہو مجکو قرارت سے پیچھے امام کے سو جھگڑا کیا اُن دونون نے یہانتک کہ ذکر کیا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز پڑھے پیچھے امام کے تو گویا قرارت امام کی اُسکی قرارت ہے اور ابو حنیفہؒ کی روایت مین ہے کہ تھا یہ ظہر اور عصر مین اور اُنکی روایت مین لفظ ظہر اور عصر کا مذکور ہے اور معارض[1] ہے اُسکے جو روایت کی ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تھے ہم پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز فجر مین سو پڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھاری ہوئی اُنپر قرارت توجب فارغ ہوے کہا کہ شاید قرارت کرتے ہو تم پیچھے امام کے کہا ہم نے یا رسول اللہ ہان کہا کہ نہ پڑھو مگر فاتحۃ الکتاب کیونکہ نہین نماز ہے اُسکی جسنے نہ پڑھا اُسکو اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ ہے ہمارے مذہب پر اجماع صحابہ کا اور موطا مالکؒ مین ہے نافع رضی سے اُنھون نے ابن عمر رضی سے کہا کہ اگر پڑھے نماز کوئی تم مین سے امام کے پیچھے تو کافی ہے اُسکو قرارت امام کی اور اگر نماز پڑھے اکیلے تو قرارت کرے کہا کہ تھے ابن عمر رضی نہین پڑھتے تھے پیچھے امام کے اور روایت کیا اُسکو اُن سے دارقطنی نے مرفوعًا اور کہا کہ رفع کرنا اسکا وہم ہے لیکن جب صحیح ہوا یہ قول ابن عمر رضی سے تو معلوم ہوا کہ سُنا ہوگا اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو رفع اسکا صحیح ہوگا اگرچہ روایت ضعیف ہووے اور روایت کی ابن عدی نے کامل مین اسمٰعیل بن عمرو بن نجیح سے اُنھون نے حسن بن صالح سے اُنھون نے ابی ہارون عبدی سے اُنھون نے ابی سعید خدری رضی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکے واسطے امام ہو تو قرارت امام کی اُسکے واسطے قرارت ہے اور کہا کہ نہین متابعت کیا گیا اس روایت مین اسمٰعیل اور وہ ضعیف ہے انتہی اور یہ قول ابن عدی کا صحیح نہین کیونکہ متابعت کی اسکی بطر بن عبداللہ نے روایت کی طبرانی نے اوسط مین ثنا محمد بن ابراھیم بن عامر بن ابراھیم الاصبھانی حدثنی ابی عن جدی عن البطر بن عبد اللہ ثنا الحسن اُسی سند سے جو روایت کی اُس سے ابن عدی نے اور روایت کیا حدیث ابن عباس رضی سے رفع اسکا اور اسمین کلام ہے اور روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین ثنا یونس بن عبد الاعلی ثنا عبد اللہ بن وھب اخبرنی حیاۃ بن شریح عن بکر بن عمرو عن عبید اللہ ابن مقسم انہ سأل عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھم فقالوا لا تقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوۃ یعنی پوچھا عبید اللہ بن مقسم نے عبد اللہ اور زید اور جابر وغیرہم سے سو کہا اُنھون نے نہ پڑھ پیچھے امام کے نماز مین اور روایت کی امام محمد بن حسن نے موطا مین سفیان بن عیینہ سے اُنھون نے منصور سے اُنھون نے ابی وائل سے کہا کہ پوچھے گئے عبد اللہ بن مسعود قرارت سے پیچھے امام کے کہا کہ چپ رہ اسواسطے کہ نماز مین شغل ہے اور کافی ہے تجکو امام اور روایت کی سعد بن وقاص سے کہ کہا اُنھون نے چاہتا ہون مین اُس شخص کو جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے کہ اُسکے مُنھ مین انگارا ہو اور روایت کیا اسکو عبد الرزاقؒ نے لیکن کہا اُنھون نے بدلے انگارہ کے پتھر اور روایت کی محمدؒ نے موطا مین داؤد بن قیس سے اُنھون نے عجلان سے کہ عمر بن خطاب نے کہا کاشکے ہوتا اُسکے مُنھ مین جو قرارت کرتا ہے پیچھے امام کے پتھر اور اخراج کیا اسکا عبد الرزاق نے بھی اور روایت کی طحاوی نے حماد بن سلمہ سے اُنھون نے ابی جمرہ سے کہا کہ کہا مین نے واسطے ابن عباس رضی کے پڑھون مین اور امام سامنے میرے ہو کہا کہ نہین اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین جابر رضی سے کہا کہ نہ پڑھے

[1] اور جب دو حدیث صحیحہ مین تعارض ہوا تو دونون پایہ احتجاج و استدلال سے ساقط ہوئین جیسا کہ مقرر ہے اصول مین اور دلیل انصات کی نص قرآنی سے سالم رہی یعنی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ۱۲ مولانا عبد الغفار رحمہ اللہ تعالے۔

پیچھے امام کے چاہیے جہر کرے اور چاہیے اخفا کرے یعنی کسی نماز مین نہ پڑھے اور روایت کی انسؓ نے اور عبد الرزاقؒ نے حضرت علیؓ کے قول سے کہا کہ جو پڑھے پیچھے امام کے تو اسنے خطا کی فطرت سے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے ایک طریق سے اور کہا کہ نہین صحیح ہے اسناد اسکی اور کہا ابن حبانؒ نے کتاب الضعفاء مین کہ روایت کرتا ہے اسکو عبد اللہ بن ابی لیلی انصاری حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے اور وہ باطل ہے اور کافی ہے بطلان مین اسکے اجماع مسلمانونکا اسکے خلاف اور اہل کوفہ نے اختیار کیا ترک قراءت کو پیچھے امام کے نہ کہ جائز نہ رکھا اسکو اور ابن ابی لیلی یہ شخص مجہول ہے ختم ہوا قول ابن حبان کا اور مروی ہے سنن نسائی مین مانند اسکے قول ابو الدرداؓ سے اور فرمانا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ جب پڑھے امام تو چپ رہو روایت کیا اسکو مسلمؒ نے زیادت ہے حدیث اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا ہر اور ضعیف کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور نہین التفات کیا گیا اس طرف بعد صحت طریق اور اسناد کے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا یعنی جب پڑھا جاوے قرآن تو سنو اور چپ رہو اور روایت کی بیہقیؒ نے امام احمدؒ سے کہا کہ اجماع کیا آدمیونؔ نے اوپر اس بات کے کہ یہ آیت نماز مین ہے اور روایت کی مجاہدؒ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے قراءت ایک جوان کی انصار سے سو نازل ہوئی یہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا اور روایت کی ابن مردویہ نے تفسیر مین کہ کہا کسی صحابی نے یہ آیت نازل ہوئی نماز مین پیچھے امامؓ کے

ص فصل جماعت کے بیان مین

جماعت سنت موکدہ ہے قریب واجب کے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت سنن ہدا مین سے ہے نہین تخلف کرتا ہے اس سے مگر منافق اور یہ حدیث ہدایہ مین ہے روایت ہے امام ابی یوسفؒ سے کہ پوچھا مین نے امام ابو حنیفہؒ سے جماعت کو بیچ وقت کیچڑ وغیرہ کے تو کہا کا اُحِبُّ تَرْكَهَا یعنی نہین دوست رکھتا ہون مین ترک اسکا اور کہا امام محمدؒ نے موطا مین کہ حدیث مین رخصت ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تر ہوجاوین نعلین تو نماز اپنی جگہ مین ہے یعنی اسوقت تکلیف جماعت نہین اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتومؓ کو باوجود کثرت تکالیف کے اذن ترک جماعت کا نہ دیا اخراج کیا اسکا ابو داؤد اور حاکم نے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنے ندا کو اور نہ آوے جماعت مین تو نماز نہین اسکی مگر عذر سے اور روایت کیا اسکو حاکم نے اور کہا کہ یہ شرط بخاری و مسلم پر ہے ص اور بہتر امامت کیلیے وہ ہے جو احکام نماز کو خوب جانتا ہو پھر جو قاری زیادہ ہو پھر جو پرہیزگار زیادہ ہو پھر جو سن مین زیادہ ہو ف روایت کی جماعتؓ نے سوا بخاری کے کہ فرمایا حضرتؐ نے امامت کرے قوم کی جو زیادہ پڑھنے والا ہو کتاب اللہ کو تو اگر قراءت مین برابر ہون تو جو زیادہ جانتا ہو سنت کو اور اگر سنت کے جاننے مین برابر ہون تو جو اقدم ہو ہجرت مین تو اگر ہجرت مین برابر ہون تو جو پہلے اسلام لایا ہو اور روایت کیا اسکو ابن حبان اور حاکم نے لیکن کہا حاکم نے بدل فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ کے فَاَفْقَهُهُمْ فِقْهًا یعنی جو فقہ کو زیادہ جانتا ہو وہی اور اگر فقہ مین برابر ہووین تو جو سن مین بڑا ہو وہی کہا شیخ کمال الدینؒ نے کہ یہ لفظ غریب ہے لیکن اسناد اسکی صحیح ہے اور مین کہتا ہون کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابو مسعود انصاریؓ سے مانند اسکے اور اسکے الفاظ یہ ہین يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا بِالْعِلْمِ فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا یعنی اگر ہجرت مین برابر ہون تو پھر جو سن مین بڑا ہو وہی اور فرمایا کہ نہ امامت کرے ایک شخص دوسرے شخص کی امامت کی جا مین اور نہ بیٹھے اسکے گھر مین اسکی جگہ پر جو اسکی عزت کی جگہ بیٹھنے کی ہے مثلاً ایک مکان مین فرش ہے اور ایک جا پر صاحب مکان کا مقام معین ہے کہ اسمین مسند تکیہ وغیرہ کا

سلہ اور چپ رہنا امام کا تو پڑھے مقتدی قلب سو ممنوع ہے اور اگر جہر امام آیت ترغیب یا خوف کی پڑھے یا خطبہ پڑھے یا خطبہ مین درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی مقتدی چپ رہے مگر جس وقت خطبہ مین قول خدا تعالی کا يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا پڑھے پس چپکے سو مقتدی درود پڑھے از شرح وقایہ سلہ ایسی روایات سو بعض نے کہا کہ نزدیک جماعت فرض ہے اور بعض کے نزدیک فرض نہین وہ کہتے ہین یہ روایات تشدید و ترہیب پر محمول ہین یا نفی کمال نماز مراد ہے نہ نفس نماز واللہ اعلم ۱۲ عبیدہ سلہ جماعت سو مراد ارباب صحاح ستہ ہین ۱۲

زیادہ اہتمام ہی تو بغیر اذن اُسکے کے یہ نہین چاہیے کہ اُسکی جا پر بیٹھ جاوی اور روایت کی عطا سے کہ کہا اُنھون نے امامت کرے قوم کی جو اُسمین افقہ ہو یعنی فقہ والا ہووی اور اس حدیث مین اور ہمارے مذہب مین مخالفت نہین کیونکہ مراد اَقْرَأُ سے اَعْلَمُ بِالْقِرَأَۃِ ہی اور قرأت بھی ایک سُنن دین سے ہی اور نقص اسمین یہ ہی کہ بعد اُسکے پھر اعلم بالسنۃ جو ارشاد فرمایا تو اس سے کیا مراد ہوگا اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہی کہ اُس زمانے مین جو اقرا ہوتے تھے وہ اعلم بھی ہوتے تھے بخلاف اس زمانے کے کہ اکثر لوگ اقرا ہوتے ہین اور اعلم نہین ہوتے اسیواسطے ہمنے مقدم کیا اعلم کو اقرا پر اور روایت کی حاکم نے کہ امامت کرین تم مین سے وہ لوگ جو بہتر ہین تم مین اور یہ حدیث ضعیف ہی لیکن کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین وَاِلَّا فَالضَّعِيْفُ غَيْرُ الْمَوْضُوْعِ يُعْمَلُ بِهٖ فِيْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ یعنی حدیث ضعیف عمل کیا جاویگا اُسپر فضائل اعمال مین ص اور نماز غلام اور گنوار اور فاسق اور اندھے اور بدعتی اور ولد الزنا کے پیچھے مکروہ ہی ف لیکن غلام کے پیچھے تو اسواسطے کہ اُسکو خدمت سے فراغت نہین کہ احکام نماز کے سیکھے اور گنوار اکثر جاہل ہوتے ہین اور فاسق کو غم اپنے دین کا نہین اور اندھا نجاست سے پرہیز نہین کرسکتا اور ولد الزنا کا باپ معلوم نہین کہ اُسکو تعلیم کرے اور لوگ اُسکی امامت کو مکروہ جانینگے اور بدعتی کے پیچھے بھی اسواسطے مکروہ ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اُسکی مسجد سے نکل گئے جیساکہ ذکر اُسکا اوپر گذرا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ضحاک سے بسند صحیح کہا اُنھون نے نہ امامت کرے غلام اور اُس قوم مین آزاد لوگ ہون اور روایت کی سعید بن جبیرؓ سے کہ کہا اُنھون نے اندھا امامت نہ کرے اور روایت کی زیاد بن نمیر سے کہا کہ پوچھا مین نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ اندھا امامت کرے کہا کہ کیا احتیاج ہی اُسکی تمکو اور کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ كَهْمَسٍ عَنِ الْعَبَّاسِ الْجُرَيْرِيِّ اَنَّ اَبَا مِجْلَزٍ كَرِهَ اِمَامَةَ الْاَعْرَابِيِّ یعنی ابی مجلز نے مکروہ رکھا امامت اعرابی کو اور غلام جب فقیہ ہووی تو امامت اُسکی مکروہ نہین روایت کیا اُسی نے حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ نَا مُغِيْرَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْاَعْرَابِيِّ فَقَالَ الْعَبْدُ اِذَا فَقِهَ اَحَبُّ اِلَيَّ یعنی غلام جب فقیہ ہووی تو دوست تر ہی نزدیک میرے واسطے امامت کے اور ولد الزنا کی امامت اسواسطے مکروہ ہی کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ لِرَجُلٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمًا بِالْعَقِيْقِ لَا يُعْرَفُ مَنْ وَالِدُهٗ فَنَهَاهُ اَنْ يَؤُمَّهُمْ یعنے تھا ایک شخص امامت کرتا قوم کی عقیق مین اور نہین معلوم تھا کہ کس کا لڑکا ہی سو منع کیا اُسکو عمر بن عبد العزیز نے امامت سے اور کہا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يَؤُمَّ وَلَدُ الزِّنَا وَصَاحِبُ التَّمِيْمَةِ یعنی مکروہ رکھی مجاہد نے امامت ولد الزنا کی اور چغلخور کی اور کہا عبد اللہؓ نے کہ نہین دوست رکھتا ہون مین کہ قاری تمھارے اندھے ہون اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیے گئے بہت آثار اس باب مین اور اگر یہ لوگ امامت کرین تو نماز جائز ہوگی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھو نماز پیچھے ہر نیک و بد کے روایت کیا اسکو ابوداؤد اور دارقطنی نے اور یہ حدیث منقطع ہی لیکن ہمارے نزدیک حجت ہی اور اس معنی کو روایت کیا ابونعیم اور عقیلی نے اور وہ طریقہ ضعیف ہی ص اور جماعت عورتون کی جو امام مرد نہ ہووی مکروہ ہی اور اگر جماعت کی تو جو عورت امام ہی وہ مقتدیون کے برابر کھڑی ہووے ف اور کیا ہی ایسا حضرت عائشہؓ نے کہا صاحب ہدایہ نے کہ یہ حکم ابتداے اسلام مین تھا اور کلام کیا اُسمین شیخ ابن الہمام نے اور ذکر کین فتح القدیر مین اس باب مین چند روایتین اور روایت کی عبد الرزاق نے ابراہیم بن محمد سے اُنھون نے داؤد بن الحصین سے اُنھون نے عکرمہؓ سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھون نے امامت کرے عورت عورتون کی اور کھڑی ہو اُن کے بیچ مین اور اس سے معلوم نہین ہوتا کہ حدیث امامت نسار کی منسوخ نہ ہووے جائز ہے کہ ابن عباسؓ کو ناسخ نہ پہونچا ہووی اور حدیث مین آیا ہی کہ نماز عورت کی بہتر ہے حجرے سے گھر مین اور گھر سے تہ خانے مین روایت کیا اسکو ابن خزیمہ نے صحیح مین اور روایت کی ابن خزیمہ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

ملہ اور جو علم بالسنۃ تھے وہ بعضی اقرا ہوتے تھے ۱۲ ملہ یس ادائی ارکان نماز مین احتیاط نہ کریگا ۱۲ ملہ حجرہ یعنی صحن خانہ ۱۲ ملہ برابر یعنی بیچ مین ۱۲ ملہ پھر منسوخ ہوا ۱۲

نماز عورت کی افضل ہے اپنے تاریک گھر مین اور ان حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزین جماعت کی گنجایش نہین رکھتین اور حق یہ ہے کہ یہ حدیثین دال ہین اوپر کراہیت مطلق جماعت کے اور خصوصیت جماعت خاص کی نہین اور کلام ہمارا جماعت خاص مین ہے اور روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا تھا ایک عورت کو کہ امامت کرے اپنے گھر والون کی اور موذن مقرر کیا تھا اُسکے واسطے لیکن اسناد اُسکی ضعیف ہے اور توثیق کی اسکی ابن حبان نے کتاب الثقات مین اور تفصیل فتح القدیر مین ہے اور مرد کو عورتون کی امامت کرنا مکروہ نہین اور بیان کیے ہین اس باب مین ابن ابی شیبہ نے آثار صحیحہ حضرت عمرؓ اور علیؓ اور حسنؓ وغیرہم سے ؎ جوان عورتون کا ہر نماز جماعت مین اور بڑھیون کا ظہر اور عصر مین حاضر ہونا مکروہ ہے اور فجر مغرب عشا مین بڑھیون کا آنا مکروہ نہین ف اور جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہوا کہ نہ منع کرو لونڈیون کو اللہ کی مسجدون سے اللہ کی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اذن مانگے عورت تمھارے کسی کی مسجد مین جانے کی تو منع نہ کرے اُسکو اور دلیل منع کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا عورتون کو عشا مین حاضر ہونے سے اور صحیح مسلم مین ہے نہ منع کرو عورتون کو مسجد مین جانے سے مگر رات کو یعنی رات کو جانے سے منع کرو اور فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ اگر دیکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو جو نکالا عورتون نے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے البتہ منع کرتے اُنکو جیسا کہ منع کی گئین عورتین بنی اسرائیل کی اور روایت کی ابن عبدالبر نے تمہید مین عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے آدمیو منع کرو عورتون کو زینت کے پہننے سے اور آرایش دکھانے کی راہ سے مسجد مین جانے سے کیونکہ نہین لعنت کیے گئے بنی اسرائیل یہانتک کہ نکلین عورتین اُنکی دکھانے کی راہ سے مسجدون مین اور صحیح یہی ہے کہ اس زمانے مین خصوصًا ملک ہند مین احتیاط اور تقویٰ اور مقتضاے دینداری یہ ہے کہ گھر مین اپنے عورت نماز پڑھے اور باہر نہ نکلے اور منع کی جاوے نکلنے[1] سے اور اسی پر فتویٰ ہے ؎ متوضی کو متیمم کے پیچھے[2] اور دھونے[3] والے کو مسح کرنے والے کے پیچھے اور سیدھے کھڑے ہونے والے کو بیٹھے اور کبڑے کے پیچھے اور اشارہ کرنے والے کو پیچھے اشارے سے پڑھنے والے کے اور نفل پڑھنے والے کو فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا درست ہے ف پہلے مسئلے مین خلاف ہے محمد رحمہ اللہ کا اُنکے نزدیک جائز نہین اور تیسرے[4] مین بھی امام محمدؒ کا یہی مذہب ہے اور وہی قیاس ہے لیکن ترک کیا ہم نے اس قیاس کو ساتھ نص کے اور وہ یہ ہے کہ پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر نماز بیٹھ کے اور لوگ اُن کے پیچھے کھڑے تھے اور پڑھی حضرت ابوبکرؓ نے نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مرض موت مین اور صحیح ہوئین اسمین بہت روایتین اور اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے ؎ اقتدا مرد کی ساتھ عورت اور لڑکے اور خنثے کے اور پاک کی ساتھ معذور[5] کے اور قاری کی ساتھ اَن پڑھے[6] کے اور پہننے والی کی ساتھ ننگے کے اور اشارہ نہ کرنیوالے کی ساتھ اشارے سے پڑھنے والے کے اور فرض پڑھنے والے کی ساتھ نفل پڑھنے والے کے درست نہین اور اسیطرح جو مقتدی اور فرض پڑھتا ہے اور امام دوسری نماز فرض پڑھتا ہے تو بھی درست نہین مقتدی کی نماز ف اقتدا ساتھ عورت اور لڑکے کے اسواسطے جائز نہین کہ لڑکے کے اوپر تو نماز نفل ہے اور فرض نماز پڑھنے والے کی اقتدا ساتھ نفل پڑھنے والے کے درست نہین اور کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے کرو عورتون کو کیونکہ پیچھے کیا اُنکو اللہ نے اور مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ مین کہ کہا عطا اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہ نہ امامت کرے لڑکا قبل احتلام کے فرض مین اور نہ غیر فرض مین اور ایسا ہی مروی ہے عامر اور مجاہد اور اشعث سے اور یہ سب کہتے ہین کہ نہ امامت کرے لڑکا جبتک اُسکو احتلام نہ ہووے اور کہا ابراہیم نخعیؒ نے نہین حرج ہے کہ امامت کرے لڑکا قبل احتلام کے ماہ رمضان مین یعنی تراویح مین ؎ امام قرارت کا طول کرے اور اسیطرح سے پہلی رکعت مین دوسری سے زیادہ طول کرے مگر نماز فجر مین ف

---

[1] بسبب خوف فتنہ کے ۱۲ [2] متیمم اور بیٹھنے والا جب عذر سے نماز پڑھتا ہو ۱۲ عبدہ [5] معذور وہ ہے جسکا وضو بہ قدر ادا ے ایک نماز فرض کے بھی نہ رہ سکتا ہو ۱۲ عبدہ [6] اَن پڑھ سے وہ مراد ہے جسکو قرآن مجید بقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ یاد نہو ۱۲ عبدہ [3] یعنی دھونے والے پاؤن کو ۱۲ عبدہ [4] یعنی سیدھے کھڑے ہونیوالے کو پیچھے بیٹھنے والے کے ۱۲ [7] جو ستر عورت نہ کر سکتا ہو ۱۲

کیونکہ مروی ہے صحیحین مین کہ جب امامت کرے تم مین سے کوئی تو چاہیے کہ تخفیف کرے نماز مین کیونکہ جماعت مین ضعیف اور بیمار اور بوڑھے سب طرح کے لوگ ہین اور جب اکیلا پڑھے تو جتنا چاہے طول کرے اور مسلم مین یہ ہے کہ اسمین صغیر وکبیر اور ضعیف اور مریض صاحب حاجت ہین اور صحیحین مین ہے انس رض سے کہ کہا انھون نے نہین پڑھی مین نے نماز خفیف کسی امام کے پیچھے خفیف زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اور مراد اس سے یہ ہے کہ قرارت مسنونہ سے زیادہ کم نہ کرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور حضرت معاذ رض نے ایکبار شروع کی سورہ بقرہ نماز مین سو سلام پھیر دیا ایک شخص نے اور اکیلے پڑھ کے چلا گیا پس منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور آپ نے عشا مین پڑھنے کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وغیرہ ارشاد فرمایا اور بعض حدیثون مین ہے کہ یہ مغرب مین ہے غرض بہر صورت رعایت حال ضرور ہے اور اسی طرح تراویح مین بھی نہایت طول کرنا مکروہ ہے بلکہ ایک رات مین جو لوگ ختم کرتے ہین جماعت سے مکروہ ہے تین دن سے کم مین نہین چاہیے فصل جب مقتدی ایک ہو امام اسکو داہنی طرف کھڑا کرے اور اگر زیادہ ہون تو امام آگے بڑھ جاوے اور انکو حکم تاخیر کا نہ کرے کیونکہ ایک آدمی کا آگے بڑھنا بہ نسبت آدمیون کے ہٹنے سے آسان ہے اوت پہلے مسئلے کی دلیل یہ ہے کہ روایت ہے حضرت ابن عباس رض سے کہ رہا مین ایک رات نزدیک میمونہ بی بی حارث ہلالیہ کے سو کھڑے ہوے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کو رات مین تو کھڑا ہوا مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائین طرف تو پکڑا سر میرا اور کر لیا مجکو داہنی طرف روایت کی یہ ابن ابی شیبہ اور بخاری اور مسلم وغیرہم نے اور اگر امام کے پیچھے یا بائین طرف ہوکے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن گنہگار ہوگا بوجہ مخالفت سنت کے اور اگر دو آدمی ہون تو امام انکا برابر ہو نزدیک ان سے آگے بڑھ کے نماز پڑھا دے اور امام ابی یوسف کے نزدیک بیچ مین ان دونون آدمیون کے کھڑا ہو اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رض نے کھڑا کیا اسود اور علقمہ کو داہنے بائین اور آپ بیچ مین کھڑے ہوے اور جب نماز پڑھ چکے تو کہا ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کی یہ مسلم نے اور کہا ابن عبدالبر نے نہین صحیح ہے رفع اسکا اور صحیح اسکے نزدیک وقف ہے ابن مسعود رض پر اور کہا نووی نے غلط ہے بلکہ صحیح مین ایسا ہی اور اخراج کیا اسکا مسلم نے دو طریقون سے اور ایک طریقے سے مین فقط رفع ہے اور دو مین رفع نہین اور دلیل ہماری بہت حدیثین ہین روایت کی جابر رضی اللہ عنہ نے موافق مذہب ہمارے کے اور انس رض نے کہ انکی والدہ یا نانی ملیکہ نے بلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے کھانے کے سو کہا آپ نے پھر کیا کھڑے ہو تا نماز پڑھون مین انس رض کہتے ہین سو کھڑے ہوے ہم اور یتیم پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دادی میری پیچھے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے لیث سے انھون نے نافع سے انھون نے ابن عمر رض سے کہ وہ جب پڑھتے نماز اور تین آدمی ہوتے تھے امام سمیت پیچھے کرتے تھے دو آدمیون کو اور آگے ہوتے تھے آپ اور روایت کی بزار نے سمرہ رض سے انھون نے حضرت علی رض سے کہ فرمایا انھون نے جب ہون تین آدمی تو آگے ہو ان کا ایک آدمی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے انس رض سے مانند اسکے جو اوپر گذرا اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ رض اور تابعین کا فصل اور اگر امام کی نماز مین فساد معلوم ہو مقتدی بھی پھیر پڑھین فتا کیونکہ ہماری یہی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص امامت کرے قوم کی پھر ظاہر ہو کہ وہ بے وضو تھا یا جنب تھا اعادہ کرے نماز اپنی کا اور وہ لوگ بھی اعادہ کرین اور یہ حدیث غریب ہے نہین پایا اسکو مین نے اور روایت کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین کہ حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن یزید مکی نے انھون نے عمرو بن دینار سے انھون نے حضرت علی رض سے کہ کہا انھون نے اس شخص مین جو پڑھے نماز قوم مین جنب کہا کہ وہ اعادہ کرے نماز کا اور وہ لوگ بھی اعادہ کرین اور روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے کہ حضرت علی رض نے پڑھائی نماز بھولے سے اور وہ جنب تھے یا بے وضو تھے تو اعادہ کیا انھون نے نماز کا اور حکم کیا ان لوگون کو اعادے کا

سلہ اور نہ زیادہ کرے ۱۲ سلہ یعنی رعایت حال مقتدیون کی ۱۲ سلہ یعنی نماز تہجد ۱۲

اور روایت کی امام احمد نے بسند صحیح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا امام ضامن ہے اور روایت ہے ابی امامہ سے کہا کہ نماز پڑھی عمر نے
ساتھ آدمیوں کے جماعت سے جنب سو اعادہ نہ کیا ان لوگوں نے تو فرمایا حضرت علی نے کہ چاہیے تھا جو لوگ ان کے ساتھ نماز پڑھی کہ اعادہ
کریں سو رجوع کیا انہوں نے طرف قول حضرت علی کے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور وہ جو روایت کی دارقطنی نے جویبر سے انہوں نے ضحاک بن مزاحم سے
انہوں نے براء سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امام بھول جاوے اور نماز پڑھا دے قوم کو اور وہ جنب ہو تو تحقیق کہ جائز ہوگئی نماز انکی اور غسل کرے
امام پھر اعادہ کرے اپنی نماز کا اور اگر نماز پڑھے بغیر وضو تو اسکا بھی یہی حکم ہے ضعیف ہے جویبر متروک ہے اور ضحاک نے نہیں ملاقات کی براء سے اور یہ حکم اتفاقی ہے

فصل اور پہلی صف مرد صف باندھیں پھر لڑکے پھر خنثی پھر عورتیں ف اسیطرح حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہوں مجھ سے
عقل والے لوگ یعنی بالغ پھر جو ان سے نزدیک ہیں پھر جو انسے نزدیک ہیں آخر حدیث تک روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے
اور صف میں چاہیے کہ خوب ملکے کھڑے ہوں اور جگہ باقی نہ رہے اور جو شخص صف کی جگہ خالی کو بند کرے یعنی آپ اس میں کھڑا ہو جاوے یا کسی اور کو اسمیں کھڑا کرے
تو حدیث میں ہے کہ مغفرت ہوگی اسکی روایت کیا اسکو بزار نے اسناد حسن سے اور بہت سی حدیثیں اس باب میں آئی ہیں فتح القدیر میں سب مذکور ہیں اور خنثی اسکو کہتے ہیں کہ
اسمیں عورت اور مرد دونوں کی علامتیں موجود ہوں اور اسکو عورتوں پر مقدم کیا کیونکہ ایک شائبہ مرد کا اسمیں موجود ہے اور لڑکوں سے موخر کیا کیونکہ ایک شائبہ عورت
کا اسمیں موجود ہے فصل تو اگر عورت مرد کے پہلو میں برابر کھڑی ہوگئی اور بیچ میں کچھ حائل نہیں اور وہ عورت لائق شہوت ہے اور امام نے اسکی امامت کی نیت
کی ہے اور نماز میں اور ادا میں دونوں شریک ہیں مرد کی نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر امام نے نیت عورت کی نہیں کی ہے نماز عورت کی باطل ہو جاویگی
اور نماز کی شرکت کے معنی یہ ہیں کہ دونوں اپنے تحریمہ کو امام کے تحریمہ پر بنا کرنیوالے ہیں اور ان دونوں کے واسطے وہ امام ہو اسی نماز میں جو وہ دونوں
پڑھتے ہیں یا حقیقۃً مثلاً دونوں مقتدی ہوں یا حکماً مثلاً کسی مرد اور عورت کو نماز میں حدث ہوا اور اسنے اور عورت نے بنا کی اور امام فارغ ہوا اور عورت
مرد کے برابر ہوگئی تو نماز فاسد ہو جاویگی اور مسبوق کی اگر مسبوق کے ادا کرنے میں برابر ہوگئی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی یہ جب ہے کہ امام عورتوں کی نیت کرے
اور اگر نیت نہ کی تو عورت کی نماز باطل ہو جاویگی اور اس سے معلوم ہوا کہ عورت اگر اقتدا کرے ساتھ امام کے برابر ایک شخص کے تو اقتدا اسکی صحیح نہ ہوگی مگر یہ کہ
امام اسکی امامت کی نیت کرے اور اگر عورت نے برابر مرد کے اقتدا نہیں کی ایک روایت میں نیت امام کی شرط ہے اور ایک روایت میں شرط نہیں اور تفصیل
اسکی شرح وقایہ عربی میں خوب ہے جسکا جی چاہے دیکھ لے اور اگر امامت کی ان پڑھے نے قاری اور ان پڑھے کی تو سب کی نماز فاسد ہوئی یا امی کو خلیفہ
کیا اگرچہ پچھلی دو رکعتوں میں ہو سب کی نماز فاسد ہو جاویگی لیکن نماز قاری کی سو اسواسطے کہ اسنے قرأت باوجود قدرت کے ترک کی اور نماز ان پڑھوں کی
سو اسواسطے کہ جب انہوں نے رغبت کی جماعت کی تو چاہیے کہ قاری کے ساتھ اقتدا کریں تا کہ قرأت اسکی ان لوگوں کی قرأت ہو جاوے تو گویا ان لوگوں
نے بھی قرأت ترک کی اور دوسرے مسئلے میں خلاف امام زفر رحمہ اللہ کا ہے

باب حدث میں بیچ نماز کے

مصلی کو اگر نماز میں حدث ہو وے تو وضو کرکے تمام کرلیوے سے خلاف شافعی کے اور بعد تشہد کے ہو تو بھی تمام کرے اور صاحبین کے نزدیک تمام
ہو جاویگی اور شروع سے پڑھنا افضل ہے ف اور امام شافعی کے نزدیک شروع سے پڑھے اور باقی نماز کو بنا نہ کرے کیونکہ حدث منافی نماز کا ہے

ف اسلیے کہ وہ دونوں ایک امام کے پیچھے ہیں حکماً ۱۲ منہ ف اسواسطے کہ وہ دونوں امام کے پیچھے حقیقۃً اور حکماً نہیں آئے آفات میں اگرچہ تحریمہ میں ایک ہی امام کے ساتھ تھی ۱۲ عبد ف صاحبین کے نزدیک اسے بعد
تشہد کے نماز ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک خروج بصنعہ بھی فرض ہے اسلیے نماز کو بعد وضو کے تمام کرے ۱۲ عبد ف یعنی یہ حکم بالاتفاق ہے ۱۲ عبد ف اور مرد کی باطل نہ ہوگی ۱۲

اور چلنا فاسد کرتا ہی نماز کو اور یہی موافق قیاس کے ہی لیکن ترک کیا ہمنے بدلیل اُسکے جو فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قی کرے
یا نکسیر اُسکی پھوٹے یا مذی اُسکی نکلے نماز مین تو چاہیے کہ پھرے اور وضو کرے اور بنا کرے اپنی نماز پر اور یہ حدیث اوپر گذری نواقض وضو کے بیان مین اور
روایت کی ابن ابی شیبہ نے مانند اسکے موقوفاً اوپر عمرؓ اور علیؓ اور ابو بکر صدیقؓ کے اور ابن عمرؓ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور تابعین سے
مثل علقمہ اور طاؤس اور سالم اور سعید بن جبیر اور شعبی اور ابراہیم نخعی اور عطا اور مکحول اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اور روایت کی ابن ماجہ
نے حدیث حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز پڑھے کوئی تم مین سے اور حدث ہو جاوے اُسکو تو چاہیے کہ پکڑ رہے ناک اپنی پھر پھرے
اور اس جگہ حدث سے مراد ناک سے خون نکلنا ہی اسیواسطے آگے فرمایا کہ پکڑ رہے ناک اپنی ص اور اگر امام کو حدث ہووے تو مقتدیوں مین سے کسی کو خلیفہ کر دے
پھر وضو کرے اور نماز جہان وضو کیا ہی اُس جگہ یا پہلی جگہ پر تمام کرے اور جو شخص اکیلا ہووے وہ بھی وضو کی جگہ یا پہلی جگہ پر تمام کرے اگر خلیفہ فارغ ہو جاوے
اور اگر فارغ نہین ہوا امام خلیفہ کے پیچھے نماز کو تمام کرے اور مقتدی بھی ایسا ہی کرے ف کیونکہ مروی ہی حدیث مین کہ جب نماز پڑھے کوئی تم مین سے
سو قی کرے یا نکسیر اُسکی پھوٹے تو چاہیے کہ رکھے ہاتھ اپنا اوپر منھ کے اور آگے کرے اپنی جگہ پر اُسکو جسکو کوئی حدث نہ پہونچا ہووے ایسا ہی ہی ہدایہ
مین اور کہا شیخ ابن الہمام نے غریب ہی اور اسپر اجماع صحابہ کا ہی اور بیان کیا اسکو احمد اور ابن المنذر نے عمرؓ اور علیؓ سے اور روایت کی اثرم نے
حضرت ابن عباسؓ سے کہ نکلے ہمارے اوپر حضرت عمرؓ واسطے نماز ظہر کے تو جب داخل ہوے نماز مین تو پکڑا اُنھون نے ہاتھ ایک شخص کا جو اُنکے داہنی
طرف تھا پھیر پھرے چیرتے تھے صفون کو تو جب نماز پڑھی ہمنے یکایک دیکھا کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھتے ہین پیچھے ایک ستون کے تو جب ادا کی اُنھون نے
نماز کہا کہ جب داخل ہوا مین نماز مین تو دیکھی مین نے ایک چیز اور چھوا مین نے اُسکو ہاتھ سے تو پائی مین نے اُسکو تری مذی کی اور روایت کی بخاری نے
عمرو بن میمون سے استخلاف کو یعنی خلیفہ کرنے کو اور روایت کی سعید نے کہا کہ نماز پڑھی ساتھ ہمارے حضرت علیؓ نے ایک روز سو نکسیر پھوٹی اُنکی
سو پکڑا ہاتھ ایک شخص کا اور آگے کیا اُسکو اور پھرے وہان سے اور صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ جو روایت کی ترمذی نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدث کرے کوئی شخص اور وہ بیٹھا تھا اخیر جلسہ واسطے آخر نماز کے قبل سلام کے تو تحقیق کہ جائز ہوئی
نماز اُسکی اور کہا ترمذی نے نہین ہی اسناد اسکی قوی اور اضطراب کیا ہی اسکی اسناد مین ص اور اگر کوئی شخص نماز مین مجنون یا بیہوش ہو گیا
یا سو گیا اسطرح کہ وضو نہین جاتا اور اُسکو احتلام ہوا یا قہقہہ کیا یا قصداً حدث کیا یا درہم سے زیادہ پیشاب یا اور نجاست اُسپر پڑ گئی یا اُس کے
زخم لگ کے خون جاری ہوا یا اُسنے جانا کہ مین نے حدث کیا اور مسجد سے اگر مسجد مین ہو یا صفون سے اگر باہر مسجد کے ہو نکل گیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ
حدث نہین ہوا تھا ان سب صورتون مین نماز باطل ہو گئی پھر سرے سے پڑھے اور اگر مسجد کے باہر نہین نکلا اور یا صفون سے تجاوز نہین ہوا
تو بنا کرنا درست ہی اور اگر بعد تشہد کے قصد سے حدث یا کوئی اور عمل منافی صلوٰۃ کے کیا نماز اُسکی تمام ہو جاویگی اور بعد تشہد کے اگر تیمم کرنیوالے
نے پانی پر قدرت پائی یا موزہ اُسنے تھوڑے عمل سے جو منافی نماز نہین اُتار لیا یا مدت موزے کی تمام ہو گئی یا اُن پڑھے کو سورۃ یاد آ گئی یا ننگے نے
کپڑا پایا یا اشارہ کرنیوالا رکوع اور سجدے پر قادر ہو گیا یا ترتیب والے کو نماز قضا یاد آ گئی اور اسکا بیان آگے آویگا یا امام نے اُن پڑھے کو خلیفہ کیا یا نماز
فجر مین آفتاب نکل آیا یا نماز جمعہ مین عصر کا وقت آ گیا یا عذر والے کا عذر زائل ہو گیا یا پٹی زخم سے تندرستی کے سبب سے گر پڑی اُن سب بارہ

ل؎ بنا اسپر جائز نہین اسلیے کہ یہ حوادث نادر الوجود ہین پس حکم نص کا اُنکو شامل نہوگا اور نص قول علیہ السلام کا ہی من قاء او رعف فی صلاتہ فلینصرف و لیتوضأ و لیبن علی صلاتہ ما لم یتکلم ۱۲ شرح وقایہ ع؎ یعنی چلنا واسطے وضو کے ۱۲ عـ؎ مؤخر پھر پھرے یعنی وضو کیلیے اور بعد وضو کے نماز پوری کرے ۱۲ س؎ اسمین قلت حرکت ہی ۱۲ لل؎ اسمین ادای نماز ایک جگہ ہی ۱۲
ص؎ یعنی پہلی جگہ پر تمام کرے ۱۲ س؎ اسلیے کہ خروج بصنعہ پایا گیا ۱۲ مع؎ اور جو عمل کثیر سے ہو نماز تمام ہوئی ۱۲

صورتوں مین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہوگئی اور صاحبین رح کے نزدیک تمام ہوگئی اور اگر بعد تشہد کے امام نے قہقہہ کیا یا قصداً حدث کیا مسبوق کی نماز باطل ہو جاویگی اور اگر باتین کین یا مسجد سے نکل گیا تو جائز ہوگی اور اگر امام قرأت مین رک گیا تو دوسرے کو خلیفہ کرنا درست ہے اگر کم ایک آیت سے پڑھا ہووے تو اگر اتنا پڑھ چکا کہ نماز جائز ہو جاوے اور پھر خلیفہ کیا نماز فاسد ہوگی اگر امام نے مسبوق کو خلیفہ کیا تو درست ہے اور مسبوق نماز کو تمام کرلے اور مدرک کو خلیفہ کرے تاکہ وہ سلام پھیرے اور مسبوق باقی نماز اپنی پڑھ لیوے **ف** مسبوق اُسکو کہتے ہین جو بعد ایک رکعت یا دو رکعت یا زیادہ کے شریک ہوا ہو اور ساری نماز اُسنے امام کے ساتھ نہ پائی ہووے اور مدرک اُسکو کہتے ہین جسنے ساری نماز امام کے ساتھ پڑھی ہووے تو مطلب اسکا یہ ہے کہ مسبوق تو سلام پھیر نہین سکتا کیونکہ اُسکی نماز تو ابھی باقی ہے اور مقتدیون کی نماز ختم ہو چکی اِسواسطے وہ کسی مدرک کو خلیفہ کرے کہ وہ اُن مقتدیونکے ساتھ سلام پھیرے **حل** اور جب مسبوق نماز کو امام کی تمام کرے تو پھر اگر کوئی عمل منافی صلوٰۃ اُسنے کیا مانند قہقہہ اور کلام کے اور مسجد سے نکلنے کے فاسد ہو جاویگی نماز اُسکی[۱] اور پہلے امام کی جسنے مسبوق کو خلیفہ کیا تھا مگر جب پہلا امام فارغ ہو جاوے جیسے اُسنے وضو کیا اور پایا خلیفہ کو اسطرح پر کہ کچھ نماز اُسکی نہ گئی اور تمام کرلی اُسنے نماز پیچھے خلیفہ کے اور مقتدیونکی نماز کسی صورت مین فاسد نہ ہوگی کیونکہ وہ اپنی نماز تمام کر چکے اور اگر رکوع یا سجدے مین حدث ہوا اور وضو کرکے بنا کیا رکوع اور سجدے کو پھر دوبارہ کرے اور اگر رکوع یا سجدے مین یاد کیا کہ ایک رکعت کا رکوع اور سجدہ نہین کیا تھا اور اُسی وقت اُسکو قضا کیا تو جس رکوع اور سجدہ مین یاد کیا تھا اُسکا بھی لوٹانا مستحب ہے اور اگر نہ لوٹایا تو کچھ حرج نہین اور اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی تھا اور امام کو حدث ہوا تو وہ شخص اُسکا خلیفہ ہو جاوے اگرچہ امام خلیفہ نہ کرے تو اگر وہ مقتدی عورت یا لڑکا ہے امام کی نماز فاسد[۲] ہو جاویگی اور بعضون نے کہا ہے کہ فاسد نہ ہوگی کیونکہ اُسنے خلیفہ نہین کیا ہے اور یہ عورت اور لڑکا تو امامت کی صلاحیت نہین رکھتے تو مقتدی بغیر امام کے رہ جاویگا سو نماز اُن کی فاسد ہو جاویگی اور امام کی فاسد نہوگی

باب نماز کے مفسدات اور مکروہات کے بیان مین

مفسدات یعنی جو نماز کو فاسد کرتے ہین بہت سے ہین پہلے کلام کرنا اگرچہ بھولے سے یا خواب مین ہو **ف** اور امام شافعی رح کے نزدیک اگر بھولے سے کلام کرے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور دلیل اُنکی یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاُ وَالنِّسْیَانُ یعنی اُٹھایا گیا میری اُمت سے خطا اور نسیان اور اس لفظ سے یہ حدیث پائی نہین گئی بلکہ اس لفظ سے وُضِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اُکْرِہُوْا یعنی وضع کرلیا گیا اُمت میری سے خطا اور نسیان اور جسپر وہ لوگ زبردستی کیے گئے روایت کیا اِسکو ابن ماجہ اور ابن حبان نے اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور ہماری دلیل قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے معاویہ بن حکم سلمی کے کہ یہ نماز نہین لائق ہے اسمین کلام آدمیونکا اور یہ تو تسبیح اور تکبیر اور قرأت قرآن ہے روایت کیا اسکو مسلم نے اور وہ جو امام شافعی نے روایت کی ہے محمول ہے اوپر معافی گناہ کے اور نماز کے فاسد نہونے پر دلالت نہین کرتی **حل** دوسرے قصداً سلام کرنا اور اگر بھولے سے کریگا نماز فاسد نہوگی **ف** کیونکہ سلام ایک ذکر ہے اذکار سے اور حالت نسیان مین محمول ہوگا اوپر ذکر کے بخلاف اُسکے کہ جب قصداً کوئی سلام کرے تو وہ کلام ہو جاویگا **حل** تیسرے جواب سلام کا کہنا قصداً ہو یا بھولے سے چوتھے آہ یا اوہ یا اُف کہنا پانچوین آواز سے رونا کسی مصیبت یا درد سے چھٹے

[۱] اِسواسطے کہ بعد تشہد کے صاحبین کے نزدیک نماز تمام ہو جاتی ہے پس مفسدات مذکورہ بعد تمامی نماز کے پائے گئے اور امام اعظم کے نزدیک بدون خروج بصنعہ نماز تمام نہین ہوتی پس مفسدات مذکورہ درمیان نماز کے پائے گئے اور نماز فاسد ہوئی ۱۲ عبدہ [۲] کہ درمیان اُسکی نماز کے یہ مفسد پایا گیا ۱۲ [۳] اسلیے کہ اسکا امام عورت یا لڑکا ہو جائیگا بدون خلیفہ کرنیکے اور نماز مرد بالغ کی پیچھے عورت یا لڑکے کے فاسد ہے ۱۲ عبدہ

بغیر عذر کے کھانسنا سالوین جواب چھینک کا دینا آٹھوین بُری خبر کا جواب اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ سے دینا اور خبر خوش کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
سے اور خبر عجیب کا سُبْحَانَ اللّٰہِ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے نوین سوا امام کے اور کو قرأت کا بتانا اور اپنے امام کو بعض مشایخ نے کہا ہو کہ اگر مقدار
فرض کے پڑھ چکا ہو یا ایک آیت سے اُسنے دوسری آیت پڑھی اور اُسنے لقمہ دیا بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو
اُسکی بھی نماز فاسد ہوجاویگی اور بعضون نے کہا ہو کہ اگر امام کو بتاویگا تو کسی صورت مین نماز نہ جاویگی اور اِسی پر فتویٰ ہو دسوین مصحف سے دیکھ کے پڑھنا
گیارھوین نجس جگہ پر سجدہ کرنا بارھوین جو کہ آدمیون سے مانگتے ہین وہ مانگنا جیسے کہے یا اللہ تعالیٰ فلانی عورت سے میرا نکاح کردے یا مجکو ہزار دینار دے
تیرھوین کھانا پینا چودھوین عمل کثیر کرنا اور عمل کثیر بعضونکے نزدیک وہ ہو جسمین دونون ہاتھونکو لگانے کی حاجت ہو اور بعضون نے کہا عمل کثیر وہ ہو
جسکو دیکھنے والے جانین کہ یہ حامل نماز مین نہین اور بعضونکے نزدیک عمل کثیر وہ ہو جسکو مصلی کثیر جانے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ کے قریب ہو
اور اگر کسی نے ایک رکعت نماز پڑھی اور پھر نیت ابتدا سے کی اور تکبیر تحریمہ کہی لیکن ہاتھ نہ اُٹھائے تو اگر دوسری نماز پڑھنا چاہتا ہو پہلی رکعت اُسمین سے
محسوب نہ ہوگی اور اگر وہی نماز پڑھتا ہو تو یہ رکعت اُسمین محسوب ہوگی اور اگر کوئی جنت یا دوزخ کے ذکر سے نماز مین رو دے یا عمل قلیل کرے
یعنی عمل کثیر تک نہ پہونچے یا عذر سے کھانسے یا کوئی اُسکے سامنے سے گذر جاوے تو نماز نہین جاتی اور گذرنے والا گنہگار ہوتا ہو اگر مقام سجدہ
مین زمین پر بغیر کسی چیز حائل کے گذرے اور پوشیدہ نرہے کہ وہ شخص اگر چھوٹی مسجد مین نماز پڑھتا ہو تو جس[1] جگہ گذرے گا گنہگار ہوگا اور اگر
بڑی مسجد یا جنگل مین پڑھتا ہو تو بعضونکے نزدیک اگر مقام سجدے مین گذریگا تو گنہگار ہوگا والا نہین ہوگا اور بعضونکے نزدیک جہانتک اُسکی نظر
مقام سجدے پر نظر کرنے مین پونہچتی ہو وہ مقام سجدے مین داخل ہو تو اگر کوئی شخص دُکان پر پڑھتا ہو اور نیچے دکان کے کوئی گذرا تو اول روایت
کے موافق گنہگار نہ ہوگا اور دوسری روایت کے موافق اگر گذرنیوالے کے اور مصلی کے کچھ اعضا مقابل ہوگئے تو گنہگار ہوگا ورنہ گنہگار نہوگا ف
جاننا چاہیے کہ گذرنا نمازی کے سامنے سے نماز مین نہایت بُرا ہو اور بُرائی مین اِسکی احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اگر جانے گذرنیوالا سامنے مصلی کے کہ کیا عذاب ہو اُسپر البتہ بہتر ہے اُسکے واسطے کہ کھڑا رہے چالیس اِس سے کہ گذر جاوے اُسکے سامنے
سے کہا ابو النضر راوی نے کہ نہین جانتا مین کیا ارشاد فرمایا آپنے چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال اور روایت کیا اِسکو بزار نے اور اُسمین
اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا ہو یعنی چالیس خریف اور بعضونکے نزدیک اگر سامنے سے عورت یا کُتّا یا گدہا نکل جاوے تو نماز جاتی رہتی ہو اور ہمارے نزدیک کسی کے
گذرنے سے نماز نہین جاتی دلیل ہماری قول ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نہین توڑتی ہو نماز کو کوئی چیز اور دفع کرو اُسکو جہانتک طاقت
رکھو کیونکہ وہ شیطان ہو روایت کیا اِسکو علماے ستہ نے سوا ترمذی کے اور سند مین اِسکی مجالد ہو اور اُسمین کلام ہو اور بخاری مین ہے کہ اُس
شخص سے لڑائی کرے کیونکہ وہ شیطان ہو اور روایت کی دارقطنی نے سالم بن عبداللہ سے اُنھون نے اپنے باپ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ
اور عمرؓ نے کہا کہ نہین قطع کرتا نماز کو کچھ بس دفع کرو جہانتک کہ طاقت ہو اور ضعیف کیا رفع اِسکا اور وقف کیا اِسکا مؤطا مین اور کہا نووی نے
شرح صحیح مسلم مین حدیث لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ مُرُوْرُ شَیْءٍ ضعیف ہے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ نہین ہے یہ کم درجہ حسن سے اِسواسطے کہ وہ مروی ہے
چند طریقون سے ابو سعیدؓ اور ابن عمرؓ اور ابو امامہؓ اور انسؓ اور جابرؓ سے اور یہ روایتین ابوداؤد اور دارقطنی اور معجم اوسط طبرانی مین ہین اور بہرحال
نہین برابر ہو اُسکے جو صحیح مسلم مین ہو حضرت ابوذرؓ سے کہ قطع کرتا ہو صلوٰۃ کو جب نہو سامنے مصلی کے مانند لکڑی پالان اونٹ کے کتا سیاہ اور عورت
اور گدہا کہا ہمنے[2] کہ کیا سبب ہے کہ کتے سیاہ کو فرمایا اور سُرخ کتے کو نہ کہا کہا[3] اے بیٹے بھائی میرے کے پوچھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ پوچھا

۱؎ جس جگہ سے مراد اُسکے سامنے ۱۲ ۲؎ ہم نے یعنی راوی نے ۱۲ ۳؎ یعنی ابوذر رضہ نے ۱۲

تونے مجھسے سو کہا کہ کتا سیاہ شیطان ہی کہا امام احمدؒ نے نہین شک ہی کہ کتا نماز کو توڑدیتا ہی لیکن میرے دل مین گدھے اور عورت سو شک ہے کہا ابن الجوزیؒ نے اور کہا امام احمدؒ نے یہ قول اسواسطے ہی کہ صحیح ہوئی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ مین لیٹی تھی رات کو حضرتؐ کے سامنے اور حضرتؐ نماز پڑھتے تھے پھر جب سجدہ کرتے ہٹا دیتے تھے ہاتھ سے پیر میرا اور گھرونمین اُس دن چراغ نہ تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم وغیرہما نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور صحیح ہوا ابن عباسؓ سے کہ مین آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپ نماز پڑھتے تھے سو اُترا مین گدھے پر سے اور چھوڑا مین نے اُسکو آگے صف کے سو کچھ پروانہ کی اُسکی آپنے اور بنایا ہمنے کتے مین کچھ اور روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ نے ساتھ اسناد صحیح کے کہتا ہون کہ کتے کے باب مین بھی ایک حدیث آئی ہی روایت ہی فضل بن عباسؓ سے کہ زیارت کی ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ جنگل کے اور ہماری ایک کتیا چھوٹی اور گدھی تھی تو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی اور وہ دونون اُنکے سامنے تھین تو نہ زجر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور کتیا اور کتے کا ایک حکم ہی ہان اگر قید ہو مذکر کی اور پھر سیاہ کی بھی ہو تو البتہ کوئی حدیث اس تصریح سے نہین ملی واللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ ص جو شخص جنگل مین نماز پڑھتا ہی نزدیک اپنے دونون ابرو مین سے ایک ابرو کے برابر سترہ کھڑا کرے کہ طول اُسکا ایک گز کا[۱] ہو وے اور ایک اُنگل کا موٹا اور سترے کو رکھ دینا زمین پر یا بجاے سترے کے زمین پر خط کھینچ لینا درست نہین ف اور سترے کیطرف قریب ہونا چاہیے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم مین سے تو قریب ہو سترے سے روایت کیا اسکو حاکم نے اور روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور اُسمین ہی کہ نہ قطع کرے شیطان نماز اُسکی اور روایت کی مسلم نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تو کرے سامنے اپنے مثل لکڑی پالان اونٹ کے تو نہ ضرر کریگا تجکو جو سامنے تیرے ہوگا اور اخراج کیا مسلم نے عائشہؓ سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک مین سترہ مصلی سے سو کہا کہ مثل لکڑی پالان کے اور ہدایہ مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عاجز ہے کوئی تم مین کا اس سے کہ جب نماز پڑھے صحرا مین یہ کہ ہو آگے اُسکے مثل پالان اونٹ کے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی اور گز سے مراد ایک ہاتھ ہی اور یہی گز ہی شرع مین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم مین سے جنگل مین تو کرے سامنے اپنے ایک سترہ ایسا ہی ہے ہدایہ مین اور کہا شیخ کمال الدین ابن الہمام نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہین ملی لیکن روایت کی ابن حبان اور حاکم نے ابن عمرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز پڑھے کوئی تم مین سے تو نماز پڑھے طرف سترے کے اور نہ چھوڑے اُسکو جو گذرے اُسکے سامنے ہوکے اور روایت کیا اسکو احمد اور بزار نے اور زیادہ کیا ابن حبانؒ نے کہ اگر وہ انکار کرے تو لڑے اُس سے اور کرے سترے کو ایک دونون ابرو نکے سامنے اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے ضباعہ بنت المقداد بن الاسود سے انھون نے اپنے باپ سے کہا کہ نہین دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے تھے طرف ستون یا لکڑی یا درخت کے مگر کرتے اُسکو مقابل داہنی ابرو یا بائین ابرو کے اور نہین قصد کرتے تھے اُسکا قصد کرنے کر یعنی نماز مین اُسی کیطرف نگاہ نہ رکھتے تھے تا کہ تشبیہ نہو وے ساتھ بت پرستو نکی اور ولید بن کامل اُسکی اسناد مین ضعیف ہے اور ضباعہ مجہول ہی اور جواب اسکا یہ ہی کہ جہل قرن ثانی مین مقبول ہی اور دوسرا یہ کہ سکوت کیا اس حدیث سے ابوداؤد نے اور روایت کی نسائی نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم مین سے طرف ستون کے تو نہ کرے اُسکو درمیان آنکھو نکی بلکہ کرے اُسکو بائین ابرو کے مقابل اور روایت کی ابو علی بن سکن نے اپنی سنن مین ضباعہ سے مثل اسکے اور ضعیف کیا اس حدیث کو احمد اور ابن حجر نے اور کہا فتح القدیر مین کہ یہ دلیل ہی اوپر اضطراب کے ص اور اگر سترہ نہو وے اور کوئی شخص گذرنا چاہے یا سترے اور آدمی کے بیچ مین گذرے تو اُسکو تسبیح یا اشارہ سے منع کرے اور دونون سے منع نکرے ف کیونکہ اوپر گذرا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دفع کرو جہانتک کہ قدرت ہو اور اشارہ سے دفع کرے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے دفع کیا ام سلمہؓ کے دونون لڑکونکو روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے

[۱] ایک گز سے مراد ایک ہاتھ ہے ۱۲

اور ضعیف کیا اسکو ابن القطان نے کہ محمد بن قیس مجہول ہی اور نہین پہچانی جاتی مان اُسکی لیکن مصنف ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ مین اُسکی باپ سے روایت ہی اور اُسکا مجہول ہونا ثابت نہین ہوتا اور نسائی اور تہذیب مین ہی کہ اخراج کیا اُسکے واسطے مسلم نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب حادث ہو کوئی حادثہ تو تسبیح کہو روایت کیا اسکو علماے ستہ نے ص اور امام کا سترہ مقتدیونکو بھی کفایت کرتا ہی اور جو جانے کہ اس راہ مین کوئی نہ آویگا یا جگہ راہ نہو تو سترہ کا نہ گاڑنا درست ہے ف کیونکہ نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاے مکہ مین اور انکے سامنے ایک نیزہ تھا اور عورتین اور گدھے گذرتے تھے اُسکے اُدھر اور نہ تھا واسطے قوم کے سترہ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور اخراج کیا ابو داؤد نے اسی باب مین اسناد صحیح سے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے

فصل مکروہات نماز مین

ص پہلے سدل کپڑے کا اور وہ یہ ہی کہ چادر کو سر یا کندھے پر ڈالے اور اُسکے کنارونکو چھوڑ دے اسطرح پر کہ لٹکتے رہین اور قبا مین یہ کہ کندھون پر ڈالی اور دونون آستین کو ہاتھونمین نہ ڈالے اور دونون طرفونکو نہ ملاوے ف اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدل سے نماز مین اور اس سے کہ آدمی ڈھانپ لیوے منہہ اپنا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور حاکم نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ ڈھانپے منہہ اپنا نماز مین لیکن اسناد مین اسکی صحابی کا نام مذکور نہین بہر صورت ہمارے نزدیک حجت ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس نے منع کیا ناک کو چھپانے سے روایت کی یہ حاکم نے اور اسیطرح سعید بن المسیب اور ابراہیم نخعی اور عطاء مکروہ رکھتے تھے اسکو اخراج کیا ان آثار کا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ص دوسرے کپڑے کو سمیٹنا خاک اور غبار سے تیسرے کپڑے یا بدن سے کھیلنا ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالی نے مکروہ رکھین واسطے تمہارے تین چیزین عبث یعنی بیفائدہ کام کرنا نماز مین اور رفث روزے مین اور ہنسی قبرونمین روایت کیا اسکو قضاعی نے طریق ابن المبارک سے انھون نے اسمعیل بن عیاش سے انھون نے عبداللہ بن دینار سے انھون نے یحیی ابن ابی کثیر سے مرسل ص چوتھے سب بالونکا جمع کرنا[1] یا بالونکو لپیٹ کے جڑے مین داخل کرنا[2] ف کیونکہ روایت کی عبدالرزاق نے انھون نے ثوری سے انھون نے مخول بن راشد سے انھون نے ایک شخص سے انھون نے ابو رافع سے کہا کہ منع کیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے اُس شخص کو کہ باندھے ہو بالونکو سر پر اور اُسکو عربی مین عقص[3] کہتے ہین اور روایت کیا اسکو طبرانی نے اور اُس شخص کے بجاے نام سعید مقبری کا لیا اور کہا کہ انھون نے ابو رافع سے انھون نے ام سلمہ سے اور یہی حدیث روایت کی اور روایت کیا اسکو اسحق بن راہویہ نے سفیان سے اسی سند اور متن سے اور یہی مضمون مروی ہے صحاح مین ص پانچوین اُنگلیونکو چٹخانا ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہ نے حارث سے انھون نے حضرت علی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چٹخا تو اُنگلیون کو اور تو نماز مین ہووے اور ضعیف ہی حارث بلکہ کہا شعبی نے کہ وہ کذاب ہے اور رافضی ہے ص چھٹے گردن پھیر کے دیکھنا اور آنکھ کے گوشے سے بغیر گردن پھیرنے کے مکروہ نہین ف کہا صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر جانے مصلے کہ کسکو پکارتا ہی اور کس سے سرگوشی کرتا ہے البتہ نہ التفات کرے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی لیکن روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین کعب سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین ہے کوئی مومن کہ نماز پڑھے کھڑے ہوکے مگر موکل کردیتا ہی اللہ اُسپر ایک فرشتہ کہ پکارتا ہے اے بیٹے آدم کے اگر جانتا تو کہ کیا ہے نماز مین تیری اور کس سے سرگوشی کرتا ہے تو تو نہ التفات کرتا اور التفات کے معنی یہ ہین کہ ادھر ادھر دیکھنا اور روایت کی حاکم نے اور صحیح کیا اسکو ابو داؤد نے ابو ذر سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہتا ہے اللہ متوجہ طرف بندے کے اور وہ نماز مین ہوتا ہے پھر جب التفات کرتا ہے بندہ پھیر لیتا ہے اللہ منہہ اپنا اُس سے اور روایت ہی انس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچ تو التفات سے نماز مین اسواسطے کہ التفات ہلاک کرنیوالا ہے تو اگر ضرور ہو تو نفل مین نہ فرض مین روایت کیا اسکو ترمذی نے اور صحیح کیا اسکو اور سب گردن پھیرے مکروہ نہین

[1] جمع کرنا یعنی ایک جا سر پر ۱۲ [2] جڑے مین داخل کرنا یعنی جوڑا باندھ کے ۱۲ [3] عقص کو ہندی مین جوڑا کہتے ہین ۱۲

کیونکہ روایت کی ترمذی ونسائی اور ابن حبان اور حاکم نے اور صحیح کیا اسکو عبد اللہ بن عباس سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم التفات کرتے نماز مین داہنے
بائین اور نہ پھیرتے تھے گردن اپنی کہا ترمذی نے کہ یہ غریب ہے اور کہا ابن القطان نے کہ یہ صحیح ہے اگرچہ ترمذی کے طریقے سے غریب ہے اور ظاہر
ہوا اسکا ایک طریقہ دوسرا مسند بزار مین ص ساتوین کنکریون کا ہٹانا مگر ایک بار سجدے کے لیے ف اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم عبث سے ہے مگر
یہ کہ جب سجدہ کرنے کی جگہ نہووے تو اسوقت ایکبار ہاتھ سے ہٹا دینا جائز ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ابو ذرؓ کے کہ ایکبار اے ابو ذر نہ چھوڑ
اسکو اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی اور روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر شئے
کو یہانتک کہ پوچھا مین نے آپ سے کنکریون کے ہٹانے کو کہا کہ ایکبار رخصت دیتا ہون مین اور اسی طرح روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیا گیا
موقوف کہا دارقطنی نے اور وہی صحیح ہے اور روایت ہی کتب ستہ مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مسح کر کنکریون کو اور تو نماز پڑھتا ہوا اور اگر ضرورت
پڑے تو ایکبار اور راوی اسکے معیقیب ہین ص آٹھوین کمر پر ہاتھ رکھنا ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اس سے روایت کی جماعت نے سوا
ابن ماجہ کے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ نماز پڑھے آدمی کمر پر ہاتھ رکھ کے اور دوسری وجہ کراہت کی یہ ہی کہ مخالف ہی سنت
مشہورہ کو اور وہ ہاتھونکا باندھنا ہے ناف کے نیچے ص نوین دونون ہاتھونکا کھینچنا اور سینے کو آگے کرنا واسطے سستی کے دسوین کتے کی طرح بیٹھنا
اسطرح کہ دونون سرین پر بیٹھے اور دونون زانوؤن کو کھڑا کرے گیارھوین سجدے مین دونون کہنیون کو بچھا دینا ف کیونکہ ہر لیے مین ہی کہ فرمایا حضرت
ابو ذرؓ نے کہ منع کیا مجھکو میرے دوست نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزون سے ایک یہ کہ چونچ مارون مثل چونچ مارنے مرغ کے یعنی جلدی
جلدی سجدے مین جاؤن اور پھر جلدی اٹھ کھڑا ہون اور یہ کہ بیٹھون مثل بیٹھک کتے کے اور یہ کہ بچھاؤن مین بچھانا لومڑی کا اور یہ حدیث غریب ہی نہین
ملی مجھکو اور مسند احمد مین ہی ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزون سے اور ذکر کین وہی دو چیزین اول کی لیکن اخیر مین یہ بیان کیا کہ
التفات سے مانند التفات لومڑی کے اور صحیح حدیث حضرت عائشہؓ کی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتی تھی گھاٹی شیطان سے اور گھاٹی شیطانکی کتے کیطرح
بیٹھنا ہے اور اس سے کہ بچھاوے آدمی دونون کہنیان اپنی مانند بچھانے درندون کے واللہ اعلم ص بارھوین چار زانو بیعذر بیٹھنا ف اسواسطے کہ خلاف سنت ہی ص
تیرھوین اکیلے امام کا کھڑا ہونا مسجد کی محراب مین یا دکان پر امام کا کھڑا ہونا اور قوم کا نیچے یا قوم کا دکان پر اور امام کا نیچے ف اسواسطے کہ وہ مشابہ ہی اہل کتاب کے
کہ وہ امام کیواسطے ایک مکان اونچا بناتے ہین اور اسمین امام کھڑا ہوتا ہی اور دکان کی بلندی بعضون نے کہا ہی کہ بقدر قامت آدمی کی اور بعضون نے کہا ہی کہ ایک ہاتھ
اور اس سے کم مین کراہت نہین اور بعضون نے کہا ہی کہ مسجد جب تنگ ہو وے تو کچھ مضائقہ نہین کہ امام محراب مین کھڑا ہووے ص چودھوین تنہا کھڑا ہونا مصلی کا صف
کے پیچھے جسمین جگہ باقی ہی ف اور اوپر بیان اسکا گذرا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نظر کرے طرف فرجے کے یعنی صف مین جو جگہ باقی ہی تو
اسکو بند کرے اور بعض روایات مین ہی کہ نماز کا اعادہ لازم ہوگا اگر بعید تنہا پیچھے صف کی پڑھیگا ص پندرھوین تصویر کا ہونا سر کے اوپر یا اسکے آگے
یا برابر داہنے بائین اور اگر پیچھے یا نیچے قدم کے ہے تو مکروہ نہین ف کیونکہ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ ہم نہین داخل ہوتے اس گھر مین جسمین کتا یا تصویر ہے
روایت کیا اسکو مسلم نے عائشہؓ سے ایک حدیث طویل مین اور اسکے معنی مین بہت حدیثین صحیح آئی ہین فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین
داخل ہوتے ملائکہ اس گھر مین جسمین کتا ہو یا تصویرین ہون ص سولھوین ننگے سر نماز پڑھنا سستی اور کاہلی کے سبب سے اور اگر واسطے عاجزی کے پڑھے تو مکروہ
نہین سترھوین جو برے کپڑے گھر مین پہنے رہتا ہی اور ان برے لوگون کے پاس ان کپڑون سے نہین جاتا ان کپڑونسے نماز پڑھنا ف کیونکہ لوگونکی تو عزت کرتا ہی اور شرم کرتا ہی انکے
پاس برے کپڑے پہن کے جانے سے اور نماز کی کچھ عزت و آبرو نہین کرتا حالانکہ اگر کسی امیر کے دربار مین جاتا ہی تو جو اسکے عمدہ کپڑے ہوتے ہین ان ہی کو

ط۵ اسی طرح جب امام خارج محراب ہو اور سجدہ محراب مین کرے یا امام کے ساتھ کوئی مقتدی بھی محراب مسجد مین ہووے تو مکروہ نہین ۱۲ عبیدہ

پہنچ جاتا ہی بلکہ جب گاہ احکم انکا کلین مین جاوی تو جو چھے کپڑے ہون بعنت تمام اسکے نماز پڑھے آور یہ جب ہی کہ اسکے پاس دو کپڑے ہون ورنہ اگر کبھی پاس اچھے کپڑے نہین
توان ہی کپڑون سے جو پہنے ہی نماز پڑھے ص اٹھارھوین خاک کی دور کرنے کے واسطے نماز مین پیشانی کا زمین پر ملنا انیسوین آسمان پر نظر کرنا بیسوین سجدہ کرنا پگڑی کے
پیچ پر ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عیاض بن عبداللہ قرشی سے کہ دیکھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سجدہ کرتا ہی اوپر پیچ عمامے کے سو اشارہ کیا ہاتھ سے کہ
اٹھالے عمامے اپنے کو یعنی پیشانی پر سے اونچا کرلے کہ پیشانی کھل جاوے آور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبادہ بن صامت سے کہ وہ جب ارادہ کرتے تھے نماز کا اتار لیتے تھے
عمامہ سر سے اور اس باب مین مروی ہی حضرت علی و ابن عمر اور جعدہ بن ہبیرہ سے ص اکیسوین آنتو نکا گننا ف اسواسطے کہ یہ شغل ہی نماز مین ص بائیسوین کپڑا جسمین
تصویر ہی اسکا پہننا ف کیونکہ وہ مشابہ ہی بت کے اٹھانے والے کے ساتھ اور نماز جائز ہی ص اور مسجد کے اوپر وطی اور پیشاب اور پیخانہ مکروہ ہی ف
بسبب عزت اور حرمت مسجد کی ص اور دروازہ مسجد کا بند کرنا بھی مکروہ ہی ف کیونکہ اسمین قلت جماعت ہوگی ص اور مسجد کا نقش کرنا ساتھ گچ اور ساج یا سونے کے
پانی کی مکروہ نہین آور کھڑا ہونا امام کا مسجد مین اور سجدہ کرنا محراب مین مکروہ نہین آور جو شخص کہ بیٹھا باتین کررہا ہی اسکی پیچھے نماز پڑھنا مکروہ نہین ف کیونکہ روایت کی
ابن ابی شیبہ نے نافع سے کہ ابن عمر جب نہ پاتی تھے راہ طرف ستون وغیرہ کے کہتے تھے کہ میرے واسطے تیری پیٹھ ہی آور مخالف ہی اسکے جو روایت کی بزار نے حضرت علی
سے کہ دیکھا انھون نے ایک شخص کو کہ نماز پڑھتا تھا پیچھے ایک شخص کے سو حکم کیا اس کو کہ اعادہ کرے نماز کا آور اسی طرح سوتے کے پیچھے بھی درست ہی کیونکہ صحیح ہوا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے اور اوپر گذرا کہ نماز پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور وہ سوتی تھین درمیان انکے اور درمیان قبلے کے آور
مخالف ہی اسکے جو مروی ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے نہ نماز پڑھو پیچھے سوتے اور باتین کرنے والے کے لیکن وہ ضعیف ہی آور بھی مروی ہی مسند بزار مین
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منع کیا گیا مین کہ نماز پڑھون مین طرف ان لوگون کے جو کھڑے ہین اور باتین کرتے ہین اور کہا بزار نے
کہ نہین جانتا ہون مین اسکو مگر ابن عباس سے آور جواب اسکا یہ ہی کہ جب آواز انکی شدت سے ہو اور اس سے خوف شغل کا ہو نماز مین واللہ اعلم ص اور جس فرش
پر کہ تصویرین بنی ہین اگر اسپر سجدہ نہین کرتا تو نماز پڑھنا وہان مکروہ نہین اور جو صورت اتنی چھوٹی ہی کہ دکھلائی نہین دیتی یا سوا حیوان کے اور کسی چیز کی تصویر یا
حیوان کی مگر اسکا سر کٹا ہی تو مکروہ نہین آور مار ڈالنا بچھو و سانپ کا بھی نماز مین مکروہ نہین ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ وَلَوْ كُنْتُمْ
فِي الصَّلٰوةِ یعنی قتل کرو بچھو اور سانپ کو اگرچہ تم نماز مین ہو کہا ترمذی نے یہ حدیث صحیح ہی آور اس مین اگر عمل کثیر بھی ہو وے تو بھی نماز مین کچھ حرج نہین اور یہی صحیح ہے

ص اور جس گھر مین کہ مسجد ہی اُس گھر کی چھت پر پیشاب کرنا مکروہ نہین اسواسطے کہ وہ حکم مسجد کا نہین رکھتا کہ پیشاب اُسپر مکروہ ہووے

باب وتر اور نوافل کے بیان مین

وتر کی تین رکعت امام اعظم کے نزدیک واجب ہی آور نزدیک صاحبین اور امام شافعی کے سنت ہے ف اور دلیل اسکے وجوب کی یہ ہے کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے زیادہ کیا تمھاری نمازون مین ایک نماز کو آگاہ ہو کہ وہ وتر ہے تو پڑھو اسکو درمیان عشا کے طلوع فجر تک اسیا ہی کہ
ہدایہ مین اور یہ حدیث مروی ہی عمرو بن العاص و عقبہ بن عامر اور ابن عباس اور ابن عمر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے آور حدیث عمرو
بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مین بھی مروی ہی اور خارجہ بن حذافہ اور ابو بصرہ غفاری سے تو حدیث عمرو اور عقبہ کی روایت کیا اسکو اسحق بن راہویہ
نے مسند مین ثنا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ثَنَا قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ

عن عمرو بن العاص و عقبة بن عامر عنه عليه السلام ان الله امدكم صلوة هي لكم خير من حمر النعم الوتر وهي لكم فيما بين العشاء الى طلوع الفجر یعنی تحقیق کہ زیادہ کی تمکو اللہ نے ایک نماز کہ وہ بہتر ہے واسطے تمھارے سُرخ چار پایون سے اور وہ وتر ہے درمیان عشا کی
طلوع فجر تک اور ضعیف کیا یحیی بن معین نے قرۃ بن عبد الرحمن کو اور لیکن حدیث ابن عباسؓ کی سو روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور طبرانی نے
نضر ابو عمرو سے اُسنے عکرمہ سے اُسنے ابن عباسؓ سے اور ضعیف کیا اسکو دارقطنی نے بسبب نضر کے اور لیکن حدیث ابن عمرؓ کی سو اخراج
کیا اُسکا دارقطنی نے غرائب مالک مین اور ضعیف کیا اسکو ساتھ حمید بن ابی الجون کے اور الفاظ اسکے یہ ہین ان الله امدكم صلوة وهي الوتر اور
لیکن حدیث ابو سعید خدریؓ کی روایت کیا اسکو طبرانی نے اور الفاظ اسکے وہی ہین جو حدیث ابن عباسؓ کے ہین جسکو روایت کیا طبرانی نے اور
لیکن حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی اخراج کیا اُسکا دارقطنی نے اور اُسمین یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہمکو سو جمع ہوئے ہم سو بیان
کی حضرت نے تعریف اللہ کی اور ثنا اسکی پھر کہا کہ تحقیق اللہ نے زیادہ کیا تمھارے واسطے ایک نماز کو اور حکم کیا ہمکو وتر کا اور ضعیف کیا اسکو ساتھ
محمد بن عبید اللہ عرزمی کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حدثنا ابو خالد الاحمر عن حجاج عن عمرو بن شعيب عن ابيه
عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله امدكم صلوة الى صلاتكم وهي الوتر یعنی اللہ نے زیادہ کیا واسطے تمھارے
ایک نماز کو اور وہ وتر ہے اور اسناد اسکی صحیح ہے لیکن حجاج مین کچھ کلام ہے بہرحال درجہ حسن سے کم نہین اور حدیث ابو بصرہ کی روایت
کیا اسکو حاکم نے ابن لہیعہ سے انھون نے عمرو بن العاص سے کہا کہ سنا مین نے ابو بصرہ غفاری سے کہ کہتے تھے سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرماتے تھے تحقیق کہ زیادہ کی اللہ نے تمکو ایک نماز اور وہ وتر ہے تو پڑھو اسکو درمیان عشا کے نماز صبح تک اور سکوت کیا اس سے
حاکم نے لیکن ابن لہیعہ ضعیف ہی کہا شیخ ابن الہمام نے واعل بابن لهيعة یعنی ضعیف کی گئی یہ حدیث ساتھ ابن لہیعہ کے اور لیکن حدیث
خارجہ کی روایت کیا اسکو حاکم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے کہ نکلے ہمارے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو کہا تحقیق کہ اللہ نے مدد کی تمھاری
ساتھ ایک نماز کے وہ بہتر ہی واسطے تمھارے سرخ چار پایون سے اور وہ وتر ہی تو کیا اسکو درمیان عشا کے طلوع فجر تک کہا حاکم نے صحیح ہی اور نہین اخراج کیا اسکا
شیخین نے بسبب منتفی ہونے تابعی کی صحابی سے اور وہ جو کہا ہی ترمذی نے کہ یہ غریب ہے اسکی صحت کو منافی نہین کیونکہ ترمذی اکثر جگہ کہتا ہی حسن صحیح غریب اور وہ جو
ابن الجوزی نے ضعیف کیا اس حدیث کو بسبب ضعف ابن اسحق اور عبد اللہ بن راشد کے اور نقل کی تضعیف عبد اللہ کی دارقطنی سے صحیح نہین کیونکہ ابن اسحق ثقہ ہی نہین شبہہ ہے
اسکے ثقہ ہونے مین نزدیک محققین کے محدثین سے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو متابع ہی اسکی لیث بن سعد یزید بن حبیب سے اور لیکن جو نقل کی تضعیف عبد اللہ بن راشد کی دارقطنی سے
تو غلطی کی اُس مین کیونکہ دارقطنی نے عبد اللہ بن راشد بصری مولی عثمانؓ بن عفان راوی کو ابو سعید خدریؓ سے ضعیف کہا ہی اور لیکن عبد اللہ راوی اس حدیث کا یعنی
حدیث خارجہ کا اور وہ عبد اللہ زوفی ہی ابو الضحاک مصری ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین اور متابعت لیث کی اور تصریح اس بات کی کہ یہ عبد اللہ
زوفی ہی دونون باتین اسناد نسائی مین بیچ حدیث مذکور کے کتاب الکنی مین موجود ہین تو ثابت ہو گئی صحت اس حدیث کی اور اگر یہ بھی مان لین تو بھی حدیث
ضعیف جب تین طریقون سے مروی ہو تو وہ خواہ مخواہ حسن ہو جاوے گی بلکہ بعض طریق خود حسن ہین مثل طریقہ اسحق بن راہویہ کے اور قرۃ راوی کو اگرچہ ضعیف
کیا احمد نے اور کہا کہ منکر الحدیث ہی لیکن کہا ابن عدی نے نہین دیکھی مین نے اسکی کوئی حدیث منکر اور مین جانتا ہون کہ کچھ حرج نہین ساتھ اس کے
اور ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین اور یہ قول حضرت کا زادكم دلالت کرتا ہے کہ ان پانچ نمازون سے ملحق ہے وتر بھی اور ثابت ہوتا ہی اس سے
وجوب اسکا جیسا کہ نہین پوشیدہ ہی عاقل پر اگر کوئی کہے کہ اس سے فرضیت ثابت ہوتی ہی جیسے کہ فرضیت ہے پانچون نمازون کی تو جواب اسکا یہ ہے
کہ دلیل ظنی ہی اور فرضیت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہی لیکن ایک اشکال اس مقام پر ہے وہ یہ کہ روایت کی حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ زیادہ کیا اللہ نے ایک نماز کو طرف نمازون تمہاری کے اور وہ بہتر ہے واسطے تمہارے سرخ چارپایون سے آگاہ ہو کہ وہ دو رکعتین ہین قبل نماز فجر کے یعنی سنتین فجر کی تو اگر یہ لفظ ۱ ذکہ موجب وجوب کو ہے تو بر تقدیر اُسکے لازم آتا ہی کہ سنتین فجر کی بھی واجب ہو جاوین حالانکہ وہ بالاتفاق سنت ہین تو اس صورت مین اولیٰ یہ ہے کہ استدلال کرین ساتھ اُس حدیث کے جو سنن ابو داؤد مین ہی ابو المنیب سی اور نام اسکا عبید اللہ بن عبد اللہ عتکی ہے انھون نے عبد اللہ بن بریدہ سی انھون نی اپنے باپ سی کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر حق ہی جو وتر نہ پڑھے وہ ہم مین سی نہین وتر حق ہی اور جو وتر نہ پڑھی تو وہ ہم مین سی نہین وتر حق ہی اور جو وتر نہ پڑھے تو وہ ہم مین سے نہین اور روایت کیا اسکو حاکم نے اور صحیح کیا اسکو اور کہا ابو المنیب ثقہ ہی اور توثیق کی اسکی ابن معین نے اور کہا ابن ابی حاتم نے سُنا مین نے باپ اپنے سے کہتے تھے کہ وہ صالح الحدیث ہی اور انکار کیا گیا ہی بخاری پر اسوجہ سے کہ اسنے داخل کیا اسکو ضعفا مین اور کلام کیا اسمین نسائی اور ابن حبان نے اور کہا ابن عدی نی کچھ حرج نہین ساتھ اُسکی تو حدیث حسن ہو گئی اور روایت کی بزار نے اسود سے انھون نے عبد اللہ سے کہ فرمایا حضرت نی اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی وتر واجب ہی ہر مسلمان پر اور کہا کہ نہین جانتے ہم کہ روایت کی جاتی ہو یہ حدیث ابن مسعودؓ سے مگر اسیوجہ سے اور اس جگہ ایک اشکال ہی اور وہ یہ ہی کہ روایت کی بخاری و مسلم نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے اونٹ پر اور اس سی نفلیت وتر کی معلوم ہوتی ہی اور حضرت معاذؓ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کیطرف رخصت کیا تو کہا کہ کہہ تو ان سی تحقیق کہ اللہ نے فرض کین اُنپر پانچ نمازین دن رات مین اور یہ وفات سی تھوڑے دن پہلے آپ نی کہا تھا اور روایت کی ابن حبان نے کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئی اُن کے ساتھ رمضان مین تو پڑھین آٹھ رکعتین اور وتر پڑھی پھر انتظار کیا صحابہؓ نے آپکا دوسری رات اور آپ نہ نکلی نماز کے واسطے تو پوچھا اُن سی صحابہ پھر فرمایا آپ نی خوف کیا مین نے کہ نہ فرض ہو جاوی تمپر وتر اور اس حدیث سی یہ بات بھی ثابت ہوتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعتین پڑھی تھین اور یہ بھی مروی ہی سنن مین سوا ترمذی کی کہ فرمایا حضرتؐ نے وتر واجب ہی حق ہی اوپر ہر مسلمان کی سو جو شخص چاہی وتر پڑھے ساتھ پانچ رکعتون کی اور چاہی ساتھ تین رکعتون کی اور چاہی ساتھ ایک رکعت کے اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ وتر واجب نہین اور روایت کیا اسکو ابن حبان نی اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور جواب اول سے یہ ہے کہ یہ ایک واقعہ ہی کہ اُس سی عموم نہین ثابت ہوتا تو جائز ہے کہ یہ بسبب عذر کے ہووی اور اس بات پہ اتفاق ہی کہ فرض چارپائے پر بسبب عذر کیچڑ وغیرہ کے پڑھنا جائز ہی یا یہ کہ یہ واقعہ قبل وجوب وتر کے ہوگا کیونکہ وجوب وتر کا ساتھ وجوب پانچون نمازون کے نہین ہی بلکہ متاخر ہی اور دوسرے یہ کہ مروی ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہ اُترتے تھے سواری پر سے واسطے وتر کے اور روایت کی طحاوی نی نافعؓ سے انھون نے ابن عمرؓ سے تحقیق کہ وہ نماز پڑھتے سواری پر اور وتر پڑھتے تھے زمین پر اور جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ہشیم سے انھون نے حمید سے انھون نے بکر سے کہ ابن عمرؓ جب ارادہ رکھتے تھے وتر پڑھنے کا اوترتے تھی اور وتر پڑھتے تھی زمین پر اور کہا ابن عون نے کہ پوچھا مین نے قاسم سی کہ جو شخص وتر پڑھے سواری پر کیا حکم ہی اُسکا سو کہا کہ جانا ان سب لوگون نی کہ حضرت عمرؓ وتر پڑھتی تھی زمین پر اور کہا ابراہیم نخعی نے کہ صحابہؓ نماز پڑھتے تھے اپنی سواریون اور جانورون پر جس طرف ہوتا تھا منھ اُن کا مگر فرض اور وتر کو کہ وہ پڑھتے تھے اُن دونون کو زمین پر اخراج کیا ان دو روایتون کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین تو معلوم ہوا کہ سواری پہ وتر پڑھنا آپ کا یا تو قبل وجوب کے ہے یا بعذر تھا اور معاذؓ کی روایت سی جواب یہ ہی کہ جائز ہی کہ وجوب وتر کا بعد سفر کے ہووے اور دوسرے یہ کہ مراد حضرت کی اُن نمازون سے وہ نمازین ہین جنکا ایک ایک وقت خاص علیحدہ مقرر ہی مثل پانچون نماز کے بخلاف وتر کے کہ وہ تابع ہے عشا کے اور وقت اُسکا وقت عشا کا ہی جیسا کہ عاقل پر پوشیدہ نہین ہے اور تیسری روایت سے جواب یہ ہی کہ یہ حکم قبل وجوب وتر کے ہوگا اور دوسری یہ کہ وتر سی اُس جگہ ساری رکعتین تراویح کی مع وتر مراد ہین کیونکہ آٹھ رکعتین

سلہ اور زیادہ آٹھ سے بھی تیرہ رکعت مع وتر پڑھنا حدیث صحیح مین مروی ہی اور بیس رکعت کا پڑھنا بھی حدیث مین آیا ہی اور اسی لیے بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہؓ کا ہی اور تفصیل و توضیح اسکی رسالہ غایۃ التنقیح اور تحفۃ الاخیار مین ہے ۱۲ عبدہ

تراویح کی اور تین وتر کی ملکے گیارہ وتر ہین یعنی طاق ہین جفت نہین اور دلیل سپر یہ ہے کہ تصریح ہو روایت پچھلی مین اس حدیث کی کہ فرمایا آپ نے
خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ یعنی خوف ہوی مجھکو کہ فرض ہوجاوے تمپر نماز رات کی تو آپ معلوم ہوا کہ واجب کے لفظ سے حدیث مین وجوب لغوی
بمعنی ضرورت کو مراد نہین بلکہ وجوب شرعی ہی اور اسی واسطے آپ نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا بطور تاکید کے فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا یعنی جو وتر نہ پڑھے
وہ ہم مین سے نہین اور وتر پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین نے مواظبت کی ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص اور وتر کی
تین رکعتین ہین ایک سلام سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو سلام کرے[له] ف دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی حضرت عائشہؓ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر
پڑھتے تھے تین رکعتین نہین سلام پھیرتے تھے مگر آخر مین روایت کیا اسکو حاکم نے اور کہا صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور اسیطرح روایت کی نسائی
نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہین سلام پھیرتے تھے بیچ دونون رکعتون وتر کے اور روایت کی حاکم نے حسن سے کہ ابن عمرؓ تھے سلام پھیرتے دو رکعتون
کے بعد وتر مین سو کہا حسن نے کہ عمرؓ زیادہ فقیہ تھے ان سے اور وہ کھڑے ہوجاتے تھے دوسری رکعت سے ساتھ تکبیر کے اور سکوت کیا اس سے
اور روایت کی طحاوی نے ابن عباسؓ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے ساتھ تین رکعتون کے پڑھتے تھے اول رکعت مین سَبِّحِ اسْمَ
رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۵ آخر حدیث تک موافق اس حدیث کے جو روایت کی حضرت عائشہؓ سے صحاب سنن اربعہ نے اور ابن حبان نے او حاکم نے مستدرک
مین اور روایت کیا حدیث ابن عباسؓ کو باسناد صحیح طبرانی نے معجم صغیر مین مثل حدیث طحاوی کو اور کہا لَمْ يَرْوِهٖ عَنْ سُفْيَانَ اِلَّا قَتَادَةُ یعنی نہین روایت کیا
اسکو سفیانؓ سے مگر قتادہؓ نے اور روایت کی طبرانی نے اسی معجم صغیر مین حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ الدِّمَشْقِيُّ نَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُوْرَ قَالَ كَانَ مُعَظَّمُ بْنُ الْمِقْدَامِ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ
هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین سلام پھیرتے بعد دو رکعتون کے
وتر سے اور کہا لَمْ يَرْوِهٖ عَنِ الْمُعَظَّمِ اِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ تَفَرَّدَ بِهٖ هِشَامٌ یعنی نہین روایت کیا اسکو معظم سے مگر محمد بن شعیب نے متفرد ہوا اسکے ساتھ ہشام اور
روایت کیا اسی حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اسی اسناد سے اور روایت کی اسنے ابوسلمہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تین رکعتین
آخر رات مین اور روایت کی ابن عبد البر نے عثمان بن محمد بن ربیعہ بن عبد الرحمن سے حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ
عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْبُتَيْرَاءِ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ وَاحِدَةً يُّوْتِرُ بِهَا یعنی منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک رکعت وتر پڑھنے سے اور اسکو ناقص فرمایا اور ذکر کیا اس حدیث کو ابن عبد الحق محدث نے احکام مین ایسا ہی ہے برہان مین
اور اکثر صحابہؓ اور تابعینؒ اسی پر ہین کہ وتر کی تین رکعتین ہین روایت کی طحاوی نے ثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ ثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ ثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ قَالَ
سَاَلْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ هٰذَا وِتْرُ
اللَّيْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ یعنی کہا ابو خالد نے کہ پوچھا مین نے ابوالعالیہ سے وتر سے کہا سکھایا ہمکو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وتر
مثل نماز مغرب کے ہے وہ وتر رات کی ہے اور یہ وتر دن کی ہے اور روایت کیا اسے طحاوی نے ثابت سے کہ نماز پڑھی ساتھ ہمارے انسؓ نے وتر کی
سو مین انکی داہنی طرف تھا اور ام ولد انکی پیچھے ہمارے تھی تین رکعتین نہ سلام پھیرا مگر ان کے آخر مین اور اسی طرح صحیح ہوا ابن مسعودؓ سے وِتْرُ اللَّيْلِ
ثَلٰثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ یعنی وتر رات کے تین ہین مانند وتر دن کے اور بعضون نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہی اور ضعیف ہی رفع اسکا کیونکہ نہ رفع کیا ہی اسکو
اعمش سے اسنے عبد اللہ سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر یحییٰ بن ابی المواجب نے اور وہ ضعیف ہی اور روایت کی ابوحنیفہؒ نے مسند مین

له یعنی دو رکعت تمام کرکے سلام پھیرے پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھے ۱۲ عبدہ

حضرت عائشہؓ سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے ساتھ تین رکعتون کے پڑھتے تھے اول رکعت مین سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور دوسری
مین قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری مین قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اور روایت کی ابن شیبہ نے ابن عباسؓ سے مانند اسکے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے
عبد الرحمن بن زہری سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے ساتھ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ کے اور
کہتے تھے بیچ آخر نماز کے جب بیٹھتے تھے سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ تین بار اور آخر بار مین پکار کے کہتے تھے اور حسن بصری نے کہا اجماع کیا مسلمانون نے کہ
وتر تین رکعت ہین کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا حَفْصٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ
یعنی اجماع کیا مسلمانون نے کہ وتر تین رکعتین ہین نہ سلام پھیرے مگر انکے آخر مین اور روایت کی طحاوی نے عبد الرحمن بن ابی زیاد سے انھون نے
اپنے باپ سے انھون نے سات فقیہون سے کہ سب تابعی ہین سعید بن المسیب اور عروہ اور قاسم بن محمد اور ابو بکر بن عبد الرحمن اور خارجہ بن زید اور عبید اللہ
بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار کہا سب نے کہ وتر تین رکعتین ہین نہ سلام پھیرے مگر آخر رکعت کے بعد اور امام شافعیؒ کے نزدیک چاہے ایک رکعت پڑھے
چاہے تین چاہے پانچ اور دلیل انکی وہ حدیث ہی جو اوپر گذری اور فرمایا حضرت نے اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ یعنی وتر ایک رکعت ہی آخر رات
مین اور یہ حدیث صحیح بخاری مین ہی غرض حاصل سب بات کا یہ ہی کہ حدیثین دونون طرف موجود ہین لیکن مذہب اصح یہی ہی کہ تین سے کم بھی نہ پڑھے اور نہ زیادہ کرے
کیونکہ تین رکعت کا ثبوت بہ نماز مغرب بھی ہوسکتا ہی اور پانچ اور سات وغیرہ کی نظیر موجود نہین اور اسی طرح ایک رکعت پڑھنے سے نہی وارد ہوئی تو مقتضاے
احتیاط یہی ہی کہ تین رکعت پڑھے کہ سب کے نزدیک درست ہووے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص ہمیشہ تیسری رکعت وتر مین قبل رکوع کے دونون ہاتھ اُٹھا کے
تکبیر کہکے دعاے قنوت پڑھا کرے[1] اور امام شافعیؒ کے نزدیک پندرھوین رمضان سے آخر مہینے تک قنوت پڑھے اور پھر کبھی وتر مین نہ پڑھے ف جاننا
چاہیے کہ اس جگہ پر تین خلاف ہین اول تو یہ کہ جب قنوت پڑھے وتر مین تو قنوت پڑھے قبل رکوع کے یا بعد رکوع کے[2] دوسرے یہ کہ قنوت وتر مین تمام سال
پڑھا کرے یا فقط نصف آخر رمضان مین اور تیسرے[3] یہ کہ سوا وتر کے اور جگہ بھی قنوت پڑھے یا نہ پڑھے تو ہمارا مذہب یہ ہے کہ ص سوا وتر کے اور کسی نماز
مین دعاے قنوت پڑھنا درست نہین اور امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی اخیر رکعت مین بعد رکوع کے بھی قنوت پڑھا کرے[4] ف تو اول مسئلے مین امام شافعیؒ کی
دلیل یہی جو روایت کی دارقطنی نے سوید بن غفلہ سے کہا کہ سنا مین نے ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے کہ کہتے تھے پڑھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے قنوت آخر وتر مین اور آخر وتر کا بعد رکوع کے ہے لیکن جواب اسکا یہ ہی کہ آخر شے[5] کا جب ہوتا ہی کہ نصف سے بڑھ جاوے اور اس صورت مین
قبل رکوع بھی قنوت پڑھنا آخر نماز مین ہی اور ایک حدیث صریح انکی دلیل ہی وہ یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے حسن بن علیؓ سے اور صحیح کیا اسکو کہا کہ سکھاے
مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات کہ کہتا ہون مین اُن کو وتر مین جب اُٹھاتا ہون سر اپنا اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ آخر تک اور بیان اسکا
قنوت مین آویگا اور دلیل ہماری یہ ہی جو روایت کی نسائی اور ابن ماجہ اور ابو داؤد وغیرہم نے اُبی بن کعبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر مین
پڑھتے تھے قنوت قبل رکوع کے اور ایک لفظ نسائی کا یہ ہی کہ تھے وتر پڑھتے ساتھ تین رکعت کے اول مین سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور دوسری
مین قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری مین قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھتے تھے اور ضعیف کیا اس حدیث کو ابو داؤد نے بسبب اضطراب کے اور صحیح یہ ہی
کہ زیادت ثقہ کی اگرچہ متفرد ہو مقبول ہی اور اگر تسلیم کرین تو روایت کی خطیب نے کتاب القنوت مین باسناد صحیح عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی وتر مین قبل رکوع کے اور ذکر کیا اسکو ابن الجوزی نے تحقیق مین اور سکوت کیا اس سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ

---

[1] ایک سلام سے ١٢ [2] ہاتھ باندھ کے آہستہ ١٢ [3] یعنی ہمیشہ قنوت پڑھا کرے ١٢ [4] اور آخر وتر سے مراد آخر رکعت وتر ہی نہ آخر نماز ورنہ لازم آتا ہی بعد تشہد کے قنوت پڑھے ١٢ [5] بعدہ یعنی رکوع سے ١٢

فِی الْوِتْرِ یعنی قنوت پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل رکوع کے وتر مین لیکن اسنا د اسکی ضعیف ہی بسبب ابان بن ابی عیاش کے اور روایت کی ابو نعیم نے حلیے مین عطا بن مسلم سے انھون نے علا بن مسیب سے انھون نے حبیب بن ابی ثابت سے انھون نے ابن عباس سے کہا کہ وتر پڑھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ تین رکعتون کے سو قنوت پڑھی اسمین قبل رکوع کے اور اخراج کیا طبرانی نے اوسط مین محمود بن محمد مروزی سے ثنا سھیل ابن عباس الترمذی ثنا سعید بن سالم القداح عن نافع عن عبد اللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات ویجعل القنوت قبل الرکوع یعنی کہا ابن عمر نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعتون کے اور کرتے تھے قنوت کو قبل رکوع کے اور قول ابو نعیم کا غریب ہے حدیث حبیب سے اور علا تفرد کیا اس سے عطا بن مسلم نے اور قول طبرانی کا کہ نہین روایت کیا اسکو عبد اللہ سے مگر سعید بن سالم نے کچھ موجب بعد کو نہین کیونکہ اوپر بیان کیا ہم نے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہی باوجود اس بات کے کہ انفراد سفیان ثوری کا زہید سے روایت نسائی مین اور تفرد عطا کا علا سے اور تفرد سعید کا عبد اللہ سے ساتھ ہونے حدیث ابن مسعود کے بروایت ابن ابی شیبہ اور خطیب کے حجت قاطع ہے کیونکہ اب انفراد نہوا بلکہ کثرت ہو گئی اور خصوصًا جب کہ ہر طریقہ حسن یا صحیح ہووے اور وہ جو حدیث اسمین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی بعد رکوع کے تو مراد اس سے یہی ہی کہ ایک مہینا پڑھی تھی اور پھر ترک کی بدلیل اسکے جو روایت کی عاصم احول نے کہ پوچھا مین نے انس سے قنوت کو نماز مین تو کہا کہ ہان پھر کہا مین نے کہ قبل رکوع کی یا بعد رکوع کے کہا قبل رکوع کے کہا مین نے کہ فلانے شخص نے خبر دی مجھکو تمسے کہ بعد رکوع کے کہا وہ جھوٹا ہی نہین قنوت پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد رکوع کے مگر ایک مہینے کہا شیخ ابن الہمام نے وعاصم کان ثقۃ جدًا یعنی اور عاصم تھا ثقہ نہایت درجے کا اور عمل صحابہ کا اسی پر ہی روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ ابن مسعود اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قنوت پڑھتے تھے قبل رکوع کے اور دوسرے مسئلے مین امام شافعی کی دلیل یہ ہی وہ جو روایت کی ابو داؤد نے کہ عمر نے جمع کیا آدمیون کو اوپر ابی بن کعب کے تو وہ نماز پڑھتے تھے ساتھ انکے بیس راتین مہینے سے یعنی رمضان سے اور نہین قنوت پڑھتے تھے ساتھ ان کے مگر نصف اخیر مین رمضان سے تو جب عشرہ اخیرہ آتا تھا جماعت نہین کرتے تھے اور پڑھتے تھے اپنے گھر مین اور اس متن کے لیے ایک طریقہ دوسرا ہے ضعیف کیا اسکو نووی نے خلاصے مین اور وہ جو روایت کی ابن عدی نے انس سے کہ تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت پڑھتے نصف رمضان مین ضعیف ہی ساتھ ابو عاتکہ کے اور ضعیف کیا اسکو بیہقی نے اور دلیل ہماری وہ ہی جو پہلے مین ہی کہ فرمایا حضرت نے حسن سے جب سکھائی انکو دعاے قنوت کہ کر اسکو اپنے وتر مین اور یہ روایت غریب ہی نہین ملی اور مشہور وہ ہی جو مروی ہی سنن اربعہ مین بریدہ ابن ابی مریم سے انھون نے ابی الحوزا سے انھون نے حسن بن علی سے کہا سکھائے مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات وتر مین یا قنوت وتر مین اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ کہا ترمذی نے اسنا د اسکی صحیح ہی یا حسن ہی اور روایت کیا اسکو حاکم نے اور کہا اس مین کہ جب اٹھاتا مین سر اپنا اور نہ باقی رہتا تھا مگر سجدہ اور اخراج کیا اربعہ نے اور حسن کہا اسکو ترمذی نے حضرت علی سے کہا کہ وہ کہتے تھے آخر وتر مین اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ لیکن وجوب قنوت ثابت نہین ہوتا مگر جب کہ وہ حدیث ثابت ہو جاوے کہ اِجْعَلْ ھٰذَا فِیْ وِتْرِکَ یعنی کر اسکو وتر مین کیونکہ صیغہ امر کا واسطے وجوب کے ہے اور ایک طریقہ اسکے وجوب کا اور طرح ثابت ہو سکتا ہی وہ یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہا انھون نے لَا وِتْرَ اِلَّا بِقُنُوْتٍ یعنی نہین وتر ہی مگر ساتھ قنوت کے اور وتر واجب ہی تو قنوت بھی واجب ہی اور مشہور قنوت مین یہ دعا ہی جو روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبد الرحمن سے کہ سکھایا ہمکو ابن مسعود نے پڑھنا قنوت کا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ

وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اور رفع یدین بھی وقت قنوت کے حدیث ابن عباسؓ سے جو اوپر گذری ثابت ہوتا ہے اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبد اللہ سے کہ وہ اٹھاتے تھے ہاتھ اپنے وقت قنوت کے وتر میں اور اس دعاء قنوت کو روایت کیا ابو داؤد نے مراسیل میں خالد بن ابی عمران سے اور الفاظ اسکے یہ ہیں اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَخْضَعُ لَكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ یا مَنْ يَّكْفُرُكَ[1] کہا اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اور کہا احمد بن عمران فقیہ نے حَدَّثَنِيْ فَرَجٌ مَوْلٰى اَبِيْ يُوْسُفَ قَالَ رَاَيْتُ مَوْلَايَ اَبَا يُوْسُفَ اِذَا دَخَلَ فِي الْقُنُوْتِ لِلْوِتْرِ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ یعنی جب جاتے امام ابو یوسف قنوت وتر میں اٹھاتے ہاتھ اپنے دعا میں کہا ابن ابی عمران نے كَانَ فَرَجٌ ثِقَةً تھا فرج ثقہ اور جسکو قنوت یاد نہو وہ بجاے قنوت کے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہے اور تیسرے مسئلے میں دلیل امام شافعیؒ کی حدیث ابو جعفر رازی کی ہے انسؓ سے کہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے قنوت صبح میں یہانتک کہ مفارقت کی دنیا کی روایت کیا اسکو دارقطنی وغیرہ نے اور بخاری میں ہے ابو ہریرہؓ سے کہ کہا انھوں نے میں قریب ہوں ساتھ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سو تھے ابو ہریرہؓ قنوت پڑھتے اخیر رکعت میں نماز صبح سے بعد کہنے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے تو دعا کرتے تھے واسطے مومنوں کی اور لعنت کرتے تھے کافروں کو اور حدیث ابن ابی فدیک کی عبد اللہ بن سعید مقبری سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تھے جب سر اٹھاتے آپ نماز صبح میں رکوع سے ہاتھ اٹھاتے اور دعا کرتے ساتھ اس دعا کے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ آخر تک اور عبد اللہ بن سعید مقبری ضعیف ہے نہایت درجے کا کہا ترمذی نے وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ یعنی عبد اللہ بیٹا سعید مقبری کا ضعیف کیا جاتا ہے حدیث میں کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں وَالْجَوَابُ اَوَّلًا اَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ اَبِيْ فُدَيْكٍ الَّذِيْ هُوَ النَّصُّ فِيْ مَطْلُوْبِهِمْ ضَعِيْفٌ یعنی پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث ابن ابی فدیک کی کہ وہ نص ہے انکے مطلوب میں ضعیف ہے فَاِنَّهٗ لَا يُحْتَجُّ بِعَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا کیونکہ نہیں حجت پکڑی جاویگی ساتھ اس عبد اللہ کے اور ماقبل کی حدیثیں منسوخ ہیں ساتھ اسکے جو روایت کی بزار اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی اور طحاوی سب نے حدیث شریک قاضی سے انھوں نے ابو حمزہ قصاب سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے انھوں نے عبد اللہ سے کہا کہ نہیں قنوت پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح میں مگر ایک مہینے پھر ترک کیا اسکو نہ پڑھا اسکو قبل اسکے اور نہ بعد اسکے اور ضعیف کیا اسکو ساتھ ابو حمزہ قصاب کے ترک کیا اسکو احمد حنبلؒ نے اور ابن معین نے اور ضعیف کیا اسکو عمرو بن علی فلاس اور ابو حاتم نے اور حاصل انکی تضعیف کا یہ ہے کہ وہ کثیر الوہم تھا تو اب یہ حدیث رفع اس حدیث قوی کی جو ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نہو گی اور جواب اسکا یہ ہے کہ اسی طرح ابو جعفر میں کلام ہے کہا ابن المدینی نے خلط کرتا تھا حدیث میں اور کہا ابن معین نے خطا کرتا تھا اور کہا احمد نے قوی نہیں اور کہا ابو زرعہ نے كَانَ يَهِمُ كَثِيْرًا یعنی وہم کرتا تھا بہت اور کہا ابن حبانؒ نے کہ وہ منفرد ہوتا تھا ساتھ ذکر حدیثوں کے علماے مشہورین سے اور مقوی ہے قصاب کی حدیث کو وہ جو روایت کی قیس بن ربیع نے عاصم بن سلیمان سے کہا کہ کہا ہم نے واسطے انسؓ کے کہ کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے قنوت فجر میں سو کہا انسؓ نے کہ جھوٹ بولے وہ نہیں پڑھی قنوت حضرتؐ نے مگر ایک مہینے کہ بد دعا کرتے تھے ایک قبیلے پر قبیلوں مشرکین سے تو یہ حدیث خود مخالف ہے حدیث انسؓ کے اور قیس بن ربیع راوی اس حدیث میں اگرچہ ضعیف ہے ضعیف کیا اسکو یحییٰ بن معین نے لیکن توثیق کی اسکی اور لوگوں نے اور بہرحال ابو جعفر سے کم نہیں بلکہ اسکے برابر ہے یا اس سے زیادہ ہے اعتبار میں کیونکہ ضعیف کرنے والے قیس کے کم ہیں ضعیف کرنیوالوں ابو جعفر سے اور ضعیف کیا یحییٰ بن معین نے بسبب اسکے جو کہا احمد بن سعید بن ابی مریم نے پوچھا

[1] یعنی راوی کو شک ہے کہ مَنْ يَّفْجُرُكَ کہا یا مَنْ يَّكْفُرُكَ کہا تو ان دونوں میں سے جو کلمہ چاہے کہے ۱۲

عبد اللہ بن سعید مقبری

ابو حمزہ قصاب

ابو جعفر

قیس بن ربیع

بیشک یحیی اسکو قیس بن ربیع کو سو کہا کہ ضعیف ہی نہین لکھی جاوےگی حدیث اُسکی کیونکہ وہ حدیث بیان کرتا ہی عبیدہ سی اور وہ منصور سی ہوتی ہی اور ضعیف موجب رد حدیث کو نہین اسواسطے کہ غایت اُسکی غلطی ہی اُسکی ذکر عبیدہ مین بدلے منصور کے لیکن ضعیف کیا اُسکو اور لوگون نے سوای یحیی کے بھی کہا نسائی نے متروک ہے اور کہا دارقطنی نے ضعیف ہی اور مروی ہی احمد سی کہ وہ کثیر الخطا تھا اور روایت کین اُسنے حدیثین منکر اور تھے وکیع اور ابن المدینی ضعیف کرتے تھے اُسکو اور کلام کیا اُسمین امام المحدثین یحیی ابن سعید القطان نی لیکن تھی شعبہ کہ ثنا کرتے تھے قیس پر اور تشنیع کی انھون نے یحیی بن سعید پر بسبب تضعیف اُنکی کے قیس کو کہا ابو قتیبہ نے کہا واسطے میرے شعبہ نے لازم پکڑ قیس بن ربیع کو اور کہا ابن حبان نے دیکھین مین نی حدیثین قیس کی روایات قدما اور متاخرین سی اور تلاش کی مین نے اُنکی تو دیکھا مین نی اُسکو سچا امانت دار جب جوان تھا اور جب زیادہ ہوا سن اُسکا تو بگڑ گیا حفظ اُسکا اور اکثر روایتین اُسکی مستقیم ہین اور کہا ابو حاتم نے محل اُسکا صدق ہی اور قوی نہین اور کہا شمس الدین ذہبی نی قول معتبر قول شعبہ کا ہی اور نہین حرج ہی ساتھ اُسکی تو کم نہوگا ابو جعفر رازی سی اور موید ہی اُسکی وہ جو روایت کیا اُسکو اس سی خطیب بغدادی نے کتاب القنوت مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہین قنوت پڑھتے تھے مگر جب کہ بد دعا کرتے کسی قوم کو اور سند اُسکی صحیح ہی اور ضعیف کیا ابن الجوزی نے اس حدیث انس کو کہ پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نماز صبح مین یہان تک کہ انتقال کیا اور تشنیع کی اسپر اور کہا کہ یہ اُن حدیثون مین سے ہی جن سی ہماری کتابون کی محافظت چاہیی بسبب اس بات کی کہ وہ جانتا تھا کہ یہ حدیث باطل ہی اور بعض روایات اُسکی مشہور بالوضع ہوئی ہین اور فرمایا حضرت ؐ نے جو حدیث بیان کرے ہمسے ایسی حدیث جو جانتا ہی کہ وہ جھوٹ ہی تو وہ بھی کاذبین مین سی ہی اور ایک حدیث صحیح روایت کی امام ابو حنیفہ صاحب نے حماد بن ابی سلمان سے انھون نی ابراہیم سی انھون نی علقمہ سی انھون نی عبد اللہ بن مسعود ؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین قنوت پڑھی فجر مین کبھی مگر ایک مہینہ اور نہ دیکھا قبل اُسکی اور نہ بعد اُسکے اور اُس مہینے مین قنوت پڑھی واسطے بد دعا کی ایک قوم پر مشرکین سے اور اس اسناد مین کسی طرح کا غبار نہین اور اسیواسطے خود انس ؓ نے صبح مین قنوت نہین پڑھی جیسا کہ روایت کی طبرانی نے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ ثَنَا غَالِبُ بْنُ فَرْقَدٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ شَہْرَیْنِ فَلَمْ یَقْنُتْ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ یعنی کہا غالب بن فرقد نے تھا مین ساتھ انس ؓ کے دو مہینے سو نہ قنوت پڑھی انھون نے نماز فجر مین اور کبھی قنوت بمعنی طول قیام کے بھی آتا ہی اور جائز ہی کہ یہ غلطی ابو جعفر سے واقع ہوئی ہو کہ انس ؓ نے کہا ہو اس قنوت[۵۱] کو اور وہ سمجھا ہو دعای قنوت کو ایسا ہی کہا بعض محدثین نے جیسا کہ حدیث مین آیا ہی اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ یعنی افضل صلوۃ وہ ہی جسمین طول ہو قیام کا تو ثابت ہوگیا نسخ قنوت کا اور روایت کی ابن حبان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سی کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین قنوت کرتے نماز صبح مین مگر یہ کہ دعا کرین واسطے کسی قوم کے یا بد دعا کرین کسی قوم کو اور اس قنوت سے مراد طول قیام ہے کیونکہ قنوت بمعنی دعا کی کسطرح ثابت ہوگا اور روایت صحیح ہوئی ابو مالک سعد بن طارق اشجعی سی انھون نے اپنے باپ سی کہا کہ نماز[۵۲] پڑھی مین نے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے عمر رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے عثمان رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے علی رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی پھر کہا کہ اے بیٹے میرے یہ بدعت ہی روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہی اور ابن ماجہ مین ہے کہ مین نے اپنے باپ سے کہا کہ اے باپ میرے نماز پڑھی تو نے پیچھے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکر ؓ اور عمر ؓ اور عثمان ؓ کے اور پیچھے حضرت علی ؓ کے کوفے مین پانچ برس تک کیا قنوت پڑھتے تھے فجر مین کہا کہ اے بیٹے میرے محدث یعنی بدعت ہی اور اخراج کیا مانند اسکے ابن ابی شیبہ نے اور اوس سے باطل ہوگیا قول خازمی کا کہ قنوت فجر مین منقول ہی خلفاے اربعہ سے اور اسی پر جمہور ہین اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابو بکر ؓ اور عمر ؓ اور عثمان ؓ سے کہ وہ نہین قنوت پڑھتے تھے فجر مین اور روایت کی حضرت علی ؓ سے

---

[۵۱] یعنی طول قیام کو ۱۲ [۵۲] یعنی نماز فجر کی ۱۲

کہ جب قنوت پڑھی انھون نے نماز صبح مین انکار کیا لوگون نے اپر سو کہا انھون نے مدد مانگی ہم نے اپنے دشمن پر اور انکار کرنے والے لوگ صحابہ اور تابعین تھے اور یہی روایت کی ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ اور ابن الزبیرؓ سے کہ وہ نہین پڑھتے تھے قنوت فجر مین اور روایت کی ابن عمرؓ سے کہ کہا انھون نے قنوت فجر مین نہین دیکھا مین نے اور نہین جانا مین نے اور کتاب نہایت مین ہی کہ پوچھے گئے ابن عمرؓ قنوت فجر سے کہا کہ نہین قسم اللہ کی نہین پہچانتے ہین ہم اوسکو اور سعید ابن جبیرؓ نے کہا گواہی دیتا ہون مین کہ سنا مین نے ابن عباس سے کہتے تھے قنوت نماز فجر مین بدعت ہی ذکر کیا اسکو ابن مندہ نے اور وہ جو نقل کی خازمی نے کہ ابن عمر بھول گئے اور قنوت پڑھی انھون نے ساتھ اپنے باپ کی نماز فجر مین سو یہ غلط ہی کیونکہ اوپر گذرا کہ حضرت عمرؓ نے نہین قنوت پڑھی فجر مین اور اسناد اسکی نہایت صحیح ہی اور دوسرے یہ کہ کہا محمد بن الحسن نے ثنا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّهٗ صَحِبَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ سِنِیْنَ فِی السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فَلَمْ یَرَهٗ قَانِتًا فِی الْفَجْرِ یعنے اسود صحبت مین رہی عمر بن الخطاب کی برسون سفر اور حضر مین اور قنوت نہ پڑھتے دیکھا انھون نے حضرت عمرؓ کو نماز فجر مین اور اس سند پر کسی طرح کا غبار نہین اور نسبت ابن عمرؓ کی طرف نسیان کے اس امر مین نہایت بعید ہی کیونکہ نسیان اس امر مین ہوتا ہی جو کبھی کبھی وقوع مین آتا ہو اور یہ ہر نماز صبح مین تھا تو کیونکر نسیان انکا قبول کیا جاوے گا باوجود اسکے کہ خود انکا قول ہی مَا شَهِدْتُ وَمَا عَلِمْتُ یعنے نہین دیکھا مین نے اور نہین جانا مین نے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ص اور پڑھے وتر کی ہر رکعت مین فاتحہ اور سورۃ یعنی تیسری رکعت مین بھی سورۃ پڑھے **ف** اور دلیل اسکی یہ ہی کہ حضرت نے پہلی رکعت مین سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی پڑھا اور دوسری مین قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری مین قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ روایت کیا اسکو امام ابوحنیفہؒ اور ابوداوٗد اور ابن ابی شیبہؒ اور بہت محدثینؒ نے اور بیان اسکا اوپر تفصیل سے گذرا

ص اگر شافعی مذہب پیچھے حنفی نماز پڑھتا ہی اور وتر مین اُسنے قنوت نہ پڑھی حنفی بھی نہ پڑھے اور صبح مین اُسکی تابعداری نکرے بلکہ چپکا کھڑا رہے **ف** اور جاننا چاہی کہ وتر حنفی کا پیچھے شافعی کے بعض لوگون کے نزدیک درست ہی اور بعضون کے نزدیک درست نہین کیونکہ وتر شافعیؒ کے نزدیک سنت ہی اور ہمارے نزدیک واجب اور اقتدا واجب پڑھنے والے کی پیچھے نفل پڑھنے والے کے درست نہین وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

فصل نوافل کے بیان مین

ص قبل فجر اور بعد ظہر اور عشا اور مغرب کی دو رکعتین پڑھنا سنت ہی اور قبل ظہر اور جمعے کے اور بعد جمعے کے چار رکعتین ایک سلام سے اور چار قبل عصر اور عشا اور بعد عشا کے مستحب ہی **ف** اور اصل اس باب مین قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی جو شخص مداومت کرے اوپر بارہ رکعتون کی سنت سے بناوے اللہ ایک گھر اُسکے لیے جنت مین چار رکعتین قبل ظہر کے اور دو رکعتین بعد اسکے اور دو رکعتین بعد مغرب کی اور دو بعد عشا کی اور دو قبل فجر کے روایت کیا اسکو ترمذی و ابن ماجہ نے مغیرۃ بن زیاد سے انھون نے عطا سے انھون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث غریب ہی اس وجہ سے اور مغیرہ بن زیاد کو کلام کیا ہی اس مین بعض اہل علم نے اسکے حفظ کی سبب سے انتہی لیکن اس حدیث کا ایک شاہد ہی روایت کیا اسکو جماعت نے سوا بخاری کے ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے کہ انھون نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے نہین ہی کوئی بندہ مسلمان کہ پڑھے واسطے اللہ کے ہر دن بارہ رکعتین نفل مگر بناویگا اللہ واسطے اسکے گھر جنت مین زیادہ کیا ترمذی و نسائی نے کہ چار رکعتین قبل ظہر کے اور دو بعد اسکے اور دو بعد مغرب کے اور دو بعد عشا کے اور دو قبل نماز صبح کے اور ایک روایت مین نسائی کی ہی کہ دو رکعتین قبل عصر کے بدل دو رکعتون کے بعد عشا کی باقی رہین چار قبل عصر کے اور چار قبل جمعہ اور چار بعد جمعہ اور چار قبل عشا اور چار بعد عشا تو اب جاننا چاہیے کہ چار قبل عصر کے مستحب ہین

روایت کی ابو داؤدؒ اور احمدؒ اور ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے دونوں نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے رحم کرے اللہ اس مرد پر جس نے پڑھیں چار رکعتیں قبل عصر کے کہا ترمذی نے حسن غریب ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو قبل عصر کے پڑھے اور دلیل انکی
اوپر گذری اور روایت کی ابو داؤد نے عاصم بن ضمرہ سے اسنے حضرت علیؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے قبل عصر کے دو رکعتیں اور روایت کیا
اسکو ترمذی اور احمد نے اور کہا چار بدلے دو کے اور لیکن چار رکعتیں قبل جمعے کے تو ثابت ہیں چار رکعتوں قبل ظہر سے اور چار رکعتیں بعد جمعے کے تو
اسواسطے کہ روایت کی ابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا حضرتؐ نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے جمعے کی تو پڑھے بعد اس کے چار رکعتیں روایت کیا اسکو
مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے اور اکثر روایتوں میں آیا ہے کہ دو رکعتیں بعد جمعے کے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے سنن میں اور لیکن چار بعد عشا کے
اور چار قبل عشا کی سو روایت کی ابو داؤد نے شریح بن ہانی سے کہا کہ پوچھا میں نے حضرت عائشہؓ سے نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سو کہا نہیں پڑھی
آپ نے عشا اور آئے میرے پاس مگر پڑھیں چار رکعتیں یا چھ رکعتیں آخر حدیث تک اور روایت کی سعید بن منصور نے براء بن عازبؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے
جو شخص پڑھے قبل عشا کے چار رکعتیں گویا کہ اسنے تہجد پڑھی رات میں اور جس نے پڑھا چار رکعتوں کو بعد عشا کے گویا کہ پڑھیں اسنے چار رکعتیں شب قدر میں
اور بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ دو بعد عشا کے پڑھے اور دلیل انکی اوپر گذری اور کہا حضرت عائشہؓ نے کہ نہیں چھوڑتے تھے آپ چار قبل ظہر کی اور دو
قبل صبح کی اور فجر کی سنتوں کی بڑی تاکید ہے فرمایا حضرتؐ نے دو رکعتیں قبل فجر کی بہتر ہیں ساری دنیا سے روایت کیا اسکو نسائی نے اور چار رکعتیں قبل ظہر کے
اس میں ایک ہی سلام ہے یعنی دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرے بلکہ جب چاروں پڑھ لے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو دو کر کے پڑھے اور تمسک کیا ہے ہم نے
اس سے جو روایت کی ابو داؤد نے اور ترمذی نے شمائل میں ابو ایوب انصاری سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ چار قبل ظہر کے نہیں ہے ان میں سلام کھولے
جاتے ہیں ان کے واسطے دروازے آسمان کے اور ضعیف ہے یہ حدیث بسبب ابو عبیدہ ابن معتب ضبی کے اور ایک لفظ میں ترمذی کی شمائل میں یہ ہے
کہا میں نے اے رسول اللہ کیا ان میں سلام فاصل ہے کہا کہ نہیں اور اسکا ایک دوسرا طریقہ ہے جو روایت کیا اسکو امام محمد بن الحسنؒ نے موطا میں حدثنا
بُكَيْرُ بْنُ عَامِرٍ الْبَجَلِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَالشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فَسَأَلَهُ أَبُو أَيُّوبَ عَنْ ذَلِكَ
فَقَالَ إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِي تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ قُلْتُ أَفِي كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَيُفْصَلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ قَالَ
لا یعنی تھے حضرتؐ پڑھتے چار رکعتیں قبل ظہر وقت زوال آفتاب کے تو سوال کیا ان سے ابو ایوب نے اس سے پھر فرمایا حضرتؐ نے کہ کھولے جاتے ہیں اس
ساعت میں دروازے آسمان کے سو چاہتا ہوں میں کہ چڑھے اس ساعت میں میری کوئی نیکی کہا میں نے کیا سب رکعتوں میں قراءت ہے فرمایا کہ ہاں کہا میں نے
کیا فصل کیا جاوے ان چاروں میں ساتھ سلام کو فرمایا کہ نہیں یعنی چار رکعت کے بیچ میں سلام نہ پھیرے فصل اور دن میں چار رکعت سے نفل زیادہ پڑھنا ایک سلام سے
مکروہ ہیں اور رات کو آٹھ رکعت سے زیادہ اور چار رکعتیں دن رات میں ایک سلام سے پڑھنا افضل ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک رات میں دو دو رکعتیں ایک
سلام سے چاہیے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں زیادہ کیا اسپر اور اگر کراہیت نہ ہوتی تو زیادہ کرتے واسطے تعلیم جواز کے اور افضل رات میں نزدیک صاحبین
کے دو دو ہیں اور دن میں چار چار اور امام شافعیؒ کے نزدیک رات دن میں دو دو پڑھنا افضل ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک چار چار پڑھنا رات دن میں افضل
ہیں امام شافعیؒ کی دلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے صَلٰوةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى یعنی نمازیں دن رات کی دو دو ہیں روایت کیا اسکو اصحاب
سنن اربعہ نے ابن عمرؓ سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اعتبار اسی ترجیح پر ہے اور اس حدیث کی سند میں شبہ ہے کہا ترمذی نے اختلاف کیا اصحاب شعبہ نے انمیں
تو بعضوں نے اسکو مرفوع کیا اور بعضوں نے موقوف کیا اور روایت کیا اسکو ثقات نے عبداللہ بن عمرؓ سے اور ذکر کیا اس میں رات کی نماز کو اور نہیں بیان
کیا دن کی نماز کو اور ایسا ہی ہے صحیحین میں اور کہا نسائی نے یہ حدیث نزدیک میرے خطا ہے اور وہ جو نسائی نے کہا سنن کبریٰ میں کہ اسناد اس کی جید

نہیں معارض ہی اس کلام کی اسواسطے کہ وجود سند کا نہیں مانع ہے خطا سی دوسری جہت سے کہ عارض ہوئی ہو ثقات کو اور اسی واسطے روایت کیا اسکو حاکم نے
اپنی کتاب علوم الحدیث میں پھر کہا کہ رجال اسکے ثقہ ہیں مگر یہ کہ اس میں علت ہے کہ اسکے ذکر سے کلام طویل ہوگا انتہی اور برتقدیر تسلیم کے قریب اسکا جواب ہم دینگے اور
خود صاحبین کی دلیل ہے کہ فرمایا حضرت نے صَلٰوۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی یعنی نماز رات کی دو دو ہیں اور نہیں ذکر کیا اسمین دن کی نماز کو اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے جو کہا
حضرت عائشہؓ نے نہیں نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی کبھی اور آئے میرے پاس مگر پڑھیں چار رکعتیں اور اس سے معلوم ہوا کہ رات میں چار رکعتیں
ایک سلام سے آپنے پڑھیں اور روایت کی ابو داؤد نے حضرت عائشہؓ سے کہا تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے نماز عشا کی جماعت سے پھر جاتے تھے گھر میں اور پڑھتے تھے
چار رکعتیں پھر جاتے تھے اپنے فرش پر سوئے کو آخر حدیث تک اور صحیح مسلم میں ہے حدیث معاذؓ سے کہ پوچھا اُسنے حضرت عائشہؓ سے کہ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے نماز ضحی کی کہا کہ
چار رکعتیں اور زیادہ کرتے تھے جتنا چاہتے تھے اور روایت کی ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں حدثنا شَیْبَانُ ابْنُ فَرُّوْخٍ ثنا طَیِّبُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ
قَالَتْ عَمْرَۃُ سَمِعْتُ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ تَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ لَا یَفْصِلُ بَیْنَھُنَّ بِسَلَامٍ یعنی تھے حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے چاشت کی چار رکعتیں نہیں کرتے تھے بیچ میں ان کے سلام اور لیکن اول حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ہی سلام سے چار دن پڑھتے تھے
اور ایک دلیل یہ ہے جو مروی ہے صحیحین میں ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے کہ انھوں نے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کس طرح تھی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
رات میں رمضان کی کہا کہ نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر پڑھتے تھے چار رکعتیں تو نہ پوچھ ان رکعتوں کے حسن و طول سے پھر چار سو تو
انکے حسن اور طول سے یعنی بہت اچھی طرح طول سے پڑھتے تھے اور یہ جدا جدا چار چار کو بیان کیا اس سے مطلوب ثابت ہوتا ہے والا کہتیں آٹھ رکعت سو نہ پوچھ انکے
حسن و طول سے اور اوپر بیان کر چکے ہم سنت ظہر میں کہ آپنے چار رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھی تھیں اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ دو دو رکعت کا ایک ایک شفعہ علیحدہ
ہی یا یہ کہ ہر دو رکعت کی بعد تشہد کے واسطے بیٹھے نہ یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور دلیل اسپر یہ ہے جو اخراج کیا اسکو ترمذی اور نسائی نے ابن المبارک سے انھوں نے
لیث بن سعد سے انھوں نے عبد اللہ بن سعید سے انھوں نے عمران بن ابی سے انھوں نے عبد اللہ بن نافع سے انھوں نے ربیعہ بن الحارث سے انھوں نے فضل بن عباسؓ
سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز دو دو رکعتیں ہیں تشہد پڑھا جاتا ہے ہر دو رکعت میں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ فصل فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر اور نوافل کی سب رکعتوں میں قرأت
فرض ہے کیونکہ مروی ہے صحیحین میں ابو قتادہ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے ظہر کی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورۃ اور پچھلی دو رکعتوں میں فقط
فاتحہ آخر حدیث تک اور اوپر گذر چکا کہ اگر تسبیح پچھلی دو رکعتوں میں کہے یا چپ رہے تو بھی درست ہے روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریک سے انھوں نے ابی اسحق سبیعی سے
انھوں نے علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہ کہا انھوں نے قرأت کر اول کی دو رکعتوں میں اور تسبیح کہہ پچھلی دو رکعتوں میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے یہ روایت غریب ہے اور روایت کی امام محمد نے مؤطا میں ثنا محمد بن ابان القرشی عن حماد عن ابراہیم عن علقمۃ بن قیس ان عبد اللہ
بْنَ مَسْعُوْدٍ کَانَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْمَا یَجْھَرُ فِیْہِ وَفِیْمَا یُخَافِتُ فِیْہِ مِنَ الْاُوْلَیَیْنِ وَلَا فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ قَرَأَ فِی الْاُوْلَیَیْنِ
بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃٍ وَلَمْ یَقْرَأْ فِی الْاُخْرَیَیْنِ شَیْئًا یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے تھے پیچھے امام کے نہ فاتحہ
اور نہ سورۃ نہ نماز جہری نہ نماز سری میں اور نہ پچھلی دو رکعتوں میں اور جب نماز پڑھتے تھے اکیلے تو پڑھتے تھے اول دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورۃ
اور نہ پڑھتے تھے کچھ پچھلی دو رکعتوں میں مسئلہ اور جس نفل کو قصداً شروع کر لیا ہو وے تمام کرنا اسکا لازم ہے اگرچہ طلوع یا غروب آفتاب کے وقت شروع
کیا ہو وے تو اگر بھولے سے شروع کیا ہو وے مثلاً اسکو معلوم ہوا کہ ظہر میں نے نہیں پڑھی اور اسنے شروع کی اور بعد اسکے معلوم ہوا کہ نماز میں کہ پڑھ چکا
ہوں اور اسنے نماز توڑ دی قضا کرنا اس کا واجب نہیں اور اگر چار رکعت نفل شروع کی پہلے دوگانے میں توڑ دیا ایک دوگانے کی قضا لازم آوے گی [۱]

[۱] اس لیے کہ نہیں شروع کیا اسنے دوسرے دوگانے میں اسی طرح ہے اصل میں ۱۲

اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چارون رکعت کی اور اگر دو رکعتون کے بعد بیٹھ کے تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہوا اور اُسکو توڑ دیا تو فقط دوسرے دوگانے
کی قضا کرے کیونکہ اول دوگانہ تمام ہوچکا اور یہ اسپر مبنی ہے کہ ہر دوگانہ ایک نماز علیحدہ ہے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صَلوٰۃُ اللَّیلِ
وَالنَّهَارِ مَثْنٰی مَثْنٰی یعنی نماز رات اور دن کی دو دو رکعتین ہین یعنی ہر دو رکعت ایک نماز علیحدہ ہے **ص** اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور دونون دوگانے
یا پہلے دوگانے یا دوسرے مین یا دوسرے دوگانے کی ایک رکعت مین یا اول دوگانے کی ایک رکعت مین یا اول دوگانے مین اور دوسرے کی ایک رکعت
مین قرارت ترک کی دو رکعتون کی قضا لازم آویگی اور اگر ہر دو دوگانے کی ایک رکعت مین یا دوسرے دوگانے مین اور ایک رکعت مین اول کی ترک کی تو چار رکعتون کی
قضا لازم آویگی اور پہلی اور چھٹی صورت مین امام ابی یوسف کے نزدیک چار رکعتون کی قضا لازم آویگی اور ساتوین اور آٹھوین صورت مین امام محمد کے نزدیک
دو رکعتون کی قضا واجب ہوگی اور دوسری اور تیسری اور چوتھی اور پانچوین صورت مین سبکے نزدیک قضا دو رکعتون کی لازم آویگی تو امام صاحب کے
نزدیک چھ صورتون مین دو رکعتون کی قضا لازم آویگی اور دو صورتون مین چار رکعت کی اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار صورت مین دو رکعتون کی اور چار
صورت مین چار رکعتون کی اور امام محمد کے نزدیک سب صورتون مین دو رکعت لازم آوینگی اور سب آٹھ صورتین ہین اور اگر چار رکعت نفل شروع کی اور اول دوگانے
کی تشہد مین توڑ ڈالا دوسرے دوگانے کی قضا لازم نہ آویگی اور اگر چار رکعتین نفل پڑھین اور بیچ مین اُن کے نہ بیٹھا اول دوگانے کی قضا لازم نہ آویگی اور بیٹھ کے
نفل پڑھنا شروع سے اگرچہ کھڑا ہوسکتا ہو درست ہے **ف** کیونکہ روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے عمران بن حصین سے کہا کہ پوچھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اُس شخص کی نماز سے جو بیٹھا ہو تو فرمایا جو پڑھے کھڑے ہوکے تو وہ افضل ہے اور جو شخص بیٹھ کے پڑھے اُسکو اجر برابر نصف قائم کے ہے اور جو شخص پڑھے لیٹ
کے تو اسکو اجر برابر نصف قاعد کے ہے اور قائم کے معنی کھڑے ہوکے نماز پڑھنے والا اور قاعد کے معنی بیٹھ کے نماز پڑھنے والا کہا امام نووی نے کہ کہا علما نے کہ یہ
نفل مین ہے اور فرض مین بیٹھ کے پڑھنا بعید جائز نہین تو اگر عاجز ہے قیام سے اور بیٹھ کے پڑھے تو اسکا اجر قائم سے کم نہین انتہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب بیمار ہو وے مرد یا مسافر تو ثواب اسکا مثل صحیح و تندرست اور مقیم کے لکھا جاویگا اخرج کیا اسکا بخاری نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مین مخصوص ہین
کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی نفل کی بیٹھ کے اور پوچھا صحابہ رض نے ارشاد فرمایا آپ نے کہ ثواب قاعد کا نصف ہے قائم کے فرمایا کہ مین نہین ہون مثل
تمہارے روایت کیا اسکو مسلم نے ابن عمر سے **ص** اور کھڑے ہوکے شروع کرنا اور پھر بیچ مین بے عذر بیٹھ جانا مکروہ ہے اور نفل باہر شہر کے سواری پر اگرچہ قبلے کیطرف
منھ نہو اشارے سے درست ہے **ف** اور باہر شہر کی آمین قید ہے شہر کے اندر درست نہین کیونکہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو کہ نماز پڑھتے تھے حمار پر اور وہ متوجہ تھے طرف خیبر کے یعنی منھ آپکا خیبر کی جانب تھا اشارے سے اور جب کہ یہ فعل مخالف قیاس ہے تو اپنے مورد مین
منحصر ہوگا اور یہ حدیث خود شرح وقایہ مین مذکور ہے روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داود اور نسائی نے اور اس مین اشارے کا ذکر نہین آو غلطی بیان کی
دارقطنی اور نسائی نے عمرو بن یحییٰ کی کہ اُسنے عَلٰی حِمَارٍ کا لفظ کہا اور صحیح عَلٰی رَاحِلَتِہٖ ہے یعنی اپنی اونٹنی پر تھے اور روایت کی دارقطنی نے غرائب مالک
مین انس سے کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور وہ متوجہ تھے طرف خیبر کے حمار پر نماز پڑھتے تھے اشارے سے اور سکوت کیا اسپر اور امام
مین شیخ تقی الدین نے نسبت کی البخاری کی طرف صحیحین کے اور زیلعی نے نہین دیکھا اسکو صحیحین مین اور کہا عبد الحق نے جمع الصحیحین مین کہ منفرد ہوے
بخاری ساتھ ذکر اشارے کے کہا شیخ ابن الہمام نے وَقَدْ رَاَیْنَاہُ فِیْ بَابِ الْوِتْرِ فِی السَّفَرِ فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ یعنے دیکھا مین نے
اس حدیث کو صحیح بخاری باب الوتر فی السفر مین حدیث ابن عمر رض سے اور روایت کیا اسکو ابن حبان نے نوع اول مین قسم رابع کی صحیح مین جابر رضی اللہ عنہ
سے کہ دیکھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے تھے نوافل راحلے پر ہر طرف اشارے سے اور راحلہ اونٹ کو کہتے ہین **ص** تو اگر سواری پر نفل شروع

ﻟﮧ اما م نام کتاب کا ہے ١

کیا اور پھر تراوا اور تمام کیا جائز ہے اور اگر نیچے شروع کیا اور سوار ہی پر تمام کیا نماز فاسد ہوگی

فصل تراویح کے بیان میں

تراویح رمضان میں قبل وتر کے بعد عشا کے بیس رکعتیں سنت ہیں اور ہر چہار رکعت کے بعد جتنی دیر میں کہ اسکو پڑھا ہو بیٹھے اور پانچ ترویحے ہوتے ہیں اور ترویحہ ہر چہار رکعت کو کہتے ہیں اور ہر ترویحے میں دو سلام ہیں اور ایک ختم رمضان میں سنت ہے اور قوم کی سستی سے ترک نہیں کرنا چاہیے اور سوا رمضان کے وتر جماعت سے نہ پڑھیں اور رمضان میں وتر جماعت سے پڑھیں **ف** جاننا چاہیے کہ تراویح کے سنت ہونے میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور بعضوں کے نزدیک مستحب ہے اور ہدایہ کی متن میں لفظ یستحب کا وارد ہے اور اسی طرح جامع صغیر میں امام محمد کی مذکور ہے لیکن کہا صاحب ہدایہ نے وَالاَصَحُّ اَنَّهَا سُنَّةٌ كَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ لِاَنَّهُ وَاظَبَ عَلَيْهِ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيَّنَ الْعُذْرَ فِي تَرْكِ الْمُوَاظَبَةِ وَهُوَ خَشْيَةُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْنَا یعنی صحیح یہ ہے کہ تراویح سنت ہے[یعنی سنت مؤکدہ ہے ۱۲] ایسی ہی روایت کی حسن نے ابو حنیفہؒ سے کیونکہ مواظبت کی اسپر خلفای راشدین نے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا عذر کو ترک مواظبت میں اور وہ خوف اس بات کا کہ فرض ہو جاوے اور کہا امام المحقق شیخ الفقہاء والاصولیین مولانا کمال الملۃ والدین نے فتح القدیر میں کہ ظاہر منقول یہ ہے کہ شروع تراویح کا زمانہ حضرت عمرؓ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ مروی ہے عبد الرحمٰن ابن القاری سے کہا کہ نکلا میں ساتھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ایک رات طرف مسجد کے تو ناگاہ لوگ متفرق و منتشر ہیں یعنے جدا جدا نماز پڑھ رہے ہیں کوئی شخص اکیلے پڑھتا ہے اور کوئی شخص دس آدمیوں کے ساتھ اسیطرح سو فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ میں جانتا ہوں کہ اگر جمع کروں میں ان سب کو ایک قاری پر البتہ اچھا ہوتا تو جمع کیا ان کو ابی بن کعبؓ پر پھر میں دوسری رات ان کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے ساتھ پڑھ رہے تھے تو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یعنی اچھی ہے یہ بدعت روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم پکڑو تم اپنے اوپر سنت میری اور سنت خلفای راشدین کی بعد میرے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض کیے اللہ نے تمپر روزے رمضان کے اور سنت کیا قیام اسکا اور بیان کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر اسکے ترک میں اور وہ عذر یہ تھا کہ آپ کو خوف فرض ہو جانیکا تھا جیسا کہ بیان کیا اسکو ہم نے باب الوتر میں حدیث ابن حبانؓ سے اور اوپر یہ حدیث گذر چکی اور صحیحین میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی نماز مسجد میں تو پڑھی انکے ساتھ نماز لوگوں نے پھر دوسری رات پڑھی تو بہت ہوگئے آدمی پھر سب جمع ہوئے تیسری رات اور آپ نہ نکلے تو کہا آپ نے جب صبح ہوئی کہ میں نے جانا جو تم نے کیا لیکن میں اسواسطے نہ نکلا کہ تمپر فرض نہو جاوے اور یہ رمضان میں تھا زیادہ کیا بخاری نے کتاب الصوم میں سو انتقال کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حکم ایسا ہی رہا اور اوپر ہم باب النوافل میں حدیث ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے بیان کر چکے کہ انھوں نے پوچھا حضرت عائشہؓ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو رمضان میں کہا حضرت عائشہؓ نے نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان اور نہ غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر آخر حدیث تک اور جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی نے اور بیہقی نے اس سے اور بغوی نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے رمضان میں بیس رکعتیں سوا وتر کی سو ضعیف ہے بسبب ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان جد امام ابو بکر بن ابی شیبہ کے اتفاق کیا گیا ہے اسکے ضعف پر باوجود اسکے کہ مخالف ہے روایت صحیحہ کی مترجم کہتا ہے کہ ابراہیم بن عثمان واسطی کو ذکر کیا شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہ روایت کی عثمان دارمی نے ابن معینؓ سے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور کہا احمد نے ضعیف ہے اور کہا بخاری نے سکوت کیا اس سے

اور کہا نسائی نے متروک ہے حدیث اسکی اور منا کرا بو شیبہ سے ایک وہ ہے جو روایت کی بغوی نے حدیث بیان کی ہم سے منصور بن ابی مزاحم نے کہا حدیث بیان کی
ہمسے ابو شیبہ نے اسنے حکم سے اسنے مقسم سے انھون نے ابن عباس سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے رمضان مین سوا جماعت کی بیس رکعت اور وتر
اور پھر کہا شیخ ابن الہمام نے ہان بیس رکعتین حضرت عمرؓ سے ثابت ہوئین موطا مین ہے یزید بن رومان سے کہا کہ تھے لوگ کھڑے ہوتے زمانہ عمر بن الخطابؓ
مین ساتھ تئیس رکعتون کے یعنی تراویح کی بیس رکعتین اور وتر کی تین اور روایت کی بیہقی نے معرفت مین سائب بن یزید سے کہا کہ کھڑے ہوتے تھے ہم زمانہ
عمرؓ مین ساتھ بیس رکعتون اور وتر کے کہا نووی نے خلاصے مین اسناد اسکی صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمر بن الخطاب سے کہ انھون نے
حکم کیا ایک شخص کو کہ پڑھاوے انکے ساتھ بیس رکعتین اور روایت کی ابو الحسناء سے کہ حضرت علیؓ نے حکم کیا کہ ایک شخص کو کہ پڑھے انکے ساتھ بیس رکعتین اور
عبد العزیز بن رفیع سے کہا کہ تھے ابی بن کعبؓ نماز پڑھتے ساتھ آدمیون کے مدینے مین بیچ رمضان کی بیس رکعتین اور وتر پڑھتے تھے تین رکعتین اور ربیع سے
انھون نے ابی البختری سے کہ وہ پڑھتے تھے پانچ ترویحے رمضان مین اور وتر پڑھتے تھے تین رکعت اور ابی اسحق سے انھون نے حارث سے کہ وہ امامت کرتے
لوگون کی رمضان مین رات کو ساتھ بیس رکعتون کے اور وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعتون کے اور قنوت پڑھتے تھے قبل رکوع کے اور عطاء سے کہ کہا انھون
نے پایا مین نے لوگونکو اور وہ پڑھتے تھے تئیس رکعتین مع وتر کے اور پھر کہا شیخ ابن الہمام نے ایک روایت موطا مین گیارہ رکعت ہین اور جمع دونون
روایتونکا اسطرح ہے کہ پہلے گیارہ رکعت ہون اور پھر مستقر ہوا امر بیس رکعت پر پس بیشک یہی متوارث ہے اور حاصل ہوا ان سب روایتون سے کہ قیام رمضان کا
سنت ہے اسمین گیارہ رکعتین ہین مع وتر کے جماعت سے کیا اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترک کیا بسبب خوف فرضیت کے اور اگر نہوتا یہ خوف البتہ مواظبت
فرماتے آپ اور نہین شک ہے کہ یہ خوف وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی نہین رہا لہذا تراویح سنت ہوگی اور بیس رکعتین سنت خلفای راشدین کی
ہین اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تم پر لازم ہے سنت میری اور سنت خلفای راشدین کی ملاتا ہے طرف سنت انکی کو اور یہ مستلزم اس بات کو
نہین کہ تراویح کی بیسون رکعتین سنت ہوجاوین اسواسطے کہ سنت اس امر کو کہتے ہین جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہووے مگر عذر سے
اور برتقدیر نہونے عذر کے مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت پر جسمین ہے تین رکعتین وتر کی ہوئین تو اس صورت مین بیس رکعتین مستحب
ہونگی اور آٹھ ان مین سے سنت جیسے کہ چار رکعت بعد عشا کی مستحب ہین اور دو سنت اور ظاہر کلام مشایخ کا یہی ہے کہ سنت بیس رکعتین ہین اور مقتضا
دلیل کا وہ ہے جو ہم نے بیان کیا تو اس صورت مین اولے وہ ہے جو قدوری مین ہے لفظ یستحب کا نہ جو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے انتہی ما قال الشیخ ابن الہمام

فصل نماز خسوف اور کسوف و استسقا کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ خسوف چاند کے تاریک ہونے کو کہتے ہین اور کسوف آفتاب کے تاریک ہونے کو اور بعض ایک کو دوسرے پر اطلاق کرتے ہین اور ہندی مین اسکو گہن
کہتے ہین مسئلہ وقت کسوف کے امام جمعے کا یعنی حاکم آدمیون کے ساتھ دو رکعت پڑھے بغیر اذان اور اقامت کے مانند نفل کے اور ہر رکعت مین ایک رکوع کرے اور امام شافعی کے
نزدیک دو دو رکوع کرے اور قراءت کا اخفا کرے اور طول قراءت کا کرے دونون رکعتون مین اور بعد اسکے دعا مانگے یہانتک کہ آفتاب روشن ہو جاوے اور خطبہ نہ پڑھے
اور جو امام جمعے کا حاضر نہو اکیلے اکیلے پڑھین اور نماز خسوف بھی ایسی ہی ہے مگر اس مین جماعت نہین ف اور رکوع کے باب مین روایتین مختلف ہوئین
بعض روایات مین ہر رکعت مین دو رکوع ہین اور بعض مین تین اور ابن عباسؓ اور علیؓ کی روایت مین چار رکوع ہین ہر رکعت مین اور ایک روایت مین ابو داود
کی ابی بن کعبؓ سے پانچ رکوع ہین اور کسی روایت مین ایک رکوع ہے مثل اور نماز کے اسواسطے کہا علما ہمارے نے کہ جب مختلف ہوئین روایتین تمسک

کیا ہم نے ساتھ حال اور نمازون کا اور بھی روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے شمائل مین اور نسائی نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ کسوف ہوا آفتاب کا عہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سو کھڑے ہوئے آپ اور طول کیا قیام کو پھر رکوع کیا سو کسی طرح نہ اٹھاتے تھے سر اپنا پھر اُٹھایا سو کسی طرح سجدہ نہین کرتے تھے
پھر سجدہ کیا سو کسی طرح سر نہ اٹھاتے تھے پھر اٹھایا سر تو کسی طرح سجدہ نہین کرتے تھے پھر سجدہ کیا تو کسی طرح سر نہین اُٹھاتے تھے پھر اٹھایا سر اور کیا ایسا ہی
دوسری رکعت مین آخر حدیث تک اور مروی ہے یہ حکم عبد الرحمن بن سمرہ سے بھی غرض مختلف ہوئین اس باب مین روایتین اور روایت کیا حدیث عبد اللہ
ابن عمرو بن العاص کو حاکم نے اور کہا صحیح ہے اور نہین اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے بوجہ عطاء بن السائب کے اور یہ توثیق ہے اُنسے عطاء کی اور تحقیق کہ اخراج
کیا اس سے بخاریؒ نے ساتھ ابو بشر کے اور کہا یحیی ابن معین نے لا یحتج بحدیثہ یعنی نہین حجت ہوگی اسکی حدیث اور فرق کیا امام احمدؒ نے اس شخص مین جسنے
پہلے اُس سے سنا اور جسنے پیچھے اُسکے سنا یعنی اول سننے کی روایت صحیح ہے اور پھر عطاء کا حافظہ خراب گیا تھا اور سکوت کیا اس سے ابو داؤد نے اور روایت کی ابو داؤد اور نسائی نے
سمرہ بن جندب سے ایک رکوع اور طول کیا اسمین شیخ ابن الہمام نے اور اس کتاب مین بوجہ خوف طول ترک کیا اور دعا بھی بعد نماز کے آفتاب کے صاف ہونے
تک لازم ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مغیرہ مین کہ جب دیکھو تم اُسکو تو ذکر کرو اللہ کا اور دعا کرو اور نماز پڑھو یہانتک کہ روشن ہو جاوے
آفتاب اور بعض مشائخ نے کہا کہ آندھی اور تاریکی مین بھی یہ نماز مستحب ہے ابن عباس نے پڑھی نماز واسطے زلزلے کے بصرے مین اور خسوف اور کسوف کی نمازین
جہر چاہیے صاحبین کے نزدیک اور دلیل اُنکی حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے صحیحین مین کہ جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خسوف مین اور بخاری مین ہے
کہ جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف مین اور روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ وغیرہما نے اور ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک سر چاہیے کیونکہ
مروی ہے حدیث ابن عباس سے مسند احمد اور ابو یعلی مین کہ نماز پڑھی مین نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کسوف کی اور نہ سنا مین نے اُن سے ایک حرف قرات سے اور اسناد
مین اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور روایت کیا اسکو بیہقی نے معرفت مین دو طریقون سے اور طریقہ حاکم بن ابان سے جیسا کہ روایت کیا اسکو طبرانی نے پھر کہا اگرچہ ان
لوگون سے حجت نہین لیکن روایتین انکی شاہد ہین روایت ابن عباس کو اور حدیث سمرہ مین ہے فلا نسمع له صوتا یعنی ہم نہین سنتی تھے آواز قرات کی
ص اور جب پانی برسنا بند ہو جاوے تو ہر شخص دعا کرے اور استغفار نہ اسمین جماعت ہے اور نہ خطبہ اور اگر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیوین تو درست ہے ف کیونکہ
فرمایا اللہ تعالی نے استغفروا ربکم انه کان غفارا یعنی استغفار مانگو اللہ سے کہ وہ بڑا بخشش کرنیوالا ہے اور کہا امام محمد نے نہین نماز ہے استسقا مین
سوا اسکے نہین کہ اسمین دعا ہے اور پہونچا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نکلے اور دعا کی اور پہونچا ہمکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ چڑھے
منبر پر اور دعا مانگی اور طلب پانی کی کی اور نہین پہونچا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث مین کہ نماز پڑھی ہو آپ نے مگر ایک حدیث شاذ مین
کہ نہین تمسک کیا جاویگا ساتھ اُسکے اور حق یہ ہے کہ اکثر احادیث مین نماز کا ذکر نہین لیکن ذکر نماز کا بعض احادیث مین وارد ہے بیان کیا
اُن کو شیخ ابن الہمام نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین وکیع سے انھون نے عیسی بن حفص بن عاصم سے انھون نے عطاء بن
ابی مروان اسلمی سے انھون نے اپنے باپ سے کہا کہ نکلے ہم ساتھ عمر بن الخطاب کے واسطے استسقا کے سو نہ کیا کچھ مگر استغفار ص اور منہ
قبلے کی طرف کرین اور چادر کو نہ الٹین ف بعض احادیث مین چادر کو الٹنا اسطرح پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنا کنارہ چادر کا
بائین طرف کیا اور بایان کنارہ داہنی طرف کیا اور ظاہر چادر کا باطن ہو گیا اور باطن چادر کا ظاہر ہو گیا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور اکثر
احادیث مین اس کا ذکر نہین اسیواسطے ہمارے نزدیک یہ نہ کرین کہ شاید معجزے مین داخل ہو ص اور ذمی حاضر نہووے ف
ذمی اُس کافر کو کہتے ہین کہ اسلام مین جس کو امن دی گئی ہو اور اُسپر جزیہ بندھا ہووے تو ذمی اسواسطے حاضر نہو کہ یہ دعا وغیرہ واسطے
طلب نزول رحمت کے ہے اور اُسپر لعنت برستی ہے

ص باب فرض پانیکے بیان مین

جسنے کہ نماز فجر یا مغرب تنہا شروع کی اور پھر تکبیر کہی گئی واسطے جماعت کی نماز توڑ دے اور جماعت سے پڑھے اگرچہ ایک رکعت پڑھ چکا ہووے اسلیے کہ جو دوسری
رکعت ملا ویگا تو دو رکعت فجر مین اسکی نماز تمام ہو جاوے گی اور مغرب مین اکثر نماز ہو گئی اور اکثر کو حکم کل کا ہی پس فوت ہو جاویگی جماعت یا پڑھ دو رکعت
نفل بعد غروب کے ہون گی اور وہ مکروہ ہین اور نماز کے توڑنے مین اگرچہ ابطال عمل ہی اور ابطال عمل ممنوع ہی بحکم خدا کے تعالی و لا تبطلوا اعمالکم
لاکن ابطال بقصد اکمال ابطال نہین اور جسنے عشا یا عصر یا ظہر مین شروع کیا اور پھر تکبیر ہوئی واسطے جماعت کے توڑ دے اور ملجاوے مگر اگر پہلی رکعت
کا سجدہ کر لیا ہو تو دوسری رکعت بھی اسکے ساتھ ملا لیوے تا کہ ایک دوگانہ نفل کا پورا ہو جاوے اور ایک رکعت ضائع ہو جاوے فرمایا اللہ تعالی نے
و لا تبطلوا اعمالکم یعنی نہ باطل کرو اپنے عملون کو پورا اسکے سلام پھیرے کہ جماعت مین ملے اور بغیر دوسری رکعت ملائے نہ توڑے اور اگر ایک رکعت
سے کم پڑھی ہی تو توڑ دے اور جماعت مین شریک ہووے اگر چار رکعتی نماز مین تین پڑھ چکا ہی اور تکبیر ہوئی نماز کو تمام کرلے بعد اسکے نفل جماعت کے ساتھ پڑھے اگر عصر نہ ہو
پھر امام کے ساتھ پڑھے کیونکہ نفل بعد عصر کے مکروہ ہی اور اگر مسجد مین اذان ہو گئی تو مسجد سے نکلنا قبل نماز کے مکروہ ہی مگر اسکو جو دوسری جماعت کا منتظم ہے
ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے کہ پائی اذان مسجد
مین پھر نکلا بغیر کسی حاجت کے اور وہ پھر آنیکا ارادہ نہین رکھتا سو وہ منافق ہی اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین سعید بن المسیب سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین نکلتا ہی کوئی شخص مسجد سے بعد اذان کے مگر منافق لیکن جس شخص کو کسی حاجت نے نکالا ہووے اور وہ پھر آنیکا ارادہ رکھتا ہو اور
مراسیل سعید کے مقبول ہین بالاتفاق کیونکہ پایا ان لوگون نے ان کے مراسیل کو مسانید اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابو الشعثا سے
کہا کہ تھے ہم ساتھ حضرت ابو ہریرہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین سو نکلا ایک شخص جب اذان دی موذن نے تب کہا ابو ہریرہ نے کہ اس
شخص نے نافرمانی کی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابو القاسم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہی اور روایت کیا اسکو احمد نے ابو ہریرہ سے مسند مین
اور زیادہ کیا اسمین کہ حکم کیا ہم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلے مسجد سے بعد اذان کے اور جو شخص ظہر یا عشا کی نماز پڑھ چکا ہی اسکو بعد اذان کے مسجد سے
نکلنا مکروہ نہین مگر جب اقامت ہو گئی مکروہ ہی کہ قبل نماز کے وہان سے نکلے اگرچہ آپ نماز پڑھ چکا ہو مگر یہ کہ دوسری جماعت کا منتظم ہووے اور فجر عصر مغرب مین
اگر نکلجاوے تو جائز ہی بغیر کراہت کے اگرچہ تکبیر ہو چکی ہو کیونکہ اگر جماعت مین شریک ہو جاویگا تو وہ نماز نفل ہوگی اور نفل بعد فجر اور عصر کے مکروہ ہی اور مغرب
مین تین کو نفل نہین اور تین رکعت نفل شروع نہین اور جو شخص ڈرتا ہو کہ اگر سنت فجر کی پڑھونگا تو نماز فرض جماعت سے نہ ملیگی سنت کو ترک کرے
اور جو ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو ترک نکرے اور اگر سنت فجر کی بدولت فرض کے فوت ہو گئی تو قضا نکرے جبتک کہ آفتاب نہ نکلے کیونکہ فرض تو پڑھ چکا
اور فقط نفل باقی رہا اور نفل بعد فجر کے مکروہ ہی یہانتک کہ آفتاب نکلے اور دلیل اسکی گذر چکی اور بعد آفتاب نکلنے کے بھی شیخین کے نزدیک قضا نکرے
اور امام محمد کے نزدیک زوال تک قضا کرے اور بعد زوال کے نکرے اور اگر ساتھ فرض کے فوت ہوئی ہو تو اگر قبل زوال قضا کرے
تو دونون کی قضا کرے اور بعض مشائخ کے نزدیک بعد زوال کے بھی اور بعض کے نزدیک بعد زوال کے فقط فرض کی قضا پڑھے ف اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی جب رات تعریس مین فجر فوت ہوئی تھی تو آپنے قضا کیا تھا اسکو ساتھ سنت کے قبل زوال کے ساتھ اذان اور اقامت کے جماعت سے
اور جہر کیا قرات کا یہ حدیث شرح وقایہ مین مذکور ہی اور روایت ہی ابو قتادہ سے کہا کہ سیر کی ہم نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک رات یعنی جب
تھوڑی رات باقی تھی سو کہا ہم مین سے بعض لوگون نے کاش کہ سو رہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا آپنے خوف کرتا ہون مین کہ سو جاؤ تم نماز سے

ف۱ یعنی کسی اور مسجد کا امام ہووے کہ اسکے نہ جانے سے وہان جماعت فوت ہوگی ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۲ یعنی دو رکعت سنت فجر کا وقت قبل فرض کے تھا اور جو قبل فرض کے ادا نہوئین تو اب حکم انکا نفل کا ہو گیا ۱۲ عبد ف۳ تعریس کہتے ہین مسافر کے اترنے کو آخیر رات مین ۱۲ منہ

یعنی نماز فجر سے تب کہا بلالؓ نے جگا دونگا مین آپ کو اور رسول اللہ سولیٹ رہے سب لوگ اور بلالؓ نے اپنی اونٹنی پر تکیہ لگایا اور وہ بھی سو گئے پھر جب جاگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا دیکھا کہ نکل آیا کنارہ آفتاب کا پھر کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کہان گیا وہ جو تمنے کہا تھا جواب دیا بلال نے کہ کبھی ایسی نیند آج تک مجھکو نہین آئی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ نے قبض کر لین روحین تمہاری اور پھیر دیتا ہے جسوقت چاہتا ہے ای بلال کھڑا ہو اور اذان دے نماز کی اور وضو کیا اور جب بلند ہوگیا آفتاب اور سپید ہوا کھڑے ہوئے آپ اور نماز پڑھی جماعت سے روایت کیا اسکو بخاری مسلم ابوداؤد نسائی ترمذی وغیرہم نے اور ابوداؤد کی روایت مین ہے کہ جب جگایا انکو آفتاب کی گرمی نے سو کھڑے ہوئے اور چلے پھر اترے اور وضو کیا اور اذان دی بلالؓ نے پھر پڑھی انھون نے سنت فجر کی بعد اسکے پڑھی نماز فجر کی اور سوار ہوئے آخر حدیث تک اور روایت کیا اسکو مالک نے زید بن اسلم سے مرسل اور روایت کی نسائی نے ابن عباس سے اور اس سے ثابت ہوا کہ اور نمازون کی قضا کرے تو بھی اذان اور اقامت کہے اور جماعت سے پڑھے اور یہ حکم فقط سنت فجر مین ہے کیونکہ اسمین تاکید زیادہ ہے سب سنتون سے اور باقی سنتون مین یہ حکم نہین ہے سنت ظہر کی چاہے خوف ہو جماعت کے جانیکا یا نہو ترک کیجائیگی اور بعد فرض کے قبل دوگانہ سنت کے پڑھ لیوے اور سوا انکے کوئی سنت قضا نہیں کیجاویگی ف کیونکہ سنتین عصر اور عشا کی مستحب ہین اور مغرب کا اول مین سنت ہی نہین اور مغرب و عشا کے بعد کی سنتین اگرچہ سنت ہین لیکن انکی تاکید نہین اور سنت فجر مین آپ نے ارشاد فرمایا لَا تَدَعُوْهُمَا وَاِنْ طَلَبَتْكُمُ الْخَيْلُ یعنی پڑھ لو ان دو رکعتون کو اگرچہ روندڈالین تمکو گھوڑے اور نہ چھوڑو انکو روایت کیا اسکو ابوداؤد نے ابوہریرہ سے اور سند اسکی ضعیف ہے لیکن قابل قبول کے ہے اور صحیحین مین ہے حضرت عائشہ سے کہ نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ نگاہ رکھنے والے کسی نفل کو سنت فجر سے اور سنن نسائی مین ہے کہ دو رکعتین قبل فجر کے بہتر ہین دنیا سے اور جو اسمین ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت ظہر مین کہ جو شخص چھوڑیگا چار رکعت کو قبل ظہر کے نہ پہونچیگی اسکو شفاعت میری اور یہ حدیث ہدایہ مین ہے کہا شیخ ابن الہمام نے وَاَمَّا مَا ذَكَرَهُ مِنْ حَدِيْثِ سُنَّةِ الظُّهْرِ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِهٖ یعنی جو ذکر کیا اسکو مصنف نے سنت ظہر مین سوا اللہ اسکو جانتا ہے اور یہ حدیث انکو نہین ملی لیکن صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین چھوڑتے تھے چار رکعت کو قبل ظہر کے اور دو رکعتون کو قبل فجر کے اور ایک روایت مین ہے کہ نہین چھوڑتے تھے اسکو کبھی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَتْرُكُوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَاِنَّ فِيْهِمَا الرَّغَائِبَ یعنی نہ ترک کرو دو رکعتون کو قبل فجر کے کیونکہ اسمین بہت عطائین ہین اللہ تعالیٰ سے اخراج کیا اسکو ابویعلیٰ نے ابن عمر سے اور کہا حضرت عائشہؓ نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے سنتون کو اور کبھی ترک کرتے تھے لیکن نہین دیکھا مین نے آپکو کہ ترک کی ہون دو رکعتین قبل فجر کے سفر اور حضر مین روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط مین قابوس بن ابی ظبیان سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ف اور جس شخص نے ایک رکعت ظہر کی جماعت سے پائی جماعت اسنے نہین پڑھی بلکہ فضیلت جماعت کی پائی تو اگر کسی نے قسم کھائی کہ ظہر کی نماز مین جماعت سے پڑھونگا اور اسنے ایک رکعت پائی قسم اسکی جھوٹی ہوئی کیونکہ اسنے جماعت کو نہین پایا بلکہ فضیلت جماعت کو پایا اور جو شخص کہ مسجد مین آیا اور جماعت اسمین ہو چکی تھی تو اسنے چاہا کہ فرض کو تنہا ادا کرے تو کرخی وغیرہ کے نزدیک سنتین نہ پڑھے اور حسن بن زیاد کے بھی نزدیک فرض سے شروع کرے لیکن اصح یہ ہے کہ سنتین پڑھے لیکن جب وقت تنگ ہو تو ترک کرے اور فرض پڑھے تو فوت نہو جاوے اور جس نے کہ اقتدا کی اور امام رکوع مین ہے اور ٹھہر رہا یہانتک کہ امام نے سر اٹھا لیا تو وہ رکعت اسکو نہین ملی اور امام زفر کے نزدیک مل گئی اگر کسی شخص نے قبل امام کے رکوع کیا اور پھر امام رکوع مین گیا درست ہوگیا اور امام زفر کے نزدیک درست نہین

باب قضا نمازون کے پڑھنے کے بیان مین

اگر کسی شخص کی ایکدن رات کی نماز یعنی پانچ نمازین اور وتر فوت ہوے ترتیب سے پڑھنا فرض ہے اور جب بعض وقتی ہون اور بعض قضا اسمین بھی ترتیب فرض ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے پھر بیہقی نے اسمعیل بن ابراہیم ترجمانی سے انھون نے سعید بن عبدالرحمن جمحی سے

انھون نے عبد اللہ سے انھون نے نافع سے انھون نے ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بھول جاوے نماز اور نہ یاد کیا اسکو مگر اسوقت
مین کہ وہ ساتھ امام کے نماز پڑھتا ہے سو تمام کرلے نماز اپنی اور بعد اسکے اُس قضا نماز کو پڑھے اور جب فارغ ہو اُس نماز سے تو اعادہ کرے اُس
نماز کو جو ساتھ امام کے پڑھی تھی اور روایت کیا اسکو مالک نے نافع سے انھون نے ابن عمر سے موقوفا اور صحیح کیا دارقطنی اور ابو زرعہ نے وقف اسکا اور
اختلاف کیا انھون نے اُس شخص مین جسنے رفع مین خطا کی سوا انمین سے وہ لوگ ہین جنھون نے نسبت کی خطا کی طرف سعید بن عبد الرحمٰن کے اور بعضون نے
طرف ترجمانی کے اور لیکن شک نہین اس بات مین کہ رفع زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے اور یہ دونون شخص ثقہ ہین کہا یحییٰ ابن معین نے ترجمانی
مین نہین جرح ہے ساتھ اُن کے اور ایسا ہی کہا ابو داؤد اور احمد نے اور اسی طرح توثیق کی ابن معین نے سعید کی اور ذکر کی ذہبی نے توثیق اسکی بہت لوگون سے
میزان الاعتدال مین تو اگر کوئی کہے کہ یہ دونون برابر مالک کے نہین اور مالک نے وقف کیا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعارض نہین ہے جسمین برابری توثیق
مین دونون راویون کی شرط ہو بلکہ زیادتی ہے اور زیادت مین برابر ہونا راویونکا قوت مین شرط نہین اور حجت نہ پکڑی جاویگی ساتھ قول رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے جو شخص کہ سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جاوے اسکو تو پڑھ لے اسکو جب یاد کرے اسکو کیونکہ اس سے معلوم نہین ہوتا کہ اول جو اسنے
نماز بھولے سے پڑھ لی ہے اسکو پھر اعادہ کرے اور وہ نماز فاسد ہو گئی اور دلیل اول اسکی یہ ہے کہ روایت کی ترمذی اور نسائی نے عبد اللہ بن مسعود سے
کہا کہ بتحقیق مشرکین نے روک رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازون سے دن خندق کے یہانتک کہ کچھ رات بھی گذر گئی تھی سو حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بلال کو اور انھون نے اذان دی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی اول ظہر کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی عصر کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی مغرب کی پھر اقامت
کہی اور نماز پڑھی عشا کی کہا ترمذی نے نہین ہے ساتھ اسناد اسکی کے کچھ جرح لیکن ابو عبیدہ نے اپنے باپ ابن مسعود سے نہین سنا یعنی وہ منقطع ہے اور جواب اسکا
یہ ہے کہ منقطع درصورت ثقہ ہونے راویون کے مرسل مین داخل ہے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے خلاصے مین کہ ابو عبیدہ نے
نہین پایا اپنے باپ کو اور یہ قول صحیح نہین کہا ابو داؤد سلیمان بن اشعث نے تُوُفِّیَ وَلِدَ اَبِی عُبَیدَۃَ سَبعَ سِنِینَ یعنی وفات کی عبد اللہ بن مسعود نے
اور ابو عبیدہ سات برس کے تھے نقل کیا یہ شیخ ابن الہمام نے علاوہ اسکے اخراج کیا اسکا نسائی نے خدری سے اور ابن حبان نے صحیح مین اور روایت
کی بزار نے جابر بن عبد اللہ سے اَنَّہٗ عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ شُغِلَ یَومَ الخَندَقِ عَن صَلوٰۃِ الظُّهرِ وَالعَصرِ وَالمَغرِبِ وَالعِشَاءِ حَتّٰی ذَهَبَ سَاعَۃٌ مِّنَ
اللَّیلِ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّی الظُّهرَ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّی العَصرَ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّی المَغرِبَ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّی العِشَاءَ
قَالَ مَا عَلٰی وَجہِ الاَرضِ قَومٌ یَذکُرُونَ اللّٰہَ فِی ہٰذِہِ السَّاعَۃِ غَیرُکُم اور معنی اسکے وہی ہین جو اوپر گذرے لیکن اسمین ہر نماز مین اذان بھی ہے اور اسناد
مین اسکی عبد الکریم بن ابی المخارق ضعیف ہے ضعیف کیا اسکو ائمہ حدیث نے مثل ترمذی وغیرہ کے اور روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے اور ابن حبان نے
اور سوا اُن کے بہت لوگون نے نص اور جسکو یاد ہے کہ اسنے رات کو وتر نہین پڑھی فجر کی نماز اسکی جائز ہوگی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز ہوگی
اور اگر اسکو معلوم ہوا کہ فرض عشا کے بے وضو پڑھے تھے اور سنت اور وتر کو باوضو امام صاحب کے نزدیک فرض و سنت کا اعادہ کرے اور وتر کا اعادہ نہ کرے
اور صاحبین کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے اور ترتیب کو ساقط کر دیتی ہے وقت کی تنگی تو مثلاً عشا اور وتر فوت ہو گئی اور فجر کا وقت اتنا باقی ہے کہ پانچ رکعت
پڑھ سکتا ہے صبح کی نماز اور وتر پڑھ لیوے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور اگر ظہر اور عصر فوت ہوئین اور وقت مغرب کا اتنا باقی ہے کہ سات رکعتین پڑھ سکتا ہے
ظہر اور مغرب پڑھ لیوے اور بھول جانا بھی ترتیب کو ساقط کر دیتا ہے مثلاً ادا پڑھنے کے وقت قضا یاد نہ رہی اور پانچ نمازون سے زیادہ اگر فوت ہو جاوین

[illegible]

کوئی عشا ادا کر چکا ہو — بھی ہو جاتا ہے اس علت سے کہ لان پر — اسی طرح بھی بعینہ اسکے ذکر — عشا مین فرض ہی لیکن — اور ترتیب الکبیر وتر و فرض — امام صاحب کے نزدیک — کو وتر نماز مستقل علیحدہ ہی — کو اداکر تا ۱۲ مستقل ہے — یعنی ترتیب سے فوت — ۱۲ منہ

تو بھی ترتیب ساقط ہوتی ہے اگرچہ اگلی ہوں یعنی چھ سے زیادہ ہوں یا حادث ہوں یعنی چھ سے کم ہوں یا چھ ہوں اور اگر کسی کی ایک مہینے کی نمازیں قضا ہوئیں اور اسنے نادم ہو کے وقتی نمازیں پڑھنا شروع کیں پھر اسنے ایک نماز چھوڑ دی اور اسکو یاد ہے تو اسکو وقتی پڑھنا بغیر ادا کرنے اسکی قضا کے درست ہے اور اسیطرح اگر سارے مہینے کی قضا نمازوں کو پڑھ لیا مگر ایک یا دو فرض باقی رہے تو اُسکو ترتیب فرض نہیں کیونکہ ترتیب جب ہی جب پانچ یا کم قضا ہوئی ہوں ہاں جب سب ادا کرلے گا ترتیب آجاویگی اور بعض مشائخ کے نزدیک جب پانچ یا کم باقی رہیں تو پھر ترتیب فرض ہوجاتی ہے اور پہلا مذہب مختار امام سرخسی کا ہے اور صاحب محیط نے کہا ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور اگر کسی کی ایک نماز قضا ہوگئی تھی اور اسکو یاد تھی اور بغیر اسکے ادا کیے پانچ نمازیں پڑھیں سب فاسد موقوف ہونگی تو اگر ایک نماز اور پڑھ لی سب صحیح ہوجاوینگی اور اگر قضا بعد پانچ نمازوں کے پڑھ لی وہ فرض نمازیں سب نفل ہوجاوینگی نزدیک امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے اور انکو پھر پڑھنا پڑیگا اور امام محمد کے نزدیک نفل بھی نہونگی بلکہ سب باطل ہوجاوینگی

باب سجدۂ سہو کے بیان میں

اگر ایک رکن کو دوسرے رکن پر مقدم کیا یا تاخیر کیا یا ایک کو دو بار کیا یا کسی واجب کو بدل دیا یا بھولے سے چھوڑ دیا جیسے رکوع قبل قراءت کے کر لیا یا بیچ کے تشہد میں بعد تشہد کے پھر بیٹھا رہا اور امام صاحب سے مروی ہے کہ اگر ایک حرف تشہد پر زیادہ کیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر اللھم صل علی محمد تک پڑھا کیا تو واجب ہوگا مگر جب ایک رکن کے موافق زیادہ ہووے جیسے قیام یا قعود یا دو بار رکوع کرے یا جہری نماز میں آہستہ پڑھے اور آہستہ والی میں پکار کے پڑھے یا پہلا قعدہ ترک کردے غرض ترک واجب کا کرے تو ان سب صورتوں میں واجب ہے بعد ایک سلام کے دو سجدے کرے اور پھر تشہد وغیرہ پڑھ کے سلام پھیرے اور امام شافعی کے نزدیک قبل سلام کے اور بعضوں میں اختلاف ہے کہ بعد دونوں سلام کے سجدہ سہو کرے یا بعد ایک سلام کے اور اول کو اختیار کیا صاحب ہدایہ نے اور دوسرے کو صاحب کافی نے اور میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ بعد دونوں سلام کے کرے اور یہی مروی ہے احادیث میں اور ایک سلام کی روایتیں نہیں پائیں دلیل امام شافعی کی یہ ہے کہ روایت کی بخاری مسلم ابوداؤد نسائی ترمذی وغیرہم نے عبداللہ بن بحینہ سے انہوں نے کہا کہ پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کی سو کھڑے ہوگئے بعد دو رکعتوں کے اور نہ بیٹھے تو کھڑے ہوئے لوگ بھی ساتھ آپ کے یہاں تک کہ جب تمام کرلی نماز آپ نے اور انتظار کیا لوگوں نے سلام کا تکبیر کہی اور وہ بیٹھے تھے تو سجدے کیے دو سجدے قبل اسکے کہ سلام پھیریں اور سجدہ بعد سلام کا بھی مروی ہے صحاح ستہ میں حدیث ذوالیدین سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں پھر دو رکعتیں پچھلی اور سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور دو سجدے کیے اور ایک روایت میں مسلم اور ابوداؤد اور نسائی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی عصر اور سلام پھیر دیا آپ نے بعد تین رکعتوں کے یہاں تک کہ کہا راوی نے کہ پڑھی باقی رکعت پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے اور سلام پھیرا اور لیکن قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکل سہو سجدتان بعد السلام یعنی ہر سہو کے واسطے دو سجدے ہیں بعد سلام کے سو روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسمعیل بن عیاش سے حدیث ثوبان سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکل سہو سجدتان بعد السلام کہا بیہقی نے متفرد ہوا ساتھ اسکی اسمعیل بن عیاش اور وہ قوی نہیں اور ہمارے نزدیک یہ ممنوع ہے کیونکہ اسمعیل بن عیاش ثقہ ہے توثیق کی اسکی امام الجرح والتعدیل رکن الدین شیخ یحیی بن معین نے اور تضعیف اسکی ابو اسحق فزاری سے مقبول نہیں اور دیکھو کہ ابو زرعہ جو امام ہیں اس فن میں کہا انہوں نے نہیں تھا شام میں بعد اوزاعی اور سعید بن عبدالعزیز کے حافظ زیادہ اسمعیل بن عیاش سے اور عبیداللہ بن عبید کلاعی اسکی اسناد میں ثقہ ہے اور کہا ابن معین نے نہیں حرج ہے ساتھ اسکے اور زہیر بن اسحق عنسی کو کہا اسکو ابن حبان نے ثقات میں اور عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر کو کہا ابو زرعہ اور نسائی نے ثقہ ہے اور کہا ابو حاتم نے صالح الحدیث اور ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات میں اور جنہوں نے منکر گنا اس حدیث کو نہیں التفات کیا طرف کلام اُن کے کے علاوہ اسکی کہ سکوت کیا اس سے ابوداؤد نے اور بعض

تسلیم ایک حدیث قولی اور موجود ہی روایت کی ابو داؤد نے عبد اللہ بن جعفر سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ شک کرے نماز اپنی مین تو چاہیے کہ سجدے کرے دو سجدے بعد سلام کے اور فعلی حدیثین تو بہت ہین کہ بیان مین انکے طول ہوگا بلکہ صحیح بخاری مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سجدۂ سہو کرنے کے جب شک کرے کوئی تم مین سے نماز اپنی مین تو چاہیے کہ سوچے صواب کو تو اُسی پر عمل کرے اور نماز کو تمام کرے اور سلام پھیرے پھر سجدے کرے دو سجدے اور روایت کی امالی محاملی مین حسین بن اسمٰعیل نے ایک حدیث ابن مسعودؓ کی بسند صحیح کہا اسنے حدثنا السری ثنا محمد یعنی ابن جعفر ثنا شعبۃ عن الحکم عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلی الظھر خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم قال شعبۃ وسمعت حمادا وسلیمان یحدثان ان ابراھیم کان لا یدری ثلثا صلی او خمسا حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام کے دو سجدے کیے اور اسی طرح بہت حدیثین اس باب مین آئی ہین عاقل کو ایک اشارہ کافی ہے اور روایت کیا بخاری نے بھی اس حدیث کو اور یہ حدیث اول مین ہے امالی محاملی کی ص مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ لازم نہ آویگا بلکہ امام کے سہو سے اگر سجدہ کرلے اور مسبوق بھی امام کے ساتھ سجدہ کرے اور بعد اسکے باقی نماز پڑھ لیوے اور جو قعدۂ اولیٰ کو بھولے اور بیٹھنے کی طرف نزدیک ہے بیٹھ جاوے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر قیام سے نزدیک ہے کھڑا ہو جاوے اور اخیر نماز مین سجدہ کرے اور جو قعدۂ اخیرہ بھول کے کھڑا ہوگیا جب تک اس رکعت کا سجدہ نہین کیا اگر یاد آوے تو بیٹھ جاوے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر سجدہ کرلیا تو فرض اسکے نفل ہوجاوینگے تو اسکے ساتھ چھٹی رکعت بھی اگر چاہے ملا لیوے ف اور اسکی مشیت پر اسواسطے موقوف کیا کہ نفل شروع ہی اگر قصداً ہوا تو واجب نہین ہوتا تمام کرنا اسکا جیسا کہ گذرا اور ملانا ایک رکعت کا اچھا ہے کیونکہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھنے سے اکیلے اخراج کیا اسکا ابن عبد البر نے ابو سعید خدریؓ سے ص اور اگر قعدۂ اخیرہ کرکے بھولے سے کھڑا ہوجاوے تو جب تک پانچوین رکعت کا سجدہ نہین کیا ہے بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے اور بعد سجدے کے ایک رکعت اور ملا لیوے اور سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے تو چار رکعتین اسکی فرض ادا ہوجاوینگی اور دو نفل ہوجاوینگی اور اگر انکو توڑ ڈالے گا قضا لازم نہ آویگی اور یہ دو رکعتین سنت ظہر کے قائم مقام نہونگی اور جو شخص ان دو رکعتون مین امام کی اقتدا کریگا اسکو پڑھنا ان دو رکعت کا لازم آویگا اور توڑ دیگا تو قضا لازم آویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک چھ رکعتین اسکو پڑھنا چاہیے اور اگر توڑ دے تو قضا لازم نہ آویگی جیسے امام قضا نہین کرتا اور اگر دو رکعت نفل مین سہو ہوا سجدہ کرے اور بعد سجدہ کے بغیر سلام کے دوسرا نفل اسکے ساتھ نہ ملاوے اور اگر ملا لیا تو درست ہوجاویگا اور اگر کسی کو نماز مین سہو ہوا اور اخیر نماز مین سجدہ سہو کی نیت سے سلام پھیر لیا تو اگر اسنے بعد سلام کے سجدہ نہ کیا تو گویا نماز سے وہ فارغ ہوچکا اور اگر سجدہ کیا تو وہ نماز مین ہے تو اگر اسنے سلام کیا اور کسی نے اسکے ساتھ اقتدا کی پھر اسنے سجدۂ سہو کیا اقتدا اسکی صحیح ہوجاویگی اور اگر نہ کیا تو اقتدا اسکی باطل ہوجاویگی اور اگر سلام کیا اور قہقہہ کیا اور پھر سجدۂ سہو کیا وضو اسکا باطل ہوجاویگا اور اگر سجدہ نہ کیا تو باقی رہیگا اور اگر سلام پھیرا اور مسافر تھا اسنے نیت اقامت کی پھر سجدۂ سہو کیا تو اب چار رکعتین اسپر فرض ہوجاوینگی اور اگر سجدہ نہ کیا تو فرض نہ ہونگی اور اگر نماز مین سہو ہوا اور اسنے تمام کرنے کی نیت سے سلام پھیرا نیت اسکی باطل ہوگی اور سجدۂ سہو کرنا اسکو لازم ہوگا اور اگر نماز مین شک ہوا کہ کتنی رکعتین پڑھی ہین اگر پہلی مرتبہ شک ہوا ہے اور کبھی نہین ہوا تھا تو نماز شروع سے پڑھے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم مین سے سو نہ جانے کہ کتنی رکعتین پڑھین تو چاہیے کہ دُہراوے نماز کو اور یہ حدیث ہدایہ مین ہے اور مجھکو نہین ملی کہا شیخ ابن الہمام نے وھو غریب ص اور اگر اکثر شک ہوتا ہو وے سوچے جو ذہن پر غالب ہو اسپر عمل کرے ف کیونکہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد اور بخاری اور مسلم اور نسائی نے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم مین سے اپنی نماز مین سو چاہیے کہ تلاش کرے صواب کو اور بنا کرے اُسپر پھر سجدے کرے دو سجدے اور روایت کی سوا بخاری

کے ابو داؤد اور ترمذی اور مالک رحمہم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم مین سے اپنی نماز مین اور نہ جانے کہ تین پڑھین یا چار پڑھین تو چاہیے کہ دفع کرے شک کو اور بنا کرے یقین پر پھر دو سجدے کرے قبل سلام کے تو اگر پڑھ لیگا پانچ رکعتین شفاعت کریگی اسکی نماز اور اگر پوری چار پڑھین تو ذلت ہوگی واسطے شیطان مردود کی اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے بھی ص اور اگر سوچنے مین کچھ نہ معلوم ہووے کم کو اختیار کرے اور جسکو اخیر نماز کا خیال کرے اس جگہ بیٹھ جاوے تو اگر اسنے شک کیا کہ تین رکعتین یا چار رکعتین پڑھی ہین اور کچھ اسکے ذہن کو معلوم نہووے تین رکعت کو لیوے لیکن بیٹھ کے پھر چوتھی رکعت پڑھے ف تاکہ قعدہ اخیرہ ترک نہ ہو جاوے اور مروی ہے عبد الرحمن بن عوف سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سہو کرے کوئی تم مین سے نماز مین سو نہ جانے کہ ایک پڑھی یا دو پڑھین تو بنا کرے ایک پر اور اگر نہ جانے کہ دو پڑھین یا تین پڑھین تو بنا کرے دو پر اور اگر نہ جانے کہ تین پڑھین یا چار پڑھین تو بنا کرے تین پر اور سجدے کرے دو سجدے قبل سلام کی اخراج کیا اسکا ترمذی نے اور روایت کیا اسکا ابن ماجہ نے بھی

ص باب بیمار کی نماز کے بیان مین

اگر کوئی شخص بیماری پہلی کی سبب سے یا کوئی مرض نماز کے اندر حادث ہونے سے کھڑا نہو سکے تو بیٹھ کے نماز پڑھے اور سجدہ اور رکوع کرے اور اگر سجدے اور رکوع پر بھی قادر نہو بیٹھ کے سر سے اشارہ کرے اور سجدے مین رکوع سے زیادہ جھکے اور کوئی اونچی چیز سجدے کے واسطے نہ رکھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہو چت لیٹے اور پیر قبلے کی طرف کرے اور اشارہ ہی سے سر کے نماز پڑھے یا کروٹ پہ لیٹے مگر منہ قبلے کی طرف کرے اور چت لیٹنا بہتر ہے اور اگر اشارہ بھی متعذر ہو تو نماز کی تاخیر کرے اور آنکھ اور پلک اور دل سے اشارہ نہ کرے ف روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے عمران بن حصین سے کہا کہ تھی مجھکو بواسیر اور پوچھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نماز کو کہا کہ پڑھ کھڑے ہوکے اور اگر نہ قدرت ہو تو بیٹھ کے اور اگر نہ قدرت ہو تو پہلو پر زیادہ کیا نسائی نے اور اگر نہ قدرت رکھے تو چت لیٹ کے نہین تکلیف دیتا ہے اللہ کسی کو مگر موافق طاقت اسکی کے اور نہین ذکر کیا اشارے کا لیکن جب لیٹ کے پڑھیگا تو بالضرور اشارے ہی سے پڑھیگا اور کوئی اونچی چیز واسطے سجدے کے نہ رکھے کیونکہ ہدایہ مین حدیث ہے اگر قدرت رکھے تو کرے سجدہ اگر سکے زمین پر تو سجدہ کر اور نہین تو اشارہ کر اپنے سر سے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی لیکن روایت کی بزار نے مسند مین اور بیہقی نے معرفت مین جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کی ایک مریض کی سو دیکھا اسکو کہ سجدہ کرتا ہے تکیے پر سو پھینک دیا آپ نے تب لی اس مریض نے ایک لکڑی کہ سجدہ کرے اسپر اور حضرت نے اسکو بھی پھینک دیا اور کہا کہ اگر قدرت رکھتا ہے تو زمین پر پڑھ اور نہین تو اشارے سے پڑھ اور کر سجدے کو زیادہ جھکا کر رکوع سے کہا بزار نے نہین جانتے ہین ہم کہ کسی نے روایت کیا ہو اسکو ثوری سے مگر ابو بکر حنفی نے اور متابعت کی اسکی عبد الوہاب اور عطا نے ثوری سے انتہی لیکن ابو بکر ثقہ ہے کہا شیخ ابن الہمام نے اور مین کہتا ہون کہ اس باب مین بہت آثار صحیحہ مروی ہوئے ہین روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابن عمر سے کہ عیادت کی انہون نے صفوان کی اور دیکھا انکو کہ سجدہ کرتے ہین تکیے پر سو منع کیا انکو اور کہا کہ اشارے سے پڑھ اور روایت کی مسروق نے کہا کہ داخل ہوے عبد اللہ اپنے بھائی پر تو دیکھا انکو کہ نماز پڑھتے ہین لکڑی پر سو چھین لی انسے اور دور کیا اسکو اور کہا کہ اشارہ کر جہانتک کہ تیرا سر پہنچے اور روایت کی جبلہ بن سحیم نے کہا کہ پوچھا مین نے ابن عمر سے نماز مریض سے اوپر لکڑی کی کہا کہ نہین حکم کرتا ہون مین تمکو ساتھ عبادت بتون کے بلکہ اگر استطاعت رکھو تو پڑھو کھڑے ہوکے ورنہ بیٹھ کے ورنہ کروٹ لیکے اور روایت کی عروہ سے کہا انہون نے کہ مریض اشارہ کرے اور نہ اٹھاوے اپنے منہ کی طرف کسی چیز کو اور کہا ابن ابی شیبہ نے کہ اس باب مین روایت ہے ابو سعید سے اور گئے طرف اسکی تابعین سے ابراہیم اور سعید بن المسیب اور حسن اور شعبی اور ابن سیرین اور عامر اور عطا اور طاؤس اور مسروق اور روایت کی دارقطنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نماز پڑھے بیمار کھڑا ہوکے تو اگر قدرت نہ رکھے پڑھے چت اور دونون پیر کرے طرف قبلے کے اور یہ حدیث ضعیف ہے ساتھ حسن بن حسن

حاشیہ ۱ اسواسطے کہ شاید یہ قعدہ اخیرہ ہو اور وہ فرض ہے ۱۲

عوبی کے ص اگر رکوع اور سجدہ نہ کر سکے اور بیٹھ سکتا اور کھڑا ہو سکتا ہی بیٹھ کے اشارے سے پڑھے اور یہ کھڑے ہو کے اشارہ کرنے سے بہتر ہی اور جو شخص نماز اشارہ سے پڑھتا ہی اور وہ شخص نماز کے اندر اچھا ہو گیا نماز پھر سرے سے پڑھے اور جو بیٹھنے والا کہ رکوع اور سجدہ کرتا تھا نماز مین کھڑے ہونے پر قادر ہو گیا باقی نماز کو کھڑے ہو کے پڑھے اور سرے سے نہ لوٹاوے اور جو کشتی جا رہی ہی اُسمین بے عذر بیٹھ کے نماز پڑھنا درست ہی اور جو بندھی ہی تو درست نہین اور اگر کوئی ایک دن رات تمام دیوانہ یا بیہوش رہا واجب ہی کہ نمازون کو اُس دن کی قضا کرے اور اگر گھڑی بھر بھی اس سے زیادہ بیہوشی رہی یا جنون رہا تو قضا نہ کرے امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک اگر پانچ وقتون تک یہ حالت رہی تو قضا لازم آویگی اور جو چھٹے وقت نماز تک یا زیادہ تک رہی تو قضا ساقط ہو گی ف اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ قیاس یہ ہی کہ جب کسی نماز کا وقت گذر جاوے بیہوشی مین تو وہ نماز اس سے ساقط ہوتی ہی اور پانچ نمازون تک قضا کرنا باستحسان ہی اور یہی مذہب ہی مالک اور شافعی کا اور دلیل وہ ہی جو روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تحقیق پوچھا انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس شخص کو جو بیہوش ہو جاوے اور ترک کرے نماز کو کہا کہ نہین ہی اُن نمازون کی قضا مگر اس نماز کی جسکا وقت باقی ہو اور اُسمین ہوشیار ہوا ہووے اور یہ حدیث نہایت ضعیف ہی اسناد مین اسکے حکم بن عبد اللہ بن اسعد آیلی ہی کہا احمد نے کہ حدیثین اسکی موضوع ہین اور کہا ابن معین نے نہین ہی ثقہ اور نہین ہی مامون اور کاذب کہا اسکو ابو حاتم وغیرہ نے اور کہا بخاری نے ترک کر دی گئی ہی حدیث اسکی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی محمد بن حسن نے عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ فِی الَّذِیْ یُغْمٰی عَلَیْہِ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً قَالَ یَقْضِیْ یعنی کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جو شخص بیہوش ہو جاوے ایک دن رات قضا کرے اور روایت کی عبد الرزاق نے نافع سے کہ بیہوش رہے ابن عمر ایک مہینے سو نہ قضا کی اُسکی جو فوت ہوا اور روایت کی ابراہیم بن حربی نے آخر کتاب غریب الحدیث کے ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ ثَنَا زَائِدَۃُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً فَاَفَاقَ وَلَمْ یَقْضِ مَا فَاتَہٗ یعنی بیہوش رہے ابن عمر ایک دن اور ایک رات اور نہ قضا کی اُسکی جو فوت ہوا واللہ اعلم

ص باب سجدۂ تلاوت کے بیان مین

سجدۂ تلاوت کا ایک سجدہ ہی سب نماز کی شرطون سے دو تکبیرون کے بیچ مین بغیر ہاتھ اٹھانے کے اور تشہد اور سلام کے اور سجدۂ تلاوت مین جو نماز کے سجدے مین پڑھتا ہی پڑھے اور سجدۂ تلاوت چودہ ہین جو ایک آیت پڑھنے سے واجب ہوتا ہی پہلی آیت سورۂ اعراف کی اخیر کی دوسری سورۂ رعد کی تیسری سورۂ نحل کی چوتھی بنی اسرائیل کی پانچوین مریم کی چھٹی پہلی آیت سجدہ کی سورۂ حج کی اور امام شافعی کے نزدیک دوسری آیت سجدہ بھی یعنی وَارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا مین بھی سجدہ کرے ف اور ہمارے نزدیک اسواسطے سجدہ اُس جگہ نہ کرے کہ وہ سجدہ نماز کا ہی ذکر کیا ہے اسکو تفصیل سے شیخ ابن الہمام نے اور امام شافعی کی دلیل لاتے ہین حدیث عقبہ بن عامر کی کہ کہا مین نے اے رسول اللہ کیا فضیلت دیگئی سورۂ حج کی اس سبب سے کہ اُسمین دو سجدے ہین فرمایا کہ ہان اور جو اُن دونون سجدون کو نہ کرے تو اس سورۃ کو بھی نہ پڑھے کہا ترمذی نے نہین ہی اسناد اسکی قوی اور بیان اسکا یہ ہی کہ اسناد مین اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہی اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے تفضیل دی گئی سورۂ حج کی بسبب دو سجدون کے کہا ابو داؤد نے یہ حدیث مسند کی گئی ہی اور صحیح نہین ہی اور اخراج کیا حاکم نے اس حدیث ترمذی کو اور کہا کہ عبد اللہ بن لہیعہ اماموں مین ہی لیکن اخیر عمر مین اُسکو اختلاط ہو گیا تھا اور مین کہتا ہون کہ اگر یہ قول مسلم بھی ہووے تو بھی صحت حدیث کی جب ہو گی کہ اس حدیث کے راوی نے قبل حالت اختلاط کے عبد اللہ سے سُنا ہو ورنہ حدیث ضعیف بہر صورت ہی اور اس باب مین ایک اور حدیث ہی کہ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابن منین سے انھون نے عمرو بن العاص سے کہا کہ پڑھائے مجھکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سجدے قرآن مین

نہین سی تین مفصل مین ہین اور سورہ حج مین دو سجدے ہین اور یہ بھی حدیث ضعیف ہی کہا عبد الحق نے ابن منین نہین حجت ہی ساتھ اُسکے اور کہا
ابن القطان نے وہ مجہول ہی اور نہین پہچانا جاتا حال اُسکا ص ساتوین فرقان مین آٹھوین نمل مین نوین سورہ سجدہ مین دسوین ص مین ف اور
امام شافعیؒ کے نزدیک ص مین سجدہ نہین اور دلیل اُنکی یہ ہی جو روایت کی ابو داؤد نے کہ خطبہ پڑھا ہم پر ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پڑھی سورہ
ص اور جب آیا سجدہ اُترے اور سجدہ کیا اور کیا ہمنے بھی ساتھ آپ کے اور پھر ایک بار اور آپ نے پڑھا ص کو تو جب مستعد ہوے ہم واسطے
سجدے کے اور دیکھا آپ نے ہمکو فرمایا کہ یہ توبہ ایک نبی کی ہی اور لیکن مین نے تمکو مستعد سجدے کے لیے جانا اور پھر اُترے آپ اور سجدہ کیا تو اُس سے
معلوم ہوا کہ سجدہ ص کا واجب نہین اور دوسرے یہ کہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے ابن عباسؓ سی کہ کہا انھون نے نہین سجدہ
ص کا واجبات سجدون مین سی اور دیکھا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے تھے ص مین اور فرماتے تھے سجدہ کیا اُسکا داؤد علیہ السلام نے
توبہ کی نیت سی اور ہم سجدہ کرتے ہین واسطے شکر کے اور جواب اسکا یہ ہی کہ اس حدیث سی عدم وجوب ثابت نہین ہوتا اور ہونا سجدے کا شکر کے لیے
منافی وجوب کے نہین غایۃ الامر یہ ہی کہ آپنے سبب سجدہ کرنے کا حق داؤد علیہ السلام مین اور ہمارے حق مین جدا جدا ارشاد فرمایا جیسا کہ عاقل پر
پوشیدہ نہین ہی اور کہا امام حافظ ابو محمد عبد اللہ بن یعقوب بن الحرب تخریج کرنے والے مسند ابو حنیفہ کے نے اپنی سند سی عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ سِمَاکِ بْنِ
حَرْبٍ عَنْ عِیَاضٍ الْاَشْعَرِیِّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِیْ صٓ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا ص مین اور یہ
دلیل ہماری ہی اور روایت کی امام احمدؒ نے بکر بن عبد اللہ مزنی سے انھون نے ابو سعید سی ایک حدیث اور آخر اسکا یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سجدہ
کرتے تھے ص مین نقل کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے ص گیارھوین حٰمٓ السجدۃ مین بارھوین والنجم مین تیرھوین انشقت مین چودھوین اقرأ مین اور امام شافعیؒ
کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہین مگر ص مین اُنکے نزدیک سجدہ نہین اور حج مین دو سجدے ہین اُنکے نزدیک اور حٰمٓ السجدۃ مین شافعیؒ کے نزدیک جب
اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ پڑھے تب سجدہ کرے اور ہمارے نزدیک جب وَھُمْ لَا یَسْأَمُوْنَ پڑھے تب سجدہ کرے اور جاننا چاہیے کہ تقدیم سجدے
کی جائز نہین اور تاخیر جائز ہی تو احتیاط اسمین ہی کہ وَھُمْ لَا یَسْأَمُوْنَ پر سجدہ کرے ف کہا ہدایہ مین کہ دلیل ہماری قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی
اور وہ قول ہمکو نہین ملا اور کہا شیخ ابن الہمام نے وَاِنَّ ذٰلِکَ قَوْلُ عُمَرَؓ فَغَرِیْبٌ یعنی یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غریب ہی لیکن اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سی کہ وہ سجدہ کرتے تھے حٰمٓ سجدہ مین نزدیک قول اللہ تعالی لَا یَسْأَمُوْنَ کے اور زیادہ کیا ایک روایت مین کہ انھون نے دیکھا
ایک شخص کو کہ سجدہ کرتا ہی نزدیک اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ کے سو کہا آپ نے جلدی کی تو نے ف اور اگر کوئی شخص آیت سجدے کی سنے تو سجدہ کرے اگرچہ قصد
اسکا سننے کا نہو ف کیونکہ ہدایہ مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ اُسپر ہی جو سنے آیت سجدہ کو اور جو پڑھے اسکو اور کہا شیخ ابن الہمام نے
وَحَدِیْثُ السَّجْدَۃِ عَلٰی مَنْ سَمِعَہَا فَغَرِیْبٌ یعنی یہ حدیث جو صاحب ہدایہ نے بیان کی مرفوع ہونا اسکا غریب ہی اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین ابن عمرؓ سے کہ سجدہ اُسپر ہی جسنے سنا اسکو اور بخاری مین ہی تعلیقًا کہا عثمانؓ نے کہ سجدہ اسپر ہی جو سنے اسکو اور اس حدیث کو اخراج کیا عبد الرزاق نے
اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّہْرِیِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ عُثْمَانَؓ مَرَّ بِقَاصٍّ فَقَرَأَ سَجْدَۃً لِیَسْجُدَ مَعَہٗ عُثْمَانُؓ فَقَالَ عُثْمَانُ اِنَّمَا السُّجُوْدُ عَلٰی مَنِ
اسْتَمَعَ ثُمَّ مَضٰی وَلَمْ یَسْجُدْ یعنی گذرے حضرت عثمانؓ ایک قصہ خوان پر سو پڑھی اُسنے آیت سجدے کی تاکہ سجدہ کرین حضرت عثمانؓ
ساتھ اُسکے سو فرمایا حضرت عثمانؓ نے کہ سجدہ اُسپر ہی جو قصدًا سنے پھر چلے گئے اور سجدہ نہ کیا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور اگر امام آیت
سجدے کی پڑھے مقتدی بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرے اگرچہ اُسنے نہ سنا ہووے اور اگر مقتدی نے پڑھی امام اور مقتدی نہ اندر نماز کے اور نہ باہر نماز کے بلکہ

سلہ الینابیع نزدیک علی رضی اللہ عنہ کے ہی ۱۲ سلہ جیسا کہ نزدیک عبد اللہ بن مسعود کے ۱۲

سجدہ نہ کرین اور جو کوئی نماز مین نہ تھا اُسنے اگر سُنا تو وہ سجدہ کرے اور اگر مصلی نے آیت سجدہ کی اُس سے سنی جو اُسکے ساتھ نماز مین شریک نہین سجدہ کرے بعد نماز کے اور جو سجدہ نماز کے اندر کرے تو بعد نماز کے پھر کرے اور نماز کو نہ لوٹا وے اور اگر کسی نے باہر نماز کے امام سے آیت سجدہ کی سنی اور اُسنے اقتدا نہ کی یا اور رکعت مین امام کے ساتھ ملا بعد نماز کے سجدہ کرے اور نماز کے اندر نہ کرے اور اگر اُسی رکعت مین قبل سجدے کے ملا امام کیساتھ سجدہ کرے اور اگر بعد سجدے کے ملا سجدہ نہ کرے اور جو سجدہ کہ نماز مین واجب ہوا ہے اور محل اُسکا نماز ہے باہر نماز کے اُسکو قضا نہ کریگا اور اگر کسی نے آیت سجدہ باہر نماز کے پڑھی اور قبل سجدہ کے نماز پڑھنے مین مشغول ہوا اور نماز مین پھر اُسی آیت کو پڑھا ایک ہی سجدہ اُسکو کافی ہے اور اگر آیت پڑھی اور سجدہ کر لیا اور پھر نماز مین اُسی آیت کو پڑھا تو پھر سجدہ کرے اور اگر ایک مجلس مین آیت سجدہ کو کئی بار پڑھا ایک سجدہ کافی ہے خواہ سب بار پڑھ کر اخیر مین سجدہ کیا یا ایک بار پڑھ کر سجدہ کیا اور پھر پڑھا گیا اور اگر ایک رکعت مین کئی بار پڑھا ایک ہی سجدہ لازم ہے خواہ سب کے بعد ایک ہی سجدہ کرے یا ایک بار پڑھ کر سجدہ کرے اور پھر کئی بار پڑھے اور اگر ایک رکعت مین آیت سجدہ کو پڑھا اور پھر دوسری رکعت مین بھی اُسی آیت کو پڑھا امام ابی یوسف کے نزدیک ایک سجدہ لازم آویگا اور امام محمد کے نزدیک دو سجدے اور اگر آیت سجدہ کو بدل دیا یا مجلس کو تو ایک سجدہ کافی نہوگا مثلاً ایک مجلس مین دو آیتین سجدے کی پڑھین یا دو مجلس مین ایک آیت اور جو لاہا جو تانا بنتا ہے تو آنے جانے مین مجلس اُسکی بدل جاتی ہے اور درخت پر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلا جاوے تو بھی مجلس بدل جاویگی اور اگر ایک شخص نے ایک مجلس مین کئی بار آیت سجدہ کو پڑھا اور سننے والے کی مجلسین بدلین تو سننے والے پر کئی سجدے واجب ہونگے اور اگر پڑھنے والے کی مجلسین بدلین لیکن سننے والے کی ایک ہی مجلس ہے تو اُسپر ایک سجدہ لازم آویگا اور ایک کام سے دوسرے کام کے شروع کرنے مین مجلس بدل جاویگی اور اسی طرح ایک مکان سے دوسرے مکان مین اور کونے گھر اور مسجد کے حکم مین ایک مکان کے ہین اور ایک درخت کی شاخین کئی مکان ہین ظاہر روایت مین اور نوادر کی روایت مین ایک مکان اور اگر بیٹھے سے اُٹھ کھڑا ہو مجلس نہ بدلیگی اور اگر کسی عورت کو طلاق کا اختیار دیا اور وہ بیٹھے سے کھڑی ہو گئی اس جگہ سے مجلس بدل جاویگی اور اگر کسی نے ساری سورۃ پڑھی اور آیت سجدے کی نہ پڑھی تو مکروہ ہے اور اگر آیت سجدے کو پڑھے اور باقی سورۃ چھوڑ دے تو مکروہ نہین اور بہتر یہ ہے کہ دو آیتین یا ایک آیت اُسکے ساتھ ملانا مستحب ہے اور آہستہ سے بھی پڑھنا مستحب ہے تاکہ کوئی نہ سنے اور اُسکو سجدہ لازم آوے اور شاید وہ اُسوقت بے وضو ہو

باب مسافر کی نماز کے بیان مین

جو شخص کہ تین دن اور تین رات کی راہ کا اوسط چال سے ارادہ کرے اور شہر کے گھرون سے نکل جاوے تو وہ مسافر ہے اور اوسط چال خشکی مین اونٹ کی اور پیادے کی ہے اور دریا مین جب ہوا موافق ہو اور پہاڑ مین جو کچھ کہ پہاڑ کے لائق ہو وے اور تین دن تین رات ہمارے نزدیک مدت قصر کی ہے یہی ایک سفر کی رخصت نہین سے ہے جیسے مسح موزے کا تین دن تین رات مسافر کیواسطے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کرے مقیم ایکدن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات اور یہی حدیث ہماری حجت ہے اور امام شافعی کے نزدیک مدت قصر کی ایکدن اور ایک رات ہے اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے عطا بن ابی رباح سے کہ کہا مین نے ابن عباس سے کیا قصر کرون مین عرفات تک کہا کہ نہین اور قصر نہ کر مزدلفہ تک کہا کہ قصر کر دن مین طائف تک اور عسفان تک کہا کہ ہان اور یہ اڑتالیس میل تھا اور اشارہ کیا انھون نے ہاتھ سے اور دوسری روایت مین ہے عمرو سے کہ خبر دی مجھکو عطا نے ابن عباس سے کہا کہ نہ قصر کر عرفے سے بطن نخلہ تک اور قصر کر طرف عسفان اور طائف اور جدے کے آخر حدیث تک اور دلیل امام شافعی کی کوئی مجھکو نہین ملی اور روایت ہے انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نکلتے تھے تین میل قصر کرتے تھے اور تفصیل اسکی فتح القدیر مین ہے اور مسافر کے واسطے اگرچہ سفر سے اُسکو گناہ کا قصد ہے جب تک کہ اپنے شہر مین نہ داخل ہووے یا آدھے مہینے کے رہنے کی نیت نہ کرے کسی شہر مین یا گاؤن مین تب تک اُسکے واسطے رخصت ہے یعنی اجازت ہے کہ چار رکعتی نماز کو قصر کرے پھر اگر نیت کی مسافر نے آدھے مہینے سے کم رہنے کی یا نیت کی

ف یعنی نماز مین اور نہ بعد نماز کے ۱۲ ... پس سجدہ ... اور نہ کافی ہے ۱۲ ... جو دونون مکان ... ف یعنی اعتبار راہ کا ... مدت سفر مین ... ف اس راحت کی ... کہ عادت کہ رات دن ... ف یعنی مراد تین دن سے ...

مدت اقامت کی یعنی آدھے مہینے کے رہنے کی دو جگہ میں یا کسی شہر میں داخل ہوا مگر اس ارادے پر کہ وہاں سے کل یا پرسوں چلا جاویگا اور اسی میں
اسکو دیر ہو گئی تو ان صورتوں میں قصر کرے ف اگرچہ ایک سال یا زیادہ اسی طرح سے گذر جاوے کہ آج جاؤنگا یا کل جاؤنگا اور نیت پندرہ دن
رہنے کی نہ کرے اور پندرہ دن مدت اقامت کی ہیں اور قیاس کیا اسکو فقہا نے طہر پر کہ اسکی بھی اقل مدت پندرہ دن ہیں اور یہی ماثور ہے ابن عباس رض
اور ابن عمر رض سے روایت کیا ان دونوں کو طحاوی نے کہا انھوں نے اِذَا قَدِمْتَ بَلْدَةً وَاَنْتَ مُسَافِرٌ وَفِیْ نَفْسِكَ اَنْ تُقِیْمَ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا
وَلَیْلَةً فَاَکْمِلِ الصَّلٰوةَ بِهَا وَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ مَتٰی تَظْعَنُ فَاقْصُرْهَا یعنی جب آئے تو کسی شہر میں اور تو مسافر ہو اور نیت کرے پندرہ دن اور رات
رہنے کی تو پورا کر نماز کو اور اگر نہیں جانتا ہے تو کہ کب جاویگا وہاں سے تو قصر کر نماز کو اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے کہ ابن عمر جب اجماع کرتے اوپر
اقامت پندرہ دن کے تمام کرتے تھے نماز کو اور کہا امام محمد نے کتاب الآثار میں ثنا ابو حنیفۃ ثنا موسی بن مسلم عن مجاھد عن عبد اللہ بن
عمر قال اِذَا کُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰی اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا فَاَتْمِمِ الصَّلٰوةَ وَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ مَتٰی تَظْعَنُ فَاقْصُرْ اور معنی اسکے وہی ہیں جو
اوپر گذرے تمام ہوا مضمون فتح القدیر کا مترجم کہتا ہے کہ اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے سعید ابن المسیب سے کہا کہ جب جمع کرے خاطر کوئی شخص پندرہ دن کی اقامت
پر تمام کرے نماز کو اور سعید بن جبیر رض سے کہا کہ جب اقامت کرے تو پندرہ دن پر تمام کر نماز کو اور کہا سفیان نے جب ارادہ کرے کوئی شخص کسی مقام پندرہ
دن رہنے کا تو نماز کو تمام کرے جب سے کہ ارادہ کرے اور جب نہ جانے کہ کب نکلیگا پڑھے دو رکعتیں اگرچہ گذر جاوے ایک سال وہی قول ہے ہمارا عبارت مصنف ابن ابی شیبہ
کی ص اگر لشکر اسلام دار الحرب میں داخل ہووے یا دار الحرب کے قلعہ کو گھیر لیوے یا باغیوں کو شہر دار الاسلام میں شہر کے باہر گھیر لیا تو ان سب صورتوں میں
اگرچہ وہ مدت اقامت کی نیت کرینگے مگر مقیم نہونگے نماز کو قصر کرینگے اسواسطے کہ وہ مقیم نہیں ہوتے ہیں اقامت کی نیت کرنے سے مگر بنجارے لوگ اپنے
خیموں میں اگر آدھے مہینے کی اقامت کی نیت کرینگے تو وہ مقیم ہو جاوینگے اسواسطے کہ نیت اقامت انکی باہر شہر کے درست ہے اور بنجارے خیموں میں انکی
نیت اقامت کی جنگل میں صحیح نہیں اور اگر مسافر نے چار رکعتیں پوری پڑھیں اور پہلے قعدہ میں بیٹھا تو فرض اسکا تمام ہوا اگر گنہگار رہا سلام کی تاخیر کرنے
کے سبب سے اور اللہ تعالی کا صدقہ قبول کرنے سے اور دو رکعتیں جو زیادہ اسنے پڑھی ہیں وہ نفل ہو جاوینگی اور اگر پہلا قعدہ نہیں کیا تو نماز اسکی باطل
ہو جاویگی کیونکہ مسافر پر پہلا قعدہ فرض ہے اور اگر مقیم نے امامت کی مسافر کی نماز چہارگانی کے وقت میں تو مسافر چار رکعت ادا کرے اور وقت کے بعد مقیم مسافر
کی امامت نہ کرے کیونکہ وقت میں امام مقیم کی تابعداری سے مسافر پر بھی چار رکعتیں فرض ہو جاتی ہیں اور وقت کے بعد مسافر کا فرض ہرگز نہیں بدلتا ہے اور
اگر مسافر امام ہووے اور مقیم مقتدی تو مسافر قصر کرے اور مقیم پوری کریں اور مستحب ہے کہ مسافر کہدیوے کہ تم لوگ اپنی نماز پوری پڑھو اور میں تو مسافر ہوں ف
ایک بار حضرت امام ابی یوسف نے حج کو ہارون رشید بادشاہ کے ساتھ لوگوں کو نماز پڑھی آپنے ہارون رشید کے ساتھ دو رکعتیں یعنی قصر کیا اور
سلام پھیر کے یہ کہا کہ تمام کرو نمازیں اپنی اے اہل مکہ کہ ہم مسافر ہیں تو کہا ایک شخص نے انہیں سے کہ میں زیادہ ہوں تجھ سے فقہ میں اور عالم زیادہ ہوں تجھ سے
کہا امام صاحب نے کہ اگر تو فقیہ ہوتا نہ کلام کرتا تو نماز میں ایسا ہی ہے معالم بین ص اور اگر ایک شخص نے اپنے وطن اصلی کو چھوڑ کے دوسری جگہ وطن
اصلی بنایا تو پہلا وطن اصلی باطل ہو جاویگا اور دونوں وطن کے درمیان میں مدت سفر کی ہووے یا خواہ نہ ہووے یہانتک کہ اگر وہ اس پہلے وطن اصلی میں
داخل ہوا تو بغیر اقامت کی نیت کے مقیم نہوگا مگر وطن اصلی سفر کرنے سے نہیں باطل ہوتا ہے یہانتک کہ اگر مسافر وطن اصلی میں داخل ہوا تو فی الفور
داخل ہوتے ہی مقیم ہو جاویگا اور لیکن وطن اقامت کا یعنی جس مقام میں پندرہ روز رہنے کی نیت کی ہو وہ باطل ہوتا ہے دوسری جگہ کے

[illegible]

وطن اقامت سے مثلاً ایک شخص کا وطن اقامت کسی جگہہ پر تھا پھر اُسنے دوسری جگہہ کو وطن اقامت کیا اگرچہ ان دونون کے درمیان مدت سفر کی نہو
تو اس صورت مین پہلی جگہہ وطن اقامت نرہیگی یہانتک کہ اگر وطن اقامت مین پھر داخل ہوا تو بغیر نیت اقامت کی مقیم نہوگا اور اسیطرح سے
اگر وطن اقامت سے سفر کرے یا اپنے وطن اصلی کی طرف جاوے تو وطن اقامت باقی نرہیگا[۱] اور وطن اصلی اُسکو کہتے ہین جو اُسکا اصلی مسکن ہو
اور سفر اور حضر دونون قضا نمازونکو نہین بدلتے ہین تو اگر سفر کی قضا نمازونکو حضر مین قضا کرے تو قصر کرے اور اگر حضر کی نمازونکو سفر مین پڑھے تو قصر نکرے ۔ حضر کہتے ہین اقامت کو

باب جمعے کی نماز کے بیان مین

جمعے کی فرض ہونے کے واسطے چند امور شرط ہین پہلی شہر مین مقیم ہونا مسافر پر جمعہ واجب نہین دوسری تندرست ہونا بیمار پر جمعہ واجب نہین تیسری آزاد ہونا
غلام پر جمعہ واجب نہین چوتھی مرد ہونا عورت پر واجب نہین پانچوین بالغ ہونا لڑکے پر واجب نہین چھٹے عاقل ہونا دیوانے پر واجب نہین ساتوین
آنکھ کا سلامت ہونا اندھے پر واجب نہین آٹھوین پاؤن کا سلامت ہونا لنگڑے پر واجب نہین اور اگر وہ شخص جنپر جمعہ واجب نہین حاضر ہو جمعہ
اور جمعہ ادا کرے تو درست ہے ظہر کا فرض اُسکا ادا ہو جاویگا اور جمعے کے ادا کے واسطے تین شرطین ہین پہلی یہ کہ شہر ہو خواہ شہر کا کنارہ وقت [illegible]
کہ جمعہ فرض ہونا اُسکا ثابت ہے ساتھ کتاب اور سنت اور اجماع کے فرمایا اللہ تعالی نے إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ یعنی
جب پکارا جاوے نماز کے واسطے دن جمعے کے تو دوڑو واسطے ذکر خدا تعالی کے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ
فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً عَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَرِيضٌ یعنی جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت سے مگر چار شخص پر غلام اور عورت اور لڑکے
اور بیمار پر روایت کیا اسکو ابو داؤد نے طارق بن شہاب سے اور کہا بیہقی نے کہ طارق بن شہاب نے فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور سنا
نہین کی اور یہ قول کچھ اُسکی صحت کا قادح نہین کیونکہ صحابی ہونے مین فقط دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرط ہے نہ روایت کرنا کیونکہ غایت یہ ہے
کہ حدیث مرسل ہوگی اور مرسل خصوصاً صاحب صحابی کی ہووے تو حجت ہے کہا نووی نے حدیث اوپر شرط شیخین کی ہے اور اخراج کیا بیہقی نے طریق بخاری سے
تمیم داری سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ واجب ہے مگر اوپر لڑکے اور غلام اور مسافر کے اور روایت کیا اسکو طبرانی نے حاکم بن عمرو سے
اور اس مین زیادہ کیا عورت اور مریض کو اور مروی ہے ابو الجعد ضمیری سے اور تھی اُنکو صحبت کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے چھوڑے تین جمعے سستی کر کے مہر
کریگا اللہ اُسکے دل پر روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور صحیح کیا اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیحین مین اور فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے چھوڑے تین جمعے بے عذر لکھا جاویگا منافقین سے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم کبیر مین حدیث جابر جعفی سے اور وہ ضعیف ہے لیکن اُسکے
واسطے بہت شواہد ہین تو ضرر نکریگی تضعیف جابر کی اور غسل دن جمعے کے سنت ہے اور گذرا بیان اسکا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ ابو جعفر نے پوچھا
علی رضی اللہ عنہ سے غسل دن جمعے سے کہا کہ غسل دن جمعے اور عیدین اور دن عرفہ کے سنت ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے محمد بن کعب قرظی سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ پر اور پچھلے دن پر تو اُسپر نماز جمعہ ہے دن جمعے کے مگر عورت اور لڑکے اور غلام اور مریض
پر اور فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ نہین جمعہ ہے اور تشریق اور عید فطر اور اضحی مگر شہر جامع مین اور مثل اُسکے مروی ہے حذیفہ سے اخراج کیا اسکو
ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور صحیح کیا اُسکو ابن حزم نے اور اسناد اُسکی یہ ہے حدثنا جرير عن منصور عن طلحة بن مصرف عن سعد بن عبيدة عن أبي
عبد الرحمن انتہی اور یہ اسناد صحیح ہے اور جو روایت کیا اسکو ابن عباس نے کہ اول جمعہ جو پڑھا گیا بعد جمعے کے مسجد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مین تھا ایک قریے مین یعنی گانون مین کچھ اُسکے مخالف نہین کیونکہ قریے کا اطلاق عرب کے عرف مین شہر پر ہوتا ہے اور شامل ہے گانو کو

۱ اور وطن اقامت اسکو کہتے ہین جہان پندرہ روز یا زیادہ رہنے کی نیت ہو اور [illegible]

اللہ تعالیٰ کا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اور اس جگہ قریتین سے مراد مکہ و طائف ہی اور نہین شک ہی اس بات مین کہ مکہ
شہر ہی اور ہدایے مین اس حدیث کو رفع کیا ہی لیکن مرفوع نہین پائی گئی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ص اور شہر کی تفسیر مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک شہر وہ جگہ ہی
کہ جس جا پر امیر اور قاضی ہووی کہ شرع کا حکم جاری کرے اور حدون کو قائم کرے اور بعضون کے نزدیک شہر وہ جگہ ہے کہ جسوقت وہان کے لوگ جمع ہووین
تو اس جگہ کی بڑی مسجد مین نہ سماوین اور صاحب وقایہ نے اسی کو اختیار کیا ہی اور شہر کا کنارہ وہ ہی جو مقام شہر کے متصل ہووی اور شہر کے فائدے
کیواسطے مقرر ہو مثلاً گھوڑا دوڑانے کے واسطے یا لشکر اُترنے کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کے لیے یا نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے یا اسیطرح اور کامون
کے لیے مقرر ہو اور جمعے کا پڑھنا حج کے موسم مین منا مین خلیفہ کے واسطے اور امیر حجاز کے واسطے درست ہی اور امیر موسم کے واسطے اور عرفات مین درست
نہین ف دوسری شرط یہ ہی کہ بادشاہ ہو یا اُسکا نائب تیسری شرط یہ ہی کہ ظہر کا وقت ہووی ف یعنی قبل وقت ظہر اور بعد زوال آفتاب کے جمعہ درست نہین
کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مائل ہو جاوی آفتاب تو پڑھ ساتھ آدمیون کے جمعے کو ایسا ہی ہی ہدایے مین اور یہ حدیث مروی ہوئی ہی
مصعب بن عمیر سے کہ جب بھیجا اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو کہا کہ پڑھ جمعے کو جب مائل ہو جاوی آفتاب در صحیح بخاری مین حضرت انس سے
مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے جمعے کو جب مائل ہو جاتا تھا آفتاب اور روایت کی مسلم نے سلمہ بن اکوع سے کہ تھے ہم جمعہ پڑھتے ساتھ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے جب زوال ہوتا تھا آفتاب کا اور لیکن روایت کی دارقطنی نے عبد اللہ بن سیدان سے کہا کہ مین حاضر ہوا ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
کے جمعے مین سو تھا خطبہ اُنکا قبل زوال کے اور ذکر کیا گیا ایسا ہی عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے اور نہین دیکھا مین نے کسی کو کہ عیب جانا ہو اسکو اور یہ دلالت
کرتا ہی اس بات پر کہ خطبہ قبل زوال کے تھا لیکن یہ کچھ قادح نہین اسواسطے کہ اتفاق کیا محدثین نے اوپر ضعف عبد اللہ بن سیدان کے ص چوتھی شرط یہ ہی
کہ نماز کے پہلے خطبہ ہو موافق ایک تسبیح کے وقت ظہر مین ہووی اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہی اور صاحبین کے نزدیک ایک ذکر طویل یعنی ایک خطبہ دراز پڑھا
جاوی اور امام شافعی کے نزدیک دو خطبے ضرور ہین کہ ہر خطبے مین حمد اور دعا اور حکم تقوی کا ہو اور پہلا خطبہ قرارت کے طور پر ہو اور دوسرا دعا کے طور پر پانچوین
شرط یہ ہی کہ جماعت ہووی اور جماعت کی حد یہ ہی کہ امام کے سوا تین مرد ہون اور اگر امام کے سجدہ کرنے کے پہلے مقتدی بھاگ جاوین تو اس صورت مین امام
ظہر شروع کرے اور اگر مقتدی چلے جاوین اور تین مرد رہ جاوین یا امام کے سجدہ کرنے کے بعد سب بھاگ جاوین تو ان دونون صورتون مین امام جمعہ تمام کرے
چھٹی شرط یہ ہی کہ اذن عام ہووی یعنے تمام لوگون کو مسجد مین جانیکا حکم ہووی اور جو شخص کہ جمعے کے سوا سب نمازون مین امامت کے لائق ہی وہ جمعے مین بھی
امامت کے لائق ہی تو اگر مسافر یا بیمار یا غلام جمعے مین امام ہووی درست ہو جائیگا اور امام زفر کے نزدیک درست نہ ہوگا اور معذور اور قیدی کی ظہر جماعت کے
ساتھ دن جمعے کے شہر مین مکروہ ہی اور امام ابی یوسف کے نزدیک دو جگہ شہر مین جمعہ درست نہین مگر جب ایسا شہر ہو کہ اسکی دو جانب ہون تو دو شہر کا حکم رکھے گا جیسے
بغداد اور امام محمد کے نزدیک دو جگہ یا تین جگہ یا زیادہ جمعہ ایک شہر مین جائز ہے برابر ہی کہ دو جانب ہون یا نہون اور اسی پر فتوی ہی اور جسکو عذر نہین
اُسکی بھی نماز الگ ظہر کی شہر مین قبل جمعہ ہو جانے کے مکروہ ہوگی اور جس شخص کو عذر نہین اُسنے ظہر پڑھی اور جمعے کے واسطے دوڑا جسوقت کہ امام جمعے کا نماز
مین مشغول ہووی ظہر اُسکی باطل ہو جاویگی جمعے کی نماز پاوے یا نہ پاوے یہ امام صاحب کا مذہب ہی اور صاحبین کے نزدیک ظہر نہ باطل ہوگی مگر جب
کہ نماز جمعے کی پالیوی اور جو شخص کہ جمعے کی نماز مین تشہد مین یا سہو کے سجدے مین ملا تو وہ شخص جمعے کی نماز پوری کرے اور ظہر نہ پڑھے اور اسنے جمعہ پایا
ف یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہی اور امام محمد کا مذہب یہ ہی کہ اگر مقتدی امام کے ساتھ دوسری رکعت کے اکثر کو پالیوی جمعے کو اسپر بنا کرے

اور اگر دوسری رکعت کا اکثر پاوے اور شامل ہووے تو اسپر ظہر پڑھنا لازم ہے اور جمعہ کو اسنے نہیں پایا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا اَدْرَکْتُمْ
فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاقْضُوْا یعنے جو پاؤ تم پڑھو اور جو جاتا رہے تو اسکو ادا کر لو اور پوری حدیث یوں ہے کہ جب قائم کی جاوے نماز تو نہ آؤ تم دوڑتے ہوئے بلکہ
اپنی چال سے اور لازم ہے تمپر اطمینان اور سکون سو جو پاؤ اسکو پڑھو اور جو فوت ہو جاوے تمام کرو روایت کیا اسکو احمد اور ابن حبان نے اور انہیں
بجاے فَاقْضُوْا کے اَتِمُّوْا ہے اور بھی اخراج کیا اس حدیث کو بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہم نے ابوہریرہ رض سے اور ایک روایت میں
صحیح ابن حبان کی یہ لفظ بھی واقع ہے یعنی فَاقْضُوْا اور اسی طرح سے بیان کیا اسکو صاحب ہدایہ نے کہا مسلم نے خطا کی سفیان بن عیینہ نے اس لفظ
میں اور نہیں جانتا ہوں کسی کو کہ روایت کیا ہو اس لفظ کو زہری سے سوا سفیان رض کے کہا ابو داؤد نے نہیں کہا سوا سفیان کے کسی نے یہ لفظ اور جواب
اسکا یہ ہے کہ روایت کی امام احمد نے مسند میں عبد الرزاق سے انہوں نے معمر سے انہوں نے زہری سے اور اسمیں فَاقْضُوْا کا لفظ ہے اور روایت کی بخاری نے ادب
مفرد میں حدیث لیث سے اسنے زہری سے اور کہا اقضوا اور سلیمان کی روایت زہری سے مانند اسکی اور بھی کہا بخاری نے حدیث لیث سے حَدَّثَنَا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ
عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ وَسَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مانند اسکے اور بھی روایت کی ابو نعیم نے مستخرج میں ابو داؤد طیالسی سے انہوں نے ابن ابی ذئب سے انہوں نے زہری سے مانند اسکے
تو باطل ہو گیا اس صورت میں قول ابو داؤد کا اور تفصیل اسکی فتح القدیر میں ہے ف اور جب پہلی اذان ہووے تب لوگ خرید اور بیچنا چھوڑ دیں ف اور جمعہ کیطرف
متوجہ ہوں اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ یعنے دوڑو طرف یاد اللہ کے اور چھوڑ دو بیع یعنے بیچنے کو ف اور جب خطبہ
پڑھنے کو امام اٹھے نماز[1] اور بات حرام ہو جاتی ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نکلے امام تو نہ نماز ہے نہ کلام اور رفع اسکا غریب ہے اور معروف
یہ ہے کہ یہ کلام زہری کا ہے روایت کیا اسکو مالک نے موطا میں کہا کہ نکلنا امام کا منع کرتا ہے نماز کو اور کلام اسکا منع کرتا ہے کلام کو اور روایت کی ابن ابی شیبہ
نے مصنف میں عطا رح سے کہ عبد اللہ بن عباس رض اور ابن عمر رض مکروہ رکھتے تھے نماز اور کلام کو بعد نکلنے امام کے اور کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ
عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِیْ مَالِکٍ الْقُرَظِیِّ قَالَ اَدْرَکْتُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَکَانَ الْاِمَامُ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَکْنَا الصَّلٰوۃَ
وَالْکَلَامَ یعنے پایا میں نے عمر رض اور عثمان رض کو کہ جب نکلتا تھا امام دن جمعہ کے ترک کرتے تھے ہم نماز اور کلام کو اور مروی ہے حضرت علی سے مانند
اسکے اور بھی روایت کی عروہ رض سے کہا کہ جب بیٹھے امام منبر پر تو نہیں ہے نماز اور کہا زہری نے کہ جو شخص آوے دن جمعہ کے اور امام خطبہ پڑھتا ہو
بیٹھے اور نماز نہ پڑھے اور اخراج کیا علماے ستہ نے ابوہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تو نے کلام کیا اپنے صاحب سے اور امام خطبہ پڑھتا ہے سو
لغو کیا تو نے اور جو معارضہ کیا اسکا بعض لوگوں نے کہ آیا ایک شخص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ پڑھی تو نے نماز اے فلانے کہا نہیں
کہا کہ پڑھ دو رکعتیں لغو ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آیا ایک شخص مسجد میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے سو فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھڑا ہو اور پڑھ دو رکعتیں اور باز رہے آپ خطبے سے یہاں تک کہ فارغ ہوا وہ شخص نماز سے اخراج کیا اسکا دارقطنی نے اور کہا کہ اسناد
کی اسکی عبید بن محمد عبدی نے اور وہم کیا اسمیں پھر نکالی دارقطنی نے احمد بن حنبل سے یہی حدیث مرسل اور اسمیں ہے کہ انتظار کیا آپ نے اسکا اور کہا کہ
یہ مرسل صواب ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مرسل حجت ہے تو اسکے مقتضی پر عمل ضرور ہے پھر اسناد اسکی زیادت ہے جب کہ ما قبل کے معارض نہ ہو کیونکہ اور حدیث میں انکا
ذکر نہیں نہ یہ کہ اسکا خلاف مذکور ہے اور یہ زیادت ثقہ کی مقبول ہے اور فقط زیادت اسکی وجہ سے خلاف نہیں ورنہ نہ مقبول کہا جاوے زیادت ثقہ کی اصل
میں واللہ اعلم ف جب تک کہ تمام کرے خطبے کو اور جب امام منبر پر بیٹھے تب اذان کہی جاوے دوسری بار امام کے آگے ف اور حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے وقت میں فقط یہی اذان تھی روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے سائب بن یزید سے کہا کہ تھی اذان دن جمعے کے اول اسکے جب امام

[1] سب نماز میں وقت خطبے کے منع ہیں سوا نماز فائتہ کے واسطے اہل ترتیب کے کہ وہ وقت خطبہ بھی جائز ہے ۱۲

بیٹھتا تھا منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے سو جب خلافت ہوئی عثمانؓ کی زیادہ کیا دوسری اذان کو اور ابن ماجہ میں ہے کہ زیادہ کیا دوسری اذان کو ایک گھر میں کہ نام اسکا زوراء تھا بازار میں اور بعض روایتوں میں ہے کہ زیادہ کی حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان اور تیسری اذان اسوجہ سے ہے کہ ایک اقامت کو بھی اذان میں شمار کیا ہے جیسا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ یعنی درمیان دونوں اذانوں کے نماز ہے یعنی ایک اذان اور ایک اقامت کے تو دفع ہو گیا اس سے وہ اعتراض جو وارد کیا اسکو بعض لوگوں نے کہ اذان کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے اور اسکے بعد نماز تو سنتیں کس وقت ہوتیں کیونکہ یہ اول اذان حضرت کی وقت میں نہ تھی اور وہ جو جواب دیا اسکا بعض لوگوں نے کہ سنتیں پڑھتے تھے بعد اذان کے تو وہ جہالت ہے کیونکہ یہ اذان متصل ہوتی ہے خطبے کے بلا فصل اور جائز ہے یہ بات کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال کے نکلتے ہوں اور سنتیں پڑھتے ہوں اور پھر اذان ہو کر خطبہ شروع ہوتا ہو کیونکہ اوپر ہم باب النوافل میں بیان کر چکے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد زوال آفتاب کے دو رکعتیں اور کہتے تھے کہ یہ وہ ساعت ہے کہ کھولے جاتے ہیں اسمیں دروازے آسمان کے تو میں چاہتا ہوں کہ چڑھے میری جانب سے اسوقت میں کوئی عمل نیک ص اور لوگ امام کیطرف منہ کر کے خطبہ سنیں اور امام باطہارت کھڑا ہو کر دو خطبے پڑھے اور ان دونوں کے بیچ میں ایک بار بیٹھے ف کیونکہ کہا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ثنا الحاربی عن حجاج عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یخطب یوم الجمعۃ قائما ثم یقعد ثم یقوم فیخطب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے خطبہ پڑھتے دن جمعے کے کھڑے ہو کے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہو کے خطبہ پڑھتے تھے ص اور جب خطبہ تمام ہو جاوے تب اقامت کہی جاوے اور امام لوگوں کے ساتھ دو رکعتیں پڑھا دے ف جاننا چاہیے کہ خطبہ طول کرنا نہایت مکروہ ہے روایت کیا ابن ابی شیبہ وغیرہ نے جابر بن سمرہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کا قصر کرتے اور نماز کا بھی قصر کرتے اور کہا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہ قصر خطبے کا اور طول نماز کا مخبر ہے تفقہ سے اس شخص کا اور عمارؓ سے مروی ہے کہ منع کیا کہ لوگ طول کریں خطبے کو یہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور بہت مذمت بیان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی جو طول کرتے ہیں خطبے کا اور نماز میں کمی کرتے ہیں اور یہ علامت قیامت میں سے آپنے ارشاد فرمائی اور اسیطرح یہ جو لوگوں کی عادت ہے کہ دو خطبوں کے بیچ میں جب امام بیٹھتا ہے تو دعا مانگتے ہیں بدعت ہے اور نہایت مکروہ ہے اور اسیطرح قبل نماز جمعہ کے جو لوگ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہکے پکارتے ہیں بدعت ہے اور ہرگز جائز نہیں اور جمعہ کے دن کپڑے بدلنا خوشبو لگانا مستحب ہے حدیثیں جمعے کو عید بنایا ہے فقط

ص باب عیدین کی نماز کے بیان میں

مستحب[1] ہے کہ عید فطر کے روز نماز کے پہلے کھانا کھاوے اور مسواک کرے اور غسل کرے اور خوشبو ملے اور اپنا اچھا کپڑا پہنے ف لیکن نماز کے پہلے کھانا کھانا خصوصًا جبکہ کھانا میٹھا ہووے مستحب ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلتے تھے واسطے نماز عید کے یہانتک کہ کھالیتے تھے کچھ خرمے اور کھاتے تھے انکو طاق اور لیکن مسواک کرنا سو واسطے کہ ہر وضو اور نماز کے وقت سنت ہے اور لیکن غسل کرنا سو بیان اسکا غسل کے باب میں گذرا اور لیکن خوشبو ملنا تو اسواسطے کہ یہ دن خوشی کا ہے اور اجتماع کا اور جبکہ جمعے میں خوشبو لگانا مستحب ہے تو عیدین میں بطریق اولی مستحب ہوگا اور اچھا کپڑا پہنے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے پہنتے دن عید کے ایک جبہ صوف سے تھا یا کسی اور کپڑے سے اور یہ حدیث ہدایہ میں ہے اور روایت کی بیہقی نے مانند اسکے طریق شافعی سے اور اخراج کیا طبرانی نے اوسط میں کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے دن عید کے ایک جوڑا سرخ اور جوڑا سرخ اس سے عبارت ہے کہ یمن میں ایک کپڑا ہوتا ہے اسمیں خطے ہوتے ہیں سرخ اور سبز ص اور صدقہ فطر کا ادا کرے ف اور بیان اسکا کتاب الزکوٰۃ میں آویگا ص اور مسجد کیطرف تکبیر آہستہ آہستہ کہتا ہوا جاوے ف خلاف جہر تکبیر یہی عید فطر میں نہ ص الکبیر میں کیونکہ وہ عموم ذکر خداوندی میں داخل ہے تو صاحبینؒ کے نزدیک جہر کرے جیسا کہ عید قربان میں اور امام صاحبؒ کے نزدیک جہر نہ کرے اور ایک روایت میں انسے ہے کہ جہر کرے اور کہا امام صاحب نے کہ جہر کرنا اور آواز کا بلند کرنا ساتھ ذکر کے بدعت ہے اور مخالف ہے اللہ تعالی کے قول کے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَہْرِ مِنَ الْقَوْلِ یعنی یاد کر اللہ کو عاجزی سے

[1] یہاں مستحب مقابل فرض و واجب کر ہے پس سنت کو شامل ہے مثل غسل و مسواک خروج الی المصلی کا اور صدقہ فطر صاحب نصاب پر اگرچہ مطلق واجب ہے لیکن قبل نماز عید کے اسکا دینا مستحب ہے ۱۲ عبدہ

اور آہستہ سے اور حدیث مین آیا ہی لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا یعنے نہین پکارتے ہو تم بہرے اور نہ غائب کو یعنی اللہ تعالی سنتا جانتا موجود ہی اور روایت کی دارقطنی نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تکبیر کہتے فطر مین جب نکلتے تھے اپنے گھر سے عیدگاہ تک اور روایت کی انھون نے ابن عمرؓ سے کہ وہ جب جاتے تھے صبح کو دن عید فطر اور دن عید قربان کے جہر کرتے تھے ساتھ تکبیر کے یہانتک کہ آتا تھا امام کہا بیہقی نے صحیح ہی وقف اسکا ابن عمرؓ پر اور پھر فعل صحابی کا ساتھ آیت کلام اللہ کے معارض نہوگا ص اور عید کی نماز کے پہلے نفل نہ پڑھے ف اور اکثر مشائخ نے اسکو مکروہ جانا ہی اور کبھی روایت ہی صحاح ستہ مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور نماز پڑھی ساتھ صحابہؓ کو عید کی اور نہ نماز پڑھی قبل اسکے اور نہ بعد اسکے اور روایت کی ترمذی نے ابن عمرؓ سے کہ وہ نکلے دن عید کے تو نہ نماز پڑھی قبل اسکے اور نہ بعد اسکے اور ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا صحیح کیا اسکو ترمذی نے اور یہ نفی محمول ہی اس بات پر کہ عیدگاہ مین سوا عید کے اور کچھ نہ پڑھتے تھے اور روایت کی ابن ماجہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین پڑھتے تھے قبل عید کے کچھ سو جب آتے اپنے گھر مین پڑھتے تھے دو رکعتین ص اور جو شرطین کہ جمعے کے واسطے ہین وہی شرطین عید کیواسطے بھی ہین واجب ہے اور ادا کرنیکی حق مین مگر خطبہ عیدین مین سنت ہی اور نماز عید کی واجب ہی اور یہی روایت ہی ابوحنیفہؒ سے اور یہی صحیح ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ عید کی نماز سنت ہی ہمارے عالمون کے نزدیک کیونکہ امام محمدؒ نے کہا ہی کہ جب دو عیدین ایک دن مین جمع ہون تو اول سنت ہی اور ثانی فرض ہی اور اسکا جواب یون دیا ہی کہ سنت سے مراد یہ ہی کہ حدیث سے وجوب اسکا ثابت ہوا ہی ف اور وجہ وجوب کی یہ ہی کہ مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر اور وجہ سنت ہونے کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث اعرابی مین فرمایا جسوقت اسنے پوچھا کہ کیا مجھپر لازم ہی سوا ان پانچ نمازون کے فرمایا کہ نہین مگر یہ کہ نفل پڑھو اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ صحیح وجوب ہی اور یہی مذہب ہی اکثر مشائخ کا لیکن جیسا مواظبت نماز عید سے وجوب اسکا ثابت ہوتا ہی ایسے ہی وجوب خطبہ عید کا ثابت ہوتا ہی بہرصورت قائل ہونا ساتھ وجوب نماز عید اور سنیت خطبہ عید کے ترجیح بلا مرجح ہی ص اور عید کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہی جب آفتاب ایک یا دو نیزے کے برابر بلند ہوتا ہی اور باقی رہتا ہی جبتک کہ زوال نہو آفتاب کا ف کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے نماز عید کی جب آفتاب بلند ہو جاتا تھا موافق ایک نیزے یا دو نیزے کے اور سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ مین ہی یزید بن خمیر سے کہا کہ نکلے عبداللہ بن بسر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آدمیون کے دن عید فطر یا عید اضحی کے سو برا کہا انھون نے امام کو کہ دیر کی اُسنے اور کہا کہ فارغ ہو جاتے تھے ہم اب تک نماز سے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی کہ آئے کچھ سوار طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہی دیتے تھے کہ انھون نے دیکھا چاند کو کل تو آپنے حکم کیا لوگون کو کہ افطار کرین اور جب صبح ہو تو جاوین طرف عیدگاہ کے اور بیان کیا گیا روایت ابن ماجہ اور دارقطنی مین کہ وہ سوار آئے تھے آخر دن مین اور صحیح کی دارقطنی نے اسناد اسکی اور صحیح کیا اسکو نووی نے خلاصہ مین اور روایت کی طحاوی نے ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ثنا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ جَعْفَرِ بْنِ اَيَاسٍ عَنْ اَبِيْ عُمَيْرِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَخْبَرَنِيْ عُمُوْمَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ الْهِلَالَ خَفِيَ عَلَى النَّاسِ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحُوْا صِيَامًا فَشَهِدُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ الْمَاضِيَةَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِالْفِطْرِ فَاَفْطَرُوْا تِلْكَ السَّاعَةَ وَخَرَجَ لَهُمْ مِّنَ الْغَدِ فَصَلّٰى بِهِمْ صَلٰوةَ الْعِيْدِ یعنی تحقیق کہ چاند پوشیدہ ہوا لوگون پر اخیر رات مین رمضان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین تو صبح کو انھون نے روزہ رکھا اور آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعد زوال کے لوگ کہ انھون نے دیکھا چاند کو شب گذشتہ مین پس حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو فطر کا اور کھولا انھون نے روزہ اُسی وقت اور نکلے آپ ساتھ انکے دوسرے روز صبح کے وقت اور پڑھی ساتھ انکے عید کی نماز ص اور امام مقتدیون کے ساتھ

دو رکعت پڑھا وی اسطرح سی کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر ثنا پڑھے بعد اسکی تین تکبیرین کہی تب فاتحہ اور سورۃ پڑھی تب رکوع کری تکبیر کہتا ہوا اور دوسری رکعت مین
پہلے قرآن پڑھنا شروع کری اور بعد قرارت کی تین تکبیرین کہی اور پھر ایک تکبیر اور کہہ کے رکوع مین جاوی اور چھ تکبیرین جو زیادہ ہین ان مین ہاتھ اُٹھاوی اور نماز کے
بعد دو خطبے پڑھے اُن مین احکام صدقہ فطر کے بتا دی ف جاننا چاہیئے کہ تکبیرات ہمارے نزدیک عیدین مین چھ چھ ہین اور حدیثین مختلف آئی ہین وارد ہوئی
ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ سی لیکن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی سو یہ ہی کہ روایت کی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے عیدین مین سات اول رکعت مین اور دوسری رکعت مین پانچ قبل قرارت کے سوا دو تکبیرین رکوع کے اور
یہی مذہب ہی امام شافعی رحمہ اللہ کا اور روایت کیا اسکو حاکم نے اور کہا کہ تفرد کیا ساتھ اسکے ابن لہیعہ نے اور تحقیق کہ استشہاد کیا اس سے مسلم نے اور کہا کہ اس باب
مین مروی ہی حضرت عائشہ اور ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور طریق انکے فاسد ہین یعنی ضعیف ہین اور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین ہی عبد اللہ بن عمرو
ابن العاص سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر عید فطر مین سات ہین پہلی رکعت مین اور پانچ دوسری رکعت مین اور قرارت دونون کعتون
مین بعد انکی ہی زیادہ کیا دارقطنی نے اور پانچ دوسری رکعت مین سوا تکبیر نماز کے کہا نووی نے کہا ترمذی نے علل مین کہ پوچھا مین نے بخاری سے اس حدیث
کو سو کہا کہ وہ صحیح ہی اور اخراج کیا ترمذی اور ابن ماجہ نے کثیر بن عبد اللہ سے انھون نے اپنے باپ عبد اللہ سے انھون نے اپنے دادا عوف مزنی سے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی عیدین مین اول رکعت مین سات قبل قرأت کے اور دوسری رکعت مین پانچ قبل قرارت کے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن
ہی اور یہ اچھی ہی سب حدیثون مین جو مروی ہین اس باب مین اور کہا ترمذی نے علل کبری مین کہ پوچھا مین نے بخاری سے اس حدیث کو سو کہا کہ نہین صحیح ہی اس باب مین
کوئی حدیث اس حدیث سے اور اسی سے اخذ کرتا ہون مین اور مروی ہوئین چند حدیثین سوا انکے کہ موافق ہین ان حدیثون کی اور سنن ابو داؤد مین ہی جو معارض انکی
ہی کہ پوچھا سعید بن العاص نے ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ ابن الیمان سے کہ کسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے اضحیٰ اور عید فطر مین سو کہا ابو موسیٰ نے
کہ تھے تکبیر کہتے چار مثل تکبیر جنازہ کے سو کہا حذیفہ نے سچ کہا پھر کہا ابو موسیٰ نے ایسا ہی تکبیر کہتا تھا مین بصرہ مین آخر حدیث تک اور سکوت کیا اس سے ابو داؤد نے
پھر منذری نے اپنے مختصر مین اور یہ روایت برابر دو حدیثون کے ہی کیونکہ تصدیق کی اسکی حذیفہ نے تو گویا انھون نے بھی روایت کیا اسکو اور سکوت ابو داؤد
اور منذری کا تصحیح ہی واسطے اس حدیث کے اور جو ضعیف کیا ابن الجوزی نے اسکو بسبب تضعیف عبد الرحمٰن بن ثوبان کے اور نقل کیا اسکو ابن معین اور امام
احمد سے معارض ہی ساتھ قول صاحب تنقیح کے اپنی کتاب مین کہ توثیق کی اسکی بہت لوگون نے کہا ابن معین نے نہین حرج ہی ساتھ اسکے لیکن اسناد مین اسکی ابو عائشہ ہی
کہا ابن القطان نے نہین جانتا ہون مین حال اسکا اور کہا ابن حزم نے مجہول ہی اور اگر مسلم ہو تو بھی حدیث ابن لہیعہ کی ضعیف ہی کیونکہ ظاہر ہوا اضطراب
اس حدیث کا تو کبھی تو اسمین ہی عن ابن لہیعۃ عن یزید ابن حبیب عن الزھری اور کبھی ہی عن عقیل عن الزھری اور بعض مین ہی عن ابن لہیعۃ
عن ابی الاسود عن عروۃ عن عائشۃ اور بعض مین ہی عن الاعرج عن ابی ھریرۃ کہا دارقطنی نے کہ اضطراب ہی اسمین بوجہ ابن لہیعہ کے اور رجا اور دو حدیثین
بیان کین منع کیا انکی تصحیح کو ابن القطان نے اپنی کتاب مین اور کہا اسنی کہ کثیر بیٹا عبد اللہ کا نزدیک محدثین کے متروک ہی اور کہا احمد نے کہ کچھ نہین اور
نہین روایت کی اس سے اپنی مسند مین اور ایسا ہی کہا ابن معین نے اور کہا نسائی اور دارقطنی نے متروک ہی اور کہا ابو زرعہ نے واہی ہی حدیث اسکی یعنی
ضعیف ہی اور کہا امام احمد نے نہین ہی تکبیر عیدین مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحیح لیکن سند پکڑی گئی اسمین ساتھ قول ابو ہریرہ کی اور لیکن
جو مروی ہی صحابہ سے سو کہا عبد الرزاق نے ثنا سفیان الثوری عن ابی اسحاق عن علقمۃ والاسود ان ابن مسعود کان یکبر فی العیدین تسعا
اربعا قبل القراءۃ ثم یکبر فیرکع وفی الثانیۃ یقرأ فاذا فرغ کبر اربعا یعنی ابن مسعود تکبیر کہتے تھے عیدین مین نو تکبیرین چار قبل قرارت کے پھر
تکبیر کہتے تھے اور رکوع کرتے تھے اور دوسری رکعت مین قرارت کرتے تھے اور جب فارغ ہوتے تھے قرارت سے تکبیر کہتے تھے چار بار

آور اول رکعت مین تین تکبیرین عید کی ہین اور ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری مین بھی تین عید کی اور ایک رکوع کی آور روایت کی اُسنے باسناد صحیح اسی اسناد
سے کہا کہ تھے ابن مسعودؓ بیٹھے اور نزدیک اُنکی ابو موسیٰ اشعریؓ اور حذیفہؓ تھے سو پوچھا اُنسے سعید بن العاصؓ نے تکبیر سے نماز عیدین کی کہا حذیفہؓ نے پوچھ
ابو موسیٰؓ سے کہا ابو موسیٰؓ نے کہ پوچھ عبد اللہ بن مسعودؓ سے کیونکہ وہ ہم مین قدیم ہین اور سب سے زیادہ جاننے والے ہین پھر پوچھا اُنسے تو کہا ابن مسعودؓ نے
تکبیر کہے چار پھر قرارت کرے اور تکبیر کہے اور رکوع کرے پھر کھڑا ہو دوسری رکعت مین اور قرارت کرے پھر تکبیر کہے چار بعد قرارت کے اور ایک دوسرا
طریقہ ہی کہ روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح مسروقؓ سے کہ تھے سکھاتے ہمکو عبد اللہ بن مسعودؓ تکبیر عیدین مین تو تکبیرین پانچ پہلی رکعت مین
اور چار دوسری رکعت مین اور اُس سے مراد یہ ہی کہ ایک تکبیر تحریمہ کی اور تین عیدین کی اور ایک رکوع کی اول رکعت مین اور دوسری مین ایک رکوع
کی اور تین عیدین کی اور ایک دوسرا طریقہ ہے اِس حدیث کا روایت کیا اُسکو امام محمدؒ نے ثنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم النخعی
عن عبد اللہ بن مسعود وکان قاعدًا فی مسجد الکوفۃ ومعہ حذیفۃ بن الیمان وابو موسیٰ الاشعری فخرج علیہم الولید بن عقبۃ بن ابی
معیط وھو امیر الکوفۃ یومئذ فقال ان غدا عیدکم فکیف اصنع فقالا اخبرہ یا ابا عبد الرحمن فامرہ عبد اللہ بن مسعود ان یصلی
بغیر اذان ولا اقامۃ وان یکبر فی الاولی خمسا وفی الثانیۃ اربعا وان یوالی بین القراءتین وان یخطب بعد الصلوۃ علی راحلتہ یعنی
ایک روز حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیٹھے تھے مسجد کوفہ مین اور تھے اُنکے ساتھ حذیفہ بن الیمانؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ تو نکلے اُنکے اوپر ولید بن عقبہ اور وہ امیر کوفہ
کے تھے اُس زمانے مین اور کہا کہ کل عید ہی تمھاری تو کیا کرون مین یعنی کسطرح نماز پڑھاؤن مین کہا ابو موسیٰؓ اور حذیفہؓ نے کہ بتاؤ اسکو ابی ابن مسعودؓ تو حکم کیا انھون
نے اُسکو کہ پڑھے بغیر اذان اور اقامت کی اور تکبیر کہے پہلی رکعت مین پانچ اور دوسری مین چار اور موالات کرے درمیان دونون قرارتون کے اور خطبہ پڑھے بعد نماز
کے اپنی سواری پر آور یہ اثر صحیح ہی اور بیٹھے ہوئے تھے ساتھ صحابہؓ کے ابن مسعودؓ اور گواہ تھے ساتھ اُسکے حذیفہؓ اور ابو موسیٰؓ تو اگر کوئی کہے کہ مروی ہی ابو ہریرہؓ اور
ابن عباسؓ سے جو مخالف ہی اسکے جواب اسکا یہ ہی کہ معارض ہونگی یہ اثر عبد اللہ بن مسعود کے اور ترجیح ہو گی اثر عبد اللہ کو کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہین ہین زیادہ
عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور بدری نہین ہین وہ بخلاف ابن مسعودؓ کے اور ابن عباسؓ سے جو مروی ہی مصنف ابن ابی شیبہ مین کہ تکبیرین کہین انھون نے
عید مین تیرہ ۱۳ تکبیرین سات پہلی رکعت مین اور چھ دوسری رکعت مین اور ایک روایت مین ہی کہ بارہ تکبیرین سات اول رکعت مین اور پانچ دوسری رکعت مین
معارض ہی اُسکے وہ جو روایت کی اُنسے خود ابن عباسؓ سے کہ نماز پڑھی انھون نے دن عید کی اور تکبیرین کہین نو تکبیرین پانچ اول رکعت مین اور چار دوسری مین
اور موالات کی درمیان دونون قرارتون کی اور روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور زیادہ کیا اسمین کہ کیا مغیرہ نے مانند اسکی تو باقی رہا اثر ابن مسعودؓ کا سالم
معارضے سے اور اسی سے حجت پکڑی ہماری عالمون نے واللہ اعلم اور دو خطبے بعد نماز عید کے پڑھے روایت کی ابن ماجہ نے جابرؓ سے کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم دن فطر کے یا اضحی کے سو خطبہ پڑھا آپ نے کھڑے ہوکے پھر بیٹھے آپ پھر کھڑے ہوکر پڑھا اور کہا نووی نے خلاصے مین اور جو مروی ہی ابن مسعودؓ سے کہ سنت سے ہی یہ بات
کہ دو خطبے پڑھے عیدین مین اور فاصل کرے انمین ایک جلسے کو ضعیف ہی متصل نہین اور نہین ثابت ہوا دو خطبے پڑھنے مین کچھ اور معتمد اسمین قیاس ہی جمعے پر تو اگر
خطبہ پڑھا قبل نماز کے خلاف کیا سنت کا لیکن پھر اعادہ نہ کرے خطبے کا ص اور اگر امام نے نماز عید پڑھی اور کسی شخص نے اُسکے ساتھ نماز نہ پڑھی قضا نہ کرے
اور اگر عید فطر کی نماز کسی عذر سے پہلے روز نہ پڑھی گئی دوسرے دن پڑھی جاوے اور تیسرے دن نہ پڑھی جاوے ف اور دلیل اُسکی اوپر گذری ص
اور عید اضحیٰ کے احکام عید فطر کے موافق ہین مگر عید قربان مین مستحب ہی کہ جبتک نماز نہ پڑھی جاوے کھانا نہ کھاوے اور نماز کے قبل کھانا مکروہ نہین

[illegible]

اور اسی بریدہ ہی سے مرفوعاً روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور صحیح کہا اسکو عبد اللہ بن بریدہ ہی انہون نے
اپنے باپ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلتے دن عید فطر کے یہانتک کہ کچھ کھا لیتے تھے اور نہیں کھاتے تھے دن بقرعید کے یہانتک
کہ لوٹتے تھے زیادہ کیا دارقطنی اور احمد نے کہ کھاتے تھے قربانی سے اور صحیح کیا اسکو یحیی بن القطان نے اپنی کتاب میں اور دارقطنی کی زیادت کو بھی صحیح
کیا ص اور عید اضحی میں تکبیر پکارکے رستے میں کہے ف اور بیان اسکا اوپر گذرا ص اور خطبے میں تکبیرات تشریق اور قربانی کے احکام بتلا دے اور اگر
کسی عذر سے یا بغیر عذر کے نماز چھوٹ گئی تو دوروز تک بعد عید کے نماز درست ہی اور بعد اسکے نہیں درست اور عرفے کے روز واقفون کی مشابہت کے واسطے
یعنی ان لوگونکی جو حج میں کھڑے ہوتی ہین اور وقوف کرتے ہین جمع ہونا کچھ معتبر چیز نہیں ہی کہ اس سے ثواب ہووی اسواسطے کہ ایک مکان خاص کہ جسکو
عرفات کہتے ہین اسمین حاضر ہونا حج کے موسم میں فرض اور موجب ثواب ہی اور عرفات کے سوا دوسرے مکان میں نہیں اور واجب ہی کہنا تکبیرات تشریق کا
یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد عرفے کی فجر سے ہر فرض کے بعد جو مردون کی جماعت کے ساتھ پڑھا جاوے شہر کے مقیم پر
ف جاننا چاہیے کہ اسمین اختلاف ہی کہ تکبیرات تشریق کی واجب ہین یا سنت بعضون نے کہا ہی کہ واجب ہین اور بعضون نے سنت اور اکثر کا مذہب یہ ہی کہ واجب
ہین روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رض سے کہ وہ تکبیر کہتے تھے بعد فجر کے دن عرفے سے نماز عصر تک اخیر دن تک دنون تشریق سے اور روایت کی محمد بن
حسن نے ثنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم النخعی عن علی بن ابی طالب اس اسناد سے مثل اسکی اور مذہب امام صاحب کا یہ ہی کہ فجر عرفے سے شروع
کرے اور دن قربانی تک یعنی عید کے روز عصر کی نماز تک پڑھے اور دلیل انکی یہی جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا ابو الاحوص عن ابی اسحق عن
الاسود قال کان عبد اللہ یکبر من صلوۃ الفجر یوم عرفۃ الی صلوۃ العصر من یوم النحر یقول اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ
الحمد یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے نماز فجر سے دن عرفے کے قربانی کے دن نماز عصر تک اللہ اکبر اللہ اکبر اخیر تک اور روایت
کی حاکم نے علی اور عمار رضی اللہ عنہما سے کہا دونون نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر کرتے بیچ فرائض کے بسم اللہ الرحمن الرحیم
کا اور تھے قنوت پڑھتے نماز فجر میں اور تھے تکبیر کہتے دن عرفے کے نماز صبح سے اور ختم کرتے تھے اسکو نماز عصر تک اخیر ایام تشریق میں اور صحیح کیا اسکو
حاکم نے اور کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث واہی ہی گویا موضوع ہی کیونکہ عبد الرحمن اسناد مین ہی اسکی ثقتین نے منکر ہین اور سعید اسکی اسناد مین ہی اگر سعید
کریزی ہی تو وہ ضعیف ہی اور اگر دوسرا ہی تو مجہول ہی اور اخراج کیا اسکا بیہقی نے اور ضعیف کیا اسکو ص اور اس عورت پر جسنے مرد کے ساتھ اقتدا
کی اور اس مسافر پر جو مقیم کا مقتدی ہو عصر روز عید تک اور کہا صاحبین نے ایام تشریق کے آخر روز کے عصر تک اور اسی پر عمل اور فتوے ہی اور
مقتدی تکبیر تشریق کی ترک نہ کرے اگرچہ امام ترک کرے ف کیونکہ متابعت امام کی اندر نماز کے واجب ہی اور باہر نماز کے واجب نہیں

ص باب خوف کی نماز کے بیان مین

جسوقت کہ دشمن کا خوف زیادہ ہووے تو اسوقت امام دو گروہ کرے ایک گروہ کو دشمن کی طرف کرے اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت
پڑھے اگر مسافر ہے اور دو رکعتین اگر مقیم ہے تب یہ گروہ دشمن کیطرف چلا جاوے اور دوسرا گروہ جو دشمن کی طرف تھا آوے اور پڑھے انکے
ساتھ امام جو باقی ہی نماز اور سلام پھیر دیوے امام اکیلا اور چلے جاوین یہ طرف دشمن کے اور پہلا گروہ آوے اور تمام کرے نماز کو بغیر قرارت کے پھر دوسرا
آوے اور وہ ساتھ قرارت کے نماز تمام کرے اور فجر کا حکم بھی ایسا ہی ہی ف اور دلیل ہماری حدیث ابن مسعود رض کی ہی اخراج کیا اسکا ابو داود نے
اور اسمین یہی مذکور ہے اور ضعیف کیا اس حدیث کو لوگون نے بسبب ابو عبیدہ کے کہ نہیں سنا انہون نے اپنے باپ ابن مسعود رض سے
اور ضعیف یہ اوسی قوی نہیں اور تفصیل سے بیان کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین ص اور مغرب کی نماز مین پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعتین

پڑھے اور دوسرے کے ساتھ ایک رکعت اور اگر زیادہ ہووے خوف کہ گھوڑے سے اتر نہ سکین تو اکیلے اکیلے سوار نماز پڑھین اور رکوع اور سجدہ اشارے سے کرین اور اگر قبلے کی طرف منھ نہ کر سکین تو جسطرف چاہین منھ کرین اور باطل کرتا ہی نماز کو لڑائی کرنا اور چلنا اور سوار ہونا ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازین جنگ خندق مین قضا ہوئی تھین اور اگر لڑائی مین نماز پڑھنا درست ہوتا تو کیون قضا کرتے آپ

ص باب جنازے کے احکام کے بیان مین

جو شخص کہ قریب مرنے کے ہووے اسکے واسطے سنت ہی کہ منھ اسکا قبلے کی طرف کیا جاوے داہنی کروٹ سے اور کلمہ شہادت کا سکھایا جاوے اور چیت لٹانا اسطرح کہ منھ اور پانون اسکے قبلے کی جانب ہون مختار ہی ف اور اول موافق سنت کی ہی اور چیت لیٹنے مین آسانی ہی اور دلیل اسکی یہ ہی کہ روایت کی حاکم نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے مدینے مین تو پوچھا حال براء بن معرور کا سو کہا صحابہ نے وفات کی اور بین وصیتین کین ایک یہ کہ جب مین قریب ہون موت کے تو کر دینا منھ میرا طرف قبلے کے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہونچا وہ صواب کو آخر حدیث تک اور لیکن یہ بات کہ داہنی کروٹ پر لیٹے تو ممکن ہی استدلال سے جو صحیحین مین ہی براء بن عازبؓ سے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے جب آوے تو خوابگاہ اپنی کو تو وضو کر مثل وضو نماز کے پھر لیٹ داہنی کروٹ پر اور کہہ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْلَمْتُ نَفْسِی اِلَیْکَ آخر تک کہ کہا اگر مر جاویگا تو مریگا موافق شرع کے اور لیکن داہنی کروٹ پر لیٹنا اور منھ قبلے کی طرف بھی کرنا سو بعض لوگ حجت پکڑتے ہین اس سے جو روایت کیا اسکو امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت فاطمہؓ نے وقت موت کے منھ قبلے کی طرف کیا تھا اور بہت طویل حدیث بیان کی ذکر کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے لیکن یہ حجت ضعیف ہی اور اسی واسطے نہین ذکر کیا اسکو ابن شاہین نے محتضر کے باب مین کتاب الجنائز سے سوا ایک اثر کے ابراہیم نخعی سے کہ منھ کرے میت کا طرف قبلے کی اور عطا سے بھی ایسا ہی ہی لیکن زیادہ کیا اُنسے کہ اوپر داہنی کروٹ کے اور مین نہین جانتا ہون کسی کو کہ ترک کیا ہو اسکو مردے سے اور کلمہ شہادت سکھایا جاوے اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھاؤ تم مردون کو شہادت اس بات کی کہ نہین ہی کوئی معبود سوا اللہ کے روایت کیا اسکو جماعت نے سوا بخاری کے اور ایسا ہی مروی ہی حدیث ابو ہریرہؓ سے اور روایت کی مسلم نے مانند اسکے ف اور جب مر جاوے تب اسکے دونون جبڑے باندھے اور اسکی آنکھ کو بند کرے اور خوشبو آگ پر رکھ کے اسکا تخت اور کفن بساوے اور بسانیکا شمار طاق ہووے ف اسواسطے کہ حدیث مین آیا ہی کہ اللہ وتر ہی یعنی خدا طاق ہی اور دوست رکھتا ہی طاق کو ف اور تخت پر رکھا جاوے اور ننگا کیا جاوے اور عورت اسکی چھپائی جاوے اور وضو کرایا جاوے بغیر کلی اور ناک مین پانی ڈالنے کے اور اس مردے کے اوپر وہ پانی جاری کرے جسکو بیری کی پتی یا اشنان گھانس ڈال کے جوش کیا ہووے ورنہ خالص پانی کے ساتھ دھووے ف اور وارد ہوئی اس مضمون مین حدیث روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک مین اور ایک روایت مین ہی کہ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ یعنی غسل دو اسکو ساتھ پانی اور بیری کی پتی کے ف اور اسکا سر اور داڑھی گل خیرو سے دھووے بعد اسکے مردے کو بائین کروٹ لٹا کے غسل دیوے اسقدر کہ جو بدن تخت سے ملا ہووے اسکو پانی پہونچے پھر داہنی کروٹ لٹاوے اور اسیطرح غسل دیوے ف اسواسطے کہ شروع کرنا داہنی سے مستحب ہی ف اور پہلے بائین کروٹ لٹانا اسواسطے کہا کہ جسمین داہنی طرف سے غسل شروع ہووے پھر اسکو تکیہ دیکے بٹھاوے اور اسکے پیٹ کو نرم نرم ملے اور جو کچھ نکلے اسکو دھووے اور غسل کو نہ دہراوے تب بعد اسکے ایک کپڑے سے پانی پونچھے اور اسکے ناخون نہ تراشے اور بال مین کنگھی نہ کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کرے ف کیونکہ کہا حضرت عائشہؓ نے جب دیکھا ایک عورت کو کہ کھینچے جاتے ہین بال اسکی پیشانی کے یعنی کنگھی کیجاتی ہی کہ کیون کھینچتے ہو تم پیشانی اسکی کو یعنی کنگھی کرنا تو واسطے زینت کے ہی اور مردے کو حاجت زینت کی نہین اخراج کیا اسکا عبد الرزاق نے سفیان ثوری سے انھون نے حماد سے انھون نے ابراہیم سے انھون نے

[illegible]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور روایت کیا اسکو امام ابو حنیفہؒ نے حماد سے انھون نے ابراہیم سے اور روایت کی ابراہیم نخعی نے اپنی کتاب غریب الحدیث مین قَالَ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا سُئِلَتْ عَنِ الْمَيِّتِ يُسَرَّحُ رَأْسُهُ فَقَالَتْ یعنے پوچھی گئین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردے کے کنگھی کیجاوے کہا انھون نے وہ قول ص اور اسکی داڑھی اور سر پر خوشبو ملے اور سجدے کے اعضا پر کافور ملے یعنے پیشانی اور ناک اور دونون ہاتھ اور دونون زانو اور دونون قدم پرف اور کافور لگانا مساجد[1] پر حدیث سے ثابت ہے ص سنت کفن کی مرد کے واسطے ازار اور کرتا اور لفافہ ہے اور لفافہ کہتے ہین اُس چادر کو کہ جو سب کپڑون کے اوپر لپیٹی جاتی ہے اور متاخرین نے عمامہ بھی باندھنا سنت رکھا ہے اور اسکے واسطے ازار اور لفافہ بھی کفایت ہے ف اور کفن سنت کی حجت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفن دیے گئے تین کپڑون مین سپید سحولی کے اور سحول نام ایک مقام کا ہے یمن مین سے کہ کپڑے اُس جگہ کے بہت اچھے ہوتے ہین اور روایت کیا اسکو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت عائشہ رضؓ سے لیکن اُس حدیث مین یہ بھی مذکور ہے کہ نہ تھا اُن کپڑون مین کرتا اور نہ عمامہ تو اگر یہ کہا جاوے کہ کرتا اُس سے خارج ہے اور وہ بھی کفن مین لازم ہے جیسا کہ کہا امام مالکؒ نے تو چار کپڑون مین کفن ہوویگا اور وہ غلط ہے کیونکہ بخاری مین ہے عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ لِعَائِشَةَ فِیْ کَمْ کُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِیْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ قَمِیْصٍ وَّاِزَارٍ وَّلِفَافَةٍ یعنے پوچھا حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کتنے کپڑون مین کفن دیے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کہ تین کپڑون مین کرتا اور ازار اور لفافہ اور یہ ضعیف ہے بسبب ناصح بن عبداللہ کوفی کے اور ضعیف کیا اسکو نسائی نے اور اگر ہووے اُن لوگون مین سے جنکی حدیث لکھی جاوے گی تو بھی حدیث حضرت عائشہؓ کی معارض نہ ہوگی اور جو روایت کی امام محمدؒ نے امام ہمارے ابو حنیفہؒ سے عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِیْ حُلَّةٍ یَمَانِیَّةٍ وَّقَمِیْصٍ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفن دیے گئے ایک جوڑے یمنی مین اور کرتے مین مرسل ہے اور مرسل اگرچہ ہمارے نزدیک حجت ہے لیکن تقدیم اسکی حدیث حضرت عائشہؓ پر کسطرح سے ہوگی ہان اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث قمیص کی مروی ہے چند طریقون سے تو معارض ہوویگی حدیث حضرت عائشہؓ کے اور اُن طریقون مین سے دو طریقہ بیان کیے اور تیسرا طریقہ وہ ہے جو روایت کی عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے مرسل اور چوتھا طریقہ وہ ہے جو روایت کی ابو داؤدؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کفن دیے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کپڑون مین اُس کرتے مین جسمین انتقال کیا اور ایک جوڑے بحرانی مین اور بحرین[2] ایک شہر کا نام ہے اور ضعیف ہے بسبب یزید بن ابی رباح راوی کے لیکن ترجیح شاید اس طور پر ہووے کہ کفن کو مرد عورت سے زیادہ جانتے ہین ورنہ اس مقام مین شک ہے کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل دیے گئے اُس قمیص مین جسمین انتقال کیا پھر اُسی کس طرح سے کفن پہنایا جاویگا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور حلہ یعنی جوڑا عرب کے عرف مین دو کپڑون کا نام ہے ازار اور چادر اور ہمارے نزدیک عمامہ نہین لیکن اچھا جانا اسکو بعض لوگون نے کیونکہ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ وہ عمامہ باندھتے تھے مردے کا اور مستحب کفن مین یہ ہے کہ سفید ہووے مرد کے واسطے اور عورت کے لیے اور جائز ہے عورت کو زعفرانی اور زرد رنگ وغیرہ جیسا کہ حالت حیات مین اسکو درست تھا اور جو لڑکا کہ قریب بلوغ کے ہووے اور اسیطرح لڑکی بھی حکم بالغ اور بالغہ مین ہے اور دو کپڑے کفایت ہین کیونکہ کہا حضرت ابو بکرؓ نے کہ نظر کرو میرے دو کپڑون مین سو دھوو انکو اور کفن دو مجکو اسمین کیونکہ زندے کو زیادہ احتیاج ہے نئے کپڑے کی طرف مردے سے یعنی کچھ حاجت نئے کپڑے کی نہین اسمین کفایت ہے کیونکہ زینت لباس اور جمیع امور دنیاوی کی تابع حیات ہے اور جب حیات نے قصد انفکاک کیا تو اُسوقت زینت وغیرہ بےفائدہ ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا ابو بکرؓ نے اپنے دونون کپڑون مین جن مین بیمار ہوئے تھے کہ دھوو انکو اور کفن دو مجھکو ان مین تو کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا نہ خرید کرین ہم تمھارے واسطے نیا کپڑا فرمایا کہ نہین زندہ زیادہ محتاج ہے طرف نئے کپڑے کے مردے سے اور صحیح بخاری مین

ناصح بن عبداللہ کوفی

یزید بن ابی رباح

[1] یعنے جو اعضا کہ نماز پڑھتے وقت زمین پر لگتے ہین ۱۲ [2] در منتخب نوشتہ شہریست معروف و بحرانی منسوب بآن ۱۲

جو مروی ہی ابو بکر ؓ سے خلاف اُسکے معارض ہی اُسکے جو ذکر کیا ہمنے مصنف عبد الرزاق سے اور سند عبد الرزاق کی کچھ کم نہین سند بخاری سے بلکہ اُس سے بھی
زیادہ صحیح ہی اور سند اُنکی یہ ہی أنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت الح ص اور عورت کے واسطے پیراہن و ازار اور اوڑہنی اور لفافہ اور
سینہ بند جس سے اُسکے پستان باندھے جاوین سنت ہی اور اُسکے واسطے ازار اور لفافہ اور اوڑہنی بھی کفایت ہی ف اور کفن سنت کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُن عورتون کو جنھون نے اُم کلثوم ؓ آپکی بیٹی کو کفن دیا تھا پانچ کپڑے عطا فرمائے تھے ایسا ہی ہدایہ مین بیان کیا اسکو ام عطیہ نے اور بعضون نے کہا ہی
کہ صواب بجاے ام عطیہ کے لیلی بنت قانف ہی کہا اُسنے کہ تھی مین اُن عورتون مین جنھون نے کفن دیا تھا ام کلثوم ؓ بیٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اول جو دیا اُنکو ازار تھی پھر پیراہن پھر اوڑہنی پھر چادر پھر ایک اور کپڑا دیا گیا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور حسن کہا اسکو نووی نے اور کہا منذری نے کہ
اُم کلثوم ؓ نے وفات کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غائب تھے یعنی اُس جگہ نہ تھے اور معارض ہی اس قول کے وہ جو کہا ابن الاثیر نے کتاب الصحابہ مین کہ انتقال کیا ام کلثوم ؓ نے
سنہ نو مین بعد زینب ؓ کے ایک برس اور نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنپر اور یہ کہا کہ وہ ہی جسکو غسل دیا تھا ام عطیہ نے اور ایک سند قوی موجود ہی جو دلالت کرتی
ہی ضعف پر قول منذری کے وہ جو روایت کی ابن ماجہ نے بسند صحیح ام عطیہ سے کہا کہ داخل ہوے ہمپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم غسل دے رہی تھے آپکی
بیٹی ام کلثوم ؓ کو سو فرمایا آپ نے کہ غسل دین اُنکو تین بار یا پانچ بار ساتھ پانی اور بیری کی پتی کے اور اخیر بار مین کافور کرین سو جب فارغ ہو جاوین خبر دین
مجھکو تو جب فارغ ہوی ہم خبر دی ہمنے آپ کو تو پھینکی طرف ہمارے ایک ازار اور کہا کہ پہنا دو یہ اسکو ذکر کیا یہ شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین ص پہلے لفافہ
بچھاوی تب اُسکے اوپر ازار تب مردے کو پیراہن پہنا کے ازار پر رکھے اور ازار کو پہلے بائین طرف سے لپیٹے تب داہنی طرف سے لپیٹے تب بعد اُسکے لفافہ بھی اسی طرح لپیٹے
اور عورت کو پہلے پیراہن پہنا دے اور اُسکے سر کے بال کو دو حصے کرکے اُسکی چھاتی پر پیراہن کے اوپر رکھدیوے تب اُسکی اوپر داہنی اوڑہاوی پھر ازار تب
اُسکے اوپر لفافہ لپیٹے اور اگر کفن کے کھل جانے کا ڈر ہو وے تو اُسکو باندھ دیوی ف اور کفن کفایت سے بھی کم کرنا مکروہ ہی مگر وقت ضرورت کے جیسا کہ روایت
کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے خباب بن الارت سے کہا کہ ہجرت کی ہمنے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ کے تو واقع ہوا اجر ہمارا اللہ پر تو بعضے اُن مین ایسے
ہوے جنھون نے کچھ اجر لیا اور گذر گئے اُنہین سے تھے مصعب بن عمیر کہ قتل کیے گئے دن اُحد کے اور چھوڑ گئے ایک چادر تو ہم جب ڈھانپتے تھے سر اُنکا کھل
جاتے تھے پیر اُنکے اور جب پیر کو بند کرتے تھے کھل جاتا تھا سر اُنکا تو حکم کیا ہمکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھپاوے سر اُنکا اور کرو پیرون پر گھانس اذخر کی
اور کفن بھی قبل باندھنے کے خوشبو دیا جاوے طاق بار کیونکہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خوشبو دو تم میت
کو تین بار اور ایک روایت مین بیہقی کی ہی جمّروا کفن الميت ثلثا یعنے خوشبو دو کفن کو مردے کے تین بار اور کہا گیا ہی کہ سند اسکی صحیح ہی اور بعد اُسکے
اُسپر نماز پڑھین کیونکہ ص نماز پڑھنا جنازے کی فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعض پڑھ لین سب کے ذمے سے ساقط ہو گی اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گنہگار
ہونگے ف تو اس جگہ پر دو باتین ثابت کرنا ضرور ہین ایک یہ کہ نماز فرض ہے دوسری یہ کہ فرض کفایہ ہے تو دلیل فرضیت کی یہ ہی کہ فرمایا اللہ تعالیٰ
جنکو خبر ہو گی ۱۲
نے وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ یعنے پڑھ نماز اُن پر کیونکہ نماز تمہاری اے محمد ﷺ آرام ہے اُنکے واسطے اور دلیل دوسری کی یہ ہی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردے پر خود نماز نہین پڑھی اور کہا صحابہ ؓ سے کہ پڑھو نماز اپنے صاحب پر تو اگر فرض عین ہوتی نہ ترک کرتے اُسکو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور شرط اُسکی یہ ہے کہ مردہ امام کے سامنے حاضر ہووے تو نماز غائب پر درست نہین اور جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی
پر نماز پڑھی تھی تو اسواسطے کہ تخت اُسکا آپ کے سامنے حاضر ہو گیا تھا اگرچہ مقتدیون کو نہ معلوم ہوا اور دلالت کرتی ہے اُسپر جو روایت کی ابن
حبان نے صحیح مین عمران بن حصین ؓ سے کہ کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بھائی تمہارا نجاشی انتقال کیا اُسنے سو کھڑے ہو اور نماز پڑھو اُسپر تب

سلہ اذخر ایک گھانس ہوتی ہی خوشبو دار عرب مین ۱۲ وحید سلہ نجاشی اسم پادشاہ حبش کہ بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایمان آوردہ بود ۱۲ منہ مدظلہ

کھڑے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صف باندھی صحابہؓ نے پیچھے آپ کے اور تکبیریں کہیں چار تکبیریں اور وہ نہیں جانتے تھے کہ جنازہ اُنکے سامنے ہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ گمان اُنکا اسی طرف تھا کہ جنازہ پر بغیر ہوئے جنازے کے نماز کس طرح ہوگی تو شاید کہ کشف ہوا ہو آپ پر یا خصوصیات نجاشی رح میں ہو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ تو اگر کوئی اعتراض کرے کہ سوا نجاشی رح کے آپ نے معاویہؓ بن معاویہ مزنی پر نماز پڑھی اور وہ حاضر نہ تھے جیساکہ اُترے حضرت جبرئیل علیہ السلام تبوک میں اور کہا اے رسول اللہ معاویہ نے وفات کی مدینے میں تو اگر چاہو تم لپیٹ دوں تمہارے واسطے زمین کو یعنی اُس زمین کو جہاں وہ دفن ہوئے ہیں حاضر کردوں اور تم نماز پڑھو اُسپر فرمایا کہ اچھا تو مارا اپنا بازو زمین پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تو اُٹھا آپ کے واسطے تخت اُنکا اور نماز پڑھی آپ نے اُنپر اور پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صفیں تھیں فرشتوں کی ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے پھر پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہ کس سبب سے یہ درجہ پایا اُسنے کہا کہ اُنکو لگی تھی انکو سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی اور پڑھتے تھے اسکو آتے جاتے اور چلتے اور کھڑے اور بیٹھے روایت کیا اسکو طبرانی نے حدیث ابی امامہؓ سے اور ابن سعد نے طبقات میں حدیث انسؓ سے اور نماز پڑھی آپ نے زید بن حارثہؓ اور جعفرؓ طیار پر جیسے کہ روایت کی واقدی نے مغازی میں حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ قَالَ لَمَّا الْتَقَى النَّاسُ بِمُؤْتَةَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَكُشِفَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّامِ فَهُوَ يَنْظُرُ اِلٰى مُعْتَرَكِهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَمَضٰى حَتَّى اسْتُشْهِدَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَسْعٰى ثُمَّ اَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِي طَالِبٍ فَمَضٰى حَتَّى اسْتُشْهِدَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَطِيْرُ فِيْهَا بِجَنَاحَيْنِ حَيْثُ شَاءَ یعنے بیٹھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اور ظاہر ہوا اُنکو شام تک اور دیکھتے تھے اُنکی لڑائی کی جگہ کو پھر فرمایا آپ نے لیا نشان کو زید بن حارثہؓ نے اور گذرے اور شہید ہوئے اور نماز پڑھی اُنپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دعا کی اُنکے واسطے اور کہا بخشش مانگو اللہ سے اُسکے لیے داخل ہوا جنت میں اور وہ دوڑتا ہی جنت میں پھر لیا نشان کو جعفرؓ بن ابی طالب نے اور گذرے اور شہید ہوئے پھر نماز پڑھی اُنپر اور دعا کی اُنکے واسطے اور کہا کہ بخشش مانگو اللہ سے اُنکے لیے اور داخل ہوئے وہ جنت میں اور اُڑتے ہیں جنت میں ساتھ دونوں بازو کے جہاں چاہتے ہیں تو جواب اُسکا یہ ہی کہ خصوصیت نجاشی رح کا ہمنے دعویٰ اُس تقدیر پر کیا ہے کہ جب تخت مُردے کا نہ ظاہر ہوا ہو آپ کے واسطے اور یہاں آپ اُسکو اور جو مذکور ہوا اُسکے خلاف ہی باوجود ضعف روایات کے سو جو مغازی سے مروی ہے مرسل ہی دونوں طریقوں سے اور جو ابن سعد سے ہے طبقات میں ضعیف ہے ساتھ علاؔ کے اور وہ بیٹا زید کا ہے اور کہا ہے کہ بیٹا زید کا اتفاق کیا محدثین نے اُسکے ضعف پر اور طبرانی کی روایت میں بقیہ بیٹا ولید کا ہے اور وہ بھی ضعیف ہے اور اگر اسکو تسلیم نہ کریں تو لازم آتا ہے کہ جتنے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ملکوں میں مرے ہوں نماز پڑھی ہو آپ نے اُن سب پر اور یہ ہرگز ثابت نہیں ہوا اصل اور نماز جنازے کی یہ ہے کہ پہلے تکبیر کہے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کے پھر بعد اُسکے ہاتھ نہ اُٹھاوے اور شافعی رح کے نزدیک ہر تکبیر میں اُٹھاوے اور ثنا پڑھے پھر تکبیر کہے اور درود بھیجے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر تیسری تکبیر کہے اور یہ دعا پڑھے اگر مردہ بالغ ہو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ اور اگر لڑکا ہو تو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا ذُخْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور اگر لڑکی ہو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا ذُخْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً اور پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیرے اور قرأت اسمیں نہیں ہے اور شافعی رح کے نزدیک قرأت بھی ہے ف اور ہمارے نزدیک چار تکبیریں ہیں اور پہلے جو آپ پانچ یا زیادہ تکبیریں کہتے تھے منسوخ ہے ساتھ اُسکے جو روایت کی امام محمد رح نے ابوحنیفہ رح سے اُنھوں نے حماد سے اُنھوں نے ابراہیم سے کہ تھے لوگ تکبیر کہتے جنازے پر پانچ یا چھ یا چار یہاں تک کہ انتقال کیا حضرت

ف یعنی قرآن پڑھنا سورۂ فاتحہ وغیرہ اور امام شافعی رح کے نزدیک بعد تکبیر اول کے سورۂ فاتحہ پڑھے ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تکبیر کہتے تھے ایسا ہی زمانہ ابوبکر صدیقؓ مین پھر جب والی ہوے حضرت عمرؓ تو کہا اُنھون نے واسطے اُنکے کہ تم گروہ ہو اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر تم اختلاف کروگے اختلاف کرینگے لوگ بعد تمہارے اور ابھی لوگون کو تھوڑا زمانہ گذرا ہے جاہلیت سے تو اجماع کرو ایسی
چیز پر کہ اجماع کرین اُسپر لوگ بعد تمہارے تو سب لوگون کی راے متفق ہوئی اس بات پر کہ اخیر جنازے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی تکبیرین
کہی تھین اُتنی ہی کہین اور اُسکے ساتھ تمسک کرین اور چھوڑ دین اسکے ماسوا کو تو ڈھونڈھا اُنھون نے اور پایا اخیر جنازے کو کہ تکبیرین کہی تھین سپر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیرین اور یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ نہین پایا ابراہیم نے حضرت عمرؓ کو لیکن انقطاع ارسال مین داخل ہے اور وہ ہمارے
نزدیک حجت ہے اور باوجود اسکے کہ وصل کیا اسکو امام احمدؒ نے روایت عامر بن شقیق سے اُنھون نے ابووائل سے اور روایت کی حاکم نے مستدرک
مین ابن عباسؓ سے کہ آخر جو تکبیر کہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر چار تکبیرین تھین اور تکبیرین کہین حضرت عمرؓ نے چار اور ابن عمرؓ نے عمرؓ پر چار
اور حسن بن علیؓ نے علیؓ پر چار اور حسینؓ بن علیؓ نے حسنؓ پر چار راضی ہو اللہ ان سب بزرگوارون سے اور تکبیر کہی ملائکہ نے حضرت آدمؑ پر چار اور سکوت
کیا اس سے حاکم نے اور ضعیف کہا اسکو دارقطنی نے بسبب فرات بن سائب کے کہا متروک ہی اور روایت کیا اسکو بیہقی نے سنن مین اور طبرانی نے
نضر بن عبدالرحمن سے اور ضعیف کیا اسکو بیہقی نے اور کہا کہ مروی ہے بہت وجہون سے اور سب ضعیف ہین مگر یہ کہ اجماع صحابہؓ کا چار پر دلیل
ہے اس بات پر کہ یہ حدیث ثابت ہے اور روایت کیا اسکو ابونعیم اصبہانی نے تاریخ اصبہان مین حدثنا ابو بکر محمد بن اسحاق بن عمران ثنا
ابراهيم بن محمد بن الحارث ثنا شيبان بن فروخ ثنا نافع بن هرمز ثنا عطاء عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يكبر على اهل
بدر سبع تكبيرات وعلى بني هاشم خمس تكبيرات ثم كان اخر صلاته اربع تكبيرات الى ان خرج من الدنيا یعنے تھین تکبیرین حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی اہل بدر پر سات اور بنی ہاشم پر پانچ پھر تھین آخر نماز مین چار تکبیرین یہانتک کہ نکلے دنیا سے اور مرفوع ہوا طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے کہ اخیر نمازون مین تکبیرین کہی تھین آپ نے چار تکبیرین عمرؓ سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ضعیف کیا اسکو اور روایت کی ابوعمر نے اسناد کا مین
سلیمان بن ابی خیثمہ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے جنازے پر چار اور پانچ اور سات اور آٹھ یہانتک کہ آئی خبر موت نجاشیؓ کی
تو نکلے آپ طرف مصلے کے اور صف کی لوگون نے پیچھے آپ کے اور تکبیر کہی چار بار پھر ثابت رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار پر یہانتک کہ اٹھا لیا
اُنکو اللہ تعالی نے اور روایت کیا اسکو حارث بن ابی اسامہ نے مسند مین ابن عمرؓ سے مثل روایت ابن عباسؓ کے اور زیادہ کیا کچھ اور نکالا حازمی نے کتاب الناسخ
والمنسوخ مین انسؓ بن مالک سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے اہل بدر پر سات تکبیرین اور بنی ہاشم پر سات اور اخیر نماز کہ پڑھی تھی
اُسکو آپ نے تکبیرین کہی تھین اُسمین چار یہانتک کہ نکلے دنیا سے اور ضعیف کی گئی یہ حدیث بالجملہ ثابت ہوا کہ صحیح چار تکبیرین ہین اور ایسا ہی بیان
کیا اسکو مشائخ عظام نے واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم اور شروع کرنا ساتھ درود اور ثنا کے سنت دعا کی ہے روایت کی ابوداؤد اور نسائی نے
اور ترمذی نے دعوات مین فضالہ بن عبید سے کہ سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہ دعا کرتا ہے اور نہین درود بھیجا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نہ ثنا کی اللہ تعالی پر سو کہا کہ جلدی کی اس شخص نے تو بلایا اُسکو اور کہا کہ جب دعا کرے کوئی تم مین سے تو چاہیے کہ شروع
کرے ساتھ حمد اور ثنا کے پھر درود بھیجے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر دعا کرے بعد اُسکے جو چاہے صحیح کیا اسکو ترمذی نے اور بہت سی حدیثین
وارد ہوئی ہین ص اور جو شخص کہ نماز پڑھے وہ مردے کے سینے کے برابر کھڑا ہو ف اسواسطے کہ یہ مقام قلب کا ہے اور اُسمین نور ایمان ہے
تو کھڑا ہونا سینے کے پاس اشارہ ہے طرف شفاعت کے واسطے ایمان اُسکے کے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ کھڑا ہو سامنے
اُسکے سر کے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت انسؓ سے اور کہا کہ یہی سنت ہے لیکن اسکی اسناد مین کلام ہے ص اور بہتر ہے امامت کے واسطے

بادشاہ پھر قاضی پھر امام محلے کا پھر ولی میت کا عصبات کی ترتیب سے اور ولی سے مرد کی کی اجازت لیکے غیر کو امامت کرنا درست ہی اور اگر ولی کے سوا دوسرون نے نماز پڑھ لی ولی کو اختیار ہی کہ نماز کو دُہرا دے یا نہین اور اگر ولی نے پڑھ لی تو اور لوگ نہ دُہراوین اور جو مُردہ بغیر نماز پڑھے ہوئے دفن کیا گیا تو اُسکی قبر پر نماز پڑھی جاوے جب تک شبہہ سڑنے کا نہووے یعنی تین روز تک ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ایک عورت پر انصار سے اور وہ دفن ہو چکی تھی اُسکی قبر پر روایت کیا اسکو ابن حبان اور حاکم نے اور سکوت کیا اس سے اور اخراج کیا مالک نے موطا مین یہی مضمون ص اور سواری پر نماز جنازہ درست نہین ف اور قیاس اسکو مقتضی ہی کہ جائز ہو کیونکہ نماز جنازہ حقیقۃً نماز نہین بوجہ نہ ہونے ارکان نماز کے اور استحسان سے نہین جائز ہی کیونکہ ایک وجہ سے وہ نماز ہے کہ اسمین تکبیر تحریمہ موجود ہے ص اور جس مسجد مین جماعت ہوتی ہو اُسکے اندر مردے کو رکھ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر مردہ اُسکے باہر ہو تو اسمین اختلاف ہی بعض کے نزدیک مکروہ نہین اور بعض کے نزدیک مکروہ ہی ف روایت کیا ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نماز پڑھے مردے پر مسجد مین تو نہین اجر ہے واسطے اُسکے اور ایک روایت مین فلا شیئ لہ ہی اور صالح مولی توامہ کا اسکی اسناد مین ثقہ ہی لیکن اختلاط ہو گیا تھا اسکو آخر عمر مین نقل کیا نسائی نے ابن معین سے کہ وہ ثقہ ہے اور جسنے قبل اختلاط کے اُس سے سُنا تو وہ روایت اُسکی صحیح ہی اور ابن ابی ذئب نے سُنا اُس سے قبل اختلاط کے اور تفصیل اسکی شیخ ابن الہمام نے لکھی ہے اور وہ جو مسلم مین ہے کہ نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین جنازے کی ایک واقعہ ہے کہ اُس سے عموم ثابت نہین ہوتا اور جائز ہی کہ بعذر ہو اور وہ جو بیہقی نے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رض پر پڑھی گئی نماز مسجد مین اُسکی اسناد مین اسمعیل غنوی متروک ہے واللہ اعلم ص اور جو لڑکا پیدا ہوا اور مر گیا تو اگر رو دیا ہے تو نام اُسکا رکھا جاوے اور غسل دیا جاوے اور نماز پڑھی جاوے ف روایت کی نسائی نے جابر رض سے کہ جب روئے لڑکا نماز پڑھی جاوے اُسپر اور وارث ہو گا کہا نسائی نے اور واسطے مغیرہ بن مسلم کے حدیث منکر ہی اور روایت کیا اسکو حاکم نے سفیان سے انھون نے ابو الزبیر سے اسی اسناد سے اور صحیح کیا اسکو اور جابر رض سے مروی ہے مرفوعاً کہ لڑکا نہین نماز پڑھی جاوے گی اُسپر اور نہ وارث ہوگا اور نہ کوئی اُسکا وارث ہوگا یہانتک کہ رووے اخراج کیا اسکا ترمذی اور ابن ماجہ نے اور صحیح کیا اسکو حاکم اور ابن حبان نے کہا ترمذی نے روایت کیا اسکو موقوف اور وہی صحیح ہی اور وہ جو معارضہ کیا ہے ساتھ اُسکے جو روایت کی ترمذی نے حدیث مغیرہ سے اور صحیح کیا اسکو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سقط نماز پڑھی جاویگی اُسپر اور دعا کیجاوے گی واسطے والدین اُسکے کے ساتھ مغفرت کے ساقط ہی کیونکہ منع اس مقام مین مقدم ہی اثبات پر ص اگر ایک لڑکا قید ہو کے دار الاسلام مین آیا اور مر گیا اگر اپنے مان باپ کے ساتھ قید ہوا ہے اور کوئی اُنمین سے مسلمان نہین اور نہ وہ خود عاقل تھا نماز اُسپر نہ پڑھی جاوے گی اور اگر کوئی اُنمین سے مسلمان ہوا تو نماز اُسپر پڑھی جاویگی اور اگر اکیلا قید ہوا تو اُسپر نماز پڑھی جاوے گی یا وہ لڑکا مسلمان ہوا لیکن اُسکو عقل نہ تھی یا مسلمان نہ ہوا اور اُسکا کوئی مان باپ بھی مسلمان نہوا تو بھی نماز نہ پڑھی جاویگی اور اگر ایک کافر مرا اور اُسکا ولی مسلمان تھا تو اُسکا ولی غسل دیوے جسطرح سے نجس چیزین دھوئی جاتی ہین یعنی اُسکو وضو نہ کرایا جاوے اور داہنی طرف سے شروع نہ کرے اور ایک کپڑے مین اُسکو لپیٹے اور ایک گڑھا کھودے اور اُسکو اُسمین ڈالدیوے ف روایت کی ابن سعد نے طبقات مین اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِيُّ ثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا اَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِ اَبِيْ طَالِبٍ بَكٰى ثُمَّ قَالَ لِيْ اِذْهَبْ فَاغْسِلْهُ وَكَفِّنْهُ وَوَارِهٖ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَقَالَ لِيْ اِذْهَبْ وَاغْتَسِلْ قَالَ وَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ اَيَّامًا وَلَا يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ حَتّٰى نَزَلَ

۱ـــہ اور نماز پڑھنے والے اندر مسجد کے اور جو جنازہ اور بعض مصلی خارج مسجد ہون اور باقی مصلی مسجد مین ہون تو مکروہ نہین اتفاقاً کذا فی النہایۃ ۱۲ ـــہ یا آواز کی یا حرکت کی جس سے معلوم ہو کہ زندہ پیدا ہوا تھا ۱۲ عبدہ ـــہ ذکر رونے کا اسلیے ہی کہ اکثر لڑکا وقت

علیہ جبرئیل علیہ السلام بہذہ ہ ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین یعنی فرمایا حضرت علیؓ نے کہ جب خبر کی مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ موت ابوطالب کے روئے پھر کہا واسطے میرے جا اور غسل دے اسکو اور کفن دے اسکو اور چھپا اسکو کہا حضرت علیؓ نے کہ کیا مین نے ایسا ہی اور آیا مین پھر فرمایا کہ جا اور غسل کر کہا اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخشش مانگتے واسطے اُنکے کئی دن تک اور نہ نکلے گھر سے یہانتک کہ اُترے جبرئیل علیہ السلام ساتھ اس آیت کے کہ نہین جائز ہے واسطے نبی کے اور اُن لوگون کے جو ایمان لائے یہ کہ بخشش مانگین مشرکون کے واسطے اور اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی بخشش اگرچہ نبی کے عزیز و اقارب مین سے ہووے نہین ہوتی اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل دینے والے کو بھی بعد غسل میت کے غسل واجب ہوتا ہے اور ایسی ہی روایت کی ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے جنابت سے اور دن جمعے کے اور غسل میت سے اور یہ ضعیف ہے اور روایت کی اسنے اور ترمذی نے مرفوعًا کہ جو غسل دے میت کو سو غسل کرے اور جو اُٹھاوے اسکو تو وضو کرے حسن کیا اسکو ترمذی نے اور ضعیف کیا اسکو جمہور نے اور اس باب مین کوئی حدیث صحیح وارد نہین ہوئی ہان محمول استحباب پر ہو سکتا ہے کہ مثلاً بعد غسل میت کے غسل مستحب ہووے اور اسی طرح وضو بعد اُٹھانے جنازے کے ص اور سنت ہے جنازے کے اُٹھانے مین چار آدمیون کا ہونا اسطرح پر کہ پہلے اسکے آگے کے پائے کو پھر پیچھے کے پائے کو اپنے داہنے کاندھے پر رکھین تب اسکے دوسری طرف کے آگے کے پائے کو اور پیچھے کے پائے کو اپنے بائین کاندھے پر رکھین اور جلدی جلدی چلین اور دوڑین نہین ف اور یہ تدبیر اُٹھانے کی وارد ہوئی ہے بہت صحابہ اور تابعینؒ سے روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے مصنف مین علی ازدی سے کہا کہ دیکھا مین نے ابن عمرؓ کو ایک جنازے مین کہ وہ اُٹھایا جاتا تھا چارون کونون سے تخت کے اور روایت کی ان ہی دونون نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ جو جاوے ساتھ جنازے کے تو پکڑے چارون کونے تخت کے کیونکہ یہی سنت ہے اور روایت کی امام محمدؒ نے اُن ہی سے کہ کہا اُنہون نے سنت سے ہی یہ بات کہ اُٹھاوے جنازے کو چارون کونون سے تخت کے اور اخراج کیا اسکا ابن ماجہ نے اور لفظ اسکا یہ ہی کہ جو اُٹھاوے جنازے کو تو پکڑے چارون کونے تخت کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک آگے کا شخص گردن کی جڑ پر رکھے اور پیچھے کا شخص سینے سے اونچا اور ایسا ہی روایت کیا سعد بن معاذؓ کے جنازہ اُٹھنے کو ابن سعد نے طبقات مین اور امام شافعیؒ نے ساتھ سند ضعیف کی اور مروی ہی یہ بھی بہت صحابہؓ سے لیکن جواب اسکا یہ ہی کہ اُسوقت ہجوم تھا ملائکہ کا اسواسطے جنازہ اسطرح پر اُٹھایا گیا اور مروی ہی حدیث مین کہ ستر ہزار فرشتے جنازے مین حاضر ہوئے تھے یا اور کوئی سبب ہوگا اور جلدی چلنا حدیث مین وارد ہی روایت کی ابوداؤد اور ترمذی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ پوچھا ہمنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کس طرح چلین ساتھ جنازے کے فرمایا کہ کم خبب سے اور خبب ایک قسم ہے دوڑنے کی اور یہ حدیث ضعیف ہی اور نکالا اصحاح ستہ والون نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی کرو ساتھ جنازے کے تو اگر مردہ نیک ہے تو تم جلدی لیجاتے ہو اسکو طرف نیکی کے اور اگر بد ہی تو جلدی رکھتے ہو تم اسکو کندھون سے اپنے ص اور قبل جنازہ رکھے جانے کے بیٹھنا مکروہ ہے ف کیونکہ بیٹھ جانے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس سے اعراض اور تغافل ہی اور جو شخص بیٹھا ہو اور جنازہ اُسکے سامنے سے گذرے تو کھڑا ہووے اور بعضون نے کہا ہے کہ کھڑا ہووے اور صحیح اول ہی کیونکہ روایت کی حضرت علیؓ نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کرتے ہمکو کھڑے ہونے کا ساتھ جنازے کے پھر بیٹھنے لگے بعد اسکے اور حکم کیا ہمکو بیٹھے رہنے کا اور روایت کیا اسکو امام احمدؒ وغیرہ نے ص اور جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہی ف اور اس باب مین دونون طرح کے آثار وارد ہین اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ پیچھے جنازے کے چلتے تھے اور حضرت عمرؓ اور ابوبکرؓ وغیرہم سے آگے چلنا ثابت ہے اور حق یہ ہی کہ جسطرح چاہے چلے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار چلے پیچھے جنازے کے اور پیدل جسطرف چاہے اور لڑکا کا نماز پڑھی جاوے اُسپر روایت کیا

اسکو اصحابِ سنن نے اور ترمذی نے صحیح کہا اسکو اور ایک روایت میں ہے کہ چلو آگے اُسکے اور پیچھے اُسکے اور داہنے اُسکے اور بائین اُسکے اور روایت کی ترمذی ابوداؤد
و ابن ماجہ وغیرہم نے کہ چلتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ آگے جنازے کے ص اور قبر کھودی اور لحد بناوے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے لحد ہماری واسطے ہے اور شق واسطے غیر ہماری کے ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے ابن عباسؓ سے اور اسناد میں اسکی عبدالاعلیٰ بن عامر ہے کہا ہے کہ اسمین گفتگو ہے اور
ابن ماجہ میں ہے انس بن مالک سے کہ جب انتقال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تھے مدینے میں دو شخص ایک لحد بناتا تھا اور ایک نہین بناتا تھا تو کہا ہمنے کہ جو پہلے آویگا
اُسی سے قبر بنوائین گے تو پہلے آیا بنانے والا لحد کا اور لحد بنائی گئی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لحد کی وصیت کی سعدؓ نے واسطے اپنے مرض موت مین
ص اور مُردے کو لحد مین جو قبر سے قبلے کی طرف قریب ہو رکھے ف اور ایسا ہی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے اور ابوداؤد نے مراسیل
مین کہ رکھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مین قبلے کیطرف سے اور نہین کھینچے گئے کھینچنے کر یعنی سل نہین کیے گئے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سل چاہیے اور وہ
یہ ہے کہ رکھا جاوے جنازہ پیچھے قبر کے کہ ہووے سر مردے کا مقابل مین دونون قدمون کے قبر سے پھر داخل کیا جاوے سر مردے کا قبر مین اور اندر کیا جاوے اور
ہووین پیر اسکے مقام سر کے پھر داخل کیے جاوین پیر اسکے اور اندر کیے جاوین اسی طرح اور یہ بھی مروی ہے چند صحابہؓ سے کہ اسی طرح رکھے گئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قبر مین اخراج کیا اسکا امام شافعیؒ نے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے ص اور رکھنے والا کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ف اور
اس مقام پر جو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ایسا ہی کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دفن کیا تھا ابودجانہؓ کو قبر مین سہو ہے اُن سے اور کہا شیخ ابن الہمام
نے کہ غلط ہے ابودجانہؓ نے انتقال کیا بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیکن روایت کی ابن ماجہ نے حجاج بن ارطات سے انھون نے نافعؓ سے انھون نے
ابن عمرؓ سے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب داخل کرتے مردے کو قبر مین کہتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ زیادہ کیا ترمذی نے
بعد بِسْمِ اللّٰهِ کے وَبِاللّٰهِ اور کہا کہ حسن غریب ہے اور روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور طریقے سے اور حاکم نے اور اسمین ہے کہ جب رکھو تم مُردون
اپنے کو قبر مین سو کہو بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور صحیح کیا اسکو اور بہت سے طریقے دوسرے ہین اس حدیث کے ص اور مُردے کا منھ
قبلے کیطرف کر دیوے ف اور یہی ثابت ہے حدیثون سے اور اتفاق کیا اسپر علماے امت نے ص اور جو کفن کے کھلنے کے خوف سے گرہ باندھی تھی
کھول دیوے اور کچی اینٹ اور بانس قبر پر رکھے ف اسواسطے کہ بچھائی گئی تھین اینٹین واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روایت کی مسلم نے
سعد بن ابی وقاصؓ سے کہ کہا اُنھون نے اُس مرض مین کہ مرے اُسمین بناؤ واسطے میرے لحد رکھو اُسمین اینٹین جیسا کہ کیا گیا تھا ساتھ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مروی ہے حدیث ابن حبان سے کہ رکھو اوپر میرے اینٹین جیسا کہ رکھی گئین قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اور روایت
کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کی گئی قصب اور یہ مرسل ہے اور روایت کی ابن سعد نے طبقات مین کہ وصیت
کی ابومیسرہ عمرو بن شرحبیل ہمدانی نے یہ کہ کیجاوین اُسکی لحد پر کچھ قصب اور کہا کہ دیکھا مین نے مہاجرین کو کہ دوست رکھتے تھے اسکو اور قصب
نرکل کو کہتے ہین فقط ص اور دفن کے وقت عورت کی قبر پر پردہ کرے اور مرد کی قبر پر نہ کرے ف اسواسطے کہ پردہ خاص واسطے عورت
کے ہے ص اور پختہ اینٹ اور لکڑی قبر مین بچھانا مکروہ ہے پھر مٹی ڈالے اور قبر کو ماہی پشت کرے اور مربع نہ کرے ف اور جسنے دیکھا
قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سو بیان کیا کہ وہ مثل اونٹ کی کوہان کے ہے کہا امام ابوحنیفہؒ نے حدیث بیان کی ہمسے ایک شیخ نے مرفوعاً کہ منع
کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مربع کرنے سے قبر کو اور برابر کرنے سے اُسکو اور روایت کی امام محمد نے ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا اُنھون نے خبر دی مجھکو اُسنے
جسنے دیکھا قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قبر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو کہ تھین وہ اٹھی ہوئین زمین سے اور اُن پر بیچ مین شگاف تھا

سلہ قبر کہتے ہین صندوقی قبر کو اور لحد بغلی قبر کو اور لحد بنانا سنت ہے ۱۲

پتھر سفید ہی اور صحیح بخاری مین ہی ابو بکر بن عیاش سے کہ سفیان تمار نے حدیث بیان کی اُنسے کہ دیکھا اُنھون نے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تھی مثل کوہان شتر کے اور ایسا ہی اسکو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اور بہت سے آثار اس باب مین وارد ہوئی ہین اور روایت کی ابو حفص بن شاہین نے کتاب الجنائز مین سالم سے کہ پوچھا مین نے ابو جعفر محمد بن علی اور قاسم بن محمد بن ابی بکر اور سالم بن عبد اللہ سے کہ کس طرح تھین قبرین آپ کے بزرگون کی کہا کہ تھین سب مثل کوہان شتر کے اور وہ جو مسلم نے روایت کی ہیاج اسدی سے کہا کہ کہا واسطے میرے حضرت علی رضہ نے کہ بھیجتا ہون مین تجھکو اُسپر کہ بھیجا تھا مجھکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نچھوڑ کوئی تصویر مگر مٹادے اُسکو اور نہ کوئی قبر بلند مگر برابر کردے اُسکو یہ جب ہی کہ قبر پر عمارت بلند بنی ہوئی ہو اور یہ مراد نہین کہ ذرا بھی قبر اونچی نہو بلکہ ایسی چاہیے کہ زمین سے ممتاز ہو جاوے اور معلوم ہووے کہ یہ قبر ہے۔

ص باب شہید کے بیان مین

جو شخص کہ طاہر اور بالغ ہووے اور تیز چیز سے مارا جاوے ظلم کی راہ سے اور اُس مارنے کے بدلے مین مال دینا واجب نہوا ہو یا میدان قتال مین مُردہ زخمی پایا جاوے پس جسپر غسل واجب ہی جیسے جُنب اور حائض اور نفسا یا لڑکا ہو تو وہ شہید نہین اور جسکو کہ تیز چیز سے قتل نہین کیا بلکہ بھاری چیز سے تو وہ بھی شہید نہین مگر اگر باغیون نے مارا ہووے یا مشرکین یا لوٹنے والون نے کہ اُنکا مقتول جس چیز سے چاہین ماریں شہید ہی اور اگر جنب شہید ہو تو امام صاحب کے نزدیک غسل اُسکو کرایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک نہین دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ روایت کی ابن حبان اور حاکم نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ سُنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے اور تحقیق کہ قتل کیا گیا حنظلہ بن عامر ثقفی صاحب تمھارا غسل دیتے ہین اُسکو ملائکہ تو پوچھا اصحاب نے اُنکی بیوی سے کہا کہ نکلے تھے وہ اور جنب تھے اخیر حدیث تک اور فرمایا آپ نے کہ اسی واسطے غسل دیتے ہین اُسکو ملائکہ اور کہا حاکم نے صحیح ہی اور شرط مسلم کے اور بیوی کا ذکر نہین کیا اور نام اُنکی بیوی کا جمیلہ بنت ابی سلول ہی بہن تھین عبد اللہ بن سلول منافق کی اور باغیون کی یا مشرکون کے ہاتھ سے جو مارا جاوے تو وہ شہید ہی اور دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے بیان کی ہی کہ شہداء اُحد کے سب ہتھیار سے نہین مارے گئے تھے اور پھر کسی کو غسل نہین دیا گیا اصل اور جو ظلم سے مارا جاوے بلکہ حد یا قصاص مین مارا جاوے تو بھی شہید نہین اور جسکے قتل سے دیت واجب ہو تو وہ بھی شہید نہین مگر باپ اپنے بیٹے کو مار ڈالے تو وہ شہید ہی اور اگر کسی شخص کو میدان مین زخمی نہ پایا اور مردہ پایا تو وہ شہید نہین تو اگر کسی مسلمان کو ایک مسلمان نے کہ وہ باغی اور ڈکیت نہین یا مسلمان کو ذمی نے مار ڈالا تو اگر تیز چیز سے مارا ہی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک شہید ہی اور جو اُس سے نہین مارا تو شہید نہین اور صاحبین رح کے نزدیک تیز چیز کی شرط نہین اور جو چیزین کہ کفن مسنون سے خارج نہین جیسے پوستین اور قبا اور ٹوپی اور ہتھیار اور موزہ وہ شہید سے اُتار لیے جاوینگے اور اگر کفن مین سے کوئی چیز کم ہو تو زیادہ کرین اور جو زیادہ ہو تو کم کرین اور اُسکو غسل نہ دیوین اور نماز پڑھین اور خون بھرا ہوا دفن کر دیا جاوے ف کیونکہ روایت کی امام احمد رح نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آئے اُحد کے شہیدون کے سو فرمایا کہ مین گواہ ہون ان لوگون پر دفن کر دو انکو ساتھ زخمون اُنکے کے اور خون کے اور یہ مسئلہ جو ہے عدم غسل کا سو کیونکہ جب غسل ہوگا تو خون کہان باقی رہیگا اور غسل کے ترک مین چند حدیثین آئی ہین اخراج کیا بخاری اور اصحاب سنن نے لیث بن سعد سے اُنھون نے زہری سے اُنھون نے عبد الرحمن بن کعب سے اُنھون نے جابر بن عبد اللہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمع کرتے تھے دو شخصون کو شہیدون اُحد سے اور فرماتے تھے کونسا زیادہ ہی حافظ قرآن کا تو جب بتا تا کوئی کسی کو اُسکو آگے کرتے لحد مین اور کہتے مین گواہ ہون ان پر دن قیامت کے سو حکم کیا آپ نے اُنکے دفن کا خونون مین اور نہین غسل دیا اُنکو زیادہ کیا بخاری اور ترمذی نے اور نہین نماز پڑھی اُنپر کہا نسائی نے نہین جانتا ہون مین کہ متابعت کی ہو لیث کی کسی نے اصحاب زہری سے اس اسناد پر اور بخاری نے نہین اکتفا کیا اسکو اور روایت کی ابو داود نے

ف یعنی بلند ہو بقدر ایک بالشت کے یا کچھ زیادہ اور بہت دنجانہ کرے ۱۲ ع ف یعنی یہ لوگ شہید حقیقی نہین انکو غسل اور کفن مسنون دیا جاویگا مگر ثواب مین شہید کے شامل ہین ۱۲ ف اسواسطے کہ نفس اس قتل کے باپ پر دیت واجب نہین ۱۲ شرح وقایہ

جابرؓ سے کہ لگا ایک شخص کو تیر سینے مین یا حلق مین سو مر گیا اور رکھا گیا اُسی طرح اپنے کپڑون مین اور ہم تھے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سند اسکی صحیح ہی اور روایت کی نسائی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لپیٹ دو اُنکو اُنکے خونون مین کیونکہ نہین ہی کوئی زخم کہ لگا ہے اللہ کی راہ مین مگر آویگا دن قیامت کے کہ رنگ اُسکا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو جیسے مشک کی اور امام شافعیؒ کے نزدیک اُسپر نماز بھی نہ پڑھی جاوے اور کہتے ہین کہ تلوار محو کرنے والی ہی واسطے گناہون کے اور بعض فقہا نے اسکو کلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے اور ایسا ہی تھے [شہید] صحیح ابن حبان مین اور صحیح بخاری مین ہے جابرؓ سے کہ نہین پڑھی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر قتیلون اُحد کے اور جواب ہماری طرف سے یہ ہی کہ روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین عطاء بن ابی رباح سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اوپر شہداے اُحد کے تو اب معارض ہو گی حدیث جابرؓ کی ہمارے نزدیک لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ مرسل ہی تو جواب اُسکا یہ ہے کہ عطاء بڑے تابعین مین سے ہین اور مرسلات انکے مانند مرفوع کے ہین اور اگر مسلم ہو تو جب قوت دیوی اُسکو دوسری حدیث مرفوع تو تو حجت ہوگی اور وہ یہ ہی جو روایت کی حاکم نے جابرؓ سے کہا کہ گم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو یعنی اُنکی نعش نہین ملتی تھی بسبب کثرت شہدا کے پھر کھڑے ہوے لوگ قتال سے سو کہا ایک شخص نے کہ دیکھا مین نے اُنکو فلانے درخت کے نیچے تب آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس درخت کے پاس اور دیکھا اُنکو اور اُنکا حال و رروئے پکار کے سو کھڑا ہوا ایک شخص انصار مین سے اور ڈالا اُنپر ایک کپڑا پھر لائے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ اور نماز پڑھی آپ نے اُنپر پھر باقی شہید پڑھی جاتی تھی اُنپر نماز پہلو مین حضرت حمزہؓ کے اور اُٹھتے جاتے تھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ وہین رکھے گئے یہانتک کہ پڑھی نماز سب شہیدون پر اور فرمایا آپ نے کہ حمزہؓ سردار شہیدون کے ہین اللہ کے نزدیک دن قیامت کے اور کہا کہ صحیح ہے اسناد اسکی اور نہین نکالا اسکو شیخین نے لیکن اسناد مین اسکی مفضل بن صدقہ ہے اور اسکو اگرچہ ضعیف کیا یحییٰ اور نسائی نے لیکن کہا اہوازی نے کہ عطاء بن مسلم توثیق کرتے تھے اُنکی اور احمد بن شعیب نے ثنا کی اُنپر پوری ثنا اور کہا ابن عدی نے نہین دیکھتا ہون مین ساتھ اُسکے کچھ حرج تو نہ کم ہو گی حدیث درجہ حسن سے اور حجت ہی اور شک نہین اسمین کہ قوت دیگی حدیث ابو داؤد کو اور کہا احمد نے ثَنَا عَطَّافُ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النِّسَاءُ يَوْمَ أُحُدٍ خَلْفَ الْمُسْلِمِيْنَ یہانتک کہ کہا فَوُضِعَ حَمْزَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِيءَ بِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَوُضِعَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَرُفِعَ الْاَنْصَارِيُّ وَتُرِكَ حَمْزَةُ ثُمَّ جِيْءَ بِآخَرَ فَوُضِعَ اِلٰى جَنْبِ حَمْزَةَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ وَتُرِكَ حَمْزَةُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً یعنی عورتین دن اُحد کے پیچھے مسلمانون کے یہانتک کہ کہا پس رکھے گئے حمزہؓ واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لایا گیا ایک مرد انصار مین سے اور رکھا گیا اُنکے پہلو مین سو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر پس اُٹھایا گیا وہ شخص اور چھوڑ دیے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ پھر لایا گیا دوسرا شخص پس رکھا گیا پہلو مین حمزہؓ کے اور نماز پڑھی آپ نے اُسپر پھر اُٹھایا گیا وہ شخص اور چھوڑ دیے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ یہان تک کہ پڑھی اُنپر اُسدن نماز ستر بار اور یہ بھی درجہ حسن سے کم نہین اور عطاء بن السائب اگرچہ آخر عمر مین حفظ اُنکا بگڑ گیا تھا لیکن جن لوگون نے اُنسے اول عمر مین روایت کی تو وہ صحیح ہی اور مین جانتا ہون کہ حماد بن سلمہ نے انسے قبل تغیر کے سُنا کیونکہ حماد بن زید نے تو ثابت ہوا ہی کہ قبل تغیر کے سُنا اور وفات اُنکی عطاء کے بعد پچاس برس کے ہوئی اور حماد بن سلمہ نے انتقال کیا قبل حماد بن زید کے بارہ برس پہلے تو روایت اُنکی صحیح ہو گی اور بشرط عدم تسلیم کے حسن سے کم نہو گی اور روایت کی دارقطنی نے ابن عباسؓ سے کہ جب پھرے مشرک لوگ شہیدون اُحد سے یہانتک کہ کہا پھر آگے گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہؓ کو اور تکبیر کہی اُنپر دس بار اور ذکر کیا مانند اور روایتون کے اور یہ بھی درجہ حسن سے کم نہین تو دورہ ور تیکہ سب ضعیف ہو تین تب بھی حاصل اُن حدیثون کا حسن ہو جاتا نہ کہ ہر حدیث حسن ہووے علاوہ اسکے کہا واقدی نے مغازی مین حَدَّثَنِيْ عَبْدُ رَبِّهٖ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اور ذکر کیا اُس حدیث کو تو رفع ہو گیا اُسکا اور روایت کی موسیٰ بن ربیعہ بن قیس لشکری سے کہا کہ تھا مین اُس لشکر مین کہ بھیجا تھا اُسکو ابوبکر صدیقؓ نے ساتھ عمرو بن العاصؓ کے ایلہ اور فلسطین کیطرف اور ذکر کیا

مفضل بن صدقہ

عطاء بن السائب

حدیث کو اور کہا کہ قتل کیے گئے اُنمین مسلمانون مین سے ایک سو تین آدمی اور نماز پڑھی اُنپر عمرو بن العاصؓ اور اُن لوگون نے جو اُنکے ساتھ تھے اور تھے اُسوقت ساتھ عمرؓ کے نو ہزار مسلمان اور دوسرے یہ کہ نماز واسطے ظاہر کرنے کرامت کے ہے اور وہ شہیدین ضرور ہے ص اور لڑکے اور حائض و جنب اور نفساء کو غسل دیا جاوے ف اور دلیل اسکی اوپر گذری کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل دیتے ہین حنظلہ کو ملائکہ اور لڑکے کو اسواسطے غسل دیا جاوے کہ سیف کافی ہوئی شہداے احد کے حق مین غسل کے بدلے کیونکہ وہ معصوم نہ تھے بخلاف لڑکے کے کہ اُسکا گناہ نہین ہے تو اُنکے حکم مین نہوگا ص اور اگر ایک شخص کو شہر مین مقتول پایا اور قاتل اُسکا معلوم نہین برابر ہے کہ قتل اُسکا لوہے یا بڑی لاٹھی یا چھوٹی لاٹھی سے ہوا ہے غسل اُسکو دینگے اگر ایسے موضع مین ہے جہان دیت اور قسامت لازم آتی ہے جیسے محلہ اور گھر وغیرہ مین پڑا ہووے اور اگر شہر کی یا مسجد جامع مین پڑا ہووے تو اگر معلوم ہوا کہ تیز چیز سے قتل ہوا ہے غسل نہ دیا جاویگا کیونکہ وہ شہید ہے اور اگر تیز چیز سے نہین قتل کیا گیا ہے بلکہ بڑی لاٹھی سے لائق ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک غسل دیا جاوے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین دیا جاویگا اور اگر چھوٹی لاٹھی سے قتل ہوا ہے سب کے نزدیک غسل دیا جاویگا اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ کس سے قتل ہوا ہے تو غسل دیا جاویگا اور اگر کوئی شخص معرکے مین زخمی ہوا بعد اُسکے سو رہا یا کچھ کھایا پیا یا اُسکا علاج کیا یا خیمے تک زندہ گیا یا ایک وقت نماز تک عاقل رہا یا کچھ وصیت کی غسل دیا جاویگا اور نماز پڑھی جاویگی ان سب صورتون مین اور امام محمدؒ کے نزدیک فقط وصیت سے غسل نہ دینگے اور اگر باغی یا ڈاکے والا مارا گیا اسکو غسل دینگے اور نماز نہین پڑھینگے

ف کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہین نماز پڑھی باغیون پر ایسا ہی ہے ہدایے مین

ص باب کعبے مین نماز پڑھنے کے بیان مین

کعبے مین فرض اور نفل پڑھنا درست ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہدایے مین کہا ہے کہ درست نہین اور اُنکی کتابون مین لکھا ہے کہ درست ہے جب متوجہ ہو طرف دیوار کعبے کے یہانتک کہ اگر منہ کیا طرف دروازے کے اور وہ کھلا ہے اور چوکھٹ بھی برابر اونٹ کے پالان کی لکڑی کے نہین تو نہین جائز ہوگا اور یہی ہے اُنکی کتابون مین کہ اگر معاذ اللہ مثلاً کعبہ گرایا جاوے تو نماز اُسکے باہر اُس طرف منہ کرکے درست ہے اور اُسکے اندر جائز نہین مگر جب اُسکے سامنے سترہ ہو یا بقیہ دیوار کا اور اعتراض کیا اسپر صاحب شرح وقایہ نے ف اور ہمارے نزدیک اسواسطے درست ہے کہ روایت ہے صحیحین مین ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوے کعبے مین اور اسامہؓ اور بلال اور عثمان بن طلحہؓ اور بند کر لیا اُسکو پھر رہے تھوڑی دیر اُسمین کہا ابن عمرؓ نے کہ پوچھا مین نے بلالؓ سے جسوقت نکلے کہ کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کیے دو ستون بائین طرف اور ایک داہنی طرف اور تین پیچھے اپنے پھر نماز پڑھی اور تھا خانہ کعبے کا اُسدن چھ ستون پر اور یہ دن فتح مکے کا تھا جیسا کہ تصریح کی انھون نے ساتھ اُسکے نافعؒ سے انھون نے ابن عمرؓ سے تو یہ حدیث اور سوا اسکے معارض ہے اُسکے جو نکالا اُن دونون نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوے کعبے مین اور اُسمین چھ ستون تھے سو کھڑے ہوے نزدیک اپنے رب کے اور دعا کی اور نماز نہ پڑھی تو ترجیح ہوگی حدیث ابن عمرؓ کو کیونکہ اثبات مقدم ہے نفی پر اور بعضون نے جو تاویل کی حدیث بلالؓ کی کہ صلوٰۃ سے اُس جگہ مراد دعا ہے غلط ہے کیونکہ خود بخاری مین ہے ابن عمر سے کہ پوچھا مین نے حضرت بلال سے کہ نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے مین کہا کہ ہان دو رکعتین آخر تک لیکن معارض ہے اُسکی جو صحیحین مین ہے قول ابن عمرؓ سے کہ بھول گیا مین پوچھنا اُنسے کہ کتنی رکعتین پڑھی تھین تو اس صورت مین جمع اس طور پر ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار داخل ہوے کعبے مین دن نحر کے سو نہین نماز پڑھی اور داخل ہوے پھر دوسرے روز سو نماز پڑھی اور یہ حج وداع مین تھا اور یہ مروی ہے حضرت ابن عمرؓ سے ساتھ اسناد حسن کے اخراج کیا اسکا دارقطنی نے تو ہم محمول کرتے ہین حدیث ابن عباسؓ کو اول روز پر واللہ اعلم ص اور کعبے کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ مقتدی کی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف ہو مگر جسکی پیٹھ امام کے

منھ کیطرف ہوگی اُسکی نماز درست نہوگی کیونکہ وہ امام سے آگے ہوگیا اور کعبے کے اوپر نماز پڑھنا مکروہ ہی تعظیم کیواسطے اور ہدایہ مین ہی کہ شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے اسواسطے کہ کعبہ انکے نزدیک اُس بنا کا نام ہی اور ہمارے نزدیک کعبہ ایک احاطہ ہی اور ہوا ہی آسمان تک نہ بنا کیونکہ نقل اُسکا ہوسکتا ہی اور دلیل اُسپر یہ ہی کہ اگر بہاڑ پر کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ کعبے سے اونچا ہی تو اس صورت مین جب عمارت کا نام ہووے نماز نہ جائز ہووے اور مکروہ ہی اسواسطے کہ اُسمین ترک تعظیم ہی اور وارد ہوئی ہی اُسمین نہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین حضرت عمر رضی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سات جگہ مین کہ نہین جائز ہی نماز انمین بلیٹھ خانہ کعبہ کی اور مقبرہ آخر حدیث تک اور ضعیف کی گئی یہ حدیث ساتھ ابو صالح کاتب اللیث کے لیکن توثیق کی اُسکی جماعت نے اور کلام کیا بعضون نے اور نہ جائز ہونے سے مراد یہ ہی کہ مکروہ ہی اور نماز کامل نہین ہوتی ص ا ور اُنکی کتابون مین لکھا ہی کہ جب کوئی سترہ آگے کھڑا کرلیوے تو درست ہی اور بغیر اُسکے جائز نہین اور اگر ایک امام کیساتھ لوگون نے اقتدا کی کعبے کے گرد حلقہ باندھ کے تو درست ہی مگر کوئی ان مین سے اگر اپنے امام سے زیادہ کعبے کی طرف نزدیک ہی مثلاً امام دو گز کے فرق پر ہی اور مقتدی ایک گز کے تو اس صورت مین اگر وہ شخص اُسطرف ہی جسطرف امام ہی تو نماز اُسکی درست نہوگی اور اگر اور طرف مین ہی تو درست ہوگی جاننا چاہیے کہ کعبے کی چاروں جانب مین چار پہلو کے حساب سے تو پھر جو شخص کہ اسطرف کھڑا ہی کہ جسطرف امام ہی تو وہ شخص جسوقت کہ کعبے کی طرف امام سے زیادہ نزدیک ہی تو امام پر آگے ہوجاویگا بخلاف دوسرے تین طرف کھڑے ہونے والون کے کیونکہ وہ جو شخص کہ ان مین امام سے زیادہ کعبے کے نزدیک ہی وہ امام کے آگے نہین ہی فقط

کتاب الزکوۃ

زکوۃ چاندی اور سونا اور سوائم اور تجارت کے مالون مین اگر حاجت اصلی سے زائد ہون اور نصاب کے موافق ہون اور تصرف مین مالک آزاد اور عاقل بالغ مسلمان کے ہووین بعد ایک سال گذرنے کے ان چیزون پر واجب ہوتی ہی ف زکوۃ فرض ہی کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنے ادا کرو زکوۃ مالون اپنے کی اور اُسپر اجماع ہی امت کا اور وجب ہونے سے مراد اس مقام مین فرض ہونا ہی اور شرط آزاد ہونے کی اسواسطے ہی کہ کمال ملک کا ساتھ حریت کے ہوتا ہی اور غلام کی کچھ ملک نہین ہی اور بلوغ اور عقل کو بیان کرینگے اور اسلام شرط ہی اسواسطے کہ زکوۃ عبادت ہی اور عبادت کافر سے صحیح نہین ہوتی اور نصاب بھی ضرور ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کیا نصاب کو اور روایت کی بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری سے کہ فرمایا حضرت نے نہین ہی کم مین پانچ وسق سے کھجور کے زکوۃ اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہی اور صاع چار مُد کا اور مد ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہی اور فرمایا کہ نہین ہی کم مین پانچ اوقیہ سے چاندی کی صدقہ یعنی زکوۃ اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہی تو پانچ اوقیہ کے دو سو درم ہوئے اور اُسکی ساڑھے باون روپے تین ماشے بحساب فی روپیہ گیارہ ماشے کے ہوتے ہین اور فرمایا کہ نہین ہی پانچ اونٹون سے کم مین زکوۃ اور ایک سال گذرنے کی اسواسطے قید ہی کہ روایت کی مالک اور نسائی نے نافع سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حاصل کرے مال تو نہین ہی زکوۃ اُسپر یہانتک کہ گذر جاوے اُسپر ایک سال اور روایت کی ابو داؤد نے عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ سے اور حارث اعور سے انھون نے حضرت علی رضی سے کہ فرمایا حضرت نے جب ہون تیرے واسطے دو سو درہم اور اُسپر گذر جاوے ایک سال تو اس مین پانچ درہم مین اور پھر جا کے بیان کیا کہ نہین ہی کسی مال مین زکوۃ یہانتک کہ گذر جاوے ایک سال اور حارث اگرچہ ضعیف ہی لیکن عاصم ثقہ ہے اور روایت کی مالک نے کہ کہا قاسم نے نہین لیتے تھے حضرت ابو بکر کسی مال سے زکوۃ یہانتک کہ گذری اُسپر ایک سال ص اور جو مال نصاب یا زائد حاجت اصلی سے نہو دے جیسے غلام واسطے خدمت کے اور غلہ واسطے کھانے کے اور کپڑے پہننے کے اور اسباب خانگی اور جانور سواری کے اور ہتھیار کہ انکو استعمال کرتا ہے اور مزدوری کے ہتھیار اور کتابین پڑھنے کی تو زکوۃ واجب نہین ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین ہی مسلمان پر صدقہ اُسکے غلام مین اور اُسکے گھوڑے مین اور ایک روایت مین ہے کہ نہین ہے اُسکے غلام مین صدقہ مگر صدقہ فطر روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ص اور نیت تجارت کی بھی ضرور ہی مثلاً غلام اُسکی

خدمت سے زیادہ ہون یا گھر اُسکے رہنے کے سوا اور ہون تو اگر نیت تجارت کی نہو گی زکوۃ واجب نہو گی اور مکاتب پر زکوۃ واجب نہین ف اور مکاتب اُس غلام کو کہتے ہین کہ اُس سے مالک کہدے کہ اگر اتنے روپے تو مجھے دیدے تو تو آزاد ہے اور زکوۃ اسواسطے اُسپر واجب نہین کہ حریت صرف اسمین نہین ہے بلکہ کیطرح کی عبدیت یعنی غلام ہونا تحقق ہے جبتک اپنی قیمت نہ ادا کرلیوے ص اور جو شخص کہ قرضدار ہے بقدر قرض اُسکے زکوۃ اُسپر واجب نہو گی یہ جب ہے کہ قرض کسی شخص کا آتا ہو اور اگر قرض خدا کا ہے جسکو بندہ طلب نہ کرے جیسے نذر یا کفارہ تو زکوۃ واجب ہو گی اور مال ضمار یعنی اُس مال مین کہ مالک سے غائب ہے اور اُمید اُسکے ملنے کی نہین ہے جیسے مال گما ہوا یا دریا مین ڈوبا ہوا یا غصب کیا ہوا اور اُسپر کوئی گواہ نہین یا جنگل مین مثلاً گاڑا اور پھر جگہ اُسکی بھول گیا یا جو قرض کہ لینے والے نے اُسکا انکار کیا برسون پھر اقرار کیا لوگون کے سامنے بعد برسونکی یا جو ظالم نے مال لے لیا اور پھر بعد برسون کی مل گیا تو ان سب صورتون مین زکوۃ اُن برسون گذرے ہوؤن کی لازم آویگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک لازم آویگی اور جو قرض کہ مفلس یا غنی پر ہووے اور وہ اقرار کرتا ہو یا قرضدار انکار کرتا ہو لیکن گواہ اُسکے لینے پر موجود ہون یا قاضی اُس سے واقف ہو تو یہ مال اگر اسکو ملجاوینگے زکوۃ ان گذرے دنونکی واجب ہو گی اور اگر کسی چیز کو تجارت کی نیت سے خریدا بعد اُسکی نیت خدمت کی کی زکوۃ اُسمین واجب نہو گی اگرچہ پھر نیت تجارت کی کرے جبتک اُسے بیچ نہ ڈالے اور جس چیز کو تجارت کے لیے خریدا وہ تجارت کیواسطے ہو گی اور زکوۃ اُسپر واجب ہو گی اور جو چیز ورثے مین ملی اور نیت تجارت اُسمین کی وہ تجارت کیواسطے نہو گی جبتک کہ اُسکو نہ بیچے اور جو شخص کسی مال کا سوا چاندی اور سونے اور سوائم کے ہبہ یا وصیت یا نکاح یا خلع یا دیت سے مالک ہو جاوے اور وقت ملک کی نیت تجارت کی ہووے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واسطے تجارت کی ہو گا اور زکوۃ واجب ہو گی اور نزدیک امام محمدؒ کے واجب نہو گی اور بعضون نے کہا ہے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک واجب نہو گی اور امام محمدؒ کے نزدیک واجب ہو گی اور اگر ملک کیوقت نیت تجارت کی نہو اگرچہ پھر نیت تجارت کی ہو زکوۃ واجب نہو گی اگرچہ نیت تجارت کیوقت تک کی ہووے یہ جب ہے کہ سبب ملک کا اختیاری ہو اور اگر اختیاری نہو جیسے ورثہ وغیرہ تو اُسمین فقط نیت تجارت کرنے سے زکوۃ واجب نہو گی اور زکوۃ مین شرط ہے کہ وقت نیت زکوۃ کی چاہیے یا مال زکوۃ کو جدا کرے تو اگر کوئی شخص سارا مال بانٹتا ہے بغیر نیت زکوۃ کے وقت بانٹنے یا جدا کرنے کے تو وہ مال زکوۃ سے محسوب نہو گا اور اگر سب مال کوئی شخص اللہ کی راہ مین دیدیوے تو زکوۃ اُسکی ساقط ہو گی اور اگر تھوڑا مال دیوے تو جتنا مال دیا ہے اُسکی زکوۃ امام محمدؒ کے نزدیک ساقط ہو گی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نہین ہو گی مثلاً اگر اُسکے پاس دو سو درم تھے اُسنے سو اُنمین سے اللہ دیدیے امام محمدؒ کے نزدیک زکوۃ ان سو کی ادا ہو جاویگی اور ابو یوسف رح کے نزدیک ادا نہو گی فقط

باب مالون کی زکوۃ کے بیان مین

نصاب اونٹ کی پانچ ہین اور گاے کی تیس اور بکری کی چالیس تو جب اونٹ پانچ سے یا گاے تیس سے یا بکریان چالیس سے کم ہون زکوۃ واجب نہو گی ف کیونکہ فرمایا حضرتؐ نے اور جسکے نہون مگر چار اونٹ تو نہین ہے اُسمین صدقہ مگر یہ کہ چاہے مالک اُسکا یعنی فرض نہین زکوۃ اُسمین اور جب ہو جاوین پانچ تو اُسمین ایک بکری ہے اور فرمایا کہ جب ہون کم چالیس بکریون سے آدمی کے پاس تو نہین ہے اُسمین صدقہ مگر یہ کہ چاہے مالک اُسکا اور فرمایا فِی الْبَقَرِ فِی کُلِّ ثَلٰثِیْنَ تَبِیْعٌ یعنے گاے مین ہر تیس مین ایک بچہ گاے کا ہے ایکبرس کا اور دوسرے برس مین لگا ہو ص ہر چند مین اونٹ کے بختی ہون یا عربی ف بختی اونٹ اُسکو کہتے ہین کہ عربی اونٹ اور عجمی سے مل کے پیدا ہوا ہو اور عربی جسکے ماں باپ دونون عربی ہون ص ایک بکری واجب ہے تو نسل مین ہر پانچ بکریان اور بیدہ مین تین اور بیس مین چار دا ہونگی اور جب پچیس اونٹ ہو جاوین ایک بنت مخاض یعنی ایکبرس کی اونٹنی کہ دوسرے مین لگی ہو اور جب ہو جاوین چھتیس تو ایک بنت لبون یعنی دو برس کی اونٹنی

کہ تیسرے برس میں لگی ہو اور جب چھیالیس ہوں تو ایک حقہ یعنے تین برس کی کہ چوتھے میں لگی ہو اور جب اکسٹھ ہوں تو ایک جذعہ چار برس کی کہ پانچویں میں
لگی ہو اور جب چھہتر ہوں تو دو بنت لبون اور جب اکانوے ہوں تو ایک سو بیس تک دو حقے پھر اسی طرح ہر پانچ میں ایک بکری پھر ایک سو پچیس میں
ایک بنت مخاض اور دو حقے اور ڈیڑھ سو میں تین حقے واجب ہونگے پھر ہر پانچ میں ایک بکری پھر ہر پچیس میں ایک بنت مخاض اور ہر چھتیس میں ایک بنت
لبون پھر ایک سو چھیانوے میں دو سو تک چار حقے واجب ہونگے پھر بعد دو سو کے ہمیشہ اسی طرح ہر پانچ سے شروع کیا جاویگا جیسا کہ بعد ڈیڑھ سو کے شروع کیا گیا
تھا ف اور ایسا ہی وارد ہوا ہے حدیث میں اور یہی خلاف امام شافعی کا ہے واللہ اعلم ص اور جب تیس گائے ہوں یا بھینس تو ایک تبیعہ یعنی بچہ ایک
سال کا دیوے نر یا مادہ اور جب چالیس ہوں تو ایک مسنہ یعنی دو برس کا پڑیا یا پڑوا اور پھر ساٹھ تک حساب لگا کر دیوے اور جب ساٹھ ہوں دو تبیعے دے اکہتر
تک پھر جب ستر ہوں ایک مسنہ اور ایک تبیعہ دے پھر جب اسی ہوں تو دو مسنے اور جب نوے ہوں تو تین تبیعے اور جب سو ہوں تو دو تبیعے اور ایک مسنہ اور جب
ایک سو دس ہوں تو ایک تبیعہ اور دو مسنے پھر جب سو اور بیس ہوں چار تبیعے یا تین مسنے دیوے اسی طور سے ہر ایک تیس میں تبیعہ اور ہر چالیس میں مسنہ دیا کریگا اور چالیس
بکریاں یا بھیڑیں ہوں تو ایک بکری ہے پھر ایک سو اکیس میں دو بکریاں پھر جب دو سو ایک بکری ہوں تین بکریاں دے پھر جب چار سو ہوں تو چار بکریاں دے پھر اسطرح
ہر سیکڑے میں ایک بکری دیا کرے ف اور ایسا ہی حدیث میں آیا ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے حضرت علیؓ سے اور اسناد اسکی ضعیف ہے اور مروی ہے کتاب
حضرت ابو بکرؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ذکر کیا ہے اسکو بخاری نے ص اور جو خچر یا گدھے تجارت کے نہیں ہیں انمیں زکوٰۃ واجب نہیں مگر یہ کہ تجارت
کے لیے ہوں ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں نازل ہوا مجھپر انمیں کچھ اور جب تجارت کے لیے ہوں تو زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ حال انکا مثل
حال اور مال کے ہے ص اور اونٹ گائے بکری اگر گھر میں سے انکو کھلایا جاتا ہووے اور چارہ دیا جاتا ہو تو انمیں زکوٰۃ واجب نہیں اور یہ جو زکوٰۃ میں گذریں جب ہیں کہ
وہ جانور سوائم یعنے جنگل سے چر لے جاتے ہوں اکثر مدت میں سال کی اور جو جانور کہ کام کرتے ہیں جیسے بیل ہل جوتنے کے یا بوجھ لادنے کے لیے تو انمیں بھی زکوٰۃ واجب نہیں
بکری کے اور اونٹ کی اور گائے کے بچوں میں جتنے چاہے ہوں زکوٰۃ نہیں ہے مگر بڑوں کے ساتھ میں مثلاً چالیس بچے ہیں بکریوں کے اور پانچ بچے ہیں اونٹوں کے
اور تیس بچے ہیں گایوں کے اگر ایک بھی بڑا ہوگا تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور نری نر گھوڑے ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور نری مادہ ہوں تو بھی ایک روایت میں
واجب نہیں اور اگر نر مادہ ملے جلے ہوں ہر گھوڑے میں ایک دینار لازم آویگا یا انکی قیمت لگا کر اگر نصاب ہووے چالیسواں حصہ لازم آویگا ف اور یہ مذہب
امام ابو حنیفہ کا ہے اور قول امام زفر کا بھی یہی ہے اور کہا صاحبین نے نہیں زکوٰۃ ہے گھوڑے میں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ نہیں ہے صدقہ مسلمان پر اسکے غلام اور
گھوڑے میں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم وغیرہما نے اور جواب اسکا یہ ہے کہ مراد اسسے وہ گھوڑا ہے جو واسطے جہاد کے ہو اور ایسا ہی منقول ہے زید بن ثابت سے یا وہ جو گھر
میں کھاتا ہو اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گھوڑے چرنے والے میں ایک دینار ہے یا دس درم ذکر کیا اس حدیث
کو شیخ تقی الدین نے امام میں دارقطنی سے روایت جابر رضی اللہ عنہ سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ پہلے واجب تھی زکوٰۃ گھوڑوں میں پھر منسوخ ہو گئی جیسا کہ
روایت کی ترمذی اور نسائی نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کہ میں نے معاف کی تمسے زکوٰۃ گھوڑے اور غلام کی تو نکالو صدقہ
دراہم میں اور یہ صحیح نہیں کیونکہ جائز ہے کہ عفو اس جگہ سابق سے ہو اور حدیث دارقطنی ناسخ اس حدیث کی ہو اور دلالت کرتی ہے اسپر جو روایت کی
دارقطنی نے زہری سے کہ سائب بن یزید نے خبر دی انکو کہا کہ دیکھا میں نے باپ اپنے کو کہ اکٹھا کرتے تھے گھوڑوں کو پھر دیتے تھے صدقہ اسکا
حضرت عمرؓ کو اور حکم کیا حضرت عمرؓ نے ایسا ہی روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور روایت کی عبد الرزاق نے ابن جریج سے انھوں نے ابن شہاب سے

کہ عثمان رضی اللہ عنہ صدقہ لیتے تھے گھوڑونکا اور سائب بن یزید نے خبر دی انکو کہ عمر بن خطاب لیتے تھے صدقہ گھوڑونکا کہا زہری نے نہین جانتا ہون مین
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت رکھا ہو صدقہ گھوڑونکا اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین ثنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم
النخعی انہ قال فی الخیل السائمۃ التی یطلب نسلہا ان شئت فی کل فرس دینارا او عشرۃ دراہم وان شئت فالقیمۃ فیکون فی کل مائتی درہم خمسۃ دراہم فی کل فرس
ذکرا او انثی انتہی یعنی جو گھوڑے چرنے والے کہ طلب کیجاوے اولاد انکی اگر چاہے ہر گھوڑے مین ایک دینار یا دس درہم اور اگر چاہے تو قیمت کے حساب سے
ہر دو سو درہم مین پانچ درہم ہر گھوڑے مین مذکر ہو یا مؤنث اور روایت کی دارقطنی نے کہ مشورہ کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ٹھہرا کہ
ہر گھوڑے سے دس درہم لیے جاوین ص زکوٰۃ اور کفارہ اور نذر اور عشر مین قیمت کا بھی دیدینا درست ہے اور جو مصدق یعنی صدقہ لیتا ہو حاکم کیطرف سے
اسکو چاہیئے کہ اوسط مال لیوے تو اگر اس سن کا جانور جو واجب ہوا ہے اوسط نہو ادنی لیوے اور کمی قیمت اسکی لیوے یا اعلی لیوے اور قیمت جو بڑھے دیوے
ف اور اوسط مال اسواسطے لیوے کہ فرمایا حضرتؐ نے واسطے معاذؓ کے نہ لے تو اچھے مال انکے اور ایسا ہی مروی ہے سنن ابو داود اور نسائی مین ص
اور جو مال کہ بیچ سال مین بڑھ جاوے اصل نصاب سے اپنی قسم مین مل جاویگا مثلاً اسکے پاس اوس مال مین دو سو درم تھے اور بیچ سال مین سو اور بڑھ گئے تو یہ سو بھی
ان دو سو کے ساتھ ملائے جاوینگے تین سو کی زکوٰۃ لازم آویگی اگرچہ اس سو پر پورا سال نہین گذرا ہے اور زکوٰۃ نصاب سے متعلق ہوتی ہے اور جو کچھ عفو ہے اوسکا
حساب نہین مثلاً جو کوئی پینتیس اونٹ کا مالک ہووے تو واجب ایک بنت مخاض ہے پچیس مین اور جو زیادہ ہین وہ معاف ہین یہانتک کہ اگر ایک سال مین
دس ہلاک ہو جاوین زکوٰۃ ویسی واجب ہوگی اور اگر بعد ایک سال کے تمام نصاب ہلاک ہو جاوے زکوٰۃ ساقط ہوگی اور اگر بعض ہلاک ہووے تو جتنا ہلاک ہوا ہے
اسکی زکوٰۃ ساقط ہوگی اور پہلے جو کچھ نصاب سے ہلاک ہووے اسکو عفو مین صرف کرینگے بعد اسکے اس نصاب مین جو عفو سے متصل ہے بعد اسکے اس نصاب مین
سے کہ اوس سے متصل ہے مثلاً اگر ساٹھ بکریون مین سے بیس بکریان ہلاک ہو جاوین یا چھ اونٹ سے ایک اونٹ بعد سال کے تو چالیس بکریون پر اور پانچ اونٹ
پر ایک بکری باقی رہے گی اسیطرح اگر چالیس اونٹ سے پندرہ ہلاک ہو جاوین چار کو عفو مین صرف کرین اور گیارہ کو نصاب چھتیس مین کہ اس سے
متصل ہے تو پچیس اونٹ رہ جاوینگے اور انمین ایک بنت مخاض لازم آویگی اور اگر چالیس اونٹ سے بیس ہلاک ہوئے تو چار عفو مین صرف کیے جاوینگے
اور گیارہ اس نصاب مین جو عفو کے قریب ہے اور پانچ اوس نصاب مین جو اس نصاب سے قریب ہے یہانتک کہ بیس اونٹ مین چار بکریان باقی رہ جاوینگی
اور جو پچیس ہلاک ہون پندرہ رہ جاوینگے تو تین بکریان لازم آوینگی اور جو تیس ہلاک ہون دس رہ جاوینگے تو دو بکریان لازم آوینگی اور جو پینتیس ہلاک ہو جاوین
پانچ رہ جاوینگے تو ایک بکری لازم آویگی یہانتک کہ نصاب ہی نہ رہیگا اور چرنا جانورون کا اکثر سال مین کافی ہے یعنی چھ مہینے سے زیادہ جنگل مین چرین
اور جاننا چاہیئے کہ لینا خراج کا امام کو پہونچتا ہے اور اسیطرح دسوان حصہ خارج کا اور زکوٰۃ سوائم اور زکوٰۃ مالون تجارت کی سب امام لیویگا تو اگر باغیون
نے خراج لے لیا تو مالکون سے دوسری بار نہ لیا جاویگا کیونکہ خراج حق لڑنے والون کا ہے اور وہ کافرون سے لڑتے ہین اور اگر زکوٰۃ مال تجارت کی باغیون
نے لی اور زکوٰۃ کے مصارف مین صرف کیا تو مالکون کو دوبارہ دینا نہوگا اور اگر انھون نے اسکے مصرفون مین صرف نہین کیا تو ان لوگون کو چاہیئے
کہ پھر سے دوبارہ زکوٰۃ دیوین اور اسی پر فتوی ہے اور بعضون کے نزدیک انکو پھر دینا لازم نہین اور بعضون کے نزدیک اگر انکو دیتے وقت نیت
تصدق کی کرینگے تو زکوٰۃ ان سے ساقط ہو جاویگی اور شیخ ابو منصور ماتریدیؒ نے اسکو قبول نہین کیا ف اور باقی تفصیل اسکی اصل مین لکھی ہے یہانپر اسکا
جگہہ نظر اس بات کے کہ عوام فہم نہ تھا ترک کیا ص اور جو لڑکا تغلبی ہو تو اسکے مال سے جزیہ لیا جاویگا اور عورت تغلبی کے مال سے مثل انکے مردون کو لیا جاویگا
جاننا چاہیئے کہ تغلبی منسوب ہے طرف تغلب کے اور بنو تغلب ایک قوم تھی مشرکین سے حضرت عمرؓ نے اس سے جزیہ طلب کیا انھون نے انکار کیا اور کہا کہ ہم صدقہ دونا دیوینگے

سلہ اور وہ گیارہ ہین درمیان نصاب پچیس اور چھتیس کے ۱۲ سلہ یعنے درمیان چھتیس و چھیالیس کے ۱۲

تو اس بات پر صلح ہوئی اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہی جزیہ ہی مگر جو تم چاہو اپنے یہان نام رکھو تو اسکا تو جب انسے زکوٰۃ کے دونے پر صلح ہو گئی اُن کے لڑکون سے نہین
لیا جاویگا اور عورتون سے لیا جاویگا اور جو صاحب نصاب کا ہے اسکو ایک سال کے پہلے یا زیادہ ایک سال سے زکوٰۃ کا دیدینا اور بھی اس کو کئی
نصابون کی زکوٰۃ کا دیدینا درست ہی مثلاً اسکے پاس دو سو درم تھے اور اُسنے کئی نصابونکی زکوٰۃ اُسمین سے ادا کی اور بعد اسکے وہ نصاب سکو ملی پہلی زکوٰۃ
اُس سے بھی کافی ہوگی اور جو پوری ایک نصاب کا مالک نہین اور وہ پیشتر کئی نصابون کی زکوٰۃ دے تو درست نہین **ف** پہلی سال سے زکوٰۃ دیدینا اسواسطے
درست ہی کہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ پوچھا عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ جلدی دینے مین قبل
گذرنے سال کے واسطے مسارعت کی طرف نیکی کے تو اذن دیا آپنے انکو **ص** نصاب سونے کی بیس مثقال ہے اور چاندی کی دو سو درم کہ ہر دس درم
سات مثقال کے برابر ہون اور اس وزن کو وزن سبعہ کہتے ہین تو ایک درم آدھا اور پانچوان حصہ مثقال کا ہوویگا تو دس درم سات مثقال کے ہونگے اور
مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہی اور درم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا ہوتا ہی **ف** کیونکہ فرمایا حضرتؐ نے نہین کم پانچ اوقیے سے چاندی مین زکوٰۃ اور ذکر کیا ہمنے
اوپر اس حدیث کو اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہی تو پانچ اوقیے کے دو سو درم ہوئے اور روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت علیؓ سے اور
اُسمین ہی کہ نکالو صدقہ چاندی کا ہر چالیس درہم مین سے ایک درہم اور نہین ہی ایک سو نوے مین کچھ اور جب دو سو ہون تو اُسمین پانچ درہم ہین اور
روایت کی دارقطنی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا معاذ بن جبل کو جب بھیجا انکو یمن کی طرف یہ کہ لیوے ہر چالیس دینار مین سے ایک دینار
اور ہر دو سو درہم سے پانچ درہم اخیر تک اور وہ ضعیف ہی ساتھ عبد اللہ بن شبیب کے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہ اور ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے ہر بیس دینار سے آدھا دینار اور چالیس دینار سے ایک دینار اور ضعیف ہی ساتھ ابراہیم بن اسمعیل بن مجمع کے اور دینار
ایک مثقال کا ہوتا ہی اور روایت کی ابو احمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال مین عمرو بن شعیب سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے اپنے دادا
سے کہ فرمایا حضرتؐ نے نہین ہی دو سو درہم سے کم مین کچھ اور نہ بیس مثقال سے کم سونے مین کچھ اور دو سو مین پانچ درہم ہین اور بیس مثقال مین آدھا
مثقال ہی اور اسناد اسکی ضعیف ہی اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین اور نسائی نے دیات مین عمرو بن حزم سے اور اُسمین ہی کہ فرمایا آپنے ہر چالیس دینار
مین ایک دینار ہی اور یہ حدیث ثابت ہی اور کہا ابن الہمام نے وَهُوَ حَدِيثٌ لَا شَكَّ فِي ثُبُوتِهِ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ یعنے یہ وہ حدیث ہی کہ نہین شک ہے
اُسمین جیسا اوپر ہمنے اسکو بیان کیا **ص** سونا یا چاندی مین سکہ دار اور معمول ہو یا ڈلا ہو چالیسوان حصہ زکوٰۃ مین واجب ہوتا ہی **ف** تو اگر زیور
چاندی یا سونیکا ہوگا زکوٰۃ واجب ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک نہین واجب ہی اور دلیل امام صاحب کی یہ ہی جو روایت کی ابو داؤد اور نسائی نے کہ
ایک عورت آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور اُسکے ساتھ اُسکی بیٹی تھی اور اُسکے ہاتھ مین دو کنگن تھے موٹے سونے کے سو فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُسکی بیٹی سے کیا ادا کرتی ہی تو زکوٰۃ اُسکی کہا نہین کہا کہ خوشی ہی تجکو کہ پہنا وے اللہ تعالیٰ تجھکو دو کنگن دن قیامت کے آگ کی کہا راوی نے کہ اتارا
انکو اُسنے اور پھینک دیا حضرتؐ کے سامنے اور کہا کہ یہ دونون واسطے اللہ اور رسول کے ہین کہا ابو الحسن قطان نے اسناد اسکی صحیح ہی اور کہا منذری نے
مختصر مین کہ نہین ہی گفتگو اسکی اسناد مین اور سنن ترمذی مین ہے ابن لہیعہ سے کہا کہ آئین دو عورتین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ذکر کیا اُس
حدیث کو اور اُسمین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کرو زکوٰۃ اسکی اور وہ جو ضعیف کیا اُسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہین صحیح ہی اس باب
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مراد یہ ہی کہ اس طریقے سے کوئی حدیث صحیح نہین ہوئی ورنہ خطا ہی کہا منذری نے کہ شاید قصد کیا اُسنے اُن دو طریقون
کو جو ذکر کیا انکو اور طریقہ ابو داؤد کا نہین گفتگو ہی اُسمین اور کہا ابن القطان نے بعد تصحیح کے حدیث ابی داؤد کو کہ ضعیف کیا ترمذی نے اس حدیث
کو اسواسطے کہ نزدیک اُسکے اُسمین دو ضعیف ہین ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح اور روایت کی ابو داؤد نے عبد اللہ بن شداد سے کہا کہ داخل ہوئے

ہم حضرت عائشہ رض نے کہا کہ داخل ہوئے مجھپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیکھین میرے ہاتھ مین بڑی بڑی انگوٹھیان چاندی کی سو فرمایا کہ کیا ہے یہ اے عائشہ سو کہا مین نے بنایا مین نے انکو کہ زینت کرون مین واسطے تمہارے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ادا کرتی ہو زکوۃ انکی کہا مین نے نہین فرمایا کہ یہ کافی ہے تجھکو آگ کے لیے اور روایت کیا اسکو حاکم نے اور صحیح کیا اسکو اور ضعیف کیا اسکو دارقطنی نے اسطرح پر کہ محمد بن عطار مجہول ہے اور پیچھا کیا انکا بیہقی اور ابن القطان نے کہ محمد بن عمرو بن عطار ثقہ لوگون سے ہین اور لیکن وہ انکی اسنادمین اپنے دادا کی طرف منسوب ہوا اس واسطے دارقطنی نے اسکو مجہول جانا اور متابعت کی اسکی عبد الحق نے اور بیان کیا وہ سنن ابو داؤد مین اور بیان کیا اسکو شیخ نے اسکے محمد بن ادریس رازی ہی اور وہ ابو حاتم رازی ہین امام جرح اور تعدیل کے اور روایت کی ابو داؤد نے ام سلمہ رض سے کہا کہ مین پہنے تھی اوضاح سونے سے اور اوضاح ایک قسم زیور کی ہے سو کہا مین نے کہ اے رسول اللہ کیا کنز ہے یہ فرمایا کہ جو پہونچے یہانتک کہ ادا کیجاوے زکوۃ اسکی اور زکوۃ اسکی دیجاوے تو وہ کنز نہین ہے اور کنز سے مراد یہ ہے کہ روکنا چاندی اور سونیکا اور زکوۃ نہ دینا اسکی گناہ ہے اور اخراج کیا اسکا حاکم نے مستدرک مین محمد بن مہاجر سے انھون نے ثابت سے اسی اسناد سے اور کہا کہ صحیح ہے اور شرط بخاری کے اور لفظ اسکا یہ ہے کہ جب ادا کیجاوے زکوۃ اسکی تو وہ کنز نہین ہے لیکن کہا بیہقی نے کہ منفرد ہوا ساتھ اسکے ثابت بن عجلان اور کہا صاحب تنقیح نے یہ کچھ ضرر نہین کرتا کیونکہ ثابت بن عجلان روایت کی اس سے بخاری نے اور توثیق کی اسکی ابن معین نے اور وہ جو کہا عبد الحق نے کہ نہین حجت پکڑی جاویگی ساتھ اسکے قول ہے ضعیف نہین کہا کسی نے اور انکار کیا اسپر شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے اور وہ جو کہا ابن الجوزی نے کہ محمد بن مہاجر اسکی اسناد مین ہے کہا ابن حبان نے کہ بناتا ہے احادیث کو اور نسبت کرتا ہے انکی طرف ثقات کے کہا صاحب تنقیح نے یہ وہم ابن الجوزی کا قبیح ہے اسواسطے کہ محمد بن مہاجر کذاب وہ اور ہے اور یہ جو روایت کرتا ہے ثابت بن عجلان سے فقیہ ہے شامی ہے روایت کی اس سے مسلم نے اور توثیق کی اسکی احمد اور ابن معین اور ابو زرعہ اور دحیم اور ابو داؤد وغیرہم نے اور عتاب بن بشیر روایت ابو داؤد مین توثیق کی اسکی ابن معین نے اور روایت کی اس سے بخاری نے ساتھ متابعت کے اور وہ جو مروی ہے جابر رض سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہین ہے زیور مین زکوۃ کہا بیہقی نے باطل ہے نہین ہے اصل اسکی اور ذکر کیا اسکو شوکانی نے موضوعات مین اور یہ مروی ہے جابر رض کا قول اور جو آثار کہ مروی ہین ابن عمر رض اور حضرت عائشہ رض اور اسماء رض سے سو وہ موقوف ہین اور معارض ہین انکے اور آثار روایت ہے حضرت عمر رض سے کہ انھون نے لکھا ابو موسی اشعری کو کہ زکوۃ دیوین عورتین اپنے زیورون کی روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور ابن مسعود رض سے ہے کہ زیور مین زکوۃ ہے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور لکھا عبد اللہ بن عمر رض نے طرف بیوی سالم کے کہ نکالے زکوۃ اپنی بیٹیون کے زیورون کی روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عطار اور ابراہیم اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور عبد اللہ بن شداد سے کہ کہا انھون نے فی الحلی زکوۃ یعنے زیور مین زکوۃ ہے اور بھی روایت کی عطار اور ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے جاری ہوئی سنت کہ زیور مین زکوۃ ہے اور بہت سے آئے ہین اس باب مین آثار اور وہ جو روایت کی مالک نے حضرت ابن عمر رض اور حضرت عائشہ رض سے کہ نہین ادا کی انھون نے زیور مین زکوۃ معارض ہے اسکے جو اوپر گذرا تو صحیح مذہب امام صاحب کا ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم ص اور ایسا ہی اسباب تجارت مین بھی چالیسوان حصہ دیا جاویگا اگر قیمت اسکی بقدر نصاب سونے یا چاندی کے ہو اور تقویم نصاب اور چالیسوان حصہ ہم سے کرینگے اگر اسمین فقیرون کو نفع ہووے یا دینار سے کرین گے اگر اسمین زیادہ نفع ہو اور جب نصاب پر پانچوان حصہ بڑھ جاویگا تو اسمین بھی اسی حساب سے زکوۃ واجب ہوگی جیسے دو سو درہم مین چالیس بڑھ جاوین تو ایک درم اور زکوۃ مین دینا پڑیگا اور جو اسی بڑھین دو درم بڑھ جاوینگے اور اگر پانچوین حصہ نصاب سے کم بڑھے تو کچھ لازم

نہین آتا ف اور صاحبین کے نزدیک جو دوسو پر زیادہ ہو تو زکوۃ اُسکی اُسکے حساب سے واجب ہوگی چاہے پانچوان حصہ یعنے چالیس درہم ہوویں یا نہوں اور یہی قول ہی امام شافعی کا اور دلیل اُنکی یہہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جو زائد ہو دوسو پر تو زکوۃ اُسکی اُسکے حساب سے ہی اور دلیل امام ابوحنیفہ کی یہہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے معاذ کے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ اَنْ لَّا یَاْخُذَ فِی الْکُسُوْرِ شَیْئًا یعنے حکم کیا اُنکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ لیوے کسور سے کچھہ یعنی چالیس تک جو بیچ مین کسرات واقع ہین اُنمین زکوۃ نہ دیجاویگی مثلاً دوسو پر بیس بڑھین تو پانچ درہم اور آدھا درہم آوے اور دس بڑھین تو ربع درہم اور تیس بڑھین تو تین حصے درہم کے اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے معاذ سے اور وہ ضعیف ہی ساتھہ منہال بن حزم کے اور کہا عبدالحق نے احکام مین کہ روایت کی ابواویس نے عبداللہ اور محمد سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے اپنے دادا سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لکھی آپنے کتاب واسطے عمرو بن حزم کے کہ نہین ہے چاندی مین صدقہ یہانتک کہ پہونچے دوسو درہم کو تو اُسمین پانچ ہین اور ہر چالیس مین ایک ہی اور نہین ہے چالیس سے کم مین صدقہ اور روایت ہی کتاب ابن حزم مین بروایت نسائی اور ابن حبان اور حاکم کے کہ ہر پانچ اوقیہ مین چاندی سے پانچ درہم ہین اور جو زیادہ ہو تو ہر چالیس سے ایک درہم ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ سے حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَیْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ اِلٰی اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ فَمَا زَادَ عَلَی الْمِائَتَیْنِ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ یعنے لکھا حضرت عمرؓ نے طرف ابی موسی اشعریؓ کے اور لیکن جو زائد ہو تو دوسو پر تو ہر چالیس درہم مین ایک درہم ہے اور ایک روایت مین ہی کہ لاؤ چوتھا حصہ دسوین حصے کا یعنی چالیسوان حصہ ہر چالیس درہم سے ایک حصہ اور اگر درہم مین کچھہ خلل ہو تو اگر چاندی زیادہ ہی اُسی کا اعتبار ہوگا اور اگر غش یعنی تانبا وغیرہ زائد ہی تو اُنکی قیمت لگائی جاویگی اور اگر نصاب کا بیچ سال مین نقصان ہو جاوے اور پھر آخر سال مین پورا ہو جاوے زکوۃ واجب ہوگی مثلاً اگر اُسکے پاس اول مین نصاب یعنی بیس دینار موجود تھے پھر سال کے درمیان مین کم ہو گئے اور پھر اخیر سال مین بیس دینار ہو گئے زکوۃ ویسی ہی واجب ہوگی اور سونا چاندی کی طرف ملایا جاویگا اور اسباب دونون کی طرف ملایا جاویگا بحساب قیمت کے مثلاً اگر اُسکے پاس دس دینار اور نوے درہم تھے کہ قیمت اُسکی دس دینار ہین زکوۃ امام صاحب کے نزدیک واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک نہین واجب ہوگی اور جب اُسکے پاس دس دینار اور سو درہم تھے سبکے نزدیک زکوۃ واجب ہوگی

باب عاشر کے بیان مین

عاشر اُس شخص کو کہتے ہین جسکو بادشاہ نے راہگذر پر تاجرون سے صدقہ لینے کے لیے مقرر کیا ہو اور اگر کسی تاجر نے عاشر سے کہا کہ تمام سال ابھی اوپر نہین گذرا ہی یا قرض سے مین فارغ نہین ہون یا سوا اس کے اور مال مین کہا کہ شہر مین فقیر کو دے چکا ہون تو عاشر اُسکے قول کو بغیر قسم کے قبول کرے اور اگر کہے سوائم مین کہ فقیر کو دے چکا ہون تو اسکا قول سچ نہ جانے کیونکہ سوائم مین فقیر کو دینا درست نہین بلکہ بادشاہ کو دینا چاہیے کہ وہ اُسکو مصرف مین اُسکے صرف کرے اور اگر دعوی کیا کہ زکوۃ اس سال کی مین دوسرے عاشر کو دیچکا ہون اگر وہ عاشر اُس سال کا عاشر تھا تو قول اُس کا ساتھہ قسم کے مان لینگے اور اُس عاشر کی چٹھی وصول کی نکالنا ضرور نہ ہوگا اور جسمین قول مسلمان کا اعتبار کیا جاتا ہے ذمی کا بھی اعتبار کیا جاویگا نہ حربی کا مگر حربی اگر اپنی لونڈی مین کہے کہ یہہ میری ام ولد ہے تو سچ جانا جاویگا اور اُس سے کچھہ نہ لیا جاوے گا اور مسلمان سے عاشر چالیسوان حصہ لیوے اور ذمی سے بیسوان اور حربی سے دسوان حصہ اگر مال اُسکا نصاب کو پہونچ جاوے ف اور ایسا ہی کیا تھا حضرت

عمرؓ نے روایت کی امام محمدؒ نے حضرت عمرؓ سے کہ بھیجا انھون نے ایک شخص کو اور حکم کیا کہ لے مسلمانون کے مال سے جب تجارت کے لئے ہو چوتھا حصہ دس حصون مین سے اور ذمیون کے مال سے آدھا حصہ دس حصون مین سے اور حربی کے مال سے دسوان حصہ اور ایسا ہی روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے اور لوگون نے واللہ اعلم ص اور جتنا کہ کافر ہمارے تاجرون سے لیتے ہین معلوم نہووے اور اگر معلوم ہوجاوے تو اتنا ہی ہم بھی انسے لیوینگے اگر کل مال وہ نہ لیتے ہون تو اگر اہل حرب ہمارا کل مال لیوین تو ہمارا عاشر حربی سے کل مال نہ لیویگا اور اگر نصاب سے کم ہے تو اس سے نہ لیا جاویگا اگرچہ اسنے اقرار کیا باقی نصاب کا کہ گھر مین ہے اور اگر اہل حرب ہم لوگون سے کچھ نہین لیتے تو ہم بھی انسے کچھ نہ لینگے اور اگر حربی سے عشر لے لیا اور قبل سال گذرنے کے پھر عاشر کے پاس سے گذرا اگر دار الحرب سے آیا ہے تو اس سے دوبارہ دسوان حصہ لیا جاویگا اور اگر لوٹ کر اپنے وطن جاتا ہے تو نہ لیا جاویگا اور جو ذمی شراب لیکے گذرے تو بیسوان حصہ لیا جاویگا اور سور مین کچھ نہ لیا جاویگا فقط شراب یا سور کو یا دونون کو لیجاوے یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور شافعیؒ کے نزدیک کسیکا بیسوان حصہ نہ لیا جاویگا اور نزدیک امام زفرؒ کے دونونکا لیا جاویگا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر دونون کو لیکے گذرے تو دونونکا بیسوان حصہ لیا جاویگا اور اگر فقط شراب لیکے گذرے تو شراب کا بیسوان حصہ لیا جاویگا اور اگر فقط سور لادے ہے تو کچھ نہ لیا جاویگا اور اگر کوئی شخص مال بضاعت یا مال مضاربت[1] سے گذرے جائز نہین ہے کہ اس مال سے عاشر کچھ لیوے اسواسطے کہ وہ مال اسکے پاس امانت ہے مگر یہ کہ مال مضاربت مین اگر اسکا حصہ نصاب کو پہونچے تو اسکے حصے کے موافق اس سے لیا جاوے اور اگر کوئی غلام ماذون[2] گذرے تو اگر قرضدار ہے تو کچھ نہ لیوے اور اگر قرضدار نہو تو اگر مولی اسکا اسکے ساتھ ہے تو لیوے اور اسکے ساتھ نہین تو نہ لیوے

باب رکاز کے بیان مین

رکاز اس مال کو کہتے ہین کہ زمین کے نیچے پیدا ہوا ہو یا رکھا گیا ہو تو کان پیدا ہوتی ہے اور خزانہ رکھا جاتا ہے کان سونے کی اور مثل اسکے زمین خراجی یا عشری مین ہو پانچوان حصہ واجب ہوتا ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رکاز مین پانچوان حصہ ہے اخراج کیا اسکا صحاح ستہ والون نے ص اور باقی سب پانے والون کا ہے اگر اس زمین کا کوئی مالک نہین ہے اور اگر وہ زمین کسی کی ملک ہے تو باقی مالک کو ہے اور اگر کسی کے گھر مین کچھ نکلا تو امیر کچھ واجب نہین ہوتا اور اگر اپنی زمین مین پایا تو اسمین ایک روایت مین کچھ لازم نہین آتا اور ایک مین لازم آتا ہے اور موتیون اور عنبر اور فیروزے مین اگر پہاڑ پر ملین تو پانچوان حصہ ان مین واجب نہین ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا خمس فی الحجر یعنے نہین ہے پانچوان حصہ پتھر مین اور یہ حدیث ہدایہ مین ہے اور اس لفظ سے نہین ملی ہان روایت کی ابن عدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لا زکوۃ فی حجر یعنے نہین ہے زکوۃ پتھر مین دو طریقون سے اور دونون ضعیف ہین پہلا بسبب عثمن بن ابی عمر کلاعی کے اور دوسرا ساتھ محمد بن عبید اللہ عرزمی کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے کہ نہین ہے موتی اور نہ زمرد مین زکوۃ مگر یہ کہ تجارت کے لیئے ہون اور ایسا ہی ہے عنبر مین اور یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جو چیز زیور کے قسم سے دریا سے نکالی جاوے ہے اسمین پانچوان حصہ ہے اسواسطے کہ حضرت عمرؓ نے لیا خمس عنبر سے اور یہ حدیث ہدایہ مین ہے اور روایت کیا اسکو قاسم بن سلام نے کتاب الاموال مین لیکن اسناد اسکی ضعیف ہے علاوہ اسکے کہا شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے ان ثبوتہ عن عمر رضی اللہ عنہ لم یصح اصلا انتہی یعنی ثبوت اس حدیث کا عمر رضی اللہ عنہ سے نہین صحیح ہوا اصلا لیکن روایت کی عبدالرزاق نے ثنا معمر عن سماک بن الفضل عن عمر بن عبد العزیز انہ اخذ من العنبر الخمس یعنی لیا عمر بن عبدالعزیزؒ نے عنبر سے پانچوان حصہ اور حسن بصریؒ اور ابن شہاب زہری سے ہے کہ کہا انھون نے عنبر اور موتی مین پانچوان حصہ ہے اور روایت کی شافعیؒ نے ابن عباسؓ سے ان ابراھیم بن سعد کان عاملا بعدن سال ابن عباسؓ عن العنبر فقال ان کان فیہ شیء فالخمس یعنی پوچھا ابن عباسؓ سے عنبر سے کہا کہ اگر ہو اسمین کچھ تو پانچوان حصہ ہے اور اس سے

---

[1] وہ مال ہے کہ غیر اسکو تجارت کے لیے دیوے اور نفع مین شرکت ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ [2] جس غلام کو مولی اجازت تجارت کی دیوے تو اسکو عبد ماذون کہتے ہین ۱۲

شک معلوم ہوتا ہے اور دلیل ہماری یہی جو روایت کی ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال میں اور شافعیؒ نے بھی ثنا ابن ابی مریم عن داؤد بن عبد الرحمن العطار سمعت عمرو بن دینار یحدث عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لیس فی العنبر خمس یعنی کہا ابن عباسؓ نے کہ نہیں ہے عنبر میں پانچواں حصہ اور کہا حدثنا عثمان بن معاویۃ عن ابراہیم المکی عن ابی الزبیر عن جابر نحوہ اور جابرؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے ص جو خزانہ کہ سکہ اسکا اسلام کا ہے اگر پاوے تو اسکو لوگون سے چھپو لے جیسے لقطہ[1] یعنی پڑی چیز کا حکم ہے اور اگر سکہ کفر کا ہے تو پانچواں حصہ لازم آویگا اور باقی پانے والے کا اگر وہ زمین اسکی ملک نہیں اور نہیں تو جو مالک اول اسلام کی فتح کا ہے اسکو ملیگا اور اگر تاجر ہمارا امن لیکے دار الحرب میں گیا اور وہان کانز پائی سب اسکی ہے اور اگر کسی حربی کے گھر مین پائی تو گھر کے مالک کی ہے اور اگر زمین مین دار الحرب کے جو کسی کی ملک نہیں ہے پائی پانچوان حصہ اسمین ہے اور باقی سب اسکا ہے

باب زکوۃ خارج کے بیان مین

زمین عشری کے شہد مین اور پہاڑ کے شہد مین اور میوے مین اور زمین سے نکلنے والی چیزون مین اگر اسکو پانی جاری یا مینہ نے سینچا ہو اگرچہ پانچ وسق نہون یا برس بھر باقی نہ رہتا ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دسوان حصہ لازم آویگا اور صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ وسق سے کم مین کچھ لازم نہ آویگا اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع آٹھ رطل یعنی چار سیر شاہجہانی کا ہوتا ہے ف لیکن شہد سے دسوان حصہ اگرچہ پانچ وسق کے برابر نہ ہووے سواسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جسکو سیراب کرے آسمان یا چشمہ اور زمین عشری ہو تو اسمین دسوان حصہ ہے اور جو ڈول وغیرہ سے پانی دیا جاوے تو اسمین بیسوان حصہ ہے اور حدیث مین مطلق ہے اور ذکر پانچ وسق کا نہین ہے تو محمول ہوگی اطلاق پر اور اس باب مین بہت آثار ہین نکالا عبد الرزاقؒ نے عمر بن عبد العزیزؒ سے کہا کہ جو اُگے کم یا بہت اسمین دسوان حصہ ہے اور نکالا مانند اسکے مجاہد اور ابراہیم نخعی سے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مانند اسکے عمر بن عبد العزیزؒ اور مجاہدؒ اور نخعیؒ سے اور زیادہ کیا حدیث نخعیؒ مین یہانتک کہ ہر چیز مین دسوان حصہ ہے اور امام ...... دلیل یہ ہے کہ فرمایا حضرت نے لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ یعنی نہین ہے پانچ وسق سے کم مین صدقہ اور اوپر یہ حدیث گذر چکی روایت کی عبد الرزاق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انھون نے لکھا طرف یمن کے یہ کہ لیا جاوے شہد والون سے دسوان حصہ اور روایت کی عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا شہد سے دسوان حصہ نقل کی یہ ابن حبان نے اور روایت کی شافعی نے سعد بن ذباب اوسی سے کہ آیا مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا مین نے اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کر دو واسطے قوم میری کے وہ چیز کہ اسلام لائے اسپر سو کیا اور عامل کیا مجھکو ابوبکرؓ نے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو جب آئے وہ اپنی قوم پر کہا اے قوم ادا کرو زکوۃ شہد کی کیونکہ نہین بہتری ہے اس مال مین کہ نہ دیجاوے زکوۃ اسکی کہا انھون نے کیا جانتے ہو تم یعنی کتنی زکوۃ دیوین کہا کہ دسوان حصہ اور لیا مین نے اُنسے دسوان حصہ اور لایا مین اسکو حضرت عمرؓ کے پاس سو بیچ ڈالا انھون نے اسکو اور کر دیا اسکو مسلمانون کے صدقون مین اور ایسا ہی روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے صفوان ابن عیسی سے کہا انھون نے حدیث کی ہمسے اسکی حارث نے اور روایت کیا اسکو صلت بن محمد نے انس بن عیاض سے انھون نے حارث بن ابی ذباب سے انھون نے منیر بن عبد اللہ سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے سعد سے اور نہین پہچانا ابن المدینی نے والد منیر کو اور پوچھا اُنسے ابو حاتم نے کیا صحیح ہے حدیث اسکی فرمایا کہ ہان اور نکالا ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال مین عمرو بن شعیب سے

[1] لقطہ اس چیز کو کہتے ہین کہ راہ مین پڑی ہوئی ملے تو اسکا حکم یہ ہے کہ اسکو چھپو لے اور دکھلائے جو مالک اسکا معلوم ہو اسکو دیدے اور تفصیل اسکی کتاب اللقطہ مین آویگی ۱۲

انھون نے اپنے باپ سے انھون نے اپنے دادا سے کہ لیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے مین شہد سے دسوان حصہ ہر دس مشک مین
ایک مشک اور اسناد مین اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہی اور ایسی ہی روایت کی ترمذی نے اور ضعیف کہا اسکو اور روایت کیا ابن ماجہ نے اس حدیث کو بسند صحیح کہا
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ الْعُشْرَ یعنے لیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے دسوان حصہ اور یہ حدیث صحیح ہے
اس باب مین اور اسی سے لازم ہی تمسک کرنا اور اسناد اسکی صحیح ہے اور روایت کی ابن ماجہ نے ابو سیارہ متعی سے کہ کہا مین نے اے رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم میرے پاس شہد ہے فرمایا کہ ادا کر عشر کو یعنی دسوین حصے کو سو کہا مین نے اے رسول اللہ حمایت کرو اسکی تم میرے واسطے
سو کی آپ نے اور ایسا ہی روایت کیا اسکو امام احمد اور ابو داؤد طیالسی نے اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندون مین کہا بیہقی نے کہ یہ صحیح ہی جو روایت
کیا گیا واجب ہونے عشر مین اور وہ منقطع ہے کہا ترمذی نے پوچھا مین نے محمد بن اسمعیل سے اس حدیث کو سو کہا کہ یہ منقطع ہی سلیمان بن موسی نے نہین پایا
کسی کو اصحاب سے اور نہین ہی صحیح شہد کی زکوۃ مین کچھ اور روایت کی مثل اسکے طبرانی نے معجم مین اور تفصیل اسکی شیخ ابن الہمام نے لکھی ہی واللہ اعلم
بالصواب لیکن حق یہ ہی کہ ان سب حدیثون سے زکوۃ شہد کی ثابت ہو گئی اگرچہ ایک ایک حدیث سے ثابت نہو اور دوسرے یہ کہ حدیث عمرو بن شعیب
کی جسکو روایت کیا ابن ماجہ نے صحیح ہی اسناد اسکی اور نہین پائی گئی اسمین کوئی قدح ص اور سبزیون وغیرہ مین یا چیزین کہ بہت بھر نہین ٹہرتین
صاحبین اور شافعی کے نزدیک صدقہ نہین اور امام صاحب کے نزدیک واجب ہی کہ مالک سبزیون وغیرہ کا فقیر کو صدقہ دیوے نہ کہ بادشاہ اسکو لیوے ایسا ہی
لکھا ہی اسرار مین قاضی امام ابو زید دبوسی نے ف اور دلیل امام صاحب کی یہ ہی جو اوپر گذری کہ جو اگاوے آسمان یا چشمہ اور زمین عشری ہو تو اسمین دسوان
حصہ ہی اور اطلاق حدیث کا انکے نزدیک حجت ہی اور صاحبین کی دلیل یہ ہی جو جامع ترمذی مین ہی حدیث معاذ سے کہ نہین ہی سبزیون مین صدقہ اور کہا کہ نہین صحیح
اسناد اسکی صحیح اور نہین صحیح ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اس باب مین اور روایت کیا حاکم نے یہ مضمون اور صحیح کیا اسکو اور غلطی کی اسنے کیونکہ اسناد مین اسکی
اسحق بن یحیی متروک ہی ترک کیا اسکو احمد اور نسائی وغیرہما نے اور اچھی اس باب مین ایک حدیث ہی روایت کیا جسکو دارقطنی نے موسی بن طلحہ سے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ لیا جاوے سبزیون سے صدقہ اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی ص اور لکڑی وغیرہ جیسے نرکل یا گھاس مین صدقہ واجب
نہین اور جو کہ زمین سے نکلے اور ڈول یا دولاب سے پانی دیا جاوے تو اسمین بیسوان حصہ پایا جاویگا تو پہلے صدقہ دے لین اور پیچھے اسکے کاٹنے
وغیرہ کی مزدوری نکالین ف اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور جو زمین عشری تغلبی کی ہی اسمین سے جو نکلے تو پانچوان حصہ لازم آویگا لڑکا
اور مرد اور عورت سب انکے برابر ہین اگرچہ وہ مسلمان ہووین یا اسکو مسلمان یا ذمی خرید لیوے کیونکہ دسوان حصہ لازم آتا ہے ہمارے لڑکون پر
تو انکے لڑکون پر اسکا دونا لازم آویگا اگرچہ مسلمان ہو جاوین طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اگر مسلمان ہو جاوین تو دسوان حصہ لازم
آویگا اور عشری زمین کو ذمی نے خریدا تو وہ خراجی ہو جاویگی اور اگر پھر اسکو مسلمان نے لے لیا تو پھر عشری ہو جاویگی ف زمین عرب کی اور
جو زمین کہ اہل اسکے اسلام لاوین اور وہ زمین کہ اسکو بعد فتح کے ساتھ غلبہ کے لشکر مین تقسیم کیا عشری ہے اور وہ زمین کہ اسکو بعد غلبے کے انہی
کفار پر رہنے دیا اور وہ زمین کہ انکے ساکنون سے صلح کی ہو خراجی ہی ص اگر اپنی زمین کو ذمی نے باغ بنایا خراجی ہو جاوے گا اور اگر اسکو
مسلمان نے بنایا تو اگر اسکو خراج کے پانی سے سینچتا ہی تو خراجی ہی اور اگر عشر کے پانی سے تو عشری ہی اور پانی آسمان کا اور کنوئین کا اور چشمے کا عشری ہی اور پانی
ان نہرون کا جنکو عجمیون نے کھودا ہی جیسے نہر یزدجرد کی خراجی ہی اور اسی طرح سیحون اور جیحون اور دجلہ اور فرات کا پانی امام ابو یوسف کے نزدیک خراجی ہی اور امام محمد کے

۱۵ پس دسوان حصہ یا بیسوان حصہ کل غلہ پیداوار سے واجب ہی قبل ادائے اجرت کاٹنے والے وغیرہ کے ۱۲

نزدیک عشری ہی اور قیراور لفظ کے جنیئے مین اگر زمین عشری ہو تو کچھ نہین اور اگر زمین خراجی مین ہو اور گرد چشمہ کے کھیتی ہو سکتی ہو تو خراج اسمین لازم ہوگا نہ چشمہ پر

باب مصارف زکوۃ کے بیان مین

ف جاننا چاہیئے کہ اصل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہو اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ اخیر آیت تک اور ساقط ہوگئے انمین سے وہ کافر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو بوجہ ضعف اسلام کے واسطے تالیف قلوب کے دیا کرتے تھے کیونکہ اب اسلام قوی ہوگیا اب کچھ حاجت کافرون کے الفت دلانے کی نہین اور اُن لوگون کو اللہ تعالی نے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کہا یعنے الفت کرائے گئے دل اُنکے فرمایا اور دلیل اسکی یہ ہو کہ کہا حضرت عمرؓ بن خطاب نے جب آیا اُنکے پاس عُیَینَہ بن حصین کہ یہ دین سچ ہو اللہ کیطرف سی تو جسکا جی چاہے ایمان لاوی اور جسکا جی چاہے کافر رہے روایت کیا اسکو طبری نے تفسیر مین یعنی اب ہم کچھ کافرون کو واسطے ملانیکے مال نہ دیوینگے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہ تھے مولفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین اور جب خلیفہ ہوی حضرت ابوبکرؓ قطع کیا اُسکو اور اسی پر اجماع منعقد ہے اور ایک روایت مین حضرت عمرؓ سے ہے کہ کہا انھون نے یہ وہ چیز ہے کہ دیتے تھے تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاکہ ملاوین دل تمھارے اوپر اسلام کے اور اب عزت دی اللہ نے اسلام کو تو اگر تم توبہ کرو اسلام پر تو اچھا ہو ورنہ ہماری تمھاری درمیان مین تلوار ہی اور کیا حضرت ابوبکرؓ نے ایسا ہی اور نہ کیا انکار اسکا کسی نے صحابہؓ مین سی تو ثابت ہوا اتفاق ص مصارف زکوۃ کے سات ہین[1] ایک فقیر یعنی جو شخص کہ مالک نصاب کا نہووی دوسرے مسکین جسکے پاس کچھ نہین تیسرے عامل صدقی کا اُسکو اپنے عمل کے موافق دیا جاویگا چوتھے مکاتب تو اُسکی آزادگی مین مال زکوۃ سے مدد کیجاویگی پانچوین قرضدار جو شخص کہ فاضل اپنے قرض سے نصاب کا مالک نہین چھٹے فی سبیل اللہ یعنی جو شخص کہ جہاد سے بسبب نہونے خرچ کے رک گیا ہو امام ابی یوسفؒ کے نزدیک یا جو شخص کہ حج سے رک جاوی امام محمدؒ کے نزدیک ف اسواسطے کہ کیا تھا ابو معقلؓ نے ایک اونٹ کو اپنے اللہ کی راہ مین سو حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بٹھاوے اُسپر ایک حج کرنے والے کو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور ذکر کی ایک حدیث طویل اور وہ حج کرنیوالی ام معقل تھی ص ساتوین مسافر کہ اُسکے پاس مال ہو لیکن بالفعل سفر مین اُسکے پاس موجود نہین اور مالک نصاب کو درست ہے کہ زکوۃ اپنے مال کی ان سب مصارف کو دیوے یا بعض کو اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہی کہ سب مصارف مین صرف کرے اور ہر مصرف مین تین شخصون کو دیوے ف اور دلیل یہ ہی موافق ہمارے مذہب کی کہ روایت کی بیہقی نے ابن عباسؓ سے اور ابن ابی شیبہ نے عمرؓ سے اور روایت کی طبری نے اس آیت کے تحت مین اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ اَنْبَأَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الْاٰیَةَ قَالَ فِیْ اَیِّ صِنْفٍ وَضَعْتَهُ اَجْزَاكَ یعنے کہا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہ جس قسم مین انمین سے زکوۃ کو رکھے گا کافی ہوجاویگی تجھسے اور کہا اُسنے اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ لَیْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُمَرَؓ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الْاٰیَةَ قَالَ اَیُّمَا صِنْفٍ اَعْطَیْتَ مِنْ هٰذَا اَجْزَاَ عَنْكَ ثَنَا حَفْصٌ عَنْ لَیْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُمَرَؓ اَنَّهٗ كَانَ یَاْخُذُ الْعَرْضَ فِی الصَّدَقَةِ فَیَجْعَلُهٗ فِیْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ وَرَوٰی اَیْضًا عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَیْشٍ عَنْ حُذَیْفَةَؓ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وَضَعْتَهَا فِیْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ اَجْزَاكَ وَاَخْرَجَ نَحْوَ ذٰلِكَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَّعَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ وَّاِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ وَاَبِی الْعَالِیَةِ وَمَیْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَةٍ وَاسْتَدَلَّ ابْنُ الْجَوْزِیِّ فِی التَّحْقِیْقِ بِحَدِیْثِ مُعَاذٍ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ وَالْفُقَرَآءُ صِنْفٌ وَّاحِدٌ وَّفِیْهِ

---

[1] اس آیۂ کریمہ مین سات مصارف زکوۃ کے مذکور ہین جنکو صاحب شرح وقایہ نے بیان کیا مگر اُن مین سے مولفہ قلوب ساقط ہوگئے ۱۲

نظر بسہمہم قریبا و قال ابو عبید فی کتاب الاموال و مما یدل علی صحۃ ذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ بعد ذلک مال لا یجعلہ فی صنف واحد وھم المؤلفۃ قلوبھم الی اخرہ ذکرہ الشیخ ابن الھمام یعنے کہا حضرت عمرؓ نے اس آیت میں کہ جس قسم میں عطا کریگا تو اسکو انہیں سے کافی ہو جاویگا تجھے اور حضرت عمرؓ لیتے تھے مال صدقے سے اور کرتے تھے اسکو ایک ہی قسم میں اور ایسا ہی کہا حذیفہؓ نے اور انکا مانند اسکی سعید اور عطا اور ابراہیم اور ابو العالیہ و میمون بن مہران نے کبار تابعین سے ساتھ سندوں حسن کے اور دلیل لائے ابن الجوزی ساتھ حدیث معاذؓ کے کہ بتا تو انکو کہ اللہ نے فرض کیا صدقہ انپر لیا جاوے انکے امیروں سے اور دیا جاوے انکے فقیروں کو اور کہا ابو عبید نے کتاب الاموال میں کہ دلالت کرتا ہے اسکی صحت پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا مال بعد اس آیت کی اترنے کے اور کیا اسکو ایک ہی قسم میں ص اور مال زکوٰۃ سے مسجد بنانا یا میت کو کفن میں دینا یا قرض میت کا ادا کرنا یا غلام لیکے اسکو آزاد کرنا درست نہیں ف اور جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور صرف کرو صدقے کو گردنوں میں اس سے مراد یہ ہے کہ مکاتب کو قیمت میں اسکی مدد کرکے آزاد کرا دیوے ایسا ہی مروی ہے ابو موسیٰ سے اخراج کیا اسکا طبری نے اور لفظ اسکا یہ ہے عن الحسن البصری ان مکاتبا قام الی ابی موسی الاشعری وھو یخطب فقال لہ یا ایھا الامیر حث الناس علی فحث علیہ ابو موسی فالقی الناس علیہ ھذا یلقی عمامۃ وھذا یلقی ملاءۃ وھذا یلقی خاتما حتی القی الناس علیہ سوادا کثیرا فلما رای ابو موسی ما القی علیہ قال اجمعوہ ثم امر بہ فبیع فاعطی المکاتب مکاتبتہ ثم اعطی الفضل فی الرقاب ولم یردہ علی الناس وقال ان ھذا الذی اعطاہ فی الرقاب یعنی روایت کی حسن بصری اور زہری اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے کہا انھوں نے وفی الرقاب میں وہ مکاتب لوگ ہیں واللہ اعلم ص اور درست نہیں کہ مال زکوٰۃ کو اپنے باپ دادا یا نانی نانا اصول سے یا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی فروع سے اور خاوند جورو کو اور جورو خاوند کو دیوے اور نہ اپنی مولی کو دینا اپنے غلام کو اگرچہ کچھ آزاد ہو چکا ہو درست نہیں ف اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت کا خاوند کو دینا درست ہے اور دلیل انکی یہ ہے کہ روایت کی بخاری اور مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ نے کہ پوچھا زینبؓ بیوی نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کیا کافی ہے مجھکو صدقے میں کہ دوں میں اپنے خاوند کو اور یتیموں کو کہ میری گود میں ہیں تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکو دو اجر ہیں ایک اجر صدقہ کا اور ایک اجر قرابت کا اور روایت کیا اسکو بزار نے مسند میں اور ذکر کیا اسکو ابن الہمام نے ص اور درست نہیں کہ زکوٰۃ مالدار کو یا مالدار کے غلام کو یا لڑکے کو دیوے اور مکاتب مالدار کے دینا درست ہے ف کیونکہ فرمایا حضرتؐ نے کہ نہیں حلال ہے صدقہ واسطے مالدار کے اور نہ جو جوان کہ مضبوط ہو روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے ابن عمرؓ سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے اور ضعیف کہا بعضوں نے اس حدیث کو کہ اسناد میں اسکی زید بن ریحان ہے اور اسمیں کلام ہے اور توثیق کی اسکی ابن معین نے اور کہا ابن حبان نے کہ وہ صدوق ہے علاوہ اسکی اس حدیث کی بہت سے طریقے ہیں سب طریقوں میں یہ مرفوع ہے اور روایت کیا ابو داؤد اور نسائی نے کہ آئے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور حضرتؐ تقسیم کرتے تھے صدقے کو اور انھوں نے مانگا آپ سے سو فرمایا آپنے ولا حظ فیھا لغنی ولا لقوی مکتسب یعنی نہیں ہے حصہ اس میں واسطے غنی کے اور نہ واسطے قوی کمائی کرنے والے کے کہا صاحب تنقیح نے یہ حدیث صحیح ہے اور کہا امام احمدؒ نے یہ حدیث حسن ہے اسناد اسکی اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ حدیث ساتھ حدیث معاذؓ کے کہ لے صدقہ مسلمانوں کے امیروں سے اور دیدے انہی کے فقیروں کو حجت ہے امام شافعیؒ پر کہ تجویز کیا انھوں نے صدقے کو واسطے مالدار جہاد کرنے والے کے اور دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے جو روایت کی ابو داؤد اور ابن ماجہ اور مالک نے کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں حلال ہے صدقہ واسطے غنی کے مگر پانچ شخصوں کیلیے ایک جو شخص کہ عامل ہو صدقے پر اور وہ شخص کہ جسنے خریدا اسکو اپنے مال سے اور قرضدار اور جہاد کرنیوالا اللہ کی راہ میں اور مرد مسکین کہ کسی نے اسکو صدقہ دیا اور اسنے جاکے ایک امیر کو تحفہ دیا تو وہ اس امیر کیواسطے درست ہے جیسا کہ حضرتؐ نے بریرہؓ لونڈی سے ارشاد فرمایا

لہ اسطرح سے کہ عبد مشترک کو ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ۱۲ کہ مراد مالدار سے وہ ہے جو صاحب نصاب ہو ۱۲ سہ یعنے غلام غیر مکاتب کو ۱۲ سہ یعنے لڑکے غیر بالغ کو ۱۲

اس گوشت کے حق میں جو اسکو صدقے میں ملا تھا لَكِ صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ یعنے تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اور ذکر کیا شیخ ابن الہمام نے قِيلَ لَمْ يَثْبُتْ وَلَوْ ثَبَتَ مَا ثَبَتَ لَهُ بِقُوَّةِ حَدِيثِ مُعَاذٍ فَإِنَّهُ رَوَاهُ أَصْحَابُ الْكُتُبِ السِّتَّةِ مَعَ قَرِينَةٍ مِنَ الْحَدِيثِ الْآخَرِ وَلَوْ قَوِيَ قُوَّتَهُ لَكِنْ حَدِيثُ مُعَاذٍ بِأَنَّهُ مَانِعٌ وَمَا رَوَاهُ مُبِيحٌ یعنے یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت ہو تو نہ ہوگی قوت اسکی قوت حدیث معاذؓ کی سی اسواسطے کہ روایت کیا اسکو اصحاب کتب ستہ نے باوجود اسکے کہ ایک اور حدیث ابن عمرؓ کی اسکی معین ہے آخر تک ص زکوٰۃ بنی ہاشم کو یعنی حضرت علیؓ اور عباسؓ اور جعفرؓ اور عقیلؓ اور حارثؓ کی اولاد کو اور انکے غلاموں آزاد کو دینا درست نہیں ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں حلال ہے واسطے تمہارے ای اہل بیت صدقات سے کچھ اسواسطے کہ وہ میل ہے آدمیوں کے ہاتھوں کا اور تمہارے واسطے پانچویں حصے میں پانچواں حصہ ہے جو تمکو غنی کریگا روایت کیا اسکو طبرانی نے اور روایت کی بخاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا ہم اہل بیت ہیں نہیں حلال ہے ہمارے لیے میل آدمیوں کا اور روایت کیا مسلم نے ایک مضمون طویل اس باب میں اور انکے موالی یعنی غلام انکا آزاد کیا ہوا اسکو بھی درست نہیں اور روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے ابو رافعؓ مولے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرتؐ نے بھیجا ایک شخص بنی مخزوم سے اوپر صدقے کے سو کہا اسنے واسطے ابو رافعؓ کے کہ ساتھ ہو میرے کیونکہ تمکو بھی کچھ اسمیں سے ملیگا کہا ابو رافعؓ نے کہ آیا میں حضرتؐ کے پاس اور پوچھا میں نے آپسے سو فرمایا کہ مولی قوم کا انہیں سے ہے اور ہمارے واسطے نہیں حلال ہے صدقہ کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور ابو رافع نام انکا اسلم ہے اور باپ کا نام عبید اللہ ہے اور وہ کاتب تھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ص ذمی کو زکوٰۃ کے سوا اور چیزیں دینا جیسے صدقہ وغیرہ درست ہے ف اور زکوٰۃ درست نہیں کیونکہ حدیث معاذ میں ہے کہ صرف کر زکوٰۃ کو مسلمانوں کے فقیروں میں اور ذمی کافر ہے ص اور اگر مالک نصاب نے کسی کو زکوٰۃ دیدی اور پیچھے معلوم ہوا کہ وہ مصرف نہیں اگر وہ غلام یا مکاتب اسکا نکلا پھر ادا کرے زکوٰۃ کو اور اگر معلوم ہوا کہ اسکا باپ یا لڑکا ہے یا غنی یا ذمی یا ہاشمی نکلا تو پھر ادا کرے زکوٰۃ کو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر ادا کرے اور مستحب ہے زکوٰۃ دینی ایک فقیر کو اتنی کہ ایک دن کو اسکو سوال سے بے پروا کر دے اور بقدر نصاب دیدینا ایک فقیر کو مثلا دو سو درہم جبکہ وہ قرضدار نہیں مکروہ ہے اور مال زکوٰۃ کا دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے مگر اپنے عزیزوں کو یا انکو جو اپنے شہر سے زیادہ محتاج

باب صدقۂ فطر کے بیان میں

صدقۂ فطر کا گیہوں یا اسکے آٹے یا اسکے ستو سے یا سوکھے انگور سے آدھا صاع اور خرما یا جو سے ایک صاع اور وہ صاع جسمیں آٹھ رطل یا ستر پانسو پیسہ بھر ہوتے ہیں ہے ف صدقۂ فطر واجب ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زکوٰۃ عید فطر کی یعنی صدقہ اسکا پاکی ہے واسطے مسلمانوں کو لغو اور رفث سے اور کھانا ہے واسطے مساکین کے سو جسنے ادا کیا اسکو قبل نماز کے سو وہ زکوٰۃ مقبول ہے اور جسنے ادا کیا اسکو بعد نماز کے تو وہ ایک صدقہ ہے صدقوں سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اور کہا دارقطنی نے نہیں ہے اس میں کوئی مجروح ضعیف اور وہ جو حدیث صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں کہ ادا کرو ہر آزاد اور غلام چھوٹے بڑے سے آدھا صاع گیہوں سے یا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے روایت کیا اسکو ثعلبہ بن صعیر عدوی نے یا صعیر عذری نے لیکن اختلاف ہے اسمیں کہ عدوی دال سے ہے یا عذری ذال اور رے سے ہے تو وہ حدیث مروی ہے سنن ابو داؤد اور دارقطنی اور مسند عبد الرزاق میں اور اختلاف ہے اسکی نسبت اور نام اور متن حدیث میں لیکن اختلاف نسبت میں سو یہ ہے کہ عدوی ہے یا عذری ہے ذال کی پیش اور رے سے تو بعضوں نے کہا ہے

۵۱ یعنی غنیمت کے مال میں پانچویں حصے کا پانچواں حصہ تمہارے واسطے ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

کہ عذری کی نسبت ہی ساتھ اُسکے بیٹے داؤد کے اور کہا ہے کہ عذری ہی صحیح ہے اور ذکر کیا اُسکو مغرب وغیرہ میں اور صحیح کیا ابو علی غسانی نے
عذری کو اور کنیت اُسکی ابو محمد ہے اور اختلاف نام میں سو یہ ہے کہ وہ ثعلبہ بن ابی صعیر ہے یعنی ثعلبہ بن عبد اللہ بن ابی صعیر یا ثعلبہ بن عبد اللہ بن صعیر
اور اختلاف متن میں سو ایک روایت میں ہے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ رَاسٍ یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہے کھجور سے
یا گیہوں سے ہر آدمی کی پیچھے اور ایک میں ہے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ اثْنَيْنِ یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہے گیہوں سے دو آدمیوں
میں کہا صاحب امام نے کہ ممکن ہے تحریف راس کی طرف اثنین کے انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے کیونکہ اکثر طریقوں صحیحہ میں لفظ اثنین کا وارد ہے
کہا عبد الرزاق نے اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ
يَوْمِ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ فَقَالَ اَدُّوْا صَاعًا مِّنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ عَنْ كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ
خطبہ پڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر قبل عید فطر کے ایک دن یا دو دن سو کہا کہ ادا کرو ایک صاع گیہوں سے درمیان دو آدمیوں کے
یا ایک صاع کھجور سے یا جو سے ہر آزاد اور غلام چھوٹے یا بڑے کی طرف سے اور یہ سند صحیح ہے اور روایت کی بخاری مسلم ابن ماجہ وغیرہم نے ابن عمر سے
کہ فرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو رمضان سے لوگوں پر ایک صاع کھجور سے یا جو سے اوپر ہر آزاد اور غلام مرد اور عورت کے مسلمانوں
میں سے اور ایک روایت میں ہے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کا اور الزام ہے کہ قبل نماز ادا کی جاوے اور اُس حدیث کو جسکو روایت کیا حاکم نے
مستدرک میں ابن عباس سے کہ آنحضرت علیہ السلام نے حکم کیا ایک منادی کو مکہ میں کہ منادی کرے اَنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ
حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ... یعنی صدقہ فطر کا حق ہے واجب ہے ہر مسلمان چھوٹے یا بڑے پر آزاد ہو یا غلام آخر حدیث تک اور امام شافعی کے نزدیک
سب چیزوں میں سے ایک ہی صاع ہے اور دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث ابو سعید خدری کے کہ ہم نکالا کرتے تھے جب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ فطر کی ہر
چھوٹے بڑے آزاد اور غلام سے ایک صاع طعام سے یا ایک صاع اقط[1] سے یا ایک صاع جو سے یا کھجور سے یا انگور خشک سے پھر ہم ایسا ہی نکالتے رہے یہانتک
کہ آئے معاویہ حج کرنے کو یا عمرہ کو تو بیان کیا لوگوں سے منبر پر تو اُنکا یہ کلام تھا کہ جانتا ہوں کہ دو مد گیہوں شام سے برابر ہونگے ایک صاع کھجور کے تو لیا اسکو
لوگوں نے اور میں ایسا ہی نکالتا رہا جیسا کہ نکالتا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اور دلیل ہماری بہت حدیثیں مشہور ہیں ایک حدیث
ثعلبہ کی جو اوپر گذر چکی اور روایت کی ابو داؤد اور نسائی نے حسن سے انہوں نے ابن عباس سے کہ خطبہ پڑھا انہوں نے آخر رمضان میں بصرہ میں سو کہا کہ
فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ ایک صاع کھجور یا جو سے یا آدھا صاع گیہوں سے آخر حدیث تک اور راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں سب انتہی
ہے کہ حسن نے نہیں سنا ابن عباس سے تو وہ مرسل ہے اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل میں سعید بن مسیب سے کہ فرض
کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کی دو مد گیہوں سے اور روایت کیا اسکو طحاوی نے کتاب التحقیق میں اسناد اسکی صحیح ہے باوجود ارسال کے اور ہونا
اسکا مرسل نہیں ضرر کرتا ہے اور مراسیل سعید کے حجت ہیں اور نہایت طول کیا اس مقام میں شیخ ابن الہمام نے اور ضعیف کیا امام شافعی کی سب
دلیلوں کو اس باب میں جسکا جی چاہے دیکھ لیوے اور ہم نے بوجہ خوف تطویل کے ترک کیا قصہ اور مراد صاع سے صاع عراقی ہے اور صاع عراقی چار من کا
ہوتا ہے اور من چالیس استار کا ہوتا ہے اور استار ساڑھے چار مثقال کا تو اس حساب سے من ایک سو اسی مثقال کا ٹھہرا اور امام شافعی کے نزدیک مراد
صاع حجازی ہے اور دلیل انکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت نے صاع ہمارا سب صاعوں سے چھوٹا ہے اور اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہے بلکہ
روایت کی ابن حبان نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی سے کہ کہا گیا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اے رسول اللہ صاع ہمارا چھوٹا ہے اور مد ہمارا

[1] اقط بکسر قاف دوغی ست منجمد از شیر گوسفند و جز آن کہ بعد از دفع مائیت آن خشک کنند و آنرا بفارسی پنیر و بترکی قروت گویند ۱۲ منتہی الارب ... یعنی ... ۱۲

اور مُد ہمارا بڑا ہی اور مُدون سے سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ای اللہ برکت دی ہمارے صاع مین اور برکت دے ہمارے قلیل مین اور کثیر مین اور کر ہمکو ساتھ ایک برکت کے دو برکتین آور ابو یوسفؒ کا قول اور شافعیؒ کا یہی ہی کہ صاع پانچ رطل اور تہائی رطل ہی اور دلیل اُنکی یہہ ہی کہ وہ آئے مدینے مین اور دیکھا قریب پچاس آدمیون کے انصار اور مہاجرین کی اولاد مین کہ صاع اُن کا پانچ رطل کا تھا اور کچھ زیادہ اور کہا انھون نے کہ یہی صاع ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سو کہا انھون (یعنی ابو یوسف رحمہ اللہ) نے ترک کیا مین نے قول ابو حنیفہؒ کو روایت کیا اسکو بیہقی نے اور مروی ہے کہ مناظرہ کیا اُنسے امام مالکؒ نے اور حجت پکڑی اُن صاعون سے کہ لائے تھے اُسکو وہ لوگ سو رجوع کی ابو یوسف نے طرف اُنکی قول کے آور ہمارے دلیل یہ ہی کہ مروی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے ساتھ مُد کے برابر دو رطلونکی اور غسل کرتے تھے صاع سے برابر آٹھ رطلون کی اور ایسا ہی مفسر واقع ہوا روایت انسؓ و حضرت عائشہؓ مین تین طریقون مین روایت کیا اُسکو دارقطنی نے اور ضعیف کیا اسکو اور جابرؓ سے بھی روایت کی اُنسے ابن عدی نے اور ضعیف کیا اُسکو ساتھ عمر بن موسیٰ کے اور یہ حدیث صحیحین مین ہی اور وزن اُسمین صاع اور مُد کا مذکور نہین اور اسی حدیث سے دلیل لائے صاحب ہدایہ اور کہا کہ ایسا ہی تھا صاع عمرؓ کا اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے یحییٰ بن آدم سے کہا کہ سنا مین نے حسن بن صالح سے یَقُوْلُ صَاعُ عُمَرَؓ ثَمَانِیَۃُ اَرْطَالٍ یعنی کہتے تھے کہ صاع عمرؓ کا آٹھ رطل کا تھا اور کہا شریک نے کہ اکثر تھا ساتگ سے اور کم تھا آٹھ رطل سے آور روایت کی مانند اسکے موسیٰ بن طلحہ نے عمرؓ بن خطاب سے آور روایت کیا اسکو طحاوی نے بھی ہر حال یہ روایت صحیح ہی ص اور اگر صدقۂ فطر مین دو مَن[1] گیہون دیدے بغیر اسکے کہ گیہون کو کیل سے ناپے درست ہی آور امام محمدؒ کے نزدیک بغیر کیل کے درست نہین آور گیہون دینا مستحب ہی جہان کہ اور چیزون کو گیہون سے خریدتے ہین آور ابو یوسفؒ کے نزدیک درہمون کا دینا ہر جگہ مستحب ہی اور صدقہ فطر کا واجب ہی اُس شخص پر جو حر یعنے آزاد ہو وے اور مسلمان ہو اور وہ شخص مالک ہو نصاب زکوٰۃ کا کہ زیادہ ہو حاجت اصلی سے اگرچہ وہ نصاب نامی نہو تو سونے اور چاندی اور مال تجارت مین صدقہ واجب ہی اگرچہ سال پورا نہ گذرے آور اگر سوا ان مالون کے ہووے جیسے گھر ہی نہ رہنے کے لیے اور نہ تجارت کے لیے اور قیمت اُسکی نصاب کو پہونچتی ہی صدقۂ فطر اُس پر واجب ہوگا آور نہ زکوٰۃ واجب ہوگی ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگرچہ مالک نصاب کا نہووے لیکن صدقہ پر قادر ہو (اور اسطرح قربانی بھی واجب ہوگی ۱۲) اُسکو صدقہ دینا واجب ہی آور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین صدقہ ہی مگر مالدار سے روایت کیا اسکو احمد نے مسند مین اور ذکر کیا اسکو بخاری نے تعلیقاً آور وہ جو دلیل لاتے ہین امام شافعیؒ ساتھ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ادا کرو ایک صاع گیہون ہر شخص سے کہ بڑے ہون یا چھوٹے مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام امیر ہو یا فقیر لیکن امیر تمھارا تو پاک کرتا ہی اُسکے مال کو اللہ تعالیٰ اور فقیر کو سو پھیر دیتا ہی اللہ اُسپر اکثر اُس سے جو دیتا ہی روایت کیا اسکو احمدؒ نے اور ضعیف کیا اسکو ساتھ نعمان بن راشد کے اور جہالت ابن ابی صغیر کے اور برتقدیر صحت کے ہماری روایت کے مقابل نہوگا مترجم کہتا ہی کہ دلیل امام شافعیؒ کی وہ ہی جو روایت کی طحاویؒ نے باسناد صحیح ابو ہریرہؓ سے کہ کہا انھون نے زکوٰۃ فطر کی اوپر ہر آزاد اور غلام اور مرد اور عورت چھوٹے اور بڑے فقیر یا مالدار کے ہی آور کہا معمر نے کہ پہونچا مجھکو کہ رفع کرتے تھے اُسکو زہری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف لیکن صاحب امام نے کہا کہ یہ حدیث وقف اسکا صحیح ہی اور وقف اس مقام مین مانند رفع کے ہی ص جسپر صدقۂ فطر واجب ہی صدقہ زکوٰۃ سے وہ محروم ہوگا اور زکوٰۃ لینا اُسپر حرام ہی ف ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہ مالک نصاب کا ہی بخلاف امام شافعیؒ کے ص صدقۂ فطر دے اپنی جان کے واسطے ف کیونکہ فرمایا حضرت ابن عمرؓ نے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو مرد اور عورت پر اور رگذری یہ حدیث اوپر ص اور اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے اگر فقیر ہو اور اپنے غلام اور لونڈی کی طرف سے جو خدمت کے واسطے ہین

[1] مراد من سے دہی ہی جو چالیس استار کا ہوتا ہی اور استار ساڑھے چار مثقال کا اور مثقال ساڑھے چار ماشے کا اور ماشہ آٹھ رتی کا لیس وزن موجود لکھنؤ فی زمانا نصف صاع کا اسی وچہیرہ ارکہ سیر سے کچھ کم دو سیر ... [illegible]

اگرچہ مدبر یا کافر یا ام ولد ہو ف مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جسکو مولی نے یہ کہا ہو کہ بعد میرے مرنے کے تو آزاد ہے اور ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں کہ جس سے اسکے مالک کی اولاد ہووے اور کافر غلام کیطرف سے بھی صدقہ فطر کا واجب ہے اسواسطے کہ کافر غلام بھی مال ہے اور سبب وجوب صدقے کا بھی مال ہے اور نہیں دخل ہے اسمیں کفر اور اسلام اور دوسرے یہ کہ حدیث مطلق وارد ہے نہیں ہے قید اس میں مسلمان اور کافر کی اور تیسرے یہ کہ روایت کی دارقطنی نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ یعنے صدقہ فطر کا ہر صغیر اور کبیر مرد یا عورت یہودی یا نصرانی آزاد یا غلام پر نصف صاع ہے گیہوں سے اور ایک صاع کھجور سے یا جو سے لیکن یہ نہایت ضعیف ہے بلکہ شمار کیا ہے اسکو موضوعات میں کہا شوکانی نے وَزِيَادَةُ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ مَوْضُوعَةٌ تَفَرَّدَ بِهَا سَلَّامُ الطَّوِيلُ وَهُوَ مَتْرُوكٌ یعنے اور زیادتی یہودی اور نصرانی کی موضوع ہے تفرد کیا ساتھ اسکے سلام طویل راوی نے اور وہ متروک ہے اور کہا ابن الہمام نے بَلْ عُدَّ فِي الْمَوْضُوعَاتِ مِنْ قِبَلِ سَلَّامِ بْنِ الطَّوِيلِ فَإِنَّهُ مَتْرُوكٌ مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ یعنی شمار کی گئی یہ حدیث موضوعات میں بسبب سلام طویل کے اسواسطے کہ وہ متروک ہے نسبت کیا گیا ہے طرف بنانے حدیث کے اور یہ حدیث عجیب ہے ہدایہ میں اور جو سی بھی روایت ہدایہ میں ہے اور اسکا کہیں نشان نہیں بلا اصل ہے اپنی جورو کیطرف سے اور بڑے لڑکے کیطرف سے صدقہ نہ دیوے اور اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے بھی جو مالک نصاب کا یعنی غنی ہے بلکہ اسکے مال سے دیوے اور مکاتب کیطرف سے (یعنے انکی طرف سے صدقہ فطر کا دینا اوسپر واجب نہیں ۱۲) اور اس غلام کیطرف سے جو تجارت کیواسطے ہے اور اس غلام کیطرف جو بھاگنے والا ہے نہ دیوے مگر جب وہ بعد بھاگنے کے پھر آیا ہو تو اسکی طرف سے دیوے اور جو ایک غلام یا چند غلام دو شریک کے بیچ میں ہوویں تو ان غلاموں کیطرف سے کسی شریک پر صدقہ واجب نہیں ہوگا نزدیک امام صاحب کے اور نزدیک صاحبینؒ کے دونوں پر واجب ہے اور اگر ایک نے اختیار سے بیچا گیا تو جسکا ہوا عید الفطر کی صبح میں اسپر صدقہ لازم آویگا ف یہ اختلاف اس صورت میں کہ کئی غلام ہوں اور اگر ایک غلام ہو تو کسی کے نزدیک کسی پر صدقہ واجب نہ ہوگا حاصل یہ کہ صدقہ واجب ہوتا ہے عید الفطر کی صبح ہونے سے تو پھر جو شخص مسلمان ہوا یا پیدا ہوا عید الفطر کی صبح ہونے کے پہلے تو اسکے لیے واجب ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک آفتاب کے ڈوبنے سے شب عید کو واجب ہوتا ہے تو جو اسلام لاویگا یا پیدا ہوگا رات کو عید کی اوسپر واجب نہ ہوگا نزدیک اسکے (اور ہمارے نزدیک واجب ہوگا ۱۲) اور جو شخص کہ عید کی رات میں مرگیا ہمارے نزدیک صدقہ اسکی طرف سے واجب نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اور اگر اسلام لایا یا پیدا ہوا بعد طلوع فجر کے تو صدقہ کسی کے نزدیک واجب نہ ہوگا اور اگر صدقہ پہلے دیوے تو درست ہے خواہ بہت دن پہلے یا تھوڑے دن پہلے ف اور اس باب میں حدیث بخاری کی ہے ابن عمرؓ سے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا یہانتک کہ کہا اور تھے وہ دیتے قبل فطر کے ایکدن یا دو دن حاصل اور مستحب ہے صدقہ فطر کا صبح ہونے کے بعد جلدی دینا ف اور دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے کتاب علوم الحدیث میں اسی باب میں جسکی زیادہ کے ساتھ ایک راوی منفرد ہوا ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا محمد بن الجہم السمری ثنا ابو نوح بن حماد ثنا ابو معشر عن نافع عن ابن عمرؓ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ قَمْحٍ وَكَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَسِّمُهَا قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ إِلَى الْمُصَلّٰى وَيَقُولُ أَغْنُوهُمْ عَنِ الطَّوَافِ فِي هٰذَا الْيَوْمِ یعنی حکم کیا ہمکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا چھوٹے اور بڑے سے آزاد سے یا غلام سے ایک صاع کھجور سے یا خشک انگور سے یا جو سے یا گیہوں سے اور حکم کرتے تھے ہمکو کہ نکالیں صدقے کو قبل نماز کے اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تقسیم کرتے تھے صدقے کو قبل جانے کے

سلہ یعنی اگر صبح عید فطر کو وہ غلام رد کیا گیا تو صدقہ فطر بائع پر ہوگا اور جو بیع نافذ ہوئی تو مشتری پر ۱۲ عبدہ سلہ اور اسطرح اگر تین غلام مشترک ہوں تو تیسرے کا صدقہ کسی پر واجب نہ ہوگا اور اسطرح پانچ غلاموں میں پانچواں اور علی ہذا القیاس اس لیے کہ صاحبینؒ کے نزدیک اشقاص یعنے اجزا سے غلام کا صدقہ واجب نہیں ۱۲ عبدہ قبل نماز عید کے ۱۲

طرف عیدگاہ کے اور کہتے تھے کہ بے پروا کردو انکو آج پھرنے سے یعنی فقیرون کو غنی کردو سوال کرنے سے ص اور اگر تاخیر کرے دینے مین تو اسکے ذمے سے بغیر دیے ہوے ساقط نہ ہوگا ف اسواسطے کہ صدقہ فطر کا واجب ہے ہرگز ساقط نہین ہوسکتا

ص کتاب الصوم

کھانا پینا جماع ترک کرنا فجر سے آفتاب ڈوبنے تک ساتھ نیت کے اسی کو روزہ کہتے ہین اور روزہ رمضان کا فرض ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر اور ادا کرنا بھی اسکا فرض ہے اور اگر کسی عذر سے ترک ہوجاوے تو قضا بھی فرض ہے اور روزہ نذر اور کفارے کا واجب ہے اور اسکے سوا باقی سب نفل ہین ف لیکن صحیح یہ ہے کہ روزہ نذر اور کفارے کا بھی فرض ہے اور واجب سے مراد اس جا پر فرض ہے اور ثابت کیا اسکو صدر الشریعہ نے ص اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ روزہ رمضان کا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ یعنی فرض کیا گیا تم پر روزہ اور اسکے فرض ہونے پر اجماع ہے تو اسی واسطے انکار کرنے والا اسکا کافر ہے اور نذر کا روزہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا وَلْیُوفُوا نُذُورَہُمْ یعنی پوری کرین نذرین اپنی ف اور باقی تفصیل اسکی اصل مین مذکور ہے ص اور رمضان کے روزے اور نذر معین کے روزے کی نیت کرنا رات سے دوپہر دن شرعی کے قبل تک درست ہے اور دوپہر کو درست نہین اور قدوری مین ہے کہ زوال تک درست ہے اور اصح اول ہے ف اور امام شافعی کے نزدیک نیت رات سے درست ہے اور دن کو جائز نہین اور دلیل لاتے ہین ساتھ اس حدیث کے کہ روایت کیا جسکو اصحاب سنن اربعہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین روزہ ہے اس شخص کا جسنے نہ نیت کی روزے کی رات سے اور اختلاف کیا ہے انھون نے فقط لفظ حدیث مین روایت ابن ماجہ مین ہے کہ نہین صیام ہے اسکا جسنے نہ فرض کیا اسکو رات سے اور معنی ایک ہین اور اختلاف ہے اسکے رفع اور وقف مین اور نہین روایت کیا اسکو مالک نے موطا مین مگر کلام ابن عمر اور حضرت عائشہ اور حفصہ سے اور اکثر اسکو وقف پر ہین اور تحقیق رفع کیا اسکو عبد اللہ بن ابی بکر نے زہری سے پہونچاتے ہین اسکو حفصہ تک کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ نہ ثابت کرے روزے کو قبل فجر کے تو نہین روزہ ہے واسطے اسکے اور وقف کیا اسکو زہری سے حفصہ پر معمر اور زبیدی اور ابن عیینہ اور یونس ایلی نے اور عبد اللہ بن ابی بکر ثقہ ہے اور رفع زیادت ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عائشہ سے اور اسمین لفظ یبیت کا ہے مَنْ لَمْ یُبَیِّتِ الصِّیَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِیَامَ لَہٗ یعنی جو شخص کہ رات سے نہ رکھے روزہ قبل فجر کے تو نہین روزہ ہے واسطے اسکے کہا دارقطنی نے تفرد کیا ساتھ اسکے عبد اللہ بن عباد نے مفضل سے ساتھ اسناد کے اور سب ثقہ ہین اور کہا بیہقی نے کہ اسناد مین اسکے عبد اللہ بن عباد غیر مشہور ہے اور یحیی ابن ایوب قوی نہین اور وہ اسکے رجال مین سے ہے اور کہا ابن حبان نے عبد اللہ بن عباد بصری بدل دیتا ہے حدیثونکو اور الٹ دیتا ہے انکو اور روایت کیا اسنے روح بن الفرج سے ایک نسخہ موضوع اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی صحیحین مین سلمہ بن اکوع سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ایک شخص کو اسلم سے یہ کہ خبر کر لوگونکو تو جسنے کھا لیا تو چاہیے کہ روزہ رکھے باقی دن تک اور جس شخص نے نہین کھایا تو روزہ رکھے اسواسطے کہ یہ دن عاشورے کا ہے اور عاشورہ فرض تھا رمضان کے فرض ہونے کے پہلے اور وہ جو منع کیا اسکو ابن الجوزی نے کہ عاشورا فرض نہ تھا بلکہ سنت تھا کیونکہ روایت ہے صحیحین مین معاویہ سے کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے یہ دن عاشورے کا ہے نہین فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ اسکا سو جسکا جی چاہے روزہ رکھے اور یہ مین روزہ سے ہون پھر روزہ رکھا لوگون نے ساتھ آپکے اور ایک اور دلیل سنت ہونے پر اسکے یہ ہے کہ نہین حکم کیا حضرت نے قضا کا اسکو جسنے کھا لیا تھا اور جواب یہ ہے کہ معاویہ اسلام لائے ہین فتح مکے مین تو اگر سنی انھون نے یہ حدیث بعد اسلام کے تو سننا انکا نوین برس ہجری یا دسوین ہجری مین ہوگا

اور بعد نسخ عاشورے کے تھا ساتھ رمضان کے اور اگر قبل اسلام کے تھا تو یہ قبل وجوب عاشورے کے ہوگا اور روزہ عاشورے کا فرض تھا اور پھر بوجہ رمضان کی منسوخ ہوا اور ثابت ہی صحیحین مین حضرت عایشہ رض سے کہ قریش جاہلیت مین روزہ رکھتے تھے عاشورے کا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے اسدن تو جب آئے مدینے مین روزہ رکھا اسکا اور حکم کیا لوگون کو روزے کا اسدن اور جب فرض ہوا رمضان کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکا جی چاہے رکھے روزہ اس دن کا یا نہ رکھے تو اب حدیث سلمہ بن اکوع کی حجت ہوگی اور وہ قوی ہے اس حدیث سے جس سے استدلال لائے امام شافعی کیونکہ ذکر کیا ہمنے اختلاف کو اس حدیث مین اور رد وہ جو صاحب ہدایہ ہمارے مذہب کی دلیل لائے ہین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیا انکے پاس اعرابی اور کہا اسنے کہ دیکھا مین نے چاند کو کہ جس شخص نے نہین کھایا وہ روزہ رکھے اور جسنے کھالیا تو نہ کھاوے باقی دن تو یہ حدیث کہین پائی نہین گئی اور مشہور روایت تو یہ ہے کہ آیا اعرابی انکے پاس اور کہا کہ دیکھا مین نے چاند کو سو حکم کیا آپ نے ہمین کہ روزہ رکھین کل کے روز روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور مروی ہے سنن اربعہ مین ابن عباس رض سے کہ آیا ایک اعرابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ دیکھا مین نے چاند کو کہا حسن نے یعنی چاند رمضان کا سو پوچھا اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا گواہی دیتا ہے تو اس بات کی کہ نہین ہے کوئی معبود سوا اللہ کے کہا کہ ہان پھر پوچھا کہ گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ محمد رسول اللہ کے ہین کہا کہ ہان فرمایا اے بلال پکار دے لوگون کو کہ روزہ رکھین ف یہ حدیث اس بات پر دلالت نہین کرتی کہ وہ اعرابی رات کو آیا تھا یا دن کو آیا تھا کب آیا تھا اور تفسیر کرتی ہے اسکی حدیث دارقطنی کی جو بیان کی ابھی ہمنے اور رد وہ جو امام شافعی رح نے حدیث روایت کی ہے معنی اسکے یہ ہین کہ نہین کمال ہے روزے کا بدون نیت کے جیسے لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور لا ایمان لمن لا امانۃ لہ اور لا صلوۃ للعبد الابق اور لا صلوۃ فی الارض المغصوبۃ اور لا دین لمن لا عہد لہ اور سوا اسکے واللہ اعلم ص اور اگر نیت فقط روزے کی کرے کہ مین روزہ اللہ کا کل رکھونگا اور معین نہ کرے یا نیت نفل کی کی تو روزہ رمضان کا درست ہوجاویگا اور اگر رمضان کے مہینے مین دوسرے واجب کی نیت کی تو رمضان کا روزہ اس نیت سے بھی ادا ہوجاویگا اور اگر مریض یا مسافر رمضان مین دوسرے واجب کی نیت کریگا تو وہی روزہ ادا ہوگا اور اگر ایک شخص نے (غیر مسافر اور غیر مریض نے) ایک روزہ رکھنے کی نذر کی یعنی کہا کہ مین فلانے روز روزہ رکھونگا اور اس روز دوسرے واجب کی نیت کی تو وہی واجب ادا ہوگا (اور رمضان کا نہوگا ۱۲) جسکی نیت کی خواہ مسافر ہو خواہ مقیم تندرست ہو یا مریض اور نفل کا روزہ ادا ہوتا ہے نفل کی نیت سے اور صرف روزے کی نیت سے (اور روزہ نذر معین کا ہوگا ۱۲) اور نیت قبل دوپہر کے کرے (روزہ نفل قرار) اور دوپہر (دن شرعی کا ۱۲) بعد نہین ف اور امام مالک رح کے نزدیک رات سے نیت کرنا چاہیے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین روزہ ہے اسکا جسنے نہین نیت کی اسکی رات سے اور یہ عام مطلق ہے شامل ہے فرض اور نفل کو اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو روزہ دار نہین ہوتے تھے اور پھر پوچھتے تھے گھر مین اُن کے کہ کچھ کھانے کو ہے سو اگر کہا جاتا کہ نہین کہتے تھے مین روزہ دار ہون اور اگر کہا جاتا تھا کہ ہے کھالیتے تھے اور نیت کر چکتے تھے روزے کی روایت کیا اسکو مسلم وغیرہ نے حضرت عایشہ رض سے ص اور قضا اور کفارہ اور نذر غیر معین کے واسطے شرط ہے رات سے نیت کرنا اور تعین روزہ کی کرنا اگر شک کی رات ابر ہو انتیسوین رات مین شعبان کی اسکے دن کو روزہ نہ رکھینگے ف کیونکہ مروی ہے صحیحین مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھو چاند دیکھکے اور افطار کرو چاند دیکھکے تو اگر ابر ہو تمہارا اوپر تو پوری کرو گنتی شعبان کی تیس دن ص مگر نفل ف کیونکہ حدیث مین ہے کہ نہین روزہ ہے دن شک کے رمضان سے مگر نفل (یعنی نیت نفل سے روزہ جائز ہے ۱۲) ایسا ہی ہے ہدایہ مین اور یہ حدیث مجھکو نہین ملی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین اور دلیل لاتے ہین ساتھ حدیث کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے روزہ رکھا دن شک کے سو مخالفت کی اسنے ابو القاسم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ذکر کیا اسکو ابن طاہر نے تذکرہ مین موضوعات مین اور ایسا ہی کہا صاحب خلاصہ نے لیکن یہ زیادتی ہے کیونکہ اس حدیث کو ذکر کیا بخاری رح نے تعلیقاً اور روایت کیا اسکو اصحاب سنن اربعہ نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے اور روایت کیا اسکو خطیب نے تاریخ بغداد مین اس لفظ سے مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ

[1] اور رمضان الآخر کل ہے حدثہ کا قبل اسلام کو معتبر نہوگا ۱۲ [2] یعنی وہ مرد دیکھنے والا چاند کا رات کو آیا تھا اس لئے کہا ہمین یہ حکم کیا آپنے ہمکو کہ روزہ رکھین کل کے روز ۱۲ [3] واسطے دفع تعارض کے یہ معنے کئے گئے ۱۲

فقد عصی اللہ ورسولہ یعنی جسنے روزہ رکھا دن شک کے تو نافرمانی کی اُسنے اللہ کی اور رسول کی واللہ اعلم اور تفصیل اسکی فتح القدیر
مین ہی ص اور اگر دوسرے واجب کا روزہ اُسدن رکھا تو مکروہ ہی اور ادا ہو جاویگا واجب صحیح مذہب مین اگر معلوم نہوا کہ یہ رمضان کا دن تھا
اور اگر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن تھا تو وہ روزہ رمضان کا ہو جاویگا اور دن شک کے نفل روزہ رکھنا مستحب ہے سب کے نزدیک اگر وہ دن
اسکے روزہ رکھنے کا ہوا ورنہین تو خاص لوگ جیسے قاضی اور مفتی روزہ رکھین اور عوام لوگ بعد زوال کے افطار کرین اور اگر رات مین شک کی
نیت کی کہ اگر کل کا دن رمضان سے ہی تو روزہ میرا رمضان کا ہی ورنہ روزہ نہین رکھتا ہون مین تو روزہ اسکا درست نہوگا اور مکروہ ہی یہ کہ نیت کرے کہ
اگر کل کا دن رمضان سے ہی تو روزہ میرا رمضان کا ہی اور نہین تو دوسرے واجب کا ہی نہین تو دوسرے نفل کا لیکن اگر کل کا دن رمضان کا نکلا تو وہ روزہ
رمضان کا ہو جاویگا اور نہین تو دونون صورتون مین نفل ہو جاویگا اور جس شخص نے رمضان کا یا عید کا چاند اکیلے آپ ہی دیکھا تو روزہ رکھے دونون صورتون مین
اگرچہ اسکا قول قبول نکرے قاضی اور اگر افطار کرے تو قضا کا روزہ رکھے اور کفارہ اسپر نہین اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوگا ف لیکن روزہ
رکھنا تو اسواسطے ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته یعنی روزہ رکھو چاند دیکھکر اور افطار کرو چاند دیکھکر یعنی روزہ
موقوف کرو جب چاند دیکھو شوال کا اور شروع کرو جب دیکھو چاند رمضان کا اور اس شخص نے چاند دیکھ لیا اگرچہ قاضی کے نزدیک مقبول نہوا اور کفارہ
امام شافعی کے نزدیک لازم ہوگا کیونکہ قصدًا چاند دیکھکے اسنے افطار کیا اور ہمارے نزدیک اسواسطے واجب نہوگا کہ جب قاضی نے اسکی شہادت قبول نہ
کی ساتھ دلیل شرعی کے تو ایک طرح کا شبہہ پڑ گیا اور حدود اور کفارہ دفع ہو جاتے ہین شک اور شبہے سے کذا فی الہدایہ اور اگر قبل اسکے کہ قاضی
اسکی شہادت رد کرے افطار کیا تو اسمین اختلاف ہی مشایخ کا اور اگر اس شخص نے اپنے حساب سے تیس دن پورے کر لئے تو روزہ موقوف نکرے
جبتک کہ امام موقوف نکرے اسواسطے کہ وجوب اسپر واسطے احتیاط کے ہے اور احتیاط بعد اسکے تاخیر افطار مین ہی اور اگر اپنے حساب سے قبل امام
افطار کیا تو اسپر کفارہ نہین ہی ص اگر آسمان مین بدلی یا غبار ہو تو رمضان کے لئے ایک شخص عادل کی خبر کفایت ہی اگرچہ وہ شخص غلام یا
عورت ہو یا زنا کی تہمت کسی کو لگائی ہو وے اور اسکے بدلے مین وہ درے مارا گیا ہو اور پھر اسنے توبہ کی ہو اور دعوی اور شہادت کا
لفظ کہنا اسکو ضرور نہین ف اور امام شافعی کے نزدیک دو آدمی لازم ہین اور دلیل اسپر یہ ہے کہ روایت کیا اسکو اصحاب سنن اربعہ
نے ابن عباس سے کہ آیا ایک اعرابی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہا کہ دیکھا مین نے چاند کو سو فرمایا آپ نے کہ گواہی دیتا ہی تو اس بات
کی نہین ہی کوئی معبود سوا اللہ کے کہا اسنے ہان پھر پوچھا آپنے کہ گواہی دیتا ہی تو کہ محمد رسول اللہ کے ہین کہا اسنے کہ ہان فرمایا کہ اے بلال پکار دو
لوگون کو کہ روزہ رکھین اور بیان کیا اوپر ہمنے اس حدیث کو ص اور شوال اور ذیحجہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین خبر دین کہ
ہمنے چاند دیکھا یعنی گواہی دین اور دعوی ضرور نہین ف اور بعضے روایتون مین ہے کہ ایک شخص کی گواہی اسمین بھی مقبول
ہوگی اور انوار مین لکھتے ہین اور کہا انہین کہ یہی صحیح ہی انتہی اور کہتا ہون مین کہ اسی کو موافقت کرتی ہین احادیث واللہ اعلم اور صاحب ہدایہ
نے اسکو اختیار نہین کیا ص اور جب کوئی آسمان مین علت نہووے اور مطلع صاف ہووے تو شرط ہے کہ تینون چاندون کیواسطے
بہت سے آدمی ہون تو انکا قول قبول کیا جاوے یعنی اتنا گروہ ہو کہ انکے سچے ہونے پر عقل گواہی دے اور اگر ایک شخص عادل نے رمضان کے چاند
کی گواہی دی اور آسمان مین کچھ علت تھی پس سب آدمیون نے تیس دن روزے رکھے اور چاند نہ دیکھا گیا تو افطار نہ کرین گے اس
لئے کہ افطار ایک کے قول سے جائز نہین اور روزہ جائز ہے اور جو دو شخص عادل نے رمضان کے چاند کی گواہی دی ہو تو بعد گذرنے تیس روزکے

سا ۵ اور بعض کے نزدیک یہ روزہ نفل ہوگا اور واجب ہوگا ۱۲ سا ۵ اس لیے عزم نیت نہین پایا گیا ۱۲ سا ۵ جب آسمان پر ابر یا غبار ہو ۱۲ ع ۵ یعنی دن شک کو ۱۲ ع ۵ از روعار کئے ۱۲

افطار جائز ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک شخص کی گواہی مذکور سی بھی افطار درست ہوجاویگا اسلیے کہ افطار اُنکے نزدیک بتبعیت صوم کے ثابت ہوجاتا ہی اور اکثر اشیا ضمناً ثابت ہوجاتی ہین اگرچہ قصداً ثابت نہون **ف** اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہی کیونکہ مہینا تو معلوم ہی کہ تیس دن سے زیادہ نہین ہوتا اور اس ایک شخص کی گواہی روزہ رکھنے مین مقبول ہوئی تھی اور اُس حساب سے اب تیس دن ہوے اور چاند ہونا ضرور ہی تو گویا یہ ایک گواہی ہوئی اور ایک اُس شخص کی ملکے دو گواہیان ہوگئین تو لازم ہوگیا افطار واللہ اعلم

ص باب روزے کے فاسد ہونے کے بیان مین اور اُسکی قضا اور کفارے کے حال مین

جو شخص کہ قصداً جماع کرے یا جماع کیجاوے قُبُل یا دُبر مین یا کچھ کھاوے یا پیوے غذا یا دوا کی قسم سے یا پچھنے لگاوے اور گمان کرے کہ میرا روزہ افطار ہوگیا اور پھر قصداً کھالیوے تو ان صورتون مین قضا روزے کی کرے اور کفارہ دیوے جیسے ظہار کا کفارہ ہوتا ہی اور کفارہ فقط رمضان کے روزہ ادا قصداً توڑنے مین ہی اور دوسرے روزے کے واسطے نہین **ف** ظہار اُسے کہتے ہین کہ اپنی بیوی کو یا اُسکے جزو شایع یا اُس عضو کو جس سے تعبیر ساتھ کل کے کرتے ہین مثل رقبہ ورا سکے تشبیہ دیوے اپنے محارم کے اُس عضو سے جسکی طرف نظر کرنا اُسکو حرام ہی اور اس کہنے سے جماع اور دواعی اُسکے حرام ہوجاتی ہین جب تک کفارہ ادا نہ کرے اور کفارہ یہ ہی ایک غلام آزاد کرے اور اگر نہ ہوسکے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور اگر نہ ہوسکے تو ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلاوے لیکن قصداً کھانے یا پینے مین سو اسواسطے ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے افطار کیا رمضان مین سو اُسپر ہی جو ظہار کرنے والے پر ہی ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث نہین ملی لیکن صحیحین مین مروی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ایک شخص کو کہ افطار کیا تھا اُسنے رمضان مین یہ کہ آزاد کرے ایک غلام یا روزے رکھے دو مہینے برابر یا ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلاوے اور جماع بھی روزے کو افطار کرتا ہی وہ بھی اسی مین داخل ہی اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے بھی اور مروی ہی صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے کہ آیا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ ہلاک ہوا مین فرمایا کہ کیا ہوا تجھکو کہا اُسنے کہ جماع کیا مینے اپنی عورت سے روزہ رمضان مین سو فرمایا آپنے کیا پاتا ہی تو غلام کو کہ آزاد کرے اُسکو کہا نہین فرمایا کہ طاقت رکھتا ہی تو کہ دو مہینے روزے رکھے کہا نہین فرمایا کہ تو طاقت رکھتا ہی کہ ساٹھ مسکینون کو کھلاوے کہا نہین فرمایا بیٹھ تو لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکرا کہ اُسمین کھجورین تھین سو فرمایا کہ تصدق کر انکو فقیرون پر کہا اُسنے اے رسول اللہ قسم خدا کی نہین ہی شہر کے کنارون تک اور اُسکے بیچ مین کوئی گھر کہ فقیر زیادہ ہو میرے گھر سے سو ہنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہان تک کہ آگے کے دانت آپکے ظاہر ہوگئے پھر فرمایا کہ لیجا اسکو اور کھلا اپنے گھر کو کہا زہری نے کہ یہ اُسکے واسطے خاص رخصت تھی اگر کوئی شخص اب ایسا کرے تو نہین جائز ہی اُسکو کفارے مین اور واقع ہوا روایت ہدایہ مین کُلْ اَنْتَ وَعِيَالُكَ يُجْزِئُكَ وَلَا يُجْزِئُ اَحَدًا بَعْدَكَ یعنے تو کھالے اور تیرے عیال کافی ہوجائیگا تجھسے اور نہ کافی ہوگا سوا تیرے کسی کو بعد تیرے لیکن کہا ابن الہمام نے کہ یہ قول کسی طریقے مین اس حدیث کے نہین ہی اور ظاہر یہ ہی کہ یہ خصوصیت ہی کیونکہ دارقطنی کی روایت مین ہی فَقَدْ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْكَ یعنے کفارہ قبول کیا اللہ نے تجھسے واللہ اعلم ص اگر خطا سے روزہ افطار کیا ہو مثلاً اُسکو روزہ یاد تھا اور کلی کرنے لگا تب اُسکے حلق مین بغیر قصد کیے ہوے پانی چلا گیا یا کسی نے اُسکو زبردستی افطار کرا دیا یا حقنہ لیا یا ناک یا کان مین دوا ڈالی یا سر کے زخم مین دوا لگائی اور دماغ مین گئی یا پیٹ کے زخم مین لگائی اور اُسکے پیٹ مین دوا گئی یا اُسنے سنگریزہ نگلا یا پھر منھ بھر اپنی خواہش سے قے کی یا سحری کھائی یا افطار کیا اس شبہے سے کہ رات ہے اور وہ دن تھا یا بھولے سے کچھ کھا لیا اور شبہہ کیا کہ میرا روزہ افطار ہوگیا تب پھر قصداً کھایا یا عورت سوتی تھی اور جماع اُس سے کیا گیا یا رمضان کے تمام مہینے مین نہ روزہ رکھنے کی نیت کی نہ افطار کی یا صبح تک نیت نہ کیے ہوے تھا

اور پھر کھایا تو ان سب صورتون مین قضا کا روزہ رکھے ف روایت کی ابو یعلیٰ موصلی نے مسند مین حدیث حضرت عائشہ رض سے اور اُسمین ہی کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار اُس چیز سے ہی کہ داخل ہووے اور نہین ہی اُس سے جو نکلے کہا ابن الہمام نے لَا شَكَّ فِي ثُبُوتِهِ مَوْقُوفًا عَلَى جَمَاعَةٍ یعنے نہین
شک ہی اُسکے ثبوت مین موقوف ایک جماعت پر اور صحیح بخاری مین ہی تعلیقاً کہ کہا ابن عباس رض اور عکرمہ نے کہ فطر اُس سے ہی جو داخل ہوا اور نہین ہی اُس سے
جو خارج ہوا اور کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ اور عبد الرزاق
نے ابن مسعود رض سے کہ کہا انھون نے وضو اُس سے ہی جو نکلے اور نہین ہی اُس سے جو داخل ہووے اور فطر روزے مین اُس سے ہی جو داخل ہوا اور نہین ہی اُس
سے جو خارج ہوا اور حضرت علی رض سے بھی یہی قول مروی ہی کہا اسکو بیہقی نے ص اور اگر کھایا یا پیا یا جماع کیا اور اُسکو روزہ یاد نہ تھا یا سویا اور اُسکو احتلام ہوا
یا کسیطرف نظر کی پھر انزال ہوا یا تیل ملا یا سرمہ لگایا یا کسی کی غیبت کی یا اُسپر قے غالب ہوئی اور اُسنے قے کی یا جنب تھا اور صبح ہو گئی یا اپنے ذکر کے سوراخ
مین تیل ڈالا یا کان مین پانی ٹپکایا یا غبار یا دھوان یا مکھی اُسکے حلق مین داخل ہوئی تو ان سب صورتون مین روزہ نہ گیا ف روایت ہی صحیحین وغیرہما مین
حضرت ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بھول جاوے اور وہ روزے سے ہی سو کھایا یا پیا تو تمام کرے اپنے روزے کو کیونکہ کھلایا اُسکو
اللہ تعالیٰ نے اور پلایا اُسکو اور ہدایہ مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اُس شخص کے کھایا تھا اُسنے یا پیا تھا پورا کر روزہ اپنا کیونکہ کھلایا تجھکو
اور پلایا اللہ تعالیٰ نے اور یہ حدیث مروی ہی صحیح ابن حبان اور دارقطنی مین کہ ایک شخص نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا کہ مین روزہ دار تھا
سو کھایا اور پیا مین نے بھولے سے سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام کر روزہ اپنا کیونکہ کھلایا اور پلایا تجھکو اللہ نے اور ایک لفظ مین ہی لَا قَضَاءَ عَلَيْكَ اور
روایت کیا اسکو بزار نے ساتھ لفظ جماعت کے اور زیادہ کیا اُسمین فَلَا تُفْطِرُ یعنے نہ افطار کرو اور روایت کی ابن حبان نے ابو ہریرہ رض سے أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ یعنے جسنے افطار کیا رمضان مین بھولے سے تو نہین قضا ہی اُسپر اور نہ کفارہ اور روایت
کیا اسکو حاکم نے اور صحیح کیا اسکو اور کہا بیہقی نے معرفت مین تَفَرَّدَ بِهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَكُلُّهُمْ ثِقَاتٌ یعنے منفرد ہوا ساتھ اُسکے انصاری محمد بن
عمرو سے اور سب ثقہ ہین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزین ہین کہ نہین افطار کرتی ہین روزہ دار کو حجامت اور قے اور احتلام اور اسناد مین
اُسکی عبد الرحمن بن زید بن اسلم روایت کرتا ہی اپنے باپ سے اور وہ ضعیف ہے اور ذکر کیا اسکو بزار نے اپنے بھائی عبد الرحمن سے اور نام اُنکا اُسامہ ہے
اور ضعیف کیا اسکو احمد اور ابن معین نے ساتھ بُرائی حفظ اُسکے کے اور اگرچہ مرد صالح تھے اور کہا نسائی نے نہین ہے قوی اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے
اور طریقے سے اور اُسمین ہشام بن سعید نے زید بن اسلم سے روایت کی اور ہشام پہ ضعیف کیا اسکو نسائی اور احمد اور ابن معین نے اور ضعیف کیا اسکو
ابن عدی نے اور کہا کہ لکھی جاویگی حدیث اُسکی اور نہین حجت ہوگی ساتھ اُسکے لیکن حجت پکڑی اُس سے مسلم نے اور استشہاد کیا اُس سے
بخاری نے اور روایت کیا اُسکو بزار نے حدیث ابن عباس رض سے کہ فرمایا حضرت نے لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ الْقَيْءُ وَالْحِجَامَةُ وَالْاِحْتِلَامُ قَالَ وَهٰذَا مِنْ
أَحْسَنِهَا إِسْنَادًا وَأَصَحِّهَا یعنی نہین افطار کرتی ہی صائم کو قے اور حجامت اور احتلام اور کہا کہ یہ احسن ہے اور حدیثون سے اس باب مین اسناد کی
رو سے اور اصح ہے اُن مین انتہیٰ اور اسناد مین اسکی سلیمان بن حبان ہی کہا ابن معین نے سچا ہے اور نہین ہی حجت ساتھ اُسکے اور روایت کیا
اُسکو طبرانی نے حدیث ثوبان سے اور کہا کہ نہین روایت کیجاتی یہ حدیث مگر اسی اسناد سے اور منفرد ہوا ساتھ اُسکے ابن وہب تو ظاہر ہوئی یہ
بات کہ حدیث حسن ہی اور حسن حجت ہی مثل صحیح کے اور پچھنے لگانے سے روزہ نہین جاتا اور دلیل اُسکی یہی حدیث ہی اور امام احمد رح کے نزدیک حجامت
یعنی پچھنے لگانا روزے کو توڑتا ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ یعنے افطار کیا پچھنے لگانے والے نے اور جسکے پچھنے لگے

[illegible]

روایت کیا اسکو ترمذی نے اور ہماری دلیل یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزین ہین کہ نہین توڑتی ہین روزه حجامت اور قی اور احتلام
اور دوسرے یہ کہ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے اور آپ احرام سے تھے اور پچھنے لگاتے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اسکو بخاری وغیرہ نے
اور کہا گیا واسطے انس کے کیا تم مکروہ رکھتی تھی حجامت کو واسطے صائم کے زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سو کہا انھون نے کہ نہین مگر بسبب ضعف کے
روایت کیا اسکو بخاری نے اور کہا انس رض نے اَوَّلُ مَاكَرِهْتُ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ اَنَّ جَعْفَرَ ابْنَ اَبِى طَالِبٍ اِحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَمَرَّبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَفْطَرَ هٰذَا ثُمَّ رَخَّصَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْحِجَامَةِ بَعْدُ لِلصَّائِمِ وَكَانَ اَنَسٌ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِي
وَقَالَ فِي رِوَايَةٍ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَلَا اَعْلَمُ لَهٗ عِلَّةً یعنے اول جو مکروه رکھا مین نے حجامت کو واسطے صائم کے تو اس سبب سے کہ جعفر بن ابی طالب رض نے
حجامت کی اور وہ روزہ دار تھے اور گذرے اُنپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا افطار کیا اُسنے پھر رخصت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حجامت مین واسطے روزه دار کے اور تھے انس رض حجامت کرتے اور وہ روزہ دار رہوتے تھے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور کہا کہ سب
ثقہ ہین اور نہین جانتا ہون مین اسمین کسی طرح کی علت اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ یعنی فطر اُس
سے ہی جو داخل ہووے اور نہین ہی اُس سے جو خارج ہووے اور قی اگر آپ آجاوے تو روزہ نہین جاتا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو غلبہ
کرے قی اور وہ روزہ دار ہووے تو نہین ہی اُسپر قضا اور جو قی کرے قصدًا تو قضا کرے روزے کی کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہی نہین
پہچانتے ہین ہم اُسکو حدیث ہشام بن حسان سے انھون نے ابن سیرین سے انھون نے ابوہریرہ رض سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
مگر حدیث عیسیٰ بن یونس سے کہا بخاری نے نہین دیکھتا ہون مین اسکو محفوظ بسبب اُسکے اور صحیح کیا اُسکو حاکم نے اوپر شرط شیخین کے اور ابن
حبان نے اور روایت کیا اُسکو دارقطنی نے اور کہا کہ روایت سب ثقہ لوگون کی ہے اور کہتا ہون مین کہ متابعت کی عیسیٰ بن یونس کی ہشام
بن حسان سے حفص بن غیاث نے روایت کیا اُسکو ابن ماجہ نے اور روایت کیا اُسکو حاکم نے اور سکوت کیا اُسپر اور روایت کیا اُسکو مالک نے
مؤطا مین موقوف اوپر ابن عمر رض کے اور روایت کیا اُسکو نسائی نے حدیث اوزاعی سے موقوف اوپر ابوہریرہ رض کے اور وقف کیا اُسکو عبدالرزاق
نے ابوہریرہ رض سے اور وہ جو سُنن ابن ماجہ مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے ایک دن کہ تھے آپ روزہ رکھتے اُسدن اور منگایا
ایک برتن اور پانی پیا سو کہا صحابہ رض نے لیے رسول اللہ کے آج کے دن آپ روزہ رکھتے تھے فرمایا کہ ہان لیکن قی کی تھی مین نے محمول ہے اوپر
قبل شروع کرنے روزے کے یا بوجہ ضعف کے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور سرمہ لگانے سے بھی روزہ نہین جاتا اسواسطے کہ روایت کی ترمذی نے
ابوعاتکہ سے انھون نے انس رض سے کہ ایک شخص آیا پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بیان کی اپنی آنکھون کی کہا سرمہ لگاؤن مین اور
مین روزہ دار ہون فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہان کہا ترمذی نے نہین اسناد اسکی قوی اور نہین صحیح ہے اس باب مین نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کچھ اور ابوعاتکہ اجماع ہے اُسکے ضعف پر اور روایت کی ابن ماجہ نے بقیہ سے حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ
اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اكْتَحَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ یعنی سرمہ لگایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ
روزہ دار تھے اور گمان کیا بعض علما نے کہ زبیدی سند ابن ماجہ مین وہ محمد بن ولید ہی اور وہ ثقہ ہے اور یہ وہم ہے کیونکہ یہ زبیدی سعید بن
ابی سعید زبیدی حمصی ہے جیساکہ تصریح کی اسکی بیہقی نے اپنی مسند مین اور لیکن چھپایا اس مقام پر اسکو راوی نے کہا تنقیح مین کہ وہ مجہول نہین
ہے جیساکہ کہا اسکو ابن عدی اور بیہقی نے بلکہ وہ سعید بیٹا عبدالجبار کا ہے کہا ابن عدی اور بیہقی نے بلکہ وہ سعید بن عبدالجبار حمصی ہے اور
وہ مشہور ہی لیکن اتفاق ہے اُسکے ضعف مین اور ابن عدی نے اپنی کتاب مین فرق کیا درمیان سعید بن ابی سعید اور سعید بن عبدالجبار کے کہ وہ دو شخص ہین

اور صحیح یہ ہے کہ وہ ایک ہی شخص ہو اُس کے باپ کی کنیت ابو سعید ہی اور نام عبد الجبار ہے اور اخراج کیا اسکو بیہقی نے محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کہا بیہقی نے کہ وہ قوی نہین اُسنے اپنے باپ سے اُسنے اپنے دادا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ لگاتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے کہا صاحب تنقیح نے اسناد اسکی قریب ہے طرف صحت کے کہا ابو حاتم نے عتبہ بن حمید بن ضبی ابو معاذ بصری صالح الحدیث ہی تو یہ چند طریقے ہین اگر ایک طریقے سے حجت نہو گی تو سب طریقون سے ملا کے حجت ہو گی اور وہ جو کہ ابو داؤد مین ہے عبد الرحمن بن نعمان بن معبد بن ہوذہ سے انھون نے اپنے باپ سے اُنھون نے اپنے دادا سے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم کیا آپ نے ساتھ لگانے اثمد خوشبودار کے وقت سونے کے اور کہا کہ پرہیز کرے اُس سے روزہ دار تو خود اُس حدیث مین ابو داؤد نے کہا قَالَ لِی یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ هُوَ مُنْکَرٌ یعنی حَدِیْثَ الْکُحْلِ یعنی کہا واسطے میرے یحیی بن معین نے کہ یہ حدیث منکر ہے یعنی حدیث سرمہ لگانے کی اور کہا صاحب تنقیح نے کہ معبد اور بیٹا اُسکا نعمان دو نون مجہول ہین اور اسکے سوا اور کوئی حدیث اُنکی نہین پہچانی جاتی اور عبد الرحمن بن نعمان کہا ابن معین نے ضعیف ہے اور کہا ابو حاتم نے سچا ہے اور اُنکے کلام مین منافات نہین کیونکہ صدق جمیع وجوہ صحت کو نفی نہین کرتا اور روایت کی ابو داؤد نے باسناد اعمش سے کہا کہ نہین دیکھا مین نے کسی کو اپنے اصحاب مین سے کہ مکروہ رکھتا ہو سرمے کو واسطے صائم کے اور ابراہیم رخصت دیتے تھے سرمے کی واسطے صائم کے وَاللهُ اَعْلَمُ ص اور اگر مینھ برستا ہے یا برف پڑتی ہے اور اُسکے مُنھ مین جاوے تو اُسکا روزہ فاسد ہو جاوے گا یعنے حلق مین ۱۲ اور اگر وطی کی مُردے یا چار پائے سے یا فرج کے سوا اور مقامون مین جس طرح ران ہے یا بوسہ لیا یا مساس کیا تو ان سب صورتون مین اگر انزال ہو تو قضا کرے اور اگر انزال نہو تو قضا نہ کرے ف اور بوسہ لینا مرد کے واسطے جب انزال سے امن ہو تو کچھ حرج نہین بھی مثل بوسے کے جائز ہے روایت ہے صحیحین مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور مباشرت کرتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے اور اُم سلمہ رض سے مروی ہے کہ بوسہ لیتے تھے اُنکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور اچھا یہ ہے کہ اگر جوان ہو تو احتراز ایسے امر سے اچھا ہے اور بڈھے وغیرہ کو مضائقہ نہین اور یہ تفصیل حدیث مین وارد ہے روایت کی ابو داؤد نے ساتھ اسناد صحیح کے ابو ہریرہ رض سے کہ ایک شخص نے پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مباشرت سے واسطے روزہ دار کے تو رخصت دی اُسکو اور آیا دوسرا شخص اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پھر معلوم ہوا کہ جسکو رخصت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جسکو منع کیا تھا وہ جوان تھا وَاللهُ اَعْلَمُ ص ایک شخص نے وہ گوشت کھایا جو اُسکے دانت مین چنے کے برابر رہا تھا تو قضا کرے فقط اور اگر چنے سے کم ہے تو قضا لازم نہین ہے مگر جسوقت کہ اُس گوشت کو مُنھ سے نکالے اور ہاتھ مین لیوے اور پھر کھاوے تو اگر چنے سے کم بھی ہو قضا کرے اور اگر کسی نے ایک تِل نگلا تو اُس کا روزہ فاسد ہوا مگر اُسکو جب چبا ویگا تو روزہ نہین جاویگا اور پھر منھ قی آکے پھر پیٹ مین چلی جاوے یا وہ خود آپ سے پیٹ مین نگلے روزہ فاسد ہوگا اور تھوڑی سی قی سے دونون حالت مین فاسد نہوگا اسلیے کہ حلق مین نہ جایگا ۱۲ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر قی کو آپ سے پھیرے اگرچہ تھوڑی سی ہو تو فاسد ہوگا اور خود پھر جانے مین اگرچہ بہت سی ہو روزہ فاسد نہین ہوتا پس ابو یوسف رح کے نزدیک امام ابو یوسف رح کے نزدیک ۱۲ فساد روزے مین اعتبار کثرت قی یعنے بھر منھ کا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک فعل صائم کا ہے تو بہت سی قی کے آپ پھیرنے مین سب کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا اور تھوڑی سی قی پھر جانے مین کسی کے نزدیک فاسد نہوگا اور تھوڑی سی قی کے پھیرنے مین ابو یوسف رح کے نزدیک فاسد نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک فاسد ہوگا اور بہت سی قی اگر لوٹ جاوے تو ابو یوسف رح کے نزدیک فاسد ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک نہین فاسد ہوگا

باب روزے کے مکروہات کے بیان مین

مکروہ ہے روزہ دار کو چکھنا کسی چیز کا اور چبانا مگر لڑکے کے واسطے وقت ضرورت کے اور مکروہ ہی بوسہ لینا اگر امن جماع سے نہووے
اور سرمہ لگانا اور مونچھ مین تیل لگانا اور مسواک کرنا اگرچہ زوال کے بعد ہووے مکروہ نہین اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہی
ف دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے کہ روایت کی طبرانی اور دارقطنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب روزہ رکھو تم تو مسواک کرو
صبح کے وقت اور نہ مسواک کرو قریب شام کے کیونکہ روزہ دار جب خشک ہوجاتے ہین دونون ہونٹھ اسکے تو ہوگا واسطے اسکے
نور دن قیامت کے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے موقوف حضرت علیؓ پر اور دونون طریقون مین کیسان ابو عمرو قصاب ہے ضعیف
کیا اسکو ابن معین نے اور کہا عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہ پوچھا مینے اپنے باپ سے کیسان ابو عمرو سے سو کہا کہ وہ ضعیف الحدیث ہے
ذکر کیا اسکو میزان مین اور ایک دلیل انکی یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بو منھہ مین روزہ دار کی اللہ کے نزدیک پاک
زیادہ ہے مشک سے تو مسواک سے وہ بو زائل ہوجاویگی اور دلیل لائے ہین صاحب ہدایہ ہمارے مذہب پر کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے تحقیق کہ بہتر خلال روزہ دار کا مسواک ہے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے حدیث حضرت عائشہؓ سے اور دارقطنی نے اور اسناد
مین اسکی مجالد ہی ضعیف کیا اسکو بہت لوگون نے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نہ شاق ہوتا میری امت پر
البتہ حکم کرتا مین انکو مسواک کا نزدیک ہر نماز کے اور یہ عام ہے روزہ دار وغیرہ کو اور مسند احمد مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک نماز مسواک سے بہتر ہے ستر نمازون سے بغیر مسواک کے اور یہ بھی عام ہی اور روایت کی طبرانی نے ثنا ابراهيم بن هاشم البغوی
حدثنا هرون بن معروف ثنا محمد بن سلمة الحرانی ثنا بكر بن خنيس عن ابی عبد الرحمن بن عبادة بن نسي عن عبد الرحمن بن
غنم قال سألت معاذ بن جبلؓ اتسوك وانا صائم قال نعم قلت ای النهار اتسوك قال ای النهار شئت غدوة وعشية الحديث یعنی کہا
عبدالرحمن بن غنم نے کہ پوچھا مین نے معاذؓ سے کہ مسواک کرون مین اور مین روزہ دار ہون کہا انھون نے ہان کہا مین نے کسوقت دن کو
کرون مین کہا جسوقت چاہے تو صبح اور شام سے آخر حدیث تک ذکر کیا اسکو ابن الہمام نے اور روایت کی بیہقی نے اسحق سے کہ پوچھا مین نے عاصم
احول سے کیا مسواک کرے روزہ دار ساتھہ مسواک تر کے کہا ہان کیا دیکھتا ہی تو تر زیادہ اسکو پانی سے کہا مین نے اول روزہ مین اور آخر دن مین
کہا کہ ہان کہا مین نے کہ کس سے پہونچا یہ تمکو رحم کرے تمپر اللہ کہا انس رضی اللہ عنہ سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا بیہقی نے
تفرد کیا ساتھہ اسکے ابراہیم بن عبدالرحمن خوارزمی نے اور تحقیق کہ حدیثین بیان کین انھون نے عاصم سے منکر حدیثین کہ نہین ہے حجت
ساتھہ انکے اور روایت کی ابن حبان نے کتاب الضعفا مین ابن عمرؓ سے قال كان النبی صلى الله عليه وسلم يستاك آخر النهار وهو
صائم یعنے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے آخر روز مین اور آپ روزہ دار ہوتے تھے اور ضعیف کیا اسکو بسبب ابو میسرہ
کے کہا نہین ہے حجت ساتھہ اسکے اور رفع کرنا اسکا باطل ہے اور صحیح ابن عمرؓ کا فعل ہی اور روایت ہی حضرت انسؓ سے کہ پوچھا انھون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مسواک کرے صائم اور وہ روزہ ہو فرمایا کہ ہان کہا مین نے کہ ساتھہ تر مسواک کے اور خشک کے فرمایا
کہ ہان کہا مین نے اول روز مین اور آخر روز مین فرمایا کہ ہان تو کہا گیا واسطے انسؓ کے کس سے سُنا تمنے یہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کیا اسکو تمام نے انسؓ سے مرفوعا کہا ابن حبان نے لا اصل له یعنی نہین ہی اصل اسکی اور اسناد مین اسکی ابراہیم بن بیطار خوارزمی
ہی روایت کرتا ہی عاصم احول سے مناکیر کو کہا صاحب لآلی نے اخراج کیا اسکو نسائی نے کنی مین اور بیہقی نے سُنن مین اور کہا کہ منفرد ہوا ساتھہ اسکے

ابراہیم اور منکر ہی حدیث اُسکی اور کہا شیخ ابن حجر نے کہ واسطے اُسکے ایک شاہد ہے حدیث معاذ سے جو اوپر گذری ص شیخ فانی اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے ہر مسکین کو کھانا دیوے جتنا کہ صدقہ فطر دیا جاتا ہے اور جب بڑھے کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اُسکی قضا کرے ف وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ج قول اللہ تعالیٰ کا اس باب مین حجت ہے ص عورت حاملہ اور عورت دودھ پلانے والی جسوقت کہ اپنی جان یا بچے کی جان کا خوف کرے یا جو مریض ہووے اور زیادتی مرض کا اُسکو خوف ہووے یا مسافر ہو تو یہ سب افطار کرین اور پھر جب عذر اُنکا جاوے تو قضا ادا کرین بغیر صدقے کے ف اسواسطے کہ روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے وضع کیا مسافر سے روزہ اور آدھی نماز کو اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے روزہ کو روایت کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور مریض بھی اسواسطے نہ رکھے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ یعنے جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو اُتنے ہی شمار کرے اور دنون سے یعنی اُتنے ہی روزے جتنے قضا ہوگئے اور دنون مین رکھے اور اسی طرح بڈھا بھی روزہ نہ رکھے اور دلیل اسکی وہ آیت ہے جو گذری لیکن وہ منسوخ ہے جب معنی اُسکے لَا يُطِيقُونَهُ کے ہونگے دوسری آیت سے اور کہا ابن عباسؓ نے کہ وہ منسوخ نہین ہے اور وہ بڈھے مرد اور عورت کے واسطے ہے جو طاقت روزے کی نہین رکھتے تو کھلاوین بدلے ہر روز کے ایک مسکین کو روایت کیا اسکو بخاری نے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور سوا انکے صحابہؓ سے اور کسی سے خلاف اسکا مروی نہین تو اجماع ہوجاویگا اُسپر ص اور جس مسافر کو کچھ روزے سے نقصان نہوتا ہو تو اُسکو سفر مین روزہ رکھنا مستحب ہے تو اگر وہ سفر مین یا مرض مین مرگیا تو اُسکے روزے کے بدلے مین صدقہ دینا واجب نہین اور اگر بیمار تھا اور اچھا ہوا تب مرا یا مسافر تھا اور مقیم ہوا تب مرا تو اُسکے روزے کے بدلے مین اُسکا ولی صدقہ دیوے اسطرح پر کہ اگر وہ شخص صحت اور اقامت کے بعد اُسکے جتنے روزے فوت ہوئے تھے اُتنے روز جی کے مرا ہوے تو اُسکے سب روزون کے بدلے صدقہ دیوے اور اگر اُتنے روز نہین جیا تو جتنے روز تندرست اور مقیم رہا اُتنے دنون کا صدقہ دیوے مثلاً اگر اُسکے دس روزے فوت ہوے تھے سو وہ بعد رمضان کے پانچ دن تک مقیم یا تندرست رہا تب مرا تو پانچ دن کا اُسکا ولی صدقہ دیوے اور وجوب صدقہ دینے کے واسطے یہ بھی شرط ہی کہ مرتے وقت وہ شخص وصیت کر گیا ہو یعنی کہہ گیا ہو کہ میرے بعد میرے روزے کی طرف سے صدقہ دینا تو اُسنے جتنا مال چھوڑا ہی اُسکے تیسرے حصے مین ادا کیا جاوے گا ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک سفر مین روزہ نہ رکھنا افضل ہی اور دلیل لاتے ہین اُس سے جو مروی ہوا صحیحین مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے سفر مین تو ایک جگہ دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہین اور ایک شخص پر سایہ کر رہے ہین سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ہے یہ کہا اُنھون نے کہ وہ روزہ دار ہے تب فرمایا آپ نے لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ یعنی نہین ہی کچھ نیکی سے روزہ رکھنا سفر مین اور دلیل لاتے ہین اُس سے جو روایت کی مسلم نے جابرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے سال فتح کے طرف مکے کے رمضان مین یہان تک کہ پہونچے کسی منزل کو تو روزہ رکھا لوگون نے پھر منگایا آپ نے ایک قدح پانی کا اور پیا اُسکو سو کہا گیا آپ سے کہ بعض لوگون نے روزہ رکھا سو فرمایا آپ نے أُولَٰئِكَ الْعُصَاةُ یعنے وہ لوگ گنہگار ہین انتہیٰ اور جواب یہ ہی کہ اول حدیث مین تو آپ نے صورت ضرر اور نقصان مین منع کیا تھا اور یہ ہمارے نزدیک بھی ہے کیونکہ جب خوف ضرر کا ہووے تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور اسی طرح روایت مسلم مین بھی ہی کیونکہ ایک لفظ اسکا یہ ہے کہ آدمیون کے اوپر شاق ہوے روزے اور روایت کیا اسکو واقدی نے مغازی مین اور اُسمین یہ ہے کہ حکم کیا تھا اُن کو افطار کا اور اُنھون نے

قبول نہ کیا جب یہ کلمہ آپ نے ارشاد فرمایا اور اس مین توجیہ مین موافقت ہوگی درمیان احادیث کے کیونکہ روایت ہی صحیح مسلم مین حمزہ اسلمی سے کہ انھون نے کہا
اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم پاتا ہون مین قوت روزے پر سفر مین تو کیا مجھپر گناہ ہی روزہ رکھنے مین تو فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ وہ رخصت ہی اللہ کی طرف سے سو جو قبول کرے اسکو تو اچھا ہی اور جو دوست رکھے روزے کو تو نہین ہی کچھ گناہ اوسپر اور صحیحین مین ہی کہ تھے ہم سفر کرتے
ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو بعض ہم مین سے روزہ رکھتے تھے اور بعض نہین تو کوئی عیب نہین کرتا تھا دوسرے پر اور مروی ہی سنن ابو داؤد
وغیرہ مین ابو الدرداؓ سے کہ نکلے ہم ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جہادون مین نہایت گرمی مین یہانتک کہ رکھتے تھے ہم مین سے لوگ
ہاتھ اپنے سر پر بسبب گرمی کے اور نہین تھا ہم مین کوئی روزہ دار مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہؓ تو یہ حدیثین دلالت کرتی ہین
اوپر مستحب وافضل ہونے روزے کے سفر مین اور یہی ہی حجت ہماری اور خلاف پر بھی اس کے حدیثین آئی ہین مسند عبد الرزاق مین ہی کعب بن عاصمؓ
اشعری سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے لیس من امبر امصیام فی امسفر یعنی نہین ہی نیکی روزہ رکھنا سفر مین اور ایک روایت مین
ہی کہ روزہ رکھنے والا سفر مین مانند افطار کرنے والے کے ہی اقامت مین روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور بزار نے اور دفع تعارض کی وہی توجیہ ہی جو
اوپر بیان کی ہمنے فقط اور ولی اسکے روزون کے بدلے اگر مر گیا ہو تو صدقہ دیوے اور اسکے بدلے روزہ نہ رکھے اور بعضون کے نزدیک رکھے دلیل ان لوگون کی
یہ ہی کہ آیا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ ماں میری مر گئی اور اوسپر ایک مہینے کے روزے تھے کیا قضا کرون مین اسکے بدلے سو فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تیری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو تو ادا کرتا یا نہین کہا اسنے کہ ہان ادا کرتا فرمایا کہ پھر کیا جب قرض اللہ کا ہو روایت کیا بخاری
مسلم نے اسکو حدیث ابن عباسؓ سے اور ایک روایت مین ہی کہ آئی ایک عورت اور کہا اسنے کہ اے رسول اللہ تحقیق کہ ماں میری مر گئی اور اوسپر ایک
روزہ نذر کا ہی کیا روزہ رکھون مین اسکے بدلے فرمایا کہ روزہ رکھ تو اسکے بدلے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مر جاوے اور اسکے
اوپر روزے ہین روزے رکھے اس سے ولی اسکا روایت کیا اسکو بخاری مسلم ابو داؤد وغیرہ نے حضرت عائشہؓ سے اور جواب اسکا یہ ہی کہ روایت کی
نسائی نے سنن کبری مین ابن عباسؓ سے اور وہ راوی حدیث کے ہین کہ نہ نماز پڑھے کوئی بدلے کسی کے اور نہ روزہ رکھے بدلے کسی کے اور فتویٰ
راوی کا بخلاف روایت کے ہمارے نزدیک ناسخ کے ہی اور ایسا ہی کہا حضرت عمرؓ نے روایت کیا اسکو عبد الرزاقؒ نے اور ذکر کیا اسکو امام مالکؒ نے موطا مین اور
کہا مالکؒ نے کہ نہین سنا مین نے کسی سے صحابہؓ اور تابعینؒ سے مدینے مین کہ کوئی انمین روزہ رکھتا ہو کسی کے بدلے یا نماز پڑھتا ہو کسی کے بدلے اور یہ دلیل ہی
نسخ کو اس حدیث کے واللہ اعلم مصنف صدقہ ایک وقت کی نماز کا ایک روزے کے صدقے کے برابر ہی اور یہی صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک فدیہ
نمازون کا یعنی ایک دن کی نمازون کا مانند فدیے ایک دن کے روزے کے ہی اور رمضان کی قضا لگاتار چاہیے ادا کرے اور چاہے تھوڑی تھوڑی
کرکے ادا کرے اور اگر دوسرا رمضان آجاوے تو قضا کے روزے نہ رکھے بلکہ اس رمضان کے رکھے تب بعد رمضان کے پھر اسی قضا کے روزے رکھے
اور صدقہ ہر روزے کی طرف سے نہ دیوے اور امام شافعیؒ صاحب کے نزدیک صدقہ بھی واجب ہوگا فقط اور دلیل انکی یہ ہی ساتھ اس حدیث کے
کہ بیمار ہوئے ایک رمضان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر افطار کیا یہانتک کہ تندرست ہوئے پھر نہ روزے رکھے یہان تک کہ دوسرا رمضان
آگیا اور روزے رکھے اسی رمضان کے پھر روزے رکھے اسکے جو قضا کیے تھے اور کھانا دیتے تھے ایک مسکین کو ہر روزا اور دلیل ہماری قول اللہ
کا ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَر یعنی شمار ہی تمام دوسرے دنون مین سے اور یہ عام ہی اور وہ جو امام شافعیؒ نے روایت کی ثابت نہین ہی کیونکہ
سند مین اسکی ابراہیم بن نافع ہے کہا ابو حاتم رازی نے جھوٹا بولتا تھا حدیث مین اور اسی مین ایک اور شخص ہے جسکو تہمت ہی وضع حدیث کی

۱ه یعنے مذکور سابق ۱۲

مس مُردے کا ولی مُردے کے روزے کے بدلے روزہ نہ رکھے اور اُسکی نماز کے بدلے نماز نہ پڑھے اور نفل کا روزہ جب کوئی شخص شروع کرے تو پھر
تمام کرنا اُسکا لازم آتا ہے تو اگر اسکو توڑ ڈالے گا تو قضا اُسکی ادا کرے ف کیونکہ حضرت نے روزہ نفل صبح کو رکھا تھا پھر کھا لیا اور یہ حدیث اوپر گذری
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار کیا روزے کو سفر مین بعد اسکے کہ روزہ رکھ چکے تھے اور اسی لیے ضیافت کے واسطے روزہ نفل توڑ دینا
درست ہے اور قضا اُسکی لازم ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حضرت عائشہ رض اور حفصہ رض کو جب کھا لیا تھا اُنھون نے کھانا اور روزہ رکھا تھا
صبح کو کہ اِقْضِیَا یَوْمًا اٰخَرَ مَکَانَہٗ یعنے قضا کرو دوسرے دن بدلے اُسکے اور ضعیف کیا اسکو بخاری نے اور روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی و نسائی
نے اور رفع کیا گیا ہے ضعف اسکا بیان کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے علاوہ اسکے روایت کیا اسکو ابن حبان نے صحیح مین سوا اُس طریقے کے اور ابن
ابی شیبہ نے اور طریقے سے اور بزار نے اور طریقے سے اور روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط مین سوا ان سب طریقون کے اور طریقون سے
پھر کہا شیخ ابن الہمام نے فَقَدْ ثَبَتَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ ثُبُوْتًا لَا مَرَدَّ لَہٗ یعنی ثابت ہوگئی یہ حدیث اسطرح پر کہ نہین ہے رد کرنے والا اُسکا کوئی اور روایت
کی دارقطنی نے جابر رض سے کہ طیار کیا ایک شخص نے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تو بلایا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب
اصحاب رض کو تو جب لائے وہ کھانا تو کنارہ ہوا ایک شخص سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا ہے تجھکو کہا اُسنے مین روزے سے ہون تو کہا
حضرت علیہ السلام نے تکلیف کی تیرے بھائی نے اور بنایا واسطے تیرے کھانا اور تو کہتا ہے کہ مین روزہ دار ہون کھالے اور روزہ رکھ لے بدلے اسکے اور
بعضون نے کہا ہے کہ روزے کو نہ توڑے اور دلیل لاتے ہین اُس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بلایا جاوے کوئی تم مین سے
طرف کھانے کے تو قبول کرے اور اگر روزہ نہو تو کھاوے اور روزہ دار ہو تو دعا کرے اور روایت کیا اسکو مسلم نے ابوہریرہ رض سے اور تفصیل کی اُس
مقام مین شیخ ابن الہمام نے مس مگر جس ایام مین کہ روزہ رکھنا منع ہے اُن مین اگر شروع کریگا تو تمام کرنا اُسکا لازم نہ آویگا اور وہ پانچ دن ہین ایک
عید الفطر کا دن اور دوسرے بقرعید کا دن اور تین دن اُسکے بعد یعنی گیارھوین اور بارھوین اور تیرھوین ذیحجہ کی اور نفل کا روزہ بے عذر
نہ توڑے ایک روایت مین اور ایک روایت مین جائز ہے کیونکہ قضا اُسکے قائم مقام ہے اور ضیافت کے عذر سے نفل کا روزہ توڑنا درست ہے اور یہ
حکم ضیافت کرنے والے اور کھانے والے دونون کے واسطے ہے اور اگر رمضان مین دن کو ایک لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو اُس روز باقی روز
مین کچھ نہ کھاوے اور نہ پیوے (اور یہ مستحب ہے ۱۲) رمضان کی بزرگی کے سبب سے اور اُس روزے کی قضا ادا نکرے اگرچہ نیت روزے کی اُن دونون نے کی اور پھر
کھا لیا تب بھی قضا نہ کرے اور اگر عورت حیض سے پاک ہوئی یا مسافر اپنے گھر آیا تو یہ دونون باقی روز کچھ نہ کھاوین اور نہ پیوین اور اُس روز
کے روزے کی قضا ادا کرین اور اگر ایک مسافر نے افطار کی نیت کی بعد اسکے اپنے گھر آیا تب نفل روزے کی نیت کی اور نیت کرنے کا وقت تھا یعنی دوپہر
کے پہلے تو وہ روزہ درست ہوا اور اگر وہ مہینا رمضان کا تھا تو اُسپر اُس روزے کا پورا کرنا واجب ہوگیا یا مقیم نے اُسدن سفر کیا تو اُسکا بھی یہی
حکم ہے اور اُن دونون نے اگر افطار کیا تو کفارہ نہین ہے جتنے دنون مین بیہوش رہا اُنکی قضا ادا کرے مگر جسدن بیہوشی شروع ہوئی ہے اور
وہ نیت روزے کی کر چکا ہے یا اُسدن کی رات کو بیہوشی تھی تو اُنکی قضا نکرے غرض یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ نیت کر چکا ہے تو روزہ صحیح ہوجاویگا
(اور منتظر صوم نہین پایا گیا ۱۲) اور جو معلوم ہو کہ نہین نیت کی تو ہرگز صحیح نہ ہوگا اور جو کچھ حال نیت کا معلوم نہو تب بھی اول روز کی جسمین بیہوشی طاری ہوئی قضا نہین اور
اگر سارے رمضان بھر مجنون رہا قضا نہ کرے اور اگر بعض دن رمضان مین دیوانہ رہا تو جتنے روز گذرے ہین اُن کی قضا کرے تو اگر وہ مثلاً
بالغ نہ تھا اور حالت جنون مین بالغ ہوا یا بالغ عاقل تھا اور پھر جنون ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے ظاہر روایت مین اور محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک

سلہ یہ سند جواز افطار صوم نفل ہے فقط اور لزوم قضا کی دلیل آگے مذکور ہے ۱۲ سلہ اسلیے کہ اول روز مین صالح تکلیف شرعی کے نہ تھے ۱۲ عبدہ سلہ اسلیے کہ نیت نہین پائی گئی اور بے نیت کے روزہ صحیح نہین ہوتا ۱۲ عبدہ

اگر حالت جنون میں بالغ ہوا تو روزے اسپر واجب ہونگے باوجود اسکے کہ سارے رمضان دیوانہ رہا ہو ف اور دلیل اسکی شرح عربی میں مذکور ہی ص اور اگر ان پانچ دن میں جن میں روزہ رکھنا حرام ہی روزہ کی نذر کی یا پورے سال بھر کے روزے کی نیت کی تو صحیح ہے اور ان پانچ دن میں روزے نہ رکھے بلکہ ان دنوں کی قضا ادا کرے اور اگر روزہ رکھ لیگا تو پھر قضا نہیں مگر گنہگار ہوگا تو اگر کچھ نیت نہ کی یا نیت فقط نذر کی کی یا نیت کی نذر کی اور یہ نیت کی کہ قسم نہیں ہی تو ان صورتوں میں نذر ہوگی اور اگر نیت کی قسم کی اور نیت کی کہ نذر نہیں ہی تو قسم ہوگی اور اگر افطار کریگا کفارہ قسم کا لازم آویگا اور اگر دونوں کی نیت کی یا قسم کی اور یہ ذکر نہ کیا کہ نذر نہیں ہی یا ہی تو ان دونوں صورتوں میں نذر اور قسم دونوں ہونگی اور اگر افطار کریگا تو قضا نذر کی اور کفارہ قسم کا لازم آویگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں کی نیت میں نذر ہوگی اور فقط قسم کی نیت میں قسم ہوگی اور باقی تفصیل اسکی شرح عربی میں مذکور ہی اور ستشش عید یعنی چھ روزے جو شوال میں رکھتے ہیں تو انکو روز عید سے جدا رکھنا مستحب ہی متصل روز عید سے نہ رکھے تو کراہت اور مشابہت نصاری سے دور ہو ف اولاً استحباب ان چھ روزوں کا احادیث سے بیان کرنا لازم ہی سو وہ یہ ہی جو روایت کی مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی وغیرہم نے ابو ایوبؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص روزے رکھے رمضان کے اور پیچھے رکھے اسکے چھ روزے شوال میں تو ہوگا ایسا جیسے کسی نے سارے زمانے روزے رکھے اور اب وجہ تشبیہ ساتھ نصاری کے بیان کرنا واجب ہی وہ یہ ہی کہ اہل کتاب عید کے روز بھی روزہ رکھتے تھے اور جب چھ روزے بعد فطر کے متصل رکھے گیا تو ایک طرح کی تشبیہ نصاری کے ساتھ متحقق ہوئی اور بعضوں کے نزدیک جائز ہی کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب عید فطر کے روز روزہ نہ رکھا تو تشبیہ جاتی رہی واللہ اعلم اور جسنے شعبان کے روزے رکھے اور ملا دیا اسکو ساتھ رمضان کے تو اچھا کیا اسنے اور مستحب ہیں روزے ایام بیض یعنی تیرھوین [۱۳] چودھوین [۱۴] پندرھوین [۱۵] تاریخ کو ہر مہینے میں روایت کی نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں افطار کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض میں نہ سفر میں اور نہ اقامت میں فقط اور حکم کیا حضرت نے صحابہؓ کو ان دنوں میں روزہ رکھنے کا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی نے اور عید فطر اور ایام تشریق یعنے تین دن بقر عید کے بعد اور دن بقر عید کے ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہی روایت کی بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں چاہیے روزہ دو دنوں میں ایک دن فطر کے اور دن قربانی کے اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن عرفے کے اور دن قربانی کے اور ایام تشریق کے یہ دن عید اہل اسلام کے ہیں اور وہ دن کھانے اور پینے کے ہیں اور مراد عرفے کے دن سے یہ ہی کہ عرفے کے دن حج میں بمقام عرفہ پر روزہ رکھنا مکروہ ہی اور تصریح اسکی دوسری حدیث میں آئی ہی روایت کی ابو داؤد نے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے سے دن عرفے کے بیچ عرفے کے اور اگر مقام عرفے میں نہ ہو تو عرفے کے دن روزہ رکھنا مستحب ہی اور روایت ہی نبیشہ ہذلی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایام تشریق کے دن کھانے اور پینے کے ہیں اور اللہ کے ذکر کے اور ایام تشریق انکو اسواسطے کہتے ہیں کہ عرب کے لوگ گوشت کو قربانی کے ان دنوں میں آفتاب کے نیچے خشک کرتے تھے اور روایت کی طبرانی نے ابن عباسؓ سے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اَیَّامَ مِنیٰ صَائِحًا یَصِیْحُ اَنْ لَّا تَصُوْمُوْا ھٰذِہِ الْاَیَّامَ فَاِنَّھَا اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّبِعَالٍ یعنے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنوں منی کے یعنی ایام تشریق کے ایک پکارنے والے کو کہ پکارے نہ روزہ رکھو ان دنوں میں کیونکہ یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کے ہیں اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے حدیث ابو ہریرہؓ سے اور اسناد میں اسکی سعید بن سلام ہی کاذب کہا اسکو احمدؒ نے اور روایت کی دارقطنیؒ نے عبد اللہ بن حذافہؓ سہمی سے کہ بھیجا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سواری پر دن منی کے کہ پکاروں میں سب لوگو یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کرنے کے ہیں اور ضعیف کیا اسکو بسبب واقدیؒ کے اور توثیق کی اسکی بعض لوگوں نے

ف اور نذر ساقط ہو جاویگی اس لیے کہ جیسی نذر ناقص کی تھی ویسی ہی ادا کی ۱۲ عبدہ

اور ذکر کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے باب المیاہ مین کتاب الطہارۃ سے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور اسحاقؒ بن راہویہ نے مسند مین کہ کہا حدثنا وکیع حدثنا موسی بن عبیدۃ عن منذر بن جہم عن عمرو بن خلدۃ عن امہ قالت بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا بادی ایام منی ایام اکل وشرب وبعال یعنی بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو کہ پکارین دن منی کے دن کھانے اور پینے اور جماع کے ہین اور سحری کھانا سنت ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھاؤ کیونکہ اسمین برکت ہی روایت کیا اسکو بخاریؒ مسلمؒ ترمذیؒ نسائیؒ وغیرہم نے اور فرمایا کہ فرق درمیان ہماری روزے اور درمیان اہل کتاب کے روزے کے کھانا سحری کا ہی روایت کیا اسکو مسلمؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے اور درست ہی سحری کھانا یہانتک کہ صبح صادق نہووے اور روزہ کھولنا جلدی افضل ہی تاخیر فطر کی بعد وقت آجانے کے مکروہ ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمیشہ رہین گے لوگ ساتھ بہتری کے جب تک جلدی کرینگے فطر کو روایت کیا اسکو بخاریؒ مسلمؒ امام مالکؒ نے اور ترمذیؒ نے بھی سہل بن سعدؓ سے اور جسوقت افطار کرے کہے اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت یعنی ای اللہ تیرے ہی واسطے مین نے روزہ رکھا تھا اور تیری ہی رزق پر افطار کرتا ہون روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور [illegible] ہی کہ کھجور سے روزہ افطار کرے اور جو نہ پاوے تو پانی سے اور یہ وارد ہوا ہی حدیث مین اور عورت کو چاہیے کہ نفل روزہ بدون اذن [illegible] کے نہ رکھے روایت کیا اسکو بخاریؒ مسلمؒ وغیرہما نے اور جو شخص کسی قوم پر جا کے اترے تو بغیر اذن انکے روزہ نہ رکھے [illegible] ترمذی نے اور کہا یہ حدیث منکر ہے واللہ اعلم

ص باب اعتکاف کے بیان مین

اعتکاف سنت مؤکدہ ہی اور اعتکاف کے معنی یہ ہین کہ ٹھہرنا روزہ دار کا مسجد[1] جماعت مین بہ نیت اعتکاف لیکن سنت مؤکدہ ہونا تو فقط عشرۂ اخیرہ مین ہی کیونکہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اعتکاف کرتے عشرۂ اخیرہ مین رمضان سے یہانتک کہ اٹھا لیا انکو اللہ تعالی نے پھر اعتکاف کیا بعد انکے انکی ازواج مطہراتؓ نے تو یہ مواظبت دلالت کرتی ہی سنت ہونے اعتکاف پر اور ایک اعتکاف واجب ہی وہ یہ کہ نذر کرے اعتکاف کی اور ایک اعتکاف مستحب ہی وہ یہ کہ سوا ان دس دنون مین اخیر رمضان کے اور دنون مین اعتکاف کرنا اور ان دنون مین مواظبت ثابت نہین ہوئی بیان کیا اسکو شیخ ابن الہمامؒ نے اور دیر تک رہنا یہ رکن ہی اعتکاف کا اور نیت شرط ہی اسکی اور روزہ بھی شرط ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک شرط نہین دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا اعتکاف الا بصوم یعنی نہین ہے اعتکاف مگر روزے سے کہا بیہقی نے یہ وہم ہی سفیان بن حسین سے یا سوید سے اور ضعیف کیا اسنے سوید کو لیکن کمال مین ہی کہ کہا علی بن حجر نے کہ پوچھا مین نے بیہقی سے ان دونون کے احوال سے تو ثنا کی انھون نے انپر اور روایت کی ابوداؤد نے عبد الرحمن بن اسحق سے انھون نے زہری سے انھون عروہ سے انھون نے حضرت عائشہؓ سے کہ کہا انھون نے سنت ہے اوپر اعتکاف کرنے والے کے کہ نہ عیادت کرے کسی مریض کی اور نہ حاضر ہو جنازے مین اور نہ مس کرے کسی عورت کو اور نہ مباشرت کرے اس سے اور نہ نکلے کسی حاجت کو مگر جو ضروری ہو اور نہین ہی اعتکاف مگر روزے سے اور نہین ہے اعتکاف مگر مسجد جامع مین کہا ابوداؤدؒ نے سوا عبد الرحمن کے اور کوئی اسمین لفظ السنۃ کا نہین ذکر کرتا اور عبد الرحمن بن اسحق اگرچہ کلام کیا گیا ہے اس مین مگر اخراج کیا اس سے مسلم نے اور توثیق کی اسکی ابن معین نے اور ثنا کی اسپر غیر اسکے نے اور روایت کی ابوداؤدؒ نے اور نسائی نے ابن عمرؓ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نذر کیا تھا اپنے اوپر کہ اعتکاف کرین جاہلیت مین ایکدن اور ایک رات نزدیک کعبے کے سو پوچھا انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ نے کہ اعتکاف کر اور روزہ رکھ اور ایک روایت مین نسائی کی ہی کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] مراد مسجد جماعت سے وہ مسجد ہے جسکے لیے امام و مؤذن مقرر ہو ۱۲ عبدہ

انکو کہ اعتکاف کرین اور روزہ رکھین کہا دارقطنی نے متفرد ہوا ساتھ اُسکے عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی عمرو سے اور وہ ضعیف الحدیث ہی اور ثقات لوگون نے اصحاب عمرو بن دینار سے نہین ذکر کیا روزے کا اُن مین سے ہین ابن جریج اور ابن عیینہ اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید اور سوا انکے اور یہ حدیث صحیحین مین ہی نہین ہی ذکر اُسمین روزے کا بلکہ اتنا ہی ہی کہا حضرت عمرؓ نے کہ نذر کی تھی مین نے جاہلیت مین کہ اعتکاف کرون مسجد حرام مین ایک رات سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری کر اپنی نذر اور ایک روایت مین ہی حضرت عمرؓ سے کہ نذر کی تھی مین نے جاہلیت مین کہ اعتکاف کرون ایک دن نزدیک مسجد حرام کے تو مراد یہ ہی کہ ایک دن ساتھ رات کے یا ایک رات ساتھ ایکدن کے تا کہ مطابقت ہووے حدیثون مین اور جواب دیا جاویگا کہ غایت اسکی یہ ہی کہ سکوت کیا روزے کے ذکر سے ان لوگون نے اور یہ بات اصول حدیث مین مقرر ہوئی ہی کہ زیادت ثقہ ضابط کی مقبول ہی اور تم جو ضعف ثابت کرتے ہو عبد اللہ بن بدیل کا مسلم نہین کیونکہ کہا ابن معین نے کہ وہ صالح الحدیث ہی اور ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین اور دوسرے یہ کہ مؤید ہے اسکی حدیث حضرت عائشہؓ کی جو نقل کی ہمنے اوپر ابو داؤد و نسائی سے اور نکالا بیہقی نے ابن جریج سے انھون نے عطاء سے انھون نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے کہ کہا ان دونون نے اَلْمُعْتَكِفُ يَصُوْمُ یعنے اعتکاف کرنیوالا روزہ رکھے تو یہ قول ابن عمرؓ کا بھی مؤید اُسکے ہے کیونکہ نقل کیا انھون نے اسکو اپنے باپ سے اور یہ واقف تھے اُس واقعے سے اور امام شافعیؒ دلیل لاتے ہین اُس سے جو روایت کیا اسکو حاکم نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی اعتکاف کرنیوالے پر روزہ مگر یہ کہ کرے اپنے نفس پر اور تصحیح کی اسکی حاکم نے اور جواب یہ ہی کہ یہ تصحیح اُنکی تمام نہین اسناد مین اُسکی عبد اللہ بن محمد رملی ہے اور وہ مجہول ہی اور باوجود جہالت اُسکی کے نہین رفع کیا اُسکو کسی نے سوا اُسکے بلکہ موقوف کرتے ہین اُسکو ابن عباسؓ پر اور مؤید ہی اُسکے وقف کی جو ذکر کیا اُسکو بیہقی نے بعد ذکر اس بات کے کہ متفرد ہوا ساتھ اُسکے رملی کہ روایت کیا اُسکو ابو بکر حمیدی نے عبد العزیز بن محمد سے انھون نے ابو سہیل بن مالک سے کہا کہ جمع ہوا مین اور ابن شہاب نزدیک عمر بن عبد العزیز کے اور اُنکی عورت نے نذر کی تھی اعتکاف کی مسجد حرام مین سو کہا ابن شہاب نے کہ نہین ہوتا ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے سو کہا عمر بن عبد العزیزؒ نے کہ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہا اُنھون نے نہین سو کہا کہ ابو بکرؓ سے کہا اُنھون نے نہین کہا عمرؓ سے کہا کہ نہین کہا ابو سہیل نے کہ پھر پھرا مین سو پایا مین نے طاؤس اور عطاء کو تو پوچھا مین نے اُنسے یہ سو کہا طاؤس نے ابن عباسؓ نہین دیکھتے تھے معتکف پر صیام مگر یہ کہ خود اپنے نفس پر مقرر کر لے اور کہا عطاء نے میرا رائے صحیح ہے تو اگر ابن عباسؓ نے رفع کیا ہوتا اسکو نہ وقف کرتے طاؤس اُسکو ابن عباسؓ پر اور اسی واسطے اعتراف کیا بیہقی نے کہ رفع اسکا وہم ہے اور پھر عجیب یہ ہے کہ وقف بھی معارضے سے سالم نہین اس واسطے کہ اوپر ہم ذکر کر چکے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے کہ کہا ان دونون نے معتکف روزہ رکھے اور کہا عبد الرزاق نے حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنِ اعْتَكَفَ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ یعنے جو اعتکاف کرے تو اُسپر روزہ ہے اور اسناد اسکی صحیح ہی اور نکالا عبد الرزاق نے حضرت عائشہؓ سے موقوفاً مَنِ اعْتَكَفَ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ اور زہری اور عروہ سے بھی کہ کہا ان دونون نے لَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِالصَّوْمِ اور موطا مین مالک کی ہے کہ پہونچا اُنکو قاسم بن محمد اور نافع مولی ابن عمرؓ سے کہ کہا اُن دونون نے نہین ہی اعتکاف مگر ساتھ روزے کے بسبب قول اللہ تعالی کے ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ یعنی تمام کرو روزے کو رات تک اور نہ مباشرت کرو عورتون سے جب تم اعتکاف کرتے ہو مسجدون مین تو ذکر کیا اللہ تعالی نے اعتکاف کو ساتھ روزے کے کہا یحیی نے کہا مالک نے وَعَلَى ذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّهُ لَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِالصِّيَامِ یعنی حکم نزدیک ہمارے اسپر ہے کہ نہین ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے اور یہ بھی جاننا چاہیئے

عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی

عبد اللہ بن محمد رملی

کہ اعتکاف اُس مسجد مین صحیح ہے جہان جماعت ہوتی ہو روایت کی طبرانی نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا حذیفہؓ نے واسطے ابن مسعودؓ کے کیا تم تعجب نہین کرتے ہو اُن لوگون سے کہ درمیان تمہارے گھر کے اور گھر ابو موسی کے ہین اور گمان کرتے ہین کہ ہم اعتکاف سے ہین سو کہا ابن مسعودؓ نے کہ شاید وہ لوگ صواب پر ہون اور تم خطا پر اور اُن لوگون کو یاد ہوا اور تم بھول گئے ہو کہا حذیفہؓ نے لیکن مین سوچتا ہون کہ نہین ہی اعتکاف مگر مسجد جماعت مین اور نکالا بیہقی نے ابن عباسؓ سے کہ بدتر سب کامون مین اللہ کے نزدیک بدعتین ہین اور تحقیق کہ بدعت مین سے ہی اعتکاف کرنا اُن مسجدون مین جو گھرون مین ہین اور روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق دونون نے اپنے مصنف مین ثنا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ أَخْبَرَنِي جَابِرٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ اور اوپر گذر چکا مرفوعًا حدیث حضرت عائشہؓ مین اور ایک روایت مین امام ابو حنیفہؒ سے یہ مروی ہے کہ نہین صحیح ہی اعتکاف مگر اُس مسجد مین جسمین پانچون نمازین پڑھی جاتی ہین اور دلیل لاتے ہین ساتھ اُس حدیث کے جسکو روایت کیا ابن الجوزی نے حذیفہؓ سے کہ کہا انھون نے سُنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو مسجد کہ واسطے اُسکے امام ہی اور موذن سو اعتکاف اُسمین صحیح ہوتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ھص اور کم مدت اُسکی ایک دن ہی تو جو اعتکاف شروع کرے اور ایک روز ایک رات تمام ہونے کے پہلے چھوڑ دیوے تو اُسپر قضا ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک کم مدت ایک ساعت ہی اور وہ ہوگئی تو قضا نہین اور معتکف مسجد مین سے باہر نہ نکلے مگر حاجت انسانی جیسے پیشاب یا جا ضرور کے واسطے ص کیونکہ مروی ہے حضرت عائشہؓ سے کہ نہین داخل ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر مین مگر واسطے حاجت انسانی کے جب ہوتے تھے معتکف نکالا اسکو اصحاب صحاح ستہ نے ص یا جمعہ کے واسطے آفتاب ڈھلے نکلے اور جسکا مکان جامع مسجد سے دور ہووی تو وہ ایسے وقت نکلے کہ جمعہ پا لیوے اور سنتین پڑھے چار جمعے کے پہلے اور ایک روایت مین چھ رکعتین چار سنت اور دو تحیۃ المسجد کی اور بعد جمعے کے چار امام صاحبؒ کے نزدیک اور چھ صاحبینؒ کے نزدیک اور اسقدر سے زیادہ دیر لگانا معتکف کو جامع مسجد مین اعتکاف کو فاسد نہین کرتا اور اگر بغیر عذر کے مسجد سے ایک ساعت بھی نکلے تو فاسد ہوگا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ برابر آدھا دن نکلا رہے ص معتکف کھاوے اور پیوے اور سووے ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہین ہوتی تھی کوئی جگہ اعتکاف مین مگر درمیان مسجد کے ص اور بیچے اور خریدے[1] مسجد مین بغیر سودا حاضر کرنیکے اور سوا معتکف کے اور کوئی شخص مسجد مین یہ کام نہ کرے ف روایت کی اصحاب سنن نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے اور خریدنے سے مسجد مین آخر حدیث تک اور ایک روایت مین ہے کہ بچاؤ مسجدون کو اپنے لڑکون سے یہانتک کہ فرمایا اور بیچنے سے اور خریدنے سے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور پوری حدیث یون مروی ہی مصنف مین اُنکے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِيْنَكُمْ وَشِرَاءَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَخُصُوْمَاتِكُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِكُمْ وَاِقَامَةَ حُدُوْدِكُمْ وَسَلَّ سُيُوْفِكُمْ وَاتَّخِذُوْا عَلٰى اَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ وَجَمِّرُوْهَا فِي الْجُمَعِ ص اور چُپ نہ رہے ف یعنے ایسا نہ کرے کہ بالکل بات کرنے کو موقوف کرے ص بلکہ بہتر اور نیک باتین کرے اور اعتکاف کو جماع باطل کرتا ہے ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ط یعنی نہ مباشرت کرو عورتون سے جب کہ تم اعتکاف کرنے والے ہو مسجدون مین ص اگرچہ رات کو ہووے یا بھولے سے اور اگر سوا فرج کے اور جگہہ وطی کرے یا بوسہ لیوے یا چھووے تو اگر انزال ہوا اعتکاف باطل ہوگا اور اگر انزال نہوا تو باطل نہوگا اگرچہ یہ کام اعتکاف مین

[1] واسطے ضرورت کے نہ واسطے تجارت کے ۱۲ عبدہ

حرام ہین اور عورت اپنے گھر مین اعتکاف کرے اور اگر کچھ دنون کے اعتکاف کی نذر کی تو اُن روزون کی رات مین بھی اُسکو اعتکاف کرنا واجب ہوگا برابر لگاتار اگرچہ اُسنے ایسی نیت نہ کی ہووے اور جو دو روز کی نیت کی تو دونون روز کی رات بھی داخل ہو جاویگی اور صرف دن کی نیت صحیح ہو جاویگی فقط

کتاب الحج

جان تو کہ حج فرض ہے اور منکر اُسکا کافر ہے ف اور فرضیت اُسکی قرآن شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ یعنی اللہ کے واسطے لوگون کے ذمے پر ہے حج خانہ کعبہ کا اور عمر بھر مین ایک بار فرض ہے روایت کی احمدؒ نے مسند مین اور دارقطنی نے سنن مین اور حاکمؒ نے مستدرک مین اور کہا صحیح ہے اوپر شرط شیخینؒ کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ خطبہ پڑھا ہمپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا اے لوگو فرض کیا اللہ نے تمپر حج کو سو کھڑے ہوئے اقرع بن حابسؓ اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر سال مین سو فرمایا آپ نے اگر مین کہتا ہان البتہ واجب ہوتا ہر سال مین اور تم اُسکی قدرت نہ رکھتے حج ایکبار ہے اور جو زیادہ ہووے وہ نفل ہے اور روایت کی مسلم نے صحیح مین ابو ہریرہؓ سے مانند اسکے ف ہر آزاد مسلمان مکلف تندرست آنکھ والے پر جب اُسکے واسطے توشہ اور سواری ہو فاضل ضروری خرچ اور عیال کے نفقے سے لوٹنے تک اور راہ کی بھی امن ہووے ف آزاد اور بالغ ہونا اسواسطے شرط ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لڑکا حج کرے پھر بالغ ہووے تو اُسپر دوسرا حج ہے اور جو غلام حج کرے پھر آزاد ہو جاوے تو اُسپر دوسرا حج ہے روایت کیا اسکو حاکم نے ابن عباسؓ سے اور کہا صحیح ہے شرط شیخینؒ پر اور تفرد محمد بن منہال کا ساتھ رفع اُسکے کے کچھ ضرر نہین کرتا کیونکہ رفع زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے اور مؤید ہے اُسکی ایک مرسل حدیث روایت کیا جسکو ابو داؤد نے مراسیل مین محمد بن کعب قرظی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لڑکا کہ حج کرین اہل اُسکے اور مر جاوے کافی ہو جاویگا اُس سے تو اگر پاوے بلوغ کو حج کرے اور جو غلام کہ حج کرین لوگ اُسکے کافی ہو جاویگا اُس سے تو اگر آزاد کر دیا جاوے تو لازم ہے اُسپر حج اور یہ ہمارے نزدیک حجت ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے یہ روایت موقوفاً ابن عباسؓ سے اور تندرست ہونا شرط ہے بیمار پر حج نہین آنکھ والا چاہیے اندھے پر اگرچہ مالدار ہو حج نہین توشہ اور سواری شرط ہے اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے سعید بن ابی عروبہ سے انھون نے قتادہؓ سے انھون نے انسؓ سے اللہ کے قول مین وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا یعنی حج ہے لوگون پر اللہ کے واسطے جو شخص طاقت سبیل کی رکھتا ہو کہا گیا اے رسول اللہ کیا چیز ہے فرمایا کہ توشہ اور سواری اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے اور نہین نکالا ان دونون نے اسکو اور متابعت کی سعید کی حماد بن سلمہ نے قتادہؓ سے پھر نکالا اُسکو حاکمؒ نے اسطرح پر اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے اور مروی ہے اور طریقون صحیح سے حسن سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مین کہ سبیل زاد اور راحلہ ہے اور بہت لوگون سے یہ حدیث مروی ہوئی ہے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ اور جابرؓ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ وغیرہم سے پھر چاہیے کہ فاضل ہو حاجت اصلی ضروری سے مانند خادم اور اسباب خانگی اور کپڑون وغیرہ کے اسواسطے کہ یہ چیزین ہونا ضرور ہین اور یہ بھی شرط ہے کہ اہل و عیال کے نفقے سے فارغ ہو اسواسطے کہ نفقہ فرض ہے اور حق بندے کا مقدم ہے اللہ کے حق پر نزدیک شرع کے اور جو لوگ مکے سے قریب ہین اُنکو سواری شرط نہین کیونکہ اُنکو مشقت اسقدر نہین کہ سواری بھی ضرور ہو بخلاف اور لوگون کے اور راہ کی بھی امن شرط ہے اسواسطے کہ محافظت جان و مال کی ضرور ہے ف عورت کو بغیر محرم یا خاوند کے حج درست نہین اگر اُس عورت سے مکے تک مدت سفر کی برابر راہ ہووے ف اور اگر اس سے کم ہووے تو شرط نہین اور امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کو بے محرم کے حج جائز ہے جب کہ ایک قافلہ ہووے اور اُسکے ساتھ معتبر عورتین ہون

اور ہمارے نزدیک جائز نہین اور دلیل امام شافعیؒ کی عموم آیت کا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ آخر تک اور قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کرو
مطلق اور ذکر نہ کیا مرد اور عورت کا اور دلیل ہماری یہ ہی کہ فرمایا حضرت نے لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّي اكْتُتِبْتُ
فِي غَزْوَةِ كَذَا وَامْرَأَتِي حَاجَّةٌ قَالَ ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَهَا وَأَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ أَيْضًا عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهِ وَلَفْظُهُ لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا
وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ یعنے نہ حج کرے عورت مگر اُسکے ساتھ محرم ہو سو کہا ایک شخص نے اے نبی اللہ کے مین لکھا گیا ہون فلانے غزوے مین اور عورت
میری حج کرنے والی ہی کہا آپ نے لوٹ جا اور حج کر ساتھ اُسکے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور معنی اُسکے یہی ہین اور مدت سفر کی اسواسطے
شرط ہی کہ دوسری حدیث مین صحیحین کی ہی ابو معبدؓ سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سفر کرے عورت مگر ساتھ
محرم کے اور سفر کے معنی اوپر ہم کتاب الصلوٰۃ مین بیان کر چکے کہ تین دن اور تین رات سے کم نہین ہوتا اور احتیاط اِس مین ہے کہ کسی جا کا ارادہ بغیر
محرم کے نہ کرے اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اسواسطے کہ روایت کی بخاری ومسلم نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سفر کرے عورت دو دن مگر
اُسکے ساتھ اُسکا خاوند ہو یا اور کوئی محرم ہو اور ایک روایت مین ابو ہریرہؓ سے ہی کہ نہین حلال ہے جو ایمان لائی ہے واسطے اللہ کے اور دن قیامت
پر یہ کہ سفر کرے ایک رات بغیر محرم کے اور ایک روایت مین طبرانی کی ہی کہ نہ سفر کرے تین میل بھی بغیر محرم کے ص عمر مین ایک بار فرض ہی جسوقت
قدرت ہوئی الفور فرض ہو ویگا یہ مذہب امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک فی الفور واجب نہین ہوتا تو اگر اُس سال مین حج نہ کیا ہو اور
دوسرے یا تیسرے سال مین ادا کیا سب کے نزدیک ادا ہوگا اور اگر ادا نہین کیا اور مر گیا تو سب کے نزدیک گنہگار رہوگا پس اگر پہلے سال سے
تاخیر کی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گنہگار رہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہین ہوگا اور اگر لڑکے نے احرام باندھا اور بالغ ہوگیا یا غلام نے اور آزاد ہوگیا
اور حج کیا فرض اُنکا ادا نہوگا تو اگر لڑکے نے احرام پھر باندھا اور پھر وقوف کیا فرض اُس سے ادا ہو جاویگا اور غلام کا نہوگا فرض حج کے تین ہین
احرام باندھنا اور عرفات مین ٹھہرنا اور طواف کرنا زیارت کا اور واجب پانچ ہین مزدلفے مین ٹھہرنا اور دوڑنا صفا اور مروہ کے بیچ مین اور کنکریان
پھینکنا اور طواف صدر کا یعنی اخیر کا طواف وقت رخصت کے واسطے آفاقی کے اور مُنڈوانا سر کا اور ان آٹھ کے سوا باقی سنت یا مستحب ہین
ف اور ان سب چیزون کا ذکر تفصیل سے آگے آوے گا ص مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذیحجہ کے ہین اور اُنکے
قبل احرام باندھنا مکروہ ہے ف فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ یعنے حج کے کئی مہینے ہین مقرر اور روایت کی بخاری وغیرہ
نے ابن عمرؓ سے کہ مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذیحجہ کے ہین اور مروی ہی یہ بخاری مین تعلیقاً اور روایت کیا اسکو حاکم نے اور
صحیح کیا اسکو اور ایسا ہی مروی ہی ابن عباسؓ سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ایسا ہی روایت کیا اسکو ابن مسعودؓ سے اور نکالا اسکو ابن
ابی شیبہ نے اور حدیث عبداللہ بن زبیرؓ کی روایت کیا اسکو دارقطنی نے کہ مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہین تو یہ سب عبادلہ سے
مروی ہی عبادلہ کہتے ہین عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو اور بعضون کے نزدیک عبداللہ
بن عمرو بن العاصؓ کو بھی ص عمرہ سُنت ہی اور عمرہ طواف اور سعی یعنی دوڑنے کو درمیان صفا اور مروہ کے کہتے ہین اور وقوف یعنے ٹھہرنا
اُسمین نہین ہی اور سارے برس مین جب چاہے درست ہی اور مکروہ ہے دن عرفے کے اور چار دن مین بعد عرفے کے ف اور سنت ہونا اُسکا
حدیث سے ثابت ہی روایت کی ترمذی نے جابرؓ سے کہ پوچھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے سے کیا واجب ہے وہ فرمایا نہین مگر یہ کہ
عمرہ کرو تو وہ افضل ہی اور اُسکا بیان آگے آویگا ص میقات مدینے کے رہنے والے کا ذوالحلیفہ ہے اور عراق والون کا ذات عرق اور شام والونکا

جحفہ اور نجد والون کا قرن اور یمن والون کا یلملم ف میقات اسکو کہتے ہین جہانسے احرام باندھتے ہین اور ذوالحلیفہ اور ذات عرق اور جحفہ اور قرن اور یلملم یہ سب مقامون کے نام ہین اور یہ تعیین حدیث مین مروی ہی روایت ہی صحیحین مین حضرت ابن عباسؓ سے کہ مقرر کیا میقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اہل مدینہ کے ذوالحلیفہ اور واسطے اہل شام کے جحفہ اور واسطے اہل نجد کے قرن اور واسطے اہل یمن کے یلملم اور اخراج کیا اسکا ترمذی اور ابوداؤد وغیرہما نے اور آخر حدیث کا یہ ہی کہ یہ مقام اُن لوگون کے واسطے ہین جو اُنکے پاس آوے اور اُن لوگون مین سے ہووے جو ارادہ کرے حج اور عمرے کا اور جو اُنکے سوا ہو تو جہان سے چاہے یہان تک کہ اہل مکہ احرام باندھین مکے مین اور نہین ذکر کیا اُسمین میقات اہل عراق کو لیکن ذکر کیا اُسکو جابرؓ نے روایت کیا اُسکو مسلم نے اور شک کیا راوی نے اُسکے رفع مین اور ابن ماجہ نے روایت کیا اُسکو اور اُسمین شک نہین اور اُسی مین ہی کہ مقام اہلال اہل مشرق کا ذات عرق ہی مگر اسناد مین اُسکی ابراہیم بن یزید جوزی ہی اور نہین شک ہی اُسکی حدیث مین اور روایت کی ابی داؤد نے حضرت عائشہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا میقات واسطے اہل عراق کے ذات عرق اور اسناد مین اُسکی افلح بن حمید ہی اور تھے احمد بن حنبلؒ انکار کرتے اسکا اور نکالا عبدالرزاق نے مالک سے اُنھون نے نافع سے اُنھون نے ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر کیا واسطے اہل عراق کے ذات عرق اور صحیح ہوئی یہ حدیث ص ان مقامون سے آگے بڑھنا بغیر احرام کے حرام ہی جسکا قصد مکے مین داخل ہونیکا ہو ف برابر ہی کہ قصد کرے حج اور عمرے کا یا نہ کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تجاوز کرے کوئی میقات سے مگر احرام باندھکر اور یہ عبارت ہدایہ مین ہی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُجَاوِزُ الْوَقْتَ اِلَّا بِاِحْرَامٍ یعنی نہ تجاوز کرے میقات سے مگر ساتھ احرام کے اور ایسا ہی روایت کیا اسکو طبرانی نے اور کہا شافعیؒ نے اپنی مسند مین حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ اَنَّهُ رَاَى ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَرُدُّ مَنْ جَاوَزَ الْمِيْقَاتَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ یعنی پھیر دیتے تھے ابن عباسؓ اُسکو جو آگے جاتا تھا میقات سے بغیر احرام کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اور ذکر کیا اُسکو اور روایت کی اسحٰق بن راہویہ نے مسند مین حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِي سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ فَلَمْ يُحْرِمْ حَتّٰى دَخَلَ مَكَّةَ رَجَعَ اِلَى الْوَقْتِ فَاَحْرَمَ وَاِنْ خَشِيَ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الْوَقْتِ فَاِنَّهُ يُحْرِمُ وَيُهْرِيْقُ لِذٰلِكَ دَمًا یعنے کہا ابن عباسؓ نے کہ جب تجاوز کرے کوئی شخص میقات سے اور نہ احرام باندھے یہانتک کہ داخل ہو جاوے مکے مین تو لوٹے طرف میقات کے اور احرام باندھے اور اگر خوف کرے رجوع کا طرف میقات کے تو وہ احرام باندھے اور اُسکے بدلے مین ایک قربانی کرے ص اور قبل پہونچنے کے ان مکانون مین اگر پہلے سے احرام باندھ لے تو درست ہے ف روایت کی حاکم نے باب التفسیر مین مستدرک سے کہ پوچھے گئے حضرت علیؓ قول اللہ تعالیٰ سے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ یعنی اور تمام کرو حج اور عمرے کو واسطے اللہ کے سو کہا اُنھون نے یہ کہ احرام باندھو تو اپنے گھر سے (یعنے تمام حج و عمرہ یہ ہے ۱۲) اور کہا کہ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ یعنے صحیح ہی اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور مروی ہی یہ حدیث ابوہریرہؓ سے مرفوعًا اور اسمین ضعف ہے اور حدیث ابن مسعودؓ کی ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور نہین پایا مین نے اُس حدیث کو ص اور جو ان مقامون کے رہنے والے ہین اُنکو مکے مین بغیر احرام کے داخل ہونا درست ہے تو اُنکی میقات حل ہے اور جو مکے کا رہنے والا ہے وہ احرام حج کے لیے حرم سے باندھے اور عمرے کے لیے حل سے ف حل سوا حرم کے اور زمین کو کہتے ہین اسواسطے کہ حکم کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو کہ احرام باندھین جوف مکہ سے روایت کی مسلم نے جابرؓ سے کہ حکم کیا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہم حلال تھے یعنی احرام نہین باندھا تھا کہ احرام باندھین ہم جب توجہ کرین طرف منیٰ کے کہا جابرؓ نے کہ اہلال کیا ہمنے ابطح سے اور حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے بھائی کو کہ عمرہ کراوین اُنکو تنعیم سے اور تنعیم حرم مین نہین ہے اور دلیل قوی ہم

کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَمَنْ کَانَ دُوْنَ ذٰلِکَ فَمِنْ حَیْثُ شَاءَ حَتّٰی اَھْلُ مَکَّۃَ مِنْ مَکَّۃَ یعنی جو ان مقامون سے نہ آیا ہو تو وہ جہان سے چاہے احرام باندھے یہانتک کہ اہل مکہ کے سے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص جو شخص ارادہ احرام کا کرے وضو کرے اور غسل کرنا اچھا ہی ف اسواسطے کہ غسل کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لیے روایت کیا اسکو ترمذی نے زید بن ثابتؓ سے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہی غریب ہے اور روایت کی حاکم نے ابن عباسؓ سے کہ غسل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پہنے کپڑے اپنے سو جب آئے ذو الحلیفہ مین پڑھین دو رکعتین پھر سوار ہوے اونٹ پر تو جب چڑھ چکے اُسپر احرام باندھا حج کے لیے اور کہا حاکم نے صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ یُخْرِجَاہُ یعنے یہ حدیث صحیح ہی اور نہین نکالا اسکو بخاری و مسلم نے اور نکالا ابن عمرؓ سے کہ کہا انھون نے مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ یَّغْتَسِلَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّحْرِمَ وَصَحَّحَہٗ عَلٰی شَرْطِھِمَا وَاَخْرَجَہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَالْبَزَّارُ وَقَوْلُ الصَّحَابِیِّ مِنَ السُّنَّۃِ حُکْمُہُ الرَّفْعُ عِنْدَ الْجُمْھُوْرِ یعنی کہا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہ سنت سے ہی یہ بات کہ غسل کرے جب ارادہ احرام کا کرے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے بخاری مسلم کی شرط پر اور نکالا اسکو ابن ابی شیبہ اور بزار نے اور قول صحابی کا مِنَ السُّنَّۃِ بمنزلہ رفع کے ہی ص اور ایک ازار اور چادر پاک پہنے اور خوشبو لگاوے اور ایک دوگانہ نفل پڑھے ف اسواسطے کہ پہنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار اور چادر اور صحابہؓ نے آپ کے نکالا اسکو بخاری نے اور لیکن خوشبو لگانا سو اسواسطے کہ کہا حضرت عائشہؓ نے خوشبو لگائی مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونون ہاتھون سے جسوقت احرام باندھا آپ نے اور لگائی مین نے خوشبو آپ کے جب کھولا احرام آپ نے قبل طواف خانہ کعبہ کے اور اُس خوشبو مین مُشک تھا اور لیکن دو رکعتین نفل پڑھنا سو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے دو رکعتین ذو الحلیفہ مین وقت احرام کے روایت کیا اسکو مسلم نے ابن عمرؓ سے اور ایسا ہی کرتے تھے حضرت عمرؓ بھی روایت کیا اسکو بخاری نے اور روایت کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو داؤد اور حاکم نے بروایت ابن عباسؓ کے ص تو اگر حج مفرد یعنی فقط حج کرتا ہی تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ یعنی اے اللہ مین ارادہ کرتا ہون حج کا پس آسان کر تو اسکو میرے واسطے اور قبول کر اسکو میری طرف سے پھر لبیک کہے بعد نماز کے اور نیت حج کی کرے اور وہ یہ ہے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اور اس سے کم نہ کرے اور اگر زیادہ کرے تو درست ہی ف لیکن لبیک کہنا بعد نماز کے سو حدیث سے ثابت ہے روایت کی ترمذی اور نسائی نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک کہی بعد نماز کے اور کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ثابت کیا اسکو اور اگر سواری پر چڑھ کے لبیک کہے تو بھی درست ہی اور یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے روایت کیا انکو بخاری و مسلم نے اور زیادہ کرنا اس سے جائز ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہین اور دلیل ہماری یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے زیادہ کیا ان کلمات پر اور کہا وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ مروی ہے یہ صحاح مین اور زیادہ کیا ابو داؤد نے ایک روایت مین کہ زیادہ کرتے تھے لوگ ان کلمات پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُنتے تھے اور کچھ نہین کہتے تھے اور زیادہ کیا ابن مسعودؓ نے اسپر مروی ہے یہ مسند اسحق بن راہویہ مین اور امام حسنؓ بھی زیادہ کرتے تھے ان کلمات پر روایت کیا اسکو ابن سعدؒ نے طبقات مین وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور جب لبیک نیت کرکے کہہ لے احرام اُسکا بندھ چکا تو جماع اور فحش کلام موقوف کرے اور ذکر کرنے کو جماع سے عورتون کے سامنے روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے جب یہ شعر پڑھا شعر وَھُنَّ یَمْشِیْنَ بِنَا ھَمِیْسًا، اِنْ تَصْدُقِ الطَّیْرُ نَنِکْ لَمِیْسَا، کہ معنی اردو اسکے یہ ہین کہ اونٹ چلتے ہین ہمارے ساتھ درانحالیکہ اُنکے موزون کے نعل سے آواز آتی ہی + اگر فال سچ ہو تو ہم لمیس کہ ایک عورت ہے اُس سے جو ہمارا جی چاہے گا کرینگے + تو لوگون نے کہا کہ آپ رفث کرتے ہین احرام مین تو فرمایا کہ رفث اسکو کہتے ہین جس مین عورتین مخاطب ہون اور بچے فسوق یعنی گناہ ہون سے اور جدال سے اور وہ یہ کہ اپنے رفیق سے لڑے یا مشرکون سے حج کی تقدیم اور تاخیر مین ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ

نہین ہی رفث اور فسوق اور جدال حج مین ص اور نہ شکار کرے خشکی کا احرام مین اور دریا کا شکار منع نہین اور شکار کے جانور کو کسی کو نہ بتلاوے اور نہ اسکی طرف اشارہ کرے ف اسواسطے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے شکار کیا تھا ایک حمار وحشی کا اور وہ احرام سے نہ تھے تو پوچھا صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے کھانے کو سو فرمایا آپ نے کیا تمنے اسکے شکار مین کچھ مدد کی تھی یا اشارہ کیا تھا کچھ تمنے کہا انھون نے نہین تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کھاؤ جو اسکا گوشت باقی ہی روایت کیا اسکو اصحاب صحاح ستہ نے اور دوسری یہ کہ دلالت کرنیوالا یعنی بتانیوالا کسی چیز کا مثل کرنے والے کے ہے اور یہی حکم نیک کامون کے باب مین بھی ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ یعنی بتلانیوالا بہتری کا مانند اسکے کرنے والے کے ہی اور فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ یعنے نہ شکار کرو جب احرام باندھے ہو تم ص اور پرہیز کرے خوشبو لگانے سے اور ناخن کاٹنے سے ف اور یہ منع حدیث مین وارد ہی ص اور منہ ڈھانپنی سی اور سر ڈھانپنی سی ف اور امام شافعیؒ کی نزدیک جائز ہی واسطے مرد کی چھپانا منہ کا اسواسطی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِحْرَامُ الرَّجُلِ فِیْ رَاْسِہٖ وَاِحْرَامُ الْمَرْاَۃِ فِیْ وَجْھِھَا یعنی احرام مرد کا اسکی سر مین ہی اور احرام عورت کا اسکی منہ مین ہی روایت کیا اسکو دارقطنی اور بیہقی نے موقوفًا ابن عمرؓ پر اور ذکر کیا اسکو مرفوع صاحب ہدایہ نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی باب مین جب وہ مرگیا تھا احرام مین کہ چھپاؤ منہ اسکا اور نہ چھپاؤ سر اسکا روایت کیا اسکو امام شافعیؒ نے اور دلیل ہماری یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے باب مین جب وہ مرگیا تھا احرام مین کہ نہ چھپاؤ منہ اسکا اور نہ چھپاؤ سر اسکا اسواسطے کہ وہ اٹھیگا دن قیامت کی لبیک کہتا ہوا اور دوسری یہ کہ جب عورت نے باوجود اس بات کی کہ اسکی منہ کھولنی مین خوف فتنے کا ہی منہ نہ چھپایا تو مرد کو ضرور منہ کھولنا واجب ہوگا اور دلیل امام شافعیؒ کی وہ بھی ہی جو روایت کی امام مالکؒ نے حضرت عثمانؓ سی کہ وہ چھپاتے تھے منہ اپنا اور وہ محرم ہوتے تھے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے مرفوعًا اور کہا کہ صواب موقوف ہونا اس حدیث کا ہی ص اور سر دھونے اور داڑھی دھونے سے ساتھ خطمی کے ف اسواسطے کہ خطمی خوشبودار چیز ہی اور سر کی کیڑون کو قتل کرتی ہی اور غسل کرنا احرام مین درست ہی اسواسطے کہ حضرت عمرؓ غسل کرتے تھے احرام مین روایت کیا اسکو مالک وغیرہ نے ص اور داڑھی کترنے سے اور سر مونڈنے سے اور بال بدن کی مونڈنے سے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے نے وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَکُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ یعنے اور نہ مونڈو سر اپنا یہانتک کہ پہونچ جاوی قربانی اپنی جگہہ مین اور کترنا بھی مونڈنے کے حکم مین ہی ص اور کرتا پہننا اور سراویل اور قبا اور عمامہ اور ٹوپی اور موزون کے پہننے سے ف اسواسطے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزون کے پہننے سے احرام مین روایت کیا اسکو صحاح ستہ والون نے اور اگر موزہ نہو تو اسکو کاٹ کے ٹخنے سے نیچا کرلے اور اسی طرح اگر تہبند نہو تو اسکے بدلے سراویل پہن لیوی اور بعضون کی نزدیک نہ کاٹے اور پہن لیوی جب نعل نہووی جو لوگ موزی کے کاٹنے کو کہتے ہین دلیل لاتے ہین ساتھ حدیث ابن عمرؓ کے کہ فرمایا آپنے اور نہ پہنے موزہ مگر جب پاوی نعلین تو کاٹ لی ان کو اور نیچا کرلے ٹخنون سی اور جو کہتے ہین نہ کاٹے دلیل لاتے ہین حدیث ابن عباسؓ سی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پاوی تہبند پہنے سراویل اور جو نہ پاوی موزہ پہن لیوی نعلین روایت کیا اسکو بخاریؒ نے مسلمؒ و ابوداؤد وغیرہم نے ص اور اس کپڑے سی جو خوشبودار رنگ مین رنگا ہووی مگر بعد زائل ہوجانے خوشبو کی ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پہنو اس کپڑی کو جسمین زعفران اور ورس ہو احرام مین ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور روایت کیا اسکو بہت محدثین نے مثل طحاوی کی ابن عمرؓ سے ص اور حمام مین جانا اور سایہ لینا گھر کی اور محمل سے یعنی کجاوی سے جائز ہے ف اور کپڑا تان دینا واسطے سایے کے سر کے آگے ہمارے نزدیک جائز ہی اور امام مالکؒ کے نزدیک ...

ہو کوچہ کعبہ ۱۲

۱ مرد کیواسطے دونون باتین نہ چاہئین یعنی نہ منہ ڈھانپے اور نہ منہ ڈھانپے اور عورت پر فقط منہ چھپانا حرام ہی اور سر کا کھولنا جائز نہین ۱۲ منہ رحمہ ۲ مراد اس سی یہ ہی کہ مرد اپنے سر کو نہ چھپاوی اور عورت اپنے منہ کو واللہ اعلم ۱۲ منہ رحمہ

۳ اور ٹخنے سے مراد اس جگہ وہ ہوڑی ہی جو بیچ قدم مین ہی تسمہ باندھنے جوتے کی جیسا کہ روایت کیا اسکو ہشام نے امام محمدؒ سے ۱۲ منہ رحمہ ۴ کجاوہ اسکو کہتے ہین جو اونٹ پر تانا جاتا ہی اور عرب کی سفر مین اسکا بہت رواج ہی ۱۲ منہ

مکروہ ہی اور حضرت عثمانؓ سے یہ منقول ہی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا وکیع ثنا الصلت عن عقبۃ بن صھبان قال رایت عثمانؓ بالابطح وان فسطاطہ مضروب وسیفہ معلق بالشجرۃ یعنی کہا عقبہؓ نے کہ دیکھا مین نے عثمانؓ کو ابطح مین کہ فسطاط انکا تنا ہوا تھا اور تلوار انکی لٹکتی تھی درخت مین اور سایہ کیا صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑے کا بسبب گرمی کے حج مین روایت کیا اسکو مسلم نے حدیث ام الحصین مین اور حضرت عمرؓ ڈال دیتے تھے کھال کو درخت پر اور اوسکے سایے مین بیٹھتے تھے اور آپ احرام سے ہوتے تھے اور حمام مین جانا درست ہی اسواسطے کہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور آپ احرام سے تھے روایت کیا اسکو شافعیؒ نے اور روایت کیا اسکو مالکؒ نے موطا مین اور نقل کیا حضرت ابوایوبؓ نے غسل کرنا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی یہ صحیحین مین واللہ اعلم ص اور ہمیانی کا باندھنا جائز ہی کمر مین ف یہ اسواسطے بیان کیا کہ احرام مین سیا ہوا کپڑا پہننا نہین جائز ہی اور ہمیانی سی ہوئی ہی تو اسکا باندھنا ضرورت کے سبب سے جائز ہے ص اور زیادہ کہے لبیک کو جب نماز پڑھ چکے یا کسی اونچی جگہ پر چڑھے یا نیچی جگہ مین اترے یا سوارون سے ملاقات ہو اور جب صبح کا وقت ہو ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے تھے اور صحابہؓ آپ کے اُن وقتون مین روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا معاویۃ عن الاعمش عن خیثمۃ قال کانوا یستحبون التلبیۃ عند ست دبر الصلوۃ واذا استقبلت بالرجل راحلتہ واذا اصعد شرفا او ھبط وادیا واذا لقی بعضھم بعضا وبالاسحار یعنی تھے صحابہؓ کہ مستحب جانتے لبیک کہنے کو چھ جگہ پر پیچھے نماز کے اور جب سامنے آوے مرد کے سواری اُسکی اور جب چڑھے چڑھائی پر اور جب اُترے اُتار مین اور جب ملاقات کرین بعض بعض سے اور صبح کے وقت اور روایت کی ابن ماجہ نے فوائد مین جابرؓ سے قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی اذا لقی راکبا یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے جب ملاقات کرتے سوارون کی اور ذکر کیا انھون نے سب مقامون کو سوا اسکے کہ جب سامنے آوے سواری جیساکہ روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے ص اور جب داخل ہووے مکے مین پہلی جاوے مسجد حرام مین ف اسواسطے کہ صحیحین مین ہی کہ جب آتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے شروع کرتے تھے مسجد سے تو پڑھتے تھے اسمین دو رکعتین قبل بیٹھنے کے پھر بیٹھتے تھے ساتھ آدمیون کے اور نہین ہی مضائقہ اسمین کہ جاوے مسجد مین رات کو یا دن کو روایت کی نسائی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے مکے مین رات کو اور دن کو داخل ہوئے تھے حج وداع مین رات کو اور دن کو عمرے مین ص اور جب دیکھے خانہ کعبہ کو تکبیر[1] اور تہلیل کہے ف تہلیل کے معنی لا الہ الا اللہ کہنا اور روایت ہی عطا سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جاتے تھے خانہ کعبہ کے پاس کہتے تھے اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر وعذاب القبر اور اٹھاتے تھے دونون ہاتھ اور اُس مقام پر اللہ تعالی اسے جنت مین داخل ہونا بغیر حساب و کتاب کے مانگے کیونکہ دعا قبول ہوتی ہی وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے ص پھر سامنے جاوے حجر اسود کے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور اٹھاوے دونون ہاتھ مانند نماز کے اور چوم لیوے اُسکو منہ لگا کے اگر قدرت رکھے اُسپر بدون ایذا کسی مسلمان کے اور اگر چومنا نہو سکے تو پہلے اُسکو ہاتھ سے چھو کے پھر ہاتھ چوم لیوے[2] اور اگر یہ بھی بوجہ ہجوم کے نہو سکے تو سامنے اُسکے (یعنی حجر اسود کو ۱۲) جاوے اور تکبیر اور تہلیل کہے اور تعریف کرے اللہ تعالی کی اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ف لیکن سامنے جانا حجر اسود کے اور تکبیر کہنا اور تہلیل کہنا حدیث سے ثابت ہی روایت کی امام احمدؒ نے مسند مین سعید بن مسیب سے انھون نے حضرت عمرؓ سے کہ کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اُنکے تو ایک مرد قوی ہی سو نہ مزاحمت کر لوگون کی نزدیک حجر اسود کے تو ایذا ہوگی ضعیف کو اگر تو خالی پاوے تو چوم لے اُسکو ورنہ سامنے جا اُسکے اور تکبیر اور تہلیل کر اور نہ ہاتھ اُٹھانا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہاتھ اُٹھائے جاوین مگر سات جگہ مین اور ذکر کیا اُن مین سے وقت چومنے حجر اسود کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور نہین ہی یہ قول اس حدیث مین جیساکہ کتاب الصلوۃ مین یہ حدیث گذر چکی اور چومنا سو اسطرح چاہیے کہ اُسپر دونون ہاتھ رکھے اور منہ لگا کے

[1] اور تکبیر کے معنے اللہ اکبر کہنا ۱۲ [2] اور جو یہ بھی نہو سکے تو کسی چیز لکڑی وغیرہ سے چھو کے اُسکو چوم لیوے ۱۲

چوم لیوے اسواسطے کہ صحیحین مین ہی کہ حضرت عمرؓ آئے حجر اسود پاس اور چوما اُسکو اور کہا قسم اللہ کی مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہی نہ تو ضرر کرسکتا ہی نہ نفع پہنچا سکتا ہے
اور اگر مین نہ دیکھتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ چومتے تھے تجھکو نہ چومتا مین تجھکو اور مروی ہی حضرت ابن عباسؓ سے کہ وہ چومتے تھے حجر اسود کو اور سجدہ کرتے
تھے اُسپر یعنی سر اپنا واسطے چومنے کے اُسپر رکھ دیتے تھے اور کہا انھون نے کہ دیکھا مین نے عمرؓ کو کہ چومتے تھے اُسکو اور سجدہ کرتے تھے اُسپر اور پھر کہا کہ دیکھا
مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ کیا تھا ایسا ہی سو کرتا ہون مین اسکو روایت کیا اسکو ابن المنذر اور حاکم نے اور صحیح کہا اُسکو اور روایت کی حاکم نے
ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے حجر اسود پر بعد بوسہ لینے کے اور ایسا ہی کرتے تھے ابن عباسؓ اور کہا کہ دیکھا مین نے عمرؓ کو کہ بوسہ
دیا اُسکو پھر سجدہ کیا اُسپر اور کہا کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ایسا ہی سو کرتا ہون اُسکو روایت کیا اسکو ابن المنذر اور حاکم نے اور صحیح کیا
اسکو اور جب ہجوم ہو تو چومنے سے باز رہے تا کہ کسی کو اذیت نہووے اسواسطے کہ چومنا سنت ہی اور مسلمان کو ایذا دینے سے باز رہنا واجب ہی فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی مسلمان وہ شخص ہی کہ بچین مسلمان اُسکی زبان اور ہاتھ سے یعنی کہ اُسکو زبان سے کچھ برا نکہے
اور نہ ہاتھ سے کچھ اذیت دیوے ص اور طواف کرے خانہ کعبہ کا طواف قدوم اور سنت ہے یہ طواف واسطے آفاقی کے[1] پھر اضطباع کیے ہوئے اپنی داہنی طرف
(جو خارج میقات سے آیا ہو ۱۲)
کو چلے اور طواف کو حجر اسود سے شروع کرے اور طواف مین حطیم کو بھی شامل کر لیوے اور اضطباع اسکو کہتے ہین کہ چادر کو اپنی بغل کے نیچے کرکے دونون کنارے
اُسکے بائین کندھے پر ڈالے اور سات پھیرے اسطرح کرے ف حطیم ایک مقام کعبے کا ہی کہ اُسمین میزاب ہی قریش نے جب کعبہ بنایا اور پھر اتنا مال حلال نہ پایا
کہ اتنی جگہ کو بھی کعبے مین داخل کرین تو اُسکو باہر رکھا تھا اور اسی واسطے اسکو حطیم کہتے ہین یعنی ٹوٹا ہوا اور ایسا ہی طواف کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلی بن امیہ سے کہ طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضطباع کرکے ساتھ ایک چادر سبز کے اور مروی
ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نذر کی تھی انھون نے کہ اگر فتح ہوگا مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پڑھین گی اُسمین دو رکعتین سو جب فتح ہوا
مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور کردیا اُنکو حطیم مین اور فرمایا کہ پڑھ اس جگہ اسواسطے کہ حطیم خانہ کعبہ سے ہے اور تیری قوم نے جب نہ ملا
اُنکو خرچ تو خارج کیا اسکو خانہ کعبہ سے تو اگر نہ قریب ہوتا زمانہ جاہلیت کا البتہ مین توڑتا کعبے کی بنا کو اور بناتا مین اُسکو جیسا حضرت ابراہیم نے اسکو بنایا تھا
اور داخل کرتا مین حطیم کو کعبے مین اور چوکھٹ کو زمین سے ملا دیتا اور کرتا مین اُسکے دو دروازے ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی اور اگر مین جیتا بچا
اگلے سال تک تو کرونگا ایسا ہی روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی وغیرہم نے تو نہ جیتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک اور نہ فرصت
ہوئی خلفاء راشدینؓ کو اس امر کی یہانتک کہ زمانہ ہوا حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا اور سنی تھی انھون نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے تو کیا انھون نے ایسا ہی اور
ظاہر کیے قواعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اور بنا کیا اسکو جیسا بنا کیا تھا اُنھون نے بہت لوگون کے سامنے اور داخل کیا حطیم کو خانہ کعبہ مین تو جب قتل کیا
حجاج ظالم نے اُنکو بُرا جانا اُسنے کعبے کو رکھنا اس طور پر کہ بنایا تھا اُسکو عبد اللہ بن زبیرؓ نے اور کردیا اسکو جیسا تھا جاہلیت مین تو جب حطیم
خانہ کعبہ سے ٹھہرا[2] تو اس صورت مین طواف حطیم کو اندر کرکے کیا جاویگا یہانتک کہ اگر خالی جگہ مین داخل ہو کر طواف مین حطیم کو چھوڑ دیا نہین جائز
ہوگا لیکن اگر کوئی مصلے منہ کرکے حطیم کی طرف نماز پڑھیگا جائز نہوگی اسواسطے کہ منہ کرنا طرف کعبے کے قرآن شریف سے ثابت ہی تو نہین ادا ہوگی نماز
ساتھ خبر واحد کے اور طواف مین احتیاط کیواسطے داخل کیا اسکو یہ مضمون شرح وقایہ کا ہی ص اور پہلے تین پھیرون مین رمل کرے اور ایک
پھیر اتمام ہوتا ہی حجر اسود سے حجر اسود تک اور رمل اُسکو کہتے ہین کہ دونون کندھون کو ہلاتے ہوئے اکڑتے ہوئے جلدی جلدی چلنا
جیسے سپاہی معرکے مین کرتے ہین اور سبب اسکا شجاعت دکھلانا تھا مشرکین کو کیونکہ کہا تھا انھون نے واسطے صحابہؓ کے ضعیف کیا اُنکو

[1] جو کہ نہ مفرد حج کرتا ہو یا قارن ہو اور عمرہ کرنیوالے اور متمتع اور آفاقی پر یہ طواف سنت نہین ۱۲ منہ رحمہ [2] اور حطیم کا خانہ کعبہ سے ہونا بخبر واحد ثابت ہی ۱۲ عبدہ

یثرب یعنی مدینے کی گرمی ذ پھر باقی رہا یہ حکم اپنے حال پر بعد زائل ہونے سبب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اور بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ف
روایت کیا بخاری و مسلم نے اس حدیث کو ابن عباس رض سے اور آئی ہین اس باب مین بہت حدیثین ص اور جب حجر اسود پر گذرے بوسہ دے اسیطرح
ہر پھیری مین اور بوسہ دیوے رکن یمانی کو اور وہ مستحب ہے پھر ختم کرے طواف کو ساتھ بوسہ لینے حجر اسود کے پھر پڑھے دو رکعت اور دو رکعتین پڑھنا واجب ہین
ہر طواف مین سات پھیرونکے بعد مقام ابراہیم مین یا جس جگہ میسر ہو جاوے مسجد مین سے ف کیونکہ حدیث جابر رض مین ہے کہ جب آئے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مقام ابراہیم پر فرمایا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى یعنی لو مقام ابراہیم کا مصلی تو اس سے وجوب اس نماز کا ثابت ہوا اور وہ جو صاحب
ہدایہ نے دلیل وجوب کی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وَلْيُصَلِّ الطَّائِفُ لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ یعنی طواف کرنیوالا پڑھے بعد ہر سات پھیرونکے دو رکعتین بیان
کیا ہے نہین پایا گیا ہان فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے صحیحین مین ہے حدیث ابن عمر رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے تھے حج
اور عمرہ مین تو آپ جلدی چلتے تھے پہلے تین پھیرون مین اور آہستہ چلتے تھے پچھلے چار پھیرون مین پھر پڑھتے تھے دو رکعتین اور روایت کی عبد الرزاق نے
مرسلاً ابن جریج سے انہون نے عطار رض سے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد طواف کے
دو رکعتین ص پھر لوٹ آوے اور چومے حجر اسود کو ف حدیث جابر رض مین ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے دو رکعتین لوٹ آئے طرف حجر اسود کے
ص اور نکلے اور چڑھے صفا پہاڑ پر اور منہ کرے طرف خانہ کعبہ کی اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اٹھاوے دونون ہاتھ
اور دعا مانگے جو جی چاہے ف اسواسطے کہ حدیث جابر مین ہے سو چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم صفا پر یہانتک کہ دیکھا خانہ کعبہ کو سو توحید بیان
کی اللہ تعالی کی اور منہ کیا قبلے کی طرف اور تکبیر کہی اور فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ پھر دعا کی درمیان اسکے اور کہا مانند اسکے تین بار اور ماثور یہ ہے کہ کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا
نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ اور اٹھاوے دونون ہاتھ واسطے دعا کے اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر
دعا مانگے اور جب وہان سے اترے کہے اَللّٰهُمَّ اسْتَعْمِلْنِيْ بِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَتَوَفَّنِيْ عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَعِذْنِيْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
ص پھر چلے طرف مروہ پہاڑ کے دوڑتا ہوا اور درمیان دو میلون سبز کے اور چڑھ جاوے اسپر اور کرے جیسا کیا تھا صفا پر اسی طرح کرے سات بار شروع
کرے صفا سے اور ختم کرے مروہ پر ف یہ دو میل نشان ہین بطن وادی مین درمیان صفا اور مروہ کی تو جب پہونچے بطن وادی مین درمیان
ان دونون میلون کے کہے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ یہ مروی ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے اور
کہے مروہ پر مثل صفا کے اور صفا کی طرف جس دروازے سے چاہے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تھے دروازہ بنی مخزوم سے روایت
کی طبرانی نے ابن عمر سے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ اِلَى الصَّفَا مِنْ بَابِ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ وَاَسْنَدَ اَيْضًا عَنْ جَابِرٍ
اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْ قَالَ ثُمَّ مِنْ بَابِ الصَّفَا وَرَوٰى ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ
اِلَى الصَّفَا مِنْ بَابِ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ یعنی نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازۂ بنی مخزوم سے اور کہا جابر رض نے باب صفا سے اور ابن ابی شیبہ
کی روایت مین ہے کہ نکلے صفا کو دروازۂ بنی مخزوم سے اور سات بار صفا سے مروہ کو جانا حدیث سے ثابت ہے صحیحین مین ہے ابن عمر رض
سے کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے مین سو طواف کیا خانہ کعبہ کا سات بار اور پڑھین پیچھے مقام ابراہیم کے دو رکعتین اور طواف کیا
درمیان صفا اور مروہ کے سات بار اور دوڑنا درمیان صفا اور مروہ کے ہمارے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے دلیل

ف اور بوسہ رکن یمانی کا اسطرح ہے کہ اسکو ہاتھ سے مس کرے اور منہ سے نہ چومے جیسا کہ زاد السبیل مین مذکور ہے ۱۲ عبدہ ف اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے اور یہ بہت طویل حدیث ہے حج کے باب مین اکثر مقام وغیرہ حوالہ اس حدیث کا کیا ہے

آگی یہ ہو کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ السَّعْیَ یعنے دوڑو اسواسطے کہ فرض کیا اللہ نے تمپر دوڑنا یعنی درمیان
صفا اور مروہ کے اور دلیل ہماری یہ ہو کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا یعنی نہین گناہ ہو اُسپر کہ طواف کرے درمیان
ان دونون کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور ذکر کیا اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور پوری حدیث یون ہو عَنْ
صَفِیَّةَ بِنْتِ شَیْبَةَ عَنْ حَبِیْبَةَ بِنْتِ اَبِیْ تُجْرَاةَ اِحْدٰی نِسَاءِ بَنِیْ عَبْدِ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَطُوْفُ وَالنَّاسُ
بَیْنَ یَدَیْهِ وَهُوَ وَرَاءَهُمْ وَهُوَ یَسْعٰی حَتّٰی اَرٰی رُکْبَتَیْهِ مِنْ شِدَّةِ مَا یَسْعٰی وَهُوَ یَقُوْلُ اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ السَّعْیَ اور
روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور طریقے سے کہا صاحب تنقیح نے اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ یعنے اسناد اُسکی صحیح ہو اور صفا سے اسواسطے شروع کرتے
ہین کہ اللہ تعالی نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ یعنی صفا اور مروہ اللہ کی نشانیون مین سے ہو اور فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اِبْدَءُوْا بِمَا بَدَءَ اللّٰہُ بِهٖ یعنی شروع کرو اُس سے جس سے شروع کیا اللہ تعالی نے اور شروع کیا اللہ تعالی نے صفا سے اپنے
کلام مین روایت کیا اس حدیث کو اس لفظ سے نسائی اور دارقطنی نے اور اخراج کیا اسکا مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور مالک وغیرہم
نے ف اور ایک پھیرا صفا سے مروہ تک کا ہوتا ہو پھر مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا تو شروع کرے دوڑنے کو صفا سے اور ختم کرے اسکو ساتوین بار مین مروہ
پر اور روایت طحاوی مین ہو کہ سعی صفا سے مروہ تک اور پھر مروہ سے صفا تک ایک پھیرا ہو حاصل یہ ہو کہ صفا سے جانا اور پھر صفا پر آنا یہ ایک
پھیرا ہو تو اس حساب سے چودہ پھیرے ہونگے اور ختم صفا پر ہوگا اور صحیح اول مذہب ہو پھر مقیم رہے مکے مین اور احرام باندھے رہے اور طواف کرے خانہ
کعبہ کا نفل جتنا چاہے ف اسواسطے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور نماز نفل کا کوئی وقت و مقدار معین نہین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلٰوةٌ یعنی طواف خانہ کعبہ کا مثل نماز کے ہے اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ اَحَلَّ فِیْهِ الْمَنْطِقَ فَمَنْ نَطَقَ فَلَا یَنْطِقُ اِلَّا بِخَیْرٍ یعنی مگر حلال
کیا اللہ تعالی نے اسمین کلام کو سو جو کوئی کلام کرے تو نہ کرے مگر بہتر اور یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونون طرح مروی ہو لیکن
مرفوع سو روایت سفیان سے انھون نے عطا بن سائب سے انھون نے طاؤس سے انھون نے ابن عباس سے روایت کیا
اسکو حاکم اور ابن حبان نے اور نکالا اسکو بیہقی نے روایت موسی بن اعین سے انھون نے لیث بن ابی سلیم سے انھون نے عطار سے انھون نے
طاؤس سے مرفوعا ساتھ اُسی لفظ کے اور روایت کیا انھون نے اسکو اور طریقے سے اور روایت کیا اُسکو ثقات نے موقوفا لیکن عطار بن السائب
ثقہ ہو اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہو اور حفظ اُسکا اخیر مین متغیر ہو گیا تھا اور جس نے اُس سے قبل تغیر کے سنا تو روایت اُسکی صحیح ہو اور سفیان نے
اُس سے قبل تغیر کے سنا ہو اور روایت کیا اسکو طبرانی نے طاؤس سے انھون نے ابن عمر رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلطَّوَافُ
بِالْبَیْتِ صَلٰوةٌ فَاَقِلُّوْا فِیْهِ الْکَلَامَ یعنی طواف خانہ کعبہ کا نماز ہو سو کم کرو اسمین کلام ف اور خطبہ پڑھے امام مکے مین ساتوین تاریخ اور سکھائے
اسمین طریقے حج کے مثلا نکلنا طرف منی کے اور نماز اور کھڑا ہونا عرفات مین اور افاضہ یعنی لوٹنا اُس جگہ سے ان سب کے طریقے بتلا دے
اور دوسرا خطبہ نوین تاریخ عرفات مین اور تیسرا خطبہ گیارھوین تاریخ منی مین تو ہر خطبے مین ایک دن کا فاصلہ چاہیے ف ایسا ہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور اسی طرح پڑھا حضرت ابوبکر نے اور امام زفر کے نزدیک تین دن برابر خطبہ پڑھے آٹھوین تاریخ سے دسوین
تک ف پھر نکلے صبح کے وقت دن ترویہ کی یعنی آٹھوین تاریخ ذیحجہ کے منی کی طرف اور ترویہ کے معنی سیراب کرنے کے ہین اور عرب کے لوگ
آج کے دن مین اونٹون کو سیراب کرتے ہین اور ٹھہرے وہان روز عرفے کی فجر تک پھر وہان سے عرفات کو جاوے ف ایسا ہی کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جابر رض مین ہو کہ جب ہوا دن ترویے کا توجہ کی انھون نے طرف منی کے اور اہلال کیا ساتھ حج کے سو سوار ہوئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پڑھین اُنکی ساتھ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور فجر پھر ٹھہرے تھوڑی دیر یہان تک کہ طلوع ہوا آفتاب اور اس
حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ نماز فجر کی دن ترویہ کے منی مین پڑھے اور جب عرفات کو جاوے کہے اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ
وَوَجْھَکَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّحَجِّیْ مَبْرُوْرًا وَّارْحَمْنِیْ وَلَا تُخَیِّبْنِیْ وَاقْضِ لِیْ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور
لبیک کہے اور تکبیر کہے اور تہلیل کرے اور مروی ہی یہ ابن مسعود رضؓ سے روایت کیا اسکو ابو ذرؓ نے ص اور عرفات مین جہان چاہے ٹھہرے مگر
بطن عرنہ مین کہ ایک مقام ہی اُس جگہ نہ ٹھہرے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرفہ سب ٹھہرنے کی جگہ ہی اور نہ ٹھہرو بطن عرنہ
مین اور مزدلفہ سب وقوف کی جگہ ہی اور نہ ٹھہرو بطن محسر مین روایت کیا اسکو طبرانی اور حاکم نے ابن عباس رضؓ سے اور کہا کہ صحیح ہی اور برشرط مسلم کے
اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل مین ابن عمر رضؓ سے اور ابو ہریرہ رضؓ سے مانند حدیث ابن عباس رضؓ کے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور اسناد
اسکی ضعیف ہی ص اور جب زوال ہو آفتاب کا خطبہ پڑھے امام دو خطبے مانند جمعے کے اور سکھاوے اُس مین طریقہ حج کے مثلاً کھڑا ہونا عرفے
مین اور مزدلفہ مین اور رمی جمار اور نحر اور حلق اور طواف زیارت ف اور یہ مروی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخراج کیا اس کا
ابو داؤد اور امام احمد وغیرہ نے ص اور پڑھے اُنکے ساتھ ظہر اور عصر کو وقت ظہر مین ساتھ ایک اذان اور دو اقامتون کے ف اور جمع کرنا
اس مقام مین صحیح حدیثون سے ثابت ہی ذکر کیا ہینے اُنکو کتاب الصلوۃ مین ص اور شرط ہی اُسکے واسطے یہ کہ امام ہو اور احرام سے ہو دونون
نمازون مین تو نہین جائز ہوگی عصر اُسکی ساتھ امام کے جسنے نہین پڑھی ظہر ساتھ جماعت کے اور جس نے احرام نہین باندھا اور جس شخص نے
یعنے جمع کرنا نماز ظہر اور عصر کا ۱۲
ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی اور پھر احرام باندھا تو نہین جائز ہے عصر اوسکو پڑھنا ساتھ امام کے مگر وقت عصر مین ف اور ظہر جائز ہے کیونکہ ظہر
اپنے وقت مین ہی اور عصر نہین جائز ہے وقت ظہر مین مگر ساتھ شرط جماعت کے ظہر اور عصر مین اور احرام کے دونون نمازون کے وقت مین
ص پھر جاوے طرف موقف کے اور غسل کرنا اُسوقت سنت ہی ف تو اگر فقط وضو کیا جائز ہی اور دلیل سنت ہونے غسل عرفہ کی کتاب الصلوۃ
مین گذری ص اور کھڑا ہو امام اونٹ پر قریب جبل رحمت کے منہ قبلے کی طرف کرکے اور دعا مانگے خوب کوشش اور عجز و زاری سے اور سکھاوے
طریقہ حج کے اور کھڑے ہوون لوگ پیچھے امام کے نزدیک اوسکے اور منہ سب کا قبلے کی طرف ہو وے اور امام کے کلام کو سنین ف لیکن کھڑا ہونا امام کا
سواری پر سو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے تھے اونٹ پر روایت کی یہ جابر رضؓ نے اور منہ کرنا قبلے کی طرف سو اسواسطے کہ ذکر کیا صاحب ہدایہ نے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیْرُ الْمَوَاقِفِ مَا اسْتُقْبِلَ بِہِ الْقِبْلَۃُ یعنے بہتر موقف وہ ہین کہ منہ ہووے اُنمین طرف قبلے کے
اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین پائی گئی لیکن روایت کی حافظ ابو نعیم نے تاریخ اصبہان مین محمد بن صلت سے انھون نے ابن شہاب سے انھون نے نافع
انھون نے ابن عمر رضؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیْرُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِہِ الْقِبْلَۃُ یعنے بہتر مجلسین وہ ہین کہ منہ ہو اُنمین طرف قبلے
کی اور روایت کیا حاکم نے اُس مین ایک حدیث طویل کو اور اول اُسکا یہ ہی اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ شَرَفًا وَّاِنَّ شَرَفَ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِہِ الْقِبْلَۃُ اور ضعیف
کی گئی یہ ساتھ ہشام بن ابی زیاد کے اور مرفوع ہی ابن عمر رضؓ سے اَکْرَمُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِہِ الْقِبْلَۃُ اور اسناد مین اسکی حمزہ نصیبی ہی متہم ہی طرف
وضع کے اور لیکن دعا کرنا سو اسواسطے کہ روایت کی بزار نے ابن عباس رضؓ سے انھون نے فضل سے کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
کھڑے ہوے عرفہ مین دعا کرتے تھے دونون ہاتھ پھیلا کے جیسے کوئی کھانا طلب کرتا ہی اور اسناد مین اُسکی حسین بن عبد اللہ ہی ضعیف کیا
اسکو نسائی نے اور ابن معین نے لیکن کہا ابن عدی نے کہ لکھی جاویگی حدیث اُسکی کیونکہ نہین دیکھی مین نے اُسکی کوئی حدیث منکر کہ تجاوز کرے حد کو
علاوہ اُسکے روایت کی بیہقی نے ابن عباس رضؓ سے کہ دیکھا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرتے عرفہ مین ہاتھ اپنے سینے تک مثل کھانا مانگنے مسکین کے

یعنی دعا مانگتے تھے عرفے میں اور دونوں ہاتھ آپکے سینے تک تھے جیسے کھانا مانگنے والا مسکین اور کوشش کرو دعا میں اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہی کہ دعا مانگی آپنے کوشش سے اس موقف میں پس اجابت کیواسطے سو قبول ہوئی دعا انکی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے آخر حدیث تک اور لبیک اس مقام پر دمبدم کہے اور امام مالک کے نزدیک اس مقام میں لبیک موقوف کرو اور دلیل ہماری یہ ہی جو مروی ہی صحاح ستہ میں فضل بن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہا کرتے تھے یہانتک کہ رمی کرتے جمرہ عقبہ کی اور زیادہ کیا ابن ماجہ نے کہ جب رمی کر چکتے تھے جمرہ عقبہ کی موقوف کرتے تھے لبیک کو اور جمرہ عقبہ کا بیان آگے آوے گا اصل اور جب غروب ہو جاوے آفتاب ان عرفے کے آوے مزدلفہ میں اور جہاں چاہے وقوف کرے بگڑ وادی محسر میں سے اور ٹھہرے اور دلیل اسکی اوپر گذری ہی اصل اور اترے نزدیک جبل قزح کے اور پڑھے مغرب اور عشا کو ساتھ اذان اور اقامت کے وقت میں عشا کی مغرب کو نہ پڑھے اور اس مقام میں پہنچ کر سے ف اور ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کی ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی سے کہ وقوف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک کہ ڈوب گیا آفتاب اور جب ڈوب چکا چلے وہاں سے یہانتک کہ آئے مزدلفہ میں اور پڑھیں لوگوں کی ساتھ دونوں نمازیں مغرب اور عشا کی اور جب صبح ہوئی آئے قزح پہاڑ پر اور وقوف کیا اسپر صحیح کیا اسکو ترمذی نے اور بعد آفتاب کے ڈوبنے کے وہاں سے چلنا اسمین مخالفت مشرکین کی ہی جیسا روایت کیا اسکو حاکم نے مسور بن مخرمہ سے کہ کہا انہوں نے خطبہ پڑھا ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں اور حمد کی اللہ تعالی کی اور ثنا کی اسپر پھر فرمایا اما بعد فان اهل الشرك والاوثان كانوا يدفعون من هذا الموضع اذا كانت الشمس على رؤس الجبال كانها عمائم الرجال على رؤسها وانا ندفع بعد ان تغيب الشمس الحديث یعنی مشرک اس مقام سے قبل غروب آفتاب کے چلے جاتے ہیں اور ہم بعد آفتاب کے ڈوبنے کے چلتے ہیں اور اگر خوف ہو ازدحام کا تو ٹھہر جاوے جہاں ہیں کچھ حرج نہیں اور جب ہجوم موقوف ہو جاوے تو وہاں سے روانہ ہو روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ حضرت عائشہ منگاتی تھیں پانی اور افطار کرتی تھیں پھر روانہ ہو جاتی تھیں اصل اور جسنے مغرب کی نماز رستے میں پڑھ لی یا عرفات میں پڑھ لی اعادہ کرے جبتک فجر نہ طلوع ہو کیونکہ اگر نماز پڑھی مغرب کی قبل وقت عشا کے نہیں جائز ہی نزدیک امام ابو حنیفہ اور محمد کے تو واجب ہوا اعادہ اسکا جبتک فجر طلوع نہ ہو اور بعد طلوع فجر کے اعادہ نکرے اور ثابت ہوا کہ حکم عدم جواز کا واسطے فضیلت جمع کے تھا نمازوں کو اور بعد طلوع فجر کے ممکن نہیں جمع فوت ہو گیا وقت جمع ساقط ہوئی قضا نماز کی کہ قضا اگر واسطے اور کے قضا [illegible] تو وہ [illegible] نہیں نقل نہیں اور اگر واسطے قضا نفس نماز کے ہوتی تو اسکو اپنے وقت پر ادا کیا ہی پھر کیونکر [illegible] قضا اسکی اور پڑھے صبح کی نماز تاریکی میں ف [illegible] روایت کی ابن مسعود نے کہ پڑھی اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کی قبل وقت معمول کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے صحیحین میں پھر وقوف کرے اور دعا مانگے ف اسواسطے کہ حدیث جابر میں ہی کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معلوم ہوا [illegible] صبح کا ساتھ اذان اور اقامت کے پھر سوار ہو کر قصوا پر یہانتک کہ آئے مشعر حرام میں اور منہ کیا طرف قبلہ کے اور دعا مانگی اور تکبیر اور تہلیل کہی اور حمد بیان کی اللہ تعالی کی اور آپ وقوف کرتے رہے یہانتک کہ خوب روشنی ہو گئی سو وقوف کیا آنحضرت نے [illegible] اور یہ وقوف ہمارے نزدیک واجب ہی اور رکن حج کا نہیں ہی اور امام شافعی کے نزدیک رکن ہی کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے فاذكروا الله عند المشعر الحرام ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور یہ وہم ہی کیونکہ امام شافعی کی کتابوں میں اس وقوف کو سنت لکھا ہی اور دلیل ہماری ابن ہمام نے فتح القدیر میں بیان کی ہی اور ایک دلیل یہ ہی جو روایت کی اصحاب سنن نے ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بھیجا اپنے گھر کے ضعیفوں کو پاس تاریکی میں یعنی رات باقی ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ نہ رمی کریں جمرہ کی یہانتک کہ طلوع ہو آفتاب تو اگر رکن ہوتا نہ حکم کرتے آپ ان کو ترک کا اور

سلہ یعنی جواز موقوف ہوتا ہی [illegible] اگر قبل طلوع فجر اعادہ کیا تو پہلی نماز جائز نہ ہوئی اور جو طلوع فجر تک اعادہ نہ کیا تو بعد طلوع فجر وہی نماز سابق جائز ہو جاتی ہی [illegible] شبہہ کہ عدم جواز سابق سقوط قضا کی [illegible]

سلہ یعنی اول وقت میں ابتدا طلوع صبح صادق کے [illegible] قصوا بفتح قاف والف ممدودہ نام ناقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بضم قاف والف مقصورہ [illegible] واللہ اعلم ۱۲ منہ [illegible]

وجوب کی دلیل یہ ہی کہ روایت کی ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے عروۃ بن مضرس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حاضر ہو ہماری اس نماز مین اور وقوف کیے ہمارے ساتھ یہانتک کہ لوٹے اور وقوف کرچکا تھا وہ عرفے مین رات یا دن کو سو تمام ہوا حج اسکا کہا حاکم نے صحیح علی شرط کافۃ المحدثین یعنی صحیح ہی اوپر شرط اکثر محدثین کے اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص اور جب خوب فجر روشن ہوجاوے آوے منی مین اور رمی کرے جمرۂ عقبہ کی بطن وادی سے سات بار انگلیون سے اور تکبیر کہے ساتھ ہر کنکری کے ف یعنی سات کنکریان چھوٹی چھوٹی سے کے پھینکے اور منی ایک بستی ہے اطراف مکہ مین اور چھوٹی کنکریان اسواسطے پھینکے کہ ذلت ہو شیطان کی اور تا کہ لوگون کو اذیت نہو اور جس مقام سے چاہے کنکریان اٹھالے مگر نزدیک جمرہ کی کیونکہ اسکے نزدیک جو کنکریان ہین مردود ہین اور یہ حدیث مین وارد ہوا اور جمرہ کی معنی چھوٹا سنگریزہ اور عقبہ تنگ گھاٹی کو جو پہاڑون مین ہوتی ہی کہتے ہین اور کہا حضرت سعید بن جبیر نے کیا حال ہو سنگریزونکا کہ پھینکتے ہین لوگ اسکو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اور وہ معدوم نہین ہوتے اور ابتک تو چاہیے تھا کہ ایک پہاڑ کنکریون کا ہوجاتا سو کہا حضرت ابن عباسؓ نے کہ نہین جانتا تو نے جسکا حج قبول ہوجاتا ہی تو اسکی کنکریان اٹھتی جاتی ہین اور جسکا قبول نہین ہوتا اسی جگہ پڑی رہتی ہین کہا مجاہد نے کہ جب سنا مین نے یہ اُنسے تو مین نے اپنی کنکریون پر نشانی مقرر کردی پھر آیا مین پاس جمرہ کے اور ڈھونڈھا مین نے اُنکو سو نہ پایا مین نے اور جائز ہی رمی جو قسم سے زمین کے ہو وے مثلاً کنکر پتھر مٹی وغیرہ نہ لعل و یاقوت اور چاندی اور سونا اور پیسا اور چھوٹی کنکریان انگوٹھے اور کلمے کی انگلی سے پھینکنا چاہیے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیکم بحصی الخذف یعنی لازم ہی تمپر پھینکنا کنکریونکا انگلیون سے اور مروی ہی یہ صحاح مین روایت کیا اسکو مسلم وغیرہ نے اور آسان یہ ہی کہ کنکری کو انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے کنارے سے پکڑے اور اسکو پھینکے اور اگر بڑی کنکریان پھینکے درست ہی سوا اسکے کہ بڑے بڑے پتھر نہ پھینکے تا کہ لوگون کو اذیت ہو اور اگر رمی کی عقبہ کی اوپر سے درست ہی لیکن مستحب یہ ہی کہ بطن وادی سے کرے کیونکہ روایت کی ابوداؤد وغیرہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمی کرتے تھے جمرہ کی بطن وادی سے اور آپ سوار تھے تکبیر کہتے تھے ساتھ ہر کنکری کے آخر حدیث تک یہانتک کہ ازدحام ہوا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جھگڑا کرین بعض تم مین سے بعض سے اور جب پھینکو تم تو پھینکو مثل کنکری خذف کی یعنی چھوٹی کنکریان انگلیون سے اور مروی ہی یہ بہت احادیث مین اور اگر بدلے تکبیر کے سبحان اللہ کہا تو جائز ہی اور لبیک کہنا موقوف کرے جب پہلی کنکری پھینکے ایسا ہی کرتے تھے سردار ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر کنکری کو ڈال دیوے کافی ہوجاویگا لیکن مخالفت ہوگی سنت کی اور اسقدر پھینکا کہ کنکری پانچ گز تک جاوے ایسی ہی روایت کی حسن نے امام ابوحنیفہ سے اور اگر کنکری کو پھینکا اور وہ گر پڑی قریب جمرہ کے کافی ہی اور اگر وہان سے دور جا پڑی نہین جائز ہی ص اور موقوف کرے لبیک کو جب اول کنکری رمی کرے ف اور دلیل اسکی اوپر گذر چکی ص پھر ذبح کرے اگر چاہے پھر قصر کرے اور حلق افضل ہی ف اور قربانی کرنا اس حج مین لازم نہین لیکن اگر چاہے تو کرے روایت کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے حضرت انسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے منی مین پس آئے جمرہ کے پاس اور رمی کی پھر اپنے مقام پر آئے منی مین اور قربانی کی پھر کہا واسطے حجام کے لے اشارہ کیا طرف داہنی طرف کے پھر بائین طرف پھر شروع کیا آپنے دینا بالونکا لوگونکو اور اسیطرح سر منڈانا سنت ہی ص اور اب حلال ہوئین اسکے واسطے سب چیزین مگر عورتین ف اور امام مالکؒ کے نزدیک خوشبو لگانا بھی درست نہین اور ہمارے نزدیک حلال ہی دلیل امام مالکؒ کی یہ ہی کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن زبیر سے کہ کہا اُنھون نے سنت سے حج کی یہ بات ہی کہ جب رمی کرچکے جمرہ کی حلال ہوگئین اسکو سب چیزین سوا عورات اور خوشبو کے یہانتک کہ زیارت کرے خانہ کعبہ کی اور کہا حاکم نے صحیح ہی اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور قول صحابی کا سنت سے ہی حکم مرفوع مین ہے اور عمرؓ سے ہے کہ کہا اُنھون نے

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ایک کنکری جدا جدا پھینکے اور جو ساتون ایک بار پھینکے تو یہ ایک دفعہ پھینکنا شمار ہوگا ۱۲ ف قصر کہتے ہین کہ چوتھائی سر کے بالون مین سے مقدار ایک انگل کے کترے اور چوتھائی سر کا منڈانا کافی ہی اور سارے سر کا منڈانا افضل ہی اور اسی مین پیروی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۲ منہ رحمہ

اِذَا رَمَیْتُمُ الْجَمْرَۃَ فَقَدْ حَلَّ لَکُمْ مَا حَرُمَ اِلَّا النِّسَآءَ وَالطِّیْبَ یعنی جب رمی کر چکے تم جمرہ کی تو حلال ہوئیں واسطے تمہارے جو چیزیں حرام ہوئی تھیں سوا عورتوں اور خوشبو کے اور اسناد اسکی منقطع ہے ذکر کیا اسکو شیخ تقی الدین نے امام میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی نسائی اور ابن ماجہ نے سفیان سے انھوں نے سلمۃ بن کہیل سے انھوں نے حسن سے انھوں نے ابن عباسؓ سے کہ کہا انھوں نے جب رمی جمرہ کی کر چکے تم تو حلال ہوئیں تمہارے لیے سب چیزیں مگر عورتیں تو کہا ایک شخص نے کہ خوشبو بھی حلال ہے سو فرمایا انھوں نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تر کرتے تھے سر کو اپنے مشک سے تو کیا مشک خوشبو ہے یا نہیں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِذَا رَمٰی اَحَدُکُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا النِّسَآءَ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رمی کر چکا کوئی تم میں سے جمرۂ عقبہ کی تو حلال ہوئیں اسکے واسطے سب چیزیں مگر عورتیں اور نہیں ذکر کیا خوشبو کو اور روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور اسناد میں اسکی حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ ضعیف ہے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور اسمیں بھی حجاج ہے اور کہا انھوں نے کہ نہیں روایت کیا اسکو مگر حجاج بن ارطاۃ نے کہتا ہوں میں کہ ایک دلیل قوی ہے اس باب میں وہ یہ کہ روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہ کہا انھوں نے خوشبو لگائی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت احرام کے جب احرام باندھا اور دن قربانی کے قبل طواف خانہ کعبہ کے اور اسمیں مشک تھا ص پھر طواف کرے زیارت کا کسی دن میں ایام نحر کے سات بار بغیر رمل اور سعی کے اگر پہلے رمل اور سعی کر چکا ہو ورنہ رمل اور سعی بھی کرے اور اول وقت اسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے اور اسی دن یہ طواف کرنا افضل ہے اور حلال ہیں اب اسکے واسطے عورتیں بھی تو اگر تاخیر کی طواف کی ایام نحر سے مکروہ ہے اور واجب ہوتی ہے قربانی پھر آوے منیٰ میں اور جب دوسرا دن نحر کا ہو تو بعد زوال آفتاب کے رمی کرے تینوں جمروں کی شروع کرے اس جمرہ سے جو نزدیک ہے مسجد خیف کے پھر جو اس سے نزدیک ہے پھر جمرۃ العقبہ پر سات سات بار اور تکبیر کہے ساتھ ہر کنکری کے اور وقوف کرے بعد پہلی رمی کے اور دوسری رمی کے نہ بعد تیسری رمی کے اور نہ بعد رمی کے دن نحر کے اور دعا مانگے پھر دوسرے دن ایسا ہی کرے پھر بعد اسکے ایسا ہی کرے اگر ٹھہرے اور یہ اچھا ہے اور اگر پہلے کیا رمی کو چوتھے دن زوال پر جائز ہے اور درست ہے اسکو وہاں سے چلا جانا قبل فجر چوتھے دن کے نہ بعد طلوع فجر کے اور اگر ٹھہرا طلوع فجر تک تو واجب ہو گیا اسپر رمی کرنا ف اسواسطے کہ روایت کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب حلق کیا انھوں نے رجوع کیا طرف مکے کے اور طواف کیا خانہ کعبہ کا سات پھیرے پھر لوٹ آئے منیٰ میں اور نماز پڑھی ظہر کی منیٰ میں اخراج کیا اسکا مسلم نے ابن عمرؓ سے کہا نافع نے اور تھے ابن عمرؓ لوٹتے دن نحر کے پھر رجوع کرتے تھے طرف منیٰ کے اور پڑھتے تھے ظہر اس جگہ اور ذکر کرتے تھے کہ ایسا ہی کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حدیث جابرؓ میں ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے خلاف اسکے کہ سوار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آئے خانہ کعبہ میں اور نماز پڑھی ظہر کی مکے میں اور نہیں شک ہے اس بات میں کہ کوئی ان میں سے وہم ہے اور ثابت ہے حضرت عائشہؓ سے مثل حدیث جابرؓ کے اور اسناد میں اسکی اسحٰق ہے اور وہ حجت ہے صحیح مذہب پر اور اسی واسطے کہا منذری نے مختصر میں یہ حدیث حسن ہے اور کہا شیخ ابن الہمام نے جب معارض ہوئیں حدیثیں اور ضرور ہے پڑھنا نماز ظہر کا کسی جا میں تو مسجد حرام میں بہتر ہے بوجہ کثرت ثواب کے اس جا میں اور باقی سب امور حدیث جابرؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ص اور جائز ہے رمی کرنا سوار ہو کے اور رمی جمرۂ اولیٰ کی جو مسجد خیف کے پاس ہے اور جمرۃ الوسطیٰ کی جو اسکے بعد ہے بغیر سواری کے کرنا افضل ہے اور جمرۂ عقبہ کی سوار ہو کے افضل ہے ف اور مروی ہے یہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ ابراہیم جراح نے کہا کہ داخل ہوا میں ابو یوسف کے پاس اس بیماری میں کہ انتقال کیا انھوں نے اس میں تو کھولدیں آنکھیں

سلہ اور وہ تین دن ہیں دسویں گیارہویں بارھویں ذی الحجہ کی ۱۲ عبدہ عفی ۵ یعنی ٹھہرنا ۱۲ عسہ ۹ یعنی منیٰ سے ۱۲

اپنی اور کہا مجھے کہ رمی کرنا سوار ہوکے افضل ہی یا پیدل کرنا افضل ہی سو کہا مین نے پیدل کہا خطا کی تو نے سو کہا مین نے سوار ہوکے کہا خطا کی تو نے
اور کہا کہ جو رمی کہ اُسکے بعد ٹھہرنا اور تسبیح اور تہلیل اور دعا لازم ہی وہ پیدل افضل ہی جو ایسی نہین اُسمین سوار ہوکے افضل ہی اور بیان کی وجہ اُسکی تو مین
چلا اُنکے پاس سے یہانتک کہ نہ پہونچا تھا گھر کے دروازے تک کہ خبر اُنکے انتقال کی سنی سو تعجب کیا مین نے اُنکے حفظ و یاد سے کہ موت کے وقت بھی طرح
مسائل کا حضور ہی ص اور اگر اسباب اپنا مکے مین بھیجدیا اور اقامت کی منیٰ مین واسطے رمی کے مکروہ ہی ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے
عمرؓ سے مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَہٗ قَبْلَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَہٗ یعنی جو شخص بھیجدے اسباب اپنی کو قبل کوچ کے سو نہین ہی حج اُسکا اور عبارہ سے ہی کہ کہا انھون نے فرمایا حضرت عمرؓ نے
مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَہٗ مِنْ مِّنیٰ لَیْلَۃَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَہٗ اور منی مین جب رہی تو چاہیئے کہ رات کو بھی اُسی جا رہی اور مکروہ ہی کہ رمی کی رات کو اور جگہہ رہی اسواسطے کہ
مصنف ابن ابی شیبہ مین ہی عن عمرؓ اَنَّہٗ کَانَ یَنْہٰی اَنْ یَّبِیْتَ اَحَدٌ مِّنْ وَّرَاءِ الْعَقَبَۃِ وَکَانَ یَامُرُھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْا مِنیٰ وَاَخْرَجَ اَیْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَہٗ وَاَخْرَجَ
اَیْضًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یَّنَامَ اَحَدٌ اَیَّامَ مِنیٰ بِمَکَّۃَ اور معنی اسکے یہ ہین کہ مکروہ ہی ایام منیٰ مین سوا منیٰ کے اور جگہہ رات کو رہنا اور امام شافعیؒ کے نزدیک
واجب[1] ہی ص اور جب کوچ کرے مکے کو اترے محصب[2] مین ف اسواسطے کہ اترے تھے اُسمین سردار ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے یہ
صحاح ستہ مین ص پھر طواف کرے طواف صدر کا سات پھیرے بغیر رمل اور سعی کے اور یہ طواف واجب ہی مگر اہل مکہ پر ف اسواسطے کہ روایت کی ترمذی
نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج کرے خانہ کعبہ کا تو آخر کام اُسکا ساتھ خانہ کعبہ کے یہ طواف ہووے مگر حائضہ عورتین اور رخصت دی
اُنکو اُسکے ترک مین کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہی اور صحیحین مین ہے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا اس کا اور
اس سے وجوب اسکا ثابت ہوتا ہی اور جو لوگ مکے کے رہنے والے ہین اُنپر یہ طواف واجب نہین اسواسطے کہ یہ طواف وداع یعنی رخصت کا
ہی اور مکے کے لوگ کعبے سے رخصت نہین ہوتے ہین ص پھر پیوے پانی زمزم کا ف روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر پانی دنیا مین پانی زمزم کا ہی کہ اُسمین کھانا ہی سیر کرنے والا اور شفا ہی بیمار کی یعنی جو پانی زمزم کا بھوکا شخص سیر
ہونے کی نیت سے پی لیوے خدا اُسکو اپنی قدرت سے سیر کرتا ہی روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر مین اور راوی اسکے ثقہ ہین اور روایت کیا
اسکو ابن حبانؒ نے بھی آخر حدیث تک اور روایت کی بزار نے ساتھ اسناد صحیح کے ابو ذرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی زمزم کا کھانا ہی سیر
کرنے والا اور شفا ہی بیمار کی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہی کہ ہم نام رکھتے تھے زمزم کا شباعہ یعنی سیر کرنے والا اور ہم پاتے تھے اسکو
اچھی مدد عیال و اطفال پر یعنی وہ اگر بھوکے ہوتے تھے تو اُسکے پانی سے سیر ہو جاتے تھے روایت کیا اسکو طبرانی نے کبیر مین اور اسناد اسکی صحیح
ہی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہی کہ کہا مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ اِنْ شَرِبْتَہٗ لِتَشْتَفِیَ شَفَاکَ اللّٰہُ وَاِنْ شَرِبْتَہٗ لِتَشْبَعَ اَشْبَعَکَ اللّٰہُ
وَاِنْ شَرِبْتَہٗ لِیَقْطَعَ ظَمْاَکَ قَطَعَہُ اللّٰہُ وَھِیَ ھَزْمَۃُ جِبْرِیْلَ وَسُقْیَا اللّٰہِ اِسْمٰعِیْلَ یعنی پانی زمزم کا جس واسطے پیا جاتا ہے اُسی کے واسطے
ہوتا ہی اگر پیے تو اُسکو شفا کے لیے شفا دیگا تجھکو اللہ تعالیٰ اور اگر سیر ہونے کے واسطے پیے تو سیر کریگا تجھکو اللہ تعالیٰ اور اگر پیاس موقوف
ہونے کے لیے پیئے تو موقوف کردیگا پیاس کو تیری اللہ تعالیٰ اور وہ پانؤن مارنا حضرت جبرئیلؑ کا ہی اور پانی پلانا اللہ کا حضرت اسمٰعیلؑ
کو روایت کیا اُسکو دارقطنی نے اور سکوت کیا اس سے باوجودیکہ شیخ اُنکا اسمین عمر بن حسین اشنانی ہی طعن کیا اُنپر ذہبی نے بسبب سکوت کرنے
اُنکے کے اس حدیث پہ باوجود اس بات کے کہ ضعیف کیا اُسکو دارقطنی نے اور مروی ہی اُن سے کہ کاذب کہا اُنھون نے اسکو اور اُسکے واسطے اور
طعن ہین اور کہا کہ یہ حدیث اس اسناد سے باطل ہی نہین روایت کیا اسکو ابن عیینہ نے بلکہ معروف حدیث جابرؓ کی ہی روایت عبداللہ سے

[1] یعنی منیٰ مین رہنا ۱۲ [2] یعنی منیٰ سے ۱۲ [3] نام ایک موضع کا ہی درمیان مکہ اور منیٰ کے ۱۲

اور روایت کیا اُسکو حاکم نے مستدرک مین اور زیادہ کیا فَاِنْ شَرِبْتَهٗ مُسْتَعِيْذًا اَعَاذَكَ اللّٰهُ یعنے اگر پیے گا تو اُسکو در انحالیکہ پناہ مانگنے والا ہے پناہ دیگا اللہ تجھکو اور تھے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جب پیتے پانی زمزم کا فرماتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اور اس حدیث کی صحت مین کلام ہی بیان کیا اسکو ابن الہمام نے اور طول کیا اس حدیث کی جرح اور تعدیل مین اور حق یہ ہی کہ یہ حدیث ثابت ہے بہت طریقون سی اور پیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اُسکا اور آپ نے اُسمین سے ایک ڈول نکال کے کچھ پانی پی لیا اور باقی کو اُسمین ڈال دیا روایت کیا اُسکو ازرقی نے تاریخ مکہ مین اور ابن سعد نے طبقات مین اور بعض روایتون مین ہے کہ آپ نے اُسمین تھوک دیا تھا اس سبب سے اُسکو یہ عزت اور شرف حاصل ہوا روایت کیا اسکو احمد اور طبرانی نے ابن عباسؓ سے ص پھر بوسہ دیوے چوکھٹ کو اور رکھے سینہ اپنا اور منھ اپنا ملتزم پر اور ملتزم درمیان حجر اسود اور دروازے کے ہی اور پردہ کعبے کا ہاتھ مین پکڑ کر روتا ہوا دعا مانگے نہایت عجز و زاری سے اور وہان سی حسرت کرتا ہوا روتا ہوا کعبے کی مفارقت اور جدائی مین اُلٹے پائون لوٹے یعنے پشت اُس طرف کرکے نہ لوٹے ف روایت کی ابو داؤد نے عمرو بن شعیب سے کہا کہ طواف کیا مین نے ساتھ عبد اللہ کے تو جب آئے ہم پیچھے کعبے کے کہا مین نے کیا نہین پناہ مانگتے ہو کہا کہ پناہ مانگتا ہون مین دوزخ سی پھر گئے اور بوسہ دیا حجر اسود کو اور کھڑے ہوے درمیان رکن اور باب کے سو رکھا سینہ اپنا اور منھ اور دونون ہاتھ اور دونون کف کو اور کشادہ کیا اُنکو پھر کہا کہ ایسا ہی دیکھا تھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور کہا منذری نے کہ شعیب اور محمد نے طواف کیا ساتھ عبد اللہ کے اور وہ ضعیف ہی ساتھ مثنی بن الصباح کی اور عبد اللہ سی مراد اس جگہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہین تصریح کی اُنکے نام کی عبد الرزاق نے اپنی روایت مین ساتھ سند صحیح کی اور ملتزم کو اسواسطے مقرر کیا کہ درمیان رکن اور دروازے کے ملتزم ہی روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ مُلْتَزَمٌ یعنے درمیان رکن اور باب کے ملتزم ہے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل مین ابن عباسؓ سی مرفوعًا اور وقف کیا اسکا عبد الرزاق نے کہا انھون نے حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ الخ اور ایسا ہی ہی مؤطا مین اور ملتزم اُن مکانون مین سی ہی جہان دعا قبول ہوتی ہی مروی ہی ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم اللہ کی نہین دعا کی مین نے اس جگہ کبھی مگر قبول کیا اُسکو اللہ نے اور حسن بصری کے رسالے مین ہی کہ دعا وہان پندرہ جگہ پہ قبول ہوتی ہی وقت طواف کی اور نزدیک ملتزم کے اور نیچے میزاب کے اور خانہ کعبہ کے اندر اور نزدیک زمزم کے اور پیچھے مقام ابراہیم کے اور صفا اور مروہ پر اور سعی کے وقت اور عرفات مین اور مزدلفہ مین اور منی مین اور وقت جمرات کے اور ذکر کیا بعضون نے کہ وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے اور حطیم مین اور مستحب ہے کہ جاوے اندر خانہ کعبہ کے اور بیان ہو چکا اوپر ان سب چیزون کا ص اور ساقط ہوگا طواف قدوم اُس شخص سے جسنے وقوف کیا عرفہ مین قبل جانے مکے کے اور اُسکے ترک کرنے سے کچھ اُسپر واجب نہین اسواسطے کہ یہ طواف سنت ہی اور سنت کے ترک سے کچھ واجب نہین ہوتا اور جسنے وقوف کیا عرفات مین ایک ساعت بھی بعد زوال آفتاب کے نوین تاریخ سے دسوین تاریخ کی طلوع فجر تک تو پایا اُسنے حج کو ف تو اول وقت وقوف کا عرفات مین بعد زوال آفتاب نوین تاریخ کے ہی اور یہ گذرا حدیث جابرؓ مین اور آخر وقت طلوع فجر دسوین تاریخ تک ہی اور روایت کی دارقطنی نے جو شخص وقوف کرے عرفات مین رات کو تو اُسنے پایا حج کو اور جسکو فوت ہوا وقوف عرفات کا تو فوت ہوا اُسکا حج تو حلال ہو جاوے وہ عمرے سے اور لازم ہے اُسپر حج اگلے سال اور اسناد مین اُسکی رحمۃ بن مصعب ہی کہا دارقطنی نے اور نہین لایا اسکو کوئی سوا اُسکے اور روایت کی کچھ اُسمین سے اصحاب سنن اربعہ نے ص اور جو شخص عرفات سی گذر گیا اور وہ سوتا تھا یا بیہوش تھا اور اہلال کیا اس سے اُسکے رفیق نے یا معلوم نہوا اُسکو کہ یہ عرفہ ہے صحیح ہوا حج

جلدی

سلا یعنی مکے مین ۱۲ سلہ یعنے لبیک کہا اور احرام کیا ۱۲

اُسکا اور جس نے نہین وقوف کیا عرفات کا فوت ہوا حج اُسکا سو طواف کرے اور سعی کرے اور حلال ہوجاوے اور قضا کرے حج کی اگلے سال یہ اُس شخص کے لیے ہی کہ احرام باندھ چکا ہو حج کا اور عورت بھی سب کامون مین مثل مرد کے ہے لیکن وہ نہ کھولے سر اپنا ف اور دلیل اُسکی بیان کر چکے ص بلکہ کھولے منہ اپنا اور اگر منہ پر کوئی کپڑا ڈال لیوے اور منہ سے جدا رہے تو درست ہی اور لبیک بھی جہر سے نہ کرے اور نہ سعی کرے درمیان دو میلون کا اور نہ حلق کرے بلکہ قصر کرے اور پہنے سیے ہوے کپڑے کو اور نہ قریب ہو حجر اسود کو ازدحام مین ف اور منہ پر کپڑا ڈال لینا اور منہ سے جدا رکھنا عورت کے لیے حضرت عائشہ رضی سے مروی ہی روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ص اور اگر عورت حائضہ ہو تو سب کام حج کے کرے سوا طواف کے ف اسواسطے کہ طواف مین مسجد مین جانا پڑتا ہی اور حائضہ کو مسجد مین جانا درست نہین جیسا کہ کتاب الطہارۃ مین گذرا ص اور اگر کسی عورت کو بعد وقوف عرفات کے اور طواف الزیارۃ کے حیض ہوا تو ساقط ہو جاویگا اس سے طواف رخصت کا یعنی طواف صدر اور احرام جیسے لبیک کہنے سے ہوتا ہی اسی طرح بدنہ بھیجنے سے بھی احرام ہو جاتا ہی تو جس شخص نے تقلید کی بدنہ کی ف یعنی اُسکے گلے مین علامت کے لیے نعل یا ٹکڑا نعل کا یا توشہ دان یا دستہ اُسکا یا ڈالی کسی درخت کی باندھ دیوے تاکہ معلوم ہو کہ یہ بدنہ ہدی ہی یعنی کعبہ مین جاتی ہی اور اسکو تقلید بدنہ کہتے ہین ص نفل کے طور پر یا نذر کی تھی یا بدلہ تھا شکار کا احرام مین یا مانند اسکی مثل قربانیون کے بسبب جنایت کے جو اگلے سال مین اُس سے واقع ہوئی تھی ف یعنی یہ قربانی یا بدلہ ہی شکار کا کہ اُس نے احرام مین کیا تھا کیونکہ احرام مین شکار کرنا حرام ہی اور اگر کرے تو برابر اُسکے دوسرا جانور قربانی کرے اور جنایات کا بیان آگے آویگا ص اور وہ ارادہ کرتا ہی حج کا یا قربانی بھیجے اسواسطے کہ وہ تمتع کا ارادہ رکھتا ہی اور متوجہ ہوا ساتھ اس قربانی کے کعبہ شریف کا سو وہ محرم یعنی احرام سی ہو گیا جیسا لبیک کہنے سے محرم ہو جاتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ قَلَّدَ بَدَنَۃً فَقَدْ اَحْرَمَ یعنی جسنے تقلید کی بدنہ کی سو وہ محرم ہو گیا اور یہ حدیث ہدایہ مین ہی اور مرفوع نہین پائی گئی ہان روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابن عباس رضی اور ابن عمر رضی سے اُنکا قول اور نکالا سعید بن جبیر رضی سے کہ دیکھا انھون نے ایک شخص کو کہ تقلید کی تھی اُس نے بدنہ کی سو کہا انھون نے کہ اس شخص نے احرام باندھا اور وارد ہوا مثل اسکے حدیث مرفوع مین نکالا اُسکو عبد الرزاق نے اور روایت کیا بزار نے مسند مین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کو اور طبرانی نے قیس بن سعد رضی سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ص اور اگر اشعار کیا یعنی ایک طرف سے اونٹ کی کوہان مین بائین طرف چیر دیا تھا معلوم ہو کہ یہ ہدی ہی یا اُسکی پیٹھ پر جھول کو ڈالا یا تقلید کی بکری کی محرم نہوگا ف اور اشعار کرنا ہمارے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین رح اور امام شافعی رح کے نزدیک اچھا ہی اور اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہی اور کچھ مضائقہ نہین اُسمین اور جھول ڈالنے سے محرم نہین ہوتا کہ وہ واسطے حفاظت کرنے کھیون وغیرہ سے ہوتی ہی تو حج کے افعال مین سے اُسکا شمار نہین ص اور اگر بدنہ بھیجا تو محرم نہوگا جب تک کہ خود اُس سے مل نجاوے اور اگر ساتھ نہوا بدنہ کے بلکہ فقط اسکو بھیجدیا محرم نہوگا اور جب ملجاویگا محرم ہو جاویگا ف کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کرتی تھی مین واسطے بدنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قلائد اور بھیجدیتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو اور حلال ہوتے تھے اور یہ مروی ہی بہت حدیثون صحیح مین روایت کیا اسکو بخاری نے ص اور بدنہ اونٹ اور بیل اور گاے سے ہوتا ہی ف اور امام شافعی رح کے نزدیک بدنہ فقط اونٹ سے ہوتا ہی تو ہمارے نزدیک اونٹ اور بیل ہدی بھیجنا دونون درست ہین اور شافعی رح کے نزدیک سوا اونٹ کے درست نہین اور دلیلین اُنکی فتح القدیر مین مذکور ہین

ص باب قران اور تمتع کے بیان مین

قران افضل ہی حج مفرد اور تمتع سے ف جاننا چاہیے کہ حج مفرد کا بیان تو گذر چکا اور حج مفرد اُسکو کہتے ہین کہ تنہا کرنا حج کا اسطرح پر کہ اُس سال مین

سنہ ۵۱ اونٹ یا گاے یا بیل یعنی وہ قربانی جو کعبہ کو بھیجی جاتی ہی ۱۲ ۵۲ اسواسطے کہ اُس زمانہ مین لوگ اشعار کو حد سے زیادہ کرتے تھے سو ہدی کو تکلیف گہرے زخمون کی زیادہ ہوتی ہے لہذا امام اعظم رح کے نزدیک اس قسم کا اشعار مکروہ ہوا نہ مطلقًا ۱۲ فافہم عبدہ

عمرہ نہ کرے یا بعد ایام حج یا قبل شوال کے کرے اور تمتع اُسکو کہتے ہین کہ احرام باندھ کر عمرے کے افعال کرنا حج کے مہینون مین اور قبل وطن جانے کے
بعد فارغ ہونیکے عمرے سے احرام کھول کر یا بغیر احرام کھولے حج بھی ادا کرنا لیکن اگر قربانی ساتھ لیے ہو تو اُسکو حج سے پہلے حلال ہونا جائز نہین
اور تمتع نام اسکا اسواسطے ہی کہ متمتع فائدہ اُٹھا سکتا ہی اُن چیزون مین جو احرام مین ممنوع ہین درمیان احرام عمرہ اور حج کی بخلاف قران کرنیوالے
کی کیونکہ وہ اگر بعد عمرہ کے کوئی جنایت کریگا قربانی لازم آویگی ص اور قران اُسکو کہتے ہین کہ لبیک کہنا ساتھ حج اور عمرے کے ایک ہی بار مین میقات سے
ف اور قران افضل ہی تمتع سے اور افراد سے ہمارے نزدیک اور تمتع افضل ہی افراد سے کیونکہ روایت کی طبرانی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یَا اَهْلَ مُحَمَّدٍ اَهِلُّوْا بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ یعنی اہلال کرو یعنی بلند کرو آوازین اپنی ساتھ لبیک کے واسطے حج اور عمرے کے ایک ساتھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے حج مفرد اور قران اور تمتع سب منقول ہین احادیث صحیحہ مین ذکر کیا اُنکو شیخ ابن الہمام نے ص اور کہے قران مین بعد نماز کے یعنی بعد اُس دوگانہ کے
جو وقت ارادہ احرام کے پڑھتے ہین اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ یعنی اے اللہ ارادہ کرتا ہون حج اور عمرہ کا سو آسان کر تو
اُن دونون کو میرے واسطے اور قبول کر تو انکو مجھسے اور طواف کرے واسطے عمرہ کے سات پھیرے رمل کرے اول کی تین پھیرون مین اور سعی کرے اور سر نہ منڈاوے
پھر حج کرے جیسا کہ گذرا سو اگر اسنے دو طواف کیے اور دو بار سعی کی مکروہ ہی یعنی چودہ پھیرے طواف کے کیے سات واسطے عمرے کے اور سات طواف
قدوم کے حج کے لیے ف اسواسطے کہ طواف قدوم سنت حج مین ہی عمرہ مین نہین ص پھر سعی کرے دونون کے واسطے اور یہ ہمارے نزدیک مکروہ ہی
اس لیے کہ اُسنے تاخیر کی سعی عمرہ مین اور تقدیم کی طواف قدوم مین ف اور عمرہ کرکے پھر افعال حج کے شروع کرے اور دوبارہ حج کے واسطے بدستور
سعی اور طواف کرے اور امام شافعی رح کے نزدیک ایک ہی طواف کرے اور ایک ہی بار سعی کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہوا عمرہ
حج مین دن قیامت تک اور صحیحین مین ابن عمر رض سے مروی ہی کہ اُنھون نے قران کیا اور ایک طواف کیا دونون کے واسطے پھر کہا کہ ایسا ہی کیا تھا اُسکو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہماری دلیل یہ ہی کہ روایت کی نسائی نے ابراہیم بن محمد بن حنفیہ رح سے کہا اُنھون نے طواف کیا مین نے ساتھ اپنے باپ کے
اور جمع کیا تھا اُنھون نے حج اور عمرہ کو سو طواف کیے اُن دونون کیواسطے دو طواف اور دو بار سعی کی اور کہا کہ کیا حضرت علی رض نے ایسا ہی اور حدیث بیان کی
اُنسے کہ کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی اور کیا تھا بعض لوگون نے ایسا ہی سو کہا اُنکو واسطے حضرت عمر رض نے هُدِیْتَ لِسُنَّةِ نَبِیِّكَ یعنے
ہدایت کیا گیا تو واسطے سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا ہی ہدایہ مین اور یہ حدیث نہین ملی اور نسائی کی روایت مین حماد بن عبد الرحمن انصاری ضعیف
کیا اسکو ازدی نے لیکن درج کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین تو حدیث اُسکی درجہ حسن سے کم نہین اور روایت کی امام محمد نے آثار مین ثنا ابو حنیفۃ ثنا منصور
بن المعتمر عن ابراہیم النخعی عن ابی نصر السلمی عن علی قال اذا اھللت بالحج والعمرۃ فطف لھما طوافین واسع لھما سعیین بالصفا والمروۃ قال منصور فلقیت مجاھدا
وھو یفتی بطواف واحد لمن قرن فحدثته بھذا الحدیث فقال لو کنت سمعته لم افت الا بطوافین واما بعد فلم افت الا بھما یعنی کہا حضرت علی رض نے
جب اہلال کرے تو ساتھ حج اور عمرے دونون کے تو دو بار طواف کر اور دو بار سعی کر صفا اور مروہ پر کہا منصور نے ملاقات کی مین نے
مجاہد سے اور وہ فتوی دیتے تھے ساتھ ایک طواف کے جو قران کرے تو یہ حدیث بیان کی مین نے اُنسے سو کہا اُنھون نے اگر مین سنتا یہ حدیث تو فتوی دیتا مگر
ساتھ دو طوافون کے اور لیکن اب بعد اسکے سو نہ فتوی دونگا مین مگر ساتھ دو طوافون کے اور نہین شبہہ ہی اس سند کی صحت مین باوجود اس بات کے
کہ مروی ہی یہ حضرت علی رض سے بہت طریقون سے اور ہمنے اُنکو ترک کیا اور اختصار کیا اس صحیح طریقہ پر اور روایت کیا اسکو امام شافعی نے اور اسکی اسناد
مین ایک راوی مجہول ہی اور تاویل کی اُسکی امام شافعی نے اسطرح پر کہ طواف کرے خانہ کعبہ کا اور ساتھ صفا اور مروہ کے اور طواف کرے خانہ کعبہ کا
طواف زیارت اور یہ صریح مخالف ہی کلام حضرت علی رض کے اور رد جو کہا ابن المنذر نے کہ اگر یہ قول ثابت ہو حضرت علی رض سے تو قول رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا تمسک کرنا ساتھ اسکے اولی ہی اور وہ یہ ہی کہ فرمایا آپ نے جو شخص احرام باندھے ساتھ حج اور عمرہ کے کافی ہیں ان دونوں سے ایک طواف اور ایک
سعی جواب اسکا یہ ہی کہ مانند قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہی تو معارض ہوئے دونوں قول تو یہ روایت باقی رہی سالم معارضے سے
پس تمسک ساتھ اسکے اولی ہی اور ثابت ہوئی یہ حدیث عمران بن حصین سے نکالا اسکو دارقطنی نے محمد بن علی اندری سے انھون نے عبد اللہ بن داؤد سے انھون نے
شعبہ سے انھون نے حمید بن مطرف سے انھون نے عمران بن حصین سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیے دو طواف اور سعی کی دو بار اور محمد بن یحیی کہا دارقطنی نے
ثقہ ہی اور ذکر کیا اسکو ابن حبان نے کتاب الثقات میں سوا اسکے کہ دارقطنی نے اس روایت میں اسکی طرف وہم کی نسبت کی ہی اور کہا کہ ثواب یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ساتھ حج اور عمرے کے اور نہیں ذکر ہی اسمین سعی اور طواف کا اور حاصل یہ ہی کہ ذکر سعی اور طواف کا زیادت ہی
اور زیادت ثقہ سے مقبول ہی علاوہ اسکے مروی ہی یہ ابن مسعود سے اور حضرت علی سے کہا ابن ابی شیبہ نے ثنا هشيم عن منصور بن زاذان عن الحكم
عن زياد بن مالك ان عليا وابن مسعود قالا في القران يطوف طوافين ويسعى سعيين فهولاء اكابر الصحابة عمر وعلي وابن مسعود وعمران بن
حصين رضي الله عنهم فان عارض ما ذهبوا اليه رواية من هبا وراية غيرهم ومن هبه كان قولهم ورواياتهم مقدما معا لمساعدة
قولهم ورواياتهم بما استقر في الشرع من ضم عبادة الى اخرى انه يفعل لكل منهما هذا ما قال الشيخ ابن الهمام في حاشية الهداية
ص اور قربانی کرے قران میں بعد رمی کے دن نحر کے اور اگر عاجز ہو قربانی سے تین روزے رکھے کہ اخیر روزہ انکا عرفے کے دن ہو یعنی ساتوین تاریخ سے
روزہ رکھنا شروع کرے اور سات روزے بعد حج کے رکھے جب چاہے یعنی بعد ایام تشریق کے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہی ف اور قربانی یا بکری ہو یا گاے
ہو یا اونٹ ہو یا ساتوان حصہ گاے یا اونٹ کا ہو یہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدي یعنی جو شخص تمتع
کرے تو اسپر لازم ہی ہدی اور تمتع بھی مثل قران کے ہے اور روزہ رکھنا بھی قرآن مجید سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام
في الحج وسبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة یعنی جو شخص نہ پاوے قربانی کو تو اسپر لازم ہیں تین روزے حج میں اور سات جب واپس لوٹے یہ دس روزے
ہوئے پورے ص تو اگر فوت ہوئے یہ تین روزے مقرر ہوئی قربانی ف یعنی پھر قربانی کرنا ضرور ہی اور امام شافعی کے نزدیک بعد حج کے یہ روزے
رکھ لے اور قربانی واجب نہیں اور امام مالک کے نزدیک ان ہی دنوں میں روزے رکھ لے اور دلیل ہماری یہ ہی کہ جب عرفے کے دن تک روزے نہ رکھے
تو چار دن کا روزہ رکھنا تو حرام ہوا اور جب چار دن گذر گئے تو اب جو روزے رکھیگا تو حج میں نہونگے اور اللہ تعالی نے فرمایا فصيام ثلثة ايام في الحج
یعنی روزے تین دن کے حج میں چاہئیں ص اور قارن اگر مکے میں نہ گیا بلکہ پہلے ہی سے وقوف کیا عرفات میں باطل ہوا عمرہ اسکا اور واجب ہوئی
اسپر قربانی عمرے کے ترک سے اور ساقط ہوئی قربانی قران کی اور واجب ہوئی قضا عمرے کی ف یعنی عمرے کو ترک کیا اسنے کیونکہ طواف نہ کیا اور کھول دیا
احرام بغیر اسکے تو واجب ہوگی اسپر قربانی اور قربانی قران کی واجب نہوئی کیونکہ قران اس جگہ پایا نہیں گیا ص اور تمتع بہتر ہی حج مفرد سے ف اسواسطے
کہ تمتع میں جمع ہی درمیان دو عبادتوں کے مثل قران کے ص اور تمتع یہ ہی کہ احرام باندھے عمرے کے لیے میقات سے حج کے مہینوں میں اور طواف کرے
اور سعی کرے اور حلق کرے یا قصر کرے اور موقوف کرے لبیک کو اول طواف میں عمرے کے پھر احرام باندھے حج کا دن ترویے کے اور قبل اسکے
افضل ہی اور حج کرے مفرد کے مانند جیسا کہ گذرا ف اور ایسا ہی کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حلق اور قصر کرنا امام مالک کے نزدیک
نہیں ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ قصر کیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہ عمرے میں تھا واللہ اعلم اور
لبیک کو اول طواف میں موقوف کرے اسواسطے کہ روایت کی ترمذی نے ابن عباس سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باز رہتے لبیک سے
عمرے میں جب بوسہ دیتے تھے حجر اسود کو اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہی اور روایت کیا اسکو ابو داؤد نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

لبیک کو عمرہ کرنیوالا بوسہ لینے حجر اسود تک اور یہ حدیثین حجت ہین امام مالکؒ پر کہ نزدیک اُنکے لبیک کو وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے موقوف کرے ص
مگر فرق یہ ہو کہ رمل کرے طواف زیارت مین اور سعی کرے بعد اُسکے اسواسطے کہ یہ اُسکے لیے اول طواف ہو حج کا بخلاف مفرد کے کہ اُسنے سعی کی ہو ایکبار
اور اگر متمتع نے قبل جانے منی کے بعد احرام حج کے طواف کیا اور سعی کی تو اب طواف زیارت مین رمل نہ کرے اور نہ سعی کرے بعد اُسکے اسواسطے کہ وہ ایک
بار دونون کو کرچکا اور اُسپر لازم ہو ذبح کرنا اور نہ کافی ہوویگی اُس سے قربانی دن نحر کے اور اگر عاجز ہوا اس سے روزہ رکھے مانند قران کے اور یہ تینون روزے
رکھنا جائز ہین بعد احرام[1] کے نہ قبل احرام کے اور تاخیر انکی مستحب ہو یعنی تین روزے جو رکھے جاتے ہین حج مین جسکو قربانی میسر نہووے تو اُسکو بعد احرام
کے حج کے مہینون مین رکھنا اُنکا درست ہو اور افضل یہ ہو کہ تاخیر کرے اسطرح پر کہ تین روزے پے در پے رکھے اور اخیر روزہ عرفے کے دن پڑے اور
اگر متمتع قربانی کو ہانکنا چاہے اور یہ افضل ہو احرام باندھے اور اپنی ہدی کو چلاوے اور سوق یعنے پیچھے سے ہدی کو ہانکنا افضل ہو اُسکو آگے چل کے کھینچنے سے
اور اسکو قود کہتے ہین ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ذوالحلیفہ مین اور ہدایا[2] آپ کی ہانکے جاتے تھے آگے اُنکے مگر جب سوق سے ہدی
نہ چلے تو قود کرے ص اور تقلید کرے بدنے کی اور یہ اولی ہو تجلیل سے ف تقلید کے معنی بیان کرچکے یعنی اونٹ یا گائے کے گلے مین جوتا یا توشہ دان
وغیرہ ڈال دیوے اور تجلیل جھول ڈالنے کو کہتے ہین اور یہ بھی جائز ہے لیکن تقلید افضل ہو تجلیل سے اسواسطے کہ حدیث مین تقلید وارد ہو
جیسا گذرا اور قرآن شریف مین ہو وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ ص یہ مراد نہین کہ تجلیل سے محرم ہوتا ہے بلکہ پہلے معلوم ہوا کہ تجلیل سے
محرم نہین ہوتا جب تک لبیک نہ کہے یا کوئی فعل قائم مقام اُن دونون کے نہو اور وہ تقلید ہے اور مکروہ ہے اشعار یعنے چیر دینا کوہان اونٹ
کا بائین طرف سے اور اگر کرے تو بائین طرف سے اچھا ہے اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ مارا اُسکی بائین طرف مین قصدًا
اور داہنی طرف مین اتفاقًا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ رکھا اُسکو کیونکہ مشابہ ہے مثلہ کے ف اور مُثلہ کے معنے تغیر خلق اللہ[3] ہو اور منع کیا
اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث عمران مین ہو کہ نہین کھڑے ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے مین مگر منع کیا ہمکو مثلے سے اور
مثلہ حرام ہو مرتد مین جسکا قتل واجب ہو تو کیونکر جائز ہوگا قربانی مین ص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اسواسطے کیا تھا کہ مشرکین
تعرض کرتے تھے ہدایا سے مگر جب اشعار کرتے تھے تو باز رہتے تھے اُس سے اور بعضون نے کہا ہے کہ مکروہ رکھا امام ابوحنیفہؒ نے اشعار کو
اپنے زمانے کے لوگون کے واسطے کیونکہ وہ اُسمین مبالغہ کرتے تھے یہانتک کہ خوف ہوتا اُس سے سرایت زخم کا اور بعضون نے کہا ہے
کہ اختیار کرنا اسکا تقلید پر مکروہ ہو ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک مستحب ہو روایت ہو جامع ترمذی
مین کہ بیٹھے تھے ایک جگہ وکیع اور حدیث بیان کی اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اشعار کیا آپ نے اور کہا کہ ابوحنیفہؒ کہتے ہین کہ
اشعار مثلہ ہو تو کہا ایک شخص نے ابراہیم نخعی سے بھی یہی مروی ہو کہ اشعار مثلہ ہے تو نہایت غصے ہوے وکیع رحمۃ اللہ علیہ اور کہا کہ مین تو تجھسے
حدیث بیان کرتا ہون قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تو بیان کرتا ہو اُسکے مقابلے مین قول ابراہیم کا اس لائق ہو کہ قید کیا جاوے
تو پھر نہ خلاصی ہو تیری جب تک کہ باز نہ آوے تو اس قول سے انتہی اور سبب غصے ہونے وکیع کا یہ تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا کوئی شخص قول بیان کرے تو اُسکے مقابلے مین کوئی کسی دوسرے کا قول مخالف اُس کے بیان کرے تو لائق تنبیہ کے ہو اسواسطے
کہ معارضہ کرتا ہو وہ قول غیر کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابن عمرؓ نے جب یہ حدیث بیان کی لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ
یعنی نہ منع کرو اللہ کی لونڈیون کو یعنی عورتون کو اللہ کی مسجدون مین جانے سے تو اُنکے بیٹے نے کہا کہ ہم منع کرینگے اور عبد اللہ اس بات سے

[1] یعنی بعد احرام عمرہ کی ١٢ [2] ہدایا جمع ہدی کی ہو اور ہدی سے مراد وہ جانور ہین کہ مکہ معظمہ مین واسطے قربانی کے بھیجے جاتے ہین ١٢ منہ رحمہ اللہ [3] یعنی بدل ڈالنا اعضاء مخلوق الٰہی کا بغیر وجہ شرع ١٢ عبدہ

غصے ہوا اور بہت برا کہا اُنکو اور ترک کیا کلام اُسسے مرتے دم تک اور اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی روایت کی ترمذی نے ابن عباسؓ
سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائین دو جوتیان اور اشعار کیا ہدی کا داہنی طرف سے ذو الحلیفہ مین اور زائل کیا اُس سے خون کو کہا ترمذی
نے یہ حدیث حسن صحیح ہی اور روایت کیا مسلم اور بخاری نے بھی اور نہین ذکر کیا داہنی اور بائین طرف کو اور ہمارے نزدیک بائین طرف
سے اگر کرے روایت ہے ابی حسان سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا جانب الیسر یعنی بائین
طرف مین پھر بہایا خون اُس سے اور تقلید کی اُسکی دو نعلون سے روایت کیا اسکو ابن عبد البر نے اور کہا کہ یہ حدیث منکر ہے حدیث
ابن عباسؓ سے بلکہ مشہور وہ ہی جو روایت کی اُسنے مسلم نے اور بہت لوگون نے داہنی طرف مین اور صحیح کیا ابن القطان نے کلام اُسکا
لیکن روایت کی ابو یعلی نے ابن عباسؓ تک اور طریقے سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا بدنے کا بائین جانب مین پھر بہایا
خون اُس سے انگلی سے اور مؤطا مین ہی کہ حضرت ابن عمرؓ جب ہدی بھیجتے تھے مدینہ سے تقلید کرتے تھے اُسکی دو نعلون سے اور اشعار کرتے تھے اُسکا
بائین طرف سے اور یہ معارض ہی اُسکے جو روایت کی مسلم نے حاصل یہ ہی کہ ان حدیثون سے اشعار کرنا ثابت ہی تو عمل کرنا نہیں کچھ منافی مذہب امام ابو حنیفہ
نہین کیونکہ فرمایا آپ نے مَا صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ مَذْھَبُنَا یعنی جو صحیح ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی مذہب ہمارا
ہی اور وجہ اسکی یہ تھی کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور سوا اور ائمہ کو نفسانیت نہ تھی فقط ظاہر کرنا حق کا منظور تھا اور سبب منع کرنے امام ہمام کا پہلے معلوم
ہوا اور جب سبب مذکور نہو تو کراہیت بھی نہ ہوگی اور امام ممدوح اس صورت مین کسیطرح مورد طعن نہین ہو سکتے تو اشعار مین صحیح یہ ہی کہ سنت
ہی لیکن چونکہ اب لوگ اُسمین نہایت مبالغہ کرنے لگے اور خوف ہلاکی بدنہ ہوتا ہی اور نہ جانی کیفیت اشعار سے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کیا واقف نہین اور تقلید بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی تو احتیاط تقلید مین ہی اشعار سے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور عمرہ کرے اور نہ کھولے
احرام عمرہ کا یہانتک کہ احرام باندھے حج کا دن ترویہ کے اور قبل اُسکے افضل ہی اور احرام نہ کھولے عمرہ کا جب سوق کیا ہو ہدی کا اور اگر نہین سوق کیا ہدی کا
تو حلال ہو جاوے احرام عمرہ سے جسطرح گذرا ف اور اس باب مین حدیث وارد ہی ذکر کیا اُسکو صاحب ہدایہ نے ص اور حلق کرے دن نحر کے اور حلال
ہو جاوے دونون احرام سے ف یعنی ایک احرام حج کا اور ایک احرام عمرہ کا ص اور جو شخص مکہ کا رہنے والا ہو وہ افراد کرے اور قران اور تمتع نہ کرے ف اسلیے
کہ فرمایا اللہ تعالی نے ذٰلِکَ لِمَنْ لَّمْ یَکُنْ اَھْلُہٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی یہ اُسکے واسطے ہی کہ نہون اہل اُسکے حاضر مسجد حرام مین اور امام شافعی کے نزدیک
مکی بھی قران اور تمتع کرے اور جو شخص میقات کے اندر داخل ہو وہ مثل مکی کے ہی اور وہ بھی تمتع اور قران نہ کرے ص اور جسنے عمرہ کیا اور نہ سوق کیا ہدی کا اور لوٹ
آیا اپنے گھر مین تو اُسکو اب احرام کھولنا صحیح ہی اور الماؔم اُسکا کامل ہو گیا اور تمتع باطل ہو جاویگا اور جسنے سوق کیا ہدی کا تو لوٹنا اسکو واسطے حج کے
واجب ہوگا تو اب الماؔم اُسکا فاسد رہیگا اور جب لوٹ آیا اور احرام باندھا حج کا تمتع اسکا صحیح رہیگا اور جسنے احرام باندھا قبل حج کے مہینونکے اور طواف
کیا اُسمین کم چار پھیرون سے اور پھر جب حج کے مہینے آئے اور تمام کر لیا اُس طواف کو اور حج کیا تو تمتع اسکا درست ہوا اور اگر چار پھیری کر لیے قبل حج کے
مہینون کے تو متمتع نہوگا اور ایک شخص کوفے کا رہنے والا ہی اور حلال ہوا عمرے سے حج کے مہینون مین اور سکونت کی اُسنے مکہ مین یا بصرے مین
اور حج کیا تو وہ متمتع ہی اسلیے کہ سفر اول اُسکا تمام نہین ہوا بصرے جانے سے پس وہ میقات سے خارج نہین ہوا اور اگر آیا واسطے عمرے کے اور توڑ ڈالا اُسکو
اور قصر کیا پھر بصرے سے لوٹ آیا اور پھر عمرہ کی قضا کی حج کے مہینون مین اور حج کیا اُسی سال مین تو متمتع نہوگا مگر جب لوٹ آیا اپنے گھر مین اور پھر عمرہ کیا حج کے مہینون مین

سلہ الماؔم دو قسم ہوتا ہی ایک صحیح وہ یہ کہ اُترنا اپنے وطن مین اور احرام کا باقی نہ رہنا اور یہ اُس متمتع مین ہوگا کہ سوق نہ کیا ہو ہدی کا کیونکہ اُسکو عمرہ کا احرام کھولنا اور محرمات احرام کا کرنا درست ہی اور دوسرا ایک الماؔم فاسد
یعنی اُترنا اسطرح پر کہ احرام باقی رہی اور یہ اُسمین ہو کہ سوق کیا ہو اُسنے ہدی کا کیونکہ احرام سے حلال ہونا اسکو حج سے فراغت کرنے تک درست نہین تو تمتع اُسکا اس صورت مین باقی رہے گا ۱۲ منہ رحمہ اللہ

اور اسی سال حج کیا تو متمتع ہوگا اور جسنے عمرہ کیا حج کے مہینون مین اور اسی سال حج کیا تو جو اُنمین سے فاسد کیا اُسکو کرتا چلا جاوے اور ساقط ہوگا دم تمتع کا

باب جنایات کے بیان مین

اگر خوشبو لگائی محرم نے کسی عضو کو یا خضاب کیا سر کا ساتھ مہندی کے یا تیل ڈالا یعنی لگایا تیل کو کسی عضو مین پس اگر تیل خالص ہے زیتون کا یا تل کا تو واجب ہوگا دم[1] نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور صاحبین کے نزدیک صدقہ واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک اگر تیل کو بالون مین استعمال کیا تو دم واجب ہوگا اور اگر استعمال کیا اور سکو اور جگہ مین تو اُسپر کچھ نہین اور اگر تیل خوشبودار ہے جیسے تیل بنفشہ[2] کا تو واجب ہوگا دم بالاتفاق بسبب خوشبو کے یا سیئے ہوے کپڑے کو پہنا یا چھپایا سر کو ایک دن تک یا منڈایا چوتھائی سر کو یا پچھنے لگانے کی جگہ کے بال مونڈے یا ایک بغل کے بال یا دونون کے یا بال زیر ناف کے یا گردن کو دور کیے یا ناخون دونون ہاتھون کے کاٹے یا دونون پیرون کے ایک مجلس مین یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کے یا طواف قدوم کیا یا طواف صدر کیا اور وہ جنب تھا یا فرض طواف بے وضو کیا یا لوٹا عرفات سے قبل امام کے یا ترک کیا طواف زیارت مین ایک پھیرا یا دو پھیرے یا تین پھیرے کیونکہ اگر تین پھیرے سے زیادہ ترک کیا تو محرم رہیگا ہمیشہ تک کہ طواف کرے یا ترک کیا طواف صدر کا یا چار پھیرے اُسکے ترک کیے یا سعی کو ترک کیا یا وقوف مزدلفہ کو یا سب رمی کو یا ایک دن کی رمی کو یا پہلی رمی کو اور وہ رمی ہے جمرہ عقبہ کی دن نحر کے یا اکثر کو اسکے ترک کیا مثلاً چار کنکریان پھینکنا ترک کین اور باقی پھینکین یا حلق کیا زمین حل مین واسطے حج کے یا عمرے کے اسواسطے کہ حلق چاہیئے منی مین اور وہ حرم مین داخل ہے اور جو عمرہ کرنیوالا نکل گیا حرم سے قبل حلال ہونے کے اور پھر آیا حرم مین تو اُسپر کچھ نہین اور حج کرنیوالے نے اگر ایسا کیا تو اُسپر دم لازم آویگا یا بوسہ لیا یا چھوا شہوت سے انزال ہو یا نہو یا تاخیر کی حلق کی یا فرض طواف کی ایام نحر سے یا ایک فعل کو دوسرے پر مقدم کیا مثلاً حلق کیا قبل رمی کے یا قربانی کی قران کرنیوالے نے قبل رمی کے یا حلق کیا قبل ذبح کے تو ان سب صورتون مین اُسپر دم لازم ہے اور قارن پر دو دم لازم آوینگے اگر حلق کیا اُسنے قبل ذبح کے ایک دم تو حلق کا قبل اسکے وقت[3] کے اور ایک دم ذبح کی تاخیر کا حلق سے اور نزدیک صاحبین کے ایک دم لازم آویگا ف اور اگر سردی یا مرض کی ضرورت سے محرم نے سر یا تمام بدن کو ڈھانپے یا سیئے ہوے کپڑے پہنے جبتک کہ وہ ضرورت باقی ہو ایک ہی قربانی لازم آتی ہے اگرچہ ایک قمیص کی ضرورت کیوقت قمیص ہی پہنی یا ٹوپی پہننی کی ضرورت کے ساتھ عمامہ بھی باندھے اور اگر ایک عضو کو ڈھکنے کی ضرورت کیوقت دو عضو کو چھپایا جیسے کہ سر ڈھانکنے کی ضرورت تھی کرتا بھی پہنا یا فقط ایک وقت ضرورت تھی بعد ضرورت دوسرے وقت بھی سر ڈھانکا تو دوسرا کفارہ لازم آویگا حص اور اگر خوشبو لگائی کم ایک عضو[4] سے یا چھپایا سر اپنا یا سیا ہوا کپڑا پہنا ایک دن سے کم مین یا مونڈا سر کم چوتھائی سر سے یا کترے ناخن کم پانچ سے یا پانچ متفرق یا طواف قدوم اور صدر کا بے وضو کیا یا سات پھیرون مین سے طواف صدر کے تین پھیرے ترک کیے یا تین جمرون مین سے ایک کی رمی ترک کی یا مونڈا دوسرے شخص کا سر صدقہ دیوے نصف صاع گیہون اور اگر خوشبو لگائی یا سر[5] منڈایا عذر سے تو ذبح کرے یا صدقہ دیوے تین صاع طعام کے چھ مسکینون پر یا تین روزے رکھے اور اگر اُسنے وطی کی اگرچہ بھولے سے قبل وقوف عرفات کے جو فرض ہے باطل ہوجاویگا حج اُسکا اور حج کرتا چلا جاوے اور ذبح کرے اور پھر قضا کرے حج کی آیندہ سال اور لازم نہین کہ عورت کو چھوڑدے حج کی قضا مین اور نزدیک امام مالک کے چھوڑ دیوے اُسکو جب نکلین دونون اپنے گھرون سے اور امام زفر کے نزدیک جب احرام باندھین اور امام شافعی کے نزدیک جب اُس مقام پہنچین جہان جماع کیا تھا اُس سے چھوڑ دے اُسکو اور اگر وطی کی بعد وقوف کے تو نہ فاسد ہوگا حج اُسکا اور واجب ہوگا بدنہ اور وطی مین بعد حلق کے ایک بکری ہی لازم آتی ہے اور عمرے مین اگر اُسنے چار پھیرے طواف کے کرلیے اور بعد اُسکے جماع کیا تو فاسد نہوگا اور واجب ہوگا ذبح اور اگر قبل اسکے کیا عمرہ فاسد ہوگا تو کرتا چلا جاوے اور ذبح کرے اور پھر قضا کرے تو اگر قتل کیا محرم نے صید کو یا بتایا اُسکے قاتل کو اول بار یا دوسری بار بھولکر

[1] دم یعنی قربانی ہے ۱۲ [2] یا جو اُسکے مانند خوشبودار ہے جیسے تیل چنبیلی یا بیلے کا اور تیل گلاب کا وغیرہ ۱۲ منہ [3] یعنے حلق قبل وقت کا [4] یعنی اگر ایک عضو کامل پر خوشبو لگائی ۱۲ [5] یعنے اگر چوتھائی سر منڈایا ۱۲

یا قصد سے تو اُسپر اُسکی جزا لازم ہی اگرچہ وہ جانور درندہ ہو یا انسیت رکھتا ہو آدمی کے ساتھ یا کبوتر ہو ایسا کہ اُڑ نہین سکتا یا مُحرم ناچار سے
اُسکے کھانے کے لیے تو ان سب صورتون مین جزا لازم آویگی ف جاننا چاہیے کہ شکار خشکی کا مُحرم پر حرام ہی اور دریا کا شکار حلال ہی فرمایا اللہ تعالی
اُحِلَّ لَکُمۡ صَیۡدُ الۡبَحۡرِ یعنے حلال ہی تمھارے واسطے شکار دریا کا اور خشکی کا جانور وہ ہی کہ خشکی مین پیدا ہوتا ہی اور اُسی مین رہتا ہی اور دریا کا جانور
وہ ہی کہ اُسمین پیدا ہوتا ہی اور اُسی مین رہتا ہی اور نکال دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مین سے کُتے کاٹنے والے اور بھیڑیے اور چیل اور
کوے اور سانپ اور بچھو کو اور کُتے سے مراد وہ ہی جو مردار کھاتا ہی اور جزا اُسکی اسواسطے لازم ہی کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَقۡتُلُوا الصَّیۡدَ
وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ط وَمَنۡ قَتَلَہٗ مِنۡکُمۡ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ آخر آیت تک یعنی اور نہ قتل کرو شکار کو اور تم احرام مین ہو اور جو قتل کرے اُسکو تم مین سے قصداً
تو اُسپر جزا ہی اور بتانا اور اشارہ کرنا بھی شکار کرنے مین داخل ہی بسبب حدیث قتادہؓ کے جو اوپر گذری اور کہا عطاء نے کہ اجماع کیا لوگون نے اس
بات پر کہ بتانے والے پر بھی جو کرنے والے پر ہی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلدَّالُّ عَلَی الۡخَیۡرِ کَفَاعِلِہٖ یعنی دلالت کرنیوالا
بہتری پر مانند کرنے والے کے ہی تو دلالت کرنیوالا بدی پر مانند کرنے والی بدی کے ہی ص اور جزا اُسکی وہ ہی جو قیمت مقرر کردین اُسکی دو شخص عادل
جس جگہہ پر وہ جانور قتل ہوا ہی یا اُسکے قریب مکان کے یعنی قیمت اُس جانور کی اسی حساب سے لگائی جاویگی جہان وہ جانور قتل ہوا ہے اور اگر اُسکی
اُس جا قیمت نہین تو اُسکے قریب مکان کی قیمت اُسکی لگائی جاویگی لیکن اگر درندہ جانور ہی تو جزا اُسکی ایک بکری پر زائد نہوگی پھر جائز ہے
واسطے قاتل کے کہ اُس قیمت سے ہدی کو خرید کرے اور ذبح کرے اُس کو مکہ مین یا اُس قیمت مین طعام لے اور مسکینون پر تصدق کرے ہر مسکین پر
نصف صاع گیہون سے یا ایک صاع کھجور سے یا جو سے اور اس سے کم نہ دیوے یا ہر مسکین کے طعام کے عوض ایک ایک روزہ رکھے اور اگر بچے مسکین کے طعام سے
صدقہ دیوے اُسکا یا ایک روزہ رکھے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا ہی اور امام محمد اور شافعیؒ کے نزدیک اگر اُس جانور کے مثال دوسرا
جانور صورت مین پیدا ہو تو واجب ہی وہی جانور مثلاً ہرن مین اور ضبع مین بکری ہی اور خرگوش مین بکری کی چھوٹی بچہ اور یربوع مین جفرہ یعنی چار مہینے
کی بکری اور شتر مرغ مین بدنہ اور حمار وحشی مین گاے اور کبوتر مین بکری ف اور دلائل اُنکی اور تمسکات ہر ایک کی شرح وقایہ اور ہدایہ مین مذکور ہین
جسکا جی چاہے دیکھ لیوے اور کبوتر مین بکری لازم آتی ہی امام محمد اور شافعیؒ کے نزدیک حالانکہ مشابہت صورت مین متحقق نہین موطا مین
امام مالکؒ کی ہی کہ حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا اسطرح پر کہ ضبع مین بکرا ہی اور ہرن مین بکری ہی اور خرگوش مین عناق اور یربوع مین جفرہ اور روایت کی
امام شافعیؒ نے کہ حضرت عمر اور عثمان اور علی اور زید بن ثابت اور ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہم ان سب نے کہا کہ شتر مرغ اگر قتل کرے اُسکو مُحرم
تو ایک بدنہ ہی اونٹ سے اور اُسمین ضعف اور انقطاع ہی اور روایت کی بیہقی نے ابن عباسؓ سے فِی حَمَامَۃِ الۡحَرَمِ شَاۃٌ یعنے کہا ابن عباسؓ
نے کہ کبوتر مین حرم کی ایک بکری ہی وَفِیۡ بَیۡضَتَیۡنِ دِرۡہَمٌ وَفِی النَّعَامَۃِ جَزُوۡرٌ وَفِی الۡبَقَرَۃِ بَقَرَۃٌ وَفِی الۡحِمَارِ بَقَرَۃٌ یعنے دو انڈون مین ایک درہم
ہی اور شتر مرغ مین اونٹ ہی اور گاے مین اور حمار وحشی مین گاے ہی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ضبع صید ہی اور اُسمین ایک بکری ہے
ایسا ہی بدلے مین روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہؓ سے کہ پوچھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبع کو کہ وہ صید ہی فرمایا کہ
ہان اور مقرر کیا اُسمین ایک بکرا جب قتل کرے اُسکو مُحرم اور روایت کیا اُسکو حاکم نے جابرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبع صید ہے
تو جب پہونچے اُسکو مُحرم تو اُسمین ایک بکرا ہی اور کہا کہ صحیح ہی اور نہین نکالا اُسکو بخاری و مسلم نے ص اور اگر کسی جانور کو زخمی کیا یا بال اُسکے اکھاڑ لیے
یا اُسکا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو جو اُسمین نقصان ہوا ہو اُسقدر دینا پڑیگا اور اگر پر کسی طائر کے اکھاڑ لیے یا اُسکے پیر کاٹ ڈالے یا بیضہ توڑ ڈالا یا اُسکو
توڑا اور اُس مین سے بچہ مردہ نکلا تو اس صورت مین قیمت اُسکی دینا پڑیگی اور پیر کاٹنے مین سارے جانور کی قیمت لازم آویگی اسواسطے

کہ اُسکو بیکار کر دیا اور انڈے توڑنے مین اُسکی قیمت دیوے اور اگر بچہ بھی مردہ اُسمین سے نکلے تو زندہ بچے کی قیمت دیوے اور جو شخص احرام سے
نہین ہو وہ بھی اگر حرم کے جانور کو شکار کرے یا اُسکا دودھ لیوے یا وہانکی گھانس کاٹے اور درخت کو وہان کے جو کسی کی ملک نہین ہو اور
نہ آدمی اُسکو بوتے ہین تو قیمت اُسکی لازم آویگی مگر جو گھانس خشک ہوگئی ہو یا درخت خشک ہو گیا ہو اور ان چار چیزون[1] مین روزہ نہین ہے
ف کہا عبد الرزاق نے حدثنا سفیان الثوری عن عبد الکریم الجزری عن عکرمۃ عن ابن عباس قال فی بیض النعام یصیبہ المحرم
ثمنہ وروی ابن ابی شیبۃ عنہ قال فی کل بیضتین درہم وفی کل بیضۃ نصف درہم وروی ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود قال حدثنا
ابن فضیل عن خصیف عن ابی عبیدۃ عن عبد اللہ قال فی بیض النعامۃ قیمتہ وقال عبد الرزاق حدثنا ابو حنیفۃ عن خصیف واخرج
ابن ابی شیبۃ مثلہ عن عمر منقطعا واخرج نحوہ عن مجاہد والشعبی والنخعی وطاؤس وفیہ حدیث مرفوع رواہ عبد الرزاق
والدارقطنی وھو ضعیف ھکذا قال الشیخ ابن الھمام فی کتابہ حاصل یہ ہے کہ ہر انڈے مین آدھا درہم ہے اور یہی کہا ابن مسعود اور عمر
اور بہت سے تابعین نے ص اور نہ چراوے وہانکی گھانس اور نہ کاٹے مگر اذخر[2] کو اور جسنے جون یا ٹیڑی کو قتل کیا صدقہ دے جو چاہے اگرچہ کم ہو مثلاً ایک
کف طعام سے اور اگر کوے اور چیل اور بچھو اور سانپ اور چوہا اور کتا کاٹنے والا ان چیزون کو قتل کیا تو کچھ نہین لازم ہے ف فرمایا حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزین ہین کہ قتل کیجادین حل اور حرم مین کوا اور چیل اور بچھوا اور سانپ اور کتا کاٹنے والا روایت کیا اسکو بخاری
و مسلم نے اور یہی وارد ہے بہت حدیثون مین اور ایک روایت مین ابو داؤد کی ہے کہ جو درندہ حملہ کرنیوالا ہو ص اور اسیطرح چیتا اور تیندوا اور چچڑی اور بھیڑیا
اور درندہ حملہ کرنیوالا اگر قتل کرے انکو کچھ نہین لازم آتا اور جائز ہے واسطے محرم کے ذبح کرنا بکری اور گاے اور اونٹ اور مرغی اور بطخ جو پلی ہوئی ہو
اور محرم کو کھانا اس جانور کا جسکو حلال نے یعنی جو شخص محرم نہین اُسنے شکار کیا ہو اور ذبح کیا ہو اُسکو درست ہے جب کہ محرم نے نہ بتایا ہو اُس جانور
کو اور نہ حکم کیا ہو اُسکے شکار کا ف اور اس باب مین حدیثین وارد ہین ص اور جو شخص داخل ہووے حرم مین اور اُسکے پاس صید ہو تو اُسکو چھوڑ دے جب اُسکے
ہاتھ مین ہووے اور جو کسی کے ہاتھ بیچ چکا ہو تو اُسکو پھیر لیوے وہ جانور خریدنے والے کے ہاتھ مین ہووے اور اگر نہو تو اُسپر جزا لازم ہے اور اگر کسی محرم نے صید کو بیچا
تو اُسکو پھیر لیوے اگر وہ جانور اُسکی ہاتھ مین یعنی خریدنے والے کے موجود ہو اور اگر نہو تو جزا دے اُسکی برابر ہے کہ جسکے ہاتھ بیچا ہو وہ احرام سے ہو یا نہو اور جس
شخص نے احرام باندھا اور اُسکے گھر مین پنجرے مین جو اُسکے ساتھ ہو ایک صید ہے تو اُسپر چھوڑنا اُسکا لازم نہین بخلاف اُسکے جو حرم مین صید لیکے داخل ہو
تو اُسپر چھوڑنا اسکا واجب ہے اور جو کوئی شخص محرم نہ تھا اور اُسنے صید پکڑا پھر احرام باندھا اور اُسکے ہاتھ سے دوسرے نے لیکے اُسکو چھوڑ دیا تو چھوڑنیوالے
پر اُسکی قیمت لازم آویگی اور اگر محرم نے کوئی صید پکڑا اور کسی نے اُسکے ہاتھ سے لیکے چھوڑ دیا پس اگر پکڑ لیا اُسکو غیر محرم نے تو اُسکو قیمت اسکی دینی لازم
آویگی اور نہین تو اُسکو قیمت دینا لازم نہین اور جو کسی محرم نے دوسرے محرم کا شکار کہ اُسنے احرام مین پکڑا تھا مار ڈالا تو دونون پر اُسکی جزا لازم ہے
اور پکڑنے والا قاتل سے اُسکی قیمت لیوے اور جس جنایت سے مفرد حج کرنیوالے پر ایک دم ہے تو قارن پر اُس سے دو دم ہین ایک دم حج کا اور ایک دم عمرہ کا
مگر جس صورت مین قارن میقات سے تجاوز کیا بغیر احرام کے تو اُسپر ایک ہی دم لازم ہے کیونکہ جب وہ میقات پر پہونچا تو ایک احرام اُسپر واجب ہے اور ایک
واجب کی تاخیر سے ایک ہی دم لازم ہے اور جو دو شخصون نے کہ دونون محرم ہین ایک صید کو قتل کیا تو ہر ایک پر کامل جزا لازم ہے اور اگر ایک صید کو
حرم مین دو شخصون نے کہ دونون حلال ہین اور احرام سے نہین ہین مارا تو ان دونون پر ایک جزا نصف نصف لازم ہے اور اگر بیچا محرم نے کسی صید کو یا خریدا
اُسکو تو بیع باطل ہے اور اگر ذبح کیا اُسکو تو کھانا اُسکا حرام ہے اور اگر اُسمین سے کچھ کھا لیا اُسکو موافق اُسکے جتنا کھایا ہے قیمت دینی پڑیگی اور جو اُسکو ذبح کیا ہے

[1] یعنی غیر محرم کا شکار کرنا جانور کا یا دودھ دوہنا اسکا یا گھانس کاٹنا یا درخت کاٹنا حرم کا ۱۲ [2] اذخر ایک گھانس ہے خوشبودار مکہ مین اور اسکا کاٹنا درست رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسواسطے کہ وہ استعمال کیجاتی ہے وہانکی قبرون مین اور

جسکا احرام باندھا ہی واسطے صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے ف اور دلیل اسکی اصل شرح وقایہ اور ہدایہ مین مذکور ہی

ص باب احصار کے بیان مین

اگر محرم کو کسی دشمن نے روکا یا مرض کے سبب سے رک گیا تو جو شخص حج مفرد کرتا تھا وہ ایک دم بھیجے اور قارن دو دم اور مقرر کردے ایکدن ذبح کا اگرچہ قبل
دن نحر کے ہووے یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر عمرہ سے رکا ہی تو اسی طرح کرے اور اگر حج سے رک گیا ہی تو نہین جائز ہی ذبح مگر
دن نحر کے ف اور ہمارے نزدیک روکا جانا یعنی احصار مرض سے بھی ہوتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہین ہوتا احصار مگر دشمن کے سبب سے اور دلیل
ہماری یہ ہی کہ روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین ثنا فهد ثنا علی بن معبد بن شداد العبدی صاحب محمد ابن الحسن ثنا جریر بن عبد الحمید
عن منصور عن ابراهيم عن علقمة قال لدغ صاحب لنا وهو محرم بعمرة فذكرناه لابن مسعود فقال يبعث الهدي ويواعد اصحابه موعدا
فاذا نحر عنه حل ثنا [illegible] ابی جریر عن الاعمش عن عمارة بن عمير عن عبد الرحمن بن يزيد قال قال عبد الله ثم عليه عمرة بعد ذلك یعنی کہا علقمہ نے
کہ کاٹا سانپ نے ایک شخص کو اور وہ محرم تھا عمرے کا تو ذکر کیا ہمنے یہ ابن مسعودؓ سے کہا انہون نے بھیجدیوے ہدی کو اور وعدہ کر دیوے اپنے لوگون سے
تو جب قربانی کرین وہ اُس سے حلال ہو جاوے اور پھر اُسپر لازم ہی عمرہ اور آیت بھی احصار کی مرض کے باب مین نازل ہوئی ہی ص اور حل مین اُسکا
ذبح کرنا جائز نہین اور جب ذبح ہو گئی قربانی اُسکی تو وہ حلال ہو جاویگا قبل حلق اور قصر کے اور اگر حلال ہوا حج سے تو اُسپر حج اور عمرہ لازم ہی اور عمرہ سے
تو عمرہ لازم ہی اور قران سے تو ایک حج اور دو عمرے چاہئین ف اور مروی ہی اول عبد اللہ بن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے ذکر کیا اسکو رازی نے اور دوسرا
بیان کیا ہمنے اُسکو ابن مسعودؓ سے اور قران مین دو عمرے اسواسطے ہین کہ ایک عمرہ تو حج کے فوت کا ہوا اور ایک عمرہ اُس عمرہ کی قضا ہی جو قران مین تھا ص
اور جب احصار اُسکا ساقط ہو جاوے اور ممکن ہو اُسکو ہدی اور حج کا پانا تو جاوے اور اگر دونون ملنا ممکن نہون مثلاً حج ملنا ممکن ہو اور قربانی ملنا ممکن نہو یا قربانی کا
ملنا ممکن ہو اور حج کا ملنا ممکن نہو تو جائز ہی اُسکے واسطے کہ حلال ہو جاوے اُسی جگہ یا چلا جاوے اور جو شخص وقوف اور طواف سے مکے مین دونون سے منع کیا گیا ہی
تو احصار اُسکا ثابت ہی اور اگر ایک سے ان دونون مین سے روکا گیا تو احصار اُسکا ثابت نہین ف اور جو شخص عاجز ہو حج سے اور حج کیا جاوے اُسکی طرف سے تو صحیح ہوگا اور ساقط
حج ادا ہو جاویگا اگر عجز اُسکا موت تک باقی رہا اور نیت کی حج مین اُسکی طرف سے ف اسواسطے کہ کہا ایک عورت نے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق
فرض کیا اللہ نے حج اپنے بندون پر پایا مین نے اپنے باپ کو ضعیف بوڑھا کہ نہین ٹھہر سکتا سواری پر کیا حج کرون مین اُس سے فرمایا آپنے ہان روایت کی
بخاری و مسلم نے اور فرمایا آپنے ایک شخص کو واسطے حج عن ابیک واعتمر یعنی حج کر تو اپنے باپ سے اور عمرہ کر روایت کیا اسکو ابو داؤد و نسائی ترمذی نے اور صحیح کیا اسکو
اور روایتین اس بہت حدیثون مین ص اور اگر کسی کو دو شخصون نے حکم حج کا دیا اپنی طرف سے اور خرچ دیا اُن دونون نے اور حج کیا اُسنے دونون کی طرف سے
تو وہ حج اُس کرنے والے کا ہوگا اور اُن دونکا مال دینا پڑیگا اور نہین جائز ہی اُسکو کہ کرے اُس حج کو اُن دونون مین سے ایک کے لیے اور اگر حج نفل کیا ہے
اپنی ماں باپ سے تو درست ہی اُسکو کہ کرے ثواب اُس حج نفل کا اُن دونون کے لیے اور جو کسی نے ایک شخص کو حکم دیا حج کا اور اُسکو احصار ہوا تو دم احصار کا حکم
کرنے والے پر ہی اور دم قران اور جنایت کا حج کرنے والے پر ہی یعنی اگر کسی نے حکم دیا کہ میری طرف سے قران کرنا تو دم قران کا حکم کرنیوالے پر نہین حج کرنے والے پر
ہی اور اگر حج کرنے والے نے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے تو باطل ہوا حج اُسکا اور دینا پڑیگا نفقہ اُس شخص کا جسنے حکم کیا تھا اُسکو حج کا اور اگر بعد وقوف
کے جماع کیا تو نہ لازم آویگا اُسکو پھیر دینا نفقے کا کیونکہ صحیح ہو گیا حج اُسکا اور اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرا دینا اور لوگون نے
بعد اُسکے ایک شخص کو واسطے حج کے مقرر کیا اور خرچ حج کا اُسکو دیدیا اور وہ راستے مین مر گیا پس دوسرا شخص واسطے حج کرنے کے روانہ کیا جاوے

۱؎ اس صورت مین وہ مامور حج کا نہین بلکہ حج کرنے مین متبرع ہی پس ثواب حج کا دونون کے واسطے ٹھہرانا جائز ہوگا بخلاف صورت اول کے ۲؎ اسواسطے کہ نفقہ لینے خرچ اسنے اسواسطے دیا تھا کہ میری طرف سے حج کرے اور اُسنے حج کو باطل کر دیا تو نفقہ کا دینا لازم آویگا منہ

مکان اور کرنے والے سے نہ اُس جگہ سے جہان وہ مرا ہی تو جو خرچ دیکے مال باقی رہا ہی اُسکے ثلث مین سے حج کرایا جاویگا اور امام ابو یوسفؒ کی نزدیک
کل مال ثلث کے سے حج کرایا جاویگا اور نزدیک امام محمدؒ کے اگر اُس مال مین سے جو پہلے شخص کو واسطے حج کے دیا تھا کچھ باقی ہی حج کرایا جاویگا اور جو
کچھ باقی نہین رہا باطل ہوگی وصیت اُسکی اور ہدی چاہے اونٹ کی ہو اور چاہے بکری کی ہو یا گاے کی اور ادنی درجہ یہ ہی کہ بکری ہو ف اور یہ جو
مین ہی کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی لیکن پایا نہین گیا روایت کی شافعیؒ نے عطاؒ سے کہ کہا انھون نے ادنی درجہ دم کا حج مین بکری ہی اور ایسا ہی کہا
حضرت ابن عباسؓ نے مروی ہی یہ صحیح بخاری مین ص اور نہین واجب ہی لیجانا اُسکا عرفات مین اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد تعریف سے اعلام ہی مثل تقلید کے
اور ہدی مین اُسی قسم کا جانور جائز ہی جیسا دن نحر کے قربانی مین جائز ہوتا ہی اور جو اُسمین جائز نہین اسمین بھی جائز نہین ف مثلا اونٹ اور گاے مین جو
قربانی کے لیے ہو سات آدمیون کا شریک ہونا درست ہی تو اُسمین بھی درست ہی اور اسیطرح نہایت دُبلی جو قربانی کی جگہ تک نہ جا سکے یا اندھی یا لنگڑی
یا کان کٹی ہو ایسی ہدی درست نہین اور ذکر اُسکا خاتمے مین کچھ تھوڑا سا آویگا ص اور جائز ہی بکری ہر چیز مین مگر جب طواف زیارت جنابت کی
حالت مین کرلیا یا وطی کی بعد وقوف کے تو ان دونون صورتون مین بدنہ یعنی اونٹ یا گاے کی قربانی لازم ہوگی اور جو ہدی نفل ہو اُسمین سے کھالیوے اور
تمتع اور قران کی بھی ہدی سے کھاوے اور سوا انکے اور کسی مین سے نہ کھاوے ف حدیث جابرؓ مین ہی کہ کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل ہدی اور تمتع اور قران
کی ہدی سے اور سوا انکے مین مثلاً احصار کی ہدی یا جنایت کی ہدی مین سے نہ کھاوے اور منع کیا اُسکے کھانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مروی ہے یہ صحیح مسلم اور ابن ماجہ مین ص اور تمتع اور قران کی ہدی دن نحر کے ذبح کرے اور باقی جس روز چاہے ذبح کرے اور ذبح کی جگہ حرم ہے
ف فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا عرفہ موقف ہی اور سارا منی قربانی کی جگہ ہے اور جتنے کوچے مکے کے ہین سب قربانی کی جگہ ہین روایت
کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حدیث جابرؓ سے ص اور صدقہ دینا قربانی مین سے حرم کے فقیرون کو اور جسکو چاہے فقیرون مین سے درست ہی اور صدقے
مین دیوے اُسکی جھول اور نکیل اور نہ دیوے قصاب کی اجرت مین اُسکو اور نہ سوار ہووے ہدی پر مگر واسطے ضرورت کے اور نہ نکالے اُسکا دودھ اور موقوف کرے
دودھ کو اسطرح پر کہ پستان کو اُسکے سرد پانی سے دھووے ف اور یہ جب ہی کہ ذبح اُسکا قریب ہو دے اور لیکن جب ذبح اُسکا قریب نہو دے تو اُسکا دودھ نکال کے
صدقہ دیوے تاکہ ہدی کو ضرر نہووے اور روایت کی جماعت نے سوا ترمذی کے حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تقسیم کرو قربانیون کی
کھالون کو اور اُنکی جھولون کو اور حکم کیا مجھکو کہ نہ دون اُسمین سے اجر قصاب کا اور فرمایا کہ ہم اُسکو اپنے پاس سے دینگے اور ایک روایت مین ہی کہ صدقہ دو اُسکی
کھالون اور جھولون کا اور سوار ہونا وقت ضرورت کے اُسپر درست ہی صحیحین مین مروی ہی حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ ہانکتا ہی
بدنے کو سو فرمایا آپ نے سوار ہو جا اُسپر سو کہا اُسنے کہ یہ بدنہ ہے فرمایا کہ سوار ہو اُسپر سو دیکھا مین نے اُسکو کہ سوار تھا اُسپر ص اور جسنے ہانکا ہدی کو اور وہ ہلاک ہو گئی
تو اگر نفل ہی تو اُسپر دوسری ہدی لینا ضرور نہین اور اگر واجب ہی تو اُسکی جگہ پر دوسری مقرر کرے اور اگر اُسمین نہایت عیب ہی مثلاً تہائی حصے سے
زیادہ اُسکی دم یا کان یا آنکھ جاتی رہی تو اُسکو بھی بدلا دے عیب والی ہدی مالک کی ہی جو چاہے اُسکو کرے اور اگر مرنے لگے ہدی راستے مین اور وہ نفل تھی
تو نحر کرے اُسکو اور نعل کو جو اُس کے گلے مین ہی اُسکے خون مین رنگ دیوے اور اُسکو لیکے اُسکے کوہان پر مار دیوے تاکہ اُسمین سے فقیر کھاوے اور غنی نہ کھاوے ف اور
ایسا ہی حکم کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ناجیہ اسلمی کو ص اور اگر وقوف کیا لوگون نے اور گواہی دی ایک قوم نے کہ یہ دن نحر کا
تھا اور عرفے کا دن گذر گیا تو نہین قبول کیجاویگی شہادت انکی اور اگر قبل وقت وقوف کے گواہی دی کہ آج کا دن ترویہ کا تھا اور کل عرفہ ہی تو قبول
کیجاوے گی شہادت انکی اور اگر رمی کی جمرہ وسطی اور تیسرے جمرہ کی اور نہ رمی کی جمرہ اولی کی تو اگر رمی کرلے پھر سب کی تو اچھا ہی اور اگر فقط جمرہ

ساہ نحر اور ذبح مین فرق یہ ہی ذبح اسکو کہتے ہین کہ لٹاکر اُسکے گلے پر چھری پھیرنا اور نحر اسکو کہتے ہین کہ اونٹ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اُسکی گلے کے نیچے جو گڑھا ہی اُسمین نیزہ وغیرہ مارے اور اونٹ مین نحر کرنا افضل ہی اور گاے بکری مین ذبح ۱۲

اولی کی رمی کی قضا کی تو جائز ہے اور اگر نذر کی کسی شخص نے کہ حج پیدل کرونگا تو پیدل کرے طواف زیارت تک اور بعد طواف زیارت کے جائز ہی اسکو سوار ہونا اور اگر ایک لونڈی کو خریدا اور وہ محرم تھی اپنے مالک کے اذن سے تو جائز ہی خریدنے والے کو کہ حلال کرے اسکو اسطرح پر کہ بال اسکے کاٹے یا ناخون کترے بغیر جماع کرنے اس سے اور یہ اولی ہی اس سے کہ حلال کرے اسکو ساتھ جماع کے اور اگر جماع سے حلال کیا اسکو تو درست ہی اور جو بلا اذن مالک کے اسنے احرام باندھا ہی تو اسکا کچھ اعتبار نہین ف خدا کا شکر ہی کہ کتاب الحج بھی تمام ہوئی خدای تعالی اسکو اپنے فضل سے قبول فرماوے آمین یارب العالمین

خاتمہ فوائد متفرقہ کے بیان مین فائدہ پہلا

اوپر گذرا کہ عمرہ سنت ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہی اور بعضون کے نزدیک فرض کفایہ ہے دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہی کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین اور دارقطنی نے زید بن ثابتؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيْضَتَانِ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِمَا بَدَأْتَ قَالَ الْحَاكِمُ اَلصَّحِيْحُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مِنْ قَوْلِهِ یعنی حج اور عمرہ دونون فرض ہین تو نہین ضرر کرتا ہی تجھکو جس سے چاہے شروع کر کہا حاکم نے صحیح یہ ہی کہ یہ قول زید بن ثابتؓ کا ہی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علاوہ اسکے مین کہتا ہون کہ اسناد مین اسکی اسمٰعیل بن مسلم مکی ہی ضعیف کیا اسکو محدثین نے کہا بخاری نے مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ حَدَّثَنَا حَدِيْثًا یعنے پھینک دیتے ہین ہم حدیث اسکی اور روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے ہشام بن حسان سے انھون نے محمد بن سیرین سے موقوفا اور یہی صحیح ہی اور نکالا دارقطنی نے عمر بن الخطابؓ سے اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنْ تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَاَنْ تَحُجَّ وَتَعْتَمِرَ یعنے پوچھا ایک شخص نے کہ اے رسول اللہ کیا ہی اسلام فرمایا یہ کہ گواہی دے تو کہ نہین ہی کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد رسول اللہ کے ہین اور قائم کرے تو نماز کو اور دیوے زکوۃ کو اور حج کرے اور عمرہ کرے تو کہا دارقطنی نے اسناد اسکی صحیح ہی اور روایت کیا اسکو حاکم نے کتاب المخرج علی صحیح مسلم مین کہا صاحب تنقیح نے یہ حدیث صحیحین مین ہی اور اسمین ذکر عمرے کا نہین اور یہ زیادت شاذ ہی اور اس باب مین اور حدیثین ہین لیکن سب ضعیف ہین اور نکالا حاکم نے ابن عمرؓ سے کہ نہین ہی کوئی شخص اللہ کی مخلوق سے مگر لازم ہی اسپر حج اور عمرہ اور دونون واجب ہین جو شخص طاقت رکھے وہان جانے کی اور تعلیق کی اسکی بخاری نے اور نکالا ابن عباسؓ سے اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيْضَتَانِ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ اِلَّا اَهْلَ مَكَّةَ فَاِنَّ عُمْرَتَهُمْ طَوَافُهُمْ فَلْيَخْرُجُوْا اِلَى التَّنْعِيْمِ ثُمَّ لِيَدْخُلُوْا الْحَدِيْثَ یعنی حج اور عمرہ دونون فرض ہین آخر حدیث تک اور کہا حاکم نے کہ یہ اوپر شرط مسلم کے ہے اور دلیل ہماری یہ ہی جو روایت کی ترمذی نے حجاج بن ارطاۃ سے انھون نے محمد بن منکدر سے انھون نے جابرؓ سے کہ پوچھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے سے کیا واجب ہی وہ فرمایا نہین مگر یہ کہ عمرہ کرنا افضل ہی کہا ترمذی نے حدیث حسن صحیح ہی ایسا ہی ہی ایک نسخے مین جامع ترمذی کے اور ایک نسخے مین ہی حدیث حسن اور وہ جو ذکر کیا بعضون نے کہ اسناد مین اسکی حجاج بن ارطاۃ ہی اور وہ ضعیف ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ نہین ہی کم حدیث اسکی درجہ حسن سے اور متفق ہوئین روایتین ترمذی سے اس بات پر کہ حسن کہا انھون نے اس حدیث کو اور روایت کیا اسکو ابن جریج نے انھون نے محمد بن منکدر سے انھون نے جابر بن عبداللہ سے اور روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم صغیر مین اور دارقطنی نے اور طریقے سے اور اسناد مین اسکی یحیی بن ایوب ہی اور ضعیف کیا اسکو اور روایت کی عبدالباقی بن قانع نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج جہاد ہی اور عمرہ نفل ہی اور یہ بھی حجت ہی اور کہا ابن حزم نے کہ یہ مرسل ہی روایت کیا اسکو معاویہ بن اسحق نے ابو صالح حنفی سے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور جواب اسکا یہ ہی کہ ابن قانع نے رفع کیا اسکو اور وہ بڑے حافظون حدیث مین سے ہین اور باقی اسناد مین سب راوی ثقہ ہین باوجود اس بات کے کہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور ضعیف کرنا ابن حزم کا صحیح نہین ہی کیونکہ توثیق کی اسکی ابن معین نے اور روایت کیا اس سے جماعت مشاہیر نے اور ...

عبداللہ بن عباسؓ سے اور اسناد مین اُسکی مجاہیل ہین اور روایت کی ابن ماجہ نے طلحہ بن عبید اللہ سے کہ انھون نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے
تھے حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے اور اسناد مین اُسکی عمرو بن قیس ہے کہا صاحب امام نے کلام کیا گیا ہے اُسمین اور بہرحال حدیث اُسکی درجہ حسن سے
کم نہین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حدیث ابو اُسامہ سے انھون نے سعید بن ابی عروبہ سے انھون نے ابو معشر سے انھون نے ابراہیم نخعی سے
کہ کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے کہ حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے اور کافی ہین عبداللہ تقلید کیواسطے اور کلام اُنکا حجت ہے

فائدہ دوسرا اضحیہ کے بیان مین

درست ہے چھہ مہینے کا دنبہ قربانی کرنا اور اِس سے کم کا درست نہین اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہین اور گای دو برس یا زیادہ کی اور اس
سے کم کی درست نہین اور بکری جب ایک برس کی ہو یا زیادہ ہو تو درست ہے اور اس سے کم کی درست نہین اور اگر قربانی کا جانور منڈا ہووے یعنے سینگھ
کا یا بدھیا تو قربانی کرنا درست ہے اور اگر اندھا ہووے یا بہت دُبلا ہووے کہ اسکی ہڈیون مین مغز نہ ہو وے یا لنگڑا ہووے اسقدر کہ قربانی کرنے کی جا تک نہ جا سکے
تو ان سب جانورون کو قربانی کرنا درست نہین اور جس جانور کا ایک ہاتھہ یا ایک پاؤن کٹا ہووے یا اُسکا کان تہائی حصے سے زیادہ کٹا ہووے یا اُسکی آنکھہ تہائی
حصے سے زیادہ گئی ہووے یا اُسکا دُم تہائی حصے سے زیادہ کٹا ہووے تو ان سب جانورون کو قربانی کرنا درست نہین اور باقی ذکر اُسکا کتاب الاضحیہ مین ہے

فائدہ تیسرا مکے کی اور مسجد الحرام کی فضیلت کے بیان مین

روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے مکے کے کیا اچھا شہر ہے تو اور میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور اگر تیری قوم نے
نہ نکالا ہوتا مجھکو تجھسے البتہ مین نہ رہتا مگر تجھہ مین اخراج کیا اُسکا ترمذی نے اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا
وَاللّٰہِ اِنَّکِ لَخَیْرُ اَرْضِ اللّٰہِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ وَلَوْلَا اَنِّیْ اُخْرِجْتُ مِنْکِ مَا خَرَجْتُ یعنی تو بہتر ہے اللہ کی زمین بھر مین اور اگر مین نہ نکالا جاتا تجھہ مین سے
البتہ نہ نکلتا مین مروی ہے یہ حدیث سنن ترمذی اور ابن ماجہ مین اور فرمایا آپ نے دن فتح مکہ شریف کے اِنَّ ھٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَہُ اللّٰہُ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ فَھُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَۃِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَاِنَّہٗ لَمْ یَحِلَّ الْقِتَالُ فِیْہِ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَلَمْ یَحِلَّ لِیْ اِلَّا سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ فَھُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَۃِ اللّٰہِ اِلٰی
یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا یُعْضَدُ شَوْکُہٗ وَلَا یُنَفَّرُ صَیْدُہٗ وَلَا یَلْتَقِطُ لُقْطَتَہٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَھَا وَلَا یُخْتَلٰی خَلَاھَا فَقَالَ الْعَبَّاسُؓ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّہٗ
لِقَیْنِھِمْ وَلِبُیُوْتِھِمْ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ یعنے یہ شہر حرمت کی اُسکی اللہ تعالیٰ نے جسدن سے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو تو یہ حرمت دیا گیا ہے
اللہ کی حرمت سے دن قیامت تک اور نہین حلال ہوا اُسمین قتال کرنا کسی کو مجھسے پہلے سوا میرے اور میرے واسطے بھی ایک گھڑی بھر دن
مین درست ہوا تو وہ حرمت دیا گیا ہے اللہ کی حرمت سے دن قیامت تک نہ توڑی کانٹا اسکا اور نہ بھگاوے وہان کے صید کو اور نہ لیوے وہان کی پڑی چیز
کو مگر وہ شخص جو اُسکو پہنچوادے اور نہ لے وہان کی گھانس سو کہا حضرت عباسؓ نے اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مگر اذخر کو یعنی اذخر جو گھانس ہے وہان کی
اُسکو لیا کرین کیونکہ وہ سنار کام لاتے ہین اُسکو اور اپنے گھرون مین صرف کرتے ہین سو فرمایا آپنے مگر اذخر کو یعنی اُسکا لینا درست کیا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم
نے اور روایت ہے عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہینگے اس اُمت کے لوگ ساتھہ بہتری کے جب تک عظمت
اور حرمت خانہ کعبہ کی کرینگے جو حق اُسکی تعظیم کا ہے تو جب ضایع کرینگے اس تعظیم کو ہلاک ہوجاوینگے اخراج کیا اسکا ابن ماجہ نے اور نماز پڑہنا خانہ کعبہ مین بہت
ثواب ہے حدیث شریف مین ہے کہ کعبے مین ایک نماز برابر ہے لاکھہ نماز کے اور مدینہ منورہ کی مسجد نبوی مین ایک نماز برابر ہے پچاس ہزار نماز کے واللہ اعلم

فائدہ چوتھا مدینہ شریف کی زیارت کے بیان مین

نزدیک ہمارے مشائخ کے زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل مستحبات مین سے ہے اور مناسک فارسی اور شرح مختار مین ہے کہ یہ قریب ہے واجب کے

بہرحال زیارت کرنا قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمان پر واجبات اور لوازمات میں سے ہے روایت کی دارقطنی اور بزار نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یعنے جسنے زیارت کی میری قبر کی واجب ہوئی اسکے لیے شفاعت میری اور روایت کی دارقطنی نے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ حَجَّ وَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ یعنے جسنے حج کیا اور زیارت کی میری قبر کی بعد میری موت کے
سو گویا کہ اُسنے زیارت کی میری زندگی میں سبحان اللہ جبکہ زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ درجہ ہوا کہ گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی حالت حیات میں زیارت کی تو کونسا مسلمان ایسا ہوگا کہ اس درجے سے محروم اور غائب رہیگا اور آپ کی زیارت سے مشرف نہوگا اور
حج اگر فرض ہو تو اولیٰ ہے کہ پہلے حج کرے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جاوے اور اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے سو جب نیت کرے زیارت قبر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ کی مسجد کی بھی زیارت کی نیت کرے اسواسطے کہ مسجد ان تین مسجدوں میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے
حق میں لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی یعنی نہ باندھے جاویں کجاوے مگر تین مسجدونکی طرف مسجد
حرام اور میری مسجد اور مسجد اقصیٰ یعنی مسجد بیت المقدس کی اور اس حدیث سے مطلب آپ کا یہ ہے کہ مسجدوں کی زیارت کے واسطے جانا اور سفر کرنا
انکے لیے درست نہیں مگر ان تین مسجدوں کی طرف اور یہ جو معنی اس حدیث کے ہمنے بیان کیے ہیں صحیح ہیں اور دلالت کرتا ہے اسپر کلام شیخ ابن الہمام
کا لعد بیان کرنے اس حدیث کے وَالْاَوْلٰی عِنْدَ الْعَبْدِ الضَّعِیْفِ تَجْرِیْدُ النِّیَّةِ لِزِیَارَةِ قَبْرِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یعنی اولیٰ نزدیک میرے یہ ہے
کہ مجرد کرے نیت کو واسطے زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہا آگے جاکے لِاَنَّ فِیْ ذٰلِكَ زِیَادَةَ تَعْظِیْمِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یعنی اسمین
زیادتی تعظیم کی ہے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جن لوگوں نے یعنی اس حدیث کے لیے ہیں کہ نہ سفر کیا جاوے کسی مقام کی زیارت کیواسطے
مگر ان مسجدوں کی طرف تو وہ معنی اس حدیث کے مستقیم نہیں کیونکہ کلام شیخ ابن الہمام کا صریح منافی ہے اسکے علاوہ اسکے امام احمد نے روایت کیا
اس حدیث کو اور اسمین ہے کہ نہ سفر کیا جاوے طرف کسی مسجد کی مگر ان تین مسجدوں کی طرف اور وہ جو خدشہ بیان کرتے ہیں اس حدیث کا کہ اسناد میں
اس کی شہر بن حوشب ہے اور وہ راوی ضعیف ہے اور وہم کیا اسنے اس روایت میں تو جواب اسکا یہ ہے کہ جب ثقہ ہونا شہر کا ثابت کر دیا ہم نے تو نسبت کرنی
وہم کی اسکی طرف غیر مقبول ہے اور کلام بلا دلیل ہے اور اصول حدیث میں ثابت ہے کہ زیادتی ثقہ ضابط کی مقبول ہے لیکن توثیق شہر بن حوشب کی معلوم کرنا چاہیے
کہ نہیں ضعیف کیا اسکو مگر ابن عون اور مسلم نے اور توثیق کی اسکی احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین اور بہت لوگوں نے قَالَ اَحْمَدُ مَا اَحْسَنَ حَدِیْثَهٗ وَوَثَّقَهٗ
هُوَ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعِجْلِیُّ هُوَ تَابِعِیٌّ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ خَیْثَمَةَ عَنْ یَحْیَی بْنِ مَعِیْنٍ هُوَ ثِقَةٌ وَلَمْ یَذْکُرْ اَبْنُ اَبِیْ خَیْثَمَةَ غَیْرَ هٰذَا
وَقَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ لَا بَاْسَ بِهٖ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ قَالَ مُحَمَّدٌ یَعْنِی الْبُخَارِیَّ شَهْرٌ حَسَنُ الْحَدِیْثِ وَقَوّٰی اَمْرَهٗ وَقَالَ اِنَّمَا تَکَلَّمَ فِیْهِ ابْنُ عَوْنٍ ثُمَّ
رَوٰی عَنْ هِلَالِ ابْنِ اَبِیْ زَیْنَبَ عَنْ شَهْرٍ وَقَالَ یَعْقُوْبُ بْنُ شَیْبَةَ شَهْرٌ ثِقَةٌ اور کہا صالح بن محمد نے شہر روی عنہ الناس من اهل الکوفة ولهم
وَاَهْلِ الشَّامِ وَلَمْ یُوْقَفْ مِنْهُ عَلَی الْکَذِبِ یعنی شہر کی روایت کی ہے اہل کوفہ اور اہل بصرہ اور اہل شام نے اور نہیں معلوم ہوا کذب اسکا کسی طرح تو جاننا چاہیے کہ یہ کلام
کا شہر بن حوشب میں متاخرین کا کلام نہیں لیا الا وہ ہے کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں بل وثقه کثیرون من کبار ائمة السلف وقال ایضا فهٰؤلاء الائمة
علی الثناء علیه اور کہا حافظ ابن حجر نے شہر صدوق اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں وَالصَّحِیْحُ فِیْ شَهْرِ بْنِ التَّوْثِیْقُ وَوَثَّقَهٗ اَبُوْ زُرْعَةَ
وَاَحْمَدُ وَیَحْیٰی وَالْعِجْلِیُّ وَیَعْقُوْبُ بْنُ شَیْبَةَ وَسِنَانُ بْنُ رَبِیْعَةَ تو جب شہر کو امام احمد اور یحییٰ ابن معین اور احمد بن عبد اللہ اور ابن ابی خیثمہ اور ابو زرعہ اور بخاری اور
ترمذی اور یعقوب اور صالح بن محمد اور سنان بن ربیعہ اسقدر لوگ اجلہ علما محدثین سے توثیق کریں تو کیونکر ضعف بیان کرنا اسکا بتقلید مسلم اور ابن عون کی باوجودیکہ
رجوع کیا ہو ان دونوں نے اسکی تضعیف سے اور نہ قبول کرنا اسکی زیادت کو نہایت بے انصافی ہے اور وہ جو طعن کیا ہے لوگوں نے شہر کا ایک تھیلی کے لے جانے سے بیت المال سے ہزار دو ہزار

نووی نے قَدْ حَمَلَہُ الْعُلَمَاءُ عَلَی الْفَضْلِ الصَّحِیْحِ یعنی حمل کیا اسکو علمانے محل صحیح پر آور وہ جو طعن کرتے ہین کہ شہر نے سفر حج مین اپنے رفیق کی رسی چرائی غلط ہی اور کذب ہی کہا نووی نے غَیْرُ مَقْبُوْلٍ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ یعنی یہ طعن غیر مقبول ہی نزدیک محققین کے اور بعد اسکے جب علما سلف سے توثیق اسکی ثابت ہی اور شیخ ابن الہمام اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام نووی قائل اسکی صحت کی ہین تو زیادتی اسکی اس حدیث مین بلاشبہ مقبول ہی اور اگر تسلیم بھی کرین تو بھی جب نص صریح حدیث ضعیف مین مروی ہو تو معنی اُسکے اُسکے موافق لیے جاتے ہین بہرحال ترجیح اسی مذہب کو ہی جسکو ہم نے ذکر کیا اور دوسرے یہ کہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری حدیث مین ذکر کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے لَا تُعْمِلُہُ حَاجَۃٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ صریح دال ہی اس بات پر کہ مراد حدیث مذکور مین سفر مساجد کا ہی اور جب جاوے واسطے زیارت کے تو کثرت سے پڑھے درود اور سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر راہ مین اور جب مدینہ شریف کے قریب پہونچے غسل کرے قبل داخل ہونے کے مدینہ طیبہ مین اور چاہیے وضو کرے اور غسل افضل ہی اور اچھے کپڑے اپنے پہنے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہی اور یہ جو لوگ جب مدینے کے قریب پہونچتے ہین تو سواری سے اُتر کے پیدل مدینہ شریف مین جاتے ہین کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ فعل اچھا ہی کہا انھون نے وَکُلُّ مَا کَانَ اَدْخَلَ فِی الْاَدَبِ وَالْاِجْلَالِ کَانَ حَسَنًا یعنی جو فعل ادب کا ہووے تو وہ اچھا ہی اور جب مدینے مین داخل ہووے تو یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَاءَکَ وَاَھْلَ طَاعَتِکَ وَاغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ اور چاہیے کہ نہایت تواضع اور عاجزی اور خشوع اور خضوع سے چلا اور رہا کرے اور ہر دم پڑھے درود شریف سے اور دل مین خیال کرتا جاوے کہ یہ وہ شہر ہی جسمین ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی ہی اور یہی جگہ قرآن اور وحی اُترنے کی ہی اور یہی جگہ ہی ایمان اور احکام کی کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جتنے شہر ہین سب فتح ہوئے ہین تلوار سے مگر مدینہ کہ یہ فتح ہوا ہی رحم سے اللہ کے اور قرآن سے اور مستحب ہی کہ مدینہ شریف مین سوار ہو کے نہ چلے اسواسطے کہ فرمایا حضرت امام مالک نے جب پوچھا ایک شخص نے کہ کیون نہین سوار ہوتے آپ مدینے مین کہا کہ مین شرم کرتا ہون اللہ تعالی سے کہ روندون ایسا چارپایے کے کھر سے اس مٹی کو جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور جب مسجد نبوی مین داخل ہووے تو اپنا پیر پہلے مسجد مین رکھے اور اندر جاوے اور کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اور مسجد مین باب جبرئیل یا باب السلام سے داخل ہووے مگر باب جبرئیل سے جانا بہتر ہے اور یہ دعا بھی چاہیے پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی الْیَوْمَ مِنْ اَوْجَہِ مَنْ تَوَجَّہَ اِلَیْکَ وَاَقْرَبِ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْکَ وَاَنْجَحِ مَنْ دَعَاکَ وَابْتَغٰی مَرْضَاتَکَ پھر درمیان منبر اور قبر شریف کی اسطرح پر کہ ستون منبر کا داہنے کندھے کے برابر ہو سامنے محراب کی دوگانہ تحیۃ المسجد کا ادا کرے اور یہ مقام روضہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور داخل ہی روضہ اطہر مین اور سجدہ شکر کا کرے کہ اس نعمت عظمیٰ کو پہونچا پھر آوے قبر شریف کے پاس اور منہ کرے قبر کی دیوار کی طرف اور پیٹھ کرے طرف قبلے کے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے مروی ہی کہ کھڑا ہووے منہ کرکے طرف قبلے کے صحیح نہین ہی کیونکہ روایت کی ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے مسند مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھون نے سنت سے ہی یہ بات کہ آوے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس قبلے کی طرف سے اور پیٹھ کرے اپنی قبلے کی طرف پھر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پھر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خِیَرَۃَ اللّٰہِ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَشْھَدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَّکَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ فَجَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرًا جَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰی نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدَکَ وَرَسُوْلَکَ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالشَّرَفَ وَالدَّرَجَۃَ الْعَالِیَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاَنْزِلْہُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ سُبْحَانَکَ اِنَّکَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور مانگے اللہ تعالی سے اپنی حاجت کو بوسیلہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس جگہ شفاعت اور مغفرت کو مانگے پھر کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کو اور کہے یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک وسنتک اور
جو دعا مین طلب رحمت اور محبت کی ہون انکو پڑھے اور دل مین خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہین اور میرے حاضر ہونے اور زیارت
کو جانتے ہین اور میری کلام کو سنتے ہین اور نہایت لحاظ اور ادب اور تمیز اور حضور قلب سے یہ دعا پڑھے اور ابو فدیک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سنا مین نے بعض
اہل عصر سے کہ کہتے تھے کہ پونہچا ہمکو کہ جو شخص توقف کرے نزدیک قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور پڑھے اس آیت کو ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی اور پھر کہے
صلی اللہ علیک وسلم یا محمد ستر بار تو ندا کریگا اسکو ایک فرشتہ صلی اللہ علیک یا فلان یعنی رحمت بھیجی اللہ نے اوپر تیرے اے فلانے ذکر کیا اس
حکایت کو شیخ ابن الہمام نے اور جس شخص نے اسکو کہا ہو کہ میرا سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا دینا تو اسکا سلام پہونچا دے اور کہے السلام علیک
یا رسول اللہ من فلان بن فلان اور فلان بن فلان کی جگہ اسکا نام اور اسکے باپ کا نام لیوے یا اسطرح پر کہے فلان بن فلان یسلم علیک یا رسول اللہ
اور حضرت عمر بن عبد العزیز وصیت کرتے تھے لوگون کو کہ میرا سلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا دینا اور قاصد بھیجتے تھے اسی واسطے شام سے مدینہ شریف کو
اور جسکو فرصت نہو سکے ان سب باتونکی تو بقدر طاقت کی بجا لاوے پھر ایک ہاتھ داہنی طرف ہٹکر سامنے روی شریف حضرت ابوبکر صدیق کے ہو کر کہے
السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ وثانیہ فی الغار ابا بکر الصدیق جزاک اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیرا پھر اسیطرح ایک ہاتھ داہنے
ہٹکر حضرت عمر فاروق کے سامنے ہو کر کہے السلام علیک یا امیر المؤمنین عمر الفاروق الذی اعز اللہ بک الاسلام جزاک اللہ عن امۃ محمد خیرا
پھر منبر اور قبر شریف کے درمیان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے آکر دعا مانگے اور شفاعت طلب کرے اپنے اور اپنے والدین کے واسطے اور [illegible]
کی ہو اور اپنے دوست کے لیے اور تمام مسلمانون کے لیے دعائے خیر کرے اور بعد ختم دعا کے آمین کہے اور درود اور سلام بھیجے اور بعضون نے کہا ہے کہ [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم کے آنا صحابہ سے منقول نہین روایت کی ابو داؤد نے کہ تھی قاسم حضرت عائشہ کے پاس اور کہا اے ماں کھول میرے لیے قبر شریف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی اور حضرت ابوبکر و عمر کی سو کھولین انھون نے میرے لیے تین قبرین سو دیکھا مین نے کہ وہ قبرین نہ اونچی ہین اور نہ زمین سے ملی ہوئی ہین [illegible] اور
حاکم نے روایت کیا اسکو اور زیادہ کیا کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگے اور حضرت ابوبکر کو سر انکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون
کے درمیان تھا اور حضرت عمر کا سر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرون کی طرف تھا اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور جب فارغ ہو زیارت سے تو آوے روضہ مین
اور بہت بھیجے درود اور سلام اور نماز پڑھے نفل اگر وقت مکروہ نہو اور حدیث صحیح مین آیا ہے ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی جو درمیان گھر
اور منبر میرے کے ایک باغیچہ ہے باغون جنت سے اور ایک روایت مین ہے ما بین قبری ومنبری یعنی درمیان قبر میری اور منبر میرے کے [illegible]
منبر کے اور دعا کرے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبری علی ترعۃ من ترع الجنۃ یعنی منبر میرا ایک سیڑھی ہے سیڑھیون جنت سے پھر مقام ستون حنانہ
کے پاس جا کر بھی ایسا ہی کرے اور مستحب ہے کہ روز بعد زیارت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیع مین جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہان تشریف لیجاتے تھے
اور اس جگہ ہزار دس صحابہ اور تابعین اور اولیاء کبار مدفون ہین کہ نام انکے بالتفصیل ہر ایک کو معلوم نہین اور جب بقیع کے پاس جاوے
کہے السلام علیکم دار قوم مؤمنین انتم لنا سالفون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللہم اغفر لاہل البقیع الغرقد اللہم اغفر لنا ولہم اور زیارت
کرے مشہور قبرون کی مانند قبر حضرت عثمان کے اور قبر حضرت عباس کے اور ایک قبہ اہل بیت کا ہے کہ امام حسن اور امام زین العابدین
اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور حضرت فاطمہ صحیح روایت مین اسمین مدفون ہین اور ایک قبہ ہے حضرت ابراہیم کا جو بیٹے ہین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور وہ پہلو مین حضرت عثمان بن مظعون کے مدفون ہین اور عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص
رضی اللہ تعالی عنہما کی بھی وہین قبرین ہین اسیطرح جتنے مقبرے ہین اور جو مقامات متبرکہ اور مساجد کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اُنمیں مثل مسجد قبا وغیرہ کے جہانتک ہوسکے اُنکی زیارت کرے اور جب وہان سے رجوع کا قصد کرے تو مستحب ہو اُسکے واسطے
کہ مسجد سے رخصت ہووے اور درود اور سلام پڑھے اور آپکے قبر شریف پاس اور سلام بھیجے اور دعا مانگے اپنے والدین اور اقربا اور
دوستون کے واسطے اور سوال کرے اللہ سے کہ پھر گھر اپنے پہونچا دے سلامتی اور صحت اور تندرستی سے ساتھ حفظ بلیات دنیوی اخروی کے
اور یہ دعا مانگے اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ الْعَھْدِ بِنَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِہٖ وَحَرَمِہٖ وَیَسِّرْ لِیَ الْعَوْدَ اِلَیْہِ وَالْوُقُوْفَ بَیْنَ یَدَیْہِ
وَارْزُقْنِی الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرُدَّنَا اِلٰی اَھْلِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ اٰمِنِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اور وقت رخصت
کے نہایت مبالغہ کرے گریہ وزاری اور آنسو بہانے مین کہ یہ علامت مقبولیت دعا کی ہو اور پھر حسرت کرتا ہوا اور روتا ہوا اور پھر
آنیکی دعا کرتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر نہایت غم کرتا ہوا سیدھا پھرے یا اُلٹے پاؤن اور تعظیم اسمین ہو کہ اُلٹے پاؤن پھرے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو لوگ پاس اور قریب رہتے ہون اُنکو کچھ نذر کرے اور دعا صحت اور عافیت اور مغفرت گناہون کی ہر حال پر
کرتا رہے اور مستحب ہو کہ مدینے سے جو پانی اور خاک شفا اور پانی اُن کنوؤن کا جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا ہو اور تبرکات
مثل اسکے لیتا آوے اور اسیطرح مکے سے پانی زمزم وغیرہ کا بطور تبرک ساتھ لیوے اور جب اپنے گھر مین آئے کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ
لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ
وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ فَلَا شَیْءَ بَعْدَہٗ اور پھر باقی عمر درود شریف اور زیادہ تر سابق سے خیر مین رہے کہ یہ علامت ہو
حج مبرور کی فقط اَللّٰھُمَّ وَفِّقْ لَنَا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلِبَنِیْنَا وَاَھَالِیْنَا وَزِیَارَةَ قَبْرِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ قُدْوَةِ
الْعَابِدِیْنَ مَوْلَی الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَخُلَفَائِہٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ وَفُقَہَاءِ اُمَّتِہٖ وَشُہَدَاءِ اُمَّتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ

وَعَلٰی جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

خاتمة الطبع اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَحَ صُدُوْرَنَا بِوِقَایَةِ الرِّوَایَةِ وَنَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْھِدَایَةِ وَالْاَفْضَلُ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ السَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ
اما بعد جلد اول نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ منقولہ از نسخہ مصححہ مطبوعہ مطبع نظامی
مطبع رزاقی واقع کانپور مین حسب ایما حاجی شیخ محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ
خلاصی ٹولہ نمبر (۸۵) و حاجی شیخ محمد عبد الصمد صاحب مہتمم مطبع و
مالکان مطبع رزاقی سلمہا اللہ الباقی بتصحیح تام و تنقیح
تمام ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ
کو مطبوع ہوا

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

از عنایت بے غایت پروردگار بعد نظر ثانی مصحح و محشی اول نسخہ تہذیب جناب مولانا الحافظ
الحاج محمد عبد الغفار الصاحب الحنفی اللکھنوی دام فیضہ الجلی والخفی کتاب فیض نصاب

جلد دوم نور الہدایہ

ترجمہ

اردوی شرح وقایہ

بار ششم باجازت جدامجد مرحوم جناب محمد عبد الرحمن خان صاحب مرحوم و مغفور
مالک مطبع نظامی واقع کانپور از اہتمام عاجز محمد عبد الصمد عفا عنہ اللہ الاحد

در مطبع رزاقی واقع کانپور مطبوع گردید

فہرست جلد دوم نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

فقط تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النکاح

نکاح ایک عقد ہی کہ بنایا گیا ہے واسطے حلال ہونے اُس نفع کے جو مرد کو عورت سے حاصل ہوتا ہی اور نکاح منعقد ہوتا ہی ایجاب و قبول سے کہ دونون ماضی کے صیغے سے ہون جیسے نکاح کر دیا مین نے اور نکاح کیا مین نے یا ایک ماضی کے صیغے سے اور دوسرا استقبال یعنی امر کے صیغے سے جیسے نکاح کر دے میرا تو دوسرے نے کہا نکاح کر دیا مین نے اگرچہ وہ دونون اُسکے معنی کو نجانین اور اگر بیع مین کہا کہ بیچ میرے ہاتھ اس شی کو تو کہا دوسرے نے بیچا مین نے تو جائز نہوگی یہانتک کہ پھر مشتری کہے خریدا مین نے ف اور وجہ اسکی شرح عربی مین مذکور ہی ص اگر عورت سے کہا کہ تم نے فلانے کو جورو ہونے مین اپنے تئین دیا سو کہا عورت نے کہ دیا پھر دوسرے نے کہا کہ قبول کیا تو نے اُسنے کہا کہ قبول کیا نکاح جائز ہو جاویگا اور اسیطرح بیع مین اگر بائع سے کہا بیچا تو نے سو کہا اُسنے بیچا پھر مشتری سے کہا خریدا تو نے اُسنے کہا خریدا صحیح ہو جاویگی اور اگر مرد و عورت نے کہا کہ ہم جورو خاوند ہین گواہون کے سامنے تو نکاح جائز نہوگا اور نکاح صحیح ہو جاتا ہی ساتھ لفظ نکاح اور تزویج اور ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور بیع اور شرا کے ف نکاح و تزویج کی صورت اوپر بیان ہو چکی اور ہبہ مین اسطرح پر کہین کہ ہبہ کیا مین نے اپنے نفس یا موکلہ وغیرہا کو تجھکو اور تملیک مین مالک کیا مین نے تجھکو اور صدقے مین صدقہ کیا مین نے اپنے تئین تجھپر اور بیع اور شرا مین بیچا مین نے یا خریدا مین نے تجھکو خواہ یہ الفاظ جورو کی طرف سے ہون یا خاوند کی طرف سے یا دونون کی طرف سے ص نہ ساتھ لفظ اجارہ اور اعارہ اور وصیت کے ف یعنی اگر کسی نے کہا کہ اجارہ دیا مین نے تجھکو یا عاریت دیا تو نکاح جائز نہوگا اور اسیطرح وصیت مین تو حاصل یہ ہی کہ جو الفاظ شیء کے مالک کر دینے کے لیے بنائے گئے ہین مثل بیع اور ہبہ وغیرہا کے اُنسے درست ہوگا اور اجارہ اور اعارہ اور وصیت سے درست نہوگا کیونکہ اجارہ اور عاریت واسطے مالک کر دینے کے نہین بنا بلکہ نفع کے مالک کر دینے کے لیے اور وصیت اُسی وقت چیز کی مالکیت کے لیے نہین ہے بلکہ بعد موت کے مالک کر دینے کو ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح نہین جائز ہوتا مگر لفظ نکاح اور تزویج سے فقط اور بلفظ ہبہ نکاح صحیح ہونا خاص آنحضرت کے لیے تھا اور ہمارے نزدیک یہ حکم عام ہی کذا فی الاصل ص اور شرط نکاح کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ ہر ایک دو شاہد سے کے کلام کو سنے اور دو مرد آزاد یا ایک مرد آزاد اور دو عورتین آزاد حاضر ہوں ف کشف الغمہ مین ہی کہ حضرت عمر جائز رکھتے تھے شہادت عورتونکی ساتھ ایک مرد کے نکاح مین اور نکاح بغیر شہود یعنی گواہون کے جائز نہین کیونکہ روایت کی بیہقی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نکاح الا بالشہود یعنی نہین ہی نکاح مگر

گواہون سے اور غریب کہا اُسکو زیلعی نے اور فتح القدیر مین ہو کہ اخراج کیا اُسکا دارقطنی نے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زانیہ وہ عورتین ہین جو نکاح کر لیتی ہین اپنا بغیر گواہون کے اور کہا کہ صحیح وقف اُسکا ہو ابن عباسؓ پر اور روایت کیا اُسکو عبدالرزاق نے موقوفاً اور اسی پر اتفاق کیا ہمارے علما نے اور یہی صحیح ہو نزدیک امام شافعیؒ کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اعلان نکاح مین شرط ہے اور شہادت شرط نہین اور یہ حدیث اُنپر حجت ہو ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر شہادت دو مردون کے جائز نہوگا اور وہ گواہ بالغ ہون عاقل ہون ف اسواسطے کہ شہادت نابالغ اور مجنون کی معتبر نہین ص مسلمان ہون ف اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر قبول نہکیجاوے گی ص اور دونون ذی معاقدین کی لفظ کو سنا ہو تو اگر ہر ایک نے متفرق سُنا اسطرح پر کہ پہلے ایک کے سامنے دونون نے الفاظ نکاح ادا کیے اور وہ چلا گیا اور پھر دوسرے کے سامنے تو نکاح جائز نہوگا ف اسواسطے کہ جس عقد کو جائز فرض کرین تو فساد لازم آتا ہو کیونکہ ایک کی گواہی مقبول نہین ص اگرچہ وہ دونون فاسق ہون ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جبکہ وہ گواہ فاسق مُعلن ہون تو نکاح جائز نہوگا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین نکاح ہو بغیر ولی اور دو گواہ عادل کے روایت کیا اسکو دارقطنی نے عائشہؓ سے اور سند مین اُسکی یزید بن سنان اور باپ اُسکا ہو کہا دارقطنی نے دونون ضعیف ہین اور کہا نسائیؒ نے متروک الحدیث ہو اور ضعیف کیا اُسکو احمدؒ وغیرہ نے اور روایت کی دارقطنی نے عائشہؓ سے کہ ضرور ہین نکاح مین چار چیزین ولی اور خاوند اور دو گواہ اور اوسکی اسناد مین نافع بن میسرہ ابوالخطیب مجہول ہو اور اس باب مین مروی ہو عبداللہ بن مسعود اور ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے اور اسناد ان سبھون کی واہی ہو ص یا اُنپر حد قذف پڑی ہو ف یعنی کسی مسلمان کو تہمت زنا کی لگائی ہو اور وہ شروط معتبرہ سے ثابت نہوا اور اُنپر حد شرعی تہمت زنا کی لگی ہو اور اسکا بیان کتاب الحدود مین انشاء اللہ آوے گا ص یا وہ اندھے ہون ف کیونکہ شرط نکاح مین عاقدین کے لفظ کو سُننا ہو اور یہ امر اندھون سے حاصل ہو ص یا وہ دونون بیٹے ہون عاقدین کے یا فقط خاوند کے یا فقط جورو کے ف اول صورت کی مثال یہ ہو کہ زید نے زینب سے نکاح کیا اور بعد اسکے اُسکے دو یا تین بیٹے زینب سے پیدا ہوے اور پھر زید نے زینب کو طلاق دیا پھر بعد گذرنے عدت کے ارادہ نکاح کا کیا تو اُن دونون کی گواہی سے نکاح درست ہو اور دوسری صورت کی مثال یہ ہو کہ زید نے زینب سے نکاح کا ارادہ کیا اور دوسری بیوی سے زید کے بیٹے تھے تو اب اُنکی گواہی سے نکاح زینب کیساتھ درست ہو اور تیسری صورت کی مثال یہ ہو کہ زید نے زینب سے ارادہ نکاح کا کیا اور زینب کے پہلے خاوند سے بیٹے تھے تو اب زینب کا نکاح ساتھ گواہی اُسکے بیٹون کے زید سے درست ہو ص لیکن جسکے بیٹے ہین اگر وہ دعوی کریگا تو اُسکے واسطے شہادت اُسکے بیٹون کی مقبول نہوگی یعنی اگر خاوند کے بیٹون کے سامنے نکاح ہوا اور خاوند نے دعوی کیا تو شہادت اُسکے بیٹونکی مقبول نہوگی اور عورت اگر دعوی کریگی تو شہادت خاوند کے بیٹونکی اُسکے واسطے مقبول ہوجاویگی اور اگر بیوی کے بیٹون کے سامنے نکاح ہوا تو درصورت دعوی کرنے بیوی کے شہادت اُنکی مقبول نہوگی اور درصورت دعوی کرنے خاوند کے شہادت اُنکی مقبول ہوگی ف تو اس جگہ چار صورتین ہوگئین ص اگر مسلمان نکاح کرے ایک ذمیہ عورت سے اور دو ذمیون کو گواہ کرے نکاح صحیح ہوجاویگا لیکن اگر مسلمان انکار کرے نکاح کا تو اُن دو ذمیون کی گواہی سے نکاح ثابت نہوگا اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر مقبول نہین اور اگر مسلمان دعوی کرے نکاح کا تو گواہی اُنکی مقبول ہوجاویگی اسواسطے کہ گواہی ذمی کی واسطے نفع مسلمان کے مقبول ہے ف اور سوا اسکے کہ اس صورت مین گواہی ذمی کی اوپر ذمیہ کے ہوجاوے گی اور وہ مقبول ہے ص اگر کسی شخص نے دوسرے کو حکم کیا کہ میری دختر نابالغہ کا کسی سے نکاح کردے سو اُسنے نکاح کیا اُس لڑکی کا ایک شخص کے سامنے تو اگر اُسکا باپ بھی حاضر ہو تو نکاح جائز ہوگا ف اس واسطے

ف امام شافعیؒ کے نزدیک ساتھ فاسق معلن کے [illegible] قبل التوبہ کی شہادت نکاح میں صحیح نہین اور مستور اور محدود بعد التوبہ کی شہادت اُنکے نزدیک بھی جائز ہو کذا فی شرح الجمع والحقائق ۱۲ عبدہ [illegible] نصر نیہ یا یہود یہ ۱۲

[illegible] بن سنان

[illegible]

کہ اس صورت میں گویا باپ عاقد رہیگا اور وکیل اور وہ ایک شخص دونوں ملکے گواہ ہوجاوینگے کذا فی الاصل ص اور اگر باپ حاضر نہیں جائز نہوگا ف اسواسطے
کہ اس صورت میں فقط وہ ایک ہی شخص گواہ رہیگا اور ایک شخص کی گواہی سے نکاح جائز نہیں ص اسی طرح اگر باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح کرے ایک شخص کے سامنے
اگر وہ لڑکی حاضر ہے تو نکاح جائز ہوجاویگا ف کیونکہ اس صورت میں گویا وہ بالغہ عاقدہ ہوجاویگی اور باپ اور وہ شخص ملکے گواہ ہوجاوینگے کذا فی الاصل اور امام شافعیؒ
کے نزدیک اس صورت میں نکاح درست نہوگا کیونکہ بالغہ کا بھی نکاح بغیر ولی کے اُنکے نزدیک جائز نہیں ص اور اگر وہ لڑکی حاضر نہیں تو نکاح جائز نہوگا ف
اسواسطے کہ اس صورت میں عاقد باپ ہوجاویگا اور فقط وہ ایک شخص گواہ رہیگا اور ایک شخص کی شہادت سے نکاح جائز نہیں

فصل بیان میں اُن عورتوں کے جن سے نکاح حرام ہے

اور انکو محرمات کہتے ہیں ص حرام ہے مرد پر اصل اُسکی ف یعنی ماں اور دادی اور نانی اور پرنانی اور پردادی اسی طرح جہانتک سلسلہ جاوے کیونکہ فرمایا اللہ تعالی
نے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ یعنے حرام کی گئیں تمہارے اوپر مائیں تمہاری اور بیٹیاں تمہاری اور پوتی بھی بیٹی ہے اور اسی طرح نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی اور نانی
یعنے ماں کی ماں اور دادی بھی ماں ہے اسواسطے کہ اُم کہتے ہیں لغت میں اصل کو اور نانی اور دادی بھی اصل ہیں۵۱ اور نواسی کی یا یہ کہ انکی حرمت پر اجماع ہوا ہے اور اجماع
حجت قاطع ہے ص اور فرع اُسکی ف یعنے بیٹی اور پوتی اگرچہ چلی جاویں بے نہایت اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور حرام ہے مرد پر بہن۵۲ اُسکی اور بھانجی اور بھتیجی
اور پھوپھی اور خالہ ف اسواسطے کہ قرآن شریف میں انکی حرمت منصوص ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ
یعنے حرام ہیں تمپر بہنیں تمہاری اور پھوپھیاں تمہاری اور خالائیں تمہاری اور بھتیجیاں اور بھانجیاں ص اور اپنی بیوی کی بیٹی اگر اُس بیوی سے صحبت کی ہو
ف اور اگر صحبت نہ کی ہو تو نکاح کرنا اُسکی بیٹی سے درست ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ یعنے حرام ہیں تمہارے اوپر ربائب تمہاری جو گودوں میں ہیں تمہاری اُن عورتوں سے جن سے
صحبت کی تمنے اور اگر نہیں کی صحبت تمنے اُنسے تو نہیں گناہ ہے تمپر اور ربائب جمع ربیبہ کی ہے ربیبہ کہتے ہیں اپنی عورت کی بیٹی کو جو غیر سے ہو روایت ہے
عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو مرد نکاح کرے کسی عورت سے اور اُس سے صحبت کرے تو نہیں حلال
اُسکو نکاح کرنا اُسکی بیٹی سے اور اگر نہیں کی صحبت اُس سے تو چاہے نکاح کرلے اُسکی بیٹی سے اور جو شخص کہ نکاح کرے کسی عورت سے تو حرام ہے اُسپر ماں
اُس عورت کی برابر ہے کہ اُس عورت سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو روایت کیا اسکو ترمذیؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اسناد اسکی اور ابن لہیعہ اور
مثنی بن الصباح دونوں ضعیف گنے جاتے ہیں حدیث میں اور اس باب میں مروی ہوا ابن عباسؓ سے بھی اور اُسپر اتفاق ہے ائمہ اربعہ کا ص
اور اپنی بی بی کی ماں برابر ہے کہ اُس سے صحبت کی ہو یا نکی ہو ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ یعنے حرام ہیں تمہارے اوپر مائیں
تمہاری بیویوں کی اور اسمیں قید صحبت کی نہیں اور اوپر دلیل اسکی حدیث بھی گذری ص اور اپنی اصل کی بیوی ف یعنے باپ اور دادا کی
بیوی یا نانا کی بیوی جہانتک بلند ہووین کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ یعنے نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے کہ نکاح کیا
اُنسے باپوں تمہارے نے ص اور اپنی فرع کی بیوی ف یعنے بیٹے کی بیوی یا پوتے کی بیوی جہانتک نیچے اُتریں کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے
وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ یعنے اور حرام ہیں تمپر بیویاں تمہارے بیٹوں کی جو تمہارے نطفے سے ہیں اور اس سے نکل گئیں بیویاں
متبنّی کی یعنے اُس شخص کی جسکو بیٹا بنا لیا ہو اور اُسکو ہندی میں لے پالک کہتے ہیں ص اور بھی حرام ہیں یہ سب اگر رضاعی ہوں ف کیونکہ فرمایا

۵۱ اسواسطے کہ اصل کی اصل اصل ہوتی ہے اسی طرح فرع کی فرع فرع ہوتی ہے ۱۲ عبدہ ۵۲ بہن خواہ حقیقی ہو ماں باپ دونوں میں شریک یا علاتی فقط باپ میں شریک یا اخیافی فقط ماں میں شریک حرام ہے اور
اسی طرح اولاد ان تینوں قسم کی اور اسی طرح بھتیجی تینوں قسم کی حرام ہے ۱۲ عبدہ ۵۳ یعنے دودھ کے ناتے سے ہوں ۱۲ منہ ۵۴ یعنے سلسلہ انکی اولاد کا ۱۲ منہ ۵۵ بیوی کی بیٹی یعنے ربیبہ ۱۲

اللہ تعالے نے وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَۃِ یعنے حرام ہین تمہاری او پر ماکین تمہاری جنہون نے دودھ پلایا تمکو اور بہنین تمہاری رضاعت سے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ یعنی حرام ہوتا ہی رضاع سی جو حرام ہوتا ہی نسب سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے عائشہ رض سے اور ایک روایت مین مسلم کی ہی تحقیق کہ اللہ نے حرام کیا رضاعت سے جو حرام کیا نسب سے اور تفصیل رضاع کی کتاب الرضاع مین آویگی انشاء اللہ تعالی اصل اور اسمین بہت سی صورتین ہر ایک مین نکلین گی مثلاً بہن کی بیٹی شامل ہی بہن نسبی کی رضاعی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی رضاعی بیٹی کو ف اور اسی طرح اور اقسام مین مثلاً بھائی کی بیٹی شامل ہی بھائی نسبی کی رضاعی بیٹی کو اور بھائی رضاعی کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بھائی کی رضاعی بیٹی کو و قس علی ہذا اصل اور حرام ہی مرد پر فرع اُس عورت کی جس سے زنا کی ہو یا چھوا ہو یعنی مس کیا ہو اُسکو شہوت سے یا اُسکو مرد کو مس کیا ہو شہوت سے یا مرد نے اُسکی فرج داخل پر نظر کی ہو بہ شہوت اور اسی طرح حرام ہی اصل ان عورتون کی ف اور یہی مذہب ہے امام احمد کا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک زنا سے حرمت ثابت نہوگی دلیل ہماری یہ ہی کہ کہا ایک مرد نے یا رسول اللہ تحقیق کہ مین نے زنا کیا تھا ایک عورت سے جاہلیت مین کیا نکاح کرون مین اُسکی بیٹی سی سو فرمایا آپ نے مین نہین تجویز کرتا اُسکو آخر حدیث تک کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ حدیث منقطع ہی اور بھی روایت کی ابن جریج سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص مین جو نکاح کرے کسی عورت سے سو اُسکو دباوے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کرے تو نہ نکاح کرے اُسکی بیٹی سے اور یہ بھی مرسل ہی منقطع ہی مگر مرسل ہماری نزدیک حجت ہی جب اُسکے راوی ثقہ ہون اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْحَرَامُ لَا یُفْسِدُ الْحَلَالَ یعنے حرام نہین فاسد کرتا حلال کو روایت کیا اسکو دارقطنی نے عائشہ رض سے اور اسکی اسناد مین عثمان بن عبد الرحمن وقاصی ہی کہا یحیی بن معین نے لَیْسَ بِشَیْءٍ کَانَ یَکْذِبُ یعنی کچھ نہین جھوٹ بولتا تھا اور ضعیف کیا اسکو ابن المدینی نے اور ایسا ہی کہا بخاری اور نسائی اور رازی اور ابو داؤد نے اور کہا دارقطنی نے متروک ہی اور کہا ابن حسان نے روایت کرتا تھا ثقات سے موضوعات کو اور نہین جائز ہی احتجاج ساتھ اُسکے اور بھی روایت کیا اُسکو دارقطنی اور ابن ماجہ نے ابن عمر رض سے اور اسکی اسناد مین عبد اللہ بن عمر بھائی عبید اللہ کا ہی کہا ابن حبان نے فاحش ہوئی خطا اسکی سو مستحق ہوا ترک کا اور بھی اُسکی اسناد مین اسحاق بن محمد عروی ہی کہا یحیی نے کچھ نہین کذاب ہی اور کہا بخاری نے ترک کیا محدثین نے اُسکو اصل مس بہ شہوت کے معنے یہ ہین کہ دل سے اُسکی اشتہا کرے اور اُس سے لذت پاوے تو عورتون مین یہی ہوگا اور مردون مین بعضون کے نزدیک یہ ہی کہ آلت منتشر ہو جاوے یا زیادتی انتشار ہووے اور یہ قول صحیح ہی ف اور یہی صحیح ہے کذا فی التہذیب اصل نو برس سے کم کی عورت مشتہات یعنی شہوت والی نہین ہوتی اور اسی پر فتوی ہی اور جاننا چاہیے کہ کبھی عورت نو برس کی یا زیادہ کی مشتہات ہوتی ہے اور کبھی نہین بھی ہوتی اور یہ اختلاف بسبب صغر و عظم جثے کے ہے ف اور تفصیل اسکی انشاء اللہ تعالے فصل حد البلوغ مین آوے گی اصل اور حرام ہے جمع کرنا درمیان دو بہنون کے اور درمیان اُن دو عورتون کے کہ اگر اُن مین سے ایک کو مرد فرض کرین تو دوسری عورت اُسکو درست نہو ف اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ یعنے حرام ہی تمپر جمع کرنا درمیان دو بہنون کے اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیروز دیلمی سے اور اُنکے نکاح مین دو بہنین تھین جب وہ اسلام لائے کہ اختیار کرے جسکو چاہے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داؤد نے اور ہدایہ مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہی ساتھ اللہ کے اور پچھلے دن کے سو نہ جمع کرے نطفے اپنے کو رحم مین دو بہنون کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین غریب ہے اس لفظ سے اصل خواہ دونون نکاح مین ہون یا ایک کو طلاق دیوے اگرچہ بائن ہو اور اُسکی عدت مین دوسری سے نکاح کرے ف اور عدت اور طلاق کا بیان آگے آویگا اصل اور بھی حرام ہے وطی کرنا

ف ۱ اور اسی طرح شرح کبیر اور عینی اور محبوب مین ۱۲ منہ ف ۲ یعنے مس وغیرہ سے ۱۲ منہ ف ۳ تب بھی حرام ہے ۱۲

دو بہنون کا جو اپنی لونڈیان ہون اور اسی طرح اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری لونڈی ایسی خریدی کہ اگر وہ مرد فرض کیجاوے تو انکے درمیان مین
نکاح جائز نہو تو اس لونڈی سے وطی حرام ہو اور اگر ایک لونڈی سے وطی کی تو پھر دوسری ایسی عورت سے کہ اگر وہ مرد فرض کیجاوے تو نکاح ان دونون مین
حرام ہو وطی خواہ نکاح سے ہو یا ملک یمین سے جائز نہین اور صرف نکاح جائز ہو تو اگر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اب کسی سے وطی نہ کرے جب تک کہ ایک کو انمین سے
اپنے اوپر حرام نہ کرلے اسطرح پر کہ اسکو اپنی ملک سے نکال دیوے کل کو یا بعض کو یا کسی دوسرے مرد سے اسکا نکاح کر دیوے ف یہ جو بیان کیا کہ وہ دو عورتین ایسی ہون
کہ ان مین سے اگر ایک کو مرد فرض کرین تو دوسری سے اسکا نکاح حرام ہو مثال اسکی یہ ہو کہ جیسے ایک شخص نے اول ایک عورت سے نکاح کیا اب
اس عورت کی پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کرنا چاہے تو یہ نکاح جائز نہین کیونکہ اگر پھوپھی کو مرد فرض کرین تو پہلی عورت اسکی بھتیجی ہوئی اور بھتیجی سے
نکاح حرام ہی اور اگر خالہ کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اسکی بھانجی ہوئی اور بھانجی سے نکاح حرام ہو اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اسکی پھوپھی ہوئی
اور پھوپھی سے نکاح حرام ہی اور اگر بھانجی کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اسکی خالہ ہوئی اور خالہ سے نکاح حرام ہو تو جس عورت کو مرد فرض کرین تو نکاح پھوپھی
یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی سے لازم آتا ہی اور نکاح ان سب سے حرام ہو اور حدیث مین آیا ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ جمع کیا جاویگا درمیان
عورت کے اور اسکی پھوپھی کے اور نہ درمیان عورت کے اور اسکی خالہ کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور روایت کیا اسکو ابوداؤد و ترمذی
و دارمی نے اور اسی مین ہو کہ نہ نکاح کیجاوے عورت اپنی پھوپھی پر اور نہ پھوپھی اپنی بھتیجی پر اور نہ عورت اپنی خالہ پر اور نہ خالہ بھانجی پر نہ نکاح کی جاوے
بڑی یعنی خالہ اور پھوپھی چھوٹی پر یعنے بھانجی اور بھتیجی پر اور نہ چھوٹی بڑی پر اور خالہ اور پھوپھی کو بڑا اسواسطے ارشاد فرمایا کہ اکثر وہ سن مین بڑی ہوتی ہین اور
بھتیجی اور بھانجی چھوٹی ہوتی ہین یا وہ مرتبے مین بڑی ہین اور صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور روایت کی بخاری نے جابر سے مانند اسکے اور اس باب
مین روایت ہو ابن عباس سے اخراج کیا اسکا احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن حبان نے کہ مکروہ رکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمع درمیان
پھوپھی اور خالہ کے اور درمیان دو خالہ اور دو پھوپھی کے اور ابو سعید سے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور علی سے روایت کیا اسکو بزار نے اور ابن عمر
سے روایت کیا اسکو ابن حبان نے اور بہت سے صحابیون سے مروی ہو اس باب مین اور باعث اسکا یہی ہو کہ ان سب عورتون مین آپس مین علاقہ رحم ہو
اور یہ بسبب نکاح کے شاید منقطع ہو جاوے کیونکہ اکثر سوتون مین عداوت و حسد و عناد رہا کرتا ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اذا فعلتم
ذلك قطعتم ارحامهن یعنے جسوقت یہ تمنے کیا سو قطع کیا تمنے انکے رشتونکو روایت کیا اسکو ابن حبان اور ابن عدی نے حدیث ابن عباس سے اور روایت کی
ابوداؤد نے مراسیل مین عیسی بن طلحہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہ نکاح کیجاوے عورت اپنے قرابت دار پر بسبب خوف قطع رحم کے ص
اگر نکاح کیا دو بہنون سے ساتھ دو عقدون کے اور بھول گیا کہ اول کس سے عقد کیا تھا تو درمیان خاوند اور ان دو بہنون کے جدائی کرائی جاویگی ف
یعنے قاضی تفریق کراویگا ص اور ان دونون کو آدھا مہر ملیگا اسواسطے کہ دوسرا نکاح تو باطل ہی غیر موجب مہر اور پہلا نکاح صحیح ہے اور تفریق قبل وطی
و خلوت مین نصف مہر واجب ہوتا ہی اور معلوم نہین کہ کون اول ہی تو نصف اس مہر کو دونون مین تقسیم کر دینگے ایک ربع ایک کو اور ایک ربع دوسری کو
اور اگر ایک ہی عقد مین دونون کا نکاح کیا تو دونون کا نکاح باطل ہوا اور کچھ مہر واجب نہوگا اور درست ہی جمع کرنا درمیان عورت کے اور اسکے خاوند کی
دختر کے ساتھ درصورتیکہ وہ دختر اس عورت سے نہو ف کیونکہ اگر اس عورت سے ہوگی تو مرد کی ربیبہ ہو جاویگی اور ربیبہ سے نکاح حرام ہے اور
دوسرے یہ کہ پھر جسکو ان دونون مین سے مرد فرض کرینگے اسکو دوسری عورت حرام ہوگی اسواسطے کہ اگر دختر کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اسکی
ماں ہے اور اگر عورت کو مرد فرض کرین تو وہ اسکی بیٹی ہے ص اسواسطے کہ اگر اس دختر کو مرد فرض کرو تو نکاح اسکا عورت سے حرام ہے

ف اس طرح کہ آزاد کر دیوے یا بیع کرے یا نصف کو بیچ ڈالے یا اسکا نکاح کر دے یا منکوحہ کو طلاق دیوے اور عدت اسکی گذر جاوے ۱۲ عبد ہ یعنے منکوحہ اور امتہ ۱۲ عبد ہ یعنے لونڈی اور زوجہ یا امتہ ۱۲

کیونکہ وہ باپ کی بیوی ہی لیکن اگر اُس عورت کو مرد فرض کرین تو یہ دختر اُسپر حرام نہین اور جائز ہی نکاح کتابیہ سے **ف** یعنی یہودی اور نصرانی عورتون سے
اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اور کچھ فرق نہین درمیان اس بات کے کہ لونڈی ہویا آزاد اور جن لوگون نے
حنفیہ سے انکو مشرکین سمجھ کے نکاح انسے حرام قرار دیا ہی وہ غافل ہین مسائل کتب فقہیہ سے کیونکہ حنفیونکی کتابون مین تصریح ہی کہ گو کہ وہ نصاری اور یہود قائل
ہین کہ حضرت عیسٰی اور حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہین لیکن پھر بھی وہ مشرکین سے جدا ہین کیونکہ اللہ تعالے نے قرآن شریف مین جدا کیا انکو مشرکین سے اور کفا یہ
مین ہی کہ حذیفہؓ نے نکاح کیا ایک یہودیہ سے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی **ص** اور صابئیہ سے جب کسی نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی کتاب کا اقرار کرتی ہو امام
ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہین اور بعضون نے کہا کہ یہ خلاف مبنی ہی تفسیر صابئیہ پر تو ابو حنیفہؒ کہتے ہین کہ صابی اہل کتاب ہین اسواسطے
نکاح جائز ہی اور صاحبینؒ نے کہا کہ وہ ستارونکی پرستش کرتے ہین اور انکی کوئی کتاب نہین اسواسطے انکے نزدیک نکاح جائز نہین ہی **ف** اور ایسے ہی اختلاف کیا صابئین
کی تفسیر مین اصحابؓ نے کہا عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کہ وہ اہل کتاب مین سے ہین تو عمرؓ نے کہا کہ حلال ہی ذبیحہ انکا اور کہا ابن عباسؓ نے کہ نہین درست ہی نکاح انسے اور
کھانا انکے ذبیحے کا اور کہا مجاہدؒ نے کہ وہ ایک قوم ہی طرف شام کے درمیان یہود اور مجوس کے اہل کتاب ہے اور کہا کلبی نے کہ وہ درمیان یہود اور نصاری کے
ہین اور کہا قتادہؒ نے کہ وہ پڑھتے ہین زبور کو اور عبادت کرتے ہین ملائکہ کی اور نماز پڑھتے ہین کعبے کی طرف اور ہر دین مین سے کچھ کچھ لے لیا ہی **ص** اور اگر
ستارونکی پرستش کرتی ہو اور اُسکی کوئی کتاب نہو تو اُس سے نکاح جائز نہین **ف** اسواسطے کہ وہ اس صورت مین مانند او مشرکین کے ہی جیسے مجوس کہ آتش پرست
وغیرہ اور انکی عورتون سے نکاح حرام ہی کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ یعنے اور نہ نکاح کرو مشرک عورتون سے یہانتک کہ ایمان لاوین
اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْکِتَابِ غَیْرَ نَاکِحِیْ نِسَائِهِمْ وَلَا آکِلِیْ ذَبَائِحِهِمْ یعنی چلو تم انسے یعنی مجوس سے طریقہ
اہل کتاب کا مگر یہ کہ نہ نکاح کرنے والے ہو انکی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو انکے ذبح کو اور یہ حدیث ہدایہ مین ہی کہا زیلعی نے تخریج مین اُس کی
قلت غریب بھذا اللفظ یعنے اس لفظ سے غریب ہی لیکن روایت کی عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حسنؒ بن محمد بن علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے لکھا طرف مجوس ہجر کے پیش کرتے تھے انپر اسلام کو کہ جو اسلام لاوے قبول کیا جاوے اُس سے اور جو نہ اسلام لاوے اُسپر جزیہ باندھا جاوے نہ نکاح کرنے والے ہو
انکی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحے انکے کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل ہی اور اسکی اسناد مین قیس بن مسلم بگڑ گیا حفظ اسکا اور روایت
کی ابن سعد نے طبقات مین عبد اللہؓ بن عمرو سے تحقیق کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا طرف مجوس ہجر کے عرض کرتے تھے انپر اسلام کو تو اگر انکار
کرین پیش کیا جاوے انپر جزیہ اسطرح پر کہ نہ نکاح کیجاوین عورتین انکی اور نہ کھائے جاوین ذبیحے انکے اور اسکی اسناد مین واقدی ہی کلام کیا گیا ہی اس مین اور
موطا مین اتنا ہی مروی ہی سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْکِتَابِ انتہی حاصل ما قال الزیلعی **ص** اور درست ہی نکاح اُس شخص کا جو احرام باندھے ہو
مرد ہو یا عورت **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا میمونہؓ سے اور آپ محرم تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما
نے ابن عباسؓ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہین کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا یَنْکِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا یُنْکَحُ اخرجہ
الستۃ الا البخاری یعنے نہ نکاح کرے محرم اور نہ نکاح کیا جاوے اخراج کیا اسکا صحاح ستہ والون نے سوا بخاری کے اور جواب یہ ہی کہ نکاح سے
مراد اس جگہ وطی ہے اور وہ بالاجماع احرام مین ناجائز ہے جیسا کہ بیان اسکا کتاب الحج مین گذرا **ص** اور جائز ہے نکاح لونڈی سے مسلمان
ہو یا کتابی **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح لونڈی کتابیہ سے واسطے آزاد مرد کے جائز نہین کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا سورہ نساء مین

ف یعنے اور یہود والی عورتین اہل کتاب سے ۱۲ **ف** بیان اس اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے کہ اول کی عبارت اس طرح صحیح ہوگی کہا حضرت ابن عباسؓ نے کہ وہ اہل کتاب سے نہین
اور کہا حضرت عمرؓ نے کہ وہ اہل کتاب سے ہین فافہم ۱۲ عبدہ

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ تو اللہ نے مقید کیا لونڈیون کو ساتھ مومنات
کے پس کافرہ سے جائز نہوگا اس لیے کہ تخصیص بالحکم موجب نفی حکم ما عدا کی ہوتی ہی اور ہم کہتے ہین کہ قید لگا دینا مومنات کی اس بات
پر دلالت نہین کرتا تا کہ کافرہ کتابیہ سے نکاح جائز نہو ص اگرچہ قدرت رکھتا ہو آزاد سے نکاح کرنے پر یعنی اسکے مہر اور نفقے پر قادر ہو
اور امام شافعی کے نزدیک جب قدرت نہو حرّہ کی تب نکاح لونڈی مسلمان سے جائز ہی ورنہ نہین ف اور دلیل انکی استدلال ہے
اسی آیت سے اور ہمارا وہی جواب ہی جو گذرا ص اور جائز ہی نکاح حرہ کا ف یعنی آزاد عورت سے ص باوصف اسکی کہ اسکے نکاح مین لونڈی ہو ف
کیونکہ روایت کی سعید بن منصور نے سنن مین ابن علیہ سے انھون نے سنا اس شخص سے جسنے سنا حسن سے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
منع کیا ہے کہ نکاح کیجاوے لونڈی اوپر حرّہ کے اور کہا کہ نکاح کی جاوے حرّہ اوپر لونڈی کے اور روایت کیا اسکو بیہقی اور طبری نے تفسیر مین
ساتھ سند متصل کے حسن سے اور غریب کہا اسکو روایت عام احول سے انھون نے حسن سے اور معروف روایت ہے عمرو بن عبید کی
حسن سے کہا حافظ نے یہی یعنی عمرو بن عبید متہم ہے روایت سعید بن منصور مین آور روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے حسن سے مرسل
اور اسیطرح روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اُنسے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی جب مؤید ہوں اسکے اقوال
صحابہؓ اور اس جگہ مؤید ہوئی روایت کی ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے موقوفا تحقیق کہ لونڈی نہین لائق ہے کہ نکاح کیجاوے اوپر حرّہ
کے اور ایک روایت مین ہی لَا تُنْكَحُ الْأَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ اور سند اسکی حسن ہے اور ابن مسعودؓ سے مانند اس کے آور روایت کی عبد الرزاق نے
ابی الزبیر سے کہ انھون نے سنا جابرؓ سے کہ کہتے تھے لَا تُنْكَحُ الْأَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ وَتُنْكَحُ الْحُرَّةُ عَلَى الْأَمَةِ یعنی نہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر حرّہ کے
اور نکاح کیجاوے حرّہ اوپر لونڈی کے آور روایت کی بیہقی نے مانند اسکے اور زیادہ کیا مَنْ وَجَدَ صَدَاقَ حُرَّةٍ فَلَا يَنْكِحُ أَمَةً أَبَدًا یعنی
جو شخص پاوے مہر حرّہ کو تو نہ نکاح کرے لونڈی سے کبھی آور اسناد اسکی صحیح ہی اور روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے بھی بغیر اس زیادتی کے اور روایت
کی ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیبؓ سے کہا انھون نے نکاح کی جاوے حرہ اوپر لونڈی کے اور نہ نکاح کیجاوے لونڈی اوپر حرہ کے اور روایت کی دارقطنی
نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے حدیث طویل مین مرفوعا وَيَتَزَوَّجُ الْحُرَّةَ عَلَى الْأَمَةِ وَلَا تَتَزَوَّجُ الْأَمَةَ عَلَى الْحُرَّةِ یعنی نکاح کیا جاوے حرّہ اوپر لونڈی کے
اور نہ نکاح کیجاوے لونڈی اوپر حرّہ کے آور اسناد مین اسکی مظاہر بن اسلم ضعیف ہی ص اور جائز ہی نکاح چار عورتون سے فقط آزاد ہون یا لونڈیان اور زیادہ
درست نہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ یعنی نکاح کرو جو خوش لگے تم کو عورتون سے
دو دو اور تین تین اور چار چار اور یہی مذہب ہی ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کا اور یہی ثابت ہی حدیث صحیح سے روایت ہی حضرت ابن عمرؓ سے کہ تحقیق غیلان
ابن سلمہ ثقفی اسلام لائے اور انکی دس عورتین تھین جاہلیت مین سو وہ سب اسلام لائین انکے ساتھ سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک لے
چار عورتون کو اور چھوڑ دے باقی کو روایت کیا اسکو شافعیؒ اور احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہ نے اور روایت ہی نوفل بن معاویہ سے کہا
اسلام لایا مین اور میرے پاس پانچ عورتین تھین سو پوچھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے چھوڑ دے ایک کو اور
روک لے چار کو سو چھوڑ دیا مین نے ان مین سے ایک عورت کو کہ بہت قدیم الصحبۃ تھی ساتھ میرے بانجھ تھی ساٹھ برس کی روایت کیا اسکو
شافعیؒ نے اور بغوی نے شرح السنہ مین ص اور غلام کو دو سے زیادہ درست نہین ف اور یہی مذہب ہی امام شافعیؒ اور احمدؒ کا اور
کہا مالکؒ نے کہ وہ بھی نکاح کرے چار عورتون تک آور دلیل ہماری وہ ہی جو روایت کی ابن الجوزی نے تحقیق مین عمر رضی اللہ عنہ سے
کہ فرمایا انھون نے نکاح کرے غلام دو عورتون سے اور طلاق دے دو طلاق اور عدت کرے لونڈی دو حیض سے آور ایسی ہی روایت

کی بغوی نے معالم مین کہا ابن الجوزی نے کہا حاکم نے کہ اجماع کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ نکاح کرے غلام زیادہ دو عورتون سے اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے صں اور جائز ہی نکاح اُس عورت سی جو حاملہ ہو وے زنا سے ف اور اسی پر فتوے ہے اور امام ابی یوسف کے نزدیک نکاح فاسد ہی اور یہ اختلاف اُسمین ہی کہ نکاح کرے اُس سے غیر زانی اور جو زانی خود نکاح کرے تو بالاتفاق صحیح ہی جیسا کہ ہدایہ مین ہی صں اور وطی نہ کرے اُس سے جب تک وہ وضع حمل نکرے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ حنین مین نہین حلال ہی واسطے اُس مرد کے جو ایمان لاتا ہی اللہ پر اور پچھلے دن پر یہ کہ پلاوے پانی اپنا دوسرے کی کھیتی[1] مین روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے رویفع بن ثابت انصاری سے صں اور جائز ہی نکاح اُس عورت سے کہ وطی کی ہو ایک شخص نے زنا سے اور اُس لونڈی سے کہ وطی کی ہو اُس سے مالک نے اسکے اور دونون صورتون مین خاوند پر استبرا واجب نہین ف استبرا کہتے ہین طلب برأت رحم[2] کو ولد سے اور اسکا بیان آگے آویگا صں اگر دو عورتون سے نکاح کیا ساتھ ایک ہی عقد کے ف مثلاً کہا نکاح کیا مین نے تم دونون سے اور انھون نے کہا قبول کیا مین نے صں اور ایک اُن دو عورتون مین سے نکاح کرنے والے پر حرام ہی تو دوسری کا نکاح صحیح ہو جاویگا اور نہین جائز ہی نکاح اپنی لونڈی سے اور نہ غلام کو اپنی مالکہ سے ف یعنی وہ عورت جو مالک ہی غلام کی اسواسطے کہ نکاح موضوع ہی واسطے مالک ہونے فوائد کے جو مشترک ہون درمیان زوج اور زوجہ کے اور اس صورت مین احد العاقدین مملوک ہے دوسرے کا اور مملوکیت منافی ہی مالکیت کی تو اب دونون مین مشترک نہونگے صں اور نہین جائز ہی نکاح مجوسیہ سے اور جو عورت بتون کی پرستش کرتی ہو ف اور وجہ اسکی اوپر گذری صں اور نہ پانچوین عورت سے اگرچہ چوتھی عورت عدت مین ہو ف یعنی ایک شخص کی چار عورتین ہین اور اسنے ایک کو اُن مین سے طلاق دیا تو جب تک وہ عدت مین ہی نکاح پانچوین عورت سے جائز نہین صں اور یہ حکم واسطے آزاد مرد کے ہی اور غلام کے واسطے تیسری عورت جائز نہین دوسری عورت کی عدت مین اور نہین جائز ہی نکاح لونڈی سے باوصف ہونے حرہ کے نکاح مین ف اور دلیل اسکی اوپر گذری صں یا حرہ کی عدت مین ف صورت مسئلے کی یہ ہی کہ ایک شخص کے نکاح مین ایک آزاد عورت تھی اور اسنے اسکو طلاق دیا تو جب تک وہ عدت مین ہی نکاح لونڈی سے جائز نہین اور حرہ سے جائز ہی صں اور نہین جائز ہی نکاح اُس عورت حاملہ سے جو مقید ہو کے آئی ہو اور اُس حاملہ سے کہ اسکا نسب ثابت ہو ف یعنی یہ معلوم ہو کہ فلانے شخص کا حمل ہے صں اگرچہ وہ حاملہ اُم ولد ہو اپنے مالک کی اور اُسی سے حاملہ ہوئی ہو اور باطل ہی نکاح متعہ کا یعنے اسطرح پر کہے کہ متعہ کرتا ہون مین تجھسے اتنی مدت پر اتنے مال پر ف اتفاق کیا ائمہ اربعہ اور علماء امصار نے حرام ہونے متعہ پر اور حجت اُسکی حرمت پر قول اللہ تعالی کا ہی وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ یعنی نجات پائی اُن مسلمانون نے جو اپنی فرجون کی حافظ ہین مگر اپنی بیویون پر یا لونڈیون پر پس تحقیق کہ وہ نہین ملامت کیے گئے ہین سو جو شخص تلاش کرے سوا اسکے پس وہی لوگ ہین زیادتی کرنے والے اسواسطے کہ جس عورت سے متعہ کیا ہو اُسکو زوجہ نہین کہتے ہین اور اسی سبب سے جو لوگ قائلین متعہ ہین اُنکے نزدیک بھی متوعہ اور مرد مین وراثت[3] نہین برخلاف زوجہ کی روایت کی مسلم نے ربیع بن سبرۃ بن معبد جہنی سے تحقیق کہ اُنکے باپ نے حدیث بیان کی کہ تھے وہ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سو فرمایا آپ نے ای لوگو اذن دیا تھا مین نے تمکو متعہ کا عورتون سے اور اب اللہ نے حرام کیا اُسکو دن قیامت تک سو جس شخص کی ایسی عورت ہو تو چھوڑ دے اُسکو اور نہ لیوے اُس سے جو دیا ہی اُسکو اور روایت کیا اسکو مسلم نے دوسرے طریق سے اور بھی روایت کی ابن ماجہ نے باسناد صحیح حضرت عمرؓ سے کہ انھون نے خطبہ پڑھا سو کہا کہ تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذن دیا متعے کا تین بار پھر حرام کیا اُسکو اگر کوئی

[1] یعنے جب حمل کسی مرد سے ٹھہر گیا تو وہ گویا کھیتی اُسکی ہوئی ہوئی ہی تو غیر کو جائز نہین کہ وہان پانی پہونچا دی یعنے وطی کرے ۱۲ منہ رح [2] یعنے عورت کے رحم کا صاف کرنا ۱۲ منہ رح [3] اور اسیطرح متوعہ کا حکم لونڈی کا نہین اسکو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہین ۱۲ عبدہ [footnote mark] برأت یعنی پاکی ۱۲

متعہ کرے گا اور وہ محصن ہوگا البتہ رجم کرونگا مین اسکو پتھرون سے اور ایک روایت مین ہو کہ خطبہ پڑھا حضرت عمرؓ نے سو کہا کہ کیا حال ہو ان لوگون کا جو نکاح کرتے ہین متعہ کا اور تحقیق کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نہین آویگا میرے پاس کوئی کہ نکاح کیا ہو ویگا اُسنے متعے کا مگر رجم کرونگا مین اُسکو اور پوچھے گئے حضرت ابن عمرؓ متعے سے سو کہا حرام ہے سو کہا گیا آپکو کہ ابن عباسؓ فتوی دیتے ہین اُسکی حلت کا کہا انھون نے کہ کیون نہ بولے زمانہ حضرت عمرؓ مین اور روایت کی مسلم نے سلمہ بن اکوع سے کہا رخصت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سال اوطاس کے تین بار پھر منع کیا ہمکو متعے سے اور روایت کی مسلم نے سبرۃ بن معبدؓ سے کہ حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سال فتح مین متعے کا جب داخل ہوے ہم مکے مین پھر نہ نکلے مکے سے یہان تک کہ منع کیا ہمکو متعے سے اور روایت کی حازمی نے اپنی سند سے جابرؓ سے ایک حدیث مین کہ خطبہ پڑھا ہمپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک مین اور ثنا کی اللہ پر اور منع کیا متعے سے اور روایت کی بخاری ومسلم نے حضرت علیؓ سے تحقیق انھون نے سنا ابن عباسؓ سے کہ نرمی کرتے ہین متعے مین سو کہا چھوڑ دیسے سلے ابن عباسؓ تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اُس سے دن خیبر کے اور گدھون کے گوشت کھانے سے اور ایک روایت مین ہی حضرت علیؓ سے کہ کہا انھون نے واسطے ابن عباسؓ کے تو مرد گمراہ ہی اور بہت سے آثار اور احادیث حرمت متعہ مین وارد ہوے ہین اور روایت کیا عبد الرزاق نے ابن عباسؓ سے حلت متعہ کو اور فتوی دیا ساتھ اُسکے بعض تابعین نے مثل ابن جریج اور طاؤس اور عطاء کے اور سعید بن جبیرؓ اور فقہاے مکہ نے اور کہا اوزاعی نے کہ ترک کیا جاویگا قول اہل حجاز سے متعہ النسار کا اور قول اہل مدینہ سے حلت وطی فی الدبر کی روایت کیا اسکو حاکم نے علوم الحدیث مین اُنسے اور ہدایہ مین ہو کہ ابن عباسؓ نے رجوع کی اُس سے روایت کی بیہقی نے زہری سے کہ انھون نے کہا نہین مرے ابن عباسؓ یہانتک کہ رجوع کی انھون نے فتوی اپنے سے در باب حلت متعہ کے اور ایسا ہی ذکر کیا ابو عوانہ نے صحیح مین اور روایت کی ترمذی نے ابن عباسؓ سے کہ تھا متعہ اول اسلام مین کہ آتا تھا ایک شخص شہر مین اور اُس کو اُس شہر سے معرفت نہوتی تھی تو نکاح کر لیتا تھا عورت سے جب تک جانتا تھا کہ مین مقیم رہونگا تو وہ عورت اُسکے مال کی محافظت کرتی تھی اور اُسکی چیزون کو درست کرتی تھی یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ سو اب ہر فرج سوا اُنکے حرام ہے اور روایت کی ابو عوانہ نے رجوع ابن جریج کے بھی فتوے سے اور تفصیل اسکی تفسیر مظہری مین ہو ص اور نکاح موقت یعنے اسطرح پر کہے کہ نکاح کرتا ہون مین تجھسے ساتھ اتنے مہر کے مہینا بھر تک یا دس دن تک ف اسواسطے کہ یہ بھی معنون مین متعہ کے ہی اور نہ فرق نزدیک درست ہے

باب ولی اور کفو کے بیان مین

جائز ہے نکاح عورت مکلفہ یعنے عاقلہ بالغہ کا ف بکر ہو یا ثیب ص اگرچہ غیر کفو سے ہو بغیر حاضر ہونے ولی کے اور ولی کو درست ہو کہ قاضی سے کہکر فسخ کرا دے جب غیر کفو سے ہو اور روایت کی حسن نے ابو حنیفہ سے کہ نکاح ساتھ غیر کفو کے جائز نہین اور اسی پر فتوے ہے قاضی خان کا اور ایک روایت مین امام ابو یوسفؒ سے نکاح نہین منعقد ہوتا ہی مگر ساتھ ولی کے اور نزدیک محمدؒ کے منعقد ہوگا اور موقوف رہیگا اجازت ولی پر ف یعنی اگر ولی چاہے روا رکھے اور چاہے فسخ کرے ص اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک نکاح نہین منعقد ہوتا ہی

ف یعنی جسوقت حضرت عمرؓ نے اُسکی حرمت باعلان بیان فرمائی تھی اُسوقت کیون نہ جواب دیا اور جنبش نہ کی ۱۲ منہ ف اوطاس ایک مقام ہی طائف کے پاس اور قصہ غزوہ اوطاس کا کتب سیر مین مذکور ہے ۱۲ منہ

ف یعنے نکاح صحیح اور لازم مؤبد ہوگا اور توقیت درست باطل ہی کیونکہ نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہین ہوتا کذا فی الہدایہ ۱۲ عبدہ ف یعنی نکاح غیر کفو کے ساتھ بدون حضور ولی کے جائز نہین ف یعنی مطلقا نکاح منعقد نہین ہوتا ۱۲

ساتھ عبارت عورتون کے ف برابر ہی کہ اپنا نکاح کرین یا اپنی بیٹی کا یا اپنی لونڈی کا دلیل امام شافعی کی یہ ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے جو عورت نکاح کرے بغیر اذن ولی کے پس نکاح اُسکا باطل ہی پس نکاح اسکا باطل ہی پس نکاح اسکا باطل ہی تو اگر داخل ہوا اُسکے ساتھ تو
اُس عورت کے واسطے مہر ہے بدلہ حلال ہونے اُسکی فرج کا تو اگر اختلاف کیا انھون نے تو بادشاہ ولی ہے اس کا جسکا کوئی ولی نہین
روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے ابن جریج سے انھون نے سلیمان بن موسی سے انھون نے زہری سے انھون نے عروہ سے انھون نے
حضرت عائشہؓ سے اور حسن کہا اسکو ترمذی نے کہا طحاوی نے حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عِمْرَانَ قَالَ اَخْبَرَنَا یَحْیٰی بْنُ مَعِیْنٍ عَنِ ابْنِ
عُیَیْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَنَّهٗ قَالَ لَقِیْتُ الزُّهْرِیَّ فَاَخْبَرْتُهٗ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ فَاَنْکَرَهٗ یعنے کہا ابن جریج نے کہ ملاقات کی مین نے
زہری سے سو خبر کی مین نے اُنکو اس حدیث کی پس انکار کیا زہری نے اسکا اور روایت کی ترمذی اور ابی داؤد اور ابن ماجہ
نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَهٗ یعنی نہین
ہی نکاح بغیر ولی کے اور بادشاہ ولی ہی اُسکا جسکا کوئی ولی نہین اور اسناد مین اسکی حجاج بن ارطاة ضعیف ہی اور روایت کی دارقطنی
نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین نکاح ہی بغیر ولی کے اور دو گواہ عادل کے
اور اسناد مین اسکی یزید بن سنان اور باپ اُس کا دونون ضعیف ہین ضعیف کہا اُنکو نسائی اور احمد وغیرہما نے اور روایت کی
دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور ہین نکاح مین چار چیزین ولی اور زوج اور دو گواہ اور اسناد
مین اسکی نافع بن میسرہ ابو الخطیب مجہول ہی اور روایت کی احمد نے ابو موسی سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے لَا نِکَاحَ
اِلَّا بِوَلِیٍّ یعنے نہین نکاح ہے بغیر ولی کے اور روایت ہی ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین نکاح ہی بغیر ولی کے اور
بادشاہ ولی ہی اسکا جسکا کوئی ولی نہین روایت کیا اسکو احمد نے طریق حجاج بن ارطاة سے اور وہ ضعیف ہی اور ایک اور طریقے سے اور اُس مین
عدی بن الفضل اور عبد اللہ بن عثمان دونون ضعیف ہین اور روایت ہی ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
زانیہ وہ عورتین ہین کہ نکاح کر لیتی ہین اپنا آپ نہین جائز ہے نکاح مگر ساتھ ولی کے اور دو گواہون کے اور مہر کے تھوڑا ہو یا بہت روایت
کیا اسکو ابن الجوزی نے اور اسناد مین اُسکی نہاس ضعیف ہی ضعیف کیا اُسکو یحیی نے اور کہا ابن عدی نے لَا یُسَاوِیْ شَیْئًا اور روایت
ہی ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین نکاح ہی مگر ساتھ ولی کے اور دو گواہ عادل کے اور حدیث
ابن مسعودؓ مین بکیر بن بکار ہی کہا یحیی نے کچھ نہین اور عبد اللہ بن محرز ہے کہا دارقطنی نے متروک ہی اور حدیث ابن عمر مین ثابت بن
زہیر منکر الحدیث ہی ایسا ہی کہا ابو حاتم نے اور کہا ابن حبان نے لَا یُحْتَجُّ بِهٖ یعنی نہین حجت پکڑی جاویگی ساتھ اُسکے اور روایت ہی ابو ہریرہؓ سے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَاِنَّ الزَّانِیَةَ هِیَ الَّتِیْ تُزَوِّجُ نَفْسَهَا یعنے نہ نکاح
کرے عورت عورت کا اور نہ نکاح کرے عورت اپنا پس تحقیق کہ زانیہ وہ عورت ہی جو نکاح کرے اپنا روایت کیا اسکو دارقطنی نے دو طریقون
سے ایک کی اسناد مین جمیل بن الحسن ہی اور دوسری کی اسناد مین مسلم بن ابی مسلم ہے اور دونون نہین پہچانے جاتے اور روایت ہی
جابرؓ سے مرفوعًا نہین نکاح ہی مگر ساتھ ولی مرشد کے اور دو گواہ عادل کے روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے اور اسکی اسناد مین
محمد بن عبید اللہ عرزمی ہے کہا نسائی اور یحیی نے متروک ہی نہین لکھی جاویگی حدیث اُسکی اور اُسکی اسناد مین قطر بن کسیر ضعیف ہے
اور روایت ہی معاذ بن جبلؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عورت نے نکاح کیا اپنا بغیر ولی کے سو وہ زانیہ ہے اخراج کیا اسکا دارقطنی نے

اور اسکی اسناد میں ابوعصمہ ہے ابن ابی مریم نے کہا وہ کچھ نہیں اور کہا دارقطنی نے متروک ہی یہ سب دلیلیں شافعیؒ کے مذہب کی تھیں اور حنفیہ حجت پکڑتے ہیں ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ کیونکہ نسبت نکاح کی اسمین طرف عورت کے ہے اور حدیث ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورت بے خاوند کے ہے وہ زیادہ حقدار ہی اپنی ذات پر ولی اپنے سے اور بکر سے اذن لیا جاویگا اور اذن اسکا سکوت ہے روایت کیا اسکو مسلم اور مالک اور ابوداؤد اور ترمذی و نسائی نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور حدیث ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ آئی ایک عورت طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سو کہا تحقیق کہ میرے باپ نے نکاح کیا میرا ایک شخص سے اور میں ناراض ہوں سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے باپ کو نہیں نکاح ہی واسطے تیرے جا نکاح کر جس سے چاہے تو روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے اور یہ حدیث اگرچہ مرسل ہی لیکن مرسل نزدیک ہمارے حجت ہی اور حدیث حضرت عائشہؓ سے تحقیق کہ قتادہ داخل ہوئیں اُنپر سو کہا کہ میرے باپ نے نکاح کیا میرا اپنے بھتیجے سے تاکہ بڑے حسب اسکا اور میں مکروہ رکھتی ہوں سو کہا حضرت عائشہؓ نے بیٹھ اور آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو خبر کی حضرت عائشہؓ نے آپ کو سو آپ نے کہلا بھیجا طرف اسکے باپ کے اور دیا اختیار قتادہ کو سو کہا قتادہ نے اے رسول اللہ تحقیق کہ اجازت دی میں نے اسکی جو میرے باپ نے کیا اور نہیں ارادہ کیا میں نے مگر یہ کہ آگاہ کروں عورتوں کو کہ نہیں ہی اُنپر انکے باپوں کا اختیار روایت کیا اسکو نسائی نے اور وجہ استدلال کی اس حدیث سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت کیا قتادہ کے اس قول پر کہ باپوں کا کچھ اختیار نہیں تو یہ حدیثیں معارض ہیں حدیث حضرت عائشہؓ کو جو پہلے مذکور ہوئی اور حدیث لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ پر تو ترجیح حدیث ابن عباسؓ کو ہوگی کیونکہ روایت کیا اسکو مسلم نے اور وہ اصح ہی اور اقوی ہی از روے سند کے برخلاف اُن احادیث کے جن سے تمسک کیا شافعیؒ نے کہ وہ سب خالی نہیں ضعف سے جیسا کہ بیان کیا ہمنے اُسکو اور تاویل حدیث لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ کی یہ ہے کہ نہیں ہے نکاح بطور سنت کے بغیر ولی کے اور حدیث حضرت عائشہؓ کو حمل کرتے ہیں اوپر اُس نکاح کے جو بغیر کفو کے ہووے واللہ اعلم زیادہ تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ص جو عورت بکر ہے اور نابالغہ ہی تو اُسپر ولی جبر کرسکتا ہی واسطے نکاح کے اتفاقاً اور اسپر اجماع کیا مجتہدین نے ص اور بکر بالغہ پر ولی کو جبر نہیں پہونچتا ہمارے نزدیک ہر ولی کے لیے ولایت اجبار ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فقط باپ اور دادا کو جبر پہونچتا ہی ف امام شافعیؒ دلیل لاتے ہیں اس سے جو روایت کی گئی حسن سے مرسلاً کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہیے کہ اذن لی جاویں بکر عورتیں اپنے نفسوں میں پس اگر انکار کریں تو جبر کیجاویں اخراج کیا اسکا ابن الجوزی نے اور یہ حدیث ساقط ہی از روے متن اور سند کے لیکن از روے متن کے سو اسواسطے کہ درمیان اذن لینے اور جبر کے تناقض ہی کیونکہ اسوقت میں اذن لینے سے کچھ فائدہ نہیں اور لیکن از روے سند کے سو اسواسطے کہ اُسکی سند میں عبدالکریم ہی کہا ابن الجوزی نے اجماع کیا محدثین نے اسکے طعن پر علاوہ اسکے یہ حدیث مرسل ہی اور مرسل امام شافعیؒ کے نزدیک مقبول نہیں اور دلیل ہماری حدیث ابن عباسؓ کی ہی کہ ایک عورت بکر آئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو بیان کیا کہ اسکے باپ نے نکاح کردیا اُسکا اور وہ ناراض تھی سو اختیار دیا اُسکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کیا اسکو احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے ساتھ سند متصل کے اور رجال اُسکے رجال حدیث صحیح کے ہیں اور وہ جو کہا بیہقی نے کہ یہ مرسل ہی کچھ مضر نہیں اسواسطے کہ وہ مرسل ہی بعض طریقوں

۱ یعنی تجکو کچھ جبر نہیں پہونچتا ۱۲ ۲ ہمارے نزدیک ولایت اجبار کی صغیرہ یعنی غیر بالغہ پر ہی خواہ ثیبہ ہو یا بکر اور امام شافعیؒ کے نزدیک بکر پر خواہ بالغہ ہو یا غیر بالغہ پس ثیبہ صغیرہ پر اجبار ہوگا بالاتفاق اور ثیبہ بالغہ پر اجبار نہوگا بالاتفاق اور بکر بالغہ پر اجبار نہوگا ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہوگا اور صغیرہ بالغہ ثیبہ پر جبر ہوگا ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہوگا فافہم لذا فی الاصل بزیادۃ ع.ر.ه

اور مرسل حجت ہی اور بعض طریقون صحیحہ سے متصل ہی کہا ابن القطان نے حدیث ابن عباسؓ کی صحیح[١] ہی اور نہین ہی یہ عورت خنساء بنت خذام کہ نکاح
کر دیا تھا اُسکا اُسکے باپ نے اور وہ ثیب تھی اور ناراض تھی تو رد کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح اُسکا روایت کیا اسکو بخاری
نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے ایک روایت مین ہی کہ خنساء بھی بکر تھی اخراج کیا اسکا نسائی نے لیکن روایت بخاری کی راجح ہی اور روایت کی دارقطنی
نے حدیث ابن عباسؓ کو تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا نکاح ایک بکر اور ثیب کا نکاح کر دیا تھا اُن دونون کا اُنکی باپ نے اور وہ
دونون ناراض تھین اور روایت کی دارقطنی نے ابن عمرؓ سے تحقیق کہ ایک شخص نے نکاح کیا اپنی بیٹی کا سو وہ ناراض ہوئی تب رد کیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نکاح اُسکا اور ایک روایت مین ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھین لیتے تھے عورتین اُنکے خاوندون سے
ثیب اور بکر کو بعد اسکے کہ نکاح کر دیتے تھے اُنکا باپ اُنکو جب وہ ناراض ہوتی تھین اس سے اور روایت کی دارقطنی نے جابرؓ سے تحقیق کہ ایک شخص نے نکاح کر دیا
اپنی بیٹی کا اور وہ بکر تھی بغیر حکم اُسکے کے تو وہ آئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس اور جدائی کر دی آپنے درمیان اُسکے اور اُسکے خاوند کے ص اور اسیطرح
ثیب نابالغہ پر ولی کو جبر پہونچتا ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کی نزدیک اُس پر جبر نہین پہونچتا اور ثیب بالغہ پر سب کی نزدیک ولی کو جبر نہین پہونچتا
اور ہمارے نزدیک ہر ولی کو جبر پہونچتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح طرف عصبات کی ہی اور کچھ تعیین نہین کی اور زیلعی
نے نہین پایا اس حدیث کو اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ مروی ہی حضرت علیؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً اور ذکر کیا اسکو سبط ابن الجوزی نے اور نکاح کر دیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حمزہؓ کی بیٹی کو ساتھ عمر بن ابی سلمہ کی اور وہ صغیرہ تھین اور ولی کہتی ہین عصبہ بنفسہ کو اور اُسکا بیان آگی آویگا ص
اگر ولی نے بکر بالغہ سے اذن لیا اور وہ چپ رہی یا ہنسی[٢] تو اذن ہو گیا ف کیونکہ روایت ابی ہریرہؓ مین ہی کہ پوچھا صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے کسطرح ہی اذن بکر کا سو فرمایا آپنے اذن اسکا یہ ہی کہ چپ رہی اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے اور ایک روایت مین مسلم کی یہ ہی اَلْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا
یعنی بکر اذن لیا دیگی اور اذن اسکا سکوت ہی اور ایک روایت مین ابن ماجہ کی ہی وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صُمَاتُهَا یعنی بکر رضا اُسکی چپ رہنا اُسکا ہی ص اور اسیطرح
اگر روئے بغیر آواز کے[٣] اور اگر روئے آواز سے تو وہ رد ہوگا نکاح کا اور اگر اُسکو خبر پہونچی نکاح کی اور وہ چپ رہی تو راضی ہوئی لیکن شرط ہی کہ خاوند کا
نام لیا ہو دونون صورتون مین اور اگر خاوند کا نام نہ لیا تو سکوت اُسکا رضا نہ ہوگا اور مہر کا ذکر کچھ شرط نہین ف اسواسطے کہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے
بغیر ذکر مہر کے اور اسکا بیان آگی آتا ہی ص اور اگر اذن لیا اُس سے ولی کے سوا اور کسی شخص نے یا ایسے ولی نے کہ دوسرا ولی اُس سے زیادہ قریب موجود ہے
ف جیسے اذن لیا بھائی نے باوجود ہونے باپ کے کذا فی العنایۃ ص تو نہ ہوگی رضا اُسکی یہانتک کہ زبان سے کلام کرے جیسا کہ ثیب کی رضا بدون کہے
نہین ہوتی ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلثَّيِّبُ تُشَاوَرُ یعنی ثیب سے مشورہ لیا جاوے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ
مین غریب بہذا اللفظ اور مشاورہ دونون طرف سے ہوتا ہی اور اسواسطے کہ ثیب کا بولنا کچھ عیب شمار نہین کیا جاتا اور بہ نسبت بکر کے اسکو حیا بھی کم ہی
ص جو عورت کہ اُسکی بکارت کودنے سے یا حیض سے یا جراحت سے یا کلان سالی سے یا زنا سے زائل ہو جاوے تو حکم اُسکا حکم بکر کا ہی اس باب مین کہ سکوت اُسکا رضا
ہی ف اور اسیطرح رونا اُسکا بغیر آواز کے اور ہنسنا رضا ہی ص اگر کسی مرد نے بکر عورت پر جو بالغ ہو دعوی کیا کہ جب تجھکو میری نکاح کی خبر پہونچی
تھی تو تو چپ ہی تھی اور اُس عورت نے اُسکا انکار کیا اور کہا مین نے رد کیا تھا تو معتبر قول عورت کا ہی مگر جب مرد اُسکے سکوت پر گواہ قائم کرے اور اگر
مرد نے گواہ پیش نہ کیے تو اُس عورت کو حلف نہ دلاوینگے[٤] ف اور بیان اسکا کتاب الدعوی مین آویگا ص ہر ولی کو جائز ہے نکاح کر دینا

---

[١] یا اُسکے وکیل یا اُس کے رسول نے ١٢ در مختار [٢] بدون استہزاء اور تمسخر کے ١٢ در مختار [٣] اس لیے کہ یہ رونا مفارقت اقرباء و احباب پر ہی پس دلالت ہوگی رضائی نکاح پر اور آواز سے رونا اور ویل کرنا دلالت کرتا ہی اوپر رد نکاح کے کذا یستفاد من الدر المختار و الرد المختار ١٢ عبدہ [٤] کہ نکاح مین حلف نہین امام صاحبؒ کی نزدیک ١٢

اپنے غیر بالغ لڑکے یا غیر بالغہ لڑکی کا اگرچہ ثیبہ ہو ف اور شافعی کے نزدیک ثیب کا جائز نہین ہے ص اور اگر نکاح کر دیا باپ یا دادا نے اپنے نابالغ
لڑکے یا لڑکی کا اگرچہ ثیب ہو تو یہ نکاح لازم ہو گیا ف یعنی وقت بالغ ہونے کے انکو اختیار نکاح کے فسخ کا نہین ہے ص اور اگر سوا باپ دادا کے اور کسی ولی
نے نکاح کر دیا تو اس لڑکے اور دختر کو جائز ہے کہ جب بالغ ہون نکاح کو فسخ کرین اگر وہ نکاح کو پہلے سے جانتے تھے اور اگر نکاح کی انکو خبر نہ تھی اور بعد
بلوغ کے خبر ہوئی تو جسوقت خبر ہوئی اسوقت بھی جائز ہے کہ نکاح فسخ کرین اور امام شافعی کے نزدیک قبل بلوغ کے سوا باپ اور دادا کے کسیکو نکاح
کر دینا درست نہین اور جب لڑکی بالغ ہوئی اور وہ بکر تھی اور اسکو نکاح کی خبر تھی اور چپ رہی تو سکوت اسکا رضا ہو جاویگا اور اگر نکاح کی اسکو خبر
نہ تھی اور جب خبر پہونچی بعد بلوغ کے اور وہ چپ رہی تو سکوت اسکا رضا ہو گیا اور اس خیار کا نام خیار البلوغ ہے ف اور اگر وہ عورت ثیب تھی
اور بالغہ ہوئی تو سکوت اسکا رضا نہوگا ص اور اختیار بکر کا جب بالغ ہو گئی اسکی آخر بیٹھک تک باقی نہ رہیگا خواہ پہلے سے نکاح کی اسکو خبر ہو یا بعد
بلوغ کے خبردار ہو ف صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ اگر ولی نے نکاح عورت نابالغہ کا کر دیا اور وہ بالغ ہوئی اور اسکو خبر تھی نکاح کی یا بعد بلوغ کے خبر پہونچی اور وہ چپ
رہی تو رضا ہو جاویگی اور جب تک یکسان بیٹھی رہی اختیار باقی نہ رہیگا بلکہ بمجرد خبر اور بلوغ کے اختیار ہے قبول اور رد کا اور بعد اسکے سکوت رضا ہے اور پھر
اختیار باقی نہین رہیگا ص اگرچہ وہ بکر اس بات کو نجانتی ہو کہ مجھکو بعد بلوغ کے یا خبر پہونچنے کے اختیار ہے فسخ نکاح کا برخلاف لونڈی شوہر دار کے کہ اسکو
اگر مالک نے آزاد کر دیا اور اسکو معلوم نہ تھا کہ بوقت آزادی کے عورت کو اپنے خاوند سے اختیار نکاح کے فسخ کا ہے تو یہ عذر شمار کیا جاویگا ف یعنی پھر بوقت
معلوم ہونے اس مسئلے کے اسکو نکاح کا فسخ پہونچتا ہے اگرچہ وہ لونڈی وقت آزادی کے چپ رہی ہو بخلاف بکر حرہ کے کہ پھر وقت معلوم ہونے مسئلے کے بعد
اس بات کے وقت بلوغ یا خبردار ہونے کے چپ رہی ہو اسکو اختیار فسخ کا باقی نہین ہے ص اور لونڈی کا جہل اس واسطے مقبول ہے کہ اسکو خدمت مولی کی وجہ
سے فراغت نہین ہوتی کہ علم سیکھے برخلاف اُن عورتون کے کہ جو حرۃ الاصل ہین یا پہلے کسی کی لونڈی تھین پھر آزاد ہو گئین کیونکہ طلب علم فرض ہے
ہر مسلمان مرد اور عورت پر ف کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب کرو علم کو اگرچہ چین مین ہو اس واسطے کہ طلب علم کی فرض ہے
ہر مسلمان پر اور کہا ملا علی قاری نے کہ ایک روایت مین ہے کہ ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر انتہی اور اخراج کیا اس حدیث کا عقیلی نے اور ابن عدی
نے انس سے مرفوعا اور یہ حدیث مروی ہے سنن ابن ماجہ مین ساتھ اس لفظ کے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ
كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ یعنی طلب علم فرض ہے ہر مسلمان پر اور رکھنے والا علم کا اس شخص کے پاس جو اسکے لائق نہین ہے مانند
اس شخص کی ہے کہ سورون کو جوہر اور موتی اور سونا پہناوے اور روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان مین مسلم تک اور کہا کہ متن اس حدیث
کا مشہور ہے اور اسناد اسکی ضعیف ہے اور بہت سے طریقون سے مروی ہے اور وہ سب طریقے ضعیف ہین انتہی اور کہا فیروزآبادی نے کہ روایت کیا اسکو
احمد نے بھی اور شمار کیا اسکو ابن الجوزی نے موضوعات مین انتہی اور کہا ابن حبان نے باطل لا اصل لہ اور اسناد مین اسکی ابو عاتکہ ہے اور حدیث
اسکی منکر ہے اور جواب اسکا یہ ہے کہ اخراج کیا ہے اس کو ترمذی نے اور اور اہل علم نے الحاصل یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہین جیسا کہ گمان کیا اسکو ابن حبان
اور ابن الجوزی نے اور اختلاف کیا ہے اس بات مین کہ مقدار اس علم کی جو فرض ہے کیا ہے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ فرض وہ علم ہے کہ جس سے بندے کو چارہ
نہین جیسے پہچاننا خداوند عالم کا اور علم اسکی وحدانیت کا اور اسکے رسول کی نبوت کا اور اسیطرح ضروری مسائل نماز کی کہ سیکھنا انکا فرض عین ہے برخلاف تحصیل رتبہ
اجتہاد اور درجہ افتا یعنی فتوی دینے کے کہ سیکھنا اسکا فرض کفایہ ہے اور یہ مقام اس مبحث کی تفصیل کا نہین جس شخص کو تحقیق اسکی منظور ہو وہ کتب

سلہ اسلیئے کہ ولی مجبر سوائے باپ دادا کے اور کوئی نہین انکے نزدیک ۱۲ سلہ یہ جہل اختیار اسکا عذر نہوگا ۱۲ سلہ پس مسائل دین کا نہ سیکھنا انکے قصور سے ہو ہین لیئے
جہالت عذر نہوگی ۱۲ عبدہ سلہ بیٹھک تک یعنی مجلس تک ۱۲

تو وہ احیاء علوم الدین تصنیف امام غزالیؒ کی ملاحظہ کرے ص تو اگر آزاد عورت جاہل رہیگی تو جہل اُسکا عذر نہوگا اگر کوئی کہے کہ تحصیل علم فرض ہی
جب عورت بالغ ہو اور کلام ہمارا عورت نابالغہ مین ہی جب بالغ ہو اور وہ عورت قبل بلوغ کے مکلف نہین ہی تو جواب اُسکا یہ ہے
کہ عورت یا مرد جب مراہق یعنی قریب بلوغ کے ہوں تو واجب ہی اُنپر سیکھنا ایمان کا اور احکام ایمان کا اور اُنکے ولی پر واجب ہی تعلیم اُنکی
اور یہ نہین چاہیے کہ اُنکو بے مصرف چھوڑ دین کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کرو تم اپنے لڑکون کو نماز کا جب پہونچ
جاوین سات برس کو اور مارو اُنکو جب پہونچ جاوین دس برس کو ف اور نماز نہ پڑھین روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد نے
عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اور بغوی نے شرح السنۃ مین ص اور ثیبہ عورت اور لڑکے کا خیار باطل نہین ہوتا وقت بلوغ کے جبتک
وہ راضی نہو جاوین تصریح سے یعنی یہ کہین کہ راضی ہوا مین یا اشارے سے یعنی ایسا فعل کرین کہ جس سے اُنکی رضا معلوم ہووے مثلاً [سکوت سے یا خبر نکاح سے ۱۲]
بوسہ لے یا لمس کرے کوئی کسی کا یا لڑکا مہر دیوے اور عورت قبول کرے اور اسیطرح اختیار اُنکا باطل نہین ہوتا اگرچہ کھڑے ہو جاوین
مجلس سے اور جب لڑکا لڑکی بالغ ہووین اور وہ ناراض ہوں تو نکاح کے فسخ کرنے کے واسطے قاضی شرط ہی ف یعنی اُنکو بغیر قاضی کے
فسخ نہین پہونچتا ہی اسواسطے کہ اسمین ضرر ہی مرد کا اور لازم کر دینا ضرر کا کسی پر بدون قضاے قاضی کی ممکن نہین ہی ص اور جو لونڈی
آزاد ہو تو اُسکو نکاح فسخ کرنے کے لیے قاضی شرط نہین ف اسواسطے کہ وہ لونڈی اپنے تئین دوسرے کی زیادتی ملک سے بچاتی
ہی اور اسمین کچھ قضاے قاضی شرط نہین اور زیادتی ملک شوہر کو ہی کیونکہ جب وہ لونڈی آزاد نہین تھی تو خاوند اُسکا مالک دو طلاق کا
تھا کیونکہ لونڈی کو دو طلاق سے زیادہ نہین ہوتے اور جب آزاد ہوئی تو خاوند اُسکا مالک تین طلاق کا ہوتا ہی اور یہ زیادتی ملک ہی
خاوند کو لونڈی پر ص اور اگر لڑکا یا لڑکی کوئی انمین سے قبل قاضی کے تفریق کرنے کے مرگیا تو دوسرا اسکا وارث ہوگا برابر ہے کہ بالغ
ہوں یا نہوں ف یعنی اگر قبل بلوغ کے کوئی مرگیا تو تو وارث ہونگے کیونکہ نکاح قائم ہی اور اسیطرح بعد بلوغ کے قبل فسخ کرنے قاضی کے
کیونکہ فسخ کی شرط نہین پائی گئی تو نکاح قائم رہیگا ص اور ولی وہ شخص ہی جو عصبہ بنفسہ ہو یعنی وہ مرد جو متصل ہو میت کے ساتھ بغیر
واسطہ عورت کے ف یعنی جب اُسکو مردے کیطرف نسبت کرین تو بیچ مین عورت واسطہ نہ پڑے جیسے باپ یا بیٹا یا بھائی یا چچا تو نانا ولی نہین
کیونکہ وہ مان کا باپ ہی تو مان واسطہ پڑگئی اور وہ عورت ہی اور اسیطرح نواسا کیونکہ وہ بیٹی کا بیٹا ہی تو بیچ مین بیٹی پڑگئی اور اس کا بیان
انشاء اللہ تعالی آخر کتاب مین آویگا ص اور عصبہ بالغیر ف اور وہ چار عورتین ہین ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن حقیقی اور
ایک بہن علاتی یعنی جو سوتیلی مان سے ہو ص جیسے بیٹی اُسکو ولایت نہین اپنی مجنون مان پر ف مجنون کی قید اسواسطے ہے کہ اگر وہ بھی
ہی ہوشیار ہے تو کسیکو اُسپر ولایت نہین ص اور عصبہ مع الغیر ف یعنی وہ عورت کہ دوسری عورت سے ملکے عصبہ
ہو جاوے ص جیسے بہن ساتھ بیٹی کے اُسکو ولایت نہین اپنی بہن مجنونہ پر ف یہان بھی قید مجنونہ کی اسواسطے ہے اگر بہن مجنونہ
نہو تو اُسپر کسیکو ولایت نہین کیونکہ بہن ثیبہ ہی بالغہ ہی اسواسطے کہ اُسکی بیٹی موجود ہی جسکے ساتھ بہن ملکے عصبہ ہوتی ہی ص اور ولایت
عصبات کی بشرطیکہ آزاد مکلف مسلمان ہوں ف کیونکہ اگر کافر ہونگے تو اُنکی ولایت مسلمان پر نہین فرمایا اللہ تعالی نے وَلَن یَجعَلَ اللّٰہُ
لِلکَافِرِینَ عَلَی المُؤمِنِینَ سَبِیلًا یعنی نہین کریگا اللہ کافرونکو مسلمانون پر راہ ص اوپر ترتیب وراثت اور حجب کے ہی ف یعنی حاجب
مقدم ہی محجوب پر اور اسیطرح وارث غیر وارث پر یعنی بیٹے کے ہوتے پوتے کو وراثت نہین تو ولایت نکاح بھی نہوگی اور باپ کے ہوتے
دادا کو وراثت نہین تو دادا کو باپ کے ہوتے ولایت نکاح بھی نہوگی اور حاجب اُسکو کہتے ہین جو غیر کو میراث سے روک دیوے اور محجوب

جو رد کا گیا ہووے جیسا کہ بیٹا حاجب ہی پوتیکا اور باپ دادا کا وقس علی ہذا ص تو پہلے جزر ف یعنی فرع جیسے بیٹا اور پوتے ص اگرچہ بہت نیچے
چلے جاوین مقدم ہین ف یعنی بیٹی کا بیٹا اور پوتیکا بیٹا اور پوتیکا پوتا اور پوتیکا پڑپوتا اور پوتے کا پڑپوتا وقس علی ہذا ص اور پھر اصل ف یعنی باپ اور دادا
ص اگرچہ اونچے ہوجاوین ف یعنی باپ کا باپ اور دادا کا باپ اور دادا کا دادا اور دادا کا پردادا اور پردادا کا پردادا وقس علی ہذا
ص پھر اصل قریب کے جزر جیسے بھائی ف کہ جزر ہی اپنے باپ کا اور وہ قریب ہی ص پھر بیٹے بھائی کے اگرچہ نیچے چلے جاوین ف یعنی بھتیجے کا بیٹا اور بھتیجے
کا پوتا اور بھتیجے کا پڑپوتا اور بھتیجے کے بیٹے کا پڑپوتا وقس علی ہذا ص پھر اصل بعید کے جزر جیسے چچا ف کہ جزر ہی دادا کا اور وہ اصل بعید ہی ص پھر چچا کے
بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاوین ف جیسے چچا کا پوتا اور چچا کا پڑپوتا اور چچا کے بیٹے کا پڑپوتا اور چچا کے پوتے کا پڑپوتا وقس علی ہذا ص پھر باپ کا چچا پھر اسکے
بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاوین ف یعنے باپ کے چچا کا پوتا اور باپ کے چچا کا پڑپوتا اور باپ کے چچا کے بیٹے کا پڑپوتا اور باپ کے چچا کے پوتے کا پڑپوتا اور باپ کے
چچا کے پڑپوتے کا پڑپوتا وقس علی ہذا ص پھر دادا کا چچا پھر اسکے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاوین ف یعنے دادا کے چچا کا پوتا اور دادا کے چچا کا پڑپوتا اور دادا کے چچا کے
بیٹے کا پڑپوتا اور دادا کے چچا کے پوتے کا پڑپوتا اور دادا کے چچا کے پڑپوتے کا پڑپوتا وقس علی ہذا ص قریب بعد قریب کے ف یعنے جو قریب ہوگا اُن
سے وہ مقدم ہوگا مثلاً فروع مین بیٹا مقدم ہی پوتے پر اور پوتا پڑپوتے پر اور پڑپوتا پوتے کے پوتے پر اور اصول مین باپ مقدم ہی دادا پر اور دادا
پردادا پر اور بھائیون مین بھائی مقدم ہی بھتیجے پر اور بھتیجا اُسکے بیٹے پر اور اُسکا بیٹا اسکے پوتے پر اور چچاؤن مین چچا مقدم ہی اسکے بیٹے پر اور
بیٹا اُسکا پوتے پر اسی طرح پر قیاس کرلینا چاہیئے ص پھر ترجیح ہوگی ساتھ قوت قرابت کے یعنے عینی مقدم ہوگا علاتی پر ف تو بھائی حقیقی یعنے
عینی مقدم ہوگا بھائی علاتی پر اور عینی کہتے ہین حقیقی بھائی کو اور علاتی اُس بھائی کو کہتے ہین کہ اپنے باپ کا بیٹا ہو مگر اپنی مان سے نہو ص
اور کافر کی ولایت مسلمان کو نہین ہی نہ مسلمان کی ولایت کافر کو اگرچہ کافر اُسکا عصبہ ہو ف دلیل پہلے مسئلے کی اوپر گذری اور دلیل اس بات کی کہ مسلمان کو ولایت
کافر کی نہین یہ ہی کہ ولایت سبب ہی میراث کا اور مسلم کو میراث کافر کی نہ پہونچے گی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ وارث ہوگا مسلمان کافر کا
اور نہ کافر مسلمان کا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم اور اصحاب سنن نے اسامہ بن زید سے اور یہی حدیث دلیل دونون مسئلون کی ہوسکتی ہی اور
کافر کافر کی ولایت کریگا کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ یعنے جو لوگ کافر ہوے بعض اُنکے ولی ہین بعض کے اور اس مین
فرق نہین کہ ایک نصرانی ہو اور دوسرا یہودی کیونکہ کفر ملت واحدہ ہے اور وہ جو حدیث مین آیا ہے لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى
رواہ احمد والنسائی وابوداؤد وابن ماجہ والدارقطنی یعنے نہین وارث ہونگے دو ملت والے متفرق کچھ ہمارے منافی نہین ہی اسواسطے کہ ملتین
سے مراد اس جگہ کفر و اسلام ہی ص پھر ان سب کے بعد مان پھر صاحب رحم ف صاحب رحم وہ شخص ہی کہ نہ اسکا کوئی حصہ کتاب اللہ یا حدیث
یا اجماع سے مقرر ہی اور نہ وہ عصبہ ہی جیسے نواسے اور پوتیون کے بیٹے اور نانا اور پڑنانا اور بھانجا اور ماموں وغیرہم ص قریب بعد قریب کے ف
یعنے جو قریب ہوگا اُسکو ترجیح ہوگی بعید پر مثلاً نواسا مقدم ہی نواسے کے بیٹے پر اور نانا نانا کے بیٹے پر اور اسیطرح ص پھر مولی الموالات اور وہ شخص ہی
کہ جسکا وارث نہو اور دوسرے کے ساتھ عہد کیا ہی اگر مجھسے جنایت ہو تو دیت دیگا اور اگر مین مرون تو تو وارث ہوگا ف صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص
مجہول النسب نے کہا دوسرے سے کہ جب مین مرونگا تو تو میرا وارث ہوگا اور تو میری دیت دیگا جب مین جنایت کرونگا اور دوسرے نے اس عقد کو قبول
کیا تو یہ قبول کرنے والا اُسکا مولی الموالات ہوا تو اُسکو اس شخص کا عقد پہونچتا ہی جب اُسکا اور کوئی قریب نہوگا اور وجہ اسکی یہ ہی کہ ولایت سبب ہی
میراث کا اور مولی الموالات کو میراث پہونچتی ہی ص پھر وہ قاضی کہ اُسکے نکتوبہ مین یہ لکھا گیا ہی کہ اُسکو ولایت تزویج کی ہی ف یعنے وہ مکتوب کہ اُسکو

سلہ جاننا چاہیئے کہ یہان ذکر عصبات بنفسکا ترتیب سے ہی اور وہ سب تذکرہ مین تو اگر کہین سہو کاتب سے بجاے مجہول کی جگہ یا معروف لکھی جاوے تو اُسکو درست کرلین [illegible]

[illegible]

پادشاہ سے ملا ہو وقت ملنے عہدہ قضا کے اور اسمین اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ قاضی کو کچھ ولایت اصلی نہین بلکہ بسبب اسکے کہ وہ نائب بادشاہ کا ہو تو جب نائب بادشاہ کو ولایت ہو تو بادشاہ کو بطریق اولی ہوگی اور ایسا ہی ہدایہ مین ہو کہ وقت نہونے اولیا کے ولایت امام کو ہو اور دلیل لائے ہین اسپر صاحب ہدایہ ساتھ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَلسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَہٗ یعنے بادشاہ ولی ہو اُس کا جس کا کوئی ولی نہین روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت عائشہ رضؓ سے اور اوپر یہ حدیث گذر چکی اور دوسری یہ کہ وقت مرنے کے در صورت نہونے کسی وارث کے مال بیت المال مین جاتا ہو تو حالت حیات مین بھی صورت نہونے کسی وارث کے ولایت سلطان کو ہوگی ص اور جو ولی بعید ہو اُسکو درست ہو کہ جب ولی قریب غائب ہو تو نکاح کردیوے اور غائب سے مراد یہ ہو کہ اُسکی غیبت منقطعہ ہووے اور غیبت منقطعہ سے مراد اتنی مدت ہو کہ کفو نکاح کرنے والا اُسکی خبر کا انتظار نہ کرے ف یعنے جس شخص کفو سے نکاح ہو رہا ہو وہ اتنی مدت تک اُس ولی قریب کا انتظار نکرے مثلاً بھائی ایک عورت کا ایسے ملک مین ہو کہ وہان سے آدمی ایک مہینے مین آتا ہو اور بھتیجا اس عورت کا موجود ہو تو جس شخص کفو سے نکاح ہو رہا ہو اگر وہ ایک مہینے تک اُسکے آنے کا انتظار کرتا ہو تو یہ غیبت منقطعہ نہین ہو اب بدون اُسکے بھائی کے آئے ہوے نکاح نکرینگے اور اگر وہ انتظار نہین کرتا تو غیبت منقطعہ ہے بھتیجے کو اُسکا نکاح کردینا درست ہو ص اور بعضون کے نزدیک غیبت منقطعہ یہ ہو کہ مدت سفر کی راہ ہووے ف یعنی تین دن اور تین رات کی جیسا کہ بیان اسکا کتاب الصلوۃ مین گذرا جامع الرموز مین ہو کہ یہی صحیح ہو ص اور یہی مختار ہو بعض متاخرین کا اور اسی پر فتویٰ ہو اگر ایک عورت مجنونہ ہے اور اُسکے باپ اور بیٹے دونون ہین تو ولی اُسکے نکاح مین بیٹا ہوگا اسواسطے کہ اوپر گذرا کہ بیٹا مقدم ہو باپ پر ولایت مین ف اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحؒ اور ابو یوسف رحؒ کا ہو اور امام محمد رحؒ کے نزدیک باپ ہے کیونکہ باپ کو اپنی دختر پر زیادہ شفقت ہوگی

ف فصل کفو کے بیان مین

ص اور معتبر ہو کفاءت نکاح مین اہل عرب کی از روے نسب کے ف کفاءت کے معنی لغت مین برابری کے ہین اور کفاءت شرعی کہتے ہین برابر ہونے کو مرد کا ساتھ عورت کے اُن باتون مین جنکا بیان آگے آتا ہو ص سو قریش کفو ہین ایک دوسرے کے اور جو سوا اُن کے عرب ہین وہ کفو ہین ایک دوسرے کے ف کفاءت نکاح مین معتبر ہے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلَا لَا یُزَوِّجُ النِّسَاءَ اِلَّا الْاَوْلِیَاءُ وَلَا یُزَوَّجْنَ اِلَّا مِنَ الْاَکْفَاءِ وَلَا مَہْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشَرَۃِ دَرَاہِمَ رواہ الدارقطنی رحؒ والبیہقی عن جابر رضؓ یعنے نہ نکاح کرین عورتون کا مگر ولی اور نہ نکاح کیجاوین مگر اُن مردون سے جو کفو ہین اور نہین مہر کم دس درم سے اور دوسرے یہ کہ عورت فراش ہو مرد کی اور عمدہ فراش خسیس کو لائق نہین اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اختیار کرو تم اپنے نطفون کیواسطے اور نکاح کرو تم اُن عورتون سے جو کفو ہین تمھارے اور نکاح کردو عورتون کا بھی اُن لوگون سے جو اُنکے کفو ہین روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور قریش ایک دوسرے کے کفو ہین اور اُنمین پھر اعتبار نقصان وفضل کا نہین کیونکہ ہدایہ مین ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش بعض بعض کے کفو ہین بطن بطن سے دوسری بطن کا اور عرب بعض اُنکے کفو ہین بعض کے ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور موالی کفو ہین بعض بعض کے ہر مرد دوسرے مرد کا اور موالی کہتے ہین اُنکو جو لوگ سوا عرب کے ہین اور اُنکا نام موالی اسواسطے ہوا کہ وہ مددگار ہین عرب کی اور موالی کے معنی مددگار کے بھی

آگے ہین اور اسکا بیان آتا ہی اور روایت کی حاکم نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ قَبِيلَةٌ بِقَبِيلَةٍ وَ
الْمَوَالِي بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ رَجُلٌ بِرَجُلٍ اِلَّا حَائِكًا اَوْ حَجَّامًا یعنی عرب کفو ہین بعض بعض کے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور موالی کفو ہین بعض بعض کے
ایک مرد دوسرے مرد کا مگر جولاہہ اور حجام اور اسکی اسناد مین ایک راوی ہی کہ اسکا نام نہین لیا گیا اور منکر جانا اسکو ابو حاتم نے کہا شیخ ابن حجر نے
اسکا ایک شاہد ہی بزار نے روایت کیا اسکو معاذ بن جبل سے اور سند اسکی منقطع ہی اور ایسا ہی کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین اور روایت کی دارقطنی
نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کفو ہین ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور عربی عربی کا اور مولی مولی کا مگر جولاہہ اور حجام
اور اخراج کیا اسکا ابن الجوزی نے علل متناہیہ مین اور اسناد مین اسکی بقیہ مدلس ہی اور محمد بن الفضل طعن کیا گیا ہی اسمین اور اخراج کیا اسکا ابن
عدی نے اور وہ بھی ضعیف ہی اور نکاح کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیون کا حضرت عثمانؓ سے اور وہ اموی تھے اور حضرت علی نے
نکاح کر دیا اپنی بیٹی کا حضرت عمرؓ سے اور وہ عدوی تھے ص اور قریش وہ ہین جو نضر بن کنانہ کی اولاد مین ہین اور لیکن جو لوگ کہ نضر سے اوپر ہین انکی اولاد مین
ہین وہ قریش نہین اور کفارت عرب مین اسواسطے خاص ہوئی کہ عجم کے لوگون نے اپنے نسب ضایع کر دیے ف یعنی اپنے غیر قبیلے مین شادیان کرتے ص اور
اہل عجم مین کفارت باعتبار اسلام کے ہی تو جسکے باپ اور دادا فقط مسلمان تھے وہ کفو ہی اُس عورت کا جسکے باپ اور دادا اور پردادا وغیرہ بھی مسلمان
تھے ف حاصل یہ ہی کہ اسلام مین نسب تمام ہوتا ہی ساتھ باپ اور دادا کے تو جسکے باپ اور دادا فقط مسلمان تھے وہ کفو ہی اس عورت کا کہ جسکی دو پشت
سے زیادہ اصول مسلمان تھے ص اور جو شخص کہ خود اسلام لایا ہی وہ کفو نہین اُسکا جسکا باپ مسلمان ہی اور جو شخص کہ اسکا باپ فقط مسلمان تھا وہ کفو نہین
اُسکا جسکا باپ اور دادا بھی مسلمان تھے اور باعتبار آزادی کے تو غلام یا جو پہلے غلام تھا اور آزاد کیا گیا کفو نہین اس عورت کا جو اصل سے آزاد ہی اور اسیطرح جس شخص کا باپ
غلام معتق تھا ف یعنی آزاد ص کفو نہین جسکے باپ اور دادا دونون آزاد تھے اور باعتبار دیانت کے تو مرد فاسق کفو نہین اُس عورت کا جو نیکبخت شخص
کی بیٹی ہی ف نیکبخت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ اکثر نیکبختون کی بیٹیان بھی نیکبخت ہوتی ہین اور اگر نیکبخت نہون فاسق ہون تو فاسق اُن کا
کفو ہی ص اگرچہ وہ فاسق اپنے فسق کو ظاہر نہین کرتا ہی اور یہی مختار ہی شیخ ابی بکر احمد بن فضل کا اور بعض مشائخ کے نزدیک اگرچہ وہ فاسق فسق
کے کامون کو ظاہر نکرتا ہو تو کفو ہو جاویگا نیکبخت مرد کی بیٹی کا اور باعتبار مال کے تو جو شخص عاجز ہو مہر معجل سے ف مہر معجل اُس مہر کو کہتے ہین جو وقت
نکاح کے لیا جاوے اور موجل جو بعد نکاح کے ہو دے ص اور نفقے سے تو وہ کفو نہین اُس عورت کا بھی جو فقیر ہو اور نہ اس عورت کا جو غنی ہو
اور جو شخص کہ قادر ہے مہر معجل اور نفقے پر تو وہ کفو ہی اوس عورت کا بھی جو بہت مالدار ہے کیونکہ مال فنا ہونے والا ہی تو جو مال قدر ضرورت سے
زائد ہی اُسکا اعتبار نہین ف اور نفقے کا بیان آگے آویگا ص اور باعتبار پیشے کی تو جولاہہ اور حجام اور بھنگی اور چمار کفو نہین ہی عطار اور بزاز اور صراف کا
ف اور یہی مذہب صاحبینؒ کا ہی اور امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتین ہین اور وجہ اسکی یہ ہی کہ اسمین ہتک ہی عزت اور شرف کی ص اور اگر نکاح کیا
عورت نے اپنا کم مہر مثل سے ف یعنی تھوڑے مہر جیسا کہ اسکی عورتون کا ہی جاتی ہین ص تو ولی کو تعرض پہونچتا ہو یہانتک کہ مہر پورا ہو جاوے یا تفریق ہو جاوے

ف فصل نکاح فضولی اور وکالت نکاح مین

ص نکاح ایک فضولی یا دو فضولی کا موقوف ہی اوپر اجازت اُس شخص کی جسکی طرف سے وہ فضولی ہی یعنی اگر کسی شخص نے کسی مرد یا عورت کا

سے بے اذن اسکے نکاح کر دیا نکاح جائز ہے اور موقوف رہیگا انکی اجازت پر ف اگر اجازت دینگے تو نکاح صحیح ہو جاویگا ورنہ نہین اور جاننا چاہیے
کہ جو شخص اپنے ساتھ نکاح کرے وہ شرع مین اصیل کہلاتا ہی اور جو کسی دوسرے کا نکاح کر دے پس اگر اسکے اذن سے نکاح کرتا ہی تو وہ وکیل
کہلاتا ہی اور اگر بغیر اذن کے نکاح کرتا ہی پس اگر ان دونون مین وہ قرابت ہی جو کہ ولایت نکاح مین معتبر ہے تو وہ ولی کہلاتا ہی ورنہ وہ فضولی
ہی ص اور اسیطرح اگر مرد اور عورت دونون کا دو فضولیون نے نکاح کر دیا بغیر انکے اذن کے تو نکاح جائز ہوگا اور موقوف رہیگا انکو اذن پہ
ف تو اگر دونون نے اذن دیا تو نکاح صحیح ہی اور اگر دونون نے یا ایک نے انکار کیا تو نکاح باطل ہی ص اور مالک ہو جاتا ہی ایک شخص جو فضولی
نہو کسی کی طرف سے دونون جانب نکاح کا یعنے ایجاب و قبول کا اور ان[۵] دونون کی زبان سے کہنے کی حاجت نہین رہتی تو جب ایک شخص
وکیل ہوا مرد اور عورت کی طرف سے اور کہا اسنے کہ نکاح کر دیا مین نے اس عورت کا اس مرد سے کافی ہی ف یعنے پھر یہ کہنا ضرور نہین
کہ قبول کیا مین نے ص اور اسکی کئی صورتین ہین اول یہ کہ اصیل اور ولی دونون ہو جیسا کہ چچا کا بیٹا[۵۳] نکاح کرے اپنے چچا کی بیٹی کا جو نابالغہ
ہو اپنے ساتھ ف تو چچا کا بیٹا اصیل بھی ہی یعنے اپنا نکاح کر رہا ہے اور ولی بھی ہی اپنے چچا کی بیٹی کا ص دوسرے یہ کہ اصیل اور وکیل
دونون ہو جیسا کہ کسی عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ اس عورت کو اپنے ساتھ نکاح کرے اور اسنے اپنے ساتھ نکاح کیا تیسری یہ
کہ دونون طرف سے ولی ہووے ف جیسا کہ اپنی دختر کا یا لڑکے کا نکاح اپنے بھتیجے یا بھتیجی سے کرے ص چوتھی یہ کہ دونون طرف
سے وکیل ہووے ف جیسے ایک عورت ایک شخص کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کرے اور کوئی مرد بھی اسی کو اپنے نکاح کے واسطے
وکیل کرے ص پانچوین یہ کہ ایک طرف سے ولی ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو ف جیسے ایک شخص کو کسی مرد نے وکیل کیا اپنے
نکاح کا اور اسنے اپنے چچا کی بیٹی کا جو نابالغہ ہی اس شخص سے نکاح کر دیا ص اور جائز نہین کہ ایک شخص مالک ہو جاوے دونون طرف کو نکاح
کے یعنی ایجاب و قبول کو اور وہ فضولی ہو جیسے کہ اصیل اور فضولی ہو ف جیسا کہ کہے نکاح کیا مین نے فلانی عورت سے گواہ رہو تم اور اس
عورت کو خبر پہونچی اور اسنے اجازت دی تو نکاح باطل ہی ص یا ولی ہو ایک طرف سے اور فضولی ہو دوسری طرف سے ف مثلاً یون کہے
کہ نکاح کیا مین نے اپنے چچا کی بیٹی کا فلانے سے اور اس فلانے کو خبر پہونچی اور اسنے اجازت دی تب بھی نکاح باطل ہے ص یا ایک
طرف سے وکیل ہو اور دوسری طرف سے فضولی ہو ف مثلاً زید نے وکیل کیا عمرو کو کہ میرا نکاح کر دے اور اسنے گواہون کے سامنے کہا گواہ رہو
نکاح کر دیا مین نے زید کا فلانی عورت سے اور جب اس عورت کو خبر پہونچی تو اسنے اجازت دی جب بھی نکاح باطل ہی ص یا دونون طرف
سے فضولی ہو ف مثلاً یون کہے کہ نکاح کر دیا مین نے فلانے مرد کا فلانی عورت سے گواہون کے سامنے اور وہ دونون شخص غائب ہین اور پھر
ان دونون نے اجازت دی تب بھی نکاح باطل ہی ص اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ تو میرا نکاح کر دے کسی عورت سے اور اسنے اسکا
نکاح کر دیا کسی شخص کی لونڈی سے صحیح ہوا ف کیونکہ اسنے مطلق عورت کہا تھا حرہ کی قید نہین لگائی تھی ص اور باپ کو اور دادا کو وقت نہونے
باپ کے درست ہی نکاح کر دینا اپنی ولد نابالغ کا لڑکی ہو یا لڑکا ساتھ غبن فاحش کے مہر مین ف یعنے اسکا مہر مثل مثلاً ہزار درہم ہی اور باپ اور دادا نے
نکاح کر دیا اسکا پانچ سو روپیہ پر ص اور غیر کفو سے تو اب ان دونون کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ کا نہین اور اگر سوا باپ دادا کے اور کسی نے نکاح کیا ہی
تو انکو پہونچتا ہی کہ بعد بلوغ کے فسخ کرین اور اگر کسی شخص نے حکم کیا کسی کو کہ میرے واسطے ایک عورت سے نکاح کر دے اور اسنے نکاح کیا اسکا دو
عورتون سے ایک ہی عقد مین دونون کا نکاح جائز نہین اور اگر نکاح کیا دو عورتون سے ساتھ دو عقد کے تو اول عقد درست ہی اور دوسرا نادرست

[۵] یعنے ایجاب و قبول کی ۱۲ [۵۳] جب سوا اسکے دوسرا ولی قریب نہو ۱۲

باب مہر کے بیان میں

اقل مہر کا دس درہم ہین ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک جو چیز قیمت دار ہو وہ صالح مہر کی ہو برابر ہے کہ قیمت اسکی دس درہم ہو یا زیادہ یا کم **ف** کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہین ہو مہر کم دس درہم سے اور یہ حدیث اوپر گذری روایت کیا اسکو دارقطنی اور بیہقی نے جابرؓ سے کہا ابن الجوزی نے روایت کیا ہم نے اس حدیث کو کتنے طریقون سے اور مدار اس حدیث کا مبشر بن عبید ہے کہا احمد بن حنبلؒ نے مبشر کچھ نہین احادیث اسکی موضوع ہین کذب ہین اور وہ بناتا ہے حدیث کو اور کہا دارقطنی نے کاذب ہے اور کہا ابن حبان نے روایت کرتا ہے موضوعات کو ثقات سے کہا شیخ ابن الہمام نے اس حدیث کا ایک شاہد ہے کہ قوی کرتا ہے اسکو وہ جو روایت کی گئی ہے حضرت علیؓ سے موقوفًا نہین قطع کیا جاویگا ہاتھ کم مین دس درہم سے اور نہوگا مہر کم دس درہم سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے سنن مین اور بیہقی نے اور کہا محمدؒ نے موطا مین کہ پہونچا ہمکو یہ حضرت علی اور عبید اللہ بن عمر اور عامر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے اور روایت کیا اسکو اپنی اسناد سے شرح مین اسکی طحاوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حدیث علیؓ مین داؤد ازدی ہے روایت کی اسنے شعبی سے اسنے حضرت علیؓ سے کہا یحییٰ بن معین نے داؤد حدیث اسکی کچھ نہین اور شعبی نے نہین سنا ہے حضرت علیؓ سے اور بعض طریقون مین اسکے غیاث بن ابراہیم ہے کہا احمد اور بخاری اور دارقطنی نے غیاث بن ابراہیم متروک ہے اور کہا یحییٰ نے کذاب ہے اور کہا ابن حبان نے وضع کرتا ہے احادیث کو اور روایت کی بیہقی نے حضرت علیؓ سے کہ کہا انھون نے اقل درجہ اسکا کہ حلال ہو جاوے اس سے عورت دس درہم ہین روایت کیا اسکو ابن عبد البر نے اور روایت کیا حدیث جابرؓ کو بیہقی نے سنن کبیر مین بہت طریقون سے اور ظاہر ہے کہ جب بہت طریقے ضعیف ہوتے ہین تو حدیث حسن ہو جاتی ہے باوجود اسکے کہ مؤید ہوں اسکے آثار صحابہؓ اور تابعینؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اقل درجہ مہر کا پانچ درہم ہین اور یہ بھی مروی ہے حضرت علیؓ سے لیکن اسناد مین اسکی حسن بن دینار متروک ہے اور کذاب کہا اسکو ابو حاتم نے اور امام شافعیؒ کی دلیلین بہت ہین صحاح مین مذکور ہین انہین سے ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے سہل بن سعدؓ کے تلاش کر تو اگرچہ انگوٹھی ہو لوہے کی پھر نکاح کر دیا انکا بدل تعلیم قرآن کے اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ خصائص مین سے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیسا کہ روایت کی سعید بن منصور نے ابو النعمان ازدی سے کہ نکاح کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا اوپر ایک سورت قرآن کے اور فرمایا کہ نہوگا پھر یہ مہر کسی کے واسطے بعد تیرے اور تفصیل کتب بسوطہ مین ہے **ص** اور اگر دس درہم سے کم مہر باندھا تو دس درہم دینا پڑینگے **ف** - اسواسطے کہ وہ عورت راضی ہو گئی دس سے کم مین لیکن حکم شرع کا فاسد کرتا ہے اسکو تو لازم آویگا اقل درجہ مہر کا اور وہ دس درہم ہین **ص** اور اگر دس درہم معین کیے یا دس درہم سے زیادہ تو جتنا معین کیا اتنا دینا پڑیگا صحبت کرنے سے خواہ خاوند جورو یا کے مرجانے سے **ف** یعنی اگر کوئی خاوند یا جورو مین سے مرگیا تو جتنا مہر معین ہے وہ لازم ہوگا کیونکہ فرمایا ابن مسعودؓ نے اس شخص مین کہ نکاح کیا اسنے ایک عورت سے اور وہ مرگیا بغیر وطی کے اور اسکا مہر نہین معین کیا کہ اسکو مہر ہے کامل اور عورت پہ عدت ہے اور اسکو میراث بھی ہے کہا معقل بن سنان نے کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی حکم فرمایا تھا بروع بنتی واشق مین روایت کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور روایت کی امام مالک نے موطا مین عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ نہین ہے مہر واسطے اسکے اور یہی حکم کیا زید بن ثابت نے اور ہمارے واسطے حدیث مرفوع ہے معقل بن سنان کی کیونکہ جب مہر معین نہوا اور دلایا گیا تو جب معین ہوگا تو بطریق اولی دلایا جاویگا **ص** اور اگر طلاق دیدیا قبل وطی کے یا خلوت صحیحہ کے تو نصف مہر لازم آتا ہے اور خلوت صحیحہ کی تفسیر بعد اسکے بیان ہوگی **ف** کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ یعنی اگر طلاق دو تم عورتون کو قبل اس بات کے کہ مس کرو

تم انسے یعنی جماع کرو اور تم مقرر کر چکے تھے اُنکے واسطے کچھ حصہ تو واجب ہے تمپر نصف اُسکا جو مقرر کیا تھا تمنے ص اور صحیح ہے نکاح بغیر ذکر کرنے مہر کے
ف اور دلیل اسکی وہی حدیث معقل بن سنان ہے اور اثر ابن مسعود کا ص اور اگر نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہیں ہے یا بدلے میں شراب
کے یا بدلے مین سور کے یا ایک سرکے کے مشکے سے اور اُس طرف اشارہ کیا اور وہ شراب نکلی یا ایک غلام سے اور اسکی طرف اشارہ کیا اور وہ آزاد
نکلا یا ایک کپڑے یا ایک جانور کے بدلے اور اُنکی صفت بیان نہ کی یا تعلیم قرآن کے بدلے یا اس بات پر کہ خاوند آزاد اُسکی ایکسال خدمت کرے
یا کسی کی بیٹی یا بہن سے اس بات پر کہ وہ بھی اُس سے اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردیوے تو ان سب صورتوں مین نکاح صحیح ہوا اور مہر مثل لازم
ہو ویگا وقت وطی کے یا خلوت صحیحہ کے یا موت کے ف لیکن اول صورت سو اسواسطے کہ نکاح نام ہے اُس عقد کا جس سے اتصال اور انضمام ہو تو وہ
فقط جوڑ دونوں خاوند سے درست ہو جاویگا اور اُسکی شہرط ساقط ہو جاویگی اور دوسری اور تیسری صورت مین اسواسطے کہ شراب اور
سور ہمارے نزدیک مال نہیں ہے تو گویا ایسا ہوا کہ نکاح کیا بغیر ذکر مہر کے اور اسیطرح چوتھی اور پانچوین صورت مین غلام یا سرکہ مال تھا لیکن
وہ آزاد نکلا اور سرکہ شراب نکلا اور شراب اور جو شخص آزاد ہو وہ مال نہیں ہے اور چھٹی صورت مین اسواسطے کہ وہ کپڑا اور جانور مجہول ہے
تو نزاع پڑیگی تب مہر مثل لازم آویگا اور ساتوین صورت مین سو اسواسطے کہ تعلیم قرآن کچھ مال نہیں ہے کیونکہ اُسپر اجرت لینا جائز نہیں جیسا کہ
آگے آتا ہے اور آٹھوین صورت مین اسلیے کہ خاوند آزاد مالک ہے زوجہ کا اور خدمت مقتضی ہے مالکیت کی اور اُن دونون مین تناقض ہے تو مہر
مثل لازم آویگا اور لیکن نوین صورت مین تو دونون عقد جائز ہین لیکن اُسنے مہر کو وہ ٹھہرایا جو صلاحیت مالیت کی نہیں رکھتا تھا تو مہر مثل لازم آویگا
جیسے شراب یا سور کو مہر کردیا اور یہ نکاح شغار کہلاتا ہے اور منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کی عبداللہ بن عمرؓ نے کہ منع کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح شغار سے اور شغار یہ ہے کہ نکاح کرے کوئی اپنی بیٹی کا کسی سے اس شرط پر کہ وہ بھی اُس سے اپنی بیٹی کا نکاح کردے اور کچھ مہر مقرر نہو اخرج
کیا اسکا بخاری مسلم نے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تعلیم قرآن کو مہر باندھنا جائز ہے اور یہ اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ اجرت لینا قرآن کی تعلیم
پر جائز ہے یا نہیں تو جن لوگون کے نزدیک جائز ہے اُنکے نزدیک اسکو مہر بھی مقرر کرنا درست ہے اور جن کے نزدیک اجرت لینا تعلیم قرآن پر جائز نہیں اُنکے
نزدیک اسکو مہر بھی باندھنا اسکا درست نہیں اور امام شافعیؒ اس باب مین دلیل لاتے ہین حدیث سہل بن سعد سے کہ نکاح کردیا تھا آپنے اُنکا ایک سورت پر
قرآن کی اخراج کیا اسکا بخاری مسلم نے اور جواب اسکا یہی ہے جو روایت کی سعید بن منصور نے کہ یہ خصوصیت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی اور روایت کی ابن الجوزی نے مکحول سے تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا ایک مرد کا تعلیم قرآن پر اور کہتے تھے مکحول کہ یہ خصائص
مین سے تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اب کسی کیواسطے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ امر جائز نہیں اور ذکر کیا طحاوی نے
لیث سے کہ نہیں جائز ہے کسی کو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی احمد اور ابو داؤد نے
عبادہ بن صامت سے کہ فرمایا اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لی تھی اُنھون نے ایک کمان اصحاب صفہ سے اس بات پر کہ اُنکو
قرآن سکھایا تھا کہ اگر خوش آوے تجھکو کہ طوق پہنایا جاوے آگ کا تو لے اُسکو اور اسکی اسناد مین مغیرہ ضعیف ہے اور روایت کی ابن الجوزی نے ابی بن
کعب سے کہ سکھایا مین نے ایک شخص کو قرآن اور اُسنے ہدیہ بھیجا میرے لیے ایک کمان سو ذکر کیا مین نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو فرمایا آپنے

[illegible]

اگر لیگا تو اسکو لیویگا ایک کمان آگ کی اور روایت کی طبرانی نے عبد الرحمن بن سہل انصاری سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے پڑھو قرآن کو اور نہ غلو کرو اُس مین اور نہ باز رہو اُس سے اور نہ کھاؤ اسکے بدلا اور نہ غرور کرو اس سے اور فرمایا عثمان بن ابی العاص سے کہ لے تو ایسے موذن کو جو نہ لیوے اذان پہ بدلہ روایت کیا اسکو احمد نے مطرف بن عبد اللہ سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِكُمْ الآیۃ یعنی حلال کی گئین سوا انکے تمھارے لیے عورتین یہ کہ طلب کرو تم انکو اپنے مالون سے یعنی نکاح کرو یا خرید لو اور دلیل مہر مثل واجب ہونیکی یہ ہے کہ حکم کیا عبد اللہ بن مسعود نے مہر مثل کا اُس عورت مین کہ خاوند اُسکا مرگیا ہو اور اُسکا مہر مقرر نہوا ہو اور شہادت دی معقل بن سنان نے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق مین ایسا ہی اخراج کیا اسکا احمد اور اصحاب سنن نے اور صحیح کیا اُسکو ترمذی اور ایک جماعت اہل حدیث نے ص اور موت سے مراد یہ ہے کہ کوئی خاوند یا بیوی مر جاوے اور اگر ان سب صورتون مین طلاق دیدیا قبل وطی اور خلوت صحیحہ کے تو متعہ لازم آویگا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ یعنی نہین گناہ ہے تمپر اگر طلاق دو تم عورتون کو جب کہ نہ جماع کرو انسے یا نہ مقرر کرو کوئی حصہ انکے واسطے مہر کا اور متعہ دو انکو غنی پر ہے اسکی مقدار اور مفلس پر ہے اسکے لائق ص اس مقدار کا کہ زائد نہو نصف مہر مثل سے اور کم نہو پانچ درہم سے ف اور یہی قول ہے کرخی کا اور یہ متعہ واجب ہے ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک مستحب ہے اور آیت کلام اللہ کی انپر حجت ہے ص اور وہ تین کپڑے ہین پیراہن اور خمار ف یعنی اوڑھنی جس سے وہ اپنا سر چھپاوے ص اور چادر ف جس سے تمام بدن چھپاوے ص اور صحیح یہ ہے کہ اعتبار متعہ مین خاوند کے حال کا ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ اور نزدیک کرخی کے عورت کا حال معتبر ہے ف یعنی عورت کی لیاقت کے موافق اُسکو متعہ دیا جاویگا اور صحیح قول ہمارا ہے کیونکہ دینے والا خاوند ہے تو اسکی استطاعت اور لیاقت معتبر ہوگی جیسا کہ نفقہ کے باب مین ہے کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ اندازہ مروی ہے حضرت عائشہ اور ابن عباس اور سعید بن المسیب اور عطا اور شعبی سے ص اور اگر نکاح کیا غلام نے اس مہر پر کہ خدمت کرے بیوی کی تو خدمت واجب ہوگی ف اسواسطے کہ غلام موضوع ہے واسطے خدمت کے اور خدمت غلام کی عوض مال کے ہوتی ہے ص اور اگر نکاح کیا عورت مفوضہ نے یعنی اس عورت نے نکاح کیا اپنا بغیر ذکر مہر کے یا اس بات پر کہ اسکو مہر نہین ف خواہ وہ عورت مفوضہ ہو یعنی اُسنے اپنے تئین آپ خاوند کو تفویض کیا ہو یا مفوضہ ہو یعنی ولی نے اُسکو خاوند کے سپرد کیا ہو ص اور پھر دونون کسی مقدار مہر پر راضی ہوگئے تو بعد وطی کے یا موت کے یہی مقدار لازم آویگی اور اگر طلاق دیدیا اسکو قبل وطی کے تو متعہ لازم آویگا اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک نصف اس مقدار کا ف یعنی جس مقدار پر وہ دونون راضی ہوگئے ہین ص لازم آویگا ف اور دلیل ہماری وہی آیت ہے ص اگر خاوند نے مہر مین کچھ بڑھا دیا خاوند کے ذمہ پر واجب ہوگا تو اگر طلاق دیدیا قبل وطی کے زیادتی ساقط ہوجاویگی ف اسواسطے کہ زیادتی اُسنے بسبب اشتیاق وطی کے کی تھی تو جب مقصود فوت ہوا پھر زیادتی بھی جاویگی اور صورت مسئلے کی یہ ہے کہ کسی نے نکاح کیا ایک عورت سے اور مہر اُسکے واسطے دس درہم ٹھہرے اور پانچ درہم اُسنے اپنی طرف سے بڑھا دیے اور پھر اُسکو قبل وطی کے طلاق دیدیا تو یہ پانچ درہم لازم آوینگے نہ ساڑھے سات ص اور عورت کو جائز ہے کہ بعض مہر یا کل مہر مرد کے ذمے سے ساقط کردے ف کیونکہ مہر حق عورت کا ہے اور حقدار کو پہونچتا ہے کہ حق اپنا ساقط کردے ص یا اُس زیادتی کو جو مرد نے بڑھا دیا تھا اپنی طرف سے ساقط کردے ف مثلاً اسی صورت مین پانچ درہم چھوڑدے ص اور خلوت مرد کی ساتھ عورت کے بغیر ایسی چیز کے کہ مانع ہو وطی سے اور مانع شرعی کے جیسے روزہ رمضان کا یا احرام حج فرض یا نفل کا اور مانع طبعی کے جیسے حیض اور نفاس کہ وطی اسمین مکروہ جانتی ہے جماع کرنے کو حالت حیض و نفاس مین اور اگرچہ مانع شرعی بھی یہان موجود ہے ف اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ یعنے جدا ہو عورتون سے حیض مین اور نہ قریب ہو اُنسے یہان تک کہ پاک ہو جاوین اور
قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو شخص جماع کرے حائض سے یا کسی عورت سے اُسکی دُبر مین یا کسی کاہن سے خبر پوچھ کے اُس کی تصدیق
کرے تو اُسنے انکار کیا اُس چیز کا جو نازل ہوا محمد پر اخراج کیا اُسکا ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے ابی ہریرہؓ سے ص اور نہین مضائقہ
اگر مانع شرعی مرد و عورت دونون مین موجود ہو ف یعنی مانع شرعی مثل روزۂ رمضان و احرام اگر زوج کو بھی ہو تو خلوت صحیحہ کو ضرر نہین ہوتا
اور اسیطرح مانع حسی ص ثابت کر دیتی ہی پورے مہر کو ف اور اسی کا نام خلوت صحیحہ ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک مہر بدون جماع کے مستقر
نہین ہوتا ہی اور دلیل ہماری اجماع صحابہؓ کا ہے اوپر اس بات کے کہ خلوت (یعنے خلوت صحیحہ) موجب ہی پورے مہر کو حکایت کیا اِس اجماع کو طحاوی نے
اور کہا ابن المنذر نے یہی قول ہی عمر اور علی اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر اور جابر اور معاذ بن جبل اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم
کا اور روایت کی دارقطنی نے محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان سے مرسلاً کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھولا
خمار عورت کا اور نظر کی اُسکو تو واجب ہوا مہر خواہ دخول کرے یا نکرے اور اسناد مین اسکی اگرچہ ابن لہیعہ ہی ضعیف کیا اُسکو محدثین نے
لیکن کہا ابن الجوزی نے کہ روایت کی اُس سے علما نے اور بھی روایت کی اس سے اصحاب سنن نے اور بھی اخراج کیا اسکا ابو داؤد
نے مراسیل مین ابن ثوبان سے اور رجال اُسکے ثقہ ہین اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور روایت کی بیہقی نے عمر اور علی رضی اللہ عنہما
سے تحقیق کہ ان دونون نے فرمایا کہ جب بند ہو جاوے دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ تو عورت کو مہر ہے پورا اور اُسپر عدت ہی اور اسناد
اُسکی منقطع ہی اور موطا مین ہی مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضَى فِي الْمَرْأَةِ إِذَا تَزَوَّجَهَا الرَّجُلُ أَنَّهُ
إِذَا أُرْخِيَتِ السُّتُورُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الصَّدَاقُ یعنے جب چھوٹ جاوین پردے تو تحقیق کہ واجب ہوا مرد پر مہر اور روایت
کی عبد الرزاق نے مصنف مین ابو ہریرہؓ سے یہی قول عمرؓ کا اور کہا امام محمد بن الحسن نے موطا مین أَنَا مَالِكٌ أَنَا ابْنُ شِهَابٍ
عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بِامْرَأَتِهِ وَأُرْخِيَتِ السُّتُورُ فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ قَالَ وَبِهَذَا نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ
وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا یعنے کہا زید بن ثابت نے کہ جب جاوے مرد عورت پاس اور چھوٹ جاوین پردے تو تحقیق کہ واجب ہوا مہر اور یہی
قول پر ہمارا فتوے ہی اور یہی قول ہی امام ابو حنیفہؒ اور عامہ فقہا کا اور روایت کی دارقطنی نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا آپ نے جب بند
ہو جاوے دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ اور دیکھے عورت کو تو واجب ہوا مرد پر مہر اور روایت کی ابو عبید نے کتاب النکاح مین
زرارہ بن اوفی کی روایت سے کہ کہا انہون نے حکم کیا خلفاے راشدین مہدیین نے کہ جسوقت بند ہو جاوے دروازہ اور چھوٹ
جاوے پردہ تو تحقیق کہ واجب ہوا مہر اور عدت اور امام شافعی کے مذہب کے موافق بھی روایت ہی ابن مسعود اور ابن عباسؓ سے لیکن
صحیح نہین اور روایت کی بیہقی نے شعبی سے انہون نے ابن مسعودؓ سے کہ جو شخص خلوت کرے عورت سے اور وطی نکرے تو اُس عورت کو آدھا
مہر ہی اور یہ منقطع ہی شعبی نے نہین سنا ابن مسعودؓ سے اور روایت کی شافعی نے ابن عباسؓ سے مثل اُسکے اور اسناد اُسکی ضعیف ہے
اور اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے کئی طریق سے لیکن صحیح روایتین صحابہ سے ہمارے مذہب پر ہین ص اور مراد خلوت سے
یہ ہی کہ خاوند اور عورت دونون اپنے مکان مین جمع ہو جاوین کہ وہان کوئی عاقل نہو اور بغیر انکی اذن کے انپر کوئی مطلع نہو سکے یا بسبب اندھیرے
اور تاریکی کے کوئی غیر اطلاع نہ پاوے اور خاوند جانتا ہو کہ یہ میری عورت ہی اگرچہ خاوند مجبوب یا عنین یا خصی ہووے ف مجبوب
اُس مرد کو کہتے ہین کہ جسکے آلت اور خصیتین کٹے ہون اور عنین وہ جو وطی عورت پر قدرت نہ رکھتا ہووے اور خصی وہ جسکے خصیے

نکال لیوے ص یا روزہ دار ہو روزہ قضا کا صحیح مذہب مین اور ایک روایت مین نذر کا بھی اور اگر روزہ دار ہے رمضان کا یا احرام لیے ہے یا عورت حائضہ
ہے یا نفاس سے ہے یا بیمار ہے کوئی اُن دونون مین سے تو خلوت ثابت نہوگی اور نماز بھی مثل روزے کے ہے تو نماز فرض مین خلوت صحیح نہوگی جیسے فرض روزے مین
اور صحیح ہو جاویگی نماز نفل مین جیسے نفل روزے مین اور عدت واجب ہے ف دلیل اُسکی وہی ہے جو مروی ہوا حضرت عمرؓ اور علیؓ سے سابقًا اخرجہ البیہقی ص
ان سب صورتون مین برابر ہے کہ مانع موجود ہووے جیسے روزہ وغیرہ یا نہو احتیاطًا اور واجب ہے متعہ اُس عورت کو کہ اُسکو طلاق دیا ہو قبل وطی کے
اور مہر اُسکا معین نہو ف اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور مستحب ہے سوا اسکے اور عورتون کو مگر جس عورت کا مہر ٹھہر گیا ہو اور اسکو طلاق دی قبل وطی کے
جاننا چاہیے کہ مطلقات یعنی جو عورتین کہ طلاق دی جاوین چار قسم پر ہین پہلی وہ مطلقہ کہ اس سے وطی نہ کی ہوا اور نہ اُسکا مہر معین ہو تو اُسکے واسطے
متعہ واجب ہے اور دوسری وہ مطلقہ کہ وطی نہ کیجاوے اور اُسکا مہر معین کر دیا ہووے اس عورت کو متعہ مستحب نہین ف اور صحیح یہ ہے کہ مستحب ہے ص تیسری وہ
عورت کہ وطی کیجاوے اور اُسکا مہر معین نہین ہوا چوتھی وہ عورت مطلقہ کہ وطی کیجاوے اور اُسکا مہر بھی معین ہوا ہووے تو ان دو عورتون کے واسطے
متعہ مستحب ہے تو حاصل یہ ہے کہ جس وقت عورت سے وطی کی تو متعہ اُسکو مستحب ہوگا برابر ہے کہ مہر اُسکا معین ہوا ہو یا نہو اور اگر وطی نہین کی تو جس صورت
مین مہر معین ہے نصف مہر دے اور متعہ مستحب نہین اور اگر نہین معین ہے تو متعہ واجب ہے اگر کسی عورت نے ہزار روپے اپنے مہر کے خاوند سے لیکے اپنے
قبضے مین کیا اور پھر وہی ہزار روپے عورت نے خاوند کو ہبہ یعنی بخشدیے اور خاوند نے بعد اسکے طلاق دیدیا اسکو قبل وطی کے تو وہ مرد پانسو
روپے اُس سے لیوے کیونکہ عورت نے تمام مہر کو قبض کر لیا تھا اور مرد پر واجب نصف ہی ہوا تھا تو نصف پھیر دیویگی اور وہ جو عورت نے خاوند کو
ہبہ کر دیا تھا مہر سے محسوب نہوگا کیونکہ روپے اور اشرفی عقود مین ف مثل بیع اور شرا اور نکاح کے ص متعین نہین ہوتے ف یعنی کچھ روپے
مقرر نہین ہوتے بلکہ سب روپے برابر ہین تو وہ جو عورت نے ہبہ کر دیا تھا اگرچہ وہ روپے خاوند کے دیے ہوے تھے لیکن یہ نہین کہین گے
کہ یہ وہی روپے ہین ص اور اسیطرح فسوخ مین ف یعنی جو چیزین کہ عقود کو فسخ کرتی ہین اور بیان اسکا آگے آویگا ص اور اگر عورت نے
قبضہ نہین کیا تھا اُن روپون کا یا نصف مہر کو قبضہ کیا تھا ف مثلًا پانچ سو روپے کا ہزار کی صورت مین ص اور پھر عورت نے ہبہ کر دیا خاوند
کو کل مہر ف دونون صورتون مین مگر اول صورت مین کل زر مہر بلا قبضہ ہبہ کر دیا یعنی اسقاط مہر کر دیا اسواسطے کہ کل مہر خاوند کے پاس ہے اور
دوسری صورت مین ہبہ کل مہر کا اس طور پر ہوگا کہ اس نصف کو بھی جو لیا ہے پھیر دے ص یا باقی کو ف دوسری صورت مین ص اور طلاق
دیا اُسکو خاوند نے قبل وطی کے تو اب عورت پر کچھ لازم نہین آویگا اسلیے کہ حکم طلاق قبل وطی کا یہ ہے کہ جو عورت نے پورا مہر پایا ہو تو نصف مہر پھیر دے
اور یہان ہبہ کل مہر کا قبل قبض ہو تو مرد کو نصف مہر سے زیادہ وصول ہوا اور اسواسطے کہ اب عورت کے پاس کچھ خاوند کا حق باقی نہین ہے اور اگر مہر کچھ اسباب
ہو ف جیسے غلام گھر کپڑا وغیرہ ص اور عورت نے اُسکو قبض کیا یا نہ کیا اور خاوند کو ہبہ کر دیا تو اب عورت پر دونون صورتون مین ف یعنی
قبض کی صورت مین اور عدم قبض کی صورت مین ص کچھ لازم نہ آویگا اسواسطے کہ جب قبض نہین کیا ہے تو تو ظاہر ہے ف یعنی جیسا روپون مین
جب قبض نہ کرے تو کچھ لازم نہین آتا تھا اسیطرح اسباب مین ہوگا ص اور جب قبض کیا ہے تب بھی کچھ لازم نہین آویگا کیونکہ اسباب
متعین ہے اور اُسی کو عورت نے خاوند کو بخشدیا ف یعنی جو مرد نے اسباب عورت کو دیا تھا وہی بعینہ عورت نے خاوند کو بخشدیا تو اب عورت پر
کچھ نہین رہا اور روپون مین یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ بعینہ وہی روپے ہین جو خاوند نے عورت کو دیے تھے ص اگر کسی شخص نے ایک عورت

نکاح کیا ہزار درہم پر اس شرط سے کہ اُسکو شہر سے نہ لیجاویگا یا اُسپر دوسری عورت نکرے گا یا شرط کی کہ اگر شہر سے نہ لیجاوے تو مہر ہزار درہم
ہین اور اگر لیجاوے تو دو ہزار درہم اور پھر عہد اپنا پورا کیا یعنے اُسکو شہر سے نہ نکالا اور اُسپر دوسری عورت سے نکاح نہ کیا
اور اسیطرح تیسری صورت مین بھی اُسکو شہر سے نہ نکالا تو خاوند پر مہر کے ایک ہی ہزار درہم آوینگے تو اگر اول صورت مین
اُسکو شہر سے نکالا یا دوسری صورت مین کسی عورت سے نکاح کیا تو مہر مثل لازم آویگا اتفاقاً اور اگر تیسری صورت مین اُسکو شہر سے نکالا
تو امام صاحبؒ کے نزدیک مہر مثل لازم آوے گا مگر ایک ہزار سے کم نہ دیا جاویگا اور دو ہزار سے زیادہ نہوگا یعنے اگر مہر مثل اُسکا ایک ہزار
سے کم ہو تو ہزار دیجاوینگے اور اس سے کم نہوگا اور اگر مہر مثل اُسکا دو ہزار سے زائد ہو تو دو ہزار دینا پڑینگے اور اُس سے زیادہ نہوگا ف اور اگر مہر مثل اُسکا
ہزار سے زائد ہے لیکن دو ہزار سے کم ہے یا دو ہزار ہے تو جتنا ہو اُتنا دینا پڑیگا ص اور نزدیک صاحبین کے دو ہزار لازم آوینگے اور امام زفرؒ کے نزدیک
دونون صورت مین مہر مثل لازم آویگا اور اگر نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اس غلام پر ف مطلب یہ ہے کہ دونون غلامون مین سے کسیکو معین نہ کیا
اور کہا کہ اس غلام پر یا اس غلام پر ص اور اُن مین سے ایک کم قیمت اور دوسرا بھاری قیمت نکلا تو مہر مثل لازم ہوگا پس اگر مہر مثل اُسکا کم قیمت غلام سے
بھی کم ہو تو اُسکو کم قیمت کا غلام ملیگا اور اگر اُسکا مہر مثل غلام بھاری قیمت سے بھی زیادہ ہو تو اُسکو بھاری قیمت کا غلام ملیگا اور اگر اُسکا مہر مثل دونون کے
درمیان مین ہو ف مثلاً کم قیمت غلام کی قیمت سو روپے تھی اور بھاری قیمت کی دو سو اور اُسکا مہر مثل ڈیڑھ سو ہے ص تو مہر مثل لازم آویگا ف
اور اس صورت مین ڈیڑھ سو روپے دینا پڑینگے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر صورت مین اسکو کم قیمت کا غلام ملیگا ص اور اگر طلاق دیدیا اسکو قبل
وطی کے تو سب صورتون مین اُسکو کم قیمت غلام کی نصف قیمت ملیگی اجماعاً ف اور اس صورت مین پچاس روپے اسکو ملینگے ص اگر نکاح کیا بدلے مین دو
غلامون کا اور ایک اُن مین سے آزاد نکلا تو عورت کے واسطے وہی ایک غلام ہے اگر قیمت اُسکی دس درہم ہون ف یا زیادہ ہون اور اگر دس درہم سے کم ہو تو
خاوند کو چاہیے کہ دس پوری کر دے ص اگر نکاح مین شرط کیا کہ عورت بکر ہووے اور پھر اسکو ثیب پایا کل مہر دینا پڑیگا اور اگر نکاح مین گھوڑا یا کپڑا ہرات کا ف
ہرات نام شہر کا ہے اور یہ قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر فقط کپڑا مہر قرار دے اور کچھ نام بیان نکرے تو مہر مثل لازم آویگا جیسا کہ اوپر گذرا ص مہر مقرر کیا برابر ہے کہ اُسکا اور بھی
وصف بیان کیے ہون یا نہ کیے ہون یا کسی مکیل کو ف مکیل اُسکو کہتے ہین جو چیزین پیمانون مین نپ سکتی ہین جیسے گیہون ملک عرب مین ص یا موزون کو یعنی جو
چیز وزن ہو کر فروخت ہوتی ہے مہر باندھا اور اُسکی جنس بیان کر دی ف یعنی یہ کہدیا کہ گیہون یا جو یا چنا یا جوار ص اور اُسکا وصف بیان نہین کیا ف
کہ گیہون کس قسم کے اور کس قیمت کے ص تو ان سب صورتون مین جو چیز مقرر کی ہے وہی لازم آویگی میانہ درجے کی یا قیمت اُسکی ف مثلاً گھوڑے کو مہر مقرر کیا اور اُسکی صفت
بیان نہین کی تو گھوڑا اوسط قیمت کا نہ بہت اعلیٰ اور نہ بہت خسیس ص پوری یا قیمت اُسکی دیدے اسیطرح مکیل و موزون اور ثوب مین ص اور اگر مکیل و موزون
مین صفت بھی بیان کر دی تو جو مقرر کیا ہے وہی لازم آویگا اور نکاح فاسد مین بغیر وطی کے کچھ واجب نہین ہوتا اگرچہ خلوت کی ہو اُسکے ساتھ اور اگر وطی کی
تو مہر مثل لازم آویگا بشرطیکہ زیادہ نہو وہ مہر معین سے اور اگر زیادہ ہے تو مہر معین لازم آویگا اور اُس عورت کے ولد کا نسب اُس سے ثابت ہو جاویگا اور مدت اُسکی اگر
وقت دخول سے وضع حمل تک چھ مہینے گذرے ہون امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر اس سے کم گذرے ہون تو نسب ثابت نہوگا ف اسواسطے کہ اقل مدت
حمل کی چھ مہینے ہین اور اسکا بیان آگے آویگا ص اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مدت نسب کا اعتبار وقت نکاح سے ہوگا جیسا کہ نکاح صحیح مین ف
تو اگر نکاح کے وقت سے وضع حمل تک چھ مہینے گذرے ہین تو نسب ثابت ہو جاویگا ورنہ نہین اور ہدایہ مین امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے اور وہی صحیح ہے اور موافق قیاس کے ہے

ص اور مہر مثل عورت کا اُسکے باپ کی قوم سے اعتبار کیا جاوے گا ف جیسے بہنین اور پھوپھیان اور پھوپھی کی بیٹیان اور چچا کی
بیٹیان کیونکہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے واسطے عورت کے مہر مثل اُسکی عورتون کا ہی یعنی جو عورتین مثل اُسکی ہین اُنکا مہر دلایا جاویگا روایت کیا اسکو ترمذی
نے اور یہ تبادر اس سے باپ کی اقارب ہین کذا فی فتح القدیر ص اور مہر مثل مین معتبر ہی کہ دونون عورتین وقت عقد نکاح کے سن مین اور حسن مین اور مال مین اور عقل
مین اور دین مین اور شہر مین اور زمانے مین اور بکارت مین اور ثیابت مین برابر ہون تو اگر باپ کی قوم سے کوئی ان صفتون کے ساتھ نہ ملا تو اور عورتین جو غیر ہین
اُنسے اعتبار کرینگے اور نہ اعتبار کیا جاویگا مہر مثل ماں کے اور خالہ کی مہر سے مگر جب ماں اور خالہ اُسکی باپ کی قوم سے ہون جیسے اُسکی باپ کے چچا کی بیٹیان ہون
اور اگر ولی ضامن ہوجاوے خاوند کی طرف سے مہر کا تو درست ہی اگرچہ وہ عورت نابالغہ ہو اور عورت کو اختیار ہی کہ چاہی مہر اپنا ولی ضامن سے طلب کرے یا خاوند
سے اور اگر ولی نے ادا کر دیا تو صحیح ہی اور ولی خاوند سے پھیر لیوے اگر خاوند کے حکم سے ضامن ہوا تھا اور اگر خاوند کے حکم سے ضامن نہین ہوا تھا تو خاوند سے پھیر نہین
سکتا اور بیع مین یہ حکم نہین تو اگر باپ نے اپنے نابالغ ولد کا مال بیچا اور قیمت کا ضامن ہوا تو ضمان صحیح نہوگا ف اور وجہ فرق اُسکی اصل کتاب مین مذکور ہی
ص اور عورت کو پہونچتا ہی کہ منع کرے خاوند کو جماع سے اگرچہ پیشتر مرد نے اُس سے وطی کی ہو یا خلوت کی ہو اُسکی رضا سے اور اس سے کہ خاوند اُسکو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے
جب تک مہر معجل اپنا کل ہو یا بعض یا جو مہر مؤجل مین سے بالفعل دیا جاتا ہی اُس عورت کو مہر مثل کے موافق دستور کے نہ لیوے اور ان دونون صورتون مین خاوند پر
نفقہ واجب رہیگا ف کیونکہ عورت اپنا حق طلب کرتی ہی اور کچھ ظلم نہین کرتی کہ خاوند نفقہ نہ دیوے ص اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر خاوند اُس سے پیشتر
وطی یا خلوت کر چکا ہی اُسکی رضامندی سے تو بعد اُسکے عورت کو اختیار منع کا باقی نہین رہیگا اور یہی درست ہی عورت کو کہ قبل لینے اس مہر کے بغیر
اذن خاوند کے سفر کرے یا کسی حاجت کو یا اپنے اقارب کی ملاقات کو جاوے اور بعد قبض کر لینے اس مہر کے درست نہین ف کہ بغیر اذن خاوند کے
سفر کرے یا کسی حاجت کو یا اپنے اقارب کی ملاقات کو جاوے ص اور اگر مہر معجل اور مؤجل بیان نہین کیا گیا تو عورت کو منع وطی و سفر نہین پہونچتا ہی
واسطے لینے کل مہر کے اور جب مؤجل مین بعض دینے کا دستور ہی تو عورت کو منع نہین پہونچتا ہی واسطے قبض کر لینے کل مہر کے ف بلکہ جتنا دستور ہی بالفعل دینے
کا اُتنے کے واسطے منع پہونچتا ہی جیسا گذرا ص اسیطرح اگر کل مہر مؤجل ہو تو عورت کو حق منع کا نہین پہونچتا اسلیے کہ اُسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا اور اگر خاوند
نے اسقدر مہر ف یعنی مہر معجل یا مؤجل مین سے جتنے دینے کا دستور ہی ادا کر دیا تو پھر خاوند کو پہونچتا ہی کہ عورت کو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے ظاہر روایت
مین ف کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ یعنی رکھو اُنکو جہان تم رہو ص اور بعضون کے نزدیک خاوند کو بعد ادا کے بھی سفر مین لیجانا نہین
پہونچتا اور اسی پر فتویٰ دیا ہی فقیہ ابو اللیثؒ نے ف اور اسی طرف مائل ہوئے ہین بہت سے مشائخ جیسا کہ خزانے مین ہی اور اسی پر فتویٰ دیا جاویگا
بوجہ فساد زمانے کے کہ غریب عورتون کو ضرر پہونچتا ہی ص اور درست ہی کہ اُسکو لیجاوے ایسی جگہ پر کہ اُسکے مسکن سے وہان تک مدت سفر سے
کم ہووے ف یعنی تین دن رات سے کم ہووے ص اگر زوج اور زوجہ نے اختلاف کیا اصل مہر مین سو ایک نے کہا کہ مہر معین نہین
ہوا تھا اور دوسرے نے کہا معین ہوا تھا تو جو کہتا ہی کہ مہر معین ہوا ہی اگر وہ گواہ قائم کرے تو قول اُسکا معتبر ہوگا اور اگر گواہ قائم نکرے
تو جو کہتا ہی کہ مہر معین نہین ہوا ہی اُسکو قسم دلاوینگے اگر وہ قسم نہ کھاوے تو دوسرے کا قول معتبر ہوجاویگا ف یعنی دوسرے معین کا اعتبار ہوگا
ص اور اگر قسم کھالی تو مہر مثل واجب ہوگا اور یہ مذہب صاحبینؒ کا ہی اور امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح مین قسم نہ دلوینگے اور مہر مثل
واجب ہوگا ف جس صورت مین وہ گواہ قائم نہ کرے ص اگر اختلاف کیا مہر کے اندازے مین ف مثلاً خاوند نے کہا سو درہم تھے

اور زوجہ نے کہا دو سو درہم ص تو جو گواہ قائم کرے اُسکا قول قبول کیا جاویگا اور اگر کسی نے گواہ نہین قائم کیا تو مہر مثل کو دیکھینگے اگر مہر مثل خاوند کے دعوے
کے برابر یا کم ہے تو خاوند کا قول معتبر ہوگا ساتھ حلف کے اور اگر مہر مثل عورت کے دعوے کے برابر ہے یا عورت کے دعوے سے زائد ہے تو قول عورت کا معتبر ہوگا
ساتھ حلف کے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے اور مہر مثل موافق خاوند کے ہے یا کم اُس سے تو گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر مہر مثل موافق عورت کے ہے تو گواہ
خاوند کے مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ مشروع ہین واسطے اثبات اُن امور کے جو خلاف ظاہر ہین اور قسم مشروع ہے واسطے باقی رکھنے اصل کے
اپنی اصل پر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہ مدعی پر ہین اور قسم اُس شخص پر ہے جو انکار کرے ف اخراج کیا اس حدیث کا بیہقی نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اُسکو امام احمد نے مسند مین اور معانی اُس حدیث کی صحاح ستہ مین موجود ہین اخراج کیا اُنکا مسلم نے
اور اصحاب سنن نے ص اور اصل نکاح مین یہ ہے کہ مہر مثل سے ہو تو جو شخص دعوی کریگا خلاف اسکے تو گواہ اسکی قوت کا ہونگے اور اگر مہر مثل درمیان ہین
خاوند اور عورت کے دعوے کے ہو ف مثلاً عورت نے دوسو روپے کا دعوی کیا اور خاوند نے سو روپے کہے تھے اور مہر مثل ڈیڑھ سو ہے اور درمیان ہونا
ہونے سے مراد یہ ہے کہ مہر مثل خاوند کے دعوے کے موافق اور اُس سے کم بھی نہو اور عورت کے دعوے کے برابر اور اس سے زیادہ بھی نہو بلکہ خاوند
کے دعوے سے زیادہ اور عورت کے دعوے سے کم جیسا کہ اس صورت مین ہے ص تو جو گواہ لاوے قول اُسکا معتبر ہوگا اور اگر دونون گواہ لاوے
مہر مثل لازم ہوگا اور اگر کوئی نہ لاوے تو دونون پر قسم آویگی اور جو قسم کھاوے تو اسکا قول معتبر ہوگا اور جو دونون نے قسم
کھائی تو مہر مثل لازم آویگا یہ سب صورتین جب تھین کہ نکاح قایم ہو اور اختلاف واقع ہو مہر مین اور اگر خاوند نے طلاق دیدیا عورت
کو قبل وطی کے ف اور اگر طلاق دیا بعد وطی کے تو اُسکی صورت بعینہ وہی ہے جب نکاح قائم ہو جیسا کہ گذرا ص بعد اُسکے مہر کے
اندازے مین اختلاف ہوا تو متعہ مثل لازم ہوگا یعنی متعہ مثل اگر برابر نصف قدر دعوی مرد کے یا کم اس سے ہے تو قول مرد کا معتبر ہوگا
اور اگر متعہ مثل برابر نصف قدر دعوی عورت کے ہے یا زیادہ اُس سے تو قول عورت کا معتبر ہوگا اور جو گواہ لاویگا قول اُسکا معتبر ہوگا
اور اگر دونون گواہ لائے اور متعہ مثل ف یعنی جو اسکی ہمسر عورتون کو متعہ دیا جاتا ہے ص موافق مرد کے ہے تو عورت کے گواہونکا
اعتبار ہوگا اور اگر متعہ مثل موافق عورت کی ہو تو مرد کے گواہون کا اعتبار ہوگا ف اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور اگر متعہ مثل درمیان
مین دعوی زوج اور زوجہ کے ہے ف یعنی عورت کے دعوے سے کم اور مرد کے دعوے سے زیادہ ص تو جو شخص گواہ لاوے قول
اُسکا معتبر ہوگا اور اگر دونون گواہ لائے تو متعہ مثل واجب ہوگا اور اگر دونون گواہ نہ لائے تو جو قسم کھاوے گا قول اُسکا معتبر ہوگا اور اگر
دونون نے قسم کھائی تو متعہ مثل واجب ہوگا ف اور ان صورتون مین دعوی خاوند اور عورت کا بابت نصف مہر کے ہوگا کیونکہ طلاق
قبل وطی کے ہے تو برابری اور کمی اور زیادتی نصف مہر کی ساتھ متعہ مثل کے دیکھی جاوے گی ص اگر زوج مرگیا یا زوجہ مرگئی اور
پھر اصل مہر یا اندازہ مہر مین اختلاف ہوا تو حکم اسکا بعینہ ایسا ہے جیسے حالت حیات مین تھا اور جو زوج اور زوجہ دونون مرگئے اور نزاع
پڑی اندازہ مہر مین تو خاوند کے وارثون کے قول کا اعتبار ہوگا اور اگر نزاع پڑی اس بات مین کہ مہر معین ہوا تھا یا نہین ہوا تھا
تو امام صاحب کے نزدیک کچھ لازم نہ آویگا اور صاحبین کے نزدیک مہر مثل لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے ف کیونکہ مہر مثل مرد کے ذمے ثابت
ہو گیا تھا اور دین ہو گیا تھا تو مرنے سے ساقط نہوگا ص اگر خاوند نے عورت کو کوئی چیز بھیجی بعد اُسکے اختلاف ہوا عورت نے
کہا کہ یہ ہدیہ ہے اور تحفہ تھا اور خاوند نے کہا مہر تھا تو خاوند کا قول ساتھ حلف کے معتبر ہوگا ف اسواسطے کہ خاوند تملیک کرنے والا ہے

سلہ ہدایہ مین ہے کہ اس مین خلاف ابو یوسف رحمہ کا ہے اور نہایہ مین ہے کہ فتوے قول ابو یوسف پر ہے اور درمختار مین ہے کہ یہی استحسانا دلوا لیجیے ۱۲ عبد [illegible] یا زیادہ سے ۱۲ [illegible] گواہ اُسکے [illegible] مہر مثل کے ۱۲

اُس چیز کی زوجہ کو اور مالک کرنے والا پہچانتا ہی جہت تملیک کو اور ظاہر ہی کہ تحفہ دینا واجب نہین اور مہر واجب ہی اور غالبًا یسی واجب کو ادا کرنے
مین ہوتی ہی ص اگر جب وہ چیز ایسی ہو کہ اسکو جمع کرکے رکھتے نہون جیسے روٹی اور جو کھانے کے واسطے طیار ہووے ف مثل گوشت وغیرہ
کے ص برخلاف گیہون کے ف اور ایسا ہی آٹا اور زندہ بکری و شکر بادام مصری وغیرہ مین

فصل نکاح ذمی کے بیان مین

ص اگر نکاح کیا ایک ذمی نے ذمیہ سے یا حربی نے حربیہ سے دار الحرب مین بدلے مین مردے کے یا بغیر مہر کے اور یہ اُنکے دین مین جائز ہووے
اور جو جائز نہو تو یہ اُنکے دین مین یا واجب ہو مہر اُنکے نزدیک پس حکم عدم وجوب مہر کا نہوگا اور پھر جو روسے وطی کی یا طلاق دیدیا اُسکو
قبل وطی کے یا مرگیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک کچھ مہر لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ ذمی ہمارے احکام کے پابند نہین دیانات مین جیسے نماز یا
روزہ وغیرہ اور معاملات مین بھی ہمارے خلاف اعتقاد رکھتے ہین مثلاً سور اور شراب کا بیچنا جائز رکھتے ہین تو ہمکو چاہیئے کہ اُنکو ترک کردین اور اُنکے
مسائل سے متعرض نہون برخلاف زنا کے کہ وہ سب دینون مین حرام ہی اور سود اُنکے عقود مین سے نکال لیا گیا ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے اگر جو شخص سود لیوے تو اُسکے ہمارے درمیان مین عہد نہین ہی کہا زیلعی نے اس لفظ سے غریب ہی اور روایت ہی شعبی سے کہا کہ لکھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طرف اہل نجران کی اور وہ نصاریٰ تھے کہ جسنے تم مین سے بیع کی سود سے تو نہین ہی ذمہ اُسکے لیے اور روایت کیا
کی ابو عبیدہ نے کتاب الاموال مین اور اُسمین ہی کہ جس شخص نے کھایا تم مین سے سود تو ذمہ میرا بری ہی اُس سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوا
عَنْهُ[1] تو اس سے معلوم ہوا کہ ربوا اُنکے نزدیک بھی حرام ہی ص اور اگر نکاح کیا اُنھون نے شراب معین یا کسی سور معین پر اور پھر زوج اور زوجہ دونون
اسلام لائے یا ایک اُنمین سے اسلام لایا تو عورت کو جو معین تھا وہی ملیگا ف یعنی شراب اول صورت مین اور سور معین دوسری صورت مین
ص اور اگر اُنھون نے شراب اور سور کو معین نہ کیا تو شراب کی قیمت لازم آویگی جسے شراب ٹھہری ہی اور مہر مثل لازم آوے گا سور کی[2] صورت مین

ص باب غلام اور کافر کے نکاح مین

نہین جائز ہی نکاح غلام اور لونڈی کا مگر اپنے مولی کے اذن سے اور جو بلا اذن سید کے نکاح کرین تو یہ نکاح موقوف ہوگا اگر سید اجازت دیوے
تو جائز ہو جاویگا اور جو رد کرے تو باطل ہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو غلام نکاح کرے بغیر اذن سید کے تو وہ زانی
ہی روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی اور دارمی نے اور امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہی اور یہ حدیث اُنپر حجت ہی ص اور یہی حکم ہی مکاتب اور مدبر اور
امِ ولد کا ف یعنی ان سب کا بھی نکاح بلا اجازت مولی جائز نہین اور یہ نکاح موقوف ہی مالک کی اجازت پر اگر اجازت دیگا تو نکاح جاری ہوجاویگا
اور اگر رد کریگا تو نکاح باطل ہوجاویگا ص تو اگر اُنھون نے نکاح کرلیا اپنے مالک کے اذن سے تو مہر عورت کا اُنپر واجب ہوگا اور غلام مہر کے قرضے
مین بیچا جاویگا اور مکاتب اور مدبر نہ بیچے جاوینگے بلکہ سعی کرکے ادا کرینگے اور اگر غلام نے اذن طلب کیا اور مولی نے کہا کہ اُسکو طلاق رجعی دیدے
اجازت ثابت ہوجاویگی اسواسطے کہ طلاق رجعی بغیر جواز نکاح کے نہین ہوتا ہے اور اگر مولی نے اتنا ہی کہا کہ اُسکو طلاق دیدے یا چھوڑدے
تو اجازت نہوگی اور اگر مولی نے غلام کو اذن دیا نکاح کا تو یہ اذن شامل ہوگا نکاح صحیح اور فاسد کو پس اگر نکاح فاسد کیا اور وطی کی
تو وہ غلام مہر مین بیچا جاویگا اور اگر وطی نہین کی تو نکاح فاسد مین مہر لازم نہوگا ف اور نکاح صحیح مین لازم آویگا ص اور اگر
جس عورت سے نکاح فاسد کیا تھا پھر اُسی سے دوسری بار نکاح صحیح کرے یا کسی اور عورت سے نکاح کرے تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا

[1] ترجمہ اور لینا اُنکا سود کو اور تحقیق منع کیے گئے تھے اُس سے ۱۲

[2] اس لیے کہ شراب مثلی ہی تو اُسکی قیمت لینا ... اور سور ذوات القیم سے ہے تو سواے اُسکے مہر مثل ... اعراض ہی اسکے لینے سے کلی الاصل ۱۲

کیونکہ اجازت مولی کی اول نکاح فاسد پر تمام ہو گئی تھی اور اگر مولی نے اپنے عبد ماذون کا نکاح کیا اور وہ قرض دار تھا نکاح صحیح ہی اور منکوحہ اسکی مہر مثل مین برابر اور قرضخواہون کے ہو گی تو اگر اُس عورت کا مہر برابر تھا مہر مثل کے یا کم تو وہ غلام اگر بیچا جاویگا تو اسکی قیمت اس عورت اور قرضدارون پر موافق حصے کے تقسیم کردی جاویگی ف مثلاً قرض سو روپے تھا اور مہر بھی سو روپے تھے اور غلام پچاس روپے کو فروخت ہوا تو پچیس روپے قرضدارون کو اور پچیس عورت کو مل جاوینگے ص اور اگر اسکا مہر زائد ہو مہر مثل سے تو وہ عورت حصہ اُس زائد مہر کے موافق نہ لیگی بلکہ اُسکے حق زائد کے دینے مین تاخیر کرینگے یہانتک کہ قرضدارون کا قرض پورا ہو جاوے ف مثلاً مہر مثل اُس عورت کا سو روپے تھے اور مہر معین اُسکی دو سو روپے ہین اور قرضدارون کا قرض بھی مقدار سو روپے کے ہی اور وہ غلام تین سو روپے کو فروخت ہوا تو سو عورت کے دلا دیے جاوینگے اور سو قرضدارون کو بعد اُسکے جو سو بچے ہین وہ بھی عورت کو ملینگے اور اگر دو سو کو بکا اور کچھ نہ بچا تو وہ رقم جو مہر مثل سے زائد ہے عورت کو نہ دلاوینگے ص اگر مولی نے اپنی لونڈی کا نکاح کسی شخص سے کر دیا تو وہ لونڈی اُس شخص کی ملک سے نہ نکلیگی اور وہ لونڈی اپنے مولی کی خدمت کریگی اور خاوند جب وقت پاوے تو اُس سے وطی کر لیوے اور مولی پر واجب نہین بتوئت اور بتوئت اُسکو کہتے ہین کہ مولی اُس لونڈی کے اور خاوند کے درمیان مین تخلیہ کر دیوے اور اُسکی واسطے کوئی جگہ معین کر دے اپنے مکان سے کہ خاوند کو اس جگہ آنے سے کوئی ممانعت نکرے اور مولی اس لونڈی سے خدمت نہ طلب کرے مگر خاوند پر نفقہ اس لونڈی کا واجب نہوگا جب تک کہ مولی بتوئت نہ کرے تو اگر مولی نے بتوئت کی اور پھر اُس سے رجوع کر گیا تو صحیح ہوگا اور خاوند پر سے نفقہ ساقط ہو جاویگا اور اگر وہ لونڈی بغیر طلب مالک کے اُسکی خدمت کرے اور بتوئت ہو وے تو نفقہ خاوند سے ساقط نہوگا اور مولی کو پہونچتا ہی کہ اپنے غلام اور لونڈی کا جبراً نکاح کر دیوے بغیر اُنکی رضا کے اگر کسی عورت آزاد نے قبل وطی کے اپنے تئین آپ قتل کیا تمام مہر خاوند پر لازم آویگا اور اگر مولی نے اپنی لونڈی کو قبل اسکے کہ خاوند اُسکا اس سے وطی کرے قتل کیا تو خاوند پر کچھ نہ لازم آویگا اور لونڈی کا خاوند اپنے سید کے اذن سے اُس سے عزل کرے ف عزل اُسکو کہتے ہین کہ وقت قرب انزال کے ذکر کو فرج عورت سے باہر کر لیوے تا انزال منی باہر ہووے اور اپنی لونڈی مین عزل بغیر اذن لونڈی کے جائز ہی ایسا ہی کہا ہی ابن عباسؓ نے اور یہی ماثور ہی عمرؓ سے ذکر کیا اسکو کشف الغمہ مین اور آزاد عورت سے بغیر اُسکے اذن کے جائز نہین کیونکہ مروی ہی حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ عزل کیا جاوے آزاد عورت سے مگر اُسکے اذن سے اخراج کیا اسکا ابن ماجہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل مین مختلف احادیثین وارد ہوئی ہین بعض سے رخصت ثابت ہوتی ہی اور بعض سے کراہت اور اولی ترک ہی تصریح کی اسکی امام نووی نے اور کشف الغمہ مین ہی کہ حضرت عمر بن الخطاب اور عبد اللہ بیٹے اُنکے رضی اللہ عنہما مکروہ رکھتے تھے عزل کو اور کہا عبد الوہاب شعرانی نے فَمَا صِلُ الْاَمْرِ الْكَرَاهَةُ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ شَدِيْدَةٍ ص اور جو لونڈی یا مکاتبہ لونڈی کسی غلام کے یا آزاد کے نکاح مین ہووے اور آزاد ہو جاوے تو اُسکو اختیار ہے ف اسواسطے کہ بریرہؓ لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب آزاد ہوئی تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو مالک ہوئی اپنے بضع کی تو اختیار کر لے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے اور روایت کیا اُسکو ابن سعد نے طبقات مین اور اُسمین ہی کہ فرمایا آپ نے قَدْ عَتَقَ بُضْعُكِ مَعَكِ فَاخْتَارِيْ اور یہ مرسل ہی شعبی پر اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی علاوہ اسکے یہ حدیث صحیحین مین مروی ہے حضرت عائشہؓ سے اور اُسمین ہے کہ اختیار دیا اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اختیار کر لیا اُسنے اپنے نفس کو اور روایت نسائی مین ہے اِخْتَارِيْ یعنی اختیار کر لے تو ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر خاوند اُسکا آزاد ہے تو اُسکو اختیار نہوگا ف اور یہی مذہب ہے احمد اور مالکؒ کا اور ذکر کیا کشف الغمہ مین

ایک اثر ابن عمرؓ سے اس باب مین موافق امام شافعیؒ کے لیکن ترک کیا ہمنے اُس اثر کو اس سبب سے کہ روایت کی ابو داؤد نے باسناد صحیح حضرت عائشہؓ سے
کہ بریرہؓ کا خاوند آزاد تھا جسوقت وہ آزاد ہوئی اور وہ اختیار دی گئی آخر حدیث تک اور ابن عباسؓ کی روایت مین ہی کہ وہ غلام تھا اور ایسا ہی
روایت صفیہؓ مین اخراج کیا انکا اصحاب صحاح نے اور ترجیح حدیث حضرت عائشہؓ کو ہی کیونکہ وہ زیادہ واقف تھین بریرہؓ کی حال سے بہ نسبت ابن عباسؓ
کے علاوہ اسکے صحیح روایتون مین اتنا ہی ہی کہ خاوند اُسکا غلام تھا اور یہ کچھ اُسکے منافی نہین کہ وقت آزاد ہونے بریرہؓ کے بھی وہ آزاد ہوا اور وہ
جو ایک روایت مین ہی کہ خیار دی گئی تھی بریرہؓ اور خاوند اُسکا غلام تھا محمول ہی اوپر نہ مطلع ہونے ابن عباسؓ کے اُسکی آزادی سے اور ہمارے
مذہب پر جمع بین الاحادیث بھی متحقق ہی برخلاف مذہب امام شافعیؒ کے کھص اور اگر لونڈی نے نکاح کیا بدون اذن مالک کے اور پھر وہ آزاد ہوگئی
تو نکاح نافذ ہو جاویگا اور اُسکو اختیار نہین رہیگا اسواسطے کہ خود راضی ہوگئی تھی ف برخلاف اُس صورت کے کہ نکاح کر دیا تھا اُسکا مالک نے
کیونکہ اس صورت مین رضا اور عدم رضا اُسکی دونون برابر ہین ص اور جو مہر مقرر ہوا وہ اُسکی مالک کا ہی اگرچہ زائد ہو مہر مثل پر اگر وطی کی بعد آزاد ہوئی
اور جو قبل وطی کے وہ آزاد ہوگئی تو مہر لونڈی کا ہی اور جس شخص نے وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے اور اُسکے اولاد ہوئی اور دعوی کیا اُسکا اس شخص نے
تو نسب اُس ولد کا اُس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور وہ اُسکی اُم ولد ہو جاویگی اور واجب ہوگی باپ پر قیمت اُسکی سواسطے کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا ہی کہ تو اور مال تیرا واسطے باپ کی ہی ف مروی ہی یہ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ آیا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ
میرا باپ میری مال کا محتاج ہی تو فرمایا آپ نے تو اور مال تیرا واسطے والد تیرے کے ہی تحقیق کہ اولاد تمہاری اچھی کمائی ہی تمہاری کھاؤ اپنی اولاد کی کسب سے اخراج کیا اس
حدیث کا ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ص مفید ہی ملک والد کو بیٹے کے مال مین وقت حاجت کے تو قبل وطی کے وہ عورت ملک مین ہوگی باپ کے تاکہ
وطی حرام نہووی پس واجب ہوگی قیمت اُسکی باپ پر اور مہر نہ لازم آویگا کیونکہ اُسنے اپنی لونڈی سے وطی کی ہی اور نہ لڑکے کی قیمت کیونکہ وہ لڑکا باپ کی
ملک مین پیدا ہوا ہی اور یہی حکم دادا کا ہی بعد موت باپ کے نہ قبل باپکے مرنے سے اور اگر باپ نے بیٹے کی لونڈی سے نکاح کر لیا صحیح ہی اور وہ اُسکی ام ولد نہوگی
اور واجب ہوگا مہر نہ قیمت اُسکی اور لڑکا اُسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ قرابت رکھتا ہی بیٹے سے اسلیے کہ لونڈی ملک بیٹے کی ہی پس بہ تبعیت اُسکے لڑکا بھی
ملک بیٹے کا ہوگا اور جب ملک بھائی کا ہوگا تو آزاد ہو جاویگا ف کیونکہ اُسکا بھائی ہی ص کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص مالک ہو
کسی ذی رحم محرم کا تو وہ آزاد ہو جاویگا اُس پر ف اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے سمرہؓ سے ساتھ اس لفظ کے من ملک ذا
رحم محرم فهو حر ص اگر زوجہ غلام کی آزاد ہو اور غلام کی مالک سے کہے کہ تو میرے خاوند کو بدلے مین ہزار درہم کے میری طرف سے آزاد کر اور مالک ایسا ہی
کرے تو غلام عورت کیطرف سے آزاد ہو جاویگا اور نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ غلام عورت کی ملک مین آگیا آزاد ہوا ہی خلاف زفرؒ کے کہ اُنکے نزدیک آزاد عورت
کیجانب سے نہوگا بسبب نہونے ملک کے اور اس صورت مین ولا غلام کی عورت کو ملیگی اسواسطے کہ اُسی نے آزاد کیا ہے ف اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ولا اُسکے واسطے ہی جو آزاد کرے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث طویل مین ص اور اگر
نیت کفارے سے کہا ہو تو یہ آزادی اُسکی کفارے سے ادا ہو جاویگی ف مثلاً عورت پر کفارہ قسم کا تھا اور اُسنے نیت یہ کی کہ یہ غلام اُسی کے
کفارے سے ادا کرتی ہون تو کفارہ ادا ہو جاویگا ص اور اگر عورت یہ کہے کہ میری طرف سے آزاد کر اور بدلے کا ذکر نکرے ف جیسا کہ
ذکر کیا تھا اول صورت مین ص اور مالک آزاد کر دیوے تو طرفین کے نزدیک نکاح فاسد نہوگا اور ولا مالک کو ہوگی اور نزدیک

[illegible]

امام ابو یوسفؒ کے اس جگہ بھی نکاح فاسد ہوگا اور ولا عورت کو ہوگی ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اگر کافر نے کافرہ سے بغیر گواہون کے نکاح کیا یا دوسرے کافر کی عدت مین تھی اور کسی کافر نے نکاح کیا اور یہ اُن کے دین مین جائز ہی اور پھر دونون اسلام لائے ساتھ ہی تو نکاح اپنے حال پر باقی رہیگا اور اگر نکاح کیا کافر نے کافرہ محرّمہ سے ف یعنی جس سے اسلام مین نکاح حرام ہی جیسے مان سے یا بہن سے یا بیٹی سے ص اور پھر اسلام لائے تو اُنکے درمیان مین تفریق کرادیجاویگی ف کیونکہ اتفاق کیا اسپر علماء اُمت نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا طلاق کا فیروز دیلمی کو جب وہ اسلام لائے تھے اور اُنکے نکاح مین دو بہنین تھین روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داودؒ نے ص اور لڑکا مسلمان ہوگا اگر کوئی اُسکی مان باپ سے مسلمان ہو اور اگر دونون مین سے کوئی اسلام لایا تب بھی لڑکا اُسی کا تابع ہوجاویگا ف اسواسطے کہ لڑکا تابع ہوتا ہی اُسکی جوان کا جو ان مین سے ازروی دین کے بہتر ہو کہا صاحب کشف الغمہ نے تھے ابن عباسؓ ساتھ اپنی مان کے ضعفاء مسلمین سے اور نہ تھے ساتھ اپنے باپ کے کیونکہ وہ تھا اپنی قوم کے دین پر ص اور اگر لڑکا مجوسی اور کتابی کے بیچ مین ہی تو تابع کتابی کا ہوگا ف اسواسطے کہ کتابی بہتر ہے مجوسی سے ص اگر زوج عورت مجوسی کا یا عورت کافر کی اسلام لاوے تو قاضی دوسرے پر اسلام کو پیش کرے اگر وہ بھی اسلام لاوے تو نکاح پہلا ثابت رہیگا اور اگر اسلام نہ لاوے تو ان دونون کے بیچ مین تفریق کرادی جاوے گی تو اگر قاضی نے اسلام پیش کیا ہو خاوند پر تو یہ تفریق طلاق بائن کی شمار مین ہوگی اور اگر پیش کیا ہی عورت پر تو یہ تفریق طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق عورت کی طرف سے نہین ہوتا ف اور جاننا چاہیے کہ اگر خاوند مجوسی یا کتابی ہی بعد اسلام عورت کے اُسپر اسلام عرض کرنا ضرور ہوگا اور اگر عورت مجوسی ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کتابی ہی تو پیش کرنا اسلام کا اُسپر ضرور نہین کیونکہ نکاح اہل کتاب کی عورتون سے جائز ہی ص اگر خاوند مسلمان ہوگیا اور عورت کو بعد پیش کرنے اسلام کے مسلمان نہوئی تو اگر وطی نہین کی تو مہر کچھ نہ لازم آویگا ف اسواسطے کہ عورت کی طرف سے طلاق نہین ہوتا تو نصف مہر بھی لازم نہوگا ص اور اگر وطی کی ہی تو کل مہر لازم آویگا اور اگر عورت اسلام لائی اور خاوند نے انکار کیا تو اگر وطی نہین کی تو نصف مہر لازم ہوگا ف کیونکہ یہ طلاق ہی قبل وطی کے ص اور اگر وطی کی ہی تو کل مہر لازم آویگا اور اگر دار الحرب مین زوج یا زوجہ اسلام لائے تو جب تک عورت کو تین حیض نہو جاوینگے قبل اسلام دوسرے کے فرقت نہوگی ف اور یہی حکم ہی تابعین ص اگر خاوند کتابیہ کا مسلمان ہوا تو زوجہ کتابیہ اُسی کی رہیگی اور بائنہ ہوجاویگی تباین دارین سے نہ قید سے اگر کوئی زوج یا زوجہ مین سے دونون کا فر تھے مسلمان ہوکر دار الحرب سے دار الاسلام مین آیا درمیان اُن دونون کے فرقت ہوجاویگی اگرچہ قید ہوکے آیا ہو اور جو دونون قید ہوکر آوینگے تو فرقت نہوگی اور جو عورت ہجرت کرکے دار الاسلام مین آوے بائنہ ہوجاویگی بلا عدت مگر صورتیکہ وہ عورت حاملہ ہو تو اُس سے وطی نکرینگے جب تک وضع حمل نہو ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن عورتون مین جو مقید ہوئی تھین حنین و اوطاس مین کہ نہ وطی کیجاوین حاملہ یہانتک کہ وضع کرین حمل اپنا اخراج کیا اسکا ابو داودؒ نے سنن مین اور دارقطنی نے ص اگر زوج یا زوجہ کوئی اُنمین سے مرتد ہوگیا معاذ اللہ تو بلا حکم قاضی کے نکاح فسخ ہوجاویگا تو اگر عورت وطی کی گئی ہے تو اُسکے لیے کل مہر ہے اور جو نہین وطی کی گئی ہو اور صورت مین خاوند مرتد ہوا ہو تو عورت کے لیے نصف مہر ہی اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو خاوند پر کچھ نہ لازم آوے گا ف اور جو وطی کی گئی ہو تو صورت مین کل مہر لازم آوے گا ص اور اگر زوج و زوجہ دونون ساتھ ہی مرتد ہوگئے اور پھر دونون ساتھ ہی ایک ہی وقت مین اسلام لائے تو نکاح باقی رہیگا اور اگر کوئی دوسرے کے پہلے اسلام لایا تو نکاح فاسد ہوا

مسلمان اپنے دین پر ... ١٢ ... ١٢ ... یعنی دونون اسلام لائے ١٢ ... اگر اسلام لاوے تو کتابیہ زوجہ اسکی نکاح مین رہیگی اور ... اسلام کی ... کیونکہ ... صورت ١٢

... تفریق نہوگی ١٢ ... یعنی تفریق ہوگی ١٢ ... طلاق ... تفریق ١٢ ... ہر صورت مین یعنی مرد مرتد ہوا یا عورت ١٢

ص باب القسم

جب ایک مرد کی دو بیبیان آزاد ہوں تو واجب ہی عدل اُنکی درمیان یعنی قسم مین ف قسم اُسکو کہتے ہین کہ خاوند کھانے پینے پہننے مین اور رات کو رہنے مین اپنی عورتون کے بیچ مین قسمت کر دیوے ص اُسمین بکر اور ثیب برابر ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکی ہوں دو عورتین اور جھکا وہ ایک کی طرف آویگا قیامت کے دن کہ ایک جانب اُسکا جھکا ہوگا روایت کیا اسکو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے اور ابو داؤدؒ اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمیؒ نے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہا شیخ ابن حجرؒ نے اسناد اُسکی صحیح ہی اور یہ حدیث عام ہی شامل ہی بکر اور ثیب کو اور روایت ہی حضرت عائشہؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری بانٹتے تھے واسطے اپنی عورتون کے پھر عدل کرتے اور فرماتے اے اللہ یہ بانٹ میری ہی جسمین مختار ہون مین سو ملامت نکر مجھے جسمین تو مختار ہی مین نہین یعنے اگر دل کا میلان کسی کیطرف زیادہ ہو تو ناچاری ہی مگر قسمت مین برابری کرتا ہون اخراج کیا اسکا چارون عالمون نے اور صحیح کیا اسکو ابن حبان اور حاکم نے ص اور نئی اور پرانی اسطرح مسلمہ اور کتابیہ بھی برابر ہی ف اور دلیل ہماری طلاق اُس حدیث کا ہی جو مروی ہوئی اور ائمہ ثلثہ باقیہ کے نزدیک اگر نئی عورت بکر ہی تو سات راتین برابر اُسکے پاس رہے اور اگر ثیب ہی تو تین راتین پھر بعد اُسکی قسمت کرے کیونکہ روایت ہی انسؓ سے کہا سنت ہی کہ جب نکاح کرے ایک دباکرہ کو ثیب پر تو ٹھہرے اُس پاس سات راتین پھر برابر بانٹے اور جب نکاح کرے ثیب کو تو ٹھہرے اُس پاس تین راتین پھر بانٹے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور یہ لفظ بخاری کا ہی اور روایت ہی ام سلمہؓ سے کہ جب نکاح کیا اُن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے اُن پاس تین راتین اور فرمایا نہین تجھے تیرے اہل پر ذلت اگر چاہے تو سات دن رہون تیرے پاس اور اگر سات دن رہون تجھ پاس تو سات سات دن رہونگا اور عورتون پاس اخراج کیا اسکا مسلم نے ص اور لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ کو نصف حرہ کا ہی ف یعنی قسمت مین برابری حرہ کی نہ کریگی کیونکہ کشف الغمہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد عورت کیواسطے دو دن ہین اور لونڈی کیواسطے ایک دن اور روایت ہی حضرت علیؓ سے فرماتے تھے جب نکاح کیا جاوے حرہ لونڈی پر تو واسطے حرہ کے دو ثلث ہین اور واسطے لونڈی کے ایک ثلث روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ ایسا ہی حکم کیا حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور حجت پکڑی امام محمدؒ نے حضرت علیؓ کے اثر سے اور ابن حزمؒ نے جو اُسکو ضعیف کیا بسبب منہال ابن عمرو کے اور ابن ابی لیلیٰ کے تو یہ کچھ نہین اسواسطے کہ وہ دونون ثقہ ہین حافظ ہین اور زیلعی نے تخریج ہدایہ مین لکھا ہی کہ روایت کی بیہقی نے ایسی ہی سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسار سے کہ حرہ جب قائم کیجاوے اور سوکن ہووے لونڈی کی تو اُسکے واسطے دو دن ہین اور لونڈی کیواسطے ایک دن ص اور نہین حق ہی عورتون کا قسمت مین جب سفر کرے تو جس عورت کو چاہی سفر مین لیجاوے اور قرعہ واجب نہین ف اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک نہین جائز ہی خاوند کو کہ نکلے سفر کو اور لیجاوے کسی عورت کو مگر اور عورتون کی رضا سے یا قرعے سے اور امام ابو حنیفہؒ یہ فرماتے ہین کہ عورتون کا حق نہین وقت سفر کرنے خاوند کے کیونکہ خاوند کو جائز ہی کہ سفر کرے اور کسی عورت کو ساتھ نہ لیجاوے تو اُسی طرح اُسکو جائز ہی کہ ایک کو کسی مین سے لیجاوے ص اور قرعہ بہتر ہی ف یعنی مستحب ہی کیونکہ کہا حضرت عائشہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ارادہ کرتے تھے سفر کا قرعہ ڈالتے اپنی عورتون مین پھر جس عورت کا نکلتا حصہ نکلتے اُسکو لیکر روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ص اور اگر اپنا حصہ اپنی سوکن کو راضی ہو کے دیدیوے تو درست ہی ف کیونکہ ہدایہ مین ہی کہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ رجعت کر لیجیے آپ مجھسے اور کر دیجیے دن میرا واسطے حضرت عائشہؓ کے اور کہا زیلعی نے تخریج مین کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

سـ۱۵ اور جماع مین قسمت نہین سیلیکہ وہ نشاط خاطر و شہوت پر موقوف ہی اور وہ اُسکی اختیار مین نہین ۱۲ عبدہ ۵۲ یعنی مجھ سے بس مین نہین ہی کہ نہین جاتا رہتا ہو لوگون کو خرابی اور رنج پہونچے یا گناہ سے شریعت کا حکم قسمت کا برابر پہونچانا تو جبہ بلوغ المرام

طلاق دیا ہو سودہؓ کو اور یہ نہین پایا ہے کسی حدیث مین انتہی اور صحیح روایتون مین یہ مذکور ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے طلاق کا ارادہ کیا تھا اور انھون نے اپنا دن بخش دیا حضرت عائشہؓ کو اور کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روک رکھیے مجکو شاید کہ مین تمھاری عورتون مین سے ہون جنت مین اور مرقات مین ہی کہ امام محمد بن الحسن نے کہا کہ پہونچا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کہا آپ نے واسطے سودہؓ کے عدت کر تو سودہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ رجعت کر لیجیے آپ مجھسے اور ایسی ہی روایت کی بیہقی نے عروہ سے مرسلاً اور اسی سے شاید اخذ کیا ہی صاحب ہدایہ نے اور اصح روایت وہ ہی جو صحیحین مین ہی حضرت عائشہؓ سے بیشک سودہؓ بنت زمعہ نے بخشدیا دن اپنا یعنے باری اپنی عائشہؓ کو اور تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانٹتے حضرت عائشہؓ کے لیے دن انکا اور ایک دن سودہؓ کا اور روایت ہی حضرت ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کی اور نو عورتین آپ کی تھین اور قسمت کرتے تھے انکے بیچ مین آٹھ عورتون کے لیے اور عطا سے منقول ہے کہ وہ عورت جسکے واسطے قسمت نہ تھی صفیہؓ تھین اور تصریح کی محققین نے کہ وہ عورت سودہؓ تھین اور یہ کلام عطا کا محمول ہے اوپر غلطی ابن جریج راوی کے ص اور پھر اگر اس سے لوٹ جاوے تو درست ہی ف اسواسطے کہ یہ حق اسکا ہی

ص کتاب الرّضاع

تھوڑا اور بہت دودھ پینا اگرچہ ایکبار چوسے جب مدت رضاع مین ہووے رضاع ثابت کرتا ہی ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہین ثابت ہوتی حرمت رضاع مگر جبکہ پانچ بار چوسے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حرام کرتا ہی ایک دو دفعہ چوسنا روایت کیا اسکو مسلم نے حضرت عائشہؓ سے اور ایک روایت مین مسلم کی ہی لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَۃُ وَلَا الْاِمْلَاجَتَانِ یعنے نہین حرام کرتا ہی ایک دو بار کا نچوڑنا کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول اللہ تعالی کا ہے وَاُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ الآیۃ اور یہ عام ہی قلیل و کثیر کو اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ یعنی حرام ہوتا ہی رضاع سے جو حرام ہوتا ہی نسب سے اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے ابن عباسؓ سے اور یہی مروی ہی ابن عباسؓ سے کہ وہ فرماتے تھے جو ہووے دو سال کے اندر اگرچہ ایکبار چوسے تو وہ حرام کر دیتا ہی اور حضرت ابن عمرؓ کو پہونچا کہ ابن الزبیر اثر بیان کرتے ہین حضرت عائشہؓ سے تحقیق کہ نہین حرام کرتی ہی رضاعت جب تک سات بار نہ چوسی تو کہا عبداللہ بن عمرؓ نے قول اللہ تعالی کا بہتر ہی قول حضرت عائشہؓ سے فرمایا اللہ تعالی نے وَاَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ اور نہین ذکر کیا ایکبار یا دو بار چوسنے کو اخراج کیا ان دونون اثرونکا عبدالوہاب شعرانی نے کشف الغمہ مین ص مدت رضاع کی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو برس چھ مہینے ہین ف اور صاحبینؒ کے نزدیک دو برس اور یہی قول ہی حضرت امام شافعیؒ کا اور امام زفرؒ کے نزدیک تین برس کہا صاحب ہدایہ نے دلیل صاحبینؒ کی قول اللہ تعالی کا ہی وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اسواسطے کہ کم مدت حمل کی چھ مہینے ہین تو فصال کیواسطے دو برس ہوا اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ نہین ہی رضاعت بعد دو برس کے اور بلوغ المرام مین ہی کہ اخراج کیا اسکا دارقطنی اور ابن عدی نے ابن عباسؓ سے اور تفسیر مظہری مین ہی کہ روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے بھی اور لفظ اسکا یہ ہی لَا رَضَاعَ اِلَّا مَا كَانَ فِي حَوْلَيْنِ نہین ہی رضاعت مگر جو ہو دو سال کے بیچ مین اور کہا دارقطنی نے کہ رجال اسکے صحیح ہین مگر ہیثم بن جمیل اور وہ ثقہ ہے حافظ ہے توثیق کی اسکی احمد اور عجلی اور ابن حبان نے اور بعضون کے نزدیک رضاع ساری عمر مین باقی رہتا ہے اور یہی ماثور ہے حضرت عائشہؓ سے لیکن رد کیا ان کے اس قول کو اور ازواج مطہرات نے اور کہا کہ سنتے تھے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہین حرام کرتا ہے رضاع مگر جو چیرے آنت کو اور ہووے

سلہ والنظ عن عروۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلق سودۃؓ فلما خرج الی الصلوۃ امسکت بثوبہ فقالت واللہ ما لی الی الرجل من حاجۃ ولکنی ارید ان احشر فی ازواجک قال فراجعہا وجعل یومہا لعائشۃؓ انتہی ۱۲ سلہ یعنی ہبہ کرنے اپنی باری سے ۱۲

قبل دودھ چھڑانے کے اور بھی سنتے تھے کہ فرمایا آپ نے نہین رضاع ہی مگر جو ہو دو سال مین اور نہین یتیمی ہو بعد احتلام کے ذکر کیا یہ کشف الغمہ مین ص اور بعد
اس مدت کے رضاع نہین ثابت ہوتا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ فرمایا حضرت عمر رض نے نہین رضاع ہی مگر جو دو برس کے اندر ہو وے
حالت صغر مین اور روایت کی طبرانی نے معجم صغیر مین حضرت علی رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین رضاع ہی بعد دودھ چھڑانے کے
اور نہین یتیمی ہی بعد جوان مضبوط ہونے کے اور روایت کی بغوی نے شرح السنہ مین مثل اس کے اور روایت کی عبد الرزاق نے حضرت علی رض سے مرفوعًا
لَا رَضَاعَ بَعْدَ الْفِصَالِ یعنے نہین رضاع ہی بعد دودھ چھڑانے کے اور روایت کی ابن عدی نے کامل مین اور ابو داؤد طیالسی نے جابر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِصَالٍ وَلَا یُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ یعنی نہین رضاع ہی بعد دودھ چھڑانے کے اور نہین یتیمی ہی بعد احتلام کے اور جامع ترمذی مین ہے
حضرت ام سلمہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حرام کرتی ہی رضاعت مگر وہ رضاعت کہ پہنچے آنت کو اور ہو وے پہلے دودھ چھڑانے
کے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور حاکم نے اور سنن ابو داؤد مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہے رضاعت مگر وہ کہ پھیلا دے ہڈی
کو اور پیدا کرے گوشت کو اور کشف الغمہ مین ہی کہ فرماتے تھے زہری ہمیشہ فتوی دیتی تھین حضرت عائشہ رض اس بات پر کہ نہین حرام کرتا ہی رضاع
بعد دودھ چھڑانے کے یہانتک کہ وفات ہوئی انکی ص اور جس عورت نے دودھ پلایا وہ اس ولد کی ماں ہو جاتی ہی اور اسکا شوہر کہ جس سے اس عورت
کا دودھ ہی باپ ہو جاتا ہی تو حرام ہوگا اس سے جو حرام ہوتا ہی نسب سے ف کیونکہ صحیح بخاری مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام ہوتا ہی رضاع
سے جو حرام ہوتا ہی نسب سے اور ایک روایت مین ہی بخاری کی یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ اور ایسا ہی اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ مَا
حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ص مگر بہن نسبی کی مادر رضاعی یا بھائی نسبی کی ماں رضاعی یا بھائی اور بہن رضاعی کی ماں نسبی یا بھائی اور بہن رضاعی کی مادر
رضاعی کہ یہ سب حرام نہین ف اور بہن نسبی کی ماد نسبی یا بھائی نسبی کی ماد نسبی حرام ہی جیسا کہ اوپر گذرا ص اور اسیطرح حرام نہین اپنے بیٹے کی رضاعی بہن اور نسبی
حرام ہی کیونکہ بیٹے کی بہن نسب سے یا اپنی بیٹی ہوگی یا ربیبہ ہوگی اور دونون حرام ہین اور رضاع مین ایسا نہین اور بھی نہین حرام ہی اپنے
بیٹے کی جدہ رضاع سے اور نسب سے حرام ہی کیونکہ وہ یا اپنی ماں ہوگی یا اپنی عورت موطوہ کی ماں اور یہ دونون حرام ہین اور رضاع مین ایسا نہین
اور اسیطرح نہین حرام ہی مادر رضاعی اپنے چچا اور پھوپھی کی اور مادر رضاعی اپنے ماموں اور خالہ کی مرد کے واسطے اسواسطے کہ ماں نسبی
چچا اور پھوپھی کی یا دادی ہوگی یا موطوہ دادا یا نانا کی ہوگی اور وہ حرام ہین اور رضاعی ایسی نہین اور یہ بھول تین صورتون مذکورہ کون
نسب مین اور یہ سب عورتین مذکورہ مرد پر حرام نہین جب رضاع سے ہون اور عورت کے واسطے نہین حرام ہے اپنے بیٹے رضاعی
کا بھائی اور جاننا چاہیئے کہ اسکا ذکر اوپر ہوچکا کیونکہ اوپر کہا کہ مرد پر ماں رضاعی بھائی کی درست ہی تو وہ مرد اس عورت کے رضاعی بیٹے کا بھائی
ہوگا ف مثلًا زینب کا رضاعی بیٹا زید ہے اسکا عمرو بھائی ہے تو عمرو کے بھائی کی ماں زینب ہوئی اور اسکا ذکر اوپر ہوچکا ص اور جاننا
چاہیئے کہ رضیع یعنے شیرخوار پر مرضعہ یعنے جو عورت کہ دودھ پلاتی ہے اور اسکا خاوند کہ جس سے اسکا دودھ ہے اور ان دونون
کی قوم سب حرام ہو جاوینگی مثل نسب کے ف تو خاوند مرضعہ کا اس شیرخوارہ پر حرام ہی اور اسکا بھائی اس کا بھائی کیونکہ وہ شیرخوارہ
کا چچا ہوگا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے عائشہ رض کے البتہ داخل ہو تیرے پاس افلح کیونکہ وہ چچا تیرا ہے رضاعت
سے روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے ص اور مرضعہ پر فقط شیرخوار کا خاوند اگر وہ عورت ہے اور اسی طرح مرضعہ کے خاوند پر

شیر خوار کی بیوی اگر وہ مرد ہی اور شیر خوارہ کی فروع یعنی اسکی اولاد ان دونون پر حرام ہو جاوینگی اور قاعدہ اسکا اس بیت مین ہی بیت از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ۔ وز جانب شیر خوارہ زوجان و فروع ۔ ف یعنی دودھ پلانے والی اور اسکا خاوند مع اولاد اور باپ دادا اور مان بہنون انکے کہ شیر خوار کی خویش ہو جاوینگی مثل نسب کے اور شیر خوار اور اسکی بیوی یا خاوند مع اپنی اولاد کے فقط خویش ہو جاوینگے دودھ پلانیوالی اور اسکے خاوند کے ص جائز ہی کہ نکاح کرے مرد اپنے بھائی رضاعی کی بہن سے جیسا کہ جائز ہی کہ نکاح کرے اپنے بھائی نسبی کی بہن سے اور مثال اسکی یہ ہی کہ ایک شخص کا بھائی علاتی ہو اور اسکی ایک بہن ہو اخیافی تو اس شخص کو درست ہی کہ اس سے نکاح کرے ف اور اسکی بہن حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی ہو تو اسکو درست نہین ص اگر ایک لڑکے اور لڑکی نے مدت رضاع مین ایک عورت کی پستان سے دودھ پیا تو حرمت رضاع کی ثابت ہو جاویگی اور وہ مانند بھائی بہن کے ہونگے اور اگر دونون نے ملکے کسی بکری کا ف یا گائے یا اونٹنی کا ص دودھ پیا تو وہ بھائی بہن نہونگے اگر دودھ عورت کا پانی سے یا دوا سے یا بکری وغیرہ کے دودھ سے مل گیا تو اگر غالب دودھ عورت کا ہی تو حرمت رضاع ثابت ہوگی ورنہ نہین اور اگر دوسری عورت کے دودھ سے ملگیا تو بھی جس عورت کا دودھ غالب ہو اس سے حرمت رضاع ثابت ہوگی ف اور دوسری عورت سے جسکا دودھ مغلوب ہی حرمت ثابت نہوگی اور بعض روایات مین ہی کہ اس سے بھی حرمت رضاع ثابت ہو جاویگی واسطے احتیاط کے اور اگر دودھ برابر ہین تو دونون سے حرمت ثابت ہوگی اسواسطے کہ کوئی دوسرے پر غالب نہین ص اگر عورت کے شیر کو طعام مین ملایا تو اسکے کھانے سے حرمت رضاع کی ثابت نہوگی ف اگرچہ دودھ غالب ہو کھانے پر اور صاحبین کے نزدیک جب غالب ہوگا تو حرمت رضاع ثابت ہوگی کذا فی الہدایہ ص اگر کسی مرد کی پستان سے دودھ نکلا تو اسکی پینے سے حرمت رضاع ثابت نہوگی جیسے کہ کسی شخص کو مدت رضاع مین عورت کے دودھ سے حقنہ دیا ف تو حرمت رضاع ثابت نہوگی ص اور اگر کسی عورت بکر کی پستان سے دودھ نکلا یا عورت مردہ کی اور کسی شخص نے اسکو مدت رضاع مین پیا تو حرمت ثابت ہوگی ف لیکن خاوند اس بکر کا جب طلاق اسکو دیوے اور عدت گذر جاوے تو شیر خوار حرام نہوگا پس سے درست ہی بکر کے خاوند کو جب اس سے وطی نکی ہو اور طلاق دیوے کہ اس شیر خوار سے نکاح کرے ص اگر کسی شخص نے ایک بڑی عورت سے اور ایک شیر خوار سے نکاح کیا اور اس بڑی بیوی نے اپنی سوکن شیر خوارہ کو دودھ اپنا پلا دیا تو دونون عورتین خاوند پر حرام ہو جاوینگی ف اسواسطے کہ خاوند جامع ہو جاویگا درمیان عورت اور اسکی رضاعی بیٹی کے اور یہ درست نہین اور عنایہ مین لکھا ہی کہ بڑی عورت تو ساری عمر حرام ہی اور شیر خوارہ بھی اسی طرح اگر بڑی عورت سے وطی کی ہو اور اگر وطی نہین کی تو درست ہی خاوند کو کہ پھر اس شیر خوارہ سے نکاح کرے ص تو اگر بڑی عورت سے وطی نہین کی ہے تو مہر اسکو کچھ نہین ف اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم ہوگا ص اور شیر خوارہ کو آدھا مہر ملیگا اور خاوند اس آدھے مہر کو اس دودھ پلانیوالی سے پھیر لیوے اگر اسنے قصداً واسطے فساد کے دودھ پلایا تھا اور اگر واسطے فساد کے نہین پلایا تھا ف بلکہ وہ شیر خوارہ بھوکی تھی یا اور کوئی سبب ہوا ص تو خاوند اس سے نہ پھیریگا اور رضاع ثابت نہین ہوتا ہی مگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے

ص کتاب الطلاق

ف فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ناپسند حلال چیزون مین اللہ کے نزدیک طلاق ہی روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور کہا ابو حاتم نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور طلاق تین قسم ہی ایک حسن اور دوسرے احسن اور تیسرے بدعی ہے

ص طلاق حسن یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو ایک طلاق دیوے اس طہر مین جسمین اس سے جماع نہ کیا ہو دے اور چھوڑ دے اسکو یہانتک کہ گذر جاوے
عدت اسکی ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے مستحب جانتے اس بات کو کہ نہ زیادہ کرین ایک طلاق پر یہان تک کہ گذر جاے عدت
(اور بائنہ ہو جاوے ١٢)
اور یہ اس بات سے افضل تھا انکے نزدیک کہ طلاق دے مرد عورت کو تین بار ہر طہر مین ایک طلاق ذکر کیا اسکو کشف الغمہ مین اور مروی ہے ابراہیم نخعی رح سے
کہ دوست رکھتے تھے صحابہؓ یہ کہ طلاق دیوے عورت کو ایک بار پھر چھوڑ دے اسکو یہانتک کہ حائضہ ہو تین بار روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے ص
اور طلاق حسن یہ ہے کہ غیر موطوءہ کو ایک طلاق دیوے برابر ہے کہ حیض مین دے یا طہر مین اور موطوءہ کو تین طلاق جدا جدا ہر طہر مین جسمین وطی نہ کی ہو اگر
اس عورت کو حیض آتا ہو ف اور امام مالک رح کے نزدیک یہ بھی بدعت ہے بلکہ نہین مباح ہے مگر ایک طلاق اور دلیل ہماری حدیث ابن عمر رضی اللہ
عنہ کی ہے تحقیق کہ طلاق دیا انھون نے اپنی عورت کو اور وہ حائضہ تھین پھر ارادہ کیا کہ اور دو طلاق دیوین وقت دو حیضون کے سو پہنچا یہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو کہا کہ نہین ایسا حکم کیا تجھکو اللہ تعالی نے بیشک تو نے خطا کی سنت سے اور سنت یہ ہے کہ استقبال کرے تو طہر کا تو طلاق دے
تو نزدیک ہر طہر کے سو حکم کیا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سو رجعت کی مین نے اپنی عورت سے اور فرمایا آپ نے جسوقت کہ وہ پاک ہو جاوے
تو چاہے طلاق دے اسکو اور چاہے روک رکھ سو کہا مین نے اے رسول اللہ کیا دیکھتے ہین آپ اگر تین طلاق دون مین اسکو تو پھر مجھکو رجعت حلال ہے فرمایا
کہ نہین بائنہ ہو جاویگی وہ تجھسے اور ہو ویگا گناہ روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حسن سے انھون نے ابن عمرؓ سے اور تعلیل
کی اسکی بیہقی نے ساتھ عطاء خراسانی کے اور کہا کہ لاتا ہے وہ زیادتیان ایسی کہ نہین متابعت کیا جاتا اُنپر اور وہ ضعیف ہے نہین قبول کیجاویگی وہ
حدیث کہ منفرد ہو وہ اسکے ساتھ کہا شیخ ابن الہمام نے کہ تعلیل بیہقی کی مردود ہے کیونکہ متابعت کی عطاء کی شعیب بن زریق نے سنداً ومتناً روایت کیا اسکو
طبرانی نے معجم مین ص اور اگر حیض نہ آتا ہو آئسہ ہو یا صغیرہ ہو یا حاملہ ہو تو ہر مہینے مین ایک طلاق دے اور جائز ہے طلاق دینا ان تینون[1] کو بعد وطی کے بھی
اور طلاق بدعی یہ ہے کہ تین طلاق یا دو طلاق ایکبار یا دو بار ایک طہر مین دیوے اور رجعت نہ کرے درمیان انکے ف تو اگر ایسا کیا تو طلاق واقع ہو جاویگا
اور طلاق دینے والا گنہگار ہوگا اور دلیل اسکی اوپر حدیث ابن عمرؓ کی گذری اور مروی ہے سنن ابو داؤد مین کہ کہا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے واسطے
ایک مرد کے کہ تین طلاق دیے تھے اسنے اپنی عورت کو بائنہ ہو گئی وہ عورت تجھسے اور تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور روایت کی طحاوی نے کہ ایک شخص نے سو طلاق
دی اپنی عورت کو کہا ابن عباسؓ نے نافرمانی کی تو نے اپنے رب کی اور بائنہ ہو گئی عورت تیری تجھسے اور مروی ہے مانند اسکے موطای مالک رح مین حضرت ابن
عباسؓ اور عبد اللہ ابن مسعودؓ سے اور روایت کی عبد الرزاق نے علقمہ سے کہا کہ آیا ایک شخص طرف ابن مسعودؓ کے سو کہا کہ طلاق دیا مین نے اپنی عورت کو ننانوے
طلاق سو کہا ابن مسعودؓ نے کہ تین طلاق واقع ہین اور باقی زیادتی ہے اور مروی ہے مانند اسکے موطا مین اور سنن ابو داؤد مین حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ
سے بھی اور ابن عمرؓ سے اور روایت کی وکیع نے اعمش سے انھون نے حبیب ابن ثابتؓ سے کہا کہ آیا ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس سو کہا کہ ہزار طلاق دی مین نے اپنی
عورت کو فرمایا کہ بائنہ ہو گئی وہ تجھسے ساتھ تین طلاق کے اور تقسیم کر دے تو باقی طلاقون کو اپنی عورتون پر اور روایت کی وکیع نے معاویہ بن ابی یحیی سے کہا کہ آیا
ایک شخص طرف عثمانؓ بن عفان کے اور کہا کہ ہزار طلاق دی ہین مین نے اپنی عورت کو تو فرمایا کہ بائنہ ہو گئی وہ تجھسے ساتھ تین طلاق کے اور روایت کی عبد الرزاق
نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ طلاق دیے انکے باپ نے اپنی عورت کو ہزار تو آئے عبادہ اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا آپ نے
وہ بائنہ ہو گئی تین طلاق سے ساتھ معصیت کے اور باقی رہی نوسو ستانوے زیادتی اور ظلم اگر چاہے اللہ عذاب کرے اسپر اور اگر چاہے بخشدے اور روایت کیا
طحاوی نے اس باب مین اور آثار حضرت انسؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی اور امام شافعی رح کے نزدیک تین طلاق ایکبار دیدینا جائز ہین اور

[1] یعنے حاملہ اور صغیرہ اور آئسہ کو اسواسطے کہ ان مین شبہ جماع کا نہین ١٢

نزدیک اگر تین طلاق ایک بار دیگا تو ایک طلاق واقع ہوگا اور یہی آثار کن سب پر حجت ہین ص یا ایک طلاق دی اُس طہر مین جسمین وطی کی ہو ف اور حرام
کہا اِس طلاق کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ذکر کیا اسکو کشف الغمہ مین ص یا ایک طلاق دی موطوءہ کو حیض مین ف اور دلیل اسکی وہی حدیث
ابن عمرؓ کی ہے جو اوپر گذری اور اسکی حرمت پر اجماع ہے لیکن طلاق واقع ہوجاویگا ص اور واجب ہے رجعت مین سو جب پاک ہووے حیض سے تو طلاق دیوے
اسکو اگر چاہے ف اسواسطے کہ حدیث ابن عمرؓ مین ہے سو رجوع کرے اُس عورت سے پھر طلاق دیوے اُسکو پاکی مین یا حمل مین روایت کیا اسکو مسلم اور
اصحاب سنن نے اور یہی قول ہے امام شافعیؒ کا ایک روایت مین اور مبسوط مین ہے کہ فرمایا امام ابو حنیفہؒ نے جسوقت کہ پاک ہو جاوے اس حیض سے جسمین
طلاق دیا ہے پھر حائضہ ہووے پھر پاک ہووے تو اب اُسکو طلاق دیوے اور یہ بھی مذکور ہے حدیث ابن عمرؓ مین اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے اور یہی قول ہے
امام مالکؒ اور احمدؒ کا اور مشہور ہے مذہب شافعیؒ کا ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت موطوءہ کو کہا کہ تجھکو تین طلاق ہین سنت کے طریق پر بغیر نیت
کے تو ہر طہر مین ایک طلاق واقع ہوگا اسواسطے کہ طلاق مسنون یہی ہے اور اگر نیت کی کہ تینون طلاق ابھی پڑ جاوین ف یا ہر طلاق ایک ایک مہینے
مین ص تو صحیح ہے یعنے تینون طلاق ف اول صورت مین ص ابھی پڑ جاوینگے ف اور دوسری صورت مین ہر مہینے مین ایک
طلاق پڑے گا ص اور امام زفرؒ کے نزدیک یہ نیت نہین صحیح ہوگی کیونکہ یہ طلاق بدعی ہے اور اُسنے لفظ مسنون کا کہا تھا اور ہمارے نزدیک
اس صورت مین معنی مسنون کے یہ ہونگے کہ تین طلاق کا ایکبار واقع ہونا مذہب اہل سنت کا ہے کیونکہ روافض کے نزدیک تین طلاق ایکبار نہین واقع
ہوتے ف اور وہ جو حدیثین اوپر ہم نے ذکر کین دلالت کرتی ہین اُن کے بطلان مذہب پر ص **فصل** اور واقع ہوتا ہے طلاق ہر خاوند عاقل بالغ
کا غلام ہو یا آزاد اگرچہ نشے مین مست ہو ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو شخص مست ہو اسکا طلاق نہین واقع ہوتا کیونکہ فرمایا حضرت عثمانؓ نے نہین ہے
واسطے مجنون اور مست کے طلاق اور کہتے ہین ابن عباسؓ فرماتے کہ طلاق مست کا اور مکرہ کا جائز نہین اور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی مالکؒ نے موطا مین تحقیق کہ
سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسارؒ پوچھے گئے مست کے طلاق سے سو کہا انہون نے جسوقت کہ طلاق دے مست جائز ہوگا طلاق اُسکا اور اگر قتل کریگا قتل کیا
جاویگا کہا مالکؒ نے کہ یہی حکم ہے نزدیک ہمارے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے تحقیق کہ عمرؓ نے جائز رکھا طلاق مست کا عورتون کی گواہی سے اور بھی نکالا ابن ابی شیبہ
نے عطا اور مجاہد اور حسن اور ابن سیرین اور ابن المسیب اور عمر بن عبد العزیز اور سلیمان بن یسار اور نخعی اور زہری اور شعبی سے کہ کہا ان سبنے جائز ہے طلاق مست
کا اور بھی اخراج کیا حاکم سے کہ کہا انہون نے جو اللہ کی طرف سے مست ہے سو اُسکا طلاق جائز نہین اور جسکو شیطان نے مست کیا ہے سو طلاق اُسکا جائز ہے اور
کشف الغمہ مین ہے کہ حضرت علیؓ جائز رکھتے تھے طلاق مست کا اور عتاق اُسکا اور کافی مین حضرت علیؓ واسطے تقابلہ کے اور ہمارے مذہب مین سے بھی بعض علما اسطرف
گئے ہین کہ طلاق نہین واقع ہوگا مست کا اور یہی مختار ہے کرخی اور طحاوی کا ص اور گونگے کا طلاق اشارے سے واقع ہوگا ف یعنی اُس اشارے سے جو
طلاق کیواسطے مقرر ہے اور اسکا بیان انشاء اللہ تعالی آخر کتاب مین آویگا ص اور نہین واقع ہوگا طلاق صبی کا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت
عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ کہا انہون نے نہین جائز ہے طلاق لڑکے کا اور روایت کی عبد الرزاق نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا انہون نے نہین جائز ہے طلاق واسطے
لڑکے کے اور کشف الغمہ مین ہے کہ کہا شعبی نے نہین جائز ہے طلاق لڑکے کا یہانتک کہ بالغ ہووے ص اور مجنون کا ف اسواسطے کہ جامع ترمذی مین ہے حضرت
عائشہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہر طلاق جائز ہے مگر طلاق معتوہ کا یعنے جو مغلوب العقل ہو اور اسکی اسناد مین عطاء بن عجلان ہے کہا ترمذی
نے کہ وہ ذاہب الحدیث ہے یعنی بھول جاتا ہے حدیث کو اور کہا حضرت عثمانؓ نے کہ نہین طلاق ہے واسطے مجنون کے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

ف ۱ اور بعض مشائخ کے نزدیک [illegible] مستحب ہے ۱۲ ف ۲ یعنی دیوانہ ہو یا ری سے یا مجنون ہو خدا کی طرف سے [illegible] مجذوب وغیرہ ۱۲ ف ۳ اس لئے کہ صحت قصد عقل پر موقوف ہے اور مست زائل العقل ہے اور ہماری دلیل یہ ہے
کہ مست کی زوال عقل بسبب معصیت کے ہے کہ دور کر سکا جیسا حکم اسکا باقی رہیگا زجر و تنبیہ کے لئے کذا فی الہدایہ ۱۲ ف ۴ اور ایک قول شافعیؒ کا ۱۲ ف ۵ یعنی اول صورت مین ۱۲ ف ۶ مکرہ یعنے جبر کیا گیا ۱۲

وآلہ وسلم نے اٹھایا گیا قلم تین سے سونے والے سے جب تک جاگے اور لڑکے سے جب تک سیانا ہو اور مجنون سے جب تک ہوش میں آوے یا افاقہ پاوے
روایت کیا اسکو امام احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی سے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے فصل اور نائم یعنے اُس شخص کا جو سوتا ہو ف اسواسطے
کہ سوتا شخص بھی غیر مختار ہے تو وہ بھی مانند مجنون کے ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ یعنے
ہر طلاق جائز ہے مگر طلاق لڑکے اور مجنون کی روایت کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور کہا زیلعی نے تخریج میں قلت حدیث غریب اور حدیث حضرت عائشہ کی جو جامع ترمذی
میں ہے اسکی مضمون میں ہے اور اسیطرح واقع ہے طلاق مکرہ کا یعنے جو شخص زبردستی کیا گیا ہو طلاق پر اور امام شافعی کے نزدیک واقع نہیں ہوتا اور ذکر کیے
صاحب کشف الغمہ نے آثار اس باب میں حضرت ابن عباس اور ابن عمر سے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق مکرہ کا نہیں واقع ہوتا اور فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ نے معاف کیا ہماری امت سے چوکنا اور بھولنا اور زبردستی سے کسیکے کام کرنا روایت کیا اسکو ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عباس
سے اور کہا ابو حاتم نے کہ یہ ثابت نہیں اور کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ ہماری دلیل وہ ہے جو اخراج کیا عقیلی نے اپنی کتاب میں صفوان ابن عمر وطائی
سے تحقیق کہ ایک مرد سوتا تھا سو کھڑی ہوئی عورت اسکی اور لی ایک چھری اور چڑھی اپنے مرد کے سینے پر اور رکھدیا چھری کو اسکے حلق پر اور کہا کہ یا تو دے
مجھکو تین طلاق ورنہ ذبح کرونگی تجھکو تو قسم دی اس مرد نے اللہ کی اُس عورت کو اور انکار کیا اُسنے تب تین طلاق دیے اُسکو اُس مرد نے پھر آیا وہ شخص
طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا یہ تو فرمایا آپنے کہ نہیں رجوع ہے طلاق میں یعنے طلاق واقع ہو گیا اب نہیں پھیریگا اور یہ حدیث مرسل ہے
اور روایت کیا اسکو عقیلی نے مسنداً ایک شخص سے صحابہ میں سے کہا ابن القطان نے مرسل احسن ہے مسند سے کیونکہ مرسل کی اسناد میں بقیہ اور نعیم بن حماد
نہیں ہیں اور مرسل میں اسمعیل بن عیاش ہے اور وہ روایت کرتا ہے شامیین سے لیکن اسناد میں اسکی غازی ابن جبلہ غیر معروف ہے اور منکر کہا اسکی حدیث
کو ابو حاتم نے اور بخاری نے طلاق مکرہ میں اور تنقیح میں ہے کہا بخاری نے حدیث صفوان اصم کی بعض صحابہ سے طلاق مکرہ کے باب میں منکر ہے
نہیں متابعت کی گئی اُسپر لیکن قطع نظر اسکے بہت سے آثار صحابہ ہمارے مؤید وارد ہوئے ہیں روایت کی عبد الرزاق نے ابن عمر سے کہ جائز رکھا
انھوں نے طلاق مکرہ کا اور بھی روایت کی شعبی اور نخعی اور زہری اور قتادہ اور ابی قلابہ سے کہ ان سب نے جائز رکھا طلاق مکرہ کا اور بھی اخراج کیا
عبد الرزاق نے سعید بن جبیر سے کہ انھوں نے کہا کہ اہل اسلام میں طلاق مکرہ کا جائز ہے فصل اور سید کا اپنے غلام کو طلاق دینا بیہودہ ہے کیونکہ مالک نکاح
حق غلام کا ہے تو اسقاط اُس حق کا غلام کے بیچ ہوگا نہ مولی کے بیچ اور کشف الغمہ میں ہے کہ فرمایا حضرت عبد اللہ ابن عمر نے جس شخص نے اذن دیا
اپنے غلام کو نکاح کا تو طلاق غلام کے ہاتھ میں ہے اور نہیں ہے اسکے غیر کے قبضہ میں اور بھی ذکر کی اس باب میں موافق اسکے حدیث مرفوع ابن
عباس سے فصل اور طلاق عورت آزاد کا تین تک ہے اور لونڈی کا دو تک فصل اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کا
دو ہیں اور عدت اسکی دو حیض ہیں روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حدیث عائشہ سے اور اسناد
میں اسکی مظاہر بن اسلم ضعیف ہے کہا زیلعی نے کہ روایت کیا حدیث عائشہ کو حاکم نے مستدرک میں اور صحیح کیا اسکو اور نقل کی ذہبی نے
میزان میں تضعیف مظاہر بن اسلم کی ابی عاصم نبیل اور یحیی ابن معین اور ابو حاتم رازی اور بخاری سے اور نقل کی توثیق اسکی ابن حبان
سے بھی اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے ابن عمر سے اور بزار اور طبرانی اور دارقطنی نے اور صحیح کیا دارقطنی نے وقف اسکا اور ضعیف کیا اسکے
رفع کو بسبب عمرو بن شبیب مسلی کے اور وہ ضعیف ہے [illegible] اس سے اور بھی روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک میں حضرت
ابن عباس سے اور کہا صحیح ہے [illegible] اور روایت کی دارقطنی نے ابن عمر سے تحقیق کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت کہ ہو لونڈی
نکاح میں ایک مرد کے اور دو طلاق دے اسکو پھر خرید لیوے اسکو تو نہیں حلال ہے واسطے اسکے یہانتک کہ نکاح کرے دوسرے خاوند سے

اور اسناد مین اسکی مسلم بن سالم ہی تکذیب کی اسکی ابن المبارک نے اور کہا یحیی بن معین نے لیس حدیثہ بشیٔ اور ایسا ہی کہا سعدی نے اور روایت کی شافعیؒ نے حضرت عمرؓ سے کہ نکاح کرے غلام دو عورتون سے اور دو طلاق دے اور عدت کرے لونڈی دو حیض سے تو اگر حیض نہ آتا ہو اسکو تو دو مہینے سے یا ڈیڑھ مہینے سے اور تخریج کیا اسکا بیہقی نے معرفت مین طریق شافعی سے اور دارقطنی نے سنن مین ص اگرچہ خاوند ان دونون کے خلاف انکی ہو ن یعنی اگر عورت لونڈی ہے اور خاوند اسکا آزاد یا غلام ہے تو خاوند مالک دو طلاق کا ہوگا اور اگر عورت حرہ ہے اور خاوند اسکا غلام یا آزاد ہے تو مالک تین طلاق کا ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب لونڈی کا خاوند حر ہو تو مالک تین طلاق کا ہے اور اگر حرہ کا خاوند غلام ہو تو مالک دو طلاق کا ہے پس اعتبار طلاق مین عورت کا ہے یعنی اسکے آزاد یا لونڈی ہونیکا ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک اعتبار مرد کا ہے یعنی اسکے آزاد یا غلام ہونے کا فت اور دلیل ہماری قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ لونڈی کی دو طلاق ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین تو معلوم ہوا کہ طلاق عورتون کے اعتبار سے ہے اور بھی روایت کی امام محمدؒ نے اخبرنا ابراهيم بن يزيد المكي قال سمعت عطاء بن ابي رباح يقول قال علي بن ابي طالبؓ الطلاق بالنساء والعدة بهن یعنے طلاق عورتونکے اعتبار سے ہے اور عدت بھی انہی کے اعتبار سے ہے اور یہی قول ہے عبداللہ بن مسعودؓ کا اور امام شافعیؒ کے نزدیک طلاق مردون کے اعتبار سے ہے اور عدت عورتون کے اعتبار سے ہے کیونکہ ہدایہ مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ طلاق ساتھ مردون کے ہے اور عدت ساتھ عورتون کے ہے اور یہ حدیث مرفوعًا غریب ہے لیکن روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے موقوفًا ابن عباسؓ پر اور طبرانی نے معجم مین موقوفًا ابن مسعودؓ پر اور کہا ابن الجوزی نے کہ یہ کلام ابن عباسؓ کا ہے اور بھی اخراج کیا اسکا عبدالرزاق نے موقوفًا اور عثمانؓ اور زید بن ثابت اور ابن عباسؓ پر اور روایت کی عبدالرزاق نے نافع سے انہون نے ام سلمہؓ سے کہ انکے غلام نے دو طلاق دیئے اپنی عورت حرہ کو تو پوچھا اس باب مین ام سلمہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپ نے حرام ہوگئی اُسپر یہان تک کہ نکاح کرے دوسرے خاوند سے اور روایت کیا اسکو طبرانی نے طریق عبدالرزاق سے اور اس باب مین اور آثار ہین جو مؤید مذہب امام شافعیؒ کو مذکور ہین بعض موطا مین امام مالکؒ کی اور بعض کشف الغمہ مین شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے

ص باب طلاق واقع کرنے کے بیان مین

طلاق دو قسم پر ہے ایک صریح اور وہ اُس لفظ سے ہوتا ہے کہ سوا ی طلاق کے اور کسی مین استعمال نہین کیا جاتا جیسے کہے تو طالق ہے یا تو مطلقہ ہے ف ساتھ تشدید اور فتح لام کے ص یا طلاق دیا مین نے تجھکو اور ان صورتون مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اگرچہ نیت نہ کی ہو یا نیت طلاق بائن کی ہو یا ایک سے زیادہ طلاقون کی اور اگر کہا کہ تو طلاق ہے یا تو طالق الطلاق ہے یا تو طالق طلاقًا ہے اور کچھ نیت نہین کی یا نیت کی ایک طلاق کی یا دو طلاق کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو اگر وہ عورت حرہ ہے تو تین طلاق واقع ہوجاوینگے اور لونڈی مین دو طلاق بمنزلہ تین طلاق کے ہین حرہ مین ف تو اگر جورو لونڈی ہے اور یہ الفاظ کہے اور نیت کی دو طلاق کی تو دو واقع ہوجاوینگے کیونکہ لونڈی بعد دو طلاق کے ایسی ہوجاتی ہے کہ حرہ بعد تین طلاق کے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کی دو طلاق ہین روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے اور اوپر ذکر اسکا گذرا ص اگر طلاق کی نسبت کی طرف تمام عورت کے مثلاً کہا کہ تو طالق ہے یا اسکے ایسے جز کی طرف کہ اس جز سے کل کی تعبیر کرتے ہین جیسے کہا سر تیرا یا گردن تیری یا روح تیری یا بدن تیرا یا منہ تیرا یا فرج تیری طالق ہے تو ان سب صورتون مین ایک طلاق واقع ہوگا ف اسواسطے کہ یہ ایسے لفظ ہین کہ انسے تمام بدن سے تعبیر کیجاتی ہے لیکن سر سے اسواسطے کہ فرمایا

١ یعنی تو طلاق والی ہو خاص طلاق کی ١٢ منہ ٢ یعنی تو طلاق والی ہر کسی طلاق سے ٣ اسلیئے کہ تین واحد اعتباری ہے صورت مجموعی سے پس نیت اسکی صحیح ہوگی اور دو عدد محض ہین اسواسطے نیت اسکی صحیح نہین لفظ مفرد اُسپر دلالت نہین کرتا کذا فی الاصلاح ٤ یعنے نیت سے دو طلاق واقع ہونگے لونڈی پر ١٢

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ رَأْسٍ یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہے کھجور سے یا گیہون سے ہر آدمی پیچھے تو آدمی کو راس ارشاد فرمایا اور لیکن گردن سو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ غلام یا لونڈی سے تعبیر کی ساتھ رقبۃ کے اور لیکن روح تو اسواسطے کہ عرب کہا کرتے ہین هَلَكَتْ رُوحُهُ ہلاک ہوئی روح اسکی یعنی نفس اسکا اور بدن تو ظاہر ہے اور لیکن مُنھ تو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ اپنی ذات کی تعبیر منھ سے فرمائی اور لیکن فرج سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَعَنَ اللّٰهُ الْفُرُوجَ عَلَى السُّرُوجِ یعنے لعنت کی اللہ تعالی نے اُن فروج کو جو زین پر ہین عورتون سے تعبیر فرمائی ساتھ فروج کے کہ جمع فرج کی ہے اور اس حدیث کو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور کہا زیلعی نے تخریج مین غَرِيبٌ جِدًّا لیکن اخراج کیا ابن عدی نے کامل مین ابن عباس رضی سے مرفوعًا تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا صاحبات فروج کو کہ سوار ہووین زینون پر اور اسکی اسناد مین علی بن ابی علی قرشی ہے کہا ابن عدی نے مجہول ہے اور بہرحال اس لفظ حدیث سے مطلب ثابت نہین ہوتا انتہی ماقال الزیلعی ص اور اگر نسبت کی طلاق کی اُس جزو کیطرف جو شائع ہے بدن مین جیسے کہا نصف تیرا یا ثلث تیرا طالق ہے تب بھی طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا ہاتھ تیرا یا پیر تیرا یا پیٹھ یا پیٹ تیرا طالق ہے تو طلاق واقع نہوگا اور یہی ظاہر ہے ف کیونکہ ان اعضا سے تعبیر کل بدن کی نہین ہوا کرتی ص اور بعضونکے نزدیک پیٹھ یا پیٹ کیطرف نسبت کرنے سے طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو آدھا طلاق ہے یا تہائی طلاق ہے یا اکہا طلاق ہے دو تک یا ایک اور دو کے بیچ مین تو ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو ایک طلاق سے تین طلاق تک یا جو درمیان مین ایک طلاق کے تین طلاق تک ہے تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر کہا کہ تجکو تین نصف ہین دو طلاق کے تو تین واقع ہونگی اور اگر کہا کہ تین نصف ہین ایک طلاق کے تو دو طلاق واقع ہونگی اور بعضونکے نزدیک تین ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے ص اور اگر کہا کہ تجکو ایک طلاق ہے دو طلاق مین تو ایک واقع ہوگا برابر ہے کہ نیت ضرب کی کرے یا نہ کرے ف ضرب فن حساب مین اُسے کہتے ہین کہ ایک عدد کو دوسرے کے شمار پر بڑھالین پہلے عدد کو مضروب اور دوسرے کو مضروب فیہ کہتے ہین اور جو حاصل ہو اُسے حاصل ضرب کہتے ہین مثلًا تم کو ۵ مین ضرب کرنا ہے تو ۳ کو پانچگونہ کرلین کہ ۱۵ ہوتے ہین تو ۳ مضروب اور ۵ مضروب فیہ اور ۱۵ حاصل ضرب ہو ص اور اگر نیت کی کہ ایک اور دو طلاق ہین تو دخول والی مین تین طلاق واقع ہونگی اور غیر موطوءہ مین ایک طلاق واقع ہوگا جیساکہ واقع ہوتا ہے ایک طلاق اگر کہا غیر موطوءہ کو تجکو ایک اور دو طلاق ہین اور اگر نیت کی کہ ساتھ طلاق کی ساتھ دو طلاق کے تو تین واقع ہونگی ف چاہے وہ عورت موطوءہ ہو یا نہو ص اور اگر کہا کہ تجکو دو طلاق ہین اور نیت کی ضرب کی دو طلاق واقع ہونگی ف اور چار واقع نہ ہونگی جیساکہ وہ حاصل ضرب ہے ص اگر کہا کہ تجکو اس جگہ سے طلاق ہے شام تک ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے مکے مین یا گھر مین تو ایک طلاق بالفعل واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے جب تو مکے مین داخل ہو یا گھر مین داخل ہو تو جب تک مکے یا گھر مین داخل نہوگی طلاق واقع نہوگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے کل یا کل کے روز مین تو جس وقت کل کی فجر ہوگی طلاق واقع ہوجاویگا اور دوسری صورت مین ف یعنی جب کہا کہ تجکو طلاق ہے کل کے روز مین ص اگر نیت عصر کی کریگا تو صحیح ہوجاویگی اور عصر کے وقت طلاق واقع ہوگا اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے آج کل مین یا کل آج مین تو اول صورت مین آج ہی اور دوسری صورت مین کل کے روز طلاق پڑیگا ف حاصل یہ ہے کہ جس لفظ کو اول ذکر کریگا اُسی مین طلاق پڑیگا ص اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے قبل اسکے کہ نکاح کرون مین تجھسے یا تجکو طلاق ہے کل روز گذشتہ مین اور نکاح آج کیا طلاق واقع نہوگا اور کہنا اُسکا لغو ہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین طلاق ہے قبل نکاح کے روایت کیا اسکو بغوی نے شرح السنۃ مین حضرت علی رضی سے اور دوسری حدیث مین ہے کہ نہین طلاق ہے

---

۱ قمح بالفتح و حا حطی گندم ۱۲ منتخب ۲ یعنی غیر معین ۱۲ ۳ اور وہ یہ ہے کہ طلاق تجزیہ کو قبول نہین کرتا ہے پس جب کہا تین نصف دو طلاق کے تو تینونکی تکمیل ہوگی پس تین طلاق ہوا اور جب کہا تین نصف مین ایک طلاق کے تو ایک طلاق کامل اور ایک آدھا ہوا بعد تکمیل اسکے دو کامل ہوئے کذا فی الاصل مع الشرح ۱۲ عبدہ ۴ یعنی بقدر شمار دوسرے عدد کے ٹھیرا دین ۱۲ ۵ اسلیے کہ جب کہا تجکو طلاق کل کے دن مین تو طلاق اُس دن کے ایک جزو مین واقع ہوگا اور کوئی جزو دوسرے جزو سے مرجح نہین پس سابقیت فجر کے واقع ہوگا اور جب نیت کسی جزو معین کی کریگا تو نیت صحیح ہوگی کذا فی الاصل اور ظاہر یہ کہ اگر ارادہ وقت چاشت یا زوال کا کریگا جب اُسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ۱۲ عبدہ

اُسمین جبتک مالک نہین ہوا روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داؤد نے **ص** اگر کسی عورت سے روز گذشتہ کے اول نکاح کیا اور آج کے روز اُس سے کہا کہ تجکو طلاق ہے
روز گذشتہ مین طلاق ابھی واقع ہوجاویگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے جبتک کہ مین تجکو طلاق ندون اور پھر چپ ہوا طلاق پڑجاویگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے اگر مین
تجکو طلاق ندون تو آخر عمر مین زوج یا زوجہ کے طلاق پڑیگا **ف** کیونکہ شرط اُسی وقت پائی گئی اور طلاق نہ دینا اُسکا متحقق ہوا **ص** اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے جسوقت
کہ مین تجکو طلاق ندون بعد اُسکے پھر کہا کہ تو طالق ہے تو خیر کے قول سے طلاق پڑجاویگا تو اگر کہا کہ تجکو تین طلاق ہین جسوقت کہ مین تجکو طلاق ندون تو طالق ہے تو
ایک ہی طلاق ہوگا **ف** اسواسطے کہ اگر عورت سے کہے کہ تو طالق ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا **ص** اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا اَمْرُكِ بِيَدِكِ
يَوْمَ يَقْدَمُ زَيْدٌ **ف** یعنی جس روز کہ زید آوے تو تجکو اختیار ہے **ص** اور زید رات کو آیا طلاق واقع نہوگا **ف** دراصل مین اس مقام پر تفصیل کی ہے اور ہمنے اُس کو
اسوجہ سے کہ عوام فہم نہ سکتا ترک کیا **ص** اور اگر کہا يَوْمَ اَتَزَوَّجُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ **ف** یعنی جس دن نکاح کرون مین تجسے تو تو طالق ہے **ص** اور نکاح کیا رات کو طلاق
واقع ہوجاویگا **ف** مع دلیل اسکی اصل مین مسطور ہے **ص** اگر کسی مردنے دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے کہا کہ تجکو دو طلاق ہین جب تجکو تیرا مالک آزاد
کرے اور مالک نے آزاد کیا تو دو طلاق پڑجاوینگی اور خاوند کو رجوع جائز ہوگا اسواسطے کہ بعد آزاد ہونے اُسکے کے یہ دو طلاق واقع ہونگی اور بعد آزاد ہونیکے
خاوند مالک تین طلاق کا ہوجاتا ہے اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو آزاد ہے اور اُسکے خاوند نے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تجکو
دو طلاق ہین اور کل کا روز آگیا تو دو طلاق پڑجاوینگی اور خاوند کو رجوع جائز نہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک رجوع جائز ہے اور عدت اُسکی سب کے نزدیک تین
حیض ہونگی اگر وہ حائضہ ہے اور تین مہینے اگر وہ آئسہ ہے جیسے عدت حرہ کی ہے اگر خاوند نے اپنی عورت سے کہا کہ مین تجسے جدا ہون یا کہا کہ مین تجپر حرام ہون جو نیت
طلاق کی کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا کہ مین تیری طرف سے طالق ہون کچھ واقع نہوگا اگرچہ نیت طلاق کی بھی ہو اور اگر کہا کہ تجکو ایک طلاق ہے یا نہین
یا تجکو طلاق ہے ساتھ موت میری کے یا تیری موت کے تب بھی کچھ واقع نہوگا اگر کوئی زوج زوجہ مین سے ایک کا مالک ہوگیا یا اُسکے ایک حصے کا تو نکاح باطل ہوجاویگا
بغیر طلاق کے **ف** لیکن جب خاوند مالک ہوگیا عورت کا تو اسواسطے کہ اب ملک یمین خاوند کو حاصل ہوئی تو ملک نکاح لغو ہوجاویگی اور اگر عورت مالک ہوئی خاوند
کی تو اسواسطے کہ خاوند کو ملک نکاح ہے اور عورت کو ملک یمین ہوئی تو ایک ہی شخص مالک اور مملوک ہوجاویگا اور وہ باطل ہے **ص** اگر خاوند نے اپنی عورت
کو کہا کہ تجکو طلاق ہے اسقدر اور کشادہ کرکے انگلیونکی باطن سے اشارہ کیا **ف** یعنی ہتھیلی عورت کیطرف کی **ص** تو جتنی انگلیان کھڑی ہین اُتنے ہی طلاق واقع
ہونگی اور اگر پشت سے انگلیونکی اشارہ کیا **ف** یعنی ہتھیلی طلاق دینے والے کیطرف رہے **ص** تو جتنی انگلیان بند ہین اُتنے ہی طلاق پڑینگے **ف** کیونکہ اشارہ
کرنا انگلیون سے واسطے عدد کے اسپر عادت جاری ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہینا یہ ہے یہ ہے یہ ہے اور دسون انگلیون سے تین بار اشارہ کیا اور اخیر بار
مین ایک انگلی بند کرلی روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک مین اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری کے اور مروی ہے یہ حدیث ابن عمرؓ سے صحیحین مین کتاب الصوم مین
اور سعد بن ابی وقاص سے بھی **ص** اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تجکو طلاق بائن دیا مین نے یا کہا کہ اَشَدُّ الطَّلَاقِ یا اَفْحَشُ الطَّلَاقِ یا اَخْبَثُ الطَّلَاقِ یا طَلَاقُ
الشَّيْطَانِ یا طلاق بدعت دیا مین نے یا دیا مین نے تجکو طلاق مثل پہاڑ کے یا مثل ہزار طلاق کے یا گھر بھر کے یا طلاق شدید یا طویل یا عریض تو ان سب صورتون مین
ایک طلاق بائن واقع ہوگا بلا نیت کے یا نیت ایک طلاق یا دو طلاق کی کی لیکن جب کہ حرہ مین نیت تین طلاق کی کرے اور لونڈی مین دو کی تو حرہ مین تین واقع ہونگی
اور لونڈی مین دو اور جس شخص نے اپنی عورت کو قبل وطی کے تین طلاق ایکبار دیے تو تینون واقع ہونگی لیکن اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو ایک طلاق ہوگا

اور عورت اوّل طلاق سے بائن ہوگی ورد وسری طلاق واقع نہ ہوگا اور ایسا ہی ہی اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی ایک اور ایک اور ایک اور واقع ہوگا طلاق ساتھ ذکر عدد کے جبکہ عدد مذکور ہو نہ لفظ طلاق سے مثلاً اگر کسی شخص نے کہا کہ تجکو طلاق ہی ایک یا طلاق ہین دو یا طلاق ہین تین تو اوّل صورتمین ایک اور دوسری مین دو اور تیسری مین تین واقع ہونگی تو اگر وہ عورت مرگئی قبل ذکر کرنے عدد کے تو کلام لغو ہوجاویگا اور کچھ واقع نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو طالق ہی ایک قبل ایک کے یا بعد اُسکے ایک ہی تو ایک طلاق واقع ہوگا غیر موطوءہ مین اور موطوءہ مین دو طلاق اور اگر کہا کہ تو طالق ہی ایک قبل اُسکے ایک اور ہی یا بعد اُسکے ایک ہے یا تو طالق ہی ایک ساتھ ایک کے یا ساتھ اُسکے ایک اور ہی تو غیر موطوءہ مین بھی ان صورتونمین دو طلاق واقع ہوجاوینگی اور اگر کہا کہ تو طالق ہی ایک اور ایک اگر داخل ہوئی گھر مین اور پھر زوجہ گھر مین داخل ہوئی تو دو طلاق پڑجاوینگی برابر ہی کہ موطوءہ ہو یا غیر موطوءہ **ف** اور اگر شرط کو مقدم کیا جیسے کہا **ص** اگر داخل ہوئی تو گھر مین تو تجکو ایک طلاق ہی اور ایک طلاق ہی تو غیر موطوءہ مین امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک دو طلاق **ف** اور موطوءہ مین سبکے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی اور جب طلاق صریح سے فارغ ہوا تو طلاق کنایہ مین شروع کیا اور کہا **ص** اور دوسرا طلاق بالکنایات اور وہ اُس لفظ سے ہوتا ہی کہ موضوع واسطے طلاق کے نہین اور احتمال طلاق اور غیر طلاق کا رکھتا ہی سو اُن لفظونسے طلاق واقع نہ ہوگا مگر ساتھ نیت کے یا دلالت حال کے **ف** جیسے ذکر طلاق کا ہورہا ہو یا غصے کے وقت کہے **ص** الفاظ کنایہ کے یہ ہین اِعْتَدِّی یعنی عدت کر اِسْتَبْرِئِی رَحِمَكِ یعنی اپنے رحم کو پاک کر اَنْتِ وَاحِدَةٌ یعنی تو اکیلی ہی اور ان تینون لفظونسے ایک طلاق رجعی واقع ہوگا **ف** یعنی خاوند کو پہنچتا ہی کہ بدون نکاح جدید کے پھر اُس سے جماع کرے اور رجعت کرلیوے اور فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے سودہؓ کے عدت کر تو پھر رجعت کی آپنے اُنسے ذکر کیا اِس حدیث کو امام محمد بن الحسنؒ اور باب القسم مین یہ حدیث گذر چکی **ص** اور اَنْتِ بَائِنٌ بَتَّةٌ بَتَّةٌ یعنی تو جدا ہی اَنْتِ حَرَامٌ تو حرام ہی اَنْتِ خَلِيَّةٌ تو خالی ہی اَنْتِ بَرِيَّةٌ تو بری ہی بیزار ہی حَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ رسّی تیری تیری پشت پر ہی **ف** غارب کہتے ہین ما بین کوہان اور گردن شتر کے اور صراح مین ہی کہ عرب لوگ کہتے ہین حَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ یعنے جہان چاہے جا تو **ص** اَلْحِقِی بِاَهْلِكِ مل اپنے لوگونسے وَهَبْتُكِ لِاَهْلِكِ بخشا مین نے تجکو تیرے اہل کو سَرَّحْتُكِ رخصت کیا مین نے تجکو فَارَقْتُكِ چھوڑدیا مین نے تجکو اَمْرُكِ بِيَدِكِ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہی اَنْتِ حُرَّةٌ تو آزاد ہی تَقَنَّعِی چادر پہن لے تَخَمَّرِی چادر اپنے سر پر ڈھانپ لے اِسْتَتِرِی اپنے تئین چھپا اُغْرُبِی دور ہو جھسے اُخْرُجِی نکل جا تو قُومِی کھڑی ہو اِبْتَغِی الْاَزْوَاجَ تلاش کر خاوندونکو تو ان سب صورتونمین ایک طلاق بائن پڑجاویگا اگر نیت کی ہو ایک طلاق کی یا دو طلاق کی حُرّہ مین اور اگر نیت کی تین طلاق کی حُرّہ مین یا دو کی لونڈی مین تو اوّل صورت مین تین اور دوسری مین دو پڑجاوینگی **ف** کہا ترمذیؒ نے کہ اختلاف کیا اہل علم نے طلاق بتہ مین تو حضرت علی رضؓ سے مروی ہی کہ وہ تین طلاق ہین اور حضرت عمرؓ سے کہ وہ ایک طلاق ہی اور اہل علم کا مذہب ہی کہ مدار نیت پر ہی اگر نیت کی تین کی تین واقع ہونگی ورنہ ایک طلاق اور مروی ہی رکانہ بن عبد بن یزید سے کہ انھون نے طلاق دیا اپنی عورت کو بتہ سو خبر پہنچی اسکی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور کہا رکانہ نے کہ قسم اللہ کی مین نے ارادہ ایک کا کیا تھا سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اللہ کی نہین ارادہ کیا تھا تو نے مگر ایک کا سو رد کیا اُنکی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنپر یعنے نکاح سے رد کیا اخراج کیا اِس حدیث کا ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور وارد ہوے ہین اِس باب مین بہت آثار مختلف صحابہؓ اور تابعینؒ سے **ص** اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے تین بار کہا اِعْتَدِّی اِعْتَدِّی اِعْتَدِّی بعد اسکے دعوی کیا کہ اوّل اِعْتَدِّی سے نیت طلاق کی تھی اور دوسرونسے نیت حیض کی

تو اسکی تصدیق کرینگے اور اگر کہا کہ اخیر کے دو سے کچھ نیت نہین کی ہے تین طلاق واقع ہوجاوینگے ف اور اگر تینون بار مین کچھ نیت نہین کی تو کچھ واقع نہوگا ہدایہ

ص جاننا چاہیے کہ الفاظ کنایات طلاق کے تین قسم پر ہین بعضے ایسے ہین کہ احتمال رکھتے ہین عورت کے رد کلام کا جیسے اُخْرُجِي اِذْهَبِي قُومِي اور بعضے ایسے ہین کہ احتمال رکھتے ہین دشنام دہی اور بدگوئی کا جیسے خَلِيَّةٌ بَرِيَّةٌ بَتَّةٌ حَرَامٌ بَائِنٌ اور بعضے ایسے ہین کہ نہ احتمال رکھتے ہین رد کلام کا اور نہ دشنام دہی کا جیسے اِعْتَدِّي اِسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ اَنْتِ وَاحِدَةٌ اَنْتِ حُرَّةٌ اِخْتَارِي اَمْرُكِ بِيَدِكِ سَرَّحْتُكِ فَارَقْتُكِ تو جب خاوند راضی ہو یعنے غصے مین نہ ہو اور ذکر طلاق کا بھی نہو تو کسی لفظ سے ان الفاظ مین سے طلاق واقع نہ ہوگا بغیر نیت طلاق کے کل موقوف ہونگے نیت پر اور جب غصے مین ہو تو پہلے دو قسم کے الفاظ نیت پر موقوف رہینگے تو اگر نیت کریگا تو طلاق واقع ہوگا ورنہ نہین واقع ہوگا اور تیسری قسم مین طلاق واقع ہوگا اگرچہ نیت نہ ہو اور جب ذکر طلاق کا ہو تو موقوف رہینگے الفاظ قسم اول کے نیت پر اور دوسری اور تیسری قسم کے الفاظ سے طلاق واقع ہوجاوینگے اگرچہ نیت نہ ہو

ص باب تفویض طلاق کے بیان مین

اور جس شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اپنے تئین طلاق دے یا نیت طلاق سے کہا کہ اَمْرُكِ بِيَدِكِ یا اِخْتَارِي زوجہ کو اختیار ہے کہ جس مجلس مین اُسکو علم ہوا ہے طلاق دے لیوے اگرچہ مجلس طویل ہووے اور اگر بعد علم کے پھر زوجہ اُٹھی یا جو کام کر رہی تھی اُسکو چھوڑ کے دوسرا کام شروع کیا مجلس مختلف ہوجاویگی اور خیار باطل ہوگا ف اور اسپر اجماع صحابہ کا ہے کہ عورت مخیرہ کو خیار ہے مجلس تک روایت کی عبدالرزاق اور طبرانی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ کہا اُنھون نے جب مالک کردے مرد عورت کو طلاق کا اور پھر وہ دونون جدا ہوگئے قبل اسبات کے کہ کچھ کہین سو پھر نہین اختیار ہے اُنکو اور کہا بیہقی نے کہ اُسمین انقطاع ہے درمیان مجاہدؒ اور ابن مسعودؓ کے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے جابرؓ سے کہ کہا اُنھون نے جسوقت کہ اختیار دے مرد اپنی عورت کو اور وہ نہ اختیار کرے مجلس مین سو نہین خیار ہے واسطے اُسکی اور روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے حدیث عمرو بن شعیب عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ سے تحقیق کہ عمرؓ بن خطاب اور عثمانؓ بن عفان کہا اُنھون نے کہ جو مرد مالک کرے اپنی عورت کو اور خیار دے اُسکو پھر دونون جدا ہوجاوین اُس مجلس سے تو نہین ہے عورت کو خیار اور اب اختیار خاوند کو ہے اور اسناد مین اُسکی مثنی بن الصباح ضعیف ہے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے کہ جو شخص خیار دے اپنی عورت کو تو اُسکو خیار ہے جب تک اپنی مجلس مین رہے اور اسناد مین اسکی حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے جابر بن زید اور مجاہد اور شعبی اور نخعی اور عطاء اور طاوسؒ سے ایسا ہی ص اور اگر عورت کھڑی تھی بعد علم کے پھر بیٹھ گئی یا بیٹھی تھی تکیہ لگالیا یا اپنے باپ کو واسطے مشورے کے طلب کیا یا گواہونکو واسطے گواہی کے طلب کیا یا جس جانور پر سوار تھی اُسکو کھڑا کرایا تو ان سب چیزون سے مجلس مختلف نہوگی اور خیار باطل ہوگا اور کشتی بمنزلے اُسکے گھر کے ہے اور جانور کا چلنا بمنزلے اُسکی چلنے کے ہے تو کشتی کے چلنے سے مجلس مختلف نہوگی اور جانور کے چلنے سے مجلس مختلف ہوجاویگی اگر کسی مرد نے نیت تفویض سے عورت کو کہا اِخْتَارِي جائز نہین ہے کہ نیت تین طلاق کی کرے تو اگر زوجہ نے اُسکے جواب مین کہا کہ اِخْتَرْتُ نَفْسِي یا اِخْتَارُ نَفْسِي تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا ف اور یہی قول ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور اُسی سے اخذ کیا ہے ہمنے کذا فی المبسوط ص بشرطیکہ زوج یا زوجہ کسی نے لفظ نفس کا ذکر کیا ہو ف تو اگر زوج نے کہا اِخْتَارِي اور زوجہ نے کہا اِخْتَرْتُ تو یہ باطل ہے اور صاحب ہدایہ دلیل لائے ہین اسبات پر کہ اگر زوجہ کہے اِخْتَارُهٗ تو بھی طلاق واقع ہوگا حدیث حضرت عائشہؓ سے کہ کہا اُنھون نے لَا بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور شمار کیا اُسکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب اُنکی طرف سے روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا اختیار کرلے تو اختیار کرنے کو اور

ف ۱ اسواسطے کہ جب اول سے طلاق کی نیت کی تو اب یہ حال ذکر طلاق کا ہوگیا پس دو بار باقی سے طلاق ہوگا بدلالت حال مذاکرہ طلاق پس تصدیق نفی نیت مین نہ ہوگی اور جن مواضع مین تصدیق زوج کی نفی نیت پر ہوتی ہے تو قسم سے ہوتی ہے کذا فی الہدایہ ۱۲ عبیدہ ف ۲ یعنی عورت نے طلاق طلب کیا اور شوہر نے رد کلام اسکا کیا یا احتمال ہو اگرچہ احتمال ایجاب کلام بھی ہو ۱۲ عبیدہ ف ۳ باوجود احتمال ایجاب طلاق کے ۱۲ ف ۴ بلکہ ایجاب طلاق ہوا ۱۲ ف ۵ یعنی عورت کو طلاق سپرد کرنیکے بیان مین ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف ۶ یعنی اپنے آپ کو اختیار کرے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف ۷ یعنے مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا مین اپنی ذات کو اختیار کرتی ہون ۱۲ ف ۸ یعنے بعد علم خیار طلاق کے ۱۲

زوجہ نے جواب میں کہا اختیار کیا میں نے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر تین بار کہا اِخْتَارِي اِخْتَارِي اِخْتَارِي اور زوجہ نے جواب میں کہا اختیار کیا میں نے اختیار کرنے کو یا کہا کہ اختیار کیا میں نے پہلی کو یا دوسری کو یا آخیر کو نزدیک امام صاحبؒ کے تین طلاق واقع ہوجاوینگی بغیر نیت کے اور اگر کہا طلاق دیا میں نے اپنے نفس کو یا اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو ساتھ ایک طلاق کے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور ہدایہ میں ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ غلطی ہے کاتب سے اور صحیح یہ ہے کہ رجعت کا مالک ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس باب میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ طلاق رجعی واقع ہوگا اور دوسری میں یہ ہے کہ بائن ہوگا اور یہی اصح ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ کام تیرا تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں یا اختیار کرلے ایک طلاق کو اور اختیار کیا عورت نے اپنے نفس کو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر کہا اَمْرُكِ بِيَدِكِ اور نیت کی تین کی اور عورت نے کہا کہ اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو ساتھ ایک کے یا ایکبارگی تو تینوں طلاق واقع ہوجاوینگی اور اگر کہا عورت نے ف یعنی اَمْرُكِ بِيَدِكِ کے جواب میں جب نیت تین طلاق کی ہو ص طلاق دیا میں نے اپنے نفس کو ساتھ ایک کے یا اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو ساتھ ایک طلاق کے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا مرد نے کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج کے روز اور بعد کل کے ف یعنی جو پرسوں آویگا ص تو رات داخل نہوگی خیار میں تو اگر اختیار کیا عورت نے اپنے نفس کو رات میں طلاق واقع نہوگا اور آج کا اختیار باطل ہوگا اگر عورت اُسکو رد کرے ف یعنے خاوند کو اختیار کرلے کیونکہ خاوند کے اختیار کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتا اور دلیل اسکی حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے جو اوپر گذری اور کشف الغمہ میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ پوچھے گئے اُس شخص سے جسنے اپنی عورت کو اختیار دیا اور اُسنے اُسکو رد کیا اور کچھ نہ کہا تو فرمایا کہ یہ طلاق نہیں ہے اور ایسا ہی نقل کیا مسروقؒ سے اور حضرت عائشہؓ سے ص اور پرسوں کا اختیار باقی رہیگا اور اگر مرد نے کہا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل تو رات داخل ہوجاویگی خیار میں ف تو اگر عورت رات کو اپنے نفس کو اختیار کرلے طلاق واقع ہوجاویگا ص اور کل کا اختیار باقی نہیں رہیگا اگر آج عورت اُسکو رد کرے ف اور دلیل اسکی اصل اور ہدایہ میں مذکور ہے ص امر اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ طلاق دے تو اپنے نفس کو اور نیت نہ کی عدد کی یا نیت کی ایک طلاق کی اور عورت نے اپنے نفس کو طلاق دیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا ف اور اگر عورت اس صورت میں اپنے نفس کو تین طلاق دیوے تو ایک ہی واقع ہوگا اور باقی لغو ہوجاوینگی ص اور اگر عورت نے اپنے نفس کو تین طلاق دیے اور خاوند نے اُسکی نیت کی ہے تو تینوں طلاق پڑجاوینگی اور اگر مرد نے نیت کی دو طلاق کی اور عورت نے اپنے کو دو طلاق دیے ایک ہی طلاق واقع ہوگا مگر جب وہ منکوحہ لونڈی ہو کیونکہ دو اُسکے حق میں بمنزلے تین کے ہیں حرہ میں ف اور دلیل اسکی ہدایہ میں مسطور ہے ص اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے اور عورت نے اُسکے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھسے بائن یعنی جدا کیا تو ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر کہا کہ اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو اُسکے جواب میں تو کچھہ نہیں واقع ہوگا ف یعنی خاوند نے کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ اور عورت نے کہا اِخْتَرْتُ نَفْسِي تو کچھہ نہیں واقع ہوگا کیونکہ یہ الفاظ طلاق سے نہیں اور بعد تخییر کے اگر یہ لفظ کہے تو طلاق پڑجاویگا کیونکہ وہ اجماع صحابہؓ سے ثابت ہوا ہے جیسا کہ اوپر گذرا ص اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اپنے نفس کو طلاق دے تو اب خاوند کو رجوع نہیں پہنچتا ف یعنے قبل عورت کے طلاق لینے کے خاوند کو اس بات کا اختیار نہیں کہ اپنے قول سے پھر جاوے اور کہے کہ اب میں اجازت طلاق کی نہیں دیتا ص اور زوجہ کو بھی جائز نہیں کہ بعد تبدیل مجلس کے طلاق دیلیوے اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنی سوکن کو طلاق دے یا کسی دوسرے مرد سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دے تو جائز ہے کہ قبل دینے کے ف یعنی قبل اس بات کے کہ زوجہ اُسکی اپنی سوکن کو طلاق دے یا دوسرا مرد اُسکی بیوی کو ص اپنے قول سے پھر جاوے اور قول اُسکا مقید ساتھ مجلس کے نہوگا بخلاف صاحبینؒ کے ف یعنی اُس مرد کو پہنچتا ہے کہ بعد تبدیل مجلس کے بھی جب چاہے

اُسکی بیوی کو طلاق دیوے اور اسیطرح اُسکی زوجہ کو اختیار رہیگا کہ بعد تبدیل مجلس کے بھی جب چاہے اپنے تئیں طلاق دیوے ص اور اگر کسی شخص
سے کہا کہ جب چاہے تو اپنے نفس کو طلاق دے تو اس صورت میں بعد تبدیل مجلس کے بھی زوجہ کو اختیار رہیگا طلاق دینے کا اور اگر کہا کسی مرد سے کہ اگر چاہے
میری زوجہ کو طلاق دیجائے نہیں ہے کہ اپنے قول سے پھر جاوے اور اُس شخص کو اختیار مجلس تک رہیگا تو اگر بعد تبدیل مجلس کے وہ طلاق دے طلاق واقع
نہ ہوگا ف اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنے تئیں تین طلاق دے اور اُسنے اپنے تئیں ایک طلاق دیا ایک طلاق
واقع ہوجاویگا اور اگر مرد نے کہا کہ ایک طلاق دے اور عورت نے تین دیے تو امام صاحب کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق
واقع ہوگا اور اگر مرد نے کہا کہ اپنے کو ایک طلاق بائن دے اور اُسنے ایک طلاق رجعی دیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا کہ ایک طلاق رجعی دے اور اُسنے
اپنے تئیں ایک طلاق بائن دیا ایک طلاق رجعی واقع ہوگا ف اسواسطے کہ مخالفت زوجہ کی لغو ہے تو مرد کے قول کے موافق طلاق واقع ہوگا ص اور
اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تین طلاق دے تو اپنے نفس کو اگر چاہے تو اور اُسنے ایک طلاق دیا تو کچھ واقع نہوگا اور اگر کہا کہ ایک طلاق دے تو اپنے تئیں اگر
چاہے اور اُسنے تین دیے تو امام صاحب کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق
ہے اگر چاہے تو اور عورت نے جواب میں کہا کہ چاہا میں نے اگر تو چاہے اور پھر مرد نے کہا چاہا میں نے تو کچھ واقع نہوگا اگرچہ نیت طلاق سے کہا ہو اور اگر کہا کہ چاہا میں نے
طلاق تیرا عورت کے جواب میں تو طلاق واقع ہوگا اگر نیت طلاق سے کہا ہو ف اور اصل میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اور ہمنے اُسکو ترک کیا ص اور ایسا ہی
ہے جو طلاق کہ موقوف کیا جاوے ایک امر معدوم پر ف جیسے اس جگہ عورت نے خاوند کی مشیت پر طلاق موقوف کیا تھا اور وہ ایک امر غیر معلوم ہے ص
اور اگر موقوف کرے طلاق کو ایک امر موجود پر جیسے کہے چاہا میں نے اگر آسمان اوپر ہو زمین کے تو طلاق واقع ہوگا ف اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق ہے
اگر چاہے تو اور اُسنے کہا چاہا میں نے اگر باپ میرا گھر میں ہو اور باپ اُسکا گھر میں تھا تو طلاق پڑجاویگا اور اگر نہیں تھا تو طلاق نہ پڑیگا ص اور اگر کسی شخص نے اپنی
زوجہ سے کہا کہ تجھکو طلاق ہے جسوقت یا جب کبھی چاہے تو تو زوجہ کے رد کرنیسے رد نہوگا اسواسطے کہ خاوند نے اسکو مالک طلاق کا کیا ہے ایسے وقت میں کہ وہ چاہے
طلاق کو پس تبتک قبل مشیت کے نہوگی کہ اُسکے رد کرنیسے رد ہوجاوے تو جسوقت عورت چاہیگی فقط ایک طلاق پڑجاویگا نہ دوسرا اور اگر زوج نے زوجہ سے
کہا کہ تو طالق ہے جتنے مرتبے چاہے تو تو عورت کو درست ہے کہ اپنے تئیں ایک طلاق دے پھر ایک طلاق دے پھر ایک طلاق تین تک اور یہ جائز نہیں کہ تینوں طلاق ایکبار دیوے اور
اگر بعد تین طلاق دینے کے پھر دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور پھر بعد طلاق اُسکے پہلے خاوند پاس لوٹ آئی تو اب اُسکو اختیار نہیں کہ اپنے تئیں طلاق دیوے اور
کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تجھکو طلاق ہے جس جگہ یا جہاں چاہے تو تو عورت کو جائز ہے کہ اُسی مجلس میں طلاق دیوے اور بعد تبدیل مجلس کے نہیں اور اگر
کہا کہ تجھکو طلاق ہے جس طور کا چاہے تو پس ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اگرچہ عورت نے نہ چاہا ہو اور جو عورت نے چاہا ایک طلاق بائن یا تین طلاق اور زوج نے بھی
یہی چاہا تو جو چاہا ہے اُس موافق طلاق پڑجاویگا ف یعنی اگر طلاق بائن چاہا ہے تو ایک طلاق بائن پڑیگا اور تین چاہے تو تین پڑجاوینگی ص اور اگر خاوند
نے نیت کی تین کی اور عورت نے ایک طلاق بائن کی یا خاوند نے ایک طلاق بائن کی اور عورت نے تین طلاق کی تو دونوں صورتوں میں ایک طلاق رجعی واقع
ہوویگا اور اگر خاوند نے کچھ نیت نہیں کی تو جو عورت چاہیگی اُس موافق طلاق واقع ہوگا اور اگر زوجہ نے کچھ نہ چاہا تو بھی امام صاحب کے نزدیک ایک طلاق
رجعی واقع ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک کچھ نہ واقع ہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ طلاق دے تو اپنے تئیں جتنے چاہے جتنے کہ مجلس میں چاہیگی واقع ہوجاوینگے

[illegible]

اور اگر زوجہ لے رد کیا یا مجلس بدل گئی اختیار باطل ہوگا اور جو کہا کہ طلاق دیدو تو اپنے تئین تین مین سے جتنے چاہے تو عورت کو اختیار ہے کہ ایک طلاق دے یا دو اور
تین طلاق دینے کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک درست ہے کہ تین طلاق دے لیوے

ص باب الحلف بالطلاق

شرط اسکے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ وقت تعلیق طلاق کے عورت اسکی ملک مین ہو یا اضافت کی ہو طلاق کیطرف ملک کے پس جو عورت اجنبیہ سے کہا اگر کلام
کرونمین تجھسے تو تو طالق ہے پھر نکاح کیا اس سے اور کلام کیا تو طلاق واقع نہوگا اور اگر منکوحہ سے یہی کہا اور کلام کیا تو طلاق واقع ہوگا بسبب وجود ملک کے
وقت تعلیق کے اسیطرح اگر عورت اجنبیہ سے کہا اگر نکاح کرونمین تجھسے تو تو طالق ہے یا کہے کہ جو عورت کہ نکاح کرونمین اس سے تو وہ طالق ہے **ف** تو ان دونون
صورتونمین جب نکاح کریگا طلاق واقع ہو ویگا مگر اس صورتمین جس عورت سے نکاح کریگا فوراً طلاق پڑجاویگا **ص** اور امام شافعیؒ کے نزدیک طلاق
واقع نہوگا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین طلاق ہے قبل نکاح کے **ف** یہ حدیث مروی ہے جابرؓ سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے نہین ہے طلاق مگر بعد نکاح کے اور نہین ہے آزاد کرنا مگر بعد ملک کے روایت کیا اسکو ابو یعلی نے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور روایت کی ابن ماجہ نے بھی
مثل اسکے مسور بن مخرمہؓ سے اور اسناد اسکی حسن ہے اور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین قبول
ہوتی ہے نذر آدمی کی اسمین کہ اختیار مین نہین اور نہ آزادی اسمین کہ اختیار مین نہین اور نہ طلاق اس عورت مین کہ اختیار مین نہین نکالا اسکو ابوداؤد
اور ترمذی نے اور صحیح کیا اسکو اور نقل کیا بخاری سے کہ وہ اصح ہے اس باب مین اور حدیثون سے اور دلیل ہماری اس باب مین ہدایہ مین مذکور ہے اور کہا صاحب ہدایہ
نے کہ حدیث محمول ہے اس صورت پر کہ طلاق کو بالفعل واقع کرے قبل نکاح کے جیسے کہے کہ تو طالق ہے تو اس صورتمین ہمارے نزدیک بھی طلاق واقع نہوگا
اور یہ معنی اسکے منقول ہین شعبی اور زہری سے روایت کی ابو بکر رازی نے زہری سے کہ کہا انھون نے یہ جو حدیث ہے کہ نہین طلاق ہے قبل نکاح کے تو یہ اس صورتمین ہے
کہ کہا جاوے کوئی شخص کہ نکاح کر فلانی عورت سے اور وہ کہے کہ اسکو طلاق ہے لیکن جب شخص نے کہا کہ اگر نکاح کرونمین فلانی عورت سے پس وہ طالق ہے تو جب نکاح
کریگا اس سے طلاق واقع ہوگا اور بھی روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے مصنف مین زہری سے کہ کہا انھون نے جو شخص کہے کہ جو عورت نکاح کرونمین اس سے تو
وہ طالق ہے اور جو لونڈی کہ خریدونمین وہ آزاد ہے تو جیسا اسنے کہا ویسا ہی ہوگا تو کہا معمر نے کیا نہین وارد ہوا ہے کہ نہین طلاق ہے قبل نکاح کے اور نہین
آزادی ہے مگر بعد ملک کے کہا زہری نے یہ اس صورتمین ہے کہ کہے کوئی شخص کہ فلانی کی عورت طالق ہے اور غلام فلانے کا آزاد ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین سالم اور قاسم اور عمر بن عبد العزیز اور شعبی اور نخعی اور زہری اور اسود اور ابی بکر بن عمرو بن حزم اور عبد اللہ بن عبد الرحمن اور مکحول سے کہ کہا
ان سبنے جب کہے کہ اگر نکاح کرونمین فلانی سے پس وہ طالق ہے یا جسدن نکاح کرونمین فلانی سے پس وہ طالق ہے یا جو عورت کہ نکاح کرونمین اس سے سو وہ طالق
ہے تو جیسا اسنے کہا ویسا ہی ہوگا اور ایک لفظ مین ہے جائز ہے یہ اسپر یہ مضمون زیلعی تخریج ہدایہ مین ہے **ص** اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق
ہے اور وہ گھر مین داخل ہوئی تو طلاق پڑجاویگا اسواسطے کہ وقت تعلیق کے اس جگہ ملک موجود ہے اور الفاظ شرط کے اِنْ و اِذَا و اِذَا مَا و کُلّ و کُلَّمَا و متی
و متی ما ہین ان سب الفاظ کی استعمال سے جب ایکبار شرط موجود ہوگی تو یمین پوری ہوجاویگی سوا لفظ کُلَّمَا کے کہ اسمین بعد تین طلاق واقع ہونیکے یمین جاتی
رہتی ہے مثلاً اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر گھر مین آوے تو یا جب گھر مین آوے تو یا جسوقت گھر مین آوے تو تو طالق ہے تو بعد گھر مین آنے کے ایک طلاق واقع
ہوگا اور بعد اسکے شرط پوری ہوجاویگی یعنی پھر بعد اسکے اگر گھر مین جاویگی تو اب طلاق نہ پڑیگا اور اگر کہا کہ جس جس مرتبہ گھر مین آوے تو تجکو طلاق ہے تو جسبار گھر مین
آویگی طلاق واقع ہو ویگا اور بعد تین طلاق واقع ہونیکے شرط تمام ہوجاویگی تو اگر بعد تین طلاق واقع ہونیکے حلالہ کرکے پھر اس سے نکاح کیا تو اب جو گھر مین آوے گی

ف اور وہ یہ ہے کہ یہ تصرف یمین ہے اور اسکا وجود شرط و جزا کی پس اسکی صحت کیواسطے ملک فی الحال شرط نہین اسلیئے کہ وقوع جزا کا بعد وجود شرط کے ہوگا اور اسوقت ملک [illegible] ہے اور قبل اسکی اثر [illegible] کا منع ہے اور وہ قائم بالتصرف ہے نہ بالمحل [illegible]

طلاق واقع نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جس مرتبہ نکاح کرون مین تجھسے تو تو طالق ہے تو شرط باطل نہ ہوگی پھر اگر بعد حلالہ کے بھی
اُس سے نکاح کریگا طلاق واقع ہو جاوے گا اور بعد یمین کے اگر زوال ملک[۱] ہو تو یمین باطل نہ ہوگی
اور یمین باطل ہوگی مطلق[۲] تو اگر شرط اپنی ملک مین متحقق ہوئی یمین تمام ہو جاویگی پس طلاق واقع ہوگا **ف** صورت اسکی یہ ہے کہ اپنی عورت سے کہا کہ اگر اس
گھر مین آویگی تو تو طالق ہے بعد اسکے پھر ایک طلاق بائن بالفعل اُسکو دیکر جدا کیا اور عدت تمام ہونیکے بعد پھر اُس سے نکاح کر لیا اور اب وہ عورت گھر مین داخل ہوئی
تو وہ شرط پہلی کی متحقق ہوگی اور طلاق پڑجاویگا اگرچہ درمیان مین اسکی ملک وجہ سے زائل ہو گئی تھی **ص** اور اگر شرط اپنی ملک مین متحقق نہوئی تو یمین تمام
ہو جاویگی اور کچھ واقع نہ ہوگا **ف** صورت اسکی یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر مین آویگی تو تجھکو طلاق ہے بعد اسکے اُسکو ایک طلاق بائن بالفعل دیدیا
اور بعد گذرنے عدت کے وہ عورت گھر مین داخل ہوئی تو قسم تمام ہو گئی یعنے ساقط ہو گئی اور طلاق واقع نہوگا کیونکہ وہ عورت محل طلاق کی نہین ہے اسلیے کہ
فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین طلاق ہے اُس عورت پر کہ نہ مالک ہو اُسکا تو اگر پھر اب اُس سے نکاح کریگا اور وہ پھر گھر مین داخل ہوگی طلاق
واقع نہ ہوگا **ص** اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہو تو تجھکو تین طلاق ہین اور پھر مرد کو یہ منظور ہوا کہ گھر مین جاوے اور تین طلاق نہ پڑین تو
اُسکا حیلہ یہ ہے کہ بالفعل اُس عورت کو ایک طلاق بائن دیوے اور بعد عدت گذرنیکے وہ گھر مین داخل ہو پھر اُس سے نکاح کرلے تو اب گھر مین داخل ہونیسے طلاق
واقع نہ ہوگا کیونکہ یمین باطل ہو گئی **ف** اس سبب سے کہ پہلے وہ ایکبار گھر مین جا چکی **ص** اگر شرط کے پائے جانے اور نہ پائے جانے مین اختلاف ہوا **ف**
مثلاً خاوند نے کہا کہ تو گھر مین نہین آئی تھی اور عورت نے کہا آئی تھی **ص** تو قول خاوند کا معتبر ہوگا مگر یہ کہ عورت گواہ لادے اپنے مدعا پر اور جو شرط ایسی ہو کہ بدون
زوجہ کے کہے معلوم نہین ہوتی تو اُسمین قول زوجہ کا معتبر ہوگا اُسکے حق مین **ف** اور غیر کے حق مین معتبر نہوگا **ص** مثلاً خاوند نے کہا اگر تجھکو حیض آوے
تو تو اور فلانی میری بیوی طالق ہے یا کہا کہ اگر تو اللہ کے عذاب کو دوست رکھتی ہے تو تجھکو طلاق ہے اور غلام میرا آزاد ہے اور عورت نے کہا مین حائضہ ہوئی یا
مین دوست رکھتی ہون اللہ کے عذاب کو تو اوّل صورت مین فقط اُسکو طلاق ہو جاویگا اور دوسری بیوی پر طلاق نہ پڑیگا اور دوسری صورت مین بھی اسی کو
طلاق پڑیگا اور غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تجھکو حیض آوے تو تو طالق ہے پھر اُسکو حیض آیا تو جب تین دن برابر خون دیکھے گی اُسوقت
حکم کرینگے طلاق کا اول روز سے اسواسطے کہ بعد دیکھنے خون کے تین دن معلوم ہوگا کہ حیض ہے تو اوّل روز سے طلاق کا حکم ہوگا اور جو کہا کہ اگر تجھکو حیض آوے
ایک حیض تو طالق ہے تو جب حیض سے پاک ہوویگی اُسوقت طلاق واقع ہوگا کیونکہ ایک حیض اُسیوقت پورا ہوگا اور اگر کہا کہ جو ایک روز روزہ رکھے گی تو تجھکو طلاق
ہے اور اُسنے روزہ رکھا تو آفتاب کے غروب کے وقت جسدن روزہ رکھا ہے طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو روزہ رکھیگی تو تجھکو طلاق ہے **ف** اور قید ایک روز کی
نکی **ص** اور اُسنے روزہ رکھا طلاق واقع ہوگا اگرچہ ایک ساعت[۳] بھی رکھے اور جو کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر لڑکا جنے گی تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی
جنے گی تو تجھکو دو طلاق ہین اور زوجہ نے اُسکی دونون کو جنا اور معلوم نہین کہ اوّل کسکو جنا تو قاضی حکم کریگا ایک طلاق کا اور فیما بینہ اور فیما بین اللہ
دو طلاق واقع ہونگے **ف** تو اگر قبل اسکے عورت کو ایک طلاق دے چکا تھا تو اُسکو یہ چاہیے کہ پھر وطی نہ کرے اُس سے یہان تک کہ حلالہ نہ ہووے
اگرچہ قاضی اُسکی حلّت کا حکم کرے **ص** اور عدت تمام ہو جاویگی دوسرے کے جننے سے **ف** اور پھر طلاق دوسرا واقع نہ ہوگا اسلیے کہ عدت تمام ہو گئی
کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ[۴] **ص** اور اگر طلاق کو معلق کیا دو چیزون کے ساتھ تو جب دوسری چیز
پائی جاویگی اور ملک قائم ہو طلاق واقع ہوگا برابر ہے کہ دونون چیزین ملک مین پائی جاوین **ف** جیسے کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو کلام کرے

۱؎ یعنی ملک نکاح جاتی رہتی ہے ۱۲ ۲؎ یعنے یمین جاتی رہیگی بعد وجود شرط کے مطلقاً یعنی خواہ بشرط وقت ملک کے پائی جاوے یا بعد زوال ملک کے ۱۲ ۳؎ یعنی ایک ساعت روز روزہ رکھا
گذری ہو ۱۲ ۴؎ ترجمہ اور جو عورتین حمل والی ہین تو میعاد انکی یہ ہے کہ وضع کرین حمل اپنا ۱۲

زید اور عمرو سے تو طالق ہے اور زوجہ نے دونون سے کلام کیا اور نکاح قائم ہے ص یا دوسری چیز فقط ملک مین ہو گا اور اول نہو وے ف جیسے کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو کلام کرے زید اور عمرو سے تو تجھکو طلاق ہے اور پھر بعد اُسکے ایک طلاق بالفعل اُسکو دیدیا اور جب عدت تمام ہوئی اُسنے زید سے کلام کیا بعد اُسکے پھر اُسکو خاوند نکاح مین لایا اور بعد نکاح کے اُسنے عمرو سے کلام کیا تو طلاق واقع ہوجاویگا ص اور اگر دونون مین سے کوئی ملک مین نہ ہووے ف جیسے زوجہ نے بعد طلاق پانے اور بعد گذرنے عدت کے زید اور عمرو دونون سے کلام کیا ص یا اوّل چیز ملک مین ہو وے اور دوسری نہو وے ف جیسے زوجہ نے حالت نکاح مین کلام کیا زید سے اور پھر خاوند نے اُسکو ایک طلاق بالفعل دیدیا اور بعد گذرنے عدت کے اُسنے عمرو سے کلام کیا ص تو طلاق واقع نہ ہوگا اور تنجیز ف یعنی بالفعل طلاق دیدینا ص باطل کرتا ہے تعلیق کو تو اگر تعلیق کی تین طلاق کی کسی شرط پر اور پھر قبل وجود شرط کے تین طلاق بالفعل دیدیے اور بعد اُسکے وہ عورت بعد حلالہ کے پھر اُسی خاوند پاس لوٹ آئی اور اب شرط متحقق ہوئی تو کچھ واقع نہ ہوگا ف مثال اسکی یہ ہے کہ زید نے اپنی زوجہ رحیمہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین جاوے تو تجھکو تین طلاق ہین اور پھر رحیمہ کو تین طلاق بالفعل دیدیے اور رحیمہ نے بعد گذرنے عدت کے بکر سے نکاح کیا اور بکر نے اُس سے جماع کرکے پھر اُسکو طلاق دیدیا اور بعد گذرنے عدت کے رحیمہ سے زید نے پھر نکاح کرلیا اور اب رحیمہ گھر مین داخل ہوئی تو کچھ واقع نہ ہوگی ص اگر کسی شخص نے تین طلاق کو معلق کیا اوپر وطی کے یعنی یہ کہا کہ اگر مین تجھسے وطی کرون تو تجھکو تین طلاق ہین اور پھر حشفے کو فرج مین داخل کیا اسطرح پر کہ دونون ختنے مل گئے تو خاوند پر عقر واجب نہ ہوگا اگرچہ دیر کی ہو ف اور اگر باہر نکال کے پھر داخل کرے تو عقر واجب ہوگا ہدایہ ص اور عقر کہتے ہین مہر مثل کو اور بعضونکے نزدیک عقر اُجرت ہے وطی کی اگر زنا حلال ہووے اور ایسا ہی حکم ہے اگر سید نے اپنی لونڈی کی آزادی وطی پر معلق کی اور اگر زوجہ کا طلاق رجعی اُسکی وطی پر معلق کیا تو فقط داخل کرنیسے رجعت متحقق نہ ہوگی جبتک نکال کے پھر نہ ڈالے اور جو نکال کے ڈالی تو رجعت ثابت ہوگی اور عقر واجب نہوگا ف اور امام ابی یوسف کے نزدیک طلاق رجعی مین فقط دیر تک ڈالی رہنے سے بھی رجعت ثابت ہوگی ہدایہ ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تجھکو طلاق ہے انشاء اللہ تعالیٰ طلاق واقع نہ ہوگا ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی ساتھ طلاق یا عتاق کے اور کہا انشاء اللہ تعالیٰ اُس سے ملا ہوا تو نہین حنث ہے اُسپر کہا زیلعی نے تخریج مین غریب ہے اس لفظ سے اور روایت کی ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے قسم کھائی پھر کہا انشاء اللہ تو اُسپر حنث نہین اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن حبان نے اور روایت کی ابن عدی نے کامل مین عطا سے انھون نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے کہا اپنی عورت سے تو طالق ہے انشاء اللہ یا اپنے غلام سے تو آزاد ہے یا مین جاؤنگا خانہ کعبہ مین انشاء اللہ تو اُسپر کچھ حنث نہین اور اسناد مین اسکی اسحٰق کعبی ہے ضعیف کیا اسکو دارقطنی نے اور روایت کی عبدالرزاق اور دارقطنی نے مکحول سے انھون نے معاذ بن جبل سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین پیدا کیا اللہ نے دوست زیادہ عتاق سے اور دشمن زیادہ طلاق سے تو جس شخص نے آزاد کیا اور کہا انشاء اللہ تو نہین ہے استثنا واسطے اُسکے اور غلام آزاد ہے اور جسوقت کہ طلاق دیا اور استثنا کیا تو واسطے اُسکے ہے استثنا اُسکا اور نہین طلاق ہے عورت پر انتہیٰ اور ذکر کیا اسکو عبدالحق نے احکام مین جہت دارقطنی سے اور کہا کہ اسناد مین اُسکی حمید بن مالک ہے اور وہ ضعیف ہے اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور مکحول نے معاذ سے نہین سُنا اور وہ منقطع ہے ص اگرچہ زوجہ قبل کہنے انشاء اللہ کے مرجاوے اور اگر زوج قبل کہنے انشاء اللہ کے مرگیا طلاق واقع ہوگا ف یعنے سارا لفظ انشاء اللہ کا نہ کہہ سکا تھا

بلکہ کچھ کہا تھا کہ موت آگئی ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تجھکو تین طلاق ہین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجھکو تین طلاق ہین مگر ایک تو دو طلاق ہونگے ف اسواسطے کہ اول صورت مین اسنے تین سے دو نکال لیے تو ایک رہ گیا اور دوسری صورت مین تین سے ایک تو دو رہ گئے ص اور اگر کہا تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین واقع ہونگی ف اسواسطے کہ نکال لینا کل کا کل سے صحیح نہین ہے۔

ص باب طلاق مریض کے بیان مین

جو شخص کہ غالب اُسکی ہلاکت ہے بسبب مرض وغیرہ کے جیسا جس کو دُبلا کیا مرض نے ایسا کہ وہ شخص واسطے حاجتونکے گھر سے باہر نہین نکل سکتا اگرچہ گھر کے اندر اُسپر قدرت رکھتا ہے یا جو صف قتال مین واسطے قتال کے آگے کیا جاوے یا اُسکو واسطے قتل کے باہر لاوین قصاص مین یا حد مین اگر اُسی حالت مین مرجاوے جا ہے دوسرے سبب سے مرا ہووے تو تصرف اُسکا ثلث مال سے زیادہ مین درست نہین اور اگر طلاق بائن دیدیوے اپنی عورت کو اور مرجاوے اُسی سبب سے یا دوسرے سبب سے تو وہ عورت اُسکی وارث ہوگی ف جبکہ وہ عورت عدت مین ہو اور اگر بعد عدت کے مرگیا تو وارث نہوگی ہدایہ ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک وارث نہوگی ف اور امام مالکؒ کے نزدیک بعد عدت کے بھی وارث ہوگی اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمرؓ اور عائشہؓ اور ابن مسعودؓ اور ابراہیمؒ اور شریحؒ اور طاوسؒ سے کہ وارث ہوگی عورت مریض کی جب تک وہ عدت مین ہو اور بھی روایت کی امام محمدؒ نے ابراہیمؒ سے انھون نے شریحؒ سے کہ حضرت عمرؓ نے لکھا طرف اُسکے کہ جو شخص طلاق دے اپنی عورت کو تین اور وہ مریض ہو تو وارث کرو اُسکو جب تک وہ عدت مین ہو اور جب اُسکی عدت گذر جاوے تو نہین ہے میراث واسطے اُسکے اور موطا مین ہے مَالِكٌ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يَقُوْلُ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ ثَلٰثًا وَهُوَ مَرِيْضٌ فَاِنَّهَا تَرِثُهُ یعنے کہا ابن شہاب نے کہ جب طلاق دے مرد اپنی عورت کو اور وہ مریض ہو تو وہ عورت وارث ہوگی اُسکی اور وارث کیا حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمن بن عوفؓ کی عورت کو اور اُنھون نے طلاق بائن دیا تھا اُسکو مرض مین اور نقل کیا امام مالکؒ نے کہ عدت اُسکی گذر گئی تھی اور روایت کی شافعیؒ نے اور لوگون سے سوا مالکؒ کے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ مرے اور بیوی اُنکی عدت مین تھی ایسا ہی ہے تہذیب الاسماء مین کہا شیخ ابن الہمام نے کہ قول مالکؒ کا کہ حضرت عثمانؓ نے وارث کیا تھا اُسکو بعد عدت کے معارض ہے ساتھ قول جمہور کے کہ وہ عدت مین تھی ص لیکن اگر ایک طلاق دیا یا دو طلاق دیے تو امام شافعیؒ کے بھی نزدیک محروم نہوگی اور اسیطرح اگر طلاق دیا اُسکو کنایہ سے کیونکہ ہمارے نزدیک عورت مریض کی وارث ہوتی ہے اور لیکن نزدیک امام شافعیؒ کے سو اسواسطے کہ کنایات اُنکے نزدیک طلاق رجعی ہین لیکن اگر اپنی زوجہ سے خلع کیا تو بالاتفاق وارث نہوگی اگرچہ وہ اُسی حال مین مرا ہووے اسواسطے کہ وہ عورت خود راضی ہوگئی ساتھ جدائی کے اور مال دیکے طلاق لی لیا اور اگر ایسے مریض کی زوجہ نے ایک طلاق رجعی طلب کیا اور اُسنے اُسکو تین طلاق دیدیے تو ہمارے نزدیک وہ اُسکی وارث ہوگی اور بھی وارث ہوگی اگر اُسکی عورت نے عدت مین اپنے خاوند کے بیٹے کو بوسہ دیا شہوت سے اسواسطے کہ زوجہ ساتھ طلاق بائن کے جدا ہوئی ہے نہ ساتھ بوسہ ابن زوج کے اور جو ایسا مریض ہے اور اُسنے اپنی زوجہ سے لعان کیا ف اور لعان کا بیان آگے آتا ہے ص اور بسبب لعان کے دونون مین جدائی ہوگئی اور زوج اُسی حالت مین مرا زوجہ وارث ہوگی اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ چار ماہ تک زوجہ سے قربت نہ کریگا اور چار ماہ تک اُس سے قربت ہوا اور دونون مین جدائی ہوگئی بعد اسکے زوج اُسی حالت مین مرگیا تو زوجہ وارث ہوگی اور جو باہر گھر کو واسطے حوائج کے آوے اگرچہ بیمار ہو یا اُسکو تپ ہو اور جو کہ بند ہو جاوے یا صف قتال مین ہووے

سلہ مثلاً بیمار تھا اور کسی نے اُسکو قتل کیا ۱۲ سلہ یعنی تین طلاق ۱۲ سلہ اسیطرح اگر وہ عورت مرگئی تو وہ مریض وارث نہ ہوگا اگرچہ عدت مین مرجاوے ۱۲ ہدایہ سلہ خواہ صراحۃً تین طلاق دیوے یا کنایۃً ۱۲

سلہ واسطے مخالفت زوج کے اسلیے کہ عورت ایک طلاق رجعی پر راضی تھی نہ تین طلاق پر ۱۲ سلہ یعنے عدت مین ۱۲ سلہ یعنے طلاق پڑ گیا ۱۲

یا قصاص یا رجم کیواسطے قید ہو تو وہ صحیح ہے اگر ایسی عورت کو طلاق بائن دیوے تو بعد اسکے مرنیکے زوجہ وارث ہو گی اگرچہ اسی حالت مین مرا ہووے یا قتل ہووے اور جو اسکی زوجہ نے اس سے خلع کر لیا یا اپنی زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا اور زوجہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا زوجہ کے حکم سے اسکو تین طلاق دیے زوجہ اسکی وارث نہو گی ف اسواسطے کہ زوجہ ان صورتون مین خود راضی طلاق سے ہو گئی ہے ص اور اگر بے حکم زوجہ کے اسکو تین طلاق دیے اور پھر اس مرض سے صحت پا کے مرگیا تب بھی وارث نہو گی ف اسواسطے کہ جب وہ مریض بیچ مین اچھا ہو گیا تو حکم مرض کا باقی نرہیگا ص اور اگر ایسے مریض نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھکو تین طلاق صحت مین دیے تھے اور گذر گئی عدت تیری اور عورت نے تصدیق کی بعد اسکے خاوند نے اقرار کیا کہ زوجہ کا مجھپر کچھ قرض ہے یا کچھ اسکو وصیت کی تو اگر وصیت یا اقرار کم ہے میراث سے تو اسکو اقرار اور وصیت کے موافق ملیگا اور اگر میراث کم ہے اقرار سے یا وصیت سے تو میراث ملیگی بہرحال جو کم ہو گا وہی ملیگا ف اور صاحبین کے نزدیک اقرار اور وصیت اسکا صحیح ہے تو موافق اقرار وصیت کے ملیگا ص اور جو ایسے مریض نے تین طلاق دیے اسکے امر سے حالت مرض مین پھر اقرار کیا اسکے لیے قرض کا یا کچھ وصیت کی اسکے لیے پس اسکو جو کم ہو گا میراث یا اقرار و وصیت سے وہی ملیگا سب کے نزدیک ف اور جو ایسے مریض نے اپنی زوجہ کے تین طلاق کو معلق کیا ایسی شرط پر کہ وہ زوجہ کے اختیار مین نہین ہے جیسے کسی وقت ماہ رجب وغیرہ کے ساتھ یا فعل سے کسی اجنبی کے اور یہ تعلیق حالت مرض مین کی اور شرط پائی گئی مثلاً کہا کہ اگر رجب آوے تو تجھکو تین طلاق ہین یا زید نماز پڑھے تو تجھکو تین طلاق ہین ص اور اسی حالت مین مرگیا تو زوجہ وارث ہو گی اور اگر حالت صحت مین تعلیق کی تو وارث نہو گی اور جو ایسے مریض نے اپنی زوجہ کی تین طلاق کو اپنے فعل پر معلق کیا تو زوجہ اسکی وارث ہو گی اگرچہ حالت صحت مین تعلیق کی ہو اور اگرچہ مرد کو اس فعل سے چارہ ہے جیسے بات کرنے پر اجنبی سے یا چارہ نہین ہے جیسے کھانا طعام کا اور نماز فرض اور بات کرنا مان باپ سے اور اگر زوجہ کے فعل پر معلق کیا اور تعلیق اور فعل زوجہ کا دونون مرض مین واقع ہوے اور فعل ایسا ہے کہ عورت کو اس سے چارہ ہے جیسے بات کرنا اجنبی سے تو عورت وارث نہو گی اور اگر اس فعل سے عورت کو چارہ نہین جیسے نماز فرض اور کھانا طعام کا تو وارث ہو گی اور اگر تعلیق صحت مین ہے اور زوجہ کو اس فعل سے چارہ ہے تو وارث نہو گی اور اگر چارہ نہین ہے تو شیخین کے نزدیک وارث ہو گی اور نزدیک امام محمد کے اور زفر کے وارث نہو گی ف اور فخر الاسلام نے ذکر کیا مبسوط مین کہ صحیح قول امام محمد کا ہے ص اور جو طلاق رجعی معلق کیا کسی شرط پر اور قبل گذرنے عدت کے وہ مرگیا تو ان سب صورتون مین وارث ہو گی ف برابر ہے کہ طلاق دیا ہو صحت مین یا مرض مین اسکی طلب سے یا بغیر اسکی طلب کے اپنے فعل پر معلق کیا ہو یا زوجہ کی فعل پر اس فعل سے چارہ ہو یا نہو جیسے ص ا اور تمام صورتون مین اگر بعد تمام ہونے عدت زوجہ کے مرا تو بالاتفاق اسکی وارث نہو گی تو میراث خاص ہے اسی صورت مین جب مرجاوے خاوند اور عدت نہ گذری ہو ف اسواسطے کہ لکھا تھا حضرت عمر نے طرف شریح کے جو شخص تین طلاق دے اپنی عورت کو اور وہ مریض ہو تو وارث کرو اسکو جبتک عدت مین ہو اور جب اسکی عدت گذر جاوے تو نہین ہے میراث واسطے اسکے روایت کیا اسکو امام محمد نے اور امام مالک کے نزدیک بعد عدت کے بھی وارث ہو گی جب تک وہ غیر سے نکاح نہ کرے جیسا کہ اوپر اسکا بیان تفصیل سے ہو چکا

ص باب رجعت کے بیان مین

اور جب طلاق دے مرد اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی تو جائز ہے خاوند کو کہ عدت کے اندر پھر اس سے رجعت کرے برابر ہے کہ وہ راضی ہو یا نہو اور تین طلاق کے بعد رجعت جائز نہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ترجمہ اور جب طلاق دو تم عورتونکو اور پہونچ جاوین وہ قریب اپنی میعاد کے تو روک رکھو انکو موافق دستور کے ص اور یہ حرہ مین ہے اور اگر لونڈی ہو

ف۱ اسلیے کہ مسئلہ ثانیہ مین عدت باقی ہے اور یہ سبب تہمت ہے اور حکم دائر ہوتا ہے دلیل تہمت پر کذا فی الہدایہ ۱۲ ف۲ واسطے بقاء اثر نکاح کے ۱۲ ف۳ اور فرمایا اللہ تعالی نے اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ۵ یعنی طلاق دو بار تک ہے پھر روک رکھنا ہے اچھی طرح یا چھوڑ دینا احسان سے ۱۲ ف۴ یعنی عدت کے ۱۲

تو ایک طلاق کے بعد اُس سے رجعت درست ہے ف اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی ایسی ہو جاتی ہے جیسے حُرّہ بعد تین طلاق کے کیونکہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کے دو ہین اور عدت اُسکی دو حیض ہین اور یہ حدیث اوپر گذری ص اگر کہا کہ رجوع کیا مین نے تجھسے
یا رجوع کیا مین نے اپنی عورت سے رجوع ثابت ہوگا اور اگر وطی کی یا بشہوت اُسکو مس کیا یا اُسکی فرج کیطرف بشہوت نظر کی تب بھی رجعت صحیح ہے اور امام
شافعیؒ کے نزدیک بغیر زبان سے کہنے کے رجعت ثابت نہوگی ف اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے فَاَمْسِکُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اور یہ مطلق ہے ص
اگر زبان سے کہہ کے رجعت کرے تو مستحب ہے کہ اُسپر گواہ کرے اور عورت کو آگاہ کر دے کہ مین نے تجھسے رجعت کی ف اور گواہ کرنیکے یہ معنی ہین کہ جب رجعت کا ارادہ
کرے تو دو مردون کے سامنے کہدے کہ تم گواہ رہنا کہ مین نے اپنی عورت سے رجعت کی ص اور اگر شہادت نہ کرے تو بھی رجعت صحیح ہے ف اور یہی مذہب ہے امام احمدؒ کا
اور امام مالکؒ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک روایت مین رجعت نہین صحیح ہے مگر گواہون کے سامنے اور دلیل لاتے ہین ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے
سورۂ طلاق مین وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ اور ہم کہتے ہین کہ یہ امر واسطے استحباب کے ہے اور دلالت کرتا ہے اسپر کہ اللہ تعالیٰ نے فرقت مین بھی فرمایا
ہے فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اور جیسا کہ فرقت مین شہادت شرط نہین ایسا ہی رجعت مین اور بھی دلیل ہماری وہ ہے اور جو روایت کی ابوداؤدؒ نے
سنن مین کہ عمران بن حصینؓ پوچھے گئے اُس شخص سے کہ طلاق دے اپنی عورت کو پھر جماع کرے اُس سے اور نہ گواہی کرے طلاق اور رجعت پر سو کہا کہ
طلاق دیا اُسنے خلاف سنت کے اور رجعت کی خلاف سنت کے گواہ کرے طلاق پر اور رجعت پر کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجعت مین گواہ کرنا مسنون ہے
اور یہی ہمارا مذہب ہے اور بھی اس حدیث مین اشارہ ہے کہ رجعت جماع سے بھی ہو جاتی ہے نہ فقط قول سے اور یہی ہمارا قول ہے ص اور جو شخص کہ اپنی عورت
کو طلاق رجعی دے تو مستحب ہے کہ اُسپر داخل نہ ہو بدون اذن کے اور خبردار کرنیکے جو قصد اُسکی رجعت کا نہ کرے ف اور ماثور ہے یہ حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ سے ص اگر خاوند نے طلاق رجعی کی عدت گذرنیکے بعد دعویٰ کیا کہ مین نے عدت مین عورت سے رجعت کی تھی اور عورت نے اُسکی تصدیق کی تو
رجعت ثابت ہوگی اور اگر تکذیب کی تو دعویٰ باطل ہے اور رجعت ثابت نہ ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت پر اس صورت مین قسم نہین کیونکہ رجعت
اُن چیزون مین سے ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اُنمین قسم نہین ف اور صاحبینؒ کے نزدیک قسم لازم آویگی ص اگر خاوند نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے
رجعت کی اور عورت نے کہا عدت میری گذر گئی اگر اُس مدت مین احتمال اسکا ہو سکے تو امام صاحبؒ کے نزدیک عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت ثابت نہ ہوگی اور نزدیک صاحبینؒ کے رجعت ثابت
ہو جاویگی اور اسیطرح اگر لونڈی کے خاوند نے بعد عدت گذرنیکے اُسکے مالک سے کہا کہ مین نے اُس سے رجعت کر لی تھی عدت مین اور مالک نے اُسکی تصدیق کی
اور لونڈی نے اُسکی تکذیب کی تو امام صاحبؒ کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک قول مولیٰ کا اور اسیطرح اگر لونڈی سے
اُسکے خاوند نے کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی اور لونڈی نے کہا کہ عدت میری گذر گئی اور مولیٰ اور خاوند نے اسکا انکار کیا تو بھی امام صاحبؒ کے نزدیک
قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک قول زوج اور مولیٰ کا ف اور دلیل اسکی ہدایہ مین مذکور ہے ص جو عورت کہ عدت مین ہے اگر تیسرا
حیض دسوین روز تمام ہو تو مجرد پاک ہونیکے عدت تمام ہو گئی اور اگر دس روز سے کم مین پاک ہوئی تو جب تک کہ غسل نہ کرے یا وقت ایک نماز
فرض کا اُسپر نہ گذر جاوے یا تیمم کرکے نماز نہ ادا کرے عدت تمام نہ ہوگی اور اگر اُسنے غسل کیا اور ایک عضو کا دھونا بھول گئی اور خاوند نے رجعت
کر لی درست ہے اور اگر ایک عضو سے کم چھوٹ گیا تو رجعت ثابت نہ ہوگی ف اور امام ابویوسفؒ سے مروی ہے کہ مضمضہ اور استنشاق ترک کرنا
بمنزلے ترک کرنے ایک عضو کامل کے ہے اور یہ اُن ہی سے ایک روایت مین اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ ایک عضو کے حکم مین نہین اسواسطے کہ

۱؎ اگر عورت حاضر ہو ۱۲ ۲؎ اگر عورت غائب ہو ۱۲ ۳؎ یعنی گواہ کر دو تم دو انصاف والونکو ۱۲ ۴؎ اطلاق نصوص ہے اور جو روایت کی الخ ۱۲ ۵؎ یعنی عدت گذرنے کا ۱۲ منہ ۶؎ اس لیے کہ
اُسنے قبل لینے انقضائے عدت کی خبر نہین دی پس ظاہر بقائے عدت ہے کذا فی الاصل ۱۲ ۷؎ حالت عدت مین ۱۲ ۸؎ نماز فرض خواہ نفل ۱۲

اُنکی فرضیت مین اختلاف ہی بخلاف اور اعضا کی کذا فی الہدایۃ ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ حاملہ کو طلاق رجعی دیا اور اُسکے ساتھ وطی کرنیسے انکار کیا بعد اسکے پھر اُس سے رجعت کر لی اور زوجہ بعد طلاق کی چھ مہینون سے کم مین جنی تو رجعت صحیح ہوگی کیونکہ معلوم ہوا کہ زوجہ وقت طلاق کے حاملہ تھی اور بغیر وطی کے حاملہ نہین ہوتی تو خاوند اپنے انکار مین کاذب ہوگا اسواسطے کہ لڑکا واسطے صاحب فراش کے ہی ف اور اس باب مین حدیث ابو ہریرہؓ کی نقل کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکا صاحب فراش کا ہی اور زانی کو محرومی ہی روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے حدیث سے اُنکی اور حضرت عائشہؓ کی ایک قصے مین اور روایت کیا اسکو نسائی نے ابن مسعودؓ سے اور ابو داؤد نے عثمانؓ سے ص اور اگر بعد جنے کی ایک طلاق رجعی دیا اور وطی سے انکار کیا بعد اسکے ایام عدت مین اُس سے رجعت کر لی تو صحیح ہی ف اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور اگر بعد خلوت کے عورت کے ساتھ اسکو طلاق رجعی دیا اور وطی سے انکار کیا بعد اسکے اُس سے رجعت کی رجعت صحیح نہوگی مگر یہ کہ وہ عورت وقت طلاق سے قبل گذرنے دو سال کے لڑکا جنی تو رجعت درست ہوگی اسلیے کہ جب دو برس سے کم مین بچہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وقت رجعت کے حمل موجود تھا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو تجھکو طلاق ہی تو جب وہ عورت جنے گی طلاق پڑجاویگا اور اگر بعد چھ مہینے کے یا زیادہ کے دوسرا لڑکا جنی تو رجعت ثابت ہوگی اور اگر کم مین چھ مہینے سے جنی تو رجعت نہوگی ف ور دلیل اسکی اصل مین مسطور ہی ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جب تو جنے گی تو تجھکو طلاق ہی اور عورت تین حمل مین تین بار جنی تین طلاق پڑجاوینگی اور دوسرے لڑکے سے اور تیسرے لڑکے سے رجعت ہوجاویگی ف اسواسطے کہ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا تو طلاق پڑگیا اور عورت معتدہ ہوگئی اور دوسرے لڑکے سے پھر خاوند کی رجعت ثابت ہوگئی اور دوسرا طلاق پڑگیا اور تیسرے لڑکے سے پھر خاوند کی رجعت ثابت ہوگئی اور تیسرا طلاق پڑگیا ہدایہ ص اور اُسپر عدت حیض سے ہوگی ف اسواسطے کہ تیسری جنے کے بعد تیسرا طلاق واقع ہوا پس عدت ولادت نہوگی ص جس عورت کو طلاق رجعی دیا ہو تو وہ عدت مین زینت کرے اور اپنے تئین آراستہ کرے تاکہ خاوند رغبت کرے اور اُس سے رجعت کرے ف ہدایہ مین ہی کہ رجعت مستحب ہے اور زینت برانگیختہ کرتی ہی رجعت پر تو زینت بھی مشروع ہوگی انتہی اور کشف الغمہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکروہ رکھتے تھے طلاق کو بے ضرورت اور رخصت دیتے تھے وقت ضرورت کے ص اور خاوند کو جائز نہین کہ زوجہ کو جو عدت مین طلاق رجعی کی ہو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے یہانتک کہ اُسکی رجعت پر گواہ کردے ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ الآیۃ یعنی نہ نکالو اُن کو گھرون سے آخر آیت تک کفایہ حاشیہ ہدایہ مین ہی کہ یہ آیت نازل ہوئی اُن عورتون مین جو معتدہ ہین طلاق رجعی سے اور مراد بیان یہ ہی کہ شہادت کردینا مستحب ہے جیسا کہ اوپر گذرا ص اور خاوند کو جائز ہی کہ اپنی زوجہ سے جسکو طلاق رجعی دیا ہو وطی کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک وطی درست نہین یہانتک کہ زبان سے پہلے رجعت کرے اور ہمارے نزدیک وطی خود رجعت ہی ف اور یہی قول ہی امام احمدؒ کا اور ہماری دلیل قول ہی عمران بن حصین کا جیسا کہ گذرا روایت کیا اُسکو ابو داؤد نے اور دوسری یہ کہ وہ بمنزلہ زوجہ کے ہی کیونکہ اگر اُسکو دوسرا طلاق دے تو پڑجاتا ہی اور وارث ہوتی ہی اور تیسرے یہ کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ اور خاوند اُنکے زیادہ حقدار ہین اُنکے پھیر لینے پر اور خاوند عورت کا نہین ہوسکتا جب تک وہ عورت اُسکی زوجہ نہو اور تفصیل اسکی تفاسیر مین مذکور ہی ص اور جب عورت کو طلاق بائن دے تین سے کم تو مرد کو جائز ہی کہ اُس عورت سے عدت مین یا بعد عدت کے نکاح کرے ف اسواسطے کہ جب تین طلاق دیگا تو اُسکا حکم آگے آتا ہی ص اور اگر تین طلاق دے آزاد کو یا دو لونڈی کو تو پھر اُسکو حلال نہین ہوتی جبتک کہ اُس عورت سے وطی کرے دوسرا خاوند بہ نکاح صحیح اور پھر دوسرا خاوند اُسکو طلاق دے یا مرجاوے اور عدت گذر جاوے

ف تاکہ ایک طلاق سے بائن ہوجاوے ۱۲ ف اسواسطے کہ مرد نے انکار کیا وطی کا اور تکذیب شرعی باقی نہین گئی اپنی انکار اُسکا اُسپر حجت ہوگا کذا فی الاصل ۱۲ ف اسلیے کہ اگر بعد طلاق کے یہ حمل قرار دیا جاوے تو وطی حرام ہوگی اسواسطے کہ وہ منکر وطی ہی تو رجوع صحیح نہوگا اور فعل مسلم کو حرام سے بچانا واجب ہی ۱۲ عبدہ ف یعنی لونڈی کو ایک طلاق اور آزاد کو ایک دو طلاق ۱۲ [illegible]

یہ مذہب اکثر لوگونکا ہی اور سعید بن المسیب کے نزدیک دوسرے خاوند کی وطی شرط نہین بلکہ فقط نکاح کافی ہی اور دلیل لاتے ہین ساتھ قول اللہ تعالی کے حتی تنکح زوجا غیرہ کی
اور ہماری دلیل حدیث عسیلہ کی ہی اور وہ حدیث مشہور ہی اُس سے زیادتی کلام اللہ پر درست ہی تو حلالہ کرنا بدون وطی کے مخالف ہی اس حدیث کی
یہانتک کہ اگر قاضی اسکا حکم دے تو حکم اُسکا جاری نہ ہوگا **ف** میزان شعرانی مین ہی کہ اتفاق کیا ائمہ اربعہ نے کہ جو شخص تین طلاق دے اپنی عورت
کو تو پھر اُسکو وہ درست نہین یہانتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور نکاح سے مراد اس مقام پر وطی ہی اور نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نکاح
فاسد سے وطی ہو تو حلال نہ ہوگی انتہی اور حدیث عسیلہ یہ ہی کہ داخل ہوئی عورت رفاعہ قرظی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور کہا کہ تحقیق رفاعہ
نے طلاق بائن دیا مجکو اور عبدالرحمن بن زبیر نے مجھسے نکاح کیا اور اُسکے پاس کنارہ ہی کپڑے کا اور پکڑ لیا اپنی چادر کے کنارے کو سو تبسم فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور فرمایا کہ شاید تو چاہتی ہی کہ پھر رفاعہ کے پاس چلی جاوے نہین ہوگا یہ جبتک نہ چکھے شیرینی عبدالرحمن بن زبیر کی اور وہ شیرینی
تیری روایت کیا اسکو بخاری ومسلم اور اصحاب سنن نے اور ایک روایت مین صحیحین کی ہی کہ تین طلاق دیے تھے اُسکو رفاعہ نے اور ایسا ہی اخراج کیا
اُسکا مالک نے مؤطا مین اور نام رفاعہ کی عورت کا تیمہ بنت وہب تھا اور بھی روایت کی جماعت نے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم پوچھے گئے اُس شخص سے کہ تین طلاق دے اپنی زوجہ کو اور پھر نکاح کرے وہ عورت کسی اور سے اور طلاق دے وہ اُسکو قبل جماع کے کیا حلال ہی وہ عورت
اب پہلے خاوند کے واسطے فرمایا آپ نے نہین یہانتک کہ چکھے وہ دوسرا خاوند مزہ اُسکا جیسا کہ چکھا تھا اوّل خاوند نے اور بھی اخراج کیا ابن المنذر نے
مقاتل بن حبان سے مانند اسکے **ص** اور جو لڑکا قریب البلوغ کے ہو وہ بھی حلالہ مین مثل بالغ کے ہی **ف** جب حشفہ فرج مین داخل ہو جاوے اور لڑکا بعضون
نے لکھا ہی کہ بارہ برس کا ہووے اور بعضون نے لکھا ہی کہ دس برس کا ہو اور ہدایہ مین ہی کہ معنی اسکے یہ ہین کہ آلت اُسکا متحرک باشہوت ہوتا ہو اور
نہایہ مین ہی نقلاً عن التمرتاشی کہ اگر بہت بوڑھا شخص اپنے آلت کو ہاتھ کے زور سے داخل کردے تو حلالہ ثابت نہوگا بہرحال شہوت اور ادخال معتبر
ہی **ص** اور ایسے لڑکے کو مراہق کہتے ہین یعنی قریب البلوغ کے ہووے اور اُسکے امثال جماع کرتے ہون اور ضرور ہی کہ آلت اُسکا متحرک ہو اور اشتہا ہووے
جماع کی اور اگر نکاح کیا عورت سے شرط پر حلالہ کے تو مکروہ ہی **ف** مثلاً کہے کہ نکاح کرتا ہون تجھسے اس شرط سے کہ حلال کردونگا تجکو یا عورت کہے اور
چلپی حاشیہ شرح وقایہ مین ہی کہ اگر دونون اپنے دل مین نیت کرین اور شرط نہ کرین زبان سے تو مکروہ نہین بلکہ اجر پاوینگے واسطے قصد اصلاح کے اور یہ
نکاح اسواسطے مکروہ ہی کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلالہ کرنیوالے پر اور جسکے واسطے حلال کی جاوے روایت کیا اسکو دارمی نے
حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور ابن ماجہ نے حضرت علی سے اور ابن عباس اور عقبہ بن عامر سے اور ظاہر یہ ہی کہ یہ قول مقتضی ہی تحریم کو **ص** لیکن حلال
ہو جاویگی واسطے اوّل خاوند کے اور جسوقت کہ طلاق دیا عورت آزاد کو ایک یا دو اور عدت اُسکی گذر گئی اور اُسنے دوسرے خاوند سے نکاح کیا پھر اوّل خاوند
پاس لوٹ آئی تو اب پھر اوّل خاوند مالک تین طلاق کا ہو گیا اور امام محمد کے نزدیک باقی رہیگا ایک طلاق کا اگر دو طلاق دے چکا تھا اور دو طلاق کا
اگر ایک دے چکا تھا **ف** اجماع کیا ائمہ اربعہ نے کہ دوسرا خاوند ساقط کردیتا ہی تین طلاقونکو اوّل خاوند سے تو اگر پھر وہ عورت اوّل خاوند پاس لوٹ آوے
مالک تین طلاق کا ہو جاویگا اور تین سے کم مین اختلاف ہی اور ہماری دلیل قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ لعنت کی اللہ نے حلال کرنیوالے پر
اور جسکے واسطے حلال کیجاتی ہی تو معلوم ہوا کہ دوسرا خاوند حلت کا ثابت کرنیوالا ہی اور دوسرے یہ کہ جب تین طلاق کو ساقط کردیا تو تین سے کم کو بدرجہ اولی

اب زوج اوّل کو اُس سے نکاح جائز ہی ۱۲ اور اولی یہ ہی کہ کہا جاوے کہ مراد نکاح سے آیہ کریمہ حتی تنکح مین وطی ہی اور یہ حدیث عسیلہ بیان اسکا ہی اسواسطے کہ تاسیس اولی ہی تاکید سے کلمہ زوجا غیرہ کا
سے نکاح مفہوم ہوتا ہی اگر تنکح سے بھی نکاح مراد ہو تو تاکید ہوگی اور جو تنکح سے مراد وطی ہو تو تاسیس ہوگی فافہم واللہ اعلم ۱۲ عبدہ فرمایا حضرت عائشہ نے کہ عسیلہ جماع ہی ۱۲ ک یعنی سست ہی اور قادر نہین جماع پر ۱۲ منہ رحمہ اللہ
اور اسلیے کہ یہ نکاح مؤبد نہ رہا بلکہ مثل موقت کے ہو گیا ۱۲ عبدہ یعنی نکاح کرنا نیت سے حلالہ کے حرام ہی ۱۲ منہ رحمہ اللہ شیرینی سے مراد جماع ہی ۱۲ ع مکروہ سے مراد یہان مکروہ تحریمی ہی ۱۲

ساقط کر دیگا اور بھی دلیل ہماری وہ ہی جو روایت کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین ابن عباسؓ سے اَنَّہٗ قَالَ یَھْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِی الْوَاحِدَۃَ وَالثِّنْتَیْنِ وَالثَّلٰثَ یعنی ساقط کر دیتا ہی دوسرا خاوند ایک طلاق اور دو اور تین کو اور ایسا ہی کہا ابن عمرؓ نے اور امام محمدؒ کی دلیل وہ ہی جو روایت کی بیہقی نے طریق شافعیؒ سے حمید بن عبدالرحمن اور عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار سے کہ ان سب نے سُنا ابوہریرہؓ سے کہ فرماتے تھے پوچھا مین نے عمر بن الخطاب سے اُس شخص سے کہ طلاق دیا اپنی عورت کو ایک یا دو پھر عدت اسکی گذر گئی اور نکاح کیا اُسنے دوسرے خاوند سے اور پھر نکاح کیا اُس سے اوّل خاوند نے کہا حضرت عمرؓ نے کہ وہ عورت اُتنے ہی طلاق پر ہی جتنے باقی رہے ہے اور بھی روایت کی بیہقی نے حکم بن عیینہ سے اُنھون نے یزید بن جابر سے اُنھون نے اپنے باپ سے کہ سُنا اُنھون نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہ فرماتے تھے وہ عورت اُتنے پر ہی جتنے طلاق باقی رہے ہے یہ خلاصہ ہی اُسکا جو ذکر کیا اس مقام پر زیلعی نے تخریج ہدایہ مین **ص** اور جس عورت کو تین طلاق دیے ہین اگر اُسنے بعد ایسی مدت کے کہ اُسمین حلالہ ہو سکتا ہی کہا کہ مین حلالے سے فارغ ہوئی اور خاوند کو گمان غالب ہوا کہ یہ سچی ہی تو اُسکو درست ہے کہ اُسے نکاح مین لا وے اور بعضون نے کہا ہی کہ اقل اس مدت کے اُنتالیس روز ہین اسواسطے کہ حلالے مین تین حیض اور دو طہر ضرور ہین اور اقل مدت حیض کی تین روز ہین اور طہر کی پندرہ دن تو سب ملا کر اُنتالیس روز ہوے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ص باب ایلاء کے بیان مین

ایلاء شرع مین اُسے کہتے ہین کہ خاوند قسم کھاوے کہ مدت ایلاء مین عورت سے قربت نہوگا پس نہین ایلاء ہی جو قسم کرے کم مدت ایلاء پر مدت ایلاء کی واسطے آزاد عورت کے چار مہینے ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْھُرٍ الآیۃ ترجمہ جو لوگ کہ ایلاء کرتے ہین اپنی عورتون سے انتظار ہی چار مہینے کا **ص** اور واسطے لونڈی کے دو مہینے ہین **ف** اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک مدت ایلاء کی واسطے لونڈی اور آزاد دونو کے چار مہینے ہین اور امام مالکؒ کی نزدیک مدت ایلاء کی واسطے غلام کے دو مہینے ہین اور واسطے مرد آزاد کے چار مہینے تو وہ مدت ایلاء مین اعتبار مرد کا کرتے ہین اور ہم عورتون کا **ص** اور حکم ایلاء کا یہ ہی کہ اگر وطی نہ کی چار مہینے تک تو بعد گذرنے مدت کے ایک طلاق بائن پڑ جاویگا **ف** اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہی اور ائمہ ثلثہ کی نزدیک بعد گذرنے چار مہینے کی طلاق واقع نہوگا بلکہ مولی ٹھیرایا جاویگا کہ رجوع کرے یا طلاق دیوے اور دلیل اُنکی وہ ہی جو روایت کی بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھون نے جسوقت کہ گذر جاوین چار ماہ ٹھیرایا جاویگا یہانتک کہ طلاق دیوے اور روایت کی مالکؒ نے مؤطا مین حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہ وہ فرماتے تھے جسوقت کہ ایلاء کرے مرد اپنی عورت سے تو نہ واقع ہوگا اُسپر طلاق تو اگر گذر جاوین چار مہینے ٹھیرایا جاویگا یہانتک کہ طلاق دیوے یا رجوع کرے اور روایت کی امام احمدؒ نے حدیث حبیب بن ثابتؓ سے اُنھون نے طاؤسؓ سے اُنھون نے عثمانؓ سے مانند اسکے اور جواب اسکا یہ ہی کہ معارض اسکی ہی حدیث بخاری کی وہ جو اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِیْبٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَابْنِ عُمَرَؓ قَالَا اِذَا اٰلٰی فَلَمْ یَفِیْٔ حَتّٰی مَضَتْ اَرْبَعَۃُ اَشْھُرٍ فَھُوَ تَطْلِیْقَۃٌ بَائِنَۃٌ یعنی فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہ جسوقت ایلاء کرے اور نہ رجوع کرے یہانتک کہ گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق بائن ہی اور معارض ہی روایت مالک کی وہ جو روایت کی عبدالرزاق نے معمرؓ سے اُنھون نے قتادہؓ سے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ بھی فرماتے جسوقت کہ گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور عورت حقدار ہی اپنے نفس کی اور عدت کرے مطلقہ کی اور بھی اخراج کیا عبدالرزاق نے معمرؓ سے اُنھون نے قتادہؓ سے تحقیق کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہؓ ان سب نے فرمایا کہ جسوقت گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور عورت مستحق ہی اپنے نفس کی اور عدت کرے عدت مطلقہ کی اور معارض روایت احمدؒ کی وہ جو روایت کی عبدالرزاق نے معمرؓ سے اُنھون نے عطاء خراسانی سے اُنھون نے ابی سلمۃ بن عبدالرحمن سے کہ عثمانؓ بن عفانؓ

لہ لغت مین معنی ایلاء کے قسم ہین ۱۲ ؎۲ یعنی ایلاء کرنے والا ۱۲ ؎۳ یعنی اسکو مہلت دین گے ۱۲

نزدیک کفارہ لازم نہین آتا اسواسطے کہ آگے اللہ تعالی فرماتا ہے فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ سو اگر رجوع کرین تو اللہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان اور اللہ تعالے
نے جب وعدہ کیا مغفرت کا تو اب اُسکا گناہ عفو ہوگیا اور کفارہ لازم نہ ہوگا اور ہمارا جواب یہ ہے کہ وہ وعدہ مغفرت کا آخرت مین ہے اس سبب سے
کہ حانث ہوا یمین مین اور فرمایا اللہ تعالی نے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ الآیۃ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ
حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيَاْتِ بِمَا هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ یعنی جو شخص کہ قسم کھاوے کسی امر پر اور پھر خلاف اُسکے بہتر دیکھے تو کرے
وہ کام خلاف اور کفارہ دے قسم کا اور بیان کفارہ قسم کا اور اس حدیث کا کتاب الیمین مین انشاء اللہ آویگا اور روایت کی ترمذی نے عائشہ رض سے کہ کہا
انھون نے کہ ایلاء کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیبیون سے اور حرام کیا پھر کیا حرام کو حلال اور دیا قسم کا کفارہ کہا شیخ ابن حجر نے کہ راوی اُسکے
سب ثقہ ہین اور یہ حدیث ظاہر ہے کہ ہماری مطلوب پر دلالت کرتی ہے **ص** ورنہ جزا **ف** یعنی حج کی صورت مین حج کرنا پڑیگا اور روزی کی صورت مین روزہ اور
غلام آزاد ہونے کی صورت مین غلام آزاد ہوجاویگا **ص** اور ساقط ہوجاویگا ایلاء اور اگر اس مدت مین اُس سے وطی نہ کی ایک طلاق بائن پڑجاویگا **ف**
اور دلیل اسکی اوپر گذر چکی **ص** اور قسم موقت[۲] ساقط ہوجاویگی **ف** قسم موقت اُسکو کہتے ہین کہ اُسمین کوئی مدت معین مذکور ہووے **ص** تو اگر کہا قسم خدا کی تجھسے
وطی نہ کرونگا چار مہینے تک اور وطی نہ کی تو وہ مطلقہ بائنہ ہوجاویگی جو پھر اُس سے نکاح کرے اور چار مہینے تک اُس سے نزدیکی نہ کرے طلاق واقع نہ ہوگا اور قسم مؤبد ساقط
نہ ہوگی **ف** یعنی جس قسم مین کوئی مدت مقرر نہ کرے مثلاً یون کہے قسم خدا کی مین تجھ سے قربت نہ کرونگا **ص** تو اگر بعد بائنہ ہونے اور نکاح کے پھر چار مہینے
تک اُس سے نزدیکی نہ کی پھر طلاق واقع ہوگا پھر اگر اُس سے نکاح کرے اور نہ قریب ہو چار مہینے تو پھر طلاق واقع ہوگا اور یہ تیسرا طلاق ہے اور عورت بائن ہوجاویگی
ف یعنی اب بدون حلالہ کے اُس سے نکاح درست نہین ہے **ص** اور اگر حلف مؤبد مین بعد تین طلاق کے اور حلالہ کے پھر اُس سے نکاح کیا تو ایلاء ساقط ہوجاویگا
اور قسم[۵] باقی رہیگی تو اب اگر چار مہینے تک اُس سے نزدیکی نہ کریگا طلاق واقع نہ ہوگا اسواسطے کہ ایلاء باقی نہین رہا اور اگر نزدیکی کریگا حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا
لازم ہوگی اسواسطے کہ قسم باقی ہے اور یہ صورت جب ہے کہ قسم کو سوا طلاق کے اور چیزون پر معلق کیا ہو اور اگر طلاق پر ہو **ف** جیسے کہے اگر مین تجھسے نزدیکی
کرون تو تو طالق ہے **ص** تو قسم باقی نہ رہے گی اسواسطے کہ تنجیز یعنی بالفعل تین طلاق دینا باطل کرتا ہے تعلیق کو **ف** جیسا کہ اوپر کتاب الطلاق مین بیان
کر چکے تو صورت مسئلے کی یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو تجھکو طلاق ہے اور پھر بالفعل اُسکو کسی طرح سے تین طلاق دیدیے
اور وہ عورت بعد حلالہ کے پھر نکاح مین آئی تو اب گے قربت کریگا طلاق واقع نہ ہوگا اسواسطے کہ تنجیز باطل کرتی ہے تعلیق کو **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی
زوجہ سے کہا قسم خدا کی مین تجھ سے نزدیکی نہ کرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد ان دو مہینونکے تو ایلاء ثابت ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دو مہینے مین تجھ سے قربت نہ کرونگا
اور ایکدن توقف کرکے پھر کہا قسم خدا کی مین تجھ سے دو مہینے قربت نہ کرونگا بعد اُن دو مہینونکے جو اول ہین اُسکے تو ایلاء نہ ہوگا اسواسطے کہ پہلے دن تو قسم کھائی
تھی دو مہینے پر **ف** اور دو مہینے سے ایلاء ثابت نہ ہوگا **ص** اور دوسرے دن قسم کھائی چار مہینے پر مگر ایک دن[۳] کم **ف** اسواسطے کہ اول دو مہینون سے
ایک دن گذر گیا ہے تو سب چار مہینے پورے نہ ہوے تو مدت ایلاء کی تمام نہ ہوگی **ص** اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی ایک سال تجھ سے نزدیکی
نہ کرونگا مگر ایک دن تو ایلاء ثابت نہ ہوگا **ف** اسواسطے کہ ایلاء اُسوقت ہوتا ہے کہ چار مہینے تک خاوند کو بغیر لازم ہونے جزا یا کفارہ کے امکان وطی کا
نہ ہووے اور اس جگہ ممکن ہے کہ بغیر لازم آنے کسی چیز کے ایک روز اُس سے وطی کرلے لیکن اگر ایک روز وطی کرلی اور بعد وطی کے چار مہینے یا زیادہ اُس سے

ف۱ ترجمہ ولیکن پکڑے گا اللہ تم کو اُن قسمون مین کہ مضبوط باندھا تم نے اُن کو پس کفارہ اُس کا الخ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۲ مثلاً کہا اپنی عورت سے کہ قسم خدا کی چار مہینے
تک تجھ سے وطی نہ کرونگا اور چار مہینے تک اُس سے وطی نہ کی اور وہ بائنہ ہوگئی تو اگر اب پھر اُس سے نکاح کرے اور چار مہینے تک از خود وطی نہ کرے تو طلاق واقع نہوگا
۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۳ چار مہینے کے اندر اسلیے کہ استثنا ایکروز غیر معین کا ہے ۱۲ ع ف۴ یعنی قسم مؤبد ۱۲ ف۵ واسطے عدم حنث کے ۱۲

باقی رہے تو ایلا ثابت ہوگا اسواسطے کہ اب امکان وطی کا بغیر لازم آنے جزا یا کفارہ کے جاتا رہا ہدایہ ص اگر کوئی شخص بصرہ مین ہو اور اُسنے قسم کھائی کہ مین کوفے مین نہ جاؤنگا اور عورت اُسکی کوفے مین ہو تو ایلاء نہ ہوگا ف کیونکہ ممکن ہو کہ عورت کو کوفے سے باہر نکال کر اُس سے وطی کرے ص جس عورت کو کہ طلاق رجعی دیا ہو قبل گذرنے عدت کے اُس سے ایلاء درست ہے اور جو عورت کہ اُسکو طلاق بائن دیا ہو یا اجنبیہ ہو تو اُس سے ایلاء جائز نہین ف تو اگر بعد قسم کے اُس عورت مبانہ کو یا اجنبیہ کو نکاح مین لایا اور اُس سے وطی کی حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا لازم ہوگی لیکن اگر اُس سے چار مہینے تک وطی نہ کریگا تو ایلاء نہ ہوگا اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایلاء اپنی بیبیونکے ساتھ خاص ہے نہ غیر عورتون سے ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے ایلاء کیا اور بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغر سنی عورت کے یا رتق کے ف رتق کے معنی بند ہونا اور کہتے ہین کہ یہ عورت رتقا ہے یعنی اُس سے جماع نہین کر سکتے بسبب اس بات کے کہ اُسمین سوا پیشاب کرنے کی جگہ کے اور کوئی سوراخ نہین ہوتا هكذا فی المغرب ص یا بسبب ہونے زوجہ کی چار مہینے کی راہ پر وطی سے عاجز ہووے تو اُسکا رجوع زبان سے ہوجاویگا یعنی زبان سے کہدے کہ رجوع کیا مین نے اُس سے تو اگر مدت ایلاء کی گذر جاوے طلاق واقع نہ ہوگا جبتک عاجز ہے تو اگر قبل مدت گذرنے کے وطی پر قادر ہوگیا اور عذر جاتا رہا تو اب رجوع اُسکا بغیر وطی کے نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے تو اگر نیت کی طلاق کی تو ایک طلاق بائن پڑجاویگا اور اگر نیت کی ظہار کی یا تین طلاق کی یا جھوٹ کہنے کی تو جو نیت کی ہے اُسکے موافق پڑیگا ف اور مروی ہے مؤطا مین کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ مین کہ وہ تین طلاق ہین اور یہ سبب ہے کہ نیت کرے تین طلاق کی اور دلیل اسپر اثر حضرت عمرؓ کا ہے کہ جو شخص کہے عورت سے اَنْتِ حَرَامٌ تو وہ حرام ہے اور جو شخص کہے اَنْتِ بَائِنَةٌ تو وہ بائنہ ہے اور جو شخص کہے اَنْتِ طَالِقٌ ثَلٰثًا تو تین طلاق پڑجاوینگی تو لازم آویگا ہر شخص کو جیسا اُسنے لازم کیا اپنے اوپر اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ وہ کہتے تھے اَنْتِ حَرَامٌ قسم ہے کفارہ دے اُسکا اور ایک روایت مین ہے کہ جس شخص نے حرام کیا اپنے اوپر اپنی عورت کو سو وہ کچھ نہین ذکر کیا ان سب آثار کو کشف الغمہ مین اور ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ مدار نیت پر ہے ص اور اگر نیت کی اپنے اوپر حرام کرنے کی یا کچھ نیت نہ کی تو وہ ایلاء ہوجاویگا اور بعضون کے نزدیک اگر زوجہ سے کہا تو مجھپر حرام ہے یا کہا کہ جو مجھ پر حلال ہے وہ میرے اوپر حرام ہے یا کہا کہ جو میرے سیدھے ہاتھ مین ہو وہ مجھ پر حرام ہے طلاق واقع ہوجاویگا

بغیر نیت کے واسطے عرف کے اور استعمال کے اور اسی پر فتویٰ ہے

باب خلع کے بیان مین

ف خلع کہتے ہین زوجیت زائل کرنے کو مقابلے مین اُس مال کے کہ خاوند زوجہ سے لیتا ہے ص نہین حرج ہے ساتھ خلع کے وقت حاجت کے ف مثلاً آپس مین ایسی لڑائی پڑجاوے کہ اصلاح اُسکی نہو سکے اور بدون حرج کے خلع مکروہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورتین کہ شرارت کرتی ہین اپنے خاوندون سے اور جو عورتین کہ خلع کرتی ہین وہ ہی عورتین منافق ہین اور مراد اس سے یہی ہے کہ بغیر حاجت کے ہووے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ یعنی اگر تم خوف کرو اس بات کا کہ نہ قائم کر سکینگے حدین اللہ کی تو نہین ہے گناہ اُن دونو پر اُس چیز مین کہ بدلہ دیوے عورت ساتھ اُسکے اور روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ عورت ثابت بن قیس کی آئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور کہا یا رسول اللہ ثابت بن قیس نہین عیب لگاتی ہون مین اُسپر خلق و دین مین ولیکن مین مکروہ جانتی ہون ناشکری کو شوہر کی اسلام مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مسئلہ ۵۱ اور جو چار مہینے سے کم رہا تو ایلاء نہ ہوگا ۱۲ مسئلہ ۵۲ تو جب کوئی شخص اپنی منکوحہ سے کہے کہ تو مجھپر حرام ہے اور یہ حرام اُسکے نزدیک طلاق کے معنو مین ہو لیکن اُسنے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو طلاق پڑجاویگا اور عرف کی رو سے طلاق کی نیت کرنیوالا ٹھہر الیا جاویگا یعنی اگر اُسکے علم مین حرام کے معنے طلاق کے ہونگے تو طلاق ہوجاویگا گو اُسنے ان لفظون سے طلاق کی نیت نہ کی ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ مسئلہ ۵۳ اور خاوند طلاق نہ دیوے ۱۲

کیا رد کریگی تو اُسپر باغ اسکا کہا ہان پھر فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت کو قبول کر باغ اور دی اُسکو طلاق روایت کیا اِسکو بخاری نے اور ایک روایت
مین اُسکی ہی کہ حکم کیا ثابت کو طلاق دینے کا اُس عورت کے اور ایک روایت مین ابن ماجہ کی ہی کہ ثابت بن قیس تھا بدصورت اور عورت نے اُسکی کہا کہ اگر نہوتا خوف
اللہ کا تو جب آتا میرے پاس تو تھوکتی مین منھ پر اُسکے اور امام احمدؒ کی روایت مین ہی کہ یہ اوّل خلع تھا اسلام مین اور نام ثابت بن قیس کی بیوی کا جمیلہ
بنت عبداللہ بن اُبی ہی اور دارقطنی نے اخراج کیا کہ نام اُسکا زینب ہی اور ایک روایت مین ابو داؤد اور ابن حبان اور بیہقی کی ہی کہ نام اُسکا حبیبہ بنت
سہل تھا کہا شیخ ابن حجرؒ نے کہ شاید اُسکے دو نام ہین[1] اور ایک حدیث مین حبیبہ واقع ہی اور وہ جو مجکو ظاہر ہوا یہ کہ ثابت بن قیس کے دو قصے ہین کہ دو عورتون مین
اُسکی واقع ہوے کیونکہ دونون طریقے صحیح ہین ص بدلے مین اُس مال کی کہ صلاحیت رکھتا ہی مہر ہونے کی اور ایک طلاق بائن خلع سے پڑ جاویگا ف اور
یہی مشہور ہی قول امام شافعیؒ کا اور ایک روایت مین اُنسے اور امام احمدؒ کے نزدیک خلع فسخ[2] ہی اور طلاق نہین ہی تو بعد دو طلاق کی اگر خلع کیا تو اُنکے نزدیک
پھر نکاح کرنا اُس سے درست ہی اور ہمارے نزدیک درست نہین اور استدلال دونون مذہب کا اُسی آیت سے ہی جو خلع مین وارد ہوئی ہے اور طریقہ
استدلال کتب اصول مین مذکور ہی اور بھی امام شافعیؒ دلیل لاتے ہین اثر ابن عباسؓ سے کہ وہ پوچھے گئے ایک شخص سے کہ دو طلاق دے اپنی عورت کو
پھر خلع کرے اُس سے آیا درست ہی کہ اب اُس سے نکاح کرے تو فرمایا اُنھون نے کہ ہان درست ہی چاہے نکاح کرلے اُس سے روایت کیا اِسکو ابن الجوزی نے اور
اخراج کیا اسکا عبدالرزاق نے اور روایت کی دارقطنی نے ابن عباسؓ سے کہ خلع فرقت ہی اور ایسا ہی مروی ہی حضرت عثمانؓ سے اور دلیل ہماری
وہ ہی جو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلع ایک طلاق بائن ہی اور روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے سنن مین عباد
ابن کثیر سے اُنھون نے ایوب سے اُنھون نے عکرمہ سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خلع کو ایک طلاق بائن اور روایت کیا اِسکو
ابن عدی نے کامل مین اور ضعیف کیا اسکو ساتھ عباد بن کثیر ثقفی کے اور روایت کی بخاری سے کہ وہ متروک ہی اور کہا نسائی نے متروک الحدیث ہی اور
شعبہ سے کہ اُنھون نے کہا کہ پرہیز کرو اُسکی حدیث سے اور سکوت کیا اُس سے دارقطنی نے اور ایک طریقہ اس حدیث کا صحیح ہی وہ جو روایت کی
عبدالرزاق نے سعید بن المسیبؒ سے مرسلاً تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خلع کو ایک طلاق بائن اور یہ مرسل ہی صحیح اور مرسل ہمارے
نزدیک حجت ہے خصوصاً جب کہ مؤید ہو اُسکی حدیث مسند اور حکم کیا امام شافعیؒ نے بھی کہ مراسیل سعید بن المسیبؒ کے اُنکو حکم وصل کا ہی کیونکہ مین نے
اُنکو مسانید پایا اور حدیث ثابت بن قیس کی جو اوپر گذری ہمارے مذہب پر دلالت کرتی ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عثمانؓ سے کہ اُنھون نے
کیا خلع کو ایک طلاق اور حضرت ابن مسعودؓ سے کہ اُنھون نے کہا نہین ہوتا ہی طلاق بائن مگر فدیے[3] مین یا ایلا مین اور ایسا ہی روایت کی
حضرت علیؓ سے اور تفصیل کی اسکی اِس مقام مین شیخ ابن الہمامؒ نے[4] ص اور اگر شرارت خاوند کی طرف سے ہی تو بدلہ خلع کا لینا مکروہ ہی ف
تحریماً اسواسطے کہ روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین اَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اِذَا کَانَ الظُّلْمُ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَۃِ فَقَدْ حَلَّتْ لَکَ
الْفِدْیَۃُ وَاِنْ کَانَ مِنْ قِبَلِ الرَّجُلِ فَلَا تَحِلُّ لَہُ الْفِدْیَۃُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاْخُذُ یعنی کہا ابراہیم نخعیؒ نے کہ جب ہووے ظلم طرف سے عورت کی تو حلال
ہے تجکو فدیہ لینا اور اگر ہو طرف سے مرد کے تو نہین حلال ہی اُسکو فدیہ کہا محمدؒ نے اسی سے ہم اخذ کرتے ہین ص اور اگر شرارت طرف سے عورت
کے ہووے تو جتنا مہر دیا ہی اُس سے زیادہ لینا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق
نے قصۂ ثابت بن قیس مین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اُنکی عورت سے کیا پھیر دیتی ہے تو اُسپر اُسکے باغ کو کہ اُسنے تجکو مہر مین دیا ہی
کہا اُسنے ہان اور کچھ زیادہ تو فرمایا آپ نے کہ زیادہ نہین اور نکالا اسکو دارقطنی نے اسی طرح اور کہا کہ اسناد کی اُسکی ولید نے ابن جریج سے اُنھون نے

[1] بلکہ تین نام ہین ۱۲ [2] یعنی فسخ نکاح کا ہی ۱۲ [3] اور فدیے سے مراد خلع ہی ۱۲ [4] فتح القدیر مین ۱۲

عطار سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے اور مرسل صحیح ہے اور نکالا ابن الجوزی نے طریق دارقطنی سے ابی الزبیر سے کہ ثابت بن قیس بن شماس تھی اُنکے پاس زینب بنت عبد اللہ ابن اُبی بن سلول اور مہر مین دیا تھا اُسکو ایک باغ تو مکروہ جانا اُسکو اُسکی عورت نے تب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا پھیر دیتی ہے تو اُسپر باغ کو کہا اُسنے ہان اور کچھ زائد تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیکن زیادتی تو نہین تب لے لیا اُس باغ کو ثابت نے اور چھوڑ دیا اُسکو آخر حدیث تک کہا ابن الجوزی نے کہ اسناد اِسکی صحیح ہے اور کہا دارقطنی نے کہ سُنا اُسکو ابو زبیر نے کتنے لوگون سے اور بھی نکالا دارقطنی نے اپنی سند سے عطار سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ لیوے مرد اُس عورت سے جس سے خلع کرے زیادہ اُس سے کہ دیا ہے اُسکو اور روایت کیا اِسکو ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے اور اسمین ہے کہ حکم کیا ثابت کو کہ لے لیوے باغ اپنا اور نہ زیادہ لیوے کہا بعض محققین نے کہ نہین شک ہے ثبوت اِس زیادت مین ساتھ مرسل صحیح کے کہ مؤید ہوگئی ساتھ مسند اور مرسل کے اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین اور امام ابو حنیفہؒ نے مسند مین اور عبد الرزاق نے اور وکیع نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اُنھون نے نہ لیوے مرد عورت سے زیادہ اُس سے کہ دیا ہے اور جامع صغیر مین روایت ہے امام ابو حنیفہؒ سے کہ مکروہ نہین اور اِس روایت کی دلیل اطلاق آیت ہے اور دوسرے یہ کہ روایت کی ابن الجوزی نے ابو سعید خدریؓ سے کہا اُنھون نے تھی بہن میری زوجیت مین ایک مرد انصاری کے کہ نکاح کیا تھا اُس سے باغ پر آخر حدیث تک یہانتک کہ فرمایا اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا پھیر دیتی ہے تو اُسکو باغ اور وہ طلاق دے تجکو کہا اُسنے ہان اور زیادہ کرتی ہون تب فرمایا آپ نے کہ پھیر دے اُسپر باغ اور زیادہ کر اُسپر لیکن یہ حدیث صحیح نہین اسناد مین اِسکی عطیہ عوفی ہے کہا ابن حبان نے کہ نہین حلال ہے لکھنا اُسکی حدیث کا اور بھی اسناد مین اِسکی حسن بن عمارہ ہے کہا بقیہؒ نے کذاب ہے واللہ اعلم ص اور اگر طلاق دیا عورت کو مال پر یا مال کے ساتھ اور زوجہ نے قبول کیا طلاق بائن واقع ہوگا اور زوجہ پر مال لازم ہوگا اور جو شراب یا سؤر پر طلاق دیا تو طلاق رجعی واقع ہوگا اور زوجہ پر کچھ لازم آویگا اور اگر شراب یا سؤر پر خلع کیا تو عورت کو طلاق بائن واقع ہوگا ف کیونکہ حدیث مین ہے کہ خلع ایک طلاق بائن ہے ص اور زوجہ پر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر زوجہ نے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ مین ہے اُسکے بدلے مین خلع کر لے اور خاوند نے قبول کیا اور عورت کے ہاتھ مین کچھ نہ نکلا ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور زوجہ پر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر عورت نے کہا کہ خلع کر مجھ سے اُس مال پر جو میرے ہاتھ مین ہے یا اُن درہمون پر جو میرے ہاتھ مین ہین اور خاوند نے خلع کیا اور عورت کے ہاتھ مین کچھ نہ نکلا تو اوّل صورت مین جو کچھ مہر سے لیا ہے پھیر دیوی اور دوسری صورت مین تین درم دیدیوے ف اِسواسطے کہ اقل جمع کے تین ہین اور اگر خلع کیا عورت نے خاوند سے اِس بات پر کہ جو کچھ اُسکے گھر مین ہے وہ خاوند کے واسطے ہے تو جائز ہے اور جو کچھ اُس ساعت مین گھر مین ہوگا تو وہ خاوند کا ہے اور اگر کچھ نہ نکلا تو عورت پر کچھ نہین اور اگر زوجہ نے خلع کیا اُسپر جو کچھ گھر مین ہے مال وغیرہ سے تو خاوند کو جو کچھ ہوگا دیدیا جاویگا اور اگر کچھ نہ نکلا تو جتنا مہر کہ خاوند سے لیا ہے وہ خاوند کو پھیر دیگی ھکذا فی الکفایۃ ص اگر عورت نے ایک غلام پر جو بھاگ گیا ہے خاوند سے خلع کیا طلاق واقع ہوگا اور اُس غلام کا تسلیم کرنا عورت کو واجب ہوگا اگر اُسپر قادر ہوا ور قیمت اُسکی اگر اُسکی تسلیم سے عاجز ہووے اگرچہ عورت نے شرط لگائی ہو کہ مین اُسکی تسلیم کی ضمان سے بری ہون اور اگر کسی عورت نے خاوند سے کہا طلّقنی ثلٰثًا بالفٍ یعنی تین طلاق دے مجکو بدلے مین ہزار روپے کے اور خاوند نے اُسکو ایک طلاق دیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور عورت پر تہائی حصہ ہزار روپے کا لازم ہوگا اور اگر کہا عورت نے طلّقنی ثلٰثًا علی الفٍ یعنی تین طلاق دے مجکو اوپر ایک ہزار روپے

ف بقیہ نام راوی کا ہے ۱۲ ف یعنی اگرچہ عورت نے یہ شرط کی خلع مین کہ مین تسلیم عبد آبق کی ضامن ذمہ دار نہین ہون مگر یہ شرط فاسد ہے اور شرط فاسد سے خلع باطل نہین ہوتا بس بدل خلع غلام در اُسکے ذمہ واجب ہوگا یعنی درصورت قدرت عبد کو در کو تسلیم کرنا اور درصورت عجز قیمت اُسکی دینا لازم ہوگا ۱۲ ف یعنی مکروہ نہین زیادہ مہر سے لینا ۱۲

عطیہ عوفی

حسن بن عمارہ

کے اور خاوند نے اُسکو ایک طلاق دیدیا تو اس صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگا نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور عورت پر کچھ نہ لازم آویگا اور صاحبین
کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور تہائی ہزار روپے کی زوجہ پر لازم ہوگی اور اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تین طلاق دیوا اپنے تئین بدلے مین
ہزار کے یا اوپر ایک ہزار کے اور عورت نے اپنے کو ایک طلاق دیا تو کچھ واقع نہ ہوگا اور اگر مرد نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہی اور اوپر تیرے ہزار ہین یا لونڈی
سے کہا کہ تو آزاد ہی اور اوپر تیرے ہزار ہین تو زوجہ پر طلاق واقع ہوجاویگا اور لونڈی آزاد ہوجاویگی برابر ہی کہ قبول کیا ہو ہزار کو یا نہ کیا ہو اور صاحبین
کے نزدیک اگر زوجہ اور لونڈی نے ہزار قبول کیے مین تو ہزار اُنپر لازم آوینگے اور اگر قبول نہین کیا تو زوجہ پر طلاق واقع نہ ہوگا اور لونڈی آزاد نہوگی
اور خلع عورت کے حق مین معاوضہ ہی یہانتک کہ صحیح ہی کہ عورت قبل قبول کرنے خاوند کے رجوع کر جاوی جبکہ ایجاب عورت کی طرف سے ہووے
ف تو اگر کسی عورت نے خاوند سے کہا کہ خلع کرلے مجھسے اتنے مال پر اور قبل قبول کرنے خاوند کے پھر گئی تو جائز ہوگا ص اور شرط خیار کی
صحیح ہی واسطے عورت کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور نزدیک صاحبین کے صحیح نہین ف تو اگر خاوند نے عورت سے کہا کہ تو طالق ہی اوپر ہزار روپے
کے اور تجھکو خیار ہی تین دن تک تو اگر عورت رد کرے خیار کو تین دن مین باطل ہوگا اور اگر رد نہ کیا تین دن تک تو اُسکو طلاق پڑجاویگا اور ہزار روپے
لازم آوینگے ص اور جبکہ ایجاب عورت کی طرف سے ہو تو ضرور ہے قبول کرنا خاوند کا مجلس مین ف تو اگر بعد اختلاف مجلس کے قبول کریگا معتبر ہوگا
ص اور خاوند کے حق مین یمین ہی تو جب ایجاب خاوند کی طرف سے ہو تو نہین صحیح ہی رجوع اُسکا قبل قبول کرنے عورت کے اور نہین صحیح ہی شرط خیار
کی واسطے خاوند کے اور قبول زوجہ کا مقید ساتھ مجلس کے نہ ہوگا ف تو اگر عورت بعد اختلاف مجلس کے قبول کرے جائز ہوگا ص اور جانب
غلام کا عتاق مین مال پر بمنزلہ جانب عورت کے ہے طلاق مین تو غلام کی طرف سے معاوضہ ہوگا اور مولی کی طرف سے یمین ہوگی ف تو صحیح ہوگا
رجوع کرنا غلام کا قبل منظور کرنے مولی کے اور خیار ہوگا غلام کو اور ضرور ہوگا قبول مولی کا مجلس مین اور نہین صحیح ہوگا رجوع مولی کا قبل
قبول کرنے غلام کے اور نہین صحیح ہوگی شرط خیار کی واسطے مولی کے اور نہ موقوف ہوگا منظور کرنا غلام کا مجلس مین ص اور اگر مرد نے اپنی عورت
سے کہا کہ کل مین نے تجکو ہزار درہم پر طلاق دیا تھا اور تو نے قبول نہین کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو قول خاوند کا ساتھ قسم
کے مقبول ہوگا اور اگر بایع نے مشتری سے کہا کہ کل اس غلام کو بدلے مین ہزار درم کے تیرے ہاتھ بیچا تھا اور تو نے قبول نہین کیا تھا اور مشتری
نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو قول مشتری کا قبول ہوگا ساتھ قسم کے ف اور وجہ فرق کی دونون مسئلون مین اصل مین مذکور ہی ص اور خلع
اور مبارات ف اور وہ یہ ہی کہ ہر ایک دوسرے کو بری کردی ص ساقط کردیتی ہین ہر حق کو جو ایک دوسرے پر ہے اُن حقوق مین سے جو متعلق
ہین نکاح کی ف مثلاً ایک عورت کا مہر ہزار درہم تھا اور اُسنے قبل لینے مہر کے سو درم پر خاوند سے خلع کیا تو خاوند پر کچھ مہر و نفقہ لازم نہ آویگا اور اگر
بعد لینے مہر کے سو درم پر خلع کیا تو خاوند کو سوا سو درم کے اور کچھ نہ ملیگا ص اور جو حقوق کہ نکاح سے متعلق نہین جیسے قیمت اُن اسباب کی کہ زوجہ نے
خاوند سے اُسکو خریدا ہی ساقط نہونگے اور مہر و نفقہ ساقط ہوجاوینگے اور لیکن نفقہ ایام عدت کا تو نہین ساقط ہوگا بغیر ذکر کے ایسا ہی ہی ذخیرے مین
اور مہر ساقط ہوجاویگا بغیر ذکر کے اور اگر باپ نے اپنی لڑکی نابالغہ کی طرف سے اُسکے خاوند سے خلع کیا تو لڑکی پر کچھ لازم نہ آویگا اور مہر اُسکا ساقط
نہ ہوگا اور طلاق پڑجاویگا اُسپر صحیح روایت مین ف اور بعضون نے کہا ہی کہ طلاق واقع نہ ہوگا اور اول صحیح ہی جیسا کہ ہدایہ مین ہی اور مراد طلاق سے
طلاق بائن ہی ص اور اگر باپ بدل خلع کا ضامن ہوگیا ہی تو صحیح ہے اور اُسپر مال لازم آویگا ف اور مہر ساقط نہ ہوگا ہدایہ ص اور

ساہ اور وجہ فرق اور دلائل دونون مذہب کے اصل مین مذکور ہین ۱۲ ساہ دلیل اسکی اصل مین مرقوم ہی ۱۲ ساہ دلیل اسکی اصل مین مرقوم ہی ۱۲ ساہ اس لیے کہ مہر تحت ولایت
اب کے داخل نہین ۱۲ ساہ یعنی نفقہ ایام گذشتہ ۱۲ ساہ اُسپر یعنے باپ پر ۱۲

اگر شرط کیا بدل خلع کو اُس لڑکی پر پس اگر قبول کیا اُسنے اور وہ اہل قبول سے ہے تو اُسپر طلاق پڑجاویگا اور مال لازم نہ آویگا **ف** یعنے وہ اہل قبول سے ہو مثلاً جانتی ہو کہ خلع کیا چیز ہے اور نکاح کیا چیز ہے تو اگر اُس بدل کو زوجہ کی طرف سے باپ نے قبول کیا تو اُسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین طلاق واقع نہ ہوگا اور ایک روایت مین طلاق واقع ہوگا **ہدایہ**

ص باب ظہار کے بیان مین

ظہار شرع مین کہتے ہین اُسکو کہ مرد تشبیہ دے اپنی زوجہ کو یا اُسکے اُس عضو کو[1] جس سے کُل زوجہ سے تعبیر کرتے ہین یا کسی عضو شائع کو اُس سے **ف** مثلاً یون کہے کہ ثلث تیرا یا ربع تیرا **ص** ساتھ اعضاے محارم کے کہ اُسپر نظر کرنا اُسکو حرام ہوچکا ہے وہ محارم رضاعی ہون یا نسبی **ف** تو اگر تشبیہ ندی اور کہا کہ تو میری مان ہے یا بہن ہے یا بیٹی ہے تو ظہار نہ ہوگا اور اگر عورت کہے کہ تو میرے اوپر ایسا ہے جیسے پشت میری مان کی تو کچھ نہین **ص** تو اگر کہے کہ تو اوپر میرے مثل پشت یا شکم میری مان یا بہن یا پھوپھی کے ہے یا کہے سر تیرا یا فرج تیری مثل پشت یا شکم یا ران یا فرج میری مان یا بہن یا پھوپھی کے یا کہے نصف تیرا یا ثلث تیرا مثل پشت یا شکم میری خالہ یا بہن کے ہے تو ظہار ثابت ہوگا اور حرام ہوگی وطی اُس سے اور دواعی وطی یہانتک کہ کفارہ دیوے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ الآية یہانتک کہ کہا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا **ص** تو اگر وطی کی قبل کفارہ دینے کے استغفار مانگے اور کفارہ دیوے ظہار کا فقط اور اُس وطی حرام کے بدلے مین کچھ دینا لازم نہ آویگا **ف** اسواسطے کہ روایت ہے سلمہ بن صخر سے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس مظاہر مین کہ جماع کرے قبل کفارہ دینے کے کہا کہ ایک ہی کفارہ ہے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ہدایہ مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے اُسکے استغفار کر اللہ سے اور نہ عود کر یہانتک کہ کفارہ دے اور روایت کی مانند اُسکے ابن عباسؓ سے کہ ایک مرد نے ظہار کیا عورت سے اپنی پھر جا پڑا اُسپر پھر آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور عرض کیا مین جا پڑا اُسپر کفارہ دینے کے پہلے فرمایا پھر نہ پاس جا اُسکے جبتک کرے تو جو حکم فرمایا تجکو اللہ نے اخراج کیا اسکا جماعت نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی نے اور ترجیح دیا نسائی نے ارسال کو اسکے اور روایت کیا اسکو بزار نے ایک دوسرے طور سے نقل کی اُسنے ابن عباسؓ سے اور زیادہ کیا اُسمین کفارہ دے اور اعادہ نہ کر اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین اَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يُظَاهِرُ مِنِ امْرَاَتِهِ ثُمَّ يَقْرَبُهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ قَالَ قَدْ اَسَآءَ وَلَا يَعُدْ **ص** اور پھر وطی نہ کرے جبتک کفارہ نہ دے لیوے اور جبتک کہ مرد بعد ظہار کے قصد وطی کا نہ کرے کفارہ لازم نہ ہوگا **ف** اور قبل کرنے قصد وطی کے کوئی خاوند جورو مین سے مرجاوے کفارہ لازم نہ آویگا اور اگر بعد قصد وطی کے پھر جزم کرے کہ ہرگز اُس سے وطی نہ کرونگا تو بھی کفارہ ساقط ہوگا اور اگر ظہار مُوقت کیا جیسے کہے کہ تو میرے اوپر مانند پشت میری مان کے ہے ایک سال تک تو اب سال کے اندر قبل کفارہ دینے کے وطی حرام ہے اور بعد سال گذر جانے کے قبل کفارہ دینے کے وطی درست ہے اسواسطے کہ اب کفارہ ساقط ہوگیا بسبب گذر جانے وقت کے اور عورت کو مطالبہ کفارہ کا خاوند سے پہونچتا ہے اور حاکم خاوند پر جبر کریگا کفارہ پر قید اور ضرب سے اور نکاح باقی رہیگا اور یہ حرمت بغیر دینے کفارہ کے زائل نہ ہوگی اور اسیواسطے اگر عورت سے ظہار کرکے اُسکو طلاق دیدیا اور پھر اُس سے نکاح کیا بعد عدت کے یا دوسرے خاوند کی طلاق کے بعد تو اب بھی وطی اُسکو حرام ہے یہانتک کہ کفارہ دیوے **جامع الرموز ص** اور یہ جتنے الفاظ گذر چکے سواے ظہار کے اور کچھ نہ ہونگی برابر ہے کہ نیت کرے ظہار کی یا کچھ نیت نہ کرے اور طلاق اور ایلا نہ ہوگی اور اگر اپنی زوجہ سے کہا کہ تو اوپر میرے مثل میری مان کے ہے

---

[1] مثل راس اور رقبہ اور وجہ اور فرج وغیرہا کے ۱۲ **منہ** [2] جیسے بوسہ ومس وغیرہ ۱۲ **منہ** [3] حکم فرمایا یعنے کفارہ ۱۲

تو اُسکی نیت پر مدار ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میری نیت کراہت کی تھی تو ویسا ہی ہوگا اور اگر کہا کہ مین نے ارادہ ظہار کا کیا تھا تو ظہار ہوجاویگا اور اگر کہا کہ مین نے ارادہ طلاق کا کیا تھا تو طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ تھی تو لغو ہوجاویگا **ف** نزدیک شیخینؒ کے اسواسطے کہ اُسکو محمول کرسکتے ہین کراہت پر اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہوگا ہدایہ **ص** اور اگر اپنی زوجہ سے کہا تو اوپر میرے حرام ہے مثل میری مان کی تو جیسی نیت ہوگی ظہار یا طلاق وہی ہوگا **ف** اور اگر کچھ نیت نہ ہوگی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایلاء ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہدایہ **ص** اور اگر کہا کہ تو اوپر میرے حرام ہے مانند پشت میری مان کے تو ظہار ہوگا اگرچہ نیت کی طلاق یا ایلاء کی اور سوا ظہار کے کچھ نہ ہوگا **ف** نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور نزدیک صاحبینؒ کے اُسکی نیت پر رہیگا لیکن فرق یہ ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک جب نیت طلاق کی کریگا تو ظہار نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونون ہوجاوینگے ہدایہ **ص** اور خاص ہے ظہار اپنی زوجہ سے تو لونڈی سے اگر ظہار کیا کچھ لازم نہوگا **ف** روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین امام ابو حنیفہؒ سے اُنھون نے حماد سے اُنھون نے ابراہیم سے کہ ظہار لونڈی سے واقع ہوگا اگر ظہار کرے اُس سے خاوند اُسکا اور نہ واقع ہوگا ظہار اگر ظہار کرے اُس سے مولی اُسکا کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ اور لونڈی زوجہ نہین کہ اُسپر ظہار واقع ہووے اور یہی قول ہے امام صاحب اور سعید بن المسیب اور مجاہد اور عامر شعبی کا انتہی اور امام مالکؒ کے نزدیک ظہار لونڈی سے ہوجاتا ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک نہین ہوتا اور ایسا ہی کہا عکرمہ نے ذکر کیا اسکو بخاری نے تعلیقاً اور مجاہد نے اخراج کیا اسکا سعید بن منصور سے **ص** اگر نکاح کیا ایک عورت سے بغیر اسکے حکم کے پھر ظہار کیا اُس سے اور پھر عورت نے اجازت دی نکاح کی تو ظہار باطل ہے اور اگر اپنی عورتون سے کہا کہ تم اوپر میرے مانند میری مان کی پشت کے ہو تو یہ ان سب سے مظاہر ہوجاویگا اور اُسکو ہر ایک کی طرف سے جدا جدا کفارہ لازم ہوگا **ف** روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین اَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا ظٰهَرَ الرَّجُلُ مِنْ اَرْبَعِ نِسْوَةٍ فَعَلَيْهِ اَرْبَعُ كَفَّارَاتٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ یعنی کہا ابراہیم نخعی نے کہ جسوقت ظہار کیا مرد نے چار عورتون سے تو اُسپر چار کفارے ہین

فصل کفارہ ظہار کے بیان مین

ص کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ ایک رقبہ آزاد کرے **ف** تو اگر نہ پاوے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینون کا کھانا کھلاوے اسواسطے کہ کلام اللہ مین ایسا ہی وارد ہوا ہے **ص** مسلمان ہو یا کافر اور امام شافعیؒ کے نزدیک کافر درست نہین **ف** اور دلیل ہماری اطلاق ہے آیت کا **ص** عورت ہو یا مرد چھوٹا ہو یا بڑا اگرچہ اونچا سنتا ہو اور اگر بہرا ہو یعنی بالکل نہ سنتا ہو تو جائز نہین اور جائز ہے کانا جسکی ایک چشم درست ہے اور جسکا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہو خلاف سے **ف** یعنی داہنا ہاتھ اور بایان پیر کٹا ہو اور یا بایان ہاتھ اور داہنا پیر کٹا ہو **ص** اور وہ مکاتب جسنے کچھ ادا نہین کیا **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جب تک کہ اُسپر ایک درم باقی ہے روایت کیا اُسکو ابوداود نے حدیث عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے **ص** اور جائز ہے کہ اپنا قریب رشتہ دار جیسے باپ یا بیٹا نیت کفارہ خرید کرکے کفارہ مین دیوے **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہین تو اگر بغیر نیت کفارے کے خرید کیا کفارہ نہوگا اگرچہ پھر نیت کفارے کی کرلے **جامع الرموز** **ص** اور بھی درست ہے کہ پہلے آدھا غلام آزاد کرے اور پھر باقی آزاد کردے اور جائز نہین وہ غلام یا لونڈی جسکی جنس منفعت فوت ہو مثلاً دیوانے لا یعقل کو کفارہ مین آزاد کرے اور یا اندھے کو تو جو شخص کبھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبھی ہوش والا تو اُسکو آزاد کردینا جائز ہے اور بھی جائز نہین وہ رقبہ کہ دونون ہاتھ یا دونون پیر اُسکے یا دونون

لہ بہ نسبت اپنے سید کے نہ بہ نسبت اپنے زوج کے ۱۲ لہ جو کفارہ ظہار مین وارد ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا الآية ۱۲ لہ عبدہ لہ بسبب فوت ہونے جنس منفعت کے ۱۲ لہ یعنی ذی رحم محرم ۱۲ ع لہ رقبہ کے معنے غلام یا لونڈی ۱۲

انگوٹھے ہاتھ کے ف یا تین انگلیان ہر ہاتھ سے ص یا ایک ہاتھ اور ایک پیر ایک ہی طرف سے کٹے ہون اور بھی جائز نہین کہ مدبر کو کفارے مین آزاد
کرے ف مدبر اُس غلام کو کہتے ہین کہ مولی اُس سے کہدے کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہے اور اسکا بیان آگے آویگا ص اور نہ وہ مکاتب جس نے کچھ
بدل کتابت ادا کیا ہے اور نہ وہ غلام کہ مشترک ہو اور اپنا حصہ آزاد کردے پھر باقی کو آزاد کرے بعد ضمان کے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے
نزدیک جائز ہے اگر آزاد کرنیوالا مالدار ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہو جاویگا تو گویا اُسنے کل غلام آزاد کیا اور اگر مفلس ہو تو اُنکے نزدیک بھی
جائز نہین اور اگر آدھا غلام آزاد کیا نیت کفارہ سے اور پھر باقی غلام بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کیا تھا آزاد کیا تو بھی جائز نہین اسواسطے کہ
آزاد کرنا قبل جماع کے چاہیے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہو جاویگا اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بعض آزاد کرنیسے کل آزاد ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ
عاجز ہو رقبہ آزاد کرنے سے ف یعنی بعد رکھ لینے خرچ حاجت اصلی کے جیسے کپڑے پہننے کے یا گھر رہنے کا اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ پیشے والا ایک روز
کی خوراک رکھے اور غیر پیشے والا ایک مہینے کی محیط ص دو مہینے لگاتار روزے رکھے کہ اُن مہینون مین رمضان اور دو روز عید کے اور تین دن ایام
تشریق کے نہ آوین اور اگر اُن دنون مین ایک روز بھی افطار کیا اگرچہ عذر سے ہو یا وطی کی رات مین قصداً یا دن مین سہواً تو پھر سر سے
روزے شروع کرے یعنی اُن روزون کو جو پہلے رکھ چکا ہے کفارے مین شمار نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر شروع نہ کرے اور اُن روزونکو
ملا کے تمام کر دیوے ف جامع الرموز مین لکھا ہے کہ اگر اثناے کفارہ مین اخیر روزے مین آفتاب کے غروب تک غلام کے آزاد کرنے پر
قادر ہو جاوے تو عجز ثابت نہ ہوگا ص اور اگر روزے سے عاجز ہو تو آپ کھلاوے یا اُسکا نائب ساٹھ مسکینون کو ہر ایک کو بقدر صدقہ
فطر کے ف یعنی گیہون سے نصف صاع اور جو اور خرمے سے ایک صاع اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ
مِسْكِينًا یعنی جو شخص کہ طاقت نہ رکھے روزے کی تو کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینون کا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث
اوس بن صامت اور سہیل بن صخر مین کہ واسطے ہر مسکین کے نصف صاع ہے گیہون سے ایسا ہی ہے ہدایہ مین کہا زیلعی نے تخریج مین اور صواب سلمہ بن صخر
ہے اور ہدایہ مین سہیل بن صخر واقع ہے اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کیا طبرانی نے معجم مین اوس بن صامت سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے کھلا تو ساٹھ مسکینون کو تیس صاع تو کہا اُسنے کہ نہین مالک ہون مین اسکا مگر یہ کہ اعانت کیجیے آپ میری یا رسول اللہ تو اعانت کی اُسکی نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ساتھ پندرہ صاع کے اور اور لوگون نے یہانتک کہ پہنچ گیا تیس صاع تک اور سنن ابو داود مین ہے کہ حضرتؐ نے اُنکی بیوی سے کہا کہ لیجا یہ عرق کھجور کا
اور کھلا دے اسکو ساٹھ مسکینون کو اور وہ عرق ساٹھ صاع کا تھا اور عرق کہتے ہین زنبیل کو ص اور اگر ہر ایک کو قیمت صدقہ فطر کی دیدیوے
تو بھی درست ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دینا قیمت کا درست نہین اور اگر ہر ایک کو صبح و شام پیٹ بھر کھانا کھلایا تو بھی جائز ہوگا اگرچہ
کم مین سیر ہو گئے ہون اور اگر ہر ایک کو ایک سیر گیہون اور دو سیر خرمے یا جو دیدے تو بھی درست ہے ف مطلب یہ ہے کہ یہ دونون ملکے
برابر نصف صاع گیہون کے یا ایک صاع جو اور خرمے کے ہو جاوین ص اور اگر ایک شخص کو دو مہینے تک ہر روز بمقدار صدقہ فطر کے
دیا یا اُسقدر قیمت دی یا ہر روز دونون وقت پیٹ بھر کے کھانا کھلایا گیا تو بھی درست ہوگا اور اگر دو مہینے کا صدقہ ایک ہی روز مین ایک
شخص کو دیدیا تو درست نہ ہوگا مگر اُسی روز سے جس دن دیا ہے اور اگر دو ظہار کی نیت سے ساٹھ شخصون کو کھانا دیا ہر ایک کو ایک ایک

سلہ اور جو دن کو حالت روزے مین قصداً وطی کری تو بالاتفاق پھر سر سے روزے رکھے اور جسقدر روزے قبل وطی کے رکھے تھے وہ کفارے مین محسوب نہونگے اسواسطے کہ افطار روزہ پایا گیا ۱۲ عبد سلہ جب وطی کی
رات مین عمداً یا سہواً ۱۲ عبد سلہ اسلیے کہ وطی دن کو روزے مین نسیاناً اور سہواً مفسد صوم نہین اور وطی شب کو بھی عمداً یا سہواً مفسد صوم نہین لیکن صوم متتابع شرط ہے اور وہ پائی گئی اور باقی دلیل دونونکی اصل مین مذکور
ہے ۱۲ سلہ یعنی غلام آزاد کرنا ہوگا ۱۲ سلہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کھانا کھلانا جائز نہین اسلیے کہ تملیک صدقہ مین شرط ہے اور کھلانے مین اباحت ہے نہ تملیک اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حق تعالی نے اطعام ستین مسکینا فرمایا ہے اور

صاع گیہون کا تو شیخین کے نزدیک ادا نہ ہوگا مگر ایک ظہار سے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونون ظہار سے ادا ہو جاویگا اور اگر نیت سے کفارہ افطار اور ظہار سے دیا ہے تو سب کے نزدیک دونون سے ادا ہو جاویگا ف اور وجہ اسکی شرح عربی مین مذکور ہے ص اور اگر دو ظہار سے چار ماہ تک روزہ رکھے یا ایک سو بیس شخصون کو کھانا دیا یا دو غلام کو آزاد کیا تو دونون ظہار سے کفارہ ادا ہو جاویگا اگرچہ کسی کو معین نہ کیا ہو اور اگر دو ظہار کی نیت سے دو ماہ تک روزے رکھے یا ایک غلام کو آزاد کیا تو جسکے واسطے چاہے معین کر دے اور اگر نیت کفارہ قتل خطا اور ظہار سے ایک غلام کو آزاد کیا تو کسی کی طرف سے جائز نہ ہوگا اور امام زفرؒ کے نزدیک دونون صورتون مین ف یعنی دونون ظہار کی نیت مین اور ظہار اور کفارہ قتل کی نیت مین ص کسی سے کافی نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونون صورتون مین جس سے چاہے معین کر دے اور اگر غلام نے ظہار کیا ف ظہار غلام کا باتفاق ائمہ اربعہ صحیح ہے اور یہی ماثور ہے تابعین سے ص تو فقط دو مہینے روزے رکھے اور جائز نہین ہے کہ اسکا مالک اسکی طرف سے کفارہ دیوے اسواسطے کہ کفارہ عبادت ہے تو دوسرے کے کرنے سے ادا نہ ہوگا

ص باب لعان کے بیان مین

ف لعان شرع مین عبارت ہے اُن شہادات سے جو جاری ہوتے ہین درمیان جورو اور خاوند کے ساتھ الفاظ معروفہ کے فتح القدیر ص جس شخص نے اپنی زوجہ عفیفہ پاکدامن کو جو زنا کے ساتھ متہم نہ ہوئی ہو مثلاً اُس عورت کے کہ اُسکے پاس لڑکا ہو اور باپ اُسکا معلوم ہو تہمت زنا کی لگائی ف مثلاً یون کہا کہ تو زانیہ ہے یا مین نے دیکھا تھا کہ تو زنا کرتی تھی یا پکارا کہ اے زانیہ اور امام مالکؒ کے نزدیک مشہور مذہب مین لعان یا زانیہ مین نہ ہوگا بلکہ حد واجب ہوگی اور یہی قول ہے لیث اور عثمان اور یحییٰ بن سعید کا فتح ص اور دونون خاوند اور جورو صلاحیت شہادت کی رکھتے ہون ف یعنے دونون حر بالغ عاقل ہون اور کبھی حد قذف اُنپر نہ پڑی ہو ص اور اگر وہ عورت متہم ہے مثلاً اُسکے پاس ایک لڑکا ہے اور اُسکا باپ معروف نہین تو اُسکے قذف سے لعان نہین ف یا اُس عورت سے نکاح فاسد کیا اور دخول کیا اُس سے یا اُسنے اپنی عمر مین کبھی زنا کیا ہو اگرچہ ایکبار ہو وے یا وطی حرام کی ہو شبہہ سے اگرچہ ایکبار ہو تب بھی لعان جاری نہ ہوگا ص یا اُسکے لڑکے کے نسب کو نفی کیا اور عورت نے مطالبہ کیا حد قذف کا تو خاوند پر لعان واجب ہوگا ف اور طلب کرنا عورت کا شرط ہے کیونکہ وہ اُسکا حق ہے ہدایہ ص تو اگر انکار کرے لعان سے قید کیا جاویگا یہانتک کہ لعان کرے ف اسواسطے کہ یہ حق ہے عورت کا خاوند پر اور خاوند اُسکے پورے کرنے پر قادر ہے ص یا اپنے کو جھٹلاوے تو حد مارا جاوے تو اگر لعان کیا مرد نے پھر لعان کرے عورت اور اگر لعان نہ کیا اُسنے قید کی جاویگی یہانتک کہ لعان کرے ف اسواسطے کہ یہ حق ہے عورت پر اور عورت قادر ہے اسکے ایفا پر تو قید کی جاویگی اسمین ص یا خاوند کی تصدیق کرے تو اُسکے لڑکے کا نسب خاوند سے دور ہو جاویگا لیکن اُسپر حد نہ ہوگی اس تصدیق سے تو اگر خاوند غلام ہے یا کافر ہے یا حد قذف مارا گیا ہے تو خاوند پر حد قذف پڑیگی کیونکہ ان صورتون مین وہ اہل لعان نہین بوجہ نہ صلاحیت رکھنے شہادت کے ف تو رجوع ہو جاویگا طرف موجب اصلی کے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الآیۃ اور خاوند کے کافر ہونے کی صورت یہ ہے کہ پہلے سے دونون کافر تھے اور عورت اسلام لائی قبل اسلام لانے خاوند کے اور خاوند نے اُسکو تہمت زنا کی لگائی قبل عرض اسلام کے اُسپر ایسا ہی ہے فتح القدیر مین ص اور اگر مرد صلاحیت شہادت کی رکھتا ہے اور عورت لونڈی ہے یا کافرہ ہے یا حد قذف پڑی ہے اُسپر یا صبیہ ہے یا مجنونہ ہے یا زانیہ ہے تو خاوند پر حد یا لعان کچھ لازم نہ آویگا

کیونکہ جس صورتمین وہ عورت زانیہ ہو تو پاکدامن نہ رہی اور غیر زنا مین وہ صالح شہادت کی نہین تو خاوند پر حد نہین اسواسطے کہ وہ غیر محصنہ ہو اور لعان
بھی نہین کیونکہ وہ عفیفہ یا صالح شہادت نہین ہو ف اور اصل اس باب مین قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو چار عورتین ہین کہ نہین ملاعنہ ہو
درمیان اُنکے نصرانیہ تحت مین مسلمان کے اور یہودیہ تحت مین مسلمان کے اور غلام نیچے حرہ کے اور حرہ نیچے غلام کے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے ابن عطاء سے
اُنھون نے اپنے باپ عطاء خراسانی سے اُنھون نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور اخراج کیا اسکا دارقطنی نے عثمان بن عبدالرحمن وقاصی سے اُنھون نے
عمرو بن شعیب سے اور طریق ابن ماجہ سے بھی اور کہا کہ متابعت کی عثمان بن عطاء خراسانی کی یزید بن زریع نے عطاء سے اور وہ بھی ضعیف ہے اور روایت کیا
اسکو اوزاعی اور ابن جریج سے اور یہ دونون بڑے امام ہین اُنھون نے عمرو بن شعیب سے لیکن اُنھون نے اُسکو مرفوع نہین کیا پھر اخراج کیا اُسکا موقوفاً پھر اخراج
کیا اُسکا عمار بن مطر سے اُنھون نے عمرو بن شعیب سے اُنھون نے اپنے باپ سے اُنھون نے اپنے دادا سے اور ذکر کیا مانند اسکے اور ضعیف کیا اُسکے راویون کو کہا
شیخ ابن الہمام نے اور تو جان چکا ہے کہ حدیث ضعیف جب متعدد طریقون سے روایت کی جاوے تو حجت ہوجاتی ہے اور یہ بھی ایسی ہی ہے خصوصاً جبکہ معتضد ہو
اُسکے روایت اوزاعی اور ابن جریج کی سے موقوفاً عمرو بن شعیب کے دادا پر اور تفصیل کی اس مقام مین زیلعی نے تخریج ہدایہ مین ھ اور صورت لعان
کی یہ ہے کہ اول خاوند کہے چار مرتبہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَصَادِقٌ فِیْمَا رَمَیْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی گواہی دیتا ہون مین ساتھ خدا کے کہ مین سچا ہون
نسبت کرنے مین زنا کی طرف اُسکے اور پانچوین مرتبہ کہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فِیْمَا رَمَاهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی لعنت اللہ کی خاوند پر اگر اس زنا
کی نسبت کرنے مین جھوٹا ہو اور ہر بار کہنے مین جورو کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت کہے چار مرتبہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَكَاذِبٌ فِیْمَا رَمَانِیْ بِهٖ
مِنَ الزِّنَا یعنی گواہی دیتی ہون مین ساتھ اللہ کے کہ خاوند کاذب ہے نسبت کرنے مین زنا کی طرف میرے اور پانچوین مرتبہ کہے غَضَبُ اللّٰهِ عَلَیْهَا
اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی غضب اللہ کا ہو زوجہ پر اگر خاوند سچا ہو نسبت کرنے مین زنا کی طرف میرے ف کیونکہ ایسا ہی وارد
ہوا ہے کلام اللہ مین اور اگر قاضی اول زوجہ سے شہادتین لیوے تو اُسکا اعتبار نہین پھر بعد لعان کرنے خاوند کے پھر زوجہ سے شہادتین لی جاوین
اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور احمد کا ھ پھر قاضی اُن دونون کے درمیان تفریق کردے ف اور جب تک قاضی تفریق نہ کریگا تو تفریق
نہ ہوگی اور امام زفر کے نزدیک فقط لعان سے فرقت ہوجاتی ہے تو اگر قبل تفریق قاضی کے کوئی دونون مین سے مرجاوے وارث ہوگا اور دلالت
کرتا ہے ہمارے مذہب پر وہ جو مروی ہے صحیحین مین ابن عمر رض سے تحقیق کہ ایک شخص نے لعان کیا اپنی عورت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے
مین تو تفریق کردی آپ نے درمیان اُن دونون کے اور ملا دیا لڑکے کو ساتھ ماں اُسکی کے اور وہ جو ہین ابو داود اور صحیحین مین ہے عویمر عجلانی سے
جب وہ دونون فارغ ہوئے لعان سے تو کہا عویمر نے کہ جھوٹ بولا مین اگر روک رکھون مین زوجہ کو تو طلاق دی عویمر نے اُسکو تین طلاق اور
جاری کیا اُسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور یہ امر سنت ہوگیا کہا سہل نے حاضر تھا مین اُسوقت نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے پھر جاری ہوئی سنت متلاعنین مین یہ کہ تفریق کردی جاوے پھر نہ جمع ہوون کبھی اور بیہقی نے اس مقام پر اعتراض کیا ہے اور جواب اسکا
مذکور ہے فتح القدیر مین ھ اور اگر نفی ولد سے تہمت لگائی ہے یا اُس سے اور زنا سے تو اُنکو ذکر کرے لعان مین ف تو فقط نفی ولد مین
زوج کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَمِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْمَا رَمَیْتُهَا بِهٖ مِنْ نَفْیِ الْوَلَدِ اور عورت کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِیْنَ فِیْمَا رَمَانِیْ
بِهٖ مِنْ نَفْیِ الْوَلَدِ اور دونون کی صورت مین خاوند کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَمِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْمَا رَمَیْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا وَنَفْیِ الْوَلَدِ
اور عورت کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِیْنَ فِیْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا وَنَفْیِ الْوَلَدِ ھ پھر قاضی تفریق کردے اور نفی کرے نسب اُس لڑکے کا

---

۱ یعنی عویمر اور زوجہ اُسکی ۱۲ ۲ یعنی اگر زوجہ کو مین اپنے پاس رکھون تو گویا مین اس شہادت مین جھوٹا ہوجاؤن اور مستحق حد کا ہون ۱۲

خاوند سے اور ملا دے اُسکو ماں سے ف اور دلیل اسکی حدیث ابن عمرؓ ہے جو ابھی گذری ص اور بائن ہوجاویگی وہ عورت خاوند سے ساتھ ایک طلاق
بائن کے تو اگر بعد تفریق کے یا قبل تفریق کے بعد لعان کے خاوند نے اپنے تئین جھٹلایا تو اُسکو حد قذف ماری جاویگی اور حلال ہوجاویگا خاوند کو نکاح
اُسکا اسواسطے کہ اب لعان باقی نہین رہا اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا یَجْتَمِعَانِ اَبَدًا یعنے دونون لعان کرنیوالے نہین جمع
ہونگے کبھی ف روایت کیا اسکو دارقطنی نے ابن عمرؓ سے مرفوعًا اور کہا صاحب تنقیح نے اسناد اسکی جید ہے اور موقوفًا اوپر علیؓ اور ابن مسعودؓ کے
اور روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے موقوفًا اور ابن ابی شیبہ نے موقوفًا حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے کہا سب نے اَلْمُتَلَاعِنَانِ
لَا یَجْتَمِعَانِ اَبَدًا ص یہ جب ہے کہ دونون متلاعنین رہین اسواسطے کہ علت اُن دونون کے جمع نہ ہونے کی لعان ہے تو ہرگاہ لعان باطل ہوا
تو اُسکا حکم یعنے نہ جمع ہونا وہ بھی باقی نرہے گا ف اور تفصیل اسکی فتح القدیر مین ہے ص اور اسیطرح اگر بعد لعان اور تفریق کے
زوج نے کسی کو تہمت زنا کی لگائی اور اُسپر حد پڑی یا زوجہ نے کسی سے زنا کیا اور حد کھائی تو اب بھی نکاح اُن دونون مین حلال ہوجاویگا
اسواسطے کہ اہلیت لعان کی باقی نرہی تو اُسکا حکم بھی نرہیگا اور اگر گونگے نے اشارے سے اپنی زوجہ کو قذف کیا تو لعان لازم ہوگا اور حد قذف
اُسپر نہ پڑیگی ف اسواسطے کہ اُسمین شبہہ ہے اور حدود دفع ہوجاتی ہین شبہون سے ص اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ حمل تیرا مجھسے نہین ہے نزدیک
امام کے لعان لازم نہوگا اگرچہ چھ مہینے سے کم مین جنی اور نزدیک صاحبینؒ کے اگر چھ مہینے سے کم مین جنی تو لازم ہوگا ف اور دلیل دونونکی
ہدایہ مین اور اصل مین مذکور ہے ص اور اگر کہا کہ تونے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے تو لعان واجب ہوگا اور نسب ولد کا ثابت رہیگا اسلیے
کہ تلاعن دونون کا بسبب اس قول کے تھا کہ زنا کیا تونے نہ نفی حمل سے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاضی کو چاہیے کہ ولد کا نسب
بھی نفی کردے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی کی ولد کی ہلال بن اُمیہ سے اور اُسنے قذف کیا تھا اپنی زوجہ کو اور وہ حاملہ تھی روایت
کیا اسکو بخاری اور ابوداؤد نے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ احکام نہین مترتب ہوتے ہین مگر بعد ولادت کے کیونکہ قبل ولادت کے احتمال کو گنجایش
ہے اور یہ حدیث محمول ہے اس بات پر کہ آپ نے پہچانا تھا قیام حمل کو ساتھ وحی کے کذا فی الہدایہ ص جس شخص نے اپنی عورت کے جننے کے بعد
نفی کیا ولد کو مبارک بادی کے وقت مین یا اسباب ولادت خریدنے کے وقت مین تو نفی صحیح ہے اور نسب ثابت نہوگا اور لعان لازم آویگا اور
اگر بعد اس مدت کے کہا تو نسب ثابت رہیگا اور لعان واجب ہوگا ف اور زمانہ تہنیت کا معین نہین ایک روایت مین تین روز مین اور
ایک روایت مین سات روز باعتبار عقیقے کے جامع الرموز ص اگر زوجہ نے ایک ہی حمل سے دو لڑکے جنے یعنے بیچ مین دونون جننے کے
چھ مہینے سے کم مدت گذری اور زوج نے اول کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا تو حد مارا جاویگا اور نسب ثابت ہوجاویگا دونون کا اور اگر
زوج نے کہا کہ اول مجھسے ہے اور دوسرے کی نفی کی تو نسب دونون کا ثابت ہوگا اور لعان لازم آویگا ف اور وجہ اسکی اصل مین مذکور ہے

ص باب عنّین کے بیان مین

ف عنّین وہ شخص ہے جو قادر نہین ہے وطی عورت پر باوجود قیام آلت کے اور اگر قادر ہے ثیب پر اور بکر پر قادر نہین ہے بہ سبب
ضعف آلت کے یا بعض عورتون پر قادر ہے اور بعض پر نہین بہ سبب سحر کے یا کبر سن کے تو وہ عنّین ہے بہ نسبت اُس عورت کے
جسپر قادر نہین اور بعض کتابون مین امتحان اسکا اسطرح پر مرقوم ہے کہ ایک طشت مین سرد پانی بھر کے اُسکو اُسمین بٹھلاوین اگر ذکر اُسکا

ف یعنے لعان کرنیوالون مین ۱۲ ف اسواسطے کہ کلام زوج کا سچ ہوسکتا ہے کہ بچہ پیٹ مین ہو ویسی ہی پھول گیا ہو یا کوئی درد ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف کہ حمل ہو یا نہو ۱۲ ف اور نفی صحیح نہ ہوگی ۱۲

چھوٹا اور مائل ہو جاوے طرف پیڑو کے تو معلوم ہو کہ عنین نہین ہے ورنہ عنین ہے لیکن مدت مقرر کرنا ضرور ہے اور محیط مین ہے کہ اگر آلت اُسکا صغیر ہے کہ فرج مین ادخال اُسکا ممکن ہے تو عورت کو مطالبہ تفریق کا نہین پہونچتا اور اگر بہایت صغیر ہو تو وہ مانند مجبوب کے ہے فی الفور تفریق کرا دیجاویگی جیسا کہ آتا ہے ص اگر اُسنے اقرار کیا کہ مین عورت پر نہین پہونچا ف یعنی ادخال نہین کیا ص تو ایک سال قمری کی حاکم مدت مقرر کر دے اُسکو اور یہی صحیح ہے اور بروایت حسن مین امام ابو حنیفہ سے ایک سال شمسی مہلت دے اور سال شمسی تین سو پینسٹھ دن اور ربع دن کا ہوتا ہے اور سال قمری بارہ مہینہ کا اور مدت اُسکی تین سو چوّن دن اور تیسرا حصہ ایک روز کا اور تیسوان حصہ ایک دن کا ہوتا ہے اور ماہ رمضان اور ایام حیض اُسی مدت سے شمار کیے جاوینگے نہ ایام مرض زوج اور زوجہ کے ف ہدایہ مین ہے کہ ایک برس کی مدت دینا مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن مسعودؓ سے انتہی لیکن روایت عمرؓ کی سو اخراج کیا اُسکا عبد الرزاق نے سعید بن المسیبؓ سے کہ فیصلہ کیا عمر ابن الخطابؓ نے عنین مین کہ مدت مقرر کیجاوے ایک سال کی کہا معمر نے اور یہ مدت اُس روز سے ہوگی جب سے نزاع واقع ہوا اور اسی طرح نکالا اسکو ابن ابی شیبہ نے شعبیؒ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے لکھا شریحؒ کو کہ مدت مقرر کر دے واسطے عنین کے ایک برس جس دن سے کہ قصہ اُٹھایا جاوے نزدیک تیرے اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدت مقرر کر دی واسطے عنین کے ایک برس اور زیادہ کیا یہ کہ اگر اس مدت مین جماع کیا عورت سے تو فبہا ورنہ تفریق کر دو درمیان اُنکے اور واسطے عورت کے مہر ہے کامل اور روایت کیا اسکو امام محمد ابن الحسنؓ نے ابو حنیفہؒ سے انھون نے اسمٰعیل بن مسلم مکی سے انھون نے حسینؓ سے کہ آئی ایک عورت نزدیک عمر بن الخطابؓ کے اور خبر کی اُنکو کہ خاوند میرا نہین پہونچتا ہے مجکو تو مدت مقرر کر دی اُنھون نے اُسکے لیے ایک سال تو ہر گاہ کہ گذر گیا ایک سال اور نہ پہونچا اُسکو تو اختیار دیا عورت کو اور اُسنے اختیار کیا اپنے نفس کو تو کیا حضرت عمرؓ نے اُسکو ایک طلاق بائن اور لیکن حدیث حضرت علیؓ کی سو روایت کیا اُسکو عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ دونون نے اپنی سندون سے اور حدیث ابن مسعودؓ کی روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہ نے کہ کہا انھون نے مدت مقرر کی جاوے عنین کی ایک سال تو اگر جماع کرے فبہا ورنہ تفریق کرا دی جاوے درمیان اُنکے اور بھی اخراج کیا اُسکا دارقطنی اور عبد الرزاق نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مغیرہ بن شعبہ سے کہ انھون نے مدت دی عنین کو ایک سال اور نکالا ابن ابی شیبہ نے حسن اور شعبی اور عطا اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے کہ کہا ان سب نے مدت دیجاوے عنین کو ایک سال کی ص پس جو وطی نہین کی اس مدت ایک سال مین تو قاضی تفریق کر دے اُن دونون مین اگر عورت طلب کرے تفریق کو اور بائن ہو جاوے گی عورت ساتھ ایک طلاق کے اور عورت کو کل مہر ہے اگر خلوت کی ہے اُس سے اور واجب ہوگی عدت اور اگر درمیان زوج اور زوجہ کے اتیان سے اختلاف پڑا جیسا کہ زوج نے کہا کہ مین پہنچ چکا ہون اور زوجہ نے اُسکا انکار کیا اور وہ قبل نکاح کے بکر تھی یا ثیب اور عورتون نے دیکھکر کے گواہی دی کہ ثیبہ ہے تو خاوند کو قسم دینگے اگر قسم کھائی تو حق زوجہ کا یعنے تفریق باطل ہو جاویگی اور اگر قسم سے نکول کیا یا عورتون نے گواہی دی کہ بکر ہے تو قاضی خاوند کو ایک سال مہلت دے اور اگر بعد مہلت کے بھی اختلاف ہوا تو تقسیم ویسی ہی ہوگی جیسے قبل مہلت کے تھی لیکن اب مہلت نہ دی جاویگی تو اگر عورتون نے کہا ثیب ہے تو اگر خاوند حلف کریگا عورت کا حق باطل ہوگا جیسا کہ پہلے تھا اور اگر نکول کیا یا عورتون نے کہا بکر ہے تو عورت کو اختیار ہے تو اگر اپنے تئین اختیار کرے ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر خاوند کو اختیار کریگی تو حق اُسکا باطل ہوگا اور خصی مہلت دیا جاویگا مثل عنین کے ف خصی اُسے کہتے ہین کہ جسکے خصیے نکال لیے گئے ہون اور آلت قائم ہو اور اُسکا حکم اُن مسائل مذکورہ مین مثل عنین کے ہے ص اگر زوج مجبوب ظاہر ہوا ف یعنی اُسکی آلت کٹی ہو ص اور زوجہ نے قاضی سے تفریق

ف یعنے آلت بریدہ و خصیہ بالیدہ ۱۲ منہ ف نکول بالضم از قسم باز ایستادن ۱۲ منہ ف یعنی ایک سال وقت خصومت سے ۱۲

طلب کی تو فی الفور تفریق کرادیجاویگی اسواسطے کہ اسکو مہلت دینے مین کچھہ فائدہ نہین برخلاف خصی کے کہ وطی کی توقع اس سے ہی
ف بوجہ قیام آلت کے **ص** کسی کو زوج اور زوجہ مین سے بسبب عیب دوسرے کے خیار نہین برخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک پانچ عیبون مین
خیار ہی ایک جنون دوسرے برص تیسرے جذام چوتھی قرن پانچوین رتق اور امام محمد کے نزدیک اگر خاوند کو جنون یا جذام یا برص ہی تو عورت کو
اختیار ہی اور اگر عورت کو ہی تو مرد کو اختیار نہین کیونکہ مرد اپنے سے دفع ضرر کرسکتا ہی اسطرح پر کہ طلاق دیدیوے برخلاف عورت کے **ف** رتق کے
معنی بند ہونا اور عرب بولتے ہین امرأة رتقاء جس سے جماع نہین کرسکتے بوجہ بند ہونے مقام دخول کے اور قرن نام ہی ایک عصب غلیظ
کا یا گوشت کا جو اٹھا ہوا ہو یا ہڈی کا جو فرج مین ہو اسطرح پر کہ مانع ہو دخول سے امام شافعی کہتے ہین کہ بعضی ان چیزون کی اسیطرح ہوتی ہی
اور طبع کو نفرت ہو ساتھہ شرع کے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھاگ تو اس شخص سے جسکو جذام ہو جیسا کہ بھاگتا ہی تو شیر سے روایت کیا اسکو
بخاری نے ابوہریرہ سے اور بعضی ایسی ہین کہ وہ مانع ہین استیفاء منافع کو جیسا رتق ہی کیونکہ فوت استیفاء منافع کا موجب ہی کبھی ہوجاتا ہی اور
موجب فسخ نکاح نہین ہوتا تک کہ موت سے کچھہ مہر ساقط نہو گا تو یہ عیب بطریق اولی موجب فسخ نہوگا اور یہ اسواسطے کہ استیفا منافع ثمرہ نکاح ہی اور ثمرہ ہی اسکا
خاوند کا ہی وطی پر عورت سے اور وہ حاصل ہی ہمارے نزدیک اور یہی مذہب ہی عطاء اور نخعی اور عمر بن عبد العزیز اور ابن ابی لیلی اور اوزاعی اور ثوری کا کذا فی الہدایۃ والکفایۃ

ص باب عدت کے بیان مین

جس شخص نے اپنی زوجہ کو بعد خلوت کے طلاق رجعی یا بائن دیا اور عورت آزاد ہی اور اسکو حیض آتا ہو تو تین حیض کامل تک اسکو عدت لازم ہوگی
ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ یعنی مطلقات روکے رکھین اپنے نفسون کو تین قروء تک اور
اور امام شافعی کے نزدیک عدت اسکی تین طہر ہین اور یہ اختلاف واقع ہوا ہی اس سببسے کہ لفظ قروء مشترک ہی درمیان حیض اور طہر کے
اور انکے نزدیک ساتھہ طہر اور ادلہ طرفین کی کتب اصول مین تفصیل سے مذکور ہین اور مذہب ہمارا ماثور ہی خلفاء راشدین اور عبادلہ ثلثہ اور ابی بن کعب اور
معاذ بن جبل اور ابو الدرداء اور عبادہ بن الصامت اور زید بن ثابت اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہم وغیرہ سے یاد کیا ابو داود اور شعبی
معبد جہنی کو اور امام شافعی کا مذہب ماثور ہی حضرت عائشہ اور ابن عمر اور زید بن ثابت سے حالانکہ معارض ہوئی انکی روایت ابن حزم سے موافق ہمارے
مذہب کے نقل کیا اسکو طحاوی نے اور بعض حفاظ حدیث نے اسناد کی طحاوی نے طرف قوت مین تو دیکھا کہ انہون نے سنا زید بن ثابت سے کہ
عدت لونڈی کی دو حیض ہین تو یہی معارض ہی انکی روایت کے زید بن ثابت سے اور یہی قول ہی سعید بن المسیب اور ابن جبیر اور عطاء
اور طاوس اور عکرمہ اور مجاہد اور قتادہ اور ضحاک اور حسن بصری اور مقاتل اور شریک قاضی اور ثوری اور اوزاعی اور ابن شبرمہ
اور ربیعہ اور سدی اور ابو عبید اور اسحق کا اور اسی طرف رجوع کیا امام احمد نے اور کہا امام محمد بن حسن نے موطا مین حدثنا عیسی بن
أَبِي عِيسَى الْخَيَّاطُ الْمَدَنِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا الرَّجُلُ
أَحَقُّ بِامْرَأَتِهِ حَتَّى تَغْتَسِلَ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ یعنی کہا تیرہ شخصون نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ مرد مستحق زیادہ ہوا اپنی
عورت کے ساتھہ یہانتک کہ غسل کرے تیسرے حیض سے **ص** اور اگر اس عورت کو حیض نہین آتا جیسا کہ وہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے

اور سن ایاس کو پہونچگئی ہی یا سن بلوغ کو نہین پہونچی اور حیض نہین آیا تو اُسکو تین مہینے تک عدت واجب ہوگی **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے نے وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ الآیۃ **ص ا** ور اگر نکاح فسخ ہوگیا بسبب خیار بلوغ کے یا احد الزوجین کی مِلک کے سببسے دوسرے پر یا بسبب بوسہ لینے زوجہ کے ابن زوج کو بشہوت یا بسبب مرتد ہوجانے احد الزوجین کے یا بسبب کفو نہونیکے یا اور کسی سببسے بعد خلوت کے اور زوجہ آزاد صاحب حیض ہی تو اُسکی عدت تین حیض ورنہ تین ماہ ہونگی **ف** اور عدت شروع ہوگی وقت طلاق سے یا فسخ سے نہ وقت خبر سے ایسا ہی ہی جامع الرموز مین **ص ا** ور تین حیض کامل اسواسطے معتبر ہین کہ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو حیض مین طلاق دیا تو یہ حیض عدت مین محسوب ہوگا اور جس ام ولد کا مولی مرگیا یا اُسکو آزاد کردیا اور جس عورت سے وطی کی کسی شخص نے شبہہ سے اپنی بیوی جانکر یا نکاح فاسد سے مثل نکاح موقت اور متعہ کے اور خاوند مرگیا یا اُن مین فرقت ہوگئی تو اگر عورت صاحب حیض ہی تو تین حیض اُسکی عدت ہوگی اور اگر صاحب حیض نہین تو تین مہینے **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک جسکی ام ولد کا مرجاوے یا آزاد کردیوے تو عدت اُسکی ایک حیض ہے اور دلیل ہماری وہ ہی جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے یحیی بن کثیر سے تحقیق کہ عمرو بن العاصؓ نے حکم کیا ام ولد کو کہ آزاد ہوگئی تھی عدت کرنیکا ساتھ تین حیض کے اور لکھا یہ طرف حضرت عمرؓ کے تو آپنے پسند کیا اسکو اور وفات مین قول اُنکا معلوم نہین لیکن نکالا ابن ابی شیبہ نے حارثؓ سے اُنھون نے علیؓ اور عبداللہؓ سے کہ کہا اُن دونون نے عدت ام ولد کی تین حیض ہین جسوقت کہ مرجاوے مولی اُسکا اور نکالا مثل اسکے ابراہیم نخعیؒ اور ابن سیرینؒ اور حسنؒ بصری اور عطاؒ سے **ص ا** ور اگر حرّہ کا خاوند مرگیا **ف** برابر ہی کہ وہ عورت مسلمان ہو یا کتابیہ حائضہ یا غیر حائضہ مدخولہ بہا یا غیر مدخولہ بہا صغیرہ یا کبیرہ **ص** تو عدت اُسکی چار مہینے دس دن ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے نے وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا یعنے اور جو مرجاتی ہین تم مین سے اور چھوڑ جاتی ہین بیویان روک رکھین اپنی نفسون کو چار مہینے دس دن **ص ا** ور عدت اُس لونڈی کی جو صاحب حیض ہی واسطے طلاق اور فسخ کے دو حیض ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کے دو طلاق ہین برابر اور عدت اُسکی دو حیض ہین اور یہ حدیث اوپر گذرچکی اور اسواسطے کہ رقیت منصف ہی اور حیض قسمت نہین پاتا تو دوسرا حیض بھی پورا ہوگیا تو دو حیض ہونے جیسا کہ کہا حضرت عمرؓ نے کہ اگر استطاعت رکھتا مین یہ کہ کردون اُسکو ایک حیض اور آدھا البتہ کرتا مین اُسکو سو ایک شخص نے کہا کہ آپ کرتے اُسکو ڈیڑھ مہینا تو چپ رہے حضرت عمرؓ روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے اور شافعیؒ نے مسند مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور حضرت عمرؓ نے اسواسطے سکوت کیا کہ کلام اُسکا قابل التفات نہ تھا کیونکہ اُنکا کلام صاحبات حیض مین تھا اور وہ عدت بیان کرتا تھا آئسہ کی تو مشورہ اُسکا مانحن فیہ سے خارج تھا **ص ا** ور جو لونڈی صاحب حیض نہین تو عدت اُسکی نصف عدت حرّہ ہی یعنی واسطے طلاق اور فسخ کے ڈیڑھ مہینا اور واسطے موت کے دو مہینے اور پانچ روز اور عدت حاملہ کی آزاد ہو یا لونڈی طلاق اور فسخ اور موت مین ساتھ وضع حمل کے ہے اگرچہ خاوند اُسکا جو مرگیا ہی لڑکا ہو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنے جو عورتین حاملہ ہین تو اُنکی عدت یہ ہی کہ وضع حمل کرین اور حضرت علیؓ کے نزدیک ضرور ہی وضع حمل اور چار مہینے دس دن بھی اور یہی قول ہی ابن عباسؓ کا کیونکہ اس آیت سے واجب ہوئی اُسپر عدت ساتھ وضع حمل کے اور آیت يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا سے واجب ہے چار مہینے دس دن کو تو دونون جمع کرنے مین احتیاط ہی اور امام مالکؒ کی موطا مین ہی سلیمان بن یسار سے کہ عبداللہ بن عباسؓ اور ابا سلمہ بن عبدالرحمنؓ بن عوف نے اختلاف کیا اُس عورت مین کہ جنی اُسنے کچھ راتون بعد اپنے خاوند کے تو کہا ابو سلمہؓ نے کہ جسوقت جنا اُسنے تو حلال ہوگیا کہ نکاح کرے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ عدت اُسکی آخر ہے دونون مدتون مین سے کے

سلہ اور ان دونون کا بیان اوپر گذرا ۱۲ منہ رحمہ اللہ **سلہ** یعنی آدھا کر دیوالی ہی ۱۲ **سلہ** یعنی اگر وضع حمل قبل چار مہینے دس دن کے ہووے تو چار مہینے دس دن تک عدت مین رہے اور جو چار مہینے دس دن گذر جاوین اور وضع حمل نہ ہو تو وضع حمل کا انتظار کرنا چاہیے ۱۲ عبدہ **سلہ** یعنی وضع حمل اور چار مہینے دس دن ۱۲

تو کہا ابوہریرہؓ نے کہ مین اپنے بھائی کے بیٹے یعنی ابا سلمہؓ کے ساتھ ہون پھر بھیجا کریب مولی عباسؓ کو طرف ام سلمہؓ کے کہ اُنسے پوچھے اسکو تو خبر دی اُنھون نے اُسکو کہ سبیعۂ اسلمیہ جنی تھی بعد وفات اپنے خاوند کے کچھ راتون بعد تو ذکر ہوا اسکا واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تب فرمایا آپ نے کہ حلال ہوئی نکاح کرے جس سے چاہے اور جامع ترمذی مین ہے کہ وہ جنی تھی بعد تئیس یا پچیس دن کے اور صحیح بخاری مین ہے کہ فرمایا حضرت ابن مسعودؓ نے کہ اُتری ہے سورۂ نساء قصری بعد طولی کے اور مراد قصری سے یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ الآیۃ ہے اور طولی سے سورۂ بقرہ ہے تو غرض ابن مسعودؓ کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالی کا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اُترا ہے بعد قول اللہ تعالی کے وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ تو متاخر ناسخ ہوگا واسطے متقدم کے اور روایت ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ مین ہے کہ کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے وَاللّٰهِ لِمَنْ شَآءَ لَاعَنَّاهُ لَاُنْزِلَتْ سُوْرَةُ النِّسَآءِ الْقُصْرٰی بَعْدَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا اور بزار کی روایت مین ہے مَنْ شَآءَ حَالَفْنَاهُ اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب وضع حمل کرے تو وہ حلال ہوجاویگی تو خبر دی اُنکو ایک شخص نے انصار مین سے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وضع حمل کرے اور خاوند اُسکا تخت پر رکھا ہوا اور دفن نہ ہوا ہو تب بھی حلال ہوجاویگی روایت کیا اسکو مالکؒ نے موطا مین اور اُسکی اسناد مین ایک شخص مجہول ہے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے ص اور امام ابویوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک عدت اُسکی عدت وفات ہے ف اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے ص اور اگر حاملہ ہو بعد مرنے لڑکے کے تو اُسکی عدت عدت وفات ہوگی اور نسب دونون صورتون مین یعنی چاہے قبل مرنے لڑکے کے حاملہ ہو یا بعد اُسکے ثابت نہ ہوگا اور عدت زوجۂ فار کی ف یعنی اُس شخص کی جسنے اپنی زوجہ کو مرض مین طلاق دیا اور اُسی مین مرا ص واسطے طلاق بائن کے ف ایک ہو یا تین ص ابعد الاجلین ہے یعنی اگر عدت طلاق کی گذر گئی اور وہ تین حیض ہین مثلاً اور عدت موت کی نہین گذری تو ضرور ہے اُنکو کہ موت کی عدت تک ٹھہر جاوین اور اگر عدت موت کی گذر چکی اور عدت طلاق کی نہین گذری تو طلاق کی عدت تک ٹھہر جاوین اور واسطے طلاق رجعی کے عدت وفات ہے اور اگر مولی نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا اور وہ اپنے خاوند سے عدت مین طلاق رجعی کے تھی تو عدت حرہ کو تمام کرے اور اگر عدت مین طلاق بائن کے یا عدت مین موت کے تھی تو عدت لونڈی کی تمام کرے اور اگر عورت آیسہ یعنی جو سن ایاس مین ہو یعنی پچپن برس یا زیادہ کی ہووے اور خون اُسکا موقوف ہوگیا ہو اور طلاق دیا اُسکو خاوند نے تو عدت کریگی ساتھ تین مہینے کے تو اگر قبل گذرنے اِن تین مہینون کے خون دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ آیسہ نہ تھی تو اب پھر عدت حیضون سے شروع کرے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے ف اور بعضون کا مذہب یہ ہے کہ اگر بعد سن ایاس کے خون دیکھا تو حیض نہ ہوگا اور عدت مہینون سے باطل ہوگی اور فساد نکاح بھی ظاہر نہوگا اور بعضون نے کہا کہ حیض ہوگا تو عدت مہینون سے باطل ہوجاویگی اور فساد نکاح ظاہر ہوگا اور صدر الشہیدؒ فتوی دیتے تھے اس بات پر کہ اگر آیسہ نے خون دیکھا بعد سن ایاس کے چاہے جسطرح کا ہو وہ حیض ہوجاویگا اور فتوی دیتے تھے کہ عدت مہینون سے باطل ہوجاویگی اگر خون دیکھا قبل تمام ہونے عدت کے مہینون سے اور اگر بعد تمام ہونے عدت کے خون دیکھا تو باطل نہ ہوگی هکذا فی الکفایۃ و فتح القدیر اور وقایہ مین لکھا ہے کہ اگر بعد عدت گذرنیکے بھی خون دیکھے تب بھی سر سے عدت حیضون سے شروع کرے اور ایسا ہی ہے اکثر معتبر کتابون مین کذا فی الچلپی ص اور ابوعلی دقاق کی روایت مین ہے کہ اگر کسی عورت کو حکم ایاس کا ہوگیا ہو اور وہ خون دیکھے بعد اُسکے تو حیض نہ ہوگا اور ایاس باطل نہ ہوگا اور اگر بعد تین مہینے کے

---

۱ یعنی جب خاوند لڑکا مرا ہو ۱۲ ۲ امام شافعیؒ اور امام ابویوسفؒ کی یہ دلیل ہے کہ عدت وضع حمل واسطے صیانت نطفہ کے واجب ہے اور حمل و نسب لڑکے کو ثابت نہین ہوسکتا اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کی دلیل طلاق آیۂ کریمہ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الآیۃ فافہم واللہ اعلم ۱۲ عبدہ ۳ یعنی چار مہینے دس دن اسلیے کہ وہ حاملہ نہ تھی وقت موت خاوند لڑکے کے ۱۲ ۴ وہ چار مہینے دس دن ہین ۱۲ ۵ یعنے اگر نکاح کیا بعد گذر جانے تین مہینے کے اور خون دیکھا بعد اُسکے تو نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ خون بوقت ہے تو معلوم ہوا کہ حیض نہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ

اُسنے نکاح کرلیا ہو تو ایسے خون سے نکاح فاسد نہوگا اسواسطے کہ وہ خون اپنے وقت مین نہین ف اور موافق روایت وقایہ کے فاسد ہوگا ص اور
اگر اُس عورت نے عدت شروع کی حیض سے اور بعد ایک دو حیض کی آئسہ ہوگئی اور خون اُسکا منقطع ہوا تو مہینون سے عدت شروع کرے ف اور جو کچھ کہ
حیض و طہر گذرا ہے عدت مین محسوب نہوگا ص اور اگر ایک عورت عدت مین تھی اور کسی شخص نے اُس سے شبہہ سے وطی کی ف برابر ہے کہ وہ شخص
اُسکا خاوند ہو جو طلاق دے چکا ہے یا اجنبی ہو ص تو اُس وطی کے لیے ایک اور عدت چاہیے اور دونون عدتین متداخل ہو جاوینگی یعنی جو کچھ عدت
اوّل سے باقی ہو اب وہ دونون مین محسوب ہوگا اور جو حیض کہ بعد وطی یا شبہہ کے دیکھے وہ دونون عدت سے محسوب ہوگا اور جب پہلی عدت تمام ہو جاوے
تو دوسری کو تمام کرے اور صورت اسکی یون ہے کہ زوج نے اُسکو ایک طلاق بائن یا تین طلاق دیے اور اُسکو ایک حیض آیا اور پھر اُس سے کسی نے شبہہ
سے وطی کی تو اسپر دو عدتین ہین تو اوّل حیض پہلی عدت کا ہوگا اور دو حیض بعد اسکے دونون عدتون مین ہو جاوینگے تو عدت پہلی تمام ہوگئی اور
دوسری عدت کیواسطے ایک حیض اور چاہیے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تداخل جب ہوگا کہ وطی بالشبہہ زوج سے ہو اور عورت اُسکی عدت
مین ہو لیکن اگر دوسرے کسی اجنبی سے ہو تو عدت ثانیہ تمام ہونے تک تداخل نہوگا اور عدت طلاق اور موت کی گذر جاویگی اگرچہ زوجہ کو خاوند کی موت اور طلاق کا علم
نہو ف اور اگر بیچ مین عدت کے علم ہوگیا تو باقی کو تمام کرے ص اور شروع اس عدت کا طلاق اور موت کے وقت سے ہوگا اور نکاح فاسد
مین جب تفریق ہو یا وطی کرنیوالا قصد کرے ترک وطی کا عدت شروع ہوگی اور اگر زوجہ نے کہا کہ عدت میری تمام ہوگئی اور تکذیب کی اُسکی زوج نے
تو قول عورت کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر طلاق بائن دیا زوج نے اپنی زوجہ کو پھر نکاح کیا اُس سے عدت مین اور پھر طلاق دیا اُسکو قبل
دخول کے تو خاوند پر کامل مہر لازم ہے اور اُسپر نئے سرے سے ایک عدت مستقل واجب ہے نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک خاوند پر نصف
مہر ہے اور عورت پر تمام کرنا پہلی عدت کا واجب ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک عورت پر بالکل عدت نہین ف اور دلائل مذہب ثلثہ اسکے مذکور
ہین ہدایہ اور شرح وقایہ مین ص اور اگر ذمی نے طلاق دیا ذمیہ کو تو اُسپر عدت نہین اگر ذمیون کا یہی اعتقاد ہو اور اگر اعتقاد مین اُنکی عدت ہے
تو اُسپر عدت لازم ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دونون صورتون مین عدت اُسپر واجب ہے ف اور اگر حربی نے حربیہ
کو طلاق دیا تو بالاتفاق عدت لازم نہ آویگی اور اگر مسلمان نے ذمیہ کو طلاق دیا تو عدت واجب ہوگی جامع الرموز ص اور اسی طرح اگر حربیہ
ہماری طرف چلی آئی مسلمان ہوکے تو اُس پر عدت نہین تو اگر نکاح کرے جائز ہے مگر یہ کہ حاملہ ہو ف اور صاحبینؒ کے نزدیک اس
صورت مین بھی اُس پر عدت ہے اور ایک روایت مین امام ابو حنیفہؒ سے یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ ہو تو جائز ہے نکاح اُسکا اور وطی نہ کرے
اُس سے جیسے وہ عورت جو حاملہ ہو زنا سے[۵۲] اور اول صحیح ہے کذا فی الہدایہ ص

فصل جس عورت کا خاوند مرگیا یا اُس کو طلاق بائن دیا
اور وہ بالغہ ہے مسلمان[۵۴] ہے حرہ ہو یا نہو تو اُس کو عدت مین چاہیے کہ سوگ کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سوگ نہین ہے معتدہ بائن
ف دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث ام عطیہ مین سوگ نہ کرے عورت مردے پر تین دن سے زیادہ
مگر اپنے خاوند کے چار مہینے اور دس دن روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے یہ تو متوفی عنہا الزوج مین ہے اور لیکن مبتوتہ مین سو دلیل
اسکی ہدایہ مین مذکور ہے کہ منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معتدہ کو کہ خضاب کرے مہندی سے اور فرمایا کہ حنا خوشبو ہے کہا ابن الہمام نے
فتح القدیر مین کہ اس حدیث کو سرخسی نے ذکر کیا اور نسبت کیا اُس کو طرف نسائی کے اور لفظ اُسکا یہ ہے نہی المعتدہ عن الکحل

ف۵۱ یعنی ایک اور دو حیض آچکے ہون ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۵۲ کہ اُس سے اگرچہ نکاح درست ہے اور وطی نہ کرے جب تک وضع حمل نہ کرے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۵۳ کیونکہ صغیرہ پر سوگ نہین ۱۲ ف۵۴ کیونکہ کافرہ پر سوگ نہین ۱۲ ف۵۵ یعنے جسکا خاوند مرجاوے ۱۲ ف۵۶ یعنے جسکو طلاق بائن دیا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

والدُّهنِ والخضابِ بالحِنّاءِ قال الحِنّاءُ طِیبٌ اور جائز ہے کہ یہ حدیث کسی کتاب میں ہو کتب نسائی سے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل میں عمرو بن شعیب سے
تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی عورت کو کہ سوگ کرے اپنے خاوند پر یہانتک کہ گذر جاوے عدت اسکی اور اپنے دوسرے عزیزوں پر تین دن
ابن کثیر ص یعنی آرایش نکرے اور جامہ زعفرانی اور کسم رنگ کا نہ پہنے ف اسواسطے کہ انمین خوشبو آتی ہے اور خوشبو ممنوع ہے جیسا کہ روایت کیا اسکو ہمنے اور یہ
اور حدیث ام عطیہؓ میں ہے کہ نہ پہنے کپڑا رنگین مگر کپڑا رنگے سوت کا ص اور مہندی نہ لگاوے ف کیونکہ حدیث ام سلمہؓ میں ہے اور نہ مہندی سے کہ وہ خضاب ہے روایت
کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی نے اور اسناد اسکی حسن ہے ص اور خوشبو اور تیل نہ لگاوے ف ایسا ہی ہے اسواسطے کہ تیل بھی خالی نہیں خوشبو سے اور زیلعی نے تصریح کی
کہ تیل میں کوئی حدیث بہ تصریح نہیں آئی ص اور سرمہ نہ لگاوے ف اسواسطے کہ حدیث ام عطیہؓ میں ہے کہ سرمہ نہ لگاوے اور نہ خوشبو لگاوے مگر جب پاک ہو حیض سے
ڈالے فرج میں ٹکڑا قسط کا یا اظفار کا یہ حدیث متفق علیہ ہے اور یہی لفظ مسلم کا ہے اور ابو داؤد اور نسائی نے زیادہ کیا کہ خضاب نہ کرے اور نسائی کی روایت میں ہے کہ کنگھی نہ کرے
اور حدیث ام سلمہؓ میں ہے کہ پوچھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز سے سر دھوؤں فرمایا بیری کے پتوں سے ص مگر عذر سے ف کیونکہ اجازت دی
حضرت ام سلمہؓ نے سرمہ لگانے کی ماں کو ام حکیم کی جب مر گیے تھے خاوند انکے اور شکایت تھی انہیں درد کی آنکھوں میں روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے اور اسواسطے کہ اس میں
ضرورت ہے اور مقصود دوا ہے نہ زینت ہے جیسا کہ حضرتؐ نے مباح کیا تھا حریر کو واسطے ایک شخص کے بسبب کثرت جوؤں کے ص اور نہ سوگ کرے وہ لونڈی
ام ولد جسکو آزاد کر دیا مولی نے اور نکاح فاسد میں اسواسطے کہ یہاں کچھ نعمت نکاح جاتی نہ رہی بلکہ نکاح فاسد کا رفع واجب ہے ف تو اور خوشی چاہیے
ص اور نہ پیغام صریح بھیجے اس عورت کے پاس جو معتدہ ہو نکاح کا بلکہ اشارہ اور کنایہ سے اگرچہ معتدہ موت ہو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے
ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء الایۃ یعنی نہیں گناہ ہے تم پر اس میں جو اشارہ کرو تم ساتھ اسکے پیغام سے عورتوں کے
اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے صحیح بخاری میں کہ کہے ارادہ کرتا ہوں میں نکاح کا یا چاہتا ہوں کہ مل جاوے مجھکو کوئی عورت نیک بخت اور
کہا قاسم نے کہ کہے تو اچھی ہے اور میں تجھ میں راغب ہوں اور اللہ تجھکو ایک خیر پہنچانیوالا ہے یا مانند اسکے اور کہا امام بیہقی نے سعید بن جبیر سے قول میں اللہ تعالی
کے الا ان تقولوا قولا معروفا کہا کہ کہے میں تجھ میں راغب ہوں اور میں امیدوار ہوں کہ ہم تم جمع ہوں اور یہ نہ کہے کہ میں تجھ سے ارادہ نکاح کا رکھتا ہوں
اور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر میں اس آیت شریفہ کی ولکن لا تواعدوھن سرا ولکن نہ وعدہ کرو تم ان سے
پوشیدہ کہ پوشیدہ نکاح ہے اور ابن الہمام نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور جو عورت کہ عدت میں ہو طلاق کی تو اس سے تعریض کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے
فتح القدیر ص اور جو عورت کہ عدت میں طلاق رجعی کی یا بائن کی ہو تو وہ اپنے گھر سے کسی وقت نہ نکلے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے لا تخرجوھن
من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ الایۃ ف یعنی نہ نکالو انکو اپنے گھروں سے اور نہ وہ نکلیں مگر جب لاویں کسی
فاحشہ صریح کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فاحشہ یہ ہے کہ زنا کریں اور واسطے حد مارنے کے نکالی جاویں اور کہا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ
نے کہ فاحشہ یہ ہے کہ بدزبانی کریں اپنے خاوند کے عزیزوں پر اور اسواسطے کہ مطلقہ عورتوں کا نفقہ خاوند کے مال میں ہے تو انکو احتیاج نکلنے کی
نہیں ص اور جو عورت کہ عدت میں موت کی ہو اسکو جائز ہے کہ دن کو نکلے اور کچھ حصہ رات کا اور نہ گذارے رات کو مگر اپنی منزل میں ف اسواسطے
کہ اسکے واسطے نفقہ نہیں ہے تو محتاج ہوگی طرف نکلنے کے بخلاف مطلقہ کے کہ نفقہ انکا خاوند پر ہے ص جو عورت کہ اسپر عدت واجب ہوئی تو اسکو
چاہیے کہ جس گھر میں اسنے فرقت یا موت یا طلاق ہوا تھا اسی گھر میں عدت کو تمام کرے ف یعنی اس گھر میں جو اسکی طرف نسبت کیا جاتا تھا وقت وقوع

وفات اور موت کے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ اور اضافت بیوت کی اُن کی طرف کی اور فریعہ بنت مالک سے مروی ہے کہ خاوند اُن کا نکلا تلاش مین اپنے بھاگے ہوئے غلامون کی پھر قتل کیا اُنھون نے اُسکو جب ملے وہ اُنسے پھر پوچھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہ پھر جاؤن اپنے لوگون مین کہ خاوند نے میرے لیے نہین چھوڑا مکان اور خرچ تو فرمایا اچھا پھر جب گئی مین حجرے مین پکارا مجھکو پھر فرمایا ٹھہر تو اپنے گھر مین جب تک کہ پہونچے لکھا اللہ کا اپنی مدت کو پھر عدت تمام کی اُسمین چار مہینے اور دس دن کہا کہ فیصلہ کیا اسی حکم سے اسکے بعد عثمانؓ نے نکالا اسکو احمد اور چارون عالمون نے اور مالکؒ نے مؤطا مین اور ابن حبانؒ نے صحیح مین اور حاکم نے اور کہا کہ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ مِنَ الْوَجْهَيْنِ جَمِيْعًا وَاِنْ لَّمْ يُخْرِجَاهُ یعنی صحیح ہے اسناد اُسکی دونون طریقون سے اگرچہ نہ نکالا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور کہا محمد بن یحییٰ ذہلی نے کہ یہ حدیث صحیح محفوظ ہے اور ایسا ہی کہا ترمذیؒ نے ص مگر یہ کہ گھر سے نکالی جاوے یا خوف ہووے اُسکو تلف مال کا یا گھر کے گر جانے کا یا کرایہ گھر کا اُسکو نہ ملے تو ان سب صورتون مین زوجہ کو اختیار ہے کہ اُس گھر سے نکل جاوے اور اگر زوجہ عدت مین طلاق بائن کی ہے تو گھر مین خاوند سے پردہ چاہیے اور اگر گھر تنگ ہو تو اولی یہ ہے کہ خاوند وہان سے نکل آوے ف اور زوجہ کو بھی نکل آنا جائز ہے۔ ہدایہ ص اور اسی طرح اگر خاوند فاسق ہووے تب بھی نکل آوے اور اولی یہ ہے کہ خاوند نکل جاوے ف فتح القدیر مین ہے کہ جہان کہین کہ اس قسم کا عذر متحقق ہو تو عورت کو خروج مباح ہو جاوے گا اور اولی یہ ہے کہ خاوند نکل آوے ص اور اچھا یہ ہے کہ اُن دونون کے بیچ مین ایک عورت معتبر مقرر کیجاوے کہ قادر ہووے منع پر وطی سے اور اگر کسی شخص نے سفر مین اپنی زوجہ کو کہ اُسکے ساتھ ہے طلاق بائن دیا یا مر گیا اور وہان موضع اقامت نہین ہے اور زوجہ کے شہر تک وہان سے مدت سفر نہین ہے تو وہان سے پھر آوے اور اپنے گھر مین آنکے عدت بیٹھے اور اگر جہان کا ارادہ رکھتی ہے اور جہان سے آئی ہے دونون تین دن تین رات کی مسافت سے کم نہون تو عورت کو اختیار ہے جہان ان دونون جانب سے چلی جاوے ہو سکتا ہے برابر ہے کہ اُسکے ساتھ کوئی ولی ہو یا نہو اور احتیاط اسمین ہے کہ رجوع کرے اور اپنے مسکن مین آکے جہان سے چلی تھی عدت کرے اور امام سرخسیؒ کے نزدیک دونون جانبون سے جو اقرب ہو اُسکو اختیار کرے مدت سفر سے زیادہ ہو یا کم اور اگر جس جگہ سے نکلی ہے تین روز کی راہ ہووے اور جس طرف جاتی ہے کم ہووے تو اُسی طرف چلی جاوے اور اگر وہ جگہ موضع اقامت ہے مثلاً شہر ہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہین عدت تمام کرے اگرچہ اُسکے پاس کوئی ولی موجود ہووے اسواسطے کہ نکلنا معتدہ کو حرام ہے اگرچہ مسافت مدت سفر سے کم ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اُسکے ساتھ ولی ہو تو نکلنا اُس کا حرام نہین ہے کیونکہ واسطے وحشت جدائی کے نکلنا مباح ہے اور حرمت سفر کی اُٹھ گئی بوجہ ولی کے تو اب بنا بر قول صاحبینؒ کے جب نکلنا جائز ہوا تو اب کس طرف جاوے اُسمین ویسی ہی تفصیل ہے جیسے گذری

باب ثبوت نسب کے بیان مین

اگر کسی شخص نے کسی عورت کو کہا کہ اگر اُس سے مین نکاح کرون تو وہ طلاق ہے اور پھر نکاح کیا اُس سے اور وہ جنی بعد چھ مہینے کے وقت نکاح سے تو نسب لڑکے کا اُس شخص سے ثابت ہو جاوے گا اور لازم ہووے گا اُسکو مہر اُس عورت کا ف اور دلیل اُسکی اصل مین مذکور ہے ص اور ثابت ہووے گا نسب مطلقہ بطلاق رجعی کا اگر جنے وہ لڑکے کو دو برس یا زیادہ مین جب تک اقرار نکرے عدت کے گذرنے کا تو اگر اقرار کریگی عدت کے گذرنے کا اور پھر جنی اور طلاق اور ولادت کے بیچ مین دو برس سے زیادہ کی مدت ہے تو نسب ثابت نہوگا اس واسطے کہ نسب جب ثابت ہوتا ہے کہ مدت اقرار اور ولادت مین چھ مہینے سے کم گذرے ہون جیسا کہ آگے آتا ہے اور اگر لائی اُس لڑکے کو کم مین دو برس سے تو بائنہ ہو جاوے گی اپنے خاوند سے

ؔ اس واسطے کہ احتمال ہے کہ حمل عدت مین رہا ہو اور عورت معتدۃ اللہ ہو ١٢ ؔ پس ضرور ہے کہ یہ حمل بعد طلاق اور گذرنے عدت کے رہا ہو بسبب اقرار عورت کے ١٢ عبدہ ؔ اس واسطے کہ احتمال ہے کہ یہ علوق قبل طلاق کے ہو یا عدت مین ہو اور شک سے مرجع نہین ہوتا کذا فی الہدایۃ ١٢ عبدہ۔

ساقط گذرنے عدت کے اور نسب ثابت ہوجاوے گا بخلاف اُس صورت کے جب جنی زیادہ مین دو برس سے کہ وہان رجعت ثابت ہوجاوے گی کیونکہ
اب حمل وطی کا نہین ہوسکتا ہے مگر عدت مین ف اور اول صورت مین ہوسکتا ہے کہ وطی نکاح مین ہو کیونکہ وہان وقت طلاق سے دو برس سے کم
مدت گذری ہے ص اور جو عورت کہ مطلقہ بطلاق بائن ہے تو اُسکے لڑکے کا نسب ثابت ہوگا جب جنے وقت طلاق سے دو برس سے کم مین اس لیے
کہ ممکن ہے کہ یہ علوق قبل طلاق کے ہوا اور جو دو برس کے بعد جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر یہ کہ خاوند اُسکا دعوی کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اُسنے وطی کی ہو شبہ
سے ایام عدت مین اور جو عورت مراہقہ ہے یعنی ایسی لڑکی ہے کہ اُسکے مثل کی اور عورتون سے جماع ہوتا ہے اور وہ ایسی سن مین ہے کہ بالغ ہوسکتی
ہے مثلا نو برس یا زیادہ کی ہے لیکن علامات بلوغ ظاہر نہین ہوے وہ اگر بعد طلاق کے کم مین نو مہینے سے جنی نزدیک طرفین کے نسب لڑکے کا ثابت
ہوجاوے گا اور اگر نو مہینے مین جنی تو نسب ثابت نہوگا اور نو مہینے اسواسطے معتبر ہوے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور عدت اُسکی تین مہینے ف اور
اصل مین اس مقام پر تفصیل کی ہے ص اور نزدیک امام ابو یوسف رح کے اگر طلاق رجعی ہے تو ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ تین مہینے اُسکی
عدت کے مدت ہین اور دو برس اکثر مدت حمل مین اور اگر طلاق بائن ہے تو دو برس تک اور اگر کسی عورت معتدہ نے اقرار کیا کہ عدت میری تمام ہوگئی اور پھر
چھ مہینے سے کم مین وقت اقرار سے جنی تو نسب لڑکے کا ثابت ہوجاوے گا لیکن اگر چھ مہینے مین یا زیادہ مین وقت اقرار سے جنی تو نسب ثابت نہوگا ف
کفایہ اور فتح القدیر وغیرہما مین لکھا ہے کہ چھ مہینے کی مدت وقت اقرار سے معتبر ہے اور نسخ شرح وقایہ مین وقت طلاق سے لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ
ہے قلم ناسخ سے ص اگر عورت معتدہ نے دعوی کیا کہ مین نے لڑکا جنا اور خاوند نے اُسکی ولادت کا انکار کیا تو اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر تھا یا خاوند نے
اُسکا اقرار کیا تھا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا اور اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر نہ تھا اور خاوند نے بھی اُسکا اقرار نہین کیا تھا تو دو مرد کی
کی یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی واسطے ثبوت نسب کے ضرور ہے امام صاحب رح کے نزدیک اس طرح پر کہ زوجہ تنہا گھر مین گئی اور اُسکے ساتھ کوئی نہ تھا
اور گھر مین بھی کوئی لڑکا نہ تھا اور وہ دونون مرد گھر کے دروازے پر بیٹھے کہ آواز لڑکے کی سنی یا لڑکے کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور صاحبین رح کے نزدیک سب صورتون مین
گواہی ایک عورت کی کافی ہے اگر کوئی عورت عدت موت مین دو سال کے قبل جنے تو نسب ثابت ہوجاوے گا اور اگر معلوم نہین کہ قبل موت کے جنی یا
بعد اُسکے دو برس مین یا کم مین لیکن اقرار کیا ورثہ نے کہ یہ لڑکا اُنکے مورث کا ہے تو اگر صاحب اقرار ایسے ہین کہ اُنسے صحت شہادت نہین ہوسکتی بوجہ نہ کامل ہونے
نصاب شہادت کے یا عدم عدالت کے تو فقط وہ لڑکا وارث ہوجاوے گا اُس مقر کے حق مین اور اگر صحیح الشہادۃ ہین تو نسب اُسکا ثابت ہوجاویگا
مقر اور غیر مقر سب کے حق مین اور جو ورثہ نے اقرار نہین کیا تو نسب ثابت نہوگا ایک مرد نے نکاح کیا کسی عورت سے اور وہ جنی کم مین چھ مہینے سے وقت
نکاح سے تو نسب اُس کا ثابت نہوگا اور اگر جنی چھ مہینے یا زیادہ مین تو نسب ثابت ہوگا برابر ہے کہ خاوند اقرار کرے یا چپ رہے اور اگر انکار کرے
ولادت کا تو ایک عورت کی گواہی دینے سے ثابت ہوگا پھر اگر بعد گواہی کے خاوند لڑکے کی نفی کرے یعنی کہے کہ یہ لڑکا مجھسے نہین تو لعان کریگا
اور اگر بعد نکاح کے جنی اور دعوی کیا زوجہ نے کہ نکاح کو چھ مہینے ہوے اور مرد نے دعوی کیا کہ چھ مہینے نہین ہوے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
قول عورت کا بغیر قسم کے قبول ہوجاوے گا ف اور لڑکا زوج کا ہوجاوے گا + ہدایہ ص اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو طلاق ہے
اور گواہی دی ایک عورت نے ولادت پر تو طلاق واقع نہوگا نزدیک امام ابو حنیفہ رح کے اور امام ابو یوسف رح اور محمد رح کے نزدیک طلاق واقع ہوجاویگا
کیونکہ ولادت ایسا امر ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہوجاتا ہے اور طلاق بالتبع ثابت ہوجاوے گا ف اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اُن امور مین کہ نہین استطاعت رکھتے ہین مرد اُنکی نظر کی اور یہ حدیث اُس لفظ سے نہین پائی لیکن

روایت کیا ابن ابی شیبہ نے زہری سے کہ کہا انھون نے جاری ہوئی سنت اس بات پر کہ جائز ہے شہادت عورتون کی اُن امور مین کہ نہین
اطلاع پاتے ہین اُنپر کوئی سوا اُن کے مثل عورتون کے ولادت اور عیوب پر اور جائز ہے شہادت دایہ کی تنہا اوپر رونے لڑکے کے اور دو عورتین
چاہیین اسکے سوا مین اور یہ حدیث حجت ہے کیونکہ یہ مرسل ہے روایت کیا اسکو دارقطنی نے محمد بن عبد الملک واسطی سے انھون نے اعمش سے
انھون نے ابی وائل سے انھون نے حذیفہ رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھی شہادت دایہ کی اور روایت کی امام محمد نے آثار مین ابراہیم
نخعی سے کہ وہ جائز رکھتے تھے شہادت عورتون کی لڑکے کے رونے پر اور اخراج کیا اسکا امام ابو حنیفہ نے مسند مین اور دلیل امام صاحب کی مذکور ہے
ہدایہ اور فتح القدیر مین ص اور اگر خاوند نے اقرار کیا حمل کا اور تعلیق کی طلاق کی ولادت پر تو عورت پر طلاق پڑجاوے گا بغیر شہادت کے اور
صاحبین کے نزدیک شرط ہے شہادت دایہ کی اور اکثر مدت حمل دو برس ہین ف امام اعظم کے نزدیک اور دلیل ہماری قول حضرت عائشہ کا ہے کہ
نہین رہتا ہے لڑکا رحم مین اکثر دو برس سے اور ایک لفظ مین ہے نہین زیادہ ہوتی ہے عورت حمل مین دو برس سے اگرچہ ہو اندر سایہ تکلے کے
یعنی اگرچہ بقدر سایہ تکلے کے ہووے کیونکہ سایہ تکلے کا وقت دوران چرخے کے سریع الزوال ہوتا ہے اور سایون سے اور مقصود تقلیل ہے
اخراج کیا اس قول کا دارقطنی نے اور بیہقی نے سنن مین اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین اور دلائل اُن کے
ضعیف ہین قابل حجت کے نہین فتح القدیر مین مذکور ہین ص اور اقل چھ مہینے ہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا
پھر فرمایا وفصالہ فی عامین تو نہ باقی رہے حمل کے واسطے مگر چھ مہینے ص اور جس شخص نے نکاح کیا کسی کی لونڈی سے پھر طلاق دیا اُس کو
ف بعد دخول کے ص پھر خرید اسکو اور جنی وہ چھ مہینے کم مین خرید کے وقت سے تو لازم آوے گا لڑکا اُس شخص کو بغیر دعوی کے اور اگر چھ
مہینے مین یا زیادہ مین جنی تو بغیر دعوی کے اُسکو لازم نہوگا ف وریہ جب ہے کہ طلاق ایک ہو رجعی یا بائن یا خلع ہو اور اگر دو طلاق دیے تھے تو
نسب ثابت ہوگا دو برس تک وقت طلاق سے ہدایہ ص اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین ولد ہے تو وہ میرا ہے اور شہادت
دی اسکی ولادت پر ایک عورت نے تو نسب لڑکے کا اُس سے ثابت ہوجاوے گا اور وہ لونڈی اُسکی ام ولد ہوجاوے گی اور اگر کسی نے ایک
لڑکے کو کہا کہ یہ میرا فرزند ہے اور وہ اُسکا لڑکا ہوسکتا ہے بعد اُسکے وہ شخص مرگیا اور لڑکے کی مان نے کہا کہ وہ اُس کا بیٹا ہے اور مین اُسکی بیوی
ہون تو دونون وارث ہونگے اگر وہ عورت معروفۃ الحریۃ ہو اور یہ بھی مشہور ہو کہ اُس لڑکے کی مان ہے اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ عورت حرہ ہے اور ورثہ
نے کہا کہ تو ام ولد ہے تو عورت کو میراث نہ ملیگی اور لڑکا وارث ہوگا

باب حضانت کے بیان مین

اور واسطے تربیت صغیر کے حقدار اول مان ہے اور پیچھے جو کہ بیان کیے گئے اگرچہ اُسکے اور خاوند کے درمیان مین تفریق ہوجاوے یعنی طلاق دیا
ہو ف کیونکہ روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ یہ بیٹا میرا تھا پیٹ میرا اُس کا برتن اور
چھاتی میری اُسکی مشک اور گود میری اُس کا مکان اور باپ نے اُس کے مجھے طلاق دیا اور چاہتا ہے کہ چھین لے اُس کو مجھ سے سو فرمایا اُس کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو زیادہ حقدار ہے اُس کے رکھنے کی جب تک نکاح نکرے روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور حاکم نے
اور صحیح کیا اس کو اور اس واسطے کہ مان کی شفقت زیادہ ہے تو بیٹا اسکی طرف اچھا ہوگا اور حضرت ابوبکر رض نے دیا عاصم پسر حضرت عمر رض کو

بلکہ سپرد کیا اُسکو طرف اُس کی مان کے وقت وقوع فرقت کے روایت کیا اسکو مالک نے اور عبد الرزاق نے اور زیادہ کیا بیہقی نے کہ کہا
ابو بکر نے سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے نہین جدا کی جاوے والدہ اپنے لڑکے سے اور مصنف ابن
ابی شیبہ مین ہے کہ عمر بن الخطاب نے طلاق دیا جمیلہ بنت عاصم بن ابی الافلح کو تو اُس نے نکاح کیا اور آئے حضرت عمر اور لے لیا اپنے بیٹے کو
اور پکڑا اُس کو اُسکی مان نے یہان تک کہ مرافعہ کیا دونون نے حضرت ابو بکر پاس تو فرمایا حضرت ابو بکر نے کہ چھوڑ دو اُس کی مان اور لڑکے
کو تو لے لیا اُسکی مان نے لڑکے کو اور ایک روایت مین مصنف کی ہے کہ فرمایا حضرت ابو بکر نے چھونا مان کا اور گود اُسکی اور بو اُس کی بہتر ہے
اُسکے لیے تم سے یہان تک کہ جوان ہو جاوے لڑکا تو اختیار کر لے اپنے نفس کو ص اور جب مان نہ ہووے ف یعنی مر گئی ہو یا کسی اجنبی
سے اُسنے نکاح پڑھا لیا ہو کفایہ ص تو نانی اولی ہے اگرچہ کتنی ہی بلند ہو جاوے ف یعنی نانی کی مان اور نانی کی نانی وغیرہا اسواسطے کہ
یہ حق ماؤن کی جانب کا ہے تو جب مان نہو لی تو مان کی مان کی طرف منتقل ہو جاوے گا ص اور اگر نانی نہووے تو دادی بہتر ہے بہنون سے
ف اس واسطے کہ دادی بھی حصہ مان کا رکھتی ہے ترکے مین اور شفقت بھی اُسکو زیادہ ہے بہ نسبت بہنون کے ص تو اگر دادی نہو تو بہنین
اُس کی حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی ف اور یہ اولی ہین خالہ سے اس واسطے کہ یہ بیٹیان ہین اپنے باپ کی اور اسی واسطے مقدم ہین میراث مین
اور ایک روایت مین خالہ اولی ہے بہن سے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ بجاے مان کے ہے حق مین بیٹی حضرت
حمزہ کے نکالا اس کو بخاری نے اور نکالا اسکو امام احمد نے حدیث سے علی کی پھر فرمایا کہ لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے کہ بیشک خالہ مان ہے اور روایت
اسحق بن راہویہ مین ہے اس لفظ سے فان الخالۃ والدۃ اور یہی عبارت واقع ہے ہدایہ مین ص بعد اُن کے حقیقی بہنین مان کی
پھر اخیافی بہنین مان کی پھر علاتی بہنین مان کی پھر باپ کی بہنین حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی ف اور حاصل یہ ہے کہ اول جو ذوات قرابتین ہین یعنی باپ اور مان
دونون کی طرف کی ہے مقدم کی جاوے گی پھر مان کی جانب پھر باپ کی جانب کی اور خالہ اس واسطے مقدم ہے پھوپھی پر کہ پھوپھی باپ کی بہن ہوتی
ہے اور خالہ مان کی بہن اور قرابت مادری اس مقام مین اولی ہے ص اور یہ جب ہی کہ یہ عورتین آزاد ہون اسواسطے کہ لونڈی اور ام ولد کو حق تربیت
اپنے لڑکے کا نہین ف اس واسطے کہ اُن کو خدمت سے فراغت نہین ص اور حکم ذمیہ کا مثل مسلمہ کے ہے تو اگر لڑکا مسلمان ہے اور مان اُس کی
ذمیہ ہے تو اُس کی مان کو حق ہے پرورش کا جب تک وہ نہ پہچانے دین کو یا الفت نہ پکڑے کفر سے تو ان دونون صورتون مین مان سے چھین لیا
جاوے گا اور جس عورت نے کہ نکاح کر لیا غیر محرم سے ولد کے تو پرورش کا حق اُسکی جاتا رہا ف اور دلیل اُس کی حدیث عبد اللہ بن عمر کی ہے
جو اوپر گذری ص اور اگر محرم سے نکاح کر لیا جیسے اُس کی مان نے نکاح کیا لڑکے کے چچا سے یا اُسکی دادی نے اُسکے دادا سے تو یہ حق باطل نہوگا ف اور
دلیل اُسکی ظاہر ہے ص اور اگر نکاح جو غیر محرم سے ہوا تھا ساقط ہو گیا تو پھر حق اُس کا لوٹ آوے گا اور اگر کوئی عورت مان اور باپ کی جانب سے موجود
نہووے تو حق پرورش عصبات کو ہے علی الترتیب ف یعنی پہلے باپ پھر دادا پھر بھائی حقیقی پھر بھائی علاتی پھر بیٹا حقیقی بھائی کا پھر بیٹا علاتی بھائی کا
اور اسیطرح نیچے تک انکی اولاد پھر چچا پھر چچا کے بیٹے ص لیکن صغیرہ کو ساتھ عصبہ غیر محرم کے مثل مولی عتاقہ یا چچا کے بیٹے کے نہ دین گے ف اور صغیر کو
دیدینگے اور مولی عتاقہ کہتے ہین آزاد کرنے والے کو اور کافی مین ہے کہ جب صغیر کا کوئی عصبہ نہو تو اخیافی بھائی کو دینگے پھر اُس کے بیٹے کو پھر
باپ کے اخیافی بھائی کو پھر اُسکے بیٹے کو پھر مان کے حقیقی بھائی کو پھر اخیافی کو پھر علاتی کو اسواسطے کہ ان لوگون کو بھی ولایت ہے نکاح مین نزدیک امام ابو حنیفہ
کے کفایہ اور اگر کئی مستحق پرورش ایک ہی درجے مین ہون تو جو زیادہ پرہیزگار ہوگا اُس کو پھر جو زیادہ عمر والا ہوگا اُس کو دینگے جامع الرموز ص اور نہ اُسکو
جو فاسق ہو لوگون کو حیلہ سکھاتا ہو اور ولد کو اختیار نہ ہوگا بخلاف امام شافعی کے ف کہ اُن کے نزدیک لڑکے کو اختیار رہتا ہے اس واسطے کہ روایت کی

نافع بن سنان سے کہ وہ اسلام لائے اور انکار کیا اُن کی عورت نے اسلام سے سو بٹھلایا نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ماں کو ایک گوشے مین اور باپ کو ایک گوشے مین اور لڑکے کو اُن کے درمیان مین سو جھکا لڑکا اپنی ماں کی طرف پھر فرمایا آپ نے یا اللہ تو ہدایت کر اُسے پھر جھکا اپنے باپ کی طرف تو لے لیا اُسنے اُس کو نکالا اس کو ابو داؤد اور نسائی نے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور بھی نکالا چاروں عالموں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اختیار دیا لڑکے کو ماں اور باپ کے درمیان مین کہا ترمذی نے حدیث حسن صحیح ہے اور صاحب ہدایہ نے یہ جواب دیا ہے کہ لڑکے کی عقل قاصر ہے سو اختیار کرے گا اُسی شخص کو جو اُسکو تقیید نکرے بوجہ میلان اُسکے کے طرف لعب کے اور صحیح ہوا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہ اُنھون نے اختیار نہین دیا اور یہ حدیث سو اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے الٰہی ہدایت کر اُس کو اور دعا آپ کی مستجاب ہے مقبول ہے تو اسی مین بہتری تھی واسطے لڑکے کے یا محمول ہے اُس صورت پر کہ لڑکا بالغ ہو گا ہے اور ماں اور نانی حقدار ہین لپسر کی یہان تک کہ کھاوے اور پیوے اور پہنے اور استنجا کرے اکیلے اور اندازہ کیا اسکا خصاف رح نے سات برس سے اور اسی پر فتویٰ ہے ہے اور دختر کی یہان تک کہ حیض آوے اور امام محمد رح سے مروی ہے یہان تک کہ شہوت دار ہو وے اور یہی معتبر ہے واسطے فساد زمانہ کے اور سوا ان باپ حقدار ہین دختر کے یہان تک کہ شہوت والی ہو اور مطلقہ کو جائز نہین ہے کہ بعد عدت کے کہین اپنے فرزند کو سفر مین لیجاوے مگر اپنے وطن اصلی مین جہان اُس کا نکاح ہوا اتفاقًا اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص اہل والا ہوا کسی شہر مین تو وہ اہل اُس شہر کا ہے نماز پڑھے مقیم کی روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے حضرت عثمان رض سے اور ابن ابی لیلیٰ رح نے اور لفظ اُس کا یہ ہے کہ جب نکاح کرے کوئی شخص کسی شہر مین تو وہ اہل اُس شہر کا ہے اور اسناد مین اُسکی عکرمہ بن ابراہیم ازدی ضعیف ہے ہے اور یہ اختیار صرف ماں کو ہے اور غیر کو درست نہین

اگرچہ نزدیک ہو

باب نفقے کے بیان مین

واجب ہے نفقہ اور لباس اور مسکن خاوند پر ف اور اصل اس باب مین قول اللہ تعالیٰ کا ہے لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ چاہیے کہ خرچ کرے صاحب کشایش اپنی کشایش سے اور فرمایا وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حدیث حجۃ الوداع مین کہ عورتون کے لیے تمھارے اوپر رزق ہے اور لباس ہے موافق دستور کے اور یہ حدیث صحیح مسلم مین ہے اور اس واسطے کہ یہ نفقہ روکے رہنے کا ہے جیسے نفقہ قاضی کا ہے اور عامل صدقہ کا ہے اگرچہ چھوٹا ہو وطی پر قادر نہو واسطے اپنی زوجہ کے مسلمان ہو یا کافر ف واسطے اطلاق آیت کے ہے بڑی ہو یا چھوٹی ہو ایسی کہ وطی کی جاتی ہو اور اگر وطی نکی جاتی ہو بسبب زوجہ کی صغرسنی کے یا کوئی اور مانع کے جو جانب زوجہ سے ہو تو خاوند پر نفقہ واجب نہوگا اور معتبر نفقے مین دونون کا حال ہے تو اگر دونون غنی ہین تو نفقہ غنا کا اور جو دونون تنگدست ہین تو نفقہ تنگدستی کا اور جو ایک غنی ہے اور دوسرا تنگدست تو دونون کے بیچ مین ف مثلًا خاوند امیر ہے اپنے گھر مین حلوا اور کباب اور اقسام کے کھانے کھاتا ہے اور عورت اپنے گھر مین جو کی روٹی کھاتی ہے تو خاوند پر واجب نہین کہ جو آپ کھاتا ہے وہ دیوے بلکہ گیہون کی اور ایک دو قسم کے کھانے دیوے ہے اور یہ ہمارا مذہب ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک سب حالتون مین اعتبار خاوند کا ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا ہند زوجہ ابو سفیان کو کہ لے لے تو اُسکے مال سے اُسقدر کہ کافی ہو تجھکو اور تیرے لڑکے کو روایت کیا اُس کو بخاری اور مسلم نے اور اضافت کی نفقے کی طرف زوجہ کے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے ہے اگر چہ زوجہ اپنے باپ کے گھر مین ہووے اور خاوند نے اُسکو طلب نکیا ہو

سوال اور یہی مختار ہمارے مشائخ کا ہے ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتبار حال ہند کا فرمایا اور رزق کی نسبت اُسکی طرف کی ... امام شافعی کی دلیل جو ہے ... لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ ... اعتبار حال دونون کا ... [illegible]

نہین ہے بلکہ اور طرح ہے تو ایک ہی بار بیع کیا جاوے گا ف اور باقی دین موقوف رہے گا اُس کی حرّیت پر ص اور خاوند پر واجب ہے کہ عورت کو رکھے ایک جدا گھر مین کہ اُس مین کوئی خاوند کے اہل[۵۱] سے نہووے اور نہ اُس کا بیٹا ہو جو اور بیوی سے ہو مگر جب کہ زوجہ راضی ہو جاوے خاوند کے اہل کے ساتھ رہنے پر اور اگر گھر بڑا ہے اور اُس مین کئی قطعے ہین تو بھی ایسا قطعہ چاہیے کہ زنجیر اور قفل اُس کا علیحدہ ہو اور خاوند کو پہونچتا ہے کہ والدین زوجہ کو اور اُس کے ولد کو جو اُس خاوند سے نہو گھر مین نہ آنے دیوے اس واسطے کہ گھر ملک خاوند کا ہے تو اُس کو منع پہونچتا ہے اور نہین جائز ہے کہ منع کرے اُن کو[۵۲] دیکھنے سے زوجہ کے یا کلام سے اُس کے ساتھ جس وقت چاہین وہ اور بعضون کے نزدیک خاوند کو جائز نہین ہے کہ عورت کو والدین کے پاس جانے سے یا والدین کو اُس کے پاس آنے سے ہفتے مین ایک بار منع کرے اور محرمون کی زیارت سال بھر مین ایک بار[۵۳] روکے اور یہی صحیح ہے ف ایسا ہی ہے ہدایہ مین اور خانیہ مین ہے کہ اسی پر فتوے ہے ص اور معین کرے قاضی نفقہ اُس شخص کی زوجہ کا جو غائب ہووے اور اُس کی والدین کا اور اُسکی اولاد صغار[۵۴] کا اُس کے مال سے جو اُن کے حق کی جنس سے ہے مثلاً دراہم یا دنانیر یا کپڑے ہین اُس کے پہننے کے یا غلہ برخلاف اُس صورت کے کہ وہ اُن کے حق کی جنس سے نہو مانند اُن اسباب کے کہ اُن کی بیع کی حاجت پڑے واسطے صرف نفقے کے ف جیسے مکان زمین آلات وغیرہ ص اور وہ نہ پہنچ جاوین گے کہ نزدیک مُودع[۵۵] یا مضارب یا مدیون کے ہے اور وہ لوگ اقرار کرتے ہین اُس مال کا اور اُس کی زوجہ ہونے کا یا قاضی زوجہ ہونیکو جانتا ہو اور قاضی کو چاہیے کہ عورت سے ضامن لیوے اور حلف دلاوے اُس کو اس بات پر کہ اُس شخص غائب نے اُس کو نفقہ نہین دیا ہے اور اگر وہ شخص مقر نکاح کے نہون اور قاضی بھی نجانتا ہو اور زوجہ اپنے نکاح پر گواہ لادے تو قاضی نفقے کو اُس پر فرض نکرے گا اسی طرح اُس نے اگر کچھ مال نہین چھوڑا اور زوجہ نے بینہ قائم کیے نکاح پر تاکہ قاضی اُس کے لیے نفقہ مقرر کر دے اور اُس کو حکم کرے قرض لینے کا خاوند پر تب بھی قاضی نفقہ اُس کے لیے مقرر نکرے گا اور حکم نکاح بھی نہ کرے گا اس واسطے کہ حکم غائب پر جائز نہین ف یعنی مدعا علیہ کے غائب ہوتے فیصلہ کر دینا اُسپر جائز نہین ص اور امام زفر رح کے نزدیک نفقہ اُس پر فرض کر دے اور نکاح کا حکم نہ کرے اور آج کل مین واسطے حاجت آدمیون کے قاضی تعمیل موافق مذہب امام زفر رح کے کرتے ہین ف اور محیط مین بھی اسی کو اختیار کیا ہے ص فصل جو عورت کہ عدت مین طلاق رجعی یا بائن کے ہووے یا عدت مین اُس فرقت کی ہووے جو بسبب معصیت زوجہ کے نہین ہے جیسے خیار عتق اور بلوغ اور وہ تفریق جو بسبب کفو نہونے کے ہووے تو اُس کا نفقہ اور مسکن عدت کے گذرنے تک خاوند پر واجب ہے اور نزدیک امام شافعی رح کے طلاق بائن مین نفقہ اور سکنے خاوند پر نہین اور دلیل لاتے ہین وہ حدیث فاطمہ رض بنت قیس سے ف کہ تین طلاق دیے تھے اُن کو خاوند نے اُن کے تو نہ مقرر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے اُس کی مسکن اور نفقہ روایت کیا اس کو مسلم اور اصحاب سنن نے ص اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رض نے اس حدیث کو رد کیا ف جامع ترمذی اور ابوداؤد اور صحیح مسلم وغیرہ مین ہے کہ آئی فاطمہ رض بنت قیس نزدیک عمر بن خطاب کے سو فرمایا آپ نے کہ نہین ہین ہم کہ چھوڑ دیوین اپنے رب کی کتاب کو اور اپنے نبی کی سنت کو بسبب قول ایک عورت کے کہ نہین جانتے ہین ہم کہ یاد رکھا اُس نے یا نہین زیادہ کیا طحاوی اور دارقطنی نے کہ فرمایا حضرت عمر رض نے سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ مطلقۃ الثلاث کو مسکن اور نفقہ ہے اور حضرت

---

[۵۱] مگر رضاے زوجہ سے ۱۲ [۵۲] یعنی والدین واولاد زوجہ کو ۱۲ [۵۳] یہ جائز نہین ۱۲ [۵۴] یعنی چھوٹون کا ۱۲ [۵۵] مودع وہ ہے جسکے پاس مال امانت ہوا اور مضارب وہ شخص جسکو مال دیا ہو نفع کی شرکت پر اور مدیون قرضدار کو کہتے ہین ۱۲ منہ

عائشہ رضؓ نے بھی اس حدیث کو رد کیا اور کہا فاطمہؓ سے کہ کیا نہیں خوف کرتی ہے اللہ کا یہ صحیح بخاری میں ہے اور کبھی نہ مانا اُسکو کبار تابعین نے مثل اسودؒ اور سعید بن المسیبؒ کے اور طول کیا شیخ ابن الہمام نے اس مطلب کو بحث میں جس کو دیکھنا ہو فتح القدیر میں دیکھے ص اور جو عورت کہ عدت موت میں ہووے یا تفریق کرائی جاوے بسبب اپنی معصیت کے جیسے مرتد ہو جاوے یا ابن زوج کا بوسہ لے لیوے تو نفقہ اُسکا واجب نہیں اور جو عورت کہ عدت میں تین طلاق کے ہووے اور وہ مرتد ہو جاوے تو نفقہ اُسکا ساقط ہوگا اور اگر ابن زوج کو اپنے اوپر قادر کرا دے تو ساقط نہوگا ف اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے ص اور نفقہ اولاد صغار کا باپ پر ہے جب وہ مفلس ہوں اور کوئی اُنمیں شریک نہ ہوگا جیسا کہ ماں باپ کے اور زوجہ کے نفقے میں کوئی اُس کا شریک نہوگا ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ اور مولود لہ باپ ہے۔ ہدایہ ص اور اگر اولاد اُسکی غنی ہے تو نفقہ اُن کا اُن کے مال میں سے ہوگا اور اگر وہ ولد شیر خوار ہے تو ماں کو دودھ پلانے پر جبر نہ کریں گے ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا اور نہ ضرر پہونچائی جاوے گی والدہ ابنے ولد سے ص مگر جب سوا اُس کے اور دودھ پلانے والی نہ ملے یا لڑکا اور کسی کا دودھ نہ پیے ف یا خاوند اُجرت مرضعہ پر قادر نہو ص تو اُسوقت ماں پر جبر کرینگے ف واسطے حفاظت ولد کے ص اور مرد نوکر رکھ لے مرضعہ کو کہ دودھ پلاوے ولد کو نزدیک اُس کی ماں کے اور اگر اُس کی ماں کو نوکر رکھ لیا اور وہ اپنی زوجہ ہے یا عدت میں ہے طلاق بائن یا رجعی کے جائز نہوگا اور ایک روایت میں جب عدت میں طلاق بائن کے ہووے تو جائز ہوگا ف اور دلیل ان کی اصل میں مذکور ہے ص اور بعد گذرنے عدت کے جائز ہے کہ خاوند اُس کو نوکر رکھ لے جیسا کہ جائز ہے کہ اپنی زوجہ کو اگرچہ نکاح میں یا عدت میں ہووے نوکر رکھ لے واسطے دودھ پلانے اُس ولد کے جو اس زوجہ کے بطن سے نہیں ہے اور ماں جب عدت سے باہر آوے تو واسطے شیر دہی ولد کے وہ دوسروں سے زیادہ حقدار ہے مگر یہ کہ اُجرت زیادہ طلب کرے ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ یعنی نہ ضرر پہونچایا جاوے باپ اپنے ولد سے اور قیمت زیادہ یہ بھی ایک ضرر ہے ص اور نفقہ دختر بالغہ کا جو بے شوہر ہے اور نفقہ پسر بالغ کا جو محتاج ہوں اور کسب پر قادر نہیں ف مثلاً لولا لنگڑا مفلوج بے دست و پا ہے ص سب باپ پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور روایت خصافؒ اور حسنؒ میں دو ثلث اُس کے باپ پر ہیں اور ایک ثلث ماں پر ہے اور یہ جب ہے کہ اُن دونوں کے واسطے مال نہووے اور اگر مال ہووے تو نفقہ اُن کا اُن کے مال میں سے ہوگا اور جس شخص پر کہ صدقہ فطر واجب ہے تو اُس پر نفقہ اپنے اصول کا جو فقرا ہوں لازم ہے ف اگرچہ کسب پر قادر ہوں ص اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا اور بسر کر والدین کے ساتھ دنیا میں موافق دستور کے اور یہ آیت ماں باپ کافر کے حق میں اُتری ہے اور دستور یہ نہیں کہ آپ عیش کرے اور والدین کو چھوڑ دے کہ وہ بھوکے ہو کے مرجاویں اور اجداد اور جدات بھی آبا اور اُمہات میں ہیں اور اسی واسطے جد قائم مقام باپ کا ہوتا ہے وقت نہونے باپ کے + ہدایہ ص اور بیٹا بیٹی اسمیں برابر ہیں ف تو اگر کسی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو نفقہ اُسکا آدھا آدھا دونوں پر ہے ص اور معتبر اس مقام میں قرب اور جزئیت ہے نہ وراثت تو جس شخص کا ایک پوتا اور ایک بیٹی ہے تو کل نفقہ اُسکا بیٹی پر ہے ف اس واسطے کہ وہ قریب ہے بہ نسبت پوتے کے ص باوجود اس بات کے کہ ترکہ دونوں کو آدھا آدھا ملیگا

۱؎ اس واسطے کہ ردت اور تمکین ابن الزوج کو فرقت میں کچھ اثر و دخل نہیں کیونکہ فرقت قبل اسکے بسبب تین طلاق کے ہوگئی گر مرتدہ حبس کی جاوے گی واسطے توبہ کے اور محبوسہ کے لیے نفقہ نہیں بخلاف ممکنہ ابن الزوج کے کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ ۲؎ یعنی سوا باپ کے دوسرے پر مثلاً ماں پر نفقہ اسکا واجب نہوگا اور ایک روایت امام صاحب سے ہے نفقہ ولد صغیر فقیر کا دو ثلث باپ پر اور ایک ثلث ماں پر واجب ہے کیونکہ میراث کے پس اس قول میں نفی اس روایت کی ہے کہ یہ روایت مفتی بہا نہیں ۱۲ عبدہ ۳؎ اشارہ ہے طرف حاشیہ چلپی کے ۱۲ عبدہ

اور جس شخص کے ایک نواسا ہے اور ایک بھائی ہے تو کل نفقہ اُسکا نواسے پر ہے **ف** اسواسطے کہ نواسا اپنا جزو ہے برخلاف بھائی کے **ص** باوجود اس بات کے کہ ترکہ کل بھائی لیویگا اور نواسے کو کچھ نہ ملیگا کیونکہ وہ ذوی الارحام سے ہے اور نفقہ ذو رحم محرم کا **ف** ذو رحم اُسکو کہتے ہین کہ جسکا حصہ ترکے مین کچھ مقرر نہین اور نہ وہ عصبہ ہے اگرچہ **ص** جب صغیر اور فقیر ہو یا عورت صغیرہ فقیرہ ہووے یا مرد بالغ بیدست و پا یا اندھا ہووے اُسپر جو صلاحیت وراثت کی رکھتا ہو واجب ہے بقدر میراث کے اور جبر کیا جاویگا اُسپر اور معتبر اسمین اہلیت ارث کی ہے نہ حقیقت اُسکی اسواسطے کہ حقیقت ارث کی بعد موت کے معلوم ہوتی ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور قرأت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین ہے وَعَلَى الْوَارِثِ ذِی الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور یہ مالک نصاب پر واجب ہے **ص** تو جس شخص کا ایک ماموں اور ایک چچا زاد بھائی ہے تو باوجود اس بات کے کہ چچا زاد بھائی حاجب ہے ماموں کا کیونکہ وہ عصبہ ہے لیکن ماموں کو صلاحیت ہے وراثت کی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ چچا زاد بھائی مر جاوے اور ماموں وارث ہو جاوے نفقہ اُسکا ماموں پر ہے تو معتبر اقربیت اور اہلیت ارث ہے اور جس شخص کی تین بہنین متفرق ہین مثلاً ایک حقیقی اور ایک علاتی اور ایک اخیافی تو تین خمس اُسکے نفقے کے حقیقی بہن پر ہین اور ایک ایک خمس دونون بہنون پر **ف** اس واسطے کہ وراثت بھی اُن کی اسی طریقے پر ہے تو اگر وہ شخص مر جاوے تو اُسکی مال کے پانچ حصے کیے جاوینگے تین حصے حقیقی بہن کو اور ایک ایک حصہ دونون بہنون کو ملیگا **ص** اور جس شخص کا ایک ماموں اور ایک چچا کا بیٹا ہو تو نفقہ اُسکا ماموں پر ہوگا اور نہین نفقہ ہی باوجود اختلاف دین کے مگر زوجہ کو اگرچہ غنی ہو اور اصول اور فروع کو اگر فقیر ہون اور محتاج پر نفقہ کسی کا واجب نہین مگر زوجہ کا اور لڑکون محتاج کا اور باپ کو جائز ہے کہ مال اپنے پسر کا جو غائب ہو واسطے نفقے اپنے کے بیچے اور زمین اُسکی بیچنا جائز نہین اور سواے نفقے کے اور کسی قرض کی بابت جو باپ کا بیٹے پر ہووے بیچنا اُسکے مال کا جائز نہین اور ماں کو ہرگز جائز نہین کہ واسطے اپنے نفقے کے مال کو بیٹے کی بیچ ڈالے اسواسطے کہ ولایت تمامی مال پسر باپ کو مخصوص ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو اور مال تیرا واسطے تیرے باپ کے ہے اور اسلیے کہ اور ماں کو ولایت تصرف بیٹے کی مال مین نہین **ف** روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح **ص** اور جس شخص غائب کا مال کسی کے پاس امانت ہے اگر وہ اُسنے بغیر حکم قاضی کی اُس غائب کے ماں باپ پر خرچ کیا ضامن ہوگا اور اگر اُسکا مال ماں باپ کے پاس امانت تھا اور اُنھون نے خرچ کیا تو ضمان لازم نہ آویگا اور اگر قاضی نے نفقے کا واسطے غیر زوجہ کے حکم کیا اور ایک مدت تک اُنکو نہ پہونچا تو بقدر اُسکے نفقہ ساقط ہو جاویگا اور جامع کبیر بزدوی سے منقول ہے کہ یہ جب ہے کہ مدت دراز ہو جاوے یعنی ایک مہینا یا زیادہ گذر گیا ہووے اور اگر مدت کم گذری ہو یعنی ایک مہینے سے کم تو ساقط نہوگا لیکن اگر قاضی نے اُسکو قرض لینے کا غائب کے نام پر حکم کیا اور اُسنے قرض لے کے اپنے نفقے مین صرف کیا تو وہ مال ذمہ غائب پر لازم ہوگا اور ساقط نہوگا اور مولی پر ہے نفقہ اپنے غلام اور لونڈی کا **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلامون کے حق مین کہ وہ تمھارے بھائی ہین کیا اللہ نے اُنکو زیر دست تمھارا تو جس کا بھائی زیر دست ہو اُسکے تو کھلاوے اُسکو جو آپ کھاتا ہے اور پہناوے اُسکو جو آپ پہنتا ہے اور نہ تکلیف دو اُن کو اس امر کی جو مغلوب کرے اُن کو اور اگر دو تو تم بھی اعانت کرو اُن کی روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اسکو ابوداؤد نے بسند صحیح سے اور زیادہ کیا کہ جو تمکو پسند نہ آوے اُن مین سے تو بیچو اُن کو اور نہ عذاب کرو خلق اللہ پر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخر کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ محافظت کرو نماز پر اور ڈرو اللہ سے اپنے غلامون مین اخراج کیا اسکو امام احمد نے **ص** تو اگر مولی نے نہ دیا اور وہ قابل کسب کے ہین تو کما وینگے اور نفقہ اپنا کرینگے اور اگر قابل کسب کے نہین جبر کیا جاوے گا مولی اُنکی بیع پر

ف اور حیوانات مین اگر اُنکو نفقہ نہ دے تو حکم بیع کا نہ کیا جاویگا مگر فی مابینہ و بین اللہ حکم ہوگا اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عذاب کرنے سے خلق اللہ کے روایت کیا اسکو ابوداودنے اور منع کیا ضائع کرنے سے مال کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور صحیحین مین مروی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذاب کی گئی ایک عورت بسبب بلّی کے کہ قید کیا تھا اسکو یہان تک کہ مرگئی پھر داخل ہوئی آگ مین اور اسی مین ہے کہ نہ کھانا دیا اُسنے بلّی کو اور نہ پانی دیا جب اُسکو قید کیا اور نہ چھوڑا اُسکو کہ کھاوے گھاس زمین کی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک جبر کیا جاویگا اُس جانور کی بھی بیع پر کذا فی الہدایۃ

ص کتاب العتاق

ف آزاد کرنا مملوک کا ایک امر مندوب اور مستحسن ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مرد مسلمان آزاد کرتا ہے مرد مسلمان کو پاک کرتا ہے اللہ اُسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے عضو کو آگ سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور صحیح ترمذی مین مروی ہے ابی امامہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مرد مسلمان آزاد کرے دو عورتین مسلمان ہونگی وہ دونون خلاصی اُسکی آگ سے اور روایت ہے ابی ذرؓ سے کہا کہ پوچھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کون عمل افضل ہے فرمایا ایمان لانا اللہ پر اور جہاد کرنا اُسکی راہ مین کہا مین نے پھر کون سی گردن آزاد کرنی افضل ہے فرمایا جسکی قیمت زیادہ اور نفیس زیادہ ہے اپنے مالک کے پاس روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور صحیح مسلم مین ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین بدلہ دیسکتا ہے بیٹا اپنے باپ کو مگر یہ کہ پاوے اُسکو غلام پھر آزاد کرے اُسکو اور مسنون رکھا علماء نے کہ آزاد کرے مرد غلام کو اور عورت لونڈی کو تاکہ مقابلہ اعضا کا ہوجاوے + ہدایہ ص عتق[1] صحیح ہوتا ہے حر بالغ عاقل کا اپنی ملک مین **ف** تو غیر کا غلام آزاد نہین کرسکتا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین عتق ہے اُسمین جسکا مالک نہین آدمی روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا کہ حسن صحیح ہے ص تو اگر لفظ صریح ہو تو بغیر نیت کے بھی آزاد ہوگا جیسے کہے تو حر ہے یا معتق ہے یا عتیق ہے یا آزاد کیا مین نے تجھکو یا تو محرر ہے یا حر کیا مین نے تجھکو یا یہ مولی میرا ہے یا پکارا کہ اے میرے مولی **ف** اور ایسا ہی اگر کہا کہ اے حر یا اے آزاد اور اگر نام اُسکا حر ہے اور اُس نے پکارا یا حر تو آزاد نہوگا اور اگر نام اُسکا حر تھا اور فارسی مین کہا اے آزاد یا نام اُسکا آزاد تھا اور عربی مین کہا یا حر تو آزاد ہوجاوے گا - ہدایہ ص یا کہا کہ سر تیرا حر ہے یا اور جو اعضا کہ اُنسے تعبیر سارے بدن سے ہوتی ہے **ف** اور گذر ا بیان اُنکا کتاب الطلاق مین ص اور اگر لفظ کنایہ ہو کہ احتمال آزاد ہونے اور نہونے کا رکھتا ہے جیسے کہے میری ملک تیرے اوپر نہین ہے یا تو میری ملک سے نکل گیا یا چھوڑدی مین نے راہ تیری یا لونڈی سے کہا چھوڑ دیا مین نے تجھکو یا نہین رقیب تیرے لیے **ف** کہ ان سب لفظون سے عتاق اور عدم عتاق مراد ہوسکتا ہے کیونکہ جب کہا کہ تو میری ملک سے نکل گیا معلوم نہین کہ بسبب عتاق یا بسبب بیع کے یا بسبب ہبہ کے اور ایسا ہی باقی الفاظ مین کذا فی الاصل ص تو بغیر نیت کی آزاد نہوگا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو کہا کہ یہ بیٹا میرا ہے تو اگر فرزند اُسکا وہ ہوسکتا ہے اور وہ غلام مجہول النسب ہے تو بغیر نیت کے آزاد ہوگا اور اگر فرزند اُسکا نہین ہوسکتا تو بھی امام صاحب کے نزدیک بے نیت کے آزاد ہوجاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہوگا **ف** اور دلائل اسکے مذکور ہین ہدایہ اور شرح وقایہ مین ص اور اگر خواجہ نے اپنے غلام کو پکارا کہ اے میرے بیٹے یا اے میرے بھائی تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ مقصود پکارنے سے حاضر ہونا اُسکا ہی اور لحاظ معنی کا نہین اور جب معنی مقصود نہوے تو مجازا بھی ثابت نہوگا اور وہ حریت ہے برخلاف اس کے جب کہا یا حر کیونکہ وہ صریح ہی قصد معنی کی طرف محتاج نہین اور اسیطرح اگر کہا کہ نہین حکم میرا تجھ پر[2] میری

[1] یعنی آزاد کرنے مین غلام کے ۱۲ [2] تو عتق ایسی قوت شرعی ہے جو غلام مین بعد آقا کے ملک کے دور ہونے اور بندگی کے جاتے رہنے کے ثابت ہوتی ہے ۱۲ منہ

تبھی تو بھی آزاد نہوگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اُسکا غلام ہو اور تصرف مولی کا نہو سکے جیسا کہ مکاتب میں **ف** اور بیان اسکا آگے آویگا **ص** اور لفظ طلاق اور جو کنایات طلاق ہین اُنسے ہمارے نزدیک لونڈی آزاد نہوگی اگرچہ نیت بھی ہو آزادی کی برخلاف امام شافعی رح کے کہ اُن کے نزدیک آزاد ہو جاوے گی **ف** اور دلائل طرفین کے ہدایہ اور شرح وقایہ مین مسطور ہین **ص** اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو مثل حر کے ہی آزاد نہو گا اور اگر کہا کہ نہین ہے تو مگر حر تو آزاد ہو جائیگا اور جو شخص کہ مالک ہو جاوے اپنے ذی رحم محرم کا تو وہ آزاد ہو جاویگا **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ مالک ہو جاوے ذی رحم محرم اپنے کا تو آزاد ہو جاوے گا اُسپر روایت کیا اس حدیث کو اسی لفظ سے بیہقی اور نسائی نے اور ضعیف کیا اُسکو بسبب اس بات کے کہ ضمرہ منفرد ہوا ساتھ اس حدیث کے سفیان سے اور صحیح کیا اسکو عبد الحق نے اور کہا کہ ضمرہ ثقہ ہے اور تصویب کی ابن القطان نے اُسکے کلام کی اور توثیق کی ضمرہ کی ابن معین نے اگرچہ حجت نہین پکڑی اُس سے صحیحین مین اور ایک روایت مین ہے کہ جو شخص مالک ہو ذی رحم محرم کا تو وہ حر ہے نکالا اُسکو اصحاب سنن اربعہ نے سمرہ سے اور روایت کیا اسکو طحاوی نے حضرت عمر رض سے موقوفا اور عائشہ رض اور علی رض سے ساتھ اسانید ضعیفہ کے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے **ص** اور جسنے اپنے غلام کو واسطے خدا کے یا واسطے شیطان کے یا واسطے بت کے یا زبردستی سے یا نشے مین آزاد کیا تو آزاد ہو جاوے گا اور اگر مضاف کیا عتق کو طرف ملک کے مثلاً کہا کہ اگر مین مالک ہون اس غلام کا تو وہ حر ہے یا شرط کی مثلاً کہا کہ اگر فلانا شخص آوے تو غلام میرا آزاد ہے اور اُس غلام کا مالک ہو گیا یا وہ شخص آ گیا تو آزاد ہو جاویگا بشرطیکہ غلام وقت تعلیق شرط کے اسکی ملک مین ہو اور غلام حربی کا مسلمان ہو کے ہماری طرف چلا آوے تو آزاد ہو گا **ف** اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غلامون مین طائف کے جب وہ نکلے تھے وہان سے مسلمان ہو کے کہ یہ آزاد کیے ہوئے ہین اللہ کے روایت کی یہ ابوداؤد اور ترمذی نے اور کہا کہ حسن صحیح غریب لا نعرفہ الا من ہذا الوجہ اور روایت کیا اُسکو حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے **ص** اور حمل[١٢١] آزاد ہو جاوے گا بسبب آزادی اُسکی ماں کے نہ بطریق تبعیت کے بلکہ بطور اصالت کے اور آزاد کرنے سے حمل کے آزادی اُسکی ماں کی نہوگی اور یہ جب ہے کہ بعد آزادی کے چھ مہینے سے کم مین جنے **ف** اس واسطے کہ اس مین یقین ہے وجود حمل کا وقت آزادی کے **ص** اور اُسمین ولاء اُسکے باپ کی مولی کی طرف نہ آوے گی **ف** صورت ولاء کھینچنے کی یہ ہے کہ ایک شخص کے غلام نے اُسکے اذن سے ایک لونڈی سے نکاح کیا کہ اسکو غیر نے آزاد کیا تھا اور اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ حر ہوگا بتبعیت اپنی ماں کے اور ولاء اُس کی ماں کی مولے کو ملیگی مگر جب یہ شخص بھی اپنے غلام کو آزاد کر دے تو اس صورت مین باپ اُسکا ولاء کو اپنی طرف کھینچ لیگا تو اگر باپ مرجاوے اور پھر اُسکا بیٹا مرجاوے تو اب ولاء بیٹے کی باپ کے مولی کی طرف کھنچ جاوے گی **ص** اور لڑکا تابع ہے اپنی ماں کے تو اگر ماں اُس کی پیدا ہوتے وقت آزاد ہے آزاد ہوگا اور اگر مملوکہ ہوگی مملوک ہوگا اور جو مشترکہ ہے تو مشترک ہوگا موافق حصون اپنی ماں کے اور اگر مکاتبہ ہو مکاتب ہوگا اور اگر مدبرہ ہے مدبر ہوگا اور لونڈی کا لڑکا اُسکے خاوند سے ملک ہی اُسکے مولی[١٢٣] کی اور اُسکے مولی ہی آزاد ہی

باب عتق البعض[١٢٤]

اگر کسی شخص نے بعض اپنے غلام کا آزاد کیا **ف** مثلاً کہا نصف تیرا آزاد ہے یا ثلث تیرا یا ربع تیرا **ص** تو امام صاحبین رح کے نزدیک اُتنا حصہ آزاد ہو جائیگا اور سعی کرے گا واسطے بقیہ قیمت کے نزدیک امام ابوحنیفہ رح کے اور وہ مانند مکاتب کے ہو جاوے گا مگر جبکہ عاجز ہو جاوے

---

[١٢١] یعنی اگر حاملہ لونڈی کو آزاد کرے تو وہ اور اُسکا بچہ دونون آزاد ہو جاوینگے ١٢ [١٢٢] اور اگر بعد چھ مہینے کے پیدا ہوگا تو بچہ بالاصالۃ آزاد نہوگا بلکہ ماں کے تابع ہوکر آزاد ہو جاویگا ١٢ منہ رحمہ اللہ

[١٢٣] یعنی اگر بچہ لونڈی کا مولی سے ہو تو وہ آزاد ہے ١٢ [١٢٤] یعنی یہ باب اُس غلام کے بیان مین ہے جسکا کچھ حصہ آزاد ہو وے ١٢

تو غلام نہو جاوے گا اور صاحبین رح کے نزدیک سارا غلام آزاد ہو گا **ف** اور دلیل اسکی مذکور ہے اصل مین **ص** اگر ایک غلام مین دو شخص شریک ہین اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرا شریک بھی چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے یا اُس سے سعی کرا لیوے یا ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے قیمت اپنے حصے کی اگر وہ تنگدست نہین ہے اور اگر تنگدست ہے تو ضمان نہ لیگا **ف** بلکہ سعی کراویگا یا آزاد کر دے گا **ص** اور ولار دونون کے واسطے ہے اگر وہ دوسرا شریک بھی آزاد کرے یا سعی کراوے اور اگر ضمان لیوے تو کل ولار آزاد کرنیوالے کو ہے اور وہ آزاد کرنیوالا رجوع کرے رقم ضمان کی غلام پر اور صاحبین رح کے نزدیک دوسرے شریک کو دو ہی باتون کا اختیار ہے چاہے ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے اگر وہ غنی ہے یا سعی کراوے اگر وہ فقیر ہے **ف** اور آزاد نہین کر سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی کل آزاد ہو چکا اُن کی رائے پر اور دلیل لاتے ہین حدیث ابی ہریرہ رض سے صحیحین مین کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص آزاد کرے اپنا حصہ غلام کا تو خلاصی اُسکی اُسی پر ہے اگر اُسکے پاس مال ہے اور نہین تو قیمت لگایا جاویگا اور سعی کرائی جاوے گی اور دلیل امام ابو حنیفہ رح کی مذکور ہے ہدایہ اور فتح القدیر مین **ص** اور ولاء فقط آزاد کرنیوالے کو ہے اور اگر دونون شریکون نے گواہی دی اس بات کی کہ دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے **ف** مثلاً زید اور عمرو شریک تھے ایک غلام مین تو زید نے شہادت دی کہ عمرو نے اپنا حصہ آزاد کیا اور عمرو نے شہادت دی کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کیا **ص** تو غلام سعی کرے اُن دونون کے لیے اُنکے حصے مین اور ولا اُن دونون کے واسطے ہے برابر ہے کہ وہ دونون تنگدست ہون یا دونون فراخ دست یا ایک تنگدست اور دوسرا فراخ دست اور صاحبین رح کے نزدیک سعی کرے اگر دونون تنگدست ہون اور اگر دونون فراخ دست ہون تو سعی نکرے[1] اور ایک تنگدست ہے اور دوسرا فراخ دست تو تنگدست کے واسطے سعی کرے اور موقوف رہیگی ولا سب صورتون مین یہان تک کہ اتفاق کرین دونون ایک کی آزادی پر اسواسطے کہ ہر ایک اپنے عتق کا منکر ہے اور اگر ایک نے اُسکے عتق کو معلق کیا کل کے روز ایک فعل کے وجود پر اور دوسرے نے اُسکے عدم پر **ف** مثلاً ایک شریک نے کہا کہ اگر کل زید اس گھر مین جاوے تو حصہ میرا آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر کل زید اس گھر مین نجاوے تو حصہ میرا آزاد ہے **ص** اور کل کا روز گذر گیا اور شرط اُسکی معلوم نہوئی **ف** مثلاً زید اُس گھر مین گیا یا نہ گیا معلوم نہوا **ص** تو آزاد ہو جاوے گا نصف اُس غلام کا **ف** اسواسطے کہ دونون باتون سے کوئی امر ہوا ہوگا تو نصف آزاد ہو جاوے گا **ص** اور سعی کرے نصف مین واسطے اُن دونون کے اور امام محمد رح[2] کے نزدیک سعی کرے واسطے کل قیمت کے دونون کے لیے اور اگر غلام دونون کے جدا ہین مثلاً ایک شخص نے کہا کہ اگر فلان شخص گھر مین داخل ہو تو غلام میرا آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر فلان شخص گھر مین کل داخل نہو تو غلام میرا آزاد ہے اور کل کا روز گذر گیا اور حال معلوم نہوا تو کوئی آزاد[3] نہوگا اور اگر ایک غلام ساتھ خرید یا ہبہ یا وصیت کے دو شخصون کی ملک مین آیا اور ایک اُن مین سے اُس غلام کا باپ ہے یا نصف اپنے بیٹے کا غیر سے خرید لیا یا اُسکے عتق کو معلق کیا ساتھ اُسکی شرا اور نصف کی اور پھر خریدا اُسکو کسی کے ساتھ ملکے تو اِن سب صورتون مین حصہ اُسکا آزاد ہو جاویگا اور وہ ضامن نہوگا برابر ہے کہ شریک جانتا ہو اس بات کو کہ یہ بیٹا ہے اُسکا یا نہ جانتے جیسا کہ نہین ضامن ہوتا ہے باپ اگر وارث ہووے اپنے شریک کے ساتھ غلام کا اور صورت اُسکی یون ہے کہ ایک عورت مر گئی اور اُسکا ایک غلام تھا کہ وہ اُسکے خاوند کا بیٹا تھا اور وہ عورت چھوڑ گئی اپنے بھائی اور خاوند کو تو باپ نصف غلام کا مالک ہو جاویگا اور یہ نصف حصہ آزاد ہوگا اور اُسکے بھائی کے

---

[1] اسلیے کہ اصل قاعدہ صاحبین رح پر ضمان یسیر کے ساتھ اور سعی عسر کے ساتھ ہوتی ہے پس جب دونون شریک معسر یعنی محتاج ہون تو سعی دونون کی لیے کل قیمت مین غلام پر واجب ہوگی اور جو دونون موسر یعنی غنی ہین تو سعایت نہین دینا ظاہر اور ضمان بھی نہین اس واسطے کہ ہر واحد منکر اپنے اعتاق کا اور مدعی اعتاق دوسرے کا ہے اور بینہ نہین ۱۲ کذا فی الاصل مع التشریح ۱۲ [2] اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہے ۱۲ [3] اس واسطے کہ اس صورت مین مقضی علیہ بالعتق یعنی عبد اور مقضی لہ دونون مجہول ہین پس جہالت فاحش ہوئی اسلیے کوئی آزاد نہوگا بخلاف صورت اول یعنی عبد مشترک کے کہ مقضی لہ مجہول ہے مقضی علیہ فافہم ۱۲ عبد

حصے کا ضامن نہوگا اب دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے اُسکو آزاد کردے یا سعی کرادے اور صاحبین رح کے نزدیک غیر میراث مین دوسرا شریک ضامن ہوگا اُسکی نصف قیمت کا اگر غنی ہے اور سعی کرے گا غلام اگر وہ فقیر ہے اور میراث کی صورت مین کسی کے نزدیک ضامن نہوگا اسواسطے کہ ثبوت ملک کا میراث مین کچھ اختیاری نہین ہے تو باپ کا کیا قصور ہے اگر کسی شخص نے بعض غلام اُسکے مولی سے خریدا بعد اُسکے بعض باقی کو باپ نے اُس غلام کے جو غنی ہے خریدا تو اب اُس شخص کو اختیار ہے چاہے باپ سے اُسکے بقدر اپنے حصے کے ضمان لیوے یا غلام سے سعی کرادے اور صاحبین رح کے نزدیک فقط ضمان لیوے ایک غلام مین تین شخص برابر کے شریک تھے ایک نے اُسکو مدبر کیا اور دوسرے نے آزاد کیا اور وہ دونون مالدار ہین اور تیسرا چپ رہا تو چپ رہنے والا اپنے تہائی حصے کا ضمان لیوے مدبر کرنے والے سے اور نہ ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے اور مدبر ضمان لیوے آزاد کرنیوالے سے تہائی حصے کا بعد مدبر ہونے کے نہ اُتنے کا جتنا چپ رہنے والے کو دیا ہے یہ مذہب امام ابوحنیفہ رح کا ہے **ف** مثلاً اُس غلام کی ستائیس روپے قیمت تھی تو چپ رہنے والا مدبر کرنے والے سے نو روپے لیلے اور مدبر کرنے والا ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے چھ روپے کا اسواسطے کہ قیمت مدبر کی دو ثلث ہین قیمت غلام کی اسواسطے کہ مملوک مین منافع تین ہین وطی اور خدمت لینا اور بیچ اور مدبر کرنے سے ایک فائدہ جاتا رہا یعنی اب اُسکو بیچ نہین سکتا تو ایک ثلث قیمت بھی اُس کے مقابلے مین کم ہوجاوے گی کذا فی الاصل **ص** اور صاحبین رح کے نزدیک غلام اُس شخص کا ہوگا جس نے اول اُسکو مدبر کیا اور ضامن ہوگا دو ثلث قیمت کا **ف** یعنی اٹھارہ روپے کا صورت مذکورہ مین **ص** واسطے دونون شریکون اپنے کے برابر ہے کہ تنگدست ہو یا فراخ دست اور ولا موافق مذہب امام ابوحنیفہ رح کے تین حصے کی جاویگی دو حصے مدبر کرنے والے کو اور ایک حصہ آزاد کرنے والے کو **ف** اور صاحبین رح کے مذہب کے موافق ولا کل مدبر کرنے والے کو ملے گی **ص** اور اگر ایک نے دو شریکون مین سے لونڈی مین کہا کہ یہ دوسرے شریک کی اُمّ ولد ہے اور اُسنے انکار کیا تو وہ لونڈی ایک دن خالی بیٹھی رہے گی اور ایک دن خدمت کریگی منکر کی امام صاحب رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک منکر سعی کرالیوے لونڈی سے نصف قیمت مین پھر وہ آزاد ہوجاوے گی اس واسطے کہ جب اُسکے شریک نے تصدیق ام ولد ہونے کی نہ کی تو اقرار اُسکا اُسی پر پلٹ گیا تو گویا اُسکی اُم ولد ہوگئی تو شریک فقط اپنے حصے کے موافق سعی کرالے گا اور پھر آزاد ہوجاویگی اور اگر ایک ام ولد دو شخصون مین مشترک تھی اور ایک نے اُن مین سے اُسکو آزاد کردیا اور وہ غنی ہے تو دوسرے کے حصے سے ضامن نہوگا امام صاحب رح کے نزدیک کیونکہ امام صاحب رح کے مذہب مین ام ولد کی کچھ قیمت نہین اور صاحبین رح کے نزدیک ضامن ہوگا اس واسطے کہ اُمّ ولد اُن کے نزدیک قیمت دار ہے اور جس شخص کے تین غلام تھے اور دو اُسکے پاس موجود تھے اور اُسنے کہا ایک تم مین کا آزاد ہے پھر ایک اُن دو مین سے چلا گیا اور تیسرا غلام آیا اور پھر کہا ایک تم مین کا آزاد ہے اور بعد اُس کے وہ شخص مرگیا اور کچھ بیان نہین کیا تو جو غلام دونون مرتبہ حاضر تھا اُس کے تین ربع آزاد ہوگئے اور نصف اورون کا نزدیک امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے اور ایسا ہی ہے امام محمد رح کے نزدیک مگر تیسرے کا ایک ربع آزاد ہوگا اُن کے نزدیک **ف** اور دلیل اسکی اصل مین مسطور ہے **ص** اور اگر مولی نے یہ قول مرض موت مین کیا اور وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا اور سوا ان تین غلامون کے اور کوئی مال اُسکا نہین اور قیمت ان سب کی برابر ہے تو ہر غلام کے سات حصے کرینگے موافق حصون عتق کے اُن کے نزدیک **ف** اسواسطے کہ تین ربع اور دو نصف کے چار ربع ہوئے تو سات

---

۵۱ اس لیے کہ تملیک بالارث اضطراری ہے نہ اختیاری اور اسیطرح تمام صورتون مذکورہ مین عتق ضروری ہے نہ اختیاری ۱۲ عبدہ ۵۲ یعنی جسنے اول خریدا ہے ۱۲ ۵۳ اس لیے کہ شریک غنی ہے ۱۲

۵۴ اسواسطے کہ ضمان تملک ہر لیس مختلف ساتھ عسر ادر یسر کے نہوگا بخلاف ضمان اعتاق کے اسلیے کہ وہ ضمان جنایت ہو کذا فی الاصل ۱۲ –

حصے عتق کے تھے ص تو سات حصے ثلث مال ہو گئے اسواسطے کہ قیمت ہر غلام کی مساوی ثلث مال کے ہے تو جو غلام نکل گیا تھا اُسکے دو سبع
آزاد ہوے اور پانچ سبع مین اپنی قیمت کے سعی کرے گا اور اسیطرح داخل کے اور ثابت کے تین یعنی تین سبع اور سعی کریگا چار سبع
مین اپنی قیمت کے اور امام محمدؒ کے نزدیک سہام عتق چھ تھے اُسکو ثلث مال بناوینگے اور ہر غلام کے چھ حصے کرینگے تو خارج کے دو سدس
آزاد ہونگے اور سعی کریگا چار سدس قیمت مین اور ثابت کے تین سدس اور سعی کریگا تین سدس مین اور داخل کا ایک تو سعی کریگا پانچ سدس مین
مثلاً قیمت ہر غلام کی بیالیس ۴۲ روپے تھے اور یہی ثلث مال ہے تو کل مال ایک سو چھبیس ۱۲۶ روپے ہوے تو شیخینؒ کے نزدیک خارج کے دو
سبع یعنی بارہ روپے آزاد ہونگے اور پانچ سبع یعنی تیس مین سعی کریگا اور اسیطرح داخل کے اور ثابت کے تین سبع یعنی اٹھارہ روپے آزاد ہوئے
اور چار سبع یعنی چوبیس ۲۴ مین سعی کرے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کی دو سدس یعنی چودہ ۱۴ روپے اور ثابت کے تین سدس یعنی اکیس ۲۱ روپے اور داخل
کا ایک سدس یعنی سات روپے آزاد ہونگے تو سب سہام عتق دونون قولون پر بیالیس ۴۲ روپے ہوے ف اس صورت سے ۱۲/۴۲ شیخینؒ کے نزدیک
اور اس صورت سے ۱۴/۴۲ امام محمدؒ کے نزدیک ص اور وہ ثلث مال ہے اور سہام سعایت چوراسی ۸۴ روپے ہوے اور وہ دو ثلث مال کے ہین ف اس
صورت سے ۳۰/۴۲ شیخینؒ کے نزدیک اور اس صورت سے ۲۸/۴۲ امام محمدؒ کے نزدیک واللہ اعلم ص اور اسیطرح جو شخص تین عورتین رکھتا ہو اور مہر تینون
کا برابر ہے اور اُسنے کسیکے ساتھ وطی نہین کی اور دو عورتین اُسکے پاس حاضر تھین اُسنے کہا کہ ایک تم مین سے طالق ہے بعد اُسکے ایک
اُنمین سے چلی گئی اور تیسری آئی پھر کہا کہ ایک تم مین سے طالق ہے تو جو عورت کہ حاضر رہی اُسکے مہر سے تین ثمن ساقط ہوے اور جو نکل گئی اُسکا ربع
مہر یعنی دو ثمن ساقط ہوئے اور جو داخل ہوئی اُسکا ایک ثمن ف اور تفصیل اور دلائل اسکے اصل مین مذکور ہین ص اور اگر کسی شخص نے دونون عورتون اپنی
سے کہا کہ ایک کو تم مین طلاق ہے بعد اسکے ایک کے ساتھ وطی کی یا ایک مرگئی تو دوسری پر طلاق واقع ہوگا اسواسطے کہ ایک کی وطی سے معلوم ہوا کہ
مراد اُسکی دوسری تھی اور اسیطرح ایک کے مرنے سے وہ محل طلاق نہین رہی پس دوسری طلاق کے لیے متعین ہوگی اسواسطے کہ بیان انشا ہے ایک وجہ
سے پس ضرور ہوا اسکے لیے محل اور میت محل طلاق و عتاق نہین ہوسکتا اور اسیطرح اگر کسی شخص نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے بعد
اُسکے ایک کو بیچا یا ہبہ کر دیا یا تصدق کیا اور اسکو سپرد کر دیا یا ایک مرگیا یا ایک کو دو لونڈیون مین سے ام ولد کیا تو دوسرا آزاد ہو جاوے گا اسواسطے
کہ ان تصرفون سے معلوم ہوا کہ یہ مراد نہ تھا لیکن فقط وطی سے دوسری آزاد نہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہوجاویگی
ف اور دلائل طرفین کے مذکور ہین اصل مین ص اور اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر اول بار تو لڑکا جنے تو تو آزاد ہے اور
اُسنے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور معلوم نہوا کہ کون اول پیدا ہوا تو آدھی لونڈی اور آدھی لڑکی آزاد ہو جاوے گی اور لڑکا
غلام رہے گا اور اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ فلانے نے دو غلامون مین سے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا ہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک
گواہی اُن کی باطل[1] ہوگی لیکن اگر دونون گواہون نے اس بات پر شہادت دی وصیت مین کہ اُسنے اپنے مرض موت مین ایک کو آزاد کیا
یا صحت مین یا مرض موت مین ایک کو مدبر کیا تو گواہی جائز ہوگی اور اسی طرح اگر دونون گواہون نے کہا کہ فلانے نے ایک کو دو بیبیون
اپنی سے طلاق دیا ہے تو بالاتفاق درست ہوگا برخلاف اُسکے جب گواہی دین کہ اُسنے ایک کو دو لونڈیون اپنی سے آزاد کیا ہے تو
نزدیک امام صاحبؒ کے درست نہوگا مگر جب گواہی دین ایک لونڈی معین کی آزادی پر

باب الحلف بالعتق

[1] واسطے نہونے مدعی کے۔

جس شخص نے کہا کہ اگر مین گھر مین داخل ہون تو جو غلام میرا اُس دن[۱] ہوگا وہ آزاد ہے تو جو غلام اُسکی مِلک مین وقت داخل ہونیکے ہوگا وہ آزاد
ہوجاوے گا اگرچہ بعد قسم کے اسکا مالک ہوا ہووے یا قبل قسم کے اور جو کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو جو غلام میرا ہے آزاد ہوگا **ف**
یعنی اُس دن کا لفظ نہ کہا **ص** وقت داخل ہونے کے جو غلام کہ وقت قسم کے اُس کی مِلک مین تھے وہی فقط آزاد ہون گے **ف** اور جس
غلام کا کہ بعد قسم کے مالک ہوا ہووے وہ آزاد نہوگا **ص** اور اسیطرح اگر کہا کہ جو غلام میرا ہے یا جو غلام کہ مالک ہون مین اُسکا آزاد
ہے بعد کل کے تو جو غلام کہ وقت قسم کے اُسکی مِلک مین ہے وہی فقط آزاد ہوگا **ف** اور جو بعد قسم کے مِلک مین آوے تو وہ آزاد نہوگا
اگرچہ قسم ہی کے دن مین خریدا ہووے **ص** اور اگر کہا کہ جو غلام میرا مذکر ہو وہ آزاد ہے اور اُسکی ایک لونڈی حاملہ ہے اور وہ لڑکا جنی
تو وہ لڑکا آزاد نہوگا اگرچہ کم مین چھ مہینے سے قسم کے وقت سے جنے اور اگر مذکر کی قید نہ لگاتا تو لونڈی بھی اور اسکی تبعیت مین حمل
بھی دونون آزاد ہوجاتے اور اگر کہا کہ جو غلام میرا ہے یا جس غلام کا مین مالک ہون آزاد ہے بعد میری موت کے تو جو اس کہنے کے
قبل اُس کی مِلک مین ہوگا مدبّر ہوجاوے گا اور جو اسکے بعد مِلک مین آوے گا مدبر نہوگا تو اُسکی بیع جائز ہوگی لیکن بعد مرنیکے دونون
ثلث مال سے آزاد ہوجاوین گے **ف** اور دلیل اس کی اصل مین مذکور ہے **ص** اور جس شخص نے اپنے غلام سے کہا تو آزاد ہے بدلے
مین ہزار درم کے اور اُسنے قبول کیا تو وہ آزاد ہوگا اور ہزار درم اُسپر قرض ہوجاوینگے تو ضمانت اُن روپون کی صحیح ہوگی اسواسطے
کہ یہ دین صحیح ہے کیونکہ آزاد پر ہے برخلاف بدل کتابت کے کہ ضمانت اُسکی جائز نہین کیونکہ وہ قرض غلام پر ہے اور وہ دین صحیح نہین
ف تو مکاتب مین اور اُسمین فرق معلوم ہوگیا اسواسطے کہ مکاتب آزاد نہین ہوتا جب تک کہ اُسپر لینے والے کی باقی رہے اور اگر عاجز
ہوجاوے تو پھر مملوک ہوجاتا ہے برخلاف معتق علی مال یا بمال کے کہ یہ آزاد ہوجاتا ہے اور قرض اس پر رہتا ہے جیسے آزاد شخص
پر **ص** اور جسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر اسقدر مال تو مجھکو ادا کرے تو تو آزاد ہے تو مال کے ادا کرنے تک وہ غلام ماذون بہ تجارت ہوجاویگا تو جب
تمام مال کو اسی مجلس مین ادا کرے آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ جب تو ادا کرے تو آزاد ہے تو جسوقت کہ تمام مال دیگا آزاد ہوجاویگا اگرچہ بعد مجلس کے ادا کرے اور
مراد ادا کرنے سے یہ ہے کہ مولی کو دیدیوے اور اُسکا قبضہ کرا دیوے یا ایسی جگہہ رکھ دیوے کہ مولی اُسکو بغیر کسی مانع کے لے سکتا ہو اگرچہ ادا کیا ہو اُس مال سے جو
کسب کیا ہے اس کہنے سے پہلے لیکن مولی اس صورت مین اُسپر رجوع کر لیگا نہ اُس صورت مین جو ادا کیا کسب بابعد کہنے سے لیکن آزاد دونون صورتون مین ہوجاویگا
اور اگر بعض مال کو ادا کیا تو آزاد نہوگا یہانتک کہ کل مال ادا کرے اگرچہ مولی دونون صورتون مین قابض ہوجاتا ہے کل مال یا بعض کا وقت تخلیہ کے اور اگر کہا
کہ تو بدلے مین ہزار کے بعد میری موت کے آزاد ہے تو اگر غلام نے بعد موت کے اسکو قبول کیا اور وارث نے اسکو آزاد کر دیا تو آزاد ہوگا اور جو وارث نے بھی
نہ آزاد کیا اور نہ اُسنے قبول کیا تو آزاد نہوگا اور جو اُسنے قبول کیا اور وارث نے آزاد نہ کیا تو بھی آزاد نہوگا اور جو اُسنے قبول نہ کیا اور وارث نے آزاد کیا تو بھی
آزاد بالمال نہوگا بلکہ مفت آزاد ہوجاویگا اور اگر ایک سال کی خدمت پر اُسکو آزاد کیا اور اُسنے قبول کیا تو آزاد ہوجاویگا اور خدمت ایک سال کی اُسپر لازم ہوگی
اور اگر قبل گذرنے ایک سال کے مولی مر گیا تو نزدیک شیخین رح کے قیمت اپنے نفس کی غلام پر لازم ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک قیمت خدمت کی واجب ہوگی اسیطرح اگر
غلام کو اُسی کے ہاتھ مقابلے مین کسی چیز معین کے بیچا اور قبل قبض کرنے کے وہ چیز ہلاک ہوگئی تو شیخین رح کے نزدیک قیمت اپنے نفس
کی غلام پر لازم ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک قیمت اُس شے معین کی اگر کسی شخص نے باندی کے مالک سے کہا کہ اس باندی کو بدلے مین ہزار
کے آزاد کر اس شرط پر کہ میرے ساتھ اُس کا نکاح کر دے اور مالک نے اسکو آزاد کیا اور باندی نے اُس شخص کو قبول نہ کیا تو وہ باندی

[۱] یعنی دن داخل ہونے کے ١٢

خواجہ کی طرف سے آزاد ہو جاویگی اور اُس شخص پر کچھ نہیں اور اگر کہا کہ اس باندی کو میری طرف سے بعوض تین ہزار کے آزاد کر ف یعنی میری طرف
کا لفظ زیادہ کیا اور باقی مسئلہ ویسا ہی ہے ص تو اُس ہزار کو اُسکی قیمت اور مہر مثل پر قسمت کرینگے اور اُس شخص پر حصہ قیمت کا واجب ہوگا تو مثلاً
قیمت اُسکی ہزار تھی اور مہر مثل پانچ سو تو ہزار کو ڈیڑھ ہزار پر قسمت کرینگے تو دو تہائی ہزار کی حصہ قیمت کا اور ایک تہائی ہزار کی حصہ مہر مثل کا
ہوا تو اُس شخص پر دو تہائی ہزار کی واجب ہوگی مالک کے لیے اور اگر لونڈی نے اُسکو قبول کیا تو اوّل صورت میں ف یعنی جسمین میری طرف کا
لفظ نہیں ہے ص قیمت ساقط ہوگی ف یعنی دو تہائی ہزار کی ص اور دوسری صورت میں ف یعنی جسمین میری طرف سے کا لفظ موجود ہے
ص دو تہائی ہزار کی اُس شخص پر لازم آوینگی اور جتنا قسمت سے حصہ مہر مثل کا ہوا ہے ف یعنی ایک تہائی ہزار کی مثلاً ص وہ دونوں صورتوں میں
مہر ہو جاوے گا اُس لونڈی کا

باب مدبر اور اُمّ ولد کے بیان میں

جب مولی نے اپنی مملوک سے کہا جب مر جاؤں میں تو تو آزاد ہے یا تو آزاد ہے بعد میری موت کے یا تو مدبر ہے یا مدبر کیا میں نے تجھکو یا اگر سو برس تک میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے اور غالب [illegible] اسکی قبل سو برس کے تو ان سب صورتوں میں مطلق تدبیر ہے وہ مدبر ہو گیا تو نہیں جائز ہے بیع اسکی اور نہ ہبہ اسکا ف اور کہا شافعی رح نے … بیع مدبر کی اور صحیح ہوا ابن عمر رض سے کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا تہائی مال سے اور رفع کیا اسکو طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ضعیف کیا اُسکے رفع کو اور صحیح کیا اُسکے وقف کو اور بھی نکالا دارقطنی نے علی بن ظبیان سے انہوں نے [illegible] کہ کہا آنحضرت نے مدبر آزاد ہے تہائی سے اور ضعیف ہے ابن ظبیان اور وہ جو روایت کی صحیحین میں جابر رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچا مدبر کو [illegible] اس سے عموم ثابت نہیں ہوتا تو معارض ہوگی روایت ابن عمر رض کو اور ابن عمرو کو ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تباع المدبر تو معارض ہوتا علاوہ اسکے وہ حدیث محمول ہے مدبر مقید پر اور مدبر مقید کی بیع جائز ہے جیسا آگے آتا ہے اور روایت کی دارقطنی نے ابی جعفر سے کہ اُنکے نزدیک ذکر ہوا کہ عطا اور طاؤس قائل ہیں ساتھ حدیث جابر رض کے کہ بیچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کو سو کہا ابو جعفر نے کہ میں شاہد ہوں [illegible] کہ اذن دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی خدمت کی بیع میں اور کہا کہ ابو جعفر ثقات معتبرین سے ہے اور لیکن یہ حدیث مرسل ہے اور کہا ابن القطان نے کہ مرسل صحیح ہے اور تفصیل کی اسکی اس مقام میں شیخ ابن الہمام نے ص اور خواجہ کو جائز ہے کہ خدمت لیوے اور اجارہ کراوے اور لونڈی مدبر کا نکاح کر دینا اور وطی کرنا اُس سے جائز ہے ف کیونکہ روایت کی امام ابو حنیفہ رح نے عطاء بن یسار سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ وطی کرتے تھے دو لونڈیوں سے کہ آزاد کیا تھا اُنکو بعد موت کے ص اور جب مولی مر جاویگا تو وہ اُسکے تہائی مال میں سے آزاد ہو جاویگا ف اور دلیل اسکی گذری ص اگر اُسنے کچھ مال نہ چھوڑا سوا اُس مدبر کے تو ایک تہائی اُسکا آزاد ہوگا اور دو تہائی میں سعی کریگا اور اگر قرض خواجہ پر اتنا ہے کہ تمام قیمت عبد کو محیط ہے تو کل کے واسطے سعی کریگا ف اسواسطے کہ تدبیر بمنزلہ وصیت کے ہے اور دین مقدم ہے وصیت پر ص اور اگر خواجہ نے اُسکا عتق معلق کیا ساتھ موت کے اوپر ایک صفت کے جیسا کہ کہا اگر اس مرض میں یا اس سفر میں مر جاؤں یا ایک سال میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے اُن صورتوں میں سے کہ غالباً ممکن ہیں تو قبل مرنے کے بیع اور ہبہ اُسکا جائز ہے
اور جب خواجہ اُسی صفت پر مر جاوے تو وہ تہائی مال سے آزاد ہو جاوے گا

فصل اُمّ ولد کے بیان میں

لہ اور ایک تہائی ہزار کی جو عوض مہر کے تھی ساقط ہوگی ۱۲ ؎ اور ایک تہائی مہر کی دینا ہوگی ۱۲ ؎ اسلیے کہ جب لیا [illegible] عتق بعد موت کے ہوتا ہے تو اسکے لیے حکم وصیت کا ہوگا کذا فی الاصل ؎ جسکا وقوع ضروری نہیں ۱۲

اگر لونڈی مولی سے جنی تو وہ اُمّ ولد ہوگئی اگرچہ پہلے سے اُسکا مالک نہ تھا بلکہ نکاح مین تھی اور پھر مالک ہوگیا اور حکم اُسکا مانند مدبرہ کے ہے ف
یعنے بیع اور ہبہ اُسکا جائز نہین اور وطی کرنا اور خدمت لینا اور اجارہ دینا اور نکاح کردینا جائز ہے کذا فی الہدایۃ اور داؤد ظاہری اور بعض فقہا کے
نزدیک بیع اُسکی جائز ہے اور روایت کی ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے کہ ذکر کی گئی ماں ابراہیمؑ کی نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فرمایا آپ نے
آزاد کیا اُسکو اُسکے لڑکے نے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل مین اور ابن عبدالبر نے تمہید مین اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عمرؓ سے کہ منع
کیا اُنھون نے بیع سے اُمّ ولد کی اور کہا نہ بیچی جاوین اور نہ ہبہ کی جاوین اور نہ میراث ہووین لیکن فائدہ اُٹھاوے اُس سے سیّد اُسکا جبتک جیتا ہے سو جب
مرجاوے تو وہ آزاد ہے اور نکالا اسکو مالک نے موطا مین نافعؓ سے اُنھون نے ابن عمرؓ سے بسند صحیح ص مگر یہ کہ وہ آزاد ہوجاویگی کل مال سے اُسکے ف
اسواسطے کہ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ امر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آزاد ہوجاوین امہات اولاد اور نہ بیچی جاوین کسی قرض مین اور نہ کی جاوین
ثلث مال مین ذکر کیا اسکو ہدایہ مین اور فتح القدیر مین ہے کہ ذکر کیا اسکو امام محمدؒ نے اصل مین اور نکالا ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لونڈی کہ جنی اپنے سیّد سے تو وہ آزاد ہے بعد اُسکی موت کے اور روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک مین اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے
اور روایت کیا اسکو ابو یعلی موصلی نے اور زیادہ کیا کہ وہ آزاد ہے بعد اُسکی موت کے مگر یہ کہ آزاد کرے اُسکو مولی قبل اپنی موت کے ص اور نہ سعی کریگی
واسطے دَین مولی کے اور لونڈی کے لڑکے کا نسب ثابت نہ ہوگا مگر یہ کہ مولی اُسکا اقرار کرے اسواسطے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے اور جب اقرار کرلیا
تو وہ ام ولد ہوگئی اب جو لڑکا جنیگی تو بغیر اقرار کے نسب اُسکا ثابت ہوجاویگا مگر یہ کہ خواجہ اُسکا انکار کرے اسواسطے کہ اُمّ ولد فراش متوسط ہے اور فراش
قوی منکوحہ کا ہے کہ اُسکے لڑکے کا نسب ثابت ہوویگا بغیر اقرار کے اور اُسکے انکار سے منفی نہ ہوگا بلکہ لعان واجب ہوگا اور اگر اُمّ ولد نصرانی کی اسلام لائی
تو نصرانی پر اسلام کو پیش کرینگے اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو وہ اُسکی اُمّ ولد رہیگی اور اگر اسلام سے اُسنے انکار کیا تو اُمّ ولد بقدر اپنی قیمت کے سعی کریگی
بعد اُسکے آزاد ہوجاویگی ف اور امام زفرؒ کے نزدیک بالفعل آزاد ہوجاویگی اور سعایت کی رقم اُسپر دین ہوجاویگی ص اور جبکہ لونڈی دو شریکون
مین ہو اور وہ جنے اور ایک نے دو شریکون مین سے اُس لڑکے کا دعوی کیا تو نسب اُسکا اُس سے ثابت ہوجاویگا اور وہ اُسکی اُمّ ولد ہوجاویگی اور
ضامن ہوگا اُسکی نصف قیمت کا اور نصف عُقر کا ف عُقر سے مراد مہر مثل ہے اور بعضون کے نزدیک عقر وہ ہے کہ عورت جتنے پر اجارہ لی جاتی
واسطے وطی کے اگر زنا حلال ہوتا ص نہ قیمت ولد کا اور جو دونون نے دعوی کیا تو دونون سے نسب ثابت ہوگا ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک
قیافہ دان کی طرف رجوع کرینگے اور وہ جسکا بتلاویگا اُس سے نسب ثابت ہوگا اور ہمارا مذہب مروی ہے عمرؓ سے اخراج کیا اُسکا سعید بن منصور
نے اور عثمانؓ سے روایت کیا اسکو اثرم نے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے ص اور وہ دونون کی اُمّ ولد ہوجاویگی اور ہر ایک پر نصف عقر لازم
ہوگا دوسرے کے واسطے اور وہ آپس مین معاوضہ کرلین اور لڑکا ہر ایک سے میراث کامل لے گا اسواسطے کہ مقر سے مواخذہ بموجب اُسکے
اقرار کے ہوتا ہے اور وہ دونون اُس سے میراث ایک باپ کی لین گے اور آدھا آدھا قسمت کرلین گے اور اگر خواجہ نے اپنی لونڈی کا مکاتبہ کیا
اور وہ جنی اور دعوی کیا اُسکا مولی نے اور مکاتبہ نے اُسکی تصدیق کی تو نسب لڑکے کا ثابت ہوجاویگا اور مولی پر عقر اور قیمت لڑکے کی لازم
ہوگی اور لونڈی اُسکی اُمّ ولد نہ ہوگی اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک تصدیق مکاتبہ کی شرط نہین اور اگر اُسنے مولی کو جھٹلایا تو نسب لڑکے کا
اُس سے ثابت نہ ہوگا مگر جبکہ مولی اُس لڑکے کا ایک دن بھی مالک ہوجاوے ف اس طرح پر کہ وہ مکاتبہ ادا کرنے سے بدل کتابت کے
عاجز ہوجاوے تو نسب ثابت ہوجاوے گا

ف یعنی اگر سیّد اُسکی اُمّ ولد کے اور کچھ مال نہ چھوڑے تب بھی آزاد ہوجاویگی ۱۲ ک اور دلیل اسکی مفصل اصل مین مذکور ہے ۱۲ ف اسلیے کہ واقع مین باپ ایک ہے گو معلوم نہین پس حصہ ورثہ ایک باپ کا دونون پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصل

ص کتاب الایمان

ف ایمان جمع یمین کی ہی اور یمین لغت مین کہتی ہین قوت کو اور شریعت مین ص یمین کہتی ہین قوت دینی کو خبر کے ساتھ ذکر اللہ کے یا تعلیق کے
ساتھ کسی شی کے اور یمین جن پر احکام شرعی مرتب ہین تین قسم ہین ایک غموس ف اور نام اسکا غموس اسواسطی ہوا کہ وہ قسم کھانیوالی کو ڈبا دیتی
ہی گناہ مین یا دوزخ کی آگ مین ص اور وہ یہ ہی کہ کسی فعل یا ترک فعل گذشتہ پر خلاف واقع قصداً جھوٹ قسم کھاوی ف مثلاً کہی قسم خدا کی مین حج
کر چکا اور حج اسنی نہین کیا تھا اور قصداً جھوٹ بولا یا قسم خدا کی مینے حج نہین کیا اور حج اسنی کیا ہی قصداً جھوٹ کہا ص اور اس سے گنہگار ہوگا ف
اور کفارہ اسکا کچھ نہین مگر توبہ اور استغفار اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ چیزین ہین کہ نہین ہی انمین کفارہ اور ذکر کیا انمین سے
اس قسم کو کہ جھوٹی ہو وی کاٹ لیوی بسبب اسکی مال ناحق روایت کیا اسکو امام احمد نے سند صحیح سی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حلف
کری اور وہ اسمین کاذب ہی تا کہ کاٹ لیوی بسبب اسکے مال یا مرد مسلمان کا تو حرام کریگا اللہ اسپر جنت کو اور داخل کریگا اسکو آگ مین روایت کیا
اسکو ابن حبان نے ابی امامہ سی اور صحیحین مین ہی کہ جاویگا اللہ کے پاس اور وہ اسپر غصہ ہوگا نعوذ باللہ منہ اور سنن ابی داود مین ہی حدیث
عمران بن حصین سی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ حلف کری کاذب تو چاہیے کہ بنا لیوی اپنا ٹھکانا جہنم مین ص اور دوسری لغو اور
وہ قسم ہی جھوٹ امر گذشتہ پر اس گمان سے کہ سچ ہی اور اسمین امید مغفرت کی ہے ف اور یہ بھی ایک قسم لغو کی ہی کہ کہی قسم اللہ کی کہ وہ زید ہی
اپنی گمان سی اور نکلے وہ عمرو اور امید ہی کہ مواخذہ اسمین نہ ہوگا کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ ص اور تیسری منعقد
اور وہ قسم ہی امر آیندہ پر اور اسمین فقط اگر خلاف واقع ہو تو کفارہ لازم ہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ
الْأَيْمَانَ اور امام شافعی کے نزدیک غموس مین بھی کفارہ ہی اور حدیث امام احمد کی انپر حجت ہی ص جو قسم منعقد ساتھ زبردستی کے
ہو یا بھولے سی جیسا کہ کسی کے جبر سے یا بھولے سی کہی قسم خدا کی کل مین آؤنگا اور نہ آیا تو حانث ہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزین ہین کہ قصد انکا قصد ہی اور کھیل انکا قصد ہی نکاح اور طلاق اور رجعت اور یمین ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ
نے اور یہ حدیث اس لفظ سی نہین ملی لیکن روایت کیا اسکو ابوداود اور ابن ماجہ اور احمد نے اور ذکر کین تین چیزین نکاح اور طلاق
اور رجعت اور ابن عدی نے کامل مین روایت کی اور اسمین ہی کہ تین چیزین ہین کہ اسمین کھیل نہین جو انکو بولا تو وہ واجب ہوئین طلاق
اور عتاق اور نکاح اور روایت کی عبدالرزاق نے علی اور عمر سے موقوفاً کہ انھون نے کہا تین چیزین ہین کہ نہین ہی کھیل انمین نکاح اور طلاق
اور عتاق اور ایک روایت مین انسے چار مروی ہین اور زیادہ کیا نذر کو کہا شیخ ابن الہمام نے ولاشک ان الیمین فی معنی النذر فیقاس علیہ
یعنی نہین ہی شک کہ یمین معنون مین نذر کے ہی تو قیاس کیا جاویگا اسپر اور امام شافعی کہتی ہین کہ جبر سی اور بھولے سی قسم منعقد نہین ہوتی اور
ابن الجوزی نے تحقیق مین استدلال کیا ہی واسطے انکے اسی سے جو روایت کی دارقطنی نے واثلہ بن اسقع سے اور ابی امامہ سے کہ کہا ان
دونون نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی مقہور یعنے مجبور پر یمین پھر کہا کہ عنبسہ اسناد مین اسکی ضعیف ہی کہا صاحب تنقیح
نے کہ یہ حدیث منکر ہی بلکہ موضوع ہی اور اسکی اسناد مین ایک جماعت ہی کہ انسے حجت پکڑنا جائز نہین ص یا اسی طرح اگر قسم کھائی کہ
بخدا مین نہین آؤنگا اور پھر جبر سے یا سہو سے آیا حانث ہوگا اور یہی حکم ہی دیوانگی اور بیہوشی کا اور قسم ساتھ اللہ کے ہی یا کسی اسم سے

---

۵۱ مثلاً اگر مین گوشت کھاؤن تو عورت میری طالق ہی ۱۲ ۵۲ ترجمہ نہ پکڑیگا اللہ تمکو تمھاری لغو قسمون مین ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۵۳ اور جو قسم فعل یا ترک زمانہ حال پر ہو وہ بھی قسم زمانہ ماضی اور
یمین غموس مین داخل ہی اور دلیل اسکی اصل مین مسطور ہی ۱۲ عبیدہ ۵۴ ترجمہ لیکن پکڑیگا تمکو ان قسمون پر جنکو مضبوط کیا تم نے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

اُسکے اسمار سے جیسے رحمٰن اور رحیم یا کسی صفت سے اُسکی کہ وہ معروف ہے قسم مین مثلاً عزت اللہ کی اور جلال اللہ کا اور کبریائی اُسکی اور
جو حلف کریگا ساتھ غیر اللہ کے مثلاً نبی یا کعبے کی تو وہ حلف نہ ہوگا ف اسواسطے کہ صحیحین مین مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو شخص تم مین سے ارادہ حلف کا کرے تو حلف کرے ساتھ اللہ کے یا چپ رہے اور جامع ترمذی مین روایت ہے حضرت عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے حلف کیا سوا اللہ کے اور کسی کا تو اُسنے شرک کیا یعنے شریک کیا غیر خدا کو خدا کے ساتھ تعظیم مین اور یہ منشا
وجہ ہے اور مان باپ کی قسم کھانا بھی ممنوع ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے ص اور جو حلف کریگا ساتھ اُن صفات الٰہی کے جن سے عرفاً مین
قسم نہین کی جاتی مثلاً رحمت اللہ کی اور علم اُسکا اور رضا اُسکی اور غضب اُسکا اور عذاب اُسکا تو قسم منعقد نہ ہوگی اور قسم منعقد ہو جاویگی
اگر قسم کھائے ساتھ عمر اللہ یعنی بقا اُسکی کے یا اُسکی قدرت کی یا اُسکے عہد اور میثاق کی یا اتنا کہا کہ مین قسم کھاتا ہون یا حلف کرتا ہون
یا شہادت کرتا ہون اگرچہ لفظ اللہ کا نہ کہا اور یہ ہی نذر ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من نذر نذرا لم
یسمہ فکفارتہ کفارۃ یمین یعنی جو شخص نذر کرے ایسی نذر کہ نام نہ لیوے اُسکا تو کفارہ اُسکا کفارہ یمین ہے روایت کیا اسکو
ابو داؤد اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے ص یا یمین ہے یا عہد ہے یا اگر ایسا کام کرون تو کافر ہوا یا کافر ہونگا اگرچہ کافر نہ ہوگا وقت
کرنے کے[1] یا سوگند میخورم بخدا ان سب سے قسم ہوگی اور بعضون کے نزدیک اگر کافر ہوا کہیگا تو کافر ہو جاویگا لیکن صحیح یہ ہے کہ کافر نہ ہوگا اگر وہ
اس بات کو جانتا ہو کہ یہ قسم ہے اور اگر اُسکی سمجھ مین یہ ہو کہ اسکے کہنے سے کافر ہو جاتا ہے تو دونون صورتون مین کافر ہو جاویگا اور قسم نہین منعقد
ہوگی حقاً اور حق اللہ اور حرمت اللہ سے اور اسیطرح اگر کہے سوگند خورم بخدا یعنی قسم کھاؤن ساتھ خدا کے[3] [illegible] کے طلاق کی یا اگر اس
کام کو کرون تو اُسپر غضب اللہ کا اُترے یا لعنت اُسکی یا مین زانی ہون یا مین سارق ہون یا شراب خور ہون یا سود کھانے والا[2] کرتا ہون تو قسم منعقد
نہ ہوگی اور قسم کے حروف واؤ اور بے اور تے ہین ف مثلاً کہے واللہ یا باللہ یا تاللہ ص اور کبھی انکو ذکر نہین کرتے لیکن مراد لیتے ہین
جیسے کہتے ہین اللہ لافعلنہ ف تو تقدیر اُسکی یہ ہے باللہ لافعلنہ یعنی قسم اللہ کی البتہ کرونگا مین اُسکو

فصل کفارۂ قسم کے بیان مین

ص جو شخص کہ اپنی قسم مین حانث ہو ف یعنی قسم کے خلاف امر وقوع مین آوے جیسے قسم کھائی گیہون کا آٹا نہ کھاؤنگا پھر کھالیا ص تو
اُسکو اختیار ہے کہ اُسکے کفارہ مین ایک بردہ آزاد کرے اور کافی ہو جاویگا اسمین وہ بردہ جو کافی ہے ظہار مین یا دس مسکینون کو کھانا
کھلاوے مثل ظہار کے یا اُنکو لباس پہنا دے اسطرح پر کہ اکثر بدن اُنکا چھپ جاوے تو اگر فقط ازار دے تو جائز نہ ہوگا ف اور یہی صحیح ہے
اور ہدایہ مین ہے کہ ادنیٰ اُسکا یہ ہے کہ نماز اُس سے جائز ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کافی ہو جاوے جیسا کہ کفایہ مین ہے اور ایک
روایت مین امام محمدؒ سے ہے کہ اگر مرد کو ازار دیگا کافی ہو جاویگا اور عورت کو کافی نہین اسواسطے کہ عورت کا ستر اُس سے زیادہ ہے ص
تو ان تین چیزون مین سے جسکو چاہے کرے ف اور دلیل اسکا بیان قول اللہ تعالیٰ کا ہے فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین الآیۃ
ص اور جب ان تینون مین سے کوئی نہ کر سکے تو تین روزے درپے روزہ رکھے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک پے درپے روزہ رکھنا ضرور
نہین واسطے اطلاق آیت کے اور دلیل ہماری قرأت ابن مسعودؓ کی ہے فصیام ثلثۃ ایام متتابعات یعنی پس روزہ ہین تین دن پے درپے

[1] اگر وہ فعل کفر کا نہ ہو ۱۲ [2] اسواسطے کہ اسمین تحریم ہا حلال اللہ کی ہے اور اقرار دانستہ سے کفر ہے ۱۲ عہدہ [3] اور اگر کہے گا قسم کھاتا ہون ساتھ خدا کے تو منعقد ہو جاویگی کیونکہ اسمین علامت حال
کی یعنی لفظ تا کا موجود ہے برخلاف اس قول کے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

ص اور جائز نہین ہی کفارہ قبل حنث کے تو اگر قبل حنث کے کفارہ دیگا بعد حنث کے پھر دوبارہ دینا لازم آویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ دینا قبل حنث کے درست ہی اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہی ف اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا فَلْیَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ثُمَّ لْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ یعنے جو شخص حلف کرے کسی یمین پر پھر دیکھے اُسکے خلاف کو بہتر تو کرے اُسکو پھر کفارہ دے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی ہان مروی ہی صحیح مسلم مین اس لفظ سے مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا فَلْیَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَّلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ عدی بن حاتم سے اور اخراج کیا ایسا ہی امام احمدؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص جو شخص کہ معصیت پر قسم کھاوے مثل ترک کلام کے ساتھ والدین کے ف یا ترک نماز کے یا قتل مسلمان کے ناحق ص تو واجب ہی اُسکو کہ قسم توڑے اور کفارہ دیوے ف اور دلیل اسکی ابھی گذری ص اور اگر کافر نے قسم کھائی اگرچہ بعد اسلام کے حانث ہو تو کفارہ اُسپر لازم نہ آویگا اور جسنے حلال کو اپنے اوپر حرام کیا تو حرام نہ ہوگا اور اگر اُسکو کرے تو کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ حرام کر لینا حلال کا یہ بھی یمین ہی اور جس شخص نے نذر مطلق کی مثلاً کہا کہ واسطے اللہ کے مجھ پر ہی آج کے دن کا روزہ تو پورا کرنا اُسکا واجب ہی ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ اور چاہیے کہ پورا کرین اپنی نذرون کو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے نذر کی اور معین کیا تو اُسپر ہی ایفا اُس چیز کا جو معین کیا ذکر کیا اسکو ہدایہ مین اور ابن الہمام نے کہا هُوَ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ یعنے یہ حدیث غریب ہی انتہی روایت نسائی مین ہی کہ فرمایا حضرتؐ نے نذرین دو طرح کی ہین ایک نذر وہ جو عبادت ہی تو یہ اللہ کے واسطے ہی اور اُسکا پورا کرنا لازم ہی اور ایک نذر وہ جو معصیت خدا مین ہی اور یہ واسطے شیطان کے ہی اور نہین ہی ایفا اسمین کفارہ وہی اسمین کفارہ قسم کا ص اور اگر نذر معلق کی جیسا کہ کہا اگر فلان شخص آجاوے تو مجھپر ایک روزہ ہی اور وہ کام ہوگیا تو واجب ہی ایفا اُسکا اور اگر وہ فعل برا ہی مثلاً کہے اگر زنا کرون تو مجھپر ایک روزہ ہی تو صحیح یہ ہی کہ اسمین اختیار ہی چاہے وفا کرے اور چاہے کفارہ دے اور بعضون کے نزدیک ہر حالت مین وفا کرے اور اگر قسم کھائی اور متصل اُسکے کہا انشاء اللہ تعالی تو قسم باطل ہوگی ف اور اتصال شرط ہی اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ حلف کرے اوپر یمین کے اور کہے انشاء اللہ تو نہین ہی حنث اُسکے اوپر روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی اور ابن ماجہ نے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن ہی اور ایسا ہی نذر مین اگر انشاء اللہ کہے تو بھی باطل ہو جاویگی ع فتح القدیر

ص باب الحلف بالفعل

جس شخص نے حلف کیا کہ نہ داخل ہوگا بیت مین اور صُفّہ مین چلا گیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ صُفّہ بھی شب باشی کے واسطے بنایا گیا ہی اور جو واسطے شب باشی کے بنایا گیا ہی بیت مین داخل ہی اور اگر کعبے مین یا مسجد مین یا مسجد نصاری یا یہود مین یا دہلیز مین دروازے کی یا چھجّہ اور برآمدے کے نیچے جو دروازے پر ہو داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا جیسا کہ حلف کیا کہ نہ داخل ہوگا دار مین اور گھس گیا ویرانے مین تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر حلف کیا کہ اُس دار مین نہ جاؤنگا بعد اُسکے جب وہ گر گیا تو اُسکے میدان مین یا دوسرا دار اُسکی جگہ پر بنایا گیا اُسمین داخل ہوا یا اُسکی چھت پر چڑھ گیا تو حانث ہوگا اور بعضون نے کہا کہ ہمارے عرف مین ف یعنی اہل عجم کے ص حانث نہ ہوگا چھت پر جانیسے فقط اسواسطے کہ عجمی محاورے مین جو شخص چھت پر چڑھ جاوے تو اُسکو یہ نہین کہتے کہ دار مین داخل ہوا اور جان لینا چاہیے کہ دار اور بیت مین فرق ہی تو دار نام ہی میدان کا موافق استعمال اہل عرب کے بعد اسکے بات ہے کہ اُسکو دیوارون سے گھیر لیوین تو صرف میدان کو قبل بنانے کے دار کہینگے اور جب ایک بار

ع یعنے بحرف واو عاطفہ جو مطلق جمع کے لیے ہی مروی ہی نہ بحرف ثم جو تعقیب و تاخیر پر دلالت کرتا ہے ۱۲ عبدہ ع صفہ اسکو کہتے ہین کہ تین دیوارون پر چھت ڈالدی جاوے جیسے سائبان ۱۲ منہ رحمہ اللہ ع یہ سب شب باشی کے لیے نہین بنائے گئے ۱۲ منہ اور امام شافعیؒ کی ۱۲ منہ حدیث مسلم سے ۱۲ منہ عجمی سے مراد غیر عرب ہے ۱۲

بنا بن گئی اور پھر بنا جاتی رہی تو اسکو دار کہینگے اسی واسطے بعد گر جانے بنا کے دار مین جانیسے حانث ہوتا ہے اگر حلف کیا ہو کہ اس دار مین
داخل نہونگا اور بیت اسکو کہتے ہین جو صالح شب باشی یعنے رات بسر کرنے کے ہووے تو وہان بنا ضرور ہے تو اگر بعد گر جانے بنا کے یعنی دیوارونکی
صحرا ہوگیا اور اسمین داخل ہوا حانث نہ ہوگا اگر حلف کیا ہو اس بیت مین نہ داخل ہونے کا جیسا کہ آتا ہے ھ اور اگر وہ دار مسجد یا حمام یا باغ
یا بیت بنا یا گیا یا بعد حمام بنانے کے پھر وہ گر گیا اور اسمین داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا ف اسواسطے کہ اسم دار کا جاتا رہا ان چیزون کے بن جانے سے
ہدایہ ھ اور اگر قسم کھائی کہ اس بیت مین نہ داخل ہونگا اور بعد اسکے گر جانیکے اور صحرا ہو جانیکے یا بعد دوسرا بیت بن جانیکے داخل ہوا تو حانث
نہوگا اسواسطے کہ اسم بیت کا گر جانیسے بنا کے جاتا رہا ف اور اگر دیوارین باقی ہین اور اسمین داخل ہوا تو حانث ہوگا کیونکہ شب باشی بدون چھت کے ہو سکتی ہے
ہدایہ اور اصل مین اس مقام پر تفصیل کی ہے بوجہ عوام فہم نہونیکے اس جگہ متروک ہوئی ھ یا حلف کیا کہ اس دار مین داخل نہونگا اور محراب مین
دروازی کی جو ایسی ہے کہ اگر دروازہ کو بند کرین تو محراب باہر رہ جاوے داخل ہوا حانث نہوگا اور جو شخص کہ ایک گھر مین ساکن ہے یا ایک کپڑا پہنے ہے
یا ایک جانور پر سوار ہے اور حلف کیا کہ اس گھر مین نہ رہونگا یا یہ کپڑا نہ پہنونگا یا اس جانور پر سوار نہونگا اور اسی وقت اس گھر سے نکل گیا اور اس
کپڑے کو اتار ڈالا اور اس جانور پر سے اتر پڑا تو حانث نہوگا اور اگر ذرا بھی ٹھہرا تو حانث ہو جاویگا اور امام زفرؒ کے نزدیک دونون صورتونمین حانث ہوگا
اور جو کسی نے حلف کیا کہ اس گھر مین داخل نہونگا پھر بیٹھا اسمین تو حانث نہوگا کیونکہ دخول کہتے ہین باہر سے آنے کو اور اسی واسطے اگر نکل کے پھر آیا
تو حانث ہو جاویگا اور جسنے حلف کیا کہ نہ سکونت کرونگا اس دار مین تو ضرور ہے کہ آپ اور اہل و اسباب کل نکال لیجاوے یہانتک کہ اگر ایک میخ بھی
وہان باقی رہیگی حانث ہوگا اور یہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کہتے ہین کہ اکثر اسباب نکل گیا تو حانث نہوگا ف اور اسی پر فتوی ہے کذا
فی قاضی خان والکافی ھ اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر اتنا اسباب لے گیا ہے جس سے کتخدائی اور ضرورت معاش ہو سکتی ہے تو حانث نہوگا اور فقہا نے
لکھا ہے کہ یہ قول احسن اور ملائم زیادہ ہے واسطے آدمیون کے ف اور جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اسباب مین ہے اور اہل مین سے اگر کوئی بھی رہ جاویگا
تو حانث ہوگا تو ضرور ہے کہ تمامی اہل کو نکال لیجاوے کذا فی الفوائد الظہیریہ ھ اور اگر حلف کیا کہ نہ سکونت کرونگا اس شہر مین یا گانون مین
تو ضرور نہین کہ تمامی اہل و متاع لیجاوے بلکہ آپ ہی اگر اکیلا نکل جاویگا تو حانث نہوگا اور اگر کسی نے حلف کیا کہ اس گھر سے باہر نہ جاؤنگا
یا اس گھر کے اندر نہ جاؤنگا اور اسکو کوئی اٹھا کے باہر لے گیا یا اندر لیگیا تو اگر اسکے حکم سے لیگیا ہے تو حانث ہوگا اور اگر بے اسکے حکم کے چاہے وہ
راضی ہو یا ناراض لے گیا ہے تو حانث نہوگا اور جو حلف کیا کہ نہ نکلونگا مین مگر واسطے جنازے کے اور جنازے کے واسطے نکلکر پھر دوسرے کام کو لیے نکلا تو حانث
نہوگا اور جو قسم کھائی کہ نہ نکلونگا طرف مکے کے اور نکلا بقصد مکے کے اور لوٹ آیا تو حانث ہوگا کیونکہ نکلنا پایا گیا برخلاف اسکے جب کہے کہ نہ آؤنگا مین
مکے مین تو نکلنے سے مکے کیطرف جبتک اسکے اندر نہ جاوے حانث نہوگا اور لفظ ذہاب کا مثل خروج کے ہے اصح مذہب مین یعنی اگر کہا واللہ لا اذہب الی مکۃ پس
اصح یہ ہے کہ وہ مثل لا اخرج الی مکۃ کے ہے اور بعضون کے نزدیک مثل لا اٰتی مکۃ کے ہے اور قول اول اصح ہے واسطے قول خدا تعالی کے انی ذاہب الی ربی ای متوجہ الیہ
اسلیے کہ وصول الی الرب انکو وسعت مین نہ تھا اور اگر حلف کیا کہ مین مکے مین آؤنگا تو آخر دم حیات مین حانث ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین نہ آنا معلوم ہوا اور اگر
قسم کھائی کہ کل اگر استطاعت ہوگی تو مکے مین جاؤنگا اور اس روز کوئی مانع مثل مرض یا حکم بادشاہ وغیرہ کے نہوا اور نہ گیا تو حانث ہوگا قضاء اگرچہ اسنے

ھ۱ اسلیے کہ نکلنے وغیرہ پایا گیا اگرچہ قلیل ہوا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم اسواسطے مشروع ہے کہ بر ہووے حانث نہ ہوا اور صورت مذکورہ مین بر نہین ہو سکتا جبتک کہ زمانہ تحصیل بر کی مہلت نہ دیجاوے پس
استقدر زمانہ واسطے امکان تحصیل بر کے مستثنی ہوگا تو تکلیف مالا یطاق لازم نہ ہو فافہم کذا فی الاصل مع الزیادۃ ۱۲ احمدہ ھ۲ پس قرق و رکنے سے حانث نہوگا بخلاف پہلی صورتون کے یعنے ٹھکنے اور لبس اور
رکوب حال توقفون مین ثابت ہوتا ہے ۱۲ احمدہ ھ۳ کیونکہ عرف مین استطاعت اسکو کہتے ہین کہ ہاتھ پیر اعضا سلامت ہون اور کوئی مانع خارجی وغیرہ پیش نہ ہو کذا فی الاصل ۱۲

مراد استطاعت سے استطاعت حقیقی جو قدرت تمام ہے اور مقارن فعل کے ہوتی ہے مُرادلی ہو نہ دیانۃً ف یعنی فیما بینہ وبین اللہ حانث نہوگا اور قاضی کے نزدیک حانث ہوجاویگا ص اگر کسی شخص نے حلف کیا کہ باہر نہ جاؤنگا مگر اُسکی اذن سے تو ہر بار نکلنے کیواسطے اذن چاہیے اور اگر نکل گیا بغیر اذن کے اُسکے ایکبار بھی تو حانث ہوجاویگا اور اگر یہ کہا کہ باہر نہ جاونگا یہانتک کہ اذن دے مجکو تو ایکبار اذن کافی ہے اور اگر کسی شخص کی عورت نے ارادہ کیا نکلنے کا اور اُسنے کہا کہ اگر تو نکلے گی تو تو طالق ہے اگر وہ فوراً اُسی وقت نکلی تو حانث ہوگا طلاق واقع ہوگا اور جو وہ بیٹھ گئی اور پھر نکلی تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر عورت نے لونڈی کے مارنیکا ارادہ کیا اور خاوند نے اُس سے کہا کہ اگر تو ماریگی اُسکو تو تو طالق ہے اور اُسنے اُسکو چھوڑ دیا پھر مارا تو حانث نہوگا ف یعنی عورت دونون صورتوں مین مطلقہ نہوگی ص اور اگر کسی شخص نے ایک سے کہا کہ صبح کا کھانا میرے ساتھ کھا اور اُسنے کہا کہ اگر صبح کا کھانا کھاؤں تو غلام میرا آزاد ہے تو شرط حنث کیواسطے یہ ہے کہ وہ کھانا اُسکے ساتھ کھاوے ف اور اگر اپنے مکان کو جاکے صبح کا کھانا کھایا تو حانث نہوگا۔ ہدایہ ص اور جو کہا کہ اگر کھانا صبح کا کھاؤں آج کے روز تو غلام میرا آزاد ہے ف یعنے لفظ آج کے روز کا زیادہ کیا ص تو جہان صبح کا کھانا اُس دن کھاویگا حانث ہوجاویگا اور اگر حلف کیا کہ زید کے جانور پر سوار نہونگا بعد اُسکے زید کے غلام ماذون کے جانور پر سوار ہوا تو اگر غلام مدیون ہے اتنا کہ دین اُسکی قیمت اور کسب کو محیط ہے تو حانث نہوگا اور اگر ایسا مدیون نہین تو اگر نیت اُسکی جانور سے وہ جانور تھا جو زید کے خاصے کا ہے تو حانث نہوگا اور اگر نیت ہے مطلق جانور کی جو مالک زید مین ہوچکا ہے اُسکے خاصے کا ہو یا اُسکے غلام کا ہو تو حانث ہوگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک سب صورتوں مین حانث ہوجاویگا جسوقت نیت ہووے اور امام محمدؒ کے نزدیک حانث ہوگا اگرچہ نیت نہ کرے اور جس شخص نے حلف کیا کہ اس درخت سے نہ کھاؤنگا تو اگر اُسکا پھل کھاویگا حانث ہوجاویگا اور جو قسم کھائی کہ یہ گیہون نہ کھاؤنگا تو امام صاحبؒ کے نزدیک اُسکو چبا کے کھاویگا حانث ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اُسکو چبا کے کھاوے یا اُسکا آٹا کھاوے دونون صورتوں مین حانث ہوگا اور جو کہا کہ اس آٹے سے نہ کھاونگا تو جب اُسکی روٹی کھاویگا حانث ہوگا اور اگر آٹا پھانک گیا تو حانث نہوگا اور جو حلف کیا کہ بریان نہ کھاؤنگا تو جب گوشت بھونا ہوا کھاویگا حانث ہوگا اور اگر کوئی اور چیز بھونی ہوئی جیسے بینگن یا گاجر کھاوے حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ طبیخ نہ کھاؤنگا تو جب گوشت پکا ہوا شوربا دار کھاویگا حانث ہوویگا ف اور اگر سوکھا قلیہ کھاویگا حانث نہوگا ص اور جو حلف کیا کہ سری نہ کھاؤنگا تو جو سری اُس شہر کے تنورون مین پکاکے بکتی ہے اگر کھاویگا حانث ہوگا ف اور جو سری معروف نہین جیسے چڑی کی سری یا مرغ کی کھاوے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ بنا قسمون کی عرف پر ہے ص اور جو قسم کھائی کہ چربی نہ کھاؤنگا تو امام صاحبؒ کے نزدیک جب چربی شکم کی کھاویگا حانث ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک پشت کی چربی بھی اگر کھاویگا حانث ہوگا اور جو حلف کیا کہ روٹی نہ کھاؤنگا تو جو روٹی معروف ہے جیسے گیہون یا جو کی اُسکے کھانیسے حانث ہوگا نہ چانول کی روٹی سے مگر جبکہ چانول کی روٹی بھی اُس شہر مین معروف ہو اور اگر قسم کھائی کہ فاکہہ نہ کھاؤنگا تو امام صاحبؒ کے نزدیک جب سیب یا زردآلو یا خربزہ کھاویگا حانث ہوگا نہ انگور اور انار اور خرمای تر اور ککڑی اور کھیرے کے کھانیسے اور صاحبینؒ کے نزدیک انگور اور انار اور خرمای تر کے کھانیسے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ نہر سے نہ پیونگا تو اگر مُنھ لگا کے اُسمین پیئیگا حانث ہوگا اور برتن سے اگر پیے تو حانث نہوگا نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک برتن سے پینے مین بھی حانث ہوگا اور اگر کہا کہ نہر کا پانی نہ پیونگا تو جسطرح سے پیے حانث ہوگا اور اگر حاکم شہر نے ایک مرد سے حلف لیا کہ جو مفسد شہر مین آوے اُسکی خبر کرے تو اگر وقت اُسکی حکومت کے خبر نہ کریگا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کو مارونگا یا کپڑا پہناؤنگا یا اُس سے کلام کرونگا یا اُسکے پاس جاؤنگا تو شرط ہے کہ زندگی مین

سلہ اور جو فوراً ماریگی تو طلاق ہوجاویگا ۱۲ سلہ اور غلام آزاد نہوگا ۱۲ سلہ خواہ مخاطب کے ساتھ کھاوے یا نہین ہاں بعد اُس دن کے کھانیسے حانث نہوگا ۱۲ عینیہ سلہ اور جو درخت کی لکڑی یا پتے کھاویگا تو حانث نہوگا اسلیے کہ معنی حقیقی متروک ہین حساً و عرفاً ۱۲ عینیہ سلہ جو چیز آٹے سے بنائی جاوے اور کھائی جاوے اسلیے کہ معنی حقیقی متروک ہین عرفاً ۱۲ عینیہ سلہ مگر جب نیت سوا گوشت پکے ہوئے شوربا دار کی کریگا تو حانث ہوگا کذا فی الہدایہ ۱۲ عینیہ سلہ طبیخ یعنی پکا ہوا

اُس سے یہ اَمر کرے اور اگر کہا کہ غسل دونگا تو زندگی مین شرط نہین بعد مرنیکے بھی اگر اُسکو غسل دے تو بھی حانث نہوگا اور اگر حلف کیا کہ قرض ہے اُسکا
قرض ادا کرونگا تو اگر ایک مہینے کے اندر ادا کیا حانث نہوگا اور اگر ایک مہینے مین یا زیادہ مین ادا کیا تو حانث ہو جاویگا اگر حلف کیا کہ اِدام نہ کھاؤنگا تو اگر
نان خورش شوربا دار کھاوے کہ روٹی اُسمین ڈوبکے رنگ پکڑ لیتی ہے یا نمک سا کھاوے تو حانث ہوگا اور اگر بھونا ہوا گوشت کھایا تو حانث نہوگا اور مغرب
مین ہے کہ کہا ابن الانباریؒ نے ادام وہ چیز ہے کہ خوش مزہ کرے روٹی کو اور لذت بڑھاوے اور وہ عام ہے کہ سائل ہو یا غیر سائل اور اصطباغ خاص
ہے ساتھ سائل کی یعنی جسمین روٹی ڈوبکے رنگین ہو جاوے ف تو موافق قول ابن الانباریؒ کی اگر بھونا ہوا گوشت کھاویگا تب بھی حانث ہوگا
کما لا یخفی ص اگر حلف کیا کہ نہ کھاؤنگا اُسکا بُسر اور کھایا اُسکا رطب یا اُسکا رطب یا اُسکا تمر یا اُسکا دودھ اور کھایا اُسکو بعد منیر ہونیکے تو ان
سب صورتونمین حانث نہوگا ف بُسر کہتے ہین کچے خرمے کو جو ابھی پکا نہ ہو اور رطب کہتے ہین اُس خرمے کو جو پک گیا ہو اور تازہ ہو ابھی خشک نہ ہوا ہو
اور تمر کہتے ہین اُس خرمے کو جو پک کے خشک ہو گیا ہو اور مذنب اُس خرمے کو کہتے ہین جو پکنا شروع ہو گیا ہو تو وہ کچھ بُسر ہوتا ہے اور کچھ رطب ص اور اگر حلف کیا
کہ گوشت نہ کھاؤنگا اور مچھلی کھائی یا گوشت یا چربی نہ کھاؤنگا اور عکی و نیبہ کی کھائی تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ نہ خریدونگا رطب کو اور خریدا
ایک خوشہ بُسر کا کہ اُسمین ایک رطب بھی ہے تو بھی حانث نہوگا ف اسواسطے کہ اعتبار غالب کو ہے اور غالب بُسر ہے ص اور اگر قسم کھائی کہ رطب کھاؤنگا
یا بُسر نہ کھاؤنگا یا رطب و بُسر دونون نہ کھاؤنگا اور مذنب کھایا تو ان دونون صورتونمین امام صاحب کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر حلف کیا کہ گوشت نہ کھاؤنگا اور
جگر یا اوجھڑی یا سور کا یا آدمی کا گوشت کھایا تو حانث ہوگا اور ہمارے دستور کے موافق حانث نہوگا اسواسطے کہ جگر اور اوجھڑی کو گوشت نہین کہتے اور سور
اور آدمی کے گوشت سے حانث ہوگا کیونکہ وہ دونون گوشت ہین اگرچہ حرام ہین اور غدا کہتے ہین اُس کھانیکو جو طلوع فجر سے ظہر تک ہو اور عشا اُسکو جو ظہر سے
آدھی رات تک اور سحور اُسے جو آدھی رات سے طلوع فجر تک ہو ف تو اگر کسی نے حلف کیا کہ غدا نہ کھاؤنگا اور طلوع فجر اور ظہر کے مابین مین کھالیا حانث ہوگا
ص اور جو قسم کھائی کہ نہ پہنونگا یا نہ کھاؤنگا یا نہ پیونگا اور نیت کرے معین خاص کی صحیح نہ ہوگی نہ قضاءً نہ دیانةً اور اگر کہا کہ نہ پہنونگا کپڑے کو یا نہ کھاؤنگا طعام
کو یا نہ پیونگا شراب کو اور نیت کی معین کی تو تصدیق کیا جاویگا دیانةً نہ قضاءً اور تصور و امکان بر کا شرط ہے واسطے صحیح ہونے قسم کے اور ابو یوسفؒ کے
نزدیک شرط نہین پس اگر یون کہے کہ آج کے دن جو اس کوزے مین پانی ہے پیونگا یا اگر مین آج اس کوزے کا پانی نہ پیون تو عورت میری طالق ہے حالانکہ
اُس کوزے مین پانی نہ ہو یا ہو اور اُسکو گرا دیا جاوے اُسی روز تو طرفین کے نزدیک حانث نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر وہ شخص ان
الفاظ کو مطلق کہے قید آج کی نہ لگاوے اور کوزے مین پانی نہو تو حانث نہوگا طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر تھا اور بہا دیا گیا
تو سب کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر قسم کھاوے کہ مین آسمان پر چڑھونگا یا اس پتھر کو سونا بناؤنگا یا فلانے کو قتل کرونگا اور جانتا ہے کہ وہ مر گیا ہے تو قسم
منعقد ہوگی اسلیے کہ بر قسم کا ممکن متصور ہے اور حانث ہو جاویگا ابھی اسلیے کہ یہ امور ممکن عادةً نہین ہین اور اگر نہین جانتا کہ وہ مر گیا ہے تو حانث
نہ ہوگا اور امام زفرؒ کے نزدیک قسم منعقد نہ ہوگی اور جو یون کہا کہ اپنی بیوی کو نہ مارونگا بعد اُسکے اُسکا گلا دبایا یا بال کھینچے یا دانت سے کاٹ کھایا
تو حانث ہوگا اور اگر زوجہ سے کہا واللہ مین تیرا سوت کاتا ہوا اگر پہنون تو وہ ہدی ہے اور عورت نے اُسکو کاتا کپڑے مرد نے بُنا اور پہنا تو وہ ہدی
ہو جاوے گا ف یعنے مکے مین بھیجا جاوے گا تاکہ تصدق کیا جاوے فقرا پر ص اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر دن حلف کے وہ روئی

[illegible]

اُسکی مِلک مین تھی اور عورت نے کاتا اور اُسنے بُنا تو حانث ہوگا ورنہ نہین اور جو کہی کہ زیور نہ پہنونگا پھر سونے کی انگشتری پہنی تو قسم
ٹوٹ جاویگی نہ چاندی کی انگوٹھی پہننے سی اور صاحبینؒ کے نزدیک ہار موتیون کا اگرچہ جڑاؤ نہ ہووے زیور مین داخل ہی اور اسی پر فتوی
ہی ف اور امام صاحبؒ کے نزدیک ہار موتیونکا اگر جڑاؤ نہووے تو زیور مین داخل نہین اور جڑاؤ ہووے تو سبکے نزدیک زیور مین داخل ہی ص
اگر یون کہی کہ اس فرش پر نہ سوؤنگا پھر اُسپر ایک چادر بچھائی گئی اور اُسپر سو رہا تو حانث ہوگا اور جو اُسپر دوسرا فرش بچھایا گیا یا کہا کہ مین زمین پر
نہ بیٹھونگا پھر فرش یا چٹائی پر بیٹھے یا کہی کہ اس چوکی پر نہ بیٹھونگا اور اُسپر دوسری چوکی رکھی گئی اور اُسپر بیٹھا تو ان صورتونمین قسم نہ ٹوٹے گی لیکن
زمین اور اُسکے درمیان مین لباس بدن کا ہوگا یا چوکی پر فرش بچھا کے بیٹھیگا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور جو حلف کری کہ فلانے کام کو نہ کرونگا تو تمام
عمر مین جب کریگا قسم ٹوٹے گی اور جو کہی کہ کرونگا تو ایکبار بھی اگر کرے گا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر کہی کہ مجھپر پیادہ جانا خانہ خدا کو یا کعبی کیطرف واجب
ہی تو حج یا عمرہ پیدل کری اگر اُنمین سوار ہوگا تو دم دینا پڑیگا ف یعنی بکری ذبح کرنا پڑیگی ص برخلاف اُس صورت کے کہ کہی مجھپر نکلنا یا خانہ
خدا کو جانا یا پیادہ روانہ ہونا حرم یا مسجد حرام یا صفا یا مروہ کو واجب ہے تو ان صورتونمین حج پیادہ کرنا لازم نہین ہوتا ف بلکہ پیدل گھر سی نکلنا
لازم ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک حج اور عمرہ پیدل لازم آویگا ص اگر کہی کہ غلام میرا آزاد ہی اگر مین اِس سن حج نہ کرون پھر وہ مدعی حج کا ہوا اور دو گواہ
گواہی دین کہ نحر کے دن وہ کوفے مین تھا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور غلام آزاد نہوگا شیخینؒ کے نزدیک ف اسلیے کہ حج نہ کرنے پر شہادت نفی پر شہادت ہی
اور وہ مقبول نہین ص اور امام محمدؒ کے نزدیک آزاد ہوگا اور اگر کہی کہ مین روزہ نہ رکھونگا تو روزے کی نیت سی ایک ساعت کا روزہ رکھنے سی بھی قسم ٹوٹ
جاویگی اور اگر کہی کہ مین ایک روزہ یا ایک دن کا روزہ نہ رکھونگا تو بغیر تمام دن کے روزے کے قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر کہی کہ مین نماز نہ پڑھونگا تو ایک رکعت
کے پڑھنے سی قسم ٹوٹے گی نہ اس سے کم مین اور اگر پوری نماز کہی گا تو دوگانہ پڑھنے سی قسم ٹوٹے گی ایک رکعت کے پڑھنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر کوئی
شخص یون کہی کہ اگر تو بچہ جنے تو تو طالق ہی یا لونڈی کو کہی کہ تو آزاد ہی اور اُسکے بچہ مُردہ پیدا ہوا تو اس شخص کی قسم ٹوٹ جاویگی یعنے طلاق پڑیگا
اور لونڈی آزاد ہوگی لیکن اگر اُسنے کہا تھا کہ اگر تو بچہ جنے تو وہ بچہ آزاد ہی اور اُسکے بچہ مُردہ پیدا ہوا پھر زندہ پیدا ہوا تو وہ بچہ زندہ آزاد ہوگا امام صاحبؒ
کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا کیونکہ قسم پہلے ہی بچہ جننے سی تمام ہوگئی اگر قسم کھاوی کہ فلانے کا قرض آج ادا کرونگا پھر ایسے
درم ادا کیے جو کھوٹے ہین یا چلتے نہ ہون یا کسی اور کے ہون یا قرض کے عوض مین کوئی چیز بیچ ڈالی اور قرضدار نے اُسکا قبضہ کر لیا تو قسم پوری
ہوجاویگی اور اگر رانگے کے ہون یا تین پرتے کے ف یعنے اوپر اور نیچے کی پرت چاندی کی اور اندر کی تانبے کی اور ایسے درم کو عربی مین ستوقہ
کہتے ہین ص یا قرضخواہ اُس قرضدار کو قرض ہبہ کر دی تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر حلف کیا کہ مین اپنے قرض کو وصول کرنے مین ایک درم کو بدون
دوسرے درم کے نہ لونگا ف یعنے کل قرض کو متفرق نہ لونگا ص پھر کچھ قرض پر قبضہ کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی جبتک کہ تمام قرض علیحدہ علیحدہ وصول
نہ کرے اور ضروری جدائی سی قسم نہ ٹوٹے گی کہ قرض کے ادا مین اُسقدر علیحدگی ضرور ہوا کرتی ہی مثلاً تول تول کے دینا ف یا پرکھنا یا گننا
ص اور اگر کہی کہ میرے پاس اگر ہو مگر سَو تو ایسا ہوا اور پچاس کا مالک ہے تو قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ سو سے زیادہ کے مالک ہونے سے قسم ٹوٹے گی اور
جو کہی کہ ریحان کو نہ سونگھونگا اور بعد اُسکے گلاب کا پھول یا چنبیلی کو سونگھا حانث نہ ہوگا اسلیے کہ ریحان اُس سبزہ خوشبو کا نام ہی جسمین تنہ نہو
کہ کھڑا رہتے ہین اُسکو گلاب کے پھول اور چنبیلی کے پھول پر نہ بولین گے اور بنفشہ اور گلاب اگر قسم مین کہی تو اُسکے پھول ہی مراد ہونگے نہ اُسکے پیڑ کی شاخین اور پتیان

سلہ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ قسم تمام نہین ہوئی کیونکہ بچے سے مراد اُسکی زندہ بچہ ہے بقرینہ اس بات کے کہ اُسنے کہا تھا کہ وہ بچہ آزاد ہی کیونکہ آزادی میت کی کیسی ہوگی کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ

سلہ پہننے تاجر نہ لیتے ہون اور چاندی اُسمین غالب ہو ۱۲ عبدہ

باب الحلف بالقول

اگر قسم کھاوی کہ فلانے سے نہ بولونگا پھر اسکو سوتے مین پکارا کہ وہ جاگ اٹھا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر اسنے یہ کہا تھا کہ اس سے بغیر اسکی اجازت کے کلام نہ کرونگا اور اس شخص نے اجازت تو دی مگر اجازت کا حال اسکو معلوم نہ ہوا اور کلام کیا تب بھی قسم ٹوٹے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہین ٹوٹے گی اور اگر یہ کہا کہ اس کپڑے کے مالک سے یا اس جوان سے نہ بولونگا اور جب اسنے وہ کپڑا بیچ ڈالا اور وہ جوان بوڑھا ہو گیا کلام کیا تو حانث ہو جاویگا اور اگر کہا کہ مین اگر اس بندہ کو خرید کرون یا بیچون تو آزاد ہی پھر اسکو خریدا یا بیچا بشرط خیار کے تو قسم ٹوٹ جاویگی یعنے وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور اگر یہ کہا کہ مین اسکو نہ بیچون تو ایسا ہو مثلاً عورت میری طالق ہی پھر اسکو آزاد یا مدبر کر دیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ نہ بیچنا متحقق ہو گیا اور جو کام ایسے ہین کہ انکو خواہ آپ کرے یا دوسرے کو انکے کرنے کی اجازت دے حقوق اسکے آمر کی جانب رجوع کرتے ہین اور وکیل سفیر محض ہوتا ہی اگر انکو کرے تو دونون صورتون مین قسم ٹوٹ جاتی ہی وہ یہ ہین نکاح اور طلاق اور خلع اور آزاد کرنا اور مکاتب بنانا اور قتل عمد سے صلح کرنی اور ہبہ کرنا اور صدقہ دینا اور قرض دینا اور قرض لینا اور امانت رکھنی یا امانت لینی اور مانگے چیز دینی یا لینی اور جانور کو ذبح کرنا اور غلام کو مارنا اور قرض ادا کرنا یا اپنا وصول کرنا اور گھر بنانا اور سینا اور کسی چیز کو اٹھا کر لانا کہ ان امور کو اگر خود کریگا یا دوسرے سے کرنے کو کہیگا اور وہ کریگا تو دونون صورتون مین قسم ٹوٹ جاویگی اور جو کام ایسے ہین کہ انکے حقوق وکیل کی طرف رجوع ہوتے ہین انکو آپ کرے نہین قسم ٹوٹتی ہی اور دوسرے کو انکے کرنے کی اجازت دینے سے قسم نہین ٹوٹتی وہ یہ ہین بیچنا مول لینا ٹھیکہ دینا مزدوری پر کام لینا کسی مال کی بابت مین صلح کرنا تقسیم کرنا مقدمات مین جوابدہی کرنا لڑکے کو مارنا کہ ان کامون مین اگر قسم کھاوے کہ مین نہ کرونگا تو اپنے آپ نہ کرے اور اگر دوسرا شخص اسکی اجازت سے یہ امور کرے تو اسکی قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر یہ کہی کہ مین تکلم نہ کرونگا اور قرآن یا تسبیح پڑھے یا تہلیل کرے یا تکبیر کہے نماز کے اندر یا باہر تو قسم نہ ٹوٹے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ٹوٹ جاویگی ف دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ عرف مین اسکو تکلم نہین کہتے بلکہ تلاوت اور تسبیح اور تہلیل و تکبیر کہتے ہین کذا فی الاصل ص اور اگر یون کہے اپنی عورت سے کہ تو طالق ہے جسدن مین فلان سے کلام کرون تو اس سے دن اور رات دونون سمجھے جاوینگے اور اگر اسنے قسم کے وقت اس کلام سے دن ہی کی نیت کی نہ رات کی تو مان لیا جاویگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دیانت کی رو سے قول اسکا معتبر ہوگا اور قاضی اسکی تصدیق نہ کریگا لیکن اگر یہ کہے کہ جس رات فلانے سے بولون تو ایسا ہو تو اس کلام سے خاص رات ہی مراد ہوگی دن اسمین منصوص نہ ہوگا اور اگر کہے کہ اس سے نہ بولونگا مگر اس صورت مین کہ زید آجاوے یا جب تک کہ زید آوے پھر اسنے زید کے آنے کے اول اس سے کلام کیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر بعد اسکے کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی ف اور اگر زید مر جاوے تو حکم قسم کا جاتا رہیگا + ہدایہ ص اور اگر قسم کھاوے کہ فلانے کے غلام سے نہ بولونگا یا فلانے کے اس غلام سے نہ بولونگا اور پھر وہ غلام اس شخص کا نہ رہا ف مثلاً اسنے بیچ ڈالا ص اور بعد اسکے اس سے کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور جو کہے کہ فلانے کے دوست سے یا زوجہ سے کلام نہ کرونگا یا فلانے کے گھر مین داخل نہ ہونگا اور پھر جب وہ دوست دشمن ہو گیا اور زوجہ بائن ہو گئی اسنے کلام کیا اور جب گھر اسکی ملک سے نکل گیا اسمین داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اشارہ کیا ہی کہ فلانے کے اس دوست سے یا اس زوجہ سے کلام نہ کرونگا یا فلانے کے اس گھر مین داخل نہ ہونگا تو حانث ہو جاویگا ف اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ

حاشیہ ص اس لیے کہ اوصاف مذکورہ صلاحیت اسکی نہین رکھتے کہ سبب کلام نہ کرنے کے ہون پس مراد اس کپڑے کے مالک یا اس جوان سے ذات اسکی ہی نہ وصف کذا فی الاصل مع التفصیل ۱۲ ص اسلیے کہ مراد اس سے مطلق وقت ہی جیسا کہ باب طلاق مین گذرا ۱۲ منہ واسطے وجود بیع و تکرار کے ۱۲ ص یعنے اشارہ کرے ۱۲

اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور دلیل اسکی اور وجہ فرق کی اصل مین مذکور ہے ف اور اگر قسم مین لفظ الحین اور الزمان یا ان دونوں کو نکرہ کہے یعنے
حین اور زمان کہدیا تو یہ وقت چھ مہینے کا ہوگا اگر نیت نہین کی ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ اور یہان
حین سے زمانہ قلیل مراد ہے اور کبھی اُس سے چالیس برس مُراد ہوتے ہین جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ اور
کبھی چھ مہینے مراد ہوتے ہین جیسے کہ اس آیت مین تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا تو لے لیا ہمنے متوسط کو کذا فی الہدایۃ ف اور جو نیت کی
ہے تو جیسی نیت ہے وہی مُراد ہوگا اور جو لفظ دہر نکرہ کہا تو مجمل ہے یعنے اسکی مقدار یقینی معلوم نہین امام ابو حنیفہؒ کو اور صاحبینؒ کے نزدیک
چھ مہینے ہین مثل حین کے ف امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا مجکو معلوم نہین کہ دہر کی مقدار کیا ہے اور یہ نہ پہچاننا موجب طعن نہین بلکہ علامت کمال
علم اور تقوی کی ہے جیسے کہ امام مالکؒ نے بھی بہت سے مسائل مین لا ادری کہا ہے اور ایک شاعر نے اسمین چند اشعار بھی کہے ہین اور وہ یہ ہین
نظم مَنْ قَالَ مَا اَدْرِيْ اِذَا الْمُرِيْدُ رُمْ ۔ فَقَدِ اقْتَدٰى فِي الْفِقْهِ بِالنُّعْمَانِ ۔ فِي الدَّهْرِ وَالْخُنْثٰى كَذَاكَ جَوَابُهٗ ۔ وَمَحَلُّ اَطْفَالٍ
وَّدَ قْتِ خِتَانٍ ۔ یعنی جس شخص نے کہا کہ نہین جانتا ہون مین جبکہ اُسکو نہ جانا تو اُسنے اقتدا کی فقہ مین نعمان یعنی امام اعظمؒ کی دہر اور خنثی مین ایسا ہی
ہے جواب امام کا اور محل اطفال مُشرکین مین کہ آخرت مین کہان ہوگا اور وقت ختنہ مین انتہی اور اسمین بھی امام نے توقف کیا کہ ملائکہ افضل ہین یا
انبیا اور کُتا کب معلّم ہوجاتا ہے ف اور جو معرفہ یعنی الدہر کہا تو تمام عمر ہوگی اور اگر الایام یا ایامٌ کثیرۃٌ یا الشہور یا السنون کہا تو دس دس مراد ہونگے اور
اگر انکو نکرہ بولے گا تو تین مراد ہووینگے اور اگر یون کہا کہ جس غلام کا مین اوّل مالک ہون تو وہ آزاد ہے ف اگر ایک غلام کا مالک ہوگا تو وہ اس قسم کی
رو سے آزاد ہوجاویگا اور اگر پہلے دو غلامون کا مالک ایک ساتھ ہو پھر تیسری کا مالک ہو تو ان تینون مین سے کوئی بھی آزاد نہ ہوگا اور جو کہا کہ جس تنہا غلام
کا اوّل مالک ہون تو وہ آزاد ہے تو اس صورت مین تنہا کی قید کے سبب سے تیسرا غلام آزاد ہوجاویگا اور اگر یون کہا کہ پچھلا غلام جسکا مین مالک ہون
وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام کا اور مرگیا تو وہ غلام آزاد نہوگا کیونکہ پچھلے کیواسطے اگلا ضرور ہے ہان اگر اُسکے بعد ایک اور غلام خریدا پھر مرگیا
تو دوسرا غلام اُس شخص کی ابتدا سے ملکیت سے کُل مال سے آزاد ہوگا امامؒ صاحب کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک روز فوت سے آزاد ہوگا ثلث مال سے
اور اسی طرح جو کہے کہ پچھلی عورت میری جس سے مین نکاح کرون اُسکو تین طلاق ہین اور پھر نکاح کیا ایک عورت سے پھر اور ایک عورت سے بعد اُسکے
مرگیا تو دوسری عورت پر طلاق پڑجاویگی وقت نکاح سے امامؒ صاحب کے نزدیک تو وارث نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک وقت موت سے تو
وارث ہوگی اگر یہ کہے کہ جو غلام مجکو خوشخبری فلان معاملے کی سناویگا وہ آزاد ہے پھر تین غلامون نے جدا جدا یہی خوشخبری اسکو سنائی تو جس نے اوّل
سُنائی ہوگی وہ آزاد ہوگا اور اگر تینون نے ایک ساتھ سُنائی تو سب آزاد ہوجاوینگے اور اداے کفارہ کی نیت سے اپنے باپ کا خریدنا کفارے کو
ساقط کرتا ہے اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ساقط نہین کرتا ف اور یہی حکم ہے ہر ذی رحم محرم کے خریدنے مین کہ وہ اگر نیت کفارے
کی کرلے اور وہ بمجرد خریدنے کے آزاد ہوجاوے تو کفارہ ادا ہوجاویگا اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہے ف لیکن اگر کسی غلام کی آزادی
کو اپنی خریداری پر مشروط کردیا ہو اور اُسکے خریدنے مین نیت کفارے کی کرلی تو وہ شرط کے سبب سے آزاد ہوگا نہ کفارے کے عوض ف اور یہی حال
ہے اُم ولد کے خریدنے کا کہ وہ بھی کفارے کے عوض نہ ہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی منکوحہ سے جو لونڈی ہو اور اُس سے اولاد رکھتا
ہو کہے کہ اگر مین تجھے خریدون تو تو آزاد ہے اور خریدنے کے وقت نیت کفارے کی کرلے ف تو اُم ولد آزاد ہوجاویگی اور کفارہ باقی رہیگا

ف یعنی دس دن یا دس مہینے یا دس برس ۱۲ ف یعنی اسکے آزاد ہونے مین دوسرے غلام کا خریدنا شرط نہین تاکہ اولیت متحقق ہو کیونکہ اول کہتے ہین پہلی چیز کو ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ ف کیونکہ اس وقت مین اول ہی کا مالک [illegible]
ف اسواسطے کہ اول فرد وہ ہوگا جسکو پہلی اور پانیکے ساتھ دوسری فرد اسکی طلبیق نہ پالی جاوے اور یہ امر متحقق نہین ہوا ۱۲ کذا فی الاصل عن النتائج کے معنی یعنی [illegible] [illegible] ہین ۱۲

ص اور اگر کہا کہ جو لونڈی مین حرم بناؤن تو وہ آزاد ہی تو وہ لونڈی آزاد ہوگی جسکو حرم بنایا اور وہ وقت حلف کے اُسکی مِلک مین ہو اور اگر اُسوقت مِلک مین نہو اور بعد حلف کے خریدا اور حرم بنایا تو آزاد نہ ہوگی اور جو کہا کہ جتنے میری مملوک ہین سب آزاد ہین تو اس لفظ سے اُسکے غلام اور اُم ولد اور مدبّر سب آزاد ہوجاوینگے اور مکاتب آزاد نہ ہووینگے مگر یہ کہ اُنکی بھی نیت کری تو آزاد ہونگی اور جو تین غلامونکو کہا کہ یہ آزاد ہی یا یہ اور یہ تو تیسرا آزاد ہوگا اور پہلے دو مین مولی کو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہی آزادی کے لیے معین کرے اور یہی حکم ہی طلاق مین عورتون کے گویا اُسنے کہا ایک دو مین سے آزاد ہی اور یہ ف یعنی تیسری مطلقہ ہوجاویگی اور پہلی دو مین شوہر کو اختیار دیا جاویگا جسکو چاہی طلاق کے لیے معین کرے ص اور داخل ہونا لام تخصیص کا جسکے معنی واسطے کے ہین بیع اور شرا اور اجارہ اور زرگری اور سینا اور مکان بنانے پر اس بات کو چاہتا ہی کہ وہ فعل اُس شخص کی اجازت سے ہووی جسکے ساتھ اُسکو مشروط کیا ہی گو وہ شخص مالک اُس چیز کا ہو یا نہو مثلاً یہ کہے اِن بعتُ لکَ ثوباً یعنے اگر تیرے واسطے بیچون کپڑا تو اُسکے یہ معنی ہین کہ تیری اجازت سے بیچون تو اگر بغیر اُسکی اجازت کے بیچے گا حانث نہوگا اور اگر لام کسی چیز کی ذات پر داخل ہو یا ایسے فعل پر جو غیر سے نہین ہوتا ہی جیسے کھانا پینا اندر جانا لڑکے کو مارنا تو وہ چاہتا ہی اس بات کو کہ وہ شے اُس شخص کی مِلک مین ہو مثلاً یون کہے اِن بعتُ ثوباً لکَ یعنی اگر بیچون کپڑا جو تیرا ہی یہان لام ثوب پر داخل ہی نہ بیع پر تو اس صورت مین اگر اُسکا کپڑا بغیر اُسکی اجازت کے بیچے گا حانث ہوگا ف اور باقی مثالین[1] اصل مین مذکور ہین اور جاننا چاہیے کہ لام کے آنے سے غرض یہ ہی کہ جار مجرور متعلق فعل کے ہون یا اُس چیز کے کہ صفت پڑین اور اگر وہ شخص نیت اُسکے سوا کرے یعنی لفظونمین تو لام کو فعل پر بولے اور معنی وہ لے جو لام کو چیز پر داخل کرنیسے ہوتی ہین یا اُس کا اُلٹا کرے تو اُسکی بات مانی جاویگی ایسی صورت مین کہ اُسکی نیت کے مطابق معنی لینے سے اُسکا نقصان ہوتا ہو اور اگر اُسکی مراد کے موافق معنے لینے سے اُسکا فائدہ ہوتا ہوگا تو نہ لیے جاوینگے + کنز ص اگر کسی عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو نے میرے اوپر اور بی بی نکاح کرلی اور مرد نے جواب مین کہا کہ جو عورت میری ہی وہ طالق ہے تو وہ عورت بھی مطلقہ ہووے گی اور اگر کہے کہ نیت میری یہ تھی کہ سوا اس عورت کے تو عند اللہ اُسکا اعتبار ہوگا اور قاضی اعتبار نکریگا

كتاب الحدود

ف حد کی معنے لغت مین منع کی ہین اور اصطلاح شرع مین ص حد وہ سزا ہی معین جو خدا تعالی کی حقوق کی لیے واجب ہوتی ہی تو قصاص کو حد نہ کہینگے اسواسطے کہ اُسمین بندہ کا حق ہی اور اصطلاح تعزیر کو کیونکہ وہ معین نہین اللہ کیطرف سے ف مقصود اصل حد کی مشروع کرنیسے زجر اور تنبیہ ہی تاکہ لوگ ضرر عباد سے بچ جاوین تو حد زنا مشروع ہی اسواسطے کہ مسلمانونکا فراش فساد سے محفوظ رہے اور حد قذف اسواسطے کہ لوگونکی عزت اُسمین باقی رہے اور حد شرب اسواسطے کہ عقول مسلمانونکی محفوظ رہین اور حد سرقہ اسواسطے کہ مال کی محافظت ہو اور مواخذہ اخروی اُس فعل کا بدون توبہ کے نہین جاتا جیسا کہ اللہ تعالی نے قطاع الطریق کی حد مین فرمایا ہی ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا الآية ص اور زنا اُس وطی کو کہتے ہین جو ایسی قبل یعنی شرمگاہ مین ہو کہ خالی ہو مِلک سے اور شبہہ سے تو اگر کوئی وطی کرے اُس عورت سے جو تین طلاق کی یا ایک طلاق بائن کی عدت مین ہو تو اُسکو زنا نہ کہینگے اسواسطے کہ اُسمین شبہہ ہی اور زنا ثابت ہوتا ہی چار آدمیون کی گواہی سے لفظ زنا کی ساتھ ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ اور روایت کی ابو یعلی نے اپنی مسند مین کہ ہلال بن امیہ نے

[1] اور مثال دخول لام کی اُس فعل پر جو غیر کیطرف سے واقع نہوتا ہی ان اکلت لک طعاما او شربت لک شرابا جب حانث ہوگا کہ طعام شراب اُسکا مخاطب ہی جیسا کہ اس قول ان اکلت طعاما لک مین اور لڑکے کو مارنے کی مثال ان ضربت لک الولد فعبدہ حر پس اقتضا ملک اُسمین غیر ممکن ہی مگر یہ کہ مراد اُسکے سے خصاص ہی کذا فی الاصل [2] ترجمہ یہ رسوائی ہی اُنکی لیے دنیا مین اور آخرت مین اُنکو بڑا عذاب ہی مگر جنھون نے توبہ کی ۱۲

تہمت لگائی شریک بن سحما کو ساتھ زنا کے اپنی عورت سے سو اُٹھایا اُسنے یہ قصہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تب فرمایا آپ نے لاؤ
چار گواہ اور نہ حد لگا اپنی پشت مین اور روایت کیا اُسکو بخاری نے اور اُسمین اتنا ہی ہے کا لبیّنۃ ورنہ حد لگوا اپنی پشت مین ص اور اگر
لفظ وطی اور جماع سے گواہی دین گے تو ثابت نہ ہوگا تو جسوقت وہ شہادت دین تو حاکم شرع اُنسے یون پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے اور کس طرح ہوا اور
کہان ہوا اور کب ہوا اور کس عورت سے زنا کیا ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا ماعزؓ سے ایسا ہی روایت کیا ان
حدیثون کو ابو داؤد اور نسائی اور عبد الرزاق نے مصنف مین ص یہ سوال کہ زنا کیا چیز ہے اسواسطے کہ بعض آدمی ہر وطی حرام کو زنا سمجھتے
ہین اور شرع مین اطلاق اُسکا غیر اس فعل پر ہوا ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ دونون آنکھین زنا کرتی ہین ف روایت کیا اسکو کتب صحاح
مین ص اور یہ سوال کہ کسطرح ہوا اسلیے کہ کبھی وطی واقع ہوتی ہے بغیر ملنے دونون ختنون کے اور سوال مکان زنا سے اسواسطے ہے کہ اگر دار الحرب
مین زنا کرے تو حد نہین ہے اور زمان سے اسواسطے کہ بہت مدت ہوجانا ساقط کر دیتا ہے حد کو اور عورت سے اسواسطے کہ کبھی وطی اُسکی شبہہ
سے ہوتی ہے ف جیسے معتدہ بائن مین ص پس اگر وہ گواہ سب باتین بیان کر دین اور یون کہین کہ ہمنے اس مرد کو اُس عورت سے
زنا کرتے ایسا دیکھا جیسے سُرمے دانی مین سلائی اور اُن گواہون کی عدالت بھی ظاہر اور خفیہ تحقیق کر لیجاوے تو قاضی اُسوقت حکم زنا کا بسبب
اُنکی شہادت کے کر دیوے ف اور عدالت ظاہری پر شہود کی اکتفا نہ کرے کہ دفع حد کا کوئی حیلہ نکل آوے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے دفع کرو حدود کو جہانتک کہ استطاعت رکھو تم روایت کیا اسکو ابو یعلی نے مسند مین ابو ہریرہؓ سے ساتھ اسی لفظ کے اور روایت کیا
اسکو ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو تم حدود کو مسلمانون سے جہانتک کہ قدرت رکھو تو اگر کوئی صورت
نکلے تو چھوڑ دو راہ اُسکی کیونکہ امام بہتر ہے خطا اُسکی عفو مین خطا سے اُسکی عقوبت مین کہا ترمذی نے کہ نہین پہچانتے ہین ہم اسکو مرفوع مگر حدیث
محمد بن ربیعہ سے اُسنے یزید بن زیاد سے اور یزید ضعیف ہے اور کتاب العلل مین روایت کی بخاری سے کہ یزید منکر الحدیث ہے اور بھولتا ہے
لیکن صحیح کیا اسکو حاکم نے اور ذہبی نے اُسکا تعقب کیا بسبب ضعف یزید کے کہا بیہقی نے کہ موقوف اقرب ہے طرف صواب کے ص اور زنا
اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس نے زنا کیا ہو وہ چار مرتبہ اپنی چار مجلسون مین اقرار زنا کا کرے اور جب وہ اقرار کرے تو قاضی اُسکے اقرار کو
نہ مانے ف یعنی تین بار تک اور چوتھی مرتبے مین قبول کرے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ایک ہی بار اقرار کافی ہے اور دلیل
ہماری یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت حد نہ کی ماعزؓ پر یہانتک کہ اقرار کیا انھون نے چار مرتبہ چار مجلسون مین اور یہ حدیث
مروی ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین اور بزار نے روایت کی مسند مین اور اسمین ہے کہ اقرار کیا اُس عورت نے زنا کا چار مرتبے اور آپ
رد کرتے تھے اُسکو الحدیث ص اور اُس سے زنا کی حقیقت اور وقت اور جگہ اور کیفیت اور زمانے امور مذکورۂ بالا سے پوچھے بعضون نے کہا
کہ یہان زمانے سے سوال نہ کرے کیونکہ زمانے سے سوال اس لیے ہے کہ زیادہ مدت سے گواہی ساقط ہوتی ہے اور یہان اقرار ہے اور اقرار
ساقط نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ سوال کرے زمانے سے اسواسطے کہ شاید یہ زنا حال غیر بلوغ مین واقع ہوا ہو پس اگر وہ سب بیان
کر دے تو قاضی کو مستحب ہے کہ اُسکو انکار کی بھی ان لفظون سے تعلیم کرے کہ شاید تونے ہاتھ لگایا یا بوسہ لیا ہوگا یا شُبہے سے صحبت کی
ہوگی ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کو ایسا ہی تعلیم کیا تھا کہ شاید تم نے ہاتھ لگایا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا روایت
کیا اسکو بخاری نے ص تو اگر سزا سے پیشتر یا عین سزا کے بیچ مین منکر ہو تو اُسکو رہا کرے ف اسواسطے کہ عین حد مین حضرت ماعزؓ نے
ارادہ فرار کا کیا تھا اور عبد اللہ بن انیس نے انکو مار ڈالا ساتھ اونٹ کی ہڈی کے جب مذکور ہوا یہ واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فرمایا آپ نے

کیون نہ چھوڑ دیا تم نے اُسکو شاید کہ وہ توبہ کرتا تو قبول کر لیتا توبہ اُسکی اللہ تعالی روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ص ورنہ حد لگایا جاوے
پتھر اگر وہ زانی محصن ہو یعنے آزاد مکلف[عہ] مسلمان اور وطی کر چکا ہو نکاح صحیح سے اور مرد و عورت دونون صفت احصان پر ہون وقت
وطی کے تو اُسکو ایک میدان مین سنگسار کرے ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگسار کیا ماعزؓ کو اور وہ محصن تھے اور
حدیث مشہور مین مروی ہے کہ فرمایا آپ نے نہین حلال ہے خون مرد مسلمان کا مگر تین سبب سے کفر ہو بعد ایمان کے زنا ہو بعد احصان کے
قتل نفس ہو بغیر حق کے روایت کیا اسکو ترمذی نے حضرت عثمانؓ سے اور بخاری و مسلم نے ابن مسعودؓ سے اور رجم پر اجماع[سلہ] ہے صحابہؓ
و من بعدہم کا اور ثابت ہے فعل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ص یہانتک کہ مرجاوے اور سنگسار کرنا پہلے گواہ شروع کرین پھر
حاکم پھر دوسرے لوگ ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؓ سے حضرت علیؓ جب زنا ثابت ہوتا گواہون
سے تو حکم کرتے اول گواہون کو کہ رجم کرین پھر آپ رجم کرتے تھے پھر اور لوگ اور جو اقرار سے ہوتا تو اول آپ شروع کرتے پھر اور لوگ
اور ایک روایت مین اُسکی یہ ہے کہ فرمایا آپ نے کہ اول شہود رمی کرین پھر امام پھر لوگ جب زنا شہادت سے ثابت ہو ص اور اگر گواہ سنگسار
کرنے سے انکار کرین یا غائب ہو جاوین یا مر جاوین تو حد ساقط ہوگی اور اگر زانی خود مُقر ہو تو اُسکو اول حاکم پتھر مارے پھر اور لوگ ف
اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور ایسا ہی فرمایا روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول مارا اُس
عورت کو ایک کنکر مثل چنے کے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ص اور غسل دیا جاوے اور تکفین کیا جاوے اور نماز پڑھی جاوے اُسپر ف
اسواسطے کہ فرمایا حضرت ماعزؓ کے حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کرو تم اُن کے ساتھ جیسا کرتے ہو تم اپنے مردون کے ساتھ
غسل سے اور کفن سے اور خوشبو لگانے سے اور نماز پڑھنے سے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے ابن ابی بُریدہ سے اور بھی نماز پڑھی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت پر بعد رجم کے اخراج کیا اسکا صحاح ستہ والون نے ص اور اگر وہ زانی محصن نہ ہو تو اُسکی حد
یہ ہے کہ آزاد ہو تو سو[عہ] کوڑے اور مملوک ہو تو پچاس ف اور یہ کلام اللہ سے صاف ہویدا ہے ص اور کوڑا ایسا ہو کہ اُسکی چوٹی مین گرہ نہو
ف اسواسطے کہ ایسا ہی کیا علیؓ نے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور طحاوی نے ص اور چوٹ متوسط مارین نہ بہت زور سے
نہ بہت آہستہ اور مرد کے کپڑے اُتارین ف ہدایہ مین ہے اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے حکم کیا ننگا کرنے کا اور یہ حدیث نہین ملی بلکہ عبد الرزاق
نے اُسکے خلاف اُنسے روایت کی ص سوا ازار کے اور سر اور چہرہ اور شرمگاہ کو بچا کر تمام بدن پر الگ الگ لگاوین ف اسواسطے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حد مارنے والے کو کہ بچا دے مُنھ کو اور ذکر کی جگہ کو اور یہ حدیث مرفوعاً نہین ملی ہان روایت کی
ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور نے حضرت علیؓ سے کہ لایا گیا اُنکے پاس ایک شخص مست سو فرمایا آپ نے مارو اور دو ہر عضو کو
حق اُسکا اور بچو مُنھ سے اور ذکر کی جگہ سے ص اور حد مارنے کے وقت مرد کو کھڑا کرین ف اسواسطے کہ عبد الرزاق نے روایت کی کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حد مارا جاوے مرد کھڑا کر کے اور عورت بٹھا کے ص بغیر مدّ کے ف اسواسطے کہ روایت کی عبد الرزاق
نے ابن مسعودؓ سے کہ کہا اُنھون نے نہین حلال ہے اس اُمت مین ننگا کرنا اور نہ مدّ ص یعنے زمین پر لٹا کر گھسیٹ کر نہ مارین یا یہ کہ کوڑا
مارتے وقت ہاتھ کو سر سے نہ کھینچین تاکہ چوٹ سخت نہ لگے یا یہ کہ کوڑے کو مار کر نہ گھسیٹین کہ زخم کر دے اور مالک اپنے غلام کو بدون اذن

سلہ اور یہی کلام اللہ مین یہ آیت تھی اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ یعنے بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کرین تو سنگسار کرو اُنکو بدلہ سے
اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب ہے حکمت والا اور مراد شیخ اور شیخہ سے وہی شخص ہے جو محصن ہے لیکن اس آیت کی تلاوت جاتی رہی اور اُسکا حکم باقی ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ عہ مکلف سے مراد عاقل بالغ ہے ۱۲ عہ یعنے سو دُرّے ۱۲

بادشاہ کے حد نہ ماری **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک ماری جاوے ہماری دلیل قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ چار چیزین حاکمونکی طرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات اور غنیمت روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ سے مرفوعاً **ص** اور عورت کے کپڑے نہ اُتارے جاوین سواے پوستین اور روئی دار کے اور حد ماری جاوے بٹھا کے اور جائز ہی کہ اُسکے سنگسار کرنے کو ایک گڑھا کھودلین اسواسطے کہ گڑھا کھودا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اُس عورت کے چھاتی تک اور حضرت علیؓ نے + ہدایہ **ص** نہ مرد کے لیے **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے گڑھا نہین کھودا واسطے ماعزؓ کے + ہدایہ **ص** اور محصن کو کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا دونون نہ کیئے جاوین یعنے دونون سزا نہ دیئے جاہیے **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع نہین کیا + ہدایہ **ص** اسی طرح غیر محصن مین جلاے وطن اور کوڑے مارنے نہ چاہیین **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک غیر محصن مین کوڑے بھی مارے اور جلاے وطن کرے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بکر جب زنا کرے ساتھ بکر کے تو سو کوڑے ہین اور جلا وطن ہے ایک سال کی روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے اور دلیل ہماری آیت ہی کلام اللہ کی اور یہ حدیث منسوخ ہی اور روایت کی عبدالرزاق نے سعید بن المسیبؓ سے کہ جلاے وطن کیا حضرت عمرؓ نے اُمیہ بن خلف کو طرف خیبر کے اور وہ ملگیا ہرقل سے اور نصرانی ہوگیا تو فرمایا حضرت عمرؓ نے نہین جلاے وطن کرونگا مین اب کسی مسلمان کو **ص** ہان اگر حاکم سیاستہً کسی مصلحت کے واسطے چندروز کو جلاے وطن کردے تو درست ہے اور بیمار پر اگر سزا سنگساری کی ثابت ہو تو سنگسار کیا جاوے والا کوڑے نہ لگائے جاوین جب تک اچھا نہ ہولے **ف** اسلیے کہ سنگسار کرنے مین مقصود مار ڈالنا ہے اُسمین بیمار اور تندرست برابر ہین اور کوڑے مارنے مین غرض خبردار کردینا ہے نہ مار ڈالنا پس شاید بیمار حالت مرض مین کوڑون سے مرجاوے اسلیے انتظار صحت ضرور ہی + ہدایہ **ص** اور حاملہ عورت زنا سے رجم کیجاویگی بعد وضع حمل کے اور کوڑے لگائی جاوینگی بعد نفاس کے

باب صحبت موجب حد اور غیر موجب کے بیان مین

حدود شبہہ سے ساقط ہوجاتی ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو تم حدود کو ساتھ شبہون کے روایت کیا اسکو امام ابوحنیفہؒ نے مسند مین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہ فرمایا آپنے البتہ اگر مین موقوف کرون حدود کو ساتھ شبہات کے تو بہتر ہے اس سے کہ قائم کرون مین انکو شبہون مین اور ایسا ہی نقل کیا معاذؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور عقبہ بن عامرؓ سے اور اخراج کیا بیہقی نے قول حضرت علیؓ کا کہ دفع کرو حدود کو شبہون کے سبب سے **ص** اگر نفس صحبت مین شبہہ حلال ہونے کا ہو اور وہ مرد بھی اپنے گمان غالب مین اسکو حلال سمجھے جیسے وطی کرے اپنے باپ کی یا مان کی یا جورو کی یا مولی کی لونڈی سے یا مرتہن اُس لونڈی سے جو اُسکے پاس رہن ہی صحیح مذہب مین یا مرد اُس عورت سے جو تین طلاقون کی عدت مین ہی یا اُسکو طلاق بدلے مین مال کے دیا ہو یا اُم ولد ہو جو عدت مین عتق کے ہے کہ ان سب صورتون مین اگر اُس صحبت کو اپنے گمان غالب مین حلال جانتا ہوگا تو حد لازم نہ آویگی **ف** اور اگر حرام جانتا ہوگا تو حد لازم آویگی + ہدایہ **ص** اور اگر جس عورت سے صحبت کی ہو اُسمین شبہہ حلال ہونے کا ہو اور نفس دلیل شرعی سے اُسکی حلت سمجھی جاتی ہو جیسے وطی کرے اپنے بیٹے کی **ف** یا پوتے کی **ص** لونڈی سے یا اُس عورت سے کہ کنایے کی طلاق کی عدت مین ہو یا بائع وطی کرے اپنی لونڈی سے بعد بیع کے قبل تسلیم کے یا اُس لونڈی سے

نظلہ یعنے یہ آثار لیوین ۱۲ منہ ظلہ یعنے اُس لونڈی کو بیچ ڈالا لیکن ابھی مشتری کو تسلیم نہین کیا اور اُس سے وطی کی ۱۲ منہ رحمہ اللہ

جسکو مہر مین عورت کے دیا ہو لیکن ابھی تسلیم نہ کیا ہو یا اُس لونڈی سے جو مشترک ہو تو بھی حد لازم نہ آویگی ف اسلیے کہ اُنمین شبہہ حلال ہونیکا ہے گو وہ شخص گمان غالب انکی حرمت کا رکھتا ہو اور کہے کہ مین انکی وطی حرام سمجھتا تھا اور دلیلین اِن سب مسائل کی صل مین اور ہدایہ مین مذکور ہین ص اور نسب کا اگر دعوی کریگا تو نسب صرف اسی صورت مین ثابت ہوگا نہ اول صورت مین اور اگر اپنے بھائی اور چچا کی لونڈی سے زنا کرے تو حد ماری جاویگی ف گو اُس صحبت کو حلال خیال کرے ص اور یہی حال ہے اگر کوئی اجنبی عورت کو اپنے بستر پر پاوے اور اُس سے صحبت کرے اگرچہ وہ صحبت کرنیوالا اندھا ہو یا ذمی عورت زنا کرائے کسی حربی سے یا ذمی زنا کرے حربیہ سے تو ذمی عورت اول صورت مین اور دوسری صورت مین ذمی مرد حد مارا جاویگا اور حربی اور حربیہ پر حد نہو گی اِسواسطے کہ اُنپر دار الحرب مین بھی حد نہین تو دار الاسلام مین بھی نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب پر حد پڑیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک جس صورت مین کہ حربی زنا کرے ذمی عورت سے تو کسی پر حد نہین آویگی اور جو کوئی عورت بیگانی دولھا پاس بھیجدی جاوے اور عورتین کہدین کہ یہ تمھاری دُلھن ہے اور وہ اُس سے ہم بستر ہو تو حد واجب نہین ہوگی بلکہ اُسکا مہر یعنے اجر صحبت کا دینا پڑیگا ف ہدایے مین ہے کہ اسی کا حکم کیا حضرت علیؓ نے اور عدت کا ص اور ان صورتون مین بھی حد واجب نہین ہوتی اول یہ کہ جو عورت مرد پر حرام تھی اور اُس سے نکاح کرلیا اور وطی کی اُس سے تو نکاح کے شبہہ سے حد جاتی رہی ف اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حد لازم آویگی اور دلائل امام صاحب کے مذکور ہین ہدایے اور فتح القدیر مین ص یا یہ کہ چارپایے سے صحبت کرے ف اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ پڑجاوے چارپایے پر تو قتل کرو اُسکو اور اُس چارپایے کو کہا مین نے یعنی عکرمہؓ نے ابن عباسؓ سے کہ کیا سبب ہے قتل چارپایے کا کہا اُنھون نے اِسواسطے کہ مکروہ رکھا آپنے کہ کھایا جاوے گوشت اُسکا یا نفع لیا جاوے اُس سے بعد اِسکے کہ اُس سے ایسا کام کیا جاوے روایت کیا اِسکو اصحاب سُنن اربعہ نے اور روایت کی ترمذی اور نسائی نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ پڑے کسی چارپایے پر تو نہین ہے کچھ اُسپر یعنی حد نہین ہے اور یہ مروی ہے موقوفاً ابن عباسؓ سے ذکر کیا اِسکو ابو داود نے ص یا جماع کرے دُبر مین ف مرد یا عورت کی اور امام شافعیؒ کے نزدیک اِسکو حد زنا کی لگیگی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اِسکو زنا نہین کہتے ہان امام کو اختیار ہے کہ تعزیراً لوطی کو جلاوے یا دیوار اُسپر گراوے یا اوندھا کرکے کسی مکان بلند سے گرایا جاوے اور اوپر سے پتھر پھینکے جاوین اور یہ سب باتین صحابہؓ سے مروی ہین تو معلوم ہوا کہ اُنکے نزدیک بھی یہ زنا نہین ورنہ نہ اختلاف کرتے اِسمین کذا فی الاصل اور جلانا حضرت علیؓ سے مروی ہے روایت کیا اِسکو بیہقیؒ نے شعب الایمان مین اور مکان بلند سے گرانا مروی ہے ابن عباسؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ مین اور بیہقی مین اور ابن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ اُسکو ایک مکان سخت بدبودار مین بند کرین کہ اُسکی بُو سے مر جاوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرو فاعل اور مفعول بہ کو اور فرمایا آپنے ایک حدیث مین کہ ملعون ہے جو عمل کرے قوم لوط کا نعوذ باللہ منہ روایت کیا اِسکو ترمذی نے ص یا دار الحرب مین جاکر خواہ باغیون کے پاس ہو جاکر زنا کرے ف اور پھر وہ ہمارے پاس چلا آوے تو اُسپر حد نہ ہوگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک حد ہوگی اور صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا ہے کہ نہ قائم کیجاوین حدین دار الحرب مین اور اِس حدیث کا نشان معلوم نہین لیکن روایت کی امام محمدؒ نے سیر کبیر مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ زنا کرے کسی عورت سے یا چوری کرے دار الحرب مین اور پھر وہ بھاگ کر مسلمان ہوکر ہماری طرف چلا آوے تو اُسپر حد نہین اور امام شافعیؒ نے روایت کی زید بن ثابتؓ سے بواسطہ امام ابو یوسفؒ کے

لہ یعنے شبہہ محل مین ۱۲ لہ یعنی شبہہ فعل مین ۱۲ لہ روی الاربعة من حدیث عکرمة عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتی البهیمة فاقتلوه واقتلوها کذا فی العینی علی الهدایة ۱۲ حسید ہ

لہ اگر مرد اجنبی یا عورت اجنبیہ کے دُبر مین وطی کرے اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے وطی فی الدبر کرے تو بالاتفاق اُسپر حد نہ ہوگی کذا فی الحاشیة الچلپی ۱۲

کہ فرمایا زید بن ثابتؓ نے نہ قائم کی جاوین حدین دارالحرب مین اور ایسا ہی مروی ہے عمر بن الخطابؓ سے ص یا لڑکا یا دیوانہ عورت بالغہ مسلمان عاقلہ سے زنا کرے ف تو دونون پر حد نہین ص اور امام زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک عورت کو حد پڑیگی اور اگر اسکا اُلٹا ہو یعنی مرد کسی لڑکی یا دیوانی عورت سے زنا کرے تو حد واجب ہوگی مرد پر یا زنا کا اقرار کرے اور جو ایک اقرار کرے زنا کا اور دوسرا اقرار کرے نکاح کا تو بھی حد نہ ہوگی اور جو شخص کسی کی لونڈی سے زنا کرے اور وہ اُس فعل سے مر جاوے تو اُسپر حد بھی واجب ہوگی اور اُس لونڈی کی قیمت بھی مالک کے حوالے کرنی پڑیگی اور بادشاہ سے قصاص کا اور مالونکا مواخذہ کیا جاوے حدونکا مواخذہ نہ کیا جاوے ف یعنی بندون کا مواخذہ اُس سے کرین اور اللہ تعالےٰ کے حقوق کا نہ کرین

ص باب زنا پر گواہی دینے اور گواہی سے پھر جانے کے بیان مین

گواہون نے ایک پُرانی بات پر گواہی دی جو موجب حد تھی اور وہ امام سے بعید بھی نہ تھے اتنی کہ ادای شہادت سے اُنکو کوئی مانع ہوتا تو شہادت اُن کی مقبول نہ ہوگی مگر بہتان زنا مین ف مقبول ہوگی اور بہتان کرنیوالے پر حد اُسکی پڑیگی اور پُرانے ہونیکی حد چھ مہینے ہین اور اسیطرف اشارہ ہے جامع صغیر مین اور امام ابو حنیفہؒ نے اسکا کچھ اندازہ نہین کیا ہے اور رای قاضی پر مفوض رکھا ہے اور امام محمدؒ نے اُسکا اندازہ ایک مہینے سے کیا ہے اور یہی مروی ہے شیخین سے اور یہی صحیح ہے ہدایہ ص اور اگر گواہی چوری کی ہوگی تو اُس شخص سے تاوان اسباب مسروقہ کا لیا جاویگا ف مگر ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ شہادت مقبول ہوگی ص اور اگر مرد اقرار کرے اس امر موجب حد کا جو پُرانا ہو تو حد مارا جاویگا مگر حد شُرب مین جاویگا کاٹا ہاتھ اور پُرانا ہونا حد شُرب مین یہ ہے کہ بو اُسکی جاتی رہے اور سوا مین اُسکے ایک مہینا ہے اور اگر گواہ گواہی دین کہ اس مرد نے ایک غائب عورت سے زنا کیا ہے یعنی عورت موجود نہو تو اُس مرد پر حد ماری جاویگی بخلاف چوری کے کہ اگر غیر موجود شخص کے مال چُرانے کی گواہی دینگے تو ہاتھ کاٹنا لازم نہوگا اور جو چار گواہون نے گواہی دی زنا کی لیکن کوٹھری کی گوشون مین اختلاف کیا تو مرد اور عورت دونون پر حد لگائی جاویگی اسواسطے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے شروع مین ایک گوشے مین ہون پھر دوسرے مین چلے گئے ہون اور اگر اقرار کیا زنا کا اور عورت مزنیہ کو نہ پہچانا تو اُسپر حد واجب ہوگی اسلیے کہ جو اُسکی زوجہ یا اُم ولد ہوتی تو اُسپر پوشیدہ نہ ہوتی اور اگر گواہ کہین کہ اسنے ایک عورت نامعلوم سے زنا کیا تو حد نہ لگایا جاوے وہ اور نہ گواہ جیسے اس صورت مین کہ دو گواہ عورت کی خواہش اور مجبوری مین اختلاف کرین ف مثلاً دو کہین کہ وہ راضی تھی اور دو کہین کہ اُس سے زبردستی زنا کیا تو مرد اور عورت اور گواہ کسی پر حد واجب نہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت مین مرد پر حد پڑیگی کذا فی الاصل ص یا جس شہر مین زنا ہوا اُسکے نام مین اختلاف کرین اور امام زفرؒ کے نزدیک دونون پر حد پڑیگی اگر چار آدمیون نے گواہی دی اُسکے زنا پر ایک وقت معین اور ایک شہر معین پر اور دوسرے چار نے اُسی وقت مین لیکن اور شہر مین تو مرد اور عورت اور گواہ کسی پر حد نہوگی اور اگر گواہون نے ایک عورت کے زنا پر شہادت دی حالانکہ ایک عورت نے دیکھ کے کہا کہ یہ باکرہ ہے یعنی مرد کے ساتھ ہم بستر نہین ہوئی یا گواہ بدکار ہین یا گواہی دیوین کہ چار گواہون معتبر نے اس شخص پر زنا کی گواہی دی ہے گو وہ اصل گواہ بھی بعد آن کر اس زنا پر گواہی دین تو ان سب صورتون مین کسی پر حد نہ جاری ہوگی نہ جسپر گواہی دی اور نہ گواہون پر اور اگر گواہ اندھے ہون یا کسی کو زنا کی بہتان مین حد اُن کو لگ چکی ہو یا چار کی جگہ تین ہون یا کوئی اُنمین سے محدود یا غلام ہو تو ان صورتون مین گواہون پر حد لگے گی نہ اُس شخص پر جسپر کہ اُنھون نے گواہی دی ہے

[illegible] یہ حدیث موقوف حکم مرفوع مین ہوئی ۱۲ عبدہ ۲ یعنی امام کے اور گواہون کے بیچ مین مدت سفر ہو کم راہ ہو وے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۳ سبب گواہون اور قاضی مین فاصلہ ایک مہینے کی راہ کا نہو ورنہ شہادت اُنکی مقبول ہوگی کذا فی الہدایہ ۱۲ عبدہ ۴ اسواسطے کہ دعوی شرط ہے سرقہ مین اور وہ نہین پایا گیا اور زنا مین دعوی شرط نہین کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ ۵ اور دلائل ان سب کے اصل مین مذکور ہین ۱۲ ۶ حد تہمت زنا کی ۱۲ [illegible]

اور اگر کسی شخص کو گواہون کی گواہی سے حد ماری گئی پھر معلوم ہوا کہ ایک گواہ غلام تھا یا بہتان کی علت مین سزا پا چکا ہے تو چارون پر حد زنا
کے بہتان کی جاری ہونی چاہیے اور جنکی شہادت کے سبب سے حد لگی اور زخم یا چوٹ پہونچی اسکا تاوان کسی پر لازم نہ آویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک
بیت المال مین سے دلایا جاویگا اور اگر انکی گواہی سے وہ سنگسار ہو گیا ہوگا تو اسکا خون بہا وارثونکو بیت المال سے دلایا جاویگا اور اگر بعد اسکے رجم کے
ایک گواہ پھر گیا تو اسکو حد بہتان زنا کی لگائی جاویگی فقط اور امام زفرؒ کے نزدیک نہ لگائی جاویگی اور دلیل دونونکی اصل مین مذکور ہے اور چوتھائی
خون بہا کا تاوان لیا جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک قصاصًا قتل ہوگا اور جو اسکے سنگسار کرنیسے پیشتر اگر کوئی گواہ پھریگا تو چارون کو حد لگے گی
حد قذف کی اور جنپر گواہی دی تھی اسپر حد نہ لگی پس اگر رجوع بعد حکم قاضی کے ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک فقط پھرنے والے کو حد لگیگی اور اگر رجوع قبل حکم
کے ہو تو بھی امام زفرؒ کے نزدیک حد فقط پھرنے والے پر پڑیگی اور اگر پانچ گواہون مین سے ایک بعد رجم کے پھر جاویگا تو اسپر بہتان زنا کی سزا لازم نہ ہوگی
لیکن اگر دوسرا گواہ اور پھریگا تو اسوقت دونونکو حد ماری جاویگی اور دونونکو ملکر چوتھائی خون بہا دینا ہوگا اگر ایک شخص پر رجم کا حکم ہوا اور دوسرے نے
رجم کی جگہ اسکو تلوار سے مثلًا مار ڈالا یا گواہون کا تزکیہ مزکی نے کیا اور پھر وہ بعد رجم کے معلوم ہوئے کہ غلام تھے یا کافر تھے تو اول صورت مین وہ قاتل
اور دوسری صورت مین مزکی خون بہا کا ضامن ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک اسپر ضمان نہین بلکہ بیت المال پر ہوگا ف مزکی
اس شخص کو کہتے ہین جو گواہون کا حال ٹھیک ٹھیک بتاتا ہے کہ یہ عادل ہین شہادت کے قابل ہین یا نہین اصل اور اگر وہ شخص جسپر رجم کا حکم ہوا سنگسار
کیا جاوے اور پھر وہ گواہ غلام نکلین اور مزکی نے انکا تزکیہ نہین کیا تھا تو خون بہا اسکا بیت المال مین ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک سب صورتو
مین خون بہا بیت المال ہی مین ہوگا اور اگر زنا کی گواہی مین گواہ یہ لفظ کہین کہ ہم نے قصدًا زانی اور زانیہ کی طرف دیکھا تو انکی شہادت قبول
کی جاوے [۱] قصدًا دیکھنے کے جرم مین شہادت رد نہ کرنی چاہیے اور جس شخص پر گواہی زنا کی گذری ہو اور وہ اپنے محصن ہونے سے انکار کرے
اور اسکی جورو کا لڑکا اس سے ہووے یا ایک مرد اور دو عورتین اسکے محصن ہونے پر گواہی دین تو وہ رجم کیا جاویگا اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ [۲]
کے نزدیک رجم نہ ہوگا ایک مرد اور دو عورتون کی شہادت سے

باب شراب پینے کی حد کے بیان مین

حد شراب کی مانند حد قذف کی ہے یعنی آزاد کو اسی کوڑے اور غلام کو چالیس اگرچہ اسنے ایک قطرہ شراب کا پیا ہو ف اور اصل اس باب مین قول آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو شخص کہ پیے شراب کو تو کوڑے مارو اسکو پھر اگر پیے تو مارو اسکو پھر اگر پیے تو مارو اسکو پھر اگر پیے تو قتل کرو اسکو نکالا اسکو اصحاب سنن اربعہ
نے سوا نسائی کے معاویہؓ سے اور مروی ہے حدیث ابی ہریرہؓ سے اور ترمذی نے صحیح کیا حدیث معاویہؓ کو حدیث ابی ہریرہؓ سے اور تصحیح کی اسکی ذہبیؒ نے اور روایت
کیا اسکو حاکم نے مستدرک مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور نسائی نے سنن کبریٰ مین پھر قتل منسوخ ہو گیا اسواسطے کہ روایت کیا نسائی نے سنن کبریٰ مین
جابرؓ سے اس حدیث کو اور یہ کہا ہے کہ لایا گیا ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہ پی تھی اسنے شراب چوتھے مرتبہ مین تو آپنے اسکے کوڑے لگائے اور قتل
نہین کیا اور ایک لفظ مین زیادہ کیا کہ پھر مسلمان کو معلوم ہوا کہ کوڑے مارنا ٹھہر گیا اور قتل اٹھ گیا یعنی منسوخ ہو گیا اور روایت کیا اسکو بزار نے مسند
مین اور ابوداؤد نے سنن مین اور امام شافعیؒ کے نزدیک چالیس کوڑے مارے اور ہماری دلیل اجماع صحابہؓ کا ہے اسی کوڑے پر مروی ہے انسؓ بن مالک سے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا ایک شخص کہ اسنے پی تھی شراب سو مارا اسکو دو چھڑیون سے کھجور کی قریب چالیس بار کے اور اسیطرح کیا

[۱] اسلیے کہ دیکھنا انکو بقصد تکمیل شہادت جائز ہے ۱۲ [۲] کیونکہ انکے نزدیک شہادت عورتونکی مقبول نہین ۱۲

حضرت ابو بکرؓ نے پھر جب ہوئے حضرت عمرؓ مشورت کی لوگوں سے سو کہا عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہ ہلکا حدوں کا اسی ہے سو حکم کیا اسکا عمرؓ نے
روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور نکالا اسکو حاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ سے صح اور جسنے شراب پی اور اسیطرح گرفتار ہوا کہ شراب کی بو
موجود ہے اگرچہ راہ کی دوری سے نہیں جاتی رہی ہو یا مست ہوا اور عقل اسکی زائل ہوا اگرچہ نبیذ تمر کے پینے سے ہوا ہو اور یا وہ اسکا اقرار کرے ایکبار یا دو مرد اسپر
شراب پینے کی گواہی دیں اور معلوم ہو کہ اسنے اپنی خواہش سے پی ہے تو اسکو حد لگاویں حالت ہوش میں ف اور بیہوشی میں نہ ماریں اور نبیذ سے اگر مست ہو
تو حد اسواسطے ماری جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حد ماری ایک اعرابی کو کہ مست ہو گیا تھا نبیذ سے اور فرمایا اِنَّمَا جَلَدْنَاکَ لِسُکْرِکَ یعنی ہمنے کوڑے مارے
تجکو بسبب نشے تیرے کے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور دارقطنی نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے مارے ایک شخص کو کہ
مست ہو گیا تھا نبیذ سے اور بہت سے آثار اسمیں وارد ہوے ہیں ذکر کیا انکو ابن ہمام نے فتح القدیر میں صح اور اگر وہ خود بعد بو جاتی رہنے کے اقرار کرے
یا دو گواہ بعد بو جانے کی گواہی دیں ف نہ دوری فاصلے کی جہت سے یعنی اگر فاصلے کی دوری کی جہت سے بو جاتی رہی تو اسپر حد نہ ماری جاوے گی صح تو حد واجب
نہ ہوگی ف اور امام محمدؒ کے نزدیک جب اقرار کرے بعد بو جانے کے بھی تو حد ماری جاوے گی اور دلیل شیخینؒ کی یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حکم کیا اس شخص
کے بیچ جو لایا گیا تھا مست کہ بو سونگھو اسکے منہ کی تو معلوم ہوا کہ بغیر بو کے حد نہ ہوگی روایت کیا اس اثر کو عبدالرزاق اور اسحٰق بن راہویہ نے صح
اور اسیطرح اگر اسنے صرف شراب کی بو پائی جاوے یا قے شراب کی کرے یا جو اقرار کیا تھا اس سے پھر جاوے یا اقرار اسنے مستی کی حالت میں کرے کہ اسکی
عقل جاتی رہی ہو تو ان سب صورتوں میں حد نہ لگائی جاوے گی اور جاننا چاہیے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک جسمیں حد نشا کے یہ علامت ہے کہ کچھ
نہ پہچانے یہانتک کہ زمین کو آسمان اور عورت میں شرابوں کی یہ ہے کہ بیہودہ بکے اور صاحبینؒ کا مطلقاً یعنی حد میں بھی یہی مذہب ہے اور اسی طرف
مائل ہوے ہیں اکثر مشائخ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اثر اسکا ظاہر ہو اسکی چال اور حرکات میں ف اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ شراب انگوری تو ایک
قطرہ پینے سے بھی حد ہوگی اور سوا ایں اسکے جب ایسا مست ہو جاوے صح اور اگر مست مرتد ہو جاوے تو پھر اسکی جورو حرام نہوگی اور طلاق اور عتاق
اور اقرار وغیرہ اسکا واسطے زجر کے جاری ہوگا اور یہہ کوڑے حد زنا کی طرح مجرم کے بدن پر سوا سر اور منہ اور شرمگاہ کے بچاکر کپڑا اتار کر جدا جدا لگاویں

باب تہمت زنا کی حد کے بیان میں

محصن مرد یا محصنہ عورت کو یعنی جو آزاد مسلمان مکلف پاک ہو زنا سے کوئی شخص زنا کی تہمت لگا دے صریح ف مثلاً مرد کو کہے یا زانی
یا زانیہ اور عورت کو یا زانیہ کہے صح یا کہے عورت سے زنأتِ فی الجبل تو نے پہاڑ میں زنا کیا اور مراد لے پہاڑ پر چڑھنے کی تو حد مارا جاوے گا
ف یعنی زنا ہمزہ کے ساتھ چڑھنے کے معنوں میں بھی آتا ہے مگر چاہیے تھا کہ اسکے بعد علی بولتا جب اسنے فی کہا تو معلوم ہوا کہ چڑھنے کی معنی
نہیں لیے بلکہ زنا کے معنی لیے اسلیے حد واجب ہوئی صح اور امام محمدؒ کے نزدیک حد واجب نہ ہوگی ف اسواسطے کہ شبہہ ہو گیا اور شبہہ سے حد دفع
ہوتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ حالت غضب زنا کی مرجح ہے کذا فی الاصل صح یا نہیں ہے تو اپنے باپ سے یا اسکے باپ کا نام لیکر کہا کہ تو فلانے کا
بیٹا نہیں حالت غضب میں یہ تینوں لفظ کہے ف اور اگر غصے میں نہ کہا ہو تو حد نہ لگائی جاوے گی اسواسطے کہ وقت غصہ نہونے کی اسکے معنی میں
کہ تو افعال حسن میں اپنے باپ کے مانند نہیں ہے صح یا پکارا اے چھنال کے جنے اور اسکی ماں مرگئی ہو اور عفیفہ ہو تو اس تہمت لگانیوالے کو حد لگائی
جاوے گی اگر وہ تہمت لگایا گیا اسکا باپ یا بیٹا جسکو اس تہمت کے سبب عار ہے مطالبہ کرے ف اور اسکی بھی حد مثل حد شراب کی تعداد میں یعنی
اسی کوڑے ہے آزاد کے لیے اور چالیس غلام کے لیے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الایۃ بیان تاسے کر فرمایا

ملہ یعنی جو الفاظ صراحۃً زنا پر دلالت کرتے ہیں انکو کسی زبان میں ہو کہے ۱۲ عبدہ ملہ زنیت یا تو نے یا ہرزانی ۱۲ ملہ ان سب صورتوں میں ۱۲ عبدہ بلا اقرار و شہادت ۱۲

فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً یعنی لگاؤ انکو اسّی کوڑے اور مطالبہ متہم کا شرط ہے اسواسطے کہ یہ حق اُسی کا ہے کیونکہ اس حد سے اُسکی جانب سے دفع
عار ہوتا ہے اور ثبوت مین بھی یہ حد مثل حد شرب کے ہے یعنی دو مردون کی گواہی اور ایکبار کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے ص ا ور اگر اُسکو کہے کہ تو اپنے دادا یا
ماموں کا یا چچا کا یا سوتیلے باپ کا بیٹا نہین ہے یا کہے کہ تو ایک کا انمین سے بیٹا ہے تو دونون صورتونمین حد نہ ماری جاویگی ف اسواسطے کہ اوّل صورتمین
وہ کہنے والا سچا ہے کیونکہ وہ بیٹا دادا کا نہین ہے بلکہ باپ کا اور اسی طرح ماموں اور چچا وغیرہم کا اور دوسری صورتمین اسواسطے کہ ان سب کو بھی باپ
کہتے ہین لیکن ماموں سو اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْخَالُ اَبٌ یعنی ماموں باپ ہے روایت کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور فتح القدیر
اور تخریج زیلعی مین ہے کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کی ابو شجاع دیلمی نے فردوس مین عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ماموں والد ہے جسکا کوئی والد نہین ہے اور لیکن چچا سو اسواسطے کہ کلام اللہ مین ہے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ حالانکہ اسمٰعیل چچا تھے حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ السلام کے اور مان کا خاوند بھی عرف مین باپ کہا جاتا ہے اور کلام اللہ مین ہے
کہ حضرت نوحؑ نے فرمایا اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ اور وہ اُنکی بیوی کے بیٹے تھے ص ا ور اگر عرب کو کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹے یا اے نبطی تو بھی حد نہ لگیگی
ف کیونکہ ان دونونمین نفی نسب نہین ہے بلکہ اُنکی سخاوت اور صفائی کی سبب سے اُن لقبون سے نامزد کرتے ہین اور اسی طرح نبطی وہ لوگ ہین جو
بُری عادتین رکھتے ہین اور اُنکی گفتگو مین فصاحت نہین + ہدایہ ص ا ور جو کسی نے میت کو تہمت زنا لگائی تو اُسکے باپ اور بیٹے کو اور پوتے کو اور نواسے
کو اگرچہ میراث سے محروم ہو اختیار ہے کہ مطالبہ حد کا کرین اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر وارث کو جائز ہے کہ مطالبہ حد کا کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک
نواسے کو اور امام زفرؒ کے نزدیک جو میراث سے محروم ہو اُسکو طلب حد کا اختیار نہین اور اگر باپ یا آقا اپنے لڑکے یا غلام کی مان کو تہمت زنا کی گالی
دین تو لڑکا اور غلام خواستگار اُنکی سزا کے نہ ہونگے اور حد قذف کی اُس شخص کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے جسکو گالی دی ہو تو اگر کچھ کوڑے مار چکے کہ وہ
شخص مر گیا تو اب تہمت لگانیوالے کو چھوڑ دینگے اسواسطے کہ حد کی میراث نہین ہوتی اور امام شافعیؒ کے نزدیک حد کی بھی میراث ہوتی ہے اور اگر مقذوف
قاذف کو معاف کردے یا حد کے بدلے مین اُس سے کچھ مال لیوے تو یہ جائز نہین اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اگر کسی کو کہے کہ اے زانی اور اُسنے اُسکے
جواب مین کہا کہ تو زانی ہے تو دونونکو حد ماری جاویگی اور اگر اپنی منکوحہ سے کہے کہ اے زانیہ اور وہ جواب مین کہے کہ زانی تو ہے تو عورت پر حد لگائی جاویگی
اور لعان واجب نہین ہے اور عورت یون جواب دیوے کہ مین نے زنا تجھی سے کیا ہے تو حد اور لعان دونون باطل ہو جاوینگے ف اور وجہ اسکی اصل مین مذکور
ہے ص ا ور اگر پہلے اپنے بیٹے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میرا نہین ہے تو لعان کرے اور اگر اول کہے کہ میرا نہین پھر اقرار کرے تو اس صورتمین اُسپر حد لگائی جاوے اور دونون
صورتونمین بیٹا اُسی کے ہونگے اور جو عورت سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو حد اور لعان کچھ نہین واجب ہوگا اور اگر زنا کی گالی ایسی عورت کو دی جسکے
بچے کا باپ معلوم نہ ہو یا جو اپنے بچے کے باب مین لعان کر چکی ہے ف بچے کی قید اسواسطے لگائی کہ بغیر بچے کے اگر لعان ہوا ہوگا تو اُسکی قذف سے حد
واجب ہوگی ص ا یا ایسے مرد کو زنا کی گالی دی جسنے عورت اجنبیہ یا لونڈی غیر مملوک سے صحبت کی ہو ف مثلاً اپنی مان یا بہن یا بھائی کی لونڈی
سے صحبت کی ہو ص ا یا مشترک لونڈی سے یا اُس مملوکہ سے جو ہمیشہ کے لیے حرام ہے مثلاً وہ لونڈی جو اُسکی بہن رضاعی ہے یا گالی دی اُس مسلمان کو
جسنے حالت کفر مین زنا کیا ہو یا گالی دی مکاتب کو جو اتنا مال چھوڑ جاوے کہ اُسکی کتابت کا عوض ہو سکتا ہو تو ان سب صورتونمین گالی دینے والے کو

---

۱ بنا اختلاف کی یہ ہے کہ قذف مین حق اللہ اور حق العبد ہے امام شافعی حق العبد غالب کہتے ہین اور ہم حق اللہ کو ۱۲ عبدہ ۲ اسواسطے کہ اس صورت مین عورت اہل لعان کے نہین ہے کیونکہ محدودہ بالقذف ہوئی اور حد قذف
کو مقدم کرینگے اسلیے کہ وہ قوی ہے اور اسکی تقدیم سے لعان ساقط ہوتا ہے کذا فی الاصل ملخصاً ۱۲ عبدہ ۳ اور وجہ اسکی اصل مین مذکور ہے ۱۲ ۴ جو ہر وجہ سے حرام ہے ۱۲ ۵ جو بعض وجہ سے حرام ہے ۱۲ ۶ اور اگر اُسنے
کم چھوڑا تو بطریق اولی حد نہ واجب ہوگی کیونکہ قذف حُر سے حد واجب ہوتی ہے اور اول صورت مکاتب کے آزاد ہونے مین اختلاف ہے صحابہؓ کا اور دوسری صورت مین وہ سب کے نزدیک آزاد نہین ہے کذا فی الاصل ۱۲

حد نہ ماری جاویگی اور اگر ایسے شخص کو گالی زنا کی دی جسنے وطی کی حرام لغیرہ جیسے صحبت کی زوجہ حائضہ سے یا آتش پرست لونڈی سے یا مکاتب لونڈی سے یا اُسنے نکاح کیا تھا حالت کفر مین اپنی ماں سے تو اُسپر حد ماری جاویگی اور مستامن اگر مسلمان کو گالی زنا کی دے تو اُسپر حد لگائی جاویگی ف مستامن اُس کافر کو کہتے ہین کہ دار الحرب سے دار الاسلام مین امان لیکر آیا ہو ص اور کئی جنایتون کے واسطے اگر جنس انکی ایک ہے تو ایک حد کافی ہے ف مثلاً چند مرتبے گالی دی زنا کی یا چند مرتبے زنا کیا یا شراب پی تو ہر ہر کے واسطے ایک ہی حد کافی ہے اگرچہ ہر بار دوسرے شخص کو گالی دی ہو یا دوسری عورت سے زنا کیا ہو ص اور اگر جنس اُسکی مختلف ہے تو ایک حد کفایت نہ کریگی ف مثلاً زنا اور شراب اور قذف سے ایک حد کافی نہوگی اور امام شافعی کا اسمین خلاف ہے اور دلیل انکی اصل مین مذکور ہے

ص فصل تعزیر یعنی تادیب اور توبیخ کے بیان مین

تعزیر وہ سزا ہے جو حد سے کم ہو اور اکثر اسکے انتالیس کوڑے ہین ف اور دلیل اسکی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ پہونچ جاوے کسی حد کو غیر حد مین تو وہ ظالمون مین سے ہے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور کہا کہ محفوظ یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور نکالا اسکو متصل بھی نعمان بن بشیر سے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے فوائد مین متصلاً اور امام محمد نے مرسلاً اور اقل حد کا چالیس کوڑے ہین غلام مین تو تعزیر مین اُس سے ایک کوڑا کم رکھا گیا ص اور کمتر اسکا تین کوڑے ہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک روایت مین اکثر اسکے انتالیس کوڑے ہے اور ایک روایت مین پچھتر کوڑے ہین ف اور ہدایہ مین ہے کہ ہمارے مشائخ نے اقل کو اُسکے رائے امام پر سونپا ہے اور اسی واسطے بہت سے فقہانے اُسکی حد نہین ذکر کی ہے ص اور امام کو جائز ہے کہ ضرب اور حبس دونون کرے اور مار تعزیر کی سخت تر ہے پھر زنا کی حد مین پھر شراب پینے کی حد مین پھر گالی کی حد مین ف یعنی تعزیر مین سخت ہاتھ لگاوین اور باقی مین بہ ترتیب اور بہ تدریج نرم نرم ہاتھ پڑے ص اگر کوئی شخص غلام یا کافر کو زنا کی گالی دے یا مسلمان کو ان الفاظ سے کوئی کہے اے فاسق اے کافر یا خبیث اے چور اے بدکار اے لچے اے خیانت کرنیوالے اے لونڈی باز اے بیدین اے دیوث یعنی بے غیرت کہ اپنے اہل خانہ پر زنا کاروا دار ہو اے قرطبان یا قلتبان یعنی کٹنے اے شراب خوار اے سود خوار اے قحبہ کے جنے اے بدکار کے جنے اے چورون اور زناکارونکی ٹھکانگی اے حرام زادے تو ان سب صورتون مین تعزیر کیا جاویگا اور اگر مسلمان کو کہے اے گدھے اے سوئر اے کتے اے بچھو اے بندر اے حجام اے ولد الحجام اور باپ اسکا حجام نہ تھا اے زنا کی مزدوری لینے والے اے نالائق اے مخنث باز اے مسخرے تو ان صورتون مین تعزیر لازم نہوگی اور جس شخص پر حد یا تعزیر ہوا اور وہ مرجاوے تو اُسکا خون ضائع ہے ف یعنے خون بہا اُسکا کسی سے نہ دیا جاویگا ص برخلاف شوہر کے جو اپنی زوجہ کو تعزیر دے اور وہ مرجاوے تو شوہر پر خون بہا لازم ہوگا ف مثلاً شوہر کا کہنا نہ ماننے پر یا نماز کے ترک کرنے پر یا ناپاکی سے غسل نہ کرنے پر یا گھر سے نکل جانے پر یا اور کسی امر پر تعزیر دے اور اصل مین اس مقام پر تفصیل کی ہے اور ہمنے اُس کو ترک کیا

ص کتاب السرقہ

یعنی چوری کا بیان چوری اُسکو کہتے ہین کہ عاقل بالغ شخص کسی کا مال مملوک جو دس درم سکہ دار یا زیادہ قیمت کا ہو اور محفوظ جگہ مین رکھا ہو پوشیدہ سے لیوے ف تو ہمارے نزدیک دس درم سے کم مین ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار مین اور امام مالک کے نزدیک تین درم مین کاٹا جاویگا اور اس سے کم مین نہین دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین مجاہد سے اُنھون نے ایمن سے کہ کہا اُنھون نے نہین کاٹا گیا ہاتھ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین مگر ایک ڈھال مین کہ قیمت اُسکی ایک دینار تھی اور سکوت کیا اُسپر اور یہ معارض ہے اُسکے جو روایت کی بخاری نے و مسلم نے کہ قیمت اُسکی ربع دینار تھی اور

روایت کی نسائی نے اپنی سند سے ابن اسحق سے انھون نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ کہا انھون نے تھی قیمت سپر کی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین دس درہم اور روایت کیا اسکو دارقطنی اور امام احمدؒ نے اور اسحق بن راہویہ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین سعید ابن المسیب سے انھون نے ایک شخص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین قطع ہے مگر ایک دینار یا دس درم مین اور یہ حدیث اس لفظ سے موقوف ہے اوپر ابن مسعودؓ کے روایت کیا اسکو قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعودؓ سے کہا ترمذی نے کہ قاسم نے نہین سنا انسے تو یہ حدیث منقطع ہے لیکن روایت کی امام نے اپنی مسند مین قاسم بن عبدالرحمن سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ کہا انھون نے کہ کاٹا جاتا تھا ہاتھ عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین دس درم پر اور یہ موصول ہے اور اوپر گذرا اثر حضرت علیؓ کا کہ انھون نے کہا نہین قطع کیا جاویگا ہاتھ کم مین دس درم سے رواہ الدارقطنی صـ تو اگر مکلف یعنی عاقل بالغ نے اگرچہ غلام ہو چرایا دس درم یا زیادہ کے مال کو اور وہ مال محفوظ ہو بلا شبہہ فـ اور اگر شبہہ ہو تو قطع نہ کیا جاویگا جیسے چرا دے مال اپنے ذی رحم محرم کے پاس سے کذا فی الاصل صـ مکان مین مانند گھر کے یا صندوق کے یا راہ مین کسی محافظ کے جو بیٹھا ہو یا مسجد مین اور مال اسکا اُسکے پاس ہو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اور اُسکے لینے کا وہ ایکبار اقرار کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو بار اقرار کرے یا دو مرد اُسکی چوری پر گواہی دین اور امام اُنسے پوچھ لیوے کہ سرقہ کیسا ہے اور کیا ہے اور کب ہوا اور کس جگہ ہوا اور کتنی مال کا ہوا اور کسکی مال کا ہوا اور وہ گواہ بیان کرین ان سب باتونکو تو ہاتھ اُسکا کاٹا جاویگا اور اگر بہت لوگون نے مال چرایا اگرچہ اُس مال کو بعض اُنمین سے اُٹھا لائے ہون لیکن اُسمین سے ہر ایک کو دس درم سے کم نہ پہونچا ہو تو سب کا ہاتھ کاٹا جاویگا فـ اسواسطے کہ ہر ایک نے مقدار نصاب سرقہ لے لیا تو سب سارق ٹھہرے صـ اور کاٹا جاویگا ہاتھ اگر ساگوان کی لکڑی یا نیزے کی چھڑ یا آبنوس یا صندل یا سبز نگینہ فـ یا اور کسی رنگ کا ہو صـ یا یاقوت یا زبرجد یا موتی یا برتن یا دروازے لکڑی کے ہون چرا وے اور نہ کاٹا جاویگا ہاتھ شے حقیر کے چرانے مین جو ہمارے شہر مین مباح ہین مثلاً لکڑی اور گھانس اور نرکل اور مچھلی اور پرندہ اور شکار اور ہرتال اور گیرو اور چونا فـ اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حضرت عائشہؓ سے کہ کہا انھون نے نہین کاٹا جاتا تھا ہاتھ چور کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین شے حقیر مین اور پرندے مین اسواسطے نہ کاٹا جاویگا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین قطع ہے پرند مین ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث مرفوعاً نہین ملی بلکہ روایت کیا عبدالرزاق نے حضرت عثمانؓ کا قول کہ نہین قطع ہے پرند مین اور مچھلی مین سب قسم کی مچھلی داخل ہے اور اسیطرح پرند مین مرغی اور بط اور کبوتر وغیرہ صـ اور نہ اُس شے مین جو جلدی بگڑ جاتی ہے مثلاً دودھ اور گوشت اور تر میوون مین فـ اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہاتھ کاٹنا ہے میوے مین اور نہ پھل مین خرمے کے روایت کیا اسکو امام احمد اور صحاب سنن نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن حبان نے اور فرمایا کہ نہین ہاتھ کاٹنا ہے طعام مین روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین حسن بصریؒ سے مرسلاً صـ اور کھجور مین جو درخت پر ہو اور خربزے مین فـ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر شے مین ہاتھ کاٹا جاویگا سوا مٹی اور خاک اور گوبر کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک شے مباح مثل لکڑی اور تر میوون مین اور جو چیزین سریع الفساد ہون ان سب مین بھی قطع ید ہے اور وہ جو حدیثین ہمنے روایت کین اُنپر حجت ہین صـ اور اُس کھیتی مین جو کٹی نہ ہو فـ اسواسطے کہ وہ محفوظ نہین ہے صـ اور نشا لانے والی چیزونمین اور آلات لہو مین فـ مثل ڈھول اور سارنگی اور ستار اور طنبور وغیرہ کے صـ اور صلیبا مین سونے کی ہو یا چاندی کی فـ صلیبا وہ ہے کہ جسکو نصاری اپنی زنار مین باندھتے ہین اور شکل اُسکی یہ ہے صـ اور نہ شطرنج اور نرد مین

ف ان اشیا کا ذکر اسلیے کیا گیا کہ یہ چیزین جنس لکڑی یا پتھر سے ہین جو پہاڑ و جنگل مین مباح ہین پس یہ وہم ہوتا تھا کہ اس مین قطع نہین ۱۲ کذا فی الاصل ف اسلیے کہ چور کہہ سکتا ہے کہ مین نے نشا کی چیز گرانے کو اور آلات لہو کے توڑنے کو لیے تھے کذا فی الاصل ۱۲ ف ہندی مین اسکو ترسول کہتے ہین ۱۲

اور مسجد کے دروازہ مین اور قرآن شریف مین اور آزاد لڑکے مین اگرچہ دونون ف یعنی قرآن شریف اور لڑکا ص زیوردار ہون ف
اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسجد کے دروازہ مین اور قرآن شریف مین بھی ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک لڑکے آزاد مین بھی
جب کہ زیور اُسکا مقدار نصاب کے ہو ص اور غلام اور دفتر مین مگر جبکہ نابالغ ہو یا دفتر حساب کے ہون ف کہ اس صورت مین ہاتھ کاٹا جاویگا
ص اور کتے اور چیتے مین اور امانت مین خیانت کرنے سے اور اُچک لیجانے سے اور لوٹ لیجانے سے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے نہین ہے خیانت کرنیوالی پر اور نہ لوٹنے والی پر اور نہ اُچکنے پر ہاتھ کاٹنا روایت کیا اسکو احمدؒ اور چارون عالمون نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن
حبان نے ص اور کفن چرانے سے ف اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کفن چور پر قطع ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ کفن چراوے
تو کاٹین گے ہم اُسکو روایت کیا اسکو بیہقی نے اور کہا ابن المنذر نے کہ مروی ہے ابن زبیرؓ سے کہ وہ قطع کرتے تھے کفن چور کو اور جواب یہ ہے کہ بیہقی نے
اِس حدیث کو ضعیف کیا اور اُسکی اسناد مین کثیر بن حازم مجہول ہے اور کہا ابن الہمام نے کہ وہ حدیث منکر ہے اور اثر ابن زبیرؓ کا روایت کیا اسکو بخاری
نے تاریخ مین اور ضعیف کیا اسکو بسبب سہیل بن ذکوان مکی کے کہا عطار نے کہ ہم اتہام کرتے تھے اُسکو ساتھ کذب کے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا لَا قَطْعَ عَلَى الْمُخْتَفِي یعنے نہین قطع ہے مختفی یعنی کفن چور پر روایت کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث مرفوعًا نہین پائی
گئی لیکن روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابن عباسؓ سے کہ کہا انھون نے نہین ہے کفن چور پر قطع اور بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کی زہری سے کہ مروان
نے کفن چورونکو مارا اور نکال دیا اور قطع نہین کیا اور صحابہؓ بہت موجود تھے اور ایسا ہی اخراج کیا اسکا عبد الرزاق نے معمر سے اور ایک روایت مین مصنف
ابن ابی شیبہ کی ہے کہ مروان نے پوچھا صحابہؓ اور فقہا سے اپنے وقت کے ایک کفن چور کے باب مین سو جمع ہوئی رائے اُنکی اِس بات پر کہ ماریں ہم اُس کو اور
پھراوین اُسکو اور کہا شیخ ابن الہمام فی فتح لَا شَكَّ فِي تَرْجِيحِ مَذْهَبِنَا مِنْ جِهَةِ الْآثَارِ یعنی اب نہین شک ہے ترجیح مین ہمارے مذہب کے از روی احادیث
کے ص اور عام کے مال چرانے سے مثلاً بیت المال مین سے چوری کرے اور مال مشترک کے چرانے سے اور بقدر اپنے قرض کے یا زیادہ قرضدار کے مال مین سے
چرالینے سے قرض حال ہو یا موجل اور ایسی چیز کے چرانے سے جسمین پہلے اسکا ہاتھ کٹ چکا ہو بشرطیکہ وہ چیز بدستور ہو کچھ بدلی نہو اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ
کے نزدیک کاٹا جاوے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اگر لوٹے یعنی چراوے تو کاٹو اُسکو ف روایت کیا اسکو دارقطنی نے ابو ہریرہؓ
سے ص اور یہ حدیث مطعون ہے طعن کیا اسمین طحاوی نے اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ جو چور اعادہ کرے چوری کا نہ اُسی شی مسروق کا تو معارض دلیل
سقوط عصمت نہ ہو ف بوجہ اس بات کے کہ اُسکی اسناد مین واقدی ہے اور وہ ضعیف ہے ص اور اگر بدل گئی ہو تب چراوے تو کاٹا جاویگا جیسے
پہلے سوت چرایا تھا اور اُسمین ہاتھ کاٹا گیا پھر وہ بنا یا گیا اور پھر اُسکو چرایا تو پھر کاٹا جاویگا اور جو شخص کہ اپنے قریب محرم کے پاس سے مال چراوے برابر ہے
کہ اُسی کا مال ہو یا غیر کا لیکن اُسکے پاس رکھا ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور اگر اپنے قریب محرم کا مال جو کسی اور کے پاس تھا اُسکے گھر سے یا اپنی مادر رضاعی
کا مال چرایا تو کاٹا جاویگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مادر رضاعی کا مال چراویگا تو کاٹا نہ جاویگا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اگر چراوے شوہر اپنی منکوحہ کا
مال یا منکوحہ اپنے شوہر کا اگرچہ الگ جگہ محفوظ ہو یا غلام اپنے مالک کا مال خواہ مالک کی زوجہ کا مال یا اپنے مالکہ کے خاوند کا مال یا اپنے مکاتب کا مال یا
مہمان میزبان کا مال یا مال غنیمت یعنے جو کافرون سے لوٹ مین ملا چرایا تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ف اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے نہ کاٹا ہاتھ اُس شخص کا

سلہ بسبب نہ محفوظ ہونیکے بخلاف شافعیؒ کے ۱۲ سلہ اسمین خلاف ہے ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کا ۱۲ سلہ اسلیے کہ زیور تابع ہے ۱۲ سلہ ہاتھ کاٹا جاویگا ۱۲ سلہ اور جو بالغ ہوگا غلام تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ اسکا
پکڑ لیجانا غصب ہوگا یا خداع نہ سرقہ اور مقصود دفتر حساب سے کاغذ ہوتا ہے اور وہ مال ہے اسلیے اُسمین قطع ید ہوگا بخلاف اور دفتر کے کہ مقصود اُنمین مضمون مرقوم اُسکا ہوتا ہے اور وہ مال نہین ۱۲ عبدہ سلہ یعنی ایک چیز کو
چرایا اور اُسمین قطع ید ہوا اور وہ چیز مالک کو دی گئی دوبارہ پھر اُسنے اسکو چرایا اور وہ چیز بحالہ ہے کچھ تغیر اُسمین نہین ہوا تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ۱۲ عبدہ سلہ اسلیے کہ اسکے حرز مین شبہہ ہے ۱۲ سلہ واسطے وجود حرز کے ۱۲

جسنے چرایا تھا مال غنیمت کا روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے مصنف مین ص یا حمام یا گھر مین کہ جسمین گھسنے کی اجازت عام ہو ف تو اگر دن کو
گھسنے کی اجازت ہو اور رات کو چراوے کاٹا جاویگا اور اگر حمام مین کوئی محافظ ہو تب بھی وہان کے مال چرانے سے کاٹا نہ جاویگا اور مسجد کے مال مین
اگر کوئی محافظ ہو اسباب پاس تو کاٹا جاویگا ص اور جو کسی چیز کو چراوے مگر اسکو گھر سے باہر نہ لیجاوے یا گھر مین سے اُس شخص کو دیدیوے جو باہر گھر کے ہو تو
کاٹا نہ جاویگا اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک اگر اسنے ہاتھ گھر کے باہر نکال دیا اور دوسرے نے لے لیا تو اُسپر قطع ہے اور جو دوسرے نے گھر کے اندر
ہاتھ ڈالا اور اسنے دیا تو دوسرے پر قطع ہے ف اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر داخل اور خارج کے بیچ مین اُس مال کو رکھدیا اور دوسرے نے آن کر لے لیا تو ایک
روایت مین کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور ایک روایت مین دونونکے ہاتھ کاٹے جاوینگے ص اور جو گھر کی دیوار مین سوراخ کرکے ہاتھ اندر ڈال کے
کچھ لے لیوے یا تھیلی جو آستین کے باہر ہو کاٹ لے یا اونٹون کی قطار مین سے ایک اونٹ یا اُسکا بوجھ چرا لے تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام ابی یوسف کے
نزدیک گھر کے اندر ہاتھ ڈال کے لینے سے بھی کاٹا جاویگا جیسے صندوق کے اندر ہاتھ ڈال کے مال نکالنے سے ف اور دلائل سب مسائل کے اور
تفصیل اُسکی اور جواب ہمارا اصل مین مذکور ہے ص اور اگر اونٹ کو یا اُسکا بوجھ قطار مین سے چرا لے اور وہان کوئی محافظ ہو اگرچہ سوتا ہو یا تسلط کو چیر کر
اُسمین سے اسباب لے یا ہاتھ صندوق مین خواہ کسی کی جیب یا آستین مین ڈالکر مال لے لے یا گھر کے حجرے مین سے نکال کر اُس چیز کو صحن مین لا دیا جو شخص
حجرے والون مین سے ہو وہ ایک حجرے مین سے جو دوسرے کا ہو چرا لے یا گھر کی دیوار مین سوراخ کرکے اندر گھسے اور کسی چیز کو سوراخ مین سے راہ مین ڈال دے
پھر نکلکر اُسکو اُٹھا لے یا کسی چیز کو گدھے پر لاد کر اُسکو ہانک دے اور مکان کے باہر لیجاوے تو ان سب صورتون مین ہاتھ کاٹا جاوے اور امام شافعی کے نزدیک
نہ کاٹا جاوے گا برابر ہے کہ اُسکو لیوے یا راہ مین چھوڑ دے اور امام زفر کے نزدیک ڈالدینے مین اور لادکر لیجانے مین ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا

ف اور دلائل سب کے اصل مین مذکور ہین

ص فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت کے بیان مین

چور کا داہنا ہاتھ پہونچے سے کاٹ کر داغ دیا جاوے ف لیکن ہاتھ کاٹنا تو کلام اللہ سے ثابت ہے اور داہنا ہاتھ قرأت ابن مسعودؓ سے اور
پہونچے سے کاٹنا اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی اور ابن عدی نے کامل مین عبداللہ بن عمرؓ سے کہ کاٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ چور کا
پہونچے سے اور اسناد مین اُسکی عبدالرحمن بن سلمہ ہے کہ نہین معلوم ہے حال اُسکا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے رجاء بن حیات سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کاٹا ہاتھ پہونچے سے اور یہ مرسل ہے اور نکالا اُسنے عمرؓ اور علیؓ سے کہ کاٹے اُنھون نے ہاتھ پہونچون سے اور منعقد ہو گیا اسپر اجماع اور لیکن داغ دینا
سو اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ایک سارق کے کاٹو اُسکو اور داغ دو اُسکو آخر حدیث تک اور
کہا کہ صحیح ہے شرط مسلم پر اور روایت کیا اسکو ابوداؤد نے مراسیل مین اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث مین اور نکالا دارقطنی نے حضرت علیؓ سے
کہ انھون نے بھی داغ دیا ص اور اگر پھر چوری کرے تو بایان پیر کاٹا جاوے اور اگر پھر چراوے تو کاٹا نہ جاوے بلکہ قید کیا جاوے یہانتک کہ چوری سے توبہ کرے
ف اور بایان پیر کاٹا جاوے ہے کٹنے سے نزدیک اکثر علما کے اور کیا ایسا ہی حضرت عمرؓ نے فتح القدیر ص اور بعضون کے نزدیک تعزیر بھی کرے اور امام
شافعی کے نزدیک تیسری بار مین بایان ہاتھ اور چوتھی بار مین داہنا پیر کاٹا جاوے ف اور پانچوین مرتبے مین اُنکے نزدیک بھی قید کیا جاوے

سلہ اس واسطے کہ حمام مکان محفوظ ہے پس محافظ کا وجود و عدم برابر ہے پس جب حفاظت اس کی بسبب اذن عام کے مختل ہو گئی اس لیے
ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا بخلاف مسجد کے کہ وہ خود مکان محفوظ نہین پس محافظ کا اُس مین اعتبار ہوگا ۱۲ عبدہ سلہ قال اللہ تعالے السارق والسارقۃ
فاقطعوا ایدیہما الآیۃ مرد چور اور عورت چور پس کاٹو ہاتھ ان دونون کے ۱۲

اور تعزیر دیجاوے اور عطاؒ اور عمرو ابن العاصؓ اور عثمانؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ پانچوین بار مین قتل کیا جاوے صل اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ چوری کرے تو کاٹو اسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اسکو ف اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملتی ہان روایت کی ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے جابرؓ سے کہ لایا گیا ایک چور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو فرمایا حضرتؐ نے قتل کرو اسکو تب کہا لوگون نے یا رسول اللہؐ یہ چور ہے فرمایا ہاتھ کاٹو اسکا پھر ہاتھ کاٹا گیا پھر لائے اسکو دوسری بار پھر فرمایا قطع کرو اسکو پھر ذکر کیا اسیطرح پھر لائے اسکو تیسری مرتبہ پھر ذکر کیا اسیطرح پھر لائے اسکو چوتھی مرتبہ اسیطرح پھر لائے اسکو پانچوین بار اسیطرح سو فرمایا آپ نے قتل کرو اسکو کہا جابرؓ نے کہ قتل کیا ہمنے اسکو اور ایک کنوین مین ڈالکر اوپر سے پتھر ڈالدیے اور نسائی نے اس حدیث کو منکر کہا اور مصعب بن ثابت اسکی اسناد مین قوی نہین اور اور طریقے بھی اس حدیث کے ضعیف ہین صل اور مذہب ہمارا ماثور ہے حضرت علیؓ سے ف کہا امام محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار مین خبر دی ہمکو ابوحنیفہؒ نے انھون نے عمرو بن مرہ سے انھون نے عبداللہ بن سلمہ سے انھون نے علی بن ابی طالب سے کہ فرمایا آپنے جب چور چوری کرے چور تو کاٹا جاوے داہنا ہاتھ اسکا پھر اگر چراوے تو بایان پیر اسکا پھر چراوے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے کیونکہ مین شرم کرتا ہون اللہ تعالی سے کہ کر دون اسکو ایسا کہ اسکا کوئی ہاتھ نہو کہ کھاوے اس سے اور استنجا کرے اس سے اور کوئی پیر نہو کہ چلے اسپر اور اسی طریق سے نکالا اسکو دارقطنیؒ نے اور عبدالرزاق نے مصنف مین شعبی سے انھون نے حضرت علیؓ سے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور بیہقیؒ نے اور نکالا ابن ابی شیبہ نے مثل اسکی ابن عباسؓ سے اور حضرت عمرؓ سے کہ انھون نے مشورہ کیا اس باب مین تو اجماع ہوا لوگونکا رای پر حضرت علیؓ کی صل اور اگر وہ حدیث صحیح ہوتی البتہ حضرت علیؓ مخالفت نہ کرتے اسکی اور صحابہؓ اخذ نہ کرتے انکے قول سے اور طحاوی نے طعن کیا اس حدیث مین ف اور کہا کہ ہمنے تلاش کیا ان آثار کو سو نہ پائی کچھ اصل انکی اور اسیواسطے منکر کہا اسکو نسائی نے اور مبسوط مین ہے کہ یہ حدیث صحیح نہین ہے صل یا یہ کہ وہ حدیث محمول ہے سیاست پر ف یا منسوخ ہے جیسا کہ قتل اس حدیث مین امام شافعیؒ کے نزدیک بھی منسوخ ہے صل اور اسیطرح اس شخص کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے جو چوری کرے اور اسکا بایان ہاتھ یا انگوٹھا اس ہاتھ کا یا دو انگلیان اسکی سوا انگوٹھے کے کٹی ہون یا لنجی بیکار ہون یا داہنا پیر کٹا ہو یا وہ چور قبل نالش کے اس شی مسروقہ کو حوالے مالک کے کر دے یا اسکا مالک ہوجاوے ہبہ یا بیع سے یا قیمت اسکی دس درم سے کم ہوجاوے قبل ہاتھ کاٹنے کے یا اس شی مسروقہ کی ملک کا دعوی کرے یا دو چورون مین ایک چور اسکی ملک کا دعوی کرے اگرچہ کوئی دلیل نہو یا مالک اسکا مطالبہ نہ کرے اگرچہ چور اسکا اقرار کرے تو ان سب صورتون مین کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ف اور ان مسائل مین خلاف امام ابویوسفؒ اور زفرؒ اور شافعیؒ کا ہے اور وہ اصل مین مذکور ہے صل اور اگر دو آدمی ایک چیز چراوین اور ایک انمین سے غائب یعنی روپوش ہوجاوے اور گواہی دو نکی چرانا ثابت ہو تو وہ چور جو موجود ہے اسکا ہاتھ نہ کٹیگا اور اگر امانت کا یا غصب کا یا سود کے مال کو ف مثلاً ایک دینار کے بدلے مین دو دینار لیے اور اسکو چرالے گیا صل امانتدار اور غاصب اور سودخوار کے ہاتھ سے چرایا اور انھون نے مطالبہ کیا تو ہاتھ اسکا کاٹا جاویگا اور یہی حکم ہے عاریت لینے اور کرایے سے لینے والے اور مضارب اور مرتہن اور اس شخص کے مال مین جو اسکو واسطے خریدنیکے لایا ہے پس قطع بدین عوی شرط ہے مالک کرے یا جسکے قبضے مین ہو اور وہ محافظ ہو ف یعنی انکے ہاتھ سے اگر چور چرالیجاوے اور یہ مطالبہ کرین تو قطع لازم ہوگا صل اور اگر مال ان لوگونکے پاس سے چوری جاوے اور اصل مالک مطالبہ کرے اس چور سے تب بھی ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک چور نے مال چرایا اور اسکا ہاتھ اسکے عوض مین کٹا بعد اسکے وہ مال کسی دوسرے نے چرالیا تو اب اول چور خواہ اصل مالک اگر ہاتھ کاٹنے کی درخواست کرینگے تو دوسرے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور

ف۱ امام ابویوسفؒ کے نزدیک کاٹا جاویگا ۱۲ ف۲ اور شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک کاٹا جاویگا ۱۲ ف۳ اور صاحبینؒ کے نزدیک کاٹا جاوے ۱۲ ف۴ واسطے سقوط عصمت مال کے ۱۲

اگر غلام نے کسی غیر کے مال کی چوری کا اقرار کیا تو اُسکا ہاتھ کٹیگا تو اگر مال موجود ہو تو اُس مال کے مالک کیطرف واپس دیا جاویگا اور اگر مال ہلاک ہوگیا ہو تو فقط ہاتھ اُسکا کاٹا جاویگا ف برابر ہی کہ وہ غلام ماذون ہو یا نہو اور مولی اُسکی تکذیب کری یا تصدیق اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہی اور اسمین خلاف ہی ابو یوسفؒ اور زفرؒ اور محمدؒ کا اور دلیلین سب کی اصل مین مذکور ہین ص اور مال مسروق جسکے سبب سے قطع ید ہوا اگر موجود ہو تو مالک کو رد کیا جاویگا اور جو ہلاک ہوا تو ضامن نہوگا اگرچہ اُسنے خود اُسکو تلف کردیا ہو اور بروایت حسن مین ہی امام ابو حنیفہؒ سے اگر خود ہلاک کیا ہو تو ضمان لازم آویگا اور شافعیؒ کے نزدیک چاہی خود ہلاک ہوا ہو یا ہلاک کیا ہو دونون صورتون مین تاوان لازم آویگا اور ہاتھ بھی کٹیگا ف تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا اور مال کا تاوان دونون ساتھ نہین ہوتے کہ ہاتھ بھی چور کا کٹے اور اُس سے مال کی قیمت بھی دلائی جاوی لیکن اگر وہی مال موجود ہوگا تو واپس دلایا جاویگا اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین تاوان دیتے ہین ہم چور کو بعد اسکے کہ قائم کرین اُسپر حد کو روایت کیا اسکو نسائی نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قطع ید اور ضمان جمع ہوتا ہی ص اور اگر ایک چور نے کئی مرتبہ کتنی جگہ چوری کی بعد اُسکے سب آدمیون کی نالش کے سبب سے یا بعض کی اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو باقی آدمیون کے مال کا بھی ضامن نہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جن لوگونکی نالش مین اُسکا ہاتھ کٹا ہی اُنکے مالون کا ضامن نہوگا اور باقی مالکون کے مال کا ضمان دیگا اور اگر قاضی نے حکم کیا چور کے داہنا ہاتھ کاٹنے کا اور کاٹنے والے نے قصداً بایان ہاتھ کاٹا تو کچھ دیت یعنی خون بہا اُسپر لازم نہ آویگا اور اگر کپڑے کو چرا کر گھر ہی مین چیر پھاڑ ڈالا پھر باہر نکالا تو کاٹا جاویگا جب وہ کپڑا بعد کٹنے کے دس درم یا زیادہ کا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کاٹا جاویگا اور اگر بکری کو چرا کر اُسی جگہ ذبح کرکے باہر نکالا تو نہ کٹیگا اور اگر چاندی سونا چرا کر اُسکے روپے اشرفی بنالیے تو ہاتھ کٹیگا اور روپے اشرفی مالک کو دیے جاوینگے اور صاحبینؒ کے نزدیک دیے جاوینگے اور اگر کپڑا چرا کر اُسکو سرخ رنگا اور ہاتھ کاٹا گیا تو کپڑے کا پھیرنا اور اگر ہلاک ہوجاوی تو تاوان اُسکا لازم نہین اور امام محمدؒ کے نزدیک کپڑا دیدے اور سرخ رنگانے کی قیمت پھیر لیوے اُسکے مالک سے اور اگر سیاہ رنگے تو کپڑا پھیر دے امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ پھیرے ف اور فتوی قول امام پر ہی

ص باب رہزنی کے بیان مین

اگر مسلمان یا ذمی قصد رہزنی کا رکھتا ہو اور کسی کے مال لینے اور قتل کرنے سے پہلے گرفتار ہو تو اُسکو قید کرنا چاہیے یہانتک کہ اِس ارادہ سے توبہ کرے ف یعنے علامات نیکبختون کے پیدا ہوجاوین اور بعضون نے چھ مہینے کی مدت اسمین رکھی ہی اور صحیح اول ہی ص اور اگر وہ مال معصوم یعنے مسلمان یا ذمی کا لے لیوی اور ہر ایک کو اُنکی جماعت سے مقدار نصاب چوری کے یعنی دس درم یا زیادہ کا مال پہونچے تو اُنکا ایک ہاتھ اور ایک پانون دوسری جانب سے کاٹا جاوے ف یعنے داہنا ہاتھ اور بایان پانون ص اور اگر اُسنے کسی کو جان سے مار ڈالا اور مال نہین لیا تو قتل کیا جاویگا حد مین نہ قصاص مین یعنے اگرچہ وارث مقتول کا خون اُسکو معاف کردے مگر خون معاف نہ ہوگا اور اگر وہ کسی کو جان سے مار کر مال لیوی تو اُسکا داہنا ہاتھ اور بایان پانون کاٹ کر مار ڈالا جاوی اور یا سولی پر چڑھا دیا جاوی یا کہ صرف جان سے مار دیا جاوی یا فقط سولی پر کھینچا جاوی ف یعنے حاکم کو اختیار ہے جو چاہے اِن مین سے کرے اور اصل اِس باب مین قول اللہ تعالی کا ہی

۵۱ امام اعظمؒ کے نزدیک بہر حال ہر حال مین قطع ید ہی اور امام زفرؒ کے نزدیک کسی صورت مین قطع نہین اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب مال مسروق موجود ہو تو وہ رد نہ کیا جاویگا اور قطع ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہ قطع ہوگا اور نہ رد مال کذا فی الاصل ۱۲ عبارہ ۵۲ اور دلیل دونونکی اصل مین مذکور ہی ۱۲ ۵۳ اسواسطے کہ یہ چوری گوشت کی ہوئی اور اسمین قطع نہین ۱۲ ۵۴ اسلیے کہ صنعت سے وہ دوسری چیز ہوگئی ۱۲ ۵۵ اسلیے کہ رہزنی کے سبب

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لا بیۃ اور روایت کی امام محمدؒ نے ابو یوسفؒ سے اُنھون نے کلبی سے اُنھون نے ابی صالح سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھون نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت کیا ابا بردہ ہلال بن عویمر اسلمی کو اس بات پر کہ نہ ہم تمھارے پر زیادتی کرین اور نہ تم ہمارے پر تو چلے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واسطے اسلام کے اور اصحاب ابو بردہ نے رہزنی کی اُنپر تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حد لیکے اُترے کہ جسنے قتل کیا اور مال لیا سُولی دیا جاوے اور جسنے قتل کیا اور مال نہین لیا قتل کیا جاوے اور جسنے مال لیا اور قتل نہین کیا تو اُسکے ہاتھ اور پیر خلاف کے کاٹے جاوین اور جو مسلمان ہوکے آیا تو اسلام نے ڈھا دیا جو کچھ کہ کیا تھا اُسنے شرک مین اور عطیہ کی روایت مین ہے ابن عباسؓ سے کہ جسنے فقط ڈرایا اور قتل نہین کیا اور مال نہین لیا تو وہ جلاے وطن کیا جاوے ص ا ور جب ورثہ نہین کہ امام سُولی پر چڑھانا پسند کرے تو ڈاکو کو زندہ سُولی پر چڑھاوے اور اُسکے پیٹ کو نیزے سے چیرے تاکہ مرجاوے اور تین دن تک اُسکی لاش سُولی پر رکھے ف اور زیادہ تین دن سے نہ رکھے اسواسطے کہ اُسمین بو پیدا ہوگی اور لوگون کو ایذا ہوگی + ہدایہ ص ا ور اس صورتمین جو مال اُسنے لیا اور تلف ہوا اُسکا تاوان نہ دیگا اور ایک کے قتل کرنیسے سب پر حد پڑیگی یعنے جو شخص کہ مرتکب قتل اور مال لینے کا نہوا ہو وہ بھی مثل مرتکب کے ہے ف یعنے ڈاکوؤن کو سب کو سزا یکسان ہونی چاہیے خواہ اُسنے خود ڈاکہ زنی کی ہو یا اُسکی مدد سے دوسرے نے کی ہو ص ا ور لکڑی اور پتھر مار ڈالنے مین مثل تلوار کے ہین ف تو جیسا لکڑی اور پتھر سے کسی کو مار ڈالا ویسا ہی تلوار سے ص ا ور اگر کسی کو ڈاکو زخمی کرے اور مال لے لیوے تو اُسکا داہنا ہاتھ اور بایان پانوٴن کاٹا جاویگا اور زخم کا قصاص جاتا رہیگا اور اگر ڈاکو صرف زخمی کرے اور مال نہ لے یا جان سے مار ڈالے پھر رہزنی سے توبہ کرے یا بعض راہزن عاقل و بالغ نہون یا جسپر رہزنی کی ہے اُس سے قرابت قریبہ رکھتا ہو یا قافلے کے کچھ لوگ دوسرے ساتھیون پر کچھ راہزنی کرین یا رات کو خواہ دن کو شہر مین یا دو شہرون کے بیچ مین رہزنی کرین تو ان سب صورتون مین حد لازم نہ ہوگی بلکہ اگر قتل عمد ہے تو ولی کو اختیار ہے کہ قصاص لیوے اور اگر عمد نہین تو دیت ہے اور ولی کو اختیار ہے عفو کا ف اور اسمین خلاف ہے امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کا اور وہ مذکور ہے اصل مین ص ا ور جو کسی کا گلا گھونٹ کے مار ڈالے تو دیت لازم ہوگی اور جو شخص کہ اسکی عادت کرے تو اُسکو اُنکے عوض مین واسطے سیاست کے مار ڈالنا چاہیے

کتاب الجہاد

جہاد یعنی کافرون سے دین کے واسطے لڑنا ابتدا مین فرض کفایہ ہے یعنے مسلمانون کو چاہیے کہ شروع لڑائی کا خود کرین تو اگر بعض مسلمان کرینگے باقی سب کی گردن سے ساقط ہوگا ف فرضیت جہاد کی ثابت ہوتی ہے قول سے اللہ تعالی کے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد رہنے والا ہے اُس زمانے سے کہ اُٹھایا مجکو اللہ تعالی نے یہانتک کہ لڑیگی اخیر اُمت میری دجّال سے روایت کیا اسکو ابو داوٴد نے انسؓ سے ص ا ور اگر کوئی نہ کریگا تو سب گنہگار ہونگے اور جہاد لڑکے اور عورت اور غلام اور اندھے اور اپاہج اور ہاتھ پانوٴن کٹے پر فرض نہین ف اسواسطے کہ لڑکین وقت رحم کا ہے اور عورت اور غلام کو خاوند اور مولی کے حق سے فراغت نہین اور اندھے اور اپاہج اور ہاتھ پانوٴن کٹے اُس سے عاجز ہین ص اور فرض عین ہے اگر کافر چڑھ آوین تو اس صورتمین عورت بدون اجازت اپنے شوہر کے اور غلام بدون اجازت مالک کے جہاد کو نکلین تو پہلے جس شہر پر کافر چڑھے ہین وہان کے لوگون پر جہاد فرض ہوگا پھر اُن

۱ مثل سرقہ کے ۱۲ ۲ یعنی قتل کیا جاویگا حداً ۱۲ ۳ امام قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک جب غیر مکلف یعنی صبی یا مجنون مکلفین کے ساتھ رہزنی کرین تو مکلفین پر حد ہوگی اور جب دن کو رہزنی کرین ہتھیار سے یا رات کو خواہ ہتھیار سے ہو یا نہو تو بھی حد پڑیگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک رہزنی کرنے سے درمیان شہر یا مابین شہرین کے بھی حد ماری جاویگی کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ ۴ گلا گھونٹ کے مار ڈالنا مثل قتل بالمثقل کے ہے پس اسمین بھی قصاص ہوگا امام اعظمؒ کے نزدیک اور سب کے نزدیک قصاص ہوگا کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ ۵ اور قصاص نہین لازم ہوگا ۱۲

لوگون پر جو اُس سے قریب مین جب وہ خبر پاوین اور اُس شہر والے لوگ مقابلے سے عاجز ہو جاوین یا سستی کرین پھر اُن لوگون پر جو اُنسے
قریب مین جب وہ خبر پاوین اور اُن لوگونکا یہی حال ہو یہانتک کہ فرض ہو جاویگا جمیع اہل اسلام پر مشرق اور مغرب مین اور نظیر اسکی نماز
جنازہ ہے کہ اول ہمسایہ اور ساکنان قرب وجوار میت پر فرض ہوتی ہے پھر اگر وہ نہ کرین اور دور والون کو خبر پہونچے تو اُنپر فرض ہوتی ہے
یہانتک کہ اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوتے ہین اور جہاد کے لیے اغنیا پر کچھ مقرر کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ بیت المال مین مال پایا جاوے ورنہ مکروہ
نہین کہ اور لوگون سے لیکر جہاد کرنے والون کو دین اور اُنکی مدد کرین **ف** اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لی تھی ایک زرہ صفوان سے
روایت کیا اسکو ابن اسحق رح نے اور حضرت عمر رض سے بھی ایسا ہی منقول ہے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے طبقات مین **ص** پس
اگر ہم فرقہ اسلام کافرون کو محاصرہ کرین تو اول اُنسے مسلمان ہو جانے کی درخواست کرین **ف** اسواسطے کہ روایت کی عبد الرزاق رح نے
ابن عباس رض سے کہ نہین لڑائی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک کہ بُلایا نہو اُنکو طرف اسلام کے اور اخراج کیا اسکا حاکم نے اور صحیح کیا
اسکو تو اگر لڑائی کرینگے قبل بُلانے کے طرف اسلام کے تو گنہگار ہونگے **ص** تو اگر وہ مسلمان ہونا مانین تو بہتر ہے **ف** اسواسطے کہ مطلب حاصل
ہوگیا تو اب اُنکے قتال سے باز رہین اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا گیا مین کہ مقاتلہ کرون لوگون سے یہانتک کہ کہین وہ کہ نہین
ہے کوئی معبود سوا اللہ کے روایت کیا اسکو بخاری رح و مسلم رح نے ابن عمر رض سے **ص** اور اگر نہ مانین تو اُنسے جزیہ طلب کرین **ف** اسواسطے
کہ حدیث بریدہ رض مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر وہ انکار کرین اسلام سے تو طلب کرو اُنسے جزیہ پھر اگر وہ قبول کرین تو
تو بھی قبول کر اُنسے روایت کیا اسکو مسلم رح نے **ص** اگر جزیہ دینا قبول کرین تو اُنکے واسطے ہے جو ہمارے لیے ہے یہ مراد نہین کہ اُنپر عبادات
نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج وغیرہا فرض ہونگے اسلیے کہ کفار مخاطب بالعبادات نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ اُنکے جان و مال کو محفوظ رکھنا چاہیے اور
اُنپر ہے وہ جو ہم پر ہے یعنی معاملات مین اُنکے احکام مثل مسلمانون کے ہین اور دلیل اسپر قول ہے حضرت علی رض کا کہ مقرر کیا گیا اُنپر جزیہ تا کہ
ہو جاوین خون اُنکے مثل ہمارے خونون کے اور مال اُنکے مثل ہمارے مالون کے **ف** روایت کیا اسکو شافعی رح نے مسند مین اور اسناد
مین اسکی ابو الجنوب ہے ضعیف کیا اُسکو دارقطنی نے **ص** اور جس کسی کو کہ دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اُسکے ساتھ ہم نہ لڑینگے **ف**
اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رض سے کہ تم پہونچوگے اہل کتاب پر سو بُلانا اُنکو اول طرف شہادت لا اله الا اللہ
کے روایت کیا اسکو بخاری رح و مسلم رح نے **ص** اور اگر پہلے دعوت اسلام پہونچ چکی ہو تو مستحب ہے کہ لڑائی کی شروع مین پھر اُنسے مسلمان
ہو جانے کو کہہ دیا جاوے **ف** اور یہ واجب نہین ہے کیونکہ مروی ہے نافع رح سے کہا کہ چھاپا مارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر اور
وہ غافل تھے پھر مار ڈالے لڑنے والون کو اُنکے اور قید کیا اولاد کو اُنکی کہا یہ مجھسے عبد اللہ بن عمر رض نے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور ظاہر ہے
کہ چھاپے مین بُلانا نہین ہوتا ہے طرف اسلام کے **ص** پھر اگر جزیہ دینا بھی قبول نہ کرین تو اللہ تعالی سے مدد کی درخواست کر کے
اُنسے لڑینگے **ف** اسواسطے کہ حدیث بریدہ رض مین ہے کہ اگر وہ انکار کرین جزیے سے تو مدد مانگ اللہ سے اور لڑ اُنسے **ص** ساتھ فلاخن
اور اپنے آلات حرب مثل توپ اور تفنگ کے **ص** اور کافرون کو جلا دینگے اور ڈبو دینگے اور تیر مارینگے **ف** اسواسطے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا ایک فلاخن کو طائف والون پر روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین مکحول رح سے اور راوی اس کے
معتبر ہین اور موصول کیا اسکو عقیلی نے حضرت علی رض سے لیکن سند اُسکی ضعیف ہے اور جلا دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

له یعنی تاوان وغیرہ ۱۲

درختون کو بنی نضیر کے اور کاٹ ڈالا انکو روایت کیا اسکو علماء ستہ نے ص اگرچہ انہین مسلمان ہون اور کفار بعض مسلمانون کو اپنی سپر
بنا لین اور ہم تیر وغیرہ مارنے مین کافرون کی نیت کرینگے نہ مسلمانون کی ف یعنی اگر کافر مسلمان کو اپنی سپر بنا لے اور اسکی آڑ مین کھڑا ہو اور
اُسکے مارنے کی ضرورت ہو تو صرف کافر کی نیت سے تیر وغیرہ مارنا چاہیے گو مسلمان بھی زخمی ہو یا مارا جاوے ص اور انکے درخت کاٹ ڈالین گے
اور انکی کھیتیان اُجاڑ دینگے اور دغا نہ کرین گے ف یعنی عہد نہ توڑین گے اور صحیحین مین ثابت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی
مکر و فریب ہے تو اب ضرور ہوا کہ دغا اور مکر و فریب مین فرق پہچانین تو جب تک لڑائی ہو رہی ہے مکر حرام نہین اس طرح پر کہ ہم انکو اسطرح دکھلاوین
کہ نہین لڑتے ہین اور جب وہ مطمئن ہو جاوین تو ان سے لڑین یا ہم اور کسی طرف چلے جاوین اور وقت انکی غفلت کے رات کو انپر چھاپا مارین
برخلاف اُس صورت کے کہ ہمارے اور اُنکے بیچ مین عہد ہو گیا کہ آج کے روز ہم نہ لڑین گے اور پھر دغا دیکے لڑ بیٹھے تو یہ مکر نہین بلکہ عہد توڑنا
ہے اور فریب ہے حال صلح مین نہ وقت محاربہ مین اور یہ حرام ہے کذا فی الاصل ص اور مال غنیمت مین خیانت نہ کرین گے اور مثلہ یعنی کسی کے
ناک کان نہ کاٹین گے اور جو عرنیین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کیا تھا ف اور حدیث انکی کتاب الطہارۃ کنوین کے باب مین گذری
ص منسوخ ہے ساتھ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نہ چراؤ مال بیچ غنیمت کے اور عہد نہ توڑو اور ناک کان نہ کاٹو ف روایت
کیا اسکو مسلم نے حدیث بریدہؓ مین ص اور مثلے مین اللہ تعالی کی پیدایش کا بدل دینا ہے تو حرام ہوگا ف اسواسطے کہ اللہ کی پیدایش کا
بدلنا حرام ہے ص اور لڑکے اور بیعقل اور بوڑھے فرتوت اور اندھے اور اپاہج کو اور عورت کو نہ مارین گے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک
شیخ فانی اور اپاہج اور اندھے کو بھی مارین گے اور ہم یہ کہتے ہین کہ ان لوگون سے لڑائی متحقق نہین ہوتی تو ان کا مارنا بھی جائز نہ ہوگا اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قتل سے عورتون اور لڑکون کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور آپ نے دیکھا ایک عورت
کو لڑائی مین کہ قتل ہوئی تھی سو فرمایا کہ نہین تھی قابل قتال کے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی نے ص مگر یہ کہ جب کوئی انمین سے حاکم
ہو یا لڑتا ہو یا صاحب مال ہو کہ کافرون کو مستعد کرتا ہو لڑائی پر یا لڑائی کے امور مین مشورہ دیتا ہو اور منع ہے کہ مسلمان لڑکا اپنے باپ
مشرک کو ابتداءً قتل کرے بلکہ لڑکے کو اُسکے مار ڈالنے مین دیر کرنا چاہیے کہ دوسرا شخص آن کر اسکو مار ڈالے ف اسواسطے کہ
فرمایا اللہ تعالی نے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا یعنی بسر کرو والدین سے دنیا مین موافق دستور کے اور یہ دستور بعید ہے کہ ابتداءً
باپ کو مار ڈالے ص اور اگر باپ اُسکے قتل کا قصد کرے اور اُسکو اُس سے بچنے کی کوئی صورت نہ بن سکے تو اُسکو مار ڈالے ف
اسواسطے کہ مقصود بچنا ہے بلکہ جب باپ مسلمان اپنے بیٹے پر تلوار کھینچے اور بیٹے کو بچنے کی کوئی صورت نہ بنے بغیر قتل کرنے باپ کے
تو قتل کرے اُسکو تو کافر باپ مین بدرجۂ اولی قتل کرنا جائز ہوگا + ہدایہ ص اور یہ بھی منع ہے کہ قرآن اور عورت کو اپنے لشکر مین
ہمراہ لین جبکہ جمعیت تھوڑی ہو اور اگر بڑا لشکر ہو اور گمان غالب ہو فتح کا تو کچھ مضائقہ نہین ف صحیح مسلم اور ابن ماجہ مین مروی
ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ منع کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے کہ سفر کیا جاوے قرآن کو لے کر دشمن کے
ملک مین اور ایک روایت مین مسلم کی ہے کہ مین خوف کرتا ہون اس بات کا کہ لے اسکو دشمن ص اور اگر امام کافرون سے
صلح کرنے مین بہتری دیکھے جائز ہے کہ اُنسے صلح کرے ف خواہ مال دے کر یا لے کر اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ
جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی اہل مکہ سے اس بات پر کہ لڑائی کو موقوف رکھین
دس برس تک ایسا ہی مذکور ہے سیرت محمد بن اسحق اور سیرت ابن ہشام مین اور بیہقی نے روایت کی کہ وہ صلح دو برس تک تھی ص

اور صلح کو توڑ ڈالین اگر توڑنا اچھا ہو اُنکو اطلاع دے کے اور اگر کافر خیانت کرین تو بدون اطلاع دیے اُن سے لڑین **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ ڈالی وہ صلح جو کی تھی مشرکین مکہ سے اور در صورت خیانت نہ کرنے کافرون کے بغیر اُنکی اطلاع دہی کے لڑنا جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ دغا ہوجاویگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عہدون مین وفا ہے نہ دغا اور یہ حدیث غریب ہے اور قول ہے عمرو بن عُیَینہ کا لیکن اسکے معنون مین اور حدیثین صحیح آئی ہین **ص** اور مُرتدون سے صلح کرین لیکن مال نہ لین اور اگر لے لیا تو پھر اُنکو واپس نہ دین اور مسلمان کافرون کے ہاتھ ہتھیار اور گھوڑے اور لوہا نہ بیچین اگرچہ بعد صلح کے ہو **ف** اسواسطے کہ روایت کی بیہقی رح نے سیر مین اور بزار رح نے مُسند مین اور طبرانی رح نے معجم مین عمران بن حُصَین رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہتھیار کے بیچنے سے فتنہ و فساد مین کہا بیہقی نے صواب یہ ہے کہ یہ موقوف ہے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل مین لیکن سند اسکی ضعیف ہے **ص** اور جس کافر کو کوئی مسلمان مرد یا عورت آزاد پناہ دے تو امان اُسکی صحیح ہے اور اُسکو قتل نہ کرینگے ہان اگر امان دینا بُرا ہو تو امن کو توڑ ڈالین اور حاکم امان دینے والے کو تادیب کرے **ف** اور اصل اس باب مین قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ مسلمان برابر ہین خون اُنکے اور ذمے داری کرسکتا ہے ادنیٰ اُن کا یعنی بہت کم اور وہ ایک ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد رح اور بخاری رح و مسلم رح نے **ص** اور اگر کوئی ذمّی یا قیدی یا سوداگر مسلمان جو کفار کے ساتھ ہے یا غلام یا وہ شخص جو اسلام لایا ہے لیکن ہماری طرف نہین آیا ہے یا لڑکا یا مجنون امان دے تو امان اِن سب کی باطل ہے **ف** اور امام محمد رح کے نزدیک امان غلام کی صحیح ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امان غلام کی امان ہے یعنی جائز ہے اور ہدایہ مین ہے کہ روایت کیا اسکو ابو موسیٰ اشعری رض نے اور کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث پہچانی نہین جاتی لیکن روایت کی عبدالرزاق رح نے حضرت عمر رض سے مانند اسکے موقوفاً اور ابن ابی شیبہ نے اور دلیل امام صاحب کی مذکور ہے ہدایہ مین

ص باب غنیمتون کا اور اُسکے بانٹنے کے بیان مین

مسلمانون کا بادشاہ جس شہر کو غلبے اور زبردستی سے فتح کرے اُسکو لشکر مین بانٹ دے یا اُس ملک کے باشندون کو اُسپر مقرر رکھے اور خود اُن پر جزیہ اور اُنکی زمین پر خراج ٹھہرا دے **ف** دلیل قول مسئلے کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے ملک مین ایسا ہی کیا تھا اور دوسرے مسئلے کی یہ ہے کہ حضرت عمر رض نے اہل عراق کو اُنکے ملک پر برقرار رکھا تھا اور اُن کی زمینون پر خراج باندھا تھا + ہدایہ **ص** اور قیدیون کو اختیار ہے چاہے مار ڈالے **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مارا عقبہ ابن ابی معیط وغیرہ کو قیدیان بدر سے **ص** اور چاہے اُنکو غلام بنا لے **ف** اسواسطے کہ اسمین اُنکا بھی دفع شر ہے اور مسلمانون کا بھی فائدہ ہے **ص** اور چاہے آزاد چھوڑ دے کہ مسلمانون کے ذمّی بن کے جزیہ دیا کرین اور نہین جائز ہے کہ اُن قیدیون کو مفت احسان رکھکر چھوڑ دین اور امام شافعی رح کے نزدیک جائز ہے **ف** اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ **ص** اور جائز ہے کہ مال لیکر اُنکو چھوڑ دین قبل موقوف ہونے لڑائی کے نہ بدلے مین مسلمانون کے جو کافرون کے نزدیک قید ہین اور بعد موقوف ہونے لڑائی کے مال لیکر چھوڑنا باجماع ہمارے علما کے جائز نہین ہے اور مسلمانون کے بدلے مین بھی چھوڑنا امام صاحب رح کے نزدیک جائز نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رح سے اس باب مین دو روایتین ہین

اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے لیکن دار الحرب کو واپس بھیجنا کسی کے نزدیک جائز نہین اور یہی حرام ہے مواشی کی کونچین کاٹنی جس صورت مین کہ انکا دار الاسلام مین لانا مشکل ہو بلکہ ذبح کر کے انکو جلا دیا جاوے تاکہ کافر فائدہ نہ اٹھاوین **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ مواشی چھوڑ دیے جاوین اور دلیل لاتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ذبح کرنے سے بکری کے مگر واسطے کھانے کے اور جواب ہمارا یہ ہے کہ حدیث مرفوعاً نہین ملی بلکہ قول ابو بکرؓ کا ہے روایت کیا اسکو مالک نے موطا مین اور دلیل ہماری یہ ہے کہ ذبح کرنا حیوان کا واسطے غرض صحیح کے درست ہے اور نہین شک ہے اس بات مین کہ کافرون کی شوکت توڑنے سے بڑھ کے اور کوئی غرض نہین تو اگر انکو زندہ چھوڑ دین تو کافرون کی منفعت ہوگی اور باعث انکے غلبے کا ہوگا اور زندہ کی کونچین نہ کاٹین کیونکہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ ممنوع ہے حدیث صحیح مین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو چیزین جلانے سے نہین جلتی ہین تو انکو گاڑ دین ایسے مقام پر کہ کافرون کو اطلاع نہ ہووے + ہدایہ **ص** اور کافرون کے ملک مین مال غنیمت کو نہ بانٹین **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک بانٹ لین اور دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا غنیمت کی بیع سے دار الحرب مین اور قسمت بھی بمنزلہ بیع کے ہے + ہدایہ اور یہ حدیث غریب ہے کہا یہ شیخ ابن الہمام نے **ص** اور اگر لشکر والون کو مال اس لیے بانٹ دین کہ انکے پاس امانت رہے دار الاسلام مین داخل ہو کر پھر قسمت کیجاویگی تو جائز ہے اور جو مدد کہ مسلمانون کو پہونچے وہ مال غنیمت مین انکے شریک ہونگے اگرچہ مدد کے لوگون کو کافرون سے لڑنے کا اتفاق نہ ہوا ہو مگر بازاری شخص اور جو کہ دار الحرب مین مر جاوے شریک نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو شخص کہ بعد کفار کی شکست کے مر جاوے اگرچہ دار الحرب مین مرے تو شریک ہوگا اور حصہ اسکا اسکے وارثون کو ملےگا اور جو دار الاسلام مین آن کر مرے گا تو حصہ اس مردے کا سب کے نزدیک وارثون کو اسکے دلایا جاویگا اور جائز ہے مسلمانون کو کہ مال غنیمت سے ان اشیا کو تقسیم سے پیشتر دار الحرب مین کام مین لاوین کھانا اور گھاس اور لکڑیان جلانے کی اور تیل اور ہتھیار جنکی حاجت پڑے **ف** اسواسطے کہ روایت کی بیہقیؒ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن خیبر کے کھاؤ اور چراؤ اور نہ اٹھاؤ اور نکالا اسکو واقدیؒ نے مغازی مین اور سند سے **ص** اور جب دار الحرب سے نکلین تو انکو کام مین نہ لاوین بلکہ جسقدر اپنے پاس بچی ہون انکو مال غنیمت مین واپس دین مگر انکا بیچنا اور تملک جائز نہین اور جو شخص کہ کافرون مین سے مسلمان ہو جاویگا اسکی جان قتل سے اور اولاد صغیر اسکی قید سے اور جو مال کہ اسکے پاس ہوگا یا کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت ہوگا غنیمت ہو جانیسے محفوظ رہے گا **ف** اسواسطے کہ روایت کی امام محمدؒ نے عروۃ بن الزبیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ اسلام لاوے کسی چیز کے ساتھ تو وہ چیز اسکی ہے اور اسناد مین اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور روایت کیا اسکو سعید بن منصور نے بہ اسناد صحیح اور روایت ابی داؤد مین ہے کہ فرمایا آپ نے کہ قوم جب اسلام لائی تو محفوظ کر لیا انھون نے اپنی جانون اور مالون کو **ص** لیکن اسکے مسلمان ہونے سے اسکی اولاد کبار یعنی بڑے لڑکے اور اسکی عورت اور حمل اور زمین اور غلام جنگی اور جو مال اسکا کہ حربی کے پاس امانت ہے یا غصب ہے محفوظ نہ رہے گا بلکہ غنیمت مین داخل ہو گا

ص فصل غنیمت کی قسمت کے بیان مین

جو شخص کہ دار الاسلام کی حد سے آگے بڑھنے کے وقت سوار ہو اگرچہ بعد اسکے گھوڑا اسکا مر گیا ہو اور وہ وقت لڑائی کے پیادہ ہو اسکے لیے دو حصے ہین اور جو وقت نکلنے کے دار الاسلام کی حد سے پیادہ ہو تو اسکا ایک حصہ ہے اگرچہ وقت لڑائی کے سوار ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک اعتبار

سوار اور پیادہ ہونے مین لڑائی کے وقت کا ہی اور سوار کے لیے اُنکے نزدیک تین حصے ہین ف اور یہی مذہب ہے صاحبینؒ کا اور دلیل امام صاحبؒ
کی یہ ہی کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے بہ سند صحیح عبداللہ بن عمرؓ سے کہ کیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے سوار کے دو حصے اور واسطے
پیادے کے ایک حصہ اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص اور سوار کے اگر دو گھوڑے ہون تب بھی ایک ہی کا حصہ ملیگا اور اونٹ اور خچر کے
واسطے کچھ نہین اور غلام اور لڑکے اور عورت اور ذمی کے واسطے اگر لڑائی مین اعانت کرین تو اُنکو پورا حصہ نہ ملیگا بلکہ کچھ تھوڑا سا جو حصہ غنیمت سے
کم ہو موافق راے امام کے دلایا جاویگا ف اور ایسا ہی مروی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکالا اُسکو اصحاب سنن نے ص اور مال غنیمت
سے پانچوان حصہ یتیمون کا ہی جنکے باپ مرگئے ہون اور مسکینون کا اور مسافرون کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے فقیر یعنے ان تینون
قسمون یعنی یتیمون اور مسکینون اور مسافرون پر مقدم رکھے جاوین اور جو لوگ اُن مین سے غنی ہون اُنکا حق اس پانچوین حصے مین نہین اور نہ
ذکر اللہ تعالی کا جو اس آیت مین ہے وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ الآية صرف تبرک کے واسطے مذکور ہی اور حصہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپکی وفات کے سبب سے جاتا رہا جیسے کہ صفی جاتا رہا ف کہ اب اُمرا اور بادشاہون کو صفی لینا نہ چاہیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفی لینا درست تھا اور صفی وہ مال ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت سے اپنے نفس نفیس کے لیے پسند فرماتے تھے
جیسے کوئی تلوار یا زرہ یا اور کوئی چیز پس اب امام کو اپنے لیے پسند کرنا درست نہین ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک مال غنیمت کے پانچ حصے
کرین ایک حصہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اور وہ خلیفہ کو ملیگا اور ایک حصہ خاص ذوی القربی کا یعنے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا ف
برابر ہے کہ غنی ہون یا فقیر ص جاننا چاہیے کہ نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف ہین اور عبد مناف کے چار بیٹے
تھے ہاشم اور مطلب اور عبد شمس اور نوفل تو ف سنن ابوداود وغیرہ مین مروی ہے کہ ص جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
خیبر کی غنیمتون کو بانٹا تو پانچوان حصہ ذوی القربی کا تقسیم کیا درمیان اولاد ہاشم اور مطلب کے اور عثمانؓ تھے اولاد مین سے عبد شمس کی
اور جبیر بن مطعمؓ اولاد سے نوفل کی اور دونون نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ہم انکار نہین کرتے ہین بزرگی اولاد ہاشم کا اسواسطے
کہ آپ کو اللہ تعالی نے وہین رکھا یعنے اُن ہی کی اولاد سے ہوے اور بنی مطلب کو ہم پر کیا بزرگی ہے کہ آپ نے اُن کو دیا اور ہم کو
نہ دیا تو فرمایا آپ نے کہ اُنھون نے نہ چھوڑا مجکو زمانہ جاہلیت مین اور نہ اسلام مین تو امام شافعیؒ اب بھی قسمت کرتے ہین ص مثل قسمت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ہم کہتے ہین کہ آپ نے صرف یہی وجہ بیان کی کہ بنی مطلب نے میری اعانت اور نصرت کی ہے تو یہ بات آپ کی
وفات سے باقی نہ رہی تو اب سب اقارب آپ کے مستحق ہین بسبب فقر کے جیسا کہ فرمایا آپ نے ف واسطے بنی ہاشم انکے ص کہ اللہ
نے بدل دیا تم کو صدقون سے پانچوین حصے کا پانچوان حصہ یعنی ایک حصہ ف اور یہ حدیث کتاب الزکوۃ مصارف کے باب مین گذری
اور روایت کیا اسکو ابن ابی حاتم نے تفسیر مین اور اسناد اُسکی حسن ہے ص اور جب کہ یہ بدلہ زکوۃ کا ہوا تو جو مستحق زکوۃ کا ہوگا وہ
اُسکا بھی ہوگا اور منقول ہے کہ خلفاے راشدین قسمت کرتے تھے ہمارے طریق پر ف روایت کی ابو یوسفؒ نے کلبی سے اُنھون نے
ابو صالح سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے کہ خمس تھا بانٹا جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین پانچ حصے کرکے ایک
واسطے اللہ تعالی کے اور رسولؐ کے اور ایک واسطے ذوی القربی کے اور ایک واسطے یتامی کے اور ایک واسطے مساکین کے اور
ایک واسطے مسافرون کے پھر تقسیم کیا ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے اُس کو تین پر ایک واسطے یتیمون کے اور ایک
واسطے مساکین کے اور ایک واسطے مسافرون کے اور روایت کی طحاوی نے مانند اسکے ص اور حضرت عمرؓ دیتے تھے اُنکے فقیرونکو

ف کہا شیخ ابن الہمام نے کہ اس تصریح ہو ہمنے نہین پایا اُسکو ص اور اگر کوئی مسلمانون کی جماعت دار الحرب مین سے مال غنیمت
لاوین تو اُسکا پانچوان حصہ لیا جاویگا جب کہ اُنکے پاس لشکر وغیرہ ہو یا امام کے اذن سے گئے ہون اور جو امام کے بغیر اذن کے اور
لشکر کے چلے گئے ہون تو اُسمین سے پانچوان حصہ نہ لیا جاویگا[1] اور امام کو اختیار ہے کہ حالت قتال مین کوئی چیز زائد سواے حصہ غنیمت
کے لشکر کے لیے مقرر کرکے لشکر کو برانگیختہ کرے اور حرص دلاوے قتل پر مثلاً کہے کہ جو کوئی کسی کافر کو مار یگا تو اُسکا اسباب قاتل کو ملے گا
یا چھوٹے لشکر سے کہے کہ مین نے تمہارے واسطے غنیمت کی چوتھائی بعد خمس نکالنے کے مقرر کر دی یعنے غنیمت مین خمس نکال کر
چار حصہ جو رہے اُنمین ایک حصہ تمکو دونگا اور تین حصے سب لشکر مین تقسیم کرونگا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ
حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ اے نبی مستعد کر اور رغبت دلا مسلمانون کو قتال پر ص اور نہ بڑھاوے بعد آجانے غنیمت کے دار الاسلام
مین ف اسواسطے کہ اب سب کا حق اُسمین ہو گیا ص مگر خمس سے ف کیونکہ خمس مین اُن لوگونکا حق نہین ص اور اسباب یہ ہے
کہ سواری اور کپڑے اور ہتھیار اور جو کچھ کہ مقتول پاس ہو جانور پر تو اگر امام نے زیادہ دینے کا حکم نہ کیا تو اسباب مقتول کا سب مین
تقسیم ہو جاویگا ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہمیشہ اسباب مقتول کا قاتل کو ملے گا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ روایت کیا اسکو اسحٰق بن راہویہ نے مسند مین اسی لفظ سے اور ابو داؤد اور ابن حبان اور حاکم فی الکنی
سے اس لفظ سے مَنْ قَتَلَ کَافِرًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ اور جماعت نے سوا نسائی کے اس لفظ سے ابو قتادہؓ سے مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا لَهٗ عَلَیْهِ بَیِّنَةٌ
فَلَهٗ سَلَبُهٗ یعنی جو شخص کہ قتل کرے کسی کافر کو اور اُسکے پاس گواہ ہون تو واسطے اُسکے ہے سامان اُس مقتول کا اور دلیل امام اعظمؒ
کی یہ ہے کہ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین مین زیادہ کرنے انعام کے لیے فرمایا تھا نہ یہ کہ اسکا ہمیشہ حکم ہے شرع مین اور
دلالت کرتا ہے اسپر وہ جو روایت کی طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط مین کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کُل مال لے لینے کا قاتل کے اور ابو عبیدہ نے
ارادہ کیا اُسمین پانچوان حصہ کرین تو کہا معاذؓ نے کہ سُنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اِنَّمَا لِلْمَرْءِ مَا طَابَتْ بِهٖ نَفْسُ
اِمَامِهٖ یعنی آدمی کا وہ حصہ ہے جتنے مین اُسکا امام خوش دل اور راضی ہو اور روایت کیا اسکو اسحٰق بن راہویہ نے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے

ص باب کافرون کے غلبے کے بیان مین

اگر بعض کافر بعض کافرون پر غالب ہوکر اُنکو قید کرین اور اُنکا مال لے لین یا اونٹ ہمارے بھاگ کے اُنکے پاس چلے جاوین یا مسلمانون کے
مالون پر غالب ہو جاوین اور اُن مالون کو دار الحرب مین لیجاوین تو مالک ہو جاوینگے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کافر مسلمانونکے مال کے
مالک نہ ہونگے ف اور دلیل ہماری اور اُنکی اصل مین مذکور ہے ص اور کافر ہمارے آزاد اور مدبر اور اُم ولد اور مکاتب اور غلام کو جو اُنکے
پاس بھاگ گیا ہو مالک نہ ہونگے اگرچہ اُسکو پکڑ لیوین اور قید کرین قہر سے اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک ہو وینگے لیکن اگر قہر سے نہین پکڑا تو بالاتفاق
مالک نہ ہونگے ف اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہے ص اور ہم اگر اُنپر غلبہ پاوین تو اُنکے آزاد شخصون کے اور اُنکے مالون کے مالک ہو جاوینگے
تو جو مسلمان اپنی چیز بجنسہ وہان پاوے ہاتھ مین غانمین کے وہ غنیمت کی تقسیم سے پیشتر اُسکو مفت لے لے اُسکا عوض کچھ نہ دے اور اگر غنیمت کی
تقسیم کے بعد اُسکا اپنا مال ملے تو اُس مال کی قیمت دیکر لے سکتا ہے ف اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی اور بیہقیؒ نے سُنن مین ابن عباسؓ سے

[1] اسلیے کہ خمس غنیمت سے لیا جاتا ہے اور غنیمت وہ مال ہے جو بغلبہ و قہر کفار سے لیا جاوے اور یہ غلبہ و قہر لشکر کے ساتھ ہوتا ہے اور اذن امام حکم لشکر مین ہے اسواسطے کہ امام نے اذن دیکر التزام مدد کا کیا کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ ۱۲ یا نہایۃ ۱۲

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن مالون مین کہ لیجاوین اُسکو دشمن اور مسلمان پھر چھین لیوین اُنسے کہ اگر صاحب مال اُسکو پاوے قبل قسمت کے تو وہ حقدار ہے اُسکا اور اگر پاوے اُسکو اور قسمت ہو چکی ہو تو لے لیوے قیمت سے اور اسناد مین حسن بن عمارہ ضعیف ہے اور نکالا دار قطنیؒ نے مانند اسکے ابن عمرؓ سے اور یاسین اُسکی اسناد مین ضعیف ہے اور ذکر کیے زیلعی نے تخریج ہدایہ مین اس باب مین بہت آثار ص اور جو کسی سوداگر نے کافرون سے وہ چیز مول لی ہو اور دار الاسلام مین لے آیا ہو تو جتنے دام سوداگر کے لگے ہون اسقدر دیکر لے ف اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین تمیم بن طرفہ سے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے پاس ایک ناقہ پایا اور قصہ اُٹھایا اُسکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو قائم کیے ایک نے گواہ کہ یہ میرا ناقہ ہے اور دوسرے نے قائم کیے اس بات پر کہ اس ناقے کو خرید کیا مین نے دشمن سے تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر چاہے تو تو لے لے اُس قیمت سے کہ خریدا ہے جتنے کو اُس شخص نے ورنہ چھوڑ دے تو اسکو اور ذکر کیا اسکو عبد الحق نے احکام مین اور کہا کہ اسناد کی اس حدیث کی یاسین الزیّات نے سماک بن حرب سے اُسنے تمیم بن طرفہ سے اُسنے جابرؓ بن سمرہ سے اور یاسین ضعیف ہے کہا ابن القطان نے کہ ایسا ہی کہا ابن حزم نے اور مین نہین پہچانتا ہون اس سند کو ھکذا فی تخریج الہدایۃ للزیلعی ص اگرچہ اُس غلام کی کسی نے آنکھ پھوڑی ہو اور اُسکا تاوان اُس تاجر نے لیا ہو تو اب مسلمان اوّل مالک کو نہ چاہیے کہ آنکھ پھوٹنے کے عوض مول مین سے کم کرکے دے بلکہ اگر چاہے کل ثمن دیکے لیوے تو اگر قید مین پڑنا اور خریدنا دوبارہ ہو مشتری اوّل دوسرے سے اُسکے دام دیکر لے اور پہلا مالک دونون دام مشتری اوّل کو دے اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ کافر زید کے غلام کو پکڑ لے گئے اور عمرو نے اُنسے سَو روپے کو خرید لایا پھر دوبارہ اُس غلام کو کافر پکڑ لے گئے تو بکر اُنسے سو روپے کو دار الاسلام مین لے آیا اب اگر عمرو اُس غلام کو لیگا تو بکر کے دام یعنے سو روپے دیکر لیگا اور زید اگر عمرو سے لینا چاہے گا تو دو سو روپے دینے پڑینگے اسلیے کہ عمرو کے اُسپر دو سو لگے ہین اور زید کو اختیار نہین کہ بکر سے سو روپے دیکر خریدے کیونکہ اس صورت مین عمرو کے سو روپے ضائع ہو جاوینگے اگر کوئی غلام اپنے مالک کا اسباب لیکر کافرون کی طرف چلا گیا اور کفّار نے پکڑ لیا اُسکو اور کوئی سوداگر اُنسے وہ غلام اور اسباب مول لیکر دار الاسلام مین لے آیا تو مالک قدیم اُس غلام کو سوداگر سے مفت لے سکتا ہے اسلیے کہ کافر ہمارے غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور اسباب مول دیکر لیوے جتنے دام مشتری نے کافرون کو دیے ہون اسلیے کہ اُن چیزون کے وہ مالک ہو گئے تھے اور اگر کوئی کافر جو مسلمانون کی امن سے دار الاسلام مین آیا ہو کسی مسلمان غلام کو خرید کرے اور اپنے ملک مین لیجاوے تو وہ آزاد ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا ف اور دلیل امام صاحبؒ کی اور صاحبینؒ کی اصل مین مذکور ہے ص اور جو کوئی غلام حربی کا دار الحرب ہی مین مسلمان ہوکر چلا آوے یا مسلمان غالب ہوکر اُس مسلمان غلام کو دار الحرب سے پکڑ لاوین تو ان دونون صورتون مین وہ غلام آزاد ہوگا ف اسواسطے کہ روایت کی امام احمدؒ نے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور طبرانی نے معجم مین مقسمؓ سے اُنھون نے ابن عباسؓ سے کہ دو غلام نکلے طائف سے طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو آزاد کیا اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اُنمین سے ابوبکرہ تھے اور ایک لفظ مین ابن ابی شیبہؒ کے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے آزاد کرتے تھے اُن غلامون کو جو آتے تھے آپ کے پاس مسلمان ہوکر اور آزاد کیے دن طائف کے دو غلام ایک اُنمین سے ابوبکرہ تھے اور روایت کی ایسی ہی ابو داؤد نے مراسیل مین مانند اسکے عبد ربہ بن الحکم سے کہا ابن القطان نے کہ عبد ربہ بن الحکم نہین پہچانا جاتا ہے حال اُسکا اور روایت کی بیہقی نے عبد اللہ بن مکرم ثقفی سے اور اُسمین ہے کہ فرمایا آپ نے

اُولٰٓئِكَ عُتَقَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یعنے وہ اللہ کے آزاد کیے ہوے ہین واللہ اعلم

ص باب مستامن کے بیان مین

ف مستامن اُسکو کہتے ہین جسکو مار ڈالنے اور لوٹ لینے سے امن دیوین تاکہ دارالاسلام مین آوے یا مسلمان دارالحرب مین جاوے اگر کوئی مسلمان سوداگر دارالحرب مین جاوے تو وہ کافرون کی جان اور مال سے تعرض نہ کرے مگر جب کافرون کا بادشاہ اُسکا مال لے لیوے یا اُسکو قید کرے یا اور کوئی کافر اُسکے ساتھ یہ کام کرے اور حاکم کافرون کا جانتا ہو تو اگر باوجود اس حرمت کے کوئی چیز نکال لاوے تو اُسکا مالک ہو جاویگا بطور ممنوع پس ایسی چیز فقیرون کو خیرات کردینی چاہیے اپنے خرچ مین نہ لاوے اسلیے کہ اُسکا لینا حرام تھا اور اگر سوداگر مذکور کے ہاتھ کسی کافر نے کوئی چیز قرض بیچی یا سوداگر نے کافر کے ہاتھ یا انمین سے ایک نے دوسرے سے زبردستی کوئی چیز لے لی اور پھر وہ دونون دارالاسلام مین آوین اور قاضی کے یہان رجوع کرین تو قاضی نہ حکم غصب کا دے نہ قرض مسلمان کا کافر پر نہ کافر کا مسلمان پر اور یہی حال ہے اگر دو کافر دارالحرب مین قرض یا غصب کا معاملہ کرین اور پھر امن لیکر دارالاسلام مین چلے آوین یعنے قاضی کچھ حکم غصب یا قرض کا نہ دے ہان اگر دونون کافر مسلمان ہو کر دارالاسلام مین آوین اور نالش کرین تو قرض کا حکم کیا جاویگا اور غصب کا نہین کیا جاویگا اور اگر دو مسلمان امن لیکر دارالحرب مین جاوین اور ایک اُنمین سے دوسرے کو قصداً یا خطاً مار ڈالے تو اُسکے مال مین خون بہا واجب ہوگا اور خطا کی صورت مین کفارہ بھی لازم ہوگا اور اگر دو مسلمان دارالحرب مین قید ہون اور اُنمین سے ایک دوسرے کو دارالحرب مین قتل کرے تو صرف خطا کی راہ سے مار ڈالنے مین کفارہ ہے اور خون بہا اور قصاص کچھ واجب نہین ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے ص امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دیت واجب ہوگی قصداً اور خطا مین اور مستامن کو جو دارالحرب سے دارالاسلام مین آوے ایک سال کامل نہ رہنے دین اور اُس سے کہدین کہ اگر تو یہان ایک برس یا ایک مہینا جتنا امام کی راے مین مناسب ہو ٹھہریگا تو تجھ پر جزیہ معین کردیا جاویگا پھر اس کہنے کے بعد اگر وہ پھر گیا تو بہتر اور اُس میعاد تک ٹھہریگا تو ذمی ہو جاویگا یعنے اُس سے جزیہ لینا چاہیے اور پھر وہ دارالحرب مین جانے ندیا جاوے جیسے کوئی مستامن زمین خریدے اور اُسپر خراج مقرر ہو جاوے تو اُسپر جزیہ ایک سال کا لازم ہوگا خراج مقرر ہونیکے وقت سے یا کوئی مستامن عورت ذمی مرد سے نکاح کرلے تو ان صورتون مین بھی اُنکو نہ چھوڑینگے کہ اپنے ملک کو چلے جاوین برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر مستامن مرد ذمی عورت سے نکاح کرلے تو وہ ذمی نہ ہو جاویگا اور اگر وہ اپنے وطن کو جانا چاہے تو جانے دینگے پس اگر مستامن جو دارالاسلام مین آیا تھا دارالحرب کو لوٹا تو خون اُسکا حلال ہو جاویگا ف تو اگر کوئی مسلمان یا ذمی اُسکو قتل کر ڈالے تو کچھ نہین ص تو اگر وہ قید کرکے لایا جاوے یا کافرون پر مسلمان غالب ہووین اور وہ شخص مارا جاوے تو جو قرض اُسکا کسی مسلمان یا ذمی پر تھا ساقط ہو جاویگا اور جو مال اُسکا اُنمین سے کسی پاس امانت تھا مال غنیمت ہو جاویگا اور اگر وہ مرگیا یا بدون غلبے کے مارا گیا تو اُسکا قرض اور امانت اُسکے وارثون کو ملیگی اور اگر کوئی حربی امن لیکر دارالاسلام مین آیا اور دارالحرب مین اُسکی بی بی اور بچہ اور کچھ مال کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کے پاس ہے اور وہ یہان آکر مسلمان ہو گیا اور اُسکے بعد کافر مغلوب ہوے تو اُسکے تمام اشیاے مذکورہ داخل غنیمت ہونگی اور اگر دارالحرب مین مسلمان ہو کر دارالاسلام مین آیا اور پھر کافر مغلوب ہوے تو اُسکا چھوٹا بچہ مسلمان آزاد ہے اور جو امانت اُسکی مسلمان یا ذمی کے پاس ہوگی وہ اُسی حربی مسلمان

ص ۱ اسلیے کہ مستامن پر ہمکو ولایت نہین ۱۲ ص ۲ اسواسطے کہ قرض بتراضی طرفین واقع ہوا پس صحیح ہوگا بخلاف غصب کے کہ اُسمین تراضی ہے اور نہ عصمت مال کذا فی الاصل ص ۳ اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے ص ۴ اسلیے کہ زوجہ تابع زوج کی ہوتی ہے ۱۲ ص ۵ کہ ممکن ہے طلاق دیکے جلا کردیا جاوے ۱۲ ص ۶ صاحب احسن المسائل مترجم کنز کو اس مقام پر دھوکا ہوا عبارت اُنکی یہ ہے کہ جو امانت اُسکی مسلمان یا ذمی کے پاس ہوگی وہ اُسی مسلمان یا ذمی کی ہو جائیگی

کی ہو گی اور انکے سوا اور چیزین ف یعنی عورت اور بڑے لڑکے اور جو مال اُسکا کہ حربی کے پاس ہو ص غنیمت ہو جاوینگی اور جو حربی مسلمان ہوا دار الحرب مین اور اُسکو کسی مسلمان نے قتل کیا قصداً یا خطاً اور اُسکے وارث بھی مسلمان ہین دار الحرب مین تو اُسپر سوا کفارے کے خطا مین اور کچھ واجب نہ ہو گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد مین قصاص اور خطا مین دیت واجب ہو گی اور جو شخص کہ چوک کر کسی مسلمان کو مار ڈالے جسکا کوئی وارث نہ ہو یا کسی کافر حربی کو جو امن لیکر دار الاسلام مین آیا تھا اور مسلمان ہو گیا تھا مار ڈالے تو امام کو چاہیے کہ اُسکا خون بہا قاتل کی قوم سے لیوے اور اگر قصداً اُسکو مار ڈالے تو اُسکا حکم قصاص مین مار ڈالنا یا خون بہا لینا ہے نہ معاف کرنا یعنے بادشاہ کو اختیار ہے چاہے مار ڈالے چاہے خون بہا لے مگر معاف نہین کر سکتا

ص باب وظائف یعنی زمین عشری اور خراجی اور جزیے کے بیان مین

زمین عرب کی اور وہ زمین جہان کے رہنے والے مسلمان ہو گئے ہون یا غلبے کے طور پر مفتوح ہو کر لشکر اسلام کو بانٹ دی گئی ہو اور زمین بصرے کی سب عشری ہے ف یعنی انکی پیداوار سے دس حصے مین سے ایک حصہ لینا چاہیے لیکن زمین عرب کی سوا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین نے خراج نہین لیا عرب کی زمین سے اور جو زمین کہ اسلام لائے اہل اُسکے یا لشکر اسلام مین بانٹ دی گئی وہ زمین قبضہ مین مسلمانون کے ہے اور مسلمانونکی زمین سے عشر لیا جاتا ہے اور لیکن زمین بصرہ کی تو چاہیے تھا کہ خراجی ہوتی مگر صحابہؓ نے مقرر کیا اُسپر عشر کو اسواسطے قیاس متروک ہو گیا ص اور جو ملک کہ غلبے سے جیتا ہو اور پھر وہان کے باشندون کو اُسپر قائم رکھا ہو یا امام نے اُنکی ساتھ صلح کر لی ہو تو وہ خراجی ہے ف اور ویسی ہی زمین سواد عراق کی اسواسطے کہ روایت کی ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال مین ابراہیم تیمیؒ سے کہ جب فتح کیا مسلمانون نے سواد کو کہا اُنھون نے واسطے عمرؓ کے کہ تقسیم کر دو اُسکو ہمارے بیچ مین کیونکہ فتح کیا ہمنے اُسکو غلبے سے تو فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ کیا ہو گا اُنکے واسطے جو تمھارے بعد مسلمان آوینگے تو مقرر رکھا اُنھون نے وہان کے باشندون کو اُسپر اور اُنکی گردنون پر جزیہ اور اُنکی زمینون پر خراج باندھا اور ایسا ہی کیا عمرو بن عاصؓ نے جب فتح کیا زمین مصر کو اخراج کیا اسکا ابن سعدؒ نے طبقات مین اور مقرر ہوا خراج ملک شام پر باجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور یہ مشہور ہے ص اور اگر کوئی شخص زمین ویران کو جو کسی کی مِلک نہ ہو آباد کرے تو وہ زمین اگر عشری کے متصل ہو گی تو عشری ہو گی اور اگر خراجی کے متصل ہو گی تو خراجی ہو گی اور وہ خراج جسکو حضرت عمرؓ نے سواد عراق پر مقرر کیا تھا یہ ہے کہ جو زمین قابل زراعت ہو اور وہان پانی پہونچے اُسکی پیداوار غلے مین سے ہر جریب پیچھے ایک صاع گیہون یا جو وغیرہ اور ایک درم لینا چاہیے اور ترکاری کی زمین سے ہر جریب مین پانچ درم اور انگور اور چھوہارے[1] کہ ملے کھڑے ہون اُنکی جریب مین دس درم اور اُسکے سوا مین مثل زعفران اور باغ وغیرہ کی جو اُسکے حال کے مناسب ہو لیا جاوے ف اور یہ سب ثابت ہے حضرت عمرؓ سے مختلف روایات مین اخراج کیا اُنکا ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال مین اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہؒ نے ص اور جریب شصت در شصت ہوتا ہے ف یعنی ساٹھ[2] گز کو ساٹھ گز مین ضرب دینے سے جتنا حاصل ہو اور وہ (۳۶۰۰) ہوتے ہین اُتنے کا ایک جریب ہوتا ہے ص اور کتب فقہ مین ہے کہ گز کرباس کا سات مٹھی کا ہوتا ہے اور گز مساحت کا سات مٹھی اور ایک اُنگلی کھڑی ہوئی اور اہل حساب کے نزدیک گز چوبیس اُنگل کا اور اُنگل چھ جَو کا ہوتا ہے اسطرح پر کہ سب پیٹون جَو کے ملے ہون ایک دوسرے ف چلپی حاشیہ شرح وقایہ مین ہے کہ معتبر جریب مین گز کرباس ہے ص اور خراج مین آدھے سے بڑھ کر نہ لیا جاوے اور جو گنجایش اسقدر محصول کی نہو

[1] چھوہارے سے مراد کھجور ہے ۱۲ [2] یعنے ساٹھ گز لنبا اور ساٹھ گز چوڑا ۱۲

توکم کردیا جاوے مگر زیادہ کی گنجایش کی صورتین زیادہ نہ کیا جاوے نزدیک امام ابو یوسفؒ کے اور زیادہ کیا جاوے نزدیک امام محمدؒ کے **ف** اور صحیح قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور مؤید ہے اسکے وہ جو روایت کی عبد الرزاق نے ابراہیم سے کہ آیا ایک شخص پاس عمرؓ کے اور کہا کہ زمین خراج مین زیادہ گنجایش ہے اُس سے جو مقرر ہے اُنپر تو فرمایا آپنے کہ نہین اہے ہمکو طرف اُنکی یعنی ہمسے کچھ علاقہ نہین جتنا مقرر ہو چکا اُتنا ہی لینگے **ص** اور جو خراج گذار کی زمین پر پانی پہونچنا بند ہو جاوے یا پانی زمین پر غالب جاوے یا کھیتی کو کوئی آفت پہونچے تو ان صورتون مین زمین پر کچھ خراج نہو گا اور اگر مالک نے مین اپنی زمین کو پڑا رکھے یا مسلمان ہو جاوے یا کوئی مسلمان زمین خراجی کو خرید کرے تو ان سب صورتون مین خراج لازم ہو گا **ف** اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خرید لیا تھا زمین خراج کو اور خراج دیا کرتے تھے کہا بیہقی نے معرفہ مین کہ ابن مسعودؓ اور خباب بن الارتؓ اور حسینؓ بن علیؓ اور شریحؒ ان سب کی تھیں زمینین خراج کی اور روایت کیے ابن ابی شیبہؒ نے اور بیہقیؒ نے اور عبد الرزاقؒ نے اس باب مین چند آثار ذکر کیا انکو زیلعی نے تخریج مین اور ابن الہمام نے فتح القدیر مین **ص** اور خراجی زمین کی پیداوار مین عشر نہین یعنی اُسکی پیداوار مین خراج ہی کافی ہے عشر نہ لیا جاوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک عشر بھی لیا جاوے **ف** اور دلیل ہماری یہ ہے کہ کسی نے خلفاء راشدین اور صحابہؓ مین سے جمع نہین کیا عشر اور خراج مین اور ہدایہ مین ہے کہ دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لَا يَجْتَمِعُ عُشْرٌ وَخَرَاجٌ فِي أَرْضِ مُسْلِمٍ یعنی نہین جمع ہوتے ہین عشر اور خراج زمین مین مسلمان کی اور اس حدیث کو روایت کیا ابن عدیؒ نے یحیی بن عنبسہ سے ثنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجتمع على مسلم خراج وعشر اور کہا کہ یہ روایت کیجاتی ہے قول سے ابراہیم کے اور روایت کیا اسکو ابو حنیفہؒ نے حماد سے اُنھون نے ابراہیم سے پھر آیا یحیی بن عنبسہ اور باطل کیا اُسکو اور ملا دیا اُسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اور یحیی ابن عنبسہ ظاہر ہے حال اُسکا ضعف مین کہ روایت کرتا ہے ثقات سے موضوعات کو اور کہا ابن حبان نے کہ نہین ہے یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یحیی بن عنبسہ دجال ہے بناتا ہے حدیث کو نہین حلال ہے روایت اُس سے اور کہا دارقطنی نے یحیی یہ دجال ہے بناتا ہے حدیث کو اور یہ تہمت ہے امام ابو حنیفہؒ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ذکر کیا اسکو ابن الجوزیؒ نے موضوعات مین اور کہا بیہقیؒ نے کہ یہ حدیث باطل ہے اور یحیی متہم ہے ساتھ وضع کے انتہی لیکن روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے شعبی سے کہ کہا اُنھون نے نہین جمع ہوتا ہے عشر اور خراج کسی زمین مین اور ایسی ہی روایت کی عکرمہؒ سے **ص** اور اگر سال مین دو بار پیداوار ہو تو عشر بھی دو بار لیا جاویگا اور خراج دو بار نہ لیا جاویگا **ف** اور مروی ہے یہ حضرت عمرؓ سے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے **ص** لیکن جب خراج مقاسمہ ہو یعنی مثلاً ربع پیداوار یا خمس اُسکا مقرر ہو تو وہ مکرر لیا جاویگا مثل عشر کے

ص فصل جزیے کے بیان مین

جزیہ دو قسم ہے ایک وہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے مقرر ہو تو اُس سے کم یا زیادہ نہ لیا جاوے **ف** جیسا کہ صلح کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے دو ہزار کپڑونکے جوڑون پر آدھے صفر مین اور آدھے رجب مین روایت کیا اسکو ابو داؤد نے کتاب الخراج مین **ص** اور ایک جزیہ وہ ہے کہ امام اپنی طرف سے اسکو شروع کرے جب غالب ہے اُنپر تو مقرر کیا جاوے اہل کتاب اور مجوسی اور بت پرست پر جو عجم کا رہنے والا ہو **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک بت پرست سے عجم کے بھی جزیہ نہ لیا جاویگا **ص** دولت والے پر ہر سال مین اڑتالیس درم تو ہر مہینے مین چار درم ہوے اور بیچ کے حال والے پر چوبیس درم سالانہ اور فقیر پر جو کما سکتا ہے بارہ درم سالانہ مقرر کیا جاوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر مرد بالغ اور عورت بالغہ پر ایک دینار مقرر کیا جاوے فقیر ہون یا غنی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے معاذؓ سے کہ بھیجا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرف یمن کے لوگون مین ہر بالغ سے ایک دینار کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن ہے اور روایت کیا اسکو ابن حبانؒ نے صحیح مین اور حاکمؒ نے مستدرک مین اور کہا کہ صحیح ہے

شرط بخاری و مسلم پر اور نہین نکالا اُنھون نے اسکو اور عبدالرزاق کی روایت مین ہے و من کل حالم او حالمۃ دینارا اور ہم یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث محمول
ہے اوپر صلح کے اور اسی واسطے حکم کیا جزیہ لینے کا عورت بالغہ سے حالانکہ اُس سے جزیہ نہین لیا جاتا اور کہا ابو عبیداللہ نے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور دلیل
ہماری یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ مقرر کیا عمر بن خطاب نے جزیے کو مالدار پر اڑتالیس درم اور متوسط پر چوبیس درم اور فقیر پر بارہ درم
اور مثل اسکے مروی ہے عثمان اور علی سے ص اور عرب کے بُت پرست پر جزیہ نہین تو اگر امام اُنپر غالب ہو تو عورتین اور چھوٹے لڑکے اُنکے مال غنیمت
ہو جاوینگی اور نہ مرتد پر اور نہ قبول کیا جاویگا ان دونون سے مگر اسلام یا تلوار اور امام شافعی کے نزدیک مشرکین عرب کو بھی غلام بنالینگے ف اور
دلیل ہماری ہدایہ مین مذکور ہے ص اور اسیطرح جزیہ نہین ہے نصرانی گوشہ نشین پر جسکو عربی مین راہب کہتے ہین اور لڑکے اور عورت اور غلام
اور اندھے اور اپاہج پر اور امام ابو یوسف کے نزدیک اپاہج پر جزیہ واجب ہے جب اُسکے پاس مال ہو اور اُس فقیر پر جو کچھ نہین کماتا ف اور امام شافعی
کے نزدیک ایسے فقیر سے لیا جاوے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ عثمان بن حنیف نے جزیہ نہین مقرر کیا فقیر بے کسب پر روبرو جماعت صحابہ کی اور ابن زنجویہ
نے روایت کی کہ حضرت عمر نے لکھا کہ نہ جزیہ لیا جاوے شیخ فانی سے ص اور جزیہ ساقط ہو جاتا ہے موت سے اور اسلام سے ف یعنی وہ کافر اگر
مسلمان ہو جاوے تو جزیہ اُسپر نرہیگا اور ایسا ہی اگر مر جاوے اور امام شافعی کے نزدیک دونون صورتون مین رہتا ہے اور دلیل ہماری قول ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نہین ہے مسلمان پر جزیہ نکالا اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے اوسط مین ابن عمر
سے کہ جو شخص اسلام لاوے تو نہین ہے جزیہ اُسپر ص اور اگر ایک سال کا جزیہ ادا نہین کیا اور دوسرا سال ہو گیا تو جزیہ ایک سال کا دینا پڑیگا
اسلیے کہ جزیہ ایک سال کا دوسرے مین آجاتا ہے نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک دو سال کا دینا پڑیگا اور نیا گرجا اور یہودیون
کا معبد ف اور اسیطرح ہندؤن کا شوالہ ص دار الاسلام مین نہ بنایا جاوے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہین خصی کرنا ہے اسلام مین اور نہ بنانا کنیسہ یعنی معبد یہود کا روایت کیا اسکو بیہقی نے ابن عباس سے اور ضعیف کیا اسکو اور روایت کیا
اسکو ابو عبید قاسم بن سلام نے اور مروی ہے یہ حضرت عمر بن الخطاب سے بھی ص اور اگر پرانا ڈھے گیا ہو تو اُسکو پھر سے بنالیوین اور ذمی شخص
مسلمانون سے لباس اور سواری اور زین مین جدا کیا جاوے اسطرح کہ گھوڑون پر سوار نہو اور ہتھیارونکا استعمال نہ کرے اور تاگا موٹا جو باندھتے
ہین کمر پر اسکو ظاہر رکھے اور ایسی زین پر چڑھے جو پالان کی شکل کی ہو اور جدا کیجاوین عورتین اُنکی راہ مین اور حمام مین ف راہ مین اس طرح پر
کہ ایک گوشے مین ہو کر چلین اور حمام مین اسطرح کہ ایسی ازار نہ پہنین جسکو مسلمان عورتین پہنتی ہون ص اور اُنکے گھرون پر نشان مقرر کیا جاوے
تاکہ فقیر اُنکے واسطے دعا نہ مانگین اور اگر ذمی دار الاسلام کے مقامون مین لڑائی کی طیاری سے چڑھ جاوے یا دار الحرب مین چلا جاوے تو عہد اسکا
ٹوٹ جاویگا اور وہ بمنزلے مرتد کے ہو جاویگا ف اسطرح پر کہ اُسکے مال کو وارثون مین تقسیم کردینگے ص لیکن اگر پھر ماخوذ ہوگا تو غلام بنایا
جاویگا اور مرتد اگر ماخوذ ہو تو قتل کیا جاویگا اور اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کرے یا مسلمان عورت سے زنا کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہے تو ان امور سے عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا ف لیکن ابن الہمام نے تصریح کی کہ اگر وہ از راہ تمرد اور شرارت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو گالی دے تو عہد ٹوٹ جاویگا اور وہ قابل قتل کے ہے کیونکہ ذمی سے جزیہ حقیر سمجھکر لیا جاتا ہے اور جب وہ ہمارے پیغمبر کو برا کہنے لگے تو گویا ہم اُنسے عاجز ہوگئے
اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ص اور تغلبی مرد اور عورت سے جو دونون بالغ ہون تو اہل اسلام کی زکوٰۃ سے دو چند لیا جاوے ف اور تغلبی کا بیان
کتاب الزکوٰۃ مالون کی زکوٰۃ کے بیان مین گذرا ص اور تغلبی فرقے کا غلام آزاد کیا ہوا مثل قریشیون کے آزاد کیے ہوئے کے ہے یعنے اُس سے زمین کا خراج
اور جزیہ لینا چاہیے ف جیسے قریشیون کے غلامان آزاد سے لیتے ہین زکوٰۃ کا دونا لینا چاہیے جیسے تغلبیون سے لیتے ہین ص اور امام زفر کے نزدیک اُس سے

دو نا لینا چاہیے یعنی پانچوان حصہ پیداوار زمین سے اور بیسوان حصہ جسمین زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ف کیونکہ حدیث مین ہے کہ مولیٰ قوم کا اُسی مین سے ہوتا ہے روایت کیا اسکو ترمذیؒ نے جواب ہمارا ہدایہ اور اصل مین مذکور ہے ص اور خراج زمین کا اور جزیے کا مال اور تغلبیون کا مال اور جو وہ ہدیہ بھیجین امام کو اور جو مال کہ اُنسے بدون جنگ کے ہاتھ آوے یہ سب اموال مسلمانون کی بہتر کامون مین صرف کیے جاوین مثلاً کفارون کی راہ بند کرنے اور پانی پر پُل باندھنے اور بڑے پُل تعمیر کرانے اور عالمون اور قاضیون اور عاملون اور سپاہیون اور اُنکی اولاد کے روزینے مین خرچ کرین اور جو شخص کہ نصف سال کے بیچ مین مرجاوے وہ بخشش سالانہ سے محروم رہے گا اور بخشش سالانہ والے ہمارے زمانے مین قاضی اور مفتی اور مدرس ہین

باب مرتد یعنی اُن لوگون کے بیان مین جو دین اسلام سے پھر جاوین

مُرتد پر اسلام پیش کیا جاوے اور اُسکے دل مین جو مسلمانی کے دین مین شبہے ہون دور کیے جاوین تو اگر مہلت طلب کرے تو تین دن تک مہلت دیا جاوے اگر اِس عرصے مین توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جاوے ف تو مہلت دینا اپنی طرف سے ہمارے نزدیک مستحب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حاکم کو درست نہین کہ بغیر مہلت دیے مار ڈالے دلیل امام اعظمؒ کی وہ ہے جو صحیح بخاری مین مروی ہے کہ فرمایا آپنے مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ یعنی جو شخص بدل ڈالے دین اپنا تو قتل کرو اُسکو اور اگر مُہلت مانگے تو مہلت دینا واجب ہے ص اور مُرتد کی توبہ یہ ہے کہ دین اسلام کے سوا سب دینون سے ناراض اور بیزار ہو یا اُس دین سے نفرت کرے جسکو اُسنے اختیار کیا ہو اور اگر مسلمان ہونے کو اُسکو نہ کہین اور اُس سے پہلے ہی مار ڈالین تو یہ امر ترک استحباب کا ہے اگر کوئی پیشتر ہی اُسکو مار ڈالے تو قاتل پر تاوان نہ آویگا اور مرتد ہونے سے مُرتد کی مِلک اُسکے مال پر سے جاتی رہتی ہے مگر مِلک کا جانا موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہو جاوے تو مِلک بھی بدستور قائم رہے گی اور اگر حالت مُرتدی مین مر جاوے یا قتل کیا جاوے یا دار الحرب مین ملجاوے اور قاضی نے حکم کیا کہ وہ دار الحرب مین ملگیا تو اُسکے مدبّر اور اُم ولد آزاد ہو جاوینگے اور قرض اُسکا جو میعادی تھا حال ہو جاویگا یعنی اُسکی مُدت باقی نہ رہیگی ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب دار الحرب مین ملجاوے اُسکا مال ویسا ہی رہیگا جیسے پہلے تھا ص اور جو کچھ کہ مال اُسکا وقت مسلمانی کی کمائی کا ہوگا بعد اداے قرضۂ حالت اسلام کے وہ اُسکے مسلمان وارث کا ہوگا اور جو مال کہ اُسنے مُرتدی کی حالت مین کمایا ہوگا اُسمین سے اُن دونون کا قرضہ دیکر باقی مال غنیمت ہوگا یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونون حالت کے مال اُسکے وارث مسلمان کے ہونگے اور نزدیک امام شافعیؒ کے دونون حالت کے مال غنیمت ہو جاوینگے اور باطل ہوگا نکاح اور ذبح مُرتد کا اور صحیح ہے طلاق اور اُم ولد بنانا اُسکا اور شرکت مفاوضہ ف جسکا بیان آگے آتا ہے ص اور بیچنا اور خریدنا اور ہبہ کرنا اور اجارہ اور مدبّر کرنا اور مکاتب کرنا اور وصیّت یہ سب تصرّفات موقوف رہینگے پس اگر وہ اسلام لاوے یہ تصرّف جاری ہونگے اور اگر مر جاوے یا قتل کیا جاوے یا دار الحرب مین ملجاوے اور حکم اُسکا ہو جاوے تو سب تصرّف باطل ٹھہرینگے اور جو قبل قاضی کے حکم کے مُرتد مسلمان ہوکر چلا آیا تو وہ گویا مُرتد ہی نہوا اگر بعد اُسکے آیا تو جو مال اُسکا اُسکے وارثون کے پاس ہے لیوے اور اگر عورت مُرتد ہو جاوے تو اُس کو جان سے نہ مارین بلکہ قید کرین یہانتک کہ توبہ کرے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک قتل کیجاوے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قتل سے عورتون کے مروی ہے صحیحین مین اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قتل کیجاوے عورت جب مُرتد ہو جاوے اور اسناد مین اُسکی عبداللہ بن عیسیٰ الجزری ہے کہا دارقطنی نے کذاب ہے بناتا ہے احادیث کو اور نکالا ابن عدیؒ کامل مین ابی ہریرہؓ سے

سلہ یعنی بدون طلب کے ۱۲ سلہ جان تو کہ نکاح اور ذبح مُرتد کا باطل ہے بالاتفاق اور طلاق اور اُم ولد کرنا صحیح بالاتفاق اور عقد مفاوضہ موقوف ہے اتفاقاً اور باقی عقود مذکورہ امام صاحبؒ کے نزدیک موقوف ہین اور صاحبینؒ کے نزدیک نافذ کذا فی الاصل ۱۲ عہ یعنی بالمدت ۱۲ عہ یعنی موقوف ۱۲ سہ یعنی بعد اداے دَین کے ۱۲

کہ ایک عورت مرتد ہوگئی زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تو نہین قتل کیا آپ نے اُسکو اور ضعیف کیا اسکو بسبب حفص بن سلیمان کے کہا ابن عدی نے اکثر روایات اُسکے غیر محفوظ ہین اور نکالا طبرانی نے معجم مین معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھیجا اُنکو یمن کیطرف تو کہا اُنسے کہ جو مرد پھر جاوے اسلام سے تو بلا اُسکو اگر توبہ کرے تو قبول کر ورنہ مار گردن اُسکی اور جو عورت کہ پھر جاوے اسلام سے تو بلا اُسکو اگر توبہ کرے تو قبول کر اور اگر انکار کرے تو قید کر اُسکو اور نکالا دارقطنی نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اُنھون نے عورت قید کیجاوے اور قتل نہ کیجاوے اور اسناد اسکی ضعیف ہے بسبب خلاس کے تو اسوقت مین استدلال حدیث صحیحین سے اولی ہے اور امام شافعیؒ کی جانب کی حدیثین ضعیف ہین استدلال اُنسے مستقیم نہین ہوتا مذکور ہے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین ص اور صحیح ہے تصرف اُسکا اور حالت اسلام اور ارتداد دونون مین جو کسب اُسکا ہے اُسکے وارثون کو ملیگا تو اگر مسلمان لونڈی مرتد کی جنی اور مرتد نے اُس ولد کا دعوی کیا تو وہ اُسکا بیٹا ہوگا اور وارث ہوگا جسوقت مرتد مرجاوے یا دار الحرب مین ملجاوے خواہ ولادت وارتداد مین چھ مہینے سے مدت کم ہو یا زیادہ اور جو وہ لونڈی نصرانی ہو تو اگر مرتد ہونے اور ولادت مین چھ مہینے سے کم ہے تو وارث ہوگا[1] اور اگر چھ مہینے سے زیادہ ہے تو وارث نہوگا اور اگر مرتد مع اپنے مال کے دار الحرب مین ملجاوے اور مسلمان اُسپر غالب ہون تو وہ مال مسلمانون مین غنیمت ہو جاویگا اور اگر مرتد دار الحرب مین ملکر پھر دار الاسلام مین آکر مال لیکے دار الحرب مین ملجاوے پھر مسلمانون کو غلبے مین وہ مال ہاتھ لگے تو مال مذکور اُس مرتد کے وارث کو قبل قسمت غنیمت کے ملیگا پس اگر مرتد دار الحرب مین جاملے اور اُسکا غلام اُسکے بیٹے کا ہو جاوے یعنی قاضی حکم کردے کہ اب اُسکا مالک بیٹا ہے اور اُسکا بیٹا اُس غلام کو مکاتب کردے پھر وہ مرتد مسلمان ہوکر چلا آوے تو کتابت کے عوض کا مال اور ولا یعنی ترکہ اُسکا اُسی مرتد کو جو مسلمان ہوگیا ہے ملیگا اور اگر مرتد کسی کو براہ خطا مار ڈالے اور دار الحرب مین جاملے یا مارا جاوے تو خون بہا مقتول کا مرتد کے اُس مال مین سے ہوگا جو حالت اسلام[2] مین کمایا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک دونون حالتون کے مال مین سے ہوگا ف اسواسطے کہ اُنکی نزدیک دونون حالتون کا کسب اُسکی وارث کو ہے ص اور اگر عمرو نے زید کا ہاتھ جان بوجھ کر کاٹ ڈالا اور زید پھر مرتد ہوگیا اور اُسی زخم مین مرگیا یا دار الحرب مین جاملا اور پھر وہان سے مسلمان ہوکر آیا اور اُسی زخم مین مرگیا تو عمرو کے مال سے نصف خون بہا مرتد کی وارثون کو دلایا جاویگا اور اگر دار الحرب مین نہ جاوے اور دار الاسلام ہی مین مسلمان ہوکر زخم کے سبب سے مرجاوے تو اس صورت مین عمرو تمام خون بہا کا ضامن ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نصف کا اور جو مکاتب مرتد ہوکر دار الحرب مین جاملے پھر مال سمیت پکڑا جاوے اور قتل کیا جاوے تو بدل کتابت مالک کو ملیگا اور جسقدر زائد بچے گا وہ مکاتب کے وارثون کو ملیگا اور جو خاوند اور جورو دونون مرتد ہوکر دار الحرب مین جاملین اور وہان اُنکے بیٹا ہو اور اُس بیٹے کا بیٹا پیدا ہو پھر مسلمانونکی فتح ہو اور یہ پکڑے جاوین تو بیٹا اور پوتا مرتد کا مال غنیمت ہونگے اور بیٹے پر مسلمان ہونیکے لیے زبردستی کیجاویگی مگر پوتے پر نہ کیجاویگی اور حسنؒ بن زیاد کی روایت مین پوتے پر بھی جبر کیا جاویگا اور جو لڑکا کہ عاقل ہو اُسکا مرتد ہونا صحیح ہے جیسے اسلام اُسکا صحیح ہے اور ایسے مرتد لڑکے پر مسلمان ہوجانے پر زبردستی کیجاویگی جان سے نہ مارا جاویگا اگر انکار کرے اسلام سے اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک اُسکا ارتداد صحیح ہے اور نہ اسلام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے لڑکپن مین اور صحیح رکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اُنکا اور افتخار حضرت علیؓ کا اس بات سے مشہور ہے کہا اُنھون نے شعر سبقتکم الی الاسلام طُرّاً غلاماً ما بلغت اوان حلمی ف یعنی پیش دستی کی مین نے تمھارے اوپر اسلام مین سب سے درانحالیکہ مین لڑکا تھا نہین پہونچا تھا وقت احتلام کو ۔ روایت کیا اسکو بیہقیؒ نے اور ضعیف کیا اسکو اور ابن عساکر نے تاریخ مین اور نکالا بخاریؒ نے تاریخ مین عروہؓ سے کہ اسلام لائے حضرت علیؓ اور وہ آٹھ برس کے تھے اور مستدرک مین حاکم کی ہے کہ دس برس کے تھے اور تفصیل کی اس مقام مین شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین

---

[1] صاحب احسن المسائل نے لکھا ہے کہ اگر مرتد کی نصرانی لونڈی مرتد ہونیکی شروع سے چھ مہینے کے اندر بچہ جنی اور وہ شخص دعوی کرے کہ میرا ہے تو وہ لونڈی اُسکی اُم ولد ہو جاویگی اور وہ بچہ اُسکا بیٹا اور آزاد ٹھہریگا مگر اُسکا ترکہ نہ پاویگا انتہی اور یہ صحیح نہین کیونکہ چھ مہینے کے اندر جننے مین وارث ہوگا جیسا کہ شرح وقایہ اور ہدایہ سب کتابون مین مصرح ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

[2] اسلیے کہ کسب حالت اسلام کا

ص باب باغیون کے بیان مین

جو قوم مسلمان بادشاہ اسلام کی فرمانبرداری سے باہر ہو جاوین تو بادشاہ انکو اپنی اطاعت کے لیے کہے اور جو شبہہ انکو فرمانبرداری مین ہو گیا ہے اُسکو دور کرے ف اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا خوارج سے اوّل ذکر کیا اسکو نسائیؒ نے سنن کبری مین ص تو اگر وہ اکٹھے ہو کے ایک مکان مین جمع ہووین تو بادشاہ کو درست ہے کہ اُنسے لڑائی شروع کرے اگرچہ وہ شروع نہ کرین اور امام شافعیؒ کے نزدیک جبتک وہ شروع نہ کرین تو بادشاہ شروع نہ کرے ف اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے ص اور اگر انکی جماعت کوئی اور ایسی ہو کہ یہ لوگ اُنکے ساتھ ملکر مضبوط ہو جاوینگے تب تو جو شخص ان باغیون مین کا زخمی ہوا اسکو جان سے مار ڈالے اور جو بھاگے اُسکا پیچھا کرے اور اگر ایسی جماعت اور نہ ہو تو نہ زخمی کو مارے نہ بھاگتے کا پیچھا کرے اور انکی اولاد کو قید نہ کرے اور انکی مالون کو بانٹ نہ لین بلکہ روک رکھین یہانتک کہ وہ توبہ کرین ف اسواسطے کہ روایت کی حاکمؒ نے مستدرک اور بزارؒ نے مسند مین کوثر بن حکیم سے اُسنے نافعؓ سے اُنھون نے ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا جانتا ہے تو کیا حکم ہے خدا کا باغیون مین اس اُمت کے کہا اُنھون نے اللہ اور رسول اُسکا خوب جانتا ہے تب فرمایا آپ نے کہ اُنکے زخمی کو نہ مارین اور انکے قیدی کو قتل نہ کرین اور انکے بھاگتے کا پیچھا نہ کرین اور انکے مال کو تقسیم نہ کرین اور ضعیف کیا اسکو بزارؒ نے بسبب کوثر بن حکیم کے اور ایسا ہی حکم کیا حضرت علیؓ نے جنگ جمل مین نکالا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے اور عبد الرزاقؒ نے ص اور اگر غازیون کو باغیون کے گھوڑون اور ہتھیارونکی حاجت پڑے تو انکو کام مین لاوین اور اگر ایک باغی اپنے جیسے باغی کو مار ڈالے پھر انکی شکست ہو جاوے اور ہم غالب ہون تو قاتل پر کچھ نہ لازم ہوگا اور جو باغی کسی شہر پر قبضہ کرین اور شہر والون مین سے کوئی شہری دوسرے شہری کو مار ڈالے پھر وہ شہر فتح ہو تو شہری قاتل اُس مقتول کے قصاص مین مارا جاویگا اور اگر باغی کسی عادل کو یعنی جو بادشاہ کی اطاعت مین ہو مار ڈالے اور باغی یہ کہتا ہو کہ مین اسکو مار ڈالنے مین حق پر ہون یا عادل مار ڈالے باغی کو تو قاتل گر قرابت ورثہ پانے کی مقتول سے رکھتا ہوگا تو اُسکا وارث ہوگا اور جو باغی کہے کہ مین باطل پر ہون تو وہ مقتول عادل کا وارث نہوگا اور امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر باغی عادل کو مارے گا تو کبھی وارث نہ ہوگا برابر ہے کہ اپنی حقیت کا دعویٰ کرے یا کہے مین باطل پر تھا اور اہل فتنہ کے ہاتھ ف مثلاً باغیون اور رہزنون اور اہل حرب کے ہاتھ ص ہتھیارون کا بیچنا مکروہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ خریدار اہل فتنہ مین سے ہے تو مکروہ نہین

کتاب اللقیط

ف اسمین لقیط کا بیان ہے یعنی اُس بچے کا جو پڑا ہوا ملے اور اُسکا والی معلوم نہ ہو ص ایسے بچے کا اُٹھا لینا مسلمان کو مستحب ہے ف کیونکہ اسمین ایک جان کی محافظت ہے ص اور اگر اُسکے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو اُسوقت اُٹھانا واجب ہے مانند لقطہ کے ف لقطہ کہتے ہین پڑی چیز کو اور اُسکا بھی اُٹھانا وقت خوف تلف کے واجب ہے ص اور وہ بچہ آزاد رہیگا مگر جب کوئی حجت قائم ہو اُسکے مملوک ہونے پر ف مثلاً گواہ لاوے ص اور اُسکا خرچ بیت المال مین ہوگا ف اسواسطے کہ حضرت عمرؓ نے کہا لقیط مین لیجا اسکو اور وہ آزاد ہے اور ہمارے اوپر ہے نفقہ اُسکا روایت کیا اسکو مالکؒ نے موطا مین اور شافعیؒ نے مسند مین اور عبد الرزاق کی روایت مین ہے کہ نفقہ اُسکا بیت المال مین سے ہے اور ایسا ہی منقول ہے حضرت علیؓ سے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے ص اور اُسکے قصورون کا تاوان بھی بیت المال مین سے دینگے اور میراث بھی اُسکی وہین رہیگی ف اسواسطے کہ رزینؒ کی روایت مین ہے کہ فرمایا عمرؓ نے کہ ترکہ اُسکا واسطے مسلمانون کے ہے وارث ہونگے اُسکے اور دیت دینگے اُسکی طرف سے اور نکالا اسکو بخاریؒ نے ترجمہ باب مین ص اور اُٹھانے والی سے اسکو کوئی لے نہین سکتا اور اُسکا نسب ایک شخص اور دو شخص سے ثابت ہوگا یعنی جو کوئی دعویٰ کرے کہ یہ لڑکا میرا ہے تو نسب اُسکا ثابت ہوگا گو مدعی دو ہون اور اگر دونون مدعیون مین سے کوئی ایسی نشانی بتاوے جو اُس لڑکے مین موجود ہو تو اُس شخص سے نسب ثابت ہوگا

دونون برابر ہونگی اور اگر غلام اُسکا دعوی کریگا تو نسب غلام سے ثابت ہوگا مگر وہ بچہ آزاد ہوگا اور اگر ذمی دعوی کرے کہ میرا ہے تو ذمی سے نسب ثابت ہوگا لیکن وہ بچہ مسلمان رہیگا بشرطیکہ وہ بچہ ذمی کے مکان اور محلے اور گانون مین نہ ملا ہو اور ذمیون کے مکانون مین پایا جاویگا تو ذمی ہوگا اور اگر اُس بچہ کے ساتھ کچھ مال پایا جاوے تو وہ اُس بچہ ہی کا ہے اور اُسکی حاجتون مین صرف کیا جاویگا قاضی کے حکم سے اور بعضون کے نزدیک بغیر حکم قاضی کے صرف کیا جاویگا اور جو اُس بچہ کو کوئی شخص کچھ ہبہ کرے تو اُٹھانیوالے کو لے لینا اُسکا درست ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بچہ کو کسی پیشے مین لگاوے اور نہین جائز ہے کہ اُسکا نکاح کردے یا اُسکے مال مین تصرف کرے یا اُسکو کرایہ مین دے صحیح مذہب مین ف اور قدوری کی روایت مین کرایہ دینا جائز ہے ہدایہ

ص کتاب اللقطۃ

ف یعنی پڑی ہوئی چیز پانے کے بیان مین ص پڑی ہوئی چیز امانت ہے پانیوالے کے ہاتھ مین اگر گواہ کر لے پانے والا اس بات پر کہ مین اِسکو واسطے محافظت کے اور پہونچا دینے کے طرف اُسکے مالک کے لیتا ہون تو اگر وہ چیز اُسکے پاس سے تلف ہوگئی تو اُسپر تاوان لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ امانت کے تلف ہو جانیسے تاوان نہین ہوتا ص اور اگر گواہ نہ کیا تو تاوان دینا ہوگا اگر تلف ہو جاوے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دینا ہوگا بلکہ پانے والے کا قول مع الیمین معتبر ہوگا اور جو پانیوالے نے خود اقرار کیا کہ مین نے اس چیز کو اپنے واسطے لیا تھا تو سب کے نزدیک تاوان دینا ہوگا اور گواہ کرنیکی یہ صورت ہے کہ کہے اے مسلمانو جسکو تم دیکھو کہ گمی ہوئی چیز ڈھونڈھتا ہے تو میرا نشان دے دو اور اُٹھانیوالا اُس چیز کو بتلاتا اور بیان کرتا رہے جس مکان مین کہ پایا ہے یا جہان بہت لوگون کا مجمع ہوتا ہو اور آواز دے کہ مین نے ایک چیز پڑی ہوئی پائی ہے اور اُسکے مالک کو مین نہین جانتا تو جسکی ہو وہ میرے پاس آوے اور اُسکا وصف بیان کرے تاکہ اُسکو دیدون اور اختلاف ہے بتلانے اور بیان کرنیکی مدت مین تو صحیح یہ ہے کہ اُسکی کوئی مدت مقرر نہین بلکہ جبتک پانیوالے کی راے مین آوے کہ مالک اب تلاش و طلب نکریگا بتلاوے اور امام محمدؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ نے اسکو اندازہ کیا ہے ساتھ ایک سال کے ف اسواسطے کہ زید بن خالدؓ کی حدیث مین ہے کہ پہچنوا اُسکو ایک سال تک روایت کیا اِسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور ہدایہ مین ہے کہ اگر دس درم سے کم قیمت ہو تو اُسکو کچھ دنون بتلاوے اور اگر دس یا زیادہ ہون تو ایک سال تک پہچنوائے ص برابر ہے کہ وہ چیز حل کی ہو یا حرم کی ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب وہ چیز حرم کی ہو تو اُسکو پہچنوائے یہانتک کہ اُسکا مالک آوے اور دلیل لاتے ہین حدیث ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم مکہ کے باب مین کہ نہین حلال ہے لقطہ اُسکا مگر واسطے اُسکے مالک کے روایت کیا اِسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور ہماری دلیل مطلق قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زید بن خالد کی حدیث مین کہ بتلا اُسکو ایک سال ص اور جو چیزین ایسی ہین کہ مدت تک باقی نہین رہتین جیسے کھانے پکے ہوے تو اُنکو یہانتک بتلاوے کہ خوف اُنکے بگڑنے کا نہو پھر اُس چیز کو خیرات کردے پھر اگر مالک آجاوے تو اُسکو اختیار ہے چاہے اُسکے خیرات کر دینے کو درست رکھے چاہے پانے والے سے قیمت لے اور جس چارپائے کا کوئی والی نہو اُسکو پکڑ لینا درست ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر وہ چارپایہ اونٹ یا گاے ہو تو چھوڑ دینا اُسکا افضل ہے اور جو اُسکو کھلایا بغیر اذن حاکم کے مفت ہوگا اور جو حاکم کے اذن سے کھلایا ہے وہ اُسکے مالک کے ذمے قرض ہوگا اور اُٹھائی ہوئی چیز سے اگر نفع ملسکتا ہو تو قاضی اُسکو کرایہ دے اور اُسی مین سے اُسکا خرچ کرے جیسا کہ بھاگے ہوے غلام مین اُسکا اجارہ دینا درست ہے اور جو اُس سے منفعت نہ ہو تو حکم ہوگا کہ اُسپر خرچ کیا جاوے اور جب مالک آوے تو خرچہ لے لیا جاوے اور اگر یہ واسطے مالک کے بہتر نہو کہ اُسپر خرچ کیا جاوے ف مثلاً ایسا بڑا جانور ہو کہ اُسکا خرچ اُسکی قیمت سے بڑھ جاتا ہے ص تو بیچ کر اُسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اُٹھانیوالے کو اختیار ہے کہ مالک سے جبتک اپنا خرچہ وصول نہ کرے تب تک اُس چیز کو روک رکھے تو اگر بعد اُسکے روک رکھنے کے وہ چیز تلف ہوگئی تو نفقہ ساقط ہوگیا اور جو قبل روک رکھنے کے تلف ہوئی تو ساقط نہ ہوگا اور پائی ہوئی چیز کو دعوی کرنے والے کے حوالے نہ کرے جب تک کہ مدعی گواہون سے اپنی ملک ثابت نہ کرے پس اگر مدعی کوئی علامت اُس چیز کی بیان کرے کہ اُس سے اُٹھانے والے کو گمان غالب ہو

کہ وہی مالک ہی تو اُسکے حوالے کر دینا حلال ہی مگر واجب نہین بدون حجت شہادت کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہی اگر وہ نشانی بیان کردی اور وہ موجود ہو اور اگر اُٹھانے والا محتاج ہو تو پائی ہوئی چیز سی نفع بلے ورنہ کسی اجنبی محتاج کو خیرات کر دی اور اگر اُسکے ماں باپ اور بیوی اور لڑکے محتاج ہون تو اُنپر صدقہ کر دی

کتاب الابق

یعنی بھاگے ہوئی غلام کے بیان مین پکڑنا اُسکا مستحب ہی بشرطیکہ اُسپر قادر ہو اور جو غلام کہ گھر اپنی مالک کا بھول گیا ہو تو اُسکا چھوڑ دینا افضل ہی اور اگر پانیوالا اُسکی مالک کا گھر جانتا ہو تو وہان تک اُسکو پہونچا دینا افضل ہی اور جو شخص کہ بھاگے ہوئی غلام کو یا مدبر یا اُم ولد کو مدت سفر یعنی تین دن تین رات کے فاصلے سی پکڑکر لاوی تو اُسکو چالیس درم اجرت ملیگی اگرچہ غلام کی قیمت چالیس درم سی کم ہو جبکہ اُسنی گواہ کر دیا ہو کہ مین اسکو اسلیے پکڑتا ہون کہ مالک کے پاس لیجاؤن اور جو مدت سفر سی کم فاصلے سی پکڑکر لاوی تو اُسی حساب سے اُجرت ملیگی **ف** یعنی ایکدن کے فاصلے سی لاویگا تو چالیس درم کی تہائی کا یعنی تیرہ درم اور تہائی درم کا مستحق ہوگا اور دو روز کے فاصلے سی لانے مین چھبیس درم اور دو تہائی درم کا مستحق ہوگا اور امام شافعیؒ کی نزدیک کچھ اُجرت نملیگی بدون شرط کے اور ہماری دلیل اثر ابن مسعودؓ کا ہی کہ اُنھوننے فی نفر غلام چالیس درم مقرر کیے روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے اور اجماع صحابہؓ کا ہی اس اُجرت دلانی پر اور روایتین اُنکی موجود ہین مصنف ابن ابی شیبہؒ اور عبدالرزاق مین **ص** اور جو پکڑلانے والی کے ہاتھ سی غلام بھاگ جاوی تو اُسپر تاوان نہوگا **ف** ور قیمت دینی نہ آویگی **ص** اور جو اُسنی گواہ نہین کیا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھاگ جاویگا اُسکے ہاتھ سی تو تاوان دینا ہوگا اور اگر غلام رہن ہو اور بھاگ جاوی اور اُسکو کوئی پکڑلاوی تو اُجرت مرتہن کے ذمہ ہوگی اور یہ جب ہی کہ قیمت اُس غلام کی بقدر رقم رہن کے یا اُس سے کم ہووے اور جو رقم رہن سی قیمت اُسکی زیادہ ہووی تو بقدر دین کے اُجرت مرتہن پر ہوگی اور باقی راہن پر اور بھاگے ہوئے غلام پر کچھ خرچ کرنے کا حکم ایسا ہی جیسے لقطہ پر خرچ کرنے کا **ف** یعنی اگر قاضی کے حکم سی اُسپر خرچ کریگا تو وہ مالک کے ذمے قرض ہوگا ورنہ مفت کا سلوک ہوگا اور مالک پر کچھ لازم نہ آوے گا

ص کتاب المفقود

ف اسمین مفقود یعنی گم ہوئی شخص کا جسکا نشان معلوم نہو اور مرنے جینے سے اُسکے خبر نہو بیان ہی **ص** مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہی تو اُسکی بیوی کا دوسری سے نکاح نہ کیا جاوی اور اُسکا مال وارثون مین بانٹ نہ دیا جاوی اور اُسکا اجارہ فسخ نہ ہو اور قاضی ایک آدمی کو مقرر کر دی کہ وہ اُسکا حق جو لوگون کے ذمہ پر ہو وصول کری اور اُسکے مال کی حفاظت کری اور جس مال کی بگڑجانی کا خوف ہو اُسکو بیچ ڈالی اور اُسکی اولاد پر اور ماں باپ اور بیوی پر خرچ کری اور اپنے غیر کے حق مین مُردہ ہی تو دوسری سے وارث نہ ہوگا بلکہ حصہ اُسکا موقوف رکھینگے نوّے برس تک اور نوّے برس کے بعد قاضی اُسکی موت کا حکم کری اور ظاہر روایت یہ ہی کہ جب اُسکی ساتھی ہم عمر مر جاوین تو حکم کری اُسکی موت کا کیونکہ اس زمانے مین آدمی نوّے برس تک کم جیتا ہی **ف** اور امام مالکؒ کے نزدیک جب چار برس گذر جاوین تو قاضی اُسکی بیوی کو جُدا کر دی اور وہ عورت عدت کرکے جس سے چاہے نکاح کری اور دلیل لاتے ہین قول سی حضرت عمرؓ کے کہ جو عورت گم ہو جاوے خاوند اُسکا اور وہ نہ جانے کہ کہان ہی تو وہ انتظار کرے چار برس پھر عدت کرے چار مہینے دس دن اور حلال ہو جاوی روایت کیا اسکو مؤطا مین اور ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین اور ہماری دلیل قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ عورت مفقود کی عورت اُسکی ہی جب تک کہ اُسکا حال کھلے روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے سُنن مین اور معارض ہی قول عمرؓ کے قول حضرت علیؓ کا کہ کہا اُنھون نے عورت مفقود کی پڑگئی بلا مین تو چاہیے کہ صبر کرے یہان تک کہ خاوند کی موت

۱؎ اگر کچھ شرط نہ کی ہو ۱۲ ۲؎ صورت اشہاد مین ۱۲

یا طلاق کی خبر آوے روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے باسناد صحیح اور روایت کی ابن مسعودؓ سے کہ وہ بھی موافق ہوئے حضرت علیؓ کے اور نکالا ابن ابی شیبہ نے ابو قلابہؒ اور جابر بن زیدؒ اور شعبیؒ اور نخعیؒ سے کہ سب نے کہا نہین جائز ہے اُس عورت کو کہ نکاح کرے یہانتک کہ ظاہر ہو موت اُسکی اور ہدایہ مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے رجوع کی طرف قول حضرت علیؓ کے حاصل یہ ہے کہ اکثر صحابہؓ کا مذہب موافق ہمارے قول کے ہے ص تو اب اُسکی بیوی عدت کریگی موت کی اور مال اُسکا تقسیم ہوگا اُن وارثون کے درمیان مین جو اب موجود ہین اور وہ جو حصہ اُسکا موقوف رکھا تھا وہ اُس غیر کے وارثون کو دلایا جاویگا ف تو حاصل یہ ہے کہ اپنے مال کے حق مین تو اسکی موت کا حکم نوے برس کے بعد سے کرینگے اور غیر کے مال کے حق مین اُسکی موت کا حکم بعد نوے برس کے گم ہونیکے وقت سے کرینگے تو بعد مدت مذکورہ گذرنے کے ایسا سمجھینگے کہ اُس غیر کے مرنیکے وقت مفقود کا وجود نہ تھا اور تفصیل اسکی فرائض کی کتابون مین ہے

ص کتاب الشرکۃ

ف اسمین شرکت کا بیان ہے شرکت جائز ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ معاملہ کرتے رہے شرکت کا اور آپنے اسکو منع نہین کیا اور حدیث شریف مین ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مین تیسرا ہون دو شریکون مین جبتک ایک دوسرے سے خیانت نہ کرے اور جب خیانت کی تو نکل جاتا ہون انکے درمیان سے روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے اور حاکمؒ نے مستدرک مین ابوہریرہؓ سے ص شرکت دو طرح پر ہے ایک شرکت ملک کہ دو شخص ف وراثت کی وجہ یا خریداری سے ہدایہ ص ایک چیز کے مالک ہوجاوین اور اس شرکت مین ہر ایک اُنمین سے اجنبی ہوتا ہے ف یعنی ہر ایک کو دوسرے کے حصہ مین تصرف جائز نہین بغیر اُسکی اجازت کے ہدایہ ص اور دوسری قسم شرکت عقد ہے اور اسمین ایجاب قبول ضرور ہین ف مثلاً ایک کہے شرکت کی مین نے تجھ سے فلان فلان چیز مین اور دوسرا کہے قبول کیا مین نے ہدایہ ص اور اس شرکت کی شرط یہ ہے کہ کوئی امر ایسا نہووے جو اس عقد کو قطع کردے مثلاً احد الشریکین کچھ روپیہ مقرر کرلے دوسرے پر خاص اپنے نفس کے لیے تو شرکت ٹوٹ جاویگی کیونکہ جائز ہے کہ سوا ان روپون کے اور کچھ نفع نہ ہو کہ اُنمین دونون شریک ہون اور اُسکی بھی چار قسمین ہین ایک کو شرکت مفاوضہ کہتے ہین جب وہ دو شخص مال شرکت اور تصرف اور دین مین برابر ہون تو اس سے یہ نکلا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہین ہے مسلمان اور کافر مین ف کیونکہ دونون دین مین ایک نہین اور اسیطرح آزاد اور غلام مین اور لڑکے اور بالغ مین ص اور جائز ہے درمیان دو مسلمان بالغ کے اور دو کافر کے برابر ہے کہ ایک یہودی یا نصرانی ہو اور دوسرا مجوسی اسواسطے کہ کفر کو ایک ہی مذہب شمار کرتے ہین اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرکت مسلمان اور کافر مین بھی درست ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک شرکت مفاوضہ بالکل درست نہین ف اور دلیل ہماری صاحب ہدایہ نے حدیث شریف بیان کی کہ مفاوضہ کرو کیونکہ اسمین بڑی برکت ہے اور دوسرے یہ کہ تمام لوگ اسکو کرتے چلے آئے اور کبھی انکار اسکا صحت کو نہین پہونچا ص اور اس شرکت مین ہر شخص دوسرے کا وکیل اور کفیل ہو جاتا ہے تو ایک شریک نے اگر کوئی چیز خریدی تو بائع کو پہونچتا ہے کہ قیمت اُسکی دوسرے شریک سے مانگے اور مفاوضے مین جو چیز شریک مول لیگا وہ مشترک دونون کی ہوگی مگر اپنے گھر والون کی خوراک اور پوشاک البتہ مشترک نہوگی اور جو قرضہ اُنمین سے ایک پر بوجہ خرید و فروخت اور کرایہ لینے کے یا کفالت کی جب مکفول عنہ کے حکم سے ہوا ایک پر لازم ہوگا تو دوسرا بھی اُسکا ضامن ہوگا اور جو بغیر حکم مکفول عنہ کے ایک نے کفالت کی تو اُسکی رقم کا دوسرا ضامن نہوگا ف اور جو قرضہ ایسے اسباب سے ہو جن مین شرکت صحیح نہین جیسے جنایت اور نکاح اور خلع و صلح قتل عمد سے اور نفقہ تو اُنمین ایک دوسرے کا کفیل نہوگا ص اور اگر ایسا مال جسمین شرکت مفاوضہ درست ہے ف مثلاً روپیہ اشرفی ص ایک شریک کو کسی نے ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کیا یا ورثے مین ملا تو مفاوضہ نہ رہا مگر جب

ف لہ یعنی بعد نوے برس کے یا موت سب اپنے ہمعمرون کے ۱۲ ف ۲ یعنی میت جسکا ترکہ ہے حصہ موقوف ہے ۱۲ ف ۳ کفیل کہتے ہین ضامن کو اور مکفول لہ اس کو جسکی ضمانت کی ہے اور مکفول عنہ وہ شخص جسکی ضمانت کی ہے اور مکفول لہ وہ شخص جسکو نفع کے لیے ضمانت کی ہے مثلاً زید کے سو روپیہ عمرو پر قرض آتے تھے اور بکر نے عمرو کے مال کی ضمانت کی تو بکر کفیل ہوا اور عمرو مکفول عنہ اور زید مکفول لہ اور سو روپیہ مکفول بہ اور تفصیل اسکی کتاب الکفالۃ

اسباب یا زمین ہبہ یا ورثے مین ایک کو ملی تو شرکت مفاوضہ باطل ہو گی دوسری قسم اسکی شرکت عنان ہے جسمین صرف وکالت ہوتی ہے اور کفالت
نہین ہوتی اور اسمین اگر بعض مال مین شرکت ہو اور بعض مین نہ ہو یا ایک کا مال زیادہ ہو دوسرے سے یا مال دونون کے برابر ہون اور نفع برابر نہو یا خلاف جنس ہو
کہ ایک نے روپیہ دیا ہو اور دوسرے نے اشرفی یا یہ کہ ہر ایک نے اُنمین سے اپنے مال کو نہ ملاوے ہر طرح درست ہے اور اس شرکت مین جونسا شخص کوئی چیز مول لے گا تو
مطالبہ قیمت کا صرف اُسی مشتری سے کیا جاویگا دوسرے شریک سے نہ ہوگا کس لیے کہ اس شرکت مین کفالت نہین ہان شریک مشتری جو دام چیز کے بائع کو دے
اُسمین سے دوسرے شریک سے اُسکے حصے کے موافق مجرا لیوے یعنی جتنا اُسکی طرف سے اسنے اپنے مال مین سے دیا ہو وہ اُس سے بھر لے اور یہ شرکت اور شرکت مفاوضہ دونون
بدون روپے اشرفی اور پیسون کے جنکا چلن ہو اور چاندی سونے کے ٹکڑون کے جنپر سکہ نہو اگر لوگون مین اُسکا لین دین جاری ہو درست نہین ف یعنی شرکت مفاوضہ
اور عنان مین چاہیے کہ دونون شخص روپے خواہ اشرفی خواہ بغیر سکے کی ڈلیان چاندی اور سونے کی جو مروج ہون خواہ پیسے مروج ملاوین ورنہ درست نہ ہوگی
ص اور اگر دو شخص اسطرح کرین کہ ہر ایک اپنا آدھا مال دوسرے کے آدھے مال کے بدلے مین بیچ ڈالے اور شرکت مفاوضہ یا عنان کرین تو درست ہے ف اور
یہ حیلہ ہے شرکت مین جس صورت مین کہ چاندی سونا برابر نہ ملاوین اور اسباب ملانا منظور ہو ص اگر کُل مال شرکت کا یا مال ایک شریک کا قبل خرید کرنے کسی چیز کے
ہلاک ہو جاوے تو شرکت باطل ہو گی اور وہ مال جو ہلاک ہوا ہے صاحب مال کا ہوگا اگر مال مِل جُل نہ گیا ہو برابر ہے کہ اُسکے ہاتھ سے ہلاک ہو یا دوسرے شریک کے ہاتھ سے اور
جو وہ مال مِل جُل گیا ہو تو وہ سب شریکون کا ہوگا اور جو دونون شریکون مین سے ایک اپنے مال کے عوض مین کچھ اسباب خریدے اور بعد خریدنے کے دوسرے کا مال تلف
ہو جاوے تو جو اسباب خرید ہوا ہے وہ دونون مین مشترک ہوگا اور جسنے مول لیا ہے وہ اپنے شریک کے حصے کے موافق قیمت اسباب کی اُس سے لے اور جو قبل خریدنے کے
تلف ہو جاوے اور پھر دوسرا شریک اپنے مال سے کوئی چیز خریدے تو جسکا مال تلف ہوا ہے اُسنے اگر دوسرے شریک کو وقت شرکت کے وکیل صریح بنایا ہو مثلاً کہدیا ہو کہ
جو چیز تو اپنے مال سے خریدے گا تو اُسکا آدھا میرے واسطے خریدنا تو اب وہ اسباب جو خریدا ہوا ہے دونون مین مشترک ہو جاویگا اور جسنے مول لیا ہے وہ اپنے شریک کے حصے کے
موافق اُس سے قیمت لے لیگا اور اگر اُسنے دوسرے شریک کو وکیل صریح نہین بنایا تھا تو وہ کُل اسباب اُسی کا ہو جاویگا جسنے خریدا ہے اور شرکت مفاوضہ اور عنان کے
دونون شریکون مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال مشترک کو بطور بضاعت ف یعنی کُل نفع اپنا ٹھہرا کر ص کسی کے حوالے کرے یا امانت رکھے یا مضاربت پر دیوے
یا کسی کو وکیل کرے اور ہر ایک کے ہاتھ مین مال بطور امانت کے ہوگا یعنے اگر بغیر اُسکی زیادتی کے ہلاک ہو جاوے تو اُسپر ضمان نہوگا تیسری قسم شرکت عقد کی شرکت صنائع
اور تقبل ہے اسکی صورت یہ ہے کہ دو کاریگر مثلاً دو درزی خواہ ایک درزی اور ایک رنگریز اس شرط پر شریک ہون کہ دونون مشترک کام کیا کرین اور مزدوری
جو کچھ ملے اُسکو دونون برابر بانٹ لیا کرین یا کام دونون برابر کرین لیکن مال اُجرت ایک کو دو تہائی ملے اور ایک کو ایک تہائی اور امام شافعیؒ کے نزدیک شرکت
جائز نہین اور امام مالکؒ کے نزدیک جب عمل متحد ہو تو جائز ہے اور مختلف ہو تو نہین جائز اور اس شرکت مین اگر ایک شخص کوئی کام منظور کر لیگا وہ دونون کو
کرنا لازم ہوگا تو کام دینے والے کو ہر ایک سے مطالبہ پہونچتا ہے کام کا اور اسیطرح ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ کام دینے والے سے اُجرت طلب کرے اور جو کام دینے والا ایک کو
اُجرت دیدیوے تو بری ہو جاویگا اور جو کمائی ہووے وہ دونون مین مشترک ہو گی اگرچہ کام ایک ہی کرتا ہو چوتھی قسم شرکت عقد کی شرکت وجوہ ہے اسکی
صورت یہ ہے کہ دو شخص بدون مال کے شریک ہون اسطرح کہ اپنے اعتبار سے مال خریدین اور بیچین یعنی لوگون سے جان پہچان ہونیکی جہت سے مال بطور
قرض خریدین اور بیچین اور نقد کچھ نہ لگاوین اور اصل قیمت حوالے مالک کے کرکے باقی جو کچھ بڑھے اُسکو بانٹ لین اور اسمین ہر ایک دوسرے کا وکیل
اور کفیل ہوتا ہے اگر یہ بطور مفاوضہ ہو اور فقط وکیل ہوتا ہے اگر بطور عنان ہو پھر اگر نصفا نصفی کے اقرار سے مال خریدین یا ایک تہائی ایک کو اور دو تہائی
دوسرے کے لیے اسطرح پر لین تو نفع بھی اسیطرح ہوگا اور زیادتی کی شرط باطل ہوگی اسلیے کہ نفع غیر مضمون کا جائز نہین یعنے اگر آپس مین اقرار کرین

سلہ یعنے صورت مذکورہ مین بسبب تلف ہونے مال ایک کے شرکت باطل ہو گی اور وکالت جو ضمن شرکت ثابت تھی وہ بھی باطل ہو گی پس بعد تلف مال ایک کے جو دوسرا خریدیگا اُسمین جسکا مال تلف ہوا ہے شریک نہ ہوگا ان

کہ مال آدھون آدھ خرید ینگے تو نفع بھی نصفا نصف ہوگا **فصل** شرکت نہین جائز ہی لکڑیان لانے اور گھانس جمع کرنے اور شکار کرنے مین تو جسنے جو کچھ کسب کیا ہوا اسی کا ہوگا اور جس چیز کو دونون نے ساتھ لیا ہو تو وہ آدھی آدھی اُنکو ملیگی اور جو ایک نے حاصل کیا لیکن دوسری نے مدد کی جیسے ایک نے گھانس کھودی اور دوسرے نے اکھٹا کی تو گھانس کھودنے والے کی ہوگی اور مدد کرنے والے کو اُسقدر مزدوری اچھی ملیگی جتنا اُسنے کام کیا جسقدر اجرت ہو گرچہ اجرت قیمت کے برابر یا زیادہ ہو امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس چیز کی آدھی قیمت سے زیادہ اُسکو مزدوری نہ دینگے اور اسیطرح جائز نہین شرکت پانی کھینچنے مین مثلاً ایک کا خچر تھا اور دوسرے کی پکھال ور پانی ایک نے کھینچا تو اجرت سب کھینچنے والے کو ملیگی اور اُسپر کرایہ پکھال یا خچر کی اُجرت مثل لازم ہوگی **ف** یعنی سقا اگر خچر اُسکا تھا اور پکھال دوسرے کی تو پکھال کی اُجرت دینی ہوگی اور اگر پکھال اُسکی اور خچر دوسرے کا تھا تو خچر کی اُجرت اُسکو دینی ہوگی **ص** اور جس صورت مین کہ شرکت فاسد ہو جاوے تو نفع مال کی مقدار پر ہوگا مثلاً شرکت مین کچھ روپے ایک شریک نے زیادہ ٹھہرا لیے تو شرکت فاسد ہوگی اور نفع بقدر مالک کے ہوگا تو مال شرکت اگر آدھون آدھ تھا تو نفع آدھا آدھا ملیگا اور شرط زیادہ کی باطل ہوگی اور شرکت دونون شریکون مین سے کسی کے مرجانے سے یا مرتد ہوکر دارالحرب مین ملجانے سے جب قاضی حکم اُسکے ملنے کا کردے باطل ہو جاتی ہے اور چاہیے کہ کوئی دونون شریکون مین سے دوسرے کے مال کی زکوٰۃ بدون اُسکی اجازت کے نہ دے پس اگر ہر ایک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کی اجازت دیدی اور دونون نے ایک ساتھ ادا کی تو ہر ایک دوسرے کے حصے کا ضامن ہوگا[1] اور جو ایک نے آگے اور دوسرے نے پیچھے دی تو پچھلے ہی کو اوّل شخص کے حصے کی زکوٰۃ کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ اوّل کے ادا سے واقف نہو اور صاحبینؒ کے نزدیک جب اوّل کی ادا سے واقف نہو گا تو ضامن نہوگا اور جو مفاوضت مین دو شریکون مین سے ایک نے دوسرے کو صحبت کرنیکے لیے ایک لونڈی خریدنے کی اجازت دی اور اُسنے اُس اجازت کے بموجب لونڈی خریدی اور مال مشترک مین سے اُسکی قیمت دی تو یہ لونڈی اُس خریدنے والے کی ہوگی بدون عوض کے یعنی نصف قیمت لونڈی کی اپنے شریک اجازت دینے والے کو نہ دینی پڑیگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دینی پڑیگی

اور بائع لونڈی کی قیمت ہر شریک سے لے سکتا ہے

ص کتاب الوقف

وقف کہتے ہین اُسکو کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنی مِلک مین روک رکھے اور اُسکا نفع خیرات کردے جیسے عاریت مین ہوتا ہے **ف** اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور دلیل اُنکی یہ ہے کہ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھون نے سُنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اُتری سورہ نسا اور اُترے اُسمین فرائض کہ منع کیا آپنے حبس سے روایت کیا اسکو طحاویؒ نے شرح معانی الآثار مین اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور اسناد مین اسکی عبداللہ بن لہیعہ اور بھائی اُسکا دونون ضعیف ہین اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے موقوفاً حضرت علیؓ پر کہ کہا اُنھون نے نہین حبس ہے فرائض سے اللہ تعالیٰ کے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ نہین ہے کوئی مال کہ روکا جاوے بعد موت مالک کے قسمت سے درمیان ورثہ کے اور فرائض سے مُراد حصے ہین ورثہ کے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے شریحؓ سے کہ کہا اُنھون نے آئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بیچنے تھے روکی ہوئی چیز کو اور نکالا اسکو بیہقیؒ نے اور تفصیل اسکی فتح القدیر مین ہے **ص** اور صاحبینؒ کے نزدیک وقف اسکو کہتے ہین کہ روک رکھنا کسی چیز کا اللہ تعالیٰ کی مِلک مین **ف** اور دلیل اُنکی روایت ہے حضرت عمرؓ کی کہ کہا واسطے اُنکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ رکھتے تھے وہ وقف کرنے کا ایک زمین کے کہ تصدق کردے اُسکو نہ بیچی جاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ میراث ہووے روایت کیا اسکو امام محمدؒ نے باسناد صحیح اور صحاح ستہ والون نے **ص** اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے تو امام صاحبؒ کے مذہب کے موافق اگر کسی نے وقف کیا کسی چیز کو فقیرون پر یا سقایہ مثل حوض وغیرہ کے یا مسافرخانہ واسطے مسافرون کے یا قافلہ اُترنے کا مکان بنایا یا اپنی زمین کو مقبرہ کردیا تو مِلک وقف کرنے والے کی اُس سے نہ جاوے گی اگرچہ اُسکو

[1] یعنے کل مال مشترک کی زکوٰۃ دونون نے ادا کردی ۱۲ عبدہ [2] اور دلیل دونون کی ہدایہ اور اصل مین مذکور ہے ۱۲ عبدہ

موقوف کیا ہو موت پر مثلاً کہے کہ اگر مین مرجاؤن تو وقف کیا اُسکو صحیح قول یہی ہے ف اور ایک روایت مین امام سے ملک جاتی رہیگی ص مگر یہ کہ حاکم اُسکی
ملک جاتی رہنے کا حکم کردے یا مسجد بنا دے اور راستہ اُسکا جدا کردے اور لوگون کو اُسمین نماز پڑھنے کی اجازت دیدے اور ایک شخص بھی اُسمین نماز پڑھ لے
تو ملک اُسکی جاتی رہیگی اگرچہ اُس مسجد کے تلے ایک تہ خانہ ہو جو مسجد کے امور کے واسطے بنایا گیا ہو اختلاف ہے اسمین کہ کسطرح مکان مسجد ہو جاتا ہے
پس امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط یہ کہدینا کہ مینے اسکو مسجد بنایا کافی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ضرور ہے کہ اُسمین جماعت سے نماز پڑھی جاوے اور امام اعظمؒ کے
نزدیک نماز ایک شخص کی بھی کافی ہے اور جو مسجد بناکر اُسکے نیچے تہ خانہ اور کامون کے لیے بنایا یا اپنے گھر کے اندر مسجد بنائی اور اُسمین اذن نماز کا دیا تو وہ
ملک سے اُسکی نہ جاویگی ف تو بیچنا اُسکا درست ہوگا اور اُس سے ترکہ دوسرے وارثون کو پہونچے گا یعنی وقفی مسجد کے حکم مین نہوگی ص اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک
ملک وقف کرنیوالے کی فقط زبان سے کہنے سے کہ مینے اسکو وقف کیا جاتی رہتی ہے اسلیے کہ تسلیم شرط نہین واسطے لزوم وقف کے اُنکے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک
جب جاتی ہے کہ اُسکو متولی کے سپرد کردے اور وہ اُسپر قبضہ کرلے تو درست ہے وقف مُشاع کا یعنی ایک تہائی یا نصف زمین کا بغیر تعیین کے جب کہ وہ قسمت کی
صالح ہو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور فتویٰ اسی پر ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہین ہے اور اگر وقف کیا مُشاع کو ایسی چیز مین کہ وہ قابل قسمت کے نہو تو جائز ہے
سب کے نزدیک مگر مسجد اور مقبرے مین جائز نہین اور اگر واقف وقف کے پیداوار کو اپنی ذات کے واسطے کرے یا وقف کی ولایت اپنی طرف کرے کہ متولی خود رہے
تو درست ہے ف امام ابی یوسفؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک درست نہین دلیل ابو یوسفؒ کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے تھے اپنے صدقہ سے اور
یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی لیکن روایت کیا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھلاتے تھے صدقہ فطر مین سے اپنے اہل کو موافق دستور کے
اور بھی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو خرچ کرے مرد اپنی ذات اور اہل اور اولاد اور خادم پر تو وہ صدقہ ہے واسطے اُسکے روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ
نے مقدام بن معدی کرب سے اور روایت کیا اسکو نسائی نے کہ جو کھلاوے تو اپنے نفس کو تو وہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور نکالا اسکو حاکم اور دارقطنی اور طبرانی نے
بہت سے طرق سے اور الفاظ مختلفہ سے لیکن اگر وہ خیانت کرتا ہو تو موقوف کو اُسکے ہاتھ سے نکال لینا چاہیے اگرچہ اُسنے شرط کرلی ہو کہ موقوف کو میرے ہاتھ سے
نہ نکالین کنز ص اور جو کسی نے شرط کی زمین کے وقف کرتے وقت کہ جب چاہون اس زمین کے بدلے اور کو وقف کردون تو جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسلیے
کہ بدل دینا وقف کا بدون شرط کے بھی جائز ہے جب زمین موقوف خراب ہو جاوے اور اسپر فتویٰ نہین دیا جاویگا کیونکہ اسمین بہت طرح کے فساد ہوتے ہین اور
ہمنے دیکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے ظالم حاکم اکثر مسلمانون کے وقفون کو اس حیلے سے باطل کر دیتے ہین ف تو اب فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر چاہیے کہ شرط باطل ہے
اور وقف جائز ہے ص اور یہ بھی ضرور ہے کہ وقف کی صورت انجام کو ایسی کردے کہ وہ منقطع نہ ہوجاوے بلکہ جاری رہے ف مثلاً اگر خاص لوگون پر وقف کرے
جنکا کسی زمانے مین نہونا ممکن ہو تو یہ کہدے کہ ان لوگون کے نہ رہنے کے بعد وقف کے فقیرون یا علما کو اُسکا نفع پہونچے تاکہ ہمیشہ وقف جاری رہے ص اور امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک بغیر اس کہنے کے وقف صحیح ہو جاویگا اور جب وہ لوگ جنپر وقف کیا ہے نہون تو فقیرون پر صرف کیا جاویگا اور صحیح ہے وقف عقار کا ف یعنی
غیر منقول کا جیسے زمین ص نہ منقول کا ف امام صاحبؒ کے نزدیک ص اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے وقف کرنا اُن اشیاء منقولہ کا جنکے
وقف کرنے کا معمول ہو جیسے تبر اور پھاوڑا اور بسولا اور آرہ اور تابوت اور اُسکے کپڑے اور ہانڈی اور دیگچی اور مصحف اور اسی پر عمل ہے اکثر
شہرون کے فقہا کا ف وقف غیر منقول کا اسواسطے جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے وقف کیا اُسکا جیسے حضرت عمرؓ نے
ایک زمین کو اور زبیر بن عوامؓ نے ایک گھر کو روایت کیا اسکو ابراہیمؒ نے کتاب غریب الحدیث مین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمین کو

ف ل اختلاف لزوم وقف مین ہے امام صاحبؒ کے نزدیک غیر لازم ہے اور جب تعلیق وقف کی موت پر کرے تو اُسمین دو روایتین ہین امام صاحبؒ سے ایک روایت مین لازم ہوتا ہے اور ایک مین نہین لازم اور صاحبینؒ
کے نزدیک ہر صورت مین وقف لازم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اصل اسمین وقف ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے کعبے کو کذا فی الاصل ۱۲

واسطے مسافرون کے روایت کیا اسکو بخاریؒ نے اور وقف منقول کا امام محمدؒ کے نزدیک اسواسطے جائز ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خالدؓ نے روک دیا اپنی زرہون کو اور گھوڑون کو خدا کی راہ مین روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے زیادہ کیا صاحب ہدایہ نے کہ روک رکھا طلحہؓ نے زرہون کو اپنی اللہ کی راہ مین اور گھوڑون کو ص اور جب وقف صحیح ہوا تو بعد اُسکے کسی کی ملک مین نہ آویگا اور وہ جو بعض متاخرین نے جائز رکھا بیع وقف کو جب خراب ہو جاوے اور گرنے لگے واسطے عمارت کرنے باقی کے تو اصح یہ ہے کہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ وقف بعد صحت کے ملک کو قبول نہین کرتا جسطرح حُریت کو قبول نہین کرتا اور مثل استبدال کے اسمین بھی فساد مشاہدہ ہوئے اور جائز ہے قسمت کر دینا مُشاع کا بعد وقف کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو جس شخص نے ایک زمین مُشترک کو وقف کیا تو نزدیک امام ابو یوسفؒ کے جائز ہے کہ اسکو بانٹ لے اپنے شریک کے ساتھ اور دوسرے شریک کے حصے سے اُسکو جُدا کر لے اور اگر اپنی ساری زمین مین سے آدھی کو وقف کیا تو قاضی اُسکو قسمت کر دے واقف کے ساتھ اور نہین جائز ہے قسمت وقف کی مصارف[۵۱] مین اور جو وقف کہ فقیرون پر ہو تو اُسکے محاصل کو اوّل اُسکی مرمت[۵۲] اور درستی مین صرف[۵۳] کرینگے گو واقف نے اِس بات کی شرط نہ کی ہو اور اگر موقوف کوئی مکان ہو اور ایک شخص معین پر وقف کیا ہو اور کہا ہو کہ بعد اُسکے فقیرون کے لیے ہے تو اُسکی تعمیر اُس شخص کے ذمے ہے اور اگر وہ مرمت نہ کرے یا مفلس ہو تو حاکم اُس مکان کو کرایہ دیکر زرِ کرایہ سے اُسکی تعمیر کرے اور بعد تعمیر کے پھر اُسی شخص کو دیدیوے اور اگر موقوف ٹوٹ جاوے تو اُسکی لکڑیان چونا وغیرہ اُسی کی تعمیر مین لگایا جاوے اگر ضرورت ہو ورنہ اُسکو رکھ چھوڑین وقت حاجت کے اُسکو صرف کرین اور اگر وہ قابل صرف کرنے کے نہ ہو تو اُسکو بیچین اور قیمت اُسکی موقوف کی تعمیر مین صرف کرین اور وقف کے مستحقون کو تقسیم نہ کرین[۵۴] فقط

[۵۱] اگرچہ واقف نے اپنی اولاد پر وقف کیا ہو اسواسطے کہ مستحقین موقوف علیہم کا حق منافع موقوف مین ہے نہ اُسکے عین مین ۱۲ عبدہ [۵۲] اسقدر مرمت و عمارت کہ موقوف اپنی اصل ہیئت و وصف پر قائم رہے جائز ہے اور اصل بناء پر زیادہ بنانا محاصل سے بدون اجازت مستحقین کے جائز نہین اسلیے کہ یہ حق اُنکا ہے کذا فی الہدایۃ وغیرہا ۱۲ عبدہ [۵۳] اسواسطے کہ قصد واقف کا یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ منافع موقوف کے مستحقون کو پہونچا کرین اور یہ بقاء شی موقوف پر موقوف ہے اور بقاء شی موقوف اُسکی اصلاح و مرمت پر کذا فی الہدایۃ ۱۲ عبدہ [۵۴] اسلیے کہ وہ جزو عین موقوف کا ہے اور مستحقین کا حق عین اور جزو عین موقوف مین نہین بلکہ فقط اُسکے منافع مین ہے پس اُنکو وہ چیز جسمین حق اُنکا نہین ہے نہ دیجاوے ۱۲ چلپی

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ المفضل المنعام ذی الجلال والاکرام والصلوٰۃ والسلام علی سید الانام محمد الذی ہو للانبیاء الامام وللاولیاء المقدام وعلی الہ الکرام ہداۃ الخلق الی الاسلام وعلی اصحابہ العظام دعاۃ الناس الی دار السلام اما بعد نسخہ جلدین اوّلین نور الہدایہ ترجمہ اُردو سے شرح وقایہ محشّی بحواشی مفیدہ منقولہ از نسخہ مطبوعہ مطبع نظامی کہ بتصحیح و تحشیہ مولانا الحافظ الحاج محمد عبد الغفار صاحب لکھنوی برادر اللہ مضجعہ و نور اللہ مرقدہ چھپا تھا حسب اجازت جدّا مجدم جناب محمد عبد الرحمن خان صاحب مغفور و مالک مطبع نظامی کے بعد نظر ثانی مصحح موصوف مطبع رزاقی واقع کانپور مین حسب ایمائے تاجر ذی وقار ذو العز والافتخار جناب حاجی مولوی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ محلہ خلاصی ٹولہ نمبر (۸۵) و جناب حاجی محمد عبد الصمد صاحب مہتمم مطبع و مالکان مطبع رزاقی سلمہا الباقی بماہ رمضان المعظم ۱۳۲۷ ہجریہ کو مطبوع ہوا اہل بصیرت کو مرغوب و مطبوع ہوا

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

از عنایت بےغایت پروردگار بعد نظرِ ثانی مصحح و محشی اوّل نسخہ ہذا العینی جناب مولانا الحافظ الحاج محمد عبد الغفار الصاحب الحنفی اللکھنوی دام فیضہ الجلی والخفی کتاب فیض نصاب

جلد سوم نور الہدایہ

ترجمہ

اردوی شرح وقایہ

بار ششم باجازت جدا مجدم جناب محمد عبد الرحمن خان صاحب مرحوم و مغفور

مالک مطبع نظامی واقع کانپور از اہتمام عاجز محمد عبد الصمد عفا عنہ اللہ الاحد

مطبع رزاقی واقع کانپور مطبوع گردید

فہرست جلد سوم نور الہدایہ ترجمہ اردو ئے شرح وقایہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب البیع

بیع کہتے ہیں مال سے مال بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول سے دونوں ماضی کے صیغے سے ہوں ف جاننا چاہیئے کہ حلال ہونا بیع کا کلام اللہ سے
ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی احمد نے مسند میں
اور بزار نے رفاعہ بن رافع سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ کون سا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کھانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور ہر بیع خرید و فروخت جو
بھلی ہو صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت کی ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہ سوداگروں کے تحقیق کہ خرید و فروخت
میں لغو اور قسم ہوتی ہے تو ملا دو اسکو صدقے سے یعنی بیع میں اکثر بیکار باتیں و جھوٹی قسمیں ہوا ہو جاتی ہیں تو اس گناہ کے اٹھانے کے لئے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہو گیا اسپر اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بیع جائز ہو کیونکہ آدمی محتاج ہے کپڑے کا گھر کا اور اگر کہا جائے کہ ہل کا
جوتنا پھر اسمیں بیج بونا پھر اسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب آدمی کی ذات سے [illegible] تو اس کا گزر نہ
ہو سکیگا اور اسیطرح کپڑے میں روئی کے درخت بونا اور اسمیں سے روئی نکالنا اور کاتنا اور بننا یہ سب کام اس کی ذات خاص سے ممکن نہیں اسواسطے خریدنا اپنی حاجت روائی
کے لئے کچھ خرید کرے اور کچھ اسباب [illegible] کیونکہ اگر خرید نہ ہوتی تو یا دوسرے کی چیز کو زبردستی چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا صبر کر بیٹھ رہتا اور یہ طرح خرابی ہے کذا فی الفتح اور دونوں مال
مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز مال نہیں ہے مثلاً شخص آزاد یا گوشت کی بیع جائز نہیں اور ایجاب کہتے ہیں اس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول [illegible] دوسرا
کہے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا میں نے بیچا بعد اسکے مشتری نے کہا میں نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے مشتری نے کہا میں نے خریدا
بعد اسکے بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں لفظ ماضی کے صیغے ہوں یعنی [illegible] ثبوت پر دلالت
کریں تو اگر مشتری نے صیغہ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا تو اب بیع صحیح نہ ہوگی جب تک پھر مشتری نہ کہے خریدا میں نے [illegible] اور رضامندی
کی قید بیع میں اسواسطے نہ لگائی کہ بیع مکرہ کی یعنی جسپر زبردستی کیجاوے مال بیچنے پر منعقد ہے ف اور اس کا بیان کتاب الاکراہ میں آوے گا [illegible]

ف۱ بائع کہتے ہیں بیچنے والے کو اور مشتری خریدار کو اور مبیع اس شے کو جو بیچی جائے اور ثمن قیمت کو ۱۲ منہ ف۲ یعنی موافق احکام شرعیہ کے ہو ۱۲
ف۳ یہ اشارہ ہے کتاب فتح القدیر سے ۱۲

اور بھی بیع جائز ہو جاتی ہے اسطرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اٹھا کر دیدے اور مشتری دام اُسکے حوالے کرے اور زبان سے کچھ نہ کہیں اور اِسکو بیع تعاطی کہتے ہیں
اور جائز ہے یہ عمدہ نفیس چیزوں میں اور ذلیل چیزوں میں بھی اور کرخیؒ کے نزدیک یہ بیع یعنی ذلیل چیزوں میں جائز ہے اور عمدہ نفیس چیزوں میں جائز نہیں
ف ذلیل چیزیں ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھانس وغیرہ اور نفیس بھاری قیمت کی چیزیں جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ ص اور بیع تعاطی میں شرط ہے
کہ دونوں جانب سے ہووے اور بعضوں کے نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہووے تو بھی جائز ہے جیسے گیہوں کا نرخ کیا اور مشتری کے پاس کوئی ظرف تھا
کہ اُسمیں گیہوں رکھکر لیجاوے اور بعد اُسکے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہوں اٹھا لیگیا ف تو اس میں تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی ص یا پوچھا
کہ گیہوں کیونکر بیچتا ہے تو اُس نے کہا ایک پیمانہ ایک درہم کو اور وہ پانچ پیمانے تلوا کر لیگیا تو یہ بیع ہو گئی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہونگے ف تو اسمیں تعاطی صرف
بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی میں بہرحال شرط ہے کہ کسی جانب سے نارضامندی ظاہر نہ ہو مثلا اگر مشتری نے روپیے دیدیے اور خربزے اٹھائے لیتا ہے اور بائع
کہتا ہے کہ میں اِس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہ ہوگی در مختار ص پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اُسکو اُسی مجلس میں ف یعنی مجلس ایجاب
میں اسواسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنیسے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا
کذا فی البحر طحطاوی میں لکھا ہے کہ مجلس سے وہ مراد ہے جسمیں وہ قول اور فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ ہو جو ایجاب کو فوت
کردیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہو کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاویگی تو ایجاب کو باطل ہو جاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست
متحد رہے نہر ص یعنی کل مبیع کو ساتھ کل قیمت کے لیوے یا کل کو چھوڑ دے مگر جب کئی چیزیں ہوں اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے
تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا ہے تو ایجاب کرنیوالا اگر پھر گیا یا کوئی اُس مجلس سے کھڑا ہوگیا تو ایجاب باطل ہو جاویگا
ف اسواسطے کہ کھڑا ہو جانا دلیل ہے نہ لینے کی ص اور جب ایجاب و قبول دونوں پائے گئے تو بیع لازم ہوگئی اب کسی کو اختیار نہیں مگر خیار عیب یا خیار رویت
ف یعنی جب ایجاب و قبول ان شرائط کے ساتھ حاصل ہوا تو بیع لازم ہوگئی اب لینے کا اختیار مشتری کو نہیں رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار نہ رہا سوا اختیار
عیب یا رویت کے کہ ان دونوں کا بیان آگے آویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد ایجاب قبول کے خیار مجلس ہر ایک کو رہتا ہے جب تک مجلس نہ بدلے دلیل شافعیؒ
کی وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیع و فروخت کریں دو مرد تو ہر ایک اختیار رکھتے
ہیں جب تک کہ جدا نہوں اور تاویل کی اسکی ابراہیم نخعیؒ نے ساتھ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود یعنی اے
ایمان والو پورا کرو عقدوں کو اور بیع بھی عقد ہے قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالیٰ کا واشہدوا اذا تبایعتم یعنی گواہ کرو جب باہم بیع کرو تو اس آیت میں حکم ہوا
مضبوطی بیع کا ساتھ گواہی کے اور بیع صادق آتی ہے بعد ایجاب و قبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہو تو ان آیتوں کا ابطال ہوتا ہے فتح دوسری دلیل
امام صاحب کی یہ ہے کہ جابرؓ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اُسکا ترمذیؒ نے کیونکہ اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ بعد بیع خیار مدام ثابت نہیں ہوتا ص اور دام اگر سامنے ہوں کہ مشتری اُسکی طرف اشارہ کردیوے تو ضرورت بیان شمار اور وصف کی نہیں اور اگر اشارہ
نہ کرے تو اُسکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیئے ف یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہووے اور مشتری اشارہ کردے کہ میں ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہوں
تو ضرورت بیان اُسکے تعداد اور اوصاف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو اُن کی تعداد کہ دس روپیے اور اوصاف یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری مثلا بیان کرنا ضرور

ص اور درست ہو نقد داموں بیچنا اور اُدھار بیچنا بشرطیکہ اُدھار کی مدت معلوم ہووے ف مثلاً کہدیوے کہ ایک ماہ میں اسکے روپے میں دونگا اسواسطے کہ مدت اگر
معلوم نہو گی تو مشتری اور بائع میں جھگڑا ہوگا بائع دام جلدی طلب کریگا اور مشتری دیر میں دیگا اور دلیل اسکے جواز کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالیٰ کا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا
مطلق ہے اسمیں یہ قید نہیں کہ دام نقد دیوے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کردی اسکے پاس زرہ
اپنی ص اور اگر بیع میں دام کے اوصاف ذکر نہ کیئے ف مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہیں یا دمشقی ص تو اگر اس دام کی سب قسمیں قیمت میں برابر ہیں تو جونسی قسم چاہے
دیدیوے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہے تو جسکا رواج زیادہ ہووے وہ دینا پڑیگا اور اگر رواج میں برابر ہوں اور قیمت میں مختلف تو بیع فاسد ہو جاویگی مگر جو مقرر
کردے ایک قسم کو ف اسواسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہوگی بائع اُس قسم کا درہم مانگیگا جو قیمت میں زیادہ ہو اور مشتری کم قیمت کا دیگا
ص اور جائز ہے بیع کھانے کی چیزوں کی جیسے گیہوں وغیرہ پیمانے میں ناپ کر اور ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے ہو ف مثلاً غلہ عوض میں روپیہ یا اشرفی یا پیسوں
کے بیچے یا گیہوں بدلے میں چانول کے یا جو کے اور اگر ایک جنس سے ہو مثلاً گیہوں بدلے میں گیہوں کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ اسمیں احتمال ہے زیادتی
کا اور زیادتی اسمیں بیاج ہے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامت سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی
بدلے چاندی کے اور گیہوں بدلے گیہوں کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر ہاتھوں ہاتھ دیکر اور اُسی وقت لیکر اور خلاف
جنس میں اسکا احتمال نہیں کیونکہ اسی حدیث عبادہ میں ہے کہ جب قسمیں بدل جاویں تو جس طرح چاہو بیچو گذشت ص اور ایک برتن خاص یا میں باٹ نا تپا تول کر
بیچنا درست ہے اگرچہ اُسکا اندازہ معلوم نہو ف اور اگر اناج کا ڈھیر صاع صاع بیچے ایک ایک درہم ڈھیر اگر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہوگی مگر جب جتنے
صاع ہیں سب کا ذکر کر دیوے ف مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے یہ ڈھیر اناج کا کہ دس صاع ہے ہر صاع بدلے میں ایک درہم کے ف اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں
کل ڈھیر میں بیع جائز ہو جاویگی اور صاع ایک پیمانے کا نام ہے جسمیں قریب پونے چار سیر اناج کے سماتا ہے اسی روپے کے سیر سے ص اور اگر بکریوں کا گلہ یا کپڑے کا
تھان ہر بکری یا گز بیچے درہم ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہوگی ف یعنی ایک بکری اور ایک گز کی بھی صحیح نہوگی اسواسطے کہ یہاں افراد بکری کے متفاوت ہیں کیونکہ
مشتری موٹی بکری لیگا اور بائع دبلی دیگا بخلاف اناج کے کہ وہاں سب دانے برابر ہیں اور صاحبین کے نزدیک اسمیں بھی جائز ہے اور یہ سب اسی تھان میں
ہے جس میں ایک گز جدا کرنا موجب نقصان کا ہووے اور جو نہ ہووے تو امام صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگی بیع ص اور یہی حکم ہے معدود متفاوت میں
ف یعنی جو چیزیں شمار کر کے بیچی جاتی ہیں اور افراد اُنکے بڑائی چھوٹائی میں مختلف ہیں جیسے خربزہ انار وغیرہ ص اور اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہکر کہ
سو صاع ہیں سو درہم کے اور وہ نکلا ننانوے ۹۹ نکلے تو مشتری چاہے ننانوے ۹۹ درہم دیکر لے لے یا راضی نہو تو واپس کردے اور جو سو سے زیادہ نکلیں تو وہ
بائع کا ہے اسواسطے کہ اُس نے صرف سو صاع بیچے تھے اور اگر ایک کپڑے کے تھان کو اسطرح بیچا ف یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہے دس روپے کا ص اور وہ ایک
گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان دس روپے کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہے اور بائع کو اختیار نہیں کہ اپنا بیچا ہوا واپس لے
اور فاسد نہ ہو ف اور مشتری کو یہ نہیں پہنچتا کہ نو کو لے لیوے اور دلیل اس کی اصل کتاب میں مذکور ہے ص اور اگر تھان کی قیمت میں یہ فی گز دام کہدیا کہ
یہ دس گز ہے دس روپے کو فی گز ایک روپیہ کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہنچتا ہے کہ چاہے نو روپے کو لے لیوے یا واپس کر دیوے اور اگر
اگر زیادہ نکلا ف مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپے کو لے سکتا ہے اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو لے سکتا ہے اور دونوں صورتوں میں مشتری کو اختیار ہے
فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اُس کا حکم آگے آتا ہے ص اور اگر ایک گھر سو گز کا ہے اُس میں سے دس گز زمین بیچی جسکی جگہ
معلوم نہووے تو بیع فاسد ہے اور اگر مکان کے سو حصے ہوں اُس میں سے دس حصے بیچے تو جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں درست ہے
ف اور دلیل سبکی ہدایہ میں مسطور ہے ص اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر بیچی کہ اس میں دس تھان ہیں اور اُس میں کم زیادہ نکلے تو دونوں صورتوں میں

بیع فاسد ہی اور اگر اسی صورت مین اگر ہر ہر تھان کے دام کہدے تو جب دس سے کم نکلین بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہی چاہے حصہ رسد دام دیکر لے لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلین تو بیع فاسد ہوگی اسلئے کہ اس صورت مین معلوم نہین کہ دس تھان جو بکے ہین کون سے ہین اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہی ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو لے لیوے بغیر اختیار کے ف یعنی اسکو پھیرنے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اس زیادتی مین مشتری کا نفع ہی کچھ نقصان نہین ص اور اگر ساڑھے نو گز نکلا تو نو روپے کو لے لیوے اگر چاہئے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین گیارہ روپے کو لے لیوے اور دوسری صورت مین دس کو اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین ساڑھے دس روپے کو اور دوسری صورت مین ساڑھے نو کو لے لیوے ف درمختار مین لکھا ہی کہ فتوے امام صاحب کے قول پر ہی لیکن بہت سے علما نے بلحاظ عرف کے قول امام محمد کا اختیار کیا ہی اسواسطے قاضی کو اختیار ہی جس روایت پر فتوے دے ہو سکتا ہی ص اور صحیح ہی بیچنا گیہون کا بالی مین ف اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول مین ناجائز ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے سے گیہون کے بالی مین یہانتک کہ سفید ہو جاوے اور محفوظ ہو جاوے آفت سے روایت کیا اسکو جماعت نے سوا بخاری کے ص اور اسی طرح باقلے اور چانول اور تل کا چھلکون مین اور اسی طرح اخروٹ اور بادام اور پستے کا پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین اور امام شافعی کے نزدیک درست نہین اور دوسرے چھلکون مین یعنی اندر کے پوست مین بالاتفاق جائز ہی اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کار آمد ہو گیا ہو یعنی کھانیکے قابل ہو گیا ہو یا نہوا ہو درست ہی اور مشتری پر اسی وقت اس کا توڑ لینا واجب ہی ف اور دلیل اسکی فتح القدیر مین مذکور ہی ص اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی کہ مین ان پھلون کو درخت پر رہنے دونگا تو بیع فاسد ہوگی جیسے پھل درخت پر بیچے اور کچھ رطل بیچ سے نکال لیے ف مثلا یہ کہا کہ مین پھل اس درخت کے بیچتا ہون مگر چار سیر ان مین سے لے لونگا اُن کو نہ بیچونگا تو یہ بیع ناجائز ہی اور ہدایہ اور درمختار مین ہی کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہی اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ حدیث جابر مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مین کچھ نکال لینے سے مگر یہ کہ معلوم ہو وے یعنی معین کر دے کہ اسمین سے اسقدر نہین بیچونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے ص اور بیع مین مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اسباب کی بائع پر ہی اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہی ف اور ایک روایت مین روپیہ پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہی لیکن صحیح اول ہی خلاصہ ص اور اگر اسباب کو بدلے مین روپے اشرفی کے خریدا تو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالے کرے بعد اسکے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے مین اسباب کے یا روپے اشرفی کو بدلے مین روپے اشرفی کے خریدا تو دونون کو حکم ہوگا کہ سا تھ ایک دوسرے کو دیوین

باب الخیار

ف یعنی جا کر بیچنے کے بیان مین خواہ بائع کو اختیار رہو یا مشتری کو یا دونون کو ص بائع اور مشتری دونون کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہی اور اس سے زیادہ کا درست نہین ف اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی ایک مدت معلومہ تک برابر ہی کہ تین دن کی ہو وے خواہ ایک مہینے کی یا ایک برس کی اور اس اختیار کو خیار الشرط کہتے ہین دلیل امام صاحب کی وہ حدیث ہی جس کو روایت کیا دارقطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاری دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت مین تو فرمایا واسطے ان کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہین فریب ہی اور مجھے اختیار ہی تین دن تک اور روایت کی عبد الرزاق نے ابان بن ابی عیاش سے انھون نے انس سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ

اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہی لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہی بلکہ مردود صالح ہی
اور روایت کی دارقطنی نے نافع رض سے انہون نے ابن عمر رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہی اور اسکی اسناد مین احمد بن میسرہ متروک
الحدیث ہی اور صاحبین رح کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ ابن عمر رض نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث مین نشان نہین ملتا ص تو اگر
بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحب رح اور زفر رح کے نزدیک بیع فاسد ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی پھر اگر تین دن کے اندر انھون نے
اجازت دیدی ف یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا ص تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفر رح کے نزدیک جائز نہوگی ف اور فتوی امام صاحب کے
قول پر ہی ص اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن تک دام نہ دونگا تو بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور چار دن کی اگر قید لگا دیگا تو درست نہوگی نزدیک شیخین رح
کے اور امام محمد رح کے نزدیک درست ہوگی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاویگی مسئلہ
بائع کا اختیار شی مبیع کو ملک بائع سے نہین نکالتا بلکہ وہ شی مدت خیار تک بائع کی ملک مین رہتی ہی تو اگر بائع کے اختیار کی صورت مین وہ شی مشتری کے
پاس تلف ہو گئی تو مشتری پر قیمت اس شی کی لازم آویگی نہ ثمن ف ثمن اسکو کہتے ہین جو درمیان بائع اور مشتری کے ٹھیری ہو اور قیمت جو اس کا
نرخ بازار ہووے مثلا ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپیہ کو خریدا تو چار روپیہ ثمن ہوے اب بازار مین اسکی قیمت تین حال سے خالی نہین یا چار روپیہ
ہین یا کم و بیش اول صورت مین ثمن اور قیمت مقدار مین مساوی ہین اور دوسری صورت مین ثمن زیادہ اور قیمت کم ہی اور تیسری صورت مین ثمن
کم اور قیمت زیادہ ہی تو اس مسئلے کی مثال یہ ہی کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار
رکھا کہ اس عرصے مین چاہون تو کپڑا پھیر لون یا اس کی ثمن لے لون اور عمرو وہ کپڑا لیکر چلا گیا بعد اسکے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا عمرو کے پاس
تلف ہو گیا تو عمرو پر چار روپیہ ثمن کے لازم نہ آوینگے بلکہ جو کچھ اس کپڑے کی قیمت از روی نرخ بازار ہووے وہ دینا پڑیگی اسلیے کہ جب بائع نے خیار رکھا
تو وہ کپڑا اسی کی ملک مین رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہین اور مشتری اسکو بقصد خریداری لیگیا ہی اور اس مین قیمت لازم آتی ہی ص اور مشتری کو اگر خیار ہووے
تو وہ شی بائع کی ملک سے نکل جاتی ہی لیکن مدت کے اندر مشتری کی بھی ملک مین نہین آتی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بائع کی ملک سے نکلکر مشتری کی
ملک مین آجاتی ہی اس صورت مین اگر وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو گئی یا عیب دار ہو گئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی ف نہ قیمت ۱۲ تو حاصل کلام یہ ہی کہ اگر بائع کو
اختیار ہووے اور وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو جاوے تو اسکو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار ہووے اور وہ شی اسکے پاس تلف یا عیب دار ہو جاوے
تو ثمن دینی پڑیگی ص اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اس کے مالک سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحب کے نزدیک نکاح نہین فاسد ہوگا مدت خیار مین اسواسطے
کہ ان کے نزدیک جب مشتری کو خیار ہووے تو وہ شی ملک مین مشتری کے نہین آتی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ اس
لونڈی کا مالک ہو گیا اور اگر بعد خریدنے کے مدت خیار مین خاوند نے اس سے وطی کی اور وہ لونڈی ثیبہ ہی تب بھی پھیر سکتا ہی اور اگر بکر ہی تو نہین پھیر سکتا ہی
نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت مین نہین پھیر سکتا ف اور وجہ اسکی ظاہر ہی اور آگے اور اسکے مسائل بیان ہوتے ہین
وہ سب مبنی ہین اسی بات پر کہ خیار مشتری مین امام صاحب کے نزدیک وہ شی ملک مشتری مین نہین آتی اور صاحبین کے نزدیک ملک مین مشتری کے
آجاتی ہی ص اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اسکا قریب بخلاف یعنی ذو رحم محرم جس کا بیان کتاب العتاق مین ہو چکا

[illegible]

ص تو امام صاحب کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر میں کسی غلام کا مالک بنوں تو وہ آزاد ہے
اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحب رح کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک آزاد ہو جاویگا ف اگر یہ قسم کھائی تھی کہ میں
کسی غلام کو خرید دوں تو وہ آزاد ہے تو پھر خریدنے کے آزاد ہو جاویگا سب کے نزدیک ہدایہ ص اور جس لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار میں جو حیض اسکو آویگا
وہ استبرا میں شمار نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اسکو بائع پر رد کر دیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہوگا امام صاحب رح کے
نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک واجب ہوگا اور اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اسکے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار میں وہ جنی یعنی بچہ جنی تو امام
صاحب کے نزدیک وہ ام ولد نہوگی تو اسکو پھیر سکتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مشتری کی ام ولد ہو جاویگی تو اب نہیں پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری نے
ایک شے کو بشرط خیار خریدا اور اسپر قبضہ کیا اذن بائع سے بعد قبضے کے پھر وہی شے بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع کے پاس تلف ہوگئی مدت خیار میں
تو امام صاحب رح کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگا واسطے رفع ہونے قبضے کے بسبب رد کے اور ثابت نہونے ملک کے اور مشتری پر اسکی ثمن لازم نہ آویگی
اور صاحبین رح کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اسپر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد ماذون نے ف یعنی جسکو مولے نے اذن تجارت کا دیا ہو ص
ایک شے بشرط خیار خریدی بعد اسکے بائع نے ثمن اسکو معاف کر دیا تو امام صاحب رح کے نزدیک خیار اسکا باقی ہے یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دے اور صاحبین رح
کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور اگر ایک ذمی نے ایک ذمی سے شراب بیچی شرط خیار پر بعد اسکے خریدار مسلمان ہو گیا تو صاحبین رح کے نزدیک خیار اسکا
باطل ہو گیا یعنی اب اسکو پھیر نہیں سکتا ورنہ لازم آویگا تملیک خمر اور مسلم نہیں مالک ہوتا تملیک خمر کا اور امام صاحب رح کے نزدیک باطل ہو جاویگی بیع اس لیئے
کہ اگر بیع باقی رہے تو در صورت اسقاط خیار مالک ہوگا خمر کا مشتری مسلم اور مالک ہونا خمر کا مسلم کو جائز نہیں ہے یہ آٹھ مسئلے ثمرات اختلاف کے ہیں اور جس شخص کو
اختیار ہے وہ جائز اور تمام کر سکتا ہے معاملے کو اگرچہ طرف ثانی اس وقت حاضر نہو اور فسخ نہیں کر سکتا جب تک طرف ثانی حاضر نہو اور امام ابی یوسف
اور شافعی رح کے نزدیک فسخ بھی کر سکتا ہے اسکے حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اسنے فسخ کیا پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار میں طرف ثانی کو خبر فسخ
کی پہونچی تو معاملہ فسخ ہو جاویگا اور اگر مدت خیار میں اسکو خبر فسخ کی نہیں پہونچی تو معاملہ تمام ہو جاویگا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہو اور وہ
مر جاوے تو اسکے وارث کو بھی خیار رہے گا اور اگر اسکو خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ تھا اور وہ مر گیا تو اسکے وارث کو نہوگا ف خیار الشرط تو معلوم ہوا اور
خیار الرؤیۃ اسے کہتے ہیں کہ بن دیکھے ایک چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے پھیر دینے کا اور خیار العیب
یہ ہے کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع میں کوئی عیب نکلا تو اسمیں بھی پھیرنے کا اختیار ہوتا ہے اور خیار التعیین یہ کہ مثلاً دو غلاموں میں سے ایک کو خریدا
اس شرط پر کہ جو پسند آویگا ہر ایک کو لے لیوگا اور پھر وہ شخص مر گیا تو اسکے وارث کو بھی اختیار معین کر کے لینے کا باقی رہیگا ص اور اگر مشتری
دوسرے کیلئے اختیار کو شرط کرے ف مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کر لیگا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہوگی ص تو درست ہے اور اس صورت میں جو بیع کو جائز یا فسخ کریگا
درست ہوگا اور اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر دونوں کی باتیں معاً ہوویں تو بیع فسخ ہو جاویگی اور
اگر دو غلاموں کو ساتھ بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھے اختیار ہے تو اگر ہر ایک کی قیمت جدا گانہ بیان کر دی ہے اور جس غلام میں اختیار ہے اسکو معین کر دیا
تو بیع جائز ہے ورنہ فاسد ہے ف مثلاً قیمت جدا گانہ نہ بیان کی اور محل خیار معین نہ کیا یا قیمت جدا گانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نہ کیا یا محل خیار معین کیا

[illegible]

لیکن قیمت جدا گانہ بیان نہین کی ص اور اگر دو یا تین کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جس کو چاہیگا معین کر لیگا تین دن کے عرصے مین صحیح ہی اور جو شرط
معین کرنیکی نہین کی تو جائز نہین اور جو ایک کو چار کپڑون مین سے اسی شرط پر خریدا تو جائز نہین ف یعنی اگر چار کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر
کہ تین دن مین ایک پسند کر کے لے لونگا تو جائز نہین کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس استحسانا جائز ہوئی ہی کہ بغرض حاجت کے طرف دفع غبن کے اور تین کپڑون سے
حاجت مندفع ہو جاتی ہی اسواسطے کہ غالبا ایک عمدہ ہوگا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہین ہدایہ ص اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار لیکن اسکے
مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اس گھر کے بکا اور اس نے شفعہ کی راہ سے اسکو لیا تو دوسرے گھر کا لینا بطریق شفعہ رضامندی شمار کیا جاویگی پہلے
گھر کی خرید مین ف اسواسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نہ کرتا تو دوسرے گھر مین شفعہ کا دعوی کب ہو سکتا ہی ص اور اگر دو شخصون نے ملکر ایک چیز
مول لی بشرط خیار اور ایک ان مین سے راضی ہو گیا تو دوسرا بھی واپس نہین کر سکتا یعنی اسکا بھی اختیار جاتا رہا اسلئے کہ جو وہ پھیریگا تو مبیع عیب دار
ہو جاویگی بسبب شرکت اور اسمین ضرر بائع کا ہی اور اسی طرح خیار العیب اور خیار الرویۃ مین ف یعنی دو شخصون نے ملکر خریدا بعد اسکے عیب نکلا ایک راضی
ہو گیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہی پھیر نہین سکتا یا ان دیکھے دونون نے خریدا بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو بھی دوسرا جو ناراض ہی پھیر نہین سکتا
اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین جو ناراض ہی رد بیع کر سکتا ہی ص اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ نان پز ہی یا نویسندہ ہی اور اسکے
خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن سے لیوے یا پھیر دیوے اسلئے کہ یہ امور اوصاف ہین ان کے عوض مین ثمن مین نقصان نہ ہوگا

ص فصل خیار رویت کے بیان مین

ف یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان مین ص جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اسکا خرید لینا درست ہی اور جب اسکو دیکھے تو اختیار ہو جاتا ہی
اسی دامون کو خرید لیوے یا واپس کر دیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہو چکا ہو اس لئے کہ حق فسخ ہی ف اور اسکی کوئی مدت مقرر نہین تو جائز ہی
واسطے اسکے فسخ بیع تمام عمر تک ص جب تک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی فعل ایسا نہ کرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر ف
اور بعضون کے نزدیک موقت ہی بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھے اور فسخ پر قادر ہو پھر فسخ نہ کرے تو خیار ساقط ہو جاتا ہی لیکن صحیح اول ہی اور امام شافعی کے نزدیک یہ
خرید صحیح نہین ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دار قطنی نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز کو
کہ نہ دیکھا ہو اسکو تو واسطے اسکے اختیار ہی جب دیکھے اور اسناد مین اسکی عمر بن ابراہیم کردی ہی نسبت کیا گیا ہی طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا اسکو
امام ابوحنیفہ نے ہیثم سے انہون نے محمد بن سیرین سے انہون نے ابوہریرہ سے مثل اسکے اور بھی مؤید ہی اسکی وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے
مکحول سے مرسلا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جسکو نہین دیکھا تو اسکو اختیار ہی جب دیکھے اگر چاہے تو لے اور چاہے
تو ترک کرے اور حدیث مرسل حجت ہی اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب امام مالک اور احمد کا ہی ص اور اگر مشتری نے مبیع کو فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری
ہو جاویگا ف اور دیکھنے کے وقت اگر بیچنے والے کی اجازت دیگا تو جائز نہوگی اور جس شخص نے بیچا اپنی چیز کو بغیر دیکھے ہوئے تو اسکو اختیار نہین ہی ف اور پہلے
امام صاحب کا یہ قول تھا کہ بائع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی طحاوی نے اور بیہقی نے علقمہ بن ابی وقاص سے کہ طلحہ نے کچھ مال
حضرت عثمان سے خریدا تو کہا گیا عثمان سے کہ نقصان پایا تم نے اسمین کہا حضرت عثمان نے کہ مجھکو اختیار ہی اسواسطے کہ بیچا مین نے ایسی چیز جسکو
نہین دیکھا تو حکم بنایا ان دونون نے جبیر بن مطعم کو تو فیصلہ کیا انہون نے اسطرح پر کہ اختیار طلحہ کو ہی اور نہین اختیار ہی حضرت عثمان کو ص
اور خیار الرویۃ اور خیار الشرط دونون باطل ہو جاتے ہین جب کہ مبیع مشتری کے پاس تلف ہو جاوے یا مشتری اس شی مین ایسا

له حکم تعیین مشتری ہی جبکہ ثمن [illegible] بائع [illegible] خیار الرویۃ [illegible] باطل ہوتا ہی [illegible]

تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہو جیسے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اُس سے متعلق ہو جاوے جیسے بدون خیار کے اسکو بیچ ڈالے یا گرو رکھ دے
یا کرایہ میں دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہوں یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح خیار الشرط اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے
غیر کا حق متعلق نہو جاوے جیسے بشرط خیار اُسکو بیچے ف کیونکہ بیع بشرط خیار میں شے ملک بائع سے نہیں نکلتی ص یا بازار میں اُس کا نرخ کرادے یا کسی کو ہبہ
کر دے بدون تسلیم کے[۱] تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہونگے تب خیار باطل نہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہو جاویگا اور غلہ کے ڈھیر کو اوپر
اوپر ہی سے اور غلام کے منہ کو اور جانور کے منہ اور پیٹھ اور سرین کو دیکھنا اور تہ کیے ہوئے کپڑے کی اوپر کی تہ کو اگر اُسمیں نقش و نگار نہو دیکھ لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہو جاویگا اور اگر اُس کپڑے
میں نقش و نگار ہو تو جس جگہ نقش ہے اُسکا بھی دیکھنا ضروری ہے اسکے دیکھنے سے خیار ساقط ہوگا ف اور در مختار میں ہے کہ ہر کپڑے کو اندر سے دیکھنا کھول کر ضروری ہے
اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ص مشتری نے اگر کسی کو مول لینے کے لئے یا مبیع پر قبضہ کرنے کے لئے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے
سے بھی خیار ساقط ہو جاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے ف یعنی اگر مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پہونچا دے کہ قبضہ کر دیوے یا تسلیم کر دیگا
بائع سے اور اُسنے پیام پہونچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا اُسکا خیار کو ساقط نہ کریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا
تو اُسکے دیکھنے سے خیار ساقط ہو جاویگا اور ہدایہ میں ہے کہ اسپر اجماع ہے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا البتہ وکیل بالقبض میں اختلاف ہے اور فتاویٰ الاوطار
میں جو اختلاف وکیل خرید میں اور اتفاق وکیل بالقبض میں لکھا ہے بالکل سہو ہے ص اور اس زمانہ میں داخل دار یعنی گھر کا دیکھنا اندر سے ضروری ہے کیونکہ
زمانہ سابق میں جیسا بیان ہوا گھر کی یا درخت یا باغ کے باہر سے دیکھنا کافی ہوتا تھا اسواسطے کہ گھر اور باغ اُنکے یکساں تھے اور اب فرق ہو گیا ف
اور امام زفرؒ کے نزدیک فقط صحن دیکھنا بھی کافی نہیں بلکہ اسکے دالان کوٹھریاں کو بھی دیکھے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس زمانہ میں اور اسیطرح
حکم ہے باغ کا در مختار ص اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہے اور جب خریدے تو اسکو اختیار رہیگا اور اگر کوئی شے ٹٹول لیگا یا سونگھ لیگا یا چکھ لیگا تو خیار رویت کا
ساقط ہوگا اُن چیزوں میں جو ٹٹولنے یا سونگھنے یا چکھنے سے اُنکا حال معلوم ہو جاتا ہے ف جیسی بکری عطر حلوا ص اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے
تو اُسکا خیار ساقط ہوگا جب اُسکے آگے اسکے اوصاف بیان کر دیئے جاویں اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر ایسی جگہ میں کھڑا ہو جاوے کہ جہاں سے
بینا ہو اُسکو دیکھ لیتا تو خیار اُسکا ساقط ہوگا ف جب یہ بھی کہہ دے کہ میں راضی ہو گیا اور کہا حسن بن زیادؒ نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کر دیوا اور وہ
دیکھ لیوے اور یہی اشبہ زیادہ ہے قول امام صاحبؒ سے کیونکہ انکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ موکل کے ہے ہدایہ ص اگر دو کپڑوں میں سے ایک دیکھ کے
دونوں کو ساتھ خرید کیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونوں کو پھیر سکتا ہے نہ ایک کو جسکو نہیں دیکھا تھا اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا
پس اگر اسکا حال بدل گیا ہے تو اسکو اختیار ہوگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہے اور بائع کہے کہ نہیں بدلا ہے تو قول بائع کا معتبر ہے قسم سے
اور اگر دیکھنے میں اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تونے دیکھ کے خریدا ہے اور مشتری کہے کہ میں نے بن دیکھے خریدا ہے تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہو
اور ایک گٹھری تھانوں کی مول لی اور اُن میں سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسی کو ہبہ کر کے اُسکے حوالے کر دیا تو خیار الرویۃ اور خیار الشرط ساقط ہو گیا البتہ اگر
اُسمیں عیب نکلے تو جو باقی رہا ہے اُسکو پھیر سکتا ہے ف ہدایہ میں اور اصل کتاب میں اسکی وجہ یہی لکھی ہے کہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مانع ہیں تمامی صفقہ کے
بخلاف خیار العیب اور بعض مبیع پھیرنے میں تفریق صفقہ ہوتی ہے قبل تمام صفقہ کے اور تفریق صفقہ جائز ہے بعد تمام صفقہ کے نہ قبل اُسکے اور خیار عیب
منع کرتی ہے تمامی صفقہ کو قبل قبض کے نہ بعد قبض کے پس صورت مذکورہ میں بسبب خیار عیب کے اگر بعض مبیع کو پھیر دیگا تو تفریق صفقہ بعد تمام صفقہ ہوگی
نہ قبل تمام صفقہ اور دلیل اسکی شرح وقایہ میں مسطور ہے اور یہی ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر وہ تھان پھر مشتری پاس لوٹ آیا مثلاً ہبہ فسخ ہو گئی یا ہبہ مردود

[۱] اسواسطے کہ ہبہ بدون تسلیم کے تمام نہیں ہوتا اور جب تک ہبہ صحیح واہب کی جائز ہے ... اور دلیل ہر ایک کی شرح وقایہ میں مذکور ہے ۱۲ صفقہ ... ایجاب قبول ...

ہو گیا تو خیار الرویۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ بعد سقوط کے پھر عود نہ کریگا مثل خیار الشرط کے اور اُنہی پر اعتماد کیا قدوری نے اور مختار میں ہے کہ یہی صحیح کہا اسکو قاضی خان نے اور اگر کوئی چیز خریدے بدون دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہیں طلب کر سکتا اور اگر عاقدین نے خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خیار الرویۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک مشتری ہے اُس عوض کا جو اُسکو حاصل ہوگا در مختار وغیرہ

ص فصل خیار عیب کے بیان میں

ف یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جو اختیار ہوتا ہے اُسکے بیان میں ص مشتری اگر مبیع میں ایسا عیب پاوے جس سے اُسکی قیمت تاجروں کے نزدیک کم ہو جاتی ہے تو اُسکو اختیار ہے چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے داموں سے لیوے ف اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہے جو روایت کی بخاری نے تعلیقاً عداء بن خالدؓ سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہیں عیب ہے اُس میں اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت میں شامین میں ہے بیع المسلم یا المسلم ما کان سلیما یعنی بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہی ہے جو سالم ہو عیب سے اور سنن ابی داؤد میں ہے حضرت عائشہؓ سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور وہ اُسکے پاس رہا پھر اُسمیں عیب پایا تو پھیر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکو بائع پر ص اور مشتری کو یہ نہیں پہونچتا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب جو اُسکا نقصان ہوا ہو بائع سے پھیر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اور بچھونے پر موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی کا چھٹپنے میں جب عقل رکھتے ہوں عیب ہے اور جب عقل نہ رکھتے ہوں تو عیب نہیں اور بڑے پن میں دوسرا عیب ہے ف حاصل اسکا یہ ہے کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہے وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اُسکو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاویگا تو اس صورت میں خیار نہیں مثلاً ص بائع کے پاس چھوٹے پن میں چرایا اور وہ عقل رکھتا ہے اور پھر مشتری کے پاس چھٹپن میں تو ایک ہی عیب گنا جاویگا ف اسواسطے کہ سبب چوری کا دونوں جگہ ایک ہے وہ بے پروائی جو عہد اولیت میں ہوتی ہے ص اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھٹپن میں چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن میں کی تو یہ دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت میں مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہوگا ف اسواسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب بے پروائی ہے اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہے ص اور عاقل ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نہایت صغیر سن ہو کہ عقل نہ رکھتا ہو تو اُسکی چوری عیب نہیں ف اور اسیطرح کہا گیا اسکا شمار عیب میں نہیں بلکہ وہ گمراہی ہے ص اور جنون خواہ چھٹپن میں ہو یا بڑے پن میں ہر طرح ایک عیب ہے تو اگر بائع کے پاس چھٹپن میں جنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس اگر خواہ چھوٹے پن میں جنون ہوا یا بڑے پن میں ہر دو صورت میں اسکو اختیار واپسی کا ہے اور بغل کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی میں عیب ہے غلام میں نہیں ف اسواسطے کہ لونڈی سے اکثر طلب ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتیں اسمیں مخل ہیں برخلاف غلام کے کہ خدمت میں یہ باتیں قادح نہیں الا صورتیکہ غلام کو عادت زنا کی ہو وے کیونکہ اس صورت میں خدمت میں خرج ہوگا ص اور کافر ہونا دونوں میں عیب ہے ف اسواسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہے کافر کی صحبت سے اور شاید کہ اُسکی آزادی کفارہ قتل میں صحیح نہیں ہے تو اگر خرید اس شرط پر کہ وہ کافر ہے اور مسلمان نکلا تو رد نہ کریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رد کر سکتا ہے ص اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہے ف سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہے بلوغ کی نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے عورتوں میں اور ان دونوں کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دی جاویگی جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ

لہ یعنی خون جاری رہنے کی اور حیض نہ آنی کی واسطے یعنی بائع نے اگر قسم کھائی کہ اس عورت کا خون میرے پاس ہمیشہ جاری نہیں رہتا تھا یا اُسکو حیض آتا تھا تو اس صورت میں رد نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی اور عورت نے اقرار کیا کہ مجھکو ہمیشہ خون جاری کا آتا ہے یا حیض نہیں آتا تو اس صورت میں رد ہو سکتا ہے ۱۲ منہ ٭ یعنی سن بلوغ ۱۲

قبل قبض کے ہوئے یا بعد قبض کے ہدایہ ص اور سترہ برس سے کم سن کو عیب نہیں ف کیونکہ ابھی احتمال ہے بالغ ہونے کا ص اگر مشتری کے پاس آکر ایک اور عیب ہو گیا
تو جو عیب بائع کے پاس سے تھا اُسکے موافق نقصان کے دام پھیر لیوے اور بیع کو رد نہیں کر سکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر مثلاً ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور
اُسکو قطع کیا بعد اُسکے اُسمیں عیب معلوم ہوا تو جسقدر عیب سے نقصان ہے اُسکے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہیں پھیر سکتا مگر جب بائع راضی ہو جاوے اُس
قطع کئے ہوئے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اُس کپڑے کو بعد قطع کے بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض بائع سے نہیں لے سکتا اسلئے کہ بائع کو اختیار رہتا کہ مبیع عیب دار
لے لیتا اور نقصان عیب نہ دیتا پس اس بیع سے مشتری حابس مبیع کا ہوگا تو وہ نقصان نہیں لے سکتا اور اگر قطع کر کے اُسکو سی لیا یا سرخ رنگا ف اور اگر
سیاہ رنگے گا تو بائع اگر راضی ہو جاویگا تو پھیر سکتا ہے ص یا ستو خرید کے اُس کو گھی میں ملایا بعد اُسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو
مشتری پھیر نہیں سکتا ف اگرچہ بائع راضی ہو جاوے پھیر لینے پر کیونکہ اسمیں زیادتی مال مشتری کی ہو گئی ہے اور وہ جدا نہیں ہو سکتی ص اور اگر بعد عیب
معلوم ہونے کے ان چیزوں کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ اس صورت میں مشتری حابس مبیع نہیں ہوا کیونکہ قبل بیع کے بھی بائع
اُسکو نہیں لے سکتا تھا پس حق رجوع بالنقصان باقی رہیگا ف ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی نے کپڑا خریدا اور اُسکو قطع کر کے اپنے نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اُسکے
عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہیں پھیر سکتا اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہے ص اگر ایک غلام خریدا اور اُسکو آزاد
کر دیا مفت یا مدبر کر دیا یا لونڈی خریدی کی اُسکو ام ولد بنایا یا مر گیا نزدیک مشتری کے بعد اُسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا دام بائع سے پھیر سکتا ہے اور
اگر مال کے عوض میں اُسکو آزاد کیا یا اُسکو قتل کر ڈالا یا کھانا خریدا اور کل یا بعض اُسمیں سے کھا لیا یا کپڑا خریدا اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اُسکے
عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہیں سکتا اور اگر انڈا یا خربزہ یا ککڑی یا کھیرا یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ
کارآمد نہ ہو تو کل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر کچھ کارآمد ہے تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے ف اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہو جاویگی
جیسے سو اخروٹوں میں ایک یا دو برے نکلے ہدایہ ص اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اسمیں عیب معلوم ہوا اور اُسنے گواہ قائم کئے
اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اسمیں عیب کا یا انھوں نے دیکھا تھا اس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری
اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس یہ عیب تھا اور اُسنے انکار کیا قسم سے اور رد ہوئی مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھیر دیا
تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اُس شے کو پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری اول اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شے پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہیں
پھیر سکتا ف اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے ص اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اُسکے اُس میں عیب کا دعویٰ کیا تو قاضی مشتری سے
ادا کے قیمت کے جبر نہ کریگا یہانتک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیب دار نہ تھی یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع کے
پاس عیب دار تھی ف اسواسطے کہ اول صورت میں قاضی ثمن بائع کو مشتری سے دلا دیگا اور دوسری صورت میں دلا دیگا بائع کو پھیر وا دیگا
تو جب تک ان دونوں امروں میں کوئی امر نہ پایا جاوے قاضی مشتری سے ثمن نہیں دلا سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ بائع قسم سے نکول کرے اور یا مشتری
گواہ عیب دار ہونے پر قائم کرے تو اب قضا سے قاضی باطل ہو جاوے گی ص اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو ثمن بائع کے
حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھا لے عیب نہ ہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاویگا اور وہ مشتری کے پاس
بائع کو پھیر وا دی جاوے گی ف تو اگر بائع نے عیب نہ ہونے پر قسم کھا لی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت میں ثمن مشتری دلا دیگا اور
اب اگر بعد اُسکے گواہ آگئے اور انھوں نے گواہی دی اُس شے کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھیر بائع سے لیکر مشتری کو دلا دیا جاوے گی
اور مبیع بائع کو دلا دیا جاوے ص تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کر لینے کے دعویٰ کیا اس بات کا کہ یہ بھاگ جاتا ہے تو بائع سے قسم

نہ لی جاویگی جب تک مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہے اور جب وہ گواہ پیش کردیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے
قسم اللہ کی بیشک بیچا مین نے اس غلام کو اور سپرد کیا اسکو مشتری کے اور جب تک کبھی نہ بھاگا تھا ہرگز یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو حق اسکے
رد کا نہین پہونچتا اور یہ تینون طور سے وہ دعوی کرتا ہے یا اس طرح سے کہ قسم اللہ کی کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس ہرگز ف کیونکہ ان تینون صورتون مین
بائع کو گنجایش تاویل اور بات بنانے کی نہین ہے کہ اس طور پر قسم سے سمجھے ص اور اسطرح سے قسم نہ دیوے کہ قسم خدا کی جسوقت اسنے بیچا تھا اسوقت
غلام مین یہ عیب نہ تھا یا قسم خدا کی جسوقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اسوقت یہ عیب نہ تھا ف اسواسطے کہ دونون صورتون مین بائع کو گنجایش بات
بنانے کی ہے کیونکہ اول صورت مین ممکن ہے کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہوگیا ہو اس صورت مین اسکا کلام سچا ہو سکتا ہے اور
مشتری کا حق رد بالعیب باقی رہتا ہے اور دوسری صورت مین ہو سکتا ہے کہ مراد اس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم
دونون کے وقت مین نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا ص اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہ ہووین بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبین کے نزدیک قاضی
بائع سے قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ مین نہین جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہے تو اگر اسنے قسم کھالی تو دعوی مشتری کا لغو ہوگیا
اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دیجاویگی جو بعد گواہون کے پیش ہونیکے دیجاتی تھی ف یعنی اسی تین طرح سے ص اور
امام صاحب کے نزدیک ایک قول مین جب مشتری پاس گواہ نہ ہون تو بائع کو قسم بالکل نہ دیجاویگی ف اسواسطے کہ قسم مرتب ہوتی ہے دعوی صحیح پر اور یہ دعوی
صحیح نہین ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہین ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت کرے مبیع مین گواہون سے اور یہان گواہون سے عیب ثابت نہین ہوا پس
حلف نہ لی جاویگی اور اگر دعوی بالغ غلام کے بھاگنے مین ہو تو قاضی بائع کو اسطور سے قسم دیویگا کہ واللہ نہین بھاگا ہے میرے پاس جب سے یہ مرد ہوا
مین شریک ہوا ہے یعنی بالغ ہوا ہے اسواسطے کہ لڑکپن مین بھاگنا سبب نہین رد کا بعد بلوغ کے ہدایہ ص اور ایک قول مین قسم دیجاویگی موافق
مذہب صاحبین کے ف اور یہی مختار ہے ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی پر قبضہ کیا اور بائع نے اسکے ثمن
اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری کو اسمین عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیر لیگیا اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسی دامون مین دو لونڈیان بیچی تھین
ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہین تو نے یہی اکیلی ان دامون مین بیچی تھی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور
مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیان بیچی تھین لیکن مشتری یہ کہتا ہے کہ میرے قبضہ مین ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہے کہ تو دونون لیگیا تھا
تب بھی قول مشتری کا قسم سے معتبر ہوگا اسلئے کہ اختلاف قدر مقبوض مین ہے پس قول قابض کا معتبر ہوگا جیسا کہ غصب مین اور اسیطرح اگر قدر
مبیع مین اتفاق کیا اور اختلاف کیا قدر مقبوض مین مشتری کہتا ہے کہ دونون کو مول لیا تھا مگر ایک ہی پر مین نے قبضہ کیا اور بائع کہتا ہے کہ تو دونون پر
قبضہ کر چکا ہے تو بھی قول مشتری کا معتبر ہوگا بحلف اور اگر دو غلامون کو ایک ہی عقد مین خریدا اور انمین سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی مین عیب معلوم ہوا تو چاہے دونون کو
رکھے اور چاہے دونون کو پھیر دے ف اور یہ نہین کر سکتا کہ ایک کو پھیر دے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقہ یعنی بیع تمام نہین ہوا ہے بسبب عدم
قبض مشتری کے دونون غلامون پر تو ایک کے پھیرنے مین تفرق صفقہ لازم آتی ہے قبل تمام کے اور وہ جائز نہین ہدایہ ص اور اگر دونون پر قبضہ
کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہے ف اسواسطے کہ یہان صفقہ بسبب قبض کے تمام ہوگیا ہے تو تفرق صفقہ مین کچھ قباحت نہین ص جو چیز تول
ناپ کی ہے جیسے غلہ وغیرہ ص اگر اسمین کسی قدر مین عیب پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے ف مثلا

سلہ قید لونڈی کی واسطے مثال کے ہے جو کوئی چیز ہو سب مین یہی حکم ہے ۱۲ منہ سلہ یہ مسئلہ ہو ... سے مرقوم ہوا اسواسطے کہ ... اسکے قبل یہی مسئلہ ...
اور اصل شرح وقایہ عربی کے بھی خلاف ہے فافہم واللہ اعلم ۱۲ مولوی محمد عبد الغفار رحمۃ اللہ تعالے

گیہون خریدا اور سیر بھر مین اُسمین سے کچھ عیب معلوم ہوا تو چاہے کُل کو واپس کرے چاہے کُل کو رکھے اور یہ نہین ہو سکتا کہ جتنا عیب دار ہی اُسکو واپس کر دیوے
اور باقی کو رکھ لیوے ص اور بعضون نے کہا یہ حکم جب ہی کہ وہ ساری چیز ایک ہی ظرف مین ہو اور جو دو ظرفون مین علیحدہ علیحدہ ہووے تو وہ بمنزلہ دو عبدون
کے ہی ف جیسے دو بورے گیہون کے ہون مین بمن بھر کے ص تو جسمین عیب نکلے اُس ظرف کو پھیر سکتا ہی اور اگر مبیع مین کسیقدر دوسرے کا حق
نکل آوے اور مشتری مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو اُسکو یہ اختیار نہین کہ جسقدر استحقاق مستحق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے استحقاق
ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہی ہان مبیع اگر کپڑا ہووے اور اُسمین تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس
کر دے ف اسواسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہین ہی بلکہ اناج وغیرہ ہی تو اُسمین تھوڑا نکل جانا مشتری کو ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ اُسکے دام بائع سے پھیر لیگا
اور کپڑے مین بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکل جاوے تو ضرر کرتا ہی اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے کے لیئے لیا تھا وہ اب بن سکیگی ص اگر ایک گھوڑا
خریدکر اُسمین عیب پایا اور پھر اُسکا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اُسپر سوار ہوا تو خیار ساقط ہوجاویگا اسلیئے کہ یہ رضا ہی اور اگر سوار ہوا اُسکے
پھیر دینے کے لیئے یا پانی پلانے کے لیئے یا چارا خریدنے کے لیئے جب بغیر چڑھے چارا خریدنا اور پانی پلانا ممکن نہو ف مثلا وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار ہوئے نہ چلے
یا مشتری چلنے سے عاجز ہو ص تو خیار ساقط نہوویگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آنکر اُسکا ہاتھ کاٹا
گیا یا خون کے عوض مین گردن مارا گیا تو اول صورت مین مشتری غلام کو پھیر دیوے اور دونون صورتون مین بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحب کے
نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اُس کی قیمت دونون حالت کی لگاکر جو بڑھے وہ پھیر لیوے ف یعنی اُسی غلام کی اگر سارق نہو تو کیا قیمت ہی اور
اور اگر سارق ہو تو کیا قیمت ہے لگاکر اول جو ثانی پر بڑھے اُسقدر بائع سے پھیر لیوے اور اِسی طرح غیر قاتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مباح الدم کی ص
جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آنکر بسبب زچگی کے مرگئی ف تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کُل ثمن
پھیر لیوے اور صاحبین کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگاکر اول کی جتنی قیمت بڑھے اُسقدر پھیر لیوے ایضا ص اور اگر بائع نے وقت بیع کے
کہدیا کہ مین مبیع کے سب عیبون سے بری ہون اور مشتری نے اُسکو منظور کیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر نہ سکیگا اگرچہ بائع نے
ہر ہر عیب کا نام نہ لیا ہووے اور امام شافعی کے نزدیک درست نہین اور بائع سب عیبون سے بری رہیگا خواہ وہ عیب وقت بیع سے ہو یا قبل
قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسف کے اور امام محمد کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوگیا ہو اُس سے
بائع بری نہ ہوگا ف اور یہی قول ہی زفر کا اور مختار قول امام ابو یوسف کا ہی

ص باب بیع باطل اور فاسد کے بیان مین

ف شرح ہدایہ مین ہی کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہو اسطرح پر
کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف کے یعنی بائع یا مشتری کے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب
ہونے کے تو بیع باطل ہی بسبب فوت ارکان بیع کے اور اگر ایجاب قبول و مبیع مین خلل نہ پڑے لیکن اُسکے ثمن مین خلل واقع ہو اسطرح
پر کہ ثمن شراب ہو یا سؤر یا یہ خلل ہو کہ مبیع متعذر التسلیم ہو یا اُس مین ایسی شرط ہووے جو مقتضا سے عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہی
نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی اور اصل کتاب مین ہی کہ مال وہ چیز ہی جسمین آدمیون کی رغبت ہووے اور اُسکو لوگ خرچ کرین تو مٹی اور
خون اور جو جانور آپ سے مر جاوے اور شخص آزاد وہ مال نہین ہی لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہ زخمی کرکے قتل کیا جاوے جیسا کہ

ف۱ اسواسطے کہ اسمین تفریق صفقہ قبل تمام لازم نہ آوے ۱۲ منہ ف۲ یعنے وہ شے مال نہ ہو یا مال ہو مگر مال متقوم نہ ہو ۱۲ منہ

بعض کفار کی عادت ہی اور ذبیحے مجوسی کے مال ہین لیکن شرع مین یہ چیزین متقوم نہین ہین جیسے شراب و سُور اور جو مال شرع مین غیر متقوم ہی یعنے
بے قیمت اُسکی اہانت اور ذلیل کرنیکا ہم کو حکم ہوا ہی لیکن وہ اور دینون مین مال متقوم ہی تو جو چیزین بالکل مال نہین ہین جیسے مٹی خون شخص آزاد
اور آپ سے جانور مرا ہوا تو اسمین بیع بالکل باطل ہی برابر ہی کہ اُسکو مبیع بناوین یا ثمن اور جو مال متقوم ہی ہماری شرع مین جیسے شراب یا سور یا ذبیحہ
مجوسی تو اُسکو اگر بدلے مین روپے اشرفی کے بیچین تو بیع باطل ہی اور اگر اسباب کے بدلے مین بیچین یا اسباب کو ان چیزون کے بدلے مین بیچین تو بیع اسباب
مین بیع فاسد ہی اور ان چیزون مین باطل تو باطل وہ بیع ہی کہ جسکی اصل اور وصف دونون فاسد ہون اور فاسد وہ ہی جسکی اصل صحیح ہووے
اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک باطل اور فاسد مین کچھ فرق نہین ہی اور تحقیق اسکی اصول فقہ مین ہی انتہی اور ہدایہ مین ہی
کہ بیع باطل وہ شی مشتری کی ملک مین کسی طرح نہین آتی تو اگر وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اُسکا تاوان مشتری پر نہ ہوگا اور بیع فاسد
مین جب مشتری اُس شی پر قبضہ کر لیوے تو اُسکا مالک ہو جاتا ہی اور اُس شی کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہی اسکی مثال یہ ہی کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا
بدلے مین مردے یا خون کے خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آن کر ہلاک ہو گیا تو اُسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہی اور اگر زید نے ایک گھوڑا
بدلے مین شراب یا سور کے خریدا تو زید پر اُسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اُسپر قبضہ کر لے گا تو وہ گھوڑا زید کی ملک مین آجاویگا اسواسطے کہ یہ بیع
فاسد ہی اس قاعدہ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہی کہ اس باب کے سب مسائل مذکورہ مین کام آویگا **ص** باطل ہی بیع اُس چیز کی جو مال نہین ہی جیسے خون
یا مردہ **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین مال نہین ہین دوسرے یہ کہ حرام کیا ان کو اللہ تعالی نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ
لِغَیْرِ اللّٰهِ یعنی حرام ہی تمپر مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوا خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جسکو حرام کرتا ہی کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہی اُن پر قیمت اسکی روایت کیا اُسکو ابو داؤد نے
ابن عباس رض سے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے جابر بن عبد اللہ انصاری رض سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سال فتح مکہ
اور آپ مکے مین تھے کہ اللہ اور رسول ص نے اسکے حرام کی بیع شراب اور مردہ اور سور اور بتون کی سو کسی نے کہا یا رسول اللہ فرمائیے چربی کو مُردے کی
کہ روغن کرتے ہین اُس سے ناؤن کو اور چرب کیجاتی ہین اُس سے کھالین اور روشنی کرتے ہین اُس سے لوگ سو فرمایا نہین وہ حرام ہی لعنت کرے اللہ یہود کو
کہ اللہ تعالی نے جب حرام کی اُنپر چربی جانورون کی پگھلایا اُسکو پھر بیچا اُسکو پھر کھائے دام اُسکے **ص** اور آزاد شخص کی **ف** اسواسطے کہ
آزاد شخص مال نہین ہی او صحیح بخاری مین مروی ہی ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین آدمی ہین کہ دشمن ہونگا مین اُنکا
دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اُس نے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جس نے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اُسکی اور ایک وہ شخص
جس نے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اُسکو مزدوری اُسکی **ص** اور اسیطرح اُن چیزونکے عوض مین بیچنا بھی باطل ہی اور بھی باطل ہی بیع ام ولد کی
ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپ نے کہ آزاد کردیا اُسکو
لڑکے نے اُسکے یعنی ابراہیم رض نے اور روایت کی بیہقی اور مالک نے ابن عمر رض سے کہ منع کیا حضرت عمر رض نے بیع ام ولد کی تو کہا کہ نہ بیع کی جاوے اور نہ ہبہ
کیجاوے اور نہ میراث مین آوے خدمت لیوے اُس سے مالک اُسکا جب تک چاہے پھر جب مر گیا تو وہ آزاد ہی **ص** اور مدبر کی **ف** یعنی مدبر مطلق کی
اور مدبر مقید کی بیع جائز ہی ہدایہ مدبر مطلق اُسکو کہتے ہین جس سے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنیکے آزاد ہی اور مدبر مقید وہ ہی جس سے مالک کہے کہ اگر مین
اس سفر سے آؤن تو تو آزاد ہی یا اس بیماری مین اگر مر جاؤن تو تو آزاد ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع مدبر مطلق کی بھی جائز ہی اور دلیل
ہماری وہ حدیث ہی جو گذری کتاب العتاق مین کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے

ص اور مکاتب کی ف اور یہی صحیح مذہب ہے شافعی کا اور بعض مالکیہ کا اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہے اور یہ بھی ہے کہ اگر مکاتب
راضی ہو جاوے بیع پر تو اسمیں دو روایتیں ہیں اصح اور اظہر یہ ہے کہ جائز ہے اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے
مکاتب غلام ہے جب تک کہ باقی رہے اسپر ایک درہم اور نقل کیا اسکو بخاری نے حضرت عائشہؓ اور زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے اور بھی روایت کی بخاری نے
کہ آئی بریرہؓ مدد مانگتی تھی حضرت عائشہؓ سے اپنے بدل کتابت میں سو کہا حضرت عائشہؓ نے کہ اگر تیرے مالک راضی ہو جاویں اس بات پر کہ سب روپے میں انکو
ایک دفعہ دیدوں اور تجھکو آزاد کروں تو میں یہ امر کرونگی تو ذکر کیا بریرہ نے اس بات کا اپنے مالکوں سے کہا انھوں نے نہیں راضی ہیں ہم اسپر مگر یہ کہ ترکہ تیرا ہمارے
واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت عائشہؓ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپنے کہ خرید کر لے تم اسکو اور آزاد کر دو اور ترکہ اسکا
ملیگا جو آزاد کریگا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہو جاوے بیع پر درست ہے اور یہی موافق قیاس ہے ص اور باطل ہے بیع
اس مال کی جو شرع میں بے قیمت ہے جیسے شراب یا سور روپے و اشرفی کے بدلے میں ف یعنی ان چیزوں کے بدلے میں جو ثمن ہیں جیسے روپے اشرفی اور پیسے
عین کا علیٰ ہووے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ جسوقت حرام کرتا ہے کوئی شئی حرام کرتا ہے ثمن اسکی روایت کیا
اسکو ابو داؤد نے اور گذر چکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالیٰ نے بیع شراب و سور اور مردار اور بتوں کی ص اور اگر بائع نے آزاد اور غلام کو
ملا کر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مردار کو ف جسپر قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہو یا اور کسی کا نام پر ذبح کیا جاوے یا بدون ذبح کے مر گیا ہو ص تو دونوں
کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ کہدی ہو ف مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے ان دونوں کو بدلے میں دو روپیہ کے ایک روپیہ قیمت ہے مذبوح
کی اور ایک روپیہ مردے کی ص اور اگر غلام مدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملا کر بیچے یا اپنی ملک کو شئی وقفی کے ساتھ ملا کر فروخت کرے
تو غلام اور اپنی ملک کی بیع درست ہو جاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہ ہوگی ف اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ
بیان نہ کی ہو د ہدایہ ص اور اسباب کا بیچنا بدلے میں شراب کے یا شراب کا بدلے میں اسباب کے فاسد ہے ف یعنی یہ بیع فاسد ہے اسباب میں تو اگر مشتری
اسباب پر قبضہ کر لیگا اس صورت میں اسکی قیمت اسپر لازم آویگی اور اسکا مالک ہو جاویگا لیکن شراب میں باطل ہے یہانتک کہ عین شراب کا مالک
نہیں ہو سکتا تو جسکی طرف سے شراب ٹھہری ہے وہ اسکی قیمت دیگا ص اور باطل ہے بیع مچھلی کی دریا میں قبل شکار کے اگر روپیہ اشرفی کے بدلے میں ہو اور فاسد ہے
اسباب کے بدلے میں ف اسواسطے کہ روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خرید مچھلی کو پانی میں بیشک اسمیں خطر ہے یعنی دھوکا ہے روایت
کیا اسکو امام احمدؒ نے اور اشارہ کیا اسطرف کہ موقوف ہونا اسکا صواب ہے اور روایت کی امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں عمر بن خطابؓ سے کہ فرمایا انھوں نے نہ بیچو تم مچھلی کو
پانی میں بیشک وہ دھوکا ہے اور انکا مثل ہے ابن مسعودؓ سے ص اور اگر مچھلی کو شکار کر لے پھر چھوڑ دے کسی حوض میں فی الدر یعنی جال وغیرہ سے اسکو پکڑ سکتا ہے تو اسکی بیع جائز ہے
اور اگر بغیر جال یا شست کے نہیں پکڑ سکتے ہیں تو فاسد ہے اور اگر مچھلیاں آپ سے آپ [illegible] آنکر جمع ہو گئیں اور انکی راہ دریا کی بند کر دی تو بیع انکی جائز ہے
ورنہ باطل ہے اور بیع پرند ہوا میں اڑتے جانور کی ف اسواسطے کہ قبل پکڑنے کے وہ مالک نہیں ہے اور اگر پرند پکڑ کر چھوڑ دیا ہے تو وہ بھی جائز نہیں اسواسطے
کہ اسکی تسلیم پر قادر نہیں ہے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور اگر وہ پرند
جانور ایسا ہو کہ بائع سے ہلا ہوا اور اسکے بلانے سے چلا آتا ہو بغیر حیلہ کے تو جائز ہے بیع اسکی ورنہ نہیں فتح ص اور باطل ہے بیع بچہ کی پیٹ میں
ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدنے سے اس چیز کے جو پیٹ میں ہے چوپایوں کے یہانتک کہ
جنیں روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع سے اس چیز کی جو پیٹ میں ہے

له اسلئے کہ بچہ معدوم ہے پس نہوگا مال اور حمل مشکوک الوجود ہے وہ بھی مال نہوگا ۱۲

مین ہووے اور ماؤن کے شکم مین ص اور بچے کے بچے کی ف یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہے ویسے ہی اُس بچے کے بچے کی جسکو عربی مین نتاج
اور حبل الحبلہ کہتے ہین روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کے یعنی ولد الولد کی اور
ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبد الرزاق مین بسند صحیح منقول ہین اور یہی موافق ہین لغت کے اور قریب ہین از روئے لفظ کے اور استنباط کیے ہین امام احمدؒ
اور امام شافعیؒ اور مالکؒ نے اس حدیث سے معنی یہ بیان کیے ہین کہ کسی چیز کو خریدے اس عقد پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہووےگا اور پھر بچے کا بچہ اُسکو مین دام دونگا
تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہے قسطلانی ص اور جائز نہین بیع دودھ کی تھن مین جانور کے ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ مین ہے کہ منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اُس چیز کی جو تھنون مین جانور کے ہے اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے
کہ بیچا جاوے میوہ یہانتک کہ کھانے کے قابل ہووے اور بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودھ تھن مین روایت کیا اسکو طبرانیؒ نے معجم اوسط مین اور دارقطنیؒ
نے اور نکالا اسکو ابو داؤدؒ نے مراسیل مین عکرمہؓ سے اور یہی راجح ہے اور بھی نکالا اسکو موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اسکو بیہقی نے
اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین عکرمہؓ سے اُنھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپنے اسبات سے کہ بیچا جاوے دودھ تھن مین اور گوشت
بکری مین یا چربی اُسکی پسلیون مین اسکے یا پاے اسکے یا کھال اسکی جب زندہ ہو یا آٹا گیہون مین یا گھی دودھ مین شیخ ص جاننا چاہیے کہ دودھ کی تھن مین بیع جائز نہ ہونے
کی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ معلوم نہین کہ تھن کے اندر دودھ ہے یا خون ہے یا ریح تو اس صورت مین بیع باطل ہونی چاہیے اسواسطے کہ اُسکے وجود مین شک پڑ گیا
دوسری وجہ یہ ہے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا اترتا جاتا ہے تو اور بیع دینے کے پہلے اگر بڑھ گیا تو مال بائع کی مشتری کی مال سے مخلوط ہو جاویگا اور یہ وجہ چاہتی ہے
کہ بیع فاسد ہو ف اسواسطے ہمنے اسکو جائز نہین کہا تا دونون صورتونکو شامل ہو جاوے ص اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اسلیے کہ اصل قطع مین جھگڑا
ہوگا اور جس بیع مین جھگڑا ہو وہ فاسد ہے ف اور بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گذری ص اور ایک کڑی کی چھت مین اور ایک گز کی کپڑے مین
اگرچہ اسکے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جاویگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے کڑی کو اکھاڑ دیا یا ایک کپڑا
کاٹ دیا عہ اور باطل ہے بیع اُس چیز کی جو شکاری کے ایکبار جال لگانے مین نکلے ف اسواسطے کہ اسمین دھوکا ہے اور منع کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے اُس سے اور اسیطرح باطل ہے بیع غوطہ مار کی ایکبار کے غوطے کی کیونکہ منع کیا اُس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی سعیدؓ سے
روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے ص اور فاسد ہے بیع مزابنہ اور وہ یہ ہے کہ درخت پر کی کھجور کو بیچے اٹکل سے … اور اسیطرح
محاقلہ یعنی گیہون کو بالی مین بیچے اُس گیہون کے بدلے جو نکالے گئے ہین اٹکل سے اور یہ حکم ہر جنس کو شامل ہے اسواسطے کہ اسمین سود کا احتمال ہے
بسبب شبہہ زیادتی کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اسکو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور روایت
کیا اسکو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے جابرؓ سے اور صحیح کہا اسکو ترمذیؒ نے ص اور فاسد ہے بیع ملامسہ اور بیع حصاۃ اور منابذہ کی اسلیے کہ
بیع منعقد ہوتی ہے ساتھ ایک فعل کے ان فعلون سے مثل جوے کے ف یہ تینون بیع مروج تھین زمانہ جاہلیت مین بیع ملامسہ اُسے کہتے ہین کہ بائع اور مشتری
نرخ کر لین ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اسکو مشتری چھووے تو بیع لازم ہو جاوے اور بیع حصاۃ اُسے کہتے ہین کہ مشتری جب اُسپر کنکر رکھدے تو بیع لازم ہو جاوے
اور بیع منابذہ یہ کہ بائع جب مبیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے
روایت کی بخاریؒ نے حدیث انسؓ مین کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلم اور چارون اصحاب
سنن نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصاۃ سے ص اور نہین جائز ہے بیچنا ایک کپڑے کا دو کپڑون مین سے بلا تعیین

عہ اسلیے کہ مفسد زائل ہو گیا ۱۲

اگر بشرط اسکے کہ لیوے مشتری جسکو چاہے اور باطل ہے بیچنا گھانس کا زمین مین اسواسطے کہ وہ غیر محفوظ و مقبوض ہے اور اسکو ٹھیکہ دینا اسلئے کہ اجارہ ہے ہلاکی عین پر
ف اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے سنن مین حریز بن عثمان سے انھون نے ابی خراش بن حبان بن زید سے انھون نے ایک مرد صحابی سے کہا
کہ جہاد کیا مین نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مرتبہ سنتا تھا مین آپسے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھانس
اور آگ مین اور روایت کیا اسکو امام احمد نے مسند مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور اسناد کی ابن عدی نے کامل مین احمد اور ابن معین سے کہ حریز راوی اس حدیث کا
ثقہ ہے اور مجہول ہونا صحابی کا مضر نہین فتح ص اور باطل ہے بیع شہد کی مکھیون کی مگر جب ایک چھتے مین شہد اور مکھیان دونون ہون تو بیع مکھیون کی
بھی بتبعیت شہد کے جائز ہو جاویگی اور امام محمد اور شافعی کے نزدیک بیع شہد کی مکھیون کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہون جائز ہے ف اور اسی پر فتوی ہے
درمختار ص اور ریشم کے کیڑون کی اور اسکے تخم کی ف یعنی جسکے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے ص امام صاحب کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے
نزدیک جب ان کیڑون مین ریشم نکل آیا ہو تو کیڑون کی ریشم کی تبعیت مین درست ہے اور امام محمد کے نزدیک ہر صورت مین درست ہے ف اور یہی قول ہے ائمہ
ثلاثہ کا اور اسی پر فتوی ہے درمختار ص اور بھاگے ہوے غلام کی بیع ناسد ہے ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے بھاگے ہوئے غلام کی بیع سے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے ص مگر اس شخص سے جسکے پاس گمان ہو اس غلام کے ہونے کا ف
اسواسطے کہ وہ مشتری کے حق مین بھاگا ہوا نہین ہے بلکہ اسکے قبضہ مین ہے ص اور باطل ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن مین ہو اسلئے کہ وہ جز
آدمی کا ہے پس نہ ہوگا مال یا لونڈی کا دودھ ہو اور امام ابی یوسف کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہے واسطے اعتبار اسکے ساتھ کل کے اور
امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جائز ہے ف اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہین امام احمد اور مالک فتح القدیر مین ہے کہ نفع اٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہے واسطے ابتذال کے
لیکن اتنا کہ بعض مشائخ نے آنکھ مین ڈالنے کے لیے بھی منع کیا ہے اور بعضون نے جائز رکھا ہے واسطے دوا کے ص اور باطل ہے بیع سور کے بالون کی ف
اسواسطے کہ وہ نجس العین ہے ص اور موزہ سینے کے لیے اس سے انتفاع جائز ہے ف اور اگر کہین بدون خرید کے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے خرید اسکی جائز ہے
اور بائع کو اسکی بیع حرام ہے تو اسکی قیمت حلال نہین بائع کے لیے اور بال اسکا پانی کو بقول صحیح نجس کر دیتا ہے امام ابی یوسف کے نزدیک بخلاف
امام محمد کے درمختار ص اور باطل ہے بیع آدمی کے بالون کی اور حرام ہے نفع اٹھانا اس سے اور بھی باطل ہے بیع جانور مرے کے کھال کی قبل
دباغت کے ف اسواسطے کہ روایت کی ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن حکیم سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اٹھاؤ مردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اسکے پٹھون سے ص اور بعد دباغت کے اسکو بیچنا اور
کام مین لانا درست ہے ف اور دلیلین اسکی کتاب الطہارۃ مین گزرین اور قوی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے عبداللہ بن عباس رض سے
کہ حضرت میمونہ رض کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقے مین اور وہ مر گئی تو گذرے اسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپنے کیون
نہین لی تم نے کھال اسکی اور دباغت کر کے نفع اٹھایا کہا صحابہ نے کہ وہ مردہ ہے فرمایا آپنے کہ مردے کا صرف کھانا حرام ہے ص اسیطرح
مردار جانور کی ہڈی اور اون اور پٹھے اور بال اور سینگ سے نفع لینا اور انکا بیچنا جائز ہے ف اسواسطے کہ یہ سب چیزین پاک ہین اور دلیل انکی
کتاب الطہارۃ مین گذری کہ موت انمین سرایت نہین کرتی ص اور ہاتھی مثل درندون کے ہے اسکی ہڈی کا بیچنا اور اس سے نفع اٹھانا درست ہے
مگر امام محمد کے نزدیک جائز نہین ف اسواسطے کہ امام محمد کے نزدیک ہاتھی مثل سور کے نجس العین ہے اور صحیح ہمارا مذہب ہے اور اسی کی موید ہین
بہت سی احادیث جنکا بیان فصل دباغت مین کتاب الطہارۃ سے گزرا ص اگر بالاخانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور

له ف احسن المسائل ترجمہ مرعی کا چراگاہ کیا ہے ۱۲ اور چراگاہ وہ زمین ہے جہان گھانس لگی ہو اور اسکا بیچنا درست ہے ۱۲ سلہ ف یعنی پانی قلیل مین جو جاری نہ ہو وہ در دہ نہ ہو اگر بال سور کا پڑ جاوے تو پانی نجس ہو جاوےگا ۱۲ بسبب نہ ہونے مال متقوم ۱۲

وزنی چیز ہو اُسمین یہی حکم ہی ص باطل ہی مسیل یعنے پانی بہنے کی جگہ کی بیع اور ہبہ اُسکا اور صحیح ہی بیع اور ہبہ راہ کا ف یعنی ایک شخص کی زمین سے
دوسرے کی زمین پر پانی بہکے جاتا ہی تو جس شخص کی زمین پر پانی بہکے جاتا ہی اُسنے اُتنی زمین بیع کی تو باطل ہی اور اگر ایک شخص کے مکان کا راستہ
دوسرے کی زمین سے ہوکر ہی اور اُسنے راستہ بیچا تو صحیح ہی ص بعض علمانے کہا ہی کہ مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی ف
جیسے نہر یا نالے یا چھت ص اور راہ سے بھی رقبہ راہ مراد ہی یعنی اُتنی جگہ جس مین سے گذرتا ہی تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہی لہذا اُسکی بیع
اور ہبہ جائز نہین ف یہ جب ہی کہ اسکا طول و عرض معین معلوم نہوئے اور جب اُسکا طول و عرض بیان کردیوے اسطرح پر کہ وہ ایک زمین کا
ٹکڑا ہوجائے تو جائز ہی بیع اُسکی جیسا کہ ذکر کیا شرح شہنی نے یا پانی بہنے کی جگہ کہے لیکن اُسکے حدود اور جگہ بیان کردے تو تب بھی جائز ہی ذکر کیا اسکو
قاضی خان نے چلپی ص اور رقبہ راہ معلوم ہی اگر اُسکے حدود بیان کردے اور اگر نہین بیان کیے جب بھی وہ مقدار ہی دروازے کے عرض سے جیسے
تقسیم زمین مین تو جائز ہی اُسمین بیع اور ہبہ اور یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر ہی تو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ
حق تعلی ہی یعنی ایسا حق ہی کہ متعلق ہی ایسی چیز سے جو باقی نہین رہتا ف جب چھت گرجائے ص اور راہ سے اگر حق گذرنیکا مراد ہو تو اسمین
دو روایتین ہین ف ایک روایت مین بیع اُسکی صحیح ہی اور دوسری روایت مین باطل ہی درمختار مین ہی کہ اکثر فقہا نے روایت اول سے اخذ کیا ہی
اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث رح نے تصحیح کیا ہی ص وجہ بطلان یہ ہی کہ وہ صرف حق ہی مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اُسکی طرف احتیاج ہی اور وہ ایک
حق معلوم ہی متعلق ہی اُس چیز سے جو باقی ہی ف یہ جب ہی کہ حق گذرنیکا زمین پر ہووے اور جو چھت پر ہووے تو بالاتفاق باطل ہی ص اور صحیح ہی وکیل کردینا
مسلمان کا ذمی کو واسطے بیچنے یا خریدنے شراب اور سور کے اور احرام باندھے ہوے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحب رح کے
ف لیکن مکروہ ہی بلکہ بہت شدید تو مسلم کو واجب ہی کہ وکالة خرید شراب کو سرکہ بنائے یا اُسکو بہا دیوے اور سور کو چھوڑ دیوے اور وکالة بیع اُسکے
ثمن کو تصدق کرے طحطاوی ص اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح نہین ف درمختار مین ہی کہ یہی ظاہر تر ہی ص یہانتک بیع بالشرط کے قواعد
کلیہ مذکور ہوے ہین ف جاننا چاہیے کہ احادیث اور آثار شرط و بیع مین مختلف وارد ہوے ہین طبرانی نے اوسط مین روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ
عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیع سے اور شرط سے اور اسی حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونوکا معلوم ہوتا ہی
اور حدیث اوپر گزریگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہا حضرت عائشہ رض سے کہ خریدلو بریرہ کو اور شرط کرلو اُسکے مالکون کیلئے ولا کی اور ولا یعنے ترکہ کی ۱۲
اسی کو ملیگی جو آزاد کرے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ بیع جائز ہی اور شرط باطل اور یہی اوپر گزری حدیث خیار الشرط کی اور اُس سے معلوم
ہوتا ہی کہ بیع اور شرط دونون جائز ہین اسواسطے فقہا نے شروط کی تقسیم کردی ص اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی ہووے جیسے
شرط ملک واسطے مشتری کے یا اُسکو عقد مقتضی نہووے لیکن اُسمین نفع کسیکو نہووے ف یعنی نہ نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی
جس چیز کی بیع ہورہی ہی اُسکی مثال ہدایہ مین لکھی ہی کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اُسکو بیع نہ کرے ص جائز ہی ف
اور وہ شرط لغو ہی مثلا اس صورت مین مشتری کو اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچڈالے ص اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی نہووے
اور اُسمین بائع کو نفع ہووے یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد ہی اول کی مثال یہ ہی کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک
میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت مین بائع کو نفع ہی دوسرے کی مثال یہ ہی کہ مشتری ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اسکو قطع
کردیوے یا اُسکی قبا سی دیوے یا چمڑا خریدے اس شرط پر کہ اُسکی جوتی بنا دیوے یا اُسکا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتون مین مشتری کا

۱؎ درمختار مین ہی کہ اگر اُسکی عادت جاری ہوئے موافق دستور اور اُس ملک مین رواج اُسکا ہوئے تو جائز ہی ۱۲ منہ

نفع ہو مگر جوتی مین شرط تسمہ لگانے کی جائز ہے استحساناً واسطے تعامل انسانون کے اور قیاساً جائز نہین تیسری کی مثال یہ ہے کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے
کہ مشتری اُسکو آزاد کردے یا مدبر بنادے یا مکاتب کرے کیونکہ ان صورتون مین معقود علیہ کو نفع ہے اور فاسد ہے بیع لونڈی کی بدون حمل کے ف یعنے
ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہے اور لونڈی تیری ہے تو یہ بیع فاسد ہے اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہین تو
اُسکا استثنا بھی درست نہوگا ص اور اگر مشتری نے قیمت ادا کرنیکے لئے یہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگان تک یا نصاریٰ کے روزون تک یا
یہودیون کی عید تک دونگا اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہون تو یہ بیع فاسد ہے ف اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری
مین نزاع ہوگی بائع قیمت جلدی مانگے گا اور مشتری دیر مین دے گا اور اگر ان دنون کو دونون پہچانتے ہون تو جائز ہے در مختار نوروز
اُس دن کو کہتے ہین جب جاڑا ختم ہوکر دن رات برابر ہوتا ہے اور مہرگان وہ دن ہے جب گرمی تمام ہوکر دن رات برابر ہوتا ہے ص یا یہ کہ
حاجیون کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور داینین چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانورون کی پیٹھ پر سے اون کاٹنے تک دونگا
تو بھی بیع فاسد ہے ف اسواسطے کہ یہ امور کبھی جلدی کبھی دیر مین ہوتے ہین تو بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی ص اور اگر ان مدتون تک بیع کی
اور قبل ان وقتون کے آنیکے مدت کو ساقط کردیا تو بیع صحیح ہوجائیگی اور اگر ان مدتون تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہے

ف فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان مین

ص بیع باطل مین مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہے بعضون کے نزدیک تو اُسکے تلف ہوجانیسے مشتری پر ضمان نہ واجب ہوگا اور بعضون کے نزدیک
مشتری پر ضمان اُسکی قیمت کا لازم ہوگا ف اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے قنیہ ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا بائع
کی رضا سے خواہ رضا اُسکی صراحۃً ہو ف مثلاً بائع یہ کہے کہ تو اسپر قبضہ کرلے ص یا دلالت حال سے ف مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد
مین قبضہ کیا ص اور مبیع اور ثمن دونون مال ہین تو مشتری مبیع کا مالک ہوجاویگا اور اگر ہلاک ہوجاوے قبضہ مشتری مین تو مشتری پر مبیع کا مثل لازم
ہوگا خواہ وہ مثل حقیقۃً ہو یا معنیً ف مثل حقیقۃً ان چیزون مین جو مثلی ہین جیسے گیہون چانول اور اناج وغیرہ اور مثل معنیً ان چیزون مین جو غیر مثلی
ہین جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزونکا مثل حقیقۃً نہین ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف مین ایک ہونا دشوار ہے اسواسطے قیمت کو انکا مثل معنوی قرار دیا
گیا ہے ص اور واجب ہے ہر ایک بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور اسیطرح بعد قبض مبیع کے جب تک وہ شے مشتری کی ملک مین ہو
اگر فساد ذات عقد مین ہو ف یعنی احد العوضین مین جیسے بیع درہم کی بدلے مین دو درہم کے ف اور اسکے فسخ مین حکم قاضی شرط نہین اور اگر کوئی فسخ
مین انکار کرے تو قاضی جبراً فسخ کرادیوے در مختار ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہو ف مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری مجھکو ایک ہدیہ
دیوے تو جسنے شرط لگائی ہو اُسکو فسخ واجب ہے امام محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک ہر ایک پر واجب ہے تو اگر مشتری نے بیع فاسد مین مبیع
کو بیچ ڈالا یا ہبہ کردیا اور تسلیم کردیا موہوب لہ کو یا مبیع غلام تھا اُسکو آزاد کردیا تو یہ تصرفات مشتری کے صحیح ہوجاوینگے اور اسپر قیمت لازم آویگی اور
حق فسخ کا ساقط ہوجاویگا ف اسواسطے کہ مبیع سے حق غیر کا متعلق ہوگیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ کے اور حق العباد مقدم ہے حق اللہ پر کیونکہ
اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بندہ محتاج ہے ص اور بیع فاسد اگر فسخ کی گئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہین لے سکتا جبتک اُسکا ثمن نہ پھیر دیوے تو اگر بائع بعد
فسخ کے مرجاوے تو پہلے اُس شے کو بیچ کر مشتری کا ثمن ادا کرینگے بعد اُسکے اور قرضخواہونکو جو بچیگا وہ دیا جاویگا ف جیسے رہن مین اگر راہن مرجاوے
تو شے مرہون کو بیچکر اوّلاً روپیہ مرتہن کا ادا کرینگے بعد اُسکے جو بچیگا بعد تجہیز و تکفین اور قرضخواہونکو ملیگا ہدایہ ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع
کو بیچا اور اسمین نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہین تو اُسکو صدقہ دیدیوے اور بائع نے جو نفع کمایا تھا اُسکو حلال ہوگیا ف اور دلیل اُسکی ہدایہ

اور اصل کتاب مین مذکور ہی ص اسیطرح پر اگر ایک شخص نے دعوی کیا کچھ روپیون یا اشرفیون کا دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپیہ یا اشرفی ادا کرکے
بعد اسکے مدعی نے اقرار کیا کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اُن روپیون مین نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہوجاویگا ف اور مدعا علیہ سے
جسقدر روپیے لیئے تھے وہ پھیر نا پڑینگے ص اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اُس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اُسکی قیمت
لازم ہوگی اور حق فسخ کا ساقط ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک مکان گرایا جاویگا اور زمین بائع کو واپس پھیر دیگی اور مشتری اپنا عملہ لیجاویگا
ف ایسا ہی اگر مشتری نے اُس زمین مین درخت بوئے تو امام صاحب کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہین کرسکتا اور صاحبین
کے نزدیک مشتری کو حکم ہوگا کہ درخت اُکھاڑ لیوے اور زمین خالی کرے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہی اور نہر الفائق
مین مذہب امام صاحب کو اور وہی مختار ہی اسی زمانے مین

فصل مکروہات بیع مین

ص مکروہ ہی لاڑھنا یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینا اس غرض سے کہ دوسرا شخص اسکی خرید مین رغبت کرے اور دھوکا پاوے اور راغب کو خود دینا
منظور نہو ف اسکو عربی مین نجش کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجش کرنے سے اور مول کرنا
اُس چیز پر جسکا کوئی اور مول کر چکا ہی اور دونون کی رضا پائی جاتی ہی ص ف اور اگر اُسنے ابھی مول نہین کیا تو جائز ہی صحیح مسلم مین ابوہریرہ سے مروی ہی
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ کیا کرے کوئی اپنے بھائی کے مول کئے پر اور نہ بیچ کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے
اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہی واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہی اگر ذمی ہو یا مستامن فتح ص اور مکروہ ہی اناج
کو آگے بڑھکر لینا جب شہر والون کو ضرر کرے اسلیئے کہ جب تجارہ قریب شہر کے ہوتا ہی تو عامہ اہل شہر کا حق اُس سے متعلق ہوتا ہی پس مکروہ ہی
کہ بعض شخص آگے جاکے لیوین اور سب کو اُس خریداری سے باز رکھین ف یعنی اناج لیکر تجار سے چلے آتے ہین تو شہر کے باہر جاکر اُنسے خرید لینا مکروہ ہی
اسکی کراہت کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شہر مین قحط ہی اور یہ شخص قافلے مین جاکر ملا اور اُنسے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین لاکر خاطر خواہ قیمت کو بیچا
اور اگر یہ شخص نجاتا اور قافلہ تجارون کا شہر مین آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر مین قحط اور تنگی نہو مگر یہ کہ قافلے والون کو نرخ شہر کا معلوم نہو
اور یہ شخص اُنسے جاکر سستا خرید کر لیوے فریب کر کر اگر یہ دونون صورتین نہون تو مکروہ نہین ہدایہ صحیحین مین مروی ہی ابن عباس سے کہ منع کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اُسکے یہی معنی ہین جو اوپر گذرے ص اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے زمانہ قحط مین مہنگے دامون کی
طمع سے ف حاضر وہ شخص ہی جو شہر مین رہتا ہی بادی وہ جو بیرون شہر کا رہنے والا ہی ممانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہی روایت کی
بخاری نے ابن عمر سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اس حدیث کے دو معنی ہین ایک یہ کہ شہر کا بنیا
بقال شہر کے لوگون کے ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہین اُنکے ہاتھ بیچے تاکہ دام زیادہ ملین اور اسیکو اختیار کیا ہی ہدایہ مین دوسرے یہ
کہ باہر کا شخص غلہ لاوے اور اُسکی طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی نکر مین تجھکو گران بیچ دونگا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی
معنی اختیار کیے ہین مجتبی اور در مختار اور اصل کتاب مین اور منقول ہی یہ تفسیر ابن عباس سے اور مناسب ہی اسکے آخر حدیث کو کہ چھوڑ دو لوگونکو یا اللہ
تعالی روزی دیتا ہی بعضے آدمیونکو بعضونسے روایت کیا اسکو مسلم نے جابر سے ص اور مکروہ ہی بیع وقت اذان جمعہ کے تحریما ف اسواسطے
کہ فرمایا اللہ تعالی جل شانہ نے یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع
اے ایمان والو جسوقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعہ کے پس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑ دو سوداگری اسواسطے کہ بیع کرنے سے خلل آتا ہی سعی مین

اور وہ واجب ہے یہانتک کہ اگر سعی مین خلل نہ آوے بلکہ سعی بھی ہوتی جاوے اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری ایک کشتی مین سوار ہین اور وہ
کشتی چلی جاتی ہے مسجد جامع کو تو مضائقہ نہین در مختار ص اور جن دو یا دو ون مین قرابت قریبہ محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب اور محرم ہو
تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب غیر محرم جیسے چچا کی اولاد دونون نکل گئے ہدایہ ص اور دونون صغیر ہون یا ایک صغیر ہو تو
انمین جدائی ڈالنا مکروہ ہے جب کسی حق کے سبب سے نہووے نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسف کے نزدیک جب ان دونون مین ناتا ولاد
کا ہو تو ایک کی بیع بدون دوسرے کے جائز نہین ف اور بعضون نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسف کے نزدیک بیع جائز نہین خواہ ناتا ولادت کا ہووے
یا اور طرح کا اور یہی قول ہے زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب مین قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جو روایت کی ترمذی نے ابی ایوب انصاری
سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جدائی ڈالی درمیان مین والدہ اور اسکے ولد کے جدائی ڈالیگا
اللہ تعالی درمیان اسکے اور درمیان دوستون اسکے کے دن قیامت کے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور غریب ہے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے شرط
مسلم پر اور نظر کی اسمین محدثین نے کہ اسکے اسناد مین حیی بن عبد اللہ ہے نہین اخراج کیا اس سے صحاح مین اور اختلاف کیا گیا اسمین اور
بسبب اختلاف کے نہین صحیح کیا اسکو ترمذی نے اور روایت کیا اسکو امام احمد نے ایک قصہ کے ساتھ اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین
عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ملعون ہے وہ شخص جسنے جدائی ڈالی درمیان مین والدہ اور اسکے ولد کے اور کہا کہ اسنا
اسکی صحیح ہے اور روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ ہبہ کئے مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس مین
بھائی تھے تو بیچا مین نے ایک کو پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یا علی کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا مین نے بیچ ڈالا اسکو تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے پھیر لے اسکو پھیر لے اسکو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی حاکم اور دارقطنی نے دوسرے طریق سے عبد الرحمن بن
ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجھکو ساتھ بیع دو بھائیونکے
تو بیچا مین نے ان دونون کو الگ الگ اور کہا مین نے اسکو بیچا امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے کہ دریافت کر ان دونون کو اور بیچ انکو ایک ساتھ
اور نہ جدائی کر درمیان انکے صحیح کیا اسکو حاکم نے اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور نفی کی ابن قطان نے ضعیف اس حدیث کا اور کہا کہ یہ اولی ہے
ان حدیثون مین جنپر اعتماد ہے اس باب مین اور روایت کیا اسکو احمد اور بزار نے دوسرے طریق سے لیکن اسمین انقطاع ہے اور وہ مفصل بیان ہے
نزدیک عینی ص اور اگر جدائی ان دونون کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اسمین دیا گیا یا عیب کے سبب سے رد کیا گیا تو مکروہ
نہین اور جائز ہے بیع من یزید یعنی نیلام ف جسکو ہراج کہتے ہین اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے انس بن مالک سے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اسنے کہا کیون نہین ایک کملی ہے
جسکو کچھ بچھاتا ہون اور کچھ اوڑھتا ہون اور ایک پیالہ ہے جسمین پانی پیتا ہون فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انکو لیا اور فرمایا کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو عوض ایک درہم کے خرید کرتا ہون
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین
دونون کو دو درہم کو لیتا ہون سو حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دونون چیزین اسکو دین اور دونون درہم مرد انصاری کو دیئے
اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل و عیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسمین لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیان لایا کر اور بیچا کر اور مین تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون تو ایسا ہی کیا پھر وہ

آیا اور اُسکو دین بہم حاصل ہیے سو اُسنے کچھ دہیون کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنیسے
دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے منھ پر ہوے بسبب سوال کے

ص باب اقالے کے بیان مین

ف اقالہ بیع کا رد کرنا بعد تمامی کے اقالے کا جواز ثابت ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیر لے مسلمان کی بیع رد
کریگا اللہ تعالی لغزش اُسکی قیامت کے دن روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رض سے اور صحیح کہا اسکو ابن حبان اور حاکم نے ص جاننا چاہیے
کہ اقالہ یعنے پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق مین تو فسخ بیع ہی اور سوا اُنکے اور شخصون کے حق مین مانند بیع جدید کے ہی تو اگر فسخ بیع
بائع اور مشتری کے حق مین نہ ہوسکے تو اقالہ باطل ہوگا ف اور مثال اُسکی آگے آتی ہی ص اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری
کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہی تو اُسکا فائدہ یہ ہی کہ وقت اقالے کے شفیع کو دعوی شفعہ پہونچتا ہی ف مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ
بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اُسوقت حق شفعہ ساقط کردیا بعد اُسکے اب اقالۂ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق مین تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار
کیا جاویگا اور شفیع کے حق مین بیع جدید تو اب پھر اُسکو دعوی شفعہ پہونچ سکتا ہی درمختار ص اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اُسکے
اقالۂ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہوگا ف یعنے اب بائع اول کو وطی اُسکی جائز نہوگی بغیر استبرا کے ص اور امام ابو یوسف رح کے
نزدیک اقالہ بیع ہی تو اگر بیع نہوسکیگی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک فسخ ہی اور اگر فسخ ممکن نہوگی تو بیع شمار کیجاویگی تو
باطل ہی اقالۂ بیع اُس لونڈی مین جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آکر جنے ف مثلاً ایک لونڈی خریدی اور وہ مشتری پاس آکر بعد قبض کے
جنے تو اس اقالے کو فسخ نہین بنا سکتے اسواسطے کہ بیع مین زیادتی ہوگئی اور یہ مانع فسخ ہی تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ ص امام صاحب رح کے نزدیک
اور صاحبین رح کے نزدیک باطل نہین ہی کیونکہ اس اقالے کو بیع بنا سکتے ہین اور اقالہ اُسی ہی قیمت کو درست ہی جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر وہ اُسکے بدلے مین
بیع ہوئی تھی اور اقالے مین اشرفی ٹھہری یعنے جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پہلی
قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحب رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک شرط صحیح ہی اسواسطے کہ امام صاحب رح کے نزدیک اقالہ فسخ بیع اول
ہی اور فسخ نہین ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبین رح کے نزدیک بیع جدید ہی تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی الا کمی قیمت کی اس صورت مین کہ
جب مبیع مین مشتری کے پاس آکر کوئی عیب ہوگیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع نہین ہی البتہ ہلاک ہوجانا مبیع کا مانع صحت اقالہ ہی ف
یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہوجاوے تو یہ اقالے کا مانع نہین اسواسطے کہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اصل مبیع ہی اور وہ موجود ہی اسواسطے
اگر مبیع تلف ہوجاویگی مشتری کے پاس تو پھر اقالہ اُسکا نہوسکیگا مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مرگیا تو اب اقالہ اُسکا نہین ہوسکتا
یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالے کے مبیع ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہوکر اصل بیع قائم ہوجاویگی بحر ص اور اگر مبیع مین سے کسی قدر
تلف ہوجاے تو اُسی قدر کا اقالہ نہوسکیگا باقی کا درست ہوگا ف مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو
زمین مین بقدر اُسکے حصے کے اقالہ صحیح ہی مسائل الحاقیہ اقالے مین رضامندی بائع اور مشتری کی شرط ہی اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا

نہین ہوسکتا اور واجب ہی اقالہ عقد فاسد و مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہوگا صابون کو
خریدا اور پھر وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہی اسواسطے کہ کل مبیع باقی ہی اور صحیح ہی اقالے کا اقالہ کرنا تو پھر مبیع اول لوٹ آویگی مگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہین
انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اُسکا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین درمختار

ص باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان مین

مرابحہ کہتے ہین چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کر کے اور تولیہ کہتے ہین صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے ف جاننا چاہیے کہ بیع چار طرح
پر ہوتی ہی مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضیعہ مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہو چکا ہی اور مساومہ کہتے ہین اُس بیع کو جسکے ثمن پر بائع اور مشتری
راضی ہوجائین بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضیعہ کہتے ہین اصل لاگت سے نقصان پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہی اور نقلاً بھی
بدلیل اُس حدیث کے جسکو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیر مین کہ حضرت ابو بکرؓ نے دو اونٹ خریدے اور اُنہین سے جو افضل تھا آن حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش کیا اور کہا آپ سوار ہوجیے صدقے ہون آپ پر ماں باپ میرے تب فرمایا آپنے مین نہین سوار ہونگا اُس
اونٹ پر جو میری ملک مین نہین ہی تو کہا ابو بکرؓ نے کہ وہ اونٹ آپ کا ہو گیا فرمایا آپنے نہین مگر اُس قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اسکو حضرت
ابو بکرؓ نے اور سوار ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس اونٹ پر اور روایت کی عبد الرزاقؒ نے سعید بن المسیبؒ سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت سب برابر ہین نہین ہی حرج ان مین اور مرسلات سعید کے مقبول ہین فتح ص اور شرط ان دونون کی
یہ ہی کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو ف یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہوجاوے ثمن مثلی جیسے روپے اشرفی اور
مکیل موزون یعنی جو چیزین ناپ تول کر بکتی ہین اور جو گن کر بکتی ہین لیکن مقدارین یکسان اور قریب ہوتی ہین اور ثمن ذوات القیم جیسے حیوان اور انسان کہ
انکے افراد کی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہی اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسا کہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہان مرابحہ اور تولیہ
قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت اُسکی مجہول ہی ہان اگر مشتری ثانی اُسی چیز کا مالک ہوجاوے جسکو بائع ثانی نے قیمت مین دیا تھا اور اُسی قیمت کے
خرید تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اُسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق
بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اُسی کپڑے کے اور کچھ نفع پر یا بلا نفع تو جائز ہی کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہی
نہر ص اور مرابحہ اور تولیہ کی طرف احتیاج اسواسطے ہی کہ جو شخص ناواقف ہی اور نادان ہی خرید و فروخت مین وہ شخص بائع واقف کے
ایمان پر نفع دیکر یا اصل لاگت پر خرید کر سکتا ہی اور اُس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہی اسواسطے ان دونون بیعون کا مدار امانت اور دیانت پر ہی
اور ضرور ہی اسمین احتراز خیانت اور شبہہ خیانت سے مسئلہ اور اصل لاگت کپڑے مین شریک ہوگی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی کی
اور اسیطرح ڈورین بٹوائی کی مزدوری اور غلے مین باربرداری کی ف اور بکریون کے ہانکنے کی مزدوری اور مشوب اور ... کی
مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچائی پانی کی کھیت مین اور نہرون کی صفائی کی اور باغ مین ... کی
اور گھر کی چونہ کاری کی ان سب چیزون کی مزدوریان اصل لاگت مین گنی جاوینگی اسیطرح موتی مین سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی مین ...
بنانے کی درمختار و نہر وغیرہ مین اسکا قاعدہ کلیہ یہ لکھا ہی کہ جن مصارف کی لاگت مین ملانے کا دستور ہو تجارون مین ... سبب مبیع ...

سلم کا بیان آگے آویگا ١٢ ف مثلاً سو اسکے نفع پر یا ڈیوڑھے نفع پر اور یہ اُس چیزین جو خریدی ہی اور اگر مبیع بائع پاس ازروے ہبہ یا میراث وغیرہ کے آئی تو اسکی قیمت ... بیچا تو تولیہ کہا جاویگا اور نفع پر مرابحہ ١٢ منہ ف مثلاً مبیع لونڈی غلام ہو تو اُسکی کھلائی پلائی کپڑا سب لاگت مین لگایا جاویگا ١٢ منہ رحمہ اللہ تعالی

یا قیمت میں زیادتی ہوئے تو وہ لاگت میں ملا جاوینگے ص لیکن ان چیزون کی اجرت اور مزدوری جب لاگت میں ملائی جاوے تو بائع یون کہے کہ اتنے
داموں کو مجھے یہ چیز پڑی ہے اور یون نہ کہے کہ اتنے کو مین نے خریدا ہے ف تاکہ جھوٹ نہو جاوے اور جس مکان میں اسباب رکھا ہو اسکا کرایہ یا چرواہے
کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت میں داخل نہوگی ہدایہ ص تو اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ
مین خیانت کی تو اُسکو اختیار ہے چاہے ان داموں پر جو مشتری اول نے بیان کئے ہیں خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ میں اگر خیانت معلوم
ہوئی تو جسقدر مشتری اول نے خیانت کے روپیے اصل لاگت پر دام بڑھائے ہون کاٹ کر باقی دام دیدیوے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں کاٹ لیوے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں چاہے مشتری اول کے بتائے داموں پر لیلیوے یا پھیر دیوے ف اور فتوی امام صاحبؒ کے قول پر ہے ص اور
جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اُسکو جس داموں بیچا تھا اُس سے کم کو خرید لیا تو اب اگر اُسکو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو مقدار
نفع اول کو اصل لاگت سے مجرا کر لے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شے مفت پڑ جاوے تو اب اُسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے مثلاً ایک گھوڑا
دس روپیے کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا اور پھر دس کو خرید لیا تو اب اُسکو اگر مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے کہ مجھکو پانچ روپیہ کو پڑا ہے اور اگر دس روپیہ کو
خریدا اور بیس کو بیچا اور پھر دس کو خریدا تو اب اُسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح پر بیچ ڈالے برخلاف صاحبینؒ کے کہ انکے
نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر مرابحہ بیچنا جائز ہے ف اور صاحبینؒ کا قول خلق پر آسان ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے تو جس قول پر چاہے
عمل کرے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اگر اس غلام نے جسکو مولے نے اذن تجارت کا دیا ہے اگرچہ وہ غلام قرضدار ہو بقدر اپنی
قیمت کے ایک کپڑا خریدا دس روپیے کو اور مولی نے اُس سے پندرہ کو خریدا تو مولی اگر اس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہئے کہ اصل ثمن دس روپیے
بتلاوے اور ایسا ہی اُسکا اُلٹا یعنی اگر مولی دس روپیے کو کپڑا لیکر اُسی غلام کے ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس روپیے لاگت
بتلاوے اور پندرہ نہ کہے ف اور دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے اور قرضدار غلام میں جب یہ صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہوگا تو بطریق
اولی مولی کو یا غلام کو وہی دام بتلانا پڑیں گے جس داموں مولی یا غلام نے اُس شے کو لیا ہے یعنی دس روپیے ان دونوں صورتوں میں ص اور اگر
مضارب کے پاس دس روپیے تھے مثلاً آدھے نفع کی قرارداد پر اُس دس روپیے کے بدلے میں مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپیے کو مالک مال کے
ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال اب اُسکو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ روپیہ قیمت کپڑے کی بتاوے ف اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہے صاحب
مال کی اور اسی طرح اُسکے اُلٹے میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اُسکا کتاب المضاربۃ میں آویگا ص اگر لونڈی
خریدی صحیح و سالم اور مشتری کے پاس آنکھ کانی ہوگئی ف کسی آفت سماوی سے ص یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اُس سے جماع
کیا اور پھر اب بیچتا ہے اُسکو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کردے اور اسکا بیان ضرور نہیں کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آنکھ کانی ہوگئی یا
اس سے مین نے جماع کیا ہے ف اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیان اسکا ضرور ہے اور یہی مذہب ہے باقی ائمہ کا فقیہ ابو اللیثؒ نے کہا ہم بھی
اخذ کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین ابن الہمام نے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر مشتری نے خود آنکھ اُسکی پھوڑ دی یا کسی
اور نے اُسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اُس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اُسکا ازالہ بکارت کیا جماع سے تو ان
صورتوں میں جسوقت مرابحہ سے بیچے تو کیفیت بیان کردے اور اگر ایک کپڑا خریدا اور خود بخود اُسکو چوہا کہیں سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اگر
اُسکو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اُسکا ضرور نہیں اور اگر اُسکے لپیٹنے اور کھولنے سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے بیان اُسکا ضرور ہے اگر

لہ یعنے بیع مولی کی عبد ماذون سے اور بالعکس لہذا اُس سے غیر معتبر بلکہ اعتبار عدم کا رکھتی ہے حق مرابحہ میں ۱۲ مولوی محمد عبد الغفار مرحوم

ایک غلام خریدا ہزار روپے کو اُدھار ایک مدت پر پھر سَو کے نفع پر اُسے فروخت کیا بغیر بیان کے ف یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ مین نے ہزار روپے کو اُدھار
کو لیا ہے ص تو اب مشتری ثانی کو اختیار ہے جب معلوم ہووے اُسکو یہ بات چاہے اس غلام کو پھیر دے چاہے رکھ لیوے ف لیکن اگر رکھ لیگا تو اُسکو
گیارہ سَو روپے نقد دینے پڑینگے نہ مؤجل ص تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کر دیا تو اُسکو گیارہ سَو روپے پورے دینا لازم آوینگے نقد اور
یہی حال تولیہ کا ہے ف کہ اگر مبیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت اُدھار مشتری اول کی معلوم ہوگی تب تو اختیار رہیگا چاہے
اُس چیز کو رکھ لیوے اور چاہے واپس کر دیوے اور اگر بعد مبیع تلف کرنے کے خیانت مشتری اول پر اطلاع ہوگی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے
دینا پڑینگے ص اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجھکو پڑی ہے اُتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہون اور عمرو کو معلوم نہین کہ زید کو کتنے کو یہ چیز پڑی ہے
تو بیع[1] فاسد ہے اور اگر عمرو کو اُسی مجلس بیع مین یہ معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہے تو اُسکو اختیار رہیگا چاہے لے لے چاہے پھیر دیوے
ف تو اگر مجلس مین بھی حال ثمن کا معلوم نہووے تو بیع باطل ہو جاویگی درمختار ص جس چیز کو خریدے تو جب تک اسپر قبضہ نہ کر لیوے بیع اسکی جائز نہین
مگر عقار مین ف جاننا چاہیے کہ مبیع دو قسم ہے ایک منقول جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکین جیسے چاندی سونا برتن گھوڑا اسباب وغیرہ
اور ایک غیر منقول جسکی نقل وتحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ اور اسکو عقار کہتے ہین دلیل اس باب مین وہ روایت ہے جو اخراج کیا
اُسکا شیخین رح اور مالک رح نے ابن عمر رض سے کہ نہ بیچے کوئی غلے کو یہانتک کہ قبضہ کر لے اُسپر اور طعام وغیرہ منقولات مین ہے اور محمد رح کے نزدیک خواہ منقول
ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہین بدلیل اس حدیث کے جسکو روایت کیا نسائی نے سنن کبری مین حکیم بن حزام سے کہ کہا مین نے یا رسول اللہ
صلواۃ اللہ علیک مین خرید و فروخت کیا کرتا ہون تو بتا دیجیے کہ کونسی خرید و فروخت حلال ہے اور کونسی حرام ہے تب فرمایا آپ نے کہ نہ بیچ تو کسی
شی کو یہانتک کہ قبضہ کر لے تو اُسپر اور بھی روایت کیا اسکو احمد رح نے مسند مین اور ابن حبان نے اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے یوسف بن ماہک سے
اُنھون نے حکیم بن حزام سے اور اُنکے بیچ مین ابن عصمہ نہین ہے اور حاصل یہ ہے کہ مخرجین اس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہین درمیان
ابن ماہک اور حکیم رض کے اور بعضے نہین اور ابن عصمہ ضعیف ہے نہایت درجے کا کہا ابن حزم نے عبد اللہ بن عصمہ مجہول ہے اور صحیح کہا اُنھون نے
حدیث کو بروایت یوسف بن ماہک خود حکیم رض سے اسواسطے کہ اُسنے تصریح کر دی اپنے سماع کی حکیم رض سے روایت قاسم بن اصبغ مین اور صحیح یہ ہے کہ عبد اللہ
ابن عصمہ ان دونو کے بیچ مین ہے ذکر کیا اُسکو ابن حبان نے ثقات مین اور عبد الحق اور ابن قطان نے اُسکو ضعیف کہا اور دونون نے خطا کی اسواسطے
کہ یہ عبد اللہ بن عصمہ جشمی حجازی ہے اور وہ جو ضعیف ہے عبد اللہ بن عصمہ نصیبی ہے یا اور کوئی ہے تو حق یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن حبان نے اپنی
صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین نقل کی زید بن ثابت سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہانتک کہ لیجاوین اُسکو تجار
اپنی منزلون تک اور صحیح کہا اُسکو اور تنقیح مین ہے کہ اسناد اسکی جید ہے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہان منقول ہے کیونکہ
منقولات کا لیجانا اپنی منزلونتک ممکن ہے نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائی کی عام ہے تو اُسکا جواب امام صاحب یہ دیتے ہین کہ مراد اُس سے بھی
شی منقول ہے اسلیے کہ غایت اس نہی سے یہی ہے کہ جب تک مبیع پر قبضہ نہین کیا احتمال ہے اُسکے تلف اور ہلاک ہو جانیکا اور تلف و ہلاک عقار مین نہایت نادر ہے اسواسطے
اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اُسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانیکا ریت سے تو اُسوقت مین غیر منقول
بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین قبل قبض کے فتح و درمختار ص اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو ناپ کر یا تول کر یا گن کر
بکتی ہے ف جیسے غلہ کہ ناپ کر عرب مین اور حوالی مدراس مین بکتا ہے اور سونا چاندی تول کر بکتا ہے اور اخروٹ وغیرہ گن کر بکتا ہے تو نہ بیچے اسکو

[1] واسطے جہالت ثمن کے ۱۲

اور نہ کھاوے یہانتک کہ ناپے اسکو یا تولے یا گنے ف اور اگر یون ہی کھا دیگا یا بیع کریگا تو مکروہ تحریمی ہے در مختار ص منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
بیع غلہ سے جب تک کہ جاری نہون اسمین دو صاع صاع بائع کا اور صاع مشتری کا اور مطلب اسکا یہ ہے کہ بائع مشتری کے سامنے بعد بیع کے
اسکو ناپے یا تولے یا گن دیوے اور صحیح یہ ہے کہ بائع کا اس صورت مین ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہے اب پھر مشتری کو ضرور نہین ناپنا وغیرہ یہانتک کہ
اگر بائع نے قبل بیع کے اسکو ناپ یا تول یا گن رکھا ہے تو یہ کافی نہین اگرچہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد بیع کے ناپا لیکن مشتری کی غیبت مین وہ بھی معتبر
نہوگا ف اور اس سے وہ چیزین نکل گئین جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریان لگا کر بکتی ہین تو انکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اصل اس باب مین روایت ہے
ابن ماجہ کی جابر رض سے نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِي
یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو
اسحاق اور ابن ابی شیبہ اور بزار اور عبد الرزاق نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہے اگرچہ اس حدیث کی اسنادون مین ضعف ہے لیکن بسبب تعدد طرق اور
قبول ائمہ کے حجت ہے اور محل حدیث وہ ہے کہ مشتری نے ایک چیز خریدی ناپ یا تول کے اور اب اسکو بیع کرتا ہے تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے
اور تولے تو مشتری اول وقت اپنی خرید کے مشتری تھا اور اب بائع ہوگیا علیٰ ہذا وہ صورت ہے جسکو شارح بیان کرتا ہے ص ایک شخص نے
عقد سلم کیا ایک کر[1] مین گیہون کے مثلاً ایک مدت معین پر تو جب وہ مدت گذر گئی تو مسلم الیہ[2] نے ایک کر گیہون کا ایک شخص سے خرید کر لیے رب السلم کو
حکم کیا کہ قبضہ کر لیوے اس کر پر پہلے مسلم الیہ کی طرف سے پھر اپنے لیئے تو پہلے رب السلم نے اس گیہون کو مسلم الیہ کے لیئے ناپا پھر اپنے لیئے ناپا تو جائز ہوگا ف
اس صورت مین صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے ص اور جو چیزین گزون سے ناپ کر بکتی ہین انکا استعمال بعد قبضے کے قبل ناپ لینے کے
درست ہے اور ثمن مین تصرف کرنا ف جیسے روپے کے بدلے اشرفیان لینا یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کر دینا یا بیچ ڈالنا یا وصیت کرنا ساتھ
ثمن کے یا اجارہ دینا فتح ص قبل اس بات کے کہ بائع اسپر قبضہ کرے درست ہے ف کیونکہ ثمن تابع ہے بیع مین اور اسمین خوف فسخ عقد کا نہین
بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ وہ متعین نہین تعین سے بخلاف بیع کے ہدایہ عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ کہا مین نے یا رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیک وسلم مین بیچتا ہون اونٹ بقیع[3] مین تو بیچتا ہون عوض مین دینارون کے اور لیتا ہون دراہم اور بیچتا ہون عوض مین
دراہم کے اور لیتا ہون دینار تو فرمایا آپ نے نہین ہے حرج اسمین اگر لے نرخ سے اس دن کے جب تک کہ جدا ہو تم دونون اور تمھارے
درمیان مین کوئی معاملہ باقی ہووے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور دارمی نے اور صحیح کہا اسکو حاکم نے ص
ثمن مین کمی اور زیادتی کرنی درست ہے جب تک مبیع قائم ہے یعنی کمی مطلقاً درست ہے اور زیادتی اس صورت مین جب تک مبیع ہلاک
نہوئی ہو تو درست ہے ف اور بعد ہلاک مبیع کے زیادتی ثمن درست نہین اگرچہ ہلاکی حکمی ہو اسطرح پر کہ مشتری نے اسکو بیچا پھر اسکو خرید کیا
ثمن زیادہ کیا در مختار ص اور اسیطرح جائز ہے زیادتی مبیع مین ف یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے مبیع مین کچھ اور بڑھا دے تو درست ہے
ص اور ان صورتون مین کل کا استحقاق ہوجاتا ہے یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھایا تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونون کا مستحق ہوجاتا ہے
اور بائع نے اگر مبیع بڑھا دی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونون کا مستحق ہوتا ہے اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر مبیع مع
زیادتی یا ثمن مع زیادتی کسی شخص غیر کی نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لیگا اور اسیطرح بائع کل مبیع مع زیادتی کے مشتری سے وصول کریگا
ف اسواسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا مبیع ملجاتی ہے اصل عقد سے گویا عقد اسقدر مبیع یا اسقدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپے کو چار آم خریدے اور عمرو نے

[1] کر ہوتا ہے ساٹھ قفیز کا اور سلم کا بیان آگے آویگا [2] اسیطرح مسلم الیہ و رب السلم کا ۱۲ [3] نقیع بنون و قاف موضعی است قریب مدینہ مشتق از استنقاع یعنی جمع آب بجہت جمع کردہ شید آنجا آب حتا خاتہ الاوطار ابن البقیع بباء موحدہ نسبت غلط (افادہ)

اپنی خوشی سے ایک آم اور بڑھا دیا تو گویا ایسا سمجھا جاویگا کہ زید نے عمرو سے روپیہ کے پانچ آم خریدے اسیطرح اگر زید نے ایک روپیہ پر چار آنے یا آدھ آنے
بڑھا دیئے تو گویا ڈیڑھ روپیہ یا سوا روپیہ اصل ثمن سمجھا جاویگا ھ اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علیحدہ
احسان رہیگا تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی مبیع یا ثمن کے باقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت
مین کم قیمت سے لیگا ف یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو روپیہ پر بعد اسکے زید نے پچیس روپیہ بڑھا دیئے یا عمرو نے پچیس روپیہ
گھٹا دیئے اور بکر کا شفعہ اس مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول مین صرف سو ہی روپیہ کو اور صورت ثانی مین پچھتر کو لے سکتا ہے ھ اگر ایک شخص نے
کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھ بدلے ہزار روپیہ کے اس شرط پر کہ مین ضامن ہون ثمن مین سے سوا ہزار کے سو روپیہ کا مثلاً اور اُسنے بیچ ڈالا تو مالک
غلام کا ہزار روپیہ زید سے وصول کرے اور سو روپیہ ضامن سے اور اگر اُسنے یہ نہین کہا کہ مین ثمن مین سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون ف
یعنی ثمن کی قید اُسنے نہین لگائی ھ بلکہ اتنا ہی کہا کہ مین سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون تو مالک غلام کا ہزار روپیہ زید سے وصول کرے
اور ضامن پر کچھ نہین لازم آتا سوائے قرض کے ف قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تاکہ وہ شخص ویسا
ہی مال پھیر دیوے جیسے روپیہ اشرفی غلہ وغیرہ ھ اور طرح کا دین ف مثلاً ثمن مبیع ھ اسکی مدت معلوم اگر دائن مقرر کر دیگا تو وہ مؤجل ہو جاویگا
ف یعنی پھر اندرون مدت کے اُسکا مطالبہ نہین ہو سکتا اور قرض کی مدت اگر مقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کر دے تو صحیح نہین یعنی اُسکو لازم نہین
کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ نہ کر سکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہے جیسے
معیر کو مدت استیفا سی عاریت کی لازم نہین اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہے کیونکہ اسمین رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے اجل
صحیح نہین ھ کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے اُدھار ہوا اور یہ مقتضی فساد قرض ہے ف حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائی
حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے زیلعی وغیرہ مسائل الحاقیہ ایک لڑکے صغیر کو قرض دیا اور اُسنے ہلاک کر دیا تو ضامن نہوگا اور
مثل اُسکے مرد بالغ بیوقوف ہے شروط زائدہ قرض مین باطل ہین اور اُنسے قرض باطل نہین ہوتا اور روٹی کا قرض لینا اور گوندھے ہوئے آٹے کا
تول کر جائز ہے کمتر چیز کا خرید کرنا اُس سے گران کے بسبب حاجت قرض کے جائز اور مکروہ ہے در مختار

باب ربوا یعنی سود کے بیان مین

ف سود لینا باتفاق اُمت حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے فرمایا اللہ سبحانہ نے یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ
اس آیت مین مراد ربوا سے مال زائد ہے خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین اور آگے ہے ربوا الفضل زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی مصدری اور فرمایا
اللہ تعالی نے واحل اللہ البیع وحرم الربوا اور حلال کیا اللہ تعالی نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ قرض یا بیع مین زیادہ دینے لینے کو
صحیح مسلم مین جابرؓ سے روایت ہے کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاج کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور اُسکے لکھنے والے پر اور اُسکے
گواہون پر اور فرمایا آپنے کہ سب برابر ہین اور روایت کی امام احمد اور ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آویگا ایک زمانہ لوگون پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانیوالا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا اُسکو پہنچ جاویگی اُسکو بھاپ اُسکی اور
ایک روایت مین گرد اُسکی عبداللہ ابن حنظلہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم سود کا کہ کھاتا ہے اُسکو آدمی جان بوجھ کر
سخت زیادہ ہے چھتیس زنا سے اخراج کیا اسکا احمد اور دارقطنی نے اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباسؓ سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہے

لہ جس کو ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرفات کا ۱۲

مال حرام سے تو جہنم قریب ہے اُسکے اور روایت کی ابن ماجہ و بیہقی نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کے ستر ٹکڑے ہین سب سے کم ایسا ہے جیسے کوئی
اپنی ماں سے جماع کرے اور ابن مسعود سے ہے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہے مال اُس سے لیکن انجام اُسکا نقصان ہے اور احمد و ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے کہ شب معراج کو آیا مین ایک قوم پر کہ پیٹ اُنکے مثل گھڑون کے ہین اور اُنمین سانپ دکھائی دیتے ہین تو پوچھا مینے جبرئیل علیہ السلام سے کون ہین یہ
لوگ کہا اُنھون نے یہ سود خوار ہین فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ اخیر آیت کلام اللہ کی آیت بیاج کی ہے اور تحقیق کہ حضرت نے وفات کی اور خوب کھولکر بیان نہ فرمایا
بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جسمین شبہہ بھی بیاج کا ہو اُس سے ص ربوا ایک زیادتی ہے ایک جنس کی دو چیزونمین تول یا ناپ سے جو خالی ہے عوض سے اور شرط کی گئی ہو واسطے
احد المتعاقدین کے ف یعنی واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے ص معاوضے مین تو ایک جنس کی دو چیزون کے کہنے سے
نکل گیا مبادلہ دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہون کے بسبب متحد نہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکلگیا دس گز کپڑا بدلہ مین پانچ گز کے اور خالی ہو
عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہون اور سیر بھر جو دو سیر گیہون اور دو سیر جو کے بدلے مین بیچا اسواسطے کہ یہان اگرچہ ثانی زائد ہے لیکن
یہ زیادتی بے عوض کے نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سیر بھر جو کے مقابلے مین دو سیر گیہون ہو وین اور سیر بھر گیہون کے عوض مین دو سیر جو اور یہ جو کہا گیا
کہ شرط کی گئی ہے احد المتعاقدین کیواسطے اس سے وہ صورت خارج ہو گئی کہ زیادتی کی شرط شخص ثالث کے لیے ہو تو وہ ربوا نہین شمار کیجاویگی اور معاوضے
کی قید اسواسطے لگائی کہ زیادتی اُس عقد مین جو خالی ہوتا ہے عوض سے جیسے ہبہ بیاج نہین ہے علت اور شرط ربوا کی دو چیزین ہین ایک یہ کہ دونون
چیزین قدری ہون یعنی پیمانے مین ناپ کر یا تول کر بکتی ہون دوسرے یہ کہ اُن چیزون کی جنس ایک ہو ف مثلاً دونون طرف گیہون ہون یا چانول
یا سونا یا چاندی اور اگرچہ وہ چیز ناپ یا تول کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کرکے جیسے لکڑی آم وغیرہ تو اسمین ایک کے بدلے دو لینا درست ہے یا جنس ایک
نہو جیسے جو کے بدلے گیہون یا چانول کے بدلے جو تو اس صورت مین بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاویگا ص اور شافعیؒ کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہے کہ وہ
دونون چیزین یا کھانیکی قسم سے ہووین جیسے گیہون چانول یا قیمت جیسے سونا چاندی اور ایک جنس ہونا اور امام مالکؒ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ کھانے
کی قسم سے ہو کہ یا قابل رکھ چھوڑنے یا جمع کرنیکے ہو ف اصل اس باب مین وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا صحاح ستہ والون نے سوا بخاری کے عبادہ بن صامت
سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے مین سونیکے اور چاندی کو بدلے مین چاندیکے اور گیہونکو بدلے مین گیہونکے اور جو کو بدلے مین جو کے اور کھجور کو بدلے مین
کھجور کے اور نمک کو بدلے مین نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست برابر برابر تو جب یہ قسمین مختلف ہو وین یعنی گیہون لیمین جو کے یا جو بدلے مین نمک کے مثلاً تو بیچو جسطرح چاہو
تم لیکن دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہے اور اُسیکو اختیار کیا امام اعظمؒ نے اور دلیل اسکی کتب اصول مین تفصیل مذکور ہے
ص تو جو چیز ناپ یا تول کر بکتی ہے جب بدلے مین اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اُسمین زیادتی لینا حرام ہے اگرچہ وہ چیز کھانیکی نہو جیسے چونا اور لوہا چونا کیلی ہے اور
لوہا وزنی اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک زیادتی اُن مین حرام نہین ف کہ یہ دونون چیزین کھانیکی نہین ہین لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہے اسواسطے زیادتی
حرام ہوگی اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک حرام نہین ص اور برابر برابر بیچنا درست ہے اور جو جنس قدر شرعی مین داخل نہین جیسے نصف صاع سے کم اُنمین بھی زیادتی حرام نہین
جیسے بیع ایک مٹھی گیہون کی بدلے مین دو مٹھی گیہون کے یا ایک انڈے کی بدلے مین دو انڈون کے یا ایک کھجور کی بدلے مین دو کھجور کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہین حلال ہے
کھانیکی چیزونمین بیع ایک مٹھی کی عوض دو مٹھی کے بسبب علت طعم کے اور اسلیئے کہ اصل ہمارے نزدیک علت ہے اور اُنکے نزدیک حرمت ف اسواسطے کہ مقادیر
مین شرعاً نصف صاع سے کم کا اعتبار نہین البتہ نصف صاع تک کا اعتبار ہے صدقہ فطر وغیرہ مین تو جو اُس سے کم ہے اُسمین زیادتی حرام نہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے ص تو
جہان قدر و جنس دونون جمع ہون وہان زیادہ لینا اور اُدھار بیچنا دونون حرام ہین جیسے ایک صاع گیہون کو بدلے مین دو صاع گیہون کے بیچے یا ایک صاع گیہون کو بدلے مین
ایک صاع گیہون کے بیچے ایک طرف سے اُدھار یا دونون طرف اُدھار اور جہان پر نہ قدر ہے نہ جنس وہان دونون باتین درست ہین ف مثلاً چار آمون کو بدلے مین

یعنے زیادتی اور ادھار ۱۲

دو چیزین دینگے بیچے یا دو آموں کو بدلے مین تین چیزون کے ایک طرف اُدھار کرکے یا دونون طرف اُدھار کرکے ص اور جہان پر فقط قدر ہے یا فقط جنس تو وہان زیادتی درست ہے
لیکن اُدھار بیچنا نادرست ہے جیسے ایک صاع گیہون کی بیع دو صاع جو کے ساتھ یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھ گز ہراتی کپڑے کے بدلے مین تو یہ بیع نقد درست ہے
اور اُدھار درست نہین اور امام شافعی رح کے نزدیک فقط اتحاد جنس مین قرض بیچنا حرام نہین ف پہلی صورت مین صرف قدر ہے اور دوسری صورت مین صرف اتحاد جنس اور
دلیل اسکی شرح وقایہ مین مذکور ہے ص اور جو اور گیہون اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی رہینگے اور چاندی سونا وزنی اگرچہ لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیوین ف
اسواسطے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گیہون کھجور نمک کو کیلی قرار دیا اور چاندی سونے کو وزنی تو لوگون کو نہ چاہیے کہ اگر گیہون کو تو لکر بیچنا اختیار کیا یا چاندی
سونے کو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیئے جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چھ چیزون کے باقی چیزین لوگونکی
عادت کے موافق رکھی جاوینگی ف یعنے اگر لوگ اسکو ناپ کر بیچتے ہین تو کیلی گنی جاوینگی اور جو تول کے بیچتے ہین تو وزنی ص تو بیع گیہون کی گیہون کے
ساتھ برابر تول کر جائز نہین ف اسواسطے کہ اصل مین وہ کیلی ہے تو احتمال ہے کہ باوجود برابر ہونے وزن کے کیل مین فرق ہو اسصورت مین ربوا ہو جاویگا
ص اور سونے کی سونے کے ساتھ برابر ناپ کر جائز نہین ف اسواسطے کہ وہ اصل مین وزنی ہے تو احتمال ہے کہ باوجود برابر ہونے کے ناپ مین وزن مین
تفاوت نکلے تو ربوا ہو جاویگا ص جیسے جائز نہین بیع ان چیزون کی ڈھیر لگا کر ف اسواسطے کہ اسمین احتمال زیادتی کا ہے ص اور ان چیزون مین
وقت عقد کے معین کر دینا مبیع کا ضرور ہے یہ ضرور نہین کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کر لین ف یعنی اگر گیہون کے بدلے مین گیہون بیچے جاوین
تو دونونکو معین کر دینا مجلس عقد مین ضرور ہے یہ لازم نہین کہ اسیوقت ہر ایک شخص اپنے اپنے عوض پر قبضہ بھی کر لین ص البتہ عقد صرف مین قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد مین
ضرور ہے ف یعنی اگر مبیع اور ثمن دونون ثمن کی چیزین ہون مثلاً روپے اشرفی ہون یا چاندی سونا تو اس صورت مین مجلس عقد مین بائع اور مشتری کا قبضہ
کرنا معتبر ہے ف اور بیان اسکا باب الصرف مین آویگا ص اور شافعی رح کے نزدیک جب طعام کی بیع ہو تو قبضہ کرنا دونون طرف سے عوضین پر
مجلس عقدین مین ضرور ہے ف شافعی رح کی دلیل وہی حدیث عبادہ رض ابن صامت ہے جسمین فی سبب ست مذکور ہے یعنے یدا بید امام اعظم کہتے ہین کہ معنی اسکے
عینا بعین جیسا کہ روایت مسلم اور شافعی رح مین ہے باقی تفصیل ہدایہ اور فتح القدیر مین ہے ص بیع ایک پیسے معین کی بدلے مین دو پیسے معین کے جائز ہے
اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ف اسواسطے کہ امام محمد رح کے نزدیک پیسے چلن دار ثمن مین داخل ہین اور ہماری دلیل اصل مین مذکور ہے لیکن محتاط قول
امام محمد کا ہے ص اور درست ہے بیع گوشت کی ساتھ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اسی جانور کی جنس سے ہو ف مثلاً گائے کا گوشت
گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جسطرح جیسے کہ ہو کم و بیش بشرط تعیین کے البتہ اُدھار درست نہین
اور امام محمد رح کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہے اسی جانور کے بدلے مین بیع ہے تو ضرور ہے کہ گوشت زائد ہو اسقدر گوشت جتنا اس حیوان مین نکلے تاکہ گوشت
مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلہ اوجھڑی کھال وغیرہ کے اور نزدیک شیخین رح کے مطلقاً جائز ہے اسلئے کہ بیع موزون کی ہے عوض غیر موزون کے ف
اور امام شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز نہین بدلیل اس حدیث جسکو روایت کیا مالک رح نے موطا مین اور ابوداؤد رح نے مراسیل مین
سعید بن المسیب رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے گوشت کی بدلے مین حیوان کے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ بیع سے زندہ کی بدلے مین [illegible] اور
مراسیل سعید کے بالاتفاق مقبول ہین اور روایت کی ابن خزیمہ نے سمرہ رض سے مانند اسکے بروایت حسن عن سمرہ کہا بیہقی نے اسناد اسکی صحیح ہے اور جس شخص نے سماع حسن کا
سمرہ سے ثابت کیا ہے اسکے نزدیک یہ حدیث موصول ہے اور جسنے نہین ثابت کیا اسکے نزدیک مرسل ہے جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی مین ہے کہ

---

۱۵ جو چیزین ناپ کر بیچی جاتی ہین ۱۲ ۱۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ فلوس مین ثمنیت صلیہ نہین بلکہ اصطلاحیہ ہے اور حقیقت مین وہ عددی ہین پس جائز ہے واسطے عاقدین کے انکو معین کرکے ثمنیت سے
خارج کر دین مثل اعراض کپڑے وغیرہ کے اور وقت عقد کے معین کر دین تو عقد کو صحیح ہو جاوے اور بلا تعیین جائز نہین فافہم ۱۲ عبیدہ ۱۵ اتحاد جنس نہین ۱۲ ۱۵ اتحاد قدر نہین ۱۲

بیع گوشت کی ساتھ حیوان کی کرے واللہ اعلم ص اور جائز ہے بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھ ناپ کر اور بیع رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے ف رطب
کہتے ہیں تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے میں رطب کے اور اسیطرح رطب کی بدلے میں تمر کے برابر درست ہے امام صاحب کے نزدیک اور
صاحبین رح اور شافعی رح کے نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہیں اسواسطے کہ رطب سوکھ کے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہے کہ مروی ہے سعد بن
ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے میں تمر کے تو فرمایا آپنے
کیا کم ہو جاتا ہے تر جب سوکھ کر کہا انہوں نے ہاں تو منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے روایت کیا اسکو پانچوں[1] عالموں نے اور صحیح کہا اسکو ابن
المدینی اور ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے اور امام ابوحنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ رطب بھی تمر میں داخل ہے بدلیل اُس حدیث کے جو ہدایہ میں ہے کہ ہدیہ بھیجے
گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپنے کیا کل تمر خیبر کے اسیطرح ہیں اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہے اور یہ حدیث
بخاری و مسلم میں بروایت ابو سعید خدری رض موجود ہے لیکن اس میں رطب کا لفظ نہیں البتہ روایت کی حاکم اور بیہقی اور طحاوی نے سند کر منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے اُدھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہیں بلکہ
اُدھار ممنوع ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک بھی ثابت ہے حکایت ہے کہ امام ابوحنیفہ جب بغداد میں داخل ہوئے اور وہاں لوگ اس مسئلے میں امام صاحب
پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہری حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا آپ سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو امام نے فرمایا کہ دو حال سے
خالی نہیں یا رطب تمر ہے یا تمر نہیں ہے اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل آخر حدیث اذا اختلفت
النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعد رض کی وارد کی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور
اُسکی حدیث مقبول نہیں تو حیران ہو گئے سب علما اور رد کرنے سے حجت کو امام کی وتمامہ فی فتح القدیر ص اور درست ہے بیع انگور تر کی بدلے میں
انگور خشک کے جیسے جائز ہے بیع تر بھگوئے ہوئے گیہوں کی اُسکی مثل سے اور خشک سے اور اسیطرح جائز ہے بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی
خشک کھجور یا انگور سے برابر ف اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمد رح کے درمختار ص اور جائز ہے بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھ دوسرے
حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی ف یعنے گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس ایک جنس ہیں اور اسیطرح
بھیڑ بکری بھی تو ان میں زیادتی کمی درست نہیں ہدایہ ص اور اسیطرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے عوض میں کم و بیش بیچنا درست ہے ف بخلاف
بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ اُن میں تفاضل جائز نہیں کیونکہ دونوں ایک جنس میں طحطاوی ص اور اسیطرح ناقص کھجور کے سرکے کی بیع عوض سرکہ انگور کے
اور پیٹ کی چربی کی عوض دُنبے کی چکتی کے یا گوشت کی کمی و بیشی کے ساتھ درست ہے ف ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہے کیونکہ اگر سرکہ ناقص ہی کھجور کا
ہوتا ہے اسواسطے یہ لفظ کہا ص اور اسیطرح درست ہے روٹی کی بیع ف اگرچہ گیہوں کی ہو درمختار ص عوض میں گیہوں اور آٹے کی کمی بیشی سے
اگرچہ ایک جانب اُدھار ہو اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ روٹی عددی ہے اور جو اُدھار ہو اور گیہوں اور آٹا نقد ہو جب بھی جائز ہے امام ابو یوسف رح کے
نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ف اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے اور یہی مختار ہے ص اور نہیں جائز ہے بیع جید کی ساتھ ردی کے اموال ربویہ میں
سے مگر مساوی اور اسیطرح بیع گدر کھجور کی یعنی بُسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید کہتے ہیں عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہیں
خراب کو جیسے گیہوں بعض عمدہ ہوتے ہیں اور بعض خراب یا کھجور کہ جید اور ردی سب قسم کی ہوتی ہے تو یہ نہیں جائز ہے جب جنس ایک ہو کہ جید
والا زیادہ لیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث ہدایہ میں ہے جیدھا وردیھا سواء یعنے جید اور ردی ان چیزوں میں سب

---

[1] یعنے ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور احمد رحمہم اللہ تعالے نے ۱۲

برابر مین کہا زیلعی رح نے غریب ہی اس لفظ سے لیکن معنی اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہین ص اور اسیطرح جائز نہین بیع گیہون کی ساتھ ستو کے یا گیہون کی ساتھ آٹے کے یا آٹے کی ساتھ ستو کے نہ برابر نہ کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزین نپ کر بکتی ہین دربا مین انکی زیادتی کمی کا احتمال ہی کیونکہ گیہون زیادہ سماوینگے بہ نسبت آٹے کے ص اور جائز نہین بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تیل کے تیل کے یہانتک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہو واس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلیگا تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہی عوض مین کھلی کے ہوجاوے اور روٹی کا قرض لینا تولکر جائز ہی گن کر جائز نہین امام ابویوسف رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اور امام صاحب رح کے نزدیک بالکل جائز نہین نہ وزن سے نہ گنتی سے اور محمد رح کے نزدیک دونون طرح درست ہے مالک اور غلام مین سود نہین متحقق ہوتا اسواسطے کہ غلام مع اسکے مال کے ملک ہی مولی کی ف یہ صورت جب ہی کہ عبد ماذون ہو اور اسپر دین نہو اور اگر اسپر دین ہی تو زیادتی کمی سود گنی جاویگی ہدایہ ص اور مسلمان اور حربی مین دار الحرب مین سود ثابت نہین ہوتا ف اور دار الاسلام مین سود ہوتا ہی اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہی تو لینا اسکا جسطرح ممکن ہو جائز ہی ایسا ہی ہی اصل مین اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ صورت جب درست ہی کہ زیادتی مسلمانون کے لئے ہو لیکن جواب مسئلہ عام ہی اور ابویوسف رح اور شافعی رح کے اور ایمہ باقیہ کے نزدیک درست نہین کیونکہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین اور امام صاحب کی دلیل وہ ہی جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہی بیاج درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب مین اور یہ حدیث غریب ہی لیکن روایت کیا اسکو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے نہین ہی درمیان اہل حرب کے بیاج اور گمان کرتا ہون کہ کہا آپنے اور درمیان مین اہل اسلام کے کہا شافعی رح نے کہ یہ حدیث ثابت نہین ہی اور نہین حجت ہی اسنادکی اس حدیث کی بیہقی رح نے معرفہ مین مبسوط مین ہی کہ یہ حدیث مرسل ہی اور مکحول ثقہ ہی اور مرسل ثقہ کی مقبول ہی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبر رض نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کردیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوگئے تو صدیق اکبر رض نے مال شروط مشرکون مکہ سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہی اور مکہ اسوقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہی کہ مال اہل حرب مباح ہی بشرطیکہ نہو عہد شکنی کے اور اطلاق نصوص کا مال محظورہ مین ہی نہ مال مباح مین اور علما سے مذہب نے اسمین لازم کیا ہی کہ علت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہی کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہی انتہی ما قال الشیخ ابن الہمام ملخصا

ص باب ان حقوق کے بیان مین جو بیع مین داخل ہوجاتے ہین اور جو داخل نہین ہوتے

ف حقوق جمع ہی حق کی اور اصطلاح فقہ مین وہ ہی جو مبیع کا تابع ہو وے اور مبیع کیواسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مبیع کے سبب جیسے پانی کا حق اور راہ زمین مین ص داخل ہوجاتی ہی دار کی بیع مین عملہ اور عمارت اسکی اور مفاتیح ف مراد مفاتیح سے وہ ہین جو اغلاق سے متصل ہین کبھی جدا نہوین جیسے ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کے ہون نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق کو فارسی مین کلیدانہ اور بند درکہتے ہین یعنی لوہے کا آلہ جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہی دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے بلن اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہین غایۃ الاوطار ص اور بالاخانہ اور بالاخانہ داخل نہین ہوتا ہی دار کی بیع مین ف علو بضم علا کے جیم اور تشدید لام کے اس چھتے کو کہتے ہین جو دروازہ پر ہوتا ہی اور صاحب جوہرہ سے منقول ہی کہ ظلہ وہ ہی جو ایک طرف اسکی کڑیون کا اس دار پر ہو اور دوسرا کنارہ ہمسایہ کے گھر کی دیوار پر ہووے در مختار مین ہی کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اسکا دروازہ اندر سے مکان کے ہووے تو دار کی بیع مین داخل ہوگا بالاخانہ کے مانند فائدہ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین ہی کہ یہان تین چیزین ہین انکی شناخت ضرور ہی بیت منزل دار بیت وہ ہی

ف۱ اس محدود مثالین صاحب احسن المسائل نے جو ترجمہ مفاتیح کا صرف کنجیان لکھا ہی ظاہر اجمل ہی ۱۲ منہ عفی عنہ مختصر کتاب کا نام ہی ۱۲

جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کیواسطے بنا ہو اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہی اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہی یعنی وہ مکان جو دو
تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہین اور اُسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اُسمین صحن بے چھت نہو اور اُسمین اصطبل نہو اور دار نام ہی اُس احاطے کا
جسکے گرد حدود ہون اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل اور بے چھت کے آنگن پر مشتمل ہو صہ مگر اُس صورت مین جب بیع بکل حق ہو لہا
یا بمرافقها یا بکل قلیل وکثیر هو منها او فیها ہووے ف یعنی اگر بائع نے عقد بیع مین یہ الفاظ بڑھا دئے تو ظلہ بھی داخل ہو جاویگا معنی اُسکے یہ ہین کہ بیع
کیا مین نے دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہی یا ساتھ منافع اور حقوق اُسکے کے یا ساتھ ہر قلیل و کثیر کے کہ وہ اُس دار سے ہی یا دار مین ہی صہ اور
زمین کی بیع مین اشجار یعنی درخت اُسکے داخل ہونگے اور کھیت داخل نہوگا ف وجہ اسکی یہ ہی کہ اشجار متصل ہین زمین سے باتصال قرار یعنی اسواسطے نہین بوئے
گئے کہ پھر وہ اُکھاڑے جاوین یا جدا کئے جاوین برخلاف کھیتی کے اور ضابطہ اس بات کا یہ ہی کہ جو چیز ایسی ہو کہ مبیع کا اسم اُسکو شامل ہو عرف مین یا متصل ہو
مبیع سے باتصال قرار یعنی جدا کرنے کے لئے نہو تو وہ مبیع مین داخل ہو جاویگی ورنہ نہین جیسے زینہ اینٹ چونے کا اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہووے یا زنجیرین اور
قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہووین دار کی بیع مین داخل ہونگی اور جو لکڑی کا زینہ الگ گھر مین رکھا ہو تو وہ داخل نہوگا در مختار و تاتارخانیہ
اس قاعدے کی راہ سے جو اوکھلی گھر مین پتھر کی گڑی ہوئی ہی گھر کی بیع مین داخل ہوگی اوسیطرح ڈنڈا اُسکا از روے استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے
کا پاٹ از روے قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہی صہ اور نہین داخل ہوتے پھل لگے ہوئے درخت کی بیع مین مگر اگر خریدار شرط کرلیوے ف
اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے عبد اللہ بن عمر رض سے کہ جو شخص بیچے ایک غلام مالدار کو تو مال اُسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور جو بیچے
ایک کھجور پیوند کی ہوئی تو پھل اُسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور امام محمد رح نے روایت کی اصل مین کہ جو ایسی زمین خرید کرے جسمین کھجور کے درخت
ہین تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ شرط کرلیوے خریدار صہ ہر چند کہ زمین کی یا درخت کی بیع مین بائع یہ کہدے کہ بعت بحقوقها او بمرافقها ف یا بکل قلیل وکثیر هو له
فیها و منها من حقوقها او من مرافقها ہدایہ صہ جب بھی کھیت اور پھل داخل نہونگے ف اسواسطے کہ یہ چیزین حقوق و منافع نہین ہین البتہ اگر
یہ کہیگا کہ بعتها بکل قلیل وکثیر هو له منها او فیها تو یہ چیزین داخل ہو جاوینگی اسواسطے کہ اس صورت مین بائع نے تصریح مرافق اور منافع کی نہین کی
ہدایہ صہ اور بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بکل حق هو له کہے اور نہ منزل کی بیع مین مگر جبکہ منزل کی بیع مین بکل حق هو له کہدیگا
تو بالاخانہ داخل ہو جاویگا اور دار کی بیع مین داخل ہوگا اگرچہ بکل حق هو له نہ کہے ف اسواسطے کہ بالاخانہ ایک جدا بیت ہی اور شی اپنے ہمسر کو نہین
شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ درصورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہی بالاخانے کو جیسا انکی تعریف سے معلوم ہو چکا صہ جیسے داخل نہین راہ اور
مسیل اور شرب بیع مین البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کردیگا تو یہ چیزین داخل ہو جاوینگی اور اجارے مین ہر طرح خواہ ذکر کرے خواہ نکرے داخل
ہونگی ف راہ سے وہ راہ مراد ہی جو طریق خاص انسان کی ملک مین ہی لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہی یا شارع عام کی طرف ہو وہ داخل
بیع کے ہی جیسا کہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی اور گھر کی راہ کا عرض اُس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہی اور طول اُسکا شارع عام تک ہی
جیسا کہ قہستانی مین ہی اور مسیل وہ مکان جس پر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہی اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہی پانی لینے کے حصے سے
کذا فی الطحطاوی صہ وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ منعقد ہوتا ہی منفعت پر اور بدون ان چیزون کے منفعت متصور نہین اور بیع سے ملک عین شی مقصود
ہوتی ہی تو ممکن ہی کہ غرض مشتری کی بیع اُس شی کی ہو نہ انتفاع ف کیونکہ ملک رقبہ مین کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہین مسائل الحاقیہ گھر کی بیع مین
کنوان جو اُس گھر مین ہو اور اُسکی گھرنی اور جو تخت زمین مین گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے اندر ہووے داخل ہی اور ڈول رسی کنوین کی داخل نہین

سہ میم اشارہ ہی مترجم مرحوم سے ۱۲ عبدہ سہ گھرنی یعنی گراری ۱۲

اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین جو دیوارون مین وصل ہین نہ کانسے یعنے تہر سے پیالے اور دھوبیون ورنگریزون کی دیگین اور غستالون کے تغار اور تیلیون کی مٹھو اور
مٹکے اور دھوبیون کا پتھر جس پر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین زمین کی بیع مین داخل نہین او گدھے کی بیع مین اُسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو دیہقانو نسے
یا دیہاتیونسے خریدا ہوا اور جو تاجرونسے خریدیگا تو داخل نہوگا البتہ رسّی جو اُسکے گلے مین بندھی ہوتی ہے داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو بیل کے
سینگو نمین بندھی ہے اور جھول بغیر شرط کے داخل نہین اور گھوڑے کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین نقط نکیل داخل ہے اور گاے کا شیر خوار بچہ گاے کی
بیع مین داخل ہے اور گدھی کی بیع مین اُسکا بچہ داخل نہین اگرچہ شیر خوار ہووے اور اگر انگور کے درختون کو خرید کیا تو وہ رسّیان جو زمین کی گڑی ہوئی
میخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیان جو ایک طرف زمین مین گڑی ہین اور جتنی چیزین تبعًا داخل ہین اُنکے مقابل کچھ ثمن نہوگا
تو اگر وہ تلف ہوجاویگا قبل ادا ے ثمن کے اس صورت مین ثمن کچھ ساقط نہوگا جیسے بیع مین اشیا داخل ہوتے ہین بالتبع اسی طرح چند چیزین نکالے
ہوئے نکل بھی جاتی ہین جیسے قریے کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ انتہے ملتقطا من الدر المختار والمفتیے والعالمگیریۃ

باب استحقاق کے بیان مین یعنی مبیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان مین

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ مبیع بائع کی ملک نتھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی بعد
خرید کے مشتری پاس آنکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو زید صرف لونڈی کو لیلیگا ولد کو نہین لیسکتا اور اگر
زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہون سے ثابت کردی تو اس صورت مین زید لونڈی اور ولد دونون لے سکتا ہے ف فرق کی وجہ اصل
کتاب اور ہدایہ اور درمختار مین مذکور ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ بینہ حجت مطلقہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ تو لحوق اقرار ضرورت دفع ہوجاتی ہے ساتھ ثبوت ملک
مقر لہا کے بعد انفصال ولد کے بخلاف صورت اول کے ص ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید لے کیونکہ مین غلام ہون اور اُسنے خرید لیا بعد خرید
کے وہ غلام آزاد نکلا اور اُسکے بائع کا پتا نہین اس صورت مین مشتری ضمان ثمن اُس شخص سے جسنے اپنے تئین غلام کہا تھا لیلیگا ف اور امام
ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اُسپر ضمان نہین اور اگر بائع کا نشان دیتا موجود ہے تو مشتری رجوع ثمن اُسی بائع پر کریگا نہ غلام پر درمختار ص اور وہ شخص
بائع سے لیگا جب اُسکو پاویگا بخلاف رہن کے اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجھکو رہن رکھ لے کہ مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے
تو ضامن نہوگا برابر ہے کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہو اسلیے کہ رہن عقد معاوضہ نہین پس نہوگا آمر ضامن اُسکی سلامتی کا اگر ایک شخص نے
دعوی کیا ایک حق مجہول کا ایک زمین اور مدعی علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اُس سے صلح کرلی بعد اُسکے اُس زمین سے کچھ حصہ کسی شخص غیر کا مملوک نکلا تو اس
صورتمین مدعا علیہ مدعی پر کچھ رجوع نکریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہسکتا ہے کہ میرا حق اس حصہ مستحق کے سوا تھا اور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورتمین
البتہ مدعا علیہ نے جو روپیہ صلحًا مدعی کو دیا ہے سب پھیر لیگا اس مسئلے سے یہ مسئلہ سمجھا گیا کہ صلح دعوی مجہول سے جائز ہے اور پر مال معلوم کے اسواسطے
کہ جہالت اُس چیز مین ہے جو ساقط ہوجاویگی اور یہ جہالت اسقاط حق مین موجب منازعت نہین ہے اور بعض فتاوی سے منقول ہے کہ صلح نہین صحیح
ہے مگر جب دعوی صحیح ہووے تو اس مسئلے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہوگئی اسواسطے کہ دعوی حق مجہول کا غیر صحیح ہے اور بہت سے مسائل
ذخیرے کے دلالت کرتے ہین اس روایت کی عدم صحت پر مسئلہ اگر مدعی نے دعوی کل دار کا کیا اور مدعی علیہ نے کچھ روپے دیکر اُس سے صلح کرلی
بعد اُسکے آدھا گھر یا پاؤ گھر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعا علیہ اُسیقدر حصہ اپنے زر صلح سے مدعی سے پھیر لیوے مثلًا آدھے دار کی صورتمین آدھا اور
پاؤ دار کی صورتمین ربع روپیہ پھیر لیو ص اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بے اذن اُسکے بیع کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہوجاتا ہے بیع توڑ دے
یا جائز رکھے مگر جائز رکھنا اُس صورتمین ہے اگر بائع اور مشتری دو مبیع باقی ہون اور اسیطرح اگر ثمن عرض ہو تو اُسکا بھی باقی ہونا ضرور ہے ف

عرض وہ چیزیں ہین جو متعین ہوجاتی ہین عقود مین جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اُسکے دین ہے جو متعین نہین ہوتی ہین جیسے دراہم و دنانیر یعنی روپیہ یا جو چیز کیلی و وزنی ہین ص تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن ملک مالک کی ہوجاویگی اور بائع کے ہاتھ مین وہ امانت تھی اور بائع کو بھی حق فسخ پہونچتا ہے قبل مالک کی اجازت کے واسطے دفع ضرر کے اپنے نفس سے کیونکہ حقوق عقد کے راجع ہین اُسکی طرف ف اسواسطے کہ بائع یہان فضولی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دفع ضرر کے لیے عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت ناکح کے نہین کرسکتا کیونکہ یہان حقوق بیع رجوع کرتے ہین طرف عاقد کے اور عاقد فضولی ہے اور نکاح مین حقوق نکاح رجوع کرتے ہین طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہے ص اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کرکے لیگیا اور اُسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اُسکے مشتری نے اُسکو آزاد کردیا اب اصل مالک کو خبر ہوئی اور اُسنے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت مین مشتری کا عتق نافذ ہوجاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک نافذ نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین عتق ہے اُس غلام لونڈی مین جسکا مالک نہین آدمی ف روایت کیا اُسکو ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے زیلعی اور شیخین رح کی دلیل اصل مین مذکور ہے ص اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اُسکے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اُس صورت مین بیع ثانی جائز نہوگی اسواسطے کہ اجازت سے ملک منقطع ثابت ہوتی ہے مشتری اول کے لیے جیسے ملک موقوف مشتری ثانی پر طاری ہوئے تو اُسکو باطل کیا اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو ارش یعنی قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملیگی اسلیئے کہ ملک تامہ ہوئی مشتری کے لیے وقت خریداری سے تو یہ قطع ید ملک مشتری مین ہوا لیس ارش کا وہی مالک ہوگا اور مشتری کو چاہیئے کہ قیمت ہاتھ کی اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہو تو اُسکو فقیرون پر خیرات کردیوے اسلیئے کہ زیادتی مین شبہہ عدم ملک ہے ف مطلب یہ ہے کہ غلام کا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اُسکے مالک کو تاوان مین دینا پڑتی ہے اسلیئے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے مین نصف دیت لازم ہوتی ہے تو اس صورت مین اگر قیمت یعنی نرخ بازار اُس غلام کا زائد اُس ثمن سے نکلا جسکے عوض مین مشتری نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہے تو نصف قیمت بھی اُسکی نصف ثمن سے زائد ہوگی تو جسقدر زیادہ ہو وہ اُسنے کو مشتری تصدق کردیوے فقیرون پر ص اگر زید نے عمرو کا غلام بدون اُسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گذرانے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجھکو اجازت بیع کی نہین دی یا گواہون سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنی عمرو نے اقرار کیا تھا کہ مین نے زید کو اجازت بیع کی نہین دی اور اس گواہی سے بکر کو مقصود یہ ہے کہ بیع کو ناجائز قرار دیکر وہ غلام مردود کردے عمرو پر تو یہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ یہ دعوی بکر کا متناقض ہے کیونکہ اُسنے جب اقدام کیا تھا غلام کی خرید پر تو اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہے اور اب یہ کہتا ہے کہ اجازت نہین ہوئی ہان البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ مجھکو مالک کی اجازت نتھی تو بیع مردود ہوجاویگی اگر مشتری طلب کرے کہ رد بیع کو اسواسطے کہ تناقض مانع ہے صحت دعوی کا اور نہین منع کرتا صحت اقرار کو ف اسواسطے کہ اس صورت مین بھی اگرچہ دعوی مین تناقض ہے لیکن تناقض نہ صحت مدعا علیہ یعنی مشتری کو ہوسکتا ہے کہ بائع کی موافقت کرے اس باب مین اور بیع کو رد کرد یوے

ص باب سلم کے بیان مین

ف بیع سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنی قول اللہ تعالی کا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ الآیہ حمل کیا اسکو عبد اللہ بن عباس رض نے اوپر بیع سلم کے روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک مین اور صحیح کہا اسکو اوپر شرط بخاری و مسلم کے کہ کہا ابن عباس رض نے شہادت دیتا ہون مین اس بات کی کہ اللہ تعالی نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا ہے کا اسمین آیتیں کے اور بھی اخراج کیا اسکا شافعی رح نے مسند مین اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاری و مسلم نے عبد اللہ بن عباس رض سے کہا

آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنی بیع سلم کرتے تھے میوون میں برس کی اور دو برس کی تو فرمایا آپ نے جو شخص سلف کرے کسی میوے میں تو چاہیئے کہ سلف کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین میں ایک مدت معین تک اور بہت آثار و احادیث اسکی اباحت پر دلالت کرتی ہیں ص سلم کہتے ہیں بیع کو ایک شی کی اس طور پر کہ مبیع دین ہو جاوے اور قیمت نقد دیجاوے ساتھ شرائط معتبرہ کے ف اور سلف بھی اسی کو کہتے ہیں ص تو بیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہیں اور صحیح ہے سلم ہر اُس چیز میں جسکی قدر اور صفت معلوم ہو سکے بیان کر دینے سے ف اور جن چیزوں کی صفت اور مقدار بیان سے معلوم نہو سکے تو اُن میں سلم جائز نہیں جیسے وہ چیزیں کہ عددی ہیں تفاوت جیسے خربزہ کدو مولی انار ص جیسے وہ چیزیں کہ ناپا کرتی ہیں پیمانہ میں ف مثلاً گیہوں چاول آٹا غلہ وغیرہ ص یا تول کر سوا ثمن کے ف یعنی ثمن ہوں اُن نہوں ثمن اُس چیز کو کہتے ہیں جو عوض میں ثمن کے آوے اور سوا ثمن کی قید سے یہ اشرفی درہم و دینار نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تول کر بکتے ہیں لیکن چونکہ ثمن میں خلقتاً اور عرفاً اور مثمن نہیں ہوتے اسواسطے سلم ان میں جائز نہیں ص یا گز کر کی گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جبکہ اُسکا طول اور عرض اور سنگینی اور صفت بیان کردیں یا شمار اُن چیزوں میں جو بیچ قریب ایکساں ہوتی ہیں ف یعنی چھوٹائی اور بڑائی میں اُن کے بہت فرق نہیں ہوتا ص جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی پکی اینٹ ایک سانچے معین سے ف زرد آلو انجیر بھی ان ہی میں داخل ہیں ص اور صحیح ہے سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی میں اور تازی مچھلی میں بھی جب اُسکا موسم ہو ف بے موسم تازی مچھلی میں سلم درست نہیں مگر اُس شہر میں جہاں ہمیشہ بکتی ہو ص تول سے اور قسم معلوم سے ف جیسے رہو وغیرہ ص اور جائز ہے سلم طشت اور کاسے اور موزوں میں اگر اُنکی پہچان بیان ہو سکے ورنہ نہیں جائز ہے ف اور اسیطرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ میں ص اور نہیں جائز ہے سلم اُس چیز میں جسکا قدر وصفت معلوم نہو مثل حیوانات کے ف اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہے بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت اور ہم کہتے ہیں کہ بعد بیان ان سب باتوں کے بھی اُس میں تفاوت فاحش رہتا ہے دو جیسے کہ مذہب شافعی کا صحیح مخالف حدیث ہے روایت کی حاکم نے مستدرک میں اور دارقطنی نے سنن میں ابن عباس رضی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے حیوان میں کہا حاکم نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور نہ سری اور پائے پایوں میں اور نہ کھالوں میں شمار کی راہ سے اور نہ لکڑی کے گٹھوں میں اور نہ ترکاریوں کی گڈیوں میں واسطے تفاوت بہت کے اور اگر بیان کیا جاوے طول بند ان گٹھوں کا تو جائز ہوگا اور نہ جواہرات اور پرزگی چیزوں میں ف جیسے موتی یاقوت وغیرہ ص اور نہ ساتھ ایک صاع معین یا گز معین کے کہ اُسکا اندازہ معلوم نہو ف اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ صاع یا گز تلف ہو جاوے وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو جھگڑا ہوگا ص اور نہ کسی خاص گاؤں کے گیہوں پر یا کسی خاص درخت کی کھجور پر ف اسواسطے کہ احتمال ہے کہ اس سال میں اُس قریے میں کچھ پیدا نہو یا اُس درخت میں کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر نہوگا ص اور نہیں جائز سلم جبتک کہ مسلم فیہ موجود رہے بازار میں وقت عقد سے لیکر مدت معین تک تو اگر معدوم ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گذرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہو مدت کے گذرنے پر یا بیچ میں دونوں وقتوں کے معدوم ہو جاوے تو سلم جائز نہیں اور شافعی کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گذرنے کے وقت موجود ہوگا تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد مفقود ہو اور دلیل ہماری حاشیہ میں اور ہدایہ میں مذکور ہے ص اور نہیں جائز ہوتی ہے سلم گوشت میں ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اگر صفت اور جنس اور نوع

لہ امام شافعی کی یہ دلیل ہے کہ جب مسلم فیہ مدت گذرنے پر موجود ہوگا تو مسلم الیہ کو قدرت تسلیم ہوگی وقت وجوب تسلیم کے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سلم کرو تم میوون میں جب تک کہ ظاہر نہو صلاحیت اُن کی ۱۲ عینی و ع یا اسواسطے تفاوت فاحش کے ۱۲

اور سن اور مقام اور مقدار اسکی بیان کردیں جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر اور ائمہ ثلاثہ بھی صاحبین رح کے متفق ہین اور اسی پر
فتوی ہی در مختار ص سلم کے جائز ہونیکی چند شرطین ہین انکو معلوم کرنا چاہیے ۱ بیان کرنا جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہون ہی یا جو ۲ بیان کرنا اسکی نوع کا کہ آدمی
کے سینچے ہوئے یا بارانی ۳ بیان کرنا اسکی صفت کا کہ عمدہ ہون یا ناقص ۴ بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل مشہور سے جسکا مقدار معلوم ہو ف اور وہ
کیل سکڑتا اور پھیلتا نہو جیسے زنبیل وغیرہ ص یا باٹ معلوم و معین سے جسکا وزن معلوم ہو ۵ مدت مسلم فیہ کے ادا کرنے کی ف ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے
جائز نہین اور شافعی رح کے نزدیک درست ہی اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث ہی ابن عباس رض کی جسکو روایت کیا بخاری رح و مسلم رح نے اور اسمین الی اجل معلوم
موجود ہی ص اور اقل مدت ایک مہینہ ہی صحیح قول مین اسواسطے کہ بعضون کے نزدیک اقل مدت تین دن ہین اور بعضونکے نزدیک آدھے دن سے زیادہ ف
در مختار مین ہی کہ فتوی اسی پر ہی کہ اقل مدت ایک مہینہ ہی ص ۶ راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی
یا عددی ہی اسواسطے کہ عقد ان چیزون مین متعلق ہوتا ہی مقدار سے تو ضرور ہی بیان مقدار اسکا ف یہ کہ روپے اتنے ہین یا غلہ اتنا ہی ص اور یہ امام صاحب رح
کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جب راس المال معین ہو تو اسکے بیان مقدار کی ضرورت نہین اسواسطے کہ مقصود حاصل ہو گیا اسکی طرف اشارہ کر دینے سے
جیسے ثمن بیع مین یا اجرت اجارہ مین ف کہ ثمن مبیع یا اجرت کیطرف اگر اشارہ کر دیا تو اسمین بیان مقدار ضرور نہین ص امام ابوحنیفہ رح کی دلیل
یہ ہی کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ راس المال کے روپیہ اور اشرفیان کھوٹی ہوتی ہین اور مجلس عقد سلم مین مسلم الیہ اسکو نہین بدلتا ہی تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا
معلوم نہوگا تو متحقق نہوگا کہ کتنے روپے مین سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گذر جانیکے قادر نہین ہوتا
سوا اسکے رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہی اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہوا تو منازعت واقع ہوگی ہان اگر راس المال کوئی کپڑا معین ہووے تو
اسکا مقدار بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ کپڑے مین عقد متعلق اسکی ذات سے ہوتا ہی نہ اسکے مقدار سے اب وہ مسائل کی تفریع کرتا ہی جنمین شرط پر تو جائز
نہوگی سلم دو جنسون مین بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے ف مثلاً دس درہم دیئے اور سلم کی ایک کر مین گیہون کے اور ایک کر مین جو کے
اور یہ بیان نہ کیا کہ گیہون کے حصے کے کتنے روپے ہین اور جو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہوگی بوجہ معلوم نہونے راس المال کے ص یا دو
نقدون مین بغیر بیان حصے ہر ایک مسلم فیہ سے ف جیسے سلم کیا دراہم و دنانیر دیکر ایک کر مین گیہون کے اور ایک کا حصہ معلوم ہی اور دوسرے کا
معلوم نہین کہ کتنا حصہ ہی مسلم فیہ سے ص ۷ بیان مکان جہان پر مسلم فیہ رب السلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکی بار برداری اور
مزدوری چاہیئے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک جہان پر عقد سلم واقع ہوا اسی جگہ مسلم فیہ کا دینا لازم آویگا اور یہی خلاف ہی ثمن
اور اجرت اور قسمت حیوان مین بار برداری و مزدوری ہو ف ثمن کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے عوض کیل یا موزون کے قرض خرید کیا مدت معین کرکے
تو امام صاحب رح کے نزدیک مکان ادا کے واسطے شرط ہی اور اجرت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایہ کو لیا بعوض کیل یا موزون کے مدت مقرر کرکے
تو امام صاحب رح کے نزدیک مکان ایفا اجرت شرط ہی اور قسمت کی یہ صورت ہی کہ دو شخصون نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ
لیا اور بمقابلہ زائد کے کیل یا موزون دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام رح کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہی برخلاف صاحبین رح کے
کذا فی الطحطاوی ص اور جو مسلم فیہ ایسی چیز ہو کہ اسمین بار برداری وغیرہ کی حاجت نہووے تو جہان چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کر دے
اور یہی قول اصح ہی اور جامع صغیر کی روایت مین جہان پر عقد سلم ہوا ہی وہان حوالے کرے اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہی کہ راس المال مسلم الیہ
قبض کرے قبل ایک دوسرے کے جدا ہونیکے ف تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض دو سو کے سو نقد اور سو قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کر مین گیہون کے تو باطل ہوگی سلم سو کی جو
قرض ہین اور سو نقد مین صحیح ہو جاویگی ف کر ہوتا ہی ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہی آٹھ مکوک کا اور مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہی تو قفیز بارہ صاع کا ہوا تو

گر سات سو ملتیں صاع کا صل اور سلم نہین صحیح ہوتی اگر اسمین خیار الشرط ہو یا خیار الرؤیۃ کیونکہ یہ دونون مانع ہین تمام تسلیم کے البتہ خیار العیب مانع نہین ہے
تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے صحیح ہوجاویگی اور زفر کے نزدیک صحیح نہوگی ف اور دلیل اسکی ہدایہ مین مذکور ہے
ص راس المال اور مسلم فیہ مین قبضہ کرنیسے پیشتر تصرف کرنا درست نہین جیسے شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو
مجھکو نصف راس المال کا دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری ہوجاوے اور صورت تولیہ کی یہ ہے کہ کہے تو کل راس المال مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہوجاوے اور تصرف
فی راس المال کی یہ صورت ہے کہ رب السلم راس المال کے بدلے مین کوئی اور چیز دیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے مین کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے عمرو سے
بیع سلم کی پھر اسکو اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے مین کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو راس المال عمرو کو دیا ہے پھیر لیوے فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام
نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال ف یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے سنن مین ابو سعید خدری سے عن ابراھیم بن سعید الجوھری
مَن اَسلَمَ فِی شَیءٍ فَلَا یَاخُذ اِلَّا مَا اَسلَمَ فِیہِ اَو رَاسَ مَالِہٖ اور ضعیف کیا اسکو دارقطنی نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ
نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شی مین تو نہ پھیرے اسکو غیر مین مسلم فیہ کے اور یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ نہ لے مگر اسی چیز کو اور حسن کہا
اسکو ترمذی نے اور کہا نہین پہچانتے ہم مرفوع اسکو مگر اسی طریقہ سے اور عطیہ عوفی ضعیف کہا اسکو احمد وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذی نے اسکی حدیثون کو
تو حدیث حسن ہے اور روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے موقوفا کہ فرمایا ابن عمر نے جب تو سلم کرے تو کسی شی مین تو نہ لے مگر راس مال اپنا یا وہ چیز کہ سلم
کی ہے تو نے اسمین اور روایت کیا ابو الشعثاء سے مثل اسکے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الھمام اور زفر کا اسمین خلاف ہے اور حجت انپر یہی حدیث ہے ص
زید نے عمرو سے ایک کر مین گیہون کے سلم کی جب وعدہ گذرا تو عمرو نے ایک کر گیہون کا بکر سے خرید کرکے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ
بکر سے جاکر وہ گیہون لیوے بعوض ادا مسلم فیہ کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہان دو عقد ہین سلم اور شرا تو ضرور ہے کہ اسمین صاع بائع اور مشتری
کے دونون جاری ہووین ف بدلیل اس حدیث کے جو اوپر گذری ص اور قرض مین یہ صورت درست ہے مثلا زید نے عمرو سے کچھ گیہون قرض لئے
بعد اسکے اتنے گیہون زید نے بکر سے خرید کرکے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہون بکر سے اپنے قرضے کے ادا مین لیوے تو صحیح ہے ف دلیل اسکی اصل
کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہے ص البتہ سلم مین بھی درست ہے اسطرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہون اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے
وکالتاً اسپر قبضہ کرکے ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کرکے ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت مین دونون کے صاع جاری
ہوگئے ف اور یہ صورت اوپر گذر چکی ہے ص اگر مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اسکی غیبت مین اسکے برتن مین مسلم فیہ کو ناپ دیا
یا بائع نے حکم مشتری سے اسکی غیبت مین اپنے ظرف مین یا اسکے مکان کے ایک کونے مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار
کیا جاویگا البتہ اگر بیع کی صورت مین بائع نے مشتری کے حکم سے مشتری کے ظرف مین اسکی غیبت مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار
کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع کو کہ ایک کر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کر خرید کا دونون میرے برتن مین ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید کا
غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اسکے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاویگا اور اگر پہلے سلم کا غلہ ڈالنا شروع کیا تو امام صاحب کے نزدیک مشتری
کسی کا قابض قرار نہ دیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اتنے مال مین بائع کا شریک ہوجاوے اگر رب السلم نے
ایک لونڈی راس المال مین دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اسکے دونون نے اقالہ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی مسلم الیہ کے
پاس تو اقالہ باقی رہیگا اور اس لونڈی کی قیمت جو دن قبضے کے تھی مسلم الیہ کو واپس کرنا پڑیگی اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے

لہ در صورت ایقاع عقد سلم ۱۲ سلہ در صورت اقالہ ۱۲

کہ صحت اقالہ موقوف ہے بقاے معقود علیہ پر اور وہ مسلم فیہ ہے ف یعنی اقالہ صحیح ہوجاویگا اور مسلم الیہ کو قیمت اُس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑے گی ص یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے مین بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد اُسکے تلف ہوگیا تو اقالہ باقی رہیگا اور قیمت شی تلف شدہ کی دینا ہوگی یا بعد تلف ہوجانے کے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور قیمت اُسکی دینا ہوگی برخلاف خریدنے لونڈی کے عوض مین ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالے کے مری تو اقالہ باطل ہوگیا اور اگر قبل اُسکے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہوگا اور اگر مسلم الیہ کہا کہ مین نے شرط کر لی تھی خراب گیہون کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہین لگائی تھی یا اُسکا اُلٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہین ہوئی تھی تو قول اُسیکا معتبر ہوگا جو مدعی خراب گیہون ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانے کا ہوگا اور جو اُنکا منکر ہوگا اُسکا قول معتبر نہوگا اسلیے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہے اور منکر کے قول سے فساد عقد کیونکہ سلم مین بیان صفت اور مدت ضرور ہے یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک قول منکر کا معتبر ہوگا اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجھکو یہ چیز بنا دے جیسے جوتے والے سے کہے مجھکو جوتا تیار کر دے اپنے پاس سے ف استصناع قیاساً ناجائز تھا کیونکہ بیع ہے معدوم کی لیکن بسبب تعامل یعنی آدمیون کے رواج کے جائز ہے ہدایہ ص تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھ ہے تو سلم ہوجاویگا خواہ اُسکا رواج ہو یا نہو پس شرائط سلم کے اُسمین معتبر ہونگے اور اگر مدت نہو دے اور جس چیز مین رواج ہے جائز ہے جیسے موزہ طشت کاسہ تو یہ بیع ہے نہ وعدہ ف حاکم شہید کے نزدیک استصناع ایک وعدہ ہے تو بائع جب بنا کر وہ شی لاتا ہے تو وہی وعدہ بیع ہوجاتا ہے بسبب تعاطی کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے وہ بیع ہے ص اور جب بیع ہوا تو کاریگر اُسکے بنانے پر جبر کیا جاویگا اور جسنے بنانیکا حکم کیا ہے وہ اپنے قول سے پھر نہین سکتا اور بیع خود وہ چیز ہے نہ کام و محنت اُسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اُسکو لے لیا صحیح ہوگا اور بیع متعین نہوگی قبل اختیار کرنے بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے بنوانے والے کے کاریگر نے اُسکو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالا صحیح ہے اور جب بنوانے والے نے اُس چیز کو دیکھا تو اُسکو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لیوے ف اسواسطے کہ اُسنے خریدی ایسی چیز جسکو نہین دیکھا تھا اور اُسکو اختیار ہوتا ہے جیسا گذرا خیار الرؤیۃ مین ص اور نہین صحیح ہے استصناع بغیر بیان مدت کے اُس چیز مین جسکا رواج نہین ہے جیسے کپڑا وغیرہ

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان مین

ف بیل یا گھوڑا یا ہاتھی کا خرید لے اگرچہ کبھی لڑنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور اُسکی کچھ قیمت نہوئین اور اُسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہین اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور تلف کرنیوالے پر اُسکا ضمان ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اُس سے کھیلنا جائز ہے درمختار ص صحیح ہے بیع کتے کی اور چیتے کی اور درندون کی برابر ہے کہ سکھائے ہوئے ہون یا بے سکھائے ف جس جانور کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہین تو اُسکو معلم کہتے ہین نہ وغیر معلم تو مطلب مصنف کا یہ ہے کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ معلم ہو یا نہو بیع اُسکی درست ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیع اُس کتے کی درست نہین ہے جو کٹنا ہے اور نزدیک شافعی کے کسی کتے کی بیع درست نہین اسواسطے کہ روایت کی ابن حبان نے صحیح مین ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ حرام ہے ثمن کتے کی ہے زانیہ کی

ل اسلیے کہ دونون صورتون مین معقود علیہ باقی نہین رہا اور ثمن باقی ہے بخلاف صورت اول کے فافہم واللہ اعلم ۱۲ عمدہ ۲ اس سے لوگ یہ نہ سمجھین کہ کھلونے ذی روح کے تصویر دار لڑکون کے کھیلنے کے واسطے جائز ہوجاوین حالانکہ ایسے کھلونونکا بیچنے والا اور خریدنیوالا گنہگار ہوگا اسواسطے کہ بت اور جاندار کی صورتین رکھنا شرعاً ممنوع ہے کہ ایسی جگہہ پر ملائکہ رحمت کے نہین آتے ہین اور اُنکا رکھنا بیشک گناہ ہے فافہم ۱۲ ۳ اسی طرح ہاتھی اور بندر کی ۱۲ منہ

کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانے والے کی اور روایت کی شیخین نے ابومسعود انصاری سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی اور روایت ہے ابوالزبیر سے کہ پوچھا مین نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت بلّی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اسکو مسلم اور نسائی نے اور اسواسطے کہ کتا نجس العین ہے اور نجاست سے ذلت اسکی لازم ہوئی اور بیع سے اعزاز اسکا لازم آتا ہے تو ناجائز ہوگی دلیل ہماری وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا ترمذی نے ابوہریرہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر کتے شکاری کی اور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث جابر سے بھی مرفوعًا مروی ہے اور اسناد اسکی صحیح نہین اور احادیث صحیحہ مین اسکا استثنا مذکور نہین ہم کہتے ہین کہ روایت کی ابوحنیفہ نے مسند مین ہیثم سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے ابن عباس سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت مین کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہے اسواسطے کہ ہیثم ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین اور روایت کی بیہقی نے مثل اسکے جابر سے اسکی اسناد مین بھی ہیثم ہے لیکن ہیثم باتفاق محققین ثقہ ہے توثیق کی اسکی ابن معین اور دارقطنی نے اور اخراج کیا اس سے ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین اور روایت کی دارقطنی نے ابوالزبیر سے انھون نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلّی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی اور روایت کی طحاوی نے عَمرو بن شُعَيْب عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ سے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپے کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا اور روایت کی طحاوی نے عبداللہ بن المغفل سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتون کے پھر فرمایا کیا کرتے ہین وہ کتے اور رخصت دی شکاری کتے مین اور حدیث ابوہریرہ کی ابتداے اسلام مین تھی پھر منسوخ ہوگئی کیونکہ خود مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے اور دی حجام کو اجرت اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اسکو شیخین نے ابن مسعود سے اور نجاست عین ہونا کتے کا مسلم نہین اسواسطے کہ اس سے نفع لیا جاتا ہے بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ پہلے عام تھی اور پھر کلب صید اور زراعت کا اس سے مخصوص ہوا تو اب وہ عام ظنی ہوگیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہے قیاس سے مگر اس صورت مین لازم آتا ہے کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پہونچانے والے کی بیع بالکل جائز ہو جیسا مذہب ابو یوسف کا ہے تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی رہے مگر یہ کہ مطلقا بیع کتے کی درست ہو جاوے جیسا کہ مروی ہے امام سے واللہ اعلم ھٰکذا فی **فتح القدیر و شرح المسند للامام** **ص** اور ذمی بیع مین مثل مسلمان کے ہے الا شراب اور سوئر کی بیع کہ ذمی کو درست ہے اور مسلمان کو نادرست **ف** صحیح مسلم مین مروی ہے ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے حرام کیا شراب کے پینے کو اسنے حرام کیا اسکی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہے امام محمد کے آثار مین **ش** تو شراب ایسی ہے ذمی کے حق مین جیسے سرکا ہمارے نزدیک اور سوئر ذمی کے حق مین جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہے اور سوئر ذوات القیم سے **ف** یعنے اگر ذمی نے ذمی کی خمر تلف کر ڈالی تو اسکے عوض مین خمر دلائی جاویگی کیونکہ خمر مثلی ہے یعنی ان چیزون مین سے ہے ذمیون کے حکم مین کہ انکے تلف کر دینے سے مثل اسکا لازم آتا ہے اور سوئر ذوات القیم سے یعنی ان چیزون مین سے ہے جنکے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہے تو اگر ذمی نے سوئر دوسرے ذمی کا ہلاک کیا اس صورت مین انکے یہان جو اس سوئر کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سوئر جیسا ہمارے یہان سرکہ مثلی ہے اور بکری ذوات القیم سے **ص** زید نے ایک لونڈی خریدی اور قبل قبضے کے اسکا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہے اگر عمرو نے اس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا **ف** تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبضے سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف کے قول مین اور یہی مختار ہے درمختار **ص** اور اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادا ے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہوگیا اور بائع نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ غلام مین نے زید کے ہاتھ بیچا ہے تو اگر اس کا ٹھکانا معلوم ہے تو وہ غلام واسطے ادا ے ثمن

۵ احسن المسائل مین ترجمہ اس مسئلے کا یون لکھا ہے اگر لونڈی کا خاوند اپنی بی بی سے خرید کرے اور بعد خریدنے کے اس سے صحبت کرے تو صحبت کرنا حکم قبضہ کا رکھتا ہے انتہی حالانکہ یہ بالکل سہو ہے ۱۲ منہ

سکے نہ بیچا جاویگا یا کہ ثمن مشتری جہان ہوگا اُس سے طلب کیجاویگی اور اگر مشتری ایسا غائب ہے کہ اُسکے گھر کا معلوم نہین اس صورت مین غلام بیچا جاویگا اور اُسکی قیمت سے ثمن بائع
ادا کیجاویگی ف تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑینگے جب مشتری حاضر ہوگا اُسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت شئی ثمن سے کم نکلی تو بائع اُسکا پیچھا کرے
جب اُسکو پاوے تو اُس سے لے لیوے اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سُنیگے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نرہا اور مبیع کے مانند رہن کے ہو
یعنی اگر راہن ایسا غائب ہے کہ اُسکا ٹھکانا معلوم نہین اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو منظور ہے کہ بیع اُسکی جائز ہو
کذا فی الدر المختار والطحطاوی ص اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اور اُنمین سے ایک شخص غائب ہوا ف یعنی اسطرح پر کہ اُسکا مکان معلوم
نہین ہے ص تو شخص حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل مبیع پر قبضہ کرنا اور اُسکو روک رکھنا یہانتک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہے
طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکو روک رکھنا کل مبیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہین ف طرفین کی دلیل یہ ہے کہ شخص
حاضر ناچار ہے اُسکو نفع اُٹھانا مبیع سے ممکن نہین جب تک کل ثمن ادا نکرے تو جسوقت اُسنے کل ثمن ادا کردی تو متبرع نہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نہ لیگا
حصہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصے کی ادا نکرے اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ شخص حاضر متبرع ہے اپنے شریک کے حصہ کی ثمن کے ادا کرنے مین اسلیے اُسنے بغیر
حکم غائب کے اُسکا حصہ ثمن ادا کیا ہے تو جب وہ حاضر ہوگا تو اُس سے حصہ ثمن کو پھیر نہین سکتا اور نہ مبیع کو روک سکتا ہے اور فتوی طرفین کے قول پر ہے ہدایہ ص
کوئی چیز بیچی ہزار مثقال سونے اور چاندی کے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانسو مثقال ہر ایک کے واجب ہونگے ف اسواسطے کہ مثقال چاندی
اور سونے دونون کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری کے
بسبب عدم ترجیح کے ص اور جو کوئی چیز بیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی کے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہوگی تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے
اور چاندی کے نصف سے دراہم وزن سبعہ والے ف یعنی وہ دراہم جو دس درم سات مثقال کے ہوتے ہین وزن مین اور ذکر اُسکا کتاب الزکوۃ مین گذرا
اسواسطے کہ یہی متعارف ہے تو پانسو مثقال سونا اور پانسو دراہم اس صورت مین لازم آوینگے ص اگر ایک شخص کے کچھ روپئے کسی پر آتے تھے
اور مدیون نے دائن کو کھوٹے ادا کیے اور دائن کو معلوم نہوا اُسنے خرچ کر ڈالے یا اُسکے پاس سے تلف ہوگئے تو اُسکا حق ادا ہوگیا طرفین کے نزدیک اور
ابو یوسف رح کے نزدیک اُس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لے لیوے ف زیوف جمع زیف کی ہے زیف وہ روپیہ ہے جسکو تاجر لے لیوین اور خزانہ
اسلام مین نہ لیا جاوے اور اگر وہ روپے ستوقہ یا نبہرجہ ہون تو بالاتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتوی ہے ستوقہ وہ درم ہے جس پر چاندی کا ملمع
ہے اور نبہرجہ وہ درہم جو دار الضرب سلطانی مین نہ بنا ہووے یا جسکو تاجر بھی نہ لیوین در مختار ص اگر پرند نے انڈے یا بچے دیے ایک شخص کی زمین پر
یا ہرن کا پانون اُسکی زمین مین جا کر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو اُنکو پاوے گا اُسی کی ملک ہوجاوینگے نہ صاحب زمین کی اسلیے کہ صید کا مالک وہی
ہوتا ہے جو اُسکو پکڑے البتہ اگر صاحب زمین نے زمین کو اپنی اسی کے واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کے ہونگے اور جو مکھی نے چھتا لگایا کسی کی زمین مین
تو وہ اُسکا مالک ہوگا خواہ اُسنے اپنی زمین شہد کے چھتا لگانے کے واسطے تیار کی ہو یا نہو اور اگر شکار پھنس گیا اُس جال مین جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنیکے
واسطے یا دراہم اور مٹھائی اچھالی گئی لٹانے کے واسطے اور کسیکے کپڑے پر جا پڑی تو وہ اُسکا مالک نہوگا بلکہ جو پاویگا اُسی کو ملیگی البتہ اگر کپڑے والے نے
پہلے سے اپنا کپڑا اسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اُسکو ملیگی یا اُسنے اسلیے پھیلا نہین رکھا تھا لیکن جب دراہم اور شکر اُسمین واقع ہوئی تو اُس کپڑے کو
بند کر لیا اس فعل سے بھی اُسی کی ہوجاویگی ف مسائل الحاقیہ بندر سے مسخراپن کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن وہ مانع بیع نہین بلکہ اُسکی بیع مکروہ ہے چنانچہ
انگور کا نچوڑا پانی اُس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہے اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہین مگر چوری وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہین اور کتے کے

عہ زیوف کھوٹے ۱۲

مانند باقی درندے ہین اور کتّے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق درست ہے اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہے تو جو چیز مالیت مین ایک پیسے سے بھی کم ہوگی جیسا چہ ایک ٹکڑا روٹی کا اسکے عوض مین بیع جائز نہین بیچنا اُن پرند جانورون کی بیٹ کا جنکا گوشت حلال ہے درست ہے مگر اسقدر بیٹ ہو کہ اسکی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے اور جائز نہین بیع زمین کے کیڑون کی جیسے چھپکلی بچھو گوہ گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہے اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے علاج مین اسکی حاجت ہے اور دریا کے جانورون مین سے سوا مچھلی کے اور کسی کی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہین البتہ فتاوی قنیہ مین لکھا ہے کہ جو جانور قیمت دار نہین جیسے سقنقور[1] اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع اسکی درست ہے اور سانپون کی بیع اگر اُن سے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین تو فقیہ ابو اللیثؒ نے اسکو جائز کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے اُن مین تو جائز ہے اور نہایہ اور تہذیب مین ہے کہ بیمار کو پینا پیشاب اور خون اور کھانا مردار کا واسطے دوا کے درست ہے جب کوئی طبیب مسلمان حاذق اُس سے کہدیوے کہ اُس چیز مین تیری شفا ہے اور دوا مباح مین کوئی چیز قائم مقام اسکے نہ ملے اور اگر طبیب یہ کہے کہ اس چیز مین جلدی شفا ہوگی تو اُسمین دو قول ہین اسی طرح شراب کے پینے مین بھی بعذر مرض لاعلاج درصورت کہنے طبیب مسلم حاذق کے اختلاف ہے لیکن حدیث صحیح مین مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا نہین کی اُس چیز مین جو تم پر حرام کی اور نجس تیل کی بیع درست ہے اور اُسکو جلانا جائز ہے سوا مسجد کے اور اسکا کھانا نہین کافر کو خرید مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہے لیکن جبر کیا جاویگا پھر اسکی بیع پر اسیطرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تو تب بھی اس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کرینگے ایک درخت خریدا جڑ سمیت اور جڑ سے اسکے اکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہے تو اُسکو کاٹ لے زمین کے اوپر جہان بائع کو ضرر نہووے اور اگر اسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اکھاڑنیوالا اسکا تاوان دیگا جو اسکے اکھاڑنے سے پیدا ہو (در مختار و رد محتار)

ص باب بیع صرف کے بیان مین

بیع صرف کہتے ہین ثمن کے بیچنے کو بدلے مین ثمن کے خواہ جنس کے ساتھ ہو جیسے مثلاً سونے کو بدلے مین سونے کے یا چاندی کو بدلے مین چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے مین چاندی کے فروخت کرے شرط ہے بیع صرف مین کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین مجلس عقد مین ہو جاوے قبل افتراق عاقدین کے جسمًا یعنی دونون مین سے ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد مین ہاتھ سے نہ فقط تخلیہ سے (در مختار) بدلیل اُس حدیث کے کہ جو گذری باب الربوا مین کہ نہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے برابر اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے اور زیادتی سود ہے اور روایت کی مالکؒ نے موطا مین حضرت عمرؓ سے کہ نہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے مین چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر دوسرا مہلت مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے مین تو نہ دے مہلت اسکو مگر دست بدست ادھر دے ادھر لے اور مین خوف کرتا ہون تمپر بیاج کا اور بدلیل اس بات کے کہ دونون مین سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہے تو ہو جاوے بیع ادھار کی بدلے مین ادھار کے اسواسطے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اسکو ابن عمرؓ نے اور بزار نے پھر جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہے تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہووے اور مراد اس سے یہ ہے کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہ ہو [illegible] چلے جاتے ہین ایک ہی طرف یا دونون اُسی مجلس مین سو گئے یا بیہوش ہو گئے یا کشتی مین سوار دونون چلے جاتے ہین تو بیع صرف باطل نہوگی [illegible] کہ اگر کوئی کود جاوے چھت سے تو کودے ساتھ اسکے کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہایت [illegible] کی کتب حدیث مین [illegible] مین اور امام [illegible] اپنی سند مین [illegible] اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی سے اور [illegible] درست ہے اسواسطے کہ جنس بدل گئی [illegible]

[1] سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر [illegible]

کہ صاحب [illegible] نے کہا کہ خز ایک جانور ہے [illegible] غایۃ الاوطار ۱۲

ہمین حقیقۃً اور ضمناً جائز ہی لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد مین لین پر یہان بھی ضرور ہی ص اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے
ساتھ درست نہین بلکہ برابر چاہئے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون ف اسواسطے کہ باب الربوا مین یہ بات گذر چکی کہ جید اور ردی سب برابر ہین ص بیع
صرف مین قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن مین تصرف کرنا درست نہین مثلاً ایک دینار دس درم کے بدلے بیچا اور ابھی اُس درم پر قبضہ نہین کیا تھا کہ اُسکے عوض مین ایک کپڑا خرید لیا تو اُس تھان
کی بیع فاسد ہوگی مسئلہ زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اُسکے گلے مین ہزار روپیہ کا طوق تھا دو ہزار روپیہ کو عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپیہ نقد
وصول کئے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار اُدھار پر اور ہزار نقد وصول کئے اور بعد اُسکے بائع اور مشتری جدا ہوگئے تو یہ ہزار روپیہ قیمت اُس طوق کے ہونگے
ف یعنے ہزار جو نقد وصول ہوئے ہین وہ طوق کی قیمت مین شمار کئے جاوینگے اسواسطے کہ طوق مین یہ بیع صرف ہی اور اسمین تقابض بدلین شرط ہی ص
برابر ہی کہ مشتری ہزار روپیہ دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اس ہزار روپیہ کو تو دونون کی ثمن مین سے لے اسواسطے کہ وقت سکوت کے ظاہر ہی کہ اُسنے اِس
بیع سے قصد اُسکے صحیح ہونیکا کیا تھا اور بیع مذکور صحیح نہین ہوتی جبتک کہ ہزار روپیہ بمقابلہ چاندی مقبوض نہون اور دوسری صورت مین اس کلام کے معنی یہ
ہو سکتے ہین کہ دونون مین سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہدیگا کہ یہ ہزار روپیہ لونڈی کی ثمن ہین خاص تو بیع طوق مین فاسد ہو جاوے گی
اسی طرح اگر ایک تلوار بیچی جسمین پچاس روپیہ کا زیور ہی سو روپیہ کو اور پچاس نقد وصول کئے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاوینگے تو اگر بائع اور مشتری جدا
ہوگئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور مین فقط باطل ہوگی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علیحدہ ہو سکتا ہی ورنہ دونون مین باطل ہوجاویگی جاننا چاہئے
کہ بیع اُس تلوار کی جسمین زیور ہو اُس ثمن کے عوض مین درست ہی جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن
برابر ہو زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہو تو بیع جائز نہو گی ف اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہی تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر
معلوم نہین کہ زیادہ یا کم یا برابر ہی تو بھی شبہہ سود کا ہی ص اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی کا ف خواہ سونے کا ص بیچا اور کچھ قیمت اُسکی مشتری سے
وصول کی اور بعد اُسکے جدا ہوگئے تو جائز ہو جاویگی بیع اُس مقدار مین برتن کی جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کر لیا اور باطل ہوویگی باقی مین اور
شریک ہو جاوینگے بائع اور مشتری اُس برتن مین اور یہ فساد کل برتن مین شائع نہوگا اسلئے کہ یہ فساد طاری ہی جیسا کہ سلم مین گذرا اب اگر
برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا ف یعنے گواہون سے اُسکا استحقاق ثابت ہوا ص تو مشتری باقی کو بقدر اُسکے حصے کے خرید کر لے
یا کل کو پھیر دیوے ف اسواسطے کہ شرکت ظرف مین عیب ہی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے بقدر اپنے حصہ رسدی کے لیوے یا چاہے اپنا بھی حصہ جو
خرید چکا ہی بائع کو واپس دیدے مثال اُسکی یہ ہی کہ برتن نو روپیہ بھر تھا مشتری نے اوّل کل برتن خریدا لیکن دام کل تین روپیہ دئے بعد اُسکے دونون جدا ہوگئے
تو ثلث ظرف مین بیع جائز ہوئی اور دو ثلث مین غیر صحیح اب ثلث اُس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو اب اختیار ہی چاہے وہ ثلث جو باقی
ہی بائع کو تین روپیہ اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی اجازت دیدی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے
لیکر ثلث آپ لیلیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے اس صورت مین بائع وکیل ہو جاویگا مستحق کا اُسکے حصے مین تو ضرور ہی کہ بائع اور مشتری جدا نہوے ہون بعد اجازت
مستحق کے ص اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہین کر سکتا بسبب عیب شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے
ہوئی ہی تو وہ گویا راضی ہو چکا ہی اس عیب سے مسئلہ اور اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اُسمین سے کسیقدر دوسرے کا نکلا ف یعنی وہی صورت برتن کی یہان
واقع ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپیہ بھر کا تھا مشتری نے نو روپیہ کو خرید کر کے صرف تین روپیہ دئے اب ثلث اُسکا کسی اور کا نکلا ص تو مشتری باقی کو
حصہ رسد دام دیکر لیوے ف یعنی تین روپیہ دیکر خرید لیوے ص اور یہ اختیار نہین کہ اپنے ثلث حصے کو بھی واپس کر دیوے ف کیونکہ یہ شرکت عیب نہین

عہ یعنے ثلث دام ۱۲

چاندیکے ڈبے مین اسواسطے کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہی بلاضرر بخلاف ظروف کے کہ اسمین قطع کرنا مضر ہی ص اور صحیح ہی بیع دو درہم اور ایک دینار کی عوض مین
ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کر بھر گیہون اور کر بھر جو کی بدلے مین دو کر گیہون اور دو کر جو کے ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی
کے نزدیک جائز نہین ہم کہتے ہین کہ یہان ہر جنس کو اُسکے خلاف کی طرف پھیر سکتے ہین کیونکہ صورت اول مین دو درہم کے عوض مین دو دینار اور ایک دینار کے عوض مین
ایک درہم ہوسکتا ہی اور صورت ثانی مین کر بھر گیہون کے عوض مین دو کر جو اور کر بھر جو کے عوض مین دو کر گیہون بیچ سکتے ہین ص اور گیارہ درہم کے بدلے مین دس درہم اور ایک
دینار کے ف اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے دس درہم ہوگئے اور ایک درہم کے مقابلے مین ایک دینار رہ گیا اسیطرح دس روپیہ اور آٹھ پیسے کی بیع
بمقابلے گیارہ روپیہ کے جائز ہی کیونکہ ہوسکتا ہی کہ دس روپیہ مقابلہ مین دس روپیہ کے اور ایک روپیہ مقابلے مین آٹھ پیسے کے ہوجاوے اور یہی حیلہ ہی جہان روپیہ
کا بدلنا روپیہ سے منظور ہووے اور وزن کی برابری نہوسکے ص اور دو زلیف اور ایک کھرے درہم کے عوض مین ایک زلیف اور دو کھرے درہم کے زلیف اوسے
غلہ اُسی درم کو کہتے ہین جو بیت المال مین نہ لیا جاوے مگر سوداگر لیوے جیسے کہ ٹوٹے پھوٹے روپیے اور یہ بیع جائز ہی اسلیئے کہ وزن مین مساوات
متحقق ہی اور اعتبار وصف جودت کا ساقط ہی زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے پس بیچا عمرو نے ایک دینار کو زید کے ہاتھ عوض دس درم مطلق کے
یعنی یہ نہین کہا کہ عوض اُس درم کے جو مجھپر قرض ہین تو بیع صحیح ہوجاویگی اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس دس درم ہوگئے ف لیکن عمرو پر
تو اسواسطے کہ وہ زید کے دس درم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درم واجب ہوئے ص اب اگر دونون نے مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ
ہوجاویگی اور وہ بیع دینار کی عوض دس درم مطلق کے ہی اور مقاصہ صحیح ہوجاویگا اور جو بیع کیا دینار کو عوض اُس دس درم کے جو عمرو پر قرض مین تب بھی
بیع صحیح ہوگی اور مقاصہ بنفس عقد ہوجاویگا ف اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہوگا اُس دینار کا بمقابلہ دس درم کے جو عمرو پر قرض تھے ص اگر چاندی درہم
مین غالب ہی تو وہ چاندی شمار کئے جاوینگے اسیطرح سونا اگر دینار مین غالب ہی تو وہ سونے کا گنا جاویگا حکم بیع مین ف یعنی جس چیز مین ملاونی کم ہو
چاندی اور سونے کی تو وہ چیز حکم شرع مین چاندی اور سونے کی ہی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشہ روپیہ مین چاندی ہی اور تین ماشہ تانبا یا اشرفی مین نو ماشے سونا کے
اور تین ماشے پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے کا ہی شمار کیا جاویگا ص تو ایسے دراہم و دنانیر کی بیع دراہم و دنانیر خالصہ سے یا انکی بیع آپس مین
نہین درست ہی مگر برابر برابر تول کر دست بدست ف اور قرض لینا انکا نہ درست ہوگا مگر وزن کرکے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص
چاندی کے بغیر وزن کیئے قرض نہین لیسکتا اسیطرح یہ دراہم بھی اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے مین جو روپیہ اشرفیان مروج ہین انکا قرض لینا بھی
بدون وزن کیئے صرف شمار سے جائز نہین اگرچہ عادت عوام کی یون ہی جاری ہی البتہ شامی نے لکھا ہی کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے مضبوط الوزن
ہون کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہو تو اس صورت مین عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ ذکر وزن کے ہی تو قرض لینا ایسے
دراہم و دنانیر کا عدداً بنظر روایت ابو یوسف کے درست ہوگا لیکن آخر مین شامی نے یہ لکھا ہی کہ ولاہر یہ ہی کہ یہ صورت ابو یوسف کی روایت پر بھی جائز نہین
کیونکہ انکا مذہب یہ ہی کہ اگر کیل کی تقدیر متعارف ہوجاوے وزن سے یا موزون کی کیل سے تو عرف معتبر ہوگا نہ یہ کہ بالکل وزن لغو کردیا جاویگا جیسا ہمارے
زمانے مین ہی کہ سب لوگ قصر کرتے ہین شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہوگا نہ روایات مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اسواسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہی ابطال
اُن نصوص کا جو دلالت کرتی ہین مساوات کیلی اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدین نے انتہی باختصار ص اور اگر ملونی غالب ہی اور چاندی
سونا کم ہی تو وہ دراہم دنانیر بمنزلہ اسباب اور اجناس کے ہین تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے ہوگی تو اُسکا حکم بعینہ تلوار کے زیور کی بیع کا
حکم ہی جو گذرا ف یعنی اگر خالص چاندی برابر ہوگی اُسقدر چاندی کے جتنی دراہم مغشوشہ مین ہی یا کم یا کچھ معلوم نہو تو جائز نہوگی اور اگر زیادہ ہوگی تو جائز ہوگی

ما گرچہ اشارہ دونون طرف کردے تو جائز ہی بدون وزن کے بھی مثل دراہم خالص کے ۱۲ در مختار ۱۲ منہ ما اگر وزن معلوم ہی ۱۲

اسواسطے کہ چاندی چاندی مقابل ہو کر باقی ملونی کا عوض ہوجاویگی ص اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے عوض میں ہو گی تو برابر برابر اور کم و زیادہ بھی درست ہے لیکن ضرور ہے کہ قبضہ متعاقدین کا بدلین پر مجلس میں ہوجاوے ف کمی بیشی سے اسواسطے درست ہے کہ ایسے دراہم و دنانیر حکم میں ثمن کے نہیں رہے تو اب جنس کو طرف خلاف جنس کے پھیر کر زیادتی کی جائز کر لینگے اسی طرح ایسے دراہم و دنانیر کا گنکر اور شمار کر کر بلا وزن کے قرض لینا بھی درست ہے ردّ المحتار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہیں کی کہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے کے یا معلوم نہو کہ کتنی ہے تو اسکا حکم اُن ہی دراہم و دنانیر کا ہے جن میں ملونی زیادہ ہے درّ مختار ص ایک شخص ایسے دراہم کے عوض میں ف یعنی جن میں ملونی غالب ہے یا برابر ہے ص یا اُن پیسوں کے عوض میں جو چلتے تھے بازار میں ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہیں ادا کی تھی کہ چلن اُن دراہم یا پیسوں کا جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع باطل ہوجاویگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری پر قیمت اُن دراہم یا پیسوں کی جو دن بیع کے تھے لازم آویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک اُن دراہم یا پیسوں کی جو آخری دن میں رواج کے دنوں میں سے قیمت تھی مشتری پر لازم آویگی ف فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے کذا فی المحیط اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب بیع باطل ہوگئی تو مشتری اگر مبیع بعینہ قائم ہے تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے والّا جو اسکا نرخ بازار ہو وہ قیمت دیوے ص ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے بازار میں قرض لئے بعد اسکے قبل قرض ادا کرنے کے انکا چلن جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستقرض پر وہی پیسے لازم آوینگے اور جب وہ پیسے حوالے کریگا تو قرض ادا ہوجاویگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرض لینے کے دن جو قیمت اُن پیسوں کی تھی دینا پڑیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک آخر روز میں چلن کے دنوں میں سے جو انکی قیمت ہوگی وہ دینا پڑیگی ف اسی پر فتویٰ ہے درّ مختار ص ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم کے پیسوں کے بدلے میں یا ایک دانق کے پیسوں کے بدلے میں یا ایک قیراط کے پیسوں کے بدلے میں تو صحیح ہے اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے یا ایک قیراط کے بازار میں آتے ہیں لازم آوینگے ف دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہے اور قیراط نصف دانق کا ہوتا ہے ص اور زفرؒ کے نزدیک بیع جائز نہیں اسلئے کہ فلوس عددی ہیں اور انکی تقدیر کرنے سے ساتھ دانق وغیرہ کے معلوم ہوتا ہے وزنی ہونا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ثمن فلوس ہیں اور وہ معلوم ہیں ف اسیطرح ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسوں کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو جائز ہے نزدیک ابو یوسفؒ کے اسواسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسے جتنے بازار میں آتے ہیں معلوم ہیں وہ مشتری دیدیگا اور محمدؒ اسکو ناجائز کہتے ہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ پیسوں سے خرید و فروخت جب ہوتی ہے کہ ایک درہم سے کم ہوں اور قول ابو یوسفؒ کا صحیح ہے خاص کر ہمارے شہروں میں ہدایہ ص اگر ایک شخص نے صراف کو ایک درم دیا اور کہا آدھے درم کے پیسے دے اور آدھے درہم کے بدلے میں چاندی کی اَدھی جو نصف درہم ایک رتی بھر کم ہوتی ہے تو بیع فاسد ہوگی واسطے لازم ہونے ربوا کے ف پیسوں میں بھی اور اَدھی میں بھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک پیسوں میں جائز ہوجاویگی ص اور اگر یوں کہا کہ دے تو آدھے درم کے پیسے اور ایک اَدھی چاندی کی تو بیع صحیح ہوجاویگی کُل میں ف کیونکہ اُس صورت میں اَدھی جو ایک رتی کم ہے نصف درہم سے اُسیقدر چاندی کے درہم میں سے مقابل ہوگی اور نصف درم ایک رتی زیادہ کے مقابل پیسے ہوجاوینگے ص اور اگر دے کا لفظ مکرر کہا صورت پہلی میں یعنی یوں کہا ایکدرم دیکر کہ دے آدھے درم کے پیسے دے اور دے آدھے درم کی اَدھی ایک رتی کم دے تو اس صورت میں پیسوں میں بیع جائز ہوگی اور اَدھی میں فاسد ف امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جیسا صاحبین کہتے ہیں منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہے یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اُسکو مبیع پھیر دیوے اس صورت میں مشتری کو روز فسخ تک نفع اُٹھانا مبیع سے درست ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جو لوگ اسکو رہن قرار دیتے ہیں اُنکے نزدیک مشتری کا نفع اُٹھانا اس سے درست نہیں اسمیں اگر میعاد کوئی مقرر ہوجاویگی تو وقت میعاد جب

ف اسواسطے کہ مشتری نے تصریح نہیں کی کہ نصف درم کی اَدھی چاندی کی دے بلکہ اجزاے درم کو اسنے فلوس اور اَدھی پر تقسیم نہیں کیا اسلئے یہ بیع جائز ہوگی اگر قبضہ بدلین اُسی مجلس میں شرط ہوگا عبدہ

ف علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے کہ جواہر الفتاوی میں ہے کہ یہی قول رہن کا صحیح ہے اور فتاوے خیریہ میں ہے کہ اکثر کا یہی مذہب ہے کہ یہ رہن ہے اور حکم رہن کا کسی حکم میں جدا نہیں اور فتاوی انقرویہ میں ہے کہ وہ بیع جو متعارف ہے ہمارے زمانے میں یعنی بیع وفا وہ حیلہ ہے سود لینے دینے کا انتہی ملخصہ الغرض یہ بیع تقوی اور احتیاط کے خلاف ہے ۱۲ منہ قرض لینے والا ۱۲

بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری کا اور وعدون کی وفا قضاءً لازم نہین لیکن وعدون کی وفا کبھی لازم ہوجاتی ہی بسبب احتیاج ناس کے درمختار جیسے کوئی شخص کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ شخص نہ دیگا تو مین دونگا تو کفالت صحیح ہوجاویگی اگرچہ وعدہ ہی کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہی ردالمحتار اور اگر اُس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہین ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن یا اثبات بیع بائع سے پہونچتا ہی اور اگر مشتری مرجاویگا تو اُسکے وارثونکو اختیار ہی چاہین بیع کو فسخ کرین یا نکرین اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کرکے پھر مشتری سے اُسکو ایک مدت معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اُن لوگون کے نزدیک جو اُسکو رہن قرار دیتے ہین اور جو بیع قرار دیتے ہین اُن کے نزدیک کرایہ لازم آویگا

ص کتاب الکفالۃ

یعنی ضمانت کے بیان مین کفالت کے معنی لغت مین ملانے کے ہین یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور اصطلاح شرع مین عبارت ہی ملانا ذمہ کفیل کا طرف ذمہ اصیل کے مطالبہ مین ف یعنی جو مواخذہ اور مطالبہ پہلے اصیل یعنی اصل مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہوگیا جاننا چاہیے کہ جو شخص ضامن ہوتا ہی اُسکو کفیل کہتے ہین اور جسکا ضامن ہوتا ہی اُسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے ضامن ہوتا ہی یعنی جسکے نفع کے لیئے ضامن ہوتا ہی یعنی دائن اُسکو مکفول لہ کہتے ہین اور مال یا نفس کو مکفول بہ ص کفالت دو قسم ہی ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسری کفالت بالمال یعنی مال ضمانی و قسم اول یعنی حاضر ضمانی منعقد ہوتی ہی ان الفاظ سے ف شافعیؒ کے نزدیک حاضر ضمانی درست نہین ہی اور ہماری دلیل وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا ابو داؤد و ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہی اور یہ لفظ مطلق ہی شامل ہی مال ضامن اور حاضر ضامن دونونکو ص کہ کفیل یون کہے کفیل ہون مین اسکے نفس کا اور مانند اسکے وہ لفظ ہین جن سے تعبیر کیا جاتا ہی کل بدن انسان سے ف مثلاً گردن روح سر بدن وجہ یعنی منھ تو اگر کہے کفیل ہوا مین اُسکے ہاتھ یا پانون کا تو کفالت درست نہوگی کیونکہ ہاتھ اور پانون سے تعبیر کل بدن کی نہین ہوتی یہانتک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھ پانون کی طرف درست نہین بخلاف الفاظ مذکورہ بالا کے ہدایہ ص یا جزو غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث ف تو اگر یون کہے کفیل ہوا مین اُسکے نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہوجاویگی ص یا یون کہے ضامن ہوا مین اُسکا یا وہ میرے ذمہ ہی یا میری طرف ہی یا مین اُسکا زعیم ہون یا قبیل ہون یعنی کفیل ہون الخ ف ان صورتون مین کفالت منعقد ہوجاتی ہی اور لازم ہی حاضر ضامن پر حاضر کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول لہ طلب کرے تو اگر حاضر نکرے حاکم اُسکو قید کرے اور یہی صورت ہی اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ مکفول بہ کو فلان وقت حاضر کردونگا ف تو جب وہ وقت آوے اور مکفول لہ درخواست کرے تو اُسکو حاضر کرنا پڑیگا اگر حاضر نکرے تو حاکم اُسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اُسکو فی الفور بلکہ پہلے سوا اسلیئے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہین ہوتا کہ کسواسطے قاضی نے بلوایا ہی اسلیئے پہلے اُسسے اطلاع کرے اگر حاضر کردیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہوا اسطرح پر کہ نشان اُسکا معلوم ہو تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اُسکے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اسقدر بھی مدت گذرجاوے اور حاضر نکرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اُسکا پتہ ٹھکانا بھی معلوم نہین رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہی ہدایہ ص اور اگر مکفول عنہ مرگیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہوجاویگا مواخذہ سے ف اسواسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہی اور اسلیئے کہ اصیل یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پر سے احضار جاتا رہا اور اسیطرح اگر کفیل مرجاوے جب بھی وہ مواخذہ سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تسلیم مکفول بہ پر بسبب موت کے اور مال سے اُسکے یہ حق ادا نہین کرسکتے ہان اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مرگیا تو اُسکی جائداد سے دین وصول کیا جاویگا اور اگر مکفول لہ مرگیا تو وہ وصی مکفول لہ کو پہونچتا ہی کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہو تو وارث اُسکے قائم مقام ہی ہدایہ ص اسی طرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کردیا کہ مکفول لہ وہان اُس سے خصومت کرسکتا ہی تو بھی

کفیل بری ہوا **ف** جیسے شہر یا ایسی بستی ہو جہاں قاضی موجود ہو واسطے سماعت مقدمات کے **ص** اگر چہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہو کہ جب مکفول عنہ کو
مین تیرے حوالے کر دون تو مین بری ہون **ف** کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہے مکفول بہ کی اس طور پر کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے
ص اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ مین مکفول عنہ کو قاضی کے محکمے مین سپرد کرونگا پھر اسنے تسلیم کیا بازار مین یا جنگل مین یا دیہات مین یا مکفول عنہ کو قید
کرایا تھا کسی اور نے **ف** اسواسطے کہ اگر مکفول لہ نے قید کرایا تھا اور کفیل نے وہین تسلیم کر دیا تو بری ہو جاویگا **ص** اور اسی قید خانہ مین کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ
کو مکفول لہ کے تو کفیل بری نہوگا کفالت سے اور بعضون نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کر لی تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی مین تو اب بری نہوگا بازار مین تسلیم کرنیسے
ہمارے زمانے مین **ف** در مختار مین ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین **ص** تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے
تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر مین تو بری ہوگا کہ اس مقام مین مکفول لہ قادر ہو اسکے حاضر کرنے پر مجلس قاضی مین یہانتک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے
شہر کے بازار مین تو نہ بری ہوگا اس زمانہ مین اور قید خانہ مین بھی تسلیم کرنیسے اس صورت مین بری نہوگا جب وہ قید خانہ دوسرے قاضی کا ہو اور اگر اسی قاضی کا قید خانہ ہے
جسکے پاس منزل لہ کا مقدمہ دائر ہے تو بری ہو جاویگا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی دوسرے مقدمہ مین قید ہو اور بھی بری ہو جاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے
اپنے نفس کو مکفول لہ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اسکو مکفول لہ کے اگر مکفول لہ مرگیا تو اسکے وصی اور وارث کو مطالبہ پہونچتا ہے
کفیل سے اگر حاضر ضامن نے اسطرح ضمانت کی کہ اگر کل مین اسکو حاضر نکرون تو جتنا مال اسپر ہے اسکا ضامن مین ہون اور پھر کل اسنے حاضر نکیا تو مال اسپر
لازم آجاویگا اور شافعی کے نزدیک اسطرح کی کفالت صحیح نہین **ف** دلیل ہماری یہ ہے کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہے اور ایک وجہ سے نذر کے تو دونون کی
مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شروط پر معلق ہو جو مناسب ہے عقد کے تو جائز ہے اور اگر ایسے شروط پر ہو کہ جو ملائم نہین عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا
مین موج آنا تو صحیح نہوگی ہدایہ **ص** اور باوجود اسکے کفالت بالنفس سے بھی بری نہوگا البتہ جب مال ادا کر دیگا تو بری ہو جاویگا اور اگر صورت مذکورہ مین مکفول عنہ کل
مرگیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط وہ حاضر نہ کرنا پائی گئی ایک شخص نے دعویٰ کیا سو دینار کا مدعیٰ علیہ پر برابر ہے کہ اسکی صفت بیان کی ہو
یا نہ ہو **ف** یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ کفایہ **ص** اب مدعیٰ علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل مین اسکو حاضر نکرون تو میرے اوپر وہ سو مین اور
اسنے حاضر نہ کیا تو کفیل پر سو دینار لازم ہونگے شیخین کے نزدیک خلاف امام محمد کے **ف** وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو میرے
اوپر ہین تو وہ کے لفظ سے مراد وہی سو دینار ہین جسکا دعویٰ مدعی نے کیا ہے اور محمد یہ کہتے ہین کہ کفیل نے کفالت مین یہ نہین کہا کہ جن سو دینار کا مدعی نے
دعویٰ کیا ہے وہ میرے اوپر ہین تو کفالت صحیح نہوئی اور بعضون نے کہا کہ محمد کے خلاف کی یہ وجہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ مجہول کیا تو خود اسکا دعویٰ صحیح نہوا اور مدعا علیہ پر
حاضر ہونا واجب نہوا تو کفالت بھی صحیح نہوئی اس صورت مین مسئلہ مخصوص ہو جاویگا اسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت اُن دنانیر کی بیان نہین کی
ہے اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نہ کیا لیکن بعد کفالت کے بیان اسکا اصل دعوے سے ملحق ہو جاویگا اسواسطے کہ عادت ہے اجمال کی
دعاوی مین ہذا حاصل ما فی الہدایۃ و شرح الوقایۃ **ص** اگر کسی شخص نے مدعا علیہ پر دعویٰ کیا قصاص کا یا حد کا **ف** مثلاً حد قذف یا حد سرقہ **ص**
اور مدعا علیہ اقرار نہین کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیئے تو مدعا علیہ پر جبر نکیا جاویگا واسطے داخل کرنے حاضر ضمانت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے
کے نزدیک حد قذف اور قصاص مین جبر کیا جاویگا **ف** مراد جبر سے بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا در مختار **ص** اسواسطے کہ حد قذف
مین حق بندہ کا غالب ہے اور قصاص خالص حق العبد ہے اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ مبنی قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہے تو انمین مضبوطی واجب نہوگی

لہ یہان منظور فقط بیان دعوی نفس حدود ہے اور اگر مدعی دعوی مال یا تعزیر کرے تو اسکا بیان آگے آویگا کہ در صورت اقرار مدعی واسطے احضار شہود کے مدعیٰ علیہ سے تین دن کے لئے
حاضر ضمانت لیجاویگی ۱۲ لہ یعنے حبس نکیا جاویگا تا ادخال ضمانت یا ملازمت کا حکم نہوگا ۱۲ مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالے

ف یعنی قصاص اور حد دونون شبہے سے دفع ہوجاتے ہین تو انکی مضبوطی واجب نہوگی اور کفالت مضبوطی ہے دلیل امام صاحب کی ایک حدیث یہی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہے کفالت حد مین روایت کیا اسکو بیہقی نے اور کہا متفرد ہوا ساتھ اسکے عمر بن ابی عمر کلاعی وعمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے
اور وہ مشایخ مجہولین مین سے ہین بقیہ کے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل مین عمر کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو بسبب اسی عمر کے اور کہا مجہول ہے نہین اسکا
حال نہین جانتا ص البتہ اگر خود مدعا علیہ نے حد یا قصاص مین کفیل داخل کردیا تو صحیح ہے اور حد وقصاص کے دعوی مین قید نکیا جاویگا بلکہ مدعی کو حکم کیا جاویگا
مدعا علیہ کے ساتھ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہے اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور ف مستور وہ گواہ ہین جنکا حال
قاضی کو معلوم نہین کہ عادل ہین یا فاسق ص یا ایک گواہ عادل قائم کردیا تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضمانت نہ لے بلکہ اسکو قید کرے بسبب تہمت کے یہانتک کہ
حق ظاہر ہووے ف یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل بھی لے آوے یا ان دو گواہون مستور کی عدالت ثابت ہوجاوے ص اور اگر مدعی نے نہ گواہ عادل قائم کئے
نہ مستور نہ ایک گواہ عادل لایا اور وقت برخاست ہوگیا تو مدعا علیہ کو چھوڑ دیوے ف حبس بسبب تہمت کے جائز ہے تو جب مدعی نے دو گواہ مجہول الحال قائم
کئے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا نہوا اسواسطے کہ شہادت مین دو باتین ضرور ہین ایک عدد اور دوسری عدالت اور یہان یا عدد پایا گیا یا عدالت
تو مدعا علیہ متہم ہوگیا اور حبس متہم کا جائز ہے بنظر حدیث کے جسکو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو
بسبب تہمت کے پھر چھوڑ دیا اسکو روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے ص خراج کا روپیہ اگر کسی شخص پر واجب ہووے اور کوئی اسکی طرف سے کفالت بالمال کرے یا وہ
کوئی چیز اس روپیہ کے عوض مین رہن کرے تو درست ہے اگر دائن نے مدیون سے ایک کفیل لیا اور پھر دوسرا کفیل تو دونون مدیون کے کفیل ہوجاوینگے یعنی کفالت ثانی لینے سے
کفالت اولی باطل نہوگی کفالت بالمال صحیح ہے اگرچہ مکفول بہ مجہول ہو ولیکن یہ شرط ہے کہ مکفول دین صحیح ہو ف دین صحیح اسکو کہتے ہین کہ بغیر ادای مدیون یا معاف کردینے
دائن کے مدیون کے ذمہ سے ساقط نہو تو اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی مکاتب پر جو مال مقرر کردیتا ہے مولی عوض مین اسکی آزادی کے تو یہ دین صحیح نہین کیونکہ
وہ ساقط ہوجاتا ہے مکاتب کے عاجز ہوجانے سے ص جیسے کفیل کہے دائن سے جو کچھ تیرا آتا ہے مدیون پر اسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہوجاویگی اگرچہ مکفول بہ
مجہول ہے یعنی مقدار اسکی معلوم نہین یا کفیل کہے مشتری سے جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین اسکا مین ضامن ہون ف یہ ضمان استحقاق کہلاتا ہے
اس صورت مین اگر مبیع کسی اور کی سوا بائع کے نکلے گی تو مشتری کا ثمن کفیل کو دینا ہوگی ص اگر معلق کرے کفالت شرط مناسب پر جیسے یون کہے اگر
تو فلانے سے معاملہ بیع کرے تو اسکا مین ضامن ہون ف یعنی اسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس مبیع کی درست نہین جیسا کہ آگے آتا ہے ص یا اگر تیرا اسپر
کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ غصب لیجاوے تو اسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہوجاویگی اور اگر وہ شرط مناسب نہو تو کفالت صحیح نہوگی جیسے یون کہے اگر ہوا چلیگی
یا پانی برسیگا تو مین ضامن ہون اگر اسطرح کفالت کی کہ جو تیرا اسپر ہے اسکا مین ضامن ہون تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا کفیل کو دینا پڑیگا
اور اگر گواہ نہین ہین مکفول لہ پاس تو کفیل جسقدر چاہنے کی رو کہیگا اتنا دینا پڑیگا اس سے زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اسکا مواخذہ کفیل سے نہوگا بلکہ
ذات پر مکفول عنہ کے لازم آویگا ف درصورت نہونے شہادت کے کفیل سے جو قسم لیجاویگی تو علم پر کہ تو نہین جانتا ہے کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا مکفول عنہ پر واجب ہے
اسواسطے کہ قسم غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہے نہ بطور قطعی ص اور جب کفالت کرلی کفیل نے تو مکفول لہ کو پہنچتا ہے کہ جس سے چاہے اپنا دین طلب
کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہے یا کفیل سے جو اسکا ضامن ہوا اور دونون سے بھی مطالبہ کرسکتا ہے اور اگر ایک سے تقاضا کرلیا جب بھی دوسرے سے
تقاضا کرسکتا ہے ف اسواسطے کہ مطالبہ حق ہے مکفول لہ کا تو اسکو اختیار ہے جس سے چاہے جسطرح طلب کرے ص اور مالک مال کی صورت غصب کے
برخلاف ہے ف مثال اسکی یہ ہے کہ زید کا گھوڑا عمرو نے غصب کرلیا اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر نے غصب کرلیا اور اسکے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہوگیا اب
پہلے مالک کو اختیار ہے کہ خواہ غاصب اول سے تاوان طلب کرے یا غاصب ثانی سے لیکن جب وہ ایک شخص سے طلب کرنے پر راضی ہوگیا یا قاضی

اسپر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہین کر سکتا تو اگر تاوان اُسنے غاصب سے لیا تو وہ رجوع کر لے غاصب کے غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکرے
ص اور جائز ہی کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدون اُسکے حکم کے تو اگر کفالت اُسکے حکم سے ہوئی اس صورت مین جو روپیہ کفیل ادا کریگا وہ مکفول عنہ سے
پھیر لیگا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہین لے سکتا برخلاف اُس شخص کے جو وکیل ہو کسی چیز کی خرید کا کہ اُسنے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادا کے ثمن کے بائع کو اپنے
موکل سے ثمن طلب کر سکتا ہی اور اگر کفالت بدون اُسکے حکم کے ہوئی ہی تو کفیل جو مال ادا کریگا مکفول عنہ کو اُسکا پھیرنا لازم نہین تو اگر پیچھا کیا جاوے
کفیل کا مال کے لیے تو کفیل پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاوے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض معاف
کر دیا یا قرض ادا کر دیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا اور اگر کفیل کو اُسنے بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پر ہی تو جب وہ بری
ہو جاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہی نہ اسکا اُلٹا ف یعنی ابراے کفیل سے ابراے اصیل ضرور نہین ص اور اگر مکفول لہ نے کفیل کو مہلت دیدی ادا قرض
کے لیے تو مکفول عنہ کو نہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مہلت ہو جاویگی اگر قرض ہزار روپیہ تھے اور کفیل نے مکفول لہ کو سو روپیہ پر راضی کرکے اُس سے صلح
کر لی تو سو روپیہ مکفول عنہ کے اور کفیل کے دونون کے ذمے سے ساقط ہو جاوینگے اس صورت مین اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف سو روپیہ لیگا اگر کفالت
اُسکے حکم سے کی ہوگی ف ورنہ کچھ نہ لیگا ص اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر ف یعنی جنس دین کے سوا دوسری جنس پر جیسے گھوڑا بیل خچر کتاب وغیرہ ص
مکفول لہ کو راضی کرکے اُس سے صلح کر لی تو اس صورت مین اگر کفیل نے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے کی ہی تو کل دین اُس سے لیگا ف اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہی مکفول لہ
سے یعنی بدلنا ہی اس جنس کو عوض مین دین کے تو کل دین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا ص اور اگر کفیل نے مکفول لہ سے صلح کر لی موجب کفالت پر تو اس
صورت مین مکفول عنہ دین سے بری نہوگا ف موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہی یعنی جسکو کوئی اور چیز موجب بالکسر ہو یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت
یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا وہ مطالبہ تھا اور مطالبے کے اسقاط سے اصل دین ساقط نہین ہو سکتا ص مکفول لہ نے کفیل سے یہ کہا برئت الی من
المال یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھتک مال سے تو اس صورت مین کفیل رجوع کرے مکفول عنہ پر ف اسواسطے کہ الی موضوع ہی واسطے انتہاے غایت کے تو معنی یہ ہوے
کہ براءت شروع ہو کر طرف کفیل سے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی براءت جسکا شروع کفیل سے اور انتہا طالب پر ہو نہین ہو سکتی بدون ایفاے دین کے تو گویا
مکفول لہ نے یون کہا کہ بری ہوا تو بسبب ادا کے دین کے مجھکو تو رجوع کریگا ساتھ مال کے مکفول عنہ پر اگر اُسکے حکم سے کفالت ہوئی ص اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر
مکفول لہ نے اُس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسف کے اور امام محمد کے نزدیک رجوع نکرے ف در مختار مین ہی کہ قول امام محمد کا ساتھ قول ابو یوسف کے اور اسیکو
اختیار کیا ہی ہدایہ مین اور یہی اولی ہی ص ہان اگر مکفول لہ نے یہ کہا کہ بری کیا مین نے تجھکو تو اس صورت مین رجوع نکرے ف اسواسطے کہ یہ ابرا ہی طرف سے طالب کے
باسقاط دین اور اسقاط دین جب ذمہ کفیل سے ہو گیا تو اُسکو حق رجوع ثابت نہوگا اور بعضون نے کہا ہی کہ ان سب صورتون مین طالب اگر موجود ہوگا تو
اُس سے استفسار کر لینگے کہ مطلب تیرا کیا ہی پھر اُسکے بیان کے لحاظ سے عمل ہوگا ص اگر مکفول لہ براءت کفیل کو معلق کرے شرط پر جیسے یون کہے کہ اگر فلانا شخص
سفر سے لوٹ آوے تو تو دین سے بری ہی تو براءت صحیح نہوگی ف کیونکہ ابراء تملیک ہی دین کی اصل مدیون کو اور جو چیزین تملیک ہین اُنکی تعلیق شرط پر صحیح نہین
ص اسیطرح کفالت صحیح نہین بنفس حد یا قصاص سے کیونکہ استیفا انکا کفیل سے متعذر ہی اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین مرہونکی اور نہ عین امانت
کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اُس چیز کی جو اجارہ لی گئی ہی اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت کی ف البتہ ان چیزونکی تسلیم کی ضمانت درست ہی اسواسطے
کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر لازم ہی تو کفیل اُسکا التزام کر سکتا ہی تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہو جاوے تو ضامن پر کچھ
واجب نہین مثل حاضر ضامن کے در مختار ص البتہ صحیح ہی کفالت اُس بیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد یا مقبوض ہی ساتھ بھاؤ کے یا مقبوض کی نیت خریداری ف
بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو ورنہ نہین تو امانت ہو جاویگی اور ایسی ہی صحیح ہی اُس مال کی جو صلح ہو قتل عمد سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو در مختار جاننا چاہیے

کہ جو چیزیں مضمون بنفسہا ہیں اُنکی کفالت صحیح ہے اور جو چیزیں مضمون ہی نہیں جیسے امانت و عاریت و مال شرکت و مال مضاربت مستاجر[1] یا مضمون ہیں لیکن
بغیرہا تو اُنکی کفالت درست نہیں ہے قاعدہ کلیہ ہے اس باب کا مضمون بغیرہا وہ چیزیں ہیں کہ درصورت ہلاک اُنکی کے قیمت اُنکی واجب ہو جیسے مبیع بہ بیع صحیح قبل القبض
کردہ اگر بائع کے پاس تلف ہو جاویگی تو بدل ثمن مشتری پر واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسیطرح مرہون کہ مضمون بالدین ہے مضمون
بنفسہا وہ چیزیں ہیں جنکی قیمت یا مثل واجب ہوتی ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو اُنکی کفالت صحیح ہے اور
ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور درصورت عجز دفع قیمت کذا فی فتح القدیر ص اور صحیح نہیں ضمانت بوجہ لادنیکی کسی خاص جانور
جو کرایہ پر لیا گیا ہو ف اسواسطے کہ کفیل کو قدرت نہیں اس بات پر کہ مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کرے بخلاف جانور غیر معین کے کہ وہاں فقط تسلیم کسی جانور کی لازم
ہوتی ہے اور اُسپر کفیل قادر ہے ص یا خدمت لینیکی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہو ف اسیوجہ سے کہ گذری جانور میں ص ایک شخص مدیون تھا اور مفلس
مرگیا بعد اُسکے مرجانیکے کوئی شخص اُسکی طرف سے قرضخواہوں کے لیے کفالت کرے تو یہ کفالت درست نہیں ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہے
اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا ہاں اگر کوئی شخص تبرعاً میت کا دین ادا کریگا تو سبکے نزدیک درست ہے اور اسیطرح اگر میت کفیل یا مال چھوڑ گیا تو جب بھی اُسکے
دین کی کفالت درست ہے ہدایہ اور دلیل دونوں مذہبونکی اصل میں مذکور ہے ص اور کفالت درست نہیں[2] جب تک مکفول لہ قبول نکرے اسی مجلس میں
جسمیں ذکر کفالت ہوا ہے ف یہ مذہب طرفین کا ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر مکفول لہ کو خبر پہونچے اور وہ منظور کرے جب بھی جائز ہو جاویگی
اور یہ خلاف کفالت بالنفس میں ہے نہ بالمال میں ص مگر ایک مسئلے میں وہ مسئلہ یہ ہے کہ مریض نے مرض موت میں قرضخواہونکی غیبت میں اپنے
وارث سے یہ کہے کہ میرے اوپر جو قرض آتا ہے اُسکا تو کفیل ہو جا اور وہ کفیل ہو گیا تو جائز ہوگا باوجود اسکے کہ مکفول لہم یعنے قرضخواہ غائب ہیں ف
اسواسطے کہ یہ درحقیقت وصیت ہے اور اسیواسطے تسمیہ مکفول لہ کا شرط نہیں اور اگر مریض یہ قول شخص اجنبی سے کہے اور وہ کفالت منظور کرے تو اسمیں دو
روایتیں ہیں لیکن اوجہ یہ ہے کہ صحیح ہے ص اور کفالت درست نہیں بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اسکی کفالت کرے یا غلام ف مثلاً ایک مولی
نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سو روپیہ پر یعنی جب تو سو روپیہ دیگا تو تو آزاد ہے اب یہ سو روپیہ بدل کتابت کہلاتے ہیں ان روپیونکا اگر کوئی شخص
کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہوگی کیونکہ کفالت کے لیے دین صحیح چاہیے اور بدل کتابت دین صحیح نہیں جیسا اوپر گذرا ص اگر
مکفول عنہ نے جلدی کی اور روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا جسنے اُسکے حکم سے کفالت کی ہے اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہ کو نہیں دیا تو اب مکفول عنہ
کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے اور کفیل نے جو اُس روپیہ میں کچھ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہو جاویگا حلال و طیب اُسکا تصدق کرنا
کچھ ضرور نہیں اور اگر کفالت گیہوں کی کی اور کفیل نے وہ گیہوں مکفول عنہ سے لیکر قبل اسکے کہ مکفول لہ کو حوالے کرے بیچکر اسمیں نفع کمایا تو نفع
کفیل کا ہو جاویگا لیکن بہتر یہ ہے کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبین کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور نہیں ف امام صاحب رح [illegible] اصح ہے کذا فی الکفایہ
اور فرق کی وجہ دونوں مسئلوں میں مذکور ہے اصل کتاب اور ہدایہ میں ص ایک شخص کفیل ہوا دوسرے کا حکم سے اُسکے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم کیا کہ
ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خرید کر کے میرا دین ادا کردے تو کفیل نے وہ کپڑا خریدا تو وہ بیع کفیل کی واسطے ہے اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہے بوجہ مجہول ہونے
ثوب اور ثمن کے ف عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہے اُس بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اُسنے ندیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپیہ کی
مالیت کا اُس شخص کے ہاتھ پندرہ کو بیچا تا وہ شخص اُس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ
نفع ہو اور اسکے سوا بھی اور صورتیں بیع عینہ کی ہیں جو درمختار وغیرہ میں مذکور ہیں درمختار میں ہے کہ یہ بیع مکروہ مذموم ہے اسواسطے کہ اسمیں

---

[1] مستاجر وہ چیز ہے جو اجارہ لی گئی جیسے غلام گھوڑا وغیرہ ۱۲ [2] بالنفس نہ بالمال ۱۲ مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالیٰ سے ۲

تو اب قرض سے روگردانی ہے اور محمدؒ نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کی مانند ہے اسکو سود خواروں نے نکال لیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کروگے اور بیلوں کی دموں کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی اور کسب میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو جاؤگے تو ذلیل ہو جاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ بہت سے صحابہؓ نے ایسی بیع کی ہے ص اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی وہ اسکا نقصان کفیل پر ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اُس بیع کا اسلیئے کہ یہ وکالت صحیح نہیں ہوئی ف اور لازم نہیں مکفول عنہ پر وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہے ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہوا ہے یا قاضی نے حکم کیا ہے اُسکا میں کفیل ہوں بعد اسکے عمرو غائب ہو گیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو گواہی مقبول نہوگی ف جبتک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہو پھر جب آویگا تو اُسپر مال مدعی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا بحکم کفالت وجہ اس مسئلے کی یہ ہے کہ کفیل نے صرف اُسی مال کی کفالت کی تھی جسکا قاضی نے فیصلہ کر دیا ہو یا جو کہ ثابت اور واجب ہوئی ہے بسبب قضا سے اور گواہوں کی گواہی میں ذکر بھی قضائے قاضی کا نہیں تو دعویٰ مدعی کا مطلق ہو گیا اور مکفول بہ خاص ہے اس صورت میں مسموع نہوگا ہدایہ ص زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ تھے اور یہ شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اُسکے حکم سے تو قاضی فیصلہ کر دیگا اُس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کر دیگا عمرو سے پھیر لیگا ہمارے نزدیک نہ زفرؒ کے نزدیک ف دلیل زفرؒ کی یہ ہے کہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور میں عمرو کا کفیل نہیں ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہے اور مظلوم نہیں ظلم کریگا غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اُسکے زعم کی تکذیب ہو گئی بحکم شرع گواہوں سے ص اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اُسکے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اُسکے حکم کے ف یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا نہ امر کی قید بلا امر کی ذکر تھا ص تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر ف اور وہ رجوع نکریگا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہے کہ کفالت بالامر ہو ص زید ایک شے عمرو کے ہاتھ بیع کرتا تھا اتنے میں بکر آیا اور اُسنے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید کر لے اگر کسی اور کی نکلیگی تو میں تیرے ثمن کا ضامن ہونگا ف یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسیکو کہتے ہیں ص تو بکر کا یہ ضمان کرنا اقرار ہو گیا اس بات کا کہ یہ چیز مملوک ہے زید کی اگر بعد اسکے بکر نے اُس چیز کا دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ باطل شمار کیا جاویگا ف بوجہ تناقض کے ص اور اگر بکر نے شہادت لکھ دی اُس چیز کی بیعنامہ پر اور یہی مہر کر دی تو یہ اقرار نہوگا بکر سے ملک زید کا ف تو اب دعویٰ بکر کا بابت ملکیت اپنی کے باوجود شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیع کا ہونا غیر مالک سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ بیع فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اُسمیں مصلحت معلوم ہو تو اُسکو جائز رکھے چنانچہ طحطاوی ص لیکن اگر اُس بیعنامہ میں یہ لکھا ہو گا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا یہ بیع نافذ لازم ہے اور بکر نے شہادت کر دی تو یہ شہادت تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہو گی تو اب دعویٰ بکر کا بعد اسکے مسموع نہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے بسبب نہونے تناقض کے اگر کوئی شخص کفیل ہوا عہدہ کا تو یہ کفالت باطل ہے اسلیئے کہ عہدے کئی معنی ہیں قبالہ قدیم عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم نہیں کہ کونسے معنی مراد ہیں اسیطرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہیں ف ضمان خلاص یہ ہے کہ کفیل شرط کرے مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلیگی تو میں اُس سے چھڑا کر جسطرح ہو ذات شی کو تیرے حوالے کر دونگا تو امام صاحبؒ کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ کفیل کو اُسپر قدرت نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے لیکن محمول ہے ضمان درک پر ص یا مضارب یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور موکل کے لیئے ف تو یہ ضمانت باطل ہے اسواسطے کہ ثمن امانت ہے مضارب اور وکیل پاس ص دو شریکوں نے ملکر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد میں اور پھر ایک شخص دوسرے کے حصے کے ثمن کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت صحیح نہیں البتہ اگر دو عقد میں بیع ہوئی علاحدہ علاحدہ تو ضمانت جائز ہے ف یعنی اگر پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہو گیا مشتری کی طرف سے اُسکے ثمن کا پھر دوسرے شریک نے اپنا حصہ بیع کیا

اور بہلا شریک اسکے ثمن کا ضامن ہوگیا تو صحیح ہی اور دلیل دونون مسئلونکی ہدایہ اور عینی مین مذکور ہی ص صحیح ہی کفالت خراج کی اور نوائب کی اور قسمت کی ف لیکن خراج کا بیان تو گذر چکا ہی پہلے اس سے اور لیکن نوائب تو وہ دو قسم ہین ایک واجبی ایک غیر واجبی واجبی جیسے نہر مشترک کہودائی جسمین عامۂ خلائق کو فائدہ ہو یا اُجرت چوکیداری یا وہ مال جسکو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانون سے لیو غیر واجبی جیسے جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانہ مین لوگونسے ناحق لیے جاتے ہین تو پہلی قسم کی کفالت بالاتفاق صحیح ہی اور قسم ثانی کی کفالت مین اختلاف ہی لیکن فتویٰ اسپر ہی کہ صحیح ہی یہانتک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لیوے تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کرلیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہین یا ایک حصے کو نوائب کہتے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ قسمت نائبہ موظفہ معینہ ہی یعنی جو ہر ایک ماہ یا دو ماہ یا سہ ماہ بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہی اور نوائب غیر معین ہوتے ہین بہر تقدیر کفالت اسکی بھی صحیح ہی ص ضامن نے کہا کہ مین ضامن ہوا ہون مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے وعدے پر یعنی مال مؤجل ہی بمیعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہ کہتا ہی کہ نہین وہ مال نقد ہی یعنی بالفعل دینا چاہیے میعادی نہین ہی تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا ضامن درک سے مواخذہ نہین ہوتا جبکہ مبیع مستحق غیر کا نکلے قبل اسکے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے کہ مجرد استحقاق بیع نہین ٹوٹتی ظاہر الروایہ مین جب تک بائع پر حکم نہو ویسی ثمن کا تو اصیل پر جب تک رد ثمن واجب نہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہوگا

ف باب دو شخصون کے کفیل ہونے کے بیان مین

ص دو آدمیونے ملکر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصۂ ثمن شریک کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اُسکے حکم سے تو جو ہر ایک مین بائع کو ادا کرے اُسکو دوسرے سے نہین لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جسقدر زائد دیا ہی اُتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے ف اسواسطے کہ اس صورت مین مثلاً ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہی تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہی اپنے حصے کا اور نصف دوسرے کا بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ روپیہ ادا کریگا وہ اُسکے حصے کے دام سمجھے جاوینگے اسواسطے کہ ادا کیا دین ضمانت سے اور وہ مقدم ہی ادا دین کفالت سے یہانتک کہ دام اپنے حصے سے بڑھکے دیوے تو جسقدر زائد دیگا اُتنا دوسرے شریک سے پھیر لیگا ص زید پر ہزار روپیہ تھے عمرو کے اب پہلے بکر کفیل ہوا زید کی طرف سے اُن ہزار روپیہ کا بعد اسکے خالد کفیل ہوا زید کی طرف سے اُن ہی ہزار روپیہ کا پھر بکر اور خالد ہر ایک اُنمین سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہوا اُسکے حکم سے سب دین کا تو یہان بکر اور خالد مین سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اُسکا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیر لیگا ف یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا کیا ہی سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہوا ہی اُسکی طرف سے ہدایہ جاننا چاہیے کہ یہان متن مین قیدین ہین ایک تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوئے ہین زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاویگا کیونکہ دونون پر نصفا نصف منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھیرا اس صورت مین جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع ہوگا اور ایک جمیع دین کے کفالت کی قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہونگے پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہوگا تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا اور ایک اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا مختصراً اس مقام مین صدر الشریعۃ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہی چلپی نے اسکا جواب دیا ہی اصل کے مطالعہ سے واضح ہوگا یہان بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا ص اور جو بری کردیا طالب نے ایک کفیل کو تو مواخذہ کیا جاویگا دوسرے کفیل سے کل زر کفالت کا ف اسلیے کہ ہر ایک کفیل کل ہزار کا مکفول عنہ سے کفیل ہوا ہی پس جب ایک کو مکفول لہ نے بری کردیا تو دوسرا پورے ہزار کا کفیل باقی رہا ص اور اگر دو آدمیون مین شرکت مفاوضہ تھی ف اسکا بیان کتاب الشرکۃ مین گذر چکا ص اب دونون جدا ہوگئے تو صاحب دین کو اختیار ہی کہ اُن دونون شریکونمین سے جس

نوائب جمع نائبہ بمعنی مصیبت وحادثہ یہان مراد وہ مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے مولوی عبد الغفار رحمہ اللہ تعالےٰ ۱۲ ؎

چاہیے اپنا کل دین طلب کرے اسواسطے کہ شرکت مفاوضہ متضمن کفالت ہی اور کوئی اُن شریکون مین سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھجاوے تو اسقدر رجوع کرلیوے اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامونکو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے عقد کتابت قبول کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہوگیا تو جو غلام ان دونون مین سے کچھ ادا کرے اُسکا آدھا دوسرے سے وصول کرلے اسی صورتمین اگر مولی نے قبل ادائے مال ایک کو آزاد کر دیا تو جسکو آزاد نہین کیا اُسکا زر کتابت خواہ اُسی سے وصول کرلے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوے تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیوے ف اسواسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہی مولی کو تو رجوع کریگا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر برخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہی تو وہ کسی پر رجوع نکرے گا

باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونیکے بیان مین

ص اگر ایک شخص ضامن اُس مال کا ہو جسکا ادا غلام پر واجب ہی بعد آزادی کے ف چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہی ص اور ضامن قید نکرے بالفعل نقد دینے کی یا میعاد کے بعد دینے کی تو وہ مال اُسکو نقد دینا لازم ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اُسپر رجوع کرے ف ورنہ نہین ص ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اُسکا دعوی کیا کہ میرا ہی بکر نے ضمانی کی اِس بات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمہارا ثابت ہوگا تو مین تمہین دونگا بعد اس ضمانی کے غلام مرگیا اب عمرو نے اپنی ملک نسبت اُس غلام کے گواہون سے ثابت کردی تو بکر کو اُس غلام کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعوی کیا غلام پر اُس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اُسکے غلام مرگیا تو کفیل بھی بری ہوجاویگا اگر موسے[1] نے ضمانت کی غلام کی طرف سے ف اسکے حکم سے خواہ بدون اسکے حکم کے ص یا غلام[2] غیر مدیون نے اپنے مولی کی ف خواہ مولی کے حکم سے یا بے حکم کے ص ور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اسکے صورت اوّل مین مولی نے غلام کی طرف سے وہ روپیہ مکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی مین غلام نے وہ روپیہ مولی کیطرف سے مکفول لہ کو ادا کیا تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہین پہونچتا اسواسطے کہ یہ کفالت غیر موجب للرجوع ہی اسلیئے کہ ایک کا دین دوسرے پر نہین ہوتا اور شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع ہوتا ہی ف دلیل ہماری اور شافعیؒ اور زفرؒ کی ہدایہ مین مسطور ہی ص اور غیر مدیون کی قید اسواسطے ہم نے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہین مولی کی طرف سے گو کہ مولی اُسکو حکم کرے

کتاب الحوالۃ

ف حوالہ لغت مین کہتے ہین نقل کو اور اصطلاح شرع مین کہتے ہین قرض کے اتار دینے کو ایک کے ذمے پر سے دوسرے کے ذمے پر مثلاً زید مدیون تھا عمرو کا سو روپیہ کا تو زید نے عمرو کا حوالہ کرا دیا اُس دین کے وصول کے لئے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپیہ محال بہ ٹھیرے حوالہ جائز ہی حدیث سے روایت کیا بخاری مسلم نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر مین قرض ادا کرنا مالدار کا ظلم ہی اور جب حوالہ دیا جاوے تم مین کوئی کسی مالدار پر تو مان لے اور ابن ابی شیبہؒ اور احمدؒ کی روایت مین ہی تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ مین یہ حدیث اِس لفظ سے ہی مَنْ اُحِيلَ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ روایت کیا اسکو طبرانیؒ نے معجم اوسط مین ابوہریرہؓ سے اسی لفظ سے زیلعی ص حوالہ صحیح ہوتا ہی محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہی ف رکن حوالہ ایجاب و قبول ہی ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مین نے تیرے قرض کا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال اور محتال علیہ سے قبول اسطرح کہ ہر ایک اُن دونون

---

[1] اسواسطے کہ اِس صورتمین مولی پر دین غلام یا قیمت اُسکی درصورت ہلاک غلام واجب ہی لیکن اسیطرح کفیل پر بھی واجب ہی ۱۲ ع [2] اسلیئے کہ وہ کفیل مال تھا نہ کفیل ذات غلام کا ۱۲ ع [3] حوالہ جائز ہی دین مین نہ عین مین یعنی شئی معین مین اور نہ حقوق مین ۱۲ درمختار [4] حسن مولانا مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالی [5] ع استہلاک یعنی ہلاک کرنا ۱۲ منہ رحم

ہین سے کہے کہ مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب نہایہ نے کہا کہ اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اُسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہین تو حوالہ عبد ماذون مجہور کا صحیح ہے اور رضا محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال مین بھی رضا اور عقل و بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہووے جیسے وصی مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ مین ضرور ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین مگر اُس صورت مین کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود ہووے اور وہ قبول کرے اور محتال علیہ مین بھی عقل و بلوغ شرط ہے تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہین اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے اسواسطے کہ یہ محض ضرر ہے اور رضا بھی شرط ہے تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ مین ہونا ضرور ہے اور خانیہ مین ہے کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ نہین ہے یہانتک کہ اگر اُسکو خبر پہنچی اور اُسنے جائز رکھا تو صحیح ہوجاویگا اور ایسا ہی بزازیہ مین ہے اور محال بہ مین یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہین جائز ہے جیسے کفالت ہکذا فی الطحطاوی والشامی **ص** اور زیادات کی روایت مین حوالہ صحیح ہے بدون رضاے محیل کے اور صورت اُسکی یون ہے کہ ایک شخص کہے دائن سے کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہے اُسکا حوالہ قبول کر میرا اوپر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہوگیا تو حوالہ صحیح ہوگیا اور اصل مدیون بری ہوگیا اور ایک صورت اور ہے کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اُسکے حکم کے بشرط برات اصیل کے اور قبول کیا مکفول لہ نے تو صحیح ہوجاویگی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کیجاویگی جیسے حوالہ اس شرط سے کہ محیل یا مطالبہ دین سے بری نہو کفالت ہے **ف** یعنی کفالت مین تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونون سے رہتا ہے اور حوالہ مین بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہوجاتا ہے دین سے تو اگر کفالت مین شرط کرلی برات مکفول عنہ کی تو وہ معنی مین حوالہ کے ہوجاویگا اور حوالہ مین اگر شرط کرلی عدم برات محیل کی تو وہ کفالت ہوجاویگا درمختار مین ہے کہ صحیح روایت زیادات کی ہے کہ رضامندی محیل شرط نہین صحت حوالہ کی اسواسطے کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنے ذات کے حق مین اور محیل کا اسمین کچھ ضرر نہین بلکہ اسمین اُسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اُسپر رجوع نہین کرسکتا جبکہ حوالہ بدون امر محیل کے ہووے کذا فی النہر **ص** جب حوالہ تمام ہوگیا تو اب محیل بری ہوگیا دین سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو **ف** لیکن برات موقتہ جیسا آویگا فائدہ برات کا یہ ہے کہ اگر محیل مرگیا تو محتال اپنے دین کو اُسکے ترکے سے نہین لے سکتا لیکن محتال ضامن لیلیوے ورثہ محیل سے یا اُسکے قرضدارون سے اس خوف سے کہ مبادا حق اُسکا ہلاک نہو جاوے شامی **ص** اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اُس صورت مین کہ اُسکا تواے حق ہوجاوے توی بالف مقصورہ یا توا بالف ممدودہ عبارت ہے ہلاکت مال سے **ص** اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مرجاوے **ف** یعنی قرضہ بقدر ادا دین محتال کچھ نہ چھوڑے **ص** دوسرے یہ کہ محتال علیہ منکر ہوجاوے حوالے کا اور قسم کہالے اور حوالے کے گواہ نہوویں اور صاحبین کے نزدیک توی اس صورت سے بھی ہوتا ہے کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونیکا حکم کردے **ف** اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کا مفلس کردینا معتبر ہے اور امام شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ کسی شخص کو اس بات پر اطلاع نہین ہوسکتی تو گواہی اُسکی اس بات پر کہ محتال علیہ کے پاس مال نہین ہے شہادت ہے نفی پر اور وہ غیر مقبول ہے **ص** حوالہ دو قسم ہے ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ حوالہ مقیدہ یہ ہے کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کرکے لیگیا ہووے یا محیل کا محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا اُن چیزون پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اُس ودیعت پر جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالے کے وہ امانت تلف ہوگئی تو محتال علیہ

ملہ عاقل پر پوشیدہ نہین کہ کبھی محیل بسبب غیرت ہمت کے حوالہ کو پسند نہین کرتا ایسی ضرر اُسکا ہوگا اسلیے رضا اُسکی بھی چاہیے واللہ اعلم ۱۲ ملہ یعنی محتال کو حق محیل تقاضا اور مطالبہ کا نہ رہیگا مگر جب صورتین واقع ہون کہ جسکا بیان ...

پاس تو اب پھر محتال رجوع کرسکتا ہی محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شی مغصوب تلف ہو گئی محتال علیہ پاس تو اِس صورت مین محتال رجوع نہین کرسکتا
محیل پر اسواسطے کہ اُسکی قیمت باقی ہی ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہی حوالہ مقیدہ مین محیل اُس شی کو طلب نہین کرسکتا ہی محتال علیہ سے
اسواسطے کہ اُس سے حق محتال کا متعلق ہو گیا باوجود اسکے بھی اگر محیل مرگیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شی محال بہ محتال نے وصول نہین کی تھی محتال علیہ سے تو اب
محتال برابر ہوگا سب قرضخواہون محیل کے ف یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دین سب قرضخواہونکو محیل کے حصّونکے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی اُن ہی کے
برابر ہی یہ نہین ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دین اُس شی سے وصول کرلے بعد اُسکے جو بچے اور قرضخواہون مین تقسیم ہووے جیسا رہن مین کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شی
مرہون کو بیچکر لیلیتا ہی بعد اُسکے جو بچتا ہی وہ اور راہن کے قرضخواہون کو ملتا ہی کیونکہ حوالہ کم ہی درجے مین رہن سے ص حوالہ مطلقہ یہ ہی کہ محیل حوالہ کو مضاف نکرے
اپنے دَین یا عین ودیعت یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہووے تو اس صورت مین محیل بعد حوالہ کے وہ شی اپنی محتال علیہ سے لے سکتا ہی ف یعنی محیل حوالہ
مطلقہ مین اپنا دین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے پھیر سکتا ہی کیونکہ حوالہ خاص نہین ہوا ان چیزون سے تا حق محتال کا متعلق ہو جاوے
ص اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونون صورتون مین اگر محیل نے وہ شی عین یا دَین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہوگا ف بلکہ محتال علیہ اپنے
پاس سے قرضہ محتال کا ادا کرکے رجوع کریگا محیل پر ص اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دَین کا بکر پر سو روپیہ کا بکر نے وہ سو روپیہ عمرو کو ادا کرکے زید سے طلب
کیے زید نے یہ کہا کہ میرے سو جو تیرے اوپر آتے تھے اُسمین نے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اوپر تیرا کچھ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس گواہ نہین ہین
تو اس صورت مین قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کرلینا اقرار دَین نسمجھا جاویگا کیونکہ حوالہ مین یہ ضرور نہین کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو
محیل کا ف بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہی اُسکی رضا سے ص اسیطرح اگر محیل محتال سے کہے کہ مین نے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول
کرلے محتال سے اور مین تیرا مقروض نہ تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا مقروض تھا اُس بابت تو نے حوالہ کیا تھا اور محتال پاس گواہ نہین ہین تو قول
محیل کا قسم سے معتبر ہوگا ف اگرچہ یہ خلاف ہی معنی حوالہ کے اسواسطے کہ حوالہ نام نَقْلُ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّةٍ اِلٰى ذِمَّةٍ کا ہی تو ضرور ہی یہ کہ محیل مدیون ہووے
محتال کا مگر چونکہ گاہے حوالہ بمعنی وکالت کبھی مستعمل ہی مجازا اور محتال پاس گواہ نہین بابت قرضے کے تو قول اُسکا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اسبات مین
کہ مراد میری لفظ حوالہ سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کردینا اقرار بالدین نسمجھا جاویگا ص مکروہ ہی سُفتجہ ف سُفتجہ بضم سین اور فتح تا معنی اُسکے
یہ ہین کہ اپنا مال کوئی ایک تاجر کو بطریق قرض کے دے تا وہ اُسکے دوست کو دیدیوے دوسرے شہر مین غایت اسکی یہ ہی کہ خطر راہ ساقط ہو جاوے اور اصل مین سفتجہ معرب ہی سفتہ کا
اس قرض کا یہ نام اسواسطے ہوا کہ مشابہ ہی ساتھ رکھنے دراہم ودنانیر کے سفاتج مین یعنی اشیاے مجوفہ مین جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اُسمین مال رکھکر اپنے ہمراہ
لیجاتے تھے تا کسیکو خبر نہو ص یعنی قرض دینا واسطے دور ہو جانے خوف راہ کے ف ہندی مین اسکو ہنڈوی کہتے ہین اور چونکہ اسمین فائدہ
حاصل ہوتا ہی قرض دینے والے کو اسواسطے مکروہ ہی وجہ کراہیت وہ حدیث جو حارث بن اسامہ رض کی مسند مین مروی ہی سوار بن مصعب سے اُنھون نے
عمارہ ہمدانی سے کہا کہ سنا مین نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًوا یعنی جو قرض
فائدہ کھینچے وہ بیاج ہی اور یہ حدیث ضعیف ہی بسبب سوار بن مصعب کے عبد الحق نے کہا کہ وہ متروک ہی اور ایسے ہی غیر نے انکے اور روایت کیا اسکو ابن الجہم
نے اپنے جزو معروف مین اور نکالا ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلسُّفْتَجَاتُ حَرَامٌ یعنی ہنڈویان
حرام ہین اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اُسکو بخاری اور نسائی اور ابن معین نے اور ذکر کیا اسکو ابن الجوزی
نے موضوعات مین اور اس باب مین بہتر روایت جو صحابہ رض اور سلف سے منقول ہی وہ ہی جسکو روایت کیا ابن ابی شیبہ رح نے مصنف مین تمت الحوالۃ وللہ الحمد

ف ۱ یعنی محتال پھر محیل سے تقاضا اور مطالبہ اپنے قرضہ کا نہ کرے مگر جب یہ صورتین واقع ہون کیونکہ جسپر قرض اُتارا تھا اُس سے وصول نہوا ۱۲ منہ مدظلہ

عن مجاہد عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ یعنے صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اُس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اُسمین نفع ہو جائے مقرض یا مستقرض کو اور فتاوی صغری مین ہے کہ اگر ہنڈوی لکھنا مشروط ہو قرض مین تو مکروہ ہے اور جو اسکی شرط نہووے قرض دیتے وقت تو مکروہ نہین اور شرط کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھدے اسکی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہین جائز ہے اور اگر قرض دیا بلغیر شرط کے اور اُسنے لکھدیا تو جائز ہے اور اسیطرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے پرچہ لکھدے فلانے شہر پر اس شرط پر کہ مین تجھے نہین دونگا تو بھی بہتر نہین ہے اور مروی ہے ابن عباس رض سے کیا نہین دیکھتا ہے تو کہ اگر قرضدار نے قرضے مین وہ مال ادا کیا جو مقرض کے مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہین جبکہ مشروط نہو اور فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اُسوقت حلال ہے جبکہ اُسکا یعنے دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ از قرض سقوط خطر طریق کے لئے ہوتا ہے تو حلال نہین گو کہ شرط نہووے اور وہ جو مروی ہے امام ابو حنیفہ رح سے کہ وہ نہین بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ مین تو اسکی کچھ اصل نہین اسواسطے کہ یہ انتفاع نہین ہے اُسکی ملک سے نہ اسکی شرط ہوتی ہے اور نہ یہ رائج ہے فتح فائدہ جب مطلق ہنڈوی بلا کمی بیشی یعنے جتنا روپیہ دے اتنا ہی دوسرے شہر مین لے مکروہ ہوئی تو جو ہمارے ملک مین مروج ہے ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑہ زیادہ دینا اور اسکا نام ہنڈاون ہے اور کم وصول کرنا بطریق اولی ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہے اور اسکا دینا اور لینا سب برابر ہے بموجب اُس حدیث کے جو اوپر گذری دینے والے اور لینے والے سب ملعون ہین خدا محفوظ رکھے

کتاب القضاء

جو شخص گواہی کے لائق ہے وہ قاضی ہونیکے لائق ہے اور شرط اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا ہے ف یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہے نہ اندھا ہے نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہے اسیطرح وہ قضا کے عہدہ کے بھی لائق ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ قاضی ہووے اور یہ چیزین جیسی شرط ہین شہادت کی ویسی شرط ہین قضا کی ص اور فاسق اہل ہے واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہے کہ حاکم اسکو قاضی نہ بناوے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہے لیکن چاہئے قبول نہ کیجاوے اگر قبول کریگا تو گنہگار ہوگا ف درمختار مین ہے کہ اسی روایت پر فتوی ہے اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی اقاویل اس مسئلہ کے مین سب مرجوح ہین اور یہی قول ارجح ہے ابن الہمام نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کردے تو قضا اُسکی نافذ ہوگی ظاہر الروایت کے موافق اور وہ حکم کرے غیر کے فتوی سے لیکن واجب ہے حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نہ بنادے ص اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا لیکن وہ پیچھے فاسق ہوگیا ف بسبب اخذ رشوت وغیرہ کے ص تو عہدۂ قضا سے معزول نہوجاویگا لیکن لائق ہوجاویگا عزل کے ف یعنے واجب ہے حاکم کہ معزول کرے اُسکو فتح القدیر ص یہی ظاہر مذہب ہے اور اسی پر ہین مشائخ حنفیہ ف اور بخاری اور سمرقندی اور بعض مشائخ کے نزدیک خود بخود معزول ہوجاویگا اور فاسق مفتی بھی نہین ہوسکتا اور بعضون کے نزدیک ہوسکتا ہے اور مفتی بہ بعضون کے نزدیک قول اول ہے اور بعضون کے نزدیک قول ثانی ص اور مجتہد ہونا شرط ہے اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا ف یعنی جو مجتہد ہو اُسکا قاضی ہونا اولی ہے اور اجتہاد صحت قضا کی شرط نہین ہے یعنے یہ نہین ہے کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح نہووے ص تو اگر جاہل کو عہدۂ قضا دیا گیا صحیح ہے ہمارے نزدیک ف لیکن امام شافعی نے کہا نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقا درست نہین اور احتیاطا اُسی قول پر ہے جسکو شافعی رح نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے غیر مناسب ہے اگر علم و عدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل اُٹھ جاویگا ص مگر حاکم کو چاہئے کہ اُسکو اختیار کرے جو زیادہ قادر ہے قضا پر اور اولی ہے ف روایت کیا طبرانی نے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانون کے امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہے کہ اُن

تقلید قضا یعنی جسوقت قاضی ہوا ۱۲

لہ اسلئے کہ مروج و متعارف مثل مشروط کے ہوتا ہے ۱۲ منہ اور اگر ثابت ہو تو محمول ہے کمال احتیاط اور تقوی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ۱۲ باب الربا مین ۱۲ منہ مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالی

لوگون مین بہتر اُس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا موجود ہی تو اُسنے خیانت کی اللہ اور اُسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکم نے مستدرک مین اور ابو یعلی موصلی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مثل اسکے ص اور آدمی کو چاہیئے کہ عہدۂ قضا طلب نکرے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ طلب کرتا ہی قضا کو اور سوال کرتا ہی اُسکا سونپ دیا جاتا ہی اپنے نفس کیطرف یعنی اللہ کیطرف سے اُسکو اعانت اور مدد نہین ہوتی اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہی تو اُتارتا ہی اللہ تعالی اُسپر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہی اُسکو یعنی اعانت کرتا ہی اُسکی اور سیدھا رکھے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے ص اور درست ہی عہدۂ قضا لینا اُس شخص کو جسکو اعتماد ہی اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہی عہدۂ قضا کو اور اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہی واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اسلیئے کہ امر بالمعروف ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ بھیجا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن کیطرف تو کہا مین نے یارسول اللہ بھیجتے ہین آپ مجھکو عہدۂ قضا پر اور مین کم سن ہون اور قضا کو نہین جانتا تو فرمایا حضرت نے قریب ہی کہ اللہ ہدایت کریگا تمھارے دل کو اور مضبوط کردیگا تمھاری زبان کو جسوقت جھگڑالاوین تمھارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جب تک نہ سُن لو گفتگو دوسرے کی تو اب معلوم کروگے کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ پھر شک نہین کیا مین نے کسی فیصلے مین بعد اسکے روایت کیا احمد اور ابو داؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اسکو اور قوی کیا اسکو ابن المدینی نے اور صحیح کیا اسکو ابن حبان نے اور اُس کا ایک شاہد ہی مستدرک مین حاکم کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا ترمذی اور ابو داؤد اور دارمی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت بھیجا انکو یمن کی طرف تو پوچھا اُن سے کسطرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ پیش آویگا کہا انہون نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ مین کہا سنت رسول اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت مین رسول اللہ کی کہا اجتہاد کرونگا مین اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش مین کہا معاذ نے کہ پھر مارا حضرت نے ہاتھ اپنا میرے سینے پر اور فرمایا شکر ہی اُس خدا کا کہ توفیق دی اُسنے رسول رسول اللہ کو اُس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ کا اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا قیاس کا وقت نہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہو گیا قول اُن لوگون کا جو قیاس کو شرع کی حجتون مین شمار نہین کرتے ص اور مکروہ ہی ف تحریمی ص عہدۂ قضا لینا اُس شخص کو جو خوف کرتا ہی عاجز ہو جانیکا تصفیہ مقدمات مین یا ظلم کے صادر ہونیکا ف تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہو جاوے اور جو حدیثین کہ ممانعت اختیار عہدۂ قضا مین آئی ہین محمول ہین ایسے شخص پر کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو دیگئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت کیا اسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور صحیح کیا اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مروی ہی بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہین دو انمین سے جہنم مین جاوینگے اور ایک جنت مین ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اُسکے تو وہ جنت مین جاویگا ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق کو اور نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم مین تو وہ جہنم مین جاویگا ایک آدمی وہ کہ اُسنے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگون کا نادانی سے وہ بھی جہنم مین جاویگا روایت کیا اسکو چارون عالمون نے اور صحیح کہا اسکو حاکم نے اور فرمایا اللہ تعالے نے وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اور ظالمون اور کافرون جو شخص حکم نکرے اُسکے موافق جو اُتارا اللہ تعالی نے تو وہ فاسق ہی اور ظالم ہی اور کافر ہی اس سے برائی ثابت ہوگئی اُن لوگون کی کہ جان بوجھ کر حکم الہی اور سنت رسول کے خلاف باتباع احکام امرا اور وقت اور قوانین نصاری کے فیصلے کرتے ہین اور جو اُنکے معین ہین کچھ شک نہین کہ اُنکے لیئے بھی وعید ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنے مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر ص

ف یہ آیہ کریمہ ایک ہی رکوع مین تین جگہ ہی اور آخر آیہ تینون جگہ مختلف ہی اولئک ہم الکافرون اور ہم الظالمون اور ہم الفاسقون ۱۲ من مولانا مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ

جو شخص قاضی کیا جاوے اُسکو چاہیئے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جنمین دستاویزات اور فیصلنامے ہین اور حوالات قیدیونکو دیکھے ف یعنی جو قاضی سابق
کے قیدخانے مین قید تھے اُنکے حال مین نظر کرے نہ اُن قیدیون مین جو حاکم کے قیدخانہ مین ہین درمختار ص تو جو شخص اُن قیدیون مین سے اقرار کرے
کسی حق کا یا اُسپر گواہ قائم ہون تو اُسکا حبس قائم رکھے یا اُسپر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اُسکے بابمین معتبر نہ سمجھے
اسواسطے کہ عزل قضا سے قاضی معزول مثل اور مسلمانون کے ہوگیا بلکہ منادی کراوے ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جن جن لوگون کو فلان فلان قیدی
پر دعوی کرنا ہو تو اس مدت مین حاضر ہون مجلس قاضی مین تو اگر کوئی حاضر ہو تو سنے مقدمہ اُسکا ورنہ بعد گذر جانے مدت مذکور کے اُن قیدیونکو چھوڑ دے
ف درمختار مین ہے کہ بعد منادی کرنیکے اگر کوئی مدعی اُسکا حاضر نہووے تو اُسکو حاضر ضامن لیکر چھوڑ دیو اور اگر حاضر ضمانت نہ دیسکے تو ایک مہینے تک
اور منادی کرادے بعد اُسکے اگر کوئی نہ آوے تو اُسکو چھوڑ دے ص اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقفمین گواہی سے یا قابض کے اقرار سے
قاضی معزول کے کہنے پر عمل نکرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اس بات کا کہ قاضی معزول نے اُسکو یہ ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیئے ہین
تو اب اُن ودائع اور محاصل اوقاف مین قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا ف اس صورت مین وہ قاضی اُن چیزونکو جسکی بتلادیگا اُسیکی
سمجھی جاوینگی مگر جبکہ قابض نے پہلے زید کیواسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اُسکو سپرد کیا اور قاضی معزول نے دوسرے شخص
کے واسطے مثلا عمرو کے لیئے اقرار کیا تو اس صورت مین ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاوینگے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا اگر ودیعت
ذوات القیم سے ہو یا مثلی کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اُسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوبہ قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا
مقرلہ تھا ہدایہ ص قاضی کو چاہیئے کہ مسجد مین باعلان بیٹھکر حکم کرے اور مسجد جامع اولی ہے اور باعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ جسکا جی چاہے
واسطے قطع نزاع کے حاضر ہو اور کسی کی تخصیص نہووے اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد مین اسواسطے کہ کبھی
شخص حاضر مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے نص کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے داخل ہونا مسجد مین اور ہماری دلیل یہ ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد مین بیٹھکر قضیے فیصل کیے اور یہی قضا عبادت ہے اور نجاست مشرک کی از روئے اعتقاد ہے نہ نجاست
ظاہری اور حائض نہ داخل ہووے مسجد مین بلکہ فیصلہ کیا جاوے مقدمہ اُسکا دروازہ مسجد پر ف ہدایہ مین ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئین مسجدین واسطے ذکر الہی کے اور حکم کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین قلت غریب بہذا اللفظ اور کنوز الحقائق مین بھی یہ حدیث
منقول ہے لیکن حوالہ اُسکے صاحب ہدایہ نے کیا ہے لیکن معنی مین اس حدیث کے چند حدیثین آئی ہین نقل کیا اُنکو شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین ایک حدیث
صحیحین کی کعب ابن مالک رض سے اور دوسری حدیث طبرانی کی ابن عباس رض سے اور روایت کی بخاری نے کہ لعان کرایا حضرت عمر رض نے نزدیک منبر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسناد کی امام ابو بکر رازی نے حسن تک کہ دیکھا اُنھون نے حضرت عثمان رض کو کہ فیصلہ کیا مسجد مین اور ذکر کیا قصہ اور
روایت کی ابن سعد نے طبقات مین ربیعہ بن عبد الرحمن رض سے کہ دیکھا اُنھون نے ابو بکر رض کو کہ فیصلہ کرتے مسجد مین نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا قضا فی المسجد بتقاز زمان سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے مین تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیے
ویسا نہین کرتے اور رجال جنابت حائض سے احتراز نہین کرتے اور مساجد مین وہ کام کرتے ہین جو ہرگز لائق نہین ص اور اگر قاضی قضا کے لیئے بیٹھے اپنے
گھر مین اور اذن دیدیوے عام تو بھی درست ہے ف اور اولی یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر مین ہووے اور مشہور ہوتا لوگونکو آنے مین دقت نہ پڑے ص اور قاضی حکم نکرے
اُسوقت جب قلب اُسکا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بول وبراز کی حاجت

لہ اولی یہ ہے کہ مجلس بیچ شہر مین ہووے نہ کنارہ شہر مین ۱۲ درمختار لہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا یقضی القاضی وہو غضبان حکم کرے قاضی جب غصہ مین ہو روایت کی مانند اسکے بخاری ومسلم نے ابی بکرہ رض

اور جس دن قضا کے لئے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اُسدن روزہ نفل نہ رکھے اور اچھے کپڑے پہنکر نکلے اچھے طور سے ص قاضی کو چاہئے کہ کسی کا ہدیہ قبول نکرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اُس شخص کا جو قاضی ہونیسے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اُسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونون مین سے کسی کا مقدمہ قاضی کے پاس دائر نہووے ف اگر ذی رحم محرم یا اُس شخص کا جسکی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو انکا بھی ہدیہ نہ لیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زیادہ پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاوای عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض نہ لیوے مگر اُس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت وعدم تہمت اعانت کے اور اسیطرح عاریت لینا طحطاوی ص اور قاضی کو چاہیئے کہ دعوت مین کسی کی نجاوے مگر دعوت عام مین اور دعوت عام وہ ہے کہ قاضی کے آنے پر موقوف نہو اور امام محمدؒ کے نزدیک دعوت خاص مین بھی جاسکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم کی ہو ف کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسی کا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اُسکی قبول نکرے اور اسیطرح دعوت غیر معتاد کو اگرچہ عام ہو در مختار ص اور قاضی جاوے نماز جنازہ مین اور اسیطرح بیمار کی بیمار پرسی کرے بشرطیکہ اُس بیمار کا مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہو کفایہ اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابی ہریرہؓ سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہین جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت مریض کا جب مرجاوے تو اسکے جنازہ کے ساتھ جانا اور جب نصیحت طلب کرے تجھسے مسلمان تو نصیحت دے اسکو روایت کیا اسکو مسلم نے ابو ہریرہؓ سے اور نصیحت دینا چھٹا امر ہے تو ہدایہ مین جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہین درست ہو گیا ص اور جب مدعی مدعی علیہ حاضر آوین تو دونو کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونون کی طرف توجہ ایکسان کرے صلی اللہ علیہ وسلم ف اور داہنے بائین نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعا علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام پر سے اٹھے اور بادشاہ اور اُسکے مدعی کو وہان بٹھاوے اور آپ سامنے بیٹھکر فیصلہ کرے روایت کی اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند مین اُم سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانونکا تو چاہیئے اُسکو کہ برابری کرے بٹھانے مین اور اشارہ مین اور نظر مین ص اور کسی سے سرگوشی نکرے اور کسی کی ضیافت نکرے اور کسی سے ہنسی اور مزاح نکرے اور نہ ایک کی طرف اُن دونون مین سے اشارہ کرے اور نہ کسیکو کوئی دلیل یا حجت دکھلاوے اور گواہونکو تعلیم نکرے اسطرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسفؒ نے اسکو جائز رکھا ہے اسطرح کہ شاہد کو قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل نہو ف ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کا ایک قول ہے کہ جس شاہد پر حیرت و ہیبت غالب ہے اور وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اسکی اس طرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی ہزار کا دعوی کرے اور مدعا علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی پانسو معاف کر دیے ہون اور شاہد کو اسسے علم حاصل ہو اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعوی کے موافق کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہین جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہین کذا فی فتح القدیر

ص فصل حبس مدعی علیہ کے بیان مین

اگر مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت ہو و اقرار سے مدعا علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعا علیہ کو اداے حق کا در صورت نادہندگی مدعی علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اسکے حبس کی تو قاضی کو جس مدت تک مناسب معلوم ہو مدعا علیہ کو قید کرے اور اگر گواہون سے حق ثابت ہوا ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ قبل حکم اداے حق کے مدعی علیہ کو بدرخواست مدعی محبوس کرے ف اسوجہ سے کہ قید جزا ہے نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اسوقت نادہندگی مدعا علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی اداے حق کا اسکو حکم کرے اور وہ نہ دیوے اور جب حق گواہون سے ثابت ہو تو نادہندگی اور انکار مدعا علیہ

کا تو پہلے سے موجود ہی اسلیے قبل حکم ادا حق قید کرنا اسکا درست ہی اور مدت قید مفوض ہو رائے قاضی کی طرف اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہین باعتبار احوال کے بعضے شریر نہین ہوتے انکو تھوڑی مدت کفایت ہی اور بعض متمرد ہوتے ہین انکو تھوڑی حبس سے زجر نہین ہوتا اور حبس اسواسطے کہ مدعی علیہ مال اپنا ظاہر کرے اور ایفا حق مدعی اسکے ہووے اگرچہ مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھہ مہینے ہین اور ایک مہینہ اور دو مہینے اور تین مہینے بھی مروی ہین مگر صحیح یہی ہی کہ مدت حبس مفوض ہو رائے قاضی کی طرف ہدایہ ص مدعی علیہ کا حبس ان حقوق مین ہوگا جو لازم آئے ہین اسکو بسبب عقد کے جیسے مہر معجل ف اور مہر مؤجل کے عوض مین حبس نکیا جاویگا اگرچہ معجل ہوجاوے طلاق سے زوجہ کے در مختار ص اور ضمانت یا بدل مال کے جو حاصل ہوا اسکو مثل ثمن مبیع نفقہ زوجہ نفقہ ولد ف قرض اگرچہ ذمی کا ہو وضمان الدرک در مختار ص نہ دین ولد اور دیت اور ضمان جنایات مین ف اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کی گئی اسکا بدل بدل دم عمد ضمان اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنیکا تاوان نفقہ اقارب مہر معجل در مختار ص محبوس نکیا جاویگا اگر اپنی مفلسی کا اظہار کرے الا اس صورت مین جب مالدار ہونا اسکا ثابت ہوجاوے گواہون تو ان چیزون مین بھی قید کرینگے ف اور قسم اول کی چیزون مین محبوس کرینگے اگرچہ مدعی علیہ مدعی محتاجی کا ہووے اور دعوی محتاجی کی تصدیق نکیا ویگی در مختار

باب بیان مین قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

ص اگر گواہ گواہی دین قاضی کے سامنے اور مدعی علیہ حاضر ہو تو حکم کر دے ساتھ گواہی کے اور لکھے حکمنامہ جسکو عربی مین سجل کہتے ہین پس لکھدے یہ حکم کیا مین نے یا ثابت ہوا میرے نزدیک یہ اور اگر مدعی علیہ غائب ہوا اور گواہ گواہی دین اسپر تو قاضی حکم نکرے بلکہ لکھدے گواہون کی گواہی تاکہ قاضی مکتوب الیہ اسکے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہی اور کتاب القاضی الی القاضی ہی حقیقت مین یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہی ایک قاضی سے دوسرے قاضی کے پاس اور مقبول ہوگی کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات مین جو شبہات سے ساقط نہین ہوتے مثل حد اور قصاص کے ف اسواسطے کہ کتاب مین شبہہ ہی اور حد وقصاص دفع ہوجاتے ہین شبہات سے اور خط پر عمل کرنا کوشش ہی انکے اثبات مین ص جب شہادت گذرے قاضی کاتب کے پاس جیسے دین اور عقار اور نکاح اور نسب اور مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جنکا انکار کیا گیا ہی کیونکہ امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہوگا تو کیا حاجت ہی کتاب القاضی کی اور جسوقت انکار کیا ان دونون کا مودع یا مضارب نے تو ہوگئی مغصوب اور مغصوب مین واجب ہی قیمت اور قیمت دین ہی تو جاری ہوگی اس مین کتاب حکمی اسواسطے کہ وہ محتاج نہین ہی اشارے کا بلکہ صفت سے اسکی معرفت ہوسکتی ہی بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اسمین احتیاج ہی اشارے کی اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہی اور ایسا ہی نزدیک امام ابو یوسف کے مگر انکے نزدیک غلام مفرور مین بھی کتاب القاضی درست ہی صورت اسکی یون ہی کہ قاضی بخارا کا مثلا لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلان اور فلان نے شہادت دی میرے پاس اس بات کی کہ فلان کا غلام جسکا نام مبارک ہی اور اسکا حلیہ ایسا ہی بھاگ گیا ہی اپنے مالک کے پاس سے اور اب سمرقند مین فلان کے قبضے مین ہی آخر کتاب تک اور مہر کرے اسپر تو جب پہنچے یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس حاضر کرے مدعی علیہ اور غلام کو اور دیکھے اس کتاب کو ساتھ غلام کے جو آگے آتے ہین اور ملاوے حلیہ کو تو بیکھو

ساتھ غلام کے تو اگر مطابق نہو چھوڑ دے اسکو اور اگر مطابق ہو تو اگر مدعی علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اُس غلام کو مدعی سپرد کرے نہ بطور حکم کے اور فیصلے کے
اور لیلیوے اُس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر ضمانت کا اور اُس غلام کی گردن مین کوئی چیز ڈال کے اُسپر مُہر کردے تا ایسا نہو کہ مدعی
وہان جا کر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ مین اُس غلام کو روانہ کرتا ہون تو جب قاضی بخارا
پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اُن گواہونکو بلاوے جنہون نے گواہی دی تھی اُس غلام کے مالک کی غیبت غلام مین تا گواہی دین اُسکی حضور مین اور
اشارہ کرین اس غلام کی طرف کہ یہی غلام ہے ملک مدعی کی لیکن قاضی بخارا ابھی حکم نہ کرے کیونکہ مدعی علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہون نے
شہادت دی غلام کے سامنے اس بات کی کہ یہ غلام ملک ہے مدعی کی تو اب یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس پہونچے اُسوقت فیصلہ کردے اور حکم سُنادے مدعی علیہ
اور بری کردے حاضر ضامن کو ضمانت سے اور امام محمد سے مروی ہے کہ کتاب القاضی جمیع منقولات مین قبول کیجاویگی اور اسی پر متاخرین مین ف در مختار مین ہے کہ
اسی روایت پر فتوی ہے کہ کتاب القاضی سب معاملات اور دعاوی منقولات مین عام ہے کہ دعوی دَین ہو یا عین درست ہے ص سوا حد اور قصاص کے اور
واجب ہے کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہون کو اُسکا مضمون پڑھکر سُنادے اور مُہر کردے اپنی اُنکے سامنے اور وہ کتاب اُن گواہونکو دیدیوے
اور ابو یوسف رح نے کوئی بات اِن مین شرط نہین رکھی اور امام سرخسی رح نے انہی کا قول اختیار کیا ہے تو ابو یوسف رح کے نزدیک صرف گواہون کو اس بات کا گواہ
کردیوے کہ یہ کتاب اور مُہر میری ہے اور ایک روایت مین مُہر بھی شرط نہین مین کہتا ہون جب کتاب مدعی کے حوالے کیجاویگی تو فتوی اس بات پر ہے کہ مُہر کرنا
ضرور ہے اور جب گواہون کو سپرد کیجاویگی تو فتوی اس بات پر ہے کہ مُہر شرط نہین پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پہونچے تو قبول نکرے اُس کتاب کو
مگر مدعی علیہ کے سامنے اور دو مردون یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے جو کتاب لیکر گئے ہین تو جب گواہی دی اُن گواہون نے کہ یہ کتاب ہے
فلان قاضی کی ہے پڑھا تھا اسکو اُس قاضی نے اپنے محکمے مین اور مُہر کی تھی اُسپر اور دی تھی ہمکو تو اُسکی مُہر دیکھ کر کھولے اور مدعی علیہ کو سُنادے
اور لازم کردے اُسپر حکم کو ف یعنی اُس گواہی کی رو سے جو کتاب مین مندرج ہے مدعی علیہ پر جو امر لازم آتا ہے اُسکا فیصلہ کرے ص اور قاضی مکتوب الیہ
جب فیصلہ کرے اُس کتاب کے ساتھ کہ اُسوقت تک قاضی کاتب قاضی ہو تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہونچنے کے مرجاوے یا معزول ہوجاوے تو کتاب
باطل ہوجاویگی اسیطرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہونچنے کے اوّل مرجاوے تو بھی کتاب باطل ہوجاویگی مگر جبکہ قاضی کاتب نے بعد نام اُس قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھدیا ہو کہ
مسلمانون کے قاضیون مین جسکے پاس خط پہونچے وہ اُسکی تعمیل کرے تو مکتوب الیہ کے مرنیسے باطل نہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک شرط نہین کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ
کافی ہے کہ ابتدا سے اسی طرح لکھے کہ یہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمانون کے قاضیون سے پہونچے وہ اُسکی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا مکتوب الیہ کا
محض بیفایدہ ہے اور اگر کتاب پہونچنے کے اوّل مدعی علیہ مرجاوے تو جاری کیجاویگی کتاب اُسکے وارث پر اور صحیح ہے قاضی ہونا عورت کا سب
مقدمات مین سوا حدود و قصاص کے ف اسواسطے کہ قضا نظیر شہادت ہے اور شہادت عورت کی حدود و قصاص مین مقبول نہین تو قضا
بھی مقبول نہوگی در مختار مین ہے کہ اگرچہ قضا عورت کی صحیح ہے سواے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات مین لیکن عورتکا قاضی بنانیوالا گنہگار
ہوگا بسبب حدیث بخاری کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین فلاح پاوینگے وہ لوگ جنہون نے سپرد کیا کام اپنا عورتکو
[illegible] ص قاضی اپنا نائب کسیکو نہین بنا سکتا مگر وہ قاضی جسکو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا
نائب بنایا پھر قاضی معزول ہوا یا مرگیا تو نائب معزول نہوگا اسی طرح وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل اپنا بناوے مگر اُس صورت مین
جب موکل نے اسکو اجازت دی ہو تو یہان بھی پہلے وکیل کے معزول ہوجانے یا مرجانے سے وکیل وکیل معزول نہوگا اسواسطے کہ وکیل
وکیل درحقیقت نائب ہے اصل موکل کا نہ وکیل اوّل کا ف ہدایہ مین ہے کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہے

گو اُسکو اِس بات کا حاکم کی طرف سے اختیار نہو کیونکہ جمعہ ایک شی موقت ہی خوف ہی اُسکے فوت ہو جانیکا تو ادا بالامامت گویا اذن بالاستخلاف ہی بر خلاف
قضا کے ص جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنیکا نہیں دیا گیا اُسنے اگر نائب بنایا اور نائب نے منوب کے سامنے فیصلہ کیا یا بعد فیصلے کے منوب کی رائے
شریک ہو گئی تو جائز ہو جاویگا ف اسواسطے کہ جب قاضی اوّل کے سامنے فیصلہ کیا یا اُسکی رای شریک ہو گئی تو گویا قاضی اوّل ہی نے قضا کی ص
اسی طرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانیکا نہیں دیا گیا اُسنے اگر وکیل بنایا اور بعد اُسکے وکیل وکیل نے روبرو وکیل کے وہ کام کیا
یا وکیل کی رائے اسمین شریک ہو گئی یا مؤکل نے جسوقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خرید کے لئے تو اُسکی قیمت بیان کر دی تھی
اور وکیل کا وکیل اُسیکے مباشر ہوا تو ان سب صورتوں میں وکیل وکیل کا تصرف صحیح ہو جاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گنا جاویگا اگر مؤکل نے
وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی رائے پر عمل کر تو اُسکے کہنے سے وکیل کو اختیار ہو جاویگا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

ف باب مرافعہ کے بیان میں

ص اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کر دے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل اختلافیہ میں صدر اوّل میں ف یعنی اگر
اُن مسائل میں جنمیں صحابہؓ یا تابعینؒ یا تبع تابعینؒ کا اختلاف تھا قاضی نے کسی کا قول اختیار کر کے قضا کر دی ہی بعد اُسکے دوسرے قاضی کے پاس
مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم منسوخ نہیں کر سکتا مراد یہاں قاضی اوّل سے قاضی مجتہد ہی کیونکہ سوا مجتہد کے اور کسیکو یہ بات نہیں پہنچتی کہ
مسائل مختلف فیہا میں جسکا قول چاہے اختیار کرے اور قاضی مقلد کا حکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہوگا قنیہ ص الا وہ حکم منسوخ کرے جو
مخالف ہو کتاب اللہ کے ف اگرچہ دوسرے مجتہد کا قول ہو ص جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلت گوشت اُس جانور کا جسپر وقت ذبح کے
بسم اللہ قصدًا ترک کیگئی ہو کیونکہ یہ مخالف ہی آیت کریمہ وَلَا تَاْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے ف یعنی نہ کھاؤ تم وہ جانور جسپر نہیں ذکر کیا نام خدا کا لیکن شافعیؒ کا
کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھول کر تسمیہ ترک کر دیوے تو اُس ذبیحہ کا گوشت حلال ہی ہمارے نزدیک بھی اور شافعیؒ کے نزدیک بھی تو اُسکی بیع بھی جائز ہوگی
اور اگر قصدًا ترک کر دیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہو جاویگا اور بیع بھی اُسکی ناجائز اور شافعیؒ کے نزدیک بیع اور اکل دونوں جائز ہیں تو یہ حکم
شافعیؒ کا مخالف ہی اُس ظاہر آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گذری تو قاضی اوّل نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جسپر بسم اللہ عمدًا ترک ہوئی ہو کیا ہو
قاضی ثانی اُسکو منسوخ کر دیوے ص یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اوّل نے حکم کیا مطلقہ ثلث کی ف یعنی وہ عورت جسکو اُسکے خاوند
نے تین طلاق دیئے ہوں ص حلت کا واسطے شوہر اوّل کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدون وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیبؒ کے اسواسطے کہ یہ مخالف
حدیث مشہور کے یعنی قول حضرتؐ کا واسطے عورت رفاعہ کے نہوگا یہ جبتک تو نہ چکھے شہد عبد الرحمن ابن الزبیر کا وہ شہد تیرا ف روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے مراد
شہد سے جماع ہی اور گذری یہ حدیث کتاب الطلاق میں فصل تحمیت ص یا مخالف ہو اجماع مسلمین کے جیسے قاضی اوّل نے حکم کیا حلت
متعہ کا اسواسطے کہ صحابہؓ نے اجماع کیا اُسکے فساد پر ف اور گذرے دلائل حرمت متعہ کے باب النکاح میں ص تو حاصل یہ ہی کہ قاضی نے
جب مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہو جاویگا اور قاضی ثانی پر نافذ کرنا اُسکا واجب ہی لیکن یہ صورت جب ہی کہ قاضی اوّل نے
اپنے مذہب کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنے مذہب کے خلاف حکم دیگا تو اُسکا بیان آگے آتا ہی اور یہ بھی ضرور ہی کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو
تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اُسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اُسکو جاری کرے اور محل قضا مجتہد فیہ معلوم ہو یعنی
جس حکم میں قضا ہوتی ہی اُسمیں اختلاف ہوا اور جو خود قضا میں اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب ف اسکا بیان آگے آتا ہی

لہ منوب وہ قاضی ہی جسکا یہ نائب ہی لفظ صحیح منوب ہی بمقابلہ نائب اور منیب غیر صحیح ۱۲ مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالے

ص تو وہ قاضی اول کے حکم کر دینے سے مجمع علیہ ہوگا اور قاضی ثانی کو اسکا فسخ پہونچتا ہی ہاں اگر قاضی ثانی بھی اسکو جاری کرے تو اب وہ مجمع علیہ ہو جاویگا
اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہیں کر سکتا اجماع میں اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہی تو جب اکثر ایک امر پر متفق ہو جاوینگے
وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالفت بعض کی معتبر نہ ہوگی ہدایہ میں بھی یہی اختیار کیا ہی لیکن اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہی کہ خلاف ایک
شخص کا بھی مانع انعقاد اجماع ہی اور اجماع نہیں ہوتا مگر سب کے اتفاق سے اور ہدایہ میں لکھا ہی کہ مسئلہ مختلف فیہ سے مراد یہ ہی کہ صدر اول
یعنے صحابہؓ اور تابعین کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہی کہ یہ محصور نہیں بلکہ اختلاف شافعیؒ کا بھی معتبر ہی ف اور اسی طرح مالکؒ اور احمدؒ کا
اور یہ لوگ نہ صحابہ میں ہیں نہ تابعین میں سے ص اور نافذ ہی قاضی کا حکم ظاہر اور باطن میں ف یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ وبین اللہ ص کسی شی کی
حرمت یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک نافذ ہی ظاہر میں نہ باطن میں جاننا چاہیے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک
اگر مدعی دعوی کرے ایک شی کا بسبب معین یعنے سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل ہو حکم کے اور قاضی نہ جانتا
ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں تو قضا نافذ ہو ظاہر اور باطن میں نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہی کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا یعنی یہ میری
منکوحہ ہی اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کر دیے نکاح کے قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور یہ
عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے ف اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہی کہ مرد کو وطی اور
عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کر دینا عند اللہ حلال ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک ظاہراً حکم قاضی نافذ ہوگا نہ باطناً یعنی عند اللہ زوج
اور زوجہ کو وطی درست نہیں ہوگی اور یہی مذہب ہی زفرؒ اور ائمہ ثلثہ کا اور مختار میں ہی کہ اسی پر فتوی ہی لیکن بحر الرائق میں ہی کہ قول امام ابو حنیفہؒ
کا قوی ہی ص دلیل مذہب صاحبینؒ کی ظاہر ہی اور امام ابو حنیفہؒ کی مذہب پر یہ اشکال ہی کہ حرام محض کس طرح سبب ہوگا حلت کا فیما بینہ و
بین اللہ اور جواب اسکا یہ ہی کہ ہمنے حرام محض یعنے شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہی سبب حلت کا نہیں کیا بلکہ حکم قاضی کا
مثل انشاء سے عقد جدید کے ہی اور انشاء عقد حرام نہیں ہی بلکہ واجب ہی کیونکہ قاضی دروغگوئی شہود کو نہیں جانتا ف امام صاحب
کی دلیل نقلی وہ ہی جسکو ذکر کیا محمدؒ نے مبسوط میں کہ پہونچا ہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ایک شخص نے گواہ انکے پاس قائم کر دیے
ایک عورت سے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے حکم دیا عورت کو کہ جاوے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہیں نکاح
کیا ہی مجھ سے اب اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہی تو آپ نکاح پڑھوا دیجیے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میں نہیں تجدید کرتا نکاح کی نکاح
کر دیا تیرا دونوں شاہدوں نے تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت
طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور اسمیں محفوظ رہتے دونوں زنا سے انتہی ص اور یہ جو ہمنے قید لگائی کہ دعوی مدعی ایک سبب
معین کے ساتھ ہووے تو اسکا فائدہ یہ ہی کہ اگر دعوی ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے
قائم کر دیے اور قاضی نے حکم کر دیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہاں پر مدعی کو وطی اسکی حلال نہوگی بالاجماع ف اور یہ جو کہا کہ
محل قابل ہو حکم کے سو اسواسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب
مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہیں ہی اس بات کا کہ قضا سے قاضی انشاء عقد جدید سمجھی جاوے
اور قاضی کا نجاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغگوئی شہود کو جانتا ہووے تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحاوی ص اور اگر
قاضی اول نے مسئلہ مجتہد فیہ میں خلاف اپنے مذہب کے حکم دیا اپنا مذہب بھولکر یا قصداً تو صاحبینؒ کے نزدیک یہ قضا نافذ نہوگی اور اسی پر

فتوی ہی ہو اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر بھولکر دیا تو نافذ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر دیا تو اُسمین دو روایتین ہین **ف** یہ سب اختلاف قاضی مجتہد مین ہی اور قاضی مقلد کا فتوی خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہوگا خواہ قصداً ہو یا بھولکر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہو کہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑ کر صاحبینؒ کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم بخلاف مذہب نہین ہی نافذ ہو جاویگا اور قاضی ثانی کو مرافعۃً اُسکا فسخ نہین پہونچتا چنانچہ دُر رمین ہی یہ اُس صورت مین ہی کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو معتقد بمذہب امام نہ کردیا ہو ورنہ وہ معزول ٹھیریگا یہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اُسکا بالکل نافذ نہوگا اسواسطے کہ تخصیص قضا کی زمان اور مکان سے درست ہی طحطاوی مع زیادۃ **ص** قاضی حکم نہ کرے شخص غائب پر **ف** اور نہ غائب کے لیے یعنی غائب کا نہ مقضی علیہ ہونا صحیح ہی نہ مقضی لہ بلکہ حکم ہی نافذ نہین بر قول مفتی بہ دُرّ مختار اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہی بدلیل حدیث اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ تو حضور خصم شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہی بلا دلیل اور ہماری دلیل وہی حدیث حضرت علیؓ کی ہی جو اوپر گذری کہ فرمایا حضرتؐ نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لیے جب تک سُن نہ لے کلام دوسرے کا روایت کیا اِسکو ابوداؤد اور احمد اور اسحٰق اور طیالسی اور حاکم نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہ ہونا مانع حکم ہی اور یہ بات پائی جاتی ہی خصم کے غائب ہونے مین اور اُسکے نائب کے بھی غائب ہونے مین اور اِسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اُسپر موقوف ہی کہ منکر عاجز ہو رد اور طعن فی الشہادۃ سے اور اُسکا عجز بدون اُسکے حضور کے معلوم نہین ہوسکتا کذا فی فتح القدیر **ص** مگر اُس صورت مین کہ نائب اُسکا حاضر ہووے حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہی یا شرعاً جیسے قاضی کا وصی یعنی جسکو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً اس طرح پر کہ جس چیز کا دعوی ہی غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اُس چیز کا جسکا حاضر پر دعوی کرتا ہی **ف** تو اگر ادعا علی الغائب کے سبب ہونے مین واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑ جاویگا تو اس صورت مین دعوی مقبول نہ ہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھر اُسکے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے نکاح اُسکا شخص غائب سے کر دیا تھا اور غرض اُس سے یہ ہی کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہو جاوے تو یہ لونڈی کی واپسی کا حکم نہ ہوگا کیونکہ تزوج غائب رد علی المولی کا سبب بالضرور نہین اسواسطے کہ احتمال ہی کہ غائب نے اُسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو **ص** مثال اُسکی یہ ہے کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک مکان پر کہ یہ مکان مین نے بکر سے خرید کیا تھا اور بکر غائب ہی عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کردیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاویگا یعنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہ ہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اسواسطے کہ ادعا علی الغائب یعنے خریدنا بکر کا سبب ہے ادعا علی الحاضر کا یعنے ملکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہی مالک کا لامحالہ غایۃ الاوطار **ص** اور جو دعوی کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اُس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہو تو صحیح نہوگا **ف** اور پہلی صورت مین سبب تھا **ص** چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اُسکا دعوی کیا کہ اُسنے معلق کیا تھا میرے عتق کو زوجہ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت مین تو اُسمین اختلاف ہی مشائخ کا اور گواہ مقبول نہ ہون گے صحیح قول پر اور سبب مین اسواسطے مقبول ہین کہ سبب اصل ہی مسبب کا تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہووے یعنے شرط اصل نہین ہے بہ نسبت مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہوسکتا یہ حکم شرط مین جب ہی کہ اُسمین حق غائب کا ابطال ہووے چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ مین کہ اس صورت مین زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہی تو اگر غائب کا حق باطل نہ ہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی عورت کا معلق کیا زید کے گھر مین جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہون گے **ف** بحالت غائب ہونے زید کے اسواسطے کہ زید کا درصورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہین **ص** قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیوے

ف اور ایک روایت مین نافذ ہی ۱۲ منہ ف یعنے گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر ہی بیان اس حدیث کا کتاب الدعوی مین انشاءاللہ آوے گا ۱۲ مترجم رحمہ اللہ تعالے

کسیکو اور لکھوالیوے تمسک اسلیے کہ قاضی کو قدرت ہو اُنکے پھیر لینے کی جب چاہے **ف** چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہین ہوتی لہذا قاضی کو درست ہو کہ یتیم کا مال ایسی جگہ لگا دے کہ اُسمین زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت کے دیوے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی دار جس سے آمدنی ہو خرید کرلے اگر یہ نہو سکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہووے قرض بھی دیسکتا ہو وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہووے اور جو یتیم کا وصی موجود ہووے تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہو **قنیہ ص** اور وصی کو درست نہین کہ یتیم کا مال کسیکو قرض دیوے بسبب عدم قدرت اُسکی کے اور اسیطرح باپ کو بھی صحیح قول مین درست نہین کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دیگا تو ضامن ہوگا **ف** اگر باپ یا وصی صغیر مسرف ہو یعنی فضول خرچ ہو تو قاضی کو پہونچتا ہو کہ باپ اور وصی سے مال لیکر کسی شخص عادل کے پاس رکھدیوے **دُرّ مختار مسائل الحاقیہ** جب مدعیٰ علیہ چھپ رہے اور کسیطرح دار القضا مین حاضر نہووے تو قاضی مدعی سے وجہ ثبوت لیکر مدعیٰ علیہ کیطرف سے ایک وکیل بناکر حکم کردیوے **دُرّ مختار** شامی نے اُسکی صورت یون لکھی ہو ایک شخص نے قاضی کے پاس آنکر دعوی کیا کہ میرا فلانے پر حق ہو اور وہ چھپکر بیٹھ رہا ہو اپنے گھر مین تو قاضی لکھے والی شہر کو اُسکے احضار کے لیے تو اگر والی شہر اُسکو بنیادیوے اور مدعی درخواست کرے مہر ہونیکی اُسکے مکان پر تو اگر لاوے دو گواہ کو اس بات پر کہ مدعیٰ علیہ اپنے مکان مین ہو اور گواہ یہ کہین کہ تین دن یا کم ہوے کہ ہمنے مدعیٰ علیہ کو دیکھا تھا تو مہر کردیوے اُسکے مکان پر اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کرین تو نہین اور صحیح یہ ہو کہ یہ مدت مفوض ہو رای حاکم کیطرف تو جسوقت مہر ہوگئی اور مدعی نے درخواست کی کہ مدعیٰ علیہ کیطرف سے وکیل کھڑا کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دو گواہ بھیجے مدعیٰ علیہ کے مکان پر اور وہ رسول پکار دے تین مرتبہ اُن گواہون کے سامنے کہ اے فلان ولد فلان قاضی نے یہ کہا ہو تجکو کہ حاضر ہو تو ساتھ اپنے مدعی کے دار القضا مین ورنہ مین تیری طرف سے وکیل کھڑا کرکے حکم کردونگا اور مدعی کے گواہ بدون تیرے قبول کرلونگا اسیطرح تین دن تک کرے جب تین دن گذر جاوین اور مدعیٰ علیہ حاضر نہووے تو قاضی اُسکی طرف سے وکیل کھڑا کرکے مدعی کے گواہ سُنے اور اُسکے وکیل کے سامنے مدعیٰ علیہ پر فیصلہ کردیوے انتہی **مسئلہ** اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوی سے لیکر پندرہ ۱۵ برس تک بلا عذر شرعی دعوی نہ کیا تو وہ دعوی نہ سُنا جائیگا مگر وقف اور میراث کا دعوی کہ اُسمین طول مدت مانع نہین البتہ اگر تینتیس ۳۳ سال گذر جاوینگے تو دعوی وقف وارث بھی مسموع نہین اور بعض فقہا کے نزدیک دعوی ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ ۱۵ سال کے بعد مسموع نہ ہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید کا یہ ہو کہ مثلاً ایک عورت نے بیس ۲۰ برس تک اپنے خاوند کی حیات مین دعوی مہر نہ کیا بعد اُسکے خاوند مرگیا یا اُسنے طلاق دیا تو عورت کا اب دعوی مہر مسموع ہوگا اسواسطے کہ استحقاق طلب مہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہو اور وقت استحقاق سے ابھی مدت منقضی نہین ہوئی و دعوی مسموع نہ ہونیسے یہ لازم نہین آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہوجاوے بلکہ اگر مدعیٰ علیہ مقر ہووے تو دعوی مسموع ہوویگا اگرچہ مدت طویل گذر گئی ہو **شامی مسئلہ** قاضی کو بعد پائے جانے شرائط حکم کے حکم مین تاخیر کرنا درست نہین مگر تین سبب سے یا شک و اشتباہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعیٰ علیہ کوئی ان دونون مین سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ **طحطاوی** مین ہو وہ یہ ہو کہ قاضی کو اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہ ہو اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرین تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہوگا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا **دُرّ مختار** **مسئلہ** مسلمان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع مین واجب ہو نہ مخالف شرع مین تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہون سے قسم لیجایا کرے تو قاضیون کو چاہیے کہ بادشاہ کو فہمائش کرکے اس حکم سے باز رکھین اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہو کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہے لیکن صحیح نہین ہے

باب پنچایت کے بیان مین

یعنی پنچ مقرر کرنیکے بیان مین عربی مین اُسکو تحکیم کہتے ہین تحکیم بھی قضا کی فرع سے ہے اور محکم[1] یعنے پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اُسی پر مخصوص ہے جس نے اُسکو پنچ ٹھیرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف پڑتا ہے کسی چیز مین تو آتے ہین وہ میرے پاس سو مین اُنمین حکم کر دیتا ہون تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہے یہ روایت کیا اسکو نسائی نے کذا فی فتح القدیر ص صحیح ہے پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اُس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہے ف یعنے ضرور ہے کہ محکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کیا مراد رفاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہو جاوے گا کما مر بدایہ ص جب دونون متخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اس نے حکم کیا ساتھ گواہون کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم متخاصمین پر ف اور اُسکا حکم باطل نہ ہوگا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے دُر مختار ص صحیح ہے خبر دینا پنچ کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانے مین ف یعنے اگر مدعیٰ علیہ شرارت کرے اور محکم حاکم کو اُس کے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعیٰ علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اُسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال باقی رہنے اُسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک ولایت پنچایت باقی ہے تو اُس اکیلے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہون کے ہے برخلاف اُسکے جب خبر دی اُسنے بعد ختم ہو جانے ولایت پنچایت کے کیونکہ اب اُسکا حال مثل ایک شخص کے رعایا مین سے ہو گیا تو ضرور ہے ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اُس صورت کے جب خبر دی اُسنے کہ مین حکم کر چکا کیونکہ جب وہ حکم کر چکا معزول ہو گیا تو اب خبر اُس کی مقبول نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی مع زیادۃ ص اور ہر ایک کو متخاصمین سے اختیار ہے کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسیطرح قاضی کا درست نہین اپنے والدین اور اولاد اور بیوی کے لیے جیسے گواہی اِن لوگون کے لیے درست نہین ف یعنی اِن کے نفع کے لیے اور اُن کے اوپر حکم درست ہے جیسے شہادت اُنپر درست ہے یعنی اُنکی مضرت کے لیے اور سوا اِنکے بھائیون اور چچاؤن اور اُنکی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہے جیسے شہادت اُنکے لیے درست ہے کذا فی البحر ص ا در درست نہین پنچایت حدود اور قصاص مین اور باقی سب مقدمات مین درست ہے لیکن اسکا فتویٰ نہ دیا جاویگا واسطے خوف دلیر ہو جانے عوام کے اور باقی نرہنے رونق کے واسطے احکام اور محکمے کے ف یعنی اگر عوام یہ سُن پاوین گے تو سب مقدمات بطور پنچایت فیصلہ کر لیا کرینگے اس صورت مین قضاۃ اور محکمہ جات اُنکے سب معطل اور بیکار رہ جاوینگے ص اسیطرح حکم پنچ کا ساتھ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل خطا مین درست نہین کیونکہ قاتل کے کنبے والون نے اسکو پنچ نہین بنایا اور اگر اُسنے فیصلہ کیا ساتھ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اُسکا توڑ دیگا اسواسطے کہ مخالف نص حدیث ہے فرمایا حضرت نے قاتل کے کنبے والون سے اُٹھو دیت دو مقتول کی ف بیان اِس حدیث کا کتاب الجنایات مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ص اگر پنچ کے حکم کا مرافعہ ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اُسکا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کر دے اُسکو ورنہ باطل کرے اُس کو یعنی حکم محکم کا مثل حکم قاضی کے مختلف مین نہین ف محکم کا حکم اکثر باتون مین مثل قاضی کے ہے تو وقت تحکیم اُس کو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہ ہوگا مگر ستر[؟] مسئلون مین فرق ہے بحر الرائق مین وہ سب مذکور ہین

ص مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان مین

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیون کے پاس ہے ایک اوپر کے مکان کا مالک ہے اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو یہ نہین ہو پہنچتا کہ اپنے[؟]

[1] محکم کاف مشدد و بصیغۂ مفعول پنچ کو کہتے ہین اور بالکسر بصیغۂ فاعل خود پنچ بنایا یعنے متخاصمین کو [۲] اگر دو میون نے مل کر ایک ذمی کو پنچ بنایا تو درست ہو جاویگا لیکن مسلمانون کا پنچ ذمی نہین ہو سکتا ...

مکان مین میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے ف اسیطرح اوپر والے کو یہ نہین پہونچتا کہ اوپر کچھ اور بنا دے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بنا دے علیہ اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہے جسمین دوسرے کا ضرر نہو دے اور امام کا قول قیاس کے موافق ہے بحر الرائق ص ایک لنبی گلی ہے اور اسمین سے ایک اور لنبی گلی پیدا ہوئی ہے جو نافذہ نہین ہے تو پہلی گلی کے رہنے والونکو اختیار نہین ہے کہ اس کوچہ غیر نافذہ مین چلنے کے لیے دروازہ نکالین اور اگر دوسری گلی گول ہے کہ اسکے دو کنارے پہلی گلی سے ملگئے ہون تو پہلی گلی والے اسمین دروازہ چلنے کے لیے نکال سکتے ہین صورت ان دونون شکلونکی یہ ہے

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو دوسری گلی گول ہے نصف دائرہ کی مقدار ہو یا اس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرے سے زیادہ ہوگی تو بھی پہلی گلی والون کو وہان دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہ ہوگا فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ صورت اولی مین کوچہ غیر نافذہ مستدیرہ بسبب صغر کے تابع کوچہ مستطیلہ کا ہوگا اور اسمین حق ساکنان کوچہ مستطیلہ کا بھی شریک ہے بخلاف صورت ثانیہ کہ بسبب

کوچہ کلان ہونیکے تابع کوچہ مستطیلہ نہ ہوگا اور اسمین حق ساکنان کوچہ مستطیلہ نہ ہوگا صورت اسکی اسکے اوپر ہے ف اور ان سب صورتونمین ہوا آنیکے لیے یا روشنی کے لیے کھڑکی یا دروازہ بنانا درست ہے عینی لیکن ہدایہ مین ہے کہ اصح یہی ہے کہ مطلقا دروازہ کھولنا اول کوچے والے کو جائز نہین خواہ چلنے کے لیے ہو یا اور کسی کام کے لیے کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہر ساعت منع نہین کر سکتے اور احتمال ہے کہ دروازہ لگا کر مدعی ہو جاوے کسی حق کا دوسری گلی مین ص ایک شخص نے دعوی کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضے مین ہے کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلان وقت مین ف مثلاً غرہ رمضان کو ص ہبہ کیا تھا قابض نے اس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوے اس نے کہا کہ مدعی علیہ نے گھر کے ہبہ سے انکار کیا تو مین نے یہ گھر اس سے خرید لیا تھا یا یہ نہین کہا اور گواہ خریدنے پر اس گھر کے پیش کیے تو اگر گواہون نے شہادت خرید کی دی بعد وقت ہبہ کے ف مثلاً شوال یا ذیقعدہ مین ص تو گواہی مقبول ہوگی اور جو شہادت دی خرید کی قبل وقت ہبہ کے ف مثلاً ماہ شعبان یا رجب مین ص تو گواہی مقبول نہ ہوگی ف بسبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوی کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک مین مدعی علیہ کے تھا اور گواہون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک مین مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہے ص ایک شخص نے دعوی کیا کہ زید[1] نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہونچتا ہے کہ اس لونڈی سے وطی کرے ف اس واسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا مشتری سے تو اسکی رضا فوت ہو گئی اور یہ موجب ہے انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع مین آگئی تو وطی اسکو درست ہوگی ص ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے فلانے سے دس درہم لیے ہین پھر مدعی ہوا کہ وہ روپے زیف تھے یا نبہرجہ تھے تو اسکی تصدیق کیجاوے گی ف یعنی قسم سے اسکا قول مقبول ہوگا ص اور اگر اس نے دعوی کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اسکا مقبول نہ ہوگا اسیطرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے فلانے سے کھرے دس درہم

[1] احسن المسائل مین صورت مسئلے کی یون لکھی ہے زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی تھی اور عمرو نے خریدنے سے انکار کیا تو عمرو کو اس سے صحبت کرنی درست ہے بشرطیکہ زید اس سے جھگڑا چھوڑ دے اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ عمرو جب منکر ہوا خرید کا تو اسکو وطی کسطرح درست ہوگی بلکہ یون چاہیے کہنا کہ زید کو وطی اس سے درست ہو جاوے گی جب منازعت کو ترک کرے واللہ اعلم ۱۲ منہ

لئے ہین یا مین نے اپنا حق پا لیا یا بائع نے کہا کہ مین نے ثمن وصول پا لیا یا پورا لیا مین نے بعد اسکے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زلیف یا ستوقہ یا نبہرجہ تھے تو اسکی تصدیق نہوگی ف اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہین کمال مقبوض پر تو بعد اسکے دعوی نقصان کیسے مسموع ہوگا ص جاننا چاہئے کہ زلیف اور نبہرجہ قسم سے اُن دراہم کے ہین کہ جنمین چاندی غالب ہے ملونی پر مگر یہ کہ چاندی اُسمین کھری کی نسبت کم ہے اور کھوٹا پن نبہرجہ کا زیادہ ہے زلیف سے تو زلیف کو تاجر رد نہین کرتے اور اُن مین معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زلیف کو بھی نہین لیتا کیونکہ بیت المال مین نہین داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہین اور نبہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہین نبہرجہ کی تفسیر مین اختلاف ہے بعضے یہ کہتے ہین کہ وہ درہم جسکا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہین کہ چاندی جسکی خراب ہو اور ستوقہ وہ درہم ہے کہ اسکا تانبا اندر ہو اور اوپر نیچے پرت چاندی کی ہو ف زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھپر ہزار درہم ہین عمرو نے اسکے جواب مین کہا میرا تیرے اوپر کچھ نہین ہے پھر کہنے لگا نہین بلکہ تیرا اوپر ہزار درہم ہین تو زید پر کچھ لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کرکے زید کے اقرار کو رد کردیا تو اب پھر دعوی بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہوگا ص زید نے عمرو پر دعوی کیا ایک مال کا عمرو نے اسکے جواب مین کہا تیرا مجھپر کچھ نتھا اب زید نے گواہ قائم کئے اُس مال پر اسوقت عمرو کہنے لگا کہ مین یہ مال تجھکو ادا کرچکا ہون یا تو مجھکو اس مال سے بری کرچکا ہے اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم کئے تو عمرو کے گواہ مسموع و منظور ہونگے امام زفر کے نزدیک منظور نہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہین کہ یہان تناقض نہین ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر کسی کا کچھ نہین ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہے اور اسیطرح بری کرنا کبھی اپنے زعم مین ہوتا ہے گرچہ حقیقت مین نہو اور اگر عمرو نے جواب دعوے مین اتنا اور کہا کہ مین تجھکو پہچانتا بھی نہین تو اب گواہ اسکے ادا یا ابرا مدعی پر مسموع و منظور نہونگے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہوگی توفیق کے کیونکہ داد و ستد اور لین دین اور معاملہ اور ایفا اور ابرا دو شخصون مین بدون معرفت اور شناسائی کے نہین ہوسکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ گواہ اسکے مسموع و منظور ہونگے اسواسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردہ مین رہتا ہے اور عورات پردہ نشین کا یہ حکم کرتی ہین اپنے وکیلون کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعا علیہ کیطرف سے مدعی کو مال دیکر راضی کرلیتے ہین باوجود اس بات کے کہ مدعی علیہ اور مدعی مین شناسائی نہین ہوتی تو ممکن ہے توفیق اسطرح جاننا چاہئے کہ دفع تناقض مین بعضون کے نزدیک امکان توفیق کافی ہے اور بعضون کے نزدیک ضرور ہے کہ مدعی توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہے کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اوپر توفیق کے تا کہ دعوی مدعی کا بطلان سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہے کہ ضرور ہے دعوی مین صحت یقینا تو صرف امکان صحت سے حق مدعی علیہ کو باطل نہ کرینگے یا اثبات حق مدعی مین کہتا ہون جہان پر شک واقع ہووے صحت دعوی مین تو وہان امکان صحت کافی نہو مثلاً ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اُس سے طلب ہوئے تو گواہ ہبہ کے نہ لاسکا تو مدعی ہوگیا شرا کا اور گواہ قائم کئے شرا پر اور یہ بیان نہین کیا کہ شرا مدعی کے قبل وقت ہبہ کے ہے یا بعد وقت ہبہ ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شرا قبل وقت ہبہ کے ہوا اور اس صورت مین دعوی باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور احتمال ہے کہ شرا بعد وقت ہبہ کے ہووے اور اس صورت مین دعوی صحیح ہوجاتا ہے تو اب شک پڑگیا صحت دعوی مین تو ہم صحیح نکرینگے دعوی کو شک سے اسواسطے کہ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ شرا متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعوی ہبہ کے یہ معنی ہونگے کہ پہلے مین نے اُس سے مکان خرید لیا تھا لیکن وہ مرتفع ہوگیا اور پھر اُسکے ملک مین مکان آگیا پھر اُسنے ہبہ کیا تو ضرور ہے قائم کرنا گواہون کا اوپر ہبہ کے اور جب نہوے اُسکے پاس گواہ ہبہ کے تو دعوی اُسکا صحیح نہوگا اور مدعا علیہ کا حق شک سے باطل نہوگا اور جہان پر شک نہو صحت دعوی مین تا کہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھ شک کے تو وہان امکان توفیق کافی ہے جیسا کہ قائم کئے گواہ مدعی علیہ نے اوپر ادا کے مدعی کے یا ابرا مدعی کے بعد انکار کرنے اُسکی

سلہ کہ دعوی نوالزاور بری کی نیکا مقتضی ہے زید کا حق پہلے اسکے عمرو پر تھا حالانکہ عمرو قبل اسکے کہا تھا کہ تیرا مجھپر کچھ نتھا ۱۲ سلہ درمختار مین ہے کہ یہی مختار ہے شیخ الاسلام کا ۱۲ سلہ جس چیز کا دعوی کیا جاوے ۱۲ سلہ مراد یہان مدعی وہی مدعا

مدعی علیہ کے مدعی سے اور قائم کرنے مدعی کے گواہ اور مدعی کے یا قائم کئے گواہ اور بشرا کے بعد وقت ہبہ کے ان صورتون مین شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھا ہیں
قاعدہ کو کہ یہ کثیر النفع ہی پہچان تو کہ تناقض جب مانع ہی صحت دعوی کا کہ کلام اول مفید ہوا اثبات حق کا ایک شخص معین کیواسطے تو اگر ایسا ہوگا نہین
مانع ہوگا صحت دعوی کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہین حق ہی میرا کسی سمرقندی پر پھر دعوی کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہی دعوی اُسکا
اور اگر یہ کلام پہلا شخص معین کے لیئے صادر ہوا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھ دعوی نہین یا کوئی حق نہین پھر دعوی کرے تو باطل گنا جاویگا بسبب
تناقض کے زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ مین نے تجھسے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ مین تجھے دیچکا اب اسمین یہ عیب نکلا تو مین رد کرتا ہون اسکو
بسبب عیب کے تو میرے روپیہ ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا ف یعنی یہ غلام مین نے تیرے ہاتھ نہین بیچا ص تب قائم کئے زید نے
گواہ بیع پر بعد اُسکے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے مین نے شرط کر لی تھی ہر عیب سے برات کی ف یعنی شرط کر لی تھی کہ اگر اسمین کوئی عیب نکلے تو اُسکے
مواخذے سے مین بری ہون غرض عمرو کی اس سے یہ ہی کہ رد نہوسکے ص اور گواہ قائم کئے اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہوگی بوجہ تناقض کے
اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول ہی ف وہ قیاس کرتے ہین اس مسئلے کو اُسپر جو گذرا کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر ایک مال کا عمرو نے کہا کہ تیرا مجھپر
کچھ نہ تھا الی آخرہ طرفین اُسکا جواب یون دیتے ہین کہ وہ مسئلہ دین کا ہی اور دین کبھی یون ہی واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہی اور اس جگہ
دعوی مدعا علیہ کا بابت برات کے عیب سے مستدعی ہی بیع کو اور بیع کا وہ انکار کر چکا تھا تو اب بوجہ تناقض کے مقبول نہوگا ص اگر ایک شخص نے
ایک تمسک لکھا اور اُسکے اخیر مین انشاء اللہ تعالی لکھدیا تو سارا مضمون تمسک کا باطل ہو جاویگا اور نزدیک صاحبین کے آخری فقرہ اُسکا ایک
[اقرار کوئی دستاویز ۱۲]
نصرانی مر گیا اور اُسکی زوجہ نے کہا مین مسلمان ہوئی بعد موت اُسکے ف یعنی موت کے وقت مین بھی نصرانی مین تھی غرض اُسکی یہ ہی کہ محروم
نہو میراث سے بوجہ اختلاف دین کے ص اور باقی وارثون نے نصرانی کے کہا کہ تو مسلمان ہوئی قبل اُسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا
[یعنی قبل اسکی موت کے ۱۲]
اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اُسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان ہوئی تھی سامنے اُسکے اور باقی ورثہ نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اُسکے تو
قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفر کے نزدیک پہلے مسئلے مین قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو کی کچھ امانت تھی اور عمرو مر گیا
[دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہی ۱۲]
زید نے بعد اُسکی موت کے کہا کہ یہ خالد بیٹا عمرو کا ہی اور عمرو کا سوا اُسکے اور کوئی وارث نہین ہی تو وہ امانت خالد کو دیدے اور اگر بعد اُسکے پھر زید بکر کو
کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہی اور خالد اسکا انکار کرے تو قاضی کل مال خالد ہی کو دلاویگا ف اسواسطے کہ اقرار اول کا کوئی مکذب نہین اور اقرار ثانی
کا مکذب موجود ہی اقرار اول تو صحیح ہو گا ص اگر کسی کا قرض میت پر ثابت ہو شہادت سے یا وراثت ثابت ہوئی گواہون سے اور گواہون نے یہ کہا کہ
[یعنی اقرار ثانی ۱۲]
ہم سوا اُسکے اور کوئی قرض خواہ یا وارث میت کا نہین جانتے اور مال میت تقسیم ہوا ان قرضخواہون یا وارثون مین تو اب اُنسے ضمانت نہ
لیجاویگی اس بات کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرضخواہ پیدا ہوگا تو اُسکا حصہ دینگے اور بعض قاضی جو احتیاطاً ایسی صورتون مین ضمانت لیتے ہین
ظلم ہی اور صاحبین کے نزدیک ضمانت لیجاویگی ف اور اگر وراثت یا دین اقرار سے ثابت ہوا تو بالاتفاق ضمانت لیجاویگی اور جو گواہون
نے یہ کہدیا کہ ہم سوا ان کے اور کسی وارث یا قرضخواہ کو میت کے نہین جانتے تو بالاتفاق ضمانت نہ لیجاویگی درمختار ص زید نے ایک گھر کا
جو بکر کے قبضے مین ہی اسطرح دعوی کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجھکو اور میرے بھائی عمرو کو جو غائب ہی میراث مین ہمارے باپ سے پہونچا ہی
تو قاضی نصف اُس گھر کا زید کو دلاویگا اور باقی مکان کو عمرو کے آنے تک بکر ہی کے پاس رہنے دیگا اور اُس سے ضمانت نہ لیگا برابر

ل؎ اور یہ قول مطابق قیاس کے ہی جیسا کہ جب کوئی کہے کہ عبدہٗ حر وامرأتہ طالق انشاء اللہ تعالی تو غلام اُسکا آزاد نہوگا اور عورت پر طلاق نہوگا اور صاحبین کے
نزدیک آخر جملہ اقرار نامہ کا جو متصل انشاء اللہ تعالی کے ہی وہی باطل ہوگا فقط اور یہ استحسان ہی اسلیئے کہ اقرار نامہ واسطے مضبوطی کے ہوتا ہی کذا فی شرح الوقایہ ۱۲ ملا باغ یا زین و غیرہ منقول ہی ۱۲

مسئلہ سماعت دعوی کی ابرا کے بعد

بکر نے اقرار کیا ہو زید کے دعویکا یا انکار اسواسطے کہ بکر کے قبضہ کو میت نے اختیار کیا تھا پس اُسکے قبضے کو دفع نہ کرینگے اس حال مین کہ مدعی اُسکا حاضر نہین اور
صاحبین رح کے نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعوے سے تو باقی مکان کو اُسکے قبضہ مین نچھوڑینگے اسواسطے کہ انکار کے سبب سے اُسکی خیانت ظاہر ہوئی
تو لیلیا جاویگا اُس سے اور ایک امین کے پاس چھوڑا جاویگا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اُسی کے قبضے مین رہنے دینگے اور ضمانت اُس سے
نہ لینگے اور اگر یہ صورت منقول مین واقع ہوئی تو اسمین بھی یہی اختلاف ہے ف یعنی انکار اور عدم انکار دونون صورتون مین اُسکے پاس رہنے دینگے اور
امام صاحب رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک انکار کی صورت مین اُس سے لے لینگے ص اور بعضے کہتے ہین کہ منقول بصورت انکار باتفاق امام
اور صاحبین رح لے لیا جاویگا مسئلہ ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو دینا تو ہر قسم کے مال مین سے ثلث دیا جاویگا ف خواہ
مال زکوۃ کا ہو یا غیر مال زکوۃ ص اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ خدا کی راہ مین صدقہ ہے تو مراد اس سے مال زکوۃ کا
لیا جاویگا ف جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت بقدر نصاب اور غیر مال زکوۃ کا صدقہ دینا لازم نہوگا جیسے اسباب خانگی گھوڑا سواری کا غلام خدمت کا
(یعنی جن مین زکوۃ واجب ہوتی ہے ۱۲)
کما فی الزکوۃ اور زفر رح کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا تمام اموال کو خواہ مال زکوۃ ہوئے یا غیر زکوۃ ص تو اگر اُسکے پاس سوا اموال زکوۃ کے کچھ
نہووے تو روک رکھے قوت اپنی اور باقی کو صدقہ کر دیوے ف اور قوت کی تقدیر کچھ نہین واسطے مختلف ہونے احوال آدمیون کے کہا گیا ہے جو روز کا
مزدور ہے وہ ایکدن کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھ لیوے اور صاحب غلہ یعنے جسکو مکان دوکانین وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ
(یعنے خوراک ۱۲)
ایک مہینے کی اور مالک اراضی غایت درجہ ایکسال کی اور صاحب تجارت اتنا رکھ لے جو اُسکو کافی ہو نئے مال آنے تک ص پھر جب مالک ہو
تو جتنا مال قوت کے لئے رکھ لیا تھا بقدر اُسکے پھر تصدق کر دیوے ف در مختار مین ایک حیلہ عجیب مرقوم ہے اُس شخص کے لئے جو قسم کھاوے
کہ اگر مین یہ کام کرون تو سارا میرا مال صدقہ ہے تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی کل ملک کے ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا خرید کرے اور اُسپر قبضہ کرے
اور دیکھے نہین پھر وہ فعل کرے جسپر قسم کھائی تھی پھر اُس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے تو اُسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ص ایک شخص کو وصی
کیا میت نے اور وصی کو خبر اُسکی نہ تھی بعد اُسکے وصی نے کوئی چیز ترکے مین سے بیچ ڈالی تو صحیح ہے بیع اُسکی بخلاف وکیل کے کہ اُسکو اگر علم اپنی
وکالت کا نہ تھا اور اُسنے کوئی تصرف موکل کے مال مین کیا تو یہ تصرف جائز نہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہوگا جب
موکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے یا دو شخصون مجہول الحال ف یعنے اُنکا حال معلوم نہین کہ فاسق
ہین یا عادل ص نے دی تو اب اُسکا تصرف بعد اُسکے صحیح نہوگا ف کیونکہ عزل وکیل ایک خبر ملزم ہے تو اسمین شرط ہوگا عدد یا عدالت اور
اگر وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہوگا اور اُسکے تصرفات
بعد اُس خبر پہونچنے کے موکل کے اوپر نافذ ہونگے ص اسی طرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخصون نے سنائی
اور مولی نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولی پر لازم آجاویگا ف یعنے درصورت جنایت عبد مولی کو اختیار ہے خواہ تاوان دیوے
یا عبد کو حوالے کرے تو جب اُسنے یہ خبر سنکر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اُسکو تاوان دینا منظور ہے ص اسی طرح شفیع کو گھر کی بیع کی اگر ایک
شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہگیا تو شفعہ اُسکا باطل ہو جاویگا اسیطرح باکرہ عورت کو اگر ایک عادل یا دو مجہول الحال
نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ رہ گئی تو رضا ہو جاویگی اسیطرح اُس مسلمان کو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا ہو اور ابھی دار الاسلام مین
اُسنے ہجرت نہین کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اُسپر لازم ہو جاوینگے ف

سلہ اسلئے کہ اعتبار کیا ہمنے واجب نے بندیکو واجب نے خدا تعالی پر اور وہ زکوۃ ہے ۱۲ شرح وقایہ ملہ واسطے مطلق ہونے لفظ اسکے ۱۲ عــه کیونکہ وہ اس خبر سے معزول ہوگیا تو تصرف اسکا بعد عزل نافذ نہوگا ۱۲

ان سب صورتون مین خبر اگر ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو احکام مذکورہ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم ادا احکام ثابت نہونگے ص لیکن وکیل کرنے کی خبر دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہین بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت ہوجاویگی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کریگا صحیح ہوجاویگا ف اسیطرح صغیر ممیز یعنی وہ لڑکا جو تمیز دار ہے اگر خبر دیگا ایک شخص کو اس بات کی کہ تمکو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہے تو وکالت ثابت ہوجاویگی درمختار اور صاحبین رح کے نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ معاملات ہین اور معاملات مین خبر واحد مقبول ہے اور ہماری دلیل اصل کتاب و ہدایہ مین مسطور ہے ص قاضی یا قاضی کا امین اگر کسیکے غلام کو اُسکے قرضخواہون کے لئے بیچکر مشتری سے ثمن لے لے اور وہ ثمن تلف ہوجاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہونگے مشتری قرضخواہون سے غلام کا ثمن وصول کرے جنکے لئے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہون کے لئے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کی قبضے سے پہلے مرگیا اور قیمت اُسکی ضایع ہوگئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لے اور وصی اُن قرضخواہون سے جنکے لئے غلام بیچا تھا مسئلہ جاننا چاہئیے کہ قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل ہے یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہے تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ مین اُسکے قطع ید یا سنگسار کرنیکا یا مارنے کا حکم کیا ہے تو تو اُسکا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اُس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہین اور اگر دوسری قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہے اُس شخص کو کہ سبب اُن سزاؤن کا دریافت کر اگر وہ قاضی سبب اُسکا اچھی طرح بیان کردیوے ف مثلاً زنا مین کہے کہ مین نے زنا کا اُس سے استفسار کیا جسطرح معروف ہے اور اُسنے اقرار کیا اور حکم کیا مین نے رجم کا یا سرقے مین کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اُسنے مال نصاب ایک جا محفوظ مین سے لیا جسمین کوئی شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اُسنے قتل عمد کیا بلاشبہہ کفایہ ص تو افعال کرنا اُسکو درست ہین اور اگر اچھی طرح سبب اُنکا بیان نکرسکے تو درست نہین اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول ہرگز قبول نکرے ف مگر اُس صورت مین جب وہ شخص خود سبب حکم دیکھ رہا ہو ہدایہ اور امام محمد رح کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ افعال نہ کرے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ نکرلیوے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانہ مین اور عیون مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے درمختار لیکن بحر الرائق مین ہے کہ مین نے بعد اسکے صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد رح نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کیا چنانچہ ہشام رح نے محمد رح سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی اس صورت مین مفتی بہ قول شیخین کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہے ص اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ مین نے تجھسے جو ہزار روپیہ لئے تھے وہ عمرو کے روپیہ ثابت کرکے لئے تھے اور وہ مین نے عمرو کو حوالہ کردیے یا مین نے جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلان حق مین تھا اور زید نے دعوی کیا کہ تو نے مجھسے ہزار روپیہ ظلم سے لے لئے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہوگا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا مین اُس سے کئے ہین اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تو نے یہ فعل مجھسے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو قاضی سے بدل ہوجاویگا اس فعل مین اور اگر زید کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا مسائل اُسحاقیہ ایک شخص دوسرے کو قتل کر ڈالا بعد اُسکے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہوگیا تھا یا اُسنے میرے باپ کو قتل کیا تھا اسوجہ سے مین نے اُسکو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہوگا اسواسطے کہ اُسکے اعتبار مین سرکشی اور زیادتی کا دروازہ کھل جاویگا ہر شخص دوسرے کو

لہ اسلئے کہ قاضی پر رجوع متعذر ہے اور امین قاضی مثل قاضی کے ہے پس ضامن ہونگے غرما اسواسطے کہ اُن ہی کے ادا دین کے لئے یہ عبد بیع کیا گیا تھا کذا فی الاصل ۱۲ ؎ اسواسطے کہ اصل عاقد وصی ہے پس مشتری اُسپر رجوع کریگا اور وصی قرضخواہونکے لئے بیچا تھا پس وصی اُنپر رجوع کریگا کذا فی الاصل ۱۲ ؎ یعنی قاضی پر اُسکا ضمان لازم آویگا یعنی ہزار روپیہ دینا پڑینگے یا ہاتھ کا تاوان ۱۲ منہ

قتل کر کے بھی کہے گا جو چیز قاضی پر واجب ہے اسکی اجرت لینا درست نہین جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی پر زبان سے فتویٰ بیان کر دینا اور تحریر
فتویٰ پر اسکو اجرت لینا درست ہے اسی طرح قاضی کو سجلات وغیرہ کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل درست ہے یہی قول مختار ہے اور
قاضی کا خرچ بیت المال مین سے دیا جاویگا اور یہ خرچ جزا ہے حبس کی یعنی قاضی جو اپنے حوائج ضروریہ وغیرہ چھوڑ کر بیٹھا رہتا ہے اسکا
عوض ہے نہ اجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین قاضی کو یہ پہونچتا ہے کہ گواہون کا علیحدہ علیحدہ اظہار لے
یعنے اس طرح پر کہ ایک کے اظہار کی دوسرے کو خبر نہووے مگر عورتون کی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیے کیونکہ وہ قائم مقام ایک مرد کے
ہین فقط کذا فی الدر المختار والاشباہ والنظائر

ص کتاب الشہادۃ والرجوع عنہا

شہادت کے معنے مین خبر دینے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر ف اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمین ہین ایک خبر دینا کسی کے حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہے
یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعویٰ ہے یا دوسرے کے حق کی اپنے اوپر یہ اقرار ہے کذا فی الاصل ص گواہی دینا فرض ہو جاتی ہے جب مدعی طلب کرے
ادائے شہادت کو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا یَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا یعنے انکار نہ کرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین اور فرمایا
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنے مت چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہے گناہ کی نسبت کی دل کی طرف
جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہے تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضائے
ظاہری سے ہے بحر الرائق مین ہے کہ وجوب ادائے شہادت کی سات شرطین ہین ایک یہ کہ قاضی جسکے پاس شہادت دیجاوے عادل ہو دوسرے
قرب مکان اسقدر کہ شہادت دیکر اسی دن اپنے گھر پہونچ سکے تیسرے علم قبول یعنے شاہد کو یقین ہو اس بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا
چوتھی طلب مدعی پانچوین تعین شہادت شاہد پر تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون اور انھون نے گواہی بھی
دی ہو اور مقبول بھی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گنہگار ہوگا چھٹی یہ کہ اس
شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اسکو دو عادل نے اسطرح پر خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین لے چکا ہے یا زوج
نے تین بار طلاق دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اسکو دین اور نکاح اور قتل کی گواہی دینا درست نہین اور اگر مخبر
عدول نہون تو شاہدون کو اختیار ہے چاہے گواہی دین اور قاضی سے ان مخبرون کا بیان نقل کر دین چاہے گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک
عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین ساتوین شرط یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اسنے خوف سے
اقرار کیا ہے تو اسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی باختصار ص اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہے حدود مین ف جیسے حد زنا حد شرب
وغیرہ اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالیٰ اسکی دنیا اور
آخرت مین پردہ پوشی کریگا ص مگر واجب ہے چور پر یہ کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلان شخص نے مال لیا تا مالک کا حق نہ جاوے اور یہ نہ کہے کہ فلان نے چوری کیا
تا حد واجب نہووے نصاب شہادت زنا کے لیے چار مرد ہین ف عورت کی شہادت اسمین جائز نہین اور چار مرد کی قید زنا مین اسواسطے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ
جل شانہ کو چھپانا منظور ہے اور نہین دوست رکھتا اللہ تعالیٰ اس بات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین مین باوجود اسکے کہ قتل وغیرہ متعلقات سنگین ہین
صرف دو مرد کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ یعنے جو عورتین

ا؎ تمیم عمل کی ہے عبارت ہر اس کتاب سے جسمین کیفیت روئداد مقدمہ اور حکم قاضی مندرج ہو ۱۲ مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالیٰ

زنا کرین تم مین سے تو گواہ کرو اُنپر چار مردون کو تم مین سے اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ پھر نہ لاوین چار گواہ ص اور قصاص اور باقی حدود کے لیے دو مرد ہین
ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ یعنے گواہ کرو دو مرد دو کو اپنے مین سے اور شہادت عورتون کی نہ حدود مین مقبول ہے نہ قصاص مین
نہ زنا مین بدلیل اُس روایت کے جسکو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے زہری نے جاری ہوئی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے دونون خلیفون سے جو حضرت کے بعد
تھے اس بات کی کہ نہین ہے شہادت عورتونکی حدود اور قصاص مین کہا زیلعی نے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین لیکن اُسمین قصاص کا لفظ نہین ہے مین کہتا
ہون اُسمین وکا کا لفظ موجود ہے اور مراد اُس سے قصاص ہو سکتا ہے ص اور کنواری ہونے اور جننے اور عورتون کے اُن عیبونکے لیے جن سے مرد مطلع نہین ہوتے
ایک عورت کی گواہی کافی ہے ف اسی طرح لڑکے کے رونے مین واسطے نماز کے اور ثبوت ارث کے اور دو عورتونکا ہونا احتیاط ہے در مختار ہدایہ مین دلیل اسکی
یہ لکھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی عورتون کی جائز ہے اُن چیزون مین جنکی طرف نہین نظر کر سکتے مرد زیلعی نے تخریج مین لکھا غریب ہے
اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا اسکو امام محمد نے مبسوط مین عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ غَالِبِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ مُجَاهِدٍ وَسَعِيدِ
ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءِ بْنِ رَبَاحٍ وَطَاوُسٍ قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ إِلَيْهِ اور
یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلی بالف لام اور مراد اُس سے جنس ہے تو قلیل وکثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح
ہوگی اور زیادہ عورتین احسن ہین اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتونکی گواہی اُس امر مین جائز ہے جس پر انکے
سوا کوئی مطلع نہین ہو سکتا از قبیل ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی اور اگر ان باتونکی ایک مرد گواہی دے تو اصح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح تنہا معلم
کی گواہی وقائع اطفال مین مقبول ہے اور صرف عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے تا خون مفت ضائع نہووے
اور قصاص واجب نہوگا در مختار وحموی ص اور جو عورت مین عیب ایسا ہو کہ اُسپر مرد بھی مطلع ہو سکتے ہین جیسے ایک اُنگلی زائد ہونا تو وہان
ایک عورت کی شہادت کافی نہوگی ف اسواسطے کہ یہان کچھ ضرورت نہین ص انکے سوا اور مقدمات مین ضرور ہے کہ یا دو مرد ہون یا ایک مرد اور
دو عورتین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ
یعنے گواہ کرلو دو مردون کو اپنے مین سے اور اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین اُن گواہون مین سے جنسے تم راضی ہو ص برابر ہے کہ وہ مقدمات
مالی ہون یا غیر مالی ف مالی جیسے بیع اور شرا اور اعارہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی ص جیسے
نکاح رضاع طلاق وکالت وصیت اور امام شافعی کے نزدیک مقدمات غیر مالی مین شہادت عورت کی مقبول نہوگی اور جتنی قسمین شہادت کی
ہین سب مین یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہو ف یعنے پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہو صغائر پر اور صلاح اور صواب اُسکا اکثر ہو اُسکے فساد و خطا
سے ط و نہایہ در مختار مین ہے کہ عادل وہ شخص ہے جسپر طعنہ نہو پیٹ اور فرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ کذب پیٹ سے
نکلتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے ص شرط عدالت کی ہمارے نزدیک واسطے وجوب قبول شہادت
کے ہے نہ واسطے صحت قبول کے پس فاسق کی شہادت واجب نہین ہے قاضی پر کہ قبول کرے لیکن اگر اُسنے قبول کیا اور حکم دیدیا تو صحیح ہوجاویگا
حکم اُسکا ف اور قاضی گنہگار ہوگا فتح در مختار مین ہے کہ قنیہ اور مجتبیٰ مین جو منقول ہے کہ فاسق اگر لوگون مین صاحب مروت اور جاہ ہووے
تو شہادت اُسکی قبول کیجاویگی سوا ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین

ل لیکن یہ مذہب صاحبین اور شافعی اور احمد کا ہے کہ ایک عورت کی گواہی لڑکے کے رونے پر واسطے اثبات میراث کے کافی ہے اور فتح القدیر مین اسی کو ارجح کہا ہے لیکن امام صاحب
کے نزدیک حق میراث مین مقبول نہین ۱۲ منہ ۵۳ اور رجعت اور اسلام اور ارتداد اور بلوغ اور ولاء اور عدت اور جرح اور تعدیل اور عفو ۱۲ عینی

اسطرح کہ یہ تعلیل ہے مقابلہ نص کی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ یعنے گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے مین سے تو مقید کیا اللہ تعالیٰ نے
شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ بنظر اس امر کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق کی قبول کیجاوے اسواسطے کہ کم لوگ خالی ہین فسق سے اور شائع ہو گیا ہے
فسق لوگون مین بدرجۂ غایت حتی کہ عادل لوگ اقل قلیل ہین تو اُنپر بناے مقدمات کیونکر ہوگی اور لازم آویگا تضییع حقوق ناس اور یہ محذور ہے شرعًا اور عرفًا
اور فقہاے متقدمین سے بھی یہ منقول ہے فتاواے تاتارخانیہ مین ہے کہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی اسواسطے کہ فسق اُسپر طاری ہے اور اصل مین وہ سعید ہے
فرمایا حضرت نے كُلُّ مُؤْمِنٍ ذُوْ سَعَادَةٍ یعنے ہر مومن صاحب سعادت ہے اور اسی پر اعتماد ہے انتہی مگر یہ ضرور ہے کہ وہ فاسق صاحب مروت صاحب جاہ ہووے
نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تفسیر مظہری مین قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہین بَلْ فِيْ زَمَانِنَا هٰذَا الْفَاسِقُ اِذَا كَانَ وَجِيْهًا ذَا مُرُوَّةٍ يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ
اَنَّهٗ لَا يَكْذِبُ فِي الشَّهَادَةِ وَدَلَّتِ الْقَرَائِنُ عَلٰى صِدْقِهٖ يُقْبَلُ شَهَادَتُهٗ یعنے ہمارے زمانہ مین فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہے
ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولیگا شہادت مین اور قرینہ دال ہے اُسکی راست گوئی پر تو قبول کیجاویگی شہادت اُسکی اور جامع الفتاویٰ مین ہے وَاَمَّا شَهَادَةُ الْفَاسِقِ
فَاِنْ تَحَرَّى الْقَاضِي الصِّدْقَ فِيْ شَهَادَتِهٖ تُقْبَلُ وَاِلَّا فَلَا یعنے شہادت فاسق کی اگر قاضی کے گمان مین ہووے صدق اُسکا تو قبول کیجاویگی ورنہ نہین
قبول کیجاویگی شامی نے نقل کیا در سے وَفِي الْفَتَاوَى الْقَاعِدِيَّةِ هٰذَا اِذَا غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ صِدْقُهٗ وَهُوَ مِمَّا يُحْفَظُ وَظَاهِرُ قَوْلِهٖ وَهُوَ مِمَّا يُحْفَظُ
اعْتِمَادُهٗ یعنے قبول شہادت فاسق جب ہے کہ قاضی کی گمان غالب مین اُسکا صدق ہووے اور یہ اُن باتون مین سے ہے کہ یاد رکھی جاویگی اور ظاہر قول اُس کا
یاد رکھا جاوے یہ ہے کہ اُسپر اعتماد ہے اور شیخ ابن الہمام نے جو لکھا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ نص صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شہادت دو
عادلون کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہے اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حجت نہین ہے فافہم

وَاسْتَقْصِدُ ص اور یہ بھی شرط ہے کہ شاہد لفظ شہادت کہے ف یعنے اَشْهَدُ بصیغہ مضارع جسکے معنے یہ ہین گواہی دیتا ہون مین در مختار
وجہ اس شرط کی یہ ہے کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہین سب مین لفظ شہادت مذکور ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ
اور فرمایا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ اور فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اِذَا رَاَيْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْهَدْ وَاِلَّا فَدَعْ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے ہان روایت کی ابن عباس رض نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے
ایک شخص کو تو دیکھتا ہے آفتاب کو بولا کہ ہان فرمایا اُسکے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اسکا ابن عدی نے ساتھ اسناد ضعیف کے اور
تصحیح کی اُسکی حاکم نے لیکن خطا کی بلوغ المرام ص تو اگر شاہد نے لفظ اَشْهَدُ کا نہ کہا بلکہ کہا اَعْلَمُ یا اَتَيَقَّنُ یعنی جانتا ہون مین یا یقین رکھتا ہون مین
تو اُسکی شہادت مقبول نہوگی امام اعظم رح کے نزدیک قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے اُسکی کیفیت عدالت وغیرہ دریافت نہ کرے
یہانتک کہ خصم جرح نہ کرے ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کتاب البیوع مین عمرو بن شعیب رح سے اُنھون نے اپنے باپ سے اُنھون نے
اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہین بعض اُنکے اوپر بعض کے مگر جسکو حد قذف لگی ہو اور لکھی حضرت عمر رض نے
ایک کتاب طرف ابی موسیٰ رض کے اور اُسمین لکھا کہ مسلمان عادل ہین یعنے اُنکے بعض بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد مین یا تجربہ کار ہو شہادت
زور مین یا قریب ہو تیرا ولا مین یا قرابت مین روایت کیا اسکو دارقطنی نے ایک طریق سے کہ اُسمین عبد اللہ ابو حمید ہے اور وہ ضعیف ہے اور نکالا اُسکو
دوسرے طریق سے اور حسن کہا اسکو اور نکالا اسکو بیہقی نے ایک اور طریق سے سوا اُن دونون طریقون دارقطنی کے ص مگر حدود قصاص مین
بغیر جرح خصم کے بھی اُنکی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبین رح کے نزدیک ہر مقدمہ مین اُنکی عدالت کو دریافت کرے حنفیہ اور ظاہر ف

ف ۱ اور فاسق معلن نہو اور کذب کے ساتھ معروف متہم نہو،

اور یہی مذہب شافعیؒ اور احمدؒ کا ہے ص اور اسی پر فتوی دیا جاویگا ہمارے زمانے میں ف فقہا نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف زمانی کا ہے نہ خلاف حجت و
برہان کا اسواسطے کہ امام صاحبؒ کے زمانے میں صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبینؒ کے وقت میں زمانہ فاسد ہو گیا تھا وجہ
اسکی یہ ہے کہ امام اعظم قرن تابعین میں تھے جنکے واسطے حضرتؐ نے بشارت دی ہے اس بات کی کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ
ثُمَّ یَجِیْئُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَہَادَۃُ اَحَدِھِمْ یَمِیْنَہٗ وَیَمِیْنُہٗ شَہَادَتَہٗ متفق علیہ یعنی بہتر قرنوں کا قرن میرا ہے پھر قرن اُن لوگوں کا جو اُنکے نزدیک ہیں پھر اُن لوگوں کا جو اُنکے نزدیک ہیں
پھر آویگی ایسی قوم کہ قسم اُنکی آگے ہوگی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحب باتفاق اکثر محدثین و فقہا قرن تابعین میں سے ہیں لیکن اتفاق فقہا کا سو ظاہر ہے اسلیے
کہ فقہائے حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہیں بہت صحابہؓ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے میں وہ ثابت نہیں ہے اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا سو ظاہر ہے
قول سے محققین کے کہ امام نے چار صحابیوں کو پایا ہے اور وہ انس بن مالکؓ ہیں بصرہ میں اور عبداللہ بن ابی اوفیؓ ہیں کوفہ میں اور سہل بن سعید ساعدی
ہیں مدینہ میں اور ابو الطفیلؓ عامر بن واثلہ مکہ میں کہا ابن حجر نے کہ روایت کی امامؒ نے ابن ابی اوفیؓ سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیب نے تاریخ بغداد میں
کہ امام نے دیکھا انس بن مالکؓ کو اور کہا ابن حجر نے دیکھنا امام کا انسؓ کو صحیح ہے جیسا کہ کہا ذہبیؒ نے کہ دیکھا امام نے انسؓ کو اور وہ صغیر سن تھے اور ایک
روایت میں ہے کہ کہا امام نے دیکھا میں نے اُنکو کئی بار اور تھے انسؓ خضاب کرتے سرخ اور آیا ہے کئی طریقوں سے کہ امام نے روایت کیں اُنسے
تین حدیثیں اور بعض نے جو نفی کی ہے تو وہ معارض اثبات اُن لوگونکی نہوگی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل میں مقدم ہے نفی پر باتفاق علما اور
نہیں انکار کریگا اُسکا مگر مکابر معاند جسکو امام کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہووے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْعِنَادِ وَسُوْءِ الْفَھْمِ ص اور کافی ہے
دریافت کر لینا حنفیہ اسواسطے کہ اگر مزکی روبرو شاہد کے اُسکے عیوب بیان کرے تو دونوں کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتی ہے شاہد کے سامنے اُسکا حال کہنے سے ف امام محمدؒ سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فساد ہے ہدایہ ص اور کافی ہے
تزکیہ کے لیے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص عادل اور بعضوں نے کہا ضرور ہے کہ مزکی یوں کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہے تا احتراز ہو جاوے
غلام سے مگر اصح یہ ہے کہ فقط عادل کہدینا کفایت ہے کیونکہ آزادی اصل ہے دار الاسلام میں صاحب خصومت یعنی مدعی علیہ اگر مدعی کے گواہوں کو اسطرح
عادل بنادے کہ یہ گواہ عادل ہیں لیکن انھوں نے شہادت میں خطا کی یا بھول گئے تو اسکا اعتبار نہیں ف اسوجہ سے کہ مدعی کے نزدیک مدعی علیہ جھوٹا
ہے اپنے انکار میں باطل پر ہے اپنے اصرار میں تو تعدیل اُسکی کیونکر مقبول ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تعدیل مدعی علیہ کی درست ہے مگر محمدؒ کے نزدیک
ایک شخص اور بھی چاہیے ساتھ مدعی علیہ کے کہ تعدیل کرے شہود کی کیونکہ اُنکے نزدیک عدد شرط ہے تزکیہ میں ہدایہ ص اور اگر مدعی علیہ نے یہ کہا کہ مدعی کے
گواہ عادل ہیں اُنھوں نے سچ کہا تو یہ اقرار ہو جاویگا دعوی کا اور تزکیہ شہود میں قول ایک شخص کا کافی ہے اسی طرح شاہد کی زبان کی ترجمہ کرنے کے لیے
اور قاضی کے پیغام پہونچانے کے لیے طرف مزکی کے ایک شخص کافی ہے اور دو کا ہونا احتیاط ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے اور
محمدؒ کے نزدیک دو شخص ضرور ہیں اور یہ اختلاف اُس تزکیہ میں ہے جو خفیہ ہو اور تزکیہ علانیہ میں خصاف نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہیں سب کے نزدیک
اسواسطے کہ تزکیہ علانیہ مثل شہادت کے ہے یہانتک کہ تزکیہ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہیں ہے ف بخلاف تزکیہ خفیہ کے کہ اُسمیں عبد مزکی
ہو سکتا ہے ہدایہ ص اور ضرور ہے کہ مزکی عادل ہووے تو تزکیہ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہیں ہے ف مجہول الحال وہ شخص جسکی
عدالت اور فساد کا علم نہو دو ص جسنے اپنے کانوں سے سنا بیع کو یعنی بائع کی زبان سے بعتا سنا اور مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سنا یا اقرار کو ف یعنی مقر کی زبان سے

۱؎ قرن کے اندازے میں اختلاف ہے دس برس سے لیکر ایک سو بیس برس تک ۱۲ منہ رح　۲؎ مزکی وہ شخص ہے جو قاضی کی طرف سے مقرر ہوتا ہے ہر جائے میں
واسطے بیان کرنے کیفیت شہود کے ۱۲ منہ رح　۳؎ بمقتضائے اُس تحقیق کے جو ہمنے ذکر کی شہادت فاسق میں سزاوار یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی فتوی امام کے قول پر ہو ایسا ہی لکھا ہے تفسیر مظہری میں ۱۲

امام اعظم قرن تابعین میں

سنا ص یا قاضی کی زبان سے اُسکا حکم سنا یا آنکھون سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اُسکو شہادت دینا درست ہے اگرچہ وہ گواہ اُسوقت نہ بنایا گیا ہو وے اُسپر اور کہے گواہی دیتا ہون مین اور نہ کہے گواہ کیا اُسنے مجھکو اس صورت مذکورہ مین ف حاصل مطلب یہ ہے کہ جو چیزین سُننے سے متعلق ہین جیسے بیع وشراے زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو اُسکو اپنے کانون سے سنے تو شہادت دینا اُسکی درست ہے اور جو چیزین دیکھنے سے متعلق ہین مثلاً بیع تعاطی یا اقرار تحریری یا قتل یا غصب تو اُسکو جب اپنی آنکھون سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اس طرح کہ اُسنے اقرار کیا حلال نہین اگرچہ وہ کتابت مصدر اور مرسوم ہو اس طرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ بعد حمد صلوٰۃ معلوم کرنا چاہیے کہ تمھارے میرے اوپر اتنے روپیہ آتے ہین کیونکہ لکھنا کا ہے آزمائش سیاہی یا قلم کے لیے ہوتا ہے البتہ اگر لکھکر شہود کے سامنے پڑھے تو اُنکو گواہی دینا اُسکی درست ہے اگرچہ وہ اُن کو گواہ نہ کرے اسی طرح اگر پڑھا اُسکو کسی اور نے اور کاتب نے یہ کہا کہ گواہ رہو تم اس روپیہ کے میرے اوپر اور اگر کاتب نے گواہون کے سامنے لکھکر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ رہنا میرے اوپر تو اگر اُن گواہونکو مضمون تحریر معلوم ہو گیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاویگا ورنہ نہین طحطاوی وشامی ص اور گواہ کی گواہی سنکر اسپر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اُسکو گواہ نہ بناوے اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اُسکی گواہی سنی تو اب اُسکو اس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہین جب تک وہ شاہد اُسکو گواہ نہ بناوے دوسری یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو اپنی شہادت سُناکر گواہ کر رہا تھا تو اُسکو یہ نہین پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سُنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اس شخص کو شاہد بنایا جسکو سنا رہا تھا نہ اسکو ف شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اُسکو عربی مین شاہد علی الشاہد کہتے ہین بنا یہ مین ہے کہ اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی مین اداے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادت علی الشہادۃ دینا درست ہے البتہ اُس صورت مین جائز نہین جب غیر مجلس قاضی مین وہ شہادت اپنی بیان کر رہا ہووے اور اصل کتاب مین اُسکے مخالف ہے جیسا کہ معلوم ہوا مجھکو تو صحیح اُس[1] صورت مین وہی ہے جو بنایہ مین ہے اور یہی مستنبط ہے تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہین کہ صدر الشریعۃ نے اُسکے خلاف کہا انتہی کہا ص اور وہ شخص گواہی نہ دیوے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اُسکو یاد نہین یہ مذہب امام صاحب کا ہے ف خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظمؒ نے جمیع امور مین احتیاط اختیار کی لہٰذا اُنسے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امامؒ نے بارہ سو مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امامؒ کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال و صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر ان مین سے کوئی چیز اُسکو یاد نہ ہو اور اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مُہر ہے تو اسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی المنح ص اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے خط کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے جب اُسنے پہچانا کہ یہ میرا خط ہے اسواسطے کہ تبدیل اسمین نادر ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اسمین اختلاف نہین اور یہ شہادت سب کے نزدیک نا جائز ہے بلکہ اختلاف اُسمین ہے کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر مین اور قاضی کو حادثہ یاد نہین تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے مدعی علیہ پر حکم دیسکتا ہے صاحبینؒ کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اُسکے قبضے مین ہے تو اسمین احتمال تغیر

[1] علامہ صدر الشریعۃ نے جو لکھا ہے وہ مطابق قول عامہ فقہا ہے تنویر الابصار اور در مختار اور رد المحتار وغیرہا مین مذکور ہے ولا یشہد علی شہادۃ غیرہ ما لم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فیہ جاز وان لم یشہد شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ ویخالفہ تقریر صدر الشریعۃ وغیرہ وقولہم لابد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر کذا فی الدر المختار وفی الطحطاوی قولہ علی الاظہر ہو قول العامۃ وقال بعض یصح ووجہ المخالفۃ ان الاولین لم یوجد الا ان الشاہد عند القاضی لم یحمل السامع والسامع لم یقبل وقد یقال ان ہذا بمنزلۃ الشہادۃ بالحکم لنفسہ لکونہا ابعد القضاء بما ذکرنا عن الحموی انتہی پس قول صدر الشریعۃ کو مخالف قول فقہا سمجھنا کج فہمی اور بے علمی ہے اقوال فقہا سے فافہم ۱۲ مولانا محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالیٰ

وتبدل کا نہین ہوسکتا اور امام صاحب کے نزدیک نہین دیسکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے جبتک کہ حادثہ یاد نہو برخلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہے **ف** تو اگر کسی نے اپنی شہادت تمسک مین لکھی پائی اور اپنا خط اُسنے پہچانا لیکن حادثہ یاد نہین ہے تو اگر وہ تمسک مدعی کے ہاتھ مین نگیا ہو بلکہ محفوظ ہو وے قاضی یا شاہد کے پاس تو اسکو شہادت دینا درست ہے صاحبین کے نزدیک ورنہ درست نہین اور امام محمدؒ کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہووے تب بھی شہادت دینا درست ہے جب کہ اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنے کے لیے کذا فی البحر الرائق **ص** ایسی چیز کی گواہی ندے جسکو معائنہ نہ کیا ہو **ف** یعنی نہ اپنے کانون سے سُنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزون مین اور نہ آنکھون سے دیکھا ہو دیکھنے کی چیزون مین **ص** مگر سماع سے نسب اور موت اور نکاح اور دخول **ف** یعنی وطی زوج ساتھ زوجہ کے **ص** اور ولایت قاضی **ف** یعنے جب سُنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اسکو اُسکے قضا کی شہادت درست ہے اگرچہ اسنے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ہو **ص** اور اصل وقف نہ شرائط وقف مین **ف** اصل وقف سے مراد یہ ہے کہ فلانا مکان وقف ہے فلانی جماعت پر نہ شروط اس سے زیادہ جو اور باتین متعلق ہین اس سے لیکن درمختار مین ہے کہ بقول مختار شرائط وقف مین بھی شہادت سمعی جائز ہے اسیطرح مہر مین بھی **ص** مگر شرط اسکی یہ ہے کہ شاہد کو ان باتون کی دو عادل شخصون نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتون نے خبر دی ہو **ف** مگر ہدایہ مین ہے کہ موت مین شاہد کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سُن لیوے اور ضرور ہے **ص** کہ شاہدان صورتون مین قاضی کے سامنے یہ نہ کہدیوے کہ مین شہادت دیتا ہون بسبب سماع کے یا بسبب دیکھنے قبضے کے تو اگر یہ کہدیگا تو باطل ہوجاویگی شہادت اُسکی **ف** درمختار مین ہے کہ بطلان شہادت اسی صورت مین ہے کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ سُنا ہمنے لوگون سے اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معائنہ نہین کیا ولیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جائز ہے سب امور مین تو گواہون کو چاہیے کہ شہادت مطلق دیوین ان مقدمات مین تو اگر استفسار کی نوبت نہ پہونچے تو بہتر ہے اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کسطرح دیتے ہو یا تمکو کہان سے معلوم ہوا تو اُسکا جواب اسیطور سے دیوین کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہے اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاوین تا مشہور کا حق ضائع نہووے **ص** ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا مین کہ اُسکے پاس متخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہین تو اُسکو گواہی دینا درست ہے زید کے قاضی ہونیکی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر مین رہتے ہین اور آپسمین اسطرح اختلاط کھلم کھلا رکھتے ہین جیسے جورو خاوند تو اُس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہے کہ یہ عورت زوجہ اُس مرد کی ہے یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضہ مین اسطرح پر دیکھی جیسے مالکون کے تصرف مین ہوتی ہے تو اُسکو شہادت دینا اس بات کی درست ہے کہ یہ چیز زید کی مملوک ہے **ف** اگرچہ اس نے سبب ملک کا مشاہدہ نہ کیا ہووے بشرطیکہ شاہد کے دل مین علم و یقین ہوجاوے اس بات کا کہ یہ چیز زید کی ہے تو اگر ایک چیز بیش بہا کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت ملک درست نہوگی کذا فی الطحطاوی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہین جو عاقل ہون یعنے اپنے دل کی بات کو بیان کرسکتے ہون برابر ہے کہ بالغ ہون یا غیر بالغ تو اُنمین صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہین البتہ اگر غلام لونڈی نہایت صغیر ہون کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کرسکتے ہون تو اُن مین قبضے سے شہادت بالملک دیسکتے ہین مانند سایر اشیاء کے **ص** جس شخص نے گواہی دی کہ مین زید کے دفن کے وقت حاضر تھا یا مین نے اُسپر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لیے[١] مقبول ہوگی اسواسطے کہ مرتے وقت نہین دیکھتے ہین مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن مین یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معاینہ موت کے ہے اور عادۃً اسمین التباس نہین ہوتا **مسائل لحاقیہ** جو شخص پردہ مین بیٹھا ہوا اور اُس پردہ کی آڑ مین شاہد نے ایک کلام سُنا تو اسپر شاہد کو شہادت دینا درست نہین مگر دو صورتون مین پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہوجاوے

[١] شامی مین ہے فتاوی امام خان سے نقل کیا ہے کہ شہادت بالسماع جسطرح جنازہ و نکاح و مہر مین ہے انکو گونہ سنے ہو مجلس نکاح مین حاضر ہون اور لغدا دہر کو جانتے ہون جن لوگون نے جو سوائے انکی مین ان ہی سے ہیں کتاب حاکی پاس دیکھی ۱۲

یہ بات کہ اس کوٹھری مین سوا مقر کے اور کوئی نہین ہو صورت اسکی یہ ہو کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا وہان صرف مقر کو دیکھا بعد اسکے باہر آکر دروازے پر کوٹھری کے بیٹھ گیا اور اُس کوٹھری کی راہ سوا دروازہ کے اور کسی طرف سے نہین ہو اب مقر نے کوٹھری کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اُسکی شہادت دینا درست ہے لیکن اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کر دیگا تو شہادت اُسکی مقبول نہوگی دوسری صورت یہ ہو کہ مقرہ عورت ہو شاہد نے اُسکا جثہ دیکھا اور اُس کی آواز سُنی بعد اُسکے دو مردون نے شاہد سے یہ کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلان بن فلان کی ہو تو بھی اُسکو شہادت اسکے بیان پر درست ہے اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت اُس عورت کا جثہ نہ دیکھا تو اُسکو گواہی دینا اُسکے اقرار پر درست نہین اگرچہ دو گواہ اس شاہد سے کہدین کہ مقرہ فلان بن فلان کی بیٹی ہے اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا مُنھ کھول دیا گواہون کے سامنے اور یہ کہا کہ مین فلانی فلان ابن فلان کی بیٹی ہون مین نے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا تو اب گواہون کو بغیر دو مردون کے بیان کیے کہ یہ فلانی فلان ابن فلان کی بیٹی ہو اقرار پر شہادت دینا درست ہو جب تک وہ عورت زندہ ہو کیونکہ ممکن ہو شاہدون کو کہ اُسکی طرف اشارہ کر دیوین اور جب مرگئی تو اب اُن گواہون کو احتیاج ہے دو عادلون کے گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہو شامی مسئلہ مدعی نے اپنی وجہ ثبوت دعویٰ مین خط اقراری مدعیٰ علیہ کا پیش کیا مدعیٰ علیہ نے اُس سے انکار کیا اور قاضی نے اُس سے لکھوایا اور دونون خط ماہرین کی نگاہ مین یکسان ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوسے تو قاری الہدایہ کے فتویٰ کے موافق مدعیٰ علیہ پر حکم مال مدعیٰ مدعی کا کرا دیا جاویگا اگرچہ قاضی خان نے اسکے خلاف کو صحیح کہا ہو اور بہت سے فقہا نے اسکو رد کیا ہو اور درمختار مین قاضی خان کی تصحیح پر اعتماد کیا ہو لیکن اس صورت مین اتفاق ہو کہ اگر وہ خط مصدر مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعیٰ علیہ کے انکار کی تصدیق نہ ہوگی اور مال اُسپر لازم کیا جاویگا اور اگر مدعیٰ علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہو اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گذری اسطرح پر کہ شاہدون نے معاینہ کیا ہو اُسکو لکھتے ہوئے مدعیٰ علیہ کو یا مدعیٰ علیہ نے لکھکر شہود کو سُنایا ہووے اور وہ تحریر مصدر و معنون ہو تو حکم اس مال کا مدعیٰ علیہ پر کر دیا جاویگا اور اسکے انکار کی طرف التفات نہوگا یہ خلاصہ ہے تحقیق فقہای متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموی اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم

ص باب بیان مین اُن لوگون کے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہین

ف اس باب مین اسی کا ذکر ہو نہ اس بات کا کہ کن لوگونکی گواہی صحیح ہو اور کسکی صحیح نہین اسواسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نہ کیجاے گی اور قاضی اگر حکم کر دے اُسکی شہادت سے تو صحیح ہو جاویگا بخلاف غلام اور لڑکے اور زوجہ اور اولاد اور اصول کے کہ انکی شہادت صحیح نہین ہو لیکن خزانۃ المفتین مین ہو کہ جسوقت قاضی نے حکم کر دیا ساتھ شہادت اندھے اور محدود فی القذف کے جب توبہ کر چکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت والد کے واسطے ولد کے یا بالعکس تو نافذ ہو جاویگا اور قاضی ثانی کو اسکا ابطال نہین پہونچتا اگرچہ قاضی ثانی اسکے بطلان کا قائل ہووے شامی ص شہادت قبول کیجاوے گی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہیے کہ اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہین کہ جنکا اعتقاد اہل سُنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہین اور اصول انکے چھ فرقے ہین جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہہ معطلہ اور ہر ایک مین بارہ بارہ فرقے ہین تو سب ملا کر بہتر فرقے ہوئے ف جیسا روایت ہو عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے فرقے ہوگی امت میری تہتر فرقے سب جاوینگے جہنم مین مگر ایک فرقہ پوچھا صحابہ نے کہ وہ کونسا فرقہ ہو یا رسول اللہ فرمایا آپ نے جسپر مین ہون اور میرے اصحاب ہین روایت کیا اسکو ترمذی نے اور احمد اور ابو داؤد کی روایت مین ہو کہ بہتر فرقے جہنم مین جاوینگے اور ایک فرقہ

سلہ جاننا چاہیے کہ اس باب مین جہان یہ لفظ آیا ہو کہ اسکی گواہی اسپر تو لفظ اسپر سے مراد مضرت ہے یعنی اسکے ضرر کے واسطے اور جہان واسطے یا لئے کا لفظ آیا ہو جیسے شہادت فلانکی فلانے کیلیے تو اسکے نفع کے لیے مراد ہے ۱۲

جنت مین اور وہ فرقہ سنت وجماعت کا ہی جبریہ کہتے ہین کہ بندہ مجبور محض ہی اُسکو کسیطرح کا اختیار نہین جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال مین بالکل مختار اور اپنے کامون کا آپ خالق ہی اور نفی کرتے ہین قضا و قدر کی روافض اکثر صحابہ اور شیخین رح کی تکفیر کرتے ہین اور مبالغہ کرتے ہین مدح مین حضرت علی رض اور حسنین رض اور دیگر اہلبیت کی اُنکی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہین حضرت عثمان رض اور حضرت علی رض کی اور دشمن ہین اہل بیت کے اور تکفیر کرتے ہین طلحہ رض اور زبیر رض اور معاویہ رض کی مشبہہ تشبیہ دیتے ہین اللہ تعالی کو ساتھ مخلوقات کے اور خالق مین صفات مخلوق کے ثابت کرتے ہین قہستانی نے عوض مشبہ کے مرجیہ کو ذکر کیا ہی مرجیہ وہ فرقہ ہی جو کہتا ہی کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا معطلہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی ہیکار محض ہی یعنے صفات سے اسکو خالی سمجھتے ہین معاذ اللہ ص اور بعضے فقہا فرق کرتے ہین ان اہل ہوا مین جنکا اعتقاد کفر تک پہونچگیا ہی اور جنکا اعتقاد کفر تک نہین پہونچا ف تو شہادت نہین قبول کرتے فرقہ اولی کی اور قبول کرتے ہین فرقہ ثانیہ کی ص اور امام شافعی رح کے نزدیک ان مین سے کسی کی شہادت مقبول نہین بسبب اُنکے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ وہ اس اعتقاد کو باطل جانکر نہین اختیار کرتے بلکہ اُسی اعتقاد کو دینداری سمجھتے ہین دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہی اور کذب باتفاق ان سب فرقون کے حرام ہی اور خطابیہ ایک فرقہ ہی کٹے رافضیون مین سے انکا اعتقاد یہ ہی کہ جو شخص اپنے دعوی پر قسم کھالیوے تو اُسکے واسطے شہادت درست ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اپنے گروہ کے لیے شہادت کو واجب سمجھتے ہین ف اگرچہ مخفی ہی مولوی چلپی حاشیہ شرح وقایہ مین ہی کہ خطابیہ بفتح خاے معجمہ اور طاے مشددہ ایک فرقہ ہی کٹے رافضیون مین سے منسوب طرف ابو الخطاب کے اور وہ ایک شخص تھا کوفہ مین اسی لیے انکی شہادت مقبول نہین انتہی قتل کیا اسکو عیسی ابن موسی نے اور سولی دی اسکو کناسہ[1] مین اسواسطے کہ اسکا گمان تھا کہ علی رض خداے اکبر ہین اور جعفر صادق خداے اصغر نعوذ باللہ منہ ص اسی طرح قبول کیجاویگی شہادت ذمی کی ذمی پر اور مستامن پر اگرچہ اُن دونون کی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر اگر ایک ہی ولایت کے ہون ف شہادت ذمی کی ذمی پر مقبول ہی ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالک رح اور شافعی رح کے نہین مقبول ہی اسواسطے کہ وہ فاسق ہی اور فرمایا اللہ تعالی نے وَالْكَافِرُونَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اسیواسطے شہادت ذمی کی مسلمان پر مقبول نہین بالاتفاق تو ہوگیا مثل مرتد کے کہ شہادت اُسکی نہ دوسرے مرتد پر مقبول ہی نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاری کی بعض کی اُنہین سے بعض پر اخراج کیا اُسکا صاحب ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی ہان روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین انحضرت علیہ السلام سے کہ جائز رکھی آپنے شہادت ذمیون کی اور ذمیون کے اور فسق اُسکا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہی قبول شہادت سے اسواسطے کہ کذب اُسکے نزدیک بھی حرام ہی کیونکہ وہ ممنوع ہی سب ملتون مین انتہی مافی الہدایہ ملخصا اور مستامن اگر جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہون جیسے ترک اور روم تو اُن کی شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول نہوگی اسیطرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمی پر بھی قبول نہ کیجاویگی اور کفر مین اختلاف دین کا اسواسطے اعتبار نہوا کہ کفر سب قسم کے ایک ہی ملت مین داخل ہین ص اور قبول کیجاویگی شہادت اُس دشمن کی جو بسبب دین کے عداوت رکھتا ہو ف یعنی اگر دو مسلمانون مین عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہوگی اسواسطے کہ عداوت دینی مین احتمال کذب کا نہین ہی برخلاف عداوت دنیاوی کے جسکا بیان آگے آویگا ص اور اُس مسلمان کی جو پرہیز رکھتا ہو کبیرہ گناہون سے اور نہ اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہ پر اور غالب ہو صواب اُسکا اُسکی خطا پر ف یہی معنی عدالت کے ہین جیسا کہ اوپر گذرا ص جاننا چاہیئے کہ علما نے کبائر کی تفسیر مین اختلاف کیا ہی بعض کہتے ہین کبائر سات ہین ایک شرک کرنا ساتھ اللہ کے ف یعنی جو باتین مختص ہین اللہ تعالی کے ساتھ وہ غیر کے لیے ثابت کرنا مثلا سوا خدا کے کسی کو قابل عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لیے ثابت کرنا ص دوسرے بھاگنا

[1] کناسہ نام ایک محلہ کا تھا کوفہ مین ۱۲ منہ [2] یا اُسکی ذات مین شریک کرنا یعنے دو یا تین خدا ٹھہرانا یا اُسکے بیٹا بیٹی اعتقاد کرنا ۱۲ من مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالے

کفار کے مقابلہ سے جہاد مین تیسرے نا فرمانی کرنا والدین کی ناحق چوتھے خون ناحق کرنا پانچوین طوفان جوڑنا مسلمان پر چھٹے زنا ساتوین شراب پینا اور
بعضون نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہو اور بیشک وارد ہوا حدیث مین کچھ کم ساتھ گناہون سے جو ہلاک کرنے والے ہین شرک کرنا
ساتھ اللہ کے سحر کرنا قتل کرنا اُس نفس کا جسکو حرام کیا اللہ نے مگر حق سے کھانا بیاج کا کھانا یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا دن مقابلے کے کفار سے
تہمت زنا کرنا مسلمان عورتون پاک دامنون کو **ف** روایت کیا اسکو بخاری مسلم نے ابو ہریرہؓ سے **ص** اور فرمایا علیہ السلام نے کبائر شرک کرنا ہی ساتھ
اللہ کے اور نا فرمانی کرنا والدین کی اور خون ناحق کرنا اور قسم جھوٹی عمداً کھانا **ف** روایت کیا اسکو بخاری نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اور انسؓ کی
روایت مین جھوٹی گواہی ہی بدلے مین جھوٹی قسم کے متفق علیہ **ص** تو صحیح یہ ہی کہ یہ حدیثین نہین ہین واسطے بیان حصر کے تو کبیرہ سو وہ گناہ ہی جسکو
فاحشہ کہین جیسے لواطت یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا کوئی نص قاطع وارد ہو اُسکے مرتکب کے لیے عذاب کی دنیا یا آخرت مین اور کہا امام حلوائی نے کہ
کبیرہ وہ گناہ ہی جو شنیع ہو مسلمانونمین اور اُسمین ہتک حرمت الٰہی ہووے یا ہتک حرمت دین ہو تو عدالت مین جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہی اُسیطرح
یہ بھی چاہیئے کہ صغیرہ پر اصرار نکرتا ہو اسواسطے کہ اصرار کرنا یعنے بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ ہی اور یہ جو کہا کہ غالب ہو صواب اسکا خطا پر یعنی نیکیان اُسکی برائیون پر
زیادہ ہووین اسواسطے کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہونا عدالت کو ساقط نہین کرتا مین کہتا ہون کہ اسکے سوا اور ایک قید ضرور ہی وہ یہ ہی کہ بچے اُن افعال سے
جو دلالت کرتے ہین خست اور دنارت یعنی بیمروتی اور بے لحاظی پر جیسے راستے مین کھانا کھانا یا راہ مین پیشاب کرنا اور مقبول ہے شہادت اقلف
کی یعنی جس کا ختنہ نہوا ہو مگر اُس صورت مین جب اُسنے دین کو ہلکا سمجھکر ختنہ نہ کیا ہو **ف** یعنی جب بلا عذر ختنہ ترک کیا ہووے تو اُسکی شہادت
مقبول نہ ہوگی دُر مختار **ص** اور خصی کی **ف** یعنے جسکے خصیے نکالے گئے ہون اسواسطے کہ اسمین اُسکا کچھ قصور نہین ہے بلکہ جبراً اُس کا
ایک عضو کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے کسی کا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین کہ حضرت عمرؓ نے قبول کی شہادت
علقمہ خصی کی ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے **ص** اور ولد الزنا کی **ف** اس واسطے کہ یہ اس کے ماں باپ کا فسق ہے اُسکا اسمین اختیار
نہین **ص** امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا مین مقبول نہین اسلیے کہ وہ چاہیگا کہ دوسرا بھی مثل میرے ہو اور عمال سلطان
کی **ف** عمال جمع عامل وہ لوگ ہین جو بادشاہون کی طرف سے واسطے تحصیل حقوق واجب کے معین ہین جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوٰۃ وصول
کرنے کے لیے **ص** بشرطیکہ مُعین نہون ظلم پر اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہین اور بعضون کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت ہو کہ بیہودہ نہ بکے
اپنے کلام مین تو شہادت اسکی مقبول ہی اگرچہ فاسق ہو اسواسطے کہ مروی ہی ابو یوسفؒ سے کہ فاسق جب وجیہ ہووے جرأت نہین کرتا ہو کذب پر تو شہادت
اسکی مقبول ہی **ف** اور اوپر اسکی تحقیق گذر چکی **ص** اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لیے اور اپنے چچا کے لیے اور اپنے محرم رضاعی **ف** جیسے
رضاعی ماں بہن باپ بھائی **ص** اور سسرالی کے لیے **ف** مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس یہ سب درست ہے
ص اور نہین مقبول ہی گواہی اندھے کی اور ایک روایت مین امام صاحبؒ سے ہے کہ گواہی اندھے کی اُن چیزونمین جنمین شہادت سمعی جائز ہی مقبول
ہی اور یہی قول زفرؒ کا ہی **ف** لیکن اس روایت پر فتوی نہین بلکہ صحیح یہی ہی کہ اندھے کی گواہی مطلقاً درست نہین دُر مختار **ص** اور امام ابو یوسفؒ
اور شافعیؒ کے نزدیک قبول کیجاویگی شہادت اندھے کی اُس صورت مین جب انکھیارا ہووے وقت اُٹھانے شہادت کے **ف** یعنے جسوقت یہ
واقعہ ہوا تھا تو شہادت کے دو کنارے ہین ایک شروع کا کنارہ ہی یعنی جسوقت سے آدمی گواہ ہوتا ہی اسکو وقت تحمل شہادت کہتے ہین اور ایک اخیر
کا کنارہ یعنے جب شہادت بیان کر دیتا ہی قاضی کے سامنے اسکو وقت ادائے شہادت کہتے ہین **ص** اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت کے
آنکھ والا تھا اور اسی طرح وقت ادائے شہادت لیکن قبل اس بات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو پھر اس کی شہادت کے ساتھ

قضا درست نہین طرفین کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے **ف** شامی نے کہا کہ اور سب کتابون سے اس قول کی عدم اظہریت ثابت ہوتی ہے تو فتوی قول طرفینؒ پر ہی ہوگا **ص** اور نہین مقبول ہے شہادت غلام کی اور اُس شخص کی جسکو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ کر لیوے **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول اللہ تعالی کا ہے وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا یعنے نہ قبول کرو اُن لوگونکی جنھون نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی گواہی کبھی **ص** مگر اُس شخص کی جسکو حد قذف حالت کفر مین پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہوجاوے تو اب اُسکی گواہی مقبول ہے اور نہین ہے مقبول شہادت اُس شخص کی جو دشمن ہو بسبب دنیا کے **ف** نہ اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہے اور فاسق کی گواہی کسی پر مقبول نہین یہی مضمون سمجھا جاتا ہے محیط اور واقعات اور ہدایہ اور بہت سی کتابون سے لیکن محققین فقہا نے تصریح کردی ہے کہ مراد عداوت دنیاوی سے یہ نہین کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا وہ اُسکا دشمن ہوگیا بلکہ عداوت دینوی ایسی چاہیئے جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے والون کی جنکا اسباب لٹا رہزن غارت گر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہے کہ روایت مقبوضہ یہ ہے کہ قبول کی جاویگی شہادت عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہے اور اُسی پر اعتماد ہے چلپی لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہے کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا کہ عداوت رکھنا بسبب دنیا کے فسق ہے اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اُسکا عدل کیسے رہیگا اس لحاظ سے صحیح وہی ہے جو منقول ہوا بحر سے **ص** اور نہین مقبول ہے شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لیے البتہ اُن کے اوپر درست ہے اور شہادت عدو کی اپنے عدو پر درست نہین اور عدو کے لیے درست ہے **ف** اصل جیسے باپ دادا مان نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لیے ناجائز ہے ویسی ہی شہادت زوجہ کی زوج کے لیے اور اصل اس باب مین وہ حدیث ہے جسکو بیان کیا صاحب ہدایہ نے کہ نہ قبول کیجاویگی شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے عورت اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولی اپنے کے اور نہ مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے اور نہ نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعیؒ نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن ذکر کیا ابن الہمامؒ نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا اُسکو خصاف نے یعنے ابوبکر رازیؒ نے اپنی سند طویل سے حضرت عائشہؓ سے اور روایت کیا عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہؒ نے قول شریح قاضی کا مثل اِس کے اشباہ والنظائر مین ہے کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہین ایک یہ کہ زوج نے حسب زنا کا لگایا زوجہ پر پھر تین شاہدون کے ساتھ گواہی دی دوسرے یہ کہ زوج نے مع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے اقرار پر کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہے **ص** اور نہین مقبول ہے گواہی مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور مکاتب اپنے کے اور شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت مین **ف** یعنی جس چیز مین شریک ہین دلیل ان مسئلون کی وہی حدیث حضرت عائشہؓ اور اثر شریح کا ہے جسمین یہ مضمون ہے کہ نہین جائز ہے شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے اُس چیز مین جسمین شرکت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت مین شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہے **ص** اور اجیر کی واسطے آقا اپنے کے **ف** اسکی دلیل بھی اوپر گذری مُراد اجیر سے یہان وہ چیلہ خاص ہے جو اپنے اُستاد کا ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہے اور اُسکا نفع اپنا نفع سمجھتا ہے نہ نوکر ماہانہ یا سالانہ کا کذا فی الاصلاح اور اس باب مین دوسری بھی حدیث آئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہلبیت کے واسطے جائز رکھی روایت کیا اسکو ابوداؤد نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور قانع سے اُسی قسم کا چیلہ اور شاگرد خاص مراد ہے اور بعضون کے نزدیک اجیر سے مُراد اجیر خاص ہے یعنے نوکر جسکی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو وے اس سے احتراز ہوگیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی کہ انکی گواہی مستاجر کے لیے درست ہے

تحقیق قبول و عدم قبول شہادت عدو دنیاوی

اور شہادت اُستاد کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کے بھی درست ہو دُرمختار ص اور نہین مقبول ہو شہادت اُس مخنث کی جو نالائق افعال کرتا ہو ف یعنی عورتون کا سا سنگار اور بناؤ کرتا ہو اور لواطت کراتا ہو جیسے زنانے اس ملک کے سُنن ابو داؤد مین ہے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے اُن عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہین جماع پر اور نرمی اور لچلچا پن ہو اس کے اعضا مین تو اُس کی گواہی مقبول ہے ف اس واسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہے دُرمختار مین ہے کہ مخنث بمعنی اول بفتح نون ہے اور بمعنی ثانی بکسر نون ص اور نہین مقبول ہے شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم و نوحہ کرنے والی کی ف اس واسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہے تو اگر اُس کا گانا دفع وحشت کے لیے ہو تب بھی حرام ہے دُرمختار منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو احمق آوازون سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اُس کو ترمذیؒ نے نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو اجرت لیکر جہان موت ہوتی ہے جا کر نوحہ کرتی ہے اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے تو گواہی اُسکی مقبول ہو دُرمختار ص اور جس نے خمر ف مصنفؒ نے خمر مین بھی قید مداومت کی لگائی لیکن دُرمختار مین خلاف اس کے مرقوم ہے کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاوے گا اسمین مداومت شرط نہین کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہے دُرمختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا ص یا اور اشیائے مسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی ف اسواسطے کہ جو اشربہ مسکر نہین ہین انکی مداومت عدالت کو ساقط نہین کرتی بلکہ ادمان سکر موجب ہو سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہو فقہا نے کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہو جو نیت سے ہوتا ہو یعنے ایکدفعہ پی کر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اُسکو پاوےگا پی لیویگا کہا امام سرخسیؒ نے کہ شرط ہو اُس کے اسلئے یہ بات کہ ظاہر ہو جاوے یہ امر لوگونپر یا حالت نشہ مین نکلے اور لڑکے اُس سے مسخرہ پن کرین یہانتک کہ اگر خمر پیا اُسنے پوشیدہ تو عدالت اُسکی ساقط نہوگی اور مذکور ہو حواشی مین کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہے اور خمر مین کچھہ اس قید کی حاجت نہین مین کہتا ہون خمر مین بھی قید لہو کی ضرور ہو اسواسطے کہ پینا اُسکا واسطے دوا کے جب اطبا سے حاذقین یہ کہدین کہ اس مرض کا علاج سوا خمر کے اور نہین ہو مختلف فیہ ہو بعضون کے نزدیک حرام ہو اور بعضونکے نزدیک نہین تو وہ مسقط عدالت نہ ہوگا کذا فی الاصل فائدہ اگرچہ صاحب دُرمختار نے خمر مین باتباع صاحب بحرالرائق ادمان کو شرط نہین رکھا لیکن صحیح یہی ہے کہ خمر مین بھی ادمان شرط ہو تا فعل اسکا ظاہر ہووے ایسا ہی ظاہر ہے کافی اور قاضی خان اور ذخیرہ اور زیلعی اور حلبی اور نہایہ سے ص اور جو شخص کھیلتا ہو چڑیون سے ف جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوترون کو یونہی پالے واسطے دفع وحشت کے تو درست ہو مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو مباح نہین بسبب حرام خوری کے دُرمختار ص یا طنبورہ سے ف داخل ہین اسمین اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہو لوگون کو جمع کرکے انکے لئے لیے اور جو اپنے لیے آپ گاوے واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہین کرتا عدالت کو ف خصوصاً اُس صورت مین جب وہ کلام وعظ و نصیحت ہووے تو وہ اتفاقاً جائز ہے دُرمختار ص یا ارتکاب کرتا ہو کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہے ف جیسے زنا سرقہ قطع طریق ص یا داخل ہوتا ہو حمام مین بغیر تہ بند کے ف اس واسطے کہ کشف عورت حرام ہے ہدایہ ص یا سود کھاتا ہے ف لیکن شرط کی ہے مبسوط مین کہ مشہور ہو سود خواری مین اس واسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہے بیوع فاسدہ سے حالانکہ وہ سب سود مین داخل ہین کذا فی الاصل ص یا چوسر اور شطرنج شرط بدکر کھیلتا ہو ف دُرمختار مین ہے کہ جو سر بلا شرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن شطرنج مین چونکہ اختلاف ہے اس لیے چھہ چیزون مین سے ایک چیز بھی اگر اُس کے ساتھ پائی جاوے گی

سلہ ۱ پینے کا تا اُسکا پیشہ ہو ۱۲

مسقط عدالت ہوگی فوت صلوٰۃ کثرت حلف لعب در راہ سب و شتم مداومت شرط **ص** یا اُن سے نماز فوت ہوجاوے **ف** ہدایہ مین ہو کہ یا شرط
بدکر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج کا عدالت کو ساقط نہین کرتا اسواسطے کہ اجتہاد کو اُس مین
گنجایش ہو اور اس سے سمجھا گیا کہ چوسر مین بدنا شرط کا نماز کا قضا ہوجانا سقوط عدالت مین ضرور نہین تو قید شرط کی اور نماز کے فوت کی چوسر مین جو مصنف نے
واقع ہوئی اتفاقی ہو اور ذخیرہ مین ہو کہ کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہو شہادت کو اور ہر حال کے خواہ شرط ہو یا نہو یا نماز فوت ہو یا نہو کذا فی الاصل **ص** یا پیشاب
کرتا ہو راستے مین یا کھاتا ہو راہ مین **ف** داخل ہین اسمین وہ افعال سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہین جیسے راہ مین فقط پائجامہ پہنے ہوئے چلنا
یا لوگون کے روبرو پانون پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان پر بے ادبی مین داخل ہو اور ایک لقمے کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی اور مذاق کرنا کہ موجب
استخفاف ہو اور کمینون اور رذیلون کی صحبت مین بیٹھنا اور بازار مین دل لگی اور شور وغل کرنا **فتح و طحطاوی** **ص** یا علانیہ بُرا کہتا ہو اگلے دینداروں
یعنے صحابۂ کرام یا علمای مجتہدین رحمہم اللہ کو **ف** درمختار مین ہو کہ سلف سے مراد تابعین ہین جیسے امام ابوحنیفہؒ اور قید سلف کی اتفاقی ہے اسواسطے
کہ صرف مسلمانونکو بُرا کہنا موجب فسق ہو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بُرا کہنا مسلمانون کو گناہ ہو اور قتل کرنا اُسکا کفر ہے روایت کیا اُس کو
بخاریؒ اور مسلمؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے **مسائل الحاقیہ** شہادت اپنے دوست کی دوسرے دوست کے لیے جنمین انتہا درجہ کی دوستی ہووے
اسطرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال مین بلا تامل تصرف کرے جائز نہین گواہ مدعی کے اگر مدعی علیہ سے نہایت جھگڑتے پھرین اور خصومت کرین
تو انکی شہادت مقبول نہ ہوگی اس لیے کہ وہ مدعی علیہ کے مخاصم ہوگئے اسیطرح مقبول نہین شہادت جعلساز وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور
کاتبین دستاویزات کی اور دلالون کی اور کسان کی واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گونگے کی اور لڑکون کی آپس
کے کھیل کود مین اور بہت یاوہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانے والے کی اور تارک زکوٰۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا بھوک
سے زیادہ کھا جانے والے کی اور تماشائیون کی اور ناچنے والون کی اور کفن بیچنے والے کی **درمختار** بمقتضی اس تحقیق کے جو ہمنے شہادت فاسق مین
ذکر کی جو لوگ انمین سے ایسے ہین کہ انکی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہو درصورت وجود شرائط مذکورہ سابق کے شہادت قبول کیجاویگی
ایسے مواقع اور محال مین قاضی کو اختیار ہو کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع و روش شاہد کے عمل کرے **ص** دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی
کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا ہو اگر زید مدعی ہو وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہو تو مقبول نہ ہوگی جیسے میت کے دو دائنون یعنے
قرضخواہون نے یا میت کے دو مدیونون یعنے قرضدارون نے یا اُن دو شخصون نے جنکے لیے میت نے کچھ مال کی وصیت کی ہو یا میت کے دو وصیون نے زید کی وصایت
کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونیکا مدعی ہو تو شہادت جائز ہو ورنہ جائز نہین اور اگر دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہے زید کو
وکیل بنایا تھا اپنے قرضہ وصول کرنیکا اور زید نے دعویٰ کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت مین یہ گواہی مقبول نہوگی **ف** وجہ فرق کی اصل کتاب اور
ہدایہ مین مسطور ہو **ص** اور مقبول نہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہو جسمین اظہار ہو فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد
سے **ف** یعنے ایسے فسق سے جرح ہو جو موجب نہو کسی حق کا مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا **ص** جیسے طعن کرنا شہود پر اسطرح
کہ وہ فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی نے انکو اجرت دیکر شہادت کے لیے مقرر کیا ہو صورت اس مسئلے کی یون ہے کہ بعد تعدیل شہود مدعی
کے مدعی علیہ نے شہود قائم کیے انکی جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہوگی مقبول نہ ہوگی اور اسطرح سے صورت ہمنے اسواسطے قرار دی کہ اگر تعدیل شہود

لہ ردالمحتار مین ہو یعنی ایسی جگہ راہ مین پیشاب کرے یا کھاوے جہان آدمی دیکھتے ہون (بحر) پھر جان کہ شرط کیا ہو فقہا نے گناہ صغیرہ مین مداومت کو اور مین نے نہین دیکھا کہ شرط کیا ہو ایسے امور مین جو خلاف مروت
ہون اور سزاوار ہو کہ یہ شرط اسمین بطریق اولی ہو اور جو کرے کوئی کام خلاف مروت تو ساقط ہوجاتی ہو عدالت اسکی اگرچہ فاسق نہین ہوتا اس لیے کہ وہ مباح ہے ۱۲ مولوی محمد عبدالغفار رح

مدعی نہوئی ہو اور قبل اُسکے کوئی شخص قاضی کو خبر کر دیوے کہ شہود فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی اجرت دیکر انکو لایا ہی تو قبول ہوگا اور حکم جائز نہوگا
قبل ثبوت عدالت کے خاصکر اُس صورت مین جب دو شخص قاضی کو خبر دیوین کہ شہود مدعی فاسق ہین ف یعنے مسموع نہونا جرح مجرد کا
اُس صورت مین ہی کہ عدالت شہود مدعی گواہون سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت اُن شہود کی ثابت نہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی
اُن شہود پر مقبول ہی علی الخصوص دو شخص کا در مختار مین ہی کہ اسی پر اعتماد کیا مصنفؒ نے اور ثابت کیا اسکو ملا خسروؒ نے لیکن ابن الکمال
نے مسموع نہونا جرح مجرد کا عام رکھا ہی خواہ قبل ثبوتِ عدالتِ شہود مدعی ہووے یا بعد ثبوت اُسکے کے اور بہت سے علما اُسی
طرف مائل ہوئے ہین اور دفع کیا ہی اس تناقض کو طحطاوی نے اپنے حاشیے مین اور یہان ہمنے بوجہ خوف تطویل ترک کیا حاصل ان مقبول
ہونگے گواہ جرح مدعا علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی دین اِس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونیکا آپ اقرار کیا ہی یا گواہ مدعی کے
غلام ہین یا محدود فی القذف ہین یا ابھی شراب پی کر آئے ہین یا تہمت لگانے والے ہین زنا کی ایک شخص کو یا مدعی کے شریک ہین
یا اس اقرار پر مدعی کے کہ مین ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہون واسطے گواہی کے یا مدعی ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہی میرے مال
مین سے جو نزدیک ہی مدعی کے یا مین نے مدعی کے گواہون سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اوپر اور وہ روپیہ
مین اُن گواہون کو دے چکا ہون اور باوجود اسکے اُنھون نے شہادت دروغ دی ف یا یہ گواہ مدعی کا بیٹا ہی یا باپ ہی یا ان
گواہون نے کسی کو عمداً مارڈالا ہی حاصل تو ان سب صورتون مین شہادت شہود مدعا علیہ کی بابت جرح کے مقبول ہوگی اسواسطے کہ امور
مذکورہ موجب ہین حق شرع کے یا حکم عبد کو تو داخل ہوگی یہ جرح تحت حکم قاضی کے تو قبول کیجاویگی اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اُسنے مجلس
شہادت مین بعد ادا سے شہادت کے کہا کہ بعض جگہ مین بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اُسکی قبول کیجاویگی جیسا کہ مدعی دعوی کیا دس روپیہ
کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اُسی مجلس مین کہا کہ پانچ مین بھول گیا تھا بلکہ دس روپیہ مدعی کے چاہئے یا مدعی خطا کا ہو
زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی دس روپیہ پر پھر کہا اُسی مجلس مین کہ خطا کی مین نے اور کہا مین نے
دس غرض مین پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اُسکی اور یہ قول قبول کیا جاویگا شخص عادل سے بشرطیکہ اُسی مجلس مین ہووے اگرچہ مقام
شبہہ کا ہووے اسواسطے کہ مدعی نے جسوقت دعوی کیا پانچ روپیہ کا تو نہین قبول کیجاتی ہی شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہی گواہ کو اور
بعد مجلس بدلجانیکے اگر مقام مقام شبہہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت مین تو نہین قبول کیجاویگی شہادت شاہد کی سواے
کہ احتمال ہی مدعی کے بہکا دینے کا اور اگر مقام مقام شبہہ کا نہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہین کیا تو وہ دوسری
مجلس مین اُسکو بیان کر سکتا ہی مسائل الحاقیہ گواہی اسکی کہ زخمی زخم سے مرگیا اولی بالقبول ہی اس گواہی سے کہ وہ زخم سے اچھا
ہوکر مرا مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کئے زید پر کہ اُسنے مقتول کو زخمی کیا اور مارڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجھکو زید نے نہین مارا تو
گواہ زید کے مقبول ہونگے گواہ اکراہ کے معتبر ہین گواہون سے رضامندی کی اگر دونون کی تاریخین متحد ہون اور اگر تاریخین مختلف ہون یا تاریخ
بیان نکرین تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاوینگے گواہی فساد عقد کی اولی ہی گواہی صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اولی ہی قول سے
مدعی فساد کے قول بیع مقدم ہی قول رہن پر قول بیع وفا مقدم ہی قول ہبہ پر شہادت تا قصہ کو دوسرے شہود کامل کر سکتے ہین جیسے دو شاہدون
نے شہادت دی اس بات کی کہ یہ مکان زید مدعی کا ہی اور دو اور شاہدون نے یہ پورا کر دیا کہ وہ قبضہ مین مدعا علیہ کے ہی یا دو شاہدون
ملک کی گواہی دی شی محدود مین اور دو اور نے حدود اسکے بیان کر دیئے یا دو نے شہادت دی اسم اور نسب اور دو نے اسکی تعیین کر دی اگر ایک

شاہد نے اظہار دیا اور شاہدون نے کہا کہ ہمارا اظہار اُسکے موافق ہو تو نہین قبول کیا جاویگا یہانتک کہ ہر ہر شاہد اپنا جدا جدا اظہار دیوے
شہادت جب باطل ہوجاتی ہو بعض مین باطل ہوجاتی ہو کل مین مثال اسکی یہ ہو کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور
دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول معتمد محمدؒ کا ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہو کہ شہادت
بعض مین باقی رہے اور بعض مین باطل ہووے از انجملہ یہ ہو کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول
نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتین اسکی مذکور ہین اشباہ مین دُر مختار و طحطاوی

باب گواہی مین اختلاف ہونے کے بیان مین

ص شرط ہی موافقت شہادت اور دعوی مین اسیطرح درمیان مین دونون شاہدون کے لفظاً اور معنیً نزدیک امام صاحبؒ کے ف تطابق
لفظی سے مراد یہ ہو کہ دونون شاہدون کے لفظ افادہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اُس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ
کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی دیوے تو مقبول ہو ص اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہو تو اگر ایک شاہد نے
ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے
دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحبؒ کے نزدیک شہادت بالکل مردود ہوگی ف اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہوگا ص اور صاحبینؒ کے نزدیک
اقل پر قبول کیجاویگی ف یعنی صورت اولی مین ہزار کی اور صورت ثانی مین سو کی اور صورت ثالث مین ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاوے گا
ص جب مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت باتفاق مردود ہوگی اسواسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہو دوسرے شاہد کی
جو زیادہ بیان کرتا ہو دعوی سے اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایکسو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار
اور ایکسو کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعوی کرتا ہو اسطرح پر کہ کہے کہ میرا مدعی علیہ پر نہین ہین مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے
اُن سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی شہادت اُس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہو البتہ اس صورت مین اگر مدعی یون توجیہ کر دیوے کہ
اصل حق میرا ہزار اور ایکسو روپیہ تھا لیکن مین سو روپیہ وصول پاچکا ہون یا مین نے ابرا کیا ہو سو روپیہ سے ف یعنی معاف کر دیے
ص تو شہادت اُسکی مقبول ہوجاویگی بسبب اتفاق کے ف دُر مختار مین ہو کہ یہ حکم دَین مین ہو اور دعوی عین مین جسقدر پر دونون شاہدونکا اتفاق ہوگا
دلایا جاویگا اور عقود یعنی بیع اور شراء مین مطلقاً اختلاف شہادت مانع ہو قبول سے خواہ دعوی اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے ص اسیطرح اگر ایک شاہد نے
گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک
طلاق پر اور سو پر مقبول ہوگی ف اسواسطے کہ ان مسائل مین دونون شاہد متفق ہین ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنیً ص اگر
دونون شاہدون نے ہزار روپیہ کی یا ہزار قرض کی گواہی دی اور اُن دونون مین سے ایک نے کہا کہ پانچ سو روپیہ مدعی علیہ مدعی کو ادا کرچکا
ہی تو قبول کیجاویگی شہادت اُن دونون کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاوینگے ہزار روپیہ مدعی علیہ پر اور نہ التفات ہوگا اُس شاہد
کے قول کی طرف جو پانسو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہو اس واسطے کہ وہ متفرد ہو اس شہادت مین مگر جب اُسکے ساتھ دوسرا شخص
بھی شہادت اسکی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے کہ مدعی اپنے دَین مین سے کچھ وصول پاچکا ہو تو نہ شہادت دیوے
یہانتک کہ مدعی اُس کا اقرار کرے تا کہ مدعی علیہ کا ضرر نہووے جبکہ دو شاہدون نے گواہی دی مدعی علیہ پر کہ اسنے زید کو دس مین

تاریخ ذیحجہ یعنے عید کے دن مکہ مین قتل کیا ہی اور گواہی دی اور دو شاہدون نے کہ اُسنے زید کو اُسی تاریخ کوفہ مین قتل کیا ہی اور دونون شہادتین
قاضی کے پاس گذرین قبل حکم کے تو دونون مردود ہوجاوینگی اسلیئے کہ ایک اُنمین سے جھوٹی ہی بالیقین اور کوئی دوسرے سے اولی
نہین کہ اُسکا اعتبار کیا جاوے اور اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دیچکا بعد اسکے دوسری شہادت خلاف اسکے گذری تو دوسری مقبول
(یعنے اس صورت مذکورہ مین)
نہوگی کیونکہ شہادت اُولی کو ترجیح ہوگئی ساتھ قضاے قاضی کے تو وہ توڑی جاویگی شہادت ثانیہ سے اگر دو گواہون نے زید پر شہادت
دی کہ اُسنے ایک بیل چرایا لیکن اسکے رنگ مین اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہوگی اور زید کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شی مسروقہ
کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہوگی یہ مذہب امام صاحب رح کا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک دونون صورتون مین قطع ید کا
حکم نہوگا اور بعضون نے کہا ہی کہ اختلاف امام رح اور صاحبین رح کا اُن دو رنگون مین ہی جو قریب قریب مشابہ ایک دوسرے کے ہین جیسے سیاہی
اور سُرخی نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کے اور کہا گیا ہی کہ اختلاف سب رنگون مین ہی ف اور یہی اصح ہی عنایہ ص امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی
کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہی شب مین اور گواہ اُسکو دور سے دیکھتے ہین تو اختلاف رنگون کا مانع نہوا ف اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ بیل کا یا جو جانور ہووے
ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہی اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہی کہ ایک شاہد نے ایک طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری طرف
کا ہدایہ ص اور ظاہر تر قول صاحبین رح کا ہی ف جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف اُس صورت مین ہی کہ مدعی دعوے سرقہ ایک بیل کا کرے اور اُسکا
رنگ بیان نکرے اور جو اُسنے رنگ بیان کر دیا اور ایک گواہ نے خلاف اسکے رنگ بیان کیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہوگی اسواسطے
کہ مدعی تکذیب کرتا ہی ایک شاہد کی چلپی ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ یہ غلام خریدا ہی ہزار کو یا مکاتب ہی ہزار روپیہ پر
اور دوسرے نے ہزار اور پانسو بیان کیئے تو شہادت دونون کی مردود ہوگی اسلیئے کہ عقد بیع مختلف ہوجاتی ہی باختلاف ثمن پس ہوگا
ہر عقد پر ایک گواہ تو مقبول نہوگا ف برابر ہی کہ مدعی مدعی اکثر کا ہووے یا اقل کا در مختار ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ مولی
نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض مین ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور پانسو روپیہ
بیان کیئے اور مدعی غلام ہی ف عتق کے دعوے مین ص اور قاتل ہی ف صلح کے دعوے مین ص اور راہن ہی ف رہن کے دعوے
مین ص اور عورت ہی ف خلع کے دعوے مین ص تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی ف خواہ مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہووے یا اقل
کا ص اور اگر مدعی مولے ہی یا ولی مقتول ہی یا مرتہن ہی یا شوہر ہی تو حکم اُسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف یعنے اگر شاہدین
مختلف ہونگے لفظاً تو نہ قبول کیجاویگی شہادت نزدیک امام ابوحنیفہ رح کے اور اگر متفق ہونگے تو اگر مدعی دعوے کرتا ہی اقل کا تو نہ مقبول ہوگی
شہادت اُس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہی اور اگر دعوے کرتا ہی اکثر کا تو شہادت اقل پر مقبول ہوجاویگی کذا فی الاصل اور شارح
علام رح نے اسپر اعتراض کیا ہی اصل مین مذکور ہی ص اور اجارے مین اگر قبل گذرنے مدت کے اس قسم کا شاہدین مین اختلاف ہوا ف یعنے ایک
شاہد نے مثلاً اُجرت مکان کی سو روپیہ بیان کیئے اور دوسرے نے سو اور پچاس روپیہ ص تو حکم اسکا مثل بیع کے ہوگا ف یعنے
شہادت ہر طرح سے باطل ہوگی خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر بعد گذرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اُسکا مثل دعوی
دین کے ہوگا ف جسطرح ابھی گذرا اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہی ص اور اگر نکاح مین اس قسم کا اختلاف ہوا یعنے ایک گواہ
نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار اور پانسو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہوجاویگا استحساناً نزدیک امام صاحب رح کے ف
مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا در مختار ص اور صاحبین رح کے نزدیک شہادت رد کیجاویگی اور قول ضعیف یہ ہی کہ

کہ یہ اختلاف اس صورت مین ہی جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہووے تو شہادت اتفاقاً مقبول ہوگی لیکن صحیح وہی قول ہی کہ ہر صورت
مین اختلاف ہی اور لازم ہی میراث کی گواہی مین شاہد کو جر میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مرگیا اور ترکہ کو اُسنے مدعی کے
واسطے میراث چھوڑا یا یون کہنا کہ مورث مدعی کا مرگیا اور تا دم موت یہ چیز اُسکے قبضے مین تھی یا ملک مین تھی اور جو یہ کہا کہ یہ مال
مدعی کے مورث کا ہی تو اسپر قضا نہ کیجاویگی اور امام ابی یوسف رح کے نزدیک جر میراث ضرور نہین ف اور فتوی قول طرفین پر ہی اور
جر میراث کے ساتھ دو باتین اور ضرور ہین ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی سگا ہی یا سوتیلا یا چچا ہی دوسرے
یہ کہ سوا اُسکے اور کسی کو مین وارث میت کا نہین جانتا اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہین دُر مختار ص تو اگر شاہد نے یہ کہدیا کہ یہ چیز
مدعی کے باپ کی تھی اُسکو عاریت یا امانت یا اجارہ مین دی تھی اُس شخص کو جو قابض ہی تو جائز ہوجاویگا بلا ذکر جر میراث کے اگر دو شاہد وں
نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی اتنی مدت سے اور وقت دعوے کے وہ چیز اُسکے قبضے مین نہین ہی تو اس شہادت
سے ملک مدعی کی ثابت نہوگی اسواسطے کہ شہادت مجہول ہی کیونکہ گواہون نے یہ نہین بیان کیا کہ مدعی کے قبضے مین بطور ملک تھی
اور قبضہ چند قسم کا ہوتا ہی بطریق ملک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسف رح کے شہادت مقبول ہوگی ہان
اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی یا گواہون نے مدعی علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت صحیح ہوجاویگی
اور ملک مدعی کی ثابت ہوجاویگی اسلیے کہ جہالت مقر بہ مانع صحت اقرار نہین ف اسی طرح اگر گواہون نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے
قبضے مین بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہوجاوے گی دُر مختار

باب شہادۃ علی الشہادۃ کے بیان مین

ص شہادۃ علی الشہادۃ سب مقدمات مین سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہی لیکن شرط اُسکے قبول ہونیکی یہ ہی کہ اصل شہود کا حاضر ہونا
متعذر ہو بسبب اُنکے مرجانے کے یا بیماری کے یا مدت سفر پر ہونیکے ف یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر ہووین قاضی سے کہ تین دن
تین رات کی راہ ہووے جسطرح کتاب الصلوۃ مین گذرا ص اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف اتنا دور ہونا کافی ہی کہ اگر صبح کو شاہد اپنے
گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر مین آ کے نہ رہ سکے ف دُر مختار مین ہی کہ اسی مذہب پر فتوی ہی اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت سے
علما نے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہی کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین ہو یا سوا اسکے کسی اور کی قید مین ہو ص اور یہ بھی شرط ہی کہ ہر گواہ اصل کی گواہی پر
دو آدمی گواہ ہووین لیکن یہ ضرور نہین کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہووین ف مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اصلی دو گواہون مین ہر ایک کی شہادت
پر دو گواہ ہون تو اسکی ہمارے نزدیک دو صورتین ہو سکتی ہین مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہین اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہی کہ خالد اور بکر دونون
زید کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور دوسری صورت یہ ہی کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہون اور عمرو کی
گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہون ص اور امام شافعی رح کے نزدیک چار گواہ علیحدہ ہون یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جُدا جُدا دو دو گواہ ہون ف
اور یہ صورت درست نہین ہی کہ اصلی شاہد دونون میں سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ہی ایک گواہ ہووے ص گواہ فرعی بنانیکا یہ طریقہ ہی کہ اصلی گواہ فرعی
گواہون سے مخاطب ہو کے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر کہ مین گواہی دیتا ہون اس بات کی اور فرعی گواہ وقت ادا سے شہادت
کے یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلانے نے گواہ کیا مجھکو اپنی شہادت پر اس بات کی ف یہ قول ابو جعفر رح کا اور اسپر فتوی دیا ہی امام سرخسی نے اور اصل مین دو عبارتین

لہ جر کے معنے کھینچنے کے ہیں تو گویا شاہد کھینچتا ہی اس کہنے سے شی متروکہ کو طرف وارث کے ۱۲

اور مذکور ہین مگر دونون طویل ہین ص اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان کردیوین تو صحیح ہوجاویگا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہون مین سے ہر ایک
نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہی اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہونکی عدالت بیان نکرین تو قاضی انکی عدالت تحقیق کرلیوے ف یعنی قاضی اصلی
گواہون کا حال دریافت کرے تو اگر انکی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہون کی شہادت قبول کرے ورنہ نہین یہ مذہب امام ابو یوسفؒ کا ہی
اور امام محمدؒ کا اس مین خلاف ہی مذکور ہی اصل مین مع دلیل دونون کے اور ابو یوسفؒ کا مذہب صحیح ہی ص باطل ہوجاتی ہی شہادت فرعی گواہونکی
اگر اصلی گواہون نے شہادت سے انکار کیا ف چنانچہ اصول نے یون کہا کہ ہم گواہ نہین اس مقدمے کے یا ہمنے انکو گواہ نہین کیا یا ہمنے گواہ کیا
لیکن غلط کہا ہمنے یا اصلی گواہ مجنون یا گونگے یا اندھے ہوگئے یا انہون نے منع کردیا فرعی گواہون کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار
کے چپ ہورہے یعنے نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول ہوجاویگی در مختار ص زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہمکو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا
اس بات پر کہ مسماۃ ہند دختر عمرو قبیلہ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلان کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا کہ ہم اس عورت کو پہچانتے ہین
بعد اسکے مدعی ایک عورت لایا اور اسنے کہا کہ یہ وہی عورت ہی جسپر گواہی دی زید اور عمرو نے اسپر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہین جانتے آیا کہ
یہ وہی عورت ہی یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہوگا کہ تو اس بات کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہی جسکا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہی ف
اور اصل کتاب مین اس مسئلے مین تفصیل کی ہی ص اسیطرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط بھیجا ہو اگر گواہ مدعا علیہ کو پہچانتے
ہون تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جسکو تو لایا ہی وہی مدعا علیہ ہی جسکو قاضی کاتب نے لکھا ہی اگر ان دونون
صورتون مین گواہون نے مدعا علیہ کی نسبت طرف مضر کے کردی تو یہ جائز نہوگا جبتک کہ اسکی نسبت خاص قریب دادا کی طرف
بیان نکرین یہ امر عرب مین ہی اور لیکن عجم مین تو ان لوگون نے اپنے انساب ضایع کردیے تو فقط ذکر پیشے کا قائم مقام ہی اسکے دادا کے ذکر کے ف
عجم کہتے ہین اسکو جو عرب نہو اور لوگون کو ص جس شاہد نے اقرار کیا کہ مینے شہادت دروغ دی تو اسکی تشہیر کیجاویگی اور نہین تعزیر دیا جاویگا
ساتھ ضرب اور حبس کی اسواسطے کہ شریحؒ ف قاضی کوفہ کے تھے مقرر کیا انکو عمر بن خطابؓ نے ص جھوٹے گواہ کو تشہیر کرتے تھے اور تعزیر نہین دیتے
تھے ف روایت کیا اسکو محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار مین ص تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تھا تو اسکو اسکے بازار مین روانہ کرتے تھے ورنہ اسکی قوم
کی طرف جسوقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے تھے کہ شریح نے تمکو سلام کہا ہی اور کہا ہی کہ اس گواہ کو ہمنے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو
اس سے اور آگاہ کرو لوگون کو اسکے حال سے کہ پرہیز کرین اور صاحبینؒ کے نزدیک اسکو سزا دے ضرب و حبس کی ف اور تقدیر اسکی راے
قاضی کی طرف مفوض ہی ہدایہ ص اور یہی قول شافعیؒ کا ہی بدلیل اس بات کے کہ حضرت عمرؓ نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا
منہ اسکا ف روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین ابن الہمامؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہی اور کہا ہی کہ یہی صحیح ہی [illegible] کہا ہی کہ
مصنفؒ نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اسواسطے کہ شہادت زور گواہون سے نہین ثابت ہوتی ہی بدون اقرار
کے ف کیونکہ گواہون سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ معتبر نہین ص مین کہتا ہون کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم
ہوجاتا ہی بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اسکو پھر زید زندہ نکلا یا کسی
شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن پورے گذر گئے اور آسمان مین کوئی آفت ابر وغیرہ کی نہ تھی اور چاند نظر نہ آیا

لہ [illegible] عین مہملہ و زاے معجمہ مشددہ [illegible] اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ لہ یعنی مضر جد اعلی کا نام ہی تو فقط ذکر جد اعلی سے
تعریف و توصیف کامل نہین ہوتی یہانتک کہ اسکا خاص قبیلہ یعنی قریب کے دادا کا نام بیان نکرین ۱۲ منہ مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالی

اور مثل اسکے بہت سی صورتین ہین

فصل گواہی سے رجوع کرنے کے بیان مین

دونون گواہ اگر پھر جاوین اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اُسکا اعتبار ہوگا **ف** اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہو جسکے پاس پہلے گواہی دی تھی سو اگر رجوع کریگا غیر قاضی کے سامنے تو اُسکا اعتبار نہین اسی واسطے اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا رجوع شاہدونکا غیر مجلس قضا مین تو یہ دعوی مسموع نہوگا بوجہ فاسد ہونے دعوی کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدون نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے تو مقبول ہوگا در مختار **ص** تو اگر قبل حکم کے پھرے **ف** یعنی ابھی تک قاضی نے اُنکی شہادت سے حکم نہین کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گئے **ص** تو ساقط ہو جاویگی شہادت اور کچھ تاوان نہوگا اُن پر **ف** اسواسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گئے تو اُنکی شہادت سے کوئی چیز تلف نہین ہوئی نہ مدعی کی نہ مدعی علیہ کی ہدایہ **ص** اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرے تو حکم فسخ نکیا جاویگا بلکہ دونون شاہدونکو تاوان دینا پڑیگا اُس چیز کا جو اُنکی گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شئی مدعی علیہ سے لیچکا ہے اور جو ابھی تک وہ شئی مدعی نے مدعی علیہ سے نہین لی ہے تو تاوان واجب نہوگا بلکہ موقوف رہیگا تاوان قبض مدعی پر برابر ہے کہ وہ شئی مدعی دین ہو یا عین اور امام شافعی کے نزدیک تاوان نہوگا شاہدون پر **ف** اور دلیل ہماری اور اُنکی اصل مین مذکور ہے در مختار مین ہے کہ مذہب مفتی بہ یہ ہے کہ بعد حکم کے اگر شاہد رجوع کریگا تو مطلقاً تاوان اُس سے لیا جاویگا خواہ مدعی نے وہ شئی مدعی علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اسواسطے کہ جب حکم فسخ نہین ہو سکتا تو خواہ نخواہ مدعی اُس حکم کی تعمیل کریگا اور مدعی علیہ کو وہ شئی ادا کرنی پڑیگی تو مدعی علیہ اپنا نقصان شاہدون سے بھر لیگا **ص** اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ باقی گواہونکا شمار ہوتا ہے نہ پھر نیوالون کا مثلاً تین گواہون نے گواہی دی اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت ابھی باقی ہے اب البتہ اگر ایک اور پھر جاویگا تو دونون نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے اور اگر ایک مرد اور دو عورتون نے گواہی دی بعد اسکے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اُسپر لازم ہوگا اور اگر دونون عورتین پھر گئین تو نصف مال کا ضمان دینگی اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی بعد اسکے آٹھ عورتین پھر گئین تو اُن پر ابھی ضمان کچھ نہ آویگا اسواسطے کہ بقدر نصاب باقی ہین البتہ اگر ایک اور پھر جاویگی تو اُن نو عورتون پر چوتھائی مال کا ضمان آویگا اسواسطے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہین کیونکہ ایک عورت کا پاؤ نصاب اور مرد کا آدھا باقی ہے تو سب ملاکر تین ربع ہوئے اور اگر صورت مذکورہ مین سب پھر جاوین یعنی ایک مرد بھی اور دسون عورتین تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر ہے اور باقی دس عورتون پر اور صاحبین کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسون عورتون پر **ف** صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہے اور عورتین اگرچہ کثیر ہین لیکن سب ملاکر قائم مقام ایک مرد کے ہونگی اور امام صاحب یہ کہتے ہین کہ دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کے ہین اور ایک مرد ملاکر گویا چھ مردون کی گواہی ہوئی اور اسمین یہی حکم ہوگا کہ ہر مرد پر چھٹا حصہ مال کا لازم آوے گا ایسا ہی اس صورت مین اسی طرح ہے اصل اور ہدایہ مین **ص** اور اگر صورت مذکورہ مین دسون عورتین پھر جاوین اور تنہا مرد باقی رہجاوے تو نصف مال کی ضامن ہونگی اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے بالاجماع یعنی باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر دو مردون اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمہ مین بعد اسکے دونون مرد پھر گئے اور عورت نہ پھری تو کل مال کا تاوان دونون مردون پر لازم آوے گا اسواسطے کہ ایک

۱؎ یعنی قید اقرار شاہد کی اتفاقی ہوگی اور مراد یہ ہے کہ کسی طرح جھوٹ گواہون کا ثابت ہو ۱۲ ۲؎ اسلئے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہین ۱۲

عورت باقی رہی اور اُس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا ف اسواسطے کہ ایک عورت پورا گواہ نہیں ہوسکتی بلکہ ایک ٹکڑا ہی شاہد کا تو نہ حکم مقضا ہوگا اُسکی نظر ہدایہ میں ہے ص اگر
دو شاہدوں نے گواہی دی نکاح پر عوض میں اتنے مہر کے کہ وہ مہرِ مثل اُس عورت کے مقدار میں کم ہے یا برابر بعد اُسکے رجوع کیا تو ضامن نہونگے برابر ہے کہ مدعی عورت
ہو یا شوہر البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اس مقدار مہر پر جو مہرِ مثل سے اُس عورت کے زیادہ ہے بعد اُسکے رجوع کیا تو اگر مدعی علیہ شوہر ہوگا اور گواہوں نے
زوجہ کیطرف سے گواہی دی تھی تو جسقدر مہر مسمّی زیادہ ہے مہرِ مثل سے اتنا شہود سے زوج پھیر لیگا اور اگر مدعی زوج ہے اور اُسی کیطرف سے گواہی دی تھی
تو شہود پر کچھ ضمان نہیں ف حاصل یہ ہے کہ یہاں چھ صورتیں ہیں اسیطرح پر کہ مہر مسمّی یا مہرِ مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت میں یا شہادت
زوج کی طرف سے ہوگی یا زوجہ کی طرف سے تو ضمان صرف ایک صورت میں ہے وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو اور مہر مسمّی یعنے جسکو شہود نے بیان کیا ہے مہرِ مثل سے زیادہ
ہو تو بقدر زیادت شہود سے ضمان لیکر زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتوں میں گواہوں پر کچھ تاوان نہیں ص اگر دو گواہوں نے شہادت دی بیع کی اور مدعی
مشتری ہے اور بعد اُسکے رجوع کیا تو ثمن مسمّی یا قیمت سے زیادہ ہے یا برابر ہے یا کم ہے تو اوّل دونوں صورتوں میں تاوان نہیں اور تیسری صورت
میں جسقدر بائع کا نقصان ہوا ہے قیمت سے اتنا گواہوں سے تاوان دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہے تو اوّل صورتوں میں مشتری کو جسقدر قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہے
اُسکا تاوان گواہوں سے نہیں لیگا اور دوسری اور تیسری صورتوں میں کچھ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہدوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق
دیا ہے قبل دخول کے اور قضاءً ونفاذاً نصف مہر کا حکم ہوا بعد اُسکے ان گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اُنسے لیا جاویگا
اور اگر بعد دخول کے گواہوں نے گواہی دی طلاق کی بعد اُسکے رجوع کیا تو اُنپر کچھ ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر یہاں واجب ہو چکا ہے
شوہر کے ذمے پر دخول سے اور گواہوں نے زوج کا کچھ تلف نہیں کیا ف مگر منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہیں شرح میں ہے ص اور اگر گواہوں نے گواہی دی
کہ اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا ہے بعد اُسکے رجوع کیا تو ضامن ہونگے گواہ اُس غلام کی قیمت کے ف اور ولا اس غلام کی مولی ہی کو ملے گی نہ شاہدین کو
(اور قاضی نے حکم آزادی کا کر دیا ہو ۱۲)
ص اگر گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید قصاص لیا گیا بعد اُسکے رجوع کیا گواہوں نے تو دیت زید کی لازم آویگی گواہوں پر اور امام شافعیؒ کے
نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاوینگے زید کے قصاص میں ف دلیل ہماری اور شافعیؒ کی ہدایہ میں مذکور ہے ص اگر بعد حکم کے فرعی گواہوں نے رجوع کیا تو
اُنپر ضمان لازم آویگا اور اگر اصلی گواہوں نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہوں کو گواہ نہیں بنایا تھا یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہمنے تو اُنپر ضمان
نہوگا نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور محمدؒ کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہوں سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو ضمان فقط فرعی
گواہوں پر ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہوں سے لیوے یا فرعی گواہوں سے اور اگر فرعی گواہوں نے بعد حکم کے
کہا کہ اصلی گواہ جھوٹے تھے یا اُنھوں نے غلطی کی تھی اس شہادت میں تو اس قول کی طرف التفات نہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہوں کی بتاتا ہے
اگر اُسنے بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحبؒ کے اسلئے کہ تزکیہ کے سبب سے شہادت شہادت ٹھہری اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن
نہوگا ف لیکن اگر اُسنے یہ کہا کہ میں نے تزکیہ میں خطا کیا تھا تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی ضامن نہوگا ص اگر چار گواہوں نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی
اور دو آدمیوں نے اُسکے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اُسکے احصان کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضمان دیت نہ دینگے ف البتہ اگر زنا کے
گواہ رجوع کرینگے تو ضامن ہونگے دیت کے ص اگر دو گواہوں نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو

له اسواسطے کہ اوّل صورت میں مشتری ثمن زیادہ دینا پر راضی ہے اور دونوں صورتوں میں کچھ اُسکا تلف نہیں ہوا ۱۲ ؎ اسلیے کہ دوسری صورت میں کچھ بیع کا نقصان نہیں اور تیسری صورت میں قیمت سے بیع
کم دینا پڑی ۱۲ ؎ نزدیک ابو حنیفہؒ کے اور ابو یوسفؒ کے اسلئے کہ قضاء قاضی شہادت فرع پر واقع ہوئی ہے یہی علت قریب ہے اور اسیکی نظر حکم مقضا ہوگا کذا فی الاصل ۱۲ ؎ اسواسطے کہ دلیل کا
نہیں ثابت ہوتا بقول فرع کے اور فرع اپنی شہادت سے رجوع نہیں کیا لیکن قول اُنکا دوسرے کی جانب التفات نہوگا کذا فی الاصل ۱۲ ؎ اسلئے کہ احصان شرط محض ہے نہ مقتضا ہوگا اصلی حکم تزکیہ کذا فی الاصل

فلان امر پر معلق کیا تھا اور دو اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وہ فلان امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کردیا اس غلام کی آزادی کا بعد اسکے سب گواہوں نے رجوع کیا تو تاوان اس دونوں گواہوں پر لازم آویگا جنہوں نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا اور جو فقط پچھلے گواہوں نے رجوع کیا تو اسمین مشایخ کا اختلاف ہے

کتاب الوکالۃ

جائز ہے وکیل کردینا ف جواز وکالت کا ثابت ہے کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالی نے فَابْعَثُوا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ الآیۃ یعنے بھیجو ایک کو تم مین یہ چاندی دیکر طرف شہر کے الخ اور نقل کیا اس قصے کو اللہ تعالی نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہین ظاہر ہوا نسخ اسکا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو بہت ہین ازانجملہ یہ ہے کہ یہ روایت کی ترمذی اور ابوداؤد نے حکیم بن حزام رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا انکو ایک دینار تاکہ خرید لاوین واسطے حضرت کے قربانی تو حکیم نے اس دینار کے بدلے مین ایک بکری خریدی اور بیچا اسکو بدلے مین دو دینار کے پھر ایک دینار کے بدلے مین قربانی خریدی اور لائے قربانی اور ایک دینار بھی انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپ نے برکت ہونے کی تجارت مین انکی اور روایت کی مانند اسکے بخاری نے عروہ بن ابی الجعد بارقی رض سے ازانجملہ وہ ہے کہ روایت کی ابوداؤد نے جابر رض سے کہا کہ ارادہ کیا مین نے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور سلام کرکے کہا مین نے کہ مین ارادہ رکھتا ہون خیبر کو جانیکا تو فرمایا آپ نے جب جاوے تو ہمارے وکیل سے تو لیجیو اس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھسے تو رکھیو تو ہاتھ اپنا اوپر گلے کے اور ازانجملہ وہ ہے کہ روایت کی مسلم نے جابر رض سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ جانورونکی قربانی کی اور حکم فرمایا علی مرتضی کو کہ باقی تم ذبح کرو اور ازانجملہ یہ ہے کہ وکیل کیا حضرت نے عمر بن ام سلمہ رض کو واسطے نکاح اپنے کے ام سلمہ رض انکی مان سے روایت کیا اسکو نسائی نے ف یعنی توکیل کہتے ہین کسیکو کردینا تصرف کا غیر کو لیکن شرط اسکی یہ ہے کہ موکل خود تصرف کا مالک ہو ف یعنی حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو لیکن امام صاحب رح کے نزدیک ضرور نہین کہ موکل نے جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اسی خاص تصرف کا موکل مالک ہو یہانتک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہے انکے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل ص اور وکیل اس معاملے کو سمجھتا ہو اور اسکا قصد و ارادہ رکھتا ہو ف یعنے وکیل سمجھتا ہو کہ اسبات کو کہ بیع دور کرنیوالی ہے ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہے ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے تمیز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کریگا تو موکل کیطرف سے نہوگا کذا فی الاصل ص تو صحیح ہے وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو اور اگر وکیل کیا حر عاقل بالغ یا عبد یا ماذون یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہو یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن ان دونون سے حقوق عقد متعلق ہونگے بلکہ انکے موکل سے متعلق ہوجاوینگے ف تو حاصل یہ ہے کہ ضروری یہ بات کہ موکل یا حر عاقل بالغ ہو یا عبد یا ماذون یا صبی ماذون ہو تو اگر مجنون یا صبی غیر عاقل ہے تو اسکی توکیل مطلقاً صحیح نہین اور اگر صبی عاقل ہے لیکن غیر ماذون ہے تو اسکی توکیل تصرفات نافعہ محضہ مین جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ مین درست ہے اور تصرفات ضارہ محضہ مین یعنے جن مین نرا ضرر ہے جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز نہین اور رہے تصرفات دائر بین نفع و ضرر مین جیسے بیع و شرا اجارہ ان مین اجازت ولی پر موقوف ہے اسیطرح صحیح نہین ہے توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہے اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جاکر مل گیا

۱؎ اقرأ آیت کا ترجمہ یہ ہے پس بھیجو کر دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ زیادہ ہے پس لاوے تمہارے لیے کھانا اس سے تو اصحاب کہف نے ایک کو وکیل کیا واسطے خرید طعام کے ۱۲ ؎ ماذون وہ غلام ہے جسکو مولی نے اجازت تصرفات اور تجارت کی دی ہو اور صبی ماذون وہ لڑکا عاقل جسکو ولی نے اذن دیا ہو خرید و فروخت کا ۱۲ مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالی

تو باطل ہوئی اور وکیل ضرور ہو کہ یا حر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد محجور یا صبی محجور بشرطیکہ عاقل ہوں لیکن عبد محجور اور صبی محجور نے
اگر تصرف کیا موکل کیطرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن رد بالعیب وغیرہ رجوع کرینگے اصل موکل کیطرف یعنی وکیل سے ان حقوق کی بابت مواخذہ
نہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلوں کے کہ انمیں حقوق عقد متعلق ہوتے ہیں اصل عاقد سے جو خود وکیل ہو درمختار مع زیادہ من غیر حصہ وحواشیہ ص
جتنے معاملات موکل خود کر سکتا ہی انمیں دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہی اور یہ بھی جائز ہی وکیل کرنا سوال و جواب کیلئے مقدمات میں یعنی مدعی کو درست ہی
کہ خصومت و استغاثہ کے لئے نزدیک حاکم کے جسکو چاہے وکیل کر دیوے اسیطرح مدعی علیہ کو بھی درست ہی کہ جواب دہی کیلئے جسکو چاہے وکیل کرے
لیکن بعض مشایخ کہتے ہیں کہ وکیل کرنا خصومت کیلئے بغیر رضامندی طرف ثانی کے باطل ہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہو صاحبینؒ کے نزدیک اور
بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف صحت میں نہیں ہی یعنی صحیح سب کے نزدیک ہی بلکہ اختلاف لزوم وکالت میں ہی ف یعنی صاحبینؒ کے نزدیک بغیر رضا خصم
وکالت ایک فریق کی لازم ہی کیا معنی کہ خصم کی نامنظوری سے وکالت رد نہیں ہو سکتی اور امام صاحبؒ کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہو جاویگی اصل اور
ہدایہ میں اسی کو اختیار کیا ہی ف میں کہتا ہوں کہ اب قول مفتی بہ یہ ہی کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے درست ہی اور لازم ہی یعنی ہر ایک کو
مدعا علیہ اور مدعی میں سے پہونچتا ہی کہ جسکو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہو اور یہی مذہب ہی صاحبینؒ
اور امام شافعیؒ کا اور اختیار کیا ہی اسکو عتابی نے اور صحیح کہا اسکو نہایہ میں اور اسی پر فتویٰ دیا فقیہ ابو اللیثؒ وغیرہ نے اور بعض فقہا نے اسکو مفوض
کیا ہی طرف رائے حاکم کے درمختار وکالت بالخصومۃ کا جواز اثر سے حضرت علی مرتضیٰؓ کے ثابت ہی روایت کیا بیہقی نے کہ حضرت علیؓ وکیل کرتے
مقدمات میں عقیلؓ کو اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وکیل کرتے تھے عبد اللہ بن جعفر طیارؓ کو ص ہاں اگر موکل مریض ہو ایسا کہ مجلس
قاضی تک آنا اسکو ممکن نہو یا مدت سفر کی راہ پر ہووے یا مشغول ہو واسطے تیاری سفر کے یا موکل عورت پردہ نشین ہووے تو بغیر رضا خصم توکیل
لازم ہی اجماعاً ف اور مفتی بہ یہ ہی کہ سب صورتوں میں درست اور لازم ہی جیسا کہ معلوم ہوا ص وکیل کرنا درست ہی سب حقوق کے دینے اور لینے کیلئے
مگر حدود اور قصاص کے لینے کیلئے وکیل کرنا درست نہیں جب موکل غائب ہووے ف اسیطرح … کیونکہ حدود اور قصاص وکیل سے قائم نہیں ہو
تو ضرور ہی اصل مجرم کا حاضر ہونا ص اسواسطے کہ احتمال ہی عفو کا قصاص میں ف یعنی احتمال ہی کہ اگر موکل حاضر ہوتا وقت استیفائے قصاص کے تو
شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھکر رحم کرتا اور عفو کرتا ص اور شبہہ ہی کہ قاذف کی تصدیق کرتا مقذوف حد قذف میں ف یعنی اگر موکل جو مقذوف
ہی حاضر ہوتا وقت قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اسکی تصدیق کرکے حد اسپر سے ساقط کرتا ص یا مدعی مال کا دعوے … کرتا اور سرقہ کا دعویٰ نکرتا
حد سرقہ میں اور جائز ہی توکیل واسطے استیفا اور تعزیر کے مدعی علیہ … وہ عقد جن عقدوں کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہو ف یعنی اسمیں موکل کے ذکر کی حاجت
نہیں جیسے بیع و شرا میں وکیل اتنا ہی کہتا ہی کہ میں نے بیچا یا میں نے خریدا کذا فی الاصل جیسے بیع اجارہ صلح اقرار تو انکے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہو ویں
ہی تسلیم کریگا مبیع کو طرف مشتری کے اگر بائع کا وکیل ہی یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہی یا قبضہ کریگا ثمن پر اول صورت میں … دوسری صورت میں
اور اسی سے خصومت ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع میں اول صورت میں اور وہ خود خصومت کریگا بائع سے بصورت … دوسری صورت میں اور
خصومت کیا جاویگا شفعہ کی بابت اس چیز کی جو اسنے بیچی یا خریدی جب تک وہ چیز اسکے قبضہ میں ہی اور جب موکل کو تسلیم کردے تو … ساتھ عیب کے
… اسکے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے لے سکتا ہی ف

ف یعنی اختلاف لزوم کا وکالت میں ہی ۱۲ ف اور اگر حاضر ہو تو وکیل کرنا درست ہی واسطے استیفاے حد اور قصاص کے نہ واسطے اثبات کے کیونکہ … سوا اسکے
مجرم کے اور کسی سے نہیں ہو سکتا ۱۲ ف ان عقود کو اگر وکیل موکل کی طرف نسبت کریگا تو حقوق موکل ہی کی طرف راجع ہونگے … ۱۲

یہ ہمارا مذہب ہے اور نزدیک امام شافعیؒ کے سب حقوق راجع ہوتے ہیں طرف مؤکل کے لیکن جاننا چاہیے کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو وکیل کے لیے ثابت ہوتے
ہیں دوسروں پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہیں دوسروں کے تو پہلی قسم کے حقوق جیسے قبضہ کرنا مبیع پر اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت
کرنا عیب میں اور پھیر لینا ثمن کا درصورت استحقاق مبیع یعنی مبیع کسی اور کی نکلنے کی صورت میں تو اس قسم کے حقوق میں وکیل کو اختیار ہوتا ہے لیکن اسپر تعمیل انکی
واجب نہیں یہانتک کہ اگر وہ باز رہے تو مؤکل ان افعال پر اُسکو جبر نہیں کرسکتا اسواسطے کہ وہ متبرع ہے ان کاموں میں تو سپرد کرسکتا ہے مؤکل کو ان کاموں کے
لیے اور قریب ہے کہ آویگا کچھ بیان اسکا کتاب المضاربت میں اور اگر وکیل مرجاوے تو اختیار ان حقوق کا اسکے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل
کردینگے اپنے مورث کے مؤکل کو اور امام شافعیؒ کے نزدیک مؤکل یہ کام کرسکتا ہے بغیر وکیل کے وکیل کیے ہوئے یا اُسکے وارثوں کے وکیل کیے ہوئے یعنی
کیونکہ وکیل یا اسکے وارث پھر مؤکل کو وکیل نہ بناویں اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی مؤکل کرسکتا ہے اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم
کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے انمیں وکیل مدعی علیہ ہوجاتا ہے طرف ثانی کا تو مدعی کو پہونچتا ہے کہ ان کاموں کیلیے اسپر
جبر کرے کذا فی الاصل ص اور جبکہ وکیل خریدتا ہے اُسیوقت سے اُس شئی میں ملک مؤکل کی ثابت ہوتی ہے تو وکیل نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہو گا
ف اسواسطے کہ وکیل اُسکا مالک ہی نہیں ہوا ص اور بعض مشایخ کے نزدیک ثابت ہوتی ہے ملک اولا وکیل کے لیے پھر اُس سے طرف مؤکل کے منتقل ہوتی ہے
اسلیے کہ عقد ان ہی دونوں میں جاری ہوتا ہے لاکن اس طریقے پر بھی آزاد نہو گا اسلیے کہ وکیل کے لیے ملک غیر مستقر ثابت ہوتی ہے پس آزاد نہ ہوگا اور
جو عقود ایسے ہیں کہ وکیل انکو اپنے مؤکل کیطرف نسبت کرتا ہے جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے ف یعنے جب مدعی علیہ منکر ہو اور پہلے صلح وہ
تھی کہ مدعی علیہ اسمیں مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شرا کے تھی اسی سبب سے وکیل اسکو اپنی طرف نسبت کرسکتا تھا برخلاف اسکے ص اور قتل عمد سے
اور عتق بمقابلہ مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گرو کرنا اور قرض دینا تو اُن کے حقوق بھی متعلق ہونگے
مؤکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر نہ طلب کیا جاویگا اور نہ وکیل زوجہ کو تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے
عمرو کو وکیل کیا ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار ہے کہ یا وصف طلب کے نہ دیوے قیمت عمرو کو نہ دیو اور جو دیدے تو درست ہے پھر وکیل اس سے طلب نکر
ف اسواسطے کہ حق حقدار کو پہونچ گیا جاننا چاہیے کہ بعض شارحوں نے دیکھنا چاہیے کہ وہ منسوب ہوتی ہیں طرف وکیل کے یا مؤکل کے
لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہیں انمیں کہ وہ مستغنی ہیں مؤکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول میں ہیں اسیطرح نکاح اور خلع مؤکل کے ذکر سے مستغنی نہیں
تو وہ قسم ثانی میں ہیں لیکن صلح تو خواہ مدعی علیہ کے اقرار کیحالت میں ہو یا انکار کیحالت میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں صورتوں اضافت میں یعنی
دونوں قسمیں اسکی یکسان ہیں مثلاً زید نے جب دعویٰ کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اسواسطے کہ صلح کرلے زید سے بمقابلے
ایک سو روپیہ کے اور زید نے ان روپیوں پر صلح کی اور وکیل نے قبول کرلیا تو یہ صلح تمام ہوجاویگی برابر ہے کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر سواسطے
کہ اگر عمرو مقر ہے تو یہ صلح مثل بیع کے ہے تو حقوق اسکے راجع ہونگے طرف وکیل کے جیسے بیع میں تو بدل صلح کا تسلیم کرنا وکیل پر لازم آویگا اور نہ
اگر عمرو منکر ہے تو وہ عوض ہے قسم کا حق میں مدعی علیہ کے یعنی مدعی علیہ نے سو روپیہ دیکر حلف سے اپنے تئین چھڑایا تو وکیل سفیر محض ہے تو نہ راجع
ہونگے حقوق اسکی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسئلہ ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کے لیے درست نہیں البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر
ایک شخص کو وکیل کیا اسکے قبضے کے لیے تو درست ہے

ص باب خرید و فروخت کے لیے وکیل کرنے کے بیان میں

لہ ان عقود میں اگر وکیل اپنی طرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگی و مختار یعنی مؤکل پر صحت انکی لازم نہوگی یہانتک کہ نکاح کی اگر اضافت کی وکیل نے اپنی طرف تو وکیل ہی کا نکاح ہوجاویگا نہ مؤکل کا اور یہ سزاوار نہیں کہ نفی عقد بیع نہو در مختار ۱۲

اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کچھ دراہم دیکر کہ طعام خرید لا تو اگر دراہم کثیر دیے ہین ف مثلاً دس درہم یا زیادہ ص تو مراد طعام سے گیہون ہونگے ف
یہی ہی ہر ملک کے عرف پر تو عرب مین طعام کا عرف گیہون پر ہوتا ہی تو وہی مراد ہونگے ص اور اگر دراہم قلیل دیے ہین ف جیسے تین درہم یا کم ص تو
مراد اس سے روٹی ہوگی اور اگر دراہم بدرجہ متوسط دیئے ہین یعنے نہ قلیل نہ کثیر ف جیسے تین اور دس کے بیچ مین جیسا چھ چار یا پانچ وغیرہ ص تو آٹا مراد ہوگا
ف وجہ ان مسائل کی یہ ہی کہ جب موکل نے دراہم کثیرہ دیئے تو معلوم ہوا کہ غرض اسکی ایسے طعام سے ہی جسکا رکھ چھوڑنا ایک مدت طویلہ تک ہو سکے
اور آٹا مدت طویلہ تک نہین رہسکتا اور روٹی مدت متوسطہ تک رہ نہین سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اسکی گیہون ہین اور جب قلیل دراہم دیئے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز
مراد ہی جو بالفعل کھائی جاوے وہ روٹی ہی اور جب متوسط دراہم دیئے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہی درمیان روٹی اور گیہون کے باقی رہنے مین ص اور
جو موکل نے دعوت ولیمہ کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال مین ف کیونکہ لوگ اسکے یہان بیٹھے ہوئے ہین منتظر کھانیکے اور یہ قرینہ ہی اس بات کا کہ مراد
اسکی طعام سے ایسی چیز ہو جسے سردست کارروائی ہوسکے ص اور توکیل نہین صحیح ہی اُس چیز کی خرید کیلیے جسکے جنس مین جہالت فاحشہ ہو جیسے غلام
اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اسکی بیان کردے ف جاننا چاہئے کہ جو دو چیزین ایسی ہین کہ انکی حقیقت اور انکی غرض ایک ہی تو وہ ایک جنس
مین داخل ہین جیسے بکرا بکری قربانیکی حقین اور اگر انکی حقیقت اور غرض مختلف ہو مثلاً انسان اور جانور یا فقط غرض مختلف ہی جیسے مرد اور عورت
تو وہ چیزین علیحدہ علیحدہ جنس سے ہین اور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہی کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اسکے نیچے اور اجناس ہوون جیسے بردہ اسمین غلام اور
لونڈی دونون داخل ہین اور وہ دونون الگ الگ جنس مین ہین آدم مین کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہین مثلاً غلام سے خدمت اور باہری
کام کاج مقصود ہین اور لونڈی سے وطی اور اندرونی کام مقصود ہین بلکہ ہر ایک مین بھی اغراض بہت مختلف ہین جیسے غلام ترکی مین حسن مقصود ہوتا ہی
اور غلام ہندی مین خدمت اسیطرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونون مجہول ہین بجہالت فاحشہ تو ان چیزون کی خرید کرنیکے لیئے وکیل کرنا درست
نہین ہی اگرچہ قیمت بیان کردیجاوے جب تک اسکی نوع بیان نکرے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص البتہ اگر جانور کی نوع بیان کردیوے
جیسے گدھا یا گھر کی قیمت اور محلہ بیان کردیوے تو درست ہی ف اسی طرح اگر گھوڑا کہدیا یا خچر تو توکیل درست ہوجاویگی تو اگر موکل نے
ثمن بھی بیان کردی تو بہتر ہی ورنہ وکیل جسطرح کا گھوڑا یا گدھا خرید لاویگا موکل کو لینا پڑیگا ص اسیطرح اگر جانور کی جنس خاص معلوم ہووے
اور اُسکی صفت معلوم ہووے تب بھی توکیل درست ہی جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے گائے یا بکری کے اگرچہ اسکی صفت بیان نکی کہ دبلی ہووے
یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اسکی نوع یعنی ترکی ہندی یا ثمن اسکا اسطرح پر کہ اس سے نوع معلوم ہوجاوے
بیان کرے تو درست ہی مسئلہ زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلان غلام معین تو مجھے خرید دے اُس ہزار روپیہ
بدلے مین جو میرے تیرے اوپر ہین تو صحیح ہوجاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالہ کرنیکے تلف ہوگیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور
اگر زید نے یہ کہا عمرو سے کہ تو ایک غلام ترکی مثلاً مجھے خرید دے ف یعنے غلام کو معین نکیا ص اُس ہزار کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر آتے ہین
اور عمرو نے ایک غلام ترکی خریدا اور قبل اس بات کے کہ زید کو وہ غلام حوالہ کرے عمرو کے پاس ہلاک ہوگیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے
ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام زید نے قبضہ کرلیا عمرو سے تو زید کا ہوجاویگا ف یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کا اسمین اختلاف ہی
دلیل دونون کی مذکور ہی اصل مین اور ہدایہ مین ف اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئین خرید کر میرے لئے اپنے مولی سے
اور غلام نے مالک سے کہا بیچ تو مجھکو میرے ہاتھ فلانے کے لیئے اور مولی نے بیچا تو وہ غلام اُس شخص کا ہوجاویگا جسنے حکم کیا تھا ف اسواسطے کہ غلام

لہ اور قیاس مقتضی اسکا تھا کہ یہ وکالت صحیح نہو واسطے جہالت فاحش کے جنس مین لاکن شرع مین برداشت ہوا ۱۲ من مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالے

غیر کا وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لئے ہو سکتا ہے ص اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو مجھکو میرے ہاتھ اور فلانے کیلئے نہ کہا تو آزاد ہو جاویگا ف اور ثمن اس غلام پر لازم آویگا ص اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجھکو خرید لے میرے مولے سے بدلے ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اس شخص کو دیدئے تو اگر وہ شخص مولی سے یہ کہیگا کہ میں اس غلام کو اسی کے لئے خرید کرتا ہوں اور مولی نے بیچ کی آزاد ہو جاویگا وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ میں اسکو اسی کیلئے خریدتا ہوں تو وہ مشتری کا غلام ہو جاویگا اور ثمن کے روپیہ اس شخص پر لازم آوینگے اور جو ہزار غلام نے اسکو دیئے تھے وہ مولی کے ہونگے اسواسطے کہ وہ کمائی اسکے غلام کی ہے ف تو اسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اس کے اور ہزار روپیہ اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا ص اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لئے ایک غلام خرید دے بعد اسکے عمرو نے کہا کہ میں نے غلام تیرے لئے خریدا تھا وہ میرے پاس مر گیا اور زید یہ کہتا ہے کہ وہ غلام تو نے اپنے لئے خریدا تھا تو اس صورت میں اگر زید عمرو کو دام دیچکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب موکل کیلئے ایک شے خریدی تو وہ اپنے موکل سے دام اسکے لے سکتا ہے گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دیا ہو اور وکیل کو پہونچتا ہے کہ وہ شے موکل کو نہ دیوے جب تک اس سے دام وصول نہ کرلے اگرچہ اسنے دام بائع کو ابھی نہ دیے ہوں تو اگر وہ شے ہلاک ہو گئی وکیل کے پاس قبل اسکے روک رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو موکل کے مال میں سے ہلاک ہوگی ف یعنی موکل پر اسکا ثمن لازم آویگا ص اور ثمن اسکا ساقط نہوگا اور اگر وکیل نے اسکو روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ شے ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہو جاویگا موکل کے ذمہ سے اور ضمان اسکا وکیل پر لازم ہوگا ابو یوسف کے نزدیک ضمان رہن کا اور امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک ضمان بیع کا اور زفر کے نزدیک ضمان غصب کا پس اگر ثمن اور قیمت برابر ہو تو کچھ اختلاف نہوگا اور اگر ثمن دس درم تھے اور قیمت پندرہ تو زفر کے نزدیک پندرہ کا ضامن ہوگا اور طرفین کے نزدیک دس کا اور جو ثمن پندرہ ہوں اور قیمت دس تو زفر کے نزدیک وکیل دس کا ضامن ہوگا اور پانچ موکل سے طلب کرے اور ایسا ہی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ ضمان رہن کا اقل قیمت اور دین سے لازم ہوتا ہے اور طرفین کے نزدیک پندرہ لازم ہونگے وکیل کو یہ نہیں پہونچتا ہے کہ موکل نے جس شے معین کے خریدنے کے لئے کہا ہو اسکو اپنے لئے خریدے ف تو وہ شے موکل ہی کی سمجھی جائیگی گو وہ عقد کو اپنی طرف منسوب کرے اسطرح پر کہ تخصیص کر دیوے اپنے نفس کی مثلاً کہدے گواہ رہو کہ اس چیز کو میں اپنے لئے خریدتا ہوں یا نیت کرے اپنے لئے کفایہ ص تو جب کسی نے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شے معین کے تو اگر وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف نہیں کیا تو وہ چیز موکل ہی کی ہو جاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہو جاویگی خلاف کرنے کی یہ صورتیں ہیں کہ موکل نے ثمن کو خاص کر دیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیوں کے یا اشرفیوں کے عوض میں خرید کرنا اور وکیل نے دوسری قسم کے عوض میں خریدا یا موکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم دنانیر کے اور کسی شے کے بدلے میں خریدا تو یہ بھی مخالفت ہوگی اسوجہ سے کہ مطلق ثمن سے عرف میں مراد نقود یعنی دراہم دنانیر روپیہ اشرفی ہوتے ہیں یا سوا وکیل کے اور کسی شخص نے خریدا وکیل کے حکم سے اسکی غیبت میں تو اگر اسکی موجودگی میں خرید کریگا تو مخالفت نہوگی کیونکہ رائے اسکی خرید میں شامل ہوگئی اور مقصود موکل کا یہی تھا اور اگر وکیل کیا واسطے خریدنے ایک شے غیر معین کے اور وکیل نے اسکو خریدا تو وہ شے وکیل ہی کی سمجھی جاویگی الا جب وکیل عقد کو مضاف کر دے اپنے موکل کے مال کیطرف مثلاً یوں کہدے کہ خریدا میں نے اس چیز کو بدلے میں اس ہزار روپیہ کے اور وہ روپیہ مملوک ہیں موکل کے یا عقد کو مضاف نہ کرے اسکے مال کیطرف لیکن نیت کرے موکل کیلئے خریدنیکی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کہ ایک کر گیہوں کا خرید دے بطور عقد سلم کے وقت خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ جتنے میں بطریق سلم کے توکیل درست نہیں اور وجہ اسکی اصل کتاب میں مذکور ہے ص یا بیع صرف کرے

۱ف اصل میں یہاں ایک اعتراض و جواب مذکور ہے ۱۲ ۲ف اور وکیل پر کچھ لازم نہوگا ۱۲ ۳ف دلیل اور فرق اسکا اصل میں مرقوم ہے ۱۲ ۴ف ثمن اسکو کہتے ہیں کہ جو قیمت بائع اور مشتری کے درمیان طے ہو جاوے

تو اگر وکیل جدا ہو جاویگا قبل قبضے کے تو وہ عقد باطل ہو جاویگا اور موکل کی جدائی کا اعتبار نہیں اگر مشتری نے خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ
تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اُسنے بیچی بعد اُسکے مشتری نے انکار کیا اس بات کا کہ زید نے مجھے اس چیز کے خریدنیکا حکم کیا تھا تو یہ انکار اُسکا مسموع
نہوگا اور لیوے اُس مبیع کو زید کیونکہ خریدتے وقت اقرار کر چکا ہے زید کے لئے خریدنیکا پس انکار میں اسکی تصدیق نہوگی تو اگر زید تصدیق کرے مشتری کی کہ میں نے
اسکو حکم نہیں کیا تھا خرید کا اس صورت میں زید پھر جبر اُس چیز کو نہیں لے سکتا ہاں اگر مشتری خود دیدے زید کو تو بیع بالتعاطی ہو جاویگی زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر
گوشت ایک روپیہ کا لادے عمرو نے قیمتی روپیہ سیر والا گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحب کے نزدیک زید کو آٹھ آنہ کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک زید کو کل گوشت لینا پڑیگا ف اور فتوی امام کے قول پر ہے ص اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام معین میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کرے
پس وکیل ایک غلام ان دونوں میں سے اسکے لئے خریدے تو صحیح ہے اور اگر ان دونوں کو ہزار روپیہ میں خریدنیکو کہے اور دونوں کی قیمت برابر ہو پھر ایک
کو وکیل پانچسو یا کچھ کم کو خریدے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانچسو سے زیادہ کو خریدے تو نہیں صحیح ہے جانب موکل سے بلکہ یہ مول لینا ذمے وکیل کے ہوگا ہاں
اگر موکل کے جھگڑنے سے پہلے دوسرے غلام کو باقی ثمن سے خریدے تو صحیح ہے کیونکہ مقصود دونوں غلاموں کا ہزار روپیہ میں آنا تھا اور وہ حاصل ہو گیا اور
صاحبین کے نزدیک اگر پانچسو سے اتنے دام زیادہ دیے ہیں جتنے کی کمی بیشی معاملوں میں ہوا کرتی ہے اور باقی اتنے روپیہ ہیں کہ ایسے دوسرا غلام
خرید کر سکتا ہے تو موکل کیطرف سے یہ اشترا صحیح ہوگا اور اگر موکل نے وکیل کو ہزار روپیہ دیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خرید دے اس نے جب
خریدی تو کہا کہ میں نے ہزار روپیہ کو خریدی اور موکل کہتا ہے کہ تو نے پانچسو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر اُس لونڈی کی قیمت بازار میں ہزار
کی ہوگی اور اگر ہزار کی نہوگی تو قول موکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو اسی صورت میں موکل نے ہزار روپیہ وکیل کو دیے نہیں
تھے تو اگر اُس لونڈی کی قیمت بازاری پانچسو یا زیادہ ہے لیکن ہزار سے کم ہے تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار کی ہے تو دونوں حلف کرینگے اسلئے
کہ وکیل اور موکل مثل بائع اور مشتری کے ہیں جب دونوں نے حلف کر لیا تو بیع فسخ کر کے لونڈی وکیل ہی کو لینا پڑیگی اور ان سب صورتوں میں
قول جسکا معتبر ہوگا تو بلا قسم کے معتبر ہوگا ف یعنی اور جہاں جہاں لکھا ہے کہ قول اُسکا معتبر ہوگا مراد اس سے یہ ہے کہ بلا حلف معتبر ہوگا مختار
یہی ہے کہ ایسا ہی کہا ابن الکمال نے اور آخر وقت میں صدر الشریعۃ یعنی مصنف شرح وقایہ کی اتباع سے لیکن جزم کیا دانی نے کہ یہ
تحریف ہے اور خلاف ہے عقل و نقل کے اور صواب یہی ہے کہ بحلف معتبر ہوگا شامی ص اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنیکا یعنی کہا کہ
یہ غلام خرید کر اور ثمن اُسکا بیان نکیا تب عمرو نے اُسکو خریدا اور کہا کہ میں نے اُسکو ہزار روپیہ میں خریدا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں تو نے پانچسو کو خریدا
ہے تو دونوں سے حلف لیا جاویگا اگرچہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے پھر اگر دونوں حلف کر لینگے تو غلام وکیل ہی پر پڑیگا اور بعضے فقہا
کہتے ہیں کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اس صورت میں دونوں سے حلف نلیا جاویگا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہو جاویگا لیکن ظاہر یہ ہے کہ
دونوں سے حلف لیا جاویگا اور یہی قول ہے امام ابی منصور ماتریدی کا ف طحطاوی میں ہے کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہے قاضی خان نے تبعا للفقیہ
ابی جعفر یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے تو تصحیح میں اختلاف ہے اس صورت میں قاضی کو مناسب ہے کہ دونوں روایتوں پر عمل کرے اور اگر اکتفا کریگا قسم
وکیل کی تو بھی درست ہے واللہ اعلم

فصل بیان میں اُن لوگوں کے جن سے وکیل خرید و فروخت کا معاملہ نکرے

ص نہیں صحیح ہے وکیل کو بیع و شرا کرنا ایسے شخص سے کہ جسکے واسطے گواہی اسکی مقبول نہیں ہوتی ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک

۱ اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ۱۲ ۲ یعنی یہ کہدیا کہ یہ غلام خرید اور معین کر دیا اسکو ... جیسا بیان ہو چکا فقط احسن المسائل ... ۱۲

درست ہی اگر قیمت بازاری سے بیع وشرا کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہیں اور صحیح ہی وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے اور رہن لینا اسباب کے اور آدھا اور
کل اسباب بیچنا ہی آدھے کی بیع اور ان سب مسائل میں صاحبین رح کا اختلاف ہی اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی چیز عوض میں ثمن کے گرو کر لی یا
اس سے ضمانت لے لی تو جائز ہی اور جو بعد اسکے وہ شئی مرہون تلف ہو گئی وکیل کے پاس یا ضامن سے مال وصول نہوا اسطرح پر کہ ضامن مفلس ہو کر مرگیا اور
مکفول عنہ بھی مفلس مرگیا یا غائب ہو گیا اور اسکا پتہ معلوم نہیں اور یا معاملہ ایسے قاضی کے پاس گیا جو قائل ہی اس بات کا کہ اصیل بری ہو جاتا ہی کفالت
کفیل سے او کفیل مفلس ہو کر مرگیا جیسا کہ یہی مذہب مالک رح کا ہی پس ان صورتوں میں ضمان وکیل پر نہوگا مسئلہ وکیل بالشرا مطلق کو لازم ہی کہ برابر قیمت اور مالیت
چیز مول لیوے خواہ اتنے دام بڑھکر جو نرخ کرنیوالوں کی قیمت میں آجاتے ہیں ف یعنی کوئی نرخ کرنیوالوں میں سے جو اسکی قیمت پوچھی جاے تو وکیل کا ثمن انمیں سے کسی کے
قول کے برابر ہو جاوے یہ نہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ ہے ص اگر ایک چیز کے خریدنیکا وکیل کیا اور وہ چیز آدھی خرید لی یہ خرید موقوف رہیگی باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی خرید
لیا تو موکل پر پڑیگی ورنہ نہیں اگر وکیل نے ایک شئی کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شئی وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہی کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ قدیمی
معلوم ہوتا ہی جیسے ایک انگلی زائد نکلی تو وکیل اسکو اپنے موکل پر پھیر دے برابر ہی کہ مشتری وکیل پر گواہوں سے پھیرا ہو یا اقرار یا انکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہی کہ مثل
اسکے اس مدت میں پیدا ہو سکتا ہی تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہوں سے یا انکول سے ثابت کر کے رد کیا ہی تو وہ موکل پر پھیر دیگا اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہی تو وکیل
موکل پر نہ پھیر سکیگا اگر وکیل نے ادھار بیچا اور موکل نے کہا کہ میں نے تجھکو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول موکل کا مقبول ہوگا ف قسم سے ص اور اگر مضارب اور
رب المال میں یہ اختلاف ہو تو قول مضارب کا مقبول ہوگا ف قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آویگا انشاء اللہ تعالی ص اگر کوئی شخص دو شخصوں کو وکیل کرے تو ہر ایک
کو اس تصرف کو جسمیں وکیل ہوے ہیں دونوں ملکر ایک ساتھ کرینگے مگر جو وکیل بالخصومتہ ف یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑانے کے وکیل ص ہوں یا امانت کے
پھیر دینے میں یا قرض ادا کرنے میں یا بغیر عوض طلاق دینے میں اور آزاد کرنے میں وکیل ہوں تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کر سکتا ہی اگر غلام یا مکاتب لڑکے صغیر کے
مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع کرے یا اسکے مال سے شرا کرے تو صحیح نہیں تو حاصل یہ ہی کہ غلام اور مکاتب کو
ولایت نہیں اپنے صغیر فرزند کے مال میں اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال میں جو صغیر سن ہو ولایت نہیں واللہ اعلم ف وکیل کسی کو وکیل نہیں کر سکتا
اُس امر میں جسمیں وکیل ہوا ہی الا اس صورت میں کہ موکل نے اسکو اذن دیا ہووے یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی راے کے موافق عمل کرنا ہدایہ

ص باب وکیل بالخصومتہ اور وکیل بالقبض کے بیان میں

وکیل بالخصومتہ کو یہ پہونچتا ہی کہ مدعی علیہ سے مال وصول کر کے اُسپر قبضہ کر لیوے نزدیک تینوں اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظم اور محمد اور ابو یوسف رح
کے برخلاف زفر رح کے جیسے خود وکیل تقاضا کرنیکے لیے یہ پہونچتا ہی کہ مال لیلیوے ظاہر الروایت میں اور اب فتوی اس زمانہ میں اسپر ہی کہ یہ دونوں
وکیل قبض مال کے مالک نہیں ہیں بسبب خائن ہو جانے وکیلوں کے اور جو وکیل قرض کے وصول کرنیکا ہی اسکو خصومت کا اختیار ہی
امام صاحب رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک نہیں ف اور فتوی امام کے قول پر ہی البتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت خصومت کا مختار نہیں
ص نہ اُس وکیل کو جو ایک شئی معین کے لینے کے لیے وکیل ہی ف یعنی اُسکو بالاتفاق اختیار خصومت نہیں ہی ص تو اگر کسی نے وکیل کیا ایک
شخص کو واسطے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اسکو زید سے تو زید نے یہ جواب دیا کہ موکل تیرا اس غلام کو بیچ چکا ہی میرے
ہاتھ تو یہ مقدمہ ملتوی رہیگا جبتک کہ موکل حاضر ہووے ف اور جبتک وہ غلام زید کے پاس رہیگا ص اور ان گواہوں کی گواہی سے بیع ثابت نہوگی

۱ه صاحبین رح کے نزدیک قلیل و کثیر قیمت سے جائز نہیں مگر اسقدر کہ جسمیں لوگ فریب کھاتے ہوں اور یہ اسباب کے جائز نہیں اسلیے کہ مطلق مقید ہوگا متعارف کے اور متعارف بیع و شرا درہم و دنانیر سے ہی اور بیچنا جائز نہیں مگر شرا متعارف
اور آدھے اسباب کی بیع جائز نہیں مگر جب بیچ کر باقی اسباب کو قبل خصومت کے تو لازم ہوگا موکل کو کذا فی الاصل مع الزیادۃ ۱۲ منہ اور جو وکیل بیع کا کیا تو انمیں اختلاف ہی جیسا کہ مذکور ہوا اور وجہ فرق کی اصل میں ہی

تو جب مؤکل حاضر ہوویگا اُسکے سامنے پہر گواہ ہوسکتے دوبارہ گواہی لیجائیگی بیع کی اسی طرح یہ مسائل ہین کہ ایک شخص آیا اور اُسنے کہا کہ مین زید کا وکیل ہون [illegible]
واسطے لیجانے اُسکی زوجہ کے یا اُسکے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیئے زید کے طلاق پر اور غلام نے اُسکے آزاد کردینے پر تو ان گواہونکی گواہی
سے ابہی حکم طلاق یا آزادی کا ندیا جاویگا بلکہ مقدمہ ملتوی رکھا جاویگا یہانتک کہ زید حاضر ہووے تو جب زید آویگا پہر گواہی دوبارہ لیجاویگی مسئلہ اگر
وکیل بالخصومۃ اپنے مؤکل کیطرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار مؤکل پر نافذ ہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار
کرے تو یہ اقرار حجت نہوگا امام ابی حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اقرار نزد غیر قاضی ہو اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک
کسیطرح جائز نہین اگر مکفول لہ وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے مکفول عنہ سے تو یہ وکالت جائز نہوگی اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ مین وکیل ہون زید کا جو
غائب ہے اُسکا قرض وصول کرنیکے لیئے اور زید کے قرضدار نے اُسکی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالے کرے اُس شخص کے پہر
اگر زید آیا اور اُسنے اس شخص کی جسنے اپنے تئین وکیل کہا تہا تکذیب کی تو قرضدار کو پہر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے
پاس باقی ہے پہیر لیگا اور اگر باقی نہو تو کچھہ نہ پاویگا الا اُس صورتمین جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہو گیا ہو یا اُسنے کہا تہا اگر زید آنکے میری وکالت کا انکار کریگا
تو مین ضامن ہون اس مال کا یا قرضدار نے مال اسکو صرف اسکے کہنے سے دیدیا ہووے اور اسکی وکالت کی تصدیق نہ کی ہووے اگر ایک شخص نے
آنکر کہا کہ مین زید کیطرف سے اُسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہون اور مودع یعنی جسکے پاس ودیعت ہے اُسنے اُس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو
مودع کو امانت حوالہ کردینے کا حکم نہوگا اور اگر کوئی یون کہے کہ مالک امانت مرگیا اور اُسکا وارث مین ہون اور وہ امانت میرے لیئے میراث چہوڑ کر مرگیا
اور تصدیق کرے اُسکی وہ شخص جسکے پاس امانت ہے تو اسکو حکم ہوگا کہ امانت اُس شخص کے سپرد کرے اور اگر کسی نے کہا مودع سے کہ مینے امانت کو خرید
لیا ہے مالک امانت سے اور مودع نے اسکی تصدیق کی تو اسکو حکم دینے کا نہوگا زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین وصول کرنیکے لیئے بکر سے
جب عمرو نے دین زید کا طلب کیا بکر سے تو بکر نے اسکے جواب مین یہ کہا کہ زید یہ دین وصول پاچکا ہے اور گواہ نہین ہین یون پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دین
عمرو کو ادا کرے تو جب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دین وصول پاچکنے کا تو اُس سے بکر قسم لیلیوے اور وکیل کو قسم نہ دلائی جاویگی اسبات پر کہ مین نہین جانتا
کہ مؤکل میرا اس دین کو وصول پاچکا ہے اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اُس عیب کی بابت جو مبیع مین نکلا ہے
اور مبیع واپس کردے بعد اُسکے مشتری غائب ہو گیا اب وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدتے وقت اس عیب پر
رضامند ہو گیا تہا تو وکیل مبیع کو نہین پہیر سکتا یہانتک کہ مشتری قسم کہائے کہ مین راضی نہین ہوا تہا اس عیب پر اور صاحبینؒ کے نزدیک
وکیل مبیع کو پہیر سکتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسفؒ کے یہ ہے کہ دونون مسئلونمین یعنی مسئلہ دین جو پہلے گزرا اور اس مسئلہ مین
تاخیر چاہیئے یہانتک کہ حلف کرلیوے رائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دس روپیہ دیئے کہ اسکو زید کے اہل وعیال پر صرف کرنا اور عمرو نے دس روپیہ اپنے
پاس سے لیکر انپر خرچ کیئے تو وہ دس روپیہ جو زید نے دیئے تہے عمرو کے ہوجاوینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ استحسان ہے اور قیاس اسکو چاہتا ہے کہ عمرو
نے جو روپیہ اپنے پاس سے صرف کیئے ہین وہ تبرعاً ہوجاوین وجہ استحسان کی یہ ہے کہ وکیل خرچ کرنیکے لیئے مثل وکیل بالشرا کے ہے اور وکیل بالشرا کو جو اسکے
کہ ثمن اپنے پاس سے دیوے مؤکل سے لے سکتا ہے اسی طرح یہان بہی حکم ہوگا واللہ اعلم

باب وکیل کے معزول کرنے کے بیان مین

مؤکل کو پہونچتا ہے کہ جب چاہے وکیل کو معزول کردیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہے کہ وکیل کو اُسکا علم ہوجاوے تو جب تک وکیل کو علم

لہ فرمایا صدر الشریعہ نے کہ صورۃ مذکور مین اگر مدیون نے دعوی کیا کہ وکیل جانتا ہے کہ زید اپنا دین وصول کرچکا ہے اور انکار کیا وکیل اپنے علم کا پس لائق ہے کہ اب اُس سے قسم لیجاوے اسلیئے کہ اگر وہ تصدیق کرے تو اسکا علم کا اقرار اسکا حق باطل کردیتا ہے

اسپنے عزل کا حاصل ہو یعنے اسکو ایک شخص عادل یا دو مستور الحال خبر عزل کی نہ سنا دین تو جتنے تصرفات قبل اسکے کریگا موکل پر لازم ہونگے ہدایہ
ص اور یہ باطل ہو جاتی ہے وکالت وکیل یا موکل کے مرجانے سے یا جنون مطبق اور وہ سال بھر مجنون رہنا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک
ایک مہینے بھر اگر مجنون رہا وکیل یا موکل تو وکالت اسکی باطل ہو جاویگی اور ایک روایت مین ایک دن رات اُن سے منقول ہے اور وہ جو متن مین
ذکر کیا قول محمد کا ہے اور اسی مین احتیاط ہے کذا فی الاصل لیکن مختار یہ ہے کہ فتوی ایک مہینے کی تقدیر پر ہے اور اسکو صحیح کہا قہستانی اور
باقلانی نے ص یا مرتد ہو کر دار الحرب مین چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ ادا سے زر کتابت سے عاجز ہو گیا و دو شریکون نے ملکر ایک
شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونون شریک جدا ہو گئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اسکو منع کر دیا تصرفات سے تو ان سب
صورتون مین بھی وکالت وکیل کی باطل ہو جاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالونکی خبر نہو اگر موکل نے جس کام کیلیے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کیا
تب بھی وکالت باطل ہوگی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنیکے لیے پھر موکل نے اسکو خود آزاد کر دیا یا وکیل کیا اسکو ایک عورت سے نکاح کر دینیکا
پھر موکل نے خود اس سے نکاح کر لیا اور جدا بھی کر دیا اسکو تو بھی وکیل کو نہین پہونچتا کہ پھر اسکا نکاح موکل سے کر دیوے اسواسطے کہ حاجت موکل کی پوری ہو چکی
البتہ اگر وکیل نے اس سے نکاح کر لیا اور نکاح کر کے اسنے جدا بھی کر دیا تو اب اسکو پہونچتا ہے کہ موکل سے نکاح اسکا کر دیوے ہدایہ
یعنے طلاق دیدیا ۱۲

کتاب الدعوی

دعوی کہتے ہین خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لیے غیر پر وقف اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہین بلکہ تعریف جامع و مانع وہ ہے جو صاحب
درمختار نے بیان کی ہے کہ دعوی ایک قول مقبول ہے نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہے اُس سے طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا
اپنی ذات سے تو اسمین دعوی دفع تعرض داخل ہو گیا صورت اسکی یون ہے کہ مدعی قاضی سے کہے کہ فلانا تعرض مجھکو کرتا ہے ناحق اور مین چاہتا ہون کہ وہ
دفع کرے اس تعرض کو تو قاضی اس دعوی کو سن سکتا ہے اور منع کریگا قاضی مدعا علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق یہانتک کہ مدعا علیہ کے پاس کچھ نہ
حجت ہو تو کہ باز رہیگا تعرض سے پھر جب پاویگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعوی قطع نزاع کے کہ وہ مسموع نہین صورت اسکی یون ہے کہ ایک
شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اس بات کا کہ اگر کوئی دعوی رکھتا ہے مجھپر تو اور ہے تو کرے اسکو ورنہ روبرو گواہون کے
بری کر دے مجھکو سو ایسا دعوی سنے تو قاضی مدعی کو جبر نہ کریگا واسطے دعوی کرنیکے کیونکہ دعوی حق اسکا ہے اور اصل مدعی وہ ہے کہ اگر چھوڑ دے تو
کوئی جبر نہ کرے اسپر اور مدعا علیہ وہ ہے کہ جبر کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر مصنف مدعی کی تفسیر یون چاہیے کہ مدعی وہ ہے جو خبر دیتا ہے اپنے حق کی
غیر پر تو یہ تفسیر دوسری تفسیر ہے ذکر کیا ہے اسکو بعض مشائخ نے اور بعضون نے کہا ہے کہ مدعی وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اس امر کے جو غیر ظاہر ہو
کہ وہ ایک امر حادث ہے یعنے وہ دعوی کرتا ہے ملک کی ایک شی کا حالانکہ وہ شی اسکے قبضے مین نہین ہے بلکہ قبضے مین مدعا علیہ کے ہے اور یہ امر
خلاف ظاہر ہے کہ شی مالک کے قبضے مین نہو ص اور مدعا علیہ وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ ثابت ہے یعنی عدم اصلی کا ف
یعنی ظاہر یہی ہے کہ شی اُسی کی ہے جسکے قبضے مین ہے اور مدعا علیہ یہی کہتا ہے ص لیکن اعتبار ساتھ معنی مدعی اور مدعا علیہ مین معنی کا ہے نہ ظاہر کلام کا تاکہ
کہ اگر مودع نے دعوی کیا رد ودیعت کا طرف مودع کے تو وہ ظاہر مین مدعی ہے لیکن حقیقت مین مدعا علیہ ہے کیونکہ انکار کرتا ہے ضمان کا ف
یعنے قبض مودع کی جسکے پاس امانت تھی رد ودیعت دعوی یہ ہے کہ اسپر تاوان مال امانت کا لازم نہ آوے تو ظاہر مین اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ رد ودیعت
کا مدعی ہے اور مودع مدعی علیہ ہے لیکن یہان چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہے اور حقیقت مین منکر ضمان کا مودع ہے تو اسی کو مدعا علیہ قرار

اقسام دعوی

دیا گیا اسواسطے کہ منکر کو مدعا علیہ کہتے ہین تو قول اُسی کا قسم سے معتبر ہوگا ہدایہ ص اور دعوی کی صحت کیلیے شرط ہین ف رکن دعوی یہ ہی کہ نسبت کرنا حق کیطرف اپنے اگر اصالۃً
دعوی ہووے یا اپنے موکل کی طرف اگر وکالۃً ہوا اور اہل دعوی وہ شخص ہو جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے ورنہ جائز نہوگا اور شروط دعوی یہ ہین
کہ مجلس قضا ہوا اور مدعا علیہ حاضر ہووے اسواسطے کہ قضا علی الغائب نہین ہوسکتی اور آیا مدعا علیہ کو حاضر کرنا اسیوقت چاہیے جب مدعی دعوی کرے
تو جواب اسکا یہ ہی کہ اگر مدعا علیہ شہر مین ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا مین آکر پھر رات کو اپنے مکان مین رہ سکتا ہی بمجرد دعوی طلب
مدعا علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جبتک مدعی سے وجہ ثبوت نہ لیجاوے مدعا علیہ کو طلب نکرے اور بعضون نے کہا ہی کہ حلف لیا جاوے
مدعی سے اپنے دعوی کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرے تو طلب کرے مدعا علیہ کو ورنہ اسکو اپنی مجلس سے نکالدے طحطاوی کہا شلبی اور ہمارے زمانہ مین قاضیونکا
یہ حال ہی کہ جب انکے پاس کوئی شخص آنکر دعوی کرتا ہی تو وہ طلب لیتے ہین مدعا علیہ کو بغیر اس بات کے کہ استفسار کرین مدعی سے کیفیت اسکے دعوی کی اور تمیز کرین
صحت دعوی کو اسکے فساد سے اور یہ غفلت ہی اُن قاضیونکی یا جہل ہی ان مسائل سے انتہی ص ایک یہ کہ جس چیز کا دعوی ہو اسکی جنس اور قدر بیان کرے
ف جنس یعنی اُسکی قسم کہ شئی مدعی درہم ہین یا دنانیر یا گیہون ہین یا چاول اور قدر یعنی مقدار اسکی کہ سو درہم ہین یا سو دینار یا سو من گیہون
یا چاول ہین اور اُسکا بیان صفت بھی ضرور ہی کہ وہ دراہم کیسے ہین جید یا ردی کہا طحطاوی نے جسوقت اُس شہر مین کئی طرح کے دراہم یا دنانیر چلتے
ہون تو بیان وصف یعنی فلان قسم کے دراہم کا مین دعوی کرتا ہون ضرور ہی اور اگر شہر مین ایک ہی طرح کے دراہم چلتے ہون تو بیان جنس و قدر کافی ہی بیان
وصف کی کچھ حاجت نہین ص اور یہ شرط دعوی دین مین ہی اور جو دعوی کسی شئی معین کا ہووے تو اگر وہ شئی حاضر ہو اسکی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ
میری ملک ہی اور اگر غائب ہووے تو اُسکا وصف بیان کرنا اور اسکی قیمت ذکر کرنا ضرور ہی دوسرے یہ کہ اگر دعوی شئی معین کا ہووے تو مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہی کہ وہ
شئی مدعا علیہ کے قبضے مین ہی اور جو وہ شئی منقول ہی تو لفظ ناحق بھی کہے ف ناحق کی قید اسواسطے لگائی کہ کبھی شئی ہوتی ہی غیر مالک کے پاس بسبب حق کے
جیسے شئی مرہون مرتہن پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ نہ دینے ثمن کے کذا فی الاصل ص اور دعوی عقار مین ف عقار بالفتح شئی غیر منقول کو کہتے ہین اصطلاح
فقہا مین جیسے باغ زمین مکان وغیرہ ص قابض ہونا مدعا علیہ کا ثابت نہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے ف یعنی اگر مدعی و مدعا علیہ باہم متفق ہوون سات
کہ اس مکان یا زمین کا قابض مدعا علیہ ہی تو قبضہ اسکا ثابت نہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ مدعی اور مدعا علیہ دونون نے حیلہ کیا ہو یا مال لینے کا اسطرح پر کہ
وہ تصدیق کرین قبضہ مدعا علیہ کی حالانکہ وہ شئی شخص ثالث کے قبضے مین ہی تو قاضی حکم کردے ملک مدعی کا برخلاف شئی منقول کے کہ اسمین قبضے کا مشاہدہ اور
معاینہ ہوجاتا ہی تو صرف تصادق متخاصمین کافی ہی ثبوت قبضہ مدعا علیہ کیلئے کذا فی الاصل باختصار در مختار مین ہی کہ دعوی غصب عقار اور دعوی شرا عقار
مین کچھ حاجت قائم کرنے شہود کی نہین اسبات پر کہ وہ عقار قبضے مین مدعا علیہ کے ہی کیونکہ دعوی غصب اور شرا جیسے صحیح ہی قابض پر ویسے ہی غیر قابض پر بخلاف
دعوی ملک مطلق کے ص تیسری شرط یہ ہی کہ مدعی یہ کہے کہ مین اسکو طلب کرتا ہون مدعا علیہ سے تو اگر وہ شئی مدعی مدعا علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اسکو حکم ہوگا حاضر
کرنیکا اُس شئی کو مجلس قضا مین تا مدعی اپنے دعوی مین اسکی طرف اشارہ کرے یہی حال ہی گواہونکی گواہی دینے اور مدعا علیہ کے قسم دلانے مین
یعنی چیز کو حاضر کرنا چاہیے تا کہ گواہ اپنی گواہی مین اور مدعا علیہ اپنی قسم مین اسکی طرف اشارہ کرین اور اگر چیز کا حاضر کرنا مجلس قضا مین
متعذر ہووے ف بسبب اسکے ہلاک ہوجانے یا غائب ہوجانے کے ص تو مدعی اسکی قیمت ذکر کردیوے ف اور اگر باوجود باقی ہونے
اسکے حاضر کرنا اسکا مجلس قضا مین متعذر ہووے جیسے چکی یا ڈھیر غلہ کا یا گلہ بکریون کا تو قاضی اپنا امین مدعی اسکے ساتھ کردیوے

لہ در مختار مین ہی کہ دعوی مین پانچ چیزون کا بیان مدعی کو ضرور ہی ایک جنس جیسے گیہون دوسری نوع جیسے سرخ گیہون یا سفید تیسری صفت جیسے جید یا ردی چوتھی مقدار جیسے
دو من یا چار من پانچوین سبب وجوب جیسے بابت قرضہ کے یا غصب کے یا ثمن مبیع کے ۱۲ من مولوی محمد عبد الغفار رحمہ اللہ تعالی عنہ واسطے موضع تہمت کے ۱۲ عنہ بخلاف غیر منقول

تو اسکے ساتھ جا کر مدعی اُس شی کی طرف اشارہ کردیگا اور جس صورت مین وہ شی ہلاک ہوگئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہی تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اسکے سن اور ذکورت اور انوثت کا ضرور نہین اگر وہ جانور ہلاک ہو گیا ہو مدعا علیہ پاس اور دعویٰ غصب اموال مین اور اسیطرح دعویٰ شی مرہون مین بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہین کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہین جانتا بلکہ قول غاصب اور مرتہن کا اسکی قیمت مین حلف سے معتبر ہوگا البتہ دعویٰ سرقہ مین اگرچہ وہ شی حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہی تا نصاب کی کیفیت معلوم ہو ف فائدہ دعویٰ شی مجہول القیمۃ پر حلف نہین لیا جاتا مگر چھ جگہ دعویٰ شی مغصوب دعویٰ شی مرہون دعویٰ شی امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقت کو متہم بخیانت کرے دعویٰ شی مسروقہ اشباہ مسئلہ اگر مدعی نے بہت سی چیزونکا جنکی جنس اور نوع مختلف ہی دعویٰ کیا تو کل کی قیمت ذکر کردینا کافی ہی اگرچہ ہر ہر چیز کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نکرے اور گواہ بھی اُسکے مقبول ہونگے قیمت پر اور حلف دیا جائیگا اسکے مدعا علیہ کو کل مال پر ایک ہی بار اگر انکار کریگا اور اگر اقرار کریگا یا نکول کریگا تو اسکے بیان پر جبر کیا جاویگا شامی و طحطاوی ص عقار کے دعویٰ مین یہی شرط ہی کہ مدعی اس کے حدود بیان کرے یعنی چارون یا تین حدین اور اُن چارون کے مالکون کا نام اور اُنکے باپ دادا کا نام بھی بیان کرے ف حدود کا بیان کرنا شرط ہی عقار مین نزدیک امام ابوحنیفہ کے اگرچہ وہ عقار مشہور ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر مشہور ہو تو حدود کا ذکر شرط نہین اور بیان کر دینا تین حدونکا کافی ہی نزدیک ہمارے کیونکہ جب تین حدین ظاہر ہوگئین تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہی اور زفر کے نزدیک چارون حدون کا بیان ضرور ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی پر فتویٰ ہی اور اصحاب مالکین حدود کی نسبت دادا کا شرط ہی امام اعظم کے قول مین لیکن اگر مالک عقار وہ شخص مشہور ہی تو فقط اُسی کا نام ذکر کردینا کافی ہی اور گھر کے دعویٰ مین یہ بھی شرط ہی کہ مدعی اس شہر کا نام اور اس محلہ کا نام اور اُس گلی کا نام جہان پر وہ گھر ہی بیان کرے یہ سب شرائط دعویٰ عین کے ہین لیکن دعویٰ دین مین تو ذکر جنس و قدر کا ضرور ہی اور ذخیرہ مین مذکور ہی کہ اگر وہ چیز وزنی ہو جیسے سونا چاندی تو اسکی صفت بھی کہ کھری ہی یا کھوٹی بیان کرنا ضرور ہی اور اسکے نوع کا بھی ذکر ضرور ہی کہ مثلاً سکہ بخارا کا ہی یا نیشاپور کا کذا فی الاصل مع زیادۃ ص جب دعویٰ مدعی کا صحیح ہو جاوے ف یعنی ہر قسم کے دعویٰ میں جو اسکے شرائط ہین سب پائے جاوین تو اگر مدعی درخواست کرے ص تو قاضی مدعی علیہ سے سوال کرے اس دعوے سے ف یعنی یون کہے کہ فلان شخص تیرے اوپر یہ دعویٰ کیا ہی تو تو کیا جواب دیتا ہی اور اگر دعویٰ کی صحت ہووے تو طلب مدعی علیہ کی اور سوال کرنا اُس سے کچھ ضرور نہین بلکہ دعویٰ کو خارج کردیوے درمختار ص تو اگر مدعی علیہ اقرار کرے دعویٰ مدعی کا یا انکار کرے تو بھی بینہ طلب کرے اگر مدعی وجہ ثبوت پیش کردیوے تو قاضی حکم کردیوے مدعی علیہ پر ف بغیر طلب مدعی کے اور اگر مدعی علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعویٰ کو دفع کرسکتا ہون تو قاضی اُسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری اُٹھتی ہو اور جو عذر ہوتی ہی تو ایک دن کی بنا چاہیے اور اگر تین دن کی نگاہ بھی جائز ہی پھر اگر اس مدت مین مدعا علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اُسپر حکم کردیوے درمختار و شرحہ للطحطاوی ص اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون وجہ ثبوت کے تو درصورت درخواست مدعی قاضی مدعا علیہ سے قسم لیوے ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر لوگ دئے جاوے صرف اپنے دعوے سے البتہ کچھ لوگ دعویٰ کرتے لوگونکے خونونکا اور مالونکا دعویٰ کرتے لیکن قسم ہی مدعا علیہ پر اور روایت کیا بیہقی رحمہ نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اُسمین یہ لفظ ہی البینة علی المدعی والیمین علی من انکر یعنے گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر اور روایت کی بخاری اور مسلم نے وائل بن حجر سے کہ آیا ایک شخص کندہ کا اور ایک حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس تو حضرمی نے یہ دعویٰ کیا

ف حاشیہ مین اسکی چند مثالین لکھی ہین ایک یہ کہ ایک شریک نے دوسرے شریک پر ایک خیانت مبہم کا دعویٰ کیا تو مدعا علیہ کو قسم دلائی جاویگی یا ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ ہلاک کرنے ایک مال مجہول کا کیا تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا یا نہین

کہ یارسول اللہ اُسنے میری زمین لیلی ہو تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہو مدعی کا اُسمین کچھ حق نہین تو فرمایا حضرت نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہین کہا اُسنے نہین فرمایا آپنے پس تیرے لئے قسم اسکی ہو کہا اسنے یارسول اللہ کندی مرد فاسق ہو وہ پرواہ نہین رکھتا قسم کی فرمایا آپنے نہین ہو تیرے لئے کچھ سوا قسم کے تو چلا کندی قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر حلف کر لیگا مدعی کے مال پر تاکہ کھا وے اسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالیٰ اُسنے اور اللہ اُس سے منہ پھیر لیگا اور اِس حدیث کے معنی بہت سی حدیثون مین مروی ہین بلکہ بعضون نے اسکو متواتر کہا ہے روایت کی مسلم نے ابی امامہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے کاٹا حق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو بیشک واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے جہنم کو اور حرام کیا اوپر اسکے جنت کو تو کہا آپ سے ایک شخص نے یارسول اللہ اگرچہ وہ تھوڑی چیز ہو فرمایا آپنے اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی **فائدہ** اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو اس سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ قید کیا جاویگا تاکہ اقرار کرے یا انکار کرے اسیطرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اُسکی زبان مین درمختار مسئلہ اجماع کیا ہے فقہا نے بلا طلب قسم دلانے پر اس شخص کو جو میت پر دعویٰ دین کرے صورت اُسکے قسم دلانیکی یہ ہے کہ قاضی اسکو یون قسم دلوے کہ قسم اللہ کی نہین لیا حق مدیون میت سے نہین پایا اور نہ کسی نے اسکی طرف سے مجھکو ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی و دیعت نے اسپر قبضہ کیا میری حکم سے اور نہ مین نے اسکو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے اسکا کسی پر حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر **ص** تو اگر مدعا علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانے سے انکار کیا مثلاً کہا مین قسم نہین کھاؤنگا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے **ف** یعنے اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اسکا نکول نہوگا **ص** اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اسکے نکول پر تو صحیح ہے اور احتیاط اسمین ہے کہ قسم کے واسطے تین بار مدعا علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار مین بھی مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اسکے نکول پر حکم کر دیوے **ف** نکول کہتے ہین قسم سے انکار کرنیکو قاضی اسکے نکول پر حکم کر دیوے یعنی مدعی کا مقدمہ جتا دیوے اور مال مدعی مدعا علیہ پر لازم کر دے **ص** اور مدعی سے قسم نہ لیوے اور شافعی کے نزدیک صرف نکول سے مدعا علیہ کے اوپر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعوے مین سچا ہے جب مدعی حلف کر لیگا تو حکم کر دیا جاویگا مال کا مدعا علیہ پر اور ہمارے نزدیک یہ بدعت ہے اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہ نے اور یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہے احمد اور مالک کا اور یہی کہتے ہین ائمہ ثلثہ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو مدعی سے قسم لیکر حاکم کر دین مال کا مدعا علیہ پر اور قسم اسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظم نے دونون مسئلون مین خلاف کیا ائمہ ثلثہ کا یعنے انکے نزدیک مدعی سے کسی حال مین قسم نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہے مدعا علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور بلکہ متواتر کے اور پرگذر چکی کہ فرمایا حضرت نے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ یعنے جنس قسم منکر پر ہے اور الف لام الیمین مین یا اسکے استغراق جنس کے ہے یعنی تمام قسمین مدعا علیہ پر ہین تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم مختص ہے مدعا علیہ سے ائمہ ثلثہ دلیل لاتے ہین اس حدیث سے جسکو روایت کیا احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی اور طحاوی نے عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی سے انہون نے امام جعفر صادق سے انہون نے اپنے باپ محمد باقر سے انہون نے جابر سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذی نے اور روایت کیا اسکو ثوری اور مالک وغیرہ نے امام محمد باقر سے مرسلاً اور یہی اصح ہے اور روایت اسکو دارقطنی نے محمد باقر سے انہون نے حضرت علی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم لی مدعی سے اور یہ منقطع ہے کہا دارقطنی نے علل مین کہ جعفر صادق نے کبھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا اور کہا شافعی نے اور بیہقی نے کہ عبد الوہاب نے وصل کیا اسکو اور وہ ثقہ ہین کہتا ہون کہ ذہبی نے اسکو ضعیف کیا اور کہا کہ مختلط ہو گیا تھا آخر عمر مین اور مالک اور ثوری کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن مرسل شافعی کے

۱ یعنے جو شافعی نے کہا ۱۲ ۲ یعنے استحلاف مدعی ۱۲ ۳ یعنے مالک و شافعی اور احمد رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲

قابل احتجاج کے نہیں ہے اور روایت کیا ابو داؤدؒ اور طحاویؒ نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن کہا اسکو ترمذی
نے اور منکر کہا اسکو طحاویؒ نے اسواسطے کہ روایت کیا اسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے اور اسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہیں جانتے اور روایت
کی شافعی اور اصحاب سنن اور ابن حبانؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے
باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا اس حدیث کو سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے اور سُنا انسے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ
ابی سہیل کا اور کہتے تھے ابو سہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے حدیث بیان کی ابو ہریرہؓ کی کما حططاوی نقلا عن العینی کہ سہیل راوی اس حدیث کا
منکر ہوا اسکی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نرہی بعد منکر ہونے اسکے راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں جواب امام صاحب کا
اس حدیث سے بچند وجوہ ہے اولاً اسطرح کہ یہ حدیث طرق اسکے سب ضعیف ہیں رد کیا ہے اسکو نقاد فن حدیث یحیی بن معین نے ثانیاً یہ حدیث باوجود ضعیف ہونیکے
مخالف ہے نص صریح کلام اللہ کے واستشہدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان الآیۃ یعنے گواہ کرو تم دو مردونکو اپنے میں سے
تو اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ثالثاً مخالف ہے یہ حدیث اس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر حصر کر دیا ہے
اسمیں جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعی علیہ پر رابعاً اسحدیث میں ذکر ایک واقعہ کا ہے اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں احتمال ہے
کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اس واقعہ سے یا اس مدعی سے جیسا کہ حضرتؐ نے ذکر کر دیا شہادت خزیمہؓ کو قائم مقام دو شہادتوں کے اور خاص ہے یہ
امر خزیمہؓ سے باتفاق علما اور احادیث اور آثار ہمارے قولی ہیں عام تو واجب ہوگی ترجیح انکی اس حدیث پر خامساً بصورت تسلیم معنی اس حدیث
کے یہ ہو سکتے ہیں کہ حضرتؐ نے حکم کیا شاہد اور یمین یعنے باوجود اسکے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسپر بوجہ عدم
تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعی علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعی علیہ ہے نہ یمین مدعی سادساً یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ
ہو کیونکہ وہی حدیث میں مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا اور یہ حکم اسکی خصوصیات میں سے ہے سابعاً
یہ کہ الف ولام قضی بالیمین مع الشاہد میں عہد کا ہو اور مراد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنے دو مردوں
کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مراد ہے اسی طرح سے الیمین سے یمین معہودہ یعنی یمین مدعی علیہ ثامناً یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی
شاہد کو حلف کیا کہ لفظ اشہد کا کہے کیونکہ اشہد الفاظ یمین میں سے ہے تاسعاً یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہؓ
اور تابعینؒ میں اور یہ دلیل قاطع ہے اس حدیث کے متروک یا ماول ہونے پر عاشراً یہ کہ استدلال امام شافعیؒ اور ائمہ ثلثہ کا باثبات
اثبات مسائل تین کے اس سے تمام نہیں ہوتا کیونکہ مذہب انکا رد شہادت ہے مدعی پر بعد نکول مدعی علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش
نہ کیا ہو اور یہ مخالف ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اس مسئلہ کے اثبات کی یہ دلیل نہیں بلکہ روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عمرؓ سے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا قسم کو اوپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب اسکا یہ ہے کہ قطع نظر اسکے کہ یہ حدیث بھی ایک
نقل واقعہ ہے دوسرے یہ کہ احتمال ہے کہ بیان اسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہو اور اسکی اسناد نہایت ضعیف ہے تصریح کی اسکی سب محدثین نے فتلک
عشرۃ کاملۃ ہذا ینبغی تحقیق المقام وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الافہام استدلال عجیب امام مالکؒ نے موطا میں لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ
یمین مع الشاہد الواحد حجت نہیں بسبب قول اللہ تعالی کے فان لم یکونا رجلین الآیہ تو حجت ان لوگوں پر یہ ہے کہ آیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعوی
کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہیں حلف لیا جاتا مدعی علیہ سے تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہو جاتا ہے اس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف

له اس آیہ کریمہ میں حق سبحانہ وتعالے نے شہادت شاہدی کو مقرر کیا مدعی پر ہر طرح نہ یمین کو فافہم ۱۲

دلاتے ہین صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہی کہ نہین ہی اختلاف اُسمین کسی کا لوگون مین سی اور نہ کسی شہر مین شہرون مین سی تو کس دلیل سی نکالا ہی اُسکو اور کس کتاب اللہ مین پایا اس مسائل کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کری یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہین ہی یہ کتاب اللہ مین انتہی باختصار مین کہتا ہون کہ استدلال عجیب ہے امام مالک رح سے کیونکہ ثبوت حلف مدعی علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سی موجود ہی بلکہ اُسپر اجماع ہی مجتہدین کا تو یہ کہنا کہ کس دلیل سی نکالا ہی اسکو بعید ہی صواب سے اور اگر مراد اُنکی اُس امر اتفاقی سی حلف مدعی علیہ مع حلف مدعی درصورت نکول مدعی علیہ ہی تو اسکو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلاد وامصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہی بانیمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہین جانتے ہین وہ کب کہتے ہین کہ قسم رد کیجاویگی مدعی پر تو ملازمت ان دونون امرون مین غیر ثابت اور بی دلیل ہی اور شاید کہ امام مالک رح کی اس عبارت کا مطلب کچھہ اور ہووے کہ وہ ہماری فہم ناقص مین نہ آیا ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ ص اور نہین قسم لیجاتی ہی امام صاحب رح کے نزدیک منکر سی نکاح اور رجعت اندر عدت مین اور مدت ایلاء کے اندر رجوع کرنے مین اور ام ولد ہونے مین اور غلام ہونے مین اور نسب مین اور ولاء مین برخلاف صاحبین رح کی ف اصل کتاب مین صورتین ان مسائل کی یون مذکور ہین کہ ایک شخص نے دعوی کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اُلٹا ہوا یعنی عورت مدعی نکاح کی ہووے اور مرد انکار کری یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گذرجانے عدت کے کہ مین نے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اُلٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد گذرجانے مدت ایلاء کے کہ مین نے رجوع کیا تھا ایلاء سی اندر مدت کے اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اُلٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہی یا اسکا اُلٹا ہوا یا جھگڑا کیا دونون نے آزادی کی ولاء یا ولاء موالاۃ مین اسی طور پر یا دعوی کیا لونڈی نے اپنے مولی پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی مولی سے اور دعوی کیا تھا اسکا مولی نے اور مرگیا ہی ولد اور اسکا اُلٹا یہان نہین ہوسکتا کیونکہ مولی نے اگر دعوی کیا کہ میری ام ولد ہی تو وہ ام ولد ہو جاویگی صرف اقرار سے ہمین اس لونڈی کے انکار کیطرف التفات نہوگا پس ان امام صاحب رح اور صاحبین رح کی مذکور ہین اصل مین لیکن صحیح ومختار یہ ہی کہ ان ساتون چیزون مین قسم لیجاویگی درمختار اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ فتوی قول صاحبین رح پر ہی مسئلہ نکاح مین کذا فی الاصل ص اور نہین قسم لیجاویگی حدود اور لعان مین ف جیسے حد زنا اور حد قذف مین صورت حد کی یہ ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا دوسرے پر کہ تو نے مجھپر تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھپر حد لازم ہی اور مدعی علیہ نے انکار کیا تو اُسپر قسم نہ آویگی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ ہی کہ عورت نے دعوی کیا خاوند پر کہ تو نے مجھکو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجھپر لعان واجب ہے اور مرد نے انکار کیا تو اسکو قسم نہ دلائی جاویگی کذا فی الاصل ص اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا تو اُس سی قسم لیجاویگی مال کے لیے تو اگر اُسنے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھہ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ نکول ایسی دلیل ہی جسمین شبہہ ہی تو مال اس سی لازم ہوگا نہ حد اسیطرح خاوند کو قسم دلائی جاویگی اگر عورت نے دعوی کیا اُسکے طلاق دینے کا قبل دخول کے اسواسطے کہ طلاق مین بالاجماع قسم لی جاتی ہی تو اگر مرد نکول کریگا ضامن ہوگا صورت مذکورہ مین عورت کی نصف مہر کا اسی طرح نکاح مین جب عورت دعوی کری مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کری شوہر تو قسم لی جاویگی اس سی اور اگر نکول کریگا تو مال اسپر لازم ہوگا اور عورت اس پر حلال نہوگی نکول سے نزدیک امام ابو حنیفہ رح کے اسی طرح نسب مین جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا دعوی کری جیسے میراث یا نفقہ کا اور سوا ان دونون کا مثل حجر لقیط اور امتناع رجوع کا ہبہ مین ف یا حضانت کا یا عتق کا بسبب ملک کے یا ہبہ مین رجوع نہو سکنے کا شامی ص تو مدعی علیہ سی حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ حق ثابت ہو جاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحب رح کے اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اس سی حلف لیا جاویگا اجماعا تو اگر نکول کریگا قصاص بالنفس مین ف قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کی بدلے مین اُسکا قتل واجب ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ مدعی علیہ نے کسی کی ہاتھہ یا پانون کاٹ ڈالے اور مدعی اسکا عوض چاہتا ہے کہ مدعی علیہ کی بھی ہاتھہ یا پانون کاٹے جاوین ص تو قید کیا جاویگا مدعی علیہ یہان تک کہ اقرار کری یا حلف کری اور اگر نکول کریگا قصاص بالاطراف مین تو صرف اسکے نکول سی اس سی قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحب رح کے اور صاحبین رح کے نزدیک قصاص بالنفس مین بمجرد نکول دیت لازم ہوگی قاتل پر اور اسیطرح قصاص بالاطراف مین ارش عه اسکا ف اور فتوی امام رح کے قول پر ہے ص مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین ف یعنی شہر مین یہان تک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین

عه یعنی بالاتفاق ۱۲ عه ارش یعنی دیت جراحت ۱۲ عه اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہے

یا میرے شہود غائب ہین تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اور ضمانت نہ لیجاویگی ص اور پھر قسم طلب کی مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ اُس سے حاضر ضمانت لی جاویگی تین روز کی ف لیکن شرط ہی کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ہووے اور اُسپر خوف بھاگ جانے کا نہووی اگرچہ مدعی علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال دار حقیقت ص تو اگر مدعی علیہ ضمانت داخل نہ کرے تو خود مدعی یا امین اسکا مدعی علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک تا کہ مدعی علیہ غائب نہو جاوے یہ صورت جب ہی کہ مدعی علیہ مقیم ہو اُس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری تک لی جاویگی اور اگر ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اسکے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ مین گواہ لایا تو بہتر ہی ورنہ قاضی اس سے حلف لیوے یا اُسکو چھوڑ دیوے ف مسائل الحاقیہ اگر مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کرلیا اس امر پر کہ مدعی علیہ قاضی کے سوا اور کہین قسم کھاوے اور بری الذمہ ہوجاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہی بطلب مدعی تو اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعی علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لیا جاوے اسپر کہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہی یا گواہ اُسکے سچے ہین تو قاضی اُسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے فائدہ طریق قضا کے تین ہین ایک اقرار مدعی علیہ دوسرے برہان مدعی تیسرے نکول مدعی علیہ تو قاضی کو چاہیے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہودین اور وہ طلب کرے قسم کو مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے کہے واسطے قسم کہانے کے اگر وہ قسم کھالیوے تو بہتر ہی اور اگر نکول کرے تو اُس پر مال کا حکم کرے یہ کہ قبل مدعی علیہ کے حلف یا نکول کرنے کے اس طرح فیصلہ کردیوے کہ مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اُس سے مال دلایا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہین اور یہ امر جہل ہی اُنکے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہیے قاضی کے سامنے مدعی علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اُسپر نکول سے حکم کردیا مال کا بعد اُسکے مدعی علیہ مستعد ہوا حلف پر تو اب کچھ سماعت نہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قایم کیے گو کہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاوینگے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعی علیہ سے حلف لے سکتے ہین نیابۃً ص اور حلف نہین کرسکتے نیابۃً اپنے فعل پر آدمی سے قسم لی جاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جسطرح مدعی کہتا ہی اُس طرح نہین ہی اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ مین نہین جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعوی کیا دین یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اُس کی میراث ہونے کو جانتا ہی یا مدعی نے اُسکی میراث ہونے کا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعی علیہ اُسکی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعی علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لے جاوے کہ مین نہین جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دین آتا تھا مورث پر اگر مدعی نے دعوی کیا دین کا مدعی علیہ پر اور ثابت کیا اسکو برہان سے بعد اُسکے مدعی علیہ نے جواب دیا کہ مین یہ دین مدعی کو پہونچا چکا ہون تو مدعی علیہ سے گواہ ادا دین کے لیے جاوینگے اسیطرح اگر دعوی کرے مدعی کے عفو کردینے کا اگر مدعی علیہ کے پاس گواہ نہون ایصال دین یا ابراء دین کے اور طالب ہو قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لی جاوے گی اگر مدعی قسم کرلے تو مال دلایا جاویگا مدعی علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعی علیہ پر مال لازم نہوگا اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپے کی مدعی علیہ پر اور دوسرے نے اُسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدعیون نے ایصال دین کا دعوی کیا ایک بارگی دین کا اور گواہون نے ادائے متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اگر ورثہ نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے مورث کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اسکے زوجہ نے گواہ قائم کیے نکاح اور مہر پر اب ورثہ کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اسکو طلاق دیا تھا یا اسنے ابرا کیا تھا مہر سے تو یہ قول وارثون کا مسموع نہوگا اس واسطے کہ صریح مخالف ہے قول اول کے قنیہ و درمختار

باب کیفیت حلف کے بیان مین

ص قسم لیجاوے اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے ف تو اگر قسم کھاویگا قرآن یا مان باپ یا پیغمبر یا ولی یا شہید کے نام سے یا کعبہ کی

سلہ یعنی اپنا مکان ذاتی رکھتا ہو شہر مین اور دوکان اُسکی معروف ہو نہ یہ کہ کرایہ کے گھر مین رہتا ہووے ۱۲ شامی سلہ اگر عورت پردہ نشین کو حلف دینا منظور ہو تو قاضی اپنا امین مع دو گواہون کے واسطے اخذ حلف کے روانہ کرے ۱۲ اشباہ سلہ یہ شرطین دعوی عین کی ہین نہ دعوی دین کی ۱۲ منہ

تو اُس پر احکام قسم کے مرتب نہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھکر قسم کھاویگا تو شرک ہو جاویگا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا کسی اور اُسکے اسم سے اسماے متبرکہ سے جیسے رحمن رحیم قادر ذوالجلال یا اُسکی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی **شامی** روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپون کی سو جو شخص تم مین سے قسم کھاینوالا ہو سو چاہیے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ جسنے اپنے حلف مین کہا قسم ہے لات اور عزیٰ کی تو چاہیے کہ کلمۂ توحید پڑھے یعنی لا الٰہ الا اللہ کہا شیخ عبد الحق نے شرح مشکوٰۃ مین کہ اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم نہین ہے تو اس سے کافر نہین ہوتا لیکن استغفار چاہیے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہے یعنی اُس چیز کی تعظیم مثل خدا کی جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہے واجب ہے کہ عود کرے اُس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کی ابوداؤدؒ نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنی ماؤن کی اور نہ بتون کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کی ترمذیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کی اور کسی کی تو اُسنے شرک کیا **ص** اور قسم نہوگی طلاق اور عتاق سے **ف** یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعی علیہ سے یون قسم لیجاوے کہ اگر مدعی کا دعوی سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہے **کذا فی الخانیۃ ص** اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر بہار کرے زمانے مین مدعی الحاح اور زاری کرے تو قاضی کو جائز ہے کہ مدعی علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیوے **ف** یعنی قاضی کو ایسی قسم لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق کا حرام ہے تو اگرچہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اُسکی تعمیل کیسے درست ہوگی اسیکو اختیار کیا ہے صاحب درمختار اور فقہاے معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمین ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعی علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اُسکے نکول سے اُسپر مال لازم نہ کیا جاوے گا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہا نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعی علیہ مال اُسپر لازم کیا جاویگا درمختار اور شامی نے نقل کیا در البحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہین تو وہ وقت طلب حلف قسم سے انکار کر کے مال کا اقرار کر لیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہین مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدماے فقہا سے بلکہ ستونہین اسکی ممانعت لکھی ہے تو جواز اسکا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہاے متاخرینؒ کا ہے جنکی تقلید ضرور نہین علی الخصوص جبکہ مخالف احادیث اور حرام ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے **ص** اور سخت کر سکتا ہے قاضی قسم کو خدا کی اوصاف ذکر کرنے سے مثلاً کہے قسم اُس اللہ کی جو مطالب غالب ہے سمجھنے والا ہے بادشاہ ہے زندہ ہے اسکو موت اور فنا نہین ہے اور مثل اُسکے **ف** ہدایہ مین اسکی مثال یون لکھی ہے کہ قاضی کہے مدعی علیہ سے کہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہے غائب اور حاضر کا وہ رحمن رحیم ہے جانتا ہے وہ چھپی چیز کو جیسے جانتا ہے کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے اوپر یہ مال نہین ہے اور نہ اسمین سے کچھ انتہی اور قاضی کو پہونچتا ہے تاکید کرے قسم کی اس سے زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہو جاوے اسواسطے کہ استحقاق اُسپر صرف ایک قسم کا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ جو شخص نیکبخت و دیندار مشہور ہے اُسپر تاکید قسم کی حاجت نہین البتہ جو ایسا نہو اُسپر قسم سخت کرے اور بعضون نے کہا ہے کہ اگر مال قلیل ہو تو تغلیظ قسم کی حاجت نہین البتہ اگر مال خطیر کا دعوی ہووے تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعی علیہ کو اللہ تعالی کی قسم دی اور اُسنے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم

[illegible]

نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی اور وہ حاصل ہوگیا در مختار عن الزیلعی ص اور نہوگی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے ف
تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لیوی در مختار مین ہی کہ یہ تغلیظ مستحب نہین ہی قاضی کو تو ظاہر
یہ ہے کہ اگر کرے تو مباح ہی لیکن نقل کیا شامی رح نے محیط سے کہ نہین جائز ہے تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کی ص اور امام شافعی رح کی نزدیک تغلیظ قسم کی چاہیے زمان
سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کی اور مکان سے جیسے جامع مسجد مین نزدیک منبر کی اور یہودی کو یون حلف دلاوینگے کہ قسم ہے اُس خدا کی کہ جسنے اُتارا توریت
کو موسی علیہ السلام پر اور نصرانی کو اسطرح کہ قسم ہے اُس خدا کی کہ جسنے اُتارا انجیل کو عیسی علیہ السلام پر اور مجوسی[1] کو اسطرح کہ قسم خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور بت پرست کو قسم خدا کی دلاوینگے ف
کیونکہ سب بت پرست اقرار کرتے ہین وجود خدای تعالی کا فرمایا اللہ تعالی نے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یعنی اور اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ
کسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو البتہ کہین گے کہ خدا نے پیدا کیا پارسی سے اور ہندو سے آگ کی اور گنگا کی قسم نہ لیوی کیونکہ تحلیف بغیر خدا جائز نہین
ہی بلکہ یون کہی کہ قسم اُس خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو درمختار مین ہی کہ فرقہ دہریہ جو مقر نہین خدای عز وجل کی بلکہ انکار کرتے ہین خدا سی تو اُنسے کیسی
چیز کی قسم لیجاویگی یہ امر معلوم نہین ہوا مترجم کہتا ہے کہ اُنسے دہر کی قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی منجملہ اسماے الٰہی ہے حدیث شریف مین ہی کہ فرمایا اللہ تعالی
نے مین دہر ہون اور آدمی بُرا کہتا ہی دہر کو اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لے لے تو کافی ہوجاویگا درمختار مین ہے کہ اگر مدعی علیہ گونگا
ہو تو اُسکو حلف دینے کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تجھپر عہد ہی خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف
ہوجاویگا اور اگر بہرا بھی ہووے تو قسم کو لکھی تاکہ وہ اُسکا جواب لکھی اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہووی تو اُسکو اشارے سے قسم دیوی اور اگر گونگا اور
بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اُسکا باپ قسم کھاوی یا اُسکا وصی یا اگر باپ اور وصی نہووے تو قاضی نے جس شخص کو اُسکے قائم مقام کیا ہی وہ حلف کری طحطاوی
نے لکھا ہی یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بالغیر ہے یا یقین وقطع پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ یہ قول مخالف ہے القدم کہ نیابت استحلاف
مین جاری ہوتی ہے نہ حلف مین انتہی ص اور نہ حلف دیے جاوینگے یہ لوگ ف یعنی یہود اور نصاری اور بت پرست ص اپنی عبادت خانون مین ف
اسواسطے کہ قاضی کو اُنکے عبادت خانہ مین جانا مکروہ ہے کیونکہ وہ مجمع شیاطین مین اور ظاہر کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی
مراد ہوتی ہے اور یہی فتوی ہے اُس مسلمان کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ[2] ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ص اور قسم دلائی جاوےگی مدعی علیہ کو حاصل دعوی پر
ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہی کہ اگر سبب ایسا ہی جو مرتفع نہین ہوسکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اُسمین حلف سبب پر ہوگا اور اگر وہ سبب مرتفع ہوسکتا ہی جیسے
بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہان قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت مین مدعی کا ضرر ہووے اور اُسکی مثالین آگے آتی ہین ص جیسے بیع اور نکاح مین قاضی
یون قسم دیوی کہ قسم خدا کی تم دونون مین بیع قائم نہین اور یا نکاح قائم نہین اور طلاق مین اسطرح کہ وہ عورت تجھ سے اسوقت بائن نہین ہی اور غصب مین
اسطرح کہ تجھپر اُس چیز کا پھیر دینا واجب نہین اور نہ دیوے قسم سبب پر جیسے قسم خدا کی مین نے نہین بیچا یا مین نے طلاق نہین دیا یا مین نے غصب نہین کیا یا مین نے نکاح نہین
کیا ف اسواسطے کہ یہ اسباب مرتفع ہوجاتے ہین اسطرح پر کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعی علیہ کو قسم دلاوینگے سبب پر تو اُسکو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹ
بولنے کے یہ مذہب طرفین رح کا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک سب صورتون مین قسم سبب پر دلائی جاویگی مگر جب مدعی علیہ قاضی سے کنایۃً کہے کہ اے
قاضی نہ حلف دلا تو مجکو سبب پر اسواسطے کہ آدمی کہین بیع کرتا ہے پھر اقالہ کرلیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر نکاح کرلیتا ہی اور بعضون نے کہا ہے کہ
مدعی علیہ کی انکار کو دیکھینگے اگر وہ منکر ہوگا سبب کا تو اُسپر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور یہان پر کہنے والا کہہ سکتا
ہے کہ لائق یہ ہے کہ ہمیشہ حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعی علیہ کنایۃً قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہی کہ پہلے بیع ہوئی ہوگی پھر اقالہ ہوا ہوگا

[1] مجوسی یعنی پارسی آتش پرست ۱۲ [2] کنیسہ معبد یہود کو کہتے ہین ۱۲

تو دعوی اقالہ مین مدعی علیہ کو مدعی ہونا چاہیے تو مدعی علیہ پر گواہ لازم ہین اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہے کذا فی الاصل ص مگر اس صورت
مین جہان پر مدعی کا ضرر ہووے تو وہان حلف سبب پر ہوگا جیسے شفعہ کا دعوی بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق باین کا جب مدعی علیہ ان چیزون کا
قائل نہو ف مثلاً مدعی علیہ شافعی ہو اور اُنکے نزدیک نہ ہمسایہ کو شفعہ ہے نہ مطلقہ بطلاق باین کو نفقہ تو یہان اگر مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی حکم پر یعنی میرے
او پر شفعہ واجب نہین یا نفقہ واجب نہین تو مدعی علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعی علیہ کو یون قسم دینگے کہ قسم خدا کی
مین نے یہ گھر نہین خریدا یا مین نے اُسکو طلاق باین نہین دیا کذا فی الاصل ص اسیطرح قسم لی جاویگی اُس سبب پر جو مرتفع نہین ہو سکتا جیسے غلام مسلمان
عتق کا دعوی کرے مولی پر ف تو مولی کو یون قسم دینگے کہ قسم خدا کی مین نے اُسکو نہین آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل پر حلف لینے کی کوئی ضرورت نہین کیونکہ
سبب ارتفاع یہان نہین ہو سکتا اسواسطے کہ غلام مسلمان جب آزاد ہوگیا تو پھر غلام ہو نہین سکتا کذا فی الاصل ص اور لونڈی اور غلام کافر مین اگر مدعی ہوون
یہ دونون عتق کے مولی پر قسم لی جاویگی حاصل پر ف اسواسطے کہ سبب کا ارتفاع یہان ہو سکتا ہے لیکن لونڈی مین تو اسطرح کہ مرتد ہوجاوے اور دار الحرب مین چلی
جاوے پھر قید ہو کر آوے اور لیکن غلام کافر تو اسطرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب سے ملجاوے پھر قید ہو کر آوے کذا فی الاصل ص اور جو شخص کسی چیز
کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اُس چیز کا تو وارث سے قسم علم پر لیجاویگی یعنی اسطرح کہ مجھے معلوم نہین کہ یہ شے تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص
کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے ف اسیطرح اگر وارث مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر دیکھو مختار ص اور قسم کے بدلے مین مدعی کو کچھ دینا
اور صلح کرلینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی جب اقرار کرے کہ مجھکو بدلا قسم کا یا بدل صلح قسم کے عوض پہونچ گیا تو اب مدعی علیہ کو قسم نہ دی جاویگی بلکہ حق حلف
ساقط ہوجاویگا فائدہ مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے سو اُسنے کہا کہ تو مجھکو قسم دے چکا ہے ایکبار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے ہوئی ہو وے اُسپر گواہ لاوا
تو مدعی علیہ کا قول مقبول ہوگا ورنہ مدعی اُس سے حلف لے سکتا ہی

ص باب التحالف یعنی دو شخصون کے باہم قسم کہانے کے بیان مین

جب بایع اور مشتری نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین ف مثلاً بایع نے ثمن دو سو روپے بتلایا اور مشتری نے سو روپے ص یا مبیع مین ف یعنی مشتری
نے مبیع زیادہ بتلائی اور بایع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بایع نے دس من ص تو جو شخص گواہون سے اپنا بیان ثابت کریگا اُسکے
موافق حکم ہوگا اور اگر دونون نے گواہ اپنے اپنے بیان پیش کیے تو فیصلہ اُسکے موافق ہوگا جو دعوی کرتا ہے زیادت کا ف اور وہ بایع ہے صورت اول مین اور
مشتری صورت ثانی مین ص اور اگر اختلاف ہوا مقدار ثمن اور مبیع دونون مین مثلاً بایع نے کہا کہ مین نے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض مین بیچا ہے اور مشتری
نے کہا نہین بلکہ تو نے دو غلامون کو بدلے مین ہزار روپیہ کے بیچا ہے تو گواہ بایع کے ثمن مین اور مشتری کے مبیع مین معتبر ہونگے اور اگر بایع اور مشتری دونون گواہون کے
پیش کرنے سے عاجز ہوے تینون صورتون مین ف یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن مین یا فقط مقدار مبیع مین یا مبیع اور ثمن دونون مین ص تو یا ہر شخص
دوسرے کی زیادتی پر راضی ہوجاوے ف یعنی مشتری بایع کی زیادتی ثمن پر یا بایع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر ص یا دونون
حلف کرین تو اگر اختلاف ثمن مین ہوگا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو راضی ہوجا اُس ثمن سے جسکا بایع دعوی کرتا ہے ورنہ بیع فسخ کی جاوے گی اور اگر اختلاف
مبیع مین ہوگا تو بایع سے کہا جاویگا یا تو تسلیم کردے اُس چیز کو جسکا دعوی کیا مشتری نے ورنہ فسخ کرینگے ہم بیع کو اور اگر اختلاف دونون مین ہووے تو ہر ایک
سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہوگیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہے ورنہ دونون سے حلف لینگے اور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا ف تینون
صورتون مین اسواسطے کہ پہلے اُسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار بھی اُسکا اسبق ہی اور بہی جلدی ظاہر ہوتا ہی فائدہ نکول کا اور وہ وجوب ثمن ہی
برخلاف اُس صورت کی جب بایع سے پہلے حلف لیا جاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم بیع کا مؤخر رہیگا استیفای ثمن تک اور اگر بیع اسباب کی باسباب

اسباب کی ہووے یا بیع صرف ہووے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جسکی قسم سے چاہے شروع کرے اور قسم صرف اسی طور سے لیجاویگی کہ بائع یون قسم کھاوے کہ واللہ مین نے ہزار کو نہین بیچا اور مشتری قسم کھاوے کہ واللہ مین نے بعوض دو ہزار کے نہین خریدا اور ردّ نا اثبات کا اسکے ساتھ ضرور نہین یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ مین نے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ مین نے ایک ہزار کو خریدا ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاصل مع التشریح من الہدایۃ ص اور فسخ کردیوے قاضی بیع کو بعد دونون کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونون مین سے اسپر لازم کیا جاویگا دعوی دوسرے کا ف یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اسنے نکول کیا تو بائع کا دعوی اوسپر لازم ہوگیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کی جاوے گی بائع پر تو اگر اسنے حلف کیا تو فسخ کی جاوے گی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعوی اسپر لازم ہوگا جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف جب مقدار ثمن مین ہووے تو دونون سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہے قیاس کے اسواسطے کہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اسکا انکار کرتا ہے اور مشتری دعوی کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن قلیل کے اور بائع اسکا انکار کرتا ہے تو ہر ایک ان دونون مین سے مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونون پر حلف لازم آویگا لیکن بعد قبض مبیع کے دونون سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہے اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعوی نہین کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اسکے پاس آگئی ہے البتہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اسکا منکر ہے تو قسم صرف مشتری سے چاہیے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہمنے اور ثابت کیا ہمنے دونون کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونون حلف کرین اور دونون پھیر دیوین یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذا فی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی ہان روایت کی ابن ماجہ اور دارمی نے عبد اللہ بن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووی اور ان دونون کے پاس گواہ نہووین تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیوین دونون مبیع کو اور نقل کیا سیوطی نے جامع صغیر مین روایت طبرانی سے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البیعان اذا اختلفا ولا بینة ترادا البیع یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کرین اور ان دونون کے پاس گواہ نہووین تو پھیر لیوین بیع کو ص اگر اختلاف ہو میعاد مین یا شرط خیار مین یا قبض مین بعض ثمن کے تو تحالف نہین بلکہ حلف دلایا جاویگا منکر کو ف برابر ہے کہ اختلاف اصل اجل مین ہووے جیسے مشتری کہے کہ مین نے ادھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن موجل ہے بمیعاد ایک سال کے اور بائع کہے کہ نہین بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اسکو قسم دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی اور دوسرا اسکا انکار کرے یا کہے ایک انمین کا کہ مجکو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہین بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ مین بعض ثمن دیچکا ہون اور بائع اسکا انکار کرے کذا فی الاصل ص اسیطرح تحالف نہوگا اگر مبیع تلف ہوگئی ہووے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن مین بلکہ حلف دیا جاویگا مشتری نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا برخلاف محمد کے اور دلیل انکی اصل مین مسطور ہے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہو تو بھی تحالف نہوگا مگر اس صورت مین تحالف ہوگا کہ بائع جتنی تلف ہوئی ہو اسکے چھوڑ دینے پر راضی ہوجاوے ف اور بعض مشائخ یہ کہتے ہین یہ استثنا مین مشتری سے ہے تو اس صورت مین مشتری پر یمین نہ آویگی اور تفصیل اسکی اصل کتاب مین ہے ص اگر مولی اور مکاتب نے بدل کتابت مین اختلاف کیا تو تحالف نہوگا ف بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا ص اسیطرح اگر بیع سلم کی فسخ کے بعد راس المال مین اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ کا حلف سے مقبول ہوگا اور تحالف نہوگا اور عقد سلم عود نکریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری مین مقدار ثمن مین تو دونون حلف کرین جب دونون حلف کر لینگے تو بیع لوٹ آویگی ف اسواسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی ص اور اگر اختلاف کیا بدل

اصل مین مذکور ہے ۱۲
عہ اور دلیل اسکی
الزیادۃ ۱۲ عبدہ
ہوگا کذا فی الاصل ۱۲
کو اور حلف مشتری پر
اور مدعی ہے زیادہ
مشتری کے لیوے
ہالک سے بقدر اوسکے
مین بائع ثمن بعض
ہوا اس صورت
ثمن چھوڑ دینے پر راضی
اور بائع اس کا حصہ
ہلاک ہوجاوے
مین کہ بعض مبیع
قولہ اگر اس صورت ۱۲ یعنی

اجارہ یا منفعت مین موجر اور مستاجر نے قبل پوری لینے منفعت اور قبضہ کرنے اجرت کے تو دونون حلف کرین اور ہر ایک دوسری کی شی کو پھیر دیوے اور پہلی مستاجر کو قسم دیجاویگی اگر اختلاف اجرت مین ہووے اور موجر کو پہلے قسم دیجاویگی اگر اختلاف منفعت مین ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسری کا قول ثابت ہوجاویگا اور جو کوئی برہان لاویگا اسکا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونون برہان لاوین تو قول موجر کا اجرت مین جب اختلاف اجرت مین ہو اور مستاجر کا منفعت مین جب اختلاف منفعت مین ہو مقبول ہوگا اور جب اختلاف دونون مین واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولی ہونگی دعوی زیادت مین جیسے موجر نے کہا کہ مین نے تجکو مکان کرایہ مین دیا ایک برس تک دو سو روپے مین اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ دو برس تک سو روپے مین اور قائم کیا دونون نے گواہون کو تو حکم دیا جاویگا دو برس تک دو سو روپے مین ف تو موجر کی گواہون کا ازدیاد اجرت مین اور مستاجر کی گواہون کا زیادتی میعاد مین اعتبار ہوا اسلیے کہ حجت واسطے اثبات کی ہوتی ہے پس جسمین زیادتی کا ثبوت ہوگا وہ قوی و راجح ہوگی ص اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کی اختلاف کیا مقدار اجرت مین تو قول مستاجر کا حلف سے مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہے اور بعض باقی ہے تو دونون حلف لیکر جاری کو باقی مین فسخ کر دینگی اور جتنی مدت گذری ہے اسمین قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی مین اور کسی کی گواہ نہین تو جو اسباب خاص عورت کی لائق ہے ف جیسے اوڑھنی کرتی چولی زیور وغیرہ ص تو وہ عورت کو دیا جاویگا قسم لیکر اور جو اسباب کہ خاص مرد کی لائق ہے ف جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ ص یا مرد اور عورت دونون کا ہوسکتا ہے ف جیسے ظروف وغیرہ ص تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر ف یہ صورت جب ہے کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہو وین اور دونون زندہ ہووین تو اگر دونون گواہ پیش کرین تو زوجہ کی گواہ مقبول ہونگی ص اور جو کوئی مرگیا ہووے تو قول زندہ کا اُس اسباب کے حق مین جو دونون کی لائق ہے قسم سے مقبول ہوگا ف اور اس مسالی مین تو قول ہین مجتہدین کے مذکور ہین حواشی درمختار مین ص اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک عورت کو سامان اُسکا حسب لیاقت اُسکی دیا جاویگا اور باقی خاوند کو اُس سے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت سب برابر ہے ف اور قیام ورثہ کی مقام مورث کی اُنکی نزدیک ہے اور امام محمد رح کی نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہین تو مثل قول ابو حنیفہ رح کے ہے اور بعد موت کی جو اسباب مشکل ہے وہ خاوند کی وارثون کو ملیگا اور اگر جورو خاوند مین سے کوئی مملوک ہے تو کل اُسکا ہوگا جو ان مین سے آزاد ہے حالت حیات مین اور بعد ایک کی مرجانیکے زندہ کا ہوگا ف اور صاحبین رح کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حر کے ہے مسائل الحاقیہ زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر مین واقع ہووے تو اُسکی صورتین کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی مین گذر چکین اگر موجر اور مستاجر نے متاع خانگی مین اختلاف کیا تو کل چیزین مستاجر کی ہونگی قسم لیکر مگر جو چیزین کہ موجر کے بدن پر ہین وہ موجر کی ہونگی اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہون اور آلات مین اختلاف کرین اور آلات دونون کی قبضہ مین ہون تو ہر ایک کو اُسکے پیشے کی آلات حوالے کیے جاوین گے بلکہ جتنے آلات ہین دونون مین مشترک ہوجاوینگے دو شخص ایک مکان مین رہتے ہین اور ایک کے پاس ایک شی گران بہا نکلی جو اُسکے لائق نہین ہے جیسے چادر و بسکے پاس چادر کمخواب کی یا مفلس پاس توڑہ اشرفیون کا اور دوسرا شخص اُسکے لائق ہے اور دونون اُسکے مدعی ہین اور کسی کی پاس گواہ نہین ہین تو وہ شی اُسی کی ہوگی جو اُسکے لائق ہے کشتی مین دو شخص سوار ہین اور اُسمین آٹا بھرا ہوا ہے ایک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہے اور ہر ایک دعوی کرتا ہے آٹے اور کشتی کا تو آٹا آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی درمختار

ص فصل دفع دعوی مین

اگر مدعی علیہ نے مدعی کے جواب مین کہا کہ یہ شی جو میرے قبضے مین ہے اور تو اُسکا دعوی کرتا ہے امانت ہے زید کی یا عاریت لیا ہے اُسکو مین نے زید سے یا کرایہ مین لیا ہے یا گرو لیا ہے یا غصب کیا ہے مین نے زید سے اور اُسپر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعی علیہ سے دفع ہوجاوے گی ف اس واسطے کہ مدعی علیہ نے گواہون سے ثابت کر دیا اس امر کو کہ قبضہ اُسکا بطور خصومت نہین ہے تو مدعی کا دعوی بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعی علیہ سے اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ اگر مدعی علیہ حیلہ گر اور دغا بازی مین مشہور ہووے یعنی لوگون کا مال لیکر بعد اسکے یہی حیلہ کرکے ہضم کرتا ہے تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے اور اسی کو پسند کیا ہے

درمختار مین ص اور اگر مدعی علیہ نے اُسکے جواب مین کہا کہ یہ چیز مین نے خریدی ہی زید غائب سے یا مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہی یا چرائی ہے یا میرے پاس سے چوری گئی ہے تو اب دفع کرنا مدعی علیہ کا ان صورتون سے مقبول نہوگا اگرچہ مدعی علیہ اس شی کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے ف اسواسطے کہ مدعی علیہ نے جب یہ کہا کہ مین نے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اُسنے خود اقرار کیا کہ ید اُسکا ید خصومت کا ہے تو اُس سے خصومت ساقط نہوگی اسیطرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب اور سرقے کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسیطرح جب مدعی نے یہ کہا کہ یہ چیز چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعی علیہ نے اُسکے جواب مین یہ کہا کہ یہ میرے پاس امانت ہی فلانے کی تو بھی خصومت ساقط نہوگی نزدیک طرفین کے اور نزدیک محمد کے ساقط ہوجاویگی ص جیسے گواہ اگر اس بات کی گواہی دین مدعی علیہ کی طرف سے کہ مدعی علیہ پاس اس شی کو ایک شخص نے امانت رکھا ہی کہ ہم اسکو نہین پہچانتے ف تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ وہ شخص یہی مدعی ہووے ص البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہین کہ ہم امانت رکھنے والے کی صورت کو پہچانتے ہین اور اسکے نام و نسب کو نہین جانتے تو خصومت ساقط ہوجاویگی نزدیک امام صاحب کے ف کیونکہ جب گواہون نے نام و نسب امانت رکھنے والے کا بیان کردیا اور اُسکی صورت کو بھی پہچانتے ہین یا فقط اُسکی صورت کو پہچانتے ہون تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص مدعی نہین ہی اور نزدیک امام محمد کے خصومت ساقط نہوگی فقط صورت پہچاننے سے جب تک گواہ نام و نسب بھی اُسکا بیان نکرین کیونکہ اُنھون نے ایک شخص معین کو نہین ذکر کیا جسنے امانت رکھی ہی اُسکے نزدیک کذا فی الاصل ص اور اگر مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ شی جو قبضے مین مدعی علیہ کے ہے وہ مین نے زید سے خریدی ہے اور مدعی علیہ نے کہا کہ یہ شی زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہے تو خصومت مدعی کی ساقط ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اُس صورت مین خصومت دفع نہوگی جب مدعی گواہون سے یہ بات ثابت کردے کہ زید نے مجکو وکیل کیا ہی اُس چیز کے لے لینے کے لیے ف اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اُسنے یہ چیز خریدی ہی زید سے تو اُسنے اقرار کیا کہ ذوالید کو زید کی طرف سے پہونچا ہے تو یہ مدعی علیہ کا خصومت نہین ہوا اگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کردیوے اُس شی کے لے لینے کے لیے جاننا چاہیے کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہین کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ مدعی علیہ کے جواب کی پانچ صورتین ہین ایک امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ چوتھی رہن پانچوین غصب اور بھی اس جہت سے کہ اسمین پانچ قول ہین تو نزدیک ابن شبرمہ کے خصومت دفع نہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلی کے خصومت دفع ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ گواہ قائم نکرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسف رح کے اگر مدعی علیہ مرد صالح ہوگا تو اُس سے خصومت دفع ہوجاویگی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکر سازی مین تو دفع نہوگی اسواسطے کہ وہ یہ مکر کرسکتا ہے کہ جتنا مال اُسکے قبضے مین ہی ایک شخص غائب ہونیوالے کو دیوے اور اُس سے کہے کہ تو روبرو گواہون کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھوا دیوے تاکہ کوئی اس مال کا دعوی نکرسکے اور نزدیک محمد رح کے خصومت دفع نہوگی جب گواہون نے یہ کہا کہ ہم اُس شخص کو نہین پہچانتے مگر صورت سے اور نام و نسب اسکا نہین جانتے اور نزدیک امام اعظم رح کے خصومت دفع ہوجاویگی جب مدعی علیہ گواہ قائم کردیوے اپنے بیان پر جیسا مذکور ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص باب ایک چیز پر دو شخصون کے دعوی کے بیان مین

قاعدہ کلیہ اُسکا یہ ہی کہ گواہ غیر قابض کے اولی ہین قابض کی گواہون سے اگرچہ ایک کی گواہ وقت بیان کرین اور ایک کی گواہ وقت نہ بیان کرین ف جاننا چاہیے کہ جب دعوی ایسے دو شخصون کا ہو ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کی احق ہونگے ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک گواہ قابض کی اولی ہین پھر اگر ایک کے گواہون نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظم رح اور محمد کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکے گواہ معتبر ہونگے جنھون نے وقت بیان کیا ہی کذا فی الاصل ص اور اگر دونون شخص خارج ہین اور دونون نے ایک شی کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شی آدھون آدھ دونون کو دیجاویگی یہ ہمارا مذہب ہی اور شافعی رح کے نزدیک دونون طرف کے گواہ مردود ہوجاوینگے ف یا قرعہ کیا جاویگا سو جسکے نام پر قرعہ نکلیگا وہ شی اُسکے حوالے کی جاوے گی دلیل شافعی رح کی یہ ہی کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت مین ایسا ہی واقعہ ہوا سو آپنے قرعہ ڈالا

اور کہا کہ اے اللہ تو ہی ہی فیصلہ کر ہنوز الا ان دونون میں روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور ہماری دلیل حدیث صحیح الاسناد ہی جسکو روایت کیا ابو داؤد نے سنن مین
ابو موسی اشعری رض سے کہ دو شخصون نے دعوی کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
تقسیم کردیا اُس اونٹ کو اون دونون مین آدھا آدھا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین تمیم بن طرفہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
ایک اونٹ مین اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس اونٹ کا دونون مین نصفا نصف کہا طحاوی نے کہ قرعے کا حکم ابتدای اسلام مین تھا پھر منسوخ ہو گیا
اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث ہی ص تو اگر دو شخصون نے گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونون گواہیان ساقط ہو جاوینگی ف اسواسطے کہ جورو مین شرکت
نہین ہو سکتی برخلاف ملک کے کہ اسمین شرکت ہو سکتی ہی کذا فی الاصل ص اور وہ عورت اسکو دیجاویگی جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہی کہ دونون شخصون کے گواہون نے وقت
نکاح بیان نہ کیا ہو اور جو دونون نے تاریخ نکاح بیان کی تو جسکی تاریخ پہلے ہی عورت اُسی کی ہو گی اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہونکی ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو
وہ عورت اُسکی ہو جاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے گواہ قائم کردیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھین کر دوسرے کو دلا دینگے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اپنی منکوحہ ہونے پر
تو قضاءِ اوّل فسخ نہ کی جاویگی مگر جب کہ اس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہونکی تاریخ سے مقدم بیان کرین تو پھر زوجہ کو شخص اول سے چھین کر شخص ثانی کو دلا دینگے
اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے مین ہی بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہی تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جاویگی الا اس صورت مین جب یہ
بات ثابت ہو جاوے کہ نکاح اسکا شخص قابض کے نکاح سے مقدم ہی ف حاصل اسکا زیلعی مین یون مرقوم ہی کہ جب دو آدمیون نے تنازع کیا ایک عورت مین اور دونون نے
گواہ پیش کیے تو اگر دونونکے گواہون نے تاریخین بیان کی ہین تو جسکی تاریخ مقدم ہو گی وہ اولی ہی اور اگر دونونکے گواہون نے تاریخین بیان نہین کین یا تاریخین متحد بیان کین
تو جو قابض ہی عورت پر وطی سے یا اپنے مکان مین رکھنے سے وہ اولی ہی اور اگر یہ کوئی امر نہووے تو عورت سے پوچھا جاویگا جسکی وہ تصدیق کرے وہ اولی ہی ص اور اگر دو شخصون
نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص کے لیے اختیار ہو گا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کردیوے اور جب قاضی نے دونوں کے
لیے نصف نصف لینے کا فیصلہ کردیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو یہ نہین پہنچتا کہ کل مبیع لیلیوے ف کیونکہ نصف مین اسکی بیع فسخ ہو چکی ہی ہدایہ
ص اور اگر اس صورت مین دونون شخصونکے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی تو جسکی مقدم تاریخ ہو گی اُسکو وہ شی ملیگی اور اگر ایک کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی اور
دوسرے کے گواہون نے نہ بیان کی یا دونون نے تاریخ بیان نہ کی تو جو قابض ہی اُسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہین ہی تو صاحب وقت اولی ہو گا اور جو کسی نے وقت بیان نہین
کیا تو ہر ایک کو اختیار ہو گا کہ نصف ثمن کے بدلے مین نصف مبیع لیلیوے یا چھوڑ دیوے اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ چیز مین نے زید سے خریدی ہی اور دوسرے نے
کہا کہ یہ چیز مجھکو زید نے ہبہ کی ہی اور مین نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا یا صدقہ دی ہی اور مین نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر گواہ پیش کیے لیکن کسی کے
گواہون نے تاریخ بیان نہ کی تو جو شخص دعوی خرید کا کرتا ہی اُسکے گواہ مقبول ہونگے ف تو دعوی شرا مقدم ہی دعوی صدقہ اور ہبہ پر اور دعوی صدقہ بالقبض اور
ہبہ بالقبض برابر ہین ہدایہ ص اور دعوی شرا اور دعوی مہر برابر ہین ف صورت اسکی یون ہی کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہی ایک غلام پر کہ یہ غلام
میرا ہی اور ہندہ نے دعوی کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کرکے مجھسے نکاح کیا ہی اور دونون نے گواہ پیش کیے تو دونون گواہیان اور دعوی برابر سمجھے جاوینگے
تو وہی حکم مسئلہ سابق کا جاری ہو گا ص اور دعوی رہن مع القبض اولی ہے ہبہ مع القبض سے تو اگر دونون مدعی خارج ہین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے
اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اُسنے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذوالید تھا اُسنے بھی گواہ قائم کیے
مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولی ہو گا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخین دونون کی ایک ہین لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہی
ف مثلا ایک کہتا ہی کہ مین نے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہی کہ مین نے عمرو سے خریدا اور دونون کی تاریخین ایک ہین کذا فی الاصل ص یا صرف ایک نے وقت
بیان کیا تو دونون برابر ہونگے ف یہ بھی صورت اسی مین ہی جب ہر ایک دعوی خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعوی خرید کا کرتے ہون اور ایک

وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اولی ہوگا جیسا کہ اوپر گذرا ص اور اگر ایک خارج ہی اور دوسرا قابض اور دونون نے گواہ قائم کیے
مطلق ملک پر ف یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نہ کیا ص اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے اور اگر خارج و ذی گواہ
قائم کیے ملک پر اور قابض نے خریدنے پر اسی شخص خارج سے یا خارج اور قابض دونون نے گواہ قائم کیے ایسی سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی نہ مکرر جیسے نتاج
یعنی پیدائش بچہ جوان کی یا دوہنا دودھ کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ بنانے پر اور بالون کے تراشنے پر تو قابض ہی کے گواہ مقبول ہونگے اور وہ شے قابض کو دلائی
جاویگی ف اسواسطے کہ روایت کی دارقطنیؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی مین سو کہا ہر ایک نے انمین سے کہ جنی ہی یہ اونٹنی میرے
پاس اور قائم کیے ہر ایک نے گواہ اپنے دعوے پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹنی کا اُس شخص کے لیے جسکے قبضے مین تھی روایت کیا اسکو دارقطنی
نے ص اور اگر گواہ لایا ہر ایک ف خواہ دونون خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید علیہ ص دوسرے پر کہ مین نے اُس سے خریدا ہے
ف یعنی دونون مدعیون مین سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ مین نے تجھ سے خریدا ہی اور وہ دوسرا یہ کہے کہ مین نے تجھسے خریدا ہی ص اور بغیر ذکر وقت کے دونون گواہ
قائم کرین اپنے اپنے بیان پر تو دونون گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اُس شخص پاس رہیگا جسکے پاس قبل دعوے کے تھا اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا[1]
اور اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا تو اُسکی تفصیل مذکور ہدایہ مین اگر تیرا جی چاہے تو اُسکا مطالعہ کر لے ف ہدایہ مین یہ لکھا ہی کہ اگر دونون کے گواہون
نے وقت بیان کیا دعوی عقار مین اور کسی نے قبضہ اپنا ثابت نہ کیا اور وقت خارج کا مقدم ہی تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخینؒ کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج
نے پہلے خریدا پھر بیچا اُسکو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہی عقار مین نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلیے کہ نہین صحیح ہی بیع
خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ یہان دونون بیعین درست ہو سکتی ہین
شیخینؒ کے اور محمدؒ کے مذہب پر اور جب وقت ذوالید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ گواہون نے قبضہ کسی کا بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہوگا کہ
خریدا ہوگا اُسکو ذوالید نے اور قبضہ کیا اُس پر پھر بیچا ہوگا اُسکو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس
آگیا ہوگا انتہی ص اور جان تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہے اور مین اُسکو ذخیرے سے بطور ضبط اور اختصار
ذکر کرتا ہون تو مین کہتا ہون کہ اگر دونون مدعی گواہ لاے تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسی کی تاریخ مقدم نہووے تو اگر دونون ذوالید
یعنی قابض ہین تو دونون برابر ہونگے اسیطرح اگر دونون خارج ہونگے اور دعوی ملک مطلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہونگے اور یہ شامل ہی اس بات کو کہ دونون
تاریخ بیان نکرین یا صرف ایک شخص انمین سے تاریخ بیان کرے یا دونون تاریخ بیان کرین اور کسی کی تاریخ مقدم نہووے کیونکہ اگر کسی کی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی
زیادہ حقدار ہوگا اسیطرح دعوی ملک بسبب مین مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا دعوی کرین تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذوالید
یعنی قابض اور دوسرا خارج ہوگا تو خارج زیادہ حقدار ہی دعوی ملک مطلق مین سب صورتون مین مگر جب دعوی کرین ملک مطلق کے ساتھ ایک فعل کا جیسے کہے
ہر ایک انمین سے کہ وہ میرا غلام ہی مین نے اُسکو آزاد کیا ہی یا مدبر کیا ہی تو شخص قابض احق (زیادہ حقدار ۱۲) ہوگا برخلاف اُس صورت کے جب ہر ایک انمین سے کہے کہ وہ غلام میرا ہی
مین نے اسکو مکاتب کیا ہی تو وہ دونون برابر ہونگے اسواسطے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہین ہوتا تو وہ دونون خارج ہین اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہی مین نے اسکو
مکاتب کیا اور دوسرے نے کہا کہ مینے اسکو مدبر کیا ہی یا آزاد کیا ہی تو یہ دوسرا اولی ہوگا تو قاعدہ یہ ہی کہ جسکے گواہ مثبت زیادتی ہونگے وہ احق ہوگا یہ صورتین خارج اور
ذوالید کی ہین ملک مطلق مین لیکن ملک بسبب مین تو اگر دونون نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک بھی ایک ہی شخص سے بیان کرتے ہین تو ذوالید احق

سلہ یعنی جانور کا دعوی ہی اور ذوالید نے گواہ قائم کیے اسبات پر کہ یہ جانور پیدا ہوا تھا میری ملک مین یا میرے بائع کی ملک مین یا میرے مورث کی ملک مین ۱۲ منہ رح سلہ اسلیے کہ شاید قابض خارج سے پہلے خریدا ہو اور پھر اُسکے
ہاتھ بیچا ہو اور عکس اسکا جائز نہین اسواسطے کہ بیع قبل قبض جائز نہین اور اگرچہ زمین وغیر منقول ہو جب بھی یہی حکم ہے امام محمدؒ کے نزدیک کذا فی الاصل ۱۲

ہوگا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتی ہین تو خارج احق ہوگا سب صورتوں مین اور اگر دونون نے سبب ملک علیحدہ علیحدہ بیان کیے جیسے شرا اور ہبہ تو سبکا سبب بھی
ہوگا وہ اولی ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ف یہ خلاصہ ہی تمام مسائل متقدمہ کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص اور ترجیح نہین دیجاتی گواہونکی کثرت سے ف مثلا ایک کے دو
گواہ ہین اور دوسرے کے چار ص اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہی نہ کثرت ادلہ سے ف یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف دلیل متواتر ہی اور دوسری طرف
آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہوگا کہ ایک طرف دو حدیثین ہین اور ایک طرف ایک ہی حدیث ہی تو دو حدیثونکو ترجیح ہوجاوے ایک حدیث پر اسیطرح ایک آیت پر دو آیتونکو ترجیح
نہوگی یہ مسائل اصول کی کتابون مین بتفصیل مذکور ہی ص اگر دو خارجون نے دعوی کیا ایک گھر کا اسطرح پر کہ ایک نے اُس گھر کے آدھے کا دعوی کیا اور دوسرے نے
کل گھر کا اور دونون دلیل لائی تو کل کے مدعی کو تین حصے اُس مکان کے اور نصف کے مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث اور
نصف کے مدعی کو ثلث ملیگا ف دلیلین امام اور صاحبین کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہین ص اور اگر ایک گھر دو شخصونکے قبضے مین تھا اور ایک نے دعوی کیا
اُسکے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا مکان دلایا جاویگا اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ ملیگا ف اسوجہ سے کہ گھر جب دونکے قبضے مین
تھا تو ہر ایک کے قبضے مین نصف نصف مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے مین تھا اُسکا تو کوئی مدعی نہین تو وہ اُسکا ہوگا بغیر قضا قاضی کے اور جو نصف مدعی نصف کے
قبضے مین تھا اُسکا مدعی کل مدعی ہی اور وہ خارج ہی تو گواہ خارج کے اولی ہین گواہونسے قابض کے اسواسطے وہ نصف بھی مدعی کُل کو دلا دیگا کذا فی الاصل ص اگر دو خارجون نے
دعوی کیا ایک جانور کی پیدایش کا اور دونون کے گواہون نے تاریخ اُسکی پیدایش کی بیان کی تو اس جانور کا سن دیکھا جاویگا جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اُسکو دلایا جاویگا اور اگر
موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوسکے تو وہ جانور دونون کا ہوگا اور بعض اُسکا دونون کے گواہوں کے مخالف نکلے تو دونون کے گواہ مردود ہو جاوینگے اور وہ جانور جسکے پاس تھا
اُسی کے قبضے مین رکھا جاویگا تو اگر دونون خارجون مین سے ایک نے دعوی کیا ذوالید پر کہ یہ چیز میری تو نے غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا مین نے یہ چیز تیرے پاس
امانت رکھائی تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونونکے لیے حکم کیا جاویگا اُس چیز کے نصف نصف کا اسواسطے کہ دونون برابر ہوگئے کیونکہ جسکے امانت سپرد ہو گئی وہ جب انکار
کرے امانت سے تو غاصب ہوجاتا ہی سو گویا دونون شخص مدعی غصب کے ہوے ف اور آمین برابر ہونگے اسیطرح آمین ص جو کپڑے کو پہنے ہوے ہو وہ زیادہ حقدار ہی اُس سے جو آستین کو
پکڑے ہوے ہی ف یہانسے وہ مسائل شروع ہوے ہین جنمین دو شخص مدعی ہین بسبب قبضے کے اور کسیکے پاس گواہ نہین ہین بدائع مین ہی کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک
کا حکم ہوگا سو جبسے کہ شی اُسکے قبضے مین ہی تو اسپر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے پھر اگر وہ قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا
شخص جیتے گا ص اسیطرح جو گھوڑے پر سوار ہو وہ مقدم ہی اس شخص پر جو اُسکی لگام کو پکڑے ہوے ہی اور جو زین پر بیٹھا ہو وہ اولی ہی اُس سے جو اُسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہی اور جسکا
بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہو وہ اولی ہی اُس سے جسکا کوزہ اونٹ پر لٹکتا ہی اور جو فرش پر بیٹھا ہی اور جو اُسکو پکڑے ہوے ہی دونون برابر ہین ف جیسے دونون بیٹھے ہین ایک فرش پر
یا سوا ہین ایک زین پر در مختار ص اور جو ایک کے ہاتھ مین کپڑا ہی اور دوسرے کے ہاتھ مین اُسکا کنارہ ہی تو دونون برابر ہونگے ف کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ جو بنا
ہوا ہی نہ سر افتادہ جو بنا ہوا نہین ہوتا در مختار ص اگر ایک لڑکا جو بولتا ہی اور بات کو سمجھتا ہی ایک شخص کے قبضے مین ہی وہ یہ کہے کہ مین اصلی آزاد ہون تو قول اُسیکا معتبر ہوگا
اور جو وہ قبضے مین زید کے ہی اور کہے کہ مین غلام عمرو کا ہون تو وہ زید ہی کا غلام رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نہ سکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہو تو جس شخص کے قبضے مین ہی اُسکا
غلام ہوگا دیوار اُس شخص کی ہوگی جسکی کڑیان اُسپر رکھی ہوئی ہون یا اُسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہو کہ بطریق اتصال ترسیع ف اتصال ترسیع یہ ہی کہ ایک
دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہو کہ ایک دیوار کی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اتصال ترسیع اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیوارین اسواسطے
بنائی جاتی ہین کہ وہ دیوارونکے ساتھ ملکر ایک مکان مربع کا احاطہ کر لیوین کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہی وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے
کنارے سے ملا ہو یعنی دونون دیوارونکا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونون صورتین اینٹون کی دیوارین معلوم ہوئین اب اگر لکڑی کی دیوارین ہون تو اتصال ترسیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی

سلہ اور وہ اس مقام مین ذوالید ہی جو دونون کے دعوے کا منکر ہی ۱۲ منہ

لکڑی دوسری دیوار مین گئی ہو + درمختار ص اور اگر دو شخصون نے دعویٰ کیا دیوار کا اور ایک کی اُس دیوار پر تختے ف یا بانس جو کڑیون پر رکھی جاتی ہین ص دھرے ہوے ہین ف یا ایک کی دیوار کے ساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال تلازق رکھتی ہے درمختار ص تو وہ شخص اولیٰ نہوگا بلکہ دیوار دونون مین مشترک رہیگی ف اور اگر ایک شخص کی کڑیان دیوار پر رکھی ہون اور دوسرے کی دیوار کے ساتھ اتصال تربیع رکھتی ہووے تو صاحب اتصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضون نے کہا کہ جسکی کڑیان رکھی ہین وہ اولیٰ ہوگا لیکن صحیح اول ہے اور جو کڑیان ظلم سے رکھی گئی ہین دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اُسکے اُکھاڑنے کے مطالبہ سے ابرا کردیوے یا صلح یا عفو کردے تو وہ حق مطالبہ ساقط نہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اُسکے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مشتری کو مطالبہ اس حق کا پہونچتا ہے اسیطرح اگر صاحب دیوار نے وہ مکان کرایے کو دیا وعقدیان رکھنے والے کو تب بھی اُسکا حق مطالبہ ساقط نہوگا + درمختار ص اگر ایک دار مین ایک شخص کے دس بیت ہین اور دوسرے کا ایک بیت ہے تو وہ دونون اسکے صحن کے منافع مین برابر ہونگے ف یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال مین برابر ہین یعنی پھرنے مین اور اسباب رکھنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وغیرذلک غایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے مین اگر نزاع ہوگی تو بقدر زمین ہر ایک کے لیے حکم ہوگا اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لیے ہے تو جسکی زمین زیادہ ہے اُسکو زیادہ حاجت ہے درمختار ص دو آدمیون نے اگر ایک زمین کا دعویٰ کیا اور ہر ایک یہ کہتا ہے کہ وہ زمین میرے قبضے مین ہے تو قاضی حکم نہ دے کسیکے قبضے کا یہانتک قائم کرین اُسکا مطالبہ ہے اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونون گواہ قائم کردین تو وہ زمین دونون کو نصف نصف دلائی جاویگی اور جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف کیا اس شخص نے زمین متنازع فیہ مین اینٹین بنائی تھین یا عمارت بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اسی کے قبضے کا حکم ہوگا ف اسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونون دلیلین قبضے کی ہین ہدایہ

ص باب دعویٰ نسب کے بیان مین

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھ بعد اسکے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعویٰ کیا کہ یہ ولد میرا ہے تو اس ولد کا نسب ثابت ہوجاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلایا جاویگا اگرچہ عمرو بھی اس لڑکے کا دعویٰ کرے زید کے دعوے کے ساتھ یا بعد اُسکے ف یہ ہمارا مذہب ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک دعویٰ زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اُس لونڈی کو اقرار ہے اس بات کا کہ یہ میری ام ولد نہین ہے بلکہ لونڈی ہے تو اب دعویٰ ولد مین تناقض ہے اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نطفہ ٹھہرنا ایک امر مخفی ہے تو اُسمین تناقض عفو کیا جاویگا اور نطفہ ٹھہرنا زید کی ملک مین دلیل ہے اسبات کی کہ ولد زید کا ہے اسواسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہین گذرے ہین تا احتمال ہو اس بات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعویٰ کرے اُس ولد کا ساتھ زید کے یا بعد دعویٰ زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعویٰ کیا ولد کا تو نسب اُس سے ثابت ہوجاویگا اور اس دعوی کی صحت اسطرح پر کیجاویگی کہ عمرو نے اُس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کی ملک مین تھی پھر استیلاد کیا اُسکا پھر خرید لیا اُسکو کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ مین لونڈی مرگئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اُسکا دعویٰ کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہوجاویگا نہ اُس صورت مین جب لڑکا مرگیا ہووے ف اسواسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب مین فرمایا علیہ السلام نے ابراہیمؑ کی مان کے لیے کہ آزاد کیا اُسکو اُسکے ولد نے روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے اور جب صحیح ہوا دعویٰ زید کا بعد مرجانے لونڈی کے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زید پورا ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر حصہ ولد کے نہ اُسکی مان کے حصے کو کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ مین عمرو نے اُس لونڈی کو آزاد کردیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہوجاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیر دیگا ف صورت اُسکی یون ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اُسکے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہونچیگا اُسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو اُس کی مان کو پہونچیگا اُسکو نہ پھیریگا کذا فی الاصل ص اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کردیا تھا ف یا دونون کو آزاد کردیا تھا ص تو اب دعویٰ زید کا مسموع نہوگا جیسے اُس صورت مین کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم مین جنی یا دو برس سے

زیادہ مین جنی ف یعنی ان دونون صورتون مین بھی دعوی زید کا غیر مسموع ہوگا ص مگر اُس وقت کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول دو قسمون مین ف
یعنی جب چھ مہینے سے کم مین جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا ہی یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم مین جنی ص وہی قسم اول کا حکم ہوگا ف یعنی زید کا نسب
ثابت ہو جاویگا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جاویگی اور بیع فسخ کر دیجاویگی و قیمت پھروا دیجاویگی کذا فی الاصل ص اور تیسری قسم مین ف یعنی جب لونڈی
دو برس سے زیادہ مین جنی اور مشتری نے بائع کے دعوے کی تصدیق کی ص بیع باطل نہوگی اور لونڈی زید کی ام ولد ہوگی نکاح کی راہ سے ف ام ولد اُس لونڈی کو کہتے
ہین جسکی اولاد اپنے خاوند سے ہووے پھر خاوند اُسکا مالک ہو جاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعوی کرے ولد کا اور اس جگہ مراد یہی قسم ہی کیونکہ یہ
صورت اسپر محمول ہی کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذا فی الاصل مع زیادۃ ص جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اُس کے
پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اُس کو پھر کسی اور کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے دعوی کیا اُس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعوی صحیح ہوگا اور بیع پھر جاویگی[1] یہی
حکم ہی اگر مشتری[2] نے مکاتب کر دیا اُس لڑکے کو یا گرو رکھا اُس کو یا کرایہ دیا اُسکو یا بائع نے اُسکی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا نکاح کر دیا اس کا پھر لڑکے
کے نسب کا دعوی کیا تو بھی نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاوینگے اسواسطے کہ یہ سب عوارض محتمل نقض ہین اور دعوی نسب محتمل نقض نہین برخلاف
یعنی عارضون مین اجارہ کتابت نکاح ۱۲
اُس صورت کے کہ مشتری نے اُس لڑکے کو آزاد یا مدبر کر دیا ہووے اس صورت مین دعوی بائع کا مسموع نہوگا جیسا کہ اوپر گذرا ف اصل مین اس مقام پر ایک
تقریر ہی جو متعلق ہی عبارت سے وقایہ کی اسواسطے متروک ہوئی ص جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام ف اسکا بیان آگے آتا ہی ص اُسی کے پاس پیدا ہوے
اور اُن دونون مین سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے اُسکو آزاد کر دیا بعد اُسکے بائع نے اُس لڑکے کا جو اُسکے پاس موجود ہی دعوی کیا نسب کا تو دونون لڑکون کا نسب
اُس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا اسواسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اُس شخص سے تو دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضرور ہے
توام اُن دو بچون کو کہتے ہین جنکی پیدایش کے بیچ مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اُس نے یہ کہا کہ یہ بیٹا زید کا ہی پھر کہنے
لگا کہ میرا بیٹا ہی تو اُسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید انکار کرے اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہی یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر زید انکار کریگا اسکی فرزندی سے
تو وہ اس شخص کا بیٹا ہو جاویگا اسواسطے کہ اقرار بالنسب رد ہو گیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ نسب اُن چیزون مین سے ہی جو منقوض نہین ہو سکتین تو ایسی ہی
اقرار نسب کا بھی رد نہوگا رد کرنے سے ف اسیطرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی پھر کہا کہ میرا نہین ہی تو یہ نفی صحیح نہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی یا پہلے تصدیق
نکرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہو اسکی فرزندی کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے تو نسب ثابت ہو جاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہی مقبول نہین اسواسطے
کہ وہ اقرار غیر پر ہی تو ضرور ہی تصدیق اُسکی درمختار ص اور اگر ایک بچہ ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ تو مسلمان کہے کہ وہ میرا غلام ہی اور کافر کہے کہ وہ میرا بیٹا ہی تو وہ آزاد ہی کافر کا بیٹا
ف اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے مین بالفعل بچے کو آزادی حاصل ہوتی ہی اور اسلام انجام کار کو اسلیے کہ دلائل توحید ظاہر ہین اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا
تو اسلام اسکو بالتبع حاصل ہو جاتا لیکن آزادی سے محروم ہوتا اور آزاد ہو جانا اُسکی طاقت سے باہر ہی کذا فی الاصل ص اگر ایک لڑکا خاوند اور جورو کے پاس ہے ف
اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہین کر سکتا ہی + درمختار ص اور زوج اور زوجہ دونون نے اُسکا دعوی کیا ف ایک ساتھ + درمختار ص اسطرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہی
کہ یہ لڑکا بیٹا میرا ہی تیرے سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہی کہ یہ میرا بیٹا ہی تیرے سوا دوسرے خاوند سے تو وہ دونونکا بیٹا قرار دیا جاویگا ف اور جو وہ
لڑکا خود اپنا حال بیان کر سکتا ہو تو جسکی تصدیق کریگا اُسی کا بیٹا قرار دیا جاویگا درمختار ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اُسکا ولد زید سے ہوا اور زید
نے اُسکا دعوی بھی کیا ف یعنی یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہی اسلیے کہ لونڈی فراش ضعیف ہی نسب اسمین بدون دعوی کے ثابت نہین ہوتا ص بعد اُسکے وہ لونڈی کسی
اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کے مستحق کو دینا پڑیگی ف اسواسطے کہ زید مغرور یعنی فریب مین آیا ہوا ہی اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہی
مستحق وہ شخص ہی جسکی لونڈی نکلی ہی ۱۲ منہ

[1] اسواسطے کہ بیع محتمل نقض ہی اور دعوی نسب کا محتمل نقض نہین پس بیع نقض کیجاوے گی دعوی نسب کیلیے کذا فی الاصل ۱۲ [2] صاحب غایۃ الاوطار نے ضمیر لو کاتب لولد الخ کی بائع کیطرف پھیری ہی یہ خلاف تقریر جلپی شامی وغیرہ کی ہی ۱۲ منہ

قیمت ہی اور مراد مغرور سے وہ شخص ہی جو ایک عورت سے صحبت کری اُسکی ملک یمین یا ملک نکاح پر اعتماد کرکے پھر وہ عورت اُس سے جنی بعد اُسکے وہ عورت کسی اور
کی مملوک نکلی اور اُسکو مغرور اسلیے کہتے ہین کہ بائع زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اُسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو ملک اُسکی نہ تھی + کذا فی الاصل اسلیے کہ اُسنے لڑکے کو
نہین روکا ص اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اُسکی قیمت ہوگی تو اگر وہ لڑکا مرگیا تو اُسکے باپ پر کچھ لازم نہ آویگا ف بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے
کریگا ص اور ترکہ اس لڑکے کا باپ کو ملیگا تو اگر اُس لڑکے کو خود باپ نے قتل کر ڈالا یا کسی اور نے قتل کیا ف اور باپ نے دیت اُسکی بقدر اُسکی قیمت کے یا زیادہ کی لیلی اور
جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اسپر تاوان اُسی کے موافق آویگا [اسواسطے کہ وہ حر الاصل ہی ۱۲] + درمختار ص تو تاوان دی اسکا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوی جیسے ثمن لونڈی کا
پھیر لیگا اور عقر اُس لونڈی کا بائع سے نہ پھیری اگرچہ مستحق کو اُسنے عقر دیا ہووی اسواسطے کہ یہ بدل ہی استیفاے منفعت بضع کا مسائل ملحقہ تناقض موضع خفا مین اور
نسب مین عفو ہی مثلاً ایک شخص نے کہا کہ مین اُسکا وارث نہین ہون پھر اُسنے دعوی کیا کہ مین اسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہو جاویگا اسیطرح
اگر ایک شخص نے ایک عورت کو کہا کہ یہ میری لڑکی شیر خوارہ ہی پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اُسکا دعوی خطا صحیح ہی بشرطیکہ ثابت رہنا مقر کا اپنے اقرار پر اُسکے قول سے
یا گواہون سے ثابت نہووے اسی طرح اگر ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی زوجیت مین اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعوی کیا اس بنا پر کہ مورث نے اُسکو طلاق دیدیا
تھا تو یہ دعوی مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایے لیا عمرو سے بعد اُسکے مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ گھر میرا ہی اور مجھکو میرے باپ کے ترکے سے پہونچتا ہی تو دعوی
مسموع ہوگا اسیطرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند سے اور بدل خلع دیا بعد اسکے مدعی ہوئی اس بات کی کہ خاوند مجھکو پہلے خلع سے طلاق بائن دے چکا تھا تو یہ دعوی
سنا جاویگا اور بدل خلع پھروا دیا جاویگا اسیطرح اگر ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا کرایے کو لیا بعد اسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اسبات کا کہ یہ کپڑا میرا ہی تو یہ دعوی سنا جاویگا
کذا فی الحموی باختصار اگر مدعی یا مدعی علیہ سے نام کے بیان کرنے مین غلطی واقع ہوئی پھر اُسکا تدارک کردیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہوسکتے ہین
کذا فی الحامدیہ جو شخص دعوی کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو مدعی علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار تو اولا مدعی کو چاہیے کہ اپنا نسب ثابت کری مدعی علیہ کے
سامنے اور اگر دعوی کری میراث کا تو اگر مدعی علیہ معترف ہوا اُسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کردی مدعی علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اُسکے باپ پر نافذ نہوگا یہانتک
کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوی تو وہ مال مدعی علیہ سے لیوی اور مدعی علیہ مدعی سے پھیر لیوی اور اگر مدعی علیہ منکر ہوا اُسکے نسب کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے
اور اُسکے مورث کی موت پر اور اگر گواہون سے عاجز ہووے تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اسطرح کہ مین نہین جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مرگیا ہی اگر اُسنے قسم کھالی
تو دعوی مدعی ساقط ہوگیا اور اگر نکول کیا یا مدعی نے اپنا نسب اور موت مورث کو گواہون سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اُسنے
گواہ قائم کیے تو دعوی اُسکا ثابت ہوگیا اب مدعی علیہ پر حکم کردیا جاویگا اُس مال کا اور اگر گواہون سے عاجز ہوا تو مدعی علیہ سے بطور قطع اور یقین کے قسم لیجاویگی اگر
اُسنے قسم کرلی تو بہتر ہی ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اسپر حکم کردیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین ملخصا اگر ایک شخص نے دعوی کیا سگے بھائی ہونیکا تو دادا کا نام ذکر کرنا
ضرور نہین اور اگر چچا زاد بھائی ہونے کا دعوی کیا تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہی اگر ایک شخص نے اپنا دین میت پر گواہون سے ثابت کیا تو وہ دین سب وارثون کے حصے سے
لیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہی اُسی کے حصے سے دین وصول کیا جاویگا بقدر اُسکے حصے کے کذا فی الدر المختار و حواشیہ
مسائلہ شہادت نفی پر مقبول نہین ہی مثال اُسکی یہ ہی کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعی علیہ نے فلان تاریخ فلان روز اتنے روپے مجھسے قرض لیے تھے تو مدعی علیہ گواہ لایا اس
امر پر کہ وہ اُس تاریخ کو اس جگہ تھا ہی نہین بلکہ دوسری جگہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ اس جگہ نہونا نفی ہی بلحاظ صورت اور معنی دونون کے اور قول
اُسکا کہ مین دوسری جگہ تھا نفی ہی بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہی روایت نوادر مین امام ابو یوسف سے کہ گواہی دی دو مردون نے ایک شخص کے قول یا فعل پر
تو لازم آجاویگا وہ قول اور فعل مدعی علیہ پر برابر ہی کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت مین پھر اگر گواہ لایا مشہود علیہ
اس امر پر کہ وہ اس جگہ نہ تھا اس دن تو یہ شہادت مقبول نہوگی لیکن محیط مین مذکور ہی کہ اگر نہونا اسکا متواتر ہوجاوی لوگون کے نزدیک اور جانتے ہون

بیان دعوی تناقض و دفع خفا

بیان دعوے میراث

بیان شہادت نفی

سب لوگ کہ وہ اس وقت اس جگہ مین نتھا تو دعوی اسپر مسموع نہوگا اور حکم کر دیا جاویگا مدعی علیہ کے برات ذمے کا اسواسطے کہ لازم آتی ہی تکذیب اس امر کی جو ثابت ہی بالبداہتہ اور اسمین شک نہین ہوسکتا اسی طرح حال ہی ہر شہادت کا جو قائم ہو اس امر پر کہ فلانے نے یہ قول نہین کہا یا یہ کام نہین کیا تو یہ شہادت مقبول نہوگی ایسا ہی بزازیہ مین کذا فی الحموی لیکن صاحب اشباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنی کیا ہی کہ اسمین شہادت نفی پر مقبول ہی منجملہ اسکے یہ صورت ہی کہ خاوند نے عورت کی طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اسپر گذری تو یہ شہادت مقبول ہوجاویگی اور یہ صورت ہی کہ شاہدون نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہی تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسی طرح شہادت نفی متواتر پر مقبول ہی باقی صورتین اگر دیکھنا منظور رہین تو اشباہ کو مطالعہ کرے مسئلہ ایک مدعی علیہ نے اقرار کیا دین کا پھر مدعی ہوا اسکے ادا کا ایک ہی مجلس مین تو مقبول نہوگا اور اگر مدعی اور مدعی علیہ دونو کی مجلس بدل گئی پھر دعوی کیا ادا دین کا اور قائم کیے گواہ اسپر تو یہ دعوی مسموع ہوگا بشرطیکہ دعوی ایفا کا قبل اقرار کے نہووے ورنہ باطل ہوگا اور جو دعوی کرے ادا ئے دین کا بعد انکار دین کے تو مقبول ہے باتفاق جیسا کہ اوپر گذر چکا حموی

ص کتاب الاقرار

ف اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ یعنی چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ہی تو اگر اقرار حجت نہوتا تو اس حکم کے کچھ معنی نہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اسکو ابن حبان نے بسند صحیح ابوذر سے اور حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا امت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہی مقر کے حق مین یہانتک کہ ثابت کیا انھون نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولی ثابت ہوگا اور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نکریگا جس چیز مین اسکی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اسکی ذات کے حق مین بسبب نہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی مع زیادہ ص اقرار کہتے ہین خبر دینے کو اسبات کی کہ غیر کا حق مجھپر لازم ہی ف جو شخص اقرار کرے اسکو مقر کہتے ہین اور جسکے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اسکو مقر لہ کہتے ہین اور جس چیز کا اقرار کرے اسکو مقر بہ کہتے ہین ص حکم اقرار کا یہ ہے کہ مقر بہ اسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہی نہ یہ کہ اقرار انشا ہی مقر بہ کے ثبوت کا ف یعنی اقرار سے غرض و غایت یہ ہی کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اسکو ایجاد کرے جیسے انشای عقود ہوتی ہی آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہی ص تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہی تو صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو یہ اقرار صحیح نہوتا کیونکہ لازم آتا انشای تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہین اور جو کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوجاتا اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہوجاتے ہین ف یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق یا غلام کو آزاد کر دیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہوجاوینگے جیسا کہ بیان اسکا کتاب الاکراہ مین آویگا [اور اقرار زبردستی سے صحیح نہین ہوتا[12]] درمختار وغیرہ مین اور مسائل بھی اسپر متفرع کیے ہین ان مین سے یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کے لیے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقر لہ کو دلایا جاویگا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کیطرف سے بلا شہود صحیح ہی اور اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہین ہوگا مگر جو عقود لازم ہین جیسے نکاح وغیرہ ان مین اقرار رد نہوگا اور جب مقر لہ نے اقرار مقر کا قبول کر لیا بعد اسکے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایک دفعہ اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکو رد کر دیا بعد اسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص[1] نے دوسرے پر دعوی کیا محض بربنای اقرار مدعی علیہ کے ایک شئے معین کا تو یہ دعوی مسموع نہوگا مگر جب مدعی یون کہے کہ یہ شئے میری ملک ہی اور مدعی علیہ نے اسکا اقرار کیا ہی میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اسپر اتنا ہی اور اسی طرح اسنے اقرار بھی کیا ہے تو دعوی مسموع ہوگا باتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار مدعی علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہین ٹھہرایا پھر اگر مدعی علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاویگا

[1] مثلا زید دعوی کرے ایک کتاب کا عمرو پر اس سبب سے کہ عمرو نے اسکا اقرار کیا تھا زید کے لیے ۱۲ منہ

نہ اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعوی کیا مدعی علیہ پر ایک شے کا اور مدعی علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس بات کا کہ میرا کچھ حق مدعی علیہ کیطرف نہین
ہی تو یہ دعوی مدعی علیہ کا مسموع ہوگا ص جس شخص آزاد عاقل بالغ نے ف حالت بیداری مین خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے
درمختار ص اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہی لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اُس شی مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقر لہ اُس سے زیادہ کا دعوی
کرے اور گواہ نہ رکھتا ہو تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا ف حاصل کلام یہ ہی کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہین ہی البتہ جہالت مقر یا مقر لہ کی مانع ہی تو
جس صورت مین مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاویگا اُسکے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مجہول ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہوگا ص اگر مقر نے یہ کہا کہ فلان کا
میرے ذمے پر مال ہی تو ایکدرم سے کم مین اُسکی تصدیق نہوگی اور جو یہ کہا کہ فلان کا میرے اوپر بڑا مال ہی تو سونے اور چاندی مین مقدار نصاب زکوٰۃ سے ف
یعنی بیس دینار اور دو سو درم سے ص کم مین اور اونٹون مین پچیس اونٹون سے کم مین اور سوا انکے اور مالون مین قیمت نصاب زکوٰۃ سے کم مین تصدیق نکیجاویگی
ف درمختار مین ہی کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقے سے کم مین تصدیق نہوگی اور مقدار نصاب سرقے مین تصدیق ہوجاویگی اور اس قول کی تصحیح بھی
ہوتی ہی ص اور تین نصاب زکوٰۃ سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے یون کہا کہ عَلَیَّ اَمْوَالٌ عِظَامٌ یعنی مجھپر بڑے اموال ہین ف اور اگر اموال عظام کی
تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی کپڑون وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی + درمختار ص اور دراہم کے اقرار مین تین درم سے کم مین اور دراہم
کثیرہ کے اقرار مین دس درم سے کم مین تصدیق نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے کہا کہ عَلَیَّ
کذا درہما تو ایک درہم لازم آویگا اور جو کہا کذا کذا درہما تو گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا درہما واو عطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا
کذا کذا درہما تب بھی گیارہ لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا و کذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا و کذا و کذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے
ف وجہین ان مسائل کی اصل مین ہدایہ مین مذکور ہین اور وہ متعلق ہین خاص زبان عرب سے اور ہماری زبان مین اسکا کچھ لحاظ نہوگا ص اگر کہے کہ مجھپر یا
میری طرف فلانے کا اتنا ہی تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اُسکے ساتھ کہیگا تو امانت شمار کیجاویگی اور اگر اُسکے بعد کہے گا تو دین ہی شمار کیا جاویگا اور
اگر یون کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین فلانے کا اتنا ہی تو امانت پر محمول ہوگا ف اور جو کسی نے کہا
کہ میرا سب مال اسکا ہی یا جسکا مین مالک ہون وہ اُسکا ہی یا اُسکو میرے مال مین سے یا میرے دراہم مین سے اتنا ہی تو یہ ہبہ سمجھا جاویگا نہ اقرار تو ضرور ہی اتمام ہبہ
لیے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اُسے تسلیم کرے + درمختار ص زید نے عمرو سے کہا کہ تجھپر میرے ہزار روپے ہین عمرو نے اُسکے جواب مین یہ کہا کہ اُنکو وزن کر لے یا
پرکھ لے یا مجھے اُنکی مہلت دے یا مین تجھکو وہ دے چکا ہون یا تو نے مجھکو وہ روپے معاف کردیے ہین یا خیرات کردیے ہین یا ہبہ کردیے ہین یا مینے اُن روپیون کا
حوالہ کردیا ہی تجھپر زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہوجاویگا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہوگا ف یعنی اُن روپیون کی طرف ضمیر نہین پھیری بلکہ
اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کر لے الی آخرہ تو اقرار نہوگا وجہ اسکی اصل مین مذکور ہی اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار روپے ہین اور عمرو نے اسکے جواب مین سر سے
اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہوگا اگر زید زبان سے بولنے پر قادر رہی + درمختار ص اگر کوئی اقرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقر لہ کہے کہ مجھے بالفعل دینا ہی تو مقر لہ
کا قول قسم سے مقبول ہوگا ف اگر مقر کے پاس گواہ نہون میعاد کے ص یعنی مُقر لہ کو قسم دلاوینگے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہین ہی تو جب وہ قسم کھالیگا تو قرض

بالفعل ادا کیا جاویگا ف برخلاف اُس صورت کے کہ مقر نے کالے روپیونکا اقرار کیا تو ویسے ہی روپیے اُسپر لازم آوینگے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دین میعادی کے کہ اسمین قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مول لی[1] چیتا یا یا امانت لی یا عاریت لی یا اسکی ہبہ اور کرایہ لینے کی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یا مورکیے تو گویا زید نے اقرار کرلیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہی عمرو کی اب اگر زید اپنے لیے خواہ دوسرے کی طرف سے وکالۃً یا وصایۃً اُس شی کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعوی نہ سُنا جاویگا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعوون سے عمرو کو ابراء عام کیا پھر عمرو پر دعوی کیا کسی اور کا وکیل بنکر یا وصی بنکر اپنی موکل یا صغیر کے لیے تو درست ہے درمختار ص اگر شخص کہے کہ مجھپر ایک سو اور روپیہ ہی تو سو سے بھی مراد روپے ہونگے یعنی ایک سو ایک روپیہ کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہی تو پوچھا جاویگا کہ سو کیا مراد ہی اسیطرح سو اور دو کپڑون کے اقرار مین اور اگر یون کہے کہ میرے اوپر مائۃ وثلاثۃ اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہین تو سو سے بھی مراد کپڑے ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلہ کے اندر تو صرف گھوڑا اُسپر لازم ہوگا ف طویلہ اسواسطے کہ غیر منقول ہی شیخین کے نزدیک غصب نہین ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہی کہ جو چیز ظرف ہونے کے لائق ہی اگر منقول ہی تو ظرف اور مظروف دونون مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہی تو صرف مظروف لازم آویگا اور جو ظرف ہونیکے لائق نہین ہی جیسے یون کہے کہ فلانے کا مجھپر ایک درم ہی درم کے اندر تو صرف اوّل لازم آویگا نہ ثانی + درمختار ص اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اُسکا حلقہ اور نگینہ دونون لازم آوینگے اور جو تلوار کے اقرار مین اُسکا میان اور پرتلہ اور پھل لازم آویگا اور حجلہ کے اقرار مین اُسکی لکڑیان اور پردے بھی لازم آوینگے اور جو اقرار کیا کھجور کا ٹوکری مین یا کپڑے کا رومال مین یا کپڑے مین یا غلے کا کشتی مین یا گون مین + ہدایہ ص تو ظرف اور مظروف دونون اُسپر لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑون مین تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہین ہوسکتے اور امام محمدؒ کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آوینگے اسواسطے کہ نفیس کپڑا کئی کپڑون کی تہ مین ہوتا ہی اور جو اقرار کیا کہ مجھپر پانچ کپڑے ہین پانچ کپڑون مین اور نیت کی ضرب کی تو صرف پانچ کپڑے لازم آوینگے اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھ پانچ کے تو دس ہی ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس[2] کپڑے لازم آوینگے اور جو یہ کہا کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہین یا ایک اور دس کے بیچ مین تو نو درہم لازم آوینگے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دس درہم اور زفرؒ کے نزدیک آٹھ درہم آور اگر یون کہے کہ فلانے کا اس گھر مین سے اس دیوار سے لیکر اُس دیوار تک ہی تو دونو دیوارین داخل نہونگی صحیح ہی اقرار حمل کا دوسرے کے لیے ف مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کی ہی ص اور یہ اقرار محمول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کرگیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی کسی اور شخص کے لیے بعد اسکے موصی مرگیا تو اب وارث مقر کا اقرار کرتا ہی اُس حمل کا موصی لہ کے واسطے اسیطرح صحیح ہی اقرار حمل کے لیے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اوپر ہزار درم ہین بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہوسکے جیسے وصیت یا میراث اسلیے کہ وصیت حمل کے لیے صحیح ہی اور اسیطرح حمل وارث بھی ہوتا ہی پھر اگر وہ عورت وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم مین ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچے زندہ جنے تو وہ مال اُنکا ہوجاویگا اور اگر مردہ جنے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہوگا تو اُنکے وارثون مین تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہین ہوسکتا ہی کہ کہے کہ مین نے اُس حمل کو ہبہ کیا تھا یا مین نے اُس حمل کا وکیل ہوکر اس چیز کو خریدا ہی یا مین نے اُسکے ہاتھ یہ چیز بیع کی ہی یا مین نے اُس سے قرض لیا ہی یا مُبکل سبب بیان نکرے تو یہ اقرار لغو ہوجاویگا ف باتفاق ائمہ ثلثہ ص اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یون کہے کہ فلانے کے مجھپر ہزار درہم ہین لیکن اس شرط پر کہ مجھکو تین دن تک اختیار رہی تو یہ اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہوگی ف اسواسطے کہ اختیار فسخ کے لیے ہوتا ہی اور اقرار قابل فسخ کے نہین ہی ص اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اُسکے دعوے کیا کہ مین نے جھوٹھ کہا تھا تو طرفینؒ کے نزدیک اُسکے اس قول کی طرف التفات نہوگا لیکن فتوی ابویوسفؒ کے قول پر ہی کہ مقر سے قسم لیجاویگی اس امر پر کہ مقر جھوٹھ نہین بولا تھا اسیطرح پر اگر مقر کے وارث نے دعوی کیا کہ میرے مورث نے جھوٹھ کہدیا تھا تو بعضون کے نزدیک وارث کے اس قول پر لحاظ نہوگا اور اصح یہ ہی کہ مقر لہ سے یہان بھی اُسی طور پر قسم لیجاویگی اور اگر مقر لہ مرگیا ہی تو اُسکے وارثون سے علم پر قسم لیجاویگی یعنی یون کہ ہم نہین جانتے

[1] اور امام شافعیؒ کے نزدیک قول یعنی لعلی ہاتھ درہم مین بھی تفسیر کی حاجت ہو شمل حلی ہا تہ و تو تجے اور یہی قیاس ہی اور دلائل ہمارے مذہب کے اصل مین مذکور ہین [2] اس کھر کی تیس مین جو مذہبی بوکٹرہ اور پردہ کذا فی الاصل [3] دونون صورتون مین اصل مین

کہ مقر نے یہ اقرار جھوٹھ کہا تھا مسائل ملحقہ کتابت اقرار کا حکم کرنا مثل اقرار کے ہی اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسی ہی انگلیون کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے منشی سی کہا کہ خط لکھ میری اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھ میری گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہو گیا خواہ منشی اسکو لکھے یا نہ لکھے اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہو سکتی ہے اگر مدعی علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی اسکو قید کرے یہان تک کہ یا اقرار کرے یا انکار باپ نے جب اقرار کیا اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مان اسکی آزاد ہی تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اُس عورت کے منکوحہ ہونے کا بخلاف مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہ ہوگا کذا فی الدر المختار والطحطاوی والقنیۃ ملتقطا من مواضع

ص باب استثنا کے بیان مین

ف یعنی اقرار مین سے کچھ نکال لینے کے بیان مین ص جس چیز کا اقرار کیا ہو اُسمین سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی نکال ڈالنا صحیح ہی بشرطیکہ یہ استثنا متصل ہو اقرار سے ف مثلاً کہے کہ زید کے مجھپر دس روپے ہین مگر دو یا دو کم تو دو کم کو ساتھ ہی اگر کہے گا تو یہ استثنا صحیح ہوگا ص اور بعد استثنا کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آویگا ف مثلاً مثال مذکور مین آٹھ روپے لازم آوینگے ص اور جو سب کا استثنا کرے تو باطل ہی ف مثلاً کہے کہ میرے اوپر ہزار روپے ہین مگر ہزار کم تو سب ہزار کم آتے ہین ص اور اُسپر سب لازم آوینگے ف تو مثال مذکور مین ہزار پورے دینے ہونگے ص جو چیزین نپتی ہین یا تلتی ہین انکو روپیون مین سے استثنا کرنا درست ہی تو اسقدر کی قیمت کم کرکے باقی روپے دینا ہونگے اور انکے سوا اور چیزون کو نکالنا درست نہین ہے مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہین ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہون کم تو استثنا صحیح ہوگا واسطے وجہ مناسبت فی الجملہ کے اور سو درہم مین سے قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کرکے باقی درہم دینا ہونگے اور جو کہا میرے اوپر سو درہم ہین ایک کپڑا کم تو یہ استثنا صحیح نہوگا نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک کسی صورت مین صحیح نہوگا اور شافعی کے نزدیک سب صورتون مین صحیح ہوگا جس شخص نے اقرار کیا ایک امر کا اور اوسکے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ ملا دیا تو اقرار باطل ہو جاویگا اگر کسی نے دار کے اقرار مین سے عمارت کا استثنا کیا تو صحیح نہوگا یعنی زمین اور عمارت اس دار کی دونون مقرلہ کی ہو جاوینگی اسلیے کہ بنا داخل ہوتی ہے دار مین بالتبع اور جو چیز بالتبع داخل ہو اُسکا استثنا صحیح نہین البتہ اگر یون کہے کہ عمارت میری ہے اور صحن تیرا ہی تو جیسا کہے گا ویسا ہی ہوگا اور انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہین ف یعنی اگر کسی نے کہا انگشتری فلانے کی ہے مگر نگینہ میرا ہے یا یہ باغ اُسکا ہے مگر درخت کھجور کے جو اُسمین ہین میرے ہین تو یہ استثنا صحیح نہین البتہ اگر یون کہے گا اس انگوٹھی کا چھلا اُسکا ہے اور نگینہ میرا ہے یا زمین اس باغ کی اُسکی ہے اور درخت کھجور کے میرے ہین تو جیسا کہے ویسا ہی ہوگا کذا فی الاصل ص اور اگر کہا اُس شخص کے میرے اوپر ہزار روپے ہین ایک غلام کی قیمت کے کہ ابھی تک مین نے اُس غلام پر قبضہ نہین کیا ہے تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت مین مقرلہ سے اگر وہ غلام مقر کے حوالے کیا تب مقر کو ہزار روپے دینا پڑینگے اور اگر غلام نہین دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مقر پر ہزار روپے واجب ہو گئے اور یہ قول اُسکا کہ مین نے ابھی اُس غلام پر قبضہ نہین کیا لغو ہو جاویگا ف امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اس کلام کے ساتھ کہے یا جدا کہے کیونکہ جب انکار کیا قبض کا ایک شی غیر معین مین تو گویا منکر ہوا وجوب دراہم کا اسواسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہی تو قیمت واجب نہوگی تو یہ رجوع ہو گیا اقرار سے اور وہ رجوع صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک اگر یہ قول اس اقرار سے ملا ہوا ہی تو اُس صورت مین تصدیق اسکی کیجاویگی کیونکہ یہ بیان تغییر ہی انکے نزدیک + کذا فی الاصل ص جس طرح مقر یون کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے فلانے کے ہین بابت قیمت شراب یا سور کے ف یا جوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مردہ کے یا خون کی + درمختار ص تو مقر پر ہزار روپے لازم ہونگے اور یہ اقوال لغو ہو جاوینگے ف امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے یا جدا کہے اور نزدیک صاحبین کے اگر ملا کر کہیگا تو اُسکی تصدیق کیجاویگی کذا فی الاصل لیکن یہ صورت جب ہی کہ مقرلہ ان اقوال کا منکر ہو اور جو وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان امور پر تو اب ہزار روپے اُسکو لازم نہونگے + درمختار ص اور اگر کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے ہین بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپے زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ یا رصاص ہین تو کھرے ہزار روپے اُسکو دینا ہونگے ف امام صاحب کے نزدیک بالجزم

کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہووے اور صاحبین کے نزدیک وصل کی صورت مین تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ یہ قول رجوع ہی اقرار سے امام صاحب کے
نزدیک اور بیان تغییر ہی صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل ص اور اگر کہے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزار روپیے ہین جو مین نے اس سے غصب کیے تھے یا اسنے امانت
رکھائے تھے مگر وہ روپیے زیوف یا نبہرجہ ہین تو اسکی تصدیق کیجاویگی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپیے ستوقہ یا رصاص تھے تو صورت
وصل مین اسکی تصدیق ہوگی اور درصورت فصل اسکی تصدیق نہو گی ف وجہ فرق اصل مین مذکور ہی ص جو شخص اقرار کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر لا
کپڑا لادے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اسکا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلان کے مجھپر ہزار درم ہین مگر ایک کم تو اگر یہ استثنا ملا کر کیا ہی تو قول اسکا
معتبر ہوگا اور جو ٹھہر کے کہا تو استثنا باطل ہوگا اور پورے ہزار دینا آوینگے اور جو کہے کہ مین نے تجھ سے ہزار امانۃً لیے تھے وہ تلف ہوگئے اور مقرلہ کہے کہ تو نے
غصبًا لیے تھے تو مقر پر ضمان ہزار روپیہ کا لازم آویگا اور جو مقر کہے کہ تو نے مجھکو ہزار امانۃً دیے تھے اور مقرلہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مقر پر ضمان لازم
نہ آویگا ف وجہ فرق یہ ہی کہ صورت اول مین مقر نے اقرار کیا سبب وجوب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی مین اقرار نہین کیا اسکا بلکہ مقرلہ اسپر دعوی
کرتا ہی غصب کا اور مقر منکر ہی تو قول منکر کا معتبر ہوگا کذا فی الاصل ص اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو مین نے لیلی اور عمرو کہے
کہ امانت نہین تھی بلکہ میری تھی تو عمرو واپس لے گا زید سے وہ شے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اس شے پر ثابت ہی تو ضرور ہی کہ زید اس شے کو تسلیم کرے
عمرو کو پھر اگر زید کو دعوی ہو تو گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ مین نے اپنے اس گھوڑے کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایہ مین دیا تھا
سو عمرو اس گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کپڑے کو پہنا بعد اسکے مجھے پھیر دیا یا عمرو نے میرے اس کپڑے کو اتنے دامون کے عوض سیا تھا بعد اسکے مین نے
لے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہی تو ان صورتون مین زید کے قول کی تصدیق کیجاویگی ف یعنی زید کو یہ حکم نہوگا کہ وہ شے عمرو کے حوالے کر دیوے
پھر اسپر دعوی کرے جیسا کہ مسئلہ امانت مین گذرا بلکہ یہان عمرو کو اختیار ہی کہ گواہون سے اپنا دعوی زید پر ثابت کرے بعد ثبوت کے اس چیز کو لیوے ص
اور صاحبین کے نزدیک یہان بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ چیز عمرو کے حوالے کرے بعد اسکے گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرے جیسا کہ مسئلہ ودیعت مین گذرا اور
یہی موافق قیاس کے ہی اور وجہ استحسان یہ ہی کہ اجارہ مین نہین اقرار کیا دوسرے کے مطلق قبضہ کا بلکہ قبضہ ضروریہ کا واسطے انتفاع کے پس باقی رہیگا
وجہ کا قبضہ ماورا سے ضرورت مین بخلاف ودیعت کے ف اور فتوی امام کے قول پر ہی مسائل ملحقہ اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہی نہین بلکہ امانت
عمرو کی تو ہزار زید کے اسپر ثابت ہوگئے اور اتنی قدر یعنی ہزار عمرو کے اسپر لازم ہوویگا اور یہی حکم غصب مین ہی اور اگر مقرلہ ایک شخص ہووے اور اسکے لیے اقرار
کرے تو جو اقرار مقدار کے زیادہ ہی یا از روے وصف کے افضل ہی لازم ہوگا جیسے کہے کہ اسکے میرے اوپر ایک ہزار روپیے ہین نہین بلکہ دو ہزار روپیے
یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہونگے یا اسکے میرے اوپر ہزار روپیے ہین کھوٹے نہین بلکہ کھرے یا بالعکس تو ہزار کھرے ہی لازم ہونگے کذا فی الدر المختار ۔

ص باب مریض کے اقرار کے بیان مین

مریض پر جو دین ہو حالت صحت کا خواہ اس دین کا سبب معلوم ہووے یا صرف اسکے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دین اسپر لازم ہوا ہو حالت مرض
موت مین کسی سبب معروف سے نہ صرف اسکے اقرار سے جیسے بدل اس چیز کا جسکا مریض مالک ہوا یا جس چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل کسی عورت کا دونون برابر
ہین اور دونون قسمون کے دین ف یعنی دین صحت مطلقًا اور دین مرض باسباب معروفہ ص مقدم ہونگے اوپر اس دین کے جو حالت مرض مین صرف اقرار
کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے ف یعنی پہلے ترکہ میت مین سے دین صحت مطلقًا اور دین مرض جو اسباب معروفہ سے ہوا ادا کرینگے بعد اسکے اگر کچھ مال بچیگا تو وہ دین
ادا کیا جاویگا جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے اور شافعی کے نزدیک یہ دونون قسم کے دین برابر ہین اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہی

سلہ اور رجوع صحیح نہین ۱۲ سلہ یعنی اقرار سے ملا کے ۱۲ سلہ یعنی بعد اقرار کے ٹھہر کر کہے ۱۲ سلہ اسلیے کہ یہ قول رجوع ہوا اقرار سے اور وہ جائز نہین ۱۲

ص لیکن تینون قسم کے دین میراث پر مقدم ہونگے یعنی ترکہ وارثون مین اُس وقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دین ادا ہوچکین اگرچہ دیون پوری مال کو گھیر لیوین
اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْ بِهَا اَوْ دَيْنٍ ط ص اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض قرضخواہونکا قرض ادا کرے نہ بعض کا
ف اگرچہ یہ دین مہر کا دینا یا اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والونکا حق متعلق ہی تو بعض کے دینے اور بعض کے نہ دینے مین اورونکی
حق تلفی ہی مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو مجبور نہو اُسکو یہ امر جائز ہی کہ اپنے قرضخواہون مین سے کسی کا قرض اول ادا کرے اور دوسرون کا بعد ادا
کرے منقح الحامدیہ ص اور جائز نہین مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے ف دین کا یا عین کا اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہی اور دلیل ہماری قول ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اُسکے لیے روایت کیا اسکو دارقطنی نے سنن مین ص
مگر اُس صورت مین جب باقی قرضخواہ دین مین اور باقی ورثہ اقرار توارث مین اُسکی تصدیق کرین ف کیونکہ معتبر نہونا اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق
کے لیے تھا تو جب اُنھون نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہوجاویگا اسیطرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دین تھا اُسکے وصول ہوجانیکا اقرار کیا تب بھی
صحیح نہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کی اور اشباہ مین ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثون کے مگر کئی جگہ ایک اقرار
وصول پانے امانات کا وارث سے دوسرے نفی جیسے مریض کا یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ کی طرف یا میری مان کی طرف اور یہی نفی
علیہ ہے مریض کے ابرا کرنیکا اپنے وارث کو ص اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک کے لیے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے
ف اور اُس شخص نے اُسکی تصدیق کی بشرطیکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہوسکتا ہو ص تو نسب ثابت ہوجاویگا
اور اقرار باطل ہوگا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لیے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا تو اقرار صحیح رہیگا اسواسطے کہ اول صورت مین اقرار
مریض کا ہے اپنے بیٹے کے لیے اور دوسری مین اقرار اجنبیہ کے واسطے ف اگر اُسکے لیے وصیت کی پھر اُس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہوجاویگی درمختار
ص اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اُس سن کا لڑکا مقر سے ہوسکتا ہے اور تصدیق کی اُسکی لڑکے نے تو
نسب اُس لڑکے کا ثابت ہوجاویگا مقر سے اگرچہ مقر وقت اقرار کے مریض ہووے اور وہ لڑکا شریک ہوجاویگا اور وارثون کا میراث مین اور تصدیق لڑکے
کی اُس وقت ضروری ہے کہ وہ لڑکا گفتگو کر سکتا ہو اور گر گفتگو نہ کر سکتا ہو اور مر جاوے مقر ثابت ہوگا نسب اُسکا اور شریک ہوگا ورثہ مین اور تصدیق کی کچھ حاجت نہین ہے
ف اشباہ مین ہے کہ علی بن احمدؒ سے سوال کیے گئے ایک شخص سے کہ مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اُسکو وارثون نے تقسیم کر لیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اُسنے
دعوی کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اُسنے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہون سے اس طرح پر کہ میت نے اقرار کیا تھا اُسکی فرزندی کا اور قاضی نے
حکم کر دیا اُسکے ثبوت نسب کا اب وارث اُس سے یہ کہتے ہین کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت نے تیری مان سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا دافع ہوسکتا
ہے یا نہین تو کہا علی بن احمدؒ نے کہ اگر قاضی اُسکے ثبوت نسب کا حکم کر چکا ہی تو نسب اور فرزندی اُسکی ثابت ہوگئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہین ہی انتہی
اور اوپر گذر چکا فتاوی قنیہ سے کہ اقرار بالولد عورت حُرّہ سے اقرار بالنکاح ہے فاحفظہ ص مرد یا عورت اگر کسی کو اپنا باپ یا مان یا بیٹا یا بیوی یا خاوند یا
مولی یعنی آزاد کرنیوالا بتاوے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کرین تو اقرار صحیح ہوجاویگا اور اسیطرح شرط ہے تصدیق زوج کی اور عورت جب کسی کو بیٹا کہے تو ایک شاہد لازم
ہو وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دیدے اس امر پر کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہی اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات مین اور مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی بعد موت مقر کے
تو صحیح ہی مگر جب زوج تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ مقرہ کے اُسکے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک
صحیح ہوجاویگی اگر اقرار کرے سوا رشتہ ولادت کے دوسرے رشتے کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے ف درمختار مین ہے کہ اسی مین

ف یعنی حصہ مقر اور وارثون کا بعد ادای وصیت کی جو وصیت کہ اسکی اور بعد ادای دین کے ہے ۱۲ ف یعنی مین جگہ پر اقرار مریض کا نافذ ہے اور وارثون کی اجازت پر موقوف نہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف دلیل دونونکی اصل مین مذکور ہے ۱۲

داخل ہی یا اقرار بھی کہ میرا پوتا ہے یا دادا ہے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار کرنا نسب کا ہی شخص غیر پر ف کیونکہ جب اسنے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہی تو ثابت کیا
اسکا نسب اپنے باپ سے اور جب یہ کہا کہ میرا چچا ہی تو اُٹھایا نسب کو اپنے دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہی یعنی صرف دلیل ہے مقر پر نہ غیر پر تو اُسکے کہنے سے دوسرے
پر نسب کیسے ثابت ہوگا ص اور وارث ہوگا ایسا مقر لہ جب کوئی اور وارث مقر کا نہووے نہ قریب اور نہ بعید ف یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض مین سے ہووے
نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام سے اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مقر لہ محروم ہوگا میراث سے ص جسکا باپ مرگیا ہی اگر وہ اقرار کرے
کسی کیواسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقر لہ اُسکے حصہ میراث مین شریک ہوجاویگا لیکن نسب اسکا ثابت نہوگا زید کے عمرو پر سو روپے آتے تھے اب زید دو بیٹے خالد اور
ولید چھوڑکر مرگیا تنمین سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجملہ زر قرضہ پچاس روپیہ وصول پاچکا ہی ف اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہوا اور خالد نے
یہ بیان گواہون سے ثابت نہ کیا ص تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلا دیجاوینگے ف بعد قسم لینے کے اسطرح پر کہ واللہ اسکو معلوم نہین کہ اُسکے
باپنے سو روپے سے نصف وصول پائی اور یہ قسم بھائی کیحق کی لیجاتی ہی اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا قرض وصول پاچکا ہی تب بھی ولید کو پچاس دلائے جاوینگے قسم لیکر لیکن
یہاں قسم عمرو کیحق کی لیجاویگی تو اول صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے تو خالد اسکے حصے مین شریک ہوجاویگا اور ثانی صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہوجاویگا طحطاوی

ص کتاب الصلح

یہ کتاب ہی صلح کے بیان مین ف صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے والصلح خیر یعنی صلح بہتر ہی اور روایت کی ترمذی نے عمرو بن عوف مزنی سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہے درمیان مسلمانون کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہین شرطون پر اپنی مگر
وہ شرط کہ حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور منکر کہا اسکو محدثون نے اسواسطے کہ روایت کثیر ابن عبد اللہ بن عمرو بن عوف کی ضعیف
ہی اور شاید کہ ترمذی نے اعتبار کیا اُسکے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اسکو ابن حبان نے ابو ہریرہ کی روایت سے اور اخراج کیا اسکا ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے کتاب الاقضیہ مین
ص صلح ایک عقد ہی جو مٹا دیتا ہی نزاع کو اور صحیح ہی صلح ہر حال مین خواہ مدعی علیہ مقر ہووے یا منکر ہو یا چپ ہو کہ نہ اقرار کرے نہ انکار ف اور شافعی کے نزدیک صلح نہین صحیح ہی مگر
اقرار مدعی علیہ کی صورت مین کذا فی الاصل ص اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہی اور صلح واقع ہوئی مال کی بعوض مال کے تو یہ صلح بیع کے حکم مین ہی تو جاری ہونگے اسکے احکام بیع کا اس مین جیسے
شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط برابر ہے کہ صلح واقع ہوئی ہو ایک گھر کے دعوی سے یا ایک گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور … کا اختیار ثابت ہوگا …
اور مدعی علیہ دونون کو بدل صلح اور مصالح عنہ معروف جاننا چاہیے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوئی ہو اور مصالح عنہ وہ ہی جس چیز کا دعوی
چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لیلے اور مکان کا دعوی ترک کر تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہوئے اور وہ مکان مصالح
عنہ اشتراک کی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو سے صلح کر لی ایک مکان پر یا ایک مکان کے دعوی سے تو دونون مکان کے شفیعون کو دعوی شفعہ پہنچتا ہی کذا فی … ص صلح مین اگر
بدل صلح معلوم نہو بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہو جاویگی ف اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہین ہی اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مدعی علیہ کے ذمے سے اور
ساقط کی جہالت باعث منازعت نہین ہی در مختار ص مصالح عنہ مین بعد صلح کے بمقدار … غیر کا حق نکلا تو اسکے موافق حصہ … بدل … مین سے … پھیر دیوے
اور جتنا بدل صلح مین سے غیر کا حق نکلے تو اُسکے حصے کے موافق مدعی علیہ کو مصالح عنہ مین سے پھیر دیوے ف اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہی اور معاوضہ کا یہی حکم ہی
در مختار ص اور جو صلح واقع ہوئی مال کی بعوض منفعت کے ف تو اگر وہ منفعت ایسی ہی جسمین مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان … جیسے
گھر کا رہنا اور جو ضرور نہین جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پہنچا دینا کذا فی الاصل ص تو وہ صلح اجارہ کا حکم رکھیگی اس صورت مین اگر اندر مدت کے دونون مین سے کوئی مرجاویگا
تو صلح باطل ہو جاویگی جو صلح کہ مدعی علیہ کے انکار یا چپ رہنے کی صورت مین واقع ہو تو وہ مدعی کے حق مین معاوضہ ہو اور مدعی علیہ کے حق مین فدیہ ہے قسم کا …

… بدلے مکان دوسرے کے ۱۲ —

یعنی جب مدعی علیہ منکر ہے تو اسپر شرعًا قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعی علیہ یہ بدل صلح عوض مین قسم کے دیتا ہے ص اور قطع نزاع کا تو اگر مدعی علیہ منکر ہی اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت مین شفعہ واجب نہوگا اور جو گھر مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا ف اسواسطے کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعی علیہ کے قبضے مین رہا اور مدعی علیہ کے گمان مین یہ نہین ہی کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہی تا شفعہ واجب ہووے اور زعم مدعی کا حجت نہین ہوسکتا مدعی علیہ پر بخلاف اُس صورت کی کہ وہ گھر مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی جانتا ہی کہ مین نے لیا ہے اسکو عوض مین اپنے حق کے پس مواخذہ کیا جاویگا اُسکے زعم پر اور واجب ہوگا شفعہ کذا فی الاصل ص صلح سکوت اور انکار مین اگر مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اُس قدر بدل صلح مین سے مدعی علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کر لیوی اور جو مصالح علیہ کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت مین کل مصالح عنہ کا دعوی اور بعض کی صورت مین بعض مصالح عنہ کا دعوی مدعی علیہ پر پھر کرنے لگے ف اور بدل صلح کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کی صلحون مین مثل استحقاق کے ہے درمختار ص زید نے ایک گھر کا دعوی کیا عمرو پر بعد اُسکے اُسی گھر کے ایک حصے پر صلح کر لی تو یہ صلح صحیح نہوگی اور حیلہ اُسکی صحت کا یہ ہی کہ بدل صلح مین کوئی چیز اور بڑھا دیوی جیسے ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ یہ شی باقی گھر کا عوض ہوجاوے یا باقی گھر کے دعوی سے زید عمرو کو بری کر دیوے ف یہ صلح اس واسطے صحیح نہین ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہین ہوسکتا تو جب مدعی علیہ نے بدل صلح مین ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کر دیا تو یہ شی زائد عوض اُسقدر حصے کی ہوجاوے گی جو مدعی علیہ پاس باقی رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کر دیا مدعی علیہ کو باقی مکان کے دعوی سے تب بھی صحیح ہوجاویگی اس واسطے کہ یہ ابرا ہے دعوی اعیان سے اور ایسا ابرا صحیح ہے البتہ ابرا اعیان سے درست نہین ہی اسواسطے کہ اگر کسی نے ابرا کیا عین سے اور پھر اُسی عین کو پایا تو اُسکو لے لینا درست ہے لیکن قاضی کے نزدیک اُسکا دعوی مسموع نہوگا اور فرق ان دونون مین ظاہر ہوگا اُس صورت مین کہ جب گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہووے اور مدعی بری کر دی اُسکو دعوی سے اُس گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعی علیہ کے قبضے مین نہ ہووی مثلاً ایک شخص مرگیا اور ترکہ چھوڑ گیا اب ایک شخص نے وارثون مین سے اپنے حصے سے ابرا کیا تو ابرا صحیح نہوگا کیونکہ یہ ابرا عن الاعیان ہے کذا فی الاصل بر زیادہ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہے اور مدعی علیہ بری الذمہ ہوجاوے گا باقی دین سے قضاءً نہ دیانةً تو اسیواسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اُسکو لیگا درمختار ص صحیح ہے صلح مال کی دعوی اور منفعت کے دعوی سے ف دعوی منفعت کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا ورثہ پر اس امر کا کہ اُنکے مورث نے وصیت کی تھی اس بات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اُسکا انکار کیا اور اس صورت کے نکالنے کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعوی کرے ایک عین کے کرایہ مین لینے کا اور مالک اُسکا انکار کرے پھر دونون صلح کر لین تو یہ صلح جائز نہوگی کذا فی الاصل لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف مذکور ہے کہ صلح مستاجر کی موجر کے ساتھ جب وہ منکر ہو اجارہ کا یا مدت کا یا اجرت کا درست ہے طحطاوی وشامی ص اور صحیح ہی صلح جنایت عہ نفس اور ما دون النفس عہ سے خواہ عمد ہو یا خطا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ترجمہ جسکو معاف کیا گیا اُسکے بھائی کی طرف سے کچھ سو پیروی ہی دستور کی اور ادا کرنا ہی طرف اُسکے ساتھ نیکی کی کہا ابن عباسؓ نے کہ نازل ہوئی یہ آیت صلح مین ہدایہ ص اور غلامی کے دعوی سے اور یہ صلح آزادی ہوگی اوپر مال کی ف مثلاً زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ یہ میرا غلام ہے اور عمرو نے صلح کر لی کچھ روپے دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپے لیکر عمرو کو آزاد کیا ص تو اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہو اپنے غلام ہونے کا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونون کے حق مین تو ولا ثابت ہوگی مدعی کے لیے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے حق مین آزادی ہوگی مال پر نہ مدعی علیہ کے زعم مین بلکہ اُسکے گمان مین قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہوگی مگر گواہون سے اوپر غلام ہونے کے ف ولا کہتے ہین غلام کی ترکے کو اور بیان اسکا کتاب الولاء مین انشاء اللہ تعالی آوے گا ص اور صحیح ہی صلح نکاح کی دعوی سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کی ہوجاویگی تو اقرار کی صورت مین دونون کے حق مین خلع ہوگا اور عدم اقرار کی صورتون مین خاوند کے زعم مین خلع ہوگا نہ عورت کے زعم مین یہان تک کہ اُسپر عدت واجب نہوگی اور وجود دوسرے

عہ جیسے قتل ۱۲ عہ جیسے ہاتھ کا کاٹنا ۱۲

خاوند سے اسیوقت نکاح کریگی تو صحیح ہو جاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالی تو اگر زوجہ یہ بات جانتی ہوگی کہ پہلے خاوند کی زوجہ ہون تو اسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت کے جائز نہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ مین اُسکی زوجہ نہین ہون تو اسکو نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کرے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہوگی ف اسی قول کو صحیح کہا ہے نقایہ اور دررا اور ملتقی اور مجتبی اور اختیار مین اور بعضون نے اس صلح کو صحیح رکھا ہے اور صحیح کہا اس قول کو دررالبحار مین ورمختار ص اور نہین صحیح ہے صلح دعوی حد سے اسواسطے کہ حد حق اللہ ہے اور غلام ماذون جب وہ کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کی طرف سے صلح نہین کر سکتا ف اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہے اور ذات اس غلام کی مال تجارت مین داخل نہین تو اسکو اپنی ذات مین کیونکر تصرف جائز ہوگا کذافی الاصل ص ہان اس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہووے اور وہ کسی کو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اسکے نفس کی طرف سے صلح کر سکتا ہے ف اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اُسکی کمائی مین سے ہے تو تصرف اسکا اپنی کمائی مین اور چھوڑنا اسکا جائز ہوگا کذافی الاصل ص اسیطرح شئی مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اسکے غاصب نے مالک سے صلح کر لی اسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک قیمت سے زیادہ پر درست نہین ف اور مختار قول امام صاحب کا ہے اور دلیلین دونون کی اصل مین مذکور ہین ص اگر ایک غلام مین دو شخص شریک تھے اُن مین سے شریک توانگر نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا اور دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کر لی تو زیادتی باطل ہو جاویگی بالاتفاق ہان اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اور یہ بالاتفاق ہے صاحبین کے نزدیک تو ظاہر ہے اور امام صاحب کے نزدیک اسواسطے کہ یہان قیمت منصوص علیہ ہے پس زیادتی قیمت جائز نہین اور غصب مین غیر منصوص ہے اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لیے یا جسقدر روپیہ کا اسپر دعوی ہے اسمین سے ایک حصے پر صلح کرنے کے لیے تو بدل صلح موکل پر لازم ہوگا نہ وکیل پر ف اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین صلح مثل بیع کے نہین ہے لیکن قتل کی صورت مین تو ظاہر ہے اور لیکن دوسری صورت مین تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہونگے طرف موکل کذافی الاصل ص البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہوگیا ہو بدل صلح کا تو اسپر لازم آویگا اور جو صلح مثل بیع کے ہے اسمین بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہے ف مراد اس سے وہ صلح ہے جو مال سے ہو بعوض مال کے اور یہ مال مصالح عنہ کی جنس سے نہووے اور مدعی علیہ اقرار کرتا ہووے کذافی الاصل ص اگر ایک شخص فضولی نے صلح کی مدعی علیہ کیطرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال مین سے یا اپنے اس ہزار روپیہ پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپے پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یون کہا کہ صلح کی مین نے تجھ سے ہزار روپے پر ف یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا ص اور وہ ہزار روپے دیدیے تو ان سب صورتون مین صلح صحیح ہو جاویگی ف اور فضولی پر اُن روپیون کا تسلیم کرنا لازم آویگا اور فضولی کا احسان ہوگا مدعی علیہ پر تو رجوع نکریگا مدعی علیہ پر کیونکہ بغیر اسکے حکم کے صلح واقع ہوئی ص اور اگر فضولی نے یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار روپے پر اور ہزار روپے نہ دیے تو موقوف رہیگی صلح مدعی علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھیگا مدعی علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعی علیہ کو ہزار روپے دینا پڑینگے اور جو اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہو جاویگی جب مدعی اپنے قرض مین سے جو مدعی علیہ پر ہے اسکے نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کرلیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا جاویگا نہ عقد معاوضہ ف اسواسطے کہ بعض کل کا عوض نہین ہو سکتا ص تو صحیح ہے صلح ہزار روپے سے جو بلا میعاد تھے سو نقد پر یا ہزار میعادی پر ف تو پہلی صورت مین نو سو روپے کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت مین بے میعادی ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل ص یا ہزار روپے زیوف سے سو کھرے روپیون پر ف اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے نوسو روپے اور کھرے پن کا تو اس صورت مین صلح صحیح ہو جاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہین کذافی الاصل ص اور صلح دراہم سے میعادی دیناروں پر درست نہین ف اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہو جاویگی اور اسمین قبضہ کرنا دیناروں کا قبل جدائی متعاقدین کے ضرور ہے کذافی الاصل ص اسیطرح صلح ہزار روپے میعادی سے پانسو روپے نقد پر درست نہین ہے ف اسواسطے کہ نقد ہونا بعوض

۱؎ اور ذکر کیا گیا ہدایہ مین کہ بعض نسخ قدوری مین اس صلح کو جائز لکھا ہے اسطرح کہ کیا جاوے بدل صلح زیادتی مہر مین اور بعض نسخ قدوری مین عدم جواز ہے اور وقایۃ الروایہ مین اسی کو اختیار کیا ہے اس لیے کہ صلح اگر تفریق ہو بدل مال سے تو عوض شروع ہی جانب عورت سے نہ جانب مرد سے اور جو بلا بدل ہو پس نہ واقع ہوگی مقابلے کسی چیز کے کذافی الاصل ۱۲ ۲؎ فضولی سے مراد شخص اجنبی ہے یعنی مدعی علیہ نے اسکو صلح کے لیے مقرر نہین کیا ۱۲ منہ رحمہ اللہ

پانسو کی ہو گیا اور یہ وصف مال نہیں ہے کذا فی الاصل ص اسیطرح سیاہ رنگ کی ہزار روپے سے پانسو روپے سفید رنگ پر جائز نہیں ہے ف اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہو ہزار سیاہ روپے کا پانسو روپے سے ساتھ زیادتی وصف کے کذا فی الاصل اور معاوضہ نقدین میں وصف کا اعتبار ساقط ہے پس سب صورتوں میں ربا لازم آویگا قاعدہ کلیہ اسکا در مختار میں یہ مرقوم ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہو پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضے کا حکم اسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ص اگر زید کے عمرو پر ہزار روپے تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجکو پانسو ادا کردے تو تجھ باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اسکو قبول کیا اور کل کے روز پانسو ادا کر دیئے تو عمرو باقی سے بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو سارا دین پھر عمرو پر لوٹ آویگا ف یعنی ہزار روپے پورے اسپر واجب ہو جاوینگے اور اسمین خلاف ابو یوسف کا ہے دلائل سب کے مذکور ہیں اصل کتاب اور ہدایہ میں ص اور جو ادا کرنیکا وقت نہیں بیان کیا ف یعنی زید نے صرف اتنا ہی کہا کہ پانسو مجکو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے ص تو زید کا دین پورا کبھی نہ لوٹیگا ف یعنی اگر عمرو نے اس صورت میں کل کے روز پانسو روپے نہ ادا کیے تو ہزار عمرو پر نہ لوٹینگے بلکہ پانسو ہی رہینگے ص اور اگر زید نے صلح کر لی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اسکو کل نصف قرضہ ادا کر دے تو وہ باقی سے بری الذمہ ہے اور جو کل نصف قرضہ ادا نہ کیا تو کل دین عمرو پر ہے تو اس صورت میں اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کر دیوے تو باقی سے بری الذمہ ہو جاویگا ورنہ پورا دین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کر دیا اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا کر دے تو عمرو نصف دین سے بری الذمہ ہو گیا خواہ باقی ادا کرے یا نہ ادا کرے ف بالاجماع امام اور صاحبین کے یہ ولوالجی کی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر زید نے ابرا کو صریح شرط پر معلق کیا جیسے یوں کہا کہ اگر تو مجھے اسقدر ادا کرے یا جب یا جس وقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے اور اگر مدیون نے دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کرونگا جب تک تو مجھے مہلت نہ دیگا یا مجکو نہ چھوڑیگا سو اگر دائن نے مہلت دیدی یا کچھ دین معاف کر دیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو دائن اسکو مہلت دیوے یا کچھ قرض چھوڑ دے صلح کے موافق اگر مدیون نے یہ قول بجائے دائن سے کہا تو دائن کا پورا دین مدیون پر ثابت ہو گیا تو وہ کل دین فی الحال لیوے

فصل دین مشترک میں صلح کے بیان میں

ص دو شخصوں کا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو ان دونوں میں سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے میں مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لیوے مگر یہ کہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کو چوتھائی قرض کی ضمانت کر دیوے تو اب شریک مصالح کا حق اس کپڑے میں نہ رہیگا ف مثلاً بکر اور خالد کی بالاشتراک چار درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درموں کے بدلے میں ایک کپڑا اسی زید سے صلح کر لی تو خالد کو اختیار ہے کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے الا اگر بکر خالد کے لیے ایک درم کا ضامن ہو جاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہیں لے سکتا بلکہ درم اپنا لیگا ص جیسے ہی کہ دین مشترک کا سبب وجہ ایسا متحد ہو جیسے ثمن اس چیز کا جو ایک ہی عقد میں بکی گئی اور وہ چیز دو آدمیوں میں مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا موروثی کی یا قیمتی شئی مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین میں جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اسکا نصف یا نصف حصہ لے سکتا ہے مثلاً ان چیزوں میں سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اس میں دوسرا بھی شریک ہو جاویگا پھر دونوں قرضدار سے باقی کا مطالبہ کر سکتے ہیں ف یعنی قرضدار اس شریک سے جسکا حصہ قرض ادا کر چکا ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھپر کچھ نہیں ہے کیونکہ جتنا اسنے دیا تھا وہ دونوں شریکوں میں بٹ گیا کذا فی الاصل ص اور جو دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے میں کوئی چیز مدیون سے خرید لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ خواہ اپنا نصف مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دین کا ضمان لیوے پھر دونوں شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کریں اور اگر ان دونوں شریکوں میں سے ایک نے اپنے حصہ قرض سے مدیون کو بری الذمہ کر دیا تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا اسیطرح اگر ایک شریک نے

ف اس مقام میں پانچ صورتیں ہیں ... یعنی دونوں آدمیوں کی ایک چیز کو کسی نے تلف کر ڈالا تو اسکی قیمت میں دونوں شریک ہونگے ۱۲ منہ

مدیون کا دین تھا پہلے کا اور یہ دین اُس دین کے عوض میں ہو گیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا مثال اُسکی یہ ہے کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے میں وہ پچاس روپے ہو گئے جو زید کے اُسپر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہیں پہونچتا کہ عمرو سے یوں کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپے گویا وصول پائے تو نصف اُسکا مجھے ادا کر دے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول پایا تا بکر اُسمیں شریک ہووے اور اگر احد الشریکین نے اپنے بعض دین سے مدیون کو بری کیا تو باقی دین اُسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً جب ہر ایک کا دین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کر دیا یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کو تین حصے کیے جاوینگے دو حصے اُس شریک کے ہونگے جسنے معاف نہیں کیا اور ایک حصہ اُسکا جسنے معاف کر دیا اگر دو مردوں نے عقد سلم کیا ملکر ایک کر میں گیہوں کے اور دونوں کا راس المال سو روپے تھا اور ہر ایک نے پچاس پچاس اپنے اپنے حصے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کر کے بدلے میں پچاس روپے پر مسلم الیہ سے صلح کر لی اور وہ روپے اپنے لیے لیے تو یہ صلح جائز نہوگی امام ابوحنیفہ رح اور محمد رح کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیوں نے ملکر ایک غلام خریدا پھر ایک نے ان میں سے اقالہ کر لیا ف اور طرفین کی دلیل اصل میں مذکور ہے

فصل تخارج کے بیان میں

تخارج کہتے ہیں اُسکو کہ سب وارث اتفاق کر کے ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح ص خارج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور اُنھوں نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور اُنھوں نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونوں ہیں اور اُنھوں نے دونوں دیے تو یہ تخارج صحیح ہے سب صورتوں میں برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر ف یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہراوینگے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہووے کذا فی الاصل لیکن اس تخارج میں جہاں مبادلہ بطور عقد صرف کے ہے تو وہاں قبضہ کرنا طرفین کا شرط ہے صحت کی تاکہ سود نہ لازم آوے درمختار ص اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب ملے ہوں اور وارث مذکور کو صرف روپے یا صرف اشرفیاں دیکر خارج کریں تو یہ تخارج درست نہوگا جب تک کہ بدل اُس مقدار سے زیادہ نہو جو وارث مذکور کو اُسی جنس کی حصے سے پہونچے ف مثلاً وارث مذکور کو میراث میں دس درہم اور کچھ اسباب پہونچتا تھا تو صحت تخارج میں ضرور ہے کہ اور وارث دس درم سے زیادہ پر صلح کریں تاکہ دس العوض دس کی ہو جاویں اور زائد عوض حصہ اسباب کے ہو ورنہ سود ہو جاویگا اسلیے کہ یہ صلح نہیں جائز بطریق ابرا کے کیونکہ ترکہ اعیان ہے اور براءت اعیان سے جائز نہیں کذا فی الاصل ص اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملہ ترکہ دیون ہیں متوفی کے اوپر لوگوں کے اس شرط پر کہ دیون باقی وارثوں کے ہوں کیونکہ یہ مالک کرنا ہے دین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے ف جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں کیلیے چھوڑا تو اُسنے اپنے حصے کا دیون باقی وارثوں کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے ص مگر اس صلح کے صحیح ہونے کی کئی حیلے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث شرط کریں اس بات کی کہ مصالح اپنے حصہ دین سے قرضداروں کو بری الذمہ کرے اور صلح کر لے اعیان ترکہ سے اوپر مال کے اور اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اُسکا حصہ دین بقیہ ورثہ کا ہو گیا دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے اُنکی جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلادے مدیونوں سے اور اس حیلے میں ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ وارثوں کو نقد دینا پڑا اور اُنکا حق دین ہوا تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلوں میں بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیویں بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کریں دین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالے کر دے وارثوں کو اپنے قرض کا قرضداروں پر مثلاً فرض کریں ہم کہ حصہ مصالح کا دین میں سے سو درم ہے اور باقی ترکے میں سے بھی سو درم اور وارث صلح کریں بعوض دراہم کے تو ضرور ہے یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو سو سے مثلاً ایک سو دو درہم ہوں تو سو درہم تو وارث اسکو بطور قرض کے

دیوین اور وہ اُن سو کو اتار دیوین قرضدارون پر اور وارث اُتروائی قبول کرلین پھر صلح کرلین دین کے سوا اور چیزون سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل
ہو سکتے ہون اور جو نہو سکتی ہون تو کچھ اور بڑھا دینگے مثلاً ایک چھری زیادہ کر دینگے تاکہ دس بدلا مین دس کے اور چھری باقی کے بدل مین ہو جاوے **ف**
یہ حیلہ احسن الحیل ہے اسواسطے ہوا کہ حیلۂ اولی مین مصالح کا ضرر ہے ابراء کرنے سے اور حیلۂ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا جیسا کہ گذرا **طحطاوی** **ص** جس ترکے کے اعیان معلوم
نہین اُسمین صلح صحیح ہوئی مین یکیل اور موزون پر اختلاف ہے مشائخ کا **ف** اور صحیح صحت صلح ہے **درمختار** دلیلین دونوکی اصل کتاب مین مذکور ہین **ص** اور
اگر ترکہ غیر کیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہے قول اصح مین اور باطل ہے صلح اور تقسیم ترکہ دین ادا کرنے سے پہلے
اگر وہ دین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہو تب بھی صلح نہ کی جاوے قبل ادا ے دین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہا نے کہا کہ صحیح ہو جاوے گی **ف** یعنے دین غیر محیط مین نہ محیط
مین **ص** لیکن بقدر دین ترکہ روک لیا جاوے گا باقی کی قسمت کردیجاوے گی از روی استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ کل ترکہ روکا جاوے مگر چونکہ اسمین ضرر تھا ورثہ
کا اسلیے استحساناً روک رکھنا ترکے کا بقدر دین کافی ہے مسالۂ مہمہ آیا صحت صلح کے لیے صحت دعوی شرط ہے یا شرط نہین تو بعض لوگ کہتے ہین کہ صحت
دعوی شرط ہے لیکن یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ مدعی نے اگر دعوی کیا ایک حق مجہول کا مکان مین اور مدعی علیہ نے صلح کرلی تو یہ صلح جائز ہے جیسا کہ
گذرا باب الحقوق والاستحقاق مین اور شک نہین دعوی مجہول کے غیر صحیح ہونے مین اور ذخیرے مین بہت سے مسائل ہین جو تائید کرتے ہین ہمارے قول کی واللہ اعلم

ص کتاب المضاربۃ

عقد مضاربت شرع مین عبارت ہے اُس عقد شرکت سے نفع مین کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسری کی **ف** تو جو محنت کرتا ہے اُسکو مضارب کہتے ہین اور جسکا مال
ہو اُسکو رب المال کہتے ہین جواز اسکا ثابت ہے شرع سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرت نے منع نہ کیا اُس سے اور صحابہ رض
بھی اُسپر عمل کرتے رہے اور کسی نے اسکا انکار نہین کیا **ہدایہ** **ص** اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہین تو مضاربت قبل عمل کے امانت و ودیعت ہے **ف** تو ہلاک مال
سے مضارب پر تاوان نہین آتا **ص** اور وقت عمل کے توکیل ہے **ف** پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ مضارب کو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الدر **ص**
اور جب نفع ہو تو شرکت ہے اور جو مخالفت کرے مضارب رب المال کی **ف** مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے رب المال نے اسکو منع کیا تھا **ص** تو غاصب
ہے اور در صورت شرط کرنے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہے اور در صورت شرط کرنے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہے اور اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت
فاسد ہو جاوے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اسکے لیے اسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح خواہ تجارت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو لیکن زیادہ نہ دیجاوے
مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمد **ف** اور ائمہ ثلثہ کی اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی **ص** اور مضاربت فاسدہ مین بھی
ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین صحیح نہین ہے مضاربت مگر اُس مال مین جسمین شرکت صحیح ہوتی ہے **ف** یعنی راس المال دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی کی
جیسا کہ کتاب الشرکت مین گذرا **ص** اسی طرح ضرور ہے کہ رب المال اس مال کو مضارب کے سپرد کر دیوے **ف** اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ بدون تسلیم
کامل کے متعذر ہے تو اگر رب المال بھی اُس مال مین اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی **طحطاوی** **ص** اور نفع شائع ہو دونون مین **ف** یعنے مثلاً نصفا نصف
یا تین تہائی یا چار چوتھائی وغیرہ **ص** تو مضاربت فاسد ہوگی اگر ایک کے لیے نفع کے حصے سے زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہوئے **ف** جاننا چاہیے کہ جو شرط نفع کی
شرکت کو قطع کردیوے یا نفع کو مجہول کردیوے تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اسکے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہوگی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاوے گی جیسے ٹوٹے کا
شرط کرنا مضارب پر کذا فی الاصل **ص** جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے **ف** یعنے کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے مقید نہو کذا فی الاصل
ص تو مضارب کو اختیار ہے کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر نہ اتنی مدت پر جسکا تاجرون مین دستور نہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع و شرا کے اور سفر کرے **ف** اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک اسکو سفر کرنا درست نہین اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر مین دیا ہے تو اسکو سفر درست نہین اور اگر پرائے شہر مین دیا تو سفر جائز ہے

کذافی الاصل لیکن صحیح یہ ہی کہ دونون صورت مین مضارب کو سفر جائز ہی کذافی الدر المختار ص اور مال کو بضاعۃً دیوی اگرچہ رب المال ہی کو
دیوی اور زفرؒ کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوگی اور امانت رکھاوی اور گرو کری یا گرو لیوی اور کرایہ کو دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ
قبول کری غنی اور تنگدست پر البتہ مضارب کو یہ نہین پہونچتا کہ اُس مال کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالہ کری مگر مالک کے اذن سی یا جس صورت مین مالک نے
کہدیا ہو کہ تو اپنی رای کے موافق عمل کر اور نہ یہ کہ قرض دیوی یا قرض لیوی ف یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہین ہی ص اگرچہ رب المال نے
وقت مضاربت کے کہدیا ہو کہ تو اپنی رای کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونونکی اجازت دیدی ہووی تو درست ہی اگر مضارب سے مالک نے
کہدیا تھا کہ تو اپنی رای کے موافق کرنا اور اُسنے کپڑے خریدی اور اپنے پاس سے اُسکو پانی سی دھلوایا یا لادلایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنے مالک سے
دھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہی مجرا نہین لے سکتا کیونکہ وہ اُدھار کرنیکا مالک نہین ہی اور اگر اُن کپڑون کو مضارب نے اپنے پاس سے
دام دیکر سُرخ رنگوایا تو جسقدر رنگ اُسمین بڑھا ہی اُسمین رب المال کا شریک ہو جاویگا جیسے اپنا مال اُسمین ملا دیوی ف اور یہ رنگ اور خلط مال مالک کے
اس قول مین کہ تو اپنی رای کے موافق کام کر داخل ہو جاوینگے برخلاف دھلوائی کے کہ اُسمین کوئی چیز بڑھی نہین تو اگر نشاستہ یعنے کلپ دیکر دھلوایا ہوگا تو وہ
رنگ کے مانند ہی اور سُرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول مین مالک کے نزدیک امام صاحبؒ کے داخل نہوگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے
نزدیک امام صاحبؒ کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سرخی کے ہین کذافی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص تو مضارب سرخ رنگنے سی یا اپنی مال کے
ملا دینے سے درصورت مالک کے یہ کہدینے کے کہ تو اپنی رای کے موافق عمل کر ضامن نہوگا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کل لے لیگا اور کپڑے کے
دامون مین نفع مین شریک ہوگا ف مثلاً وہ کپڑا پانچ روپے کا سفید تھا جب سرخ رنگا گیا تو چھ روپے کا ہوا اور آٹھ روپے کو بکا تو مضارب ایک روپیہ تو
رنگ کا لیگا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لیگا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہووی ص اور مضارب کو یہ نہین پہونچتا کہ رب المال نے
اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معین کر دیا ہووی یا کسی مال خاص مین تجارت کو کہا ہووی یا کوئی وقت یا کوئی موسم یا کوئی خاص معاملے والا بتادیا ہووے کہ اُس سے
تجارت کری تو اگر اُسکی مخالفت کریگا ضامن ہوگا اور وہ چیز جو خریدی ہی مع نفع مضارب کی ہوگی اسیطرح مضارب کو یہ نہین پہونچتا کہ مال مضاربت مین سی جو غلام لونڈی
خریدا ہو وہ اُسکا نکاح کردیوی یا ایسے غلام اور لونڈی کو خریدی کہ وہ رب المال پر آزاد ہو جاوی ف مثلاً وہ غلام لونڈی رب المال کا ذی رحم محرم ہو یا رب المال نے اُسپر حلف کیا ہو
کہ اگر مین فلانے غلام یا لونڈی کو خریدون تو وہ آزاد ہی کذافی الاصل ص اور اگر خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا نہ رب المال پر یا مضاربت مین سے اور نہ اُس غلام لونڈی کو خریدے
جو مضارب پر آزاد ہو جاوی جب مال مین نفع ہوا ہووے اور جو خریدیگا تو وہ مضارب پر پڑیگا اور اگر نفع نہوا ہووے تو صحیح ہوگا ف اسواسطے کہ اس صورت مین مضارب کا
کچھ روپیہ ہی نہین ہی تا کہ اُسکی ملک اس غلام لونڈی مین آوی ص تو اگر بعد اُسکے اُس غلام لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصۂ نفع کی مقدار وہ غلام آزاد
ہو جاویگا اور مالک کو مضارب کچھ ضمان نہ دیگا بلکہ باقی قیمت کے لیے وہ غلام سعی کریگا اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصفا نصف نفع پر اُس نے اُن ہزار روپے
سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اُسکی ہزار روپے تھی بعد اُسکے اُس سے وطی کی اور وہ ایک لڑکا جنی ہزار روپے کا اور مضارب نے اُس لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا
اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپے ہوگئی اور مضارب غنی ہی تو رب المال کو اختیار ہی چاہے اُس لڑکے سے ہزار روپے مین سعی کرالیوے چاہے آزاد کردی پھر جب رب المال
ہزار روپے لڑکے سے وصول کر لیوی تو پانچسو لونڈی کی قیمت کے اور مضارب سے پھر لیوی ف یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہی اور اصل کتاب مین اس مقام مین تفصیل کی ہی فقط

ص باب مضارب کی مضاربت کرنے کے بیان مین

اگر مضارب اپنی طرف سے کسی کو مضارب کرے بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن نہوگا یہانتک کہ مضارب ثانی اُسمین عمل نہ کرے

ط۱ اسلیے قاعدہ ضابطہ یہ ہی کہ شی اپنی مثل کو شامل نہین ہوتی بلکہ اپنے سے کم کو متضمن ہوتی ہی مثل ودیعت وغیرہ کے کذافی الاصل ۱۲ عبدہ ط۲ یعنے اصل مال مالک کو پھیر دینا لازم آویگا ۱۲ منہ

ظاہر الروایۃ مین اور یہی قول ہے صاحبین کا اور حسن کی روایت مین امام صاحب سے یہانتک کہ مضارب ثانی اُسمین نفع نہ کماوے اور زفر کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہوجاویگا ف اور مفتی بہ اول روایت ہے اور دلیل دونون روایت کی اصل مین مذکور ہے ص اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے وقت مضاربت کے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ آدھون آدھ ہمارے تمہارے بیچ مین ہے اب مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اُسکا نصف مالک کو ملیگا اور چھٹا حصہ مضارب اول کو اور تہائی اُسکی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے یون کہا تھا مضارب اول سے کہ جو کچھ تجھکو اللہ دیگا وہ ہم تم آدھا آدھا لینگے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اول کو اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملیگی اور جو مالک نے یون کہا تھا کہ جو نفع کماوے وہ ہم تم دونون کے بیچ مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو نفع حاصل ہوگا اُسکا نصف مضارب ثانی کو ملیگا اور نصف مین مضارب اول اور مالک شریک ہونگے اور اگر مالک نے یون کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اُسکا نصف مین لونگا یا جو کچھ بڑھے وہ ہم تم دونون مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت مین مضارب ثانی کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملیگا اور جو مضارب اول نے اسی صورت مین دو حصے نفع کے مضارب ثانی کے لیے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لیے تو مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اسمین گھٹتا ہے وہ مضارب اول سے بھر لیا جاویگا اور اگر مضارب نفع مین تہائی رب المال کی اور تہائی اُسکے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے لیے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہوکر دار الحرب مین ملجانے سے مضاربت باطل ہوجاتی ہے ف اور اگر مضارب مرتد ہوکر دار الحرب مین ملجاوے تو مضاربت باطل ہوگی کذا فی الاصل ص مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہین ہوتا جب تک اُسکو خبر اپنی برطرفی کی نہووے پھر اگر اُسکو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اُسکو بیچ کر نقد کرلے اور پھر ثمن مین تصرف نہ کرے اور نہ اس نقد مین جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے نہووے تو اسکو مضارب بدل سکتا ہے از روے استحسان کے نہ قیاس کے ف مثلا راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہین تو مضارب اُسمین تصرف نہین کرسکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر یا بالعکس تو مضارب اُسکو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے استحسانا تا نفع ظاہر ہووے ص اگر رب المال اور مضارب دونون بعد فسخ عقد کے جدا ہوگئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگون پر تو اگر مضارب کو اس تجارت مین نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضے کا قرضدارون سے لازم آویگا ورنہ نہین ف کیونکہ جس صورت مین مال مین نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے ہوا اور نفع نہونے کی صورت مین بطور تبرع کے ص بلکہ مضارب مالک کو اُسکے وصول کرنے کے لیے وکیل کردیوے اسی طرح سب وکیلون کا حال ہے کہ اگر تقاضا نہ کرین تو مؤکل کو وکیل کردیوین اور دلال اور سمسار جبر کیے جاوینگے قیمت کے وصول کرنے پر ف اسواسطے کہ دلال اجرت لیکر بکواتا ہے اور سمسار وہ شخص ہے جسکے پاس غلہ وغیرہ لوگون کا جمع کیا جاتا ہے تاوہ اجرت لیکر بیچ دے تو اُسپر بھی ثمن وصول کرنے کے لیے جبر کیا جاوے گا ص مال مضاربت مین جسقدر نقصان ہووے اولا وہ نفع سے بھر لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہوجاوے تو مضارب اُسکا ضامن نہ ہوگا کیونکہ وہ امین ہے اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کردیا اور مال مضاربت قبضہ مضارب مین ہے بعد اُسکے از سر نو عقد مضاربت کیا اور اب کل یا بعض

ف۱ یعنی دو حصے نفع کے مضارب ثانی کو اور ایک حصہ مضارب اول کو ۱۲ ف۲ اسواسطے کہ مالک مال نے کل نفع سے جو کچھ حاصل ہو نصف اپنا ٹھہرایا اور مضارب اول نے کل نفع سے ایک ثلث مضارب ثانی کا مقرر کیا ہے اس صورت مین نصف نفع رب المال کو اور ایک ثلث مضارب ثانی کو اور باقی ایک سدس مضارب اول کا حق ٹھہرا ۱۲ عبد ف۳ اسلیے کہ مضاربت باذن مالک ہوئی پھر جس مضارب ثانی کو وہ ملیگا جو مضارب اول نے ٹھہرایا ہے اور وہ ایک ثلث ہے اور باقی جو بچا نفع مضارب اول کو وہ دو ثلث ہین پس جب عقد نصف نصف اسکا لیے ایک ثلث رب المال کو اور نصف یعنی ایک ثلث مضارب اول کو ملیگا اسواسطے کہ رب المال نے یہ کہا تھا کہ جو تجھکو خدا تعالی نفع دیگا اسمین ہم تم نصف نصف لینگے اور مضارب اول کو نہین ملا نفع سے مگر دو ثلث پس اسی مین انکو نصف نصف شریک ہونگے بخلاف صورت اول کے کہ اُسمین کل نفع کو نصف مین رب المال شریک تھا کذا فی الاصل زیادہ ۱۲ عبد ف۴ اسلیے کہ نفع کو مضاف کیا تھا طرف مضارب اول کے ۱۲ ف۵ اسواسطے کہ

مال تلف ہوگیا تو پہلا نفع اسمین نہین لگایا جاویگا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہی البتہ اگر نفع تقسیم ہوگیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونون نے
بانٹ لیا ہی پھر جمع کرین اور رب المال اپنا راس المال اُس نفع سے پورا کرلے جو بچے اُسے دونون بانٹ لین اور اگر اُس نفع سی اصل مال پورا نہووے یعنی اصل مال کم رہے تو مضارب پر
تاوان اُسکا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ مضارب امین ہی جیسا کہ گذرا ص جو مضارب اپنے ہی شہر مین رہکر کام کاج کرے تو اپنے کھانے پینے کا خرچ اور اپنی
دوا ہر حال مین اپنے ہی پاس سے اٹھاوے یعنی مال مضاربت مین سے نہ لیوے اور جو سفر مین جاوے تو کھلائی پلائی لباس پوشیدنی مضارب نوکر کی تنخواہ کپڑے کی دھلائی
تیل جہان تیل کی حاجت ہی جیسے ملک حجاز مین ف حجاز مکہ اور مدینہ اور طائف اور اُن شہرونکو کہتے ہین جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہین ملک حجاز مین تیل
کی اسلیے حاجت ہی کہ بلاد حجاز واقع ہین اقلیم دوم مین اور زمین اقلیم دوم کی حار ہی اور یابس تو وہان بدون تیل ڈالے اور گھی کھلائے گذر نہین ہوتا اور دوا کا خرچ مثل نفقہ کے ہی
امام اعظمؒ کے نزدیک ص اور سواری خواہ کرایہ کی ہو یا خرید کی ہو دانہ چارہ اُسکا ان سب کے مصارف مال مضاربت مین سے لیوے موافق دستور کے
اور جو دستور سے زیادہ صرف کر ڈالیگا اسقدر زیادہ کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ کر آوے اور سفر کی چیزون مین سے جو مال مضاربت سے لی گئی تھین کچھ
باقی ہو تو وہ مال مضاربت مین شریک کردیوے اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہی کہ جب صبح کو وہان جاتا ہی تو رات کو اپنے گھر مین نہین رہ سکتا تو اُسکا حکم
سفر کا سا ہی اور اگر شب کو اپنے گھر مین رہ سکتا ہی تو وہ مثل ایک بازار کے ہی شہر کے بازارون مین سے پھر اگر مضارب کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اُسقدر خرچ کو مجرا
لیوے جو مضارب نے مال مضاربت مین سے سفر مین صرف کیا تھا تو راس المال پورا ہوجاوے اب پھر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو مال
مضاربت مین سے بطور مرابحہ بیچے تو جو کچھ اُس چیز پر صرف ہوا ہی جیسے کرایہ باربرداری وغیرہ اصل لاگت مین لگالیوے اور یہ کہے مجھکو اتنے کو پڑی ہی اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا
ہی اُسکو نہ لگاوے مسئلہ اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصف نفع پر اُسنے اُن ہزار روپیہ کا کپڑا خریدا اور اُسکو دو ہزار کو بیچکر ایک غلام خریدا اور ابھی دو ہزار اُسکی
قیمت کے بائع کو نہین دیے تھے کہ وہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہوگئے تو مضارب پانسو کا ضامن ہوگا اور باقی دام مالک دیگا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے
اُسکے مال مضاربت مین رہین گے اور راس المال اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب اس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار بتلاوے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ
قیمت غلام کی تو دو ہی ہزار تھی اور اُس تاوان کو جو بسبب ہلاکی کے مضارب پر لازم ہوا نہ ملاوے پس اگر وہ غلام چار ہزار کو بکا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا
اور ہزار روپے خاص مضارب کے ہونگے پھر ان تین ہزار مین سے راس المال یعنی ڈھائی ہزار کو نکالکر باقی جو پانسو بچین گے وہ نفع کے سمجھے جاوینگے اُنکو رب المال
اور مضارب نصف نصف بانٹ لیگا اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو رب المال نے پانسو کو مول لیا تھا تو مرابحت پر بیچنے کے وقت
مضارب پانسو اصل جمع بتلاوے اور جو مضارب نے ہزار روپیہ کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہی اور اُس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا پھر
رب المال اور مضارب اُس غلام کے دینے سے رُکے اور فدیہ دینے کو اختیار کیا تو اس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب
دونون نے خون بہا دیا تو اب وہ غلام مال مضاربت مین سے نکل جاویگا سو اب تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی مضارب نے
مال مضاربت سے ہزار روپے کے بدلے مین ایک غلام خریدا اور قبل حوالے کرنے کے طرف بائع کے وہ روپے تلف ہوگئے تو رب المال کو ہزار پھر دینے ہونگے پھر اگر
تلف ہوگئے قبل بائع کے دینے کے تو پھر دینے ہونگے اسیطرح پر جہان تک تلف ہوتے جاوینگے مالک دیتا جاویگا اور یہ سب روپے راس المال مین شریک ہوتے
جاوینگے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہون اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجھکو ایک ہزار روپے دیے تھے اور ایکہزار نفع کے ہین اور رب المال کہے کہ مین نے
تجھے دو ہزار روپیہ دیے تھے تو قول مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہین وہ کہتا ہی کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر ہین زید کا اور جو

نفع ہو چکا ہی اور زید کہتا ہو کہ بطریق بضاعت کے ہین تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم سے جیسے وہ شخص اُن روپیون کو قرض کے بتلادے اور زید اُسکو بضاعت یا امانت قرار دیوے تو بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہی اگر رب المال کہے کہ مین نے تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت مین اور مضارب اسکا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہین لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعوے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اُسی کی طرف سے ہی

ص کتاب الودیعۃ

یہ کتاب ہی امانت کے بیان مین ف امانت مین خیانت کرنا بڑا گناہ ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ایمان ہی اُسکا جو امانت دار نہین ہی روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان مین انس رض سے اور یہ بڑی وعید ہی خائن کے لیے اور فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا یعنی اللہ حکم کرتا ہی تمکو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اُسکے مالکون کی طرف ص ودیعت امانت ہی کہ چھوڑی گئی ہی واسطے حفاظت کی تو ضامن نہوگا مودع اگر خود بخود بغیر کسی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہو جاوے ف جو چیز امانت رکھوائی جاوے اُسکو ودیعت کہتے ہین اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اُسکو مودع بکسر دال اور جسکے پاس رکھی جاوے اُسکو مودع بفتح دال اور امین کہتے ہین تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودع کے تلف ہوگئی تو اُسپر تاوان اُسکا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہی عاریت لینے والے پر جو خائن نہو تاوان اور نہ مودع پر جو خائن نہو تاوان روایت کیا اسکو دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور روایت کی ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہین اُسپر تاوان اور اسناد اُسکی ضعیف ہی مگر یہ قول متفق علیہ ہی ائمہ اربعہ کا کذا فی المیزان ص مودع کو یہ پہونچتا ہی کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والون کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مودع نے اُسکو سفر مین لیجانے سے منع نہ کیا ہووے اور راستے مین خوف غارتگری کا نہووے اور جو مودع نے اُسکو سفر مین ساتھ لیجانے سے منع کر دیا ہووے یا راستہ خوفناک ہووے اور راہ مین امانت تلف ہو جاوے تو اُسکو تاوان دینا پڑیگا اسیطرح اگر مودع نے اُسکی حفاظت سوا اپنے گھر والون کے اور لوگون سے کرائی تو بھی درصورت ہلاک ضمان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہو جاوے تو ضمان نہ دیگا ف مگر ثبوت ان عذرات کا بغیر گواہون کے نہوگا ہدایہ ص تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مودع نے باوجود قدرت نہ دی یا انکار کیا اگرچہ پھر بعد اُسکے اقرار بھی کیا یا نہ کیا یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب صاحب مال کے تو ضامن ہو جاویگا برابر ہی کہ پھر اسکا اقرار کرے یا نکرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ بھی حفاظت مال کا طریقہ ہی اور اگر مودع نے مرتے وقت بیان نہ کیا امانت کو جب بھی غاصب ضامن ہوگا یا مودع نے اُس امانت کو اپنے مال مین اسطرح ملادیا کہ تمیز نہین ہو سکتی تو بھی ضامن ہوگا ف مثلاً امانت گیہون تھے اور اُسنے اپنے گیہون مین اُنکو ملادیا اور اگر خلاف جنس مین ملاویگا جیسے جو کو گیہون مین تو مالک کا حق جاتا رہیگا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسیطرح اگر اپنی جنس مین ملادے نزدیک امام صاحب کے اور اسیطرح نزدیک ابو یوسف کے مگر جبکہ امانت کو اُسی جنس مین جو اکثر ہووے امانت سے ملادے تو اقل تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل مین ملاوے کیونکہ اس صورت مین حق مالک کا نہ جاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمد کے نزدیک ہر حال مین شرکت ہوگی خواہ اقل مین ملاوے یا اکثر مین کذا فی الاصل ص یا مودع نے امانت مین زیادتی کی اسطرح پر کہ اُسکے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار ہوا یا امانت کے روپیون مین سے کچھ خرچ کیے پھر اُتنے اُسمین شریک کر دیے یا جس گھر مین مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مودع نے اُسکے سوا دوسرے گھر مین حفاظت کی تو ان سب صورتون مین مودع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مودع کے مال مین خود بخود مل گئی تو دونون اُسمین شریک ہو جاوینگے اور اگر مودع نے امانت مین زیادتی کی پھر اُس زیادتی کو دور کر دیا تو ضمان بھی زائل ہو جاویگا ف جیسے امانت کو جس گھر مین مودع نے کہا تھا نہ رکھا بلکہ دوسرے گھر مین رکھا بعد اُسکے پھر اُسی گھر مین رکھدیا تو ضمان زائل ہو جاویگا اگر وہ پہلا مکان ایسا تھا کہ جو اُسمین ودیعت

سلہ اسلیے کہ اصل مضاربت مین عموم ہی بخلاف وکالت کے کہ اصل مین اُس مین خصوص ہی کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ عفی ۱ اسلیے کہ وہ منکر ہی نفع کا ۱۲ عسہ ۱ اسواسطے کہ وہ منکر تملیک کا ہے ۱۲

رہتی تو ہلاک ہو جاتی اور ضمان لازم ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک زائل نہوگا کذا فی الاصل ص اگر دو شریکون نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا اب
ایک شریک آیا تو مودع کو یہ نہین پہونچتا کہ اسکا حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آئے ہوئے ف جب یہ ودیعت سوا مکیل اور موزون کے اور کوئی چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی
ہی اور اگر مکیل و موزون ہو تو بھی حکم ہی نزدیک امام اعظمؒ کے برخلاف صاحبینؒ کے اسواسطے کہ مودع کو ولایت تقسیم مال کی نہین ہی کذا فی الاصل ص جب ایک چیز امانت
رکھی دو مردون کے پاس تو اگر وہ شئے قابل قسمت نہین ہی تو ہر ایک اسکی حفاظت کر سکتا ہی دوسرے کے اذن سے اور جو قابل تقسیم ہو تو ہر ایک کو چاہیے کہ اسکے دو حصے
کرکے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے ف اور صاحبینؒ کے نزدیک یہان بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دیسکتا ہی کذا فی الاصل ص باوجود اسکے اگر ایک مودع نے نصف
حصہ اپنا دوسرے کو دیدیا اور وہ امانت قابل تقسیم ہی تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابض ہی کل مال پر کیونکہ مودع المودع ضامن نہین ہوتا امام صاحب کے
نزدیک اگر مودع نے منع کر دیا مودع کو کہ اس امانت کو اپنے گھر والون کے سپرد نہ کرنا اور اسنے دیا اس شخص کو کہ اگر اسکو نہ دیتا تو کچھ اسکا حرج نہ تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکو دیا کہ
جسکے بغیر دیے چارہ نہ تھا جیسے امانت جانور تھا اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیزین تھین جسکی عورتین حفاظت کرتی ہین اور اپنی بیوی کو دین تو ضامن نہوگا جیسے اگر ایک دار
یعنی احاطہ مین کئی کوٹھریان ہین اور مودع نے ایک کوٹھری خاص مین رکھنے کو کہا تھا اور اسنے دوسری کوٹھری مین رکھا تو ضامن نہوگا کیونکہ ایک دار کی سب کوٹھریان حفاظت
مین برابر ہین بخلاف دار کے اسلیے کہ دو دار حفاظت مین متفاوت ہوتے ہین ف پس جب دار بدل دیگا تو ضامن ہوگا ص مگر جب دوسری کوٹھری جسمین اسنے مال رکھا
کوئی خلل ظاہر ہوگا تو ضامن ہوگا ف جیسے اسکا دروازہ بودا ہووے یا دیوار ٹوٹی ہووے ص اور اگر مودع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اول پر لازم ہوگا
ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے تاوان اسکا مودع سے لیوے خواہ مودع المودع سے لیکن اگر مودع المودع سے لیگا تو وہ مودع سے
پھیر لیگا کذا فی الاصل ص اور اگر غاصب نے شئ مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اسکے وہ شئ اس شخص کے پاس سے تلف ہوگئی تو مالک کو اختیار ہی چاہے تاوان
اسکا غاصب سے لیوے اور چاہے مودع الغاصب سے اور یہ بالاتفاق ہی ف یعنی اس شخص سے جسکے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مودع سے تو وہ غاصب سے رجوع کر لیوے
در مختار ص عمرو کے پاس ہزار روپیے ہین زید نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور بکر نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین اور عمرو دونون کے
دعوے سے منکر ہی تو قاضی عمرو کو حلف دلاویگا ہر ایک کے لیے جدا جدا اور جسکی حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کرین تو قرعہ ڈال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول
کیا دوسرے کے لیے حلف دلاوے اگر اسکے لیے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونون کے ٹھہرینگے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آوینگے ف دلیل اسکی مع اور تفصیل کے
اصل کتاب مین مذکور ہے فقط

ص کتاب العاریۃ

ف یہ کتاب ہی عاریت کے احکام کے بیان مین یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان مین عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے
وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ یعنی منع کرتے ہین ماعون کو ماعون اس چیز سے عبارت ہی جسکے عاریت دینے کی لوگون مین عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم
ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور ہدایہ مین ہی کہ عاریت جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہین عاریت لی تھین
صفوانؓ سے غزوۂ حنین مین روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور بخاری مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو طلحہؓ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت
لیا تھا ص عاریت کہتے ہین نفع کے مالک کر دینے کو بغیر عوض کے جاننا چاہیے کہ تملیکات چار قسم ہین ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہی دوسری تملیک عین بلا عوض
یہ ہبہ ہی تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلا عوض یہ عاریت ہے ف اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا
مستعیر عاریت لینے والا مستعار وہ شئ جو عاریت دیجاوے ص صحیح ہی عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز مین نے تجکو عاریت دی یا عطا کی[1] یا اپنی زمین مین تجکو کھانے کو دی

[1] بشرطیکہ اس لفظ سے ہبہ مراد نہووے ۱۲ در مختار

ف یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا ص یا مین نے تجھے اس جانور پر چڑھایا یا مین نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لیے دیا یا میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے
یا میرا گھر میری عمر بھر تیرے رہنے کو ہی آور معیر کو اختیار ہی کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے ف اگرچہ معیر نے اُسکا کوئی وقت بھی مقرر کر دیا ہو وے اور مستعیر
کو پھیر دینا اُسکا واجب ہی اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کی جاویگی طرف مالک کے روایت کیا اُسکو ابو داؤد نے ابی امامہ رضہ سے
اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اُسکی طرف جسنے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اُسکی جسنے خیانت کی تیری روایت کیا اُسکو ترمذیؒ اور
ابو داؤدؒ نے ابو ہریرہ رضہ سے اور حسن کہا اُسکو اور صحیح کیا اُسکو حاکم نے اور منکر جانا اسکو ابو حاتم رازیؒ نے ص اور بغیر زیادتی مستعیر کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہو جاوے
تو مستعیر پر تاوان اُسکا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ عاریت امانت ہی اور امانت کا تاوان نہین ہوتا آور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان لازم آویگا ص مستعیر کو یہ اختیار نہین
کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اُس نے کرایہ دیا اور ہلاک ہوگئی تو معیر کو اختیار ہی کہ تاوان اُسکا یا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے تو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکریگا اور
جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کر لیوے اگر اُسکو کرایہ لیتے وقت علم اسبات کا نہووے کہ یہ شئی عاریت ہی موجر پاس اگر ایک شئے عاریت دی اور نفع اُٹھانے والے کو معین نہین کیا
تو مستعیر کو درست ہی کہ وہ شئی دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہی کہ استعمال اُسکا مختلف ہو جیسے سواری جانور کی یا نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر آور اگر معین کر دیا
اُس شخص کو جو اُس سے نفع لیوے ف جیسے معیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اُٹھانا ص تو اگر استعمال اُسکا مختلف نہو تب مستعیر کو اُسکا عاریت دینا درست ہی
اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہین اسی طرح موجر کا حکم ہی ف یعنی جسوقت کوئی شئی کرایہ دی تو اگر موجر نے نفع اٹھانے والے کو معین نہین کیا
تو مستاجر دوسرے کو عاریت دیسکتا ہے برابر ہے کہ وہ شئے مختلف الاستعمال ہو یا نہو آور اگر معین کر دیا تو نہین دیسکتا مگر اُس شئے کو جو مختلف الاستعمال نہووے
اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت مین جائز نہین کذا فی الاصل ص تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ مین یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے
کوئی قید نہین لگائی تو اُس شخص کو پہنچتا ہی کہ اُس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنے کے لیے دیوے اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کراوے اور جس کام
کو کر لیگا تو وہی فعل معین ہو جاویگا اب اگر دوسرا فعل کریگا تو ضامن ہوگا ف اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع مین
مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اوّل آپ سواری کی تو اب دوسرے کو سوار نہین کر سکتا اور اگر بوجھ لادا تو سوار ہو نہین سکتا ص اور اگر معیر
اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت مین اور قسم مین تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے کہ جسوقت چاہے جسطرح کا چاہے نفع لیوے آور اگر مقید کر دیا تو اگر مستعیر
اور مستاجر نے اُس کے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اُس سے بُرا نفع لیگا تو ضامن ہوگا آور اسیطرح اگر مقید کیا اجارہ کو یا قسم یا قدر کے ساتھ پس
اگر مستاجر نے موافق اسکے کیا یا مثل یا بہتر کیا تو ضامن نہوگا اور جو اس سے بدتر کیا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو یا بطور عاریت کے لیا
بعد فراغت کے اُس جانور کو مالک کے اصطبل مین چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اُس نوکر کے ساتھ جسکو تنخواہ ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجدیا یا مالک کے غلام
کے ہمراہ خواہ وہ غلام اس جانور پر مقرر ہو یا نہو یا اُسی کے نوکر کے ہمراہ روانہ کر دیا پھر وہ جانور مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہو گیا تو ضامن نہوگا ف اور جو نوکر
روز پر ملازم ہو تو اُس کے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا مالک نہین آور بعض کے نزدیک اگر غلام اُس کا اُس
جانور پر مقرر نہوگا تو اُسکو تسلیم سے ضامن ہوگا کذا فی الاصل ص جیسے مستعیر شئے مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت نہو معیر کے گھر مین دے آوے
پھر وہ ہلاک ہو جاوے مالک کو پہنچنے سے پہلے تو ضامن نہوگا آور اگر وہ شئے نہایت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر مین دے آنے سے بری الذمہ
نہوگا بلکہ خاص مالک کو دینا چاہیے اسی طرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر دے آویگا تو ضامن ہوگا ف یعنی دونو صورت ہلاک مین بلکہ امانت اور مغصوب کو

---

[1] بشرطیکہ ہبہ کا ارادہ نکرے ۱۲ در مختار [2] پس رجوع کریگا اسپر بسبب اُسکے فریب کے اور جب جانتا ہوگا تو فریب نہین جانب موجر سے کذا فی الاصل ۱۲ [3] قید یا وقت کی ہوگی سوائے قسم کے یا قسم کی
سوائے وقت کے یا دونون کی پس جو موافق قید کے عمل کیا تو ظاہر ہے کہ ضامن نہوگا اور جو مخالف کیا پس خلاف جو مثل اور بہتر کیطرف ہے تو بھی ضامن نہوگا اور جو بدتر کیطرف ہی تو ضامن ہوگا کذا فی الاصل ۱۲

خاص مالک کو دینا ضرور ہے کذا فی الاصل ص اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور مکیل اور موزون اور معدود کا قرض میں داخل ہے ف اس لیے کہ ان اشیا سے نفع حاصل نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین کے الا اس صورت میں جب انتفاع کو معین کر دیوے جیسے روپیہ مانگے دھڑا درست کرنیکے لیے یا دکان کی آرایش کیلیے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونیکا یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں ہلاک ہو جاوینگی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اسپر لازم آویگا کذا فی الاصل ص صحیح ہے عاریت دینا زمین کا واسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہے کہ جسوقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو حکم کرے واسطے کھود دینے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو معیر اسکا ضامن نہوگا اگر عاریت کے وقت معیر نے کوئی وقت بیان نکیا ہووے اور اگر وقت مقرر کر دیا ہو اور قبل وقت کے اسکے کھود دینے کا حکم کرے تو جسقدر قیمت اس درخت یا مکان کے کھود لینے سے گھٹ جاویگی اسکا معیر کو تاوان دینا ہوگا[ف۱] اور مکروہ ہے کہ معیر قبل وقت کے عاریت میں رجوع کرے ف کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہے اور وہ حرام ہے ص اور اگر زمین کھیتی بونے کے لیے عاریت دی تو معیر کو یہ نہیں پہونچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنی لے لیوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو ف اسواسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم ہے تو اس حکم میں رعایت طرفین کی ہے بخلاف درخت یا مکان کے کہ اسکی کچھ نہایت نہیں ہے کذا فی الاصل ص شی مستعار اور مستاجر اور مغصوب کے رد کی اجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہے ف مستاجر پر اجرت رد کی واجب نہیں بلکہ اسپر صرف خالی اور فارغ کر دینا ضرور ہے نہ رد کرنا اسلیے کہ نفع قبضہ کا واسطے موجر کے ہے پس ہوگی اجرت رد کرنے کی موجر پر نہ مستاجر پر کذا فی الاصل ص جب ایک شخص نے زمین واسطے کھیتی کے کسی کو عاریت دیوے تو مالک کی دستاویز میں یوں لکھے کہ تو نے مجھکو زمین کھانے کیلیے دی ہے نہ یہ کہ تونے عاریت دی ہے اسلیے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے اور درخت لگانے کے ہوتی ہے اور صاحبین نزدیک یہ لکھے کہ تونے زمین مجھکو عاریت دی ہے واللہ اعلم

کتاب الهبة

ف ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپس میں تا محبت زیادہ ہو آپس میں روایت کیا اسکو بخاری نے ادب مفرد میں ابوہریرہ رض سے اور ابو یعلی نے اسناد حسن سے اور روایت کیا اسکو مالک نے موطا میں عطا خراسانی سے مرسلا اور نسائی نے کتاب الکنی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور روایت کی بزار نے انس رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپس میں ہدیہ بھیجا کرو اسلیے کہ ہدیہ دور کرتا ہے کینے کو اور اسکے جواز پر اجماع منعقد ہوا ص ہبہ کہتے ہیں ذات ایک شی کا مالک کر دینا غیر کو بغیر عوض کے ف اور واہب کہتے ہیں ہبہ کرنیوالے کو اور موہوب لہ جسکو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شی جسکو ہبہ کرے ص صحیح ہے ہبہ ان الفاظ سے وہبت ہبہ کیا میں نے نحلت عطا کیا میں نے ف اسلیے کہ وہبت صریح ہے ہبہ میں اور نحل بھی مستعمل ہے ہبہ میں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے لیے جسنے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدک نحلت مثل ہذا کیا سب لڑکوں کو دیا تو نے اسی طرح ص اعطیت عطا کیا میں نے اطعمتک ہذا الطعام کھلایا میں نے تجھکو یہ کھانا ف اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہے طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہے اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہے اطعمتک ہذہ الارض تو عاریت ہو جاتا ہے کذا فی الاصل ص جعلت ہذا لک اسکو تیرے لیے کر دیا اور اعمرتک اور جعلت لک عمری میں نے یہ چیز تجھے بطور عمری دی ف عمری یہ ہے کہ ایک شی کسی کو اپنی مدت العمر اسکی دیدیوے اور کہے کہ جب تو مر جاویگا تو میں پھیر لونگا سو ہبہ تو صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطیں باطل ہو جاتی ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسی کو عمری دیوے تو وہ چیز معمر لہ کی ہے تا حیات اسکی کے اور بعد اسکے وارثوں کی روایت کیا اسکو جماعت نے سوا بخاری کے جابر رض سے بخلاف اس صورت کے کہ داری لک عمری سکنی کہے کیونکہ قول اسکا سکنی عاریت ہے کذا فی الاصل ص حملتک علی ہذہ الدابۃ بیٹھایا تجھکو سوار کیا اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو کسوتک

ف۱ اسلیے کہ اسوقت معیر نے مستعیر کو فریب دیا ہو اور جب وقت مقرر نہیں کیا تھا تو مستعیر نے خود اسکو مطلق کہنے سے دھوکا کھایا کذا فی الاصل ۱۲ ف روایت کیا اسکو صحاح ستہ میں نعمان بن بشیر سے ۱۲

هٰذَا الثَّوْبَ پہنایا مین نے تجکو یہ کپڑا دَارِی لَکَ هِبَةً تَسْكُنُهَا میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر اسمین بسیگا تو اور قول تسکنہا تمیز نہین بلکہ وہ مشورہ ہے اور
اگر یون کہے کہ دَارِی لَکَ هِبَةً سُكْنَى تو عاریت ہوجاویگا کیونکہ اس صورت مین لفظ سکنی کا تمیز ہوگا اور تفسیر ہوگا اپنے ماقبل کا پس عاریت ہوگا
یا یون کہے سُكْنَى هِبَةً اسواسطے کہ ہبۃ حال ہوگا سکنی سے جب بھی عاریت ہوگا اسی طرح نُحْلَى سُكْنَى اور سُكْنَى صَدَقَةً اور صَدَقَةً عَارِيَّةً اور عَارِيَّةً
هِبَةً مین بھی عاریت ہوگا ف نُحْلَى سُكْنَى کے معنے دیا مین نے تجکو یہ گھر دینے کرا ز روے سکونت کے اور سُكْنَى صَدَقَةً یعنے گھر میرا
تیرے لیے ہے بطریق سکنے کے حال آنکہ وہ سکنی صدقہ ہے اور صَدَقَةً عَارِيَّةً یعنے گھر میرا تیرے لیے صدقہ ہے بطریق عاریت کے عَارِيَّةً
هِبَةً یعنے گھر میرا تیرے لیے ہبہ ہے بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہے یعنے ہبۃ منافع مراد ہے نہ ہبۃ عین کذا فی الاصل ص اور تمام
ہوتی ہے ہبہ قبض کامل سے ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین جائز ہوتی ہے ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا
زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہے البتہ روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے قول سے ابراہیم نخعی کے اور مراد اس سے یہ ہے کہ بدون قبض کے
ملک موہوب لہ کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ جواز بدون قبض کے بھی ہوجاتا ہے ہدایہ ص مراد قبض کامل سے یہ ہے کہ جسقدر ممکن ہو موہوب لہ
موہوب پر قبضہ کرے تو منقول مین قبض کامل وہ ہے جو اسکے مناسب ہو اور غیر منقول مین جو اسکے مناسب ہووے تو گھر کی کنجیون پر قبضہ کرنا گھر پر قبضہ
ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہے اسمین قبض کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہین تو کل پر قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہوجاویگا پس صحیح
ہے اگر قبضہ کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ مین بلا اذن واہب کے اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہے صحیح ہے ہبہ کرنا اس مشاع کا
جو قابل قسمت نہین ہے ف مشاع اس شے کو کہتے ہین کہ شریکون مین مشترک ہووے اور اسکی قسمت نہوئی ہووے ص اور مراد یہ ہے کہ جب تقسیم
کیا جاوے تو قابل منفعت نہ رہے جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان ف کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہین رہتا تو اگر ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا
موہوب لہ کو اور موہوب لہ نے اسپر قبضہ کرلیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہوجاتی ہے ص اور نہین صحیح ہوتی ہے ہبہ اس مشاع کی جو قابل تقسیم ہے جو تقسیم
کیجاوے تو منفعت اسکی باقی رہے اور شافعی کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہے ف یعنے قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اسپر
قبضہ کرلیوے ص اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہیے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع ہے جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے طاری ہوجاوے
جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اسکے بعض غیر معین مین رجوع کیا یا بعض غیر معین کسی اور کا نکلا برخلاف رہن کے کہ وہان شیوع طاری بھی
مفسد ہے تو اگر واہب نے اسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ کو تو ہبہ صحیح ہوجاویگی ف یعنے پہلے اسنے نصف شائع ہبہ کیا پھر تقسیم کرکے تسلیم کردیا تو ہبہ
صحیح ہوجاویگی اسواسطے کہ تمامی ہبہ قبض سے ہے اور وقت قبض کے شیوع نہ رہا کذا فی الاصل ص اگر ہبہ کیا گیہون کے اندر کا آٹا یا تلون کے اندر تیل
نہین جائز ہے اگرچہ گیہون پیسکر آٹا دیدیوے یا تلون مین سے تیل نکالکر دیدیوے اور اسی طرح ہبہ روغن کی دودھ مین جائز نہین ف اگرچہ دودھ مین سے
گھی نکالکر دیدیوے اسواسطے کہ یہ چیزین معدوم ہین وقت ہبہ کے تو انکی ہبہ کسی طرح جائز نہوگی برخلاف مشاع کے کذا فی الاصل ص اور ہبہ
دودھ کی تھن مین اور اون کی بکری کی پیٹھ پر اور کھیت اور درختون کی زمین مین اور کھجور کی درخت مین مثل مشاع کے ہے ف یعنے اگر ان چیزونکو
ہبہ کرکے جدا کرکے دیدیگا تو ہبہ صحیح ہوجاویگی مثل مشاع کے ورنہ نہین ص ہبہ اس چیز کی جو موہوب لہ کے پاس ہے ف اگرچہ بطور غصب یا امانت
ہووے درمختار ص فقط قبولہ بعد ہبہ کے تمام ہوجاویگی ف یعنے موہوب لہ کو ضرورت نہین کہ اسپر دوسری مرتبہ قبضہ جدید کرے ص اگر باپ ف یا جسکو
ولایت ہو بچے پر جیسے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اسمین داخل ہین جب باپ نہو بشرطیکہ صغیر اُسکے عیال مین ہووے درمختار ص اپنے فرزند نابالغ
کو کوئی شے ہبہ کرے تو ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہوجاویگی نہ اسمین قبول کی حاجت ہے نہ قبض کی ف اسواسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضہ موہوب لہ کے

شمار کیا جاویگا **در مختار ص** اگر اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہوجاویگی خود اُس صغیر کے قبضہ سے اگر وہ عاقل ہو **ف** یعنی تحصیل مال کو سمجھتا ہو **در مختار ص** یا اُسکے باپ کے قبضے سے یا اُسکے دادا کے قبضے سے یا باپ اور دادا کے وصی کے قبضے سے یا ماں کے قبضہ کر لیے سے اگر وہ صغیر ماں کے پاس ہو **ف** یعنے اسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اُسکی پرورش میں نہووے تو اُسکا قبضہ کافی نہوگا **ص** یا اجنبی کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اس صغیر کی پرورش کرتا ہو اور وہ لڑکا اسی کے پاس ہو اور اگر ایک شے ہبہ کی صغیرہ کے لیے اور اُسکی طرف سے اُسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہے بشرطیکہ بعد زفاف کے ہووے **ف** اور قبل زفاف کے صحیح نہیں **در مختار** زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں بعد نکاح کے **ص** دو آدمیوں نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ کل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہیں ہے اور اسکا اُلٹا یعنے ایک شخص اپنا گھر دو آدمیوں کو ہبہ کرے تو صحیح نہیں نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے **ف** اسواسطے کہ تملیک متحد ہے تو شیوع باقی نہیں رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصوں پاس اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہن کے کہ وہاں ہر ایک کے دین کے بدلے میں کل شے محبوس رہیگی کذا فی الاصل **ص** جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دو توانگروں کو تو درست نہیں اور دو فقیروں کو اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہے **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک اول صورت میں بھی درست ہے جیسے مکان کی ہبہ میں دو شخصوں کو دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ توانگروں کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہ دو شخص ہوگئے اور وہ موجب ہے شیوع کو اور صحیح ہے صدقہ دو غنیوں پر اس لیے کہ مراد صدقہ سے ہبہ ہے مجازاً اور ہبہ جائز ہے برخلاف تصدق اور ہبہ کے دو فقیروں پر کیونکہ وہ دراصل خدا کو دینا ہے اور خدا واحد ہے فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقہ پڑتا ہے اول کف میں خدا تعالیٰ کے قبل اسکے کہ پڑے کف میں فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث مجھے اس لفظ سے نہیں ملی واللہ اعلم

ص باب ہبہ کرکے پھیر لینے کے بیان میں

ہبہ کرکے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنے والا زیادہ مقدار ہے شے موہوب کا جب تک کہ نہ بدلہ پاوے اسکا **ف** روایت کیا اُسکو ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے اور روایت کیا اُسکو حاکم نے اور صحیح کہا ابن عمرؓ سے **ص** اور امام شافعیؒ کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ میں درست نہیں مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اسلیے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنے والا اپنی ہبہ میں مگر باپ اُس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو **ف** روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اُسکو ترمذیؒ نے اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے **ص** ہم کہتے ہیں کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ دوسروں کو سزاوار نہیں کہ رجوع کریں البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہوجاتا ہے **ف** یعنے یہ ممانعت جو حدیث شافعیؒ میں مروی ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اُسمیں کہ پھیرنا ہبہ سے ہمارے نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھیر لیے والا اپنی ہبہ میں جیسے کتا قے کرتا ہو پھر آتا ہے اپنی قے کی طرف روایت کیا اسکو بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے **در مختار وطحطاوی ص** لیکن رجوع کے ساتھ موانع ہیں جو حصہ خزقہ میں مجتمع ہیں **ف** سات امر مانع ہیں رجوع فی الہبہ کو امام نسفیؒ نے تسہیل ضبط کے واسطے اُن موانع کی طرف اشارہ ان سات حرفوں میں کردیا ہے یعنے اس عبارت کے یہ ہیں کہ آنسو نے زخمی کرڈالا اُسکو خزق بمعنے طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہت دی **کذا فی الطحطاوی ص** منع کرتی ہے رجوع کرنے سے ہبہ زیادتی تو **دال** سے مراد زیادت ہے **ف** جو نفس شے موہوب میں ہو اور اُسکے سبب سے قیمت شے موہوب کی بڑھ جاوے اور **ص** متصل ہووے شے موہوب سے **ف** یعنے جدا نہو اُس زیادت کا شے موہوب سے ممکن نہووے زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب جیسا کہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور نفس شے موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل گئی جو صرف نرخ میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شے موہوب کا نرخ بڑھ جاوے

تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہو جیسے طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا کہ یہ بھی
مانع رجوع نہیں ص جیسے عمارت بنانا اور درخت کا جمانا ف کہ ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی بعد اسکے موہوب لہ نے اسمیں عمارت بنائی یا درخت جمائے
جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہوگا فتاوای عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے
پر کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل زمین میں نہ بعض زمین میں اور اگر یہ زیادت
میں معدود نہو یا نقصان میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت چھوٹی بنادی تو یہ ہرگز زیادت نہوگی تو اسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنے
طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو وہ قطعہ چھوڑکے دوسرے قطعے میں رجوع
جائز ہوگا انتہی غایۃ الاوطار ص اور فربہی یعنی موٹا ہو جانا شی موہوب کا ف اور اسی طرح خوبصورتی اور درستی اور رنگ اور سینا کپڑے
یعنی وہ سلوائی جس سے قیمت بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا اور سننا بہرے کا اور دیکھنا اندھے کا اور مسلمان ہونا غلام کا اور اچھا ہونا اسکا اور
معاف ہو جانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت کی یا قرات کی اور لکھنے اعراب مصحف کی اور نقل مثلاً ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہاں اسکی قیمت
زیادہ ہو جاوے درمختار ص نہ وہ زیادتی جو جدا ہووے شی موہوب سے ف کہ وہ مانع رجوع نہیں ص جیسے بچہ ہونا شی موہوب کا ف اور پھل درخت
کا تو اس صورت میں واہب اصل شی کو پھیر لیوے نہ زیادت درمختار ص اور میم سے مراد مرجانا ہے واہب کا یا موہوب لہ کا ف بعد قبض
کے کہ پھر اختیار رجوع کا باقی نہیں رہتا اور جو قبل تسلیم کے کوئی مرگیا تو عقد ہبہ باطل ہو جاویگا درمختار ص اور عین سے مراد عوض ہے جو ہبہ کے
بدلے میں موہوب لہ نے واہب کو دیا ہووے بشرطیکہ اُس عوض کی اضافت طرف ہبہ کے کی ہو ف مثلاً موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے
اپنی ہبہ کا عوض یا اسکا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ بولا جس سے واہب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ اُسکے ہبہ کا
عوض ہے اور واہب نے اُسپر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ ہبہ بالعوض انتہا بیع ہے ص اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہ کیطرف
سے واہب کو عوض اُسکے ہبہ کا دیوے یہ کہکر کہ لے تو اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اسکو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہو جاویگا اور اگر عوض ہبہ کی اضافت
طرف ہبہ کے نکی ف یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ میری ہبہ کا عوض ہے ص تو ہر ایک واہب اور موہوب لہ اپنی اپنی
چیز کو پھیر سکتا ہے اور خے سے مراد یہ ہے کہ وہ شی موہوب ملک سے موہوب لہ کے خارج ہو جاوے ف مثلاً موہوب لہ اس شی کو فروخت کر ڈالے یا
کسی اور کو ہبہ کر دیوے تو اگر موہوب لہ اپنے موہوب لہ سے بعد ہبہ کے اُس شی کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر سکتا ہے اس سے اسی طرح اگر
موہوب لہ نے نصف شی موہوب فروخت کر ڈالی تو نصف باقی میں واہب رجوع کر سکتا ہے درمختار ص اور زا سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے
ف یعنی جس وقت ہبہ ہوئی ہو اس وقت واہب اور موہوب لہ میں علاقہ زوجیت ہو مثلاً خاوند جورو کو کوئی شی ہبہ کرے یا جورو خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید
اسواسطے لگائی کہ ص اگر ہبہ کیا ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتا ہے ف اسلیے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نہ تھی ص اور اگر ہبہ کیا اپنی
زوجہ کو اور بعد ہبہ کے اس عورت کو جدا کر دیا تو پھیر لینا شی موہوب کا جائز نہیں ف اسلیے کہ وقت ہبہ کے علاقہ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتیں ہیں اگر جورو
خاوند کو ہبہ کرے ان میں بھی یہی حکم ہے ص اور قاف سے مراد قرابت محرمیت ہے ف یعنے ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہو جاوے تو اگر فقط قرابت ہو
محرمیت نہو جیسے چچا یا خالہ یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع جائز ہے ص اور ہا سے مراد ہلاک ہونا شی موہوب کا
ہے ف ہلاک سے تلف ہو جانا اس شی کی ذات کا یا اسکے عامہ منافع کا مراد ہے باوجود باقی رہنے ملک موہوب لہ کے تو خروج عن الملک کے کہنے
کے بعد یہ مانع ذکر نہوگا ص اگر عوض دینے کے بعد آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہ نصف عوض اپنا پھیر لیوے اور اگر عوض میں آدھا کسی اور کا نکلا

تو واہب یہ نہین کرسکتا کہ آدھا موہوب واپس لیلیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اُسکے پاس باقی ہے موہوب لہ کو پھیر کر اپنا کل موہوب واپس لیلیوے یا آدھے
آدھے عوض پر قناعت کرے ف اور امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت مین آدھا موہوب پھیر سکتا ہے باعتبار عوض کے اور دلیل ہماری اصلؒ مین مذکور ہے
ص اگر موہوب لہ نے آدھے موہوب کا عوض دیا تو واہب نصف موہوب جسکا عوض نہین پونہچا پھیر لے سکتا ہے اور جو موہوب لہ نے نصف موہوب کو
فروخت کرڈالا تو واہب نصف باقی مین رجوع کرسکتا ہے اسیطرح واہب کو اختیار ہے کہ نصف موہوب پھیر لیوے اگرچہ موہوب لہ نے اسمین سے کچھ بھی فروخت
نہ کیا ہووے ف اسواسطے کہ اس صورت مین واہب کو کل پھیر لینے کا اختیار ہے تو نصف کو بطریق اولی پھیر لے سکیگا ص اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا
پھیر لینا مگر دونون کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے ف اس لیے کہ رجوع فی الہبۃ مین اختلاف ہے مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور موہوب لہ
یا حکم قاضی کے رجوع صحیح نہ ہوگا ص پس اگر موہوب کو آزاد کردیا موہوب لہ نے بعد رجوع واہب کے قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہوجاوے گی
اور اگر موہوب لہ نے موہوب کو روک رکھا واہب سے بعد رجوع کے لیکن ابھی قاضی نے حکم نہین کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہوگیا موہوب لہ کے
پاس تو موہوب لہ ضامن نہ ہوگا اسیطرح اگر تلف ہوگیا موہوب لہ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ موہوب لہ کا قبضۂ ضمان نہین ہے البتہ
جب بعد حکم قاضی کے موہوب لہ موہوب کو روک رکھے یعنی با وصف طلب واہب نہ دیوے تو تاوان اسپر لازم ہوگا بشرطیکہ قادر ہو تسلیم پر ص اور ہبہ
مین جب رجوع قضاء قاضی سے ہوجاوے یا بتراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا نہ ہبۂ جدید موہوب لہ کی طرف سے واسطے واہب کے اسی واسطے
قبضہ واہب کا رجوع مین شرط نہین ف اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہ ہوگا بدون قبض کے اور
جب کہ قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمین رجوع کرنا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع ص اور صحیح ہے
رجوع مشاع مین ف یعنی ہبۂ مشاع اگرچہ صحیح نہین لیکن رجوع فی الہبۃ مشاع مین درست ہے اس لیے کہ رجوع فسخ ہے اصل ہبہ کا نہ ہبۂ ثانی صورت
اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصون کو ہبہ کیا اب ایک کے حصے مین رجوع کرے ص اگر موہوب موہوب لہ پاس تلف ہوگیا بعد اُسکے معلوم ہوا
کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا اور موہوب لہ نے اُسکا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہ واہب سے وہ تاوان پھیر نہین سکتا اس واسطے کہ ہبہ احسان کا
عقد ہے نہ معاوضے کا تو اُسمین سلامت موہوب کا استحقاق نہین ہبہ کرنا عوض لینے کی شرط پر ف اسکو عربی مین ہبہ بشرط العوض کہتے ہین مثلاً یون کہا کہ
مین ہبہ کرتا ہون تجھکو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اسکے بدلے مجکو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط ہے اسمین کہ عوض معین ہووے اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہبہ ہوگا
ابتدا اور انتہا مین ص ابتدا مین ہبہ ہے تو شرط ہوگا کہ واہب اور موہوب لہ دونون قابض ہوجاوین بدلین پر مجلس عقد مین اور باطل ہوگا شیوع سے ف جبکہ ہووے
قابل قسمت کے ہووے ص اور انتہا مین بیع ہے تو پس پھیر سکتا ہے بسبب عیب کے اور خیار الرؤیت کے اور ثابت ہوگا اسمین حق شفعہ شفیع کو ہمارے نزدیک اور امام
زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہے ابتدا اور انتہا دونون مین ف اور دلیل ہماری اور اُن کی مذکور ہے ہدایہ اور اصل کتاب مین

ص فصل مسائل متفرقہ مین ہبہ کے

جیسے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا بغیر اُسکے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہ اُسکو آزاد کردیوے یا اپنی اُم ولد بنا دے یا ایک گھر
ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اسمین سے مجکو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب صورتون مین ہبہ صحیح ہے اور اول صورت مین حمل کا استثنا
اور باقی صورتون مین شرط باطل ہے اور اگر اُسنے آزاد کردیا اُس لونڈی کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہے ف اس واسطے کہ حمل واہب کی
ملک نہ رہا تو جب اسکی مان کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو ہبہ کیا باستثناء حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہے تو یہ بھی جائز ہوگا ص اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اُسکی مان کو ہبہ کیا

تو ہبہ ناجائز ہوگا اسلیے کہ حمل باقی رہا ملک واہب مین پس ہوگا مثل استثنا کے جس شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کل ہو تو وہ قرض تیرا ہے یا تو اس سے بری الذمہ ہے
ف یا کہا کہ مجکو آدھا قرض ادا کردے تو باقی آدھا تیرا ہے یا تو اس سے بری الذمہ ہے ہدایہ ص تو یہ قول باطل ہے ف اسواسطے کہ ابرای دین کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے
کذا فی الاصل ص درست ہے ہبہ عمریٰ اور وہ معمر لہ کا ہوگا اسکی زندگی تک اور بعد اسکے اسکے وارثون کا ہوگا اور عمریٰ کہتے ہین ایک شخص کو اپنا گھر دینا اسکی مدۃ العمر تک
اس شرط پر کہ جب معمر لہ مرجاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہو جاویگا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور واہب کی شرط مدۃ العمر تک کی باطل ہو جاویگی بلکہ وہ گھر معمر لہ کا تا بحالت حیات
مملوک رہیگا اور بعد اسکی موت کے اسکے وارثون کا ہوگا ف صحیح مسلم مین ہے کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس اپنے مال
اور نہ تباہ کرو اسکو سو بیشک جسنے کیا عمریٰ سو وہ اسکا ہے جسکو دیا گیا جیتے اور مرے اسکے اور اسکے وارثون کا اور ابوداود اور نسائی کی روایت مین ہے کہ جو
چیز عمریٰ دیگئی تو وہ معمر لہ کے وارثونکی ہے کذا فی بلوغ المرام ص اور باطل ہے ہبہ رقبی وہ یہ ہے کہ اگر مین مرجاؤن پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہے اور جو تو مرجاوے
تو پھر وہ چیز میری ہوجاویگی ف رقبی مشتق ہے رقوب سے جسکے معنی انتظار کے ہین گویا ہر ایک ان دونون مین سے دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے اور یہ
باطل ہے نزدیک طرفین کے اور نزدیک ابو یوسف کے صحیح ہے اور شرط باطل ہے اسلیے کہ قول اسکا داری لک رقبی کے یہ معنی ہین کہ یہ گھر میرا تیرے لیے ہے اور
مین منتظر ہون تیری موت کا تو پھر آوے وہ گھر میری طرف پس صحیح ہوگا یہ قول اور باطل ہوگی شرط مثل عمریٰ کے تو اختلاف کی بنا تفسیر عمریٰ پر ہوئی کذا فی الاصل
ص صدقہ کا حکم ہبہ کا سا ہے کہ صحیح نہین ہوتا بغیر قبضے کے اور نہ اس مشاع مین جو قابل قسمت ہے مثلاً تصدق کیا ایک شے محتمل القسمۃ کے نصف کو تو صحیح
نہین البتہ اگر ایک شی دو فقیرون کو تصدق کرے تو درست ہے اور صدقے مین رجوع درست نہین ہے ف کیونکہ صدقے کا عوض ثواب ہے اور وہ متصدق کو حاصل
ہوگیا بر خلاف ہبہ کے کذا فی الاصل مسائل ملحقہ اگر قرضخواہ نے خود کہا کہ نام میرا تمسک مین بطور عاریت ہے اور یہ قرضہ اصل مین دوسرے شخص کا ہے تو اسکا اقرار
صحیح ہوگا اور مقر لہ اس دین کو لے سکتا ہے ایسا ہی حکم ہے اگر یون کہا کہ میرا قرضہ جو فلان شخص پر ہے وہ فلانے کا ہے دو شخصون نے باہم صلح کرلی اس امر پر کہ عطا سلطانی
جو دفتر سرکار مین ایک شخص کا نام لکھوا دیا جاوے تو عطای سلطانی اسی کی ہوگی جسکا نام دفتر سرکار مین مرقوم ہے ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیون کی اور ہر ایک
کو الگ الگ علیحدہ خوانون پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہین کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو سائل کو کچھ دیوے یا خادم کو
یا صاحب خانہ کے مکان کے سوا اور مکان کی بلی کو دیوے یا کتے کو اگر صاحب خانہ کا ہووے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہے اسلیے کہ اسکا اذن عادۃً
پایا جاتا ہے جوہرہ مین ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھدینا تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا ضرور ہے اور اگر جواب پشت پر طلب
نہین کیا تو مکتوب الیہ اس خط کا مالک ہو جاویگا حاکم کو جب نہین پہنچتا ادای زکوۃ عشر سوائم اور نذر اور کفارے پر دین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو یا بری کیا اسکو تو درست ہے
پھر لینا ان کو رجوع اس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہو درست نہین ہے لاکن رد ہوجاتا ہے اگر مدیون نے قبول ہبہ یا ابرا کو رد کیا خواہ مجلس مین یا بعد اس مجلس کے اسلیے کہ اسمین
معنی اسقاط کے ہین عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اسکو چھوڑ دیوے یا اسکو حج کرلاوے اور خاوند نے ایفا سے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی
رہیگا اور حقوق نہ ہوگا کذا فی الدر المختار وشیء من الطحطاوی والشامی

لہ اسواسطے کہ اسمین اباحت ہے نہ تملیک پس کھانا اسکا ان آدمیون کو جائز ہے نہ کسی کو دینا یا اپنے گھر لانا بلا اجازت و اذن مالک کے ۱۲ عبدہ جیسا پہلے ذکر ہوا ۱۲

خاتمۃ الطبع حمد و ثنای بیحد نثار بارگاہ صمد کہ جلد سوم نور الہدایہ ترجمہ اردوی شرح وقایہ منقولہ از نسخہ مطبوعہ نظامی ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۳ ہجری قدسی
کو مطبع رزاقی واقع کانپور مین حسب ایمای جناب حاجی محمد عبد الصمد صاحب مہتمم مطبع و جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۸۵ و
مالکان مطبع رزاقی سلمہا اللہ الباقی بتصحیح و تنقیح حلیہ طبع سے آراستہ ہوا امید ناظرین با تمکین سے یہ ہے کہ مالکان مطبع و کارپردازان مطبع کو دعاء خیر سے یاد فرماوین

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

از عنایت بےنہایت پروردگار بعد نظر ثانی مصحح و محشی اوّل نسخہ ہذا یعنی جناب مولانا الحافظ

الحاج محمد عبد الغفار الصاحب الحنفی اللکھنوی دام فیضہ الجلی والخفی کتاب فیض نصاب

جلد چہارم نور الہدایہ

ترجمہ

اردوی شرح وقایہ

بار ششم باجازت جدامجد مرحوم جناب محمد عبد الرحمن خان صاحب مرحوم و مغفور

مالک مطبع نظامی واقع کانپور از اہتمام عاجز محمد عبد الصمد عفا عنہ اللہ الاحد

مطبع نظامی واقع کانپور میں مطبوع ہوئی

فہرست جلد چہارم نور الہدایہ ترجمہ اُردو شرح وقایہ

تمت

۷۸۶ یا کبیکج محفوظ کتابم را ۷۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ص کتاب الاجارۃ

ف ہندی مین اجارے کو ٹھیکہ اور نوکری کو مزدوری اور کرایہ کہتے ہین جو شخص اپنی چیز کو اجارے مین دیوے اسکو موجر اور جو اجارے مین لیوے اسکو مستاجر کہتے ہین ص لغت مین اجارے کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہین اور اصطلاح شرع مین اجارہ بیع ہی ایک نفع معلوم کے بدلے مین ایک عوض معلوم کے برابر ہی کہ وہ عوض عین ہو ف جیسے گھوڑا خچر بیل بکری کتاب وغیرہ ص یا دین ہووے ف جیسے روپیہ اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہی یہ جو تعریف مصنف نے اجارے کی بیان کی ناقص ہی اسواسطے کہ اجارۂ فاسدہ جسمین نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہووے اس تعریف سے نکل جاتا ہی حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد دونونکو شامل ہے اس لیے صاحب مختار نے معلوم کی قید نہین لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھادی کہ وہ نفع مقصود ہو اس قید سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑون یا برتنون کا محض آرایش و زیبایش کے لیے یا گھوڑا کوتل چلانیکے لیے یا غلام و خادم جلو مین چلنے کے لیے تا لوگ سمجھین کہ یہ مستاجر کی ملک ہین کہ یہ اجارہ فاسد ہی موجر کو اسمین اجرت نہ ملے گی اجارہ جائز ہی تعاطی سے جہان ہمیشہ ایک دستور معین ہووے مثل بیع کی جیسے ناؤ کی سواری کی اجرت یا حجام کی مزدوری یا فصد یا حمام یا سقے کی اجرت عقد کی اسمین کچھ حاجت نہین در مختار و طحطاوی ص اور منفعت معلوم ہوتی ہی مقدار مدت اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھرون مین رہنے اور زمین مین کھیتی کرنے کی فلان مدت ہی برابر ہے کہ وہ مدت طویل ہو یا کم ہو ف اور بعضون نے ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھی لیکن مفتی بہ یہی ہی جو متن مین ہی ص البتہ وقف کی اراضی کا اجارہ دینا تین برس سے زیادہ مدت تک کا صحیح نہین یہی مختار ہی اسلیے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعوی نہ کرنے لگے اور جب وجہ عدم جواز کی یہ ہوئی تو اب اجارۂ طویلہ مختلف عقدون سے جیسا بعض فقہانے جائز رکھا ہی جائز نہ ہوگا معاف کرے اللہ خطا انکی ف صدر الشریعۃ کی غرض اس مقام سے رد ہی اوپر ان فقہا کے جنہون نے واسطے اجارۂ طویلہ کے اراضی وقف مین ایک حیلہ نکالا ہی وہ یہ ہی کہ اجارہ مشتمل ہو کئی عقدون پر اور ہر ہر عقد تین تین برس یا کم کا ہووے تو اسطرح مدت اجارے کی بہت طویل ہو سکتی ہی اور جب ایک عقد ختم ہو جاویگا تو دوسرا عقد شروع ہو جاویگا اور یہی حیلہ ہی ان لوگون کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف مین ایکسال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھتے شارح نے اس قول کو اسطرح پر رد کیا کہ اجارۂ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ ایسا نہو مستاجر بعد گذر جانے ایک مدت طویل کی باستدلال قبضے اپنے کے موقوف مین دعوی ملک کرے اور وقف ضایع ہو جاوے اور یہ وجہ اس صورت مین بھی پائی جاتی ہی تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارۂ طویل ناجائز ہوا تو فسخ ہو جاویگا کل مدت مین یعنے نہ تین سال مین

[illegible]

صحیح ہیگا نہ زیادہ مین اور بعض کے نزدیک اجارہ طویلہ اگر اراضی مین ہو تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہو تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور
باقی مین باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہی مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم ص اور کبھی منفعت معلوم ہوتی ہی کام کے بیان کر دینے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا اسباب کی لدوائی
جانور پر جسکی مقدار معلوم ہووے اور ایک مسافت معین تک ف یا سواری ایک جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اگر مسافت یا وقت کا بیان نہووے تو اجارہ فاسد ہی اور دھلوائی
اور رنگوائی کو اور اسیطرح زرگری وغیرہ کو اسطرح بیان کر دینا لازم ہی کہ پھر آخر کو منازعت نہووے مثلاً رنگوائی مین کپڑیکا بیان اور رنگ کی قسم کا کہ زرد یا سرخ یا سبز جو مطلوب ہو ضرور ہے
اسیطرح سلوائی مین دوخت کی قسم اور کپڑیکا بیان لازم ہی اور ایسا ہی دھلوائی مین کپڑیکا معین کرنا ضرور ہی درمختار و طحطاوی ص اور کبھی منفعت معلوم ہو جاتی ہی
اشارہ سے جیسے ایک چیز کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اُسکو فلان جگہ پہونچاوے اور اجرت صرف عقد اجارہ سے واجب نہین ہوتی ف اور شافعیؒ کے نزدیک صرف عقد اجارہ سے
واجب ہو جاتی ہی کذا فی الاصل ص بلکہ جب مستاجر اجرت کو پیشگی دیدیوے بلا شرط ف یعنی شرط اجارہ مین نہو کہ اجرت پیشگی لیجاویگی بلکہ از خود مستاجر جلدی کر کے اجرت دیدیوے
تو اوسوقت واجب ہو جاتی ہی اس معنی کر کے کہ پھر مستاجر اُسکو پھیر نہین سکتا ص یا اجرت کی شرط پیشگی لینے کی ہو گئی ہو پس پیشگی دینا واجب ہوگا یا مستاجر پورا نفع اُٹھا چکے یا قدرت پورے
نفع اُٹھانیکی پوری ہو جاوے ف جیسے جبکہ مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دیدی اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اسوقت مین
اگرچہ مستاجر اُس سے نفع نہ اُٹھاوے لیکن بعد گذرنے مدت کے اُجرت اُسپر لازم ہوگی الا تین صورتون مین ایک اجارہ فاسدہ مین قدرت انتفاع سے اجرت لازم نہین آتی بلکہ جب اس سے نفع اُٹھاوے
دوسرے جب جانور خارج شہر کے سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اُسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اُسپر سوار نہین ہوا تیسرے یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اُسکو چند سال
تک رکھ چھوڑا اور دن پہننے کی تو اجرت صرف اتنے دنون تک کی لازم ہوگی جہانتک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اُسکے بعد کی لازم نہ آویگی اشباہ ص جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور
اپنے قبضے مین کر لیا اور اُسمین سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد گذرنے مدت کے اور جو مدت اجارہ مین اُس گھر کو کرایہ دار سے کسی نے جبراً چھین لیا اسطرح کہ اسکی قدرت
نفع لینے کی نہ رہی تو جس مدت تک وہ گھر اُسکے پاس سے نکلکے غاصب پاس رہا ہی اُسقدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا ف الا اُس صورت مین کہ اُس غاصب کا نکالنا ممکن ہو کرایہ دار کو سفارش سے
یا مددگارونکی حمایت اور زور سے اور اُسنے خود نہ نکالا تو اُن دنونکی بھی اجرت دینا پڑیگی کذا فی الاشباہ ص اور ہر جز کو درست ہی کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے
اور جانور کا ہر منزل پر لیوے ف یہ صورت جبکہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہووے بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہووے تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق درمختار ص
اور دھوبی اور درزی مزدوری جب لیگا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کرے ف اور اگر وہ شی قبل اسکے تلف ہو گئی تو مزدوری اُسکی ساقط ہو جاویگی درمختار ص اگرچہ
سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے گھر مین کیا ہووے ف یہ اسواسطے کہا کہ خیاط نے اگر کام مستاجر کے گھر مین کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہو گیا تو اسکو بقدر سلائی کے مزدوری ملیگی
کذا فی الاصل اسیطرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانیکے گر گئی تو اجرت اُسکی واجب ہوگی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سی رہا تھا اور قبل اسبات کے
کہ درزی وہ کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اُسکی سیون ادھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملیگی بلکہ درزی کو سیون کی ادھیڑنیوالے سے تاوان لینے کا اختیار ہی اور پھر دوبارہ سینے پر اسپر جبر نہوگا
کذا فی الدر المختار ص اور نان پز مزدوری لے سکتا ہی جب روٹی تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جلجاوے بعد نکال لینے کے تو اُسکو اجرت ملیگی اور جو قبل نکالنے کے
جلجاوے تو مزدوری اُسکو نہ ملیگی اور دونون صورتون مین نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آویگا ف نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک نان پز
مالک کا جسقدر آٹا تھا حوالے کرے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیکر پکانے کی مزدوری اُسکو دیدیوے یہ اختلاف صرف صورت اول مین ہی اور
صورت ثانی مین یعنے جب روٹی قبل نکالنے کے جلجاوے تو بالاتفاق اُسکو مزدوری نہ ملیگی اور تاوان لازم آویگا بسبب اُسکی تقصیر کے کذا فی الدر و البحر

یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر مین پکائی جاتی ہووے اور جو اُسکے گھر مین نہ پکتی ہووے تو جلجانی یا چوری جانیکی صورتمین بالکل مزدوری نہ ملیگی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے جلی ہووے یا بعد نکالنے کے اور تاوان اُسپر نہوگا اسلیے کہ اُسکے ہاتھ مین امانت تھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان ہوگا اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہی جوہرہ و درمختار ص اور دیگ اور ہانڈی پکانیکی مزدوری واجب ہوتی ہی نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیون مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا ف پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانیکا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا درمختار ص اور کچی اینٹ پاتھنے والیکی مزدوری واجب ہوگی جب اینٹین کھڑی کر دیوے ف یعنی الگ الگ بنا کر ڈالدیوے یہ قول امام صاحبؒ کا ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اسلیے کہ تشریج تمام عمل سے ہی اور امام صاحبؒ کے نزدیک وہ فعل زائد ہی مثل نقل کے کذا فی الاصل اور فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہی درمختار ص جو اجیر کہ اُسکے کام کا اثر موجود ہو اس شی مین جیسے رنگریز اور وہ دھوبی جو نشاستہ اور انڈیکی سفیدی سے دھوے ف کہ ان دونونکے کام کا اثر کپڑے مین موجود ہو جاتا ہی یعنے رنگ اور نشاستہ وغیرہ اور بعضونکے نزدیک اثر سے مراد یہ ہی کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس صورتمین وہ دھوبی جو فقط کپڑا سفید کر دیتا ہی اور نشاستہ وغیرہ نہین لگاتا اسی حکم مین داخل ہی درمختار مین ہی کہ قول ثانی صحیح ہی تو کپڑا دھونیوالا اور سینہ توڑنیوالا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ص ان سبکو روک رکھنا چیز کا مزدوری وصول کرنیکے لیے جائز ہی تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو نہ مزدور پر تاوان ہی اور نہ مالک پر مزدوری ہی ف یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ وہ شی قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روکنے کی بھی مضمون ہوگی پھر مالک کو اُنکے نزدیک اختیار ہی چاہے تاوان لیوے ان لوگونسے اُس چیز کی قیمت کا جو قبل اُس عمل کے تھی تو مزدوری ندیوے یا اُس قیمت کا جو بعد عمل کے ہو تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور جس اجیر کے کام کا اثر اُس شی مین نہووے جیسے بوجھ لادنیوالا یا ملاح یا کپڑا کھینچنے والا جو صرف کپڑا دھوئے اور کلپ وغیرہ اُسپر نہ کرے تو ان لوگونکو چیز کا روک رکھنا واسطے مزدوری لینے کے نہین پہونچتا ف تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہوگئی تو ضمان دینگے مثل غاصب کے درمختار ص البتہ جو غلام بھاگی ہوے کو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کے لیے اُس غلام کو روک سکتا ہی ف اگرچہ اُسکے کام کا اثر غلام مین کچھ پایا نہین جاتا اسلیے کہ غلام آبق مثل ہالک کے تھا تو لانیوالے نے گویا اُسکو جلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اجرت کے فروخت کیا اور زفرؒ کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہین برابر کہ اُسکے کام کا اثر اُس چیز مین ہووے یا نہووے کذا فی الاصل ص اگر مالک مال نے اجیر سے قید اسبات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے کرنا تو اُسکو اختیار ہی کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگا دی جیسے کہا اس کپڑیکو اپنے ہاتھ سے سینا تو اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہین ف مگر دایہ کہ اُسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہی شرط اور بلا شرط ہر طرح سے درمختار ص ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اس بات کا کہ زید کے اہل وعیال کو لے آونگا ف مثلاً بصرے سے جا کر اور جب بصرہ مین گیا ص تو بعض اہل وعیال اُسکے مر گئے تھے وہ شخص جو باقی تھے انکو لیکر آیا اس صورتمین اجیر کو اجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک خط دیا کہ بکر کو لیجا کر پہونچا دے اجرت سے عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مرجانے بکر کے وہ خط پھر زید کے پاس واپس کر لایا اسصورتمین عمرو کو کچھ اجرت نہ ملیگی یہی حکم ہی اگر کچھ کھانا لیجاوے کسیکے پہونچانے کے لیے اور اُسکے مرجانیکے سبب سے وہ کھانا پھر مالک کے پاس پھیر لاوے کہ اجرت کچھ نہ ملے گی ف نزدیک شیخینؒ کے اور نزدیک محمدؒ کے خط مین اُسکو اجرت جانیکی ملیگی یعنے نصف پوری اجرت کی اور کھانے مین کچھ نہ ملیگا بالاتفاق اسلیے کہ باطل ہو گیا عمل اُسکا بسبب رد کے کذا فی الاصل طحطاوی مین ہی کہ یہ حکم جب ہے

کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونوکو کہا ہووے اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہو گا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہو گی چنانچہ شرح مجمع مین مصرح ہے اور امام محمدؒ کی
جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین انتہی مختصراً ص صحیح ہی کرایہ لینا گھر کا یا دکّان کا اگرچہ ذکر نہ کرے اس کام کا جو اُسمین کریگا ف اسواسطے کہ عمل
متعارف ان دونون مین سکونت ہی تو مطلق متصرف ہوگا طرف متعارف کے کذا فی الاصل اور کرایہ دار کو جائز ہے کہ اُس دکّان یا مکان مین جو کام چاہے کرے
مگر وہ کام جس سے عمارت سست ہو جاتی ہی جیسے ڈہلائی وغیرہ ف اور لوہاری اور آٹا پسوائی کہ ان کامون سے عمارتین نقصان آتا ہی تو بدون رضامندی مالک کے یا ان
چیزونکی شرط ہو جانیسے عقد اجارہ مین یہ کام درست نہین اسیطرح مستاجر کو اختیار ہے کہ جب مکان یا دکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسیکو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ
جس سے عمارتین نقصان ہوتا ہی نہ رکھے درمختار ص اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانیکے یا درخت بونیکے تو درست ہی پھر جب مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو
لازم ہی کہ عمارت اور درخت اپنا اوکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جبکہ مالک زمین کا اُس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھد جانیکے ہوتی ہی راضی
ہو جاوے تو جبرًا اسقدر قیمت مستاجر کو دیکر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہی اگر کھودنے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا نقصان ہوتا ہوا اور جو سکا نقصان
نہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہی یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے اسبات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہماری زمین پر رہنے تو زمین مالک کی رہیگی
اور عمارت اور درخت مستاجر کے ف لیکن عمارت اور درخت کا رہنے دینا اگر بعوض اجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک زمین اور مالک مکان
دونون کو پہونچتا ہے کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ دیوین اور زر کرایہ قیمت زمین پر جو بغیر عمارت ہووے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہووے تقسیم کرکے
بقدر اپنے اپنے حصے کے بانٹ لیوین درمختار ص اور رطبہ کا حکم ف رطبہ مابین درخت اور گھانس کے ہے مراد یہان رطبہ سے وہ چیز ہے جسکو ایکمرتبہ بودین تو جڑ اسکی
ہمیشہ زمین مین باقی رہے اور اُسکے پتے یا پھول توڑتے اور بیچتے جاوین ص مثل درخت کے ہے ف یعنی مستاجر پر رطبہ اُکھیڑ کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہے اسلیے کہ رطبہ
کی جب کوئی انتہا نہین ہوئی تو مثل درخت کے ہو گئی کہ اُسکا اوکھیڑنا ضرور ہوا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہو گئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہین آیا تو مستاجر
پر جبر نہ کیا جاویگا کھیت اُکھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاویگی اور اسی کھیتی کے حکم مین ہین وہ ترکاریان جنکی
ایک انتہا ہی جیسے سولی گاجر بینگن وغیرہ درمختار ص اگر ایک جانور سواری کو کرایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونیکا ذکر کیا بعد اُسکے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو
بھی بٹھایا اور جانور ہلاک ہو گیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑیگی ف اور گرانی وزن کا اعتبار نہو گا اسواسطے کہ کبھی ہلکا آدمی جو ناواقف ہو سواری سے
زیادہ ضرر پہونچاتا ہی اُس بھاری آدمی سے جو فن سواری کو جانتا ہو وے کذا فی الاصل ص اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ
ہونے بوجھ کے ف مثلاً تین من لادنا ٹھہرا تھا اور اُسنے چار من لادا اوس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے ص یہ حکم جب ہی کہ جانور اُسقدر بوجھ
لادنیکی جتنا مستاجر نے لادا ہے طاقت رکھتا تھا اور جو اسقدر بوجھ کی وہ جانور طاقت ہی نہ رکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا ف اسی طرح اگر ردیف کی سواری
کی بالکل طاقت ہی نہ رکھتا تھا اور مستاجر نے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا یا بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا یا بہت سے کپڑے
اپنے اوپر لاد لیے ان سب صورتون مین کل قیمت کا تاوان دیگا درمختار ص اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو ایسا مارا یا اُسکی لگام کھینچی کہ جانور ہلاک ہو گیا
تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان نہوگا مگر جب کہ ایسی مار مارے یا اس طرح لگام کھینچے جو موافق دستور کے
نہووے ف اسی پر فتوی ہی اور امامؒ نے بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ کا ظاہر قول اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ مستاجر کو جانور کا مارنا
جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ مین ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اسکو ہرگز نہ مارے اور اس سے مواخذہ ہوگا اس ضرب مین جو تادیب سے
زیادہ ہی یعنے ہر شخص کو منع کرنا درست ہی علی الخصوص جب مالک جانور کے منہ پر مارے درمختار ص اگر ایک جانور کو کرایہ لیا ایک مقام معین تک آنے جانیکے لیے

لہ بڑی چکی سو جو ہوا یا پانی یا جانور کے زور سے چلتی ہی اور دستی چکی چلانا اگرچہ گھر کو مضر ہو تو بھی درست ہی اسی پر فتوی ہے ۱۲ درمختار ۔

اور اسمقام سے آگے لیگیا بعد اسکے پھر اُسی مقام تک پھیر لایا اور جانور ہلاک ہوگیا تو اُسکو ضمان دینا ہوگا ش یہی حکم ہے عاریت مین اور بعضون کے نزدیک ضمان
جب ہے کہ فقط جانیکے لیے کرایہ لیا ہوا اور جو آنے جانیکے لیے لیا ہو تو تاوان نہین ہی لیکن صحیح قول اول ہے کہ دونون صورتون مین ضمان ہے کذا فی الاصل صدر
الشریعہ نے کہا کہ اگر جانور اس مقام مین آن کر ہلاک ہوگیا اور یقین ہے اسبات کا کہ اس کی ہلاکت مین اسمقام سے آگے جانیکو دخل نہین ہے
تو فتوی ہو کا ضمان نہ آنے پر اور اگر ہلاک ہوا ایسے سبب سے کہ اُسکا یقین نہین ہے بلکہ احتمال ہے کہ آگے جانے کو اُسکی ہلاکت مین دخل ہو تو فتوی ضمان آنے پر ہے انتہی مختصرا
ص اگر ایک گدھا کرایہ لیا جسپر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اُسکا زین اتار کے پالان اُسپر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا برابر ہی کہ اسطرحکا
پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اُس زین کو اتار کر دوسرا زین اُسپر کسا تو دیکھنا چاہیے اگر وہ زین جسکو مستاجر نے کسا ہے ایسا ہے
کہ اس قسم کا زین ایسے گدھے پر نہین کسا جاتا ہی تو ضمان ہوگا اور اگر کسا جاتا ہی تو ضمان نہوگا مگر جب کہ وجہ مین زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی وزن ضمان ہوگا یہ مذہب امام صاحب کا ہی
اور صاحبین کے نزدیک پالان مین بھی یہی حکم ہی ف یعنی جب پالان اس قسم کا ہو کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہی تو ضمان نہین ہے مگر جب وزن مین زائد ہو زین سے کذا فی الاصل
ص اگر ایک شخص کو بوجھ لیجانے کیلیے اُجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لیکر وہ رستہ اختیار نہ کیا جسکو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے راستے سے گیا اور دونون رستون مین فرق
تھا ف مثلاً مالک کا رستہ مقرر کیا ہوا امن اور محفوظ تھا اور مزدور کا رستہ پرخوف خطر یا دشوار گذار تھا ص یا مزدور جس رستے گیا اُس مین لوگ آمد و رفت نہین کرتی تھی یا مالک نے
خشکی کے رستے جانیکو کہا تھا اور حمال دریا کے رستے گیا اور مال و اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہی ف اور جو دونون رستون مین کچھ فرق نہوے تو ضامن نہوگا ہدایہ ص اور اگر
باوجود اسکے حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پہنچا دیا تو مالک کو اجرت دینا پڑیگی اسلیے کہ سب صورتون مین اصلی حصول مقصود ہے جس شخص نے زمین کرایہ لی گیہون بونیکے لیے اور پھر اُسمین رطبہ
لگایا تو جو کچھ نقصان زمین مین کا رطبہ لگانے سے ہوگا وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اُجرت نہین دیگا اسلیے کہ وہ خلاف کرنے سے غاصب ہوگیا اور غاصب پر صرف تاوان ہی جس
شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کرتا سینے کیلیے اور اُسنے قبا سی ڈالی تو مالک کو اختیار ہی خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے
لیکن اجر مثل اجر مسمی سے زیادہ نہ دیوے ف یعنی جسقدر کرتے کی سلائی مقرر ہوئی تھی اس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے تو اجر مثل دیگا اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمی سے زیادہ ہووے
تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہوگیا اور اجارہ فاسد مین ہمارے نزدیک اجر مسمی سے زیادتی نہین ہوتی مسائل ملحقہ رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سرخ رنگنے کو کہا اور اُسنے زرد رنگا
تو مالک کو اختیار ہی چاہے زرد رنگین لے لیوے اور رنگریز کو اتنا دیوے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے ہوگئی اور رنگریز کیواسطے اجرت نہین اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لے لیوے
اسیطرح اگر رنگریز نے بہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض ورستین اسقدر ہووے سو وہ کم ہو مقدار معین سے سو اگر
بقدر انگلی یا اسکے مانند کم ہو تو معاف ہی اور اگر زیادہ ہو تو اسکا تاوان دے ہی مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میری قمیص کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اسکو قطع کر ایکدم کی مزدوری لیکر
اسکو سی دے سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیری قمیص کے واسطے کافی نہین تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ اُسنے دھوکا دیا سار بان نے امید انہین بہانسے کے مال
تلف ہوگیا چوری یا بارش سے اگر وہان چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہی تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے اہل بازار مین سے دوسرے تاجر کا مال بیچ دیا بغیر تقرر اجرت کے بعد
اسکی اجرت طلب کی تو عرف کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اجرت لینے کا دستور ہوگا تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہین ظاہر الروایۃ مین گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہین
ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ ساقط کر دیا جاویگا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایے مین مجرا لینے کا تو عمارت مین دونون
نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہونگے طحطاوی و در مختار

ص باب اجارہ فاسدہ کے بیان مین

اجارہ فاسد ہو جاتا ہی اس شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہی ف یعنی اس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کہ اگر مکان بالکل خراب یا منہدم بھی ہو جاوے

[illegible]

جب بھی کرایہ ساقط ہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہوجاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارے کو وہی شرط فاسد کرتے ہین جو بیع کو جیسے ماجور یا اجرت یا مدت یا عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے
اجارے کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہووے بایں طور کہ اپنے گھر مین سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہوگیا ہووے جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر
بعض مین فسخ کرڈالا یا دو شریکون نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مرگیا اگر اجارہ دیا شئے مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اُسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا بعد
ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہی کہ جب مستاجر اُس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے اگر اجرت کا تسمیہ اور تعین ہوا ہوا اور جو
اجرت شئے مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہانتک پہونچے اجارۂ فاسدہ جدا ہی اجارۂ باطلہ سے
اجارۂ فاسدہ وہ ہی جو اوپر گذرا یعنی اصل اسکی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہوگیا ہووے اجارہ باطلہ جو اصل سے ہی مشروع نہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے
یا بت تراشی یا تصویر سازی کی لیوے تو اجارۂ باطلہ مین مطلق اجرت واجب نہین اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے **طحطاوی و درمختار ملخصًا ص** اور اس اجارۂ فاسدہ مین اجرت
مثل واجب ہوتی ہی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے **ف** ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی کے نزدیک جہانتک پونہچے اجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد مین قیمت بیع کی
جہانتک واجب ہوتی ہی دلیل ہماری یہ ہی کہ منافع غیر متقوم ہین فی نفسہا بلکہ متقوم ہوجاتی ہین بسبب عقد کے اور عقد مین خود متعاقدین نے زیادتی کو اجر مسمی سے ساقط کردیا ہی
کذا فی الاصل ص ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے مین اجارہ صحیح ہوگا **ف** اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم
نہین کہ پانچ مہینے یا دس **درمختار ص** اور جس مہینے کے اول مین ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اُسمین بھی اجارہ صحیح ہوگا **ف** یہ مذہب بعض مشائخ کا ہی کہ جب چاند دکھا جاویگا
تو ہر ایک کو حق فسخ ہے پس جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گذرا تو اُس مہینے مین بھی عقد اجارہ لازم ہوجاوے گا اور
ظاہر الروایۃ مین ہر ایک کو حق فسخ پہونچتا ہے چاند رات اور پہلی تاریخ کی شام تک اسواسطے کہ فقط رویت چاند کی اسکے
اعتبار کرنے مین حرج ہے **کذا فی الاصل ص** مگر یہ کہ سب مہینونکا اکٹھا ذکر کردیوے تو سب مین صحیح ہوجاویگا مثلا یون کہدے کہ یہ گھر مینے تجکو چھ مہینے
تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسیطرح اگر سال بھر تک اجارہ دیوے اسی طرح **ف** یعنی یون کہے کہ یہ گھر مینے تجکو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے مین اتنا کرایہ **ص** اگرچہ ہر مہینے کے
کرایہ کا ذکر نہ کرے **ف** یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کردیوے اور ہر مہینے کا کرایہ بیان نہ کرے تو صحیح ہوگا اور اس سال کے کرایے کو ہر مہینے پر تقسیم کر لیوینگے **درمختار ص** اور
ابتداے مدت اجارہ وہ ہی جو مذکور ہو **ف** مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ اجارہ شروع ہوگا غرہ ماہ رجب یا غرہ ماہ رمضان سے **ص** اور اگر ابتداے مدت مذکور نہووے تو وقت عقد
اجارہ وہی اول مدت ہی سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اسوقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینونکا شمار چاند چاند ہوا کریگا اور اگر اجارہ ہوا اثناے مہینے مین **ف** مثلاً دسوین آٹھوین
چودھوین بیسوین وغیرہ **ص** تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مہینونکا شمار دنون سے ہوگا یعنے جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینا ہوجاویگا اور صاحبین رح کے نزدیک پہلا
مہینا دنون سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسوین تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام صاحب رح کے نزدیک سال پورا ہوگا دنون کے شمار سے
ہر مہینا تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور
اگر ذیحجہ اونتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہوین تاریخ کو اور حق یہ ہی کہ تمام ہوگا سال دسوین ذیحجہ کو دونون صورتون مین کیا تونے سنا ہی کہ ایک سال مین
دو عید اضحے ہووین **ف** ہمارے عرف کے موافق مذہب صاحبین رح کا اولی بالعمل ہی **ص** اور جائز ہی اجرت دینا حمام کی اور حجام کی **ف** درمختار مین وجہ اجرت حمام کے
جواز کی یہ مرقوم ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام مین تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب لدنیہ مین لکھا ہی کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہی اس صحیح یہین اولی
یہ ہی کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور جہالت مدت سے ناجائز ہوا اسواسطے نہوا کہ اسپر اجماع ہی مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو مسلمان نیک جانین وہ
اللہ تعالی کے نزدیک بھی نیک ہی اور جسکو مسلمان بد جانین وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی بد ہی کما زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہی مرفوعًا البتہ روایت کیا

سلہ ۵ اصل وسکے وارث شریک ہوے ۱۲ صلہ حقیقتہً اور قدرت علی المنفعت حاصل ہوجانے سے اجارۂ فاسد مین اجرت واجب نہین ہوتی ۱۲ درمختار

اُسکو احمدؒ نے موقوفاً ابن مسعودؓ سے اور اسیطرح روایت کیا اسکو بزار اور طبرانی اور طیالسی نے ترجمہ ابن مسعودؓ مین اور حجام کی اجرت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے کہا کہ پچھنے لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانیوالے کو اجرت اُسکی اور اگر ہوتی مزدوری اُسکی حرام تو نہ دیتے آپ اُسکو اور وہ جو مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے حرام سے ہے کمائی حجام کی اور خبیث ہے کسب حجام کا روایت کیا اسکو مسلم نے رافع بن خدیجؓ سے سو وہ حدیث منسوخ ہے یا محمول ہے اوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم ص اور درست ہے اجارہ لینا انّا کا ایک اجر معین پر ف بسبب رواج لوگونکے بخلاف باقی حیوانات کی یعنے شیر نوشی کے واسطے گائے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین جہالت کے سبب سے ص اسیطرح انّا کو نوکر رکھنا اوس کے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہین ہے بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہے اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہین کہ یہجہالت موجب منازعت نہین ہوتی کیونکہ انّا پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہے بچے کی محبت اور شفقت سے ف فتاوای کبری مین ہے کہ انّا کے نوکر رکھنے مین دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے دلیل اسکے جواز کی صاحب ہدایہ نے یہ قول اللہ تعالی کا بیان کیا ہے فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ یعنے اگر دودھ پلاوین تمہارے لیے تو دو تم اجرت انکی دوسرے یہ کہ عمل درآمد اس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اور حضرتؐ نے اُسکو قبول کیا اور ثابت رکھا ص اور انّا کے خاوند کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے لیکن نہ مستاجر کے گھر مین ف اسواسطے کہ گھر ملک ہے مستاجر کی تو وہ منع کرسکتا ہے ص انّا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہونچتا ہے اگر اُسکا نکاح ظاہر ہو لوگون مین یا اسپر گواہ ہووین اپنے حق کی صیانت کے لیے اور اگر نکاح کا ثبوت صرف انّا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہین کرسکتا ف کیونکہ صرف ان دونون کا قول مستاجر کے زوال حق مین قبول نہوگا درمختار ص اور بچے والے فسخ کرسکتے ہین عقد اجارہ کو اگر انّا بیمار ہوجاوے یا حاملہ ہوجاوے ف اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہے کذا فی الاصل اسی طرح جائز ہے فسخ اگر اسکی زناکاری اور فسق و فجور ظاہر ہوجاوے یا لڑکا اوسکے دودھ کو قے کرڈالتا ہوئے یا وہ چور ہووے یا لڑکا اُسکی چھاتی منہ مین نہ لیتا ہووے یا دودھ اُسکا نہ پیتا ہووے الحاصل جو امر بچے کو مضر ہو تو اُسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہے چنانچہ زمانہ دراز تک انّا کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اُسکا منع جائز نہین اور اسقدر اجارے سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہین اسواسطے کہ کفر اُسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا اور اگر بچے کا باپ مرجاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹے گا البتہ لڑکا یا انّا کوئی ان مین سے مرجاوے تو اجارہ فسخ ہوجاویگا درمختار ص اور انّا پر لازم ہے بچے کو اور اُسکے کپڑونکا دھونا اور اُسکا کھانا طیار کرنا اور اُس کے بدن مین تیل لگانا اور ان چیزونکی قیمت اور اُسکے دودھ پلانیکی اجرت بچے کے باپ پر ہے ف اگر بچے کا مال نہووے ورنہ اُسی کے مال سے دیجاوے گی مثل نفقہ کے درمختار ص سو اگر انّا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا یا اُسکو کھانا کھلا کر رکھا اور مدت اجارہ کی گذر گئی تو اجرت نپاویگی ف برخلاف اُس صورت کے کہ انّا نے اپنی لونڈی سے یا اور ایک عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت مین انّا کو اجرت ملیگی مگر جب خود انّا کے دودھ پلانے کی شرط ہوگئی ہووے تو غیر سے دودھ پلوا دینے مین مستحق اجرت نہوگی بر قول اصح اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ اجرت واجب ہوگی درمختار و طحطاوی ص اور نہین صحیح ہے اجارہ لینا اذان کے واسطے ف اسواسطے کہ روایت کیا ابو داؤدؒ نے عثمان بن ابی العاصؓ سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ کر دیجیے مجکو امام اپنی قوم کا فرمایا آپنے تو امام انکا ہے اور رکھ تو ایسا مؤذن جو نہ لیوے اذان پر اجرت ص اور حج اور امامت کے واسطے اور قرآن اور فقہ کی تعلیم کے واسطے ف اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ مین اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اُسکی روایت کیا اُسکو امام احمدؒ نے مسند مین کلیہ اسکا یہ ہے کہ جمیع عبادات اور طاعات کے لیے اجارہ درست نہین ہے درمختار ص اور آج کے زمانہ مین فتوی اسپر ہے کہ تعلیم قرآن اور فقہ ف اور امامت

وراذان درمختار ص کے لیے اجرت لینا درست ہے ف کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہین ہے لیکن جب سستی پڑگئی دین مین تو اب فتوی دیا جاتا ہے ساتھ صحت اجارہ کے تعلیم قرآن اور فقہ کے لئے اس خوف سے کہ مبادا یہ چیزین محو اور ضایع ہوجاوین کذا فی الاصل مین کہتا ہون موافق قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہے جسکو روایت کیا بخاری نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ لائق ان چیزون مین کہ اجر لیا تمنے اجرت کتاب اللہ کی ہے واللہ اعلم ص تو جب بنظر زمانہ حال اُن چیزونکی اجرت لینا درست ٹھہرا تو مستاجر پر جبر ہوگا اس اجرت کے دینے پر جو اُسنے قبول کی ہے اور درصورت ندینے کے اُسکے عوض مین محبوس ہوگا اور کبھی جبر ہوگا اُس مٹھائی کے دینے پر جو اوستادون کو دیا کرتے ہین ف عربی مین اوسکو حلوہ کہتے ہین حلوہ ایک ہدیہ ہے جو معلمونکو دیا جاتا ہے بعض سورتون کے شروع ہونے پر جیسا کہ سورۂ تبارک اور فتح اس ہدیے کا نام حلوہ اسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہین اور یہ لغت ہے اہل ماوراء النہر کی کذا فی الاصل ص اور نہین جائز ہے اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے ف یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو یا تین شریک ہون تو ایک شریک کو اجارہ دینا درست نہوگا درمختار اور یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہے شریک اور غیر شریک سے کذا فی الاصل لیکن مفتی بہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے ارباب شروح و متون نے طحطاوی ص اور نہین جائز ہے اجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنیکے واسطے ف اسواسطے کہ حدیث شریف مین ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے حرام ہے اجرت لینا نر کی کدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ مین ہے زیلعیؒ نے کہا کہ اس لفظ سے غریب ہے البتہ روایت کیا بخاری نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی کدوائی سے مادہ پر ص اسی طرح نہین جائز ہے اجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو ولعب کے بجانیکے لیے ف اسواسطے کہ یہ سب معاصی مین داخل ہین اور معاصی پر اجرت لینا ناجائز ہے اور بیان انکی حرمت کا انشاء اللہ تعالی آگے آویگا ص اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا اسطرح پر کہ کپڑا بُن دیوے اور آدھا کپڑا بنوائی کی مزدوری مین لیوے یا ایک گدھا غلّہ اُٹھانیکے لیے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلّے کے اسی مین سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض کچھ تھوڑے آٹے کے اُسی آٹے مین سے تو یہ اجارہ فاسد ہے ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب اجرت وہ شی ہوگی جو اجیر کے عمل سے پیدا ہوتی ہے تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہے یعنے آٹا پیسنے والیکا اجر اسی آٹے مین سے دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے روایت کیا اسکو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے اور اول اور دوسری صورت محمول ہے اوپر صورت ثالثہ کے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ایک نانبائی کو مقرر کیا تاکہ اسقدر آٹے کی روٹی پکادیوے آج کے روز بعوض ایک درم کے ف تو یہ اجارہ فاسد ہے نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے صاحبینؒ یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہے اور وقت کا ذکر محض تعجیل کے لیے ہے امام اعظمؒ یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے جمع کردیا عمل اور وقت مین اور عمل کے معقود علیہ ہونے مین مستاجر کو نفع ہے اور وقت کے بیان کرنے مین صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے اُسوقت مین اور اسمین نفع ہے اجیر کو تو آئندہ موجب منازعت ہوگا اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ معقود علیہ دونون ہون مثلاً روٹی پکایا کرے سارے دن کہ ایک آن خالی نرہے اسلیے کہ یہ ممکن نہین ہے عادۃً یہانتک کہ اگر یون کہا کہ روٹی پکا دیوے آج کے دن مین تو امام سے مروی ہے کہ صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ مین کہنے سے استغراق جاتا رہا کذا فی الاصل ص یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اسکو دوبار جوتے ف تو اگر مراد یہ ہے کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہین اس اجارہ کے فساد مین اس لیے کہ یہ ایسی شرط ہے جسکو عقد اجارہ مقتضی نہین ہے اور اسمین نفع ہے احد المتعاقدین یعنے موجر کا اور اگر یہ مراد نہین ہے بلکہ وہ زمین ایسی ہے کہ بدون دوبارہ کے جوتنے کے کھیت نہین ہوتا تو عقد فاسد نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین یہ شرط ایسی ہوئی جسکو عقد مقتضی ہے اور جو بدون دوبارہ کے جوتنے کے کھیتی ہوجاتی ہے تو اگر اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہوجانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ اسمین منفعت ہے مالک زمین کی اور جو باقی نرہیگا تو اجارہ جائز ہوگا کذا فی الاصل ص یا اُس زمین کی نہرین کھود دیوے ف مراد نہرون سے یہان بڑی نہرین ہین

نہ چھوٹی چھوٹی نالیان اسواسطے کہ منفعت بڑی نہرون کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہے گی کذا فی الاصل ص یا اُسمین پانسُ الدیوے ف اسواسطے کہ اُسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہے گی کذا فی الاصل ص یا ایک زمین اجارہ لے زراعت کے لیے اُس اجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے ف اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہی اور ہمارے نزدیک ایک نوع کا اجارہ بجنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکنیٰ کا سکنیٰ سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے کذا فی الزیلعی ص تو یہ سب قسمین اجارے کی فاسد ہین ہان اگر زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اُسکو جوتے اور بووے یا اُسکو سینچے اور بووے درست ہی ف کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہی ص اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہین کیا کہ اُسمین زراعت کریگا یا کسی چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تعمیم نہ کی ہو اور جو عام کر دیا ہو وے مثلاً یہ کہدیا ہو وے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اُسکا اجارہ مطلق سکونت پر محمول ہوگا اگرچہ نہ کہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اُسکے مستاجر نے اُسمین زراعت کی اور مدت گذر گئی تو اجارہ صحیح ہو جاویگا اور محمدؒ کے نزدیک صحیح نہوگا اگر ایک اونٹ مصر تک کرایہ کو لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہے پھر اُس پر بوجھ موافق عادت کے لادا اور اونٹ مر گیا تو مستاجر پر تاوان نہین ہے ف اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہی تو وہ اونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ مین امانت ہی ف اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہی اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اُسنے تعدی نہین کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہی ص اور اگر اس اونٹ نے بوجھ مصر تک پہونچا دیا تو اونٹ والے کو اجرت مقررہ ملیگی تو اگر موجر اور مستاجر مین قبل کھیتی کرنیکے ف اجارہ زمین کی صورت مین بعد ذکر زراعت کے ص یا بوجھ لادنیکے ف اجارہ شتر کی صورت مین ص اختلاف ہو تو قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے دفع فساد کے واسطے

ص باب اجیر یعنے مزدور مشترک کے بیان مین

اجیر مشترک وہ ہی جو مستحق ہو اجرت کا بعد عمل کے ف برابر ہی کہ چند شخصون کا کام کرتا ہو جیسے درزی رنگریز دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا تعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے درمختار ص تو وہ عامہ خلائق کا کام کرسکتا ہے اسی لیے نام اُسکا اجیر مشترک ہوا جیسا درزی اور مثل اسکے ف اور مقابل اسکے اجیر خاص اور اجیر واحد جسکا بیان آگے آتا ہی ص اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اُس چیز کا جو اُسکے پاس تلف ہو جاوے اگرچہ اُس تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسی پر فتویٰ ہے ف یہی قول مروی ہی حضرت عمرؓ اور علیؓ سے ص اسلیے کہ مال اجیر مشترک کے پاس امانت ہی اور امانت کا ضمان نہین ہوتا مگر تعدی سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اس صورت مین کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہو جاوے جس کا بچاؤ ممکن نہین جیسے خود مر جاوے یا آتش زنی عظیم ہو وے ہان اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اُسکی حفاظت مین کمی نہ کی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبینؒ کے مثل اس ودیعت کے جو بعوض اجرت کی ہو وے کہ اُسمین حفاظت مال کی مودع پر لازم ہوتی ہے اور ابوحنیفہؒ یہ کہتے ہین کہ اجرت مقابلہ عمل مین ہے نہ حفاظت کے بدلے مین تو مثل اُس ودیعت کے ہوئی جو بلا اجرت ہو وے لیکن اگر شرط کی ضمان کی تو بعض مشائخ کے نزدیک یہ ہی کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک بعضوں کے ضامن نہوگا اور وقایہ مین اسی قول کو اختیار کیا ہی اسلیے کہ شرط ضمان کی ودیعت مین باطل ہے لیکن ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ جب ضمان کی شرط کر لی تو اجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونون کے ہو گئی تو اس صورت مین اس ودیعت کے حکم مین جو بلا اجرت ہے نہوگی ف یہ مضمون ہے اصل کتاب کا اور زیلعیؒ مین ہی کہ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اسلیے کہ اہل حرفہ دغاباز اور خائن ہو گئے ہین اور تاوان کے لازم آنے سے لوگون کے مال محفوظ رہین گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے غایۃ الاوطار ص البتہ اس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اسکے عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے یا جس رسی سے بوجھ کو باندھا ہو وے اُسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہو جاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہو جاوے ف یہ مذہب ہمارا ہی اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ضامن نہوگا اس لیے کہ عمل اوسکا مالک کے

[illegible]

لذن سے ہی جواب ہمارا یہ ہے کہ مالک کا اذن عمل صالح کو تھا نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے صدر الشریعۃ کہتے ہین کہ مراد عمل سے تلف ہوجانے کی یہ ہی کہ عمل اُسکا متجاوز ہوگیا اسقدر سے جو موافق عادت کے ہی جیسے حجام مین آتا ہے یا وہ عمل جسمین مقدار معلوم معتاد نہین کذا فی الاصل اور درمختار مین عمادیہ سے منقول ہے کہ ضمان دونون صورتون مین ہی خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہو برخلاف حجام کے اور منیہ مین ہے کہ کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اسوقت پر ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اُسکا وکیل کشتی مین موجود نہ ہووے ورنہ تاوان لازم نہ ہوگا ص اور جو اُس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہوجاوے تو اُسکا تاوان لازم ہوگا اور تاوان نہین حجام یعنے پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کرگیا ف پھر اگر مکان معتاد سے تجاوز کرگیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک نہوا ہو اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا اگر ختنہ کرنے والے نے سپاری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہوگیا تو ختنہ کرنیوالے پر پوری دیت واجب ہوگی اور جو مرگیا تو نصف دیت نفس کی واجب ہوگی درمختار ص اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ مین تو مالک کو اختیار ہے چاہے مزدور سے تاوان لے اُس قیمت کا جو مٹکا اُٹھانیکی جگہ پر اُسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہانکی قیمت لیوے جس جگہ ٹوٹا ہی تو جسقدر مزدور نے راہ طے کی ہی اُسکے حساب سے اُسکو اجرت دیوے ف یہ تاوان اُس صورت مین ہی کہ مٹکا اُسکے فعل سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہو مثلاً لوگونکے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اُسپر تاوان نہین ہی درمختار ص اور اجیر خاص ف وہ ہی جو ایک مستاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص کا مستاجر درمختار ص مستحق ہوتا ہی اجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نہ کرے مانند اُس شخص کے جو ایک سال کے لیے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا بکریان چرانیکے لیے اور اُسکو اجیر واحد بھی کہتے ہین اسلیے کہ وہ صرف مستاجر کا کام کرتا ہی غیر کا کام نہین کرتا ف خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اُسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہی تا وقتیکہ لوگ سووین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کے واسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر غیر کا کام کریگا تو اُسکی اجرت سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے اجارے کے درمختار ص اجیر خاص پر تاوان نہین اُس چیز کا جو اُسکے پاس یا اُسکے فعل سے تلف ہوجاوے ف جیسے کپڑا پھٹ جاوے اُسکے ہوگی جو اجیر کے عمل سے قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے بکریون کو ایسا مارے کہ اُنکی کھوپڑی پھوٹ جاوے یا پاؤن ٹوٹ جاوے تو تاوان دیوے درمختار ص اور اجرت کی تردید صحیح ہی عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر خیاط سے یون کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیون کے سیے گا تو ایکدرم اجرت ہے اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیے گا تو دو درم اجرت ہین ف اور زمان اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ مین تردید کرنے سے درمختار ص یا اگر کپڑے کو تو کسم سے رنگے گا تو یہ اجرت ہی اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر مین تو عطار کو رکھے گا تو یہ کرایہ ہی اور اگر لوہار کو رکھے گا تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفے تک لیچلے گا تو یہ اجرت ہی اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اس گھر مین رہیگا تو یہ کرایہ ہی اور جو اس گھر مین تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہون لادیگا تو یہ اجرت ہے اور جو جو لادیگا تو یہ اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جاویگی اُسکی اجرت واجب ہوگی ف ایسا ہی تین چیزون مین بھی تردید درست ہی لیکن چار چیزون مین درست نہین مثل بیع کے لیکن خیار التعیین شرط ہے بیع مین نہ اجارے مین اسواسطے کہ اجارے مین اجرت واجب ہوتی ہی عمل سے اور وقت عمل کے اُجرت متعین ہوجاویگی برخلاف بیع کی کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس عقد سے اور مبیع مجہول ہے اور ہدایہ مین مذکور ہے کہ مسئلہ تردید عطار اور لوہار اور رکہ گیہون اور جو مین اختلاف ابو یوسف اور محمد کا ہے اور حمل دابہ مین کوفے تک یا واسط تک احتمال اختلاف ہی اور مسئلہ خیاطت اور رنگ کا متفق علیہ ہے کذا فی الاصل ص اگر مستاجر نے خیاط سے یون کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج سی دے تو ایکدرم ہے اور جو کل سیے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایکدرم پاویگا

اور جو کل سیے گا تو اجرت مثل ملے گی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون شرطین جائز ہین اور زفرؒ کے نزدیک دونون فاسد ہین ف یہ مسئلہ
سب کی اصل مین مذکور ہے ص لیکن اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی ف اور جامع صغیر مین ہے کہ ایک درم سے زیادہ نہ دیجاویگی اور نصف درم سے
کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ کل کا مسمے نصف درم تھا اور اجارۂ فاسدہ مین اجرت مثل مسمے سے زیادہ نہین دیجاتی ہے اور جو خیاط نے
اُسکو پرسون سیا تو بھی اجرت مثل ملیگی لیکن نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی کذا فی الاصل ص جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کے لیے تو مستاجر اسکو اپنے
ساتھ سفر مین لیجا نہین سکتا مگر جب پہلے سے شرط کر لی ہو ف اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہے حضر سے ص ایک غلام محجور نے ف ضد ماذون یعنی وہ غلام
جسکو مولی نے اجازت عمل کی نہ دی ہووے ص اپنے تئین مزدوری مین لگایا اور مستاجر نے اسکو مزدوری دی بعد کو معلوم ہوا کہ وہ غلام محجور تھا تو مستاجر
مزدوری پھیر نہین سکتا ف اسواسطے کہ فساد اجارہ بسبب رعایت حق مولی کے ہے اور بعد فراغ کے یہ اجارہ صحیح ہے استحساناً اسلیے کہ فساد بجہت رعایت
حق مولی کے تھا اور اب مولی کے حق کی رعایت اسی مین ہے کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اجرت واجب ہووے کذا فی الاصل ص غاصب نے ایک عبد
محجور غصب کیا اور اس عبد محجور نے اپنے تئین مزدوری پر لگایا اور غاصب مزدوری اسکی لیکر کھا گیا تو وقت غلام پھیر دینے کے تاوان مزدوری کا غاصب کے ذمہ دینا
ہوگا امام اعظمؒ کے نزدیک اسلیے کہ غلام اپنے نفس کا محرز نہین ہوتا پس اسی طرح اپنی کمائی کا تو نہوگا یہ اجر مال متقوم اور صاحبینؒ کے نزدیک دینا ہوگا اس لیے
کہ وہ مال مولی کا ہے اور صحیح ہے غلام کو اپنی مزدوری لے لینا غاصب سے پھر مولی کا اس سے لے لینا اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہون اور یہ
بالاتفاق ہے اسواسطے کہ بعد فراغ عمل کے اعتبار کیا جاتا ہے ماذون ہونا اسکا جیسا کہ گذرا اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر
اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہے پہلے مہینے مین چار اور دوسرے مین پانچ واجب ہونگے اگر ایک غلام مین موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اسطرح پر
کہ مستاجر یہ کہتا ہے کہ یہ غلام اول مدت اجارہ مین بھاگ گیا تھا یا مریض ہوگیا تھا اور موجر یہ کہتا ہے کہ نہین بلکہ آخر مدت مین البتہ بھاگ گیا تھا
یا مریض ہوگیا تھا تو حال کو حکم بناوینگے ف یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا کہ اگر فی الواقع غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہے تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا
اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہین ہے تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسئلہ نظیر ہے پن چکی کے پانی کے مسئلہ کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا
مدت اجارہ مین اور مستاجر اسکا انکار کرے تو حال کو حکم بناوینگے لیکن جسکا قول مقبول ہوگا سو قسم سے مقبول ہوگا ص اگر مالک مین اور اجیر مین اختلاف ہوا
عمل مین مثلاً مالک یہ کہتا ہے کہ مین نے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے کرتا سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تو نے کہا تھا ویسا ہی مین نے
کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر مالک یہ کہتا ہے کہ تو نے یہ کام مجھے مفت کر دیا ہے اور اجیر کہے کہ مین نے اجرت سے کیا ہے تب بھی قول مالک کا
قسم سے مقبول ہوگا ف اسواسطے کہ مالک منکر ہے اجیر کے تقوم عمل کا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے
ہین تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور محمدؒ کے نزدیک اگر وہ کاریگر اس پیشے کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرنے مین بعوض اجرت کے اور اُسکا گذر
اسی اجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اُسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور امام صاحب
فرماتے ہین کہ ظاہر حال لائق حجت نہین واسطے استحقاق اجر کے واللہ اعلم کذا فی الاصل اور اسی پر فتوی ہے درمختار اگر زمین اجارہ لی
واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہوگئی تو مستاجر پر اجر لازم آویگا برخلاف خراج سلطانی کے کہ در صورت تلف ہوجانے زراعت کے خراج ساقط ہوجاویگا کذا فی الدر المختار

ص باب فسخ اجارہ کے بیان مین

ف اجارہ کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہوسکتا ہے درمختار ص مستاجر فسخ کر سکتا ہے اجارہ اس عیب سے ف خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو
عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے کے پیچھے یا قبضے کے پہلے ص جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاوے جیسے گھر کا ویران ہو جانا یا پن چکی کا یا زمین زراعت کا پانی

بند ہوجانا ف اگر بالکل پانی نہ بند ہوا بلکہ کم ہوگیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارہ کو فسخ کردے کل زمین مین یا جسقدر زمین سیراب ہووے اُسکے حساب سے اجرت دیوے اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی مین پھر اُس بستی کے لوگ سب وہان سے کوچ کرگئے تو اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی اور اگر بعض نکل گئے تو اجرت ساقط نہوگی درمختار ص یا اُس منفعت مین خلل ہوجاوے جیسے غلام کا بیمار ہوجانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی ف یا گھر کی ایک دیوار گرجانا درمختار ص تو اگر مستاجر نے باوصف خلل کے اُس سے نفع اوٹھایا یا موجر نے اُس عیب کو زائل کردیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نرہیگا اسی طرح فسخ اجارہ کا ہوسکتا ہے خیار الشرط اور خیار الرویت سے ف اور شافعی کے نزدیک خیار الشرط سے اور عذر سے فسخ اجارہ کا نہوگا ص اور عذر سے عذر اُسکو کہتے ہین کہ اگر مستاجر اجارہ کو باقی رکھے تو ایسا نقصان اُسکا ہوتا ہے جو عقد اجارہ سے اُسپر لازم نہین ہوا تھا مثال اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے درد کے سبب سے اپنے دانت اکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اکھاڑنے کے درد جاتا رہا ف کیونکہ اس صورت مین اگر عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح سالم دانت کو اکھاڑنا پڑتا ہے اور یہ مستاجر پر لازم نہوا تھا کذا فی الاصل ص یا زوجہ کی دعوت ولیمہ کے لیے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مرگئی ف یا اُسنے خلع کرا لیا کیونکہ اس صورت مین اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر رہتا ہے بدون ولیمہ کے کھانا پکانے کا کذا فی الاصل ص یا موجر پر دین اسطرح کا لاحق ہوا کہ بدون اُس شے کے بیچے جو اجارہ مین دی ہے وہ قرض ادا نہین ہوسکتا ف برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگونکو معلوم ہووے یا گواہونکے بیان سے یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے درمختار ص یا ایک غلام خدمت کے لیے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کے کام ہونکے لیے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا ف اسواسطے کہ اگر مطلق خدمت کے لیے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہوگی جو شہر مین ہوتی ہے تو اس صورت مین اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق فسخ پہونچتا ہے اور اگر خود مستاجر نے یہ چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہے اور جو مالک غلام کے لیجانے پر راضی ہوگیا تو اب مستاجر کو فسخ نہین پہونچتا کذا فی الاصل ص یا دکان تجارت کے لیے کرایہ کو لی پھر مستاجر مفلس ہوگیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کو پھر اُسنے یہ کام چھوڑ دیا ف فقہا نے کہا ہے کہ مراد درزی سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کرکے سلائی کرتا ہے اور اُسکا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن وہ درزی جسکا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہین اور اجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہین ہے اسواسطے کہ عذر متحقق نہین ہے کذا فی الاصل ص یا ایک جانور سفر کو جانیکے لیے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہوگا ف اسواسطے کہ اسکو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو کردیوے ہدایہ ص اسی طرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا تو یہ عذر نہوگا اسلیے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دکان مین ایکطرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف یہ صرافی کرے ف اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایے کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشے کے لیے دکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہوگا درمختار ص اسی طرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارے مین دیا پھر وہ چیز بیچ ڈالی تو یہ عذر نہوگا ف بدون لاحق ہونے دین کے اور بیع اُسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے گذرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہین پہونچتا درمختار ص اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے جنھون نے اپنی ذات کے لیے عقد اجارہ کیا ہووے اور اگر غیر کے لیے عقد اجارہ کیا جیسے وصی یتیم کے لیے کرے ف یا باپ یا دادا لڑکے کے لیے ص یا وکیل موکل کیطرف سے یا متولی وقف تو اُنکے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا

ص باب مسائل متفرقہ کے بیان مین

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھوٹیان جلائین اور اُسکے سبب سے دوسرے کی زمین مین کوئی چیز جلگئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہوگا اگر جلاتے وقت زور کی ہوا نہووے اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا ف اسی طرح اگر کوئی شخص اُس جا مین جہان رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اُس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہو جاوے تو ضامن نہوگا اور اگر وہان رکھے جہان رکھنے کا استحقاق نہو جیسے دوسرے کی ملک مین یا راہ مین تو ضامن ہوگا

سلہ سبب تلف ہونے اصل مال کے ۱۲

تو اگر راہ مین آگ ڈالدی اور اُس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الا اس صورت مین کہ ہوا اُس آگ کو اُڑا کر اور کہین لیجاوے اور اُس سے نقصان ہو تو ضامن نہو گا
ہذا خلاصۃ الدر المختار ص اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھاوے جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگون سے لیکر دیوے فیصفا نصف اجرت پر تو صحیح ہے
ف برابر ہے کہ دونونکا پیشہ ایک ہو یا مختلف در مختار ص جیسے ایک اونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کرکے کہ اسپر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص
سوار ہونگے ف تو یہان اگرچہ اونٹ غیر معین ہے اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہین گئے لیکن یہ اجارہ جائز ہے بوجہ رواج کے بوجہ معتاد و معمول مراد ہوگا چنانچہ ابتک حجاج کا مکہ معظمہ
مین یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا احتمال کو بہتر ہے تاکہ بعد کو بکھیڑا نہووے اور شافعی کے نزدیک یہ اجارہ درست نہین بوجہ جہالت کے ص تو اگر اونٹ کرایہ لیا
واسطے لادنے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اُسکے اُس توشے مین سے کچھ کھالیا تو اُسکے بدلے اسقدر توشہ اور بڑھا سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے
یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ مین تجھ سے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے یہ سنکر گھر خالی نہ کیا تو اُسپر اسقدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا
الا اسصورت مین کہ غاصب مالک کی ملک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اُسکے اپنی ملک پر گواہ قائم کرے یا مالک کی ملک کا اقرار کرتا ہو لیکن اجرت دینے کا
انکار کردیوے ف کہ ان دونون صورتون مین غاصب پر کرایہ مسمّی لازم نہ آویگا اسلیے کہ وہ اجارے پر راضی نہین ہوا ص صحیح ہے اجارہ اور فسخ اجارہ
اور مزارعت اور مساقات اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف
کرنا ایک زمان آیندہ کیطرف نسبت کرکے جیسے محرم مین کہے کہ مین نے یہ مکان تجھکو کرایہ دیا غرہ رمضان سے فلانے سال تک نہ بیع اور بیع کی اجازت
درصورت کسی اجنبی کے بیع کرنیکے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دین سے
کہ ان امور کو زمانہ آیندہ کیطرف مضاف کرنا صحیح نہین ہے مسائل ملحقہ تحریر شہادت اور تحریر فتوی پر اجرت لینا درست ہے کاتب نے کتابت کی اُجرت پر
اسطرح پر کہ ہر ورق مین غلطی کی تو مالک کو اختیار ہے چاہے وہ کتاب لیوے اور کاتب کو اجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور چاہے اپنے کاغذ اور
روشنائی کے دام پھیر لیوے صراف نے اُجرت لیکر روپیہ پرکھوادیے پھر کچھ روپے کھوٹے نکلے تو اُسکے حساب سے اجرت پھیر لیجاویگی دلال نے وہ کپڑا جسکو بیع کیلیے
لئے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال پر تاوان نہین ہے اگر مستاجر بسبب عذر سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے اور موجر کو اسکے قول کا یقین نہین
تو اسکو قسم دیوے یا اُسکے رفیقون سے پوچھ لیوے اگر ایک شخص مدیون مرا اور اوسکے بعض اشیا لوگون کے پاس بکرایہ ہین جنکا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا

تو مستاجرین بعد مدت اجارہ اُن چیزون کو قرضخواہونکو دین گے

ص کتاب المکاتب

ف مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے اُسکے آزاد کرنیکے لیے کچھ عوض ٹھہرالیا ہووے کہ اتنا تو دیوے تو آزاد ہے ص کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا ازروئے
تصرف کے بالفعل اور ازروے رقبہ کے بعد ادا کرنے بدل کتابت کے ف یعنی جسوقت عقد کتابت ہوا تو غلام آزاد ہوگیا باعتبار ید یعنی تصرف کے
یعنی اُسکو اختیار تصرف کا اپنی کمائی مین حاصل ہوگیا لیکن رقبہ یعنی ذات اُسکی بعد ادا ے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اُسکو مالک ید بالفعل حاصل
ہوتا ہے اور ملک رقبہ مآل کار مین جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا یعنی مکاتب کرو تم اُنکو
اگر جانو تم انمین بہتری اور یہ امر استحباب ہے ص تو اگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگرچہ صغیر عاقل ہو بعوض اُس مال کے جو بالفعل یا بعد ایک مدت معین کے یا باقساط
ٹھہرے صحیح ہے اور شافعی کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض اُس مال کے ہووے جو بالفعل نقد ٹھہرے درست نہین ہے اور ضرور ہے مدت دو ماہ سے اسواسطے
کہ غلام عاجز ہے ادا کرنے بدل کتابت سے زمانہ قلیل مین ہم کہتے ہین ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولی یون کہے کہ مین نے تیرے اوپر

سلہ اس لیے کہ مالک نے جب کرایہ مقرر کردیا اور غاصب راضی ہوگیا پس عقد اجارہ دونون مین منعقد ہوگیا کذا فی الاصل ۱۲ سلہ ان سب کا بیان آگے آویگا ۱۲

ہزار روپے کر دیئے تو انکو قسطون سے ادا کر دے پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر وہ ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر عاجز ہو جاویگا تو غلام ہو جاویگا اور غلام
قبول کر لیوے صحیح ہوگا ف اگرچہ اسصورتمین مولی نے لفظ کتابت کا نہ کہا اسواسطے کہ معنی اسکے ادا کر دیوے ص اور وہ غلام مولی کے تصرف سے نکل جاویگا
نہ اُسکی ملک سے ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جبتک اُسپر ایکدرم باقی ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور بھی
روایت کی ابو داؤد نے کہ فرمایا آنحضرت نے جو غلام مکاتب کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کر دیوے مگر دس دینار جب بھی وہ غلام ہے ہدایہ ص تو اگر بعد کتابت کے
مولی اُسکو آزاد کر دے مفت آزاد ہو جاویگا اور تاوان دیگا مولی اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اُسپر یا اُسکے لڑکے پر یا اُسکے مال پر ف
یعنی جماع کیصورتمین عقر دیگا اور جنایت نفس کیصورت مین دیت اور جنایت مال مین مثل اُس مال کے یا قیمت اُسکی کذا فی الاصل ص اگر مولی نے غلام کو
مکاتب کیا اُسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر یا اُس شرط سے کہ مولی اُسکو ایک غلام غیر معین پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا
اپنے غلام کو شراب یا سوٗر کے عوض مین تو ان سب صورتون مین کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سوٗر ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اپنی ذات
کی قیمت مولی کو دینا پڑیگی اور قیمت کتابت فاسدہ مین کم نہ کیجاویگی مسمی سے اور جو زیادہ ہو تو زیادہ کیجاویگی اگر ایک جانور کے بدلے مین مکاتب کرے
اور اسکی جنس کہ اونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کر دیوے اگرچہ نوع اور وصف وسکا بیان نکرے تو درست ہے ورنہ نہین اور غلام کو اس جنس کا جانور متوسط القیمت
دینا ہوگا یا اُسکی قیمت دینی ہوگی ف اصل کتاب مین ان مقامات مین کچھ طول کیا ہے لیکن ہمنے بنظر اسکے کہ زمانہ حال مین مسائل مکاتب کی کم احتیاج
پڑتی ہے ترک کیا ص اگر مولی بھی کافر ہے اور غلام بھی کافر ہے اور اُسنے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب کے تو درست ہے اور جو ان دونون مین سے
مسلمان ہو جاویگا تو مالک کو قیمت دیجاویگی اور اگر مولی شراب لے لیگا تب بھی غلام آزاد ہو گا لیکن اپنی ذات کی قیمت دینا ہو گی

ص باب تصرفات مکاتب کے بیان مین

مکاتب کو درست ہے خرید اور فروخت اور مسافرت گو شرط ہو گئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اور اپنے غلام کا مکاتب کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے
بدل کتابت بعد مکاتب اول کے آزاد ہونیکے ادا کیا تو اُسکی ولا مکاتب کو ملیگی اور جو قبل اُسکے آزاد ہونیکے ادا کیا تو ولا اسکی مولی کو ملیگی مکاتب کو اپنا نکاح
کرنا بدون اذن مولی کے درست نہین ہے اسی طرح جائز نہین مکاتب کو ہبہ کرنا اگرچہ بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر شئ قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے
غلام کا آزاد کر دینا اگرچہ بعوض مال کے ہووے اسواسطے کہ یہ فوق کتابت ہے اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اوسیکے ہاتھ ف اسلیے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہے ص
اور نہ اُسکا نکاح کر دینا اسلیے کہ انمین اتلاف مال ہے اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی مملوک مین مثل مکاتب کے ہین اور ان امورات مین سے کسی کا
مضارب اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہین ہے اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اُسکی کتابت مین داخل ہونگے تبعا ف
یعنے جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولی کے غلام ہو جاوینگے ص اور جو سوا اصول اور فروع کے اور رشتہ دارونکو
خریدے تو وہ کتابت مین داخل نہونگے اگر مکاتب اپنی ام ولد کو بدون ولد کے خریدے تو اُسکی بیع بھی درست ہے اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اُس کی
بیع جائز نہین ہے اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اُسکو اپنا ولد کہے کتابت مین داخل ہو جاویگا اور اُسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولی نے
ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے جو آپسمین جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اُسکے اُن دونون سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا ماں کی کتابت مین داخل
ہوگا اور اُسکی کمائی بھی ماں کو ملیگی ف اسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہے ماں کا رق اور عتق اور فروعات مین اُنکے ص اگر مکاتب نے یا عبد ماذون نے

باذن مولی ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئین آزاد کہتی تھی اور اُسکی اولاد ہوئی بعد اوسکے وہ کسی کی مملوک نکلی تو اولاد بھی اُسکی لونڈی کے مالک کی مملوک ہو جاویگی ف اور مکاتب اُسکو بقیمت نہین لے سکتا نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے اور نزدیک امام محمدؒ کے وہ حر بالقیمۃ ہوگا اسلیے کہ وہ ولد مغرور ہے اور دلیل شیخینؒ کی اصل مین مذکور ہے البتہ یہی صورت اگر شخص آزاد مین ہووے تو وہ بھی اپنی اولاد لونڈی کے مولی سے بہ قیمت لے سکتا ہے ص اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولی کے اپنی لونڈیسے وطی کی اس گمان سے کہ وہ ملک اسکی ہے اسلیے کہ مول لیا ہے اُسکو یا ہبہ کی گئی ہے اُسکو پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بطور فاسد خرید کر اس سے وطی کی پھر وہ رد کی گئی مالک پر تو اُسکو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک لونڈیسے باذن مولی کے نکاح کر کے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا اگر مولی نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے اب اُسکو اختیار ہے چاہے اپنے تئین عاجز کر دیوے ادا ے بدل کتابت سے اور مدبر ہو جاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولی مر گیا اور سواے اُس مکاتب کے کچھ مال نہین رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے ف یعنی مکاتب کو اختیار ہے اسلیے کہ اگر اسکو فی الحال عتق منظور ہوگا تو دو ثلث قیمت کے کما دیگا اور جو موجلاً منظور ہوگا تو دو ثلث بدل کتابت کے کما دیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک جو دونون مین سے کم ہوگا اُسمین سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتبہ کا ولد ہوا اور مولی نے اُسکا دعوی کیا تو اب وہ لونڈی ام ولد مولی کی ہو گئی اب اُسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنی عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل کتابت ادا کرکے بالفعل آزاد ہو جاوے یا اپنے تئین عاجز کرکے بعد موت مولی کے آزاد ہو جاوے تو اگر اپنی کتابت پر باقی رہے تو اسکو پہونچتا ہے کہ عقر اپنا وصول کرے مولی سے اگرچہ ہے اگر کسی نے ام ولد کو مکاتب بنایا تو وہ بعد مر جانے مولی کے مفت آزاد ہو جاویگی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور مولی مفلس مرا تو وہ دو ثلث مین اپنی قیمت کے یا کل بدل کتابت مین سعی کریگا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو اقل ہو اُسمین سعی کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک سعی کرے اسمین جو اقل ہو دو ثلث قیمت یا دو ثلث بدل سے اور اگر مولے نے مکاتب سے ہزار روپے بدل کتابت باقساط ٹھہرائے بعد اسکے اُس ہزار کے عوض مین پانسو روپیہ نقد پر صلح کر لی تو درست ہے اگر کوئی بیمار نے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض پر ایک میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اُسکی قیمت سے دوچند ہین یعنے قیمت اسکی ہزار روپیہ ہے بعد اُسکے وہ بیمار مر گیا اور وارثون نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کر دیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر یہ نہ کر سکے تو غلام بنجاوے ف یعنی عقد کتابت کو لغو کر دیوے اور رقیق بنجاوے یہ مذہب شیخینؒ کا ہے اور محمدؒ کے نزدیک اختیار ہے کہ خواہ دو ثلث اپنی قیمت کے فی الحال دیدیوے اور باقی میعاد تک یا غلام بنجاوے کذا فی الاصل ص اور جو بدل کتابت کم ٹھہرایا اور قیمت اُسکی دوچند ہے بدل کتابت سے تو غلام کو اختیار ہے چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دیدیوے یا غلام بنجاوے اگر ایک آزاد نے مولی سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کر اتنے روپیون پر خواہ یہ بھی کہا کہ اگر مین ادا کر دون تو وہ آزاد ہے یا نہ کہا اور مولی نے اُسکے کہے سے مکاتب کر دیا تب شخص آزاد نے اسقدر روپے مولی کو ادا کر دیے تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہین لے سکتا اور جو غلام کو اسکی خبر پہونچی اور اسنے اس عقد کو قبول کیا تو وہ مکاتب ہو جاویگا اگر ایک شخص دو غلامونکو مکاتب کرے جنمین ایک حاضر اور ایک غائب ہے مثلاً غلام حاضر مولی سے یہ کہے کہ مکاتب کر مجھکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہے ہزار روپیہ پر اور مولی نے مکاتب کر دیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب ان دونون مین سے جو کوئی بدل کتابت ادا کریگا مولی کو لینا پڑے گا اور دونون آزاد ہو جاوینگے اور جو ادا کر دے وہ دوسرے سے اُسکا حصہ نہین لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے کے حصے مین متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہوگا اور قبول اُسکا بھی لغو ہے نظیر اسکی مسائلہ معیر مین ہے صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اُسکو گرو کر کے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اُسکے چھڑانیکی حاجت پڑی اور وہ زر رہن لیکر پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا زر رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شی عمرو کو دلادی جاویگی مگر یہان اتنا فرق ہے کہ عمرو وہ زر رہن زید سے پھر لیگا اگر ایک لونڈی اپنے اور اپنے دو بچون کیطرف سے جو صغیر ہین عقد کتابت کرے تو صحیح ہے اب تینون مین سے جو ادا کر دیگا مولی کو لینا پڑیگا اور سب آزاد ہو جاوینگے اور کوئی دوسرے سے اسکا حصہ پھر نہین لے سکتا

ص باب غلام مشترک کے مکاتب کرنے کے بیان مین

زید اور عمرو ایک غلام مین شریک ہین انمین سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپے کے عوض مین مکاتب کرکے بدل کتابت وصول کر لینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہو گیا تو جو لیا ہی وہ عمرو کا ہی نہ زید کا ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو مین مشترک تھی اسکا ایک ولد ہوا تب زید نے دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہی بعد اسکے دوسرا ولد ہوا تب عمرو نے دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہی اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی ادای بدل کتابت سے تو یہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہریگی اور زید عمرو کو آدہی قیمت لونڈی کی اور آدہا عقر ادا کرے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہریگا اور عمرو زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکی کی دیگا اور قبل عجز کے جو کوئی عقر اس لونڈیکو دیدیگا صحیح ہوگا تو اگر عمرو نے اس لونڈی سے صحبت نہین کی بلکہ اسکو مدبر کر دیا اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی ام ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید عمرو مین سے کسی نے اسکو آزاد کر دیا اور آزاد کرنیوالا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنیوالا اپنے شریک کو نصف قیمت کا تاوان دیگا لونڈی سے وصول کر لیوے ایک غلام دو شخصونمین مشترک تھا ایک نے اسکو مدبر کیا اور دوسرے نے اسکو آزاد کیا اور آزاد کرنیوالا غنی ہی یا اسکا الٹا ہوا یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا خواہ اپنا حصہ بھی آزاد کر دیوے یا غلام سے سعی کرا لیوے دونون صورتونمین اور پہلی صورت مین صرف یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لیوے ف اس مقام کو اصل مین طول دیا ہے ہم نے اس کو ترک کیا

ص باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اس کے مالک کے مرنے کے بیان مین

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہو جاوے اور کہین سے اوسکو مال ملنے کو ہووے تو حاکم اسکے عجز کا تین دن تک حکم نکرے ف اور جب تین دن بھی گذر جاوین اور وہ قسط ادا نکرے تو اسکے عجز کا حکم کر دیوے کذا فی الاصل ص اور جو اسکو کہین سے مال ملنے والا نہووے تو حاکم اسکو اسی وقت عاجز کر دیوے ف یہ امام ابو حنیفہ اور محمد کا قول ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نہ کرے جب تک اسپر دو قسطین نہ چڑھین کذا فی الاصل دلیل امام ابو یوسف کی قول ہی حضرت علی کا کہ جب مکاتب پر دو قسطین چڑھ جاوین تو غلامی مین رد کیا جاوے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ رح نے مصنف مین ہم یہ کہتے ہین کہ معارض ہی اسکی وہ جو مروی ہی ابن عمر سے کہ ایک مکاتبہ انکی عاجز ہو گئی ایک قسط ادا کرنے سے تو رد کیا اسکو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے کہا غریب ہے ص اور عقد کتابت کو حاکم فسخ کرے بطلب مولی اگرچہ مکاتب فسخ پر راضی نہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولی بھی اسکو فسخ کر سکتا ہی پھر جب عقد کتابت فسخ ہو گیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بنجاویگا اور جو کچھ مال اس پاس ہوگا وہ سب مولی کا ہو جاویگا تو اگر مکاتب قبل اداے بدل کتابت کے اسقدر ترکہ چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہو سکے مر جاوے تو عقد کتابت فسخ نہو گا اور اسکے ترکہ مین سے بدل کتابت ادا کرکے اسکی آزادی کا حکم آخر حیات مین کرینگے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہیگا وہ اسکے وارثونکو ملیگا اور وہ اولاد اسکی آزاد ہو جاویگی جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہو یا انکو خریدا ہووے یا اسکے ساتھ مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ف اور شافعی رح کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہو جاویگی دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود کا ہی جسکو بیہقی نے روایت کیا اور دلیل شافعی رح کی قول زید بن ثابت کا ہی روایت کیا اسکو بیہقی رح نے کذا فی التخریج للزیلعی اور اصل مین دلیل دونون کی بالتفصیل مذکور ہے ص اور جو اسقدر مال چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اسکی حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہووے وہ اپنے باپ کی قسطونکے ادا کرنے مین کوشش کریگی اور جب قسطین ادا کر دیگی تو انکا اور انکے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت مین خریدا تھا انکو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت نقد دیدیوے تو آزاد ہو ورنہ غلام ہو جاویگی ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک انکا بھی حکم مثل اسی اولاد کی ہی جو حالت

کتابت مین پیدا ہوئی ہووے ص تو اگر مکاتب مرجاوے اور ایک لڑکا اُسکا ہووے عورت حرّہ سے اور اسقدر قرض کسی پر چھوڑے کہ اُسکے بدل کتابت کو
کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم ماں کے عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم نہوگا البتہ اگر موالی ماں کے اور موالی
باپ کے مکاتب کے ولد کے ولا مین نزاع کرین اور ولا کا حکم موالی ام کے لیے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوۃ لیکر مولی کو بدل کتابت
مین ادا کیا بعد اوسکے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولی کو حلال رہیگا ف اگرچہ مولی مصرف زکوۃ کا نہو لیکن مکاتب مصرف ہی تو اگر اُسنے لیکر مولی کو ادا کیا
پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ مال مولی کو درست نہووے اسلیے کہ مولی غنی ہی اور غنی کو زکوۃ لینا درست نہین ہے باایںہمہ مولی کو وہ مال خوش اور حلال
ہی اسواسطے کہ اُسنے جسوقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام نے بطور صدقہ لیا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہؓ لونڈی سے فرمایا کہ تیرے
واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے کذا فی الاصل ص اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اُسکی خبر نہ تھی اسنے مکاتب کر دیا پھر وہ عاجز
ہوگیا یا ایک مکاتب نے جنایت کی پھر حکم نہین کیا گیا ساتھ موجب جنایت کے اور عاجز ہوگیا تو اب مولی کو اختیار ہے چاہی اس غلام کو بعوض جنایت کے دیدیوے
یا جنایت کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت مین تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیع کیا جاویگا اور کتابت مالک کے مرجانے سے فسخ نہین ہوتی
بلکہ مکاتب مولی کے وارثون کو حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اُسکو آزاد کردین تو صحیح نہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کردیوین تو مفت
آزاد ہوجاویگا ف اور دلیل اُسکی اصل مین مذکور ہے

ص کتاب الولاء

اسمین ولا کا بیان ہی ولا نام اُس ترکے کا ہی جسکا آدمی مستحق ہوتا ہی بوجہ آزاد کرنیکے کسی شخص کے اپنے ملک مین یا بسبب عقد موالات کے تو ولا دو قسم ہے ایک ولاء عتاقہ
دوسرا ولاے موالات تو پہلے بیان ولاے عتاقہ کا ہوتا ہی جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق سے یا فروع سے اُسکے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کی یا اپنے
ذی رحم کے محرم کے مالک ہوجانیکی وجہ سے تو ترکہ اُسکا یعنے ولا اسکی مولا کو ملے گی اگرچہ ولا نہ ملنے کی شرط ہوگئی ہو ف اسواسطے کہ یہ شرط مخالف ہی مقتضی عقد کے
تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل ہوجاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبّر اور ام ولد تو بعد مولی کے مرنیکے آزاد ہوتے ہین تو اُنکی ولا مولی کو کیسے ملیگی ہم کہینگے کہ صورت
اُسکی یون ہی کہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب چلا جاوے اور قاضی اُسکی موت کا حکم کرکے اُسکے مدبر اور ام ولد کی آزادی کا حکم کر دیوے بعد اُسکے مولی پھر مسلمان
ہوکر چلا آوے اب وہ مدبر یا ام ولد مرجاوے تو ولا اُسکی مولی کو ملے گی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ولا اسکو ہی
جو آزاد کرے روایت کیا اسکو ائمہ ستہ نے حضرت عائشہؓ سے اور فرمایا آپنے کہ مولی قوم کا قوم مین ہی اور حلیف انکا بھی اسی قوم مین ہی اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہے
روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے اور حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا
مال اُسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی کو روایت کیا اسکو نسائی اور حاکم نے مستدرک مین ص جسنے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اسکا غلام
تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم مین ایک بچہ جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملے گی اور غلام کے مولی کو نہ ملیگی
اگرچہ غلام کا مولی بھی اُسکو آزاد کردیوے ف دلیل اسکی اصل مین مسطور ہے ص یہی حکم ہے اگر دو بچے جنی تو امین اور پہلے کی ولادت وقت آزادی سے
چھ مہینے سے کم مین ہووے البتہ اگر وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملے گی لیکن اگر باپ کا مولی باپ کو آزاد کردیوے
تو وہ ولا اپنے بیٹے کی اپنی قوم کی طرف کھینچ لے گا ف یعنے اب اگر وہ بچہ مریگا بعد باپ کے مرجانیکے تو ولا اُسکی موالی اب کو ملیگی اسواسطے کہ ولا مثل لہ
نسب کے ہے اور نسب آبا کیطرف ہوتا ہے تو اسی طرح ولا بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ولا ایک اپنایت ہے مثل اپنایت نسب کے

نہین بیع کیجاتی ہے اور نہ ہبہ کیجاتی ہے روایت کیا اسکو شافعی نے اور صحیح کیا اسکو ابن حبان نے اور حاکم نے ص ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اس عورت سے نکاح کیا جسکو عرب نے آزاد کیا تھا اب اسکا بچہ پیدا ہوا تو ولاء اسکے بچے کی ماں کے مولی کو ملے گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک باپ کے مولی کو ملے گی اور مولی عتاقہ عصبہ ہے نسبی اور عصبات نسبی ف جیسے باپ بیٹا وغیرہ ص مقدم ہین اسپر اور وہ مقدم ہین ذوی الارحام پر ف یعنی عصبہ جو صاحب فرض سے بچے گا لیگا اور اگر کوئی صاحب فرض نہو گا تو کل مال لیگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جسنے ایک غلام خریدکرکے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاویگا اور کوئی عصبہ نچھوڑے گا تو مال اسکا تجھے ملے گا روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور بھی روایت کی عبد الرزاق نے زید بن ثابت سے کہ وہ میراث دلاتے تھے مولی عتاقہ کو نہ ذوی الارحام کو اور عصبات نسبی تین قسم ہین ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہے اور میت کی طرف اگر اسکو نسبت کرین تو بیچ مین عورت کا واسطہ نہ آوے جیسے باپ اور ایک عصبہ بغیرہ یعنے وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہوجاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹے کے ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب اقسام عصبات کے مقدم ہین مولی عتاقہ پر اور مولی عتاقہ مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنے اُن لوگون پر جنکا کوئی حصہ مقرر نہین ہے اور اُنکی نسبت مین طرف میت کے عورتکا واسطہ آتا ہے جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذا فی الاصل مع زیادۃ ص تو اگر مولی مرجاوے بعد اسکے وہ غلام آزاد مرے تو اسکا ترکہ مولی کے قریب تر عصبہ کو موافق فرائض کے ملے گا اور عورتون کو ولا نہ ملے گی مگر اس غلام کی جو وہ خود آزاد کرین جیسا حدیث مین آیا ہے ف پوری حدیث یون ہے کہ عورتون کو ولا نہین ہے مگر اُس غلام کی جو وہ خود آزاد کرین یا اُنکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کرین یا اُنکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کرین یا اُنکا مدبر مدبر کرے یا اُنکا آزاد کیا ہوا غلام ولا کو کھینچ لاوے یا آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولا کو کھینچے انتہی لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے

ص فصل ولاء موالات کے بیان مین

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اور نومسلم نے اس شخص کو مولی کیا کہ نومسلم کے مرنیکے بعد وہ اسکے کل مال کا وارث ہووے اور اگر وہ نومسلم کچھ قصور کرے تو اسکی طرف سے دیت دیوے یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور دوسرے مسلم سے یہی عقد موالات کیا تو یہ عقد صحیح ہے اس صورت مین اگر وہ نومسلم مریگا تو یہ شخص اسکا وارث ہوگا اور اسکی طرف سے درصورت ہوجانے جنایت کے تاوان دیگا ف اور شافعی کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہے اور ہماری دلیل قول اللہ تعالی کا ہے والذین عقدت ایمانکم فآتوھم نصیبھم اور یہ آیت عقد موالات مین اتری ہے اور روایت کی ابو داؤد نے تمیم داری سے کہ پوچھے گئے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہے اس شخص مین کہ مسلمان ہو دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آنحضرت نے کہ وہ شخص جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا زیادہ حقدار ہے اُس نومسلم کا حیات اور ممات مین ص لیکن مولی الموالاۃ اس صورت مین وارث ہوگا کہ اس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہ ہو ذوی الارحام مین سے بھی اور جائز ہے مولی الموالات کو اس شخص کیطرف سے یا اُسکے وارث کیطرف سے تاوان جنایت کا نہین دیا ہے تو اسکو درست ہے کہ اُسکو چھوڑکر اور کسیکو اپنا مولی الموالاۃ بنا دے وقت حاضر ہونے مولی الموالات اول کے اور اگر تاوان دیچکا تو درست نہین اور غلام آزاد کو درست نہین کہ کسی کو مولی الموالاۃ بنا دے ف اسواسطے کہ اسکا مولی عتاقہ موجود ہے اور ولاء موالات کی شرط یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کیا ہوا نہو اور دوسرے یہ کہ وہ شخص مجہول النسب ہووے تیسرے یہ کہ عربی نہووے کیونکہ عربون کے قبائل موجود ہین تو ان کے ہوتے غیر کیسے وارث ہوسکتا ہے کذا فی الاصل واللہ اعلم بالصواب

ص کتاب الاکراہ

ف یعنے زبردستی ایک کام کرنے کا بیان ص اکراہ وہ فعل ہے جسکو آدمی غیر پر کرے اسطرح سے کہ اس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اسکا اختیار فاسد ہوجاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے ف یعنے اکراہ دو قسم ہے ایک وہ جو رضامندی مکرہ کو فوت کر دیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کر دیوے اُسکے اختیار کو مثلا تہدید کرے قتل سے یا کسی عضو کے قطع سے تو رضامندی کا فوت ہوجانا عام ہے فساد اختیار سے

[illegible]

مثلاً حبس اور ضرب مین رضامندی فوت ہو جاتی ہے لیکن اختیار صحیح رہتا ہے اور قتل کی صورت مین بھی رضامندی فوت ہوتی ہے اور اختیار بھی صحیح نہین رہتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے تحقیق اسکی یہ ہے کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہے اور اختیار کے مقابلے مین جبر ہے تو حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار موجود ہے ساتھ وصف صحت کے اسواسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہے کہ تلف جان یا عضو کا خوف ہووے دیکھو جس امر مین جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہے اس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت مین جبلّی اور خلقی ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت باسرہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کس طرح روکتی ہے بلند مکان سے گرنے سے یا آگ مین پڑنے سے درصورتیکہ گمان تلف کے تو اس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن اختیار ضروری ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح اس اکراہ مین جو تلف جان یا عضو سے ہووے اختیار رہے یا ز رہنے کا مظنہ ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہے اسلیے کہ انسان اُسپر من حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہے با وصف اسکے اہلیت دونون قسم کی اکراہ مین باقی ہے ملجی اور غیر ملجی مین واسطے پائے جانے عقل اور بلوغ کے کذا فی الاصل ص اکراہ کی شرطین یہ ہین کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اس امر پر جسکا خوف دلاتا ہے برابر ہے کہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو ف یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق مین اسی طرح مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے اسکے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین ہے اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہو گا اگر اُسکا وارث ہوا اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی المحیط و الطحاوی ص اور امام اعظمؒ سے ایک روایت ہے کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہین کرسکتا تو شاید یہ قول اُنکا بنظر اپنے زمانہ کے ہووے ف والا بنظر زمانہ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کرسکتے ہین ہدایہ ص دوسرے یہ کہ مکرہ کو ظن غالب ہو جاوے اس بات کا کہ مکرہ اُسکے ساتھ وہ امر کریگا جسکا خوف دلاتا ہے تیسرے یہ کہ وہ امر جسکا مکرہ خوف دلاتا ہے ایسا ہو جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم و اندوہ کو موجب ہووے جو اسکی رضا کو معدوم کرے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ ف جاننا چاہیے کہ یہ غم امر مختلف ہے باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کبھی اُنکو ضرب اور حبس سے کچھ باک اور غم نہین ہوتا تو اُنکو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہو گا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت درجہ اندوہ اور ملال ہوتا ہے تو اُنکے حق مین اسیقدر اکراہ کے لیے کافی ہے کذا فی الاصل ص چوتھے یہ کہ مکرہ اُس کام کے کرنے سے جسپر جبر کیا جاتا ہے رکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کے لیے جیسے اپنا مال بیچڈالنے یا تلف کرنے مین یا اپنے غلام آزاد کرنے مین یا دوسرے کے حق کے لیے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے مین یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب پینے یا زنا کرنے مین تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا تخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس ف مدید پر خلاف ضرب خفیف اور حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کے لیے اسیقدر کافی ہے در مختار ص یہانتک کہ اُسنے اس جبر کے سبب سے اپنا مال بیچڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اُس شخص کو اختیار ہے کہ ان عقود کو فسخ کر ڈالے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہو گا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہو گا اسی طرح ساقط نہو گا مشتری کی موت اور چند مرتبہ دست بدست اسکی بیع ہو جانے سے یا بیع مین زیادت ہو جانے سے در مختار ص یا اُنکو نافذ کردیوے ف یعنے وہ عقود موقوف رہین گے اسکے فسخ اور امضا پر ص تو قبل نافذ کرنے مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل اسی لیے اگر مشتری اُس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع نے بیچا ہے اپنے قبضے مین کرکے آزاد کر دیوے تو اعتاق اسکا صحیح ہو جاوے گا اور مشتری پر اُسکی قیمت واجبی لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات ہین جنکا نقض نہین ہو سکتا وہ سب صحیح ہو جاوینگے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ در مختار ص تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اُس چیز کی لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہو گئی اور اگر زبردستی سے ثمن لیلی تو بیع نافذ نہو گی بلکہ بائع اگر اُسکے پاس وہ ثمن باقی رہے تو پھیر سکتا ہے ف اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہو جاوے تو اس پر تاوان کچھ نہو گا اس لیے کہ اُسکے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شی کو بیچا اور مشتری نے بلا جبر اُسکو خریدا بعد اُسکے وہ مبیع مشتری پاس تلف ہو گئی تو اُسکی قیمت کا تاوان

بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہے کہ اُسکی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول کرے خواہ اُس شخص سے جسنے اُسپر جبر کیا تھا تو اگر اُسنے مکرہ سے وصول کیا تو مکرہ مشتری سے وصول کرلیوے اور اگر مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی ہوگی ف یہان پر دو مسالے ہین پہلا مسالہ یہ ہے کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوجاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنیوالے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسالہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ساتھ اور ثالث رابع کے ساتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لیوے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہوجاوینگی اور مصنف نے ان دونون مسلون کو خلط کردیا کذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مردار کے کھانے پر یا شراب یا خون پینے پر یا سور کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو ان چیزون کا تناول درست نہین ف اسواسطے کہ یہ اکراہ غیر ملجی ہے تو اس مین ضرورت نہین اور یہ چیزین مستثنی ہین حرمت سے وقت اضطرار ملجی اور مخمصہ کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر تخویف کیا گیا ساتھ قتل یا قطع کسی عضو کے تو درست ہے ف اسواسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہی اور یہان ضرورت واقع ہے اور ان چیزونکی حرمت سے بنص آیت حالت اضطرار مستثنی ہے فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ترجمہ سوائے اسکے نہین کہ حرام کیا اوپر تمہارے مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اُسکے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی بے بس ہو نہ حد سے نکل جانیوالا اور نہ تجاوز کرنیوالا سو نہین ہی گناہ اوپر اُسکے ص سو اگر اُسنے صبر کیا اور قتل ہوگیا اور اُن چیزون کو نہ کھایا تو گنہگار ہوگا جیسے حالت شدت بھوک مین ف اگر اُن چیزونکو نہ کھاویگا تو گنہگار مریگا البتہ اگر کفار کے غصہ دلانے کیلیے یا مسئلہ معلوم نہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہوگا در مختار ص اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر یا حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو اُسکو رخصت ہی کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دل مین اپنا اعتقاد اور یقین مضبوط رکھے ف اور اگر حبس یا ضرب یا بند سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہین ہی دلیل اسمین قول ہے اللہ تعالی کا إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ یعنے مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل اُسکا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے انتہی اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین محمد بن عمار بن یاسر سے کہ مشرکین نے اُنکے باپ عمار بن یاسر کو پکڑا تو نہ چھوڑا اُنکو یہانتک کہ برا کہلوایا حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتونکی تو جب آئے عمار حضرت پاس سو ذکر کیا اُنھون نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرت نے کہ کس طرح پایا تونے اپنے دل کو کہا عمار نے کہ میرے دل مین ایمان مضبوط تھا تب فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کرین تو تو بھی ایسا ہی کر زیلعی در مختار مین ہی کہ اگر توریے کا خیال اُسکو آیا اور اُسنے توریہ نہ کیا تو عورت اُسکی دیانۃً اور قضاءً بائن ہوجاویگی اور جو اسکے دلمین توریہ کا بالکل خیال نہ آیا اور دل مین اُسکے ایمان مضبوط تھا تو عورت اُسکی بائن نہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی ص اور جو زبان سے بھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہوجاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل و قطع کی تخویف کے اور قسم کی تہدید مین رخصت نہین ہے ف اسواسطے کہ عمار بن یاسر اور خبیب دونون اُس آفت مین مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسر نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے نہ کہا یہانتک کہ سولی دیے گئے تو نام اُنکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہدا رکھا کذا فی الاصل والہدایہ ص اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر ف یا ذمی کے مال تلف کرنے پر ص تو اسکو جائز ہے کہ تلف کر ڈالے ف اور اگر تلف نہ کریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا

درمختار ص اور صاحب مال تاوان اُسکا مکرہ بالکسر یعنے اکراہ کرنیوالے سے لیگا نہ مکرہ بالفتح سے یعنی جسپر اکراہ ہوا اور جو قتل یا قطع کی تو لیسے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے
قتل کر ڈالنے پر ف یا اُسکے کسی عضو کاٹنے پر یا گلا دابکے مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی مین ڈبونے پر یا زنا کرنے پر ص تو اُسکو رخصت نہین ہے کہ ان کامونکو
کرے بااینہمہ اگر اُسنے قتل کر ڈالا تو قصاص مکرہ بالکسر پر ہوگا نہ مکرہ بالفتح پر ف اور زفرؒ کے نزدیک مکرہ بالفتح پر اور شافعیؒ کے نزدیک دونون پر اور ابو یوسفؒ
کے نزدیک کسی پر نہوگا کذا فی الاصل اور دلیل سب کی اصل مین مذکور ہے اور اگر اُسنے زنا کی تو حد نہ پڑے گی استحسانًا بلکہ زانی ماموربہ کا تاوان دیگا
اگرچہ عورت راضی ہووے اسواسطے کہ حد اور مہر دونون دونون ساقط نہین ہوجاتے درمختار ص صحیح ہی نکاح اور طلاق اور عتاق مکرہ کا ف اسواسطے کہ یہ عقود ہمارے
نزدیک صحیح ہوجاتے ہین اکراہ سے جیسے ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہین ہوتے کذا فی الاصل اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق مین
گذرے ص تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اُسنے طلاق دیدیا تو مکرہ بالفتح مکرہ بالکسر سے نصف مہر مسمّی ف ورنہ نصف متعہ اگر مہر مقرر نہو درمختار ص
جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت جب ہے کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہووے اور جو وطی کر چکا ہووے تو کچھ پھیر نہین سکتا ف اسلئے کہ مہر اُسپر
وطی سے واجب ہوچکا تھا ص اسیطرح عتاق مین قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے اور صحیح ہے نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلاء اور رجوع ایلاء سے
حالت اکراہ مین اور جائز ہے اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاویگا ف یعنے زبردستی سے اسلام لاکر پھر کافر ہوگیا
تو اُسکو قتل نہ کرینگے جیسے اور مرتدین کو قتل کرینگے اسواسطے کہ اُسکے اسلام مین شبہہ ہے کہ شاید اُسنے دل سے نہ قبول کیا ہووے لیکن جبر کیا جاویگا اسلام پر اسلام
مع الاکراہ اسلیے صحیح ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا مین اسباتکا کہ قتال کرون لوگون سے یہانتک کہ کہین وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ یعنے
نہین ہے کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے ابن عمرؓ سے اور اس حدیث کو اسیقدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین مین
یون ہے کہ مجکو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کرون لوگونسے یہانتک کہ وہ شہادت دین اس بات کی کہ لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کرین نماز کو اور ادا کرین
زکوٰۃ کو تو جب اُنھون نے ان کامون کو کیا بچالیا اُنھونے مجھ سے اپنی خونون کو اور مالون کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب اُنکا اللہ پر ہے انتہی ص صحیح نہین
حالت اکراہ مین معاف کر دینا اپنے مدیون کے دین کا ف تو اگر عورت نے اپنے شوہر کے تخویف ضرب سے مہر معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اگر شوہر قادر ہو
ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دینے یا دوسری عورت سے نکاح کرنیکے کی تو یہ اکراہ نہین ہے اس صورت مین ہبہ مہر نافذ ہوگا اسی طرح اگر شوہر نے
اپنی زوجہ مریضہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا الاجبکہ وہ مہر اپنا بخشدیوے سو اُسنے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہے اسلیے کہ یہ اُس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا
درمختار ص یا بری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہوجانا تو اُسکی زوجہ بائن نہوگی اور اگر زنا کریگا حالت اکراہ مین تو اُسپر حد پڑے گی مگر جب سلطان
اکراہ کرے تو حد ساقط ہوجاوے گی ف یہ فرق امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مطلقًا حد نہ پڑے گی جیسا اوپر گذر چکا

ص کتاب الحجر

حجر کہتے ہین تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا ف تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہین جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ اور تصرف فعلی جو برخلاف
اسکے جیسے قتل اتلاف مال تو حجر مین صرف تصرف قولی نافذ نہین ہوتا نہ تصرفات فعلی جو افعال جوارح ہین چنانچہ اگر صبی نے کسیکا مال تلف کیا تو ضمان واجب
ہوگا ایسا ہی مجنون مین کذا فی الاصل ص حجر کے سبب تین ہین ایک صغرسن دوسرے جنون تیسرے رق یعنے مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی بن کے تو
صحیح نہین ہے طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا ف مجنون مغلوب وہ ہے جسکی عقل جاتی رہی ہو اسطرح پر کہ اُسکے افعال واقوال بطریقہ عقلا نہو سکین

مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہے جسکے کلمات مختلط ہون یعنے کبھی کلام اُسکا بطور عقلا کے ہووے اور کبھی بطور مجانین کے اور اُسکو معتوہ بھی کہتے ہین اُسکا حکم آگے آویگا
کذا فی الاصل ص اور عتاق اِن دونون کا اور اقرار اِنکا اور صحیح ہے طلاق غلام کا اور اقرار اُسکا اپنی ذات پر نہ اُسکے مالک کے حق مین تو اگر غلام محجور نے
کسی کے قرض کا اقرار کیا اپنے اوپر تو اُسکا مطالبہ بعد آزادی کے اُس سے کیا جاویگا اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اُسپر فی الحال قائم کیا جاویگا
جو شخص ان تینون مین سے ف یعنے عبد اور صبی اور مجنون ص کوئی عقد ایسا کرے جسمین امید نفع اور ضرر دونون کی ہووے اور وہ اُس عقد کو سمجھتا ہو اور
قصد کرتا ہو تو موقوف رہیگا اُسکے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہے اگر اجازت دیوے تو نافذ ہو جاویگا ورنہ باطل ہوگا ف مجنون سے یہان وہ مجنون
مراد ہے جو بیع و شرا کو جانتا ہو اور اُسکا قصد کرتا ہو اگرچہ مصلحت کو اُسکے مفسدہ سے ممتاز نہین کر سکتا اور وہی معتوہ ہے جو غیر کی طرف سے وکیل ہو سکتا ہے اور
عقد مین یہ قید کہ امید نفع اور ضرر دونون کی ہووے اسواسطے لگائی کہ جس عقد مین محض نفع ہی نفع ہے جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہے
اور جسمین محض ضرر ہے جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہین کذا فی الاصل ص اور جو کوئی چیز تلف کر دیوین تو ضمان دینگے ف
اسلیے کہ افعال مین محجور نہین ہین جیساکہ گذرا ہے برابر ہین کہ عاقل ہون یا غیر عاقل ص اور حجر نہین کیا جاویگا جو شخص کہ مکلف ہو بسبب سفاہت کے ف
سفاہت سے مراد اسراف مال اور اُسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر ص یا فسق کے یا قرض کے ف یہ مذہب امام کا ہے اور
صاحبین اور شافعی کے نزدیک سفیہ پر حجر ہو سکتا ہے اور یہی مفتی بہ ہے البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طلبگار حجر کے ہووین تو قاضی اُسکو مجبور کرے اور
اُسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اُسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے
ان دیونکے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اُس شخص کا مال گواہون سے ثابت ہو جاوے تو مقر لہ اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دین وصول کریگا اور صاحبین اور امام شافعی
کے نزدیک فاسق پر بھی حجر ہو سکتا ہے واسطے زجر کے کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر ف مفتی ماجن وہ
مفتی ہے جو لوگونکو باطل حیلہ سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تاکہ بائن ہو جاوے اپنے شوہر سے یا اُس سے زکوٰۃ ساقط ہو جاوے پھر مسلمان ہو جاوے ص
اور طبیب جاہل پر ف طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوائے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اُسکو مہلک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور جبکہ وہ دوا مریض پر شدت
کرے تو وہ اُسکا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ص اور مکاری مفلس پر ف یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت سفر کا آوے تو
جانور نہ دے سکے تب کرایہ دار اپنے رفیقون سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل حاصل یہ ہے کہ جس سے ضرر عام ہووے تو اُسکے دفع کے لیے ضرر خاص یعنی حجر ایک
شخص واحد پر درست ہے طحطاوی ص اور جو غیر بالغ ہو جاوے اور بیوقوف رہے تو اُسکا مال اُسکو نہ دیا جاوے یہانتک کہ پچیس[25] برس کو پہونچے ف درر مین ہے
کہ پچیس[25] برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جبکہ وہ پچیس[25] برس کا ہو جاتا ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ روکنا
مال کا اُس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہے کہ بعد پچیس برس کے تادیب نہین ہوتی کیا تو نہین دیکھتا کہ پچیس[25] برس کا آدمی کبھی دادا ہو جاتا ہے انتہی دادا ہو جانیکی
صورت یہ ہے کہ ادنی وقت بلوغ لڑکے کی بارہ[12] برس ہین اور ادنی مدت حمل چھ مہینے تو فرض کیجیے کہ بارہ برس کی عمر مین اُسنے نکاح کیا اور چھ مہینے مین اُسکا لڑکا پیدا ہوا
اب اُس لڑکیکا بارہ برس کے سن مین نکاح ہوا اور چھ مہینے مین اُسکا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانیکا دادا ہوا باوصف اسکے کہ عمر اُسکی پچیس[25] برس ہے کذا فی الاصل ص تو اگر
تصرف کریگا قبل اس مدت کی تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس[25] برس کے مال اُسکا اسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف رہے اور ہوشیار نہووے ص شخص آزاد
اگر مدیون ہووے تو قاضی اُسکو محبوس کرے تا مال اپنا اپنے ادائے دین کے لیے بیچے اور جو اسکے مال مین روپے یا اشرفیان ہووین اور قرض بھی روپے یا
اشرفیان ہووین تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کر دیوے اُسکے مال سے اور جو قرض اشرفیان ہووین اور مال مین روپے ہووین یا قرض روپیہ

اور مال اشرفیان تو بھی قاضی کو بیچڈالنا بغیر اُسکے امر کے واسطے اداے دین کے درست ہی اور اسباب ور مکان ور زمین اُسکی قاضی نہ بیچے مگر اُسکو قید کرے تا وہ خود مجبور ہوکر بیچے لیکن صاحبین کے نزدیک جبکہ وہ نہ بیچے تو قاضی اُسکا اسباب ور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض موافق حصون کے ادا کردیوے ف اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی در مختار ص ایک شخص مفلس ہوگیا اور اُسکے پاس وہ چیز ہے جو اُسنے خرید کی لیکن ہنوز ثمن نہین ادا کی تو اُسکا بائع اور قرضخواہونکے ساتھ مساوی ہی ف یعنی وہ چیز بیچکر سبکو حصہ رسد اُسکی قیمت مین سے دیا جاویگا یہ نہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کرلیوے بعد اُسکے جو بچے تو وہ اور قرضخواہونکو ملے اور شافعیؒ کے نزدیک

قاضی مشتری پر حجر کرکے بائع کو اختیار فسخ دے دیگا اور بائع اپنی چیز لے لیگا

ص فصل حد بلوغ کے بیان مین

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہی احتلام سے یعنی خواب مین منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کردینے سے اور انزال سے ف اور اصل انزال ہی اسلیے کہ جبتک انزال نہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اُس سے حاملہ ہوگی ص اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہی ف اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ مین معتبر نہین اور اسی طرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہین ہے، بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی ص پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین ان علامات مین سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا جبتک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہووے اور صاحبین کے نزدیک جبتک دونون پندرہ برس پورے نہوجاوین ف یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کی ہوجاوین تو اُنکو حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ یہ علامات ظاہر نہووین اسی پر فتوی ہی اسلیے کہ ہمارے زمانہ مین عمرین بہت چھوٹی ہوگئی ہین در مختار ص اور ادنی مدت بلوغ کی فرزند کے لیے بارہ برس اور دختر کے لیے نو برس ہی تو اگر دونون قریب بلوغ کے ہوے اور اُنھون نے کہا کہ ہم بالغ ہوگئے تو قول اُنکا معتبر ہوگا اور وہ دونون مثل بالغ کے حکم ہون گے ف جب ظاہر حال اُنکے قول کی تکذیب نہ کرتا ہو مثلاً بارہ برس سے لڑکا کم ہووے یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعوی بلوغ معتبر نہ ہوگا اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہوچکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کردیوین بدون قسم کے

ص کتاب الماذون

اذن کہتی ہین حجر کے دور کرنیکو اور حق کے ساقط کردینے کو ف جان تو کہ اصل انسان مین یہ ہی کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب اُسپر غلامی عارض ہوئی اور مولی کا حق اُس سے متعلق ہوگیا از حق مولی نے ملک تصرفات کو روک دیا اب جب مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو مانع زائل ہوگیا اور حجر اسکا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک یہ اذن توکیل ہے اور نیابت ہی کذا فی الاصل ص تو جب مولی نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف کریگا اپنی ملکیت سے کریگا اپنی ذات کیلیے تو اُسکی جواب دہی مولی پر نہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی تو ثمن اُسکی مولی سے طلب نہ کیجاوے گی اس لیے کہ اُسنے اپنے لیے خریدی ہے بخلاف وکیل کے کہ وہ موکل کی ثمن طلب کرسکتا ہی اس واسطے کہ اُسنے موکل کے لیے خریدا ہے اور اذن ور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک دن کے لیے تو وہ ماذون رہیگا جبتک مولی اُسپر حجر نہ کرے اسیطرح کسی قسم خاص کے ساتھ مقید نہوگا پھر جب مولی نے ایک قسم خاص تجارت کا اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت مین ماذون ہوجاویگا ف مراد یہ ہے کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن سکا تمام انواع مین عام ہوجاویگا اسیطرح جب اذن دیا کہ ایک انگوٹھی بنالے تو یہ اذن ہوگا اُسکے تمام لوازم اور ضروریات کی خرید کا اسیطرح اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنا غلہ تو مجھکو ادا کر دیا کر تو اُس صورت مین کہ مولی نے ایک شی معین کے خرید کی اجازت دی کہ یہ اذن نہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت خاص لینا ہی کذا فی الاصل ص اور ثابت ہوتا ہی اذن دلالت حال سے تو جو غلام کہ مولی اُسکو خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چپ رہے تو وہ ماذون ہے ہمارے نزدیک اور اسمین خلاف زفر اور شافعیؒ کا ہے اور ماذون ہوتا ہی دفع غرور کے لیے اور ضرورت سے تو اگر مطلق اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا۔ تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہووے

مگر صاحبینؒ کے نزدیک غبن فاحش سے درست نہین اور خرید و فروخت مین وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ او رمساقات و مزارعت لیوے
اور بیع ہونیکے لیے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ اور مال بطریق مضاربت دیوے اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ مین دیوے اور دوسرکی لیوے اور اپنی
ذات کے تئین بھی کرایہ دیوے نہ شافعیؒ کے نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دین کا اور ہدیہ دے قلیل طعام کا اور ضیافت کرے اُسکی جو اُسکو کھلاوے اور ثمن گھٹا دیوے
اگر عیب نکلے بیع مین موافق دستور تجار کے اور اپنا نکاح نہ کرے اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اسلیے
کہ اسمین بھی تحصیل مال ہے اور طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ داخل تجارت نہین اور نہ مکاتب کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہووے اور عورت
کو درست ہے کہ اپنے خاوند کے گھر مین سے ایک شی قلیل خدا کی راہ مین دیوے ف یہ مسئلہ اگرچہ اس باب سے نہین ہے لیکن اسکو بمناسبت ذکر کیا اسلیے کہ عورت بھی اسقدر صدقہ کے
لیے ماذون ہے عادۃً کذا فی الاصل ص جو دین عبد ماذون پر واجب ہو وے تجارت کے سبب سے جیسے خرید اور فروخت اور یا اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اُسکے حکم مین ہے
جیسے تاوان غصب اور ودیعت کا جسکا ماذون نے انکار کیا اور وہ عقر جو واجب ہوا وطی سے لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اُس غلام کی ذات سے بیچا جاوےگا
وہ اُس دین مین اور اُسکی ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہونکو بطور حصہ رسد اور اُسکی کمائی سے جو قبل دین کے ہو یا بعد دین کے اور اُس سے جو چیز اُسکو ہبہ کی گئی تھی اور اُس نے
ہبہ قبول کر لیا تھا ف یہ ہمارا مذہب ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ خود دین مین نہ بیچا جاویگا بلکہ اُسکی کمائی بیچی جاوے گی اسواسطے کہ مولی کی غرض اذن سے
استحصال اُس چیز کا ہے جو حاصل نہ تھی نہ فوت کرنا اُس چیز کا جو اُسکو حاصل تھا اور ہم یہ کہتے ہین کہ دین ظاہر ہوا مولی کے حق مین تو متعلق ہوگا اُسکے رقبہ سے تا لوگونکو
ضرر نہووے ص لیکن وہ دین متعلق نہوگا اُس مال سے جو ماذون کے مولی نے اُس سے لے لیا تھا قبل لحوق دین کے اور جو دین کہ کسب اور ثمن غلام سے بھی باقی رہے تو
اُسکا مطالبہ اُس سے آزاد ہونیکے بعد کیا جاویگا ف اور دوسری بار نہ بیچا جاویگا در مختار ص مولی کو ماذون سے وہ رقم مقررہ لینا جو قبل لحوق دین کے اُس سے
لیا کرتا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہے ف اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہو بعد لحوق دین کے لیکن اسواسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولی اُس سے منع کیا جاوے
تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کر دے تو کمائی کا دروازہ بند ہو جاوے اور دین والون کو نقصان ہووے ص اور جو اُس سے بڑھے وہ قرضخواہونکو ملے گا اور عبد ماذون
اگر بھاگ جاوے تو مجبور ہو جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک مجبور نہ ہوگا کیونکہ ماذون کرنا عبد آبق کا صحیح ہے اسواسطے کہ بھاگنا منافی اذن کے نہین اور ہماری یہ دلیل ہے
کہ دلالت حجر کی قائم ہے اسلیے کہ مولی ازالہ اپنے حق کا غلام سرکش نافرمان سے ہونے پر راضی نہوگا اور جب اُسکو اذن صریح دیا تو اُس سے دلالت حجر فوت ہو جاویگی اور یا
مولی مرجاوے یا مولی کو جنون مطبق ہو جاوے ف محمد بن حسنؒ سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہووے وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی ص
یا مولی دار الحرب مین مرتد ہو کر چلا جاوے یا مولی اُس غلام کو مجبور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والونکو اُسکی خبر ہو جاوے واسطے دفع غرر کے آدمیونسے تو ان سب صورتونمین
وہ غلام مجبور ہو جاویگا اور لونڈی ماذونہ کو اگر ام ولد بنایا تو وہ مجبور ہو جاویگی ہمارے نزدیک اور امام زفرؒ کے نزدیک نہوگی اور جو مدبر کیا تو مجبور نہوگی لیکن مولی کو لونڈی کی
ذات کی قیمت اُسکے قرضخواہونکو دینا ہوگی ف یعنے استیلاد اور تدبیر کی صورت مین اگر مستولدہ یا مدبرہ پر دین محیط ہو تو مولی تاوان اُسکا بقدر اُس کے
قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اسلیے کہ مولی نے اُن تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اُسکی قیمت دینا ہوگی کذا فی الاصل ص اگر غلام مجبور ہو گیا بعد
اُسکے اُسنے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانۃً یا غصباً ہے یا اپنے اوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے
نزدیک صحیح نہوگا اسواسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک موجب تصحیح اقرار اذن ہے اور وہ جاتا رہا اور امام صاحبؒ کے نزدیک قبضہ ہے اور وہ باقی ہے کذا فی الاصل ص
اگر اُس غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکی ذات اور مال کو محیط ہووے تو مولی اُس مال کا جو اُسکے پاس ہے مالک نہوگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ
کے نزدیک مالک ہوگا اسواسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولی کی تو اُسکی کمائی بھی مملوک ہوگی اور امام صاحبؒ کہتے ہین کہ ملک مولی کی بطور خلافت غلام

---

[1] منافع سے ١٢ [2] وہ غلام ہے ١٢ [3] یعنی رقم مقررہ مولی سے ١٢ [4] اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہے مثل سابق کے ١٢ [5] کسب غلام مین ١٢

کیطرف سے ثابت ہوئی جب وہ غلام اپنی حاجت سے فارغ ہو جیسے ملک وارث کی جب ثابت ہوتی ہو کہ مورث کے حوائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور رہائن فہ مین مال غلام کے حوائج سے فارغ نہین ہے کذا فی الاصل ص تو ایسی صورت مین اگر مولی اپنے غلام کے غلام کو آزاد کردیگا تو آزاد نہوگا ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور مولی اُسکی قیمت کا تاوان قرضخواہونکو دیگا کذا فی الاصل ص اور جو دین اُسکے مال اور ذات کو محیط نہوگا تو غلام کا غلام مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جاویگا اور عبد ماذون اپنے مولی کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کرسکتا ہے نہ کم کو اور مولی اُسکے ہاتھ کم کو بھی فروخت کرسکتا ہی ف یہ جب ہی ہی کہ غلام کی ذات اور مال کو دین محیط ہووے اسلیے کہ اس صورت مین مولی اجنبی ہی اُسکے مال مین اور صاحبین کے نزدیک اگر کم قیمت سی مولی کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع جائز ہوگی اور مولی کو اختیار ہوگا محابات اور نقض بیع مین اسلیے کہ دفع ضرر غرما سے اسطرح ہو سکتا ہی اور امام صاحب کے نزدیک جائز نہین بسبب تہمت کے کذا فی الاصل اور جو دین محیط نہووے تو بیع ہی ناجائز ہے ص تو اگر مولی نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اس صورت مین مولی کو حکم ہوگا کہ یا زیادتی کو کم کردیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولی نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے تو اب مولی کو قیمت نہ ملیگی ف اسلیے کہ مولی نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اُسکی نہین لی تو مولی کا حق ذات مبیع مین باطل ہوگیا اور دین غلام پر رہا اور مولی کا دین غلام پر شرعاً باطل ہے اس صورت مین ثمن باطل ہوگی کذا فی الاصل ص اور مولی کا حق ہے کہ مبیع کو روک رکھے واسطے لینے ثمن کے اگرچہ عبد ماذون مدیون ہو خواہ دین محیط ہو یا نہو لیکن مولی اُسکو آزاد کرسکتا ہی اسلیے کہ ملک اُسکی غلام مین باقی ہی اور دین اور قیمت مین سے اُس غلام کے جو کم ہوگا اُسقدر مولی کو تاوان دینا ہوگا ف یعنی اگر دین کم ہوگا تو مولی دین ادا کریگا اور جو دین اُسکی قیمت سے زیادہ ہوگا تو مولی صرف قیمت دیدیگا قرضخواہونکو اسلیے کہ قرضخواہونکا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولی نے اُسکو تلف کردیا تو قیمت کا تاوان دینا ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو دین اُسکی قیمت سے زیادہ ہوگا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام جسپر دین محیط تھا فروخت کیا گیا اور مشتری نے اُسکو غائب کردیا تو قرضخواہونکو اسکے اختیار ہے کہ خواہ بیع جائز رکھکر ثمن اُسکی لیوین یا مشتری یا بائع سے اُسکی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیوین تو اگر وہ تاوان لیوین بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام بائع کے پاس پھر آوے تو بائع دام قیمت کے جو قرضخواہونکو اُسنے دیے تھے پھیر لیوی اور قرضخواہونکا حق پھر غلام سے متعلق ہو جاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچا اور بیچتے وقت مشتری کو اگرچہ بتا دیا کہ یہ غلام مدیون ہی تو اب بھی قرضخواہونکو پہونچتا ہی کہ بیع کو رد کردیوین اگر اُسکی ثمن اُسکو نہ پہونچی ہو اور جو پہونچ گئی ہو اور بیع مین قیمت سی کچھ کمی نہو وی تو بیع رد نہین کرسکتے اور جو کمی ہو وی تو کمی مٹا دیجاوے یا بیع فسخ کیجاوے اور جو مشتری منکر ہو دین کا اور بائع غائب ہووے تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہین کرسکتے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خصومت کرسکتے ہین اگر ایک غلام شہر مین آیا اور اُسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون اور اُسنے مجھے اذن دیا ہی تجارت مین اور وہ خرید فروخت کرتا ہی تو وہ ماذون سمجھا جاویگا اسی طرح جو اُسنے سکوت کیا اذن و حجر سے لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہو جاوے گا تو وہ قرضے کیلیے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولی اقرار کرے اوسکے ماذون ہونے کا ف اس لیے کہ جب تک مولی نے اقرار نہین کیا اذن کا تو دین اسکے حق مین ظاہر نہوا اور معاملہ کرنیوالون نے نقصان اُٹھایا اسلیے کہ انھون نے ظاہر حال پر بھروسا کیا اور مولی نے انکو کچھ دھوکا نہین دیا کذا فی الاصل ص نابالغ کا تصرف اگر محض نافع ہو ف یعنے کسی طرح کا ضرر اُسمین نہووے ص جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہی بلا اذن ولی کے ف اگر وہ صبی عقل رکھتا ہی تو ہمارے نزدیک اسلام صبی عاقل کا صحیح ہے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہین دلیل ہماری یہ ہی کہ بہت سے صحابہ کرامؓ حالت نابالغی مین مسلمان ہوے اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکا اسلام صحیح رکھا کہا ابن الہمامؒ نے کہ اخراج کیا بخاریؒ نے تاریخ مین عروہؓ سے کہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکم نے مستدرک مین طریق ابن اسحاق سے کہ حضرت علیؓ ایمان لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت علیؓ کے

سلہ اس لیے کہ وہ مالک نہین ۱۲ سلہ یعنے بالاتفاق آزاد ہو جاویگا ۱۲ سلہ دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے ۱۲ سلہ یا معتوہ کا در مختار ۱۲

سپرد کیا اور بدر کے اور اُنکی عمر بیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی اور پر شرط شیخین رح کے کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث نص ہے اسبات پر کہ حضرت علی رض سات یا آٹھ برس کی عمر مین ایمان لائے اور مروی ہی حضرت علی رض سے یہ شعر سبقتکم الی الاسلام طراً × غلاماً ما بلغت اوان حلم × یعنے سابق ہوا مین تمہر طرف اسلام کے سب پر حالانکہ مین لڑکا تھا کہ سن احتلام کو نہین پہونچا تھا × روایت کیا اسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اسکو اور ابن عساکر نے تاریخ مین ص اور جو محض ضار یعنے نقصان دنیا پہونچانیوالا ہووے جیسے طلاق اور عتاق ف اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ ص تو جائز نہوگا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جسمین نفع اور ضرر دونون کا احتمال ہے جیسے بیع اور شرا تو موقوف رہیگا ولی کے اذن پر ف اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو حال اور حکم اُسکا مثل عبد ماذون کے ہوگا ص نابالغ کے تصرف صحیح ہونیکے اذن سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل سمجھتا ہو بیع کو ملک کا دور کرنیوالا اور شرا کو ملک مین لانیوالا اور ولی نابالغ کا پہلے اُسکا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہو تو باپ نے جسکو وصی کیا ہو ف پھر اُسکے وصی کا وصی در مختار ص پھر اگر وہ بھی نہو تو دادا اگرچہ کتنا ہی دور کا ہووے پھر دادا کا وصی ف پھر اُسکے وصی کا وصی در مختار ص پھر قاضی یا اسکا وصی ف اول دونون صورتون مین پھر وصی کہا اور یہان یون کہا کہ یا وصی اُسکا اسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہی جسکو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکیکے مال کی تصرفات مین لیکن وہ شخص جسکو ولی نے حالت حیات مین اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا مین لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال مین تصرف کرنے کے لیے تو وہ قاضی کی زندگی مین بھی تصرف کریگا اور وصی اگرچہ خلیفہ بعد موت کے ہوتا ہے مگر وصی قاضی کو وصی اسلیے کہتے ہین کہ گویا یہ خلیفہ یتیم کے باپ کا ہی اور اسنے وصی کیا اُسکو کذا فی الاصل اور مان یا اُسکے وصی مال مین تصرف نہین کرسکتے اسیطرح چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالہ صغیر کے ولی نہونگے کذا فی الطحطاوی ص اگر صبی ماذون نے اپنی ورثا کی کمائی کے مال مین اقرار کیا کہ اسقدر مال فلان شخص کا ہی تو صحیح ہوگا اسی طرح اگر اپنے مورث کے متروکہ مال مین اقرار کیا اور امام اعظم رح سے ایک یہ روایت ہی کہ صحیح نہین ارشاد مین

ص کتاب الغصب

یہ کتاب ہی غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان مین غصب شرع مین عبارت ہی ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہے بغیر اذن مالک کے اس طرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کر دیوے ف تو غصب مردار مین نہوگا اسلیے کہ وہ مال نہین ہے اسی طرح شخص آزاد مین اور نہ مسلمان کی شراب مین کیونکہ وہ قیمت دار نہین ہے اور نہ حربی کے مال مین اسلیے کہ وہ محترم نہین ہے اور قول اسکا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اسواسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کر دیوے کہ غصب ہمارے اصحاب کے نزدیک زائل کرنا ہی قبضہ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضہ ناحق کے اور امام شافعی رح کے نزدیک غصب نام ہی قبضہ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضہ حق زائل کرنا شرط نہین ہے ہم کہتے ہین کہ کلام ہمارا اُس فعل مین ہی جو سبب تاوان کا ہی اور اسپر بہت سے مسائل متفرع ہوئے ہین مثلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہین ہین اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہین اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبض حق نہووے اور اسی سبب سے غصب عقار مین اختلاف ہی اور آگے اسکا ذکر آویگا اور انہین مسائل مین سے ہے وہ جو مصنف بیان کرتا ہی کذا فی الاصل ص تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا ف اسلیے کہ اول کی دونون صورتون مین نقل سے ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک جس سے ازالہ قبضہ مالک کا ہوگیا اور تیسری صورت مین فرش اپنی حال پہ ہے بیٹھنے والے نے کوئی فعل اسمین ایسا نہین کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے اسی طرح بعض نے متفرع کیا کہ مویشی کا دور کر دینا مالک سے یہانتک کہ وہ ہلاک ہو جاوین اور کسی کو پکڑی پہنا یہانتک کہ دوسرا اوسکا دانت اوکھاڑ لیوے ہمارے نزدیک غصب نہین ہے اور شافعی رح کے نزدیک غصب ہے اور ان دونون مسئلون کی

سلہ جو غاصب کے پاس آن کر بڑھ جاوین جیسے لونڈی مغصوبہ کے لڑکا پیدا ہو جاوے یا درخت مغصوب مین پھل لگ آوین ۱۲ منہ رحمہ اللہ سلہ بسبب عدم قبضہ غاصب کے ۱۲

تفسیر یہ مستقیم نہین ہے اسلیئے کہ اثبات قبضۂ ناحق یہان مفقود ہی پھر ایک اور قید تعریف غصب مین لگانا ضرور ہی کہ اس مال کا لے لینا بطور اخفا نہووی تاکہ چوری نکلجاوی کذا فی الاصل ص اور حکم غصب کا یہ ہی کہ غاصب گنہگار ہوتا ہے اگر اُسکو معلوم ہووے کہ شی مغصوب غیر کا مال ہی ف ورنہ گنہگار نہوگا لیکن تاوان درصورت ہلاک عین اور رد عین درصورت بقا ہر طرح واجب ہے طحطاوی متفق علیہ حدیث مین سعید بن زید سے مروی ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لیگا تو اللہ تعالی ساتون طبقون زمین کا اُسکے گلے مین طوق ڈالے گا اور بخاری کی روایت مین ہے کہ ساتون زمین تک دھنسایا جاویگا اور امام احمد نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمین کسی کی ناحق چھین لیگا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اُسکی مٹی اُٹھاوے اور ایک روایت مین ہی کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لی تو اللہ تعالی اُسکو تکلیف دیگا اُسکے کھودنے کی ساتوین زمین کے آخر تک پھر طوق ڈالیگا اُسکے گلے مین دن قیامت تک یہانتک کہ لوگو نکا فیصلہ ہووے ان حدیثون سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ زمین بھی سات ہین جیسے آسمان سات ہین ص اور جب تک شی مغصوب غاصب کے پاس قائم ہے تو اُسکا پھیر دینا لازم ہی اور درصورت تلف ہوجانیکے تاوان اُسکا دینا واجب ہے ف اسلیئے کہ روایت کیا ابو داؤد و ترمذی نسائی ابن ماجہ نے سمرۃ بن جندب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہی وہ چیز جو اُسنے لے لی ہے یہانتک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہی کسی کو کہ لے لیوی چیز اپنے بھائی کی نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم مین سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے اُسکو روایت کیا اُسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور روایت کی احمد اور ابو داؤد و نسائی نے سمرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پاوے اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہے اُسکا ص تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہی جیسے وہ چیزین جو وزن کرکے یا پیمانے مین بھر کے بکتی ہین یا شمار کرکے لیکن مقدار مین قریب قریب ہین ف جیسے اخروٹ وغیرہ اصل مین یہان تفصیل وتحقیق ہے ص تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کی دن ف یعنی حاکم کے حکم کے وقت درمختار ص اُسکی قیمت ہوگی دینا پڑے گی ف اور امام محمد کے نزدیک جو قیمت اُس شی کی بازار مین نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑے گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی دینا پڑیگی خزانہ مین ہی کہ قول امام ابو حنیفہ کا اصح ہی اور تحفہ مین ہی کہ وہ قول صحیح ہی اور نہایہ مین ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہی اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد کے قول کو مفتی بہ رکھا ہے طحطاوی اور دلائل سب کے اصل مین مذکور ہین ص اور جو وہ چیز غیر مثلی ہی جیسے وہ چیزیں جو شمار سے بکتی ہین اور ایک دوسرے مین فرق رکھتی ہین مثل جانور وغیرہ کے تو اُسکی قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی ف اسی طرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہون اور جو ملے ہون یا تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اسکی چنانچہ بجنس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اُسکی قیمت دینا ہوگی ص تو اگر غاصب کہی کہ شئے مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اُسکو قید کرے یہانتک کہ معلوم ہوجاوی یہ بات کہ اگر شی مغصوب اسکے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا ف اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہین بلکہ مفوض برائے حاکم ہی تبیین ص پھر اُس پر عوض دینے کا حکم کرے ف خواہ وہ عوض مثلی ہو اگر شئے مغصوب مثلی ہووے یا قیمت اگر وہ شی غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شئے مغصوب غاصب کے پاس تلف ہوگئی اور غاصب نے دعوی کیا کہ مین نے مالک کو پھیر دی اُسکے پاس تلف ہوئی اور دونون نے گواہ قائم کیئے تو گواہ غاصب کے اولی ہونگے ف اور غصب کی شرط یہ ہی کہ شی مغصوب اموال منقولہ مین سے ہووے تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار ف یعنی مال غیر منقول چنانچہ گھر زمین وغیرہ ص غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہوگیا ف آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا ص تو غاصب ضامن نہوگا شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک ضامن ہوگا ف اور یہی قول ہی ائمۂ ثلثہ باقیہ کا اور اسی پر فتوی ہی درمختار اور دلائل سب کی اصل مین مرقوم ہین ص اور اگر اسمین کوئی نقصان ہوگیا اُسکے فعل سے جیسے اُسکی سکونت سے مکان بگڑ گیا یا اُسکی کشت کاری سے زمین مین نقصان ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا

ف باجماع سب علما کے ص جیسے منقول مین نقصان کا تاوان دینا ہوگا مثلاً ایک غلام غصب کرکے اُسکو مزدوری مین لگایا اور اس وجہ سے وہ غلام بیمار یا دُبلا ہوگیا تو تاوان نقصان کا دینا ہوگا ف اگر مثلاً باغ غصب کرکے اُسکے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہوگا در مختار ص غاصب نے اگر شی مغصوب کو اجارہ دیکر اُسکا کرایہ لیا تو اُس کرایہ کی رقم کو خیرات کردیوے اسی طرح شی مستعار کی اجرت کو بھی للہ دیدیوے ف یعنے فقرا کو تقسیم کردیوے اپنے صرف مین نہ لاوے ص اسی طرح جو نفع اُسنے کمایا شی مغصوب یا مستعار مین تصرف کرکے بشرطیکہ وہ شی اشارہ کرنے سے متعین ہووے ف یعنی اسباب کی قسم سے ہووے درہم اور دینار نہووے ص یا امانت کے یا غصب کے روپیون کے بدلے مین کوئی چیز خرید کر وہی روپیے دیے اور اُسمین نفع کمایا تو بھی تصدق کرے اور اگر خریدتے وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے مین خریدا اور ادا اور روپیہ کیے یا خریدا اور روپیو نکے بدلے مین یا مطلق روپیونکے بدلے مین خریدا اور ادا وہ روپیہ کیے جو مغصوب یا امانت تھے اور نفع کمایا تو اُسکو تصدق کرنا ضرور نہین ہے اور اپنے صرف مین لاسکتا ہے اسی پر فتوی ہے ف اور قول مختار یہ ہے کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہین ہے اگرچہ بعد ادائے ضمان کے ہووے یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوائی نوازل مین ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ہر حال مین حلال ہے جب جنس مختلف ہووے در مختار ص اگر غاصب نے ایک شی کو غصب کرکے اسمین ایسا تغیر کیا جس سے اسکا نام بدل گیا اور اعظم منافع ف یعنے اکثر مقاصد اسکے ص فوت ہوگیے ف جیسے ذبح کیا بکری کو اور پکایا اسکو یا بھونا اسکو یا گیہون کو غصب کرکے اسکو پیس ڈالا کہ نام اسکا بدل گیا یعنے آٹا ہوگیا اور اکثر منافع بھی اسکے جیسے ہریسہ اور گھنگنیان وغیرہ فوت ہوگئے ص تو غاصب پر تاوان اُسکا واجب ہوگیا اور غاصب اُسکا مالک ہوجاویگا قبل ادا کرنے تاوان کے لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اُسکو نفع لینا اُس شی سے درست نہین ہے ف اور جب تاوان اُسکا دیدیوے یا مالک معاف کردیوے یا قاضی اُس سے تاوان لے لیوے تو درست ہے ص مثال اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بکری غصب کرکے اُسکو ذبح کیا پھر اُسکو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہون غصب کرکے اُسکو پیس ڈالا یا کھیت مین بو دیا یا لوہا غصب کرکے اُسکی تلوار بنائی یا پیتل غصب کرکے اسکے برتن بنا لیے یا ساگون یا اینٹ غصب کرکے اُسکی عمارت بنوائی یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے کہ اُسکی صنعت متقومہ اگر دانا حق مالک کا ہلاک ایک وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک حق مالک کا اُس سے منقطع نہین ہوگا اس لیے کہ عین باقی ہے اور نہین اعتبار کیا جاتا فعل غاصب کا اسواسطے کہ وہ ممنوع ہے پس نہوگا سبب ملک کا ف بشرطیکہ قیمت عمارت کی اُس ساگون کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اُسکو بیچکر قیمت اُسکی دلا دیجاویگی قاعدہ کلیہ اس مقام کا یہ ہے کہ ضرر شدید کو دور کرینگے واسطے ضرر خفیف کی پھر صاحب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لیگا در مختار ص اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کرکے اُسکی اشرفی روپیہ بنوا ڈالے یا برتن بنوا لیے تو اُسکا مالک نہوگا بلکہ یہ چیزین مالک کو دلا دیجاوینگی اور غاصب کو کچھ نہ ملیگا اگر ایک شخص کی بکری لیکر اُسکو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اُس بکری کو غاصب کو دیوے اور اپنے دام لے لیوے یا بکری مذبوح لے لیوے اور اُسکے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھر لے یہی حکم ہے اگر غاصب کپڑے کو اسقدر پھاڑ ڈالے کہ کچھ منفعت فوت ہوجاوے اور کچھ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اُٹھانے کے قابل نرہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا اور جو بہت کم پھاڑے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اُس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین مین عمارت بنائی یا درخت گاڑے ف بغیر اذن مالک کے در مختار ص تو اس کو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اُکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو پھیر دیکر دیوے ف اگر قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہووے اور یہی محمد کا قول ہے اور ظاہر الروایۃ مین ہر طرح اُکھیڑنے کا حکم ہے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین ہے درخت ظالم کو کچھ حق روایت کیا اسکو ابو داؤد نے سعید بن زید سے ص اور اگر اس درخت یا عمارت کا اُکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہونچاوے یعنے اُس سے زمین ناقص ہوجاتی ہووے تو مالک کو پہونچتا ہے کہ غاصب کو قیمت اس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لیوے تو اُس زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگاکر پھر درخت اور عمارت کے ساتھ بھی لگا دینگے

اور جسقدر دوسری قیمت پہلی قیمت سے زائد ہوگی مالک غاصب کو دیگا ف دوسری قیمت جو لگائی جاویگی تو اُسمین درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاویگی جو اکھیڑنے والے درخت یا عمارت کی ہوگی یعنے اُکھڑی ہوئی عمارت اور درخت مین سے اُسکی اجرت اُکھیڑنے کی مجرا کرکے باقی کو قیمت اُس درخت یا عمارت کی قرار دینگے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اس درخت کی اگر وہ اکھڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اکھڑوائی کی مزدوری ایکروپیہ ہے تو نو روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایکسو نو روپیہ کی ہوگی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور درخت بھی لے لیگا کذا فی الاصل ص اگر غاصب نے کپڑیکو سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کرکے اُسکو گھی مین ملایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی مثل ستو کے لیوے یا اُسی کپڑے اور ستو کو لیکر غاصب کو رنگوائی اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اس کپڑیکو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ سفید کپڑیکی قیمت لے لیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھ ندیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھ کپڑیکی قیمت نہین بڑھتی بلکہ نقص ہوجاتا ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سرخ کا ہے مسائل ملحقہ اگر روپے غصب کرکے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اُسکے عین مین زائل نہوگا اگر چاندی سونا غصب کرکے اُسکے روپے اشرفی بنائے تو مالک اُسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھ ندیگا مالک کو اختیار ہے کہ تاوان شی کا غاصب سے لیوے یا غاصب غاصب سے یا کچھ اول سے اور کچھ ثانی سے اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی تھی اور اُسمین دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورت پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنیوالے کی مملوک ہووے تو اُسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کا برابر کردینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اُسکو قبر کھودنے کی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہووے تو اسیطرح اُسکی اجرت ثابت ہے دوسرے کے مال مین تصرف جائز نہین مگر چند مسائل مین ایک والد کو اپنے ولد کے مال مین دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال مین بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ تیسرے مودع کو درست ہے کہ مودع بالکسر کے مال مین سے اُسکے والدین مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مودع بالکسر کے دیوے جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہان ممکن نہووے چوتھے حالت مسافرت مین اگر ایک شخص مرجاوے تو باقی رفقا کو اُسکا اسباب بیچنا اور اُسکی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی ورثہ کو دینا درست ہے اور اُن پر تاوان نہین ہے کذا فی الدر المختار والاشباہ

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان مین

غاصب نے شی مغصوبہ کو چھپا دیا اور مالک کو اُسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اُس شی کا مالک ہوجاویگا ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہوگا کذا فی الاصل اور دلیل اُنکی اور ہماری اصل مین مذکور ہے تو غاصب اُسکی کمائیونکا بھی مالک ہوجاویگا اور اُسکی اولاد کا در مختار ص قیمت مغصوب غائب مین اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہون سے ثابت نہ کرے ف تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہونگے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان نہ کی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہے تو غاصب پر جبر ہوگا بیان قیمت پر اور جو بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اُسکو لازم ہوگی اور جو قسم کھا لیوے تو نہین در مختار ص اگر غاصب نے مالک کو شی مغصوب کی قیمت ادا کردی بعد اُسکے وہ شی بھی پیدا ہوئی اور قیمت اُسکی زیادہ نکلی اُس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی شی لے لیوے اور قیمت غاصب کو واپس کردیوے یا اُسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہون سے ثابت کی تھی یا نکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شی مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہوگا اگر غاصب نے شی مغصوبہ کو بیع کرڈالا بعد اُسکے اُسکے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہوجاویگی اور جو آزاد کیا تو اعتاق نافذ نہوگا اور زوائد شی مغصوب کے خواہ متصل ہون جیسے غلام مغصوب موٹا ہوجاوے یا حسین ہوجاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہونگے تو اُسکا تاوان نہ دینا ہوگا مگر جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے ندیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا ف اور شافعیؒ کے نزدیک زوائد کا ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل ص اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہوگئی تو کمی کا تاوان غاصب کو

دینا ہوگا اور بچے سے اُسکے نقصان قیمت کا جبر کیا جاویگا اگر بچے کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوبہ لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور وہ حاملہ تھی
بعد اُسکے مالک کے پاس ولادت سے وہ مرگئی تو غاصب اُسکی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا برخلاف عورت حرہ کے ف کہ اگر اس سے زنا کرکے حالت حمل
مین پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہین ہے کہ اسمین غصب متحقق ہووے ص مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہوگا
ف برابر ہے کہ شی مغصوب سے منفعت اُٹھاوے مثلاً مکان مین سکونت کرلے یا بیکار رہنے دیوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مضمون ہی باجر مثل دونون
صورتونمین اور امام مالکؒ کے نزدیک مضمون ہی اگر اوس سے پورا نفع لیا ورنہ نہین کذا فی الاصل ص اگر کسی شخص نے مسلمان کی شراب یا سور تلف کردیا
تو اُسپر کچھ تاوان نہین ہے اور جو ذمی کی شراب یا سور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک لازم نہوگا اسلیے کہ ذمی تابع مسلم کا ہے اور ہماری
یہ دلیل ہے کہ وہ چھوڑا گیا ہی اپنے اعتقاد پر اور اگر مسلمان کی شراب غصب کرکے سرکہ بناڈالا اس طور سے جسمین کچھ دام خرچ نہین ہوتے جیسے دھوپ مین
رکھکے یا مردہ جانور کی کھال لیکر اُسکی دباغت کی اُس چیز سے جسمین دام خرچ نہین ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ سے تو مالک اُسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھ ندیگا
اور جو غاصب اُسکو تلف کرڈالے گا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکا سرکہ بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ غاصب کا ہوجاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملے گا ف
یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک اُسکو لیگا اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کریگا کذا فی الاصل ص اگر کھال کی دباغت مصالح
لگاکر کی جیسے قرظ یا مازو سے تو مالک اُسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیوے اور جو غاصب اُسکو تلف کرڈالے تو ضامن نہوگا ف اور صاحبینؒ
کے نزدیک ضامن ہوگا جو اُس کھال کی قیمت بعد دباغت کے ہووے اور امام صاحبؒ کی دلیل کا فرق اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہے ص
جو شخص کسیکے گانے بجانے کے آلات توڑ ڈالے ف جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ ص تو اُسپر تاوان لازم ہوگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ
کے نزدیک لازم نہ ہوگا اور امام صاحبؒ کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ لازم ہی جو اسکی قیمت قطع نظر لہو سے ہی جیسے ستار مین اُسکی لکڑی تراشی ہوئی یا تار کا
ضمان آویگا ص اور جو طبل غازیون کا ہی یا دف وہ ہی جسکا بجانا حلال ہے شادی مین تو اُسکا ضمان بالاتفاق آوے گا اسی طرح اگر کسی شخص کا سکر یا منصف
ف سکر نام ہے کچے پانیکا کھجور کے جب وہ تیز ہوجاوے اور منصف وہ پانی ہی انگور کا جسکا نصف جل چکا ہووے آگ پر پکانے سے اور بیان اس کا
کتاب الاشربہ مین آویگا ص بہا دیوے تو تاوان اُسکا دینا ہوگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک اسی طرح گانیوالی لونڈی اور مینڈھا لڑائی کا اور کبوتر
اڑنیوالا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام کہ ان سب چیزون کی قیمت تلف کردینے سے واجب ہوگی جو انکی قیمت نفس الامر مین ہووے قطع نظر صنعت
معصیت سے در مختار ص اگر کسی شخص نے دوسرے کی ام ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو اسپر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف مدبرہ کے
اور صاحبینؒ کے نزدیک دونون کا تاوان لازم ہوگا اسلیے کہ دونون متقوم ہین اور امام صاحبؒ کے نزدیک مدبرہ متقوم ہے نہ ام ولد جس شخص نے
دوسرے کے غلام کی بیڑی پاؤن سے کھولدی یا جانور کی رسی کھولدی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندیکا کھولدیا اور یہ چیزین جاتی رہین
یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اُسکو ستاتا ہی اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر مانتا نہین ہے یا ایسے کی
چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہی اور اسکے کہے سے باز نہین آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہین لیتا یہ کہدیا کہ فلان
شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موذی یا فاسق یا مال پانیوالے سے کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اسکا تاوان نہ آوے گا البتہ اگر وہ
بادشاہ ایسا ہو جو ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آوے گا اسی طرح ضمان لازم آتا ہی چغلخور پر اگر اُسنے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ
کے واسطے امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخینؒ کے نزدیک لازم نہین آتا اسلیے کہ اسمین توسط فعل فاعل مختار کا ہے

[illegible]

اور درصورت کھولنے دروازے اصطبل اور پنجرے کے امام محمدؒ کے نزدیک ضمان لازم ہوگا شیخینؒ کی دلیل وہی توسط فعل فاعل مختار ہے اور امام محمدؒ فرماتے
ہین کہ ان حیوانون مین بھاگنا خلقی ہے مسائل ملحقہ مترجم اگر مسلمان نے ذمی سے شراب لیکر پی تو مسلمان پر قیمت اُس شراب کی واجب نہ ہوگی
تاوان حکم کرنیوالے پر نہین ہے بلکہ فعل کرنے والے پر ہے مگر کئی جگہ ایک سلطان دوسرے باپ تیسرے مولیٰ جب مامور صبی یا عبد ہووے اگر چوڑے
مین سے ایک فرد تلف کردے تو فرد باقی بھی اُسی کو دیجاوے اور وہ تاوان کل کا ادا کرے ابو یوسفؒ نے کہا کہ ایک شخص نے زمین غصب کی اور
اُسمین مسجد بنائی اور دکانین اور حمام تو اُس مسجد مین نماز کا مضائقہ نہین لیکن حمام مین جانا چاہیے اور دکانون کا کرایہ لینا بھی درست نہین اور نماز بھی ہشام کے
قول مین مکروہ ہے اور جو لوگ اُن دکانون مین مغصوب جان کر رہتے ہین انکی شہادت مقبول نہین درمختار و طحطاوی

ص کتاب الشفعہ

شفعہ مشتق ہے شفع سے لغت مین جسکے معنے ملانے کے ہین اور اصطلاح شرع مین شفعہ عبارت ہے مالک ہونے سے عقار پر جبراً او پر مشتری کی بعوض مثل قیمت مشتری کے
ف یعنی جن دامون کو مشتری نے لیا ہے اُسی دامونکو جبراً اُس سے عقار لے لینا ص اور واجب ہوتا ہے شفعہ بعد بیع کے یعنی ثابت ہوجاتا ہے اور مضبوط ہوجاتا ہے
گواہ کرنے سے ف اسواسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہے اسلیے کہ اگر وہ طلب مین تاخیر کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اسنے گواہ کردیے شفعہ مضبوط
ہوگیا کذا فی الاصل ص اور شفیع اس عقار کا مالک ہوجاتا ہے مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر شفیعونکی تعداد کے
نہ بقدر ملک ف یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہون تو وہ عقار علی السویہ سب مین تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلاً ایک زمین مین تین آدمی شریک ہین ایک
نصف کا دوسرا ثلث کا تیسرا سدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو نصف نصف عقار مبیعہ کا دونون کو دلایا جاویگا
اور شافعیؒ کے نزدیک اُس نصف عقار مبیعہ سے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک حصہ صاحب سدس کو ملیگا کذا فی الدر المختار ص شفعہ اول
اس شریک کو پہونچتا ہے جو ذات مبیع مین شریک ہووے پھر جو حقوق مبیع مین شریک ہووے مثلاً پانی کے حصے مین یا راہ مین شریک ہووے اور مراد پانی کے حصے اور راہ سے
وہ ہین جو مخصوص ہون مثلاً پانی کا حصہ اوس چھوٹی نہر کا جسمین کشتیان نہین چلتین اور راہ وہ جو نافذ نہین ہے ف اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہے تو شفعہ
ثابت نہوگا درمختار ص پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اسکے مکان کا دوسرے کوچے مین ہو ف اور جو اسکا دروازہ اُسی کوچے مین ہے اور وہ کوچہ
غیر نافذ ہے تو وہ شریک ہے حق مبیع مین نہ جار تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہے شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملیگا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک
فی حق المبیع کو ملیگا اور جار کو نہ پہونچے گا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہونچے گا لیکن اُسی جار کو جسکی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے ملاصق
اور متصل ہے اور جوان دونونکے بیچ مین طریق نافذ موجود ہے تو اسکو حق شفعہ ثابت نہوگا یہ ترتیب شفیعون کی اور استحقاق امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور شافعیؒ اور
مالکؒ کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہین ہے ہماری دلیل بہت سے احادیث ہین پہلی حدیث ابو رافعؓ کی روایت کیا اسکو بخاریؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق دار ہے اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انسؓ بن مالک کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق رکھتا ہے
روایت کیا اسکو نسائیؒ نے اور صحیح کیا اسکو ابن حبانؒ نے تیسری حدیث جابرؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے
ہمسایہ کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہے جب ہو راہ ان دونونکی ایک روایت کیا اسکو امام احمدؒ اور چارون صاحب سنن نے اور راوی اسکے معتبر ہین
ان احادیث سے استحقاق ہمسایہ کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا اب ترتیب تو روایت کی صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہے
خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہے اور کہا ابن جوزی نے

سلہ اگرچہ جار ملاصق ہو فقط شریک ذات مبیع اور شریک حق مبیع کے لیے شفعہ ہے اور کسی کے واسطے نہین ۱۲ عبدہ

کہ یہ حدیث غیر معروف ہی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین شریح سے کہ خلیط احق ہی شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اُنکے سوا اور لوگونسے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا اُنھون نے شریک اول حقدار ہی شفعہ کا تو اگر شریک نہو تو ہمسایہ حقدار ہے اور خلیط احق ہی شفیع سے اور شفیع حق ہی اپنے سوا اور لوگون سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہی کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات مبیع مین شریک ہے تو اُسکا حق زیادہ ہی بعد اُسکے وہ ہی جو ذات مبیع مین شریک نہووے بلکہ حقوق مین شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے ص اور جسکی کڑیان دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہون تو وہ بھی ہمسایہ ہی ف یعنی شریک نہین ہے اسیطرح جو ہمسایہ کہ اُسکا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہی کوچہ غیر نافذہ مین تو اُسکو بھی شفعہ ہے اور اگر کوچہ نافذہ مین ہی تو شفعہ نہین ہی اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووی اور شفعہ طلب کرے تو اُسکو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملے گا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کردیا تو اُسکا اعتبار نہوگا بعد بیع کے پھر طلب کرسکتا ہی شفیع یہ نہین کرسکتا کہ عقار مبیعہ مین سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے اور

عقار وقف اور اُس کے جوار مین شفعہ نہین ہے در مختار

باب طلب شفعہ کے بیان مین

ص شفعہ مین تین طلب ضرور ہین پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر پہونچی تو مجلس علم مین شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جن سے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یون کہے کہ مین نے شفعہ طلب کیا یا مین طالب ہون شفعہ کا یا مین طلب کرتا ہون شفعہ کو یہ اختیار ہی کرخیؒ کا اور بعضون کے نزدیک ضرور ہے کہ جسوقت شفیع کو خبر شفعہ کی پہونچی اُسیوقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذری دیر بھی چپ رہیگا تو شفعہ اُسکا باطل ہوگا ف یعنی مجلس علم تک اختیار نہوگا بلکہ خبر پہنچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہی در مختار مین ہے کہ اسی پر فتوی ہی اور اختیار کرخیؒ اصح ہی اور متون سب اسی پر ہین ص اور اس طلب کو طلب مواثبہ کہتے ہین ف اسلیے کہ مواثبہ کے معنی کودنے اور اچھلنے کے ہین تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہی گویا شفیع کودتا ہی اور شفعہ طلب کرتا ہی کذا فی الاصل ص پھر دوسری یہ کہ شفیع گواہ کرے عقار پر جاکر یا اُس شخص پاس جسکی قبضے مین وہ عقار اسوقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری یون کہے کہ فلان شخص نے اس گھر کو خریدا ہی اور مین اسکا شفیع ہون اور تحقیق کہ مین نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہون تو گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہین ف جاننا چاہیے کہ یہ طلب ضرور ہے جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر کی پاس جاکر یا قابض کے پاس جاکر یہانتک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ اسکا باطل ہوجاویگا اور ذخیرہ مین ہی کہ جب شفیع مکے کے راستے مین ہووے اور اُسنے بیع کی خبر سنکر طلب مواثبہ کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جاکر یا قابض کے پاس جاکر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوی اور جو کسیکو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیجدیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہووے تو شفعہ اسکا باقی رہے گا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ امور ممکن ہووین اور نکرے تو شفعہ اُسکا باطل ہوجاویگا کذا فی الاصل ص پھر تیسری طلب کرے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کہے قاضی پاس جاکر کہ فلان شخص نے ایک گھر ایسا خرید کیا ہی اور مین اُسکا شفیع ہون بسبب اپنے ایک ایسے گھر کے تو حکم کر و خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اس طلب کو طلب تملیک و طلب خصومت کہتے ہین اور اس طلب مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اور کہا امام محمدؒ نے کہ ایک مہینے تک اگر طلب خصومت نکرے تو اُسکا شفعہ باطل ہوجاویگا اور اسی پر فتوی ہی ف اور ظاہر روایت یہ ہی کہ شفعہ باطل نہوگا اس طلب کی تاخیر سے جب تک شفیع زبان سے اپنی شفعہ ساقط نکرے اور یہی مفتی بہ ہی اور یہی ظاہر مذہب ہی اور جب فتوی ظاہر الروایۃ اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایت مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ص اور جسوقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ طلب کرے تو قاضی خصم ف یعنی مدعی علیہ مشتری ص سے سوال کرے کہ شفیع اس عقار کا مالک ہی جسکے سبب سے دعوی شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہی ف زیلعیؒ نے کہا ملک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے

غیرمناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل مدعی علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلہ مین ہی اور اوسکے حدود کیا ہین اسواسطے کہ اُسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم
چاہیے اسلیے کہ دعوی مجہول صحیح نہین ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہی یا نہین اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہین جبتک
بائع حاضر نہو پھر جب اُسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اُسکے حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہین شاید کہ وہ بسبب غیر صالح کیوجہ سے
دعوی کرتا ہووے یا وہ اور شخص احق کے سبب سے محجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اُس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تونے
کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہی طول زمان اور اعراض یعنے طلب اول و ثانی کے ترک کرنے سے تو اُسکا ظاہر ہونا بھی ضرور ہی پھر جب
اُسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر طلب کی اور کسکے پاس اشہاد ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہین
پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دیوی اور کسی شرط کو فوت نہونے دیا ہووے تو دعوی اُسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اُس
گھر کی ملک کا سوال کرے جسکی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے طحطاوی ص تو جب مدعی علیہ اقرار کرے اُس عقار کے مملوک ہونیکا واسطے شفیع کے
یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع گواہ قائم کرے اپنی ملک پر نسبت عقار مذکورہ کے تو اب قاضی اُس سے
سوال کرے کہ تونے دوسرا عقار خرید کیا ہے یا نہین اگر وہ اقرار کرے خرید کا یا نکول کرے قسم کھانے سے حاصل پر یا سبب پر
ف جاننا چاہیے کہ جہان پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہی جیسے شفعہ خلیط تو وہان قسم حاصل پر دیجاوے گی مثلاً مدعی علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا
استحقاق شفعہ مجھ پر نہین ہے اور جہان مختلف فیہ ہی جیسے شفعہ جوار تو وہان قسم سبب پر دیجاویگی اسطرح پر کہ واللہ مین نے اُس عقار کو نہین خریدا اسلیے کہ اگر حاصل
پر یہان بھی قسم دیجاوے تو اُسکو گنجایش ہے کہ شافعی کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اُسکا ذکر کتاب الدعوی مین گذر چکا کذا فی الاصل ص یا شفیع گواہ
قائم کرے مدعی علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لیے ثابت کر دیوے ف یہ جب ہے کہ مدعی علیہ شفیع کی طلب شفعہ کا منکر نہووی اور جو منکر ہووے
اور شفیع پاس طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے گواہ نہون تو قول مدعی علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا در مختار ص اگرچہ شفیع وقت دعوی کے رقم ثمن نہ لایا
ہووے مگر اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کر دیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعی علیہ کو عقار کا روک رکھنا تا وصول ثمن پہونچتا ہی
تو اگر شفیع نے ادائے ثمن مین تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہوگا اور جو بائع نے وہ عقار ابھی مشتری کے قبض مین نہ دیا ہووی تو خصم شفیع کا بائع ہوگا ولیکن
گواہ نہ سُنے جاوینگے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہووے ف اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اُسکے حضور مین فسخ بیع کیا جاویگا برخلاف اس صورت کے کہ مشتری کے
قبضے مین وہ عقار آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہین ہے اسلیے کہ وہ اجنبی ہوگیا کذا فی الاصل ص اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدہ
ثمن ف جب وہ مبیع کسی اور کی نکلے ص بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرویت اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط کر لیوے برات کے ہر عیب سے
اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن مین اس عقار کے ف اور گھر مشتری کے قبضے مین ہی اور ثمن بائع کو نقد ملگئی ہے در مختار ص تو قول مشتری کا
قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونون گواہ لائے تو شفیع کے گواہ مقبول ہونگے ف طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے اور فتوی طرفین کے
قول پر ہی ص اگر مشتری نے قیمت زیادہ بیان کی اور بائع نے اُس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہے تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاویگا ف اور جس
صورت مین اُسکا عکس ہوے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہی اور قبل قبض کے دونون کو قسم کھانا ہوگا اور جو نکول کریگا طرف ثانی کا قول مقبول ہوجاویگا
اور جو دونون نے قسم کھائی تو بیع فسخ ہوجاویگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت دیکر عقار لے لیگا در مختار ص اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری
قیمت مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع کچھ قیمت مشتری کو چھوڑ دیوے تو اسیقدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی ف اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھیگی
در مختار ص اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے مین عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا تو شفیع اُسکی قیمت مشتری کو دیوے

ف یعنے جو قیمت روز خرید اُس چیز کی ہووے در مختار ص تو عقار کی بیع مین بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے مین لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن موجل کے ہو تو شفیع نقد دام دیکر لے لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گذر جانے مدت کے ثمن دیکر لیوے اور جو شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو بعوض شراب یا سُور کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہو تو شراب کی صورت مین شراب دیکر اور سُور کی صورت مین قیمت اُسکی دیکر عقار لے لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونون صورتون مین قیمت دیوے اگر مشتری نے اس عقار مین عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہو کہ ثمن عقار کے ساتھ ان دونون کی قیمت جو حالت استحقاق قلع مین ہو دیکر انکو بھی لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اُکھاڑ کر لیجاوے اگر شفیع نے زمین لیکر اسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہین لے سکتا برخلاف مشتری کے کہ اگر وہان ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیر لے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد اُسکے وہ ویران اور خراب ہوگیا یا باغ خریدا اُسکے درخت سوکھ گئے تو شفیع اگر اسکو لیوے تو پورا ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہین کر سکتا اگر مشتری نے مکان لیکر اسکو گرایا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے زمین خریدی اور اُسکے اندر کے درخت اسی کے ساتھ مع پھل مول لیئے یا جسوقت خریدا اُسوقت درخت پر پھل نہ تھے پھر لگ آئے تو شفیع بھی دونون صورتون مین درخت مع پھلون کے لے لیگا اور اگر مشتری نے اُنکو کاٹ لیا تو صورت اول مین پھلونکے دام مجرا لیکر شفیع قیمت زمین کی دیوے اور صورت ثانی مین کل ثمن ادا کرے ف اسواسطے کہ پھل مشتری نے جسوقت خریدا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لیے حکم شفعہ کا قاضی نے کر دیا تو اب شفیع کو اُسکا چھوڑنا جائز نہین در مختار ص

باب بیان مین اسکے جس مین شفعہ ہوتا ہے اور جس مین نہین ہوتا اور جن سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے

شفعہ واجب ہوتا ہے قصداً ف یعنی شفعہ قصدیہ واجب ہوتا ہے بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا مین بھی شفعہ ہوجاتا ہے لیکن بالذات اسمین نہین ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاوین بدون زمین کے تو اسمین شفعہ واجب نہوگا ص اُس شے غیر منقول مین جو ملک مین آوے عوض کے بدلے مین اور وہ عوض مال ہووے اگرچہ اُسکی تقسیم نہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان ف عوض کی قید سے ہبہ نکل گیا یہانتک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا بلا عوض تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا البتہ اگر ہبہ بالعوض کریگا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہو جیسے ایک گھر عوض مین مہر یا خلع کے دیا جاوے اور غیر مقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہو کہ شافعیؒ کے نزدیک غیر مقسوم مین شفعہ نہین ہے اسلیے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے مونت قسمت کے ہو اور ہمارے نزدیک شفعہ ہو کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہو کذا فی الاصل مع زیادہ ص تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار مین جب تنہا بیچے جاوین بدون زمین کے شفعہ نہین ہو اور جو بہ تبعیت زمین کے بیچی جاوین تو اُنمین بھی شفعہ واجب ہے اسی طرح شفعہ نہین ہے میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور اُس گھر مین کہ تقسیم کیا جاوے شرکا مین یا اجرت کے عوض مین دیا جاوے یا بدل مین خلع کے یا آزادی کے یا بدل مین صلح کے قتل عمد سے یا مہر مین اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ مین مال بھی ہو ف جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کر کے اُسپر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایکہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر مین شفعہ نہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک ہزار کے حصے مین شفعہ واجب ہوگا اور امام شافعیؒ کا عوض اجرت وغیرہ مین خلاف ہے کذا فی الاصل ص اگر عقار اسطرح بیع ہوا کہ بائع کو پھر لینے کا اختیار ہو تو جبتک بائع کو اختیار رہیگا شفعہ واجب نہوگا ف پھر اگر اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہوگیا بشرطیکہ شفیع اسوقت طلب کرے قول صحیح مین اور بعضون کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضرور ہو اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہو در مختار ص اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جبتک حق فسخ باقی ہے شفیع کو شفعہ نہ پہونچیگا ف اور جب حق فسخ ساقط ہوجاوے مثلاً مشتری

اُس مین عمارت بناوی تو شفعہ ثابت ہو جاویگا کذا فی الاصل ص اگر بیع کے وقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اُسکے بیع بسبب خیار الرویت یا خیار الشرط یا خیار العیب کے
بحکم قاضی بائع پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا اسلیے کہ یہ فسخ بیع ہی نہ بیع جدید اور جو بغیر حکم قاضی وہ شی خیار العیب مین یا باقالہ بیع بائع پاس آگئی تو حق
شفعہ ثابت ہوگا اور غلام ماذون مدیون بدین محیط رقبہ کو اپنے مولیٰ کے مال مین اور سید کو اپنے غلام ماذون مدیون مذکور کے مال مین حق شفعہ پہونچتا ہے
اور شفعہ ثابت ہے اُس شخص کے لیے جو خود خرید کرے یا دوسرے کے لیے خریدے یا کوئی دوسرا اُسکے لیے خریدے فائدہ اُسکا یہ ہی کہ اگر مشتری یا مؤکل شریک ہون اور
ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری اور مؤکل کو بھی شفعہ پہونچے گا ف مثلاً ایک گھر مین تین شخص شریک ہین اب ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسرے کا حصہ
خریدنے کے لیے تو مؤکل شفیع ہی اور وکیل مشتری ہی تو دونو کو حق شفعہ پہونچے گا کذا فی الاصل ص اور اگر مشتری شریک ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو
شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو شفعہ نہ پہونچے گا اور جو شخص بیچے اصالۃً یا وکالۃً یا اُسکی طرف سے دوسرا شخص بیچے یا وہ ضامن[1] ہو درک کا اور وہ شفیع ہو تو اُسکا
شفعہ ساقط ہو جاویگا ف اسلیے کہ بیع اور ضمان درک بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتی ہی لہذا شفعہ باطل ہو گیا ص اگر کسی نے اپنی زمین اسطرح بیچی کہ جو
جانب شفیع کیطرف ملی تھی اُدھر سے ایک ہاتھ کم کرکے فروخت کی ف یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط شفعہ کا جو بسبب جوار کے ہووے صورت اُسکی یہ ہی کہ گھر کو بیع کرے
مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک انگل کے موافق عرض مین اور طول مین جسقدر شفیع کی زمین سے ملی ہی چھوڑ کر باقی کو بیع کرے ص تو شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا ف
اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کیوجہ سے تھا اور اتصال بیع سے یہان نرہا ص یا ایک حصہ اُس زمین کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف
حصہ اول مین شفعہ پہونچے گا نہ ثانی مین ف یہ دوسرا حیلہ ہی واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اُسکی یہ ہی کہ جب ایک گھر کے خرید کا ارادہ کری بدلے
مین ایکہزار روپیہ کے تو اُس کل گھر مین سی کسیقدر حصہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزاروان حصہ اُس گھر کا نوسو ننانوے روپیہ کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ کو
خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزاروین حصے مین گھر کے پہونچے گا اور اُسکو بھی وہ نہ لے سکے گا بوجہ گرانی قیمت اور قلت مقدار زمین کی اور دوسرے حصے
کو نہین لے سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک تھا اور شریک مقدم ہے جار پر کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ثمن کے عوض مین
خرید کرکے ایک کپڑا بائع کو دیدیوے تو شفیع نہین لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے مین ف یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہی کہ ہمسایہ ہو یا شریک
صورت اُسکی یون ہی کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہی اُسکو ہزار روپے کے بدلے مین خرید کرکے عوض ہزار روپے زر ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی
مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اُس گھر کو نہین لے سکتا مگر ہزار روپئے کے عوض مین کذا فی الاصل ص حیلہ شرعی کرنا واسطے ساقط
کرنے زکوٰۃ اور شفعہ کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہین ہے اور محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتویٰ شفعہ مین ابو یوسفؒ کے قول پر ہی اور زکوٰۃ مین محمدؒ کے قول پر
ف اسواسطے کہ زکوٰۃ عبادت ہی اُسمین حیلہ کرنا انتہا کی برائی ہی اسلیے کہ یہ اختیار کرنا ہی بخل کا اور قطع ہی فقرا کے حقوق کا جنکو اللہ تعالےٰ نے مقرر کیا ہے
اغنیا کے مال مین اور داخل ہو جانا ہی زمرے مین ان لوگون کے جنکی برائی اس آیت مین ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ الآیۃ اور عذاب موعود آیہ کریمہ کا مستحق ہوتا ہے اور مین کہتا ہون کہ شفعہ مشروع ہوا ہے واسطے دفع کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص
ہے جس سے ہمسایہ کے لوگ ایذا پاتے ہین تو اسقاط شفعہ حلال نہین ہی اور اگر مشتری مرد نیک ہی ہمسایہ اُس سے نفع اُٹھاتے ہین لیکن ناحق شفیع اُسکا
رہنا نہین چاہتا تو اُسوقت مین حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل ص اگر شفیع نے طلب مواثبۃ نہ کی یا طلب اشہاد نہ کی یا بعد بیع[2] کے
شفعہ اپنا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع[3] نے صلح کر لی اپنی حق شفعہ کے بدلے مین کسی عوض پر تو ان سب
صورتون مین شفعہ باطل ہو جاویگا اور صورت اخیرہ مین شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسی طرح اگر شفیع مرجاوے تب بھی شفعہ باطل ہو گا

[1] ضمان ثمن در صورت استحقاق ۱۲ منہ [2] اور جو قبل بیع کے تسلیم کردیگا تو شفعہ ساقط نہوگا ۱۲ [3] یعنی طلب شفعہ ۱۲

اور اُسکے ورثہ کو نہ پہونچے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک ورثہ کو حق شفعہ پہونچے گا **ف** یہ جب ہے کہ شفیع قبل قضائے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو ورثہ کو شفعہ ملے گا کذا فی الاصل **ص** اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہوگا **ف** بلکہ اُسکے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاویگا **ص** اگر شفیع قبل اسبات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اس جائداد کو اپنی بیچ ڈالے جسکے سبب سے اسکو استحقاق شفعہ کا حاصل ہے تب بھی شفعہ اُسکا باطل ہو جاویگا **ف** الا جبکہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے **ص** اگر شفیع کو خبر پہونچی کہ مکان زید خریدتا ہے اور اُسنے شفعہ چھوڑ دیا بعد اُسکے معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپے کو فروخت ہوا تو اُسنے شفعہ چھوڑ دیا پھر یہ کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے مین بکا کہ قیمت اُسکی ہزار یا زیادہ ہے تو شفیع کو پھر دعوی شفعہ پہونچے گا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے مین بکا جسکی قیمت ہزار روپے یا زیادہ ہے تو شفعہ نہ پہونچے گا **ف** اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیا دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہے بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب مین اگر اُسکی قیمت ہزار روپے ہے تو شفیع کو ہزار روپے دینا ہوگا اور ہزار روپے پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہے اور اگر زیادہ ہے تو بطریق اولی شفعہ نہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر چند شخصون نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصہ لے سکتا ہے اور جو چند شخصون نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصہ نہین لے سکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین سے نصف زمین بیچ ڈالی پھر اُسکو تقسیم کیا یعنے اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علیحدہ کیا تو شفیع اُس نصف کو لے سکتا ہے **مسائل ملحقہ** ابراء عام سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے قضاءً نہ دیانۃً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہووے اگر دار مبیعہ کی ملک کا بھی دعوی ہے اور شفعہ کا بھی تو یون دعوی کرے کہ مین اس گھر کی ملک کا دعوی کرتا ہون اگر یہ گھر مجھے پہونچا تو بہتر ہے ورنہ مین شفعہ کے دعوی پر ہون جس لڑکے کا کوئی ولی نہین ہے تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اگر قاضی اُسکی طرف سے کوئی کار پرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے در مختار

ص کتاب القسمۃ

قسمت کہتے ہین ایک حصہ شائع **ف** یعنے پھیلے ہوے **ص** کو جدا کر دینا اور معین کر دینا **ف** اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شرکا کا یا بعض کا منفعت کو اپنی ملک سے تو اگر شریکونکی طلب نپائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین اور شرط قسمت یہ ہے کہ منفعت فوت نہو جاوے تو دیوار اور حمام اور مانند اسکے قسمت نہ کیے جاوینگے در مختار **ص** جو چیز مثلی ہے تو اُسکی قسمت مین افراز یعنے اپنے حق کا جدا کر لینا غالب ہے اور جو غیر مثلی ہے تو اُسمین مبادلہ غالب ہے **ف** مثلی جیسے گیہون چانول جو وغیرہ مین افراز اسلیے غالب ہے کہ اُسکے اجزا اور ابعاض مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلاً گیہون ڈھیر مین سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اُسکے مثل ہے ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہے اور غیر مثلی مین جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین مین مبادلہ غالب ہوا اسلیے کہ انمین تفاوت بہت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اُسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین کیونکہ دونون حصونمین بالیقین مماثلت اور مساوات نہین ہے **ص** تو ہر شریک حصہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت مین مثلی مین لے سکتا ہے نہ غیر مثلی مین **ف** اسلیے کہ مثلی مین تفاوت نہین ہے برخلاف غیر مثلی کے در مختار **ص** اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر بھی جبر کیا جاویگا متحد الجنس مین **ف** یہ جواب ہے ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی مین پھر کیا وجہ ہے کہ متحد الجنس غیر مثلی مین جبر کیا جاتا ہے قسمت پر باوجود اسبات کے کہ مبادلہ مال پر جبر نہین کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہے لیکن اسمین معنی افراز کے پائے جاتے ہین اور شریک چاہتا ہے کہ اپنے حصہ سے نفع اٹھاوے اسوجہ سے اسمین جبر جاری ہوا علاوہ اسکے کبھی مبادلہ مین بھی جبر ہوتا ہے جب اُس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے ادائے دین مین کذا فی الاصل **ص** اور قسمت کرنیوالا[1] وہ ہو جو بیت المال سے اجرت دیا جاتا ہو تا لوگون کے مال بغیر اجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اولی ہے اور جو اجرت پر مقرر کیا جاوے

[1] یعنے قاسم ۱۲

تب بھی صحیح ہے اور اجرت سب شریکون پر برابر ہوگی ف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جسکا حصہ زیادہ ہو وہ زیادہ اجرت دیوے
اور جسکا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اجرت محنت ہی ملک کی امام صاحبؒ یہ کہتے ہین کہ اجرت بعوض ممیز کر دینے کے ہر ایک حصہ کو دوسرے حصے سے اور اسمین تفاوت
نہین قلیل اور کثیر مین بلکہ کبھی قلیل مین مشکل ہوتا ہی اور کثیر مین آسان اور کبھی اسکا الٹا ہوتا ہی تو اسکا اعتبار متعذر ہوا پس سب شریکون پر اجرت برابر ہوگی باعتبار اصل
تمیز کے کذا فی الاصل اور اجرت ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چرانے اور لادنے والے کی اور محافظت کرنیوالے کی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے
بقدر حصونکے ہوگی درمختار ص واجب ہے کہ قاسم عادل ہو اور علم قسمت کو خوب جانتا ہووے ف اور عادل امانت دار ہووے درمختار ص اور حاکم
یہ نکرے کہ قسمت کے لیے خاص ایک شخص کو مقرر کر دے ف اسطرح پر کہ وہی شخص اجرت لیکر تقسیم کیا کرے کیونکہ وہ اجرت گران لیگا اور لوگونکو بوجہ مجبوری کے
دینا پڑیگی ص اور نہ یہ کہ اجرت قسمت کی سب قاسمونمین شرکت ہوا کرے ف ورنہ وہ آپس مین اتفاق کرکے اجرت گران لینگے ص قسمت صحیح ہی سب شریکون کی
رضامندی سے مگر جب انمین کوئی شریک صغیر سن ہو ف یا مجنون ہو جسکا کوئی نائب نہین ہے یا کوئی شریک غائب ہووے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہین ہے کہ ان
قسمت لازم نہوگی درمختار ص بلکہ اسوقت اجازت قاضی کی ف یا غائب یا صبی کی بعد بلوغ کے یا اسکے ولی کی درمختار ص اور ہو ف یہ جب ہے
کہ شرکا وارث ہون اور جو مشتری ہون تو قسمت باطل ہی اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہو جاوے جب تک وہ صبی بالغ ہوکر یا اسکا ولی اجازت نہ دیوے
یا غائب حاضر ہوکے درمختار ص اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا شرکا دعوی کرتے ہین یا اسکی شرا کا یا مطلق ملک کا اسیطرح غیر منقول
اگر اسکی شرا یا ملک کا دعوی کرتے ہون اور جو اسکی میراث کا دعوی کرتے ہون تو وہ تقسیم نہ کیا جاویگا امام صاحبؒ کے نزدیک یہانتک کہ گواہ لادین
موت پر مورث کی اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبینؒ کے نزدیک تقسیم کر دیا جاویگا مثل اور صورتون کے اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ عقار
انکے قبضے مین ہی جبتک وہ اپنی ملک پر گواہ نہ لاوین باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور انھون نے
مورث کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے اور ایک عقار ان دونون کے قبضے مین ہی اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہی یا غائب ہی تو
عقار کو تقسیم کرکے قاضی ایک شخص کو مقرر کر دیگا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کر لیوے اور جو ایک وارث حاضر ہوا اور اسنے گواہ قائم کیے موت مورث
پر اور شمار ورثہ پر یا کئی شخصون نے ایک چیز ملکر خریدی اب ایک خریدار غائب ہے اور باقی شریک حاضر ہین یا کل یا بعض عقار اس طفل نابالغ یا غائب کے
قبضے مین ہووے تو قسمت نکیجاویگی مال مشترک قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ
زیادہ ہی اور دوسرے کا اسقدر قلیل ہے کہ وہ اس سے نفع نہین اٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہوگی اور حصہ قلیل والے کی
طلب سے قسمت نکیجاویگی ف اسلیے کہ صاحب حصہ قلیل کو قسمت مین کچھ نفع نہین تو نقصان پہونچانیوالا ہے طلب قسمت مین اور بعضون نے
برعکس کہا ہی یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف نقصان چاہتا ہی صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو
قسمت کیجاویگی اسلیے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہی اور بعضون نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی کذا فی الاصل درمختار مین ہے
کہ اسی قول پر فتوی ہے نقلا عن الخزانۃ ص اگر قسمت کرنے سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہووے تو قسمت نہوگی جب تک سب شریک
طلب نکرین تقسیم کو اور قسمت کیجاوے ان اسباب اور عروض کی جنکی جنس متحد ہے ف مثلا صرف بکریان ہووین یا صرف اونٹ ہووین
یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہووے ص اور جو مال مشترک دو جنس کے ہون ف یا کئی جنس کے جیسے بکریان اور اونٹ یا اور اسباب مختلف
جنس کے ص یا غلام لونڈی ہون یا جواہرات ہون یا حمام ہو ف یا کنوان یا چکی یا کتاب ہین درمختار ص تو قاضی قسمت نہین کر سکتا مگر جب
سب شریک راضی ہوجاوین تقسیم پر ف اور صاحبینؒ کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شرکا کی طلب سے بھی تقسیم کر دیے جاوین جیسے اونٹ وغیرہ

امام صاحبؒ یہ کہتے ہین کہ آدمی آدمی مین بہت تفاوت فاحش ہوتا ہی تو مثل اجناس مختلفہ کے ہوی اور جواہر مین بعضونکے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت
نہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہین کہ جواہرات اگرچہ متحد الجنس ہووین جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجہا متفاوت اور کم وبیش ہوتی ہی تو مساوات
قیمت اسمین ممکن نہین ہے اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ کتابین تقسیم نہ کیجاوین گی وارثونمین لیکن ہر وارث اس سے نفع حاصل کرے باری باری اور
قسمت کتابون کی اوراق کے شمار سے نہوگی اسیطرح جلد جلد سے اگر ایک کتاب کئی جلدمین ہووے اور اگر وہ شریک باہم راضی ہوجاوین
اس بات پر کہ کتابونکی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ کتابین لیوی قیمت کے حساب سے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین درمختار ص کئی گھر مشترک
ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک ہی یا ایک گھر اور ایک دوکان مشترک ہی تو ہر ایک کی قسمت جدا جدا ہوگی ف یعنے یہ نہوگا کہ ایک شریک کو گھر
دیدیا جاوے اور دوسریکو زمین یا دکان یا دوسرا گھر دیدیا جاوے بلکہ ہر ایک مین علحدہ علحدہ قسمت کیجاویگی اگرچہ سب گھر ایک شہر مین ہووین۔
امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر مین ہین اور جو دو شہرون مین ہین تو بالاتفاق قسمت ہر ایک
کی علحدہ علحدہ کیجاوے گی کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنیوالا شئ مقسوم کا نقشہ کھینچے ف قاضی کے دکھانیکے لیئے درمختار ص اور مقسوم
کو قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ کرے ف اسطرح پر کہ اقل سہام کو دیکھ کر اُسکے مخرج پر مقسوم کے حصے کر لیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہی تو شئ مقسوم
کے تین حصے کرے اور جو سدس ہے تو چھ حصے کرے علی ہذا القیاس ص اور گزون سے اُسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت مقرر کرے اور ہر حصے
کی آمد کی راہ اور پانی جدا کر دیوے اور حصونکا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے تو جسکا نام پہلے نکلے اُسکو پہلا حصہ دیوے اور جسکا نام دوسری
بار مین نکلے اُسکو دوسرا حصہ دیوے ف یعنے قاسم اُس کاغذ پر گزون کو لکھکر جدول قلم سے ہر ذراع فی ذراع کو بہ شکل خشت خام کے بناوے
اور مکان اور سایبانون کو اُنہی گزون سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگا لیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب
غربی سے مثلاً شروع کرے تو اول حصہ کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اُسکے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسی طرح جتنے حصے ہون اخیر تک بعد اُسکے شرکا
کے نام قرعہ پر یا کسی اور چیز پر لکھکر پہلے جسکا نام نکلے اُسکو ابتدا کی جانب سے جو حصے پہونچتے ہون دیدیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے
حصے برابر ہون یا کم وبیش انتہی کذا فی الاصل ص اور نقد روپیہ گھر اور زمین کی قسمت مین داخل نہ کیے جاوین گے مگر شرکا کی رضامندی سے
ف تو اگر زمین مین عمارت بھی ہو تو اُسکی قسمت قیمت سے ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ زمین برابر برابر
تقسیم کر کے جسکے حصے مین عمارت آوے وہ دوسرے کو موافق قیمت عمارت کے روپے پھیر دیوے تا حصہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے
روپے داخل کئے جاوینگے قسمت مین اور امام محمدؒ سے مروی ہی کہ جسکے حصے مین عمارت ہو وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر
اوس سے بھی پورا ہو تو کچھ روپے دیدیوے اسلیے کہ ضرورت اسیقدر مین ہے کذا فی الاصل ص اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہوگئی اب ایک
شریک کی مہری یا راہ دوسرے شریک کے حصے مین سے ہے اور اُسکی شرط قسمت کے وقت نہین ہوئی تھی تو راہ اور مہری اُسکی بدل دینگے
اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کر کے اسطرح تقسیم کرینگے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد ورفت کی راہ جدا ہووے اگر ایک مکان اوپر اور نیچے کا
مشترک ہی اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مشترک اور ایک اوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہی اور نیچے کا مشترک
تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کر کے بلحاظ قیمت تقسیم کیے جاوین امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ف اور امام ابو حنیفہؒ کے
نزدیک گزون سے ناپ کر تقسیم کر دینگے اسطرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کی مقابل مین دو گز اوپر کے مکان سے دینگے اور امام ابو یوسفؒ کے
نزدیک بھی گزون سے تقسیم ہوگا لیکن اوپر اور نیچے کا مکان برابر رہے گا کذا فی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنا حصہ پانے کا

اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اسکی تصدیق نہو گی مگر گواہون سے ف اسلیئے کہ وہ چاہتا ہے فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہون سے اور ہدایہ مین ہے کہ دعوی اسکا مقبول نہونا چاہیے بسبب تناقض کے[1] اور مبسوط اور فتاوی قاضیخان مین بھی اسی کی تائید ہے اور روایت متن کی یہ دلیل ہے کہ اس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے اپنے حق پانیکا اقرار کرلیا پھر جب اسنے خوب سوچا تو اسکے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاویگا وقت ظاہر ہونے حق کے کذا فی الاصل مین کہتا ہون کہ اگرچہ یہان اسکے دعوی مین تناقض ہے لیکن تناقض محل خفا مین عفو ہے جیساکہ اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ مین مصرح ہے ص اگر دو شخص قاسم تھے تو انکی شہادت جائز ہے پر جب وہ انکار کرے اپنے حصے پانیکا مقبول ہے ف شیخین کے نزدیک اور محمد اور شافعی کے نزدیک مقبول نہین ہے اسلیئے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر ہے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ نہین اپنے فعل پر شہادت نہین ہے بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اسبات کی کہ مین نے اپنا حصہ سب پا لیا ص اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ مین نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اسمین سے کچھ لے لیا تو اس شریک کو حلف دلاوینگے اور جو قبل اقرار استیفاء حق کے اسنے یہ کہا کہ مجھکو اسقدر حصہ پہونچا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا نہ دیا تو دونون قسم کھاوین اور قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک راہ کی عرض مین اختلاف کرین تو راہ کا عرض موافق دروازہ مکان کے عرض کی کر دیا جاوے اور طول اسکا بقدر طول دروازے کے اور زمین مین بقدر چلنے بیل کے اور جو شریکون نے شرط کر لی کہ مقدار راہ کی متفاوت رہے تو جائز ہے درمختار ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصہ مین سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہین بلکہ وہ شریک موافق اس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لے لیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین مین کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاویگی ف اور اصل کتاب مین اسمقام پر تفصیل کی ہے اگر کسی کا جی چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہے باری باری نفع لینا شی مشترک سے جسکو مہایاۃ کہتے ہین مثلاً ایک دار مشترک مین ایکطرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا یہ اوپر کے مکان مین رہے اور دوسرا نیچے کے مکان مین رہے یا ایک غلام مشترک سے ایکدن یہ کام لیا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر مین ایک دن یہ رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہون ایک سے ایک کام لیا کرے دوسرا دوسرے سے ف مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہو گیا پھر میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کر ڈالینگے مگر جب سب وارث ملکر قرض کو ادا کر دین یا قرض خواہ اپنا قرضہ سب وارثونکے ذمے سے معاف کر دیوین یا اور ترکہ اسقدر باقی ہو جو قرضے کو کافی ہو اگر بعد قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دعوی دین کیا تو مسموع ہے نہ دعوی عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے مین درخت کی ملک کا مدعی ہوا تو باطل ہے اگر ایک شریک کے حصے کا درخت اسکی شاخین دوسرے شریک کے حصہ مین لٹکتی ہین تو اسکو جبر اس درخت کے کاٹنے پر نہین پہونچتا اگر زمین مشترک مین احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی تو اسکے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین قسمت کر دین گے اگر جسنے عمارت بنائی اسی کے حصے مین آگئی تو بہتر ہے ورنہ اسکو منہدم کر دین گے اور یہی حکم درخت کا ہے البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ گراوینگے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کر لین تو درست ہے جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اسمین ملک قابض کی آجاویگی اور جو اسمین تصرف کریگا وہ نافذ ہوگا مثل مقبوض بہ شراء فاسد کے اگر مکان مشترک گر گیا اور ایک شریک اسکی تعمیر نہین کرتا تو قسمت کر دیوین اور جو قسمت نہو سکے تو ایک شریک اسکو بنا کر کرایہ پر چلاوے اور دام اپنے وصول کر لیوے اگر قاضی کے حکم سے بناوے ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو کے لیوے انسانکو اپنی ملک مین تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اس سے ضرر پہونچے درست ہے اسی پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا نہین درست ہے اور اسی پر فتوی ہے درمختار

ص کتاب المزارعۃ

[1] اس لیئے کہ پہلے اقرار کیا کہ مین اپنا پورا حصہ لے چکا پھر کہتا ہے کہ کچھ حصہ میرا باقی ہے ۱۲

شرع مین مزارعت عبارت ہی اُس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بقدر بعض خارج **ف** یعنے تہائی یا چوتھائی اناج جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اُسمین زراعت کرے جو کچھ پیدا ہووے اُسکی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہی ارکان اس مزارعت کے چار ہین ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل درمختار **ص** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہین ہی اسلیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا مخابرۃ سے **ف** روایت کیا اسکو مسلمؒ نے جابرؓ سے اور مخابرۃ لغت مین اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہین اور ایک روایت میز مسلم کی صاف مزارعت کا لفظ موجود ہے **ص** اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہے بعض پر اُس چیز کے جو اجیر کے عمل سے نکلتی ہی تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ منع ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے **ف** اسلیے کہ لوگ اُسپر عمل کرتے چلے آئے ہین اور حاجت ہے طرف اُسکے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا اہل خیبر سے اوپر نصف خارج کے خواہ پھل ہون یا اناج ہو روایت کیا اسکو ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ بخاری مسلم نے ابن عمرؓ سے ہدایہ مین اسکا جواب دیا ہے کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے بالجملہ دلیل امام اعظمؒ کے ظاہر حدیث سے قوی ہے اور عمل کرنا مذہب صاحبینؒ پر بہ نظر ضرورت اور احتیاج کے ہے **ص** لیکن مزارعت کے صحیح ہونے کے لیے کئی شرطین ہین پہلی شرط یہ ہے کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہے کہ عاقدین اہل ہون **ف** یعنے عاقل ہون تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہین ہے لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہی طحطاوی **ص** تیسری شرط یہ ہی کہ مدت مذکور ہو **ف** موافق دستور کے اور درمختار مین ہے کہ ہمارے زمانے مین ذکر مدت ضرور نہین اور اسی پر فتوی ہی **ص** چوتھی شرط یہ ہی کہ تخم دینے والے کو معین کر دینا **ف** یعنے بیج بونے کے لیے کون دیوے جسکی زمین ہی وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہی وہ دیوے اُسکی تعیین ضرور ہے اور بعضون کے نزدیک موافق عرف کے عمل ضرور ہے درمختار **ص** پانچوین شرط یہ ہے کہ جو چیز بوئی جاوے اُسکی جنس مذکور ہو **ف** یعنی باجرا یا جوار یا گیہون **ص** چھٹی شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے **ف** یعنے جسکا بیج نہین ہے اُسکا حصہ مقرر کر دینا ضرور ہے **ص** ساتوین شرط یہ ہے کہ زمین محنت کرنے والے کی بالکل سپرد کر دی جاوے **ف** تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ مین نے تجکو تسلیم کر دی کذا فی الطحطاوی **ص** آٹھوین شرط یہ ہی کہ جو غلہ پیدا ہووے اسمین دونون کی شرکت ہووے تو مزارعت باطل ہو گی اگر احد العاقدین کے واسطے من یا دو من غلہ معین کر دیا گیا ہووے **ف** یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے کہ دس من غلہ فلان کو ملے گا بعد اُسکے نصفا نصف یا اثلاثا تقسیم کرینگے مزارعت اس صورت مین اسلیے باطل ہی کہ احتمال ہے کہ سوائے دس من غلے کے اور کچھ پیدا نہووے تو مشارکت منقطع ہو جاوے گی پس ضرور ہے کہ جسقدر نکلے دونون مین مشترک رہے **ص** یا ایک مقام خاص مین جو غلہ نکلے وہ ایک کے لیے معین کر دیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے پہلے دیدیا جاوے پھر باقی تقسیم ہووے **ف** ان سب صورتون مین مزارعت باطل ہے اسلیے کہ شاید اسی مقام خاص مین غلہ نکلے اور کہین نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جسقدر خراج معین ہے اُسی قدر غلہ نکلے زیادہ نہ پیدا ہووے پس مشارکت نرہے گی اور اگر خراج مقاسمہ ہو یعنے جو بقدر ثلث یا خمس خارج ہوتا ہے ہووے تو عقد مزارعت باطل ہو گی جیسے عُشر کی پہلے دیدینے کی شرط ہووے اسلیے کہ اسمین شرکت منقطع نہین ہوتی بلکہ جسقدر پیدا ہو گا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اُسکا ربع یا خمس جو خراج مقاسمہ مین ہووے ادا کرکے باقی بطور شرط کے تقسیم کرینگے کذا فی الاصل **ص** یا بھوسا ایک کا ہووے اور دانہ دوسرے کا **ف** اسلیے کہ شرکت اس صورت مین منقطع ہو جاتی ہے اسمین جو مقصود زراعت سے یعنے اناج کذا فی الاصل **ص** یا دانہ نصفا نصف ہووے اور بھوسا اُسکا جو صاحب تخم نہین ہی **ف** اسلیے کہ یہ شرط خلاف ہی مقتضائے عقد کے کیونکہ بھوسی کا مستحق وہی ہی

له واسطے ہونے اہل معاملہ کے شرط ہے مثلا ہی بالدون ۱۲

جسنے بیج بوئی ہین ص یا بھوسا نصفا نصف ہوا ور دانہ ایک کا ہووے ف اسلیے کہ مقصود مین شرکت منقطع ہو جاتی ہی ص اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہوا ور بھوسا تخم والے کو ملے یا بھوسے کا بالکل ذکر ہی نہ کیا تو درست ہی ف اسلیے کہ اول صورت مین شرط موافق مقتضاء عقد کے ہی کیونکہ بھوسا اُسی کے ملک کی افزایش ہی جسکا تخم ہی اور دوسری صورت مین مقصود یعنی اناج مین شرکت حاصل ہی تو اسصورت مین کل بھوسا صاحب تخم کو ملے گا اور بعضونکے نزدیک مشترک رہیگا و انکی متابعت سے کذا فی الاصل ص اسطرح مزارعت درست ہے اگر تخم اور زمین ایک کی ہی اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم ایک کا اور باطل ہے اگر زمین و بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین و محنت ایک کی ہو یا زمین و عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین و محنت ایک کی ہووے ف کل صورتین یہان سات ہین جسمین سے تین درست ہین اور چار نادرست جیسا کہ مذکور ہوا اور تفصیل اور دلیل سب کی اصل مین مذکور ہی ص جب عقد مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور جو کچھ پیدا نہووے تو محنت کرنیوالیکو کچھ نہ ملیگا اور جبر کیا جاویگا عقد مزارعت پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اُسپر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب تخم پر جبر نہوگا بیج ڈالنے کے پہلے ف اور بعد بیج ڈالنے کے اُسپر بھی جبر ہوگا در مختار ص اور جس صورت مین عقد مزارعت فاسد ہو جاوے تو پیداوار سب اُسکو ملیگی جسکا تخم ہے اور دوسرے کو اگر اُسکی زمین ہی تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہی تو محنت کی اجرت ملیگی لیکن جسقدر شرط ہوا تھا اُس سے زیادہ نہ ملیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک جہانتک پہونچے اجرت مثل دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھجاوے ف اور جو مزارعت فاسدہ مین کچھ پیدا نہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے تو زمین اور بیل کی اجرت اُسپر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اجرت مثل عامل کی دینا ہوگی در مختار ص اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنیوالا زمین کو جوت چکا ہی تو قاضی کے حکم سے اُسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃً یعنے فیما بینہ وبین اللہ اُسکو راضی کرنا چاہیے ف تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب اُسکے فریب دینے کے کذا فی در المختار ص اور باطل ہو جاتی ہی مزارعت احد المتعاقدین کے مرجانے سے اور فسخ کیجاتی ہی اگر دین کے سبب سے اُس زمین کی بیع ضرور ہو جاوے ف یہ جب ہی کہ کھیتی پیدا نہوئی ہو لیکن دیانۃً واجب ہے اگر عامل عمل کر چکا ہو تو اُسکو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اُگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو تو زمین کی بیع نہوگی اسلیے کہ مزارع کا حق اُس سے متعلق ہے کذا فی الاصل ص اور جو مدت مزارعت کی گذر گئی اور کھیت پختہ نہین ہوا تو مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت مثل زمین کی واجب ہے اور اور اخراجات اُسکے دونون پر ہونگے بقدر حصون کے جیسے اجرت کھیت کاٹنے اور اُٹھانے اور روندنے اور غلے کو بھوسے سے صاف کرنے کی دونون پر بقدر حصونکے ہوگی اور جو اُسکی شرط محنت کرنیوالے پر ہو تو مزارعت فاسد ہو جاویگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہی اور عامل کو یہ کام کرنا پڑینگے بسبب رواج کی تو حاصل اسمقام کا یہ ہی کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہی تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد اُسکے ہی وہ دونون پر ہے موافق حصون کے

ص کتاب المساقاۃ

مساقات کہتے ہین اشجار دینے کو اسلیے کہ دوسرا شخص اُسکو پرورش کرے بعوض ایک حصے کے اُسکے پھلون مین سے اور مساقات مثل مزارعت کے ہی حکم مین ف یعنے مساقات صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی ص اور اختلاف مین ف یعنے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہی اور دلائل ہر ایک کے وہی ہین جو کتاب المزارعۃ مین گذر چکے ص اور شرطون مین ف یعنے جو شرطین مزارعت کی تھین وہی شرطین مساقات کی ہین جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور عامل کا حصہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہین مساقات مین اور امام شافعیؒ کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت ضمن مین مساقات کے درست ہے اسلیے کہ اصل ان عقود مین مضاربت ہے اور مساقات بہت مشابہ ہی مضاربت سے اس امر مین کہ دونون مین نفع مین شرکت ہے اور مزارعت مین صرف نفع مین شرکت جائز نہین یعنی اُس اناج مین جو تخم پر زائد ہووے بلکہ کل مین شرکت چاہیے

کذا فی الاصل ص مگر مدت کا ذکر مساقات مین ضرور نہین تو اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی ف از روے استحسان کے اسلیے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے کذا فی الاصل ص اور اول بار کے پھلون پر واقع ہوگی اور رطبہ مین جبتک اسکا بیج نہ پکے ف رطبہ کو فارسی مین سپست ترکتے ہین اور وہ ایک گھانس ہے کہ جانورونکو کھلایا کرتے ہین تو جب کسی نے رطبہ کو بطور مساقات کے دیا تو بیان مدت شرط نہین ہے پس جب تک نہ پکیگی کہ بیج اُسکا نہ پکے اسواسطے کہ اُسکے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہی شجر مین مین کہتا ہون کہ اکثر اسمین تخم غیر مقصود ہوتا ہی بلکہ ہر سال مین چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہی اور اگر تخم مقصود ہو تو ایکدفعہ کاٹ کے چھوڑ دیجاتی ہی تخم کے پکنے تک پس جہان تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیے کہ ایکسال تک مساقات رہی کذا فی الاصل ص اگر مساقات مین اتنی مدت بیان کی جسمین پھل نہین پکتا تو فاسد ہوگی اور جو اسقدر مدت بیان کی کہ اُسمین کبھی پک جاتا ہی اور کبھی نہین پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اس میعاد مین پک گیا تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہی مساقات انگور اور درخت اور ترکاریون و بینگن کی جڑون اور کھجور مین اگرچہ اسمین پھل موجود ہون لیکن پکے نہون تو اگر پکے ہوے پھل ہون تو پھر مساقات صحیح نہوگی بسبب حاجت نہونیکے جیسے مزارعت طیار کھیتی مین صحیح نہین ہے تو اگر احد المتعاقدین مرجاوے یا مدت مساقات کی گذر جاوے اور پھل کچے ہون تو عامل یا وارث اُسکے کام کیے جاوین اگرچہ زمین کا مالک یا اُسکے ورثہ خوش نہون اور مساقات نہین فسخ ہوگی مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہونے سے کہ اُسکیطرف سے خوف ہو پھل اور شاخونکا اور خالی جنگل کا دیدینا کسیکو ایک مدت معین کر کے تاکہ وہ اُسمین درخت لگاوے پھر زمین اور درخت دونون مین نصفا نصف ہوجاوے درست نہین ہی بلکہ درخت اور اُسکے پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت ملیگی ف یعنے جو درخت کی قیمت گاڑنیکے دن تھی حیلہ اسکے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختون کو بعوض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصے مین وہ محنت کر کے درخت طیار کر دیوے واللہ اعلم

ص کتاب الذبائح

ف ذبائح جمع ہی ذبیحہ کی ذبیحہ اُس حیوان کا نام ہی جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہی اور ذبح بالفتح تو عبارت ہی قطع عروق سے در مختار ص حرام ہی وہ ذبیحہ جسکی ذکات[1] نہ کیجاوے ف ذکات کا بیان آگے آتا ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے الا ما ذکیتم یعنے حرام ہین اوپر تمھارے میتہ اور دم یہانتک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی اُسکی اور ذبیحہ سے مراد وہ حیوان ہی جو قابل ذبح کے ہی تو اُسسے مچھلی اور ٹڈی نکلگئی اسواسطے کہ اُنکی شان سے ذبح نہین ہے اور اسی سے معلوم ہوگئی حرمت اُس جانور کی جو اونچے سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو ٹکڑا زندہ جانور سے قطع کر لیا گیا کذا فی الاصل خصوصاً و زیادۃ ص ذکاۃ دو قسم کی ہی ایک ذکاۃ ضروری وہ زخم پہونچانا کسی مقام پر بدن سے ہی اور ایک ذکات اختیاری وہ ذبح کرنا ہی درمیان حلق اور لبہ کے ف لبہ بفتح لام او تشدید با عبارت ہی منحر سے اور منحر موضع ہے نحر[2] کا سینے سے کذا فی الاصل یعنے سر سینہ جہان سے شروع ہوا ہی وہان سے لیکر جڑون تک ذکات اختیاری کا مقام ہی دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان مین لبہ اور جڑون کے ہی کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہے اس لفظ سے ص اور ذبح کی رگین جنکا قطع ذبح مین ضرور ہی چار ہین پہلی حلقوم یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہی دوسری مری بروزن امیر نام اس رگ کا ہی جس سے کھانا پانی جاتا ہی تیسری اور چوتھی دو شہ رگین کہ انمین خون پھرتا ہی اور اُنکو عربی مین ودجین کہتے ہین ف یہ دونو رگین بیچ مین حلقوم اور مری کے واقع ہین ص تو جائز نہین ہی ذبح فوق العقدہ[3] یعنے اوپر گرہ کے ف اور بعض کے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ذکات درمیان مین لبہ اور جڑون کے ہی کذا فی الاصل در مختار مین اسی قول کو صحیح رکھا ہی ص اور حلال ہو جاوے گا

---

[1] یعنے ذبح نہ کیا جاوے ۱۲ [2] نحر یعنے ذبح شتر ۱۲ [3] فوق العقدہ یعنے ٹینٹوا ۱۲

ذبیحہ اگر ان چارون رگون مین سے تین رگین بھی کٹ جاوین **ف** اسواسطے کہ تین اکثر ہین اور اکثر کو حکم کل کا ہی یہی قول ہی امام ابو یوسف رح اور امام ابو حنیفہ رح کا
اور امام محمد رح کے نزدیک ہر رگ کا اکثر قطع ہونا ضرور ہی ہدایہ **ص** صحیح ہی ذبح ہر ایک دھار دار تیز چیز سے جو ان چارون رگونکو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ
نرکل کا پوست یا پتھر تیز دھار دار ہووے **ف** اسواسطے کہ روایت کی بخاری رح و مسلم رح نے رافع بن خدیج سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز بہادے خون کو
اور ذکر کیا جاوے اسپر نام اللہ تعالی کا تو کھاؤ اسکو سوا دانت اور ناخون کے لیکن دانت تو ہڈی ہے اور لیکن ناخون سو چھریان حبشیونکی ہین اور روایت کی بخاری رح نے کعب
بن مالک سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپنے حکم کیا اسکے کھانیکا **ص** مگر دانت سے اور ناخون سے
جب بدن مین جمے ہوے ہون **ف** لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہون بدن سے تو انسے ذبح حلال ہی ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہی اور شافعی رح کے نزدیک حرام ہی
اور ذبیحہ مردار ہی اسلیے کہ رافع بن خدیج کی حدیث مین جو اوپر گذری حضرت نے استثنا کر دیا دانت اور ناخون کا اور فرمایا آپنے کہ وہ چھریان ہین حبشیونکی اور
جواب ہمارا اس حدیث سے بچند وجوہ ہی پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہی اور ذبح دانت اور ناخون سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہی دوسری یہ کہ مراد اس حدیث مین
دانت اور ناخون سے وہی دانت اور ناخون ہین جو انسان کے بدن مین جمے ہوے ہون اسلیے کہ حبشیونکی یہی عادت تھی کہ ناخون بڑہایا کرتے تھے اور اسی سے ذبح
کیا کرتے تھے کذا فی الاصل اور جب ناخون اور دانت جدا ہو گیا تو اب حکم اسکا مثل اور آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہی تیسری یہ کہ روایت ابو داؤد اور
نسائی مین موجود ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ بہا تو خون جس چیز سے چاہے تو اور ذکر کر تو نام اللہ تعالی کا اور اسمین استثنا نہین دانت اور ناخون کا تو یہ حدیث عام ہی
اور عام معارض ہی خاص کے واللہ اعلم **ص** اور مستحب ہے کہ چھری تیز کر رکھے قبل جانور کے لٹانیکے **ف** اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے شداد بن اوس سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی نے ضرور کیا احسان ہر چیز پر سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیے کہ
تیز کرے ایک تم مین سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحہ کو **ص** اور بعد لٹانیکے چھری تیز کرنا مکروہ ہی **ف** اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے ابن عباس سے کہ
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوے ہی بکری کو اور تیز کر رہا ہی چھری کو تو فرمایا آپنے کہ تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیون
نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانیکے **ص** جیسے اسکا پاؤن پکڑ کر کھینچنا مذبح کیطرف مکروہ ہی اسی طرح مکروہ ہی ذبح کرنا گردن کے پیچھے سے **ف** لیکن وہ حلال ہی
ہمارے اور شافعی رح کے نزدیک اگر رگون مذکورہ کے کٹنے تک وہ زندہ رہا اور جو قبل اسکے مر جاوے تو حرام ہی اسواسطے کہ بدون ذبح کے مر گئی اور امام مالک رح اور
احمد رح کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہی **ص** اور اسی طرح سخت ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونیکے **ف** کلیہ یہ ہے
کہ جسمین عذاب دینا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہو وہ سب مکروہ ہی درمختار **ص** اور شرط ہی کہ ذبح کرنیوالا مسلمان ہو یا اہل کتاب مین سے ہووے **ف** اسواسطے
کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنی ذبیحہ ان لوگونکا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاری حلال ہی واسطے تمہارے اسواسطے
کہ وہ نام اللہ تعالی کا لیتے ہین وقت ذبح کے کذا فی الاصل اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عزیر یا عیسی مسیح علیہما السلام کا نام لیوین تو ذبیحہ
حرام ہو جاویگا جیسے مسلمان اگر ذبح کیوقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیکے ذبح کرے کفایہ جاننا چاہیے کہ مراد طعام سے اس آیت مین ذبیحہ ہی نہ اناج وغیرہ
اسلیے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی بیکار ہوئی جاتی ہی کیونکہ اناج وغیرہ مشرکین سے بھی لینا درست ہی **ص** اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنیوالا
اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے تو درست ہے ذبیحہ اس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے ہون **ف** اور جو صبی یا مجنون ایسا ہو کہ بسم اللہ
کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اسکا ذبیحہ درست نہین ہی **ص** اور درست ہی ذبیحہ جسکا ختنہ نہوا ہووے اور گونگے کا **ف** اسلیے کہ گونگا اللہ تعالی کے
نام لینے سے معذور ہی تو وہ مثل ناسی کے ہوا **ص** اور نہین حلال ہی ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا **ف** اسواسطے کہ مسند عبد الرزاق مین حسن بن محمد بن علی سے
مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان [illegible] نہ نکاح کرنیوالی ہوا نکی عورتون سے اور نہ کھانیوالے ہو ذبیحے انکے **ص** اور مرتد کا اور

جو عمدًا اور قصدًا وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اگر مسلمان قصدًا ذبح کے وقت تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا اسلیے
کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی نہ کھاؤ تم اس جانور کو جسپر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی زرین نے ابن عباسؓ سے کہ جو شخص
بھول جاوے بسم اللہ کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہین اور جو عمدًا ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاویگا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث مین عدی بن
حاتم کے کہ تو نے بسم اللہ کہی ہے اپنے کتے پر نہ دوسرے کتے پر تعلیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ کی اور اجماع کیا صحابہ کرام اور تابعین نے حرمت پر اس ذبیحہ کی جسپر قصدًا نام
اللہ تعالی کا ترک کیا جاوے اور خلاف انکا حرمت وحلت مین اس ذبیحہ کے ہے جسپر سہوًا اللہ تعالی کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالکؒ کا یہ ہے کہ وہ بھی
حرام ہے اور ابن عباسؓ اور علیؓ اور اکثر صحابہؓ کے نزدیک حلال ہے پس قول امام شافعیؒ کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصدًا ترک کرے تسمیہ کو حلال ہے مخالف ہے کتاب اللہ
اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہؓ ومن بعدہم اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اور وہ جو استدلال کرتے ہین شافعیؒ اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
مسلمان ذبح کرتا ہے اللہ تعالی کے نام پر تسمیہ کہے یا نہ کہے تو جواب اُس کا بچند وجوہ ہے اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہین پائی گئی ہان روایت کی دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کافی ہے اسکو نام اللہ تعالی کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کے وقت تو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھ کر
کھالیوے اور اسناد مین اسکے محمد بن یزید بن سنان صدوق ہے لیکن ضعیف الحفظ ہے اور روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہے ابن عباسؓ پر
اور حدیث موقوف شافعیؒ کے نزدیک حجت نہین ہے اسی طرح جو روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہے لیا جاوے اُسپر نام اللہ تعالی کا یا نہ
لیا جاوے اور راوی اسکے ثقات ہین کیونکہ حدیث مرسل بھی شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہین ہے دوسرے یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اسی واسطے
اجماع کیا صحابہؓ ومن بعدہم نے حرمت متروک التسمیہ عامدًا پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہ کرام مین کچھ اس باب مین مناظرہ اور خلاف
ہوتا تیسرے یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہے عامد اور ناسی کو مخالف ہے کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہو آیت قطعی کے تو باتفاق ائمہ
قابل قبول نہین ہوتی چوتھے یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل اصحاب صدر اول یعنے صحابہؓ اور تابعینؒ نے اور یہ دلیل ہے اسکے ضعف اور بے اصلیت کی پانچوین
یہ کہ یہ حدیث مخالف ہے اجماع صحابہؓ کے پس رد کیجاوے گی واللہ اعلم ص تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہے ف بسبب عذر ہونے نسیان کے
فرمایا اللہ تعالی نے لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا یعنے نہ مواخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاوین ہم تو قول آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اللہ کا دل مین ہے
ہر مسلمان کے محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت مین بھی ذبیحہ حرام ہے کذا فی الاصل ص اگر کسی نے اللہ تعالی کے
نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم اللہ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ تو مکروہ ہے ف یا یون کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ وال کے پیش سے
اور جو دال کو زیر یا زبر دیگا تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا در مختار اور اگر قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہین ہے بلکہ مستحب ہے چنانچہ صحیح
مسلم مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لٹایا دنبہ کو پھر اسکو ذبح کیا اور کہا بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ
مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ یعنے یا اللہ قبول کر تو اسکو محمدؐ سے اور آل سے محمدؐ کی اور امت سے محمدؐ کی ص اور جو بسم اللہ پر عطف کر کے کہا جیسے بسم اللہ واسم فلان
یا بسم اللہ وفلانٍ یعنے ذبح کرتا ہون مین اللہ تعالی کے نام اور فلان کے نام پر یا اللہ اور فلان کے نام پر تو وہ ذبیحہ مردار حرام ہو جاویگا ف خواہ وہ
فلان نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی حرام ہے تمپر وہ ذبیحہ جسپر غیر خدا کا نام لیا جاوے در مختار مین ہے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام مین مجکو ذکر نکرنا چاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنیکے وقت ص اور جو قبل لٹانے
جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہین ہے ف جیسا کہ گذرا صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت ذبح کے فرماتے تھے
بسم اللہ واللہ اکبر اور ابو داؤد اور ترمذیؒ نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب

قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ
اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَاِلَیْكَ
اَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر رضی سے ترمذی میں یون ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ ص مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنے گردن کے
نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا ذبح کرنا اور جو اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہے لیکن مکروہ ہے ف یہ کراہت بسبب مخالفت سنت کے اسلیے کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دنبہ کو ذبح کیا اور اونٹ کو نحر کیا جیسا بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے بھی فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا
بَقَرَةً ط وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ پہلی آیت گائے میں اور دوسری دنبے میں ہے دونون میں ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب میں
ص اور ضرورۃ ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو آدمیون سے ہل گیا ف اسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اُس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکات اختیاری
سے عاجز ہو در مختار اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا اُس چارپایے جانور کا جو وحشی ہو گیا ف اسلیے کہ جب وہ جانور وحشی ہو گیا تو ذکات اختیاری سے عجز ہوا
پس ذکات اضطراری جائز ہے ص یا کنوئین میں گر پڑا اور اُسکا ذبح ناممکن ہو گیا ف یا سرکش ہو گیا اور آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اُسنے اُسکو قتل کیا جسپر اُسنے
حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال ہے در مختار اور امام مالک کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہوگا اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا جانور کے حق میں کہ اگر تو نیزہ مارے اُسکی ران میں تو کافی ہے یعنے ذکات ضرورت میں اور صحیح بخاری میں ہے ابن عباس سے کہ جو تیرے ہاتھ سے نکل جاوے تو حکم اُسکا
مثل صید کی ہے اور کہا اُنھون نے کہ اونٹ اگر گر پڑے کنوئین میں تو ذکات کر اُسکی جسطرح قادر ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہے علی اور ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا
اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالی کتاب الصید میں آویگا ص ایک جانور کو ذبح کیا اور اُسکے پیٹ سے ایک بچہ مردہ نکلا تو وہ حلال نہیں ہے
ف البتہ اگر زندہ نکلے اور اُسکو بھی ذبح کر لیا جاوے تو حلال ہے یہ مذہب امام اعظم کا ہے اور صاحبین کے اور شافعی کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مردہ نکلے حلال ہے جب
اُسکی خلقت پوری ہو گئی ہو اسواسطے کہ مروی ہے ابو سعید خدری رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اُسکی مان کا ہے
اور عبارت حدیث کی یہ ہے ذَکَاةُ الْجَنِیْنِ ذَکَاةُ اُمِّهٖ اخراج کیا اسکا امام احمد نے اور صحیح اسکو ابن حبان نے اور دلیل امام اعظم کی آیت ہے کلام اللہ کی حُرِّمَتْ
عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ اور جواب استدلال سے یہ ہے کہ لفظ اس حدیث کا دو طرح منقول ہے ایک ذکاۃ امہ بنصب ذکات دوسرے برفع ذکات اور ظاہر ہے
کہ نصب ذکات کی صورت میں کاف تشبیہ یہاں سے محذوف ہے تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین کی مثل ذکات مان اُسکی کے ہے یعنے جیسے مان
کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہے ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اُسکے ذبح سے ہوگی تو یہ حدیث حجت ہماری ہوگی نہ صاحبین اور شافعی کی اور رفع ذکات
کی صورت میں بھی تشبیہ علی وجہ الکمال ہے اسلیے کہ جب مبالغہ تشبیہ میں منظور ہوتا ہے تو مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کر دیتے ہین جیسے شاعر کا قول وَعَیْنَاكَ عَیْنَاهَا
وَجِیْدُكَ جِیْدُهَا اگر کوئی کہے کہ ابتدا اس حدیث میں یہ ہے کہ کہا ہمنے یا رسول اللہ ہم نحر کرتے ہین ناقہ کو اور ذبح کرتے ہین گائے بکری کو تو پاتے ہین
ہم پیٹ میں اُسکے بچہ آیا ڈالدین ہم اُسکو یا کھاوین اُسکو پس فرمایا آپنے کھاؤ اُسکو تم روایت کیا اُسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے
اس امر پر کہ مراد جنین میت ہے تو ہم جواب دینگے کہ اس دلالت کو ہم منع کرتے ہین اور کونسی دلیل ہے اسمقام پر کہ مراد سوال و جواب میں خاص جنین
میت ہے بلکہ جائز ہے کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور دونو صورت ارادہ مطلق استدلال کرنا نص محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے
جو مطلق حرمت میتہ پر دال ہے کمال بعید ہے انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہے

[illegible]

ص فصل بیان مین ان جانورونکے جنکا کھانا درست ہے اور جنکا درست نہین

حلال نہین ہے ہر درندہ جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہے اور نہ ہر پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے ف باتفاق ائمہ ثلثہ یعنے ابو حنیفہؒ و شافعیؒ و احمدؒ اسواسطے کہ روایت کی
مسلم نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والے درندیسے اور ہر پنجے والے پرندیسے اور روایت کی ابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہے دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلّی لومڑی پنجے والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص اور
حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہین جیسے چوہا اور گھونس چھچھوندر سیہی وغیرہ یہی قول ہے شافعی اور احمد کا بھی اسلیے کہ یہ جانور سب خبیث ہین
اور فرمایا اللہ تعالی نے وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ اور حرام کرتا ہے اُنپر ناپاک چیزین اور امام مالکؒ کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض مکروہ ہین بکراہت
تحریمی ص اور بستی کے گدہے ف یعنی پالو گدہے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے بھی اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہین دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے
حضرت علی بن ابیطالبؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدہون کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابرؓ مین ہے کہ منع کیا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدہونکے گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے لیکن گدہا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہ درست ہے اسلیے کہ روایت
کی بخاری و مسلم نے ابو قتادہ سے حمار وحشی کے قصے مین کہ کھایا اسمین سے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جسکی مان گدھی ہو اور جو مان اسکی گاے ہو تو
وہ حلال ہے بالاتفاق یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے دلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہے کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
دن خیبر کے گوشت پالو گدہون کا اور خچرون کا اور ہر درندے اور پنجے والے کا روایت کیا اسکو ترمذیؒ نے اور کہا غریب ہے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے
خالد بن الولید سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑونکی اور خچرونکے اور گدہون کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور بعض
مالکیونکے اور احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک حلال ہے بدلیل حدیث جابرؓ کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت مین گھوڑون کے
روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور بھی روایت کیا بخاری و مسلم نے اسما بنت ابی بکر سے کہا اُنھون نے نحر کیا ہمنے عہد مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا پھر کھایا ہمنے اُسکو دلیل امام اعظم کی حدیث خالد بن الولید کی ہے جو اوپر گذری دوسری یہ کہ گھوڑا آلۂ جہاد ہے اور اوسکے گوشت کے
مباح ہونے مین تقلیل ہے آلۂ جہاد کی اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم نے رجوع کیا حرمت سے اُسکی اور قائل ہوے اُسکی حلت کے تین دن اپنی موت سے پیشتر اور اسی پر فتوی ہے
درمختار ص اور بجّو اور گوہ ف اسواسطے کہ بجّو دانت والا ہے اور گوہ حشرات الارض مین سے ہے اور روایت کی ابو داؤد نے عبد الرحمن بن شبل سے
کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے اور یہ حدیث حجت ہے مالکؒ اور شافعیؒ پر کہ اُنکے نزدیک گوہ مباح ہے دلیل اُنکی حدیث
ابن عباسؓ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہین ہے لیکن نہین ہوتا میری قوم کی زمین مین سو مین مکروہ جانتا ہون اسکو
روایت کیا اُسکو بخاری و مسلم نے امام صاحب کیطرف سے اس استدلال کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ابتداے اسلام کی ہے اور پہلے آپنے گوہ خود نہ کھایا تھا لیکن
منع بھی نہین کیا تھا بعد اُسکے آپنے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباسؓ کی معارض ہے حدیث عبد الرحمن بن سہل کی تو نہین کو ترجیح ہوگی
اسلیے کہ محرم مقدم ہے مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے مین گوہ کے احتیاط ہے برخلاف کھانیکے ص اور بھڑ اور کچھوا ف اسلیے کہ بھڑ موذیات مین سے ہے
اور کچھوا خبائث حشرات مین سے ہے ہدایہ ص اور کوّا سیاہ بڑا یا گدھا اور ابلق کوّا جو مردار کھاتا ہے ف اور جو کوّا مردار بھی کھاتا ہے اور دانہ بھی کھاتا
ہے یا صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک عقعق ص اور ہاتھی ف اسلیے کہ وہ دانت والا ہے ص اور جنگلی چوہا ف یا گھونس
اسلیے کہ وہ حشرات الارض اور سباع مین سے ہے ص اور نیولا ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض مین سے ہے اور چمگادڑ مین دو قول ہین ایک قول
مین حلال دوسرے مین حرام ہے عالمگیری ص اور دریائی جانورون مین سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہین ہے ف اور امام مالکؒ کے

نزدیک سب دریائی جانور حلال ہین کیکڑا اور کتا دریائی اور مینڈکا اور سور دریائی لیکن سور دریائی اُنکے نزدیک مکروہ ہی اور ایک روایت مین ہی کہ انھون نے توقف کیا اسمین اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہین مگر گھڑیال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سور دریائی یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا اور بعض اصحاب شافعیؒ کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہین اور یہی اصح ہی انکے مذہب مین ظاہر تمسک انکا آیت سی کلام اللہ کی ہے اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ یعنے حلال ہی واسطے تمھارے شکار دریا کا اور یہ عموم سب جانورون کو شامل ہے اور ہم یہ کہتے ہین کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سی آیات احادیث مین مچھلی ہے اسلیے کہ وہی پاکیزہ ہی اور باقی سب خبیث ہین اور خبائث ہمارے دین مین حرام ہین دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہی لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اس سی کہ دوا مین ڈالا جاوے تو کھانا بطریق اولی حرام ہوگا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سرطان یعنے کیکڑے کی بیع سے کذا فی الهدایہ ص لیکن مچھلی بھی اگر خودبخود مرکر پانی پر تیر آوے تو اسکا کھانا حرام ہی ف اسلیے کہ وہ میتہ ہی اور جو کسی آفت سے مثلا پانیکی سردی یا گرمی یا کوئی دوا کے ڈالنے سی مرجاوی یا زخمی ہوکر مرجاوے تو درست ہی اسی طرح جو مچھلی پیٹ مین سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہے جو مچھلی خودبخود مرکر تیر آوے اُسکو طافی کہتے ہین ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک درست ہی کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریا پاک ہی پانی اُسکا اور حلال ہی مردہ اُسکا روایت کیا اسکو ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے امام صاحب کیطرف سے جواب یہ ہے کہ مراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہی جو بآفت مرجاوے جیسے پکڑ لیجاوی یا دریا گھٹ جاوے یا دریا اُسکو باہر نکالکر پھینکدیوے اسلیے کہ موت اسکی منسوب ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابو داؤد اور ابن ماجہ اور ابن عدی نے کامل مین ابو الزبیر سے اُنھون نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو پھینکدے دریا یا پانی اُسکو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اُسکو اور جو مرجاوے دریا مین اور تیر آوے تو نہ کھاؤ اُسکو تو جب حدیث صریح ممانعت مین طافی کے موجود ہی پھر حلت کی کیا وجہ ہی ص مچھلی کی سب قسمین درست ہین یہانتک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہی ف اور محمدؒ سے ایک روایت مین حرام ہین لیکن یہ قول ضعیف ہی ص اور حلال ہی ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیان بغیر ذکات کے ف یہی قول ہی احمدؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہی دلیل ہماری بہت احادیث ہین ایک حدیث احمدؒ اور دارقطنیؒ اور ابن ماجہؒ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہین واسطے ہمارے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہین اور دو خون جگر اور تلی ہین دوسری حدیث ابن ابی اوفیؓ کی کہا اُنھون نے کہ جہاد کیے ہمنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے ٹڈی کو روایت کیا اسکو بخاریؒ اور مسلم نے ابو داؤد ترمذیؒ نسائیؒ نے تیسری حدیث سلمانؓ کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب مین کہ نہ کھاتا ہون مین اُسکو نہ حرام کرتا ہون مین اُسکو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ص اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہی اور خرگوش ف حلال ہی باتفاق ائمہ اربعہ کے اور بہت سی احادیث اُسکی حلت مین وارد ہوئی ہین جو مذکور ہین صحاح مین بخاری مین انسؓ سے مروی ہی کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت خرگوش کا ص اور عقعق ذکات سی ف عقعق وہ کوا ہی جو مردار اور دانہ دونون کھاتا ہی اُسکا حلال ہونا صحیح قول ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح جو مرغی نجاست کھاتی ہی حلال ہی لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہی اسی طرح حلال ہی طوطا اور ہدہد اور طاوس باتفاق ائمہ ثلثہ کے کذا فی المیزان للشعرانی مسائل ضروری ذبح کیا ایک جانور امیر کے آنیکے لیے یا کسی اور شخص کی تعظیم کے واسطے سواے خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہی اگرچہ وقت ذبح کے خدا کا نام لیا جاوے درمختار اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین رواج ہی کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گاے یا شیخ سدو کا بکرا یا اوجالا شاہ کا مرغا ذبح کرتے ہین وہ گاے بکرہ مرغا مردار ہی اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہین اور صحیح مسلم مین وارد ہے حضرت علی مرتضیؓ سے کہ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنے لعنت کرے اللہ اُس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانون کو چاہیے کہ ایسے امورات سی خود احتراز کرین اور اورون کو جو جاہل ہین سمجھا کر ان چیزونکو ترک کرا دیوین غایۃ الاوطار مع زیادۃ البتہ یہ صورت درست ہی کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کرین اور ثواب اُسکا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہنچا دین واللہ اعلم

ص كتاب الاضحية

ف یہ کتاب ہے قربانی کے بیان مین جو جانور عید اضحی کے دن ذبح کیا جاوے اُسکو اضحیہ کہتے ہین کیونکہ وقت ضحی یعنے چاشت کے اُسکو ذبح کرتے ہین ص قربانی مین ایک بکری ایک آدمی کیطرف سے ضرور ہے اور گاے یا بیل یا اونٹ ایک آدمی سے سات آدمیون تک کیطرف سے بھی ہوسکتا ہے ف اور جو سات سے کم ہون تو بطریق اولی جائز ہے لیکن بکری مین ایک آدمی سے زیادہ نہین ہوسکتا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمین ایک آدمی سے زیادہ کی اجازت نہین دی چنانچہ ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا جسکے پاؤن اور آنکھین اور منھ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اونٹ اور بیل اور گاے مین بھی لیکن جائز رکھے ہمنے اسمین سات آدمی تک اسلیے کہ روایت کی مسلم اور ابو داؤد نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاے سات آدمیونکی طرف سے ہے اور اونٹ سات آدمیونکی طرف سے ص لیکن یہ شرط ہے کہ کوئی شریک ساتوین حصے سے کم کا نہو ف تا اگر کسی شریک کا حصہ ساتوین حصے سے کم ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی درست نہوگی اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک گاے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والون کیطرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ ہون لیکن دو گھر والونکیطرف سے درست نہین اگرچہ سات سے کم ہون کذا فی الاصل ص پھر جب قربانی مین شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کرین نہ اٹکل سے مگر جب کہ گوشت کے ساتھ پاے یا کھال ملائے جاوین تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین ف یعنی ہر جانب مین کچھ گوشت اور کچھ پاے ہون یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب مین گوشت اور پاے ہون اور دوسری جانب مین گوشت اور کھال ہو اور اس صورت مین اٹکل سے تقسیم اسلیے درست ہوئی کہ جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیر دینگے کذا فی الاصل ص ایک گاے ایک شخص نے قربانی کیلیے خریدی پھر چھ آدمی اسمین اور شریک ہوگئے تو جائز ہے استحساناً ف اور قیاساً نہین جائز ہے اور یہی قول ہے زفرؒ کا اسلیے کہ اُسنے قربۃ الی اللہ خریدی ہے پس کیونکر جائز ہوگی بیع اُسکی وجہ استحسان یہ ہے کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گاے ملجاتی ہے لیکن شریک اُسوقت نہین ملتے تو وہ خرید لیتا ہے بعد اُسکے شریک ملجاتے ہین تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا ص لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک ہوجاوین تو بہتر ہے ف اور مروی ہے امام صاحبؒ سے کہ شریک ہونا بعد خرید کے مکروہ ہے ص اور قربانی واجب ہے ف اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے بدلیل حدیث ام سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم مین سے چاند ذیحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اُسکو جماعت نے یہ جو کہا کہ اگر ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہین ہے دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو وسعت ہو اور قربانی نکرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلے کے روایت کیا اسکو احمد اور ابن ماجہ نے اور صحیح کہا اُسکو حاکم نے کیونکہ اس قسم کی وعید ہوا واجب کا ترک کے سنت کے ترک پر نہین ہوتی اور حدیث ام سلمہؓ کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کا قصد ہو قربانی کا جو قصد ہے سہو کی نہ تخییر کذا فی الہدایہ ص اُس شخص پر جسپر صدقہ فطر واجب ہے ف اور وہ شخص ہے جسکے پاس جائداد بقدر نصاب شرعی زیادہ حاجت اصلیہ سے ہو اگرچہ ایک سال اُسپر نہ گذرا ہو اور اگرچہ وہ نصاب نامی نہو لیکن طحاوی مین ہے کہ کتابون سے آدمی غنی نہین ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے دو نسخے ہون یا وہ کتابین طب اور نجوم اور ادب کی ہووین ص اپنی طرف سے نہ اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے ف تو بالغ لڑکے کی طرف سے بطریق اولی واجب نہوگی ص ظاہر الروایت مین ف اور حسن بن زیادؒ کی روایت مین امام اعظمؒ سے طفل نابالغ کی طرف سے بھی واجب ہے مثل صدقہ فطر کے لیکن فتوی ظاہر الروایۃ پر ہے کذا فی الطحاوی ص بلکہ طفل نابالغ اگر مالدار ہووے تو اُسکے مال مین سے اُسکا باپ یا وصی قربانی کر دیوے ف یہ مذہب شیخینؒ کا ہے اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک باپ اُسکا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اُسکے مال سے اور در مختار مین اسی کو معتمد رکھا ہے کہ باپ اُسکے مال مین سے قربانی نکرے ص تو اگر طفل کے مال مین سے قربانی کی تو جس قدر اُس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے اس چیز سے جسکے عین سے نفع اُٹھا سکتے ہین جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ ف لیکن اس چیز سے نہ بدلا جاوے

جسکو تلف کرکے نفع اُٹھاتے ہین مثل روئی کے یا جیسے روپیہ اشرفی **کذا فی الاصل مع الدلیل** ص اگر قربانی ذبح کیجاوے شہر مین تو اول وقت اُسکا بعد
نماز عید کے ہے ف اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک جب تک امام قربانی نہ کرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہین سب پر حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اُسنے ذبح کیا اپنے نفس کے لیے اور جسنے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اُسکی اور پائی اُسنے سنت مسلمانونکی
اور ایک روایت مین ہے کہ فرمایا آپنے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اسکے بدلے مین دوسرا جانور ذبح کرے اور جسنے نہین ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت
کیا اُسکو بخاری اور مسلم نے براء بن عازبؓ اور جندب بن عبد اللہ سے اور بھی فرمایا حضرتؐ نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت کیا
اسکو بخاری اور مسلم نے **کذا فی الہدایۃ** ان روایات سے معلوم ہوا کہ ذبح قربانی کا قبل نماز عید کے جائز نہین ص اور جو شہر مین نہووے تو اول وقت
اُسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی دسوین تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اسکا قبل غروب آفتاب کے ہے بارہوین تاریخ ذیحجہ تک ف اور معتبر اسمین مکان فعل ذبح کا
ہے نہ مکان صاحب قربانی کا اور شافعیؒ کے نزدیک تیرھوین تاریخ کی شام تک جائز ہے **کذا فی الاصل** دلیل شافعیؒ کی قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہین روایت کیا اسکو امام احمد نے مسند مین اور ابن حبان نے صحیح مین جبیر بن مطعمؓ سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہے
جو مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے کہ کہا ان سبھونے ایام قربانی کے تین دن ہین افضل اُن سب مین پہلا روز ہے یعنے دسوین تاریخ اور روایت
کی مالکؒ نے مؤطا مین نافع سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر کے دو دن ہین اور کہا کہ ایسا ہی پہونچا مجھکو علیؓ بن ابی طالب سے
اور ظاہر ہے یہ بات کہ حدیث موقوف اس باب مین مثل مرفوع کے ہے اسلیے کہ یہ غیر قیاسی ہے بدون شارع کے بیان کئے ہوئے معلوم نہین ہوسکتا اور ابن عمرؓ
نہایت متبع ہین طریقۂ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدل شافعیؒ منقطع ہے کہا بزار نے کہ حدیث مروی ہے عبد الرحمن بن ابی حسینؓ سے
اُنھوں نے جبیر بن مطعم سے حال آنکہ عبد الرحمن نے نہین ملاقات کی جبیر بن مطعم سے دوسری یہ کہ اُس حدیث مین لفظ ذبح کا وارد ہے نہ اضحیہ کا ص لیکن اعتبار آخر
روز[1] کا ہے فقر اور غنا اور ولادت اور موت مین ف یعنے جب وہ غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہوگیا آخر روز مین تو اُسپر قربانی واجب نہوگی اور
جو اُسکا الٹا[2] ہوا تو واجب ہوگی اور اگر پیدا ہوا آخر روز مین تو اسپر قربانی واجب ہوگی اور جو اُس دن مرجاویگا تو اُسپر واجب نہوگی **کذا فی الاصل**
ص ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے اگر کسی نے قربانی ترک کی اور ایام اسکے گذر گئے اور اُسنے کسی معین بکری کے ذبح کی نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید
کرچکا تھا تو زندہ اُسکو صدقہ کردیوے اور جو وہ غنی تھا اور اُسنے نذر نہین کی تھی تو قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید چکا ہووے یا نہ خرید چکا ہووے اور صحیح ہے
قربانی مین چھ مہینے کا دنبہ ف جسکو عربی مین ضان کہتے ہین اور وہ چکتی دار ہوتا ہے بشرطیکہ تنومندی مین اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریون مین پہچانا نجاوے
دوسرے چھ مہینے کا دنبہ اسلیے درست ہوا کہ روایت کی ابو داؤد ونسائی ابن ماجہ نے مجاشعؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دنبہ کافی
ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دنبے کی اور فرمایا
آپنے کہ نہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنے ثنی جسکا بیان آگے آویگا مگر جب دشوار ہو تمپر تو ذبح کرو چھ مہینے کا دنبہ ص اور بکری[3] اور بھیڑ اور گاے اور اونٹ مین سے ثنی اور ثنی
اونٹ پانچ برس مین ہوتا ہے اور گاے بیل دو برس مین اور بکری بھیڑ برس بھر مین ف اسواسطے کہ فرمایا آپنے نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور مسنہ ثنی کو کہتے ہین اور
بھینس کا حکم گاے کا سا ہے تو اس سے کم عمر والے جانور درست نہین اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل ہین **عالمگیری** ص اور صحیح ہے منڈی[4] جسکے سینگ نہون
اور دیوانی اور خصی ف اسلیے کہ سینگ سے کوئی غرض متعلق نہین ہے اور دیوانی سے مراد وہ ہے جو چارہ وغیرہ کھاتی ہے نہ وہ جو چارہ نہین کھاتی کہ وہ غیر
کافی ہے اور خصی کا گوشت تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہ نے عائشہؓ اور ابو ہریرہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو دنبے موٹے

---

[1] یعنے فقیر تھا اول روز قربانی مین اور غنی ہوگیا آخر روز مین [2] اور اسی طرح سینگ ٹوٹے ہوے کی ۱۲ ہدایہ [3] آخر روز سے مراد تیسرا دن ہے ۱۲

نمکین رنگ کے دونون خصی تھے ہدایہ ص اور صحیح نہین ہی اندھی اور کانی اور اسقدر دبلی کہ اسکی ہڈیون مین گودا نہووے یا لنگڑی کہ وہ مقام ذبح تک نہ جاسکے
ف اسواسطے کہ روایت کی امام احمدؒ اور چارون عالمون نے حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ دیکھین ہم آنکھ اور کان کو اور
نہ قربانی کرین ہم کانی کی آخر حدیث تک اور روایت کی احمدؒ اور مالکؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے براء بن عازبؓ سے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے ان قربانیون سے جن سے بچنا چاہیے سو فرمایا آپنے چار ہین ایک لنگڑی جسکا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسری کانی جسکا کانا پن ظاہر ہووے
تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دبلی اسقدر کہ اسمین گودا نہووے ص اور جائز نہین جسکا ہاتھ یا پاؤن کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اسکا کان
یا دم کٹی ہووے یا تہائی سے زیادہ اسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سرین کٹی ہووے ف اسلیے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے اور
ایک روایت مین ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرتؐ نے ثلث مال مین فرمایا کہ ثلث کثیر ہے روایت کیا اسکو ائمہ ستہ نے
اور ایک روایت مین ربع سے کم قلیل ہے اور ربع پس زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت مین نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف
یا نصف سے کم کان یا دم مقطوع ہو تو جائز ہے اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہی کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو اسکی بند کرے اور اسکے
سامنے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اسنے چارہ کہان سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اسکی بند کرکے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اسنے کہان سے چارہ دیکھا اب
دونون مکانونکی تفاوت کا اندازہ کرلیوی اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح قلیل یا کثیر معلوم کرلے کذا فی الاصل ص اگر سات آدمیون نے
قربانی کو خرید ابعد اسکے ایک شخص ان مین سے مرگیا اور اسکے وارثون نے کہا کہ تم اسکی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کرلو تو صحیح ہوجاویگا ف
استحساناً اور ابو یوسفؒ سے مروی ہی کہ صحیح نہوگا اور یہی قیاس ہی چنانچہ وجہ اسکی اصل کتاب مین مذکور ہی ص جیسے ایک گائے قربانی اور قران اور متعہ سب کیطرف سے
درست ہے اور اگر قربانی کے شریکون مین سے کوئی کافر ہوگا یا صرف گوشت لینا اسکو منظور ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی جائز نہوگی اور قربانی کے گوشت
مین سے خود بھی کھاوے اور دوسرونکو بھی کھلاوے ف خواہ دوسرے غنی ہون یا فقیر اور افضل یہ ہی کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی مین اقارب
اور دوستون کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے روایت کی ابو داؤدؒ نے نبیشہ ہذلی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہمنے
منع کیا تھا تمکو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کا تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور جمع کرو ص اور جسکو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ مین دیوے
ف اسواسطے کہ احوال تین ہین قربانی مین ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ
یعنے کھلاؤ قناعت کرنیوالے کو اور سوال کرنیوالے کو تو سارا گوشت انتینون امر پر اثلاثاً منقسم ہوگیا ہدایہ ص اور جو شخص عیال دار ہو تو وہ تصدق ترک
کرے اپنے عیال پر وسعت کے لیے ف اسواسطے کہ ذوی القربیٰ اگر محتاج ہون تو وہ مقدم ہین مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو چیز صرف کرے اسکو آدمی اپنے نفس یا اہل پر تو اسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اسکو بغویؒ نے معالم مین جابر بن عبد اللہؓ سے اور روایت کی
مسلم نے ابی ہریرہؓ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہی جسکو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت مین ہی کہ جب آدمی اپنے اہل پر کچھ خرچ کرے
بامید ثواب تو وہ اسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اسکو بخاری مسلم ترمذی نسائی نے ابی مسعود بدریؓ سے ص اور اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا
ہووے تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے ف لیکن خود بھی وقت ذبح کے حاضر رہے اگر ہوسکے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر گذرا اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
حضرت فاطمہؓ سے کہ کھڑی ہو تم نزدیک اپنی قربانی کو اسلیے کہ جب اسکے خون کا پہلا قطرہ نکلے گا تو تیرے سب گناہ معاف ہوجاوینگے ص اور مکروہ ہے کہ قربانی کو

اہل کتاب نے ذبح کرا وے ف او یا اگر اُسنے ذبح کر دیا تو درست ہے ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہی درمختار ص اور قربانی کی کھال کو للہ دیدیوے ف اسواسطے کہ حدیث
علی مین ہی کہ حکم کیا مجکو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کردون مین کھالونکو قربانی کی اوپر مساکین کے اور نہ دون مین اجرت قصاب کی اسمین سے روایت کیا اسکو
بخاری مسلم ابوداؤد و نسائی نے ص یا اُسکی کوئی چیز مثل جھولی یا موزے یا پوستین کے بنالیوے ف یا چھلنی یا مشک یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے درمختار ص
یا کھال کو بدلے اُس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اُسکو باقی رکھ کے نہ اُس چیز سے جس سے فائدہ نہ اُٹھ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزین پھر اگر کھال
یا گوشت کو قربانیکے بیچڈالے تو اُسکے ثمن کو تصدق کرے ف اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ثمن کے ہی اور یہ جو روایت کی حاکم نے مستدرک مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچڈالی سو اُسکی قربانی نہوئی تو مراد اس سے کراہت بیع ہی لیکن بیع کی جواز مین سو شبہ نہین ہی اسلیے کہ ملک قائم ہی اور قدرت
علی التسلیم حاصل ہی ہدایہ ص اگر ہر شخص نے غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کرڈالی تو دونونکی قربانی صحیح ہوگئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا ف لیکن
ہر ایک دوسرے سے معاف کروالے اگر گوشت اُسکا کھایا ہوا اور بعد اُسکے پہچانا ہدایہ ص اگر کسی نے ایک بکری غصب کرکے اُسکی قربانی کی تو صحیح ہوجاویگی اور جو
کسی کی بکری امانت تھی اُسکی قربانی کی تو جائز نہوگی اور تاوان قیمت دیوے دونون صورت مین ف اسواسطے کہ غصب مین غاصب کی ملک کا حکم ہوتا ہی وقت
غصب سے برخلاف امانت کی **کذا فی الاصل مسائل ملحقہ** مادہ اگر قیمت مین نر کے برابر ہو تو افضل ہی نر سے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی نے جنا تو اُسکے بچے
کو بھی ذبح کرینگے اور بعضون کے نزدیک بدون ذبح کے خیرات کردین گے قربانی جائز نہین پوپلے جانور کی جسکے دانت نہون اور جسکے کان نہون یا ناک نہو
قربانیکے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوھنا اور اس سے نفع اُٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہے اگر ذبح کرنیوالے کے ہاتھ پر دوسرے نے بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے مین
اعانت کے لیے تو دونون بسم اللہ کہین ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا درمختار عقیقہ کرنا سنت ہی بچے بچی کا ساتوین روز فرزند کی طرف سے دو بکری اور دختر کی طرف سے
ایک بکری ایساہی روایت کی ابوداؤد ترمذی نسائی نے ام کرز سے

ص کتاب الکراہیۃ

ف بیان مسئلے مین اُن امورات کی جو مکروہ ہین اور جو مکروہ نہین ہین ص ہر مکروہ حرام ہی نزدیک امام محمد کے یعنے جیسے حرام پر عذاب نار ہی اسیطرح مکروہ پر ص لیکن
حرام اُنھون نے اسواسطے نہ کہا کہ اسکی حرمت نص قطعی سے ثابت نہین ہوئی ف تو مکروہ کی نسبت حرام کیطرف ایسی ہی جیسی واجب کی فرض کیطرف **کذا فی
الاصل** اور مباح وہ ہے جسکا فعل اور ترک برابر ہو ص اور شیخین کے نزدیک مکروہ حرام کو نہین کہتے ہین لیکن وہ حرام کیطرف بہت قریب ہی ف
مراد اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہی نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہے **کذا فی الاصل** اور بدعت اور مشتبہ حرام کیطرف قریب ہے تو مکروہ تحریمی پر
شیخین کے نزدیک عذاب نار نہین ہے بلکہ عتاب ہے جیسے ترک سنت مؤکدہ پر **کذا فی الطحطاوی**

ص فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان مین

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہی ف اگرچہ حالت مخمصہ مین کھانا مردار ہو یا مغصوب ہو اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کُلُوا وَاشْرَبُوا یعنے کھاؤ اور پیو تو اگر حالت
مخمصہ مین مردار یا شراب سور نہ کھاویگا اور مرجاویگا تو گنہگار مریگا ص اور اسقدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہوکر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے تو ثواب ہے
ف اور بعضون کے نزدیک اسقدر بھی فرض ہے اسلیے کہ قیام بھی نماز مین فرض ہے اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہین اس سے ادا ہوسکین درمختار ص اور کھانا مباح
سیری اور آسودگی تک تا اسکی قوت زیادہ ہووے اور حرام ہی اس سے زیادہ کھانا ف یعنے پیٹ بھر جانیکے بعد کھانا حرام ہے اسلیے کہ یہ اسراف ہی اور اللہ تعالی نے

منع کیا اسنے فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا ص مگر کل کے روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنیکے لیے یا اسلیے کہ مہمان نہ شرماوے جائز ہی ف یا کسی اور عذر سے مثلاً قی کرنیکے لیے اور طرح طرح کے کھانے پکانے مہمان کے لیے کچھہ مضائقہ نہین اور بلاوجہ اسراف ہی اور سنت ہے بسم اللہ کہنا اول طعام مین اور الحمد للہ آخر مین اور ہاتھ دہونا اول کھانیکے اور بعد کھانیکے اور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھاتے مین یاد آوے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہہ لیوے اور آٹے یا بیسن سے ہاتھ دہونا لا باس ہے بلکہ امام اور صاحبین سے منقول ہے اور انگلیون کا چاٹنا ہاتھ دہونے کے اول اور رکابی کا صاف کرنا اور جو دسترخوان گرا ہو اُسکا کہا لینا اور رکابی مین ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ مین سے اور روٹی کی عظمت اور حرمت کرنا یعنے جب روٹی آجاوے تو سالن کا خواہ مخواہ انتظار نکرنا اور روکھی کھانی لگنا یہ سب امور سنت ہین کذا فی الطحطاوی باختصار ص اور مکروہ ہی گدہی کا دودہ ف اور گوشت اُس جانور کا جو گوہ کھاتا ہو اور گھوڑی کا دودہ ایک روایت مین اور دوسری روایت مین گھوڑی کا دودہ حلال ہی ص اور پیشاب اونٹ کا ف نزدیک امام اعظمؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہی دوا کے لیے اور محمدؒ کے نزدیک مطلقاً حلال ہی بدلیل حدیث عرنیین کے کہ حضرتؐ نے انکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تہا روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے انسؓ سے امام اعظمؒ کی دلیل قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اسواسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہی روایت کیا اسکو حاکم نے ابو ہریرہؓ سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور اسمین کوئی علت مین نہین جانتا اور روایت کیا اسکو بزار نے عبادہ بن صامتؓ سے اور اخراج کیا اُسکا دارقطنی نے انسؓ سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہؓ سے اور اس حدیث مین پیشاب مطلق ہے شامل ہی ان جانورونکے پیشاب کو بہی جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گاے وغیرہ اور جواب حدیث عرنیین سے یہ ہی کہ یہ حدیث ابتداے اسلام مین تہی دوسرے یہ کہ حضرتؐ نے شفا انکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تہی اور اب یہ امر ممکن نہین ص اور مکروہ ہی چاندی سونیکے برتن مین کھانا پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا ف مرد اور عورت سبکے لیے اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ام سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کے باب مین جو پیتا ہی چاندی اور سونیکے برتن مین کہ اوتارتا ہی اپنے پیٹ مین آگ جہنم کی اور روایت کی صحاح ستہ مین خدیفہؓ سے کہا کہ پلایا انکو ایک مجوسی نے چاندی کے برتن مین سو کہا اُنہون نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے نہ کھاؤ اور پیو تم برتنون مین چاندی اور سونیکے اور نہ پہنو حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ اونکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو ان برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہی چاندی سونیکے چمچے سے کھانا یا انکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اُسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونیکا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور آئینہ اور سینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سبکے لیے بشرطیکہ اُنکا استعمال ہو اپنے کامون مین ابتداءً اور جو ابتداءً استعمال نہو جیسے کھانا سونیکے برتن سے نکال کے دوسرے برتن مین کھاوے یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتہ مین ڈالکر سر پر لگاوے تو کچھہ مضائقہ نہین اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونیکے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنے کیا ہی اور مکروہ ہی کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل مٹی کا برتن ہی درمختار ص اور حلال ہی کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن مین ف اور شافعیؒ کے نزدیک اسمین بہی مکروہ ہے اسلیے کہ یہ چیزین بہی سونے اور چاندی کے حکم مین ہین تفاخر کی راہ سے ہم جواب دیتے ہین کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تہی نہ ان چیزون سے کذا فی الہدایۃ ص اور حلال ہے کھانا پینا اُس برتن سے جسمین کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسیطرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت یا زین پر جسپر کہ چاندی اور سونے کی جگہہ سے بچے ف یعنی پینے مین منہ سے اور لینے مین ہاتہ سے اور بیٹھنے مین موضع جلوس سے چاندی سونا

نہ لگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمدؒ ایک روایت میں امام اعظمؒ کے شریک ہیں اور دوسری روایت میں ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں کذا فی الاصل اور جس برتن میں چاندی سونیکا ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور اگر چاندی سونیکے حلقے آئینے کے ہوں یا زیور مصحف کا یا مجمر یا لگام زین یا دمچی یا رکاب یا تلوار یا چھری یا اُنکے قبضے میں ہوے تو درست ہے بشرطیکہ اسپر ہاتھ نہ لگاوے درمختار و عالمگیری ص مقبول ہے قول کافر کا ف اگرچہ مجوسی ہو درمختار ص جب وہ کہے کہ مینے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے خریدا ہے تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ مینے مجوسی سے خریدا ہے تو حرام ہوگا ف اسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہے معاملات میں بسبب حاجت کے نہ دیانات میں کذا فی الاصل تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہے اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اسکو ذبح کیا ہے تو قول اُسکا مقبول نہوگا اسلیے کہ ذبح دیانات میں سے ہے چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ کافر کہے کہ مینے بت پرست سے خریدا ہے تو گوشت حرام ہو جاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابوں سے گوشت خریدنا صرف انکے اس قول پر اعتماد کرکے کہ ذبح انکو مسلمان نے کیا ہے ناجائز ہے اور وہ گوشت حرام ہے خدا ہمارے اہل زمان کو اس آفت سے نجات دیوے کہ جہلا در کنار بعضے اہل علم بھی اسمیں مبتلا ہیں اور وقت فہمایش اور اظہار حق کے دیدہ و دانستہ اس سے غفلت اور چشم پوشی کرکر تاویلات رکیکہ کرتے ہیں ص مقبول ہے قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات میں جیسے خرید میں جو مذکور ہوئی یا توکیل میں ف یعنی ایک شخص یہ کہے کہ میں فلان کا وکیل ہوں اس شی کی بیع میں تو صرف اُسکے کہے پر اُس سے وہ چیز خریدنا درست ہے کذا فی الاصل ص اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیے میں اور اذن میں ف جیسے ایک لڑکا ایک چیز لاکر یہ کہے کہ فلانے تجکو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہے تو قبول کرنا اُس سے ہوسکتا ہے یا غلام یہ کہے کہ میں ماذون ہوں تجارت میں تو قول اُسکا قبول کیا جاویگا ص اور شرط ہے عدالت خبر دینے والے کی دیانات میں جیسے پانیکی نجاست کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانیکی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جسپر رائے اوسکی قرار پکڑے اُسکے موافق عمل کرے ف یعنے اگر اُسکے گمان غالب میں یہ آوے کہ خبر اُسکی سچی ہے تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہیں ص اور اگر اس پانی کو بہا دیوے پھر تیمم کرے جبکہ اُس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبۂ ظن ہو یا وضو اور تیمم دونوں کرے جب اُسکی جھوٹی ہونیکا گمان غالب ہو تو اُسمیں زیادہ احتیاط ہے ف لیکن احوط یہ ہے کہ پہلے وضو کر لیوے پھر تیمم کرے درمختار اور جو ایک عادل شخص اُسکی طہارت کی اور ایک اُسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانیکی طہارت کا حکم دیا جاویگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں اختلاف میں حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑون میں ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے ص ایک شخص مقتدی ہے ف یعنی لوگ اُسکی پیروی کرتے ہیں اور سند لاتے ہیں اُسکے قول و فعل کی ص وہ دعوت ولیمہ میں گیا وہانپر جاکے لہو و لعب راگ دیکھا اور اُسکے منع پر قادر نہیں تو نکل آوے اور وہان نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدی نہو تو اگر بیٹھکر کھا لیوے جائز ہے ف درمختار میں ہے کہ غیر مقتدی کے لیے بیٹھکر کھانا اس صورت جائز ہے جب وہ لہو و لعب راگ باجا دسترخوان پر نہووے اور جو عین دسترخوان پر یہ امور ہوں تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر فرمایا اللہ تعالی نے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ یعنی پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالموں کے ص اور جو پہلے سے علم ہووے اس باتکا کہ وہان راگ باجا لہو و لعب ہوگا تو ہرگز نجاوے منقول ہے امام ابو حنیفہؒ سے کہ مین ایکبار اس آفت میں مبتلا ہوا تھا تو مینے صبر کیا اور یہ امر قبل تھا اس بات کے کہ امام صاحبؒ مقتدای وقت ہووین اور اُنکے اس قول سے کہ مین اس آفت میں مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو و لعب حرام ہین ف مگر تین مستثنے ہین حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کے ساتھ دوسرے تعلیم و تادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے مستدرک مین اور تیر اندازی کے حکم مین ہین سب آلات حرب کے جیسے بندوق و توپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان مین

حرام ہے حریر ف حریر وہ کپڑا ہے جو کل ریشم کا ہووے ص کا پہننا مرد کو ف اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہنکر اُسپر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہے اور موافق ہے حدیث کے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے حذیفہؓ سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث

ؒ مراد حلقۂ آئینہ سے وہ حلقہ ہے جو گرد شیشے کے ہو نہ پشت آئینہ جو ہاتھ سے پکڑتے ہین کہ وہ بالاتفاق مکروہ ہے کذا فی الکفایہ ١٢

مین ہی بخاری و مسلم کی کہ فرمایا آپنے حریر کو وہ پہنتا ہی دنیا مین جسکو کوئی حصہ نہین آخرت مین اور وہ جو ایک روایت ہی کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اُسپر پہنے تو درست ہے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہین ہے ص مگر بقدر چار انگل ف اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے عمرؓ بن الخطاب سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے ایک جُبہ جسمین سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اُسکو ابوداؤد نے اور بھی اخراج کیا ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش ونگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہین ہی اُسمین تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حالت جنگ اور غیر جنگ مین سب مین حریر پہننا درست نہین ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک جنگ مین درست ہے بسبب ضرورت کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ ضرورت دفع ہو جاتی ہی اُس کپڑے کے پہننے سے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہووے کذا فی الاصل اور در مختار مین ہی کہ جس کپڑے پر نقش ونگار ریشم کے ہون تو وہ درست ہے اسی طرح اگر چاندی سونیکے پھول اور بیل بوٹے ہون لیکن بشرطیکہ سب ملاکر چار انگل سے نہ بڑھے ورنہ مرد ونکو درست نہوگا اگر مسہری کا پردہ نرا ریشمی ہو تو درست ہی اور ازاربند نرا ریشمی مکروہ ہی اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیہ مین اگر چاندی یا سونیکی چار انگل تک ہو تو درست ہے ص اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اُسکا فرش بچھانا درست ہے ف امامؒ کے نزدیک اسلیے کہ منقول ہی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ایک تکیہ پر حریر کے ذکر کیا اُسکو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعیؒ نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہے دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عباسؓ کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اُسکا ابن سعدؒ نے طبقات مین اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہی اور یہی قول ہی شافعیؒ اور مالکؒ کا در مختار مین ہی کہ یہی قول صحیح ہے لیکن یہ تصحیح مخالف ہی مشہور کے اسلیے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہے واللہ اعلم ص اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہووے تو اُسکا پہننا مطلقاً درست ہی ف اسلیے کہ اعتبار حلت وحرمت مین بانیکا ہی کیونکہ فقط تانے سے وہ کپڑا نہین کہلاتا جبتک بنا نہ جاوے اور بننا بانے سے ہوتا ہی تو اُسی کا اعتبار ہوا ہدایہ مین ہی کہ پہننے اُس کپڑے کو اسلیے جائز رکھا کہ بہت سے صحابہ کرامؓ خز[1] کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہی اور بانا بال ہوتے ہین ایک جانور کے ص اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اُسکو لڑائی مین ضرورت کے سبب سے پہننا درست ہی ف اور بلا ضرورت مکروہ ہی اور مکروہ ہی مردونکو کسم کا رنگ اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگون مین کچھ قباحت نہین ہے لیکن نرا سرخ رنگ بعضون کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی اور در مختار مین ہی کہ سرخ رنگ مین آٹھ قول ہین منجملہ ان قول کے ایک قول یہ ہی کہ یہ رنگ مستحب ہے اور جو سرخ کپڑا مخلوط ہو تو مکروہ بھی نہین ہی ص اور مرد کو زیور چاندی اور سونیکا پہننا حرام ہے ف مطلقاً حرب اور غیر حرب مین اسلیے کہ روایت کی ابوداؤد نے علیؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ مین سونا لیا اور بائین ہاتھ مین حریر اور کہا کہ یہ دونون چیزین حرام ہین میری امت کے مردون پر اور روایت کی ترمذی نے ابی موسیٰ سے مرفوعاً کہ اللہ تعالی نے حرام کیا پہننا حریر اور سونیکا اوپر مردون کے میری امت سے اور حلال کیا عورتون پر انکی اور ابن حبان نے اس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اسلیے کہ اُسکی اسناد مین ابوہند ہی اور اُسنے ابو موسیٰؓ سے نہین سُنا اور احمدؒ اور طحاویؒ نے مسلمۃ بن مخلد سے اُنھونے عقبۃ بن عامر سے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ نے سونا اور حریر حرام ہے اوپر مردون کے میری امت سے نہ عورتون کے تو تمام احادیث مین صرف سونیکی حرمت منصوص ہی اور چاندی کی سو قیاس کیا ہی حنفیہ نے اُسکا سونے پر اسلیے کہ چاندی کا حکم استعمال مین پینے اور کھانیکے بعینہ مانند سونیکے ہی جیسا اوپر گذرا سو ایسا ہی پہننے مین ہوگا اور بعض علما کا مذہب یہ ہی کہ سونیکی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے مین مردونکو مطلقاً ہی اور چاندی کی حرمت صرف کھانے اور پینے کے حق مین ہی لیکن چاندی پہننا مردونکو تو درست ہے دلیل انکی حدیث ہی سہل بن سعدؓ کی مرفوعاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ اُسکا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا پہناوے لیکن چاندی سو کھیلو تم اُس سے جسطرح چاہو تم اور اُسکی اسناد مین عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہے اور اسکے معنی مین ہی وہ جو اخراج کیا اُسکا احمدؒ نے ابی قتادہؓ سے مرفوعاً کہ چاندی کھیلو تم

[1] چنانچہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف مین ان سب آثار کو بیان کیا ہی ۱۲ منہ رحمہ اللہ [2] خز نام ایک کپڑے کا ہے ۱۲

اوس سے کھیلنا کراور اُسکے اسناد مین مجاہیل ہین اور ابو داوٗد نے ابن عباسؓ سے مثل اسکے روایت کی اور رجال اُسکے ثقات ہین واللہ اعلم جیسے چاندی سونے حریر کا مردون کو پہننا حرام ہی ویسے ہی لڑکونکو پہنانا حرام ہی حنفیہؒ کے نزدیک اور بعضے علماکے نزدیک درست ہی جب تک لڑکا سات برس کا نہو وے چنانچہ آگے آتا ہے **ص** مگرانگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندیکا اور درست ہی میخ سونیکی واسطے بند کرنے سوراخ نگینے کے اور حلال ہی عورتونکو سب اونگوٹھی پہننے پتھر اور لوہے اور پیتل کی **ف** یعنی حلقہ ان چیزونکا نہووے اور جو حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہی **کذا فی الاصل** ان چیزون کی انگشتری پہننا اسواسطے منع ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہی کی دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہی اور پیتل کی دیکھکر فرمایا کہ مین تجھ سے بتونکی بو پاتا ہون روایت کیا اسکو ابو داوٗد ترمذی نسائی نے **ص** اور انگشتری پہننا بہتر ہے مگر قاضی اور سلطان کے لیے **ف** یا جو کوئی مثل انکے کا مدار اور عہدہ دار ہووے اسواسطے کہ ان لوگونکو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہی برخلاف اور لوگونکے **ہدایہ ص** اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک **ف** اور محمدؒ کے نزدیک سونے سے بھی لاباس ہی سنن ابو داوٗد مین ہی کہ عرفجہ بن سعدؓ کی ناک جاتی رہی دن احد کے سو انہون نے ایک ناک چاندیکی لگائی سو وہ بدبودار ہوگئی تو حکم کیا انکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگالین ایک ناک سونے کی **ہدایہ ص** لڑکے کو پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہی **ف** اسواسطے کہ پہننا انکا حرام ہے تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانیوالے اسکے ماخوذ ہونگے دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہی تو پلانا بھی اُسکا حرام ہی **کذا فی الاصل** علاوہ مواخذۂ اخروی مواخذہ دنیوی یہ ہی کہ اطفال خردسال کو زیور پہنانا باعث تلف جان انکی کا ہوتا ہی کہ اکثر چور بدشعار لڑکونکو قتل کرکے زیور اُنکے اتار لیتے ہین **ص** مکروہ نہین ہے رومال کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کی رینٹ پونچھنے کے لیے **ف** اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ اسمین ایک نوع کا تکبر ہے لیکن صحیح یہ ہی کہ اگر حاجت کے لئے رکھے تو مکروہ نہین ہے اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہی **کذا فی الاصل** جیسے چار زانو بیٹھنا کبر و نخوت سے مکروہ ہی اور بدون اسکے مکروہ نہین ہے **ہدایہ** معاذ بن جبلؓ سے مروی ہی کہا کہ دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب وضو کر چکتے تھے تو منہ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اُسکا ترمذیؒ نے اور روایت کی ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہین ہے اور ابو معاذ راوی ضعیف ہے نزدیک اہل حدیث کے **ص** اور رتم **ف** یعنے وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لئے انگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہین ہے اسواسطے کہ عبث نہین ہے بلکہ ایک غرض صحیح یعنے یاد رکھنے کے لیے ہی اور اُسکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض لوگونکی عادت ہی کہ تاگے باندھ لیتے ہین اعضا پر اسی طرح زنجیرین وغیرہ اور یہ مکروہ ہی جب عبث ہو تو مصنف نے کہدیا کہ رتم اس قبیل سے نہین ہے **کذا فی الاصل** اسیطرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہین ہے اور جو غیر عربی ہو تو مکروہ ہی اگر تعویذ مین آیت یا حدیث یاد عا ہووے تو پاخانہ جاتے وقت اُسکو اتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اتار لیوے **عالمگیری**

ص فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان مین

مرد مرد کے تمام اعضا کیطرف دیکھ سکتا ہی مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنون کے نیچے تک **ف** کہ اسقدر عورت ہے تو ناف امامؒ کے نزدیک ستر مین داخل نہین ہے اور گھٹنا داخل ہی اور شافعیؒ کے نزدیک اسکے برعکس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ران ستر نہین ہے اور احادیث متعلقہ اسکے کتاب الصلوٰۃ مین گذر چکے علاوہ اسکے یہ ہی کہ حسن بن علیؓ نے اپنی ناف کھولی تو ابو ہریرہؓ نے اُسکو چوم لیا روایت کیا اسکو احمدؒ نے مسند مین اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہین ہے اور حضرت نے جرہدؓ سے فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ ران عورت ہی روایت کیا اسکو ابو داوٗد نے اور عبد الرزاق نے اخراج کیا مثل اس کے اور اسمین ہے

کہ فرمایا آپنے کہ چھپا تو اپنی ران کو اسلیے کہ وہ عورت ہے پس یہ حدیثین حجت ہین شافعیؒ و مالکؒ پر ص اور اپنی زوجہ اور لونڈی کی جو اسکو حلال ہے ف اس سے وہ لونڈی نکل گئی جسکی وطی اسکو حرام ہے مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحۂ غیر اور محرمہ برضاع یا مصاہرت درمختار ص فرج تک بھی دیکھ سکتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنی عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہے تو نظر بطریق اولیٰ درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہے جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہوسکے اور دونون برہنہ نہون گدھون کے مانند روایت کیا اسکو طبرانیؒ نے معجم مین ابی امامہؓ سے اور ابن عدیؒ نے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ نے جسوقت جماع کرے کوئی تم مین کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اسکی فرج کیطرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہے اور ہدایہ مین ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے اور ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ دیکھنا اولیٰ ہے تاکہ لذت کامل ہووے ص اور نظر کرے آدمی اپنی محرم عورتون سے ف جن سے نکاح مدام حرام ہے خواہ نسبی ہون یا سببی جیسے رضاعی یا برشتہ مصاہرت اور ذکر انکا کتاب النکاح مین گذرا ہدایہ ص طرف سر اور منہ اور سینے اور پنڈلی اور بازوون کے اگر نہ خوف ہو شہوت کے والا فلا ف اور اصل اس باب مین قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الخ اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہین ص نہ انکی پشت اور پیٹ اور ران کی طرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنے محرم کے ہے ف اگرچہ قیاس یہ تھا کہ مثل اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیان اکثر کام مین رہتی ہین اور انسے کام پڑتا ہے تو دفع حرج کے لیے سر وسینہ وغیرہ انکا ستر نہوا ص اور جن جن جگہ نظر حلال ہے تو ان اعضا کا چھونا بھی درست ہے ف بشرطیکہ شہوت نہو یا خوف شہوت کا نہو ورنہ نظر اور مس دونون حرام ہین فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھونکی زنا دیکھنا ہے کانون کی زنا سننا ہے اور زبان کی زنا کلام ہے اور دونون ہاتھ زنا کرتے ہین اور زنا انکی مس کرنا ہے اور پانون زنا کرتے ہین اور زنا انکی چلنا ہے آخر حدیث تک روایت کیا اسکو مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے ص اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضاے مذکورہ کا چھونا بھی درست ہے اگرچہ خوف ہو شہوت کا ف بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے بعضون نے درمختار ص اور جب لونڈی بیچی جاوے تو اسکو بیچنے کے لیے صرف تہبند باندھ کے نہ لیجاوینگے ف بلکہ کرتا بھی ضرور ہے اسلیے کہ اسکے پیٹ اور پیٹھ کیطرف نظر نادرست ہے ہدایہ ص اور عورت اجنبیہ کیطرف نظر مطلقاً حرام ہے مگر اسکے منہ اور دونون ہتھیلیون کی طرف فقط ف یہ ظاہر الروایت مین ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ اسکے قدمونکیطرف بھی نظر حلال ہے اور تحقیق کہ گذرچکا کتاب الصلوٰۃ مین کہ قدم عورت نہین ہے جواب اسکا یہ ہے کہ نماز مین ضرورت ہے اور اجنبی کی نظر کرنے مین طرف قدمون کے کوئی ضرورت نہین ہے برخلاف مونھ اور کف کے کذا فی الاصل اور اصل اس باب مین قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہ ما ظہر منہا سے مراد سرمہ ہے اور انگشتری یعنے آنکھ اور ہاتھ (روایت کیا اسکو بیہقیؒ نے ۱۲) دوسرے یہ کہ منہ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہے اسلیے کہ معاملہ ہوتا ہے مردون سے دین لین کا اور باقی اعضا کے کشف کی کوئی ضرورت نہین ہے اور درمختار مین ہے کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اسکے قدم اور ہاتھونکو بھی دیکھنا درست ہے بسبب ضرورت کے ص اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہے اس غلام سے ف اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک مالکہ بہ نسبت غلام کے مثل محرم کے ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ہم کہتے ہین کہ یہ آیت لونڈیون کے حق مین ہے نہ ذکور کے حق مین چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہے اسواسطے کہ غلام ایک مذکر ہے غیر محرم اور نہ شوہر ہے اور نکاح اس سے ہوسکتا ہے بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً ص مگر جسوقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے منہ کی طرف بھی نہ دیکھے ف درمختار مین ہے کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے منہ کی طرف انکے زمانے مین تھا اور ہمارے زمانے مین جوان عورت کا منہ دیکھنا ہر طرح سے ممنوع ہے بسبب فساد زمان کے ہدایہ مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے گا عورت اجنبیہ کے محاسن کیطرف شہوت سے تو اسکی آنکھون مین

دن قیامت کے سیسہ ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی البتہ اور حدیثون مین اسکی ممانعت اور وعید مین آئی ہین ص الا اُس صورت
مین کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جسوقت شہادت ادا کرے جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اسکو اُس عورت کے
مُنھہ کی طرف دیکھنا درست ہے بقصد ادائے سنت نہ قضائے شہوت ف اسلیے کہ روایت کی ترمذیؒ نے اور نسائی نے مغیرہ بن شعبہؓ سے کہ جب اُنھون نے
پیغام دیا ایک عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھہ لے اُسکو تا تم دونون مین اصلاح اور محبت رہے ص اسی طرح
لونڈی کو خریدتے وقت اور طبیب کو واسطے دوا کے ف دیکھنا درست ہے باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا فی الاصل ص
تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے ف یہی حکم ہے احتقان مین کہ حقنہ کرنیوالا مقام حقنہ کو دوسرے مرد کے دیکھہ سکتا ہے اور ایسا ہی حکم ہے
دائی جنائی کا اور ختنہ کرنیوالے کا اور حکیم کا واسطے نبض دریافت کرلے مریضہ اجنبیہ کے ہدایہ مین ہے کہ اگر کسی عورت کو اُس مرض کا علاج بتادیوے
تو بہتر ہے لیکن جب نہ ملے یا بدسلیقہ ہو تو دیکھے ص عورت کو عورت سے اُسی قدر دیکھنا درست ہے جتنا مرد کو مرد سے ف یعنے زیرناف سے زانو تک ضرور ہے
کہ عورت دوسری عورت کو نہ دکھاوے پس ہمارے زمانے مین اکثر عورات مین جو رواج ہے کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات مین
بالکل ننگی ہوجاتی ہین بالکل حرام ہے اُنکے شوہرونکو ان امورات سے منع کرنا ضرور ہے ص اسی طرح عورت کو مرد سے دیکھنا درست ہے اگر بیخوف ہو شہوت
سے ف اور جو خوف ہو یا شک ہو تو درست نہین در مختار ص اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے مین مثل مرد کے ہین ف
یعنے جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ کیطرف درست نہین ہے ویسے ہی اُن لوگون کو بھی نادرست ہے خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا ذکر کاٹا گیا اور
مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے اور فرمایا حضرت
عائشہؓ نے کہ خصی کرنا مثلہ ہے تو نہ مباح کریگا اُس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب سحق کرکے انزال کرتا ہے اور مخنث تو مرد ہے فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ
مستثنے ہے نص کلام اللہ سے ہدایہ در مختار مین ہے کہ وہ مجبوب جسکی منی خشک ہوگئی ہو تو عورات کو اُسکے سامنے ہونا درست ہے لیکن جسنے اسکو جائز کہا تو قلت
امتحان اور قلت دیانت سے اور طحطاوی مین ہے کہ مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کی مانند نرمی ہو اور عورتونکی
اُسکو مطلق خواہش نہووے تو بعض فقہاکے نزدیک ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھہ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین ص
اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اُسکی اجازت کے درست ہے اور عورت حرہ سے باجازت اُسکے درست ہے ف عزل اُسکو کہتے ہین کہ وطی کرے تو جب قریب
ہو انزال کے ذکر نکال لیوے اور فرج مین انزال نہ کرے مروی ہے ابوسعید خدریؓ سے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ میری پاس لونڈی ہے اور مین عزل کرتا ہون
اُس سے اور مین مکروہ جانتا ہون کہ حاملہ ہووہ اور مین چاہتا ہون جو چاہتے ہین مرد اور یہود کہتے ہین کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہے تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہین یہود
اگر چاہے اللہ پیدا کرے اُسکو جسکے پھیرنے کی تجھے طاقت نہین روایت کیا اسکو احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور طحاوی نے اور راوی اسکے ثقات ہین اور
روایت کی بخاریؒ و مسلم نے جابرؓ سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور قرآن اُترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ قرآن
اس سے منع کرتا اور ایک روایت مین ہے کہ عزل کی خبر پہونچی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت کی ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب
سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اُسکے کے

فصل استبرا کے بیان مین

یعنے لونڈی کے رحم کی برات طلب کرنا اسطرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہو جاوے کہ حاملہ ہے یا نہین ہے ص جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے
خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اس لونڈی کے محرم سے ف جو ذی رحم نہو ورنہ وہ لونڈی اسی پر

آزاد ہو گئی ہو گی تو خرید کیونکر ہو سکتی ہے مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی **ص** یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اُس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی **ف** یعنے بوسہ مساس وغیرہ **ص** حرام ہو نگے یہانتک کہ اُسکے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہو جاوے ایک حیض آنے سے اُن عورتوں مین جو حائضہ ہین اور ایک مہینے سے اُن عورتون مین جنکو حیض نہین آتا اور وضع حمل سے حاملہ مین **ف** یعنے ایک حیض تک انتظار کرینگے اگر حیض آگیا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہ حاملہ نہین ہے اور جو نہین آیا اور حمل متحقق ہو گیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑیگا اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیے اُسکو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت مین یعنی حاملہ عورتون سے دوسرا مرد جماع نہ کرے اور نہین حلال ہے کسی شخص کو کہ جماع کرے اُن عورتون سے جو قید ہو کر لڑائی مین آئین یہانتک کہ استبراء کرے اُنکا روایت کیا اُسکو ابوداؤد اور ترمذی نے رویفع بن ثابت انصاری سے اور صحیح کیا اُسکو ابن حبان نے اور حسن کہا اُسکو بزار نے اور روایت کیا احمد اور ابوداؤد اور دارمی نے ابوسعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق مین اُن عورتون کی جو قید ہو کر آئی تھین غزوہ اوطاس مین کہ نہ جماع کیجاوین حمل والیان یہان تک کہ جنین اور نہ وہ جنکو حمل نہین ہے یہانتک کہ ایک حیض اُنکو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور اُسکا ایک شاہد ہے ابن عباس سے سنن دارقطنی مین **کذا فی بلوغ المرام ص** اور استبراء مین وہ حیض شمار کیا جاویگا جسمین اُسکا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہو گا استبراء اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے نہ وقت لوٹ آنے اُس لونڈی کی جو بھاگ گئی تھی یا پھر آنے اُس لونڈی کی جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور استبراء ساقط کرنیکا حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے **ف** جب معلوم ہو جاوے کہ مالک اول نے اس طہر مین اُس سے وطی نہین کی ورنہ حیلہ نہ کرے اسی کا فتوی ہے **در مختار ص** اور امام محمد کے نزدیک نادرست ہے اور قول ابو یوسف پر عمل کرے اگر اُسکے بائع کی وطی نہ کرنا اُس طہر مین معلوم ہووے ورنہ قول محمد پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ اگر اُسکے نکاح مین عورت حرہ نہین ہے تو اُس لونڈی سے نکاح کر کے اُسکو خرید لیوے **ف** اسواسطے کہ نکاح مین استبراء واجب نہین ہے اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبراء واجب نہین **کذا فی الاصل** اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اُسکے پاس عورت حرہ نہو سو اسلیے کہ عورت حرہ پر لونڈی سے نکاح درست نہین جیسا کہ گذرا **ص** اور جو اُسکے نکاح مین عورت حرہ ہے تو یہ حیلہ ہے کہ بائع قبل خریدنے مشتری کی یا مشتری بعد شراء کے قبل قبض کے اُسکا نکاح ایسے شخص سے کر دے جسپر اُسکو طلاق دینے کا اعتماد ہو وے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اُسکو طلاق دیدیوے **ف** قبل وطی کے پھر مشتری اُس سے وطی کرے بغیر استبراء کے اور انتظار عدت کے اسلیے کہ طلاق قبل الوطی مین عدت نہین ہے اور یہ بات ثابت نہین ہوئی **ص** ایک شخص کے پاس دو لونڈیان اسطرح کی ہین کہ وہ از روے نکاح کے جمع نہین ہو سکتین **ف** جیسے دونون بہنین ہین یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی **ص** اور اُسنے شہوت سے دونون لونڈیون سے دواعی وطی کیے تو اب اُسکو ہر ایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہین جبتک کہ ایک کو اُن دونون مین سے اپنے اوپر حرام نہ کر لے **ف** مثلاً اُسکو بیچ ڈالے یا کسی سے نکاح کر دے یا آزاد کر دیوے یا مکاتب کر دیوے **در مختار ص** اور مکروہ ہے **ف** تحریماً **در مختار ص** بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا **ف** لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطان عادل کے ہاتھ کا یا کسی زاہد عابد کا واسطے تبرک کے تو بعضو نکے نزدیک جائز ہے اور بعضو نکے نزدیک سنون ہے جیسی **ص** یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہے اگر کرتا یا جبہ پہنے ہو **ف** اسواسطے کہ جب دونون صرف ازار پہنے ہین اور باقی بدن کھلا ہوا ہے تو بدن سے بدن معانقے مین ملیگا اور اسمین خوف شہوت کا ہے برخلاف اُس صورت کے کہ کرتا یا انگرکھا یا اور کوئی کپڑا پہنے ہون یہ مذہب ابو حنیفہ اور محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہے اور یہ اختلاف اُس صورت مین ہے کہ جب بوسہ اور

سئلہ اور جو ایک لونڈی سے وطی یا دواعی وطی کی تو اُسی کے ساتھ وطی جائز ہے نہ دوسری لونڈی سے ۱۲ در مختار

معانقہ واسطے محبت کے ہو اور جو بطور شہوت ہو تو اُسکے حرام ہونے میں شک نہیں بالاتفاق **کذا فی الاصل** اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے معانقہ کیا جعفرؓ سے جب وہ حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا اُنکی دونوں آنکھوں کے درمیان میں روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک میں ابن عمرؓ سے
اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضرتؐ نے منع کیا مکامعہ سے اور وہ معانقہ ہے اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہے **کذا فی الہدایہ** اس حدیث کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف
میں ابی ریحانہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکامعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب اُن دونوں کے بیچ میں کوئی چیز
حائل نہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب اُن دونوں کے بیچ میں کچھ نہووے اِن روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقہ کی اُسی صورت میں ہے
جب دونوں میں کوئی کپڑا حائل نہووے اور سفر سے جو شخص آوے اُس سے معانقہ کرنا مسنون ہے اور باقی مقامات میں جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہیں ہے
ص اسی طرح جائز ہے مصافحہ **ف** بلکہ مسنون ہے عند الملاقات بعد سلام کے روایت کی طبرانی نے حذیفہ بن الیمانؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کرکے سلام کرتا ہے اور اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ سے ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے
جھڑتے ہیں اور ابو داؤدؒ ترمذیؒ ابن ماجہؒ نے مرفوعاً روایت کی کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اُنکے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے
جاتے ہیں اور جامع ترمذی میں ابن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے تحیت کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحے کے اور مصافحہ
مسنون ہے دونوں ہاتھوں سے انگوٹھا پکڑ کے وقت ملاقات کے اور سوا اسکے اور مقاموں میں جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون
نہیں ہے بلکہ بعضوں نے اُسکو بدعت قرار دیا ہے **مسائل ملحقہ** ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہیں اسی طرح ایک عورت
کو دوسری عورت کے ساتھ جب کوئی چیز حائل نہو اسی طرح لڑکے لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاویں تو اُنکا بستر جدا چاہیے اور مراد اس سے یہ ہے کہ بستری
مع التجرد ممنوع ہے اور اگر کسی شخص کا اوڑھنا جدا جدا ہو تو درست ہے اور لڑکا کہ جب شہوت دار ہو جاوے تو حکم اُسکا نظر وغیرہ کی مسائل میں مثل بالغ کے ہے
اور حمامی کو نظر شرمگاہ کی طرف درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک جیسے ختنہ کرنے والے کو لیکن یہ روایت مجہول ہے اور بحالت ضرورت کے ایسا ہی کہا فقیہ ابو اللیثؒ
نے اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہے ورنہ اُسکے لیے ایک لونڈی جسکو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دیں یا ختانہ سے نکاح کرا دیویں اور جو یہ صورتیں نہو سکیں تو ختنہ
نکرے عالم یا زاہد کا پاؤں چومنا اگر کوئی چاہے تو وہ اپنے پاؤں کو بڑھاوے اور ایک روایت میں ہے کہ نہ بڑھاوے اور چومنے نہ دے اور اپنا ہاتھ چومنا
جیسے بعض جہال کی عادت ہے وقت ملاقات کے مکروہ ہے اسیطرح زمین کا چومنا علما اور سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیت اور آداب کے ہے تو فسق اور
حرام ہے اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہے تو کفر ہے اور غیر خدا کے لیے تواضع کرنا یعنے نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہے اور عالم کی تعظیم کے لیے یا اُستاد کی یا باپ
کی قیام درست ہے جب یہ لوگ آویں اور بعض کے نزدیک ممنوع ہے اور حدیثیں مختلف وارد ہیں بعضوں سے جواز اور بعضوں سے ممانعت نکلتی ہے اور مصحف
کا چومنا جائز ہے اور روٹی کا چومنا درست ہے اور روندنا اُسکا پاؤں سے یا کاٹنا اُسکا چھری سے ممنوع ہے **کذا فی الدر المختار و عالمگیری**

فصل مکروہات بیع کے بیان میں

ص مکروہ ہے بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے تو درست ہے جیسے گوبر کی بیع **ف** اور لید اور مینگنی کی درست ہے **ص** یہی صحیح قول
میں **ف** اور وہ قول امام محمدؒ کا ہے ہدایہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے بیع گوبر کی **کذا فی الافضل** **ص** اور اُس سے **ف** یعنے آدمی کے گوہ سے
جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے **ص** نفع بھی لینا درست ہے نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہے اور کافر نے شراب بیچکر روپے اُسکے
حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے اُن شراب کے روپیوں میں سے لینا درست ہے اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اُسکے روپے حاصل کیے تو صاحب دین
کو اُن روپیوں سے اپنے قرض کے روپے لینا مکروہ ہے **ف** اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہے اور بیع اُسکی باطل ہے تو اُسکی قیمت بھی حرام ہے

کذا فی الاصل ص اور جائز ہی آرایش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور عطف کافر ذمی کا مسجد مین جانا ف یہ ہمارے نزدیک ہے اور مالکؒ اور شافعیؒ
کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام الخ اور ہم یہ کہتے ہین کہ اس آیت سے کفار کی نہی نہین
مقصود ہی کیونکہ اللہ تعالی کا انما المشرکون نجس فرمانا نہین موجب ہی حرمت کو بعد اُس سال کی بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہے مسلمانونکو اس بات کی کہ
اب اس سال کے بعد کفار قادر نہونگے اس مسجد کے دخول پر کذا فی الاصل اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہی کہ روایت کی ابو داؤد نے سنن مین کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدونکو جو کفار تھے مسجد مین اُتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہی عینی ص اور
جائز ہی ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی ف اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت مریض کی کیا کرتے تھے روایت کیا اسکو صحاح ستہ والون نے اور
اُسمین قید مسلمان کی نہین ہی اور بھی روایت کی بخاریؒ نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ
اُسکی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہوجا سو وہ مسلمان ہوگیا تو حضرتؐ نے فرمایا شکر ہی خدا کا جسنے اُسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی
العینی ص اور عطف جانورونکو خصی کرنا اور گدھونکو گھوڑیون پر کُدانا[1] واسطے جفتی کے ف اسلیے کہ حضرتؐ نے خصی دُنبون کو ذبح کیا قربانی مین جیسا
کہ اوپر گذرا اور اُسمین منفعت ہی جانور کی اور سوار ہوے آپ خچر پر روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے تو اگر یہ فعل ممنوع ہوتا البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر ص
اور حقنہ ف شی طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اُس صورت مین جب کوئی طبیب مسلمان یہ کہدیوے کہ فلان شی نجس مین شفا ہی اور کوئی دوا ایسی مباح قائم مقام
اُسکی نہ ملے در مختار ص اور عطف تنخواہ قاضی کی ف بیت المال مین سے یا سواسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اُجرت
لینا درست نہین مگر یہ درست ہی اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نہ کرینگے کذا فی الاصل دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا ہی
حبس کی یعنی قاضی اپنی جولان گاہ سے جو سرکار رہتا ہی اسکا بدلہ ہی نہ قضا کا ص اور عطف سفر لونڈی اور ام ولد کا ف اور مکاتبہ اور معتقۃ البعض کا ص بغیر محرم کے ف
اسواسطے کہ لونڈی اجانب کی نسبت ایسی ہی ہی جیسے محرم در مختار مین ہی کہ یہ حکم زمانہ سابق مین تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہین بسبب فساد
زمانے کے ص اور عطف صغیر کے واسطے خرید و فروخت کرنا ضروریات کا بھائی چچا ماں کو اور اُسکو جسنے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اُنکی پرورش مین ہووے اور
صغیر کا اجارہ دینا صرف ماں کو ف جائز ہی اور اونکو نہین درست ہی ص اور عطف شیرۂ انگور بیچنا اُس شخص کے ہاتھ جو اُسکی شراب بناویگا ف
اسواسطے کہ معصیت نفس شیرہ سے متعلق نہین ہی بلکہ بعد اُسکے تغیر کے برخلاف سلاح کے کہ اُسکا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ درست نہین کیونکہ معصیت اُسکی
عین سے متعلق ہی کذا فی الاصل ص اور عطف ذمی کی شراب مزدوری لیکر اُٹھانا ف یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین درست
ہی اور مزدوری حلال نہین ہی کذا فی الاصل ص اور دیہات مین گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لیے ف پارسیون کی عبادت کے واسطے
ص یا کنیسہ یہود کا یا گرجا نصاری کا بنانے کے واسطے یا شراب بیچنے کے واسطے ف درست ہی امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک
جائز نہین ہی لیکن شہرونمین بالاتفاق نادرست ہی اور ہدایہ مین ہی کہ مراد دیہات سے یہان دیہات کوفہ ہی جن مین اکثر گاؤن والے ذمی
رہتے تھے ص اور ہمارے ملک کے دیہاتون مین تو ان باتون کی قدرت اُنکو نہ دیجاویگی اسلیے کہ نشانیان اسلام کی ظاہر ہین یہی قول اصح ہی اور درست
ہی مکہ کے مکانون کی عمارت بیچنا ف یعنے بنا اور عطف نہ زمین امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک زمین کا بھی بیچنا درست ہے اور اسی پر
فتوی ہی در مختار امامؒ کی دلیل ظاہر حدیث ہی جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین مجاہدؒ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ
حرام ہی حرمت دی اُسکو اللہ تعالے نے نہین حلال بیع اُسکی زمین کی اور کرایہ دینا اُسکے گھرونکو ص اور عطف غلام کے پاؤن مین بیڑی ڈالنا ف اگر

[1] یعنے گدھونکا کُدانا گھوڑیون پر ۱۲ منہ ۵۴ اسلیے کہ خچر جفتی خرسے گھوڑی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے ۱۲

اُسکے بھاگ جانیکا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے مین مکروہ ہی ہدایہ ص اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اگر وہ تاجر ہو اور اُسکی دعوت قبول کرنا اور اسکے جانور کو عاریت لینا
ف استحسانًا اسلیئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کیا ہدیہ سلمانؓ کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اسکو حاکمؒ نے بریدہ سے اور ہدیہ بریرہؓ کا کذا فی الاصل لیکن حدیث
کی کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ نے جب ہدیہ بریرہؓ کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھین ص لیکن مکروہ ہی کہ غلام تاجر کسیکو کپڑا دیوے یا روپیہ اشرفی تحفے کے طور پر
دیوے ف اسلیئے کہ ان چیزو نکی تجارت مین کچھ ضرورت نہین برخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجارونکے لانے اور معاملے کے جاری کرنے کیلیئے ان باتونکی ضرورت
ہوا کرتی ہی ص اور خصی کا مکروہ ہی خدمت لینا خصی سے ف اسواسطے کہ اسمین ترغیب ہی انسان کے خصی کرنیکی اور وہ ممنوع ہی ص اور مکروہ ہی بقال کو ایک روپیہ
قرض دینا یہ کہکر کہ اس سے جو چاہیگا چیزین لیتا جاویگا یہانتک کہ روپیہ پورا ہو جاوے ف اسواسطے کہ اس قرض مین منفعت ہی اور ایسا قرض ممنوع ہی ہان اگر
اُس بقال پاس امانۃً روپیہ رہنے دیوے پھر اسکے بدلے مین چیزین لیتا جاوے تو درست ہی ہدایہ ص اور شطرنج یا چوسر کھیلنا ف اور اسیطرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک
اور شافعیؒ کے نزدیک مباح ہی کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اسمین ذہن تیز ہوتا ہی لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہو جاوے اور اسمین شرط نہو ورنہ جوا ہو جاویگا اور وہ حرام ہی بنص کلام اللہ
اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگرچہ شرط نہین ہووے جب بھی اسمین ضائع کرنا ہی عمر کا اور خیال باطل کا غلبہ ہی یہانتک کہ بھوک پیاس بھی جاتی رہتی ہی تو اور امورات کا کیا حال
ہوگا کذا فی الاصل دلیل اسکے مکروہ ہونیکی یہ ہی کہ وہ لہو ہی اور ہر لہو نادرست ہی مگر تین لہو اور شطرنج ان تین مین سے نہین ہی ہدایہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نردشیر کو تو گویا اسنے اپنا ہاتھ سور کے خون مین ڈبو دیا کہا زیلعیؒ نے اس لفظ سے یہ حدیث غریب ہی اور موجود ہی صحیح مسلم مین یہ
حدیث لیکن اُسمین شطرنج کا لفظ نہین ہی اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین قاسم بن محمدؒ سے کہ انھون نے کہا شطرنج کے باب مین کہ یہ لہو ہی اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی
سے اور نماز سے وہی میسر ہی جسکی حرمت کلام اللہ مین منصوص ہی ص اور اسی طرح ہر لہو ولعب ف جیسے کنکوا یا کل اڑانا آتش بازی چھوڑنا آرایش شادی کی مین
بنانا ص اور غلام کے گلے مین طوق ڈالنا اور مکہ کی زمین کو بیچنا یا کرایہ دینا اور دعا مین یہ لفظ کہنا بمعقد العز من عرشك ف یا معقد العز من عرشك
اول کے معنے یہ ہین کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہی اور ثانی کے معنے یہ ہین کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہی دونون لفظ کہنا مکروہ ہی اسلیئے کہ لفظ اول سے
حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہی کیونکہ عرش و فرش سب حادث ہین اور عزت وجلال الٰہی قدیم ہین اور دوسرے لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ شاید اللہ تعالیٰ کا تمکن
عرش پر ہی اور یہ قول مجسمہ خذلہم اللہ کا ہی جو اللہ تعالیٰ کیلیئے مکان اور جہت ثابت کرتے ہین نعوذ باللہ منہ در مختار مین ہی کہ ابو یوسفؒ نے اسکے عدم کراہت کو کہا ہی
اور اسیکو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیثؒ نے اسواسطے کہ یہ لفظ دعا مین ماثور ہین وارد ہی جسکو روایت کیا بیہقی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے تو اس صورت مین لفظ عز صفت عرش کی
ہوگا نہ صاحب عرش کی پھر صاحب درمختار کہتے ہین کہ زیادہ تر احتیاط اس دعا کے نہ کہنے مین ہی اسواسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہی اور مخالف ہی اُن آیات
قطعیہ کے جن سے نفی جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہی ص اور مکروہ ہی کہ دعا مین یہ کہے بحق فلان یا بحق رسالت وانبیائك ف اسلیئے کہ رسل
اور انبیا اور ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہین اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہین ہی یعنے جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندونکو نعمتین اور رحمتین عطا کرتا ہی اور کریگا اسکو محض
لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیئے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کسیکا دینا نہین آتا البتہ یہ لفظ دعا ماثور مین وارد ہی تو مراد اس جگہ حق سے حرمت اور عظمت اور
وجاہت ہی نہ حق وجوبی ص اور مکروہ ہی قرآن شریف پر بعد دس دس آیتونکے علامت بنانا یا اُنمین اعراب دینا ف اسواسطے کہ ابن مسعودؓ نے کہا

---

۵۱ اور حفاظت اسکے تلف سے ۱۲ ۵۲ اس صورت مین اگر وہ روپیہ ہلاک ہو جاویگا تو ضمان بقال پر نہ ہوگا ۱۲ ۵۳ فرمایا علیہ الصلاۃ والسلام نے ہر لہو مسلم کا حرام ہی مگر تین لہو یعنی اپنی زوجہ سے اور واسطے ادب کرنے اپنے گھوڑے کے
اور تیر اندازی ۱۲ در مختار ۵۴ جو لہو ولعب ایسے ہون جن مین مال بھی صرف ہوتا ہو جیسے کنکوا وغیرہ اسمین دو گناہ ہین اسراف یعنے بیجا خرچ کرنا مال کا اور ضائع کرنا عمر کا اور جن مین
صرف مال نہ ہو جیسے کھیلنا شطرنج وغیرہ مستعار کا واسطے تفریح طبع کے اسمین گناہ ہی تضییع عمر کا اور تضییع عمر ومال دونون حرام ہین ۱۲ عبدہ ۵۵ حصن حصین اور اس کی شرح مین
یہ دعا وقت جانے طرف مسجد کے مروی ہی اللہم انی اسئلك بحق السائلین علیك وبحق ممشای الیك الحدیث پس کچھ شک نہین کہنے مین کچھ مضائقہ نہین اگر مراد حق سے حرمت اور
وسیلہ ہو یا مراد حق انبیا وغیرہ کا ہمیشہ ہو یا حق سے مراد حقیقت ہو پس ان سب صورتون مین کوئی وجہ ممانعت کی نہین کذا یستفاد من الطحطاوی وغیرہ ۱۲ مرادی محمد عبد الغفار مرحوم
۵۶ بیسر یعنے جوا ۱۲

خالی کرو قرآن کو یعنے قرآن مین اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو[1] روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین ص مگر اہل عجم[2] کو درست ہی بلکہ مستحسن ہی ف اسواسطے کہ یہ لوگ
اعراب زبان عرب کو پہچان نہین سکتے تو حرج واقع ہوگی اعراب نہ لکھنے مین اور قرآن کا حفظ اور رمز او لت متروک ہوجاویگی ص اور مکروہ ہی بند کر رکھنا آدمی
اور جانورونکی خوراک کو اس شہر مین جہان پر ردکنا ضرر کرتا ہو ف اسواسطے کہ حدیث مین ہی الجالب مرزوق والمحتکر ملعون یعنے غلہ لانیوالا واسطے شہر والونکے
رزق دیا گیا ہی یعنے خدا ہی تعالیٰ اسکو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے عمرؓ بن الخطاب سے اور روایت کی احمدؒ نے مسند مین ابن عمرؓ سے کہ
جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگون سے چالیس دن تک تو وہ بری ہوا اللہ سے اور اللہ بری ہوا اس سے اور مراد یہ ہی کہ غلہ خرید کرکے اسکو رکھ چھوڑے اور خلق خدا کے ہاتھ
نہ بیچے اس نظر سے کہ جب گران یا قحط ہوگا تو بیچونگا تو حاصل یہ ہی کہ یہ روکنا غلے کا اگر اہل شہر کو ضرر کرے تو مکروہ ہی اور ابو یوسفؒ سے مروی ہی کہ احتکار کچھ غلے پر منحصر نہین ہی
بلکہ جس چیز کے روکنے سے عامہ خلائق کو ضرر پہونچے تو اسکو احتکار کہتے ہین اور محمدؒ سے مروی ہی کہ کپڑے مین احتکار نہین ہی اور مدت حبس کی بعضون کے نزدیک چالیس
دن ہین اور بعضون کے نزدیک ایک مہینا لیکن یہ مدت دنیا کی احکام کے اعتبار سے ہی اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روکے رکھے اور واجب
ہی کہ قاضی محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل و عیال کی قوت سے فاضل ہو اسکو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اسکو تعزیر دیوے اور صحیح یہ ہی کہ اگر وہ نہ بیچے تو قاضی جبراً اسکو بیچ ڈالے
کذا فی الہدایۃ و الاصل ص نہین مکروہ ہی اس غلے کا روک رکھنا جو اسکی زمین مین خاص پیدا ہوا ہو یا دوسرے شہر سے اسکو لایا ہو ف اور ابو یوسفؒ
کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک جو چیز لائی جاوے مصر تک اکثر حکم مصر مین ہی کذا فی الاصل ص اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اس سے
گھٹنے اور بڑھنے نہ پاوے ف بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے ص مگر اس صورت مین کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھا لیوین تو لوگونکی صلاح و مشورے سے نرخ مناسب مقرر کر دیوے
ف اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس بن مالکؓ سے مروی ہی کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہوگیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجئے تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنیوالا ہی اور بند کرنیوالا ہی اور کشایش کرنیوالا ہی مین چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم مین سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نکرے
کسی ظلم مالی یا خونی کا کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند مین اسکو روایت کیا ہی کذا فی العینی مسائل متفرقہ غیر نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ ملا کر بالتبع کہہ سکتا ہی آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین مکروہ ہی کبوتر و نکا پالنا استیناس اور دفع وحشت کیلئے درست ہی اور انکا
اڑانا یا مرغ لڑانا حرام ہی کبوتر باز اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہو یا ڈھیلے مار کے لوگونکی شیشے توڑتا ہو تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے
پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اسکے ذبح کر ڈالے جاوین طیور خرید کے چھوڑ دینا درست ہی اور بعضونکے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ ضائع کرنا ہی مال کا گھوڑدوڑ
درست ہی اگر شرط یک طرفہ ہو اور حرام ہی اگر دونون جانب شرط ہووے مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہوجاوے اور اسکا گھوڑا اسطرح کا ہو کہ اسکے آگے بڑھ جانیکا احتمال ہو پھر
اگر اس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونون شخصونسے مال مشروط لیوے اور ان دونون شخصون مین جو آگے بڑھ جاوے دوسرے سے مال مشروط بھر لے اور جو وہ دونون تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ
لینگے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت اور جہاد جائز ہی اور بقصد بازی مکروہ ہی قصص کاذبہ اور احادیث دروغ کا مذاکرہ مکروہ ہی ناخون کترانا مستحب ہی دن جمعے کے بعد نماز کے
مگر جب بہت بڑھ گئے ہون اور غازی کو ناخون اور مونچھین بڑھانا چاہئین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناخون کترانا شروع کئے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے
اسی کی چھنگلیا تک پھر بائین ہاتھ کی چھنگلیا سے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک موئے زہار مونڈنا اور نہانا ہر جمعے مین افضل ہی اور پندرھوین دن بھی موئے زہار مونڈنا جائز ہی اور
چالیس دن سے زیادہ گذرنا مکروہ ہی داڑھی ایک مٹھی رکھنا مستحب ہی اس سے جو بڑھے اُس کو قطع کرے اگر بدنما معلوم ہو مونچھو نکو کتراوے یا منڈاوے اگر کترا وے

[1] ردمختار مین ہی یہ فرمانا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا باعتبار اپنے زمانے کے تھا اور بہت حکم مختلف ہوجاتے ہین باعتبار زمانے اور مکان کے کما بسطہ الزیلعیؒ وغیرہ ۱۲ عبدہ [2] درمختار مین ہی اسی طرح
نہین مضائقہ ہی نام سورتون کے اور شمار آیتون کا اور علامات وقف وغیرہ قرآن مین لکھنا پس یہ سب بدعت حسنہ ہین درر و قنیہ ۱۲ مولانا مولوی حاجی حافظ محمد عبدالغفار صاحب لکھنوی غفر اللہ لہ

[2] یعنے غیر عرب ۱۲

تو اتنا کہ لب بالا کے کنارے کے برابر ہو جاوین عورت کو سر کے بال کاٹنا حرام ہی ایک شخص نے علم دوسرونکو تعلیم کرنے کیلئے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کیلئے تو اول افضل ہی اور باہم تذکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہی بغیر اذن والدین کی علم دین حاصل کرنے کیلئے سفر کرنا جائز ہی اگر امرد ہو قاضی پر محکمہ مین اور جو شخص مسجد مین بیٹھا ہی انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرارت قرآن مین مشغول ہی اور مذاکرۂ علم کیفیت اورحا اذان واقامت کے حال مین جواب سلام کا دینا واجب نہین لڑکیونکے کان چھیدنے مین قباحت نہین ہی بعد دفن کے پھر میت کا نقل کرنا ناجائز ہی البتہ قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہی عاشورہ کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن کے پڑھنے سے سننا اسکا زیادہ ثواب ہی واللہ اعلم من الدر المختار وحواشیہ

ص کتاب احیاء الموات

ف یعنے نہ آباد زمینونکے آباد کرنیکا بیان ص موات وہ زمین ہی جس سے نفع حاصل نہین ہوتا پانی نہ ہونے یا پانی کی کثرت کے سبب سے یا مانند اسکے اور اسباب سے ف مثلاً زمین بہت نمدار ہوگئی یا شور ہوگئی کذا فی الاصل ص اور قدیم سے کسی کی مملوک نہین ہی یا مملوک ہی اہل اسلام کی لیکن اسکا کوئی مالک معین نہین معلوم ہوتا اور بستی سے اسقدر دور ہی کہ اگر کوئی شخص انتہای آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اس زمین مین آواز نہ پہونچے ف امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہوگی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہین ہی پس اگر اسکا مالک معلوم نہ ہووے تو وہ عامہ مسلمین کی ہی اور جب اسکا مالک ظاہر ہو جاوے تو وہ زمین اسکو دیجاویگی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ مزارع کو دینا پڑیگا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ابو یوسفؒ نے نہ محمدؒ نے کذا فی الاصل ص جو شخص ایسی زمین کو آباد کریگا تو وہ زمین اُسی کی مملوک ہو جاویگی اگر امام کی اذن سے ہووے گو وہ شخص ذمی ہوا ور جو بغیر اذن امام کے ہووے تو مالک نہوگا ف یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک امام کا اذن شرط نہین ہی کذا فی الاصل دلیل انکی قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اسی کی ہی روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اسکو ترمذی نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہی اور اختلاف ہی اسکے صحابی مین بعضے جابرؓ کہتے ہین اور بعضے عائشہؓ اور بعضے عبداللہ بن عمرؓ اور راجح قول اول ہی اور روایت کی بخاری نے عروہؓ سے انھون نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسیکی ملک نہووے سو وہ زیادہ حقدار ہی اُسکا کہا عروہؓ نے یہی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت مین دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہی کہ روایت کی طبرانی نے معاذؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اسکا امام خوش ہوا اور پہلی حدیث محمول ہی اُسی صورت پر جب اذن امام کا ہووے ص نہین جائز ہی آباد کرنا اس زمین کا جسکا پانی ہٹ گیا ہو لیکن وہان آسکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہوگیا ہو کہ پھر اسکا عود نہوسکے تو آباد کرنا اسکا درست ہی اگر زمین موات امام کی اذن سے لی اور اسمین پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اسکو آباد نہین کیا تو امام اس سے زمین لیکر دوسرے کے حوالے کرے اور جسنے ایک کنوان زمین موات مین کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنوان عطن کیلئے ہو ف یعنی پانی اسمین ہاتھ سے بھرا جاتا ہو اور اونٹ اسکے گرد بیٹھ کر پانی پیتے ہون ص یا ناضح ہو ف بیر ناضح وہ کنوان ہی جس سے پانی بھرا جاتا ہی اونٹون سے کھیت سینچنے کیلئے ص تو گرداگرد اس کنوین کے چالیس گز ہر طرف سے اسکا حق ہوگا بر قول اصح ف اور بر قول غیر اصح حریم اسکا چالیس گز ہی ہر طرف سے دس گز اور صاحبینؒ کے نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہوگا ہر جانب سے اور گز سے مراد شرعی ہی جو چوبیس انگل کا ہوتا ہی اور ہر انگل بقدر چھ جو کے جب آپسمین ایک دوسری کا پیٹ ملا ہووے کذا فی الاصل دلیل امام صاحبؒ کی حدیث ہی عبداللہ بن مغفل کی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شخص کنوان کھودے تو اسکو چالیس گز ہی واسطے پانی پینے اسکے جانورون کے روایت کی امام احمد نے مسند مین ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنوین کا چالیس گز ہی سب طرف سے اسکے واسطے پانی پینے اونٹ اور بکریون کے ص اور حریم چشمے کا پانسو گز ہی ہر جانب سے ف اسواسطے کہ ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج مین روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانسو گز ہی اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہی اور بیر ناضح کا حریم

سائھ گز ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ یہی حدیث دلیل ہی صاحبین رح کی ہیر تا صیح کے حریم مین زیلعی نے تخریج ہدایہ مین اسکو غریب کہا ہی ص تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنوان کھودنے کا ارادہ کریگا تو منع کیا جاویگا نہ باہر حریم کے اگر حریم کی منتہی پر ایک اور شخص نے کنوان کھودوا تو اسکا حریم مین جانب سے ہوگا نہ پہلے کنوین کیجانب سے ف اسلیے کہ وہ ملک پہلے کنوین والیکی ہی ص اور کاریز ف یعنے مجری پانی کا زمین کے نیچے در مختار ص کا حریم بقدر اسکی اصلاح کے ہی ف اندر کی مٹی ڈالنے کیلیئے یہ مذہب امام صاحب رح کا ہی اور بعضون نے کہا کہ جب اسمین پانی نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہی اسکا حریم نہین ہی اور جو پانی نکلے تو حکم اسکا مثل چشمے کے ہی یعنے پانسو گز اسکا حریم ہوگا کذا فی الاصل ص نہر کا حریم نہ ملیگا دوسری کی زمین مین امام صاحب رح کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبین رح کے نزدیک اسکو نہر کی مینڈ ملیگی چلنے کیلیئے اور مٹی ڈالنے کیلیئے حریم ملیگا اور ایسی ہی زمین موات مین تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے بیچ مین واقع ہی اور کسیکی اُن دو نون مین سے اُس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہین ہی تو وہ مینڈ صاحب زمین کی ہوگی امام صاحب رح کے نزدیک اور جو کسیکی علامت اسپر موجود ہی تو اُسی صاحب علامت کی ہوگی اور ابو یوسف رح کے نزدیک حریم نہر کا بمقدار نصف بطن نہر کی ہوگا ہر جانب سے اور محمد رح کے نزدیک بمقدار پوری بطن نہر کا ہر جانب سے ف در مختار مین ہی کہ قول ابو یوسف رح پر فتوی ہی اور حریم درخت کا جو ارض موات مین بووے پانچ گز ہی ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہی حدیث مین اخراج کیا اسکا ابوداؤد رح نے

ص فصل شرب کے مسائل مین

شرب بالکسر عبارت ہی پانی کے حصے سے ف یعنے پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت سینچنے کیلیئے یا جانورون کے پانی پلانے کیلیئے در مختار ص اور شفعہ کہتے ہین آدمی یا چارپایون کے پانی پینے کو لبون سے تو ہر شخص کو حق شفعہ پہونچتا ہی ہر پانی مین جو کسی برتن کے اندر نہ رکھا گیا ہووے ف اسلیئے کہ جب پانی کسی برتن مین رکھا گیا تو وہ رکھنے والیکا مملوک ہوگیا اب کوئی شخص بے اجازت اُسکے اسمین سے نہین پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہ مین ہی جیسے کنوان یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو ہر شخص کو اس سے پینا یا جانورونکو پلانا پہونچتا ہی اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آدمی شریک ہین تین چیز مین ایک پانی دوسری گھانس تیسری آگ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ص اسی طرح ہر شخص کو پہونچتا ہی کہ دریا یا نہر عظیم سے جیسے دجلہ اور جو مانند اسکے نہرین ہین ف دجلہ نام ہی نہر بغداد کا اور انہار عظام ہین مثل گنگا جمنا گھاگھرا وغیرہ ص اپنی زمین کو سینچے یا اسمین سے ایک نہر اپنی زمین کیطرف نکالے سینچنے کیلیئے یا چکی کیلیئے اگر عامۂ خلق کو اس سے مضرت نہ پہونچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کنوین سے جائز نہین کہ اپنے جانورونکو پانی پلاوے اگر نہر کے خراب ہونیکا خوف ہو بسبب کثرت جانورون کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت مین پانی ڈالے مگر اسکی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہی کہ گھڑے مین پانی بھر کر اپنے گھر مین لاکر درخت یا سبزی مین ڈالے صحیح تر قول مین ف اور بعضون کے نزدیک یہ بھی درست نہین مگر مالک کی اذن سے اور خزانہ اور وجیز مین اسی قول کو صحیح کہا ہی طحطاوی ص جو نہر کسی کی مملوک نہین ہی اُسکی کھدوائی بیت المال مین سے دیجاویگی اور اگر بیت المال مین روپیہ نہو تو رعایا سے لیجاویگی ف اور اگر وہ ندین تو امام انسے جبراً لیوے جیسے تیاری لشکر اسلام کے واسطے حموی ص اور جو وہ نہر مملوک ہی تو نہر والون سے لیجاویگی نہر کے اوپر کیجانب سے نہ پانی پینے والون سے ف یعنے جو اس نہر مین پانی پیتے ہین اُن سے کھدوائی نہ لیجاویگی اسلیئے کہ وہ نہر والے نہین ہین ص اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاوینگے تو اسپر باقی نہر کی کھدوائی لازم نہ آویگی ف امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک سب شریکون پر پوری نہر کی اول سے آخر تک کی کھدوائی مقرر کرکے حصہ رسد سب سے لیجاویگی ص صحیح ہی دعوی شرب کا بغیر دعوی زمین کے ف یہ استحسان ہی اسلیئے کہ کبھی پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہی ارثاً اور کبھی زمین بیچڈالی جاتی ہی اور شرب بائع کیلیئے رہتا ہی کذا فی الاصل ص ایک جماعت نے شرب مین جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کردینگے اور اوپر کیجانب والا نہر روک نہین سکتا اگرچہ اسکی زمین سیراب نہین ہوتی ہو بغیر روکنے کے

ہوئی لگا اور شرکا کی رضامندی سے اور کوئی اس نہر مین سے دوسری نہر نکال نہین سکتا یا اُسپر چکی کھڑی نہین کرسکتا یا دولاب یا پل بنا نہین سکتا مگر شرکا کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک مین رکھے **ف** اسطرح سے کہ بطن نہر اور دونون کنارے اسکے مملوک ہون اور دوسری شریک کو صرف پانی بہانیکا حق ہووے **کذا فی الاصل ص** ورنہ نہر اور پانی کو اس سے ضرر نہ پہونچے تو ہوسکتا ہے اسی طرح نہر کی منھ کو چوڑا نہین کرسکتا یا اگر نہر کا پانی بطور سوراخون کی منقسم تھا اور دونون کی حساب سے بانٹے تو یہ نہین ہوسکتا یا اُس مین مین پانی لیجاوے جہانکی باری مقرر نہ تھی حق شرب موروث ہوتا ہے اور اس سے نفع اٹھانے کیلئے وصیت بھی ہوسکتی ہے اور اسکی بیع یا اجارہ یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہین ہوسکتی اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا **ف** موافق عادت کے ورنہ ضامن ہوگا **درمختار ص** اور اس سے دوسرے کی زمین مین تری پہونچکے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان نہ دیگا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی کو سینچی تو تاوان نہ دیگا **ف** اسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہے اور یہی قول ہے امام خواہر زادہ کا اور جامع صغیر بزدوی مین ہے کہ ضامن ہوگا **کذا فی الاصل** درمختار مین ہے کہ فتویٰ قول اول پر ہے واللہ اعلم

ص کتاب الاشربہ

یہ کتاب ہے شرابون کے احکام کے بیان مین حرام ہے خمر اور وہ کچا پانی ہے انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ اٹھا دے اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو **ف** یا کثیر یعنی ایک قطرہ بھی اسکا حرام ہے اسلئے کہ وہ نجس عین ہے مثل پیشاب کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خمر کے حق مین اِنَّہٗ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ یعنے وہ پلید ہے شیطان کا کام ہے اور احادیث اسکی حرمت مین بکثرت وارد ہوئی ہین روایت کی حاکم اور ابوداؤد نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی خمر پر اور اسکے پینے والے پر اور اسکی نچوڑنیوالے پر اور اسکے پلانیوالے پر اور اسکے اٹھانیوالے پر اور اسکی قیمت کھانیوالے پر اور اسکے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابوحنیفہؒ اور نسائی اور دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ خمر حرام ہے قلیل اور کثیر اسکا اور شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا اور باقی ائمہؒ کے نزدیک جو چیز عقل کو زائل کردیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہے دلیل انکی حدیث ہے ائمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر خمر ہے اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت نے خمر ان دو درختون سے ہوتا ہے یعنے انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہ نے دلیل امام کی یہ بیان کی ہے کہ خمر بالاتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہین اور حدیث اول مین یحییٰ بن معین نے طعن کیا ہے اور حدیث ثانی سے بیان حکم منظور ہے نہ بیان معنی خمر اور ائمہ حدیث نے اسکو رد کیا ہے اسطرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخانؒ اور ائمہ اربعہ نے پس یہ اعلیٰ مراتب صحیح مین ہوئی اور طعن یحییٰ بن معینؒ کا اس حدیث مین ثابت نہین ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ مین کہ مینے اس طعن کو کسی کتاب حدیث مین نہین دیکھا اور ائمہ لغت مختلف ہین خمر کی حقیقت مین بعض نے خاص کیا ہے انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام رکھا ہے اور قاموس مین قول ثانی کو صحیح کہا ہے اور دلائل اسکی صحت کے بہت ہین ایک قول حضرت عمرؓ کا بر سر منبر روبرو جماعت صحابہؓ کے کہ خمر پانچ چیزون سے ہوتا ہے انگور اور کھجور اور شہد اور گیہون اور جو سے اور خمر وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو روایت کیا اسکو بخاریؒ نے اور ظاہر ہے کہ عمرؓ اور صحابہ کرامؓ عرب عربا اور اعلم باللسان تھے دوسری روایت کی بخاریؒ نے انسؓ سے کہ جسوقت خمر حرام ہوا اسوقت خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسری روایت کی ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہون سے خمر ہوتا ہے اور جو سے خمر ہوتا ہے اور کھجور سے خمر ہوتا ہے اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہے اور شہد سے خمر ہوتا ہے اور ان لوگون مین جنھون نے اطلاق کیا خمر کا غیر انگور پر عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسیٰؓ اور ابوہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ ہین صحابہؓ سے اور تابعینؒ سے سعید بن المسیبؒ اور حسنؒ اور سعید بن جبیرؒ ہین اور اور لوگ ہین کہا طحاویؒ نے کہ جب تعارض واقع ہوا حدیث ابوہریرہؓ اور حدیث نعمانؓ اور حدیث ابن عمرؓ مین کہ جب خمر حرام ہوا مدینے مین تو ان خمرون مین سے کوئی خمر وہان نہ تھا روایت کیا اسکو بخاریؒ نے اور صحابہ اسکی تعریف اور ماہیت مین

لہ اور لغت مین نہین جاری ہوتا قیاس بس نام سبب کا قارورہ نہ رکھا جاویگا بسبب قرار ہونے پانی کے اسمین اور رعایت وضع اول کی واسطے صحت اطلاق کے نہین بلکہ واسطے ترجیح وضع کے ہے اور تحقیق کی ہے مینے اسکی تنقیح مین

مختلف ہو گئے چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی ساتھ انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہے درمیان ائمہ کے اسیقدر رہا کہ
انگور کا نچوڑا ہوا پانی جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہے تو اسی کو اختیار کیا ہمنے اسلیے کہ امر حرمت کا عظیم ہے جیسے امر حلت کا یعنے حرمت
خمر کی تو قطعی ہے اور منکر اسکی حرمت کا کافر ہے برخلاف اسکے جو اور اشربہ کی حرمت کا منکر ہووے اسلیے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق
علیہ کو خمر قرار دیا اور اسکے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا اور سوا اسکے اور مسکرات بھی حرام ہین لیکن حرمت انکی ظنی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب ص اور جھاگ ہونا
شرط ہے امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جب شدید ہو گیا اور مسکر ہو گیا اب جھاگ اٹھانا ضرور نہین ہے پھر خمر کا عین حرام ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض
لوگونکا قول یہ ہے کہ بقدر مسکر اسمین سے حرام ہے ف لیکن یہ قول مردود ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے خمر کو رجس فرمایا ہے جیسا کہ گذرا اور اسپر اجماع امت کا ہو گیا کذا فی الاصل
ص پھر خمر کا حلال جاننے والا کافر ہے ف اسلیے کہ منکر ہے نص قطعی کا ہدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنے قیمت دار ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہے نہ ثابت
اسکی ف تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کردیا تو ضمان لازم نہ آویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی خمر کے بائع اور اسکی قیمت کھانیوالے پر اور روایت
کی مسلم نے اور محمدؒ نے آثار مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسنے حرام کیا خمر کو سو اسی نے حرام کیا اسکی بیع اور ثمن کھانیکو ص اور حرام ہے مسلمانکو
نفع اٹھانا خمر سے ف اسلیے کہ انتفاع نجس سے حرام ہے در مختار مین ہے کہ خمر کا جانور کو پلانا یا اس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا تماشے کیواسطے یا
دوا مین اسکا ڈالنا یا تیل مین یا کھانے مین یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہے مگر سرکہ بنانا یا پیاس کے سبب جان نکلتی ہو اور پانی وغیرہ نہ ملے
تو پینا بقدر ضرورت درست ہے اور جو ضرورت سے زیادہ پئیگا تو اسپر حد ماری جاویگی ص اور جو کوئی خمر کو پئیگا اگرچہ اسکو نشہ نہووے لیکن حد مارا جاویگا
ف چنانچہ دلیل اسکی کتاب الحدود مین گذری اور سوا خمر کے اور شرابونکے پینے سے حد نہ پڑیگی جبتک نشہ نہووے لیکن محمدؒ کے نزدیک پڑیگی اور اسی پر فتوی ہے
اس زمانے مین عالمگیری ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اسکی حرمت نجاویگی ف اسلیے کہ بعد خمر ہو جانیکے پکانا مؤثر نہین ہے ہدایہ ص اور جائز
ہے سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہے وہ سرکہ اسیطرح اگر خود بخود سرکہ ہو جاوے اور شافعیؒ کے نزدیک جائز نہین دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے انسؓ کی ابی طلحہؓ
سے کہ پوچھا انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیمون کا خمر میرے پاس ہے تو آپنے فرمایا کہ بہادے اسکو تو کہا مینے کہ سرکہ بنالون اسکا
کہا آپنے نہین ہم یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث قریب تر ہے اس زمانیکے جب خمر حرام ہوا تھا اور اوائل مین آپنے واسطے نفرت دلانیکے شراب کے برتنونکا
استعمال بھی منع کردیا تھا بعد اسکے بالاتفاق درست ہو گیا اسی واسطے شافعیؒ نے بھی ایک قول مین یہ سرکہ جائز رکھا ہے دوسری یہ کہ حضرتؐ نے فرمایا کیا اچھا
سالن سرکہ ہے روایت کیا اسکو مسلم نے جابرؓ سے اور سرکہ اس حدیث مین مطلق ہے تیسرے یہ کہ علت حرمت خمر کی سکر ہے تو جب سکر زائل ہو گیا تو حرمت بھی
جاتی رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہو گیا تو جہانتک سرکہ ہے وہان تک برتن پاک ہو گیا اور اسکے اوپر کا جہان سے خمر گھٹ گیا ہے تبعًا پاک ہو جاویگا یہی مفتی بہ
ہے اور ایک روایت مین پاک نہ ہوگا مگر جب وہ سرکہ وہان ڈالا جاویگا تو علی الفور پاک ہو جاویگا ہدایہ ص اسیطرح حرام ہے طلا یعنی انگور کا پانی جب
پکایا جاوے اور دو تہائی سے کم جلایا جاوے ف طلا اسکو اسلیے کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہے اونٹ کے طلا کی اور صحیح یہ ہے کہ اسکا نام باذق
ہے اور جو نصف جل جاوے تو اسکا نام منصف ہے یہ دونون اوزاعیؒ کے نزدیک مباح ہین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام ہین ص اور سکر یعنے کھجور کا پانی
اور نقیع زبیب یعنے منقی انگور کا پانی جب اسمین جوش اور شدت پیدا ہو جاوے ف یعنے طلا اور سکر اور نقیع زبیب جب ہی حرام ہین کہ اسمین جوش اور نشہ
پیدا ہووے اور شریک بن عبداللہ کے نزدیک سکر درست ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے تتخذون منه سكرا ورزقا حسنا اور ہماری دلیل احادیث اور
اجماع صحابہؓ کا ہے اسکی حرمت پر اور یہ آیت ابتداے اسلام کی ہے جب خمر حلال تھا اور بعضونے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور
رزق حسن کو ترک کرتے ہو کذا فی الاصل والہدایہ ص اور نجاست انکی غلیظہ ہے ف اور ایک روایت مین خفیفہ ہے ہدایہ اور حرام ہونا انکا

امام صاحب کے نزدیک جب ہی جسوقت جوش کرے اور شدید ہوا اور جھاگ لاوے اور صاحبین رح کے نزدیک فقط اشتداد کافی ہے مثل شراب کے کذا فی الاصل
ص لیکن حرمت انکی ظنی ہے تو منکر اسکا کافر نہوگا اور خمر کی حرمت قطعی ہے تو منکر اسکا کافر ہوگا اور درست ہے مثلث انگور کا اگرچہ اسمین شدت ہوجاوے
ف یعنے سکر پیدا ہوجاوے مثلث انگور کا اسکو کہتے ہین کہ انگور کا پانی لیکر پکایا جاوے یہانتک کہ اسکی دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی رہجاوے پھر اسکو
چھوڑ دین یہانتک کہ اسمین شدت ہوجاوے اور جھاگ اٹھنے لگے اسیطرح اگر اسمین بعد جلانیکے پتلا کرنیکیلیے تھوڑا سا پانی ڈالکر پھر پکا دین اور اسکو چھوڑ دین
یہانتک کہ جوش کرے اور شدید ہوا اور جھاگ اٹھنے لگے اور درست ہے یہ مثلث امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اور محمد رح اور شافعی رح اور مالک رح کے
نزدیک بالکل حرام ہے کذا فی الاصل اور طلا درحقیقت اسی کا نام ہے درمختار مین ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہ سے ثابت ہے اسیطرح نبیذ کھجور کا یا انگور
خشک کا جب تھوڑا سا پکا لیا جاوے اگرچہ اسمین شدت ہوجاوے لیکن ان تینون کا اس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نکرے اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پیے بلکہ
قوت کیلیے استعمال کرے ف ورنہ امام صاحب کے نزدیک بھی حرام ہے دلیل امام اعظم رح کی حدیث ہے علی رض کی فرمایا حضرت نے حرام کیا اللہ تعالی نے خمر کو
بالکل اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اسکو عقیلی نے اور کہا کہ اسناد مین اسکی عبدالرحمن مجہول ہے اور حدیث اسکی غیر محفوظ ہے البتہ ابن عباس سے موقوفا
مروی ہے روایت کیا اسکو ابوحنیفہ اور دارقطنی نے جیسا کہ زیلعی نے اور روایت کیا نسائی نے حلت کو مثلث کی حضرت عمر سے تو حرام امام صاحب کے نزدیک صرف
خمر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہوا اور محمد رح اور شافعی اور مالک رح کے نزدیک یہ سب حرام ہین قلیل اور کثیر انکا اسلیے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جس چیز کا کثیر مسکر ہو سو اسکا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اسکو احمد اور چارون عالمون نے جابر رض سے اور صحیح کیا ابن حبان نے اور روایت کی ابوداود اور
ترمذی نے عائشہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہووے تو اسکا ایک کف بھی حرام ہے اور بسبب اسکے علما نے فتوی
دیا ہے محمد رح کے قول پر اس زمانے مین اسلیے کہ فاسق ان چیزون کا استعمال کرتے ہین واسطے سکر کے اور شاید امام اعظم کو یہ حدیثین نہین پہنچین واللہ اعلم
ص اسیطرح درست ہے خلیطان یعنے کھجور اور انگور خشک کو ملا کر بھگو دین اور تھوڑا سا پکا کر اسکو چھوڑ دین یہانتک کہ جوش مارے اور شدید ہوجاوے تب اسکو پیے
بغیر لہو و طرب کے ف دلیل حلت کی وہ حدیث ہے جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا عائشہ رض سے کہ ہم مٹھی بھر کھجور اور مٹھی بھر انگور خشک بھگو رکھتے تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیواسطے سو جو صبح کو تر کرتے تھے تو آپ شام کو اسکو پیتے تھے اور جو شام کو تر کرتے تھے تو آپ صبح کو اسکو پیتے تھے اور محمد بن الحسن نے
کتاب الآثار مین پلانا ابن عمر کا ابن زیاد کو خلیطان روایت کیا ہے اور وہ جو حدیث جابر رض سے بکو روایت کیا الکرسیہ نے ممانعت اسکی منقول ہے تو محمول ہے
اوپر ابتدائے اسلام کی ہے ص اسیطرح درست ہے نبیذ شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا اگرچہ پکایا نہ جاوے بغیر لہو و طرب کے ف امام صاحب کے نزدیک
ہدایہ مین ہے کہ انکے پینے والے کو حد نہ پڑیگی اگرچہ مست ہوجاوے اور محمد کے نزدیک یہ سب حرام ہین مطلقا اور یہی فتوی ہے اور اسکے پینے والے کو حد پڑیگی اگر مست ہوجاوے
بقول مختار فی زماننا کذا فی الدر المختار ص اور درست ہے سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اسمین ملاکر بناوے اور نبیذ بنانا کدو کے برتنون اور سبز گھڑون اور رال اور روغن قیر لگے
ہوے برتنون اور لکڑی کی برتنون مین ف اسواسطے کہ محمد نے کتاب الآثار مین بسند صحیح روایت کیا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مین نے تم کو منع کیا تھا دبا اور
حنتم اور مزفت مین نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حرام یا حلال نہین کرتا اور نہ پیو مسکر کو اور جو حدیث
ابن عباس رض مین صحیحین مین ہے کہ آپ نے وفد عبدالقیس کو دبا اور حنتم اور مزفت اور نقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سو منسوخ ہے اس حدیث سے

سلہ یہ احتمال غلط اور سوء ظن ہے اسلیے کہ قبل اسکے درمختار سے نقل کیا ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہ سے ثابت ہے اور حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اسکی حلت کو [illegible] روایت کی نسائی اور دارقطنی نے پس
کیا ان تمام اجلہ صحابہ پر یہ روایتین حرمت قلیل کثیر مخفی رہین کوئی مسلمان مخلص ایسا گمان نکریگا [illegible] جواب صحیح یہی ہے کہ یہ روایت استعمال بطور لہو و طرب پر محمول ہے [illegible] ابتدائی زمانہ [illegible]
ہوجاوے اور فی زماننا چونکہ استعمال ان مسکرات مذکورہ کا بہنیت سکر ولہو ہوتا ہے پس انکی حرمت کا حکم کرنا چاہیے فافہم واللہ اعلم ۱۲ عبدہ سلہ حرام کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استعمال ان ظروف کو [illegible]
اسلیے کہ انمین اثر شراب کا تھا پھر جب مدت گذر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباح فرمایا [illegible]

ص اور مکروہ ہی خمر کی تلچھٹ کا پینا اور اسکو کنگھی مین ملکر بالونکو لگانا ف مراد کراہت سے حرمت ہی کذا فی الاصل ص لیکن تلچھٹ کا پینے والا جبتک مست نہ ہووی تو اسکو حد نہ پڑیگی ف اور نحو مین شرب قلیل سے حد ہی اسلیے کہ قلیل اسکا داعی ہوتا ہی طرف کثیر کے اور یہ امر تلچھٹ مین نہین ہی تو اسمین حقیقت سکر معتبر ہوگا کذا فی الاصل مسائل ملحقہ اور مختار یہ ہی کہ بھنگ اور افیون اور اجوائن خراسانی اور جا پھل حرام ہی لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہی سو اگر کوئی شخص انمین سے کہا وی تو اسپر حد نہین اگرچہ اس سے مست ہوجاوی بلکہ اسکو تعزیر دیجادی اور ہدایہ وغیرہ سے اجوائن اور افیون کی حلت مفہوم ہوتی ہی اگر قلیل ہو جس سے سکر نہو وی اور نشا کرنے کے باب مین علما مختلف ہوی بعض کے بیان سے حلت اور بعضون کے قول سے کراہت تنزیہی اور بعضونکی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہی لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجوح ہی اور کراہت تنزیہی اقرب ہی طرف حلت کے پس حلت کا قول ارجح ہی اور یہی مستفاد ہی کتب شافعیہ سے اور معلوم ہوا اس اصل سے کہ اشیا مین اباحت اصل ہی اور وہ جو حدیث مین وارد ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر سے اور مفتر سے روایت کیا اسکو احمد نی ام سلمہ سے تو اس سے ممانعت نشا کو کھانیکی جو واسطے دوا کے ہووی اور قلیل ہو کہ اس سے فتور پیدا نہ ہووے نہین نکلتی اور یہی حکم ہی شقہ کا واللہ اعلم بالصواب اور زبان پاد جسمین خمر مخلوط ہووی حرام ہی اور جو اور کوئی چیز مسکر مخلوط ہووی تو پینا اسکا بمذہب امام صاحب

کے درست ہی اور موافق مذہب امام محمد رحمہ کے نادرست ہی اور اسی پر فتویٰ سے ہے

ص کتاب الصید

ف یہ کتاب ہی شکار کے بیان مین صید وہ جنگلی متوحش جانور ہی جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر حیلہ سے اور حلت صید کی غیر محرم کیلیے کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور فرمایا حرام کیا گیا تمپر شکار خشکی کا جب تم احرام مین ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو چھوڑے اپنا کتا پھر کہے بسم اللہ پھر جب وہ شکار کو پکڑکر مار ڈالے تو کھا اور جو وہ اسمین سے کھالیوی تو نہ کھا روایت کیا اسکو ائمہ ستہ نے اور منعقد ہوا اسکی حلت پر اجماع ص حلال ہی شکار ہر دانت کچلی والے جانور سے اور ہر پنجے والے پرندے سے جیسے کتا باز وغیرہ ف بیان ہوئے معنی دانت والے اور پنجے والے جانور کے کتاب الذبائح مین پھر جان تو کہ سور مستثنیٰ ہی اس سے اسلیے کہ وہ نجس العین ہی اور امام ابو یوسف نے استثنا کیا شیر کا بسبب کے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خباثت کے اور بعضوں نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا ہی خساست مین اور ظاہر یہ ہی کہ کچھ حاجت استثنا کی نہین ہی اسلیے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم نہین ہوسکتی اسلیے کہ شیر عالی ہمت ہی وہ کسی کا کام نہین کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہی وہ بھی کسیکا کام نہین کرتا تو حلت صید کی شرط نہین پائی جاتی کذا فی الاصل

دلیل اس باب مین قول ہی اللہ تعالی کا وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ یعنی حلال ہی تمھارے واسطے شکار جانورونکا جو زخمی کرتے ہین جنکو تعلیم کیا تمنے اور یہ مطلق ہی شامل ہی ہر جانور کو دوسری حدیث عدی بن حاتم مین لفظ کلب کا وارد ہی اور کلب کا اطلاق زبان عرب مین ہر درندے پر ہوتا ہی یہانتک کہ شیر پر بھی ہدایہ ص بشرط کہ تعلیم یافتہ ہوں ف اسلیے کہ کلام اللہ مین وَمَا عَلَّمْتُمْ کی قید ہی دوسری یہ کہ ابی ثعلبہ خشنی نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہین اپنے کتے معلم اور غیر معلم کو تو فرمایا آپنے کہ جو تو شکار کرے اپنے کتے معلم سے بسم اللہ کہکر سو کہا اسکو اور جو تو شکار کرے غیر معلم کتے سے اور اس جانور کو ذبح کرلے تو کھا اسکو یعنی بغیر ذبح کاٹ اسکا شکار درست نہین ہی روایت کیا اسکو بخاری مسلم نے ص اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگادین ف اسواسطے کہ کلام اللہ مین جوارح کا لفظ وارد ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جراحت ضرور ہی اور یہی ظاہر الروایت ہی اور اسی پر فتوی ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جراحت شرط نہین ہی ص اور انکو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہکر چھوڑے ف اسواسطے کہ حدیث عدی مین بسم اللہ کہنے کا امر ہی اور اسی حدیث مین ہی کہ عدی نے کہا یا رسول اللہ مین اپنا کتا بسم اللہ کہکر چھوڑتا ہون اور اسکے ساتھ ایک اور کتا آجاتا ہی اب مین نہین جانتا کہ شکار کو کس کتے نے پکڑا تب فرمایا آپ نے کہ نہ کھا اس کو اسلیے

۵۷ جب سکر نہو اور بطور لہو وطرب اسکا استعمال نہ ہو ۱۲ ۵۸ اور اسی مین تقوی اور احتیاط ہی ۱۲ ۵۹ یعنی معلم ہون ۱۲ ۶۰ اور بطور لہو وطرب کے نہ ہووے ۱۲

کہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہے نہ دوسرے کتے پر تو اگر کتا چھوڑنیوالا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن عمداً بسم اللہ ترک کردیوے تو درست نہین ہے **ص** اور وہ شکار
ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو پانونسے یا پرونسے اور وحشی ہو حلال ہو **ف** ذکات اختیاری سے جبکہ ہو نسکے تو جو جانور لوگونسے انس پکڑ گیا ہے ممتنع ہے
لیکن متوحش نہین ہے اور جو شکار جال مین پھنس گیا یا کنوین مین گر گیا یا سُست کیا ہوا اسکو کسی متوحش نے تو وہ متوحش ہے لیکن غیر ممتنع ہے کذا فی الاصل
تو ایسے جانورونمین ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے لیے ضرور ہے صرف ارسال جانور اور زخم سے حلال نہونگے **ص** اور اُسمین کلب معلم کے ساتھ دوسرا
کلب جسکا شکار نہین درست ہے **ف** جیسے وہ کلب غیر معلم ہووے یا مجوسی کا ہووے یا شکار کے لیے چھوڑا نہ گیا ہووے یا بسم اللہ عمداً ترک کرکے چھوڑا گیا ہووے
کذا فی الاصل **ص** شریک ہووے **ف** بسبب اُسی حدیث عدی بن حاتم کے جو اوپر گذری **ص** اور وقفہ کلب معلم وقفہ نکرے بعد ارسال کے **ف** تاکہ اسکا
شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب ہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال کے آرام کے لیے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہین اسلیے کہ
یہ شکار ارسال سے نہوگا بلکہ گویا کلب نے بطور خود شکار کیا برخلاف اسکے کہ چیتے کو شکار کیلیے چھوڑا اور وہ چھپ کا بطریق حیلے اور گھات کی شکار کی فکر مین نہ
بطریق استراحت اور آرام کے پھر شکار کو پکڑا کہ یہ درست ہے اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کرے تو بھی درست ہے درمختار و طحطاوی **ص** اور کتا
تعلیم یافتہ ہو جاتا ہے اگر تین بار شکار کرے اور اسمین سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہے جب پکارنے سے آنے لگے **ف** یہی مضمون ماثور ہے ابن عباسؓ سے
کہا زیلعیؒ نے تخریج مین کہ یہ اثر غریب ہے مین کہتا ہون روایت کی امام محمدؒ نے آثار مین بسند صحیح ابن عباسؓ سے کہ کہا انھون نے جس جانور کو پکڑ لے تیرا کتا تو اگر معلم
ہے تو کھا اُسکو اور جو وہ اسمین سے کھالیوے تو نہ کھا اسکو اور لیکن باز اور شکرا مین تو کھا اگرچہ وہ اسمین سے کھالیوے اسلیے کہ تعلیم اسکی یہ ہے کہ پکارنے سے چلا آوے اور
تو اسکو مار نہین سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمدؒ نے کہ ہم اسی قول سے اخذ کرتے ہین اور یہی قول ہے ابو حنیفہؒ کا **ص** تو اگر باز شکار مین سے کھالیوے تو وہ شکار
کھانا درست ہے نہ جب کتا اسمین سے کھالیوے اسیطرح اگر کتے نے تین بار نہ کھایا پھر چوتھی دفعہ کے شکار مین سے کھالیا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا اور
اسکے بعد جتنے جانور شکار کریگا سب حرام ہونگے یہانتک کہ پھر تعلیم یافتہ ہو جاوے اسیطرح قبل اس جانور کے جتنے جانور شکار کیے ہین اگر وہ صیاد کے
پاس موجود ہین حرام ہونگے[1] **ف** اور جو صیاد انکو کھا گیا ہے تو اب حرمت کے ثبوت سے کیا فائدہ ہے **ص** اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اس شکار کے
حلال ہونیکی یہ ہے کہ بسم اللہ کہکر تیر مارے **ف** اور جو بھول جاویگا تو بھی درست ہے اور جو قصداً ترک کریگا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا **ص** اگر وہ تیر اُس شکار کو
زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھائے ہوئے بھاگ کر کہین غائب ہو جاوے تو اسکی جستجو سے بیٹھ رہے **ف** یعنے اسنے شکار کو تیر مارا اور پھر تیر کھا کر آنکھ سے غائب
ہو گیا بعد اسکے شکاری نے اسکو مردہ پایا تو اگر اسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہین اور جو اسکے ڈھونڈھنے مین مصروف تھا تو حلال ہے اور فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شکار مین جو غائب ہو جاوے شکاری سے کہ تو نہین جانتا شکاری نے قتل کیا اسکو یا زمین کے جانورون نے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف
مین ابی رزینؓ سے اور روایت کی مسلمؒ اور احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے کہ آنحضرت صلعم نے ابو ثعلبہؓ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے
تین دن پھر تو نے اسکو پایا سو کھا جبتک وہ گندہ نہین ہوا **ص** اگر تیر مارنیوالے نے یا کتے یا باز سے شکار کرنیوالے نے شکار کو زندہ پایا تو ضرور ہے کہ اسکو ذبح کرے
ف یعنی جب اسکو زندہ پاوے اسقدر کہ مذبوح سے زیادہ اسمین حیات ہووے تو ذکات ضرور ہے **ص** تو اگر ترک کریگا عمداً ذکات کو حرام ہو جاویگا **ف** یعنی باوجود قدرت
تذکیہ کے اگر ذکات نہ کریگا تو حرام ہوگا اور جو قادر نہو ذکات پر تو حلال ہے یہی مروی ہے امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے اور یہی قول ہے شافعیؒ کا اور ظاہر الروایۃ
مین ہے کہ حرام ہو جاویگا اور جو اُسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اُسکا اعتبار نہوگا پس تذکیہ واجب نہوگا لیکن جو جانور اوپر سے گر پڑے یا مثل اسکے اور جو بکری
بیمار ہو تو فتویٰ اسپر ہے کہ اُسمین حیات قلیل بھی معتبر ہے یہانتک کہ اگر اسکو ذبح کرلیگا اور اُسمین تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہو جاوے گی بسبب

[1] یعنے قبل کھانے کے جو جتنے جانور شکار کیے تھے وہ سب بھی حرام ہونگے اسلیے کہ معلوم ہوا وہ کلب جاہل تھا نہ کلب معلم کذا فی الاصل ۱۲ [2] مثلاً چھری نہ ہو یا وقت تنگ ہووے ۱۲

قولہ تعالیٰ کے اِلّا ما ذکّیتم ۔ کذا فی الاصل ص اگر مجوسی نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اُس کُتے کو تیز کیا اور جھڑکا یا شور کر کے سو وہ تیز ہوا اور اُسنے
شکار مارا تو وہ شکار حرام ہے ف اسواسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہے نہ جھڑکانے اور تیز کرنیکا ص اسیطرح اگر معراض سے اُس شکار کو
قتل کیا اپنے عرض کیجانب سے نہ طول کیجانب سے جدھر دھار ہے ف تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اس تیر کو کہتے ہین جو بے پر کا ہووے اور نام اُسکا معراض اسلیے ہوا کہ وہ
نشانے پر عرض سے جاکر لگتا ہے نہ نوک سے اور جو اسکی نوک مین تیزی ہووے اور وہ نوک کیجانب سے لگے تو شکار حلال ہے کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول
ہے رسول اللہ صلعم کا عدیؓ بن حاتم کی حدیث مین کہ پوچھا مینے آپسے معراض سے تو فرمایا آپنے جب لگے وہ نوک کیطرف سے جدھر تیزی ہے تو کھا اور جو عرض کیجانب سے
لگے تو نہ کھا اسلیے کہ وہ موقوذہ ہے روایت کیا اُسکو بخاری نے اور موقوذہ حرام ہے نص کلام اللہ سے موقوذہ اُس جانور کو کہتے ہین جسکو لکڑی یا ڈھیلے یا پتھر سے
پھینک کر مارین ص یا قتل کیا اُسکو بھاری غُلّے نے اگرچہ وہ غُلّہ دھار دار ہووے ف تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جانور اُس غُلّے کی
بوجھ سے مرگیا ہووے نہ زخم سے یہانتک کہ اگر غُلّہ ہلکا ہووے اور دھار دار ہووے تو حلال ہوگا اسلیے کہ موت بالیقین جراحت سے ہوگی کذا فی الاصل ہدایہ
مین ان مسائل کا قاعدہ کلیہ یہ مذکور ہے کہ جب موت جراحت سے ہو یقیناً تو شکار حلال ہوگا اور جو اُسکے بوجھ اور وزن سے ہووے یقیناً تو حرام ہوگا اور جو شک
ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے ص یا اُس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی مین گر پڑا ف تب بھی شکار حرام ہوگا اسلیے
کہ شک ہے کہ وہ تیر سے مرا یا پانی مین ڈوبنے سے مرا اور حدیث عدیؓ بن حاتم مین ہے کہ اگر شکار تیرا پانی مین گر پڑا تو نہ کھا اُسکو اسواسطے کہ تو نہین جانتا
کہ پانی نے قتل کیا اُسکو یا تیرے تیر نے روایت کیا اسکو مسلم نے ص یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر پھر وہان سے زمین پر گر پڑا ف تب بھی حرام ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین
پر گرا تو حلال ہے اسیطرح حلال ہے اگر مسلمان نے کُتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسی نے اسکو نہین چھوڑا لیکن مسلمان نے
اسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا تو ان صورتون مین شکار حلال ہے ف جاننا چاہیے کہ جہان پر ارسال و زجر دونون پائے جاتے ہون تو اعتبار ارسال کا ہے
تو اگر ارسال مجوسی سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور جو ارسال مسلمان سے ہووے اور زجر مجوسی سے تو شکار درست ہے اور جو ارسال وہان بالکل نہو صرف زجر
ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان سے ہو تو شکار حلال ہے اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہے کذا فی الاصل ص اگر کُتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اسنے دوسرے
جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہے ف یہ ہمارے نزدیک ہے اسواسطے کہ اس قسم کی تعلیم نہین ہوسکتی کہ جس جانور کو معین کردیوین اسی کو پکڑے اور امام مالکؒ کے
نزدیک حلال نہین ہے اور اگر کتے کو بسم اللہ کہکر ایک شکار پر چھوڑا اور اُسنے جاکر اُسکو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا دونون حلال ہین جیسے ایک تیر ایک شکار کو
لگ کے پھر دوسرے کو لگ گیا تو دونون حلال ہونگے اسیطرح اگر کُتے کو بہت سے جانورون پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہکے اور اسنے کئی جانورونکو مارا تو سب
حلال ہین لیکن اگر دو بکریون کو ایکبار بسم اللہ کہکے ذبح کریگا تو دوسری بکری درست نہوگی کذا فی الاصل ص اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہکے تیر مارا اور اسکا
کوئی عضو جدا ہوگیا تو شکار حلال ہے لیکن وہ عضو نہ کھایا جاویگا ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونون کھائے جاوینگے دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جدا کیا جاوے جانور زندہ سے تو وہ عضو میت ہے روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے ابی واقد لیثیؓ سے کذا فی الاصل ص اور اگر وہ جانور
اسطرح کٹ گیا کہ اُسکے دو ٹکڑے ہوگئے اثلاثاً یعنی دو حصے چوتڑ کیطرف اور ایک حصہ سر کیطرف یا اسکا سر آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونون ٹکڑے کھائے
جاوینگے ف اسواسطے کہ ان صورتون مین حیات اسکی ممکن نہین زیادہ حیات مذبوح سے اور اسکا اعتبار نہین تو حدیث مذکور اسکو شامل نہوگی برخلاف
اُس صورت کے کہ دو حصے اسکے سر کیجانب مین ہووین اور ایک حصہ سرین کیجانب مین کیونکہ یہان حیات ممکن ہے تو سُرین والا حصہ حرام ہوگا اور
سر کی جانب کے دو حصے درست ہونگے اور برخلاف اُس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہان بھی حیات کا احتمال ہے زیادہ

۱ اسلیے کہ احتراز اس سے ممکن ہے بخلاف گرنے کی زمین پر کہ اس سے احتراز ممکن نہین کذا فی الاصل و رفعل قلیل الوقوع ہے بخلاف گرنے صید کے زمین پر پس مت مین احتمال تری اول صورتین ہوا نہ ثانی مین فافہم ۱۲ عبدہ ۲ اسواسطے کہ یہ تذکیہ

حیات مذبوح سے ص تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا اور مار ڈالا تو اگر اول کی تیر مارنیسے وہ جانور سست ہوگیا تھا تو جانور پہلے شخص کو
ملیگا اور کھانا اُسکا حرام ہوجاویگا اور دوسرا تیر مارنیوالا پہلے شخص کو ضمان دیگا اسکی قیمت کا جو بعد زخمی ہونیکے ہووے اور جو پہلے تیر سے وہ جانور سست
نہین ہوا تھا تو وہ جانور دوسرے شخص کو ملیگا اور کھانا اسکا حلال ہوگا ف اول صورت مین حرام اسواسطے ہوگا کہ جب پہلے تیر سے وہ سست ہوگیا تو
اب ذکات اختیاری پر قدرت ہوگئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہوگی اور دوسری صورت مین حلال ہوگا اسلیے کہ پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین
ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہین ہوئی تھی پس ملک ثانی کا ہوگا اسلیے کہ اسنے شکار کیا اُسکا کذا فی الاصل ص اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ
گوشت اُنکا حلال ہووے یا حلال نہووے ف جیسے لومڑی بھیڑیا اور چیتہ سور وغیرہ تو سوا سور کے اور جانورونکی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہوجاویگا کذا فی الاصل

ص کتاب الرھن

ف یہ کتاب ہے رہن یعنے گرو رکھنے کے بیان مین رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ
یعنے اگر ہو تم سفر مین اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی اور حدیث سے روایت کی بخاری رح مسلم نے عائشہ رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک
یہودی سے غلہ اور رہن کردی اسکے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اسپر ص رہن کے معنے شرع مین یہ ہین کہ چیز کو روک دینا بعوض اُس حق کے جسکا حاصل کرلینا
ممکن ہو اُس شی مرہون سے مثل دین کے ف پس دین کا وصول کرلینا شی مرہون سے ممکن ہے اسکو بیچکر بر خلاف عین کے کہ وہان صورت مطلوب ہوتی ہے اور تحصیل صورت
دوسری شی سے نہین ہوسکتی کذا فی الاصل جاننا چاہیے کہ شئے مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہین یعنے جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اسکو مرتہن کہتے ہین
اور جس چیز کو رہن رکھتے ہین اسکو مرہون اور رہن کہتے ہین ص اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے لیکن لازم نہین ہوتی تو راہن کو شی مرہون کا تسلیم کردینا
اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے ف کیونکہ ابھی رہن تمام نہین ہوئی اسلیے کہ تمام اُسکا قبض سے ہے اور امام مالک رح کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہوجاتی ہے اور دلیل
ہماری آیت ہے کلام اللہ کی جو اوپر گذری اسمین قبضے کی قید ہے ص پھر جسوقت راہن نے شے مرہون کو تسلیم کردیا مرتہن کو اور مرتہن نے اسپر قبضہ کرلیا اور وہ شی مرہون
مقسوم تھی شایع نہ تھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نہ تھی فارغ تھی ف یہانتک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہوگی تو رہن جائز نہوگی جیسے رہن کرنا زمین کا بدون
اشجار کے جو اُسمین ہین یا رہن کرنا شجر کا بدون پھلونکے جو اُسپر ہین یا رہن کرنا اُس گھر کا جسمین اسباب راہن کا ہے بدون اسباب کے کذا فی الاصل ص اور
متمیز تھی ف یعنے اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے پھل اوپر درخت کے تو واجب ہے کہ اسکو جدا کردیوے تو فراغ سے مقصود یہ ہے کہ محل حال سے
خالی ہو جب حال مرہون نہو برابر ہے کہ اتصال محل کا ساتھ حال کے خلقت سے ہووے یا مجاورت سے اور متمیز سے غرض یہ ہے کہ حال جدا ہو اس محل سے جو غیر مرہون ہے
یعنے اتصال خلقی نرکھتا ہووے یہانتک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہوگا تو وہ مضر نہین ہے جیسے رہن اُس اسباب کا جو راہن کے مکان مین ہے درست ہے
اگرچہ وہ اسباب حال ہے مکان مین اور مکان اسکا محل مرہون نہین ہے اسواسطے کہ یہ اتصال خلقی نہین ہے کذا فی الاصل مع تفصیل ص تو اب رہن لازم ہوگئی
اور تخلیہ رہن مین قبض ہے بمنزلہ بیع کے ف تخلیہ یہ ہے کہ راہن شی مرہون کو ایسے مقام مین کہدیوے کہ مرتہن اسکے لینے پر قادر ہوجاوے یہ ظاہر الروایۃ مین ہے اور
ابو یوسف رح سے منقول ہے کہ شی منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا مگر نقل سے اسواسطے کہ رہن قبض موجب ہے واسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے اور امام مالک رح کے نزدیک لازم ہوجاتا
ہے رہن بدون قبض کے کذا فی الاصل ص تو جب شی مرہون مرتہن کے قبضے مین آگئی تو اب مرتہن اُسکا ضامن ہوگیا ف اور شافعی رح کے نزدیک مرتہن بالکل
ضامن نہین ہے بلکہ شی مرہون اسکے پاس امانت ہے اور شی مرہون کے تلف ہوجانیسے دین ساقط نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے نہین روکیجاویگی رہن
جسنے اسکو رہن کیا اُسی کیلیے ہین منافع اسکے اور اُسی پر تاوان اُسکا روایت کیا اسکو ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین ابوہریرہ رض سے اور کہا ابو داؤد نے کہ نہین

ل اُن دونون صورتون مذکورہ مین وہ عضو جدا کیا ہوا جانور زندہ سے ہے پس مردار ہوگا کما فی الحدیث ۱۲ ک یعنے دوسرے کا اپنی تیر سے قتل کرنا پس حرام ہوگا اور جب ملک اول کا ہوگیا تھا اور حرام ہوگیا بسبب تیر مارنے دوسرے کے
پس دوسرا ضامن ہوگا اور اول کو ضمان قیمت اُس صید مجروح کی دیویگا کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ عفی اور عاجز ہوگیا تھا لنگڑے سے ۱۲

ردکیجاویگی رہن اسی قدر ہی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید بن المسیبؒ کا ہی نقل کیا اسکو زہریؒ نے اُنسے اور کہا کہ یہی صحیح ہی اور روایت کیا اس کو شافعیؒ نے مرسلاً سعید بن المسیبؓ سے کہا شافعیؒ نے کہ معنی اس حدیث کے یہ ہین کہ تاوان مرہون کا راہن پر ہے اور دین اسکے ہلاک سے ساقط نہوگا اور دلیل ہماری قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے جب اسکے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہوگیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنے دین ساقط ہوگیا روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے مراسیل مین عطاءؒ سے اور بھی روایت کی ابوداؤدؒ نے مراسیل مین اوزاعیؒ سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رہن بعوض اس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی کہا ابن القطانؒ نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور نکالا طحاویؒ نے ابوالزنادؒ سے بسند صحیح کہ کہا انھون نے پایا مینے اُن فقہا کو کہ جنکے قول کا اعتبار ہی انھین سے سعید بن المسیبؓ اور عروہ بن الزبیرؓ اور قاسمؒ ہین کہ کہا ان سبھون نے رہن بعوض اُس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی یعنے جب مرہون ہلاک ہوجاوی اور قیمت اسکی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ اجماع کیا سب صحابہؓ اور تابعینؒ نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا انھون نے کیفیت ضمان مین تو قول شافعیؒ کا مخالف ہی اجماع کے اور مراد اُس حدیث سے یہ ہی کہ رہن کو مرتہن روک نہین سکتا اسطرح پر کہ راہن اسکو چھڑا نہ سکے یہی منقول ہی سلف سے جیسے طاؤس و ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالکؒ نے مؤطا مین اس حدیث کو مرسلاً سعید بن المسیبؓ سے اور کہا کہ تفسیر اسکی یہ ہی کہ راہن ایک شئی کو رہن کرے اور قیمت اسکی دین سے زیادہ ہو پھر مرتہن یہ کہے کہ اگر تو دین اس میعاد پر ادا نہ کریگا تو وہ چیز میری ہوجاویگی یا راہن یون کہدیوے کہ اگر مین دین فلان مدت تک ادا نہ کرونگا تو وہ شئی تیری ہوجاویگی تو منع کردیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پس اگر راہن بعد میعاد کے بھی زر رہن لیکر آوے تو مرہون اسی کو ملیگی ص پس اگر تلف ہوجاویگی تو مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کمتر کا دین اور قیمت مین سے ف یعنے اگر دین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دین سے ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونون برابر ہونگی تو بھی دین سے جیسا بیان اسکا تو ہی ص تو اگر دین اور قیمت مرہون کی دونون برابر ہین تو دین ساقط ہوجاویگا اور اگر قیمت مرہون کی زیادہ ہی اور دین کم ہی تو جسقدر دین سے زیادہ ہی وہ مرتہن کے پاس امانت ہی ف پس ضمان اسکا مرتہن کو درصورت ہلاک کچھہ نہ دینا ہوگا ص اور جو دین زیادہ ہی اور قیمت کم ہی تو بقدر قیمت دین ساقط ہوجاویگا اور جسقدر دین اسکی قیمت پر زائد ہی اتنا مرتہن راہن سے اور لیگا ف مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا سَو روپے پر اب گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سَو روپیہ تھی تو برابر برابر دونون چھوٹ جاوینگے نہ زید عمرو سے کچھہ لیگا نہ عمرو کچھہ زید سے اور جو گھوڑے کی قیمت سوا سَو روپیہ تھی تو بھی سَو روپیہ تو دین کے ساقط ہونگے اور پچیس زید کے گویا امانت تھے عمرو پاس تو اسکا تاوان عمرو نہ دیگا اور جو قیمت اسکی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لیگا اور پچھتر ساقط ہوجاوینگے ص اور مرتہن کو جائز ہی اپنا دین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دین کے بدلے مین اور محبوس کھنا شئی مرہون کا بعد فسخ ہوجانے عقد رہن کے یہانتک کہ اپنا دین وصول کرلے یا معاف کردیوے اور نہین جائز ہی مرتہن کو نفع اُٹھانا مرہون سے مثلاً غلام و لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون مین سکونت کرنا یا پارچہ مرہون کو پہننا یا کرایہ پر دینا یا عاریت دینا ف اسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیبؓ مین ہی کہ شئی مرہون کے منافع راہن کے ہین روایت کیا اسکو ابن حبانؒ نے صحیح مین اور حاکمؒ نے مستدرک مین مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اُٹھانیکی تو درست ہے اور بعضون نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت سے بھی راہن کے درست نہین اسلیے کہ یہ ربوا ہی درمختار اور طحطاوی مین ہے کہ قول اول مفتی بہ ہی اور قول ثانی محمول ہی تقوی پر ص پھر اگر مرتہن نے اس سے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہوگیا لیکن رہن باطل نہ ہوگی اس تعدی سے اور جب مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اُسکو شئے مرہون کی حاضر کرنیکا حکم ہوگا ف مگر جب شئے

سلہ اور لفظ اس حدیث کا یہ ہی اذا عمی الرہن فہو بما فیہ اور یہ حدیث مرسل اور مسند دونون طرح مروی ہی لیکن مسند تو دارقطنیؒ نے بسند ضعیف روایت کی ہی اور لیکن مرسل تو ابوداؤدؒ نے مراسیل مین روایت کی ہی لیکن مرسل صحیح ہی بقول سعید بن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ ۱۲ منہ سلہ یعنے دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا اور راہن سے کچھ نہین لے سکتا اور باقی قیمت بدمرتہن مین امانت ہوگی ۱۲ عبدہ سلہ یعنے اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہوگی تو بقدر قیمت دین سے ساقط ہوجاویگا اور باقی دین راہن سے پھیر لیگا ۱۲ عبدہ سلہ روایت کی بیہقیؒ نے عمرؓ سے کہ کہا انھون نے جب رہن ضائع ہوجاوے تو اگر قیمت اسکی دین سے کم ہی تو باقی حق اپنا راہن سے لےلیوے اور جو دین سے زیادہ ہی تو زیادتی امانت ہی مرتہن پاس یعنے مرتہن پر ضمان اسکا نہ آویگا اور ہدایہ مین ہی کہ یہی مروی ہی ابن مسعودؓ سے لیکن زیلعی نے تخریج مین اسکو غریب کہا ہی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے کہ جب رہن دین سے زیادہ ہو اور وہ تلف ہوجاوے تو صرف دین ساقط ہوگا اور مرتہن پر ضمان باقی کا نہ آوے گا اسلیے کہ وہ امین ہی زیادہ مین اور جو رہن کم ہو دین سے اور ہلاک ہوجاوے تو مرتہن باقی حق اپنا راہن سے لے لیگا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی سلہ عمرو کے پاس ۱۲

مرہون کے حاضر کرنے مین دقت ہو بوجہ بوجھ کے یا کسی معتمد پاس رکھنے کی سبب سے درمختار ص پس اگر مرتہن نے مرہونکو حاضر کر دیا تو اسکا پورا دین اسکو دیا جاویگا پہلے پھر شئی مرہون راہن کو دیجاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا کسی اور شہر مین سوا اُس شہر کے جہان عقد رہن ہوا تھا تو اگر مرہونکے لانے مین باربرداری کی مشقت نہ ہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑے گا ورنہ نہ پڑے گا اور دین اس کو دیدیوینگے بغیر حاضر کرنے مرہون کے ف اور قہستانی نے نقل کیا ذخیرہ سے ہے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر نہ ہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اُسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا لیکن اگر راہن دعوی تلف ہوجانے مرہون کا کرتا ہوگا تو مرتہن سے حلف اسکے عدم تلف پر لے سکتا ہی اور اگر ادا ہی بدل رہن یا قسط ٹھہرا ہو تو ہر قسط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا بعضون کے نزدیک ضرور ہی اور بعضون کے نزدیک اگر راہن دعوے ہلاک مرہون کا کرتا ہی تو احضار ضرور ہی ورنہ بے فایدہ ہی درمختار و طحطاوی ص اور مرتہن کو حکم نہوگا احضار رہن کا جب وہ دین طلب کرے اُس صورت مین کہ اسنے مرہونکو کسی عدل کے پاس رکھا ہو وہی اسی طرح حکم نہوگا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شئے مرہونکو راہن کے حکم سے بیچڈالا ہوگا جبتک وہ کل دین اپنا وصول نکر لے اگر مرتہن نے قبض ثمن نکیا ہوگا اور جو قبض ثمن کیا ہوگا تو اسکو احضار ثمن کا حکم ہوگا اسی طرح مرتہن کو حکم ہوگا کہ راہن کو شئی مرہونہ بیچنے دیوی جبتک اپنا دین وصول نکرلے اسی طرح اگر راہن نے کچھ دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہوگا کہ بقدر اسکے اسباب مرہون پھیر دیوی جبتک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے اور مرتہن کو یہ ضرور ہی کہ حفاظت شئی مرہونکی آپ کرے یا اپنے اہل و عیال سے کراوی مثل جورو اور لڑکے اور اُن خادم کے جو اُسی کے پاس رہتے ہین اور جو انکے سوا اور سے حفاظت کرادیگا تو ضامن ہوگا یا مرہونکو کسی کے پاس امانت رکھیگا یا عاریت دیگا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا ص یا اسپر تعدی کریگا تو ضامن ہوگا ف درصورت ہلاک مرہون کل قیمت کا درمختار ص اگر انگشتری مرہونہ کو اپنی چھنگلیا مین پہنا اور وہ تلف ہوگئی تو ضمان ہوگا اور جو اور کسی انگلی مین پہنے تو ضمان نہوگا ف اسلیے کہ چھنگلیا مین پہننا استعمال ہی اور دوسری انگلی مین رکھنا استعمال نہین ہی بلکہ حفاظت کیواسطے ہی بسبب عادت کے کذافی الاصل حاصل ان مسائل کا یہ ہی کہ اگر شئی مرہونکو اسطرح اپنے پاس رکھے کہ عرف مین استعمال اسکو نہ کہین تو تلف سے ضمان کل قیمت کا نہوگا اور جو عرف مین استعمال کہلاوے جیسے دو تلوارین مرہون باندھنا تین تلوارین تو ضمان لازم ہوگا ص اخراجات حفاظت شئی مرہونکے جیسے بیت الحفظ کا کرایہ اور نگہبانکی تنخواہ مرتہن پر ہونگے اسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکلجاوی جیسے غلام بھاگ جاوی اسکے لانیوالے کی اجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شئی مرہون کی دین کے برابر ہو یا کم ہو یا مرہونکا کوئی جز نکلجاوے جیسے عضو مجروح مرہونکا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شئی مرہونکی دین کے برابر یا کم ہووی اور جو ان دونون صورتون مین قیمت مرہونکی دین سے زیادہ ہووی تو اسکی تقسیم کرینگے مضمون اور امانت پر تو جسقدر مضمون ہی اسقدر خرچ مرتہن پر ہی اور جسقدر امانت ہی اسقدر خرچ راہن پر ہی ف مثلاً دین سو درم ہی اور غلام مرہونکی قیمت دو سو درم ہین اور اسکے علاج مین یا پکڑلانے مین دس درم صرف ہوی تو پانچ راہن پر ہونگے اور پانچ مرتہن پر ص برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جسمین حفاظت شئے مرہونکی کیجاتی ہی کہ وہ کل مرتہن پر ہونگے اگرچہ قیمت مرہونکی دین سے زیادہ ہووے اور اخراجات بقاے ذات مرہونکے اور اسکی اصلاح منافع کے جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا چرائی کی اجرت یا دایہ کی اجرت یا سینچائی باغ کی اور مثل اسکے اور امور راہن پر ہونگے ف راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین ہی اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی ہی جو تونے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا درمختار

ص باب بیان مین اُن چیزون کے جنکا رہن رکھنا درست ہی اور جن کا درست نہین اور جن چیزون کے بدلے رہن رکھنا جائز ہی یا نہین

صحیح نہین ہی رہن مشاع کا ف مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس ہو یا غیر شریک پاس قسمت پذیر ہو یا نہو درمختار ص اور پھلونکا اوپر درخت کی بدون درخت کے اور درختونکا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون زمین کے اسیطرح زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کی یا درخت کا

بدون[سلہ] پھلون کے اور کھیتی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا ف اور وقف کا در مختار ص اسی طرح صحیح نہین ہے رہن بدلے مین امانت کے ف جیسے ودیعت
یا مال مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کی صورت اسکی یون ہی کہ زید نے امانۃً یا شرکۃً یا مضاربۃً یا عاریۃً کچھ مال لیا عمرو سے اب زید اسکے عوض مین
کوئی شئی اپنی عمرو پاس گرو کردی واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہین ہی ص اور رہن بالدرک ف صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے ایک گھر عمرو
کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہی کہ شاید یہ گھر کسی اور کا نکلے اسوقت ثمن زید سے وصول نہو سکے تو بکر نے عمرو کی تسکین کے لیے کوئی چیز اپنی عمرو
پاس گرو کردی تو یہ رہن باطل ہی اسی طرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہین جائز ہی لیکن کفالت اس طرح
درست ہی کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض اس عین کے جو مضمون بغیرہا ہی یعنے وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین ہی جیسے رہن بعوض
اس مبیع کی جو بائع کے قبضہ مین ہی ف یعنے بائع نے مبیع کو بیچا لیکن اسکو تسلیم نہین کیا مشتری کو اب بائع مشتری کی تسکین کیلیے کوئی چیز بدلے مین
مبیع کے گرو کردیوی تو یہ رہن ناجائز ہی اسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہوجاوی تو بائع اسکا ضمان ندیگا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہوجاویگا اور
وہ بائع کا حق ہی کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے ف یعنے ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی
گرو کردی تو یہ رہن باطل ہی اور جو مال ضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کیلیے کوئی چیز اس پاس گرو کردی تو درست ہی کذا فی المنح ص اور قصاص
کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا دون النفس ف یعنی زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کردیوی اسلیے کہ قصاص سے
نہین ہوسکے گا ص اور شفعہ کے ف مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شے گرو کردی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن باطل ہی اسلیے کہ شفیع کا کوئی
دین بائع اور مشتری پر نہین ہی ص اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والے کی اجرت کے بدلے مین ف اسواسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع
ہین اور انکی اجرت کچھ لازم نہین ہی ص اور غلام جانی یعنے جس سے کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے مین ف اسواسطے کہ مولی پر اسکا ضمان
نہین ہی کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہوجاوے تو مولی کو کچھ دینا نہ پڑیگا تو جب ان صورتون مین رہن صحیح نہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہی اور اگر
قبل طلب راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہوجاوے تو مفت تلف ہوجاویگا اسواسطے کہ رہن باطل کیلیے کوئی حکم ضمان کا نہین ہی تو باقی رہا قبضہ مرتہن
کا مالک کی اجازت سے کذا فی الاصل ص اور نہین صحیح ہی رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر
رہن رکھا ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہوگیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہین ہی اور جو ذمی نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مسلمان پر ضمان آویگا
ف اسواسطے کہ خمر ذمیون کے حق مین مال متقوم ہی نہ مسلمان کے حق مین کذا فی الاصل ص اور صحیح ہی رہن عوض مین اس عین کے جسکا ضمان
مثل یا قیمت سے لازم آتا ہی جیسے عوض مین مغصوب کے یا بدل خلع کی یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے ف اسلیے کہ یہ چیزین اگر بعینہا قائم ہوتی ہین تو
عین واجب ہوتا ہی اور جو تلف ہوجاتی ہین تو مثل یا قیمت دینا پڑتی ہی تو رہن انکے عوض مین صحیح ہوگا کذا فی الاصل ص اور بدلے مین
دین کے اگرچہ دین موعود ہو ف یعنی مرتہن اسکا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک چیز اپنی گرو کردی عمرو پاس تا عمرو اسکو اسقدر روپیہ قرض
دیوے ص تو اگر اس صورت مین رہن ہلاک ہوگیا مرتہن پاس تو مرتہن پر جسقدر روپے کا اسنے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا ف جب دین
موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہووے اور جو زیادہ ہووے تو قیمت دینی لازم آویگی اور اس قید کا ذکر متن مین اسلیے نہین کیا کہ ظاہر یہی ہی کہ دین
موعود قیمت مرہون سے زیادہ نہوگا اور جو بطور نادر زیادہ ہو تو حکم اسکا سابق سے معلوم ہی پس اسی پر اعتماد کیا کذا فی الاصل ص اور بدلے مین

سلہ اور امام اعظمؒ سے ایک روایت ہی کہ رہن زمین کی بدون درخت کے جائز ہی اسلیے کہ درخت نام ہی لگنے والے کا پس استثنا درخت کا مع اپنی جگہ کے ہوگا اور یہ جائز ہی اسلیے کہ یہ اتصال مجاورت ہی اسیطرح اگر رہن کرے درخت کو انکی جگہ سمیت جائز ہوگا اسواسطے کہ یہ بھی اتصال مجاورت ہی کذا فی الاصل ۱۲

راس المال اور مسلم فیہ کے عقد سلم مین اور ثمن کے عقد صرف مین صحیح ہی تو جب راس المال یا ثمن صرف کی بدلے مین رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہوگیا
قبل جدا ہونے متعاقدین کے تو عقد سلم اور صرف تمام ہوگئے اور مرتہن اپنا حق پاچکا اور جو متعاقدین جدا ہوگئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف کے
اور مرہون کے ہلاک ہونیکے تو صرف اور سلم باطل ہوگئے ف اور جو رہن بدلے مین مسلم فیہ کے ہوا ہی تو مطلقاً صحیح ہی تو جب رہن تلف ہوجاویگا تو وہ
عوض ہوجاویگا مسلم فیہ کا یعنی رب السلم اپنا حق پاچکا کذا فی الاصل ص اگر مسلم فیہ کے عوض مین مسلم الیہ نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اسکے عقد
سلم فسخ ہوگیا تو رب السلم شئے مرہون کو روک سکتا ہی جبتک اپنا راس المال نہ پالیوے اور جو وہ شئی مرہون رب السلم پاس تلف ہوگئی بعد فسخ سلم کے
تو رب السلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوی ف اسواسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہوگیا تو گویا مسلم فیہ اسکو پہونچگئی اور عقد فسخ
ہوچکا ہی تو اوسپر مسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہی اسلیے مسلم فیہ کا مثل الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوی کذا فی الاصل ص باپ کو اپنے دین کے عوض مین
صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہی ف اور ابو یوسفؒ و زفرؒ کے نزدیک صحیح نہین اور یہی قیاس ہی واسطے اعتبار حقیقت ایفا کی اور وجہ استحسان یہ ہی
کہ اعتبار حقیقت ایفا مین ازالہ ملک صغیر ہی بلا عوض فی الحال اور جواز رہن مین مقرر کرنا حافظ کا ہی اسکے مال کیلیے باوجود بقاے ملک کے کذا فی الاصل
اسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہوجاوے تو بقدر دین باپ یا وصی صغیر کے لیے ضامن ہونگے نہ زیادہ کو در مختار ص اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا
جانور مذبوح خریدا اور اسکے ثمن کے عوض مین بائع پاس کوئی چیز گرو کردی بعد اسکے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مردار نکلا اور
شئے مرہون بائع پاس تلف ہوگئی تو بائع پر اسکا ضمان لازم آویگا ف تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہی یا اس سے زیادہ تو بقدر ثمن بائع کو ضمان دینا ہوگا
اور جو اس سے کم ہی تو بقدر قیمت ص ایک شخص منکر تھا دین کا لیکن اسنے صلح کرلی مدعی سے اور بدل صلح کے بدلے مین کوئی چیز گرو کردی پھر مدعی
نے تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تھا تو شئی مرہون راہن کو پھروا دیجاویگی اور جو وہ شئی مرتہن پاس تلف ہوگئی تو اسکا ضمان مرتہن پر آویگا
مثل مذکور کے اور صحیح ہی رہن رکھنا چاندی اور سونے اور مکیل اور موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزونکو اپنی جنس کیساتھ اور مرہون ہلاک ہوگیا تو
ہلاک ہوگا بمقابلہ مثل اسکے دین مین سے از روی وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے ہونیکے ف یعنی جودت اور ردائت کا اعتبار نہوگا یہ مذہب امام کا ہی
اور صاحبینؒ کے نزدیک جودت و ردائت کا اعتبار ہی اور اعتبار قیمت کا ہی تو قیمت مرہونکی لگا کر خلاف جنس سے اسکو رہن کردینگے بعوض مرہونکے مثلاً
ایک[1] ابریق چاندی کی جسکا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض مین رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہوگئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دین کے مقابلے مین
ہلاک ہوگئی یعنے دین ساقط ہوگیا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر قیمت ابریق کی دس درم ہی یا زیادہ ہی تو ایسا ہی حکم ہی اور جو قیمت اسکی دس درم سی کم ہی
مثلاً آٹھ درم ہین تو ان آٹھ درم کے بدلے مین سونا خرید کرکے بعوض ان دس درم کی رہن کردینگے[2] کذا فی الاصل ص جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی
اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اسکے ثمن کے بدلے مین رہن کردیوی یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوی تو یہ عقد صحیح ہی استحساناً ف اور مقتضای
قیاس یہ ہی کہ جائز نہو اسلیئے کہ یہ صفقہ ہی صفقہ مین وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ شرط مناسب ہی اسواسطے کہ رہن و کفالت واسطے مضبوطی کے ہی اور مضبوطی
مناسب وجوب کے اور جو مرہون یا کفیل معین نہووے تو عقد فاسد ہی کذا فی الاصل ص لیکن مشتری پر جبر نکیا جاویگا رہن رکھنے پر ف اسواسطے
کہ رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہین ہی اور زفرؒ کے نزدیک جبر ہوگا ص البتہ بائع کو فسخ کا اختیار رہیگا اگر مشتری ثمن مبیع کا نقد نہ دیوے یا
اُس شئی کی قیمت جسکے رہن کرنیکا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نہ کرے تو اگر کسی نے ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ اسکو لے اپنے پاس
رہنے دے جبتک مین اسکا ثمن ادا کرون تو وہ شئی ثمن کے عوض مین بائع پاس رہن ہوجاویگی ف اسواسطے کہ معنی رہن پائے گئے گو الفاظ رہن کے

[1] ابریق ظرفیکہ ازان وضوی کنند معرب آبریز است ۱۲ [2] پس آٹھ درم دین سنے بجہت تاوان کے ساقط ہوجاوینگے اور باقی دو درہم مرتہن راہن سے لیوے گا ۱۲

نہ آوین پھر اگر مشتری اسکو نہ چھڑا دے اور اس شئی کی بگڑ جانیکا خوف ہو جیسے وہ چیز گوشت ہو یا اور کوئی کھانا ہووے تو بائع کو درست ہے کہ کسی اور کے ہاتھ بیچڈالے تو اگر ثمن اول سے زیادہ پر بیچے تو زیادتی خیرات کردیوے درمختار ص اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونو نکے قرضہ کی بابت مین دونون پاس ایک چیز کو رہن کردیا تو صحیح ہے اور ہر ایک کے پاس پوری شئی رہن ہوگی ف یعنے یہ نہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصونکو امام کے نزدیک نادرست ہے ص تو اگر عمرو اور بکر نے اُس شئی کے رکھنے کی باری مقرر کرلی یعنی مثلاً ایکدن وہ شئی عمرو کی پاس رہے اور ایکدن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری مین مثل عدل کے ہوگا اور جو وہ شئی ہلاک ہوجائیگی تو ہر ایک پر ضمان اُسکا بقدر حصۂ دین کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کردیا تو وہ شئی پوری کی پوری بکر پاس رہیگی جبتک اسکا قرضہ ادا نہو ویگی اور جو عمرو بکر زید کے مقروض تھے اُن دونون نے اپنے قرضے کے عوض مین ایک شئی زید کی پاس گرو کردی تو صحیح ہے وہ چیز کل دین کے عوض مین گرو رہیگی جبتک زید پورا قرضہ اپنا دونون سے نہ پالیگا تب تک وہ شئے نہ دیگا اگر دو شخصون نے دعوی کیا زید پر اسطرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو اب بالفعل زید کے قبضے مین ہے میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کرکے پھیر لیا ہے اور دونون نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے ف اور تاریخ رہن کسی نے بیان نہ کی اسلیے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولی ہوگا درمختار ص تو دونون گواہیان لغو اور باطل ہوجاوینگی ف اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہان نہین ہے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ آدھا غلام اسکے پاس رہن ہووے اور آدھا اسکے پاس رہن ہووے اور نہ کوئی اُن دونون مین سے اُس غلام پر قابض ہے تا قبضے سے ترجیح ہو اسلیے رہن کو ص اور جو راہن مرگیا ہووے اور غلام مرہون دونو نکے قبضے مین ہووے اور ہر ایک اسی طرح اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کی رہن ہونیکا حکم ہوگا ف یہ قول ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفین کی اصل کتاب و ہدایہ مین مذکور ہے مسائل ملحقہ میعاد مقرر کرنا رہن مین مفسد رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے اگر راہن ایسا غائب ہوجاوے کہ اسکا پتہ نہ ہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شئی مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اسکو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کرسکتا ہے درمختار

ص باب شئی مرہونکو عدل کے پاس رکھنے کے بیان مین

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شئے مرہون پر قبضہ کرلیا تو رہن تمام ہوجاویگی اور امام مالک کے نزدیک تمام نہوگی اور راہن اور مرتہن دونو مین سے کیسکو اُسکے لے لینے کا اختیار نہوگا اور اگر عدل شئی مرہونکو حوالے راہن یا مرتہن کے کریگا تو تاوان دیگا ف اسلیے کہ دونو نکا حق اُس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانتدار ہے عین کے حق مین اور مرتہن کا امانتدار ہے مالیت کے حق مین اور ہر شخص دوسرے کا اجنبی ہے اور امانتدار پر تاوان لازم آتا ہے اگر وہ اجنبی کو دیدیوے کذا فی الدرر ص اور اگر وہ شئی مرہون عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو مرتہن کے ضمان مین ہلاک ہوگی ف یعنے حکم اسکا ایسا ہی ہوگا جیسے وہ شئی مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہوجاتی ص اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو ف جیسے مرتہن یا اور کسی کو درمختار ص مرہون کے فروخت کرنے کے لیے وکیل کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مرجانے سے یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاویگا تو وکالت جاتی رہیگی ف اور اسکا وارث یا وصی قائم مقام اسکے نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی اسکا بیع کرسکتا ہے کذا فی الاکمل درمختار مین ہے کہ وکیل بالبیع اس مقام مین جبر کیا جاویگا اور بیع کے یعنے حاکم اسکو قید کریگا تین روز اگر اسپر بھی نہ بیچے تو حاکم

سا۱ف مراد عدل سے وہ شخص ہے کہ راہن اور مرتہن دونون اپنی رضامندی سے ایک شخص ثالث کو امین جان کے مرہون کو اسکے پاس رکھا دیوین اور مرتہن زر رہن راہن کے حوالے کرے جب راہن مرتہن کا قرض ادا کرے تو وہ شئی مرہون اپنی اُسی شخص ثالث سے لیوے اور عدل اُسکا اسواسطے نام ہوا کہ وہ راہن اور مرتہن دونو نکی نگاہ مین عادل اور امین ہے ۱۲ منہ

اُسکو بیچڈالے گا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اُسکا بھی حکم یہی ہے ص تو اگر راہن مرگیا تو اس وکیل کو شئی مرہون کی بیع ورثہ کی غیبت مین بھی درست ہے ف اسلیئے کہ وکیل کو راہن کی حیات مین بھی بغیر موجودگی اسکی کے بیع درست تھی در مختار ص راہن اور مرتہن مین سے کیسکو شئی مرہون کا بیچنا بدون دوسری کی رضامندی کے نہین ہو سکتا اگر مدت قرضے کے وعدہ کی پوری ہوجاویگی اور راہن غائب ہو جاوے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کی شرط ہوا ہو صحیح تر قول مین جیسے وکیل بالخصومۃ پر جب موکل غائب ہو وے واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شئی مرہون کو عدل نے بیچڈالا تو اسکا ثمن رہن رہیگا اب اگر وہ ثمن عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو حکم اسکا ایسا ہوگا جیسے شئی مرہون تلف ہوجاوے سو اگر عدل نے زر ثمن مرہون کا مرتہن کو دیدیا اب وہ شئی مرہون سوا راہن کی اور کسی کی نکلی اور مرہون عطے مشتری پاس تلف ہوگیا ہے تو شخص مستحق کو اختیار ہے اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیئے کہ وہ غاصب ہے تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے اسواسطے کہ راہن شئی مرہون کا مالک ہوگیا بوجہ اداء ضمان کے اور جو وہ تاوان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیئے کہ وہ متعدی ہے بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار رہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن دونون صحیح ہوجاوینگے یا وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن اسی عدل کا ہوجاویگا اور مرتہن اپنا دین راہن سے وصول کرلیوے اور جو شئی مرہون عطے مشتری پاس موجود ہے تو مستحق اپنی شئی اس سے لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنا ثمن وصول کرلیوے پھر عدل کو اختیار ہے خواہ وہ راہن سے ثمن پھیر لیوے تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوجاویگا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دین پھیر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اُس صورت مین ہے کہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہوا اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو ف صورت اسکی یہ ہے کہ عدل نے شئی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور قیمت عدل پاس جاتی رہی بغیر اسکی تعدی کے بعد اسکے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل پر ہوگا عدل اسکا رجوع راہن پر کریگا کذا فی الاصل ص اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن پاس بعد اُسکے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسیکا تھا اور اُس شخص مستحق نے قیمت اسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دین کے ف یعنے راہن اداء ضمان سے مالک ہو گیا اُس شئے مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پا چکا ص اور جو مستحق نے قیمت اسکی مرتہن سے بھر لی تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھی وصول کرلیوے

باب بیان مین تصرف اور جنایت کے مرہون مین

اگر بلا اجازت مرتہن راہن نے شئی مرہون کو بیچڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر یا اسکا دین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن نے اجازت دیدی تو قیمت مرہون کی رہن رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت نہ دی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہو گی صحیح تر قول مین پس مشتری کو چاہیئے کہ صبر کرے یہانتک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اُس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک تا وہ بیع کو فسخ کر دیوے ف جاننا چاہیئے کہ مرتہن جب فسخ کر دے بیع راہن کو تو ایک روایت مین بیع فسخ ہوجاتی ہے لیکن اصح یہ ہے کہ فسخ نہو گی اسواسطے حق اُسکا حبس مرہون کا ہے اور وہ باطل نہین ہوتا انعقاد اس عقد سے پس باقی رہین گے عقد موقوف کذا فی الاصل ص اور صحیح ہے راہن کو آزاد کر دینا اور مدبر کر دینا اور ام ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار ہوا اور مرتہن کا دین بلا میعاد ہووے تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے لیوے اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اسکو میعاد تک رکھ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنیکی صورت مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کر کے اور جو دین کم ہو تو دین ادا کرے اور جب مالک روپے والا ہو جاوے تو غلام اس سے پھر لیوے اور مدبر اور ام ولد کی سعی کرے کل دین کے ادا کرنے مین اور مولا پر رجوع نہین کر سکتا اور مثل اعتاق کے ہے اگر راہن مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مالدار ہو تو دین اگر بلا میعاد ہے تو اسیوقت مرتہن لے لیگا اور جو میعادی ہے

تو اسکی قیمت لیکر رکھ چھوڑیگا میعاد تک اور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کر ڈالے تو مرتہن قیمت اسکی اُس شخص سے وصول کرکے رکھ چھوڑے
اور یہ قیمت رہن رہیگی دین کے وصول تک بجائے مرہون کے اگر مرتہن نے شئے مرہون کو عاریۃً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شئی تلف
ہو جاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریۃً دیوے اور اسکے نزدیک وہ شئی ہلاک ہو جاوے
تو ضمان شئی مرہون کا ساقط ہو جاویگا ف یعنے اسکے ہلاک سے دین مرتہن کا ساقط نہوگا ص اور مستعیر کے پاس وہ شئی مفت تلف ہوگی اور
راہن و مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہی کہ پھر بدستور سابق اُس شئی کو لیکر رہن کر دیوے تو اگر راہن نے شئی مرہون کو رد نہین کیا مرتہن پر اور مر گیا تو
مرتہن زیادہ حقدار ہی اُس شئی مرہون کا اور قرضخواہوں سے راہن کے ف اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہی کہ جب راہن مر جاوی تو پہلے قرضہ مرتہن کا
اُس شئی کو بیچکر دینگے بعد اسکے جو بچیگا وہ اور قرضخواہونکو راہن کے ملیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہی اور غیر مضمون ہونا اسکا دلیل غیر مرہون
ہونیکی نہین لیکن بتحقیق ولد رہن مرہون ہوتا ہی اور مضمون نہین ہوتا کذا فی الاصل ص اور اگر راہن مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا
یا مرتہن راہن سے مرہون کو عاریۃً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہو جاوی تو مرتہن اسکا ضامن ہوگا
مثل رہن کے ص اور جو حالت استعمال مین ہلاک ہو جاوی تو ضامن نہوگا ف اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا بطور امانت واسطے قائم ہونے قبضہ
عاریت کے درمختار ص صحیح ہی عاریت لینا شئی کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہونچتا ہی کہ اسکو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق
ہوا اور اگر معیر نے مقید کر دیا ہو اسکے رہن کرنے کو ساتھ مقدار دین کے یا جنس دین کی یا مرتہن معین یا شہر معین کے تو رہن اسی قید کیساتھ مقید ہوگا
پھر اگر مستعیر اسکے برخلاف کرے اور رہن ہلاک ہو جاوی تو معیر اُس سے تاوان لیویگا اور عقد رہن درمیان مین مستعیر کے اور مرتہن کے تمام ہو جاویگا
ف اسلیے کہ مستعیر ادائے ضمان سے اس شئی کا مالک ہوگیا ص اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن اپنا دین اور جسقدر تاوان معیر کو دیا ہی دونون
راہن سے پھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نکیا اور وہ شئی مرتہن پاس تلف ہوگئی تو مرتہن اپنا دین پاچکا اگر قیمت اسکی مثل دین کے
ہو یعنی برابر یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اس دین کے جتنا اسنے مرتہن سے پایا ہی معیر کو دیگا نہ قیمت اس شئی کی اور جو قیمت اس شئی کی دین سے کم ہو تو مرتہن
بقدر قیمت کے اپنا دین پاچکا اور باقی راہن سے اور لیگا ف یعنے جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شئی مرہون مرتہن پاس ہلاک ہوگئی
تو اگر قیمت اسکی دس درم تھی اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو ضمان دیگا جو مرتہن سے پائے ہین
اور جو قیمت اسکی پندرہ درم تھی اور دین دس درم تھا تب بھی مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اسیقدر درم مرتہن سے
لیے تھے اگرچہ قیمت اسکی پندرہ درم ہین لیکن پندرہ کا ضمان ندیگا اسلیے کہ موافق اسکے کہنے کے رہن رکھا تھا اور جو قیمت اسکی دس درم ہی اور
دین پندرہ درم ہین تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنے دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت
مین بھی مستعیر معیر کو دس درم دیگا اسلیے کہ معیر کی شئی سے اسیقدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذا فی الاصل ص اور جو اس صورت مین معیر
روپیہ دین کا لاکر مرتہن کو دیا اور شئی مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن پر جبر کیا جاویگا واسطے قبول زر رہن کے اور شئے مرہونہ معیر کو دینا پڑیگی بعد اسکے معیر جسقدر روپیہ دین کا
اسنے دیا ہی مستعیر سے پھر لیگا اور جو مرہون ہلاک ہوگیا مستعیر پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ مستعار سے خدمت یا سواری لے چکا
ہووے ف اسواسطے کہ وہ امین ہی جسنے مخالفت کی صاحب امانت کی اور پھر موافقت کی پس ضمان نہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین ضمان ہی کذا فی الاصل
اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مامور بہ مین دین سے تو قول معیر کا مقبول ہی اور جو شئی مرہون ہلاک ہوگئی بعد اسکے راہن اور مرتہن نے نزاع کی دین مین
اور قیمت مین بھی شئی مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہی قدر دین اور قدر قیمت مین درمختار ص اگر راہن کسی قسم کی جنایت شئی مرہون پر کرے

تو اسپر تاوان ہوگا اور جنایت مرتہن کی صورت مین بقدر جنایت کے دین اسکا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا اُن دونکی مال پر تو وہ ہدر ہے یعنی باطل ہے اُسکا کچھ عوض نہین اور کہا صاحبین نے جنایت رہن کی مرتہن پر معتبر ہے ف اور دلیل دونونکی اصل مین مذکور ہے ص اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپیہ کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپیہ میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اسکی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اس غلام کو کسی نے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب دین مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن اُسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اسکا ساقط ہوگیا ف بخلاف امام زفر رح کے اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے یہی حکم ہے اگر وہ غلام مرجاوے مرتہن پاس ف مختار ص اور جو مرتہن نے اسکو راہن کے حکم سے سو روپیہ کو بیچ ڈالا جب اسکا نرخ سو کا ہوگیا تھا اور قیمت پر اسکی قبضہ کرلیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اُس غلام کو ایک ایسے غلام نے مار ڈالا جسکی قیمت سو روپیہ تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے مین مرتہن پاس آیا تو راہن اس غلام کو کل دین ادا کرکے چھڑا لیگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اسکا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیریگا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اُس غلام کو دیدیگا یا اسکی طرف سے فدیہ دیوے اور دونون صورتونمین دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اُسکا رہن کو بیچکر پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اسکا کوئی وصی نہ ہووے تو قاضی اسکی طرف سے ایک وصی مقرر کردے ف یہ جب ہے کہ اس میت کے وارث کبار نہون ورنہ فک رہن انکی طرف سے ہے اور رہن باطل نہوگا راہن اور مرتہن کے مرجانے سے در مختار

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان مین

ایک شخص نے شیرہ انگور گرو رکھا کہ قیمت اسکی دس درم ہے دس درم پر پھر وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہے تو وہ سرکہ اس دس درم کے بدلے مین رہن رہیگا اور جو ایک بکری رہن رکھی دس درم پر اور اسکی قیمت بھی دس درم تھی پھر وہ مرگئی اور اسکی کھال دباغت کی گئی بعد دباغت کے اس کھال کی قیمت ایک درم ٹھہری تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی اور شئی مرہونکی بڑھوتی جیسے اولاد و دودھ و بال و پھل یہ سب راہن کی ہین اور یہ چیزین اصل شئی مرہون کیساتھ تبعاً رہن رہینگی اور جو ہلاک ہوجاوین تو کچھ دین انکی بدلے مین ساقط نہوگا اور جو اصل شئی ہلاک ہوجاوے اور یہ رہ جاوین تو دین کو ان چیزونکی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہو اور اصل شئی کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کرکے اصل شئی کے حصے کو ساقط کردینگے اور یہ چیزین بعوض اپنے حصہ دین کے فک کیجاوینگی ف مثلاً دین دس درم تھا اور قیمت اصل شئی کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہے تو دو ثلث دس کے حصہ اصل کا ہے وہ ساقط ہوجاویگا اور ایک ثلث دس کا حصہ بڑھوت کا ہے وہ دیکر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور زیادہ کردینا مرہون مین صحیح ہے ف مثلاً ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اسکے ایک اور کپڑا دیدیا اب دونون دس درم پر رہن ہوگئے ص دین مین نہین پس اگر رہن رکھا ایک غلام کو جو ہزار روپیہ کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام رہن رہیگا جبتک مرتہن اسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام مین امین رہیگا یہانتک کہ اسکو بجائے اول کے کرلیوے اسطرح کہ غلام اول راہن کو پھیردے پس اسوقت دوسرا غلام مضمون ہوگا اور اگر مرتہن نے راہن کو دین سے بری کردیا یا وہ دین ہبہ کردیا اُسی راہن کو اب شئی مرہون تلف ہوگئی مرتہن پاس تو مفت تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دین لے لیا یا بعض دین راہن یا غیر راہن سے یا اُس دین کے عوض مین کوئی چیز راہن سے خریدی یا صلح کرلی اس دین سے اوپر ایک مال کے یا راہن نے اپنے دین کا حوالہ کردیا ایک اور شخص کو بعد اسکے وہ شئی مرہون تلف ہوگئی تو تلف ہوئی بعوض دین کے تو مرتہن نے جو لیا ہے پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہوجاویگا یہی حکم ہے اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دین نہین ہے پھر مرہون تلف ہوگیا یعنے اب بھی بمقابلی دین کے تلف ہوگا ف جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا رہن کا باطل ہے خواہ اسکو راہن رہن رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھے گا تو باطل نہوگا طحطاوی و در مختار

۹۱ صورت مذکورہ مین ۱۲ ۹۲ اگر دین بقدر قیمت رہن یا کم ہو اور اگر زیادہ ہوگا تو مقدار قیمت ساقط ہوگا اور باقی راہن کے ذمہ باقی رہیگا کذا فی الاصل ۱۲ ۹۳ مثلاً دس درم پر رہن رکھا تھا اب پانچ درم اور لئے لیوی اسکی [illegible] اول کے بدلے مین تو یہ جائز نہین ہے طرفین رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دین مین بھی زیادتی جائز ہے اور زفر رح اور شافعی رح کے نزدیک کسی مین زیادتی جائز نہین نہ رہن مین نہ دین مین [illegible] اور دلائل سب کے اصل مین مذکور ہین ۱۲ عبدہ ۹۴ اور امام زفر رح کے نزدیک ہلاک بالدین ہوگی اور یہی قیاس ہے کذا فی الاصل ۱۲

ص کتاب الجنایات

ف یہ کتاب ہے جان اور اعضا تلف کرنیکے مسائل کے بیان مین ص قتل کی پانچ قسمین ہین ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجریٰ خطا پانچوین قتل بالسبب ہر ایک کے احکام مصنف نے جداگانہ بیان کیے قتل عمد مارنا ہی قصداً اُس چیز سے جو اجزاے بدنکو پھاڑ ڈالے جیسے ہتھیار ف مثل تلوار بندوق چھری پیش قبض تیر تبر نیزہ بھالا بلم جنبیہ خنجر کٹار توپ وغیرہ ص یا تیز چیز سے یعنے دھاردار سے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو ف اور جو چیز ہتھیار نہو اور دھاردار بھی نہو جیسے پتھر بے دھار کا یا لوہے کے باٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کی سبب سے مار ڈالے مثلاً موٹھ کلہاڑی کی یا مگدر وغیرہ تو قتل اس سے قتل عمد نہوگا بموجب مذہب امام صاحب کے اور اسی پر فتویٰ ہی اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہی ہدایہ مین دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہی کہ عمد ایک امر باطنی ہی اُسپر اطلاع ممکن نہ تھی تو آلے کو قائم مقام کیا اسکے ص قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار رہتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۵ یعنے جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اسکی جہنم ہی ہمیشہ رہیگا اسمین اور غصہ ہوا اللہ اُسپر اور لعنت کی اسکو اور تیار کیا اسکے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہی اوپر اللہ تعالیٰ کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اسکو ترمذی اور نسائی نے عبداللہ بن عمرؓ سے اور وقف اسکا صحیح ہی اور روایت کی ترمذی نے ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کے لوگ شریک ہون ایک مومن کے خون مین البتہ سرنگون کریگا اللہ ان سب کو آگ مین اور روایت کی ابوداؤد اور نسائی نے ابوالدرداءؓ اور معاویہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخشدیگا اسکو مگر جو شخص مشرک مری یا کسی مومن کو قصداً قتل کرے اور مثل مومن کے قتل ذمی کا ہی اور جسکو امن دیگئی ہو اسلام مین روایت کی بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اُس کافر کو جس سے عہد ہو گیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا خوشبو جنت کی اور بیشک خوشبو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہی ص اور اُسپر قصاص واجب ہوتا ہی فقط ف یہ ہمارے نزدیک ہی اور شافعی کے نزدیک قصاص غیر معین ہے بلکہ ولی کو اختیار ہی چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت اور ہم یہ کہتے ہین کہ دیت وارد ہی ص نہ قتل خطا مین نہ عمد مین تو عمد مین قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہی لیکن ولی جب قصاص کو چھوڑ دیتا ہی تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہی بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالیٰ کا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى یعنے فرض کیا گیا اوپر تمہارے قصاص بیچ مقتولونکے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمد هو القود الا ان يعفو ولي المقتول یعنے موجب قتل عمد کا قصاص ہی مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کر دے کذا فی العینی شرح الہدایہ ص نہ کفارہ ف اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ قتل عمد مین بھی واجب ہی اور ہم کہتے ہین کہ کفارہ اُس گناہ کو محو کرتا ہی جو خفیف ہو اور قتل خطا خفیف ہی برخلاف قتل عمد کے کذا فی الاصل ص قتل شبہ عمد ف اور اسکو خطا عمد بھی کہتے ہین جو نکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان مین ہی ص مارنا ہی قصداً غیر اُن چیزون سے جو قتل عمد مین مذکور ہوئین ف یعنے ہتھیار اور دھاردار تیز چیز سے نہو ص جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا ف اور صاحبین وغیرہما کے نزدیک یہ بھی عمد ہی اور دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہی حسنؒ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتیل مقتول کا لکڑی اور کوڑی سے قتل شبہ عمد ہی اور اسمین سو اونٹ واجب ہین روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ص قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار رہتا ہی اور اسپر کفارہ واجب ہوتا ہی اور دیت مغلظہ اسکی عاقلہ پر لازم ہوتی ہی نہ قصاص ف یعنے قصاص نہیں آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہون اور دیت مغلظہ اور عاقلہ کا بیان آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ ص اور جو شبہ عمد ما دون النفس مین ہوگا تو وہ عمد ہی ف یعنے عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس مین ہی اور ما دون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے مین شبہ عمد اور عمد یکسان ہی بلکہ وہان شبہ عمد کچھ نہیں ہی سب عمد ہی ص

لہ مثلاً کلہاڑی سے دہار کیطرف سے مارے یا بسل یعنے کدالی نوک دار سے مارے ۱۲ لہ اور سہر دیگر مارنا یا پانی مین ڈبو کر مارنا یا کوئین مین یا پہاڑ سے یا چھت سے گرا کر مارنا یا گلا گھونٹ کر مارنا یا لات اور گھونسے سے مارنا یہ سب شبہ عمد مین داخل ہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ

قتل خطا اسکی دو صورتیں ہیں ایک خطا فی القصد ف جسکو خطا فی المحل بھی کہتے ہیں ص یعنے قاتل کے گمان اور قصد میں خطا واقع ہووے جیسے مسلمان کو تیر مارنا شکار
یا حربی یا مرتد سمجھکر اگرچہ وہ مسلمان کسی کا غلام ہو ف تو محل میں خطا ہوئی اسلیے کہ قاتل نے اپنے گمان میں محل کو مباح سمجھکر تیر مارا پھر وہ محقون الدم نکلا ص
دوسری خطا فی الفعل جیسے اُسنے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا ف یا گولی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہے کہ قتل خطا دو قسم ہے
ایک خطا فی القصد اور ایک خطا فی الفعل تو خطاے فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانہ پر
اور لگ جاوے آدمی کو اور خطا فی القصد یہ ہے کہ خطا فعل میں نہووے مگر قصد میں ہو مثلاً اسنے قصد کیا تیر کی رو سے حربی کا پھر قصد اسکا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا
کذا فی الاصل صاحب درمختار رح نے صدر الشریعۃ رح پر خطا فی الفعل کی تعریف میں یہ اعتراض کیا ہے کہ قصد خطا فی الفعل میں ضرور نہیں مثلاً لکڑی
یا اینٹ چھوٹ پڑی کسی کے ہاتھ سے سو اُسکے صدمے سے کوئی مر گیا تو یہ قتل خطا فی الفعل ہے حالانکہ مطلقاً اسمیں قصد نہیں ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قتل خطا
فی الفعل نہیں ہے بلکہ جاری مجرائے خطا ہے اور اسکا بیان آگے آویگا کذا قال العلامۃ الطحطاوی رح پس نسبت خطا کیطرف صدر الشریعۃ کے خطا
فی الفعل ہے صاحب منح مختار رح سے واللہ اعلم ص قتل جاری مجرای خطا جیسے کوئی سوتا ہوا آدمی کسی پر پلٹ کے گر پڑے اور اسکے صدمے سے وہ
مر جاوے ف مثلاً سوتا ہوا آدمی چبوترے یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ پر ہے وہاں سے کروٹ لینے میں نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اسکے گرنے سے نیچے کا
آدمی دبکر مر گیا تو یہ قتل خطا نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا یعنے قائم مقام خطا اور اسکے مشابہ ہے ایسا ہی ہے اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اسکے
ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اسکے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے چلا جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہیں
عالمگیری ص قتل خطا اور جاری مجرای خطا میں قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہے اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے ف اسلیے
کہ فرمایا اللہ تعالی نے و من قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودية مسلمة الى اهله یعنے جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہے
ایک بردہ مسلمان کا اور دیت ہے سپرد کیجاوے اُسکے گھر والوں کو ص اور قاتل پر گناہ نہیں ہوتا قتل کا ف مگر ترک احتیاط سے گنہگار ہوتا ہے اسی لیے
کفارہ واجب ہوا ہدایہ ص قتل بالسبب یہ ہے کہ آدمی اپنی زمین غیر مملوک میں ف بغیر اذن حاکم کے درمختار ص کنواں کھودے یا پتھر رکھے
اور اُس کنوئیں میں گرکے یا پتھر سے ٹھوکر کھا کے کوئی مر جاوے تو اسمیں دیت واجب ہوتی ہے عاقلہ پر اور کفارہ نہیں لازم ہوتا ف اور شافعی رح کے نزدیک
کفارہ بھی لازم ہوتا ہے ص جمیع اقسام قتل میں سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہے میراث سے مقتول کی ف اور شافعی رح کے نزدیک قتل بالسبب میں
بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قاتل نہیں وارث ہوتا اور نہیں ہے اسیلے قاتل کے میراث نہیں
روایت کیا اسکو نسائی اور دار قطنی نے اور قوی کہا اسکو ابن عبد البر نے اور معلول کیا اسکو نسائی نے اور صواب موقوف ہونا ہے اسکا عمر پر کذا فی بلوغ المرام

ص باب بیان میں اس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہے اور جس سے لازم نہیں آتا

واجب ہوتا ہے قصاص قتل سے اُس شخص کے جو محفوظ الدم ہے ہمیشہ جب قتل عمد ہو ف اور محفوظ الدم وہ ہے مسلمان یا ذمی ہے اور اس سے احتراز ہوا مستامن
اور حربی اور مرتد سے کہ انکے قتل سے قصاص واجب نہوگا منح الغفار ص تو قتل کیا جاویگا حر عوض میں حر کے اور عبد کے اور عبد عوض میں حر اور عبد کے
بسبب اطلاق آیت النفس بالنفس کے اور شافعی رح کے نزدیک عبد کے بدلے میں حر نہ قتل کیا جاویگا اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا الحر بالحر والعبد بالعبد
تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہے یہ امر کہ حر عبد کے عوض میں قتل نکیا جاویگا ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں حر کو اور عبد

وہ لاحق کرتے ہیں اسکو قتل خطا کے ساتھ ہم کہتے ہیں حقیقت میں یہاں قتل معدوم ہے اور لاحق کیا گیا خطا کے ساتھ حق ضمان میں فرزا ایں باقی رہا اور احکام میں باقی اصل پر کذا فی الاصل ۱۲ اور بہ
قاتل مکلف یعنی عاقل اور بالغ ہو تو اگر صغیر یا مجنون ہوگا تو اُس پر قصاص نہیں ہے ۱۲ منہ مستامن محفوظ الدم ہمیشہ نہیں بلکہ وقت رجوع کرنے تک اسکے دار الحرب میں محفوظ الدم ہے کذا فی الاصل ۱۲ نتیجہ محفوظ الدم ۱۲

بدلے مین عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حُر کا قتل بدلے مین عبد کی اور عبد کا بدلے مین حُر کے سُو آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے معلوم ہو گیا اور اگر آیت
اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ حُر بدلے مین عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عبد بدلے مین حُر کے قتل نہ کیا جاوے حالانکہ اسکے شافعیؒ بھی قائل
نہین ہین دوسری دلیل ہماری حدیث سی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نی جو شخص قتل کریگا اپنے عبد کو یعنے اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کرینگے
ہم اسکو روایت کیا اسکو احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ اور نسائیؒ نے سمرہؓ سی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین
حلال ہی قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے ایک زانی محصن دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاویگا تیسری جو شخص نکلجاوے اسلام سے روایت کیا اسکو
ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے اور صحیح کی اسکی حاکمؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور اسمین قید حُر کی نہین ہی واللہ اعلم صہ اور مسلمان بدلے مین ذمی کے ف اور ذمی
بدلے مین مسلمان کے اور شافعیؒ کی نزدیک مسلمان کو بدلے مین ذمی کی قتل نکرینگے اور دلیل شافعیؒ کی حدیث ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل
کیا جاویگا مسلمان بدلے مین کافر کے روایت کیا اُسکو بخاریؒ اور احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے حضرت علیؓ سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو
روایت کیا عبدالرزاقؒ نی عبدالرحمن بن بیلمانیؒ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے مین ذمی کی اور فرمایا بہتر وہ ہی جسنے پورا کیا ذمی کو اپنے
اور یہ حدیث مرسل ہی اور عبدالرحمن یہ تابعی ثقہ ہی ذکر کیا اسکو ابن حبانؒ نی ثقات مین اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نی موصولاً ابن عمرؓ سے
اور صحیح مرسل ہی اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعیؒ مین بھی مذکور ہی اور حدیث علیؓ مین کافر سے مراد کافر حربی ہی تا دونون روایتون مین موافقت
ہو جاوی دوسری یہ کہ بعد اسکے وَلَاذُوْعَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ ہی جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہی کہ کافر سی مراد حربی ہی اسلیئے کہ معطوف اور معطوف علیہ مین تغایر
ضرور ہی واللہ اعلم صہ اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مین مستامن کے بلکہ مستامن بدلے مین مستامن کے قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل
بدلے مین مجنون کے اور بالغ بدلے مین نابالغ کی اور صحیح تندرست بدلے مین اندھے اور لنجے اور لولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے مین عورت کی اور عورت
بدلے مین مرد کی اور فروع ف یعنے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی صہ بدلے مین اصول کے ف یعنے باپ اور دادا اور نانا نانی مان دادی صہ اور نہ قتل
کیئے جاوینگے اصول بدلے مین فروع کے ف یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہین
لیا جاویگا اسی طرح مان نانی دادی کا حکم ہی اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین قتل کیا جاوے والد بدلے مین لڑکے
روایت کیا اسکو احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے عمرؓ بن الخطاب سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارود اور بیہقیؒ نی صہ اور نہ قتل کیا جاویگا مولی بدلے مین
اپنے غلام کے ف اسواسطے کہ غلام اُسکا مملوک ہی تو یہ ملک شبہہ ہو گئی دفع قصاص مین جیسے باپ و بیٹے مین صہ اور بدلے مکاتب کے اور مدبر کے اور اپنے
بیٹے کے غلام کے اور اُس غلام کے بدلے مین جسکے ایک حصے کا وہ مالک ہی اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا جبتک راہن
اور مرتہن جمع نہوین ف اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق دین مین باطل ہوتا ہی
لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے کذا فی الاصل صہ اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور
وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت اُس سے پورا ادا ہو سکے اور وارث بھی اسکے ہون اور مولی بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا ف اسلیئے کہ اختلاف
کیا صحابہؓ نے ایسے مکاتب مین کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہی تو ولی اُسکا وارث ہی ورنہ مولی ہی تو صاحب حق مشتبہ ہو گیا پس قاتل سے قصاص
نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور مولی دونون مجتمع ہون کذا فی الاصل صہ اور جو سوا مولی کے اور کوئی وارث نہو یا وارث ہو لیکن مال اسقدر نہ
چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولی قصاص قاتل سے لے سکتا ہی اور ساقط ہو جاویگا وہ قصاص جسکو کوئی شخص اپنے باپ پر وراثۃً پاوے ف بسبب

ف۱ یہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہی بخلاف امام محمدؒ کے کذا فی الاصل ۱۲ ف۲ یعنے اصول پر خواہ باپ ہو یا دادا یا نانا یا مان یا دادی یا نانی یا پرنانی یا پردادی وغیرہ ۱۲ درمختار ۱۲

حرمت ابوت کے مثالین اسکی بہت ہین مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اُس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہین لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اُس شخص کی قبل استیفائے قصاص کے مر گئی اب اُسکا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہی قائم مقام ہوا اُسکا یا ایک شخص نے اپنی ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتولہ کی بیٹی تھی قبل استیفائے قصاص کے مر گئی اب بیٹا اُسکا جو قاتل کے نطفے سے ہی وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور اُسکا کوئی وارث سوای زوجہ قاتل کے نہین ہی بعد اسکے زوجہ قاتل قبل استیفائے قصاص کے مر گئی اب بیٹا اُسکا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتون مین قصاص ساقط ہوگا ص اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے ف یعنے تلوار سے یا جو اسکے مثل ہو کے اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل کیا ہو در مختار اور شافعیؒ کے نزدیک قاتل کو اسی طرح قتل کرینگے جسطرح اسنے مقتول کو قتل کیا پس اگر وہ اس فعل سے مر گیا فبہا ورنہ قطع کیجاویگی گردن اسکی واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا قود الا بالسیف یعنے نہین قصاص ہے مگر تلوار سے کذا فی الاصل روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے سنن مین حضرت صدیق اکبرؓ سے اور دارقطنیؒ نے علی مرتضیؓ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنے قتل نفس وغیرہ مین قصاص نہین مگر لوہے سے ص معتوہ ف یا صغیر ص کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا خود معتوہ کے ہاتھ یا پانون یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اُس معتوہ کے پہونچتا ہے کہ اسکے قاطع یا قاتل سے قصاص لیوے یا صلح کر لیوے ف مقدار دیت پر اور اس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر در مختار ص اور معاف نہین کر سکتا اور وصی کو معتوہ کی صرف صلح پہونچتی ہے اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہے اور قاضی مثل باپ کے ہے یہی صحیح ہے ف تو اگر مقتول کا کوئی وارث نہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہے اور صلح کر سکتا ہے نہ عفو در مختار ص اگر مقتول کے چند وارث ہون بعض انمین سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثہ کبار کو پہونچتا ہے کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لیوین ف اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین پہونچتا اور فتوی امام صاحبؒ کے مذہب پر ہے دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ ابن ملجم لعین قاتل حضرت علی مرتضیؓ کا قتل کیا گیا حالانکہ انکے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرامؓ کے واقع ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا لیکن یہ شرط ہے کہ وارث کبیر اجنبی نہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اسکے ایک لڑکا ہے نابالغ زوجہ اُولی سے اور ایک زوجہ ثانیہ ہے تو زوجہ ثانیہ اُس لڑکے سے اجنبیہ ہے اُسکو استیفائے قصاص نہ پہونچے گا بلکہ انتظار کیا جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہے اور اسکی ماں موجود ہے تو ماں کو استیفائے قصاص پہونچے گا اور بعض فقہا کے نزدیک صورت اول مین بھی زوجہ ثانیہ کو صغیر کیطرف سے استحقاق استیفائے قصاص حاصل ہے اسواسطے کہ قرابت سے مراد عام ہے جو شامل ہے زوجیت کو بھی تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیئے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہون لیکن بعض موجود ہون اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہین پہونچتا جبتک سب وارث جمع نہولین کذا فی الہدایۃ ص اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہانتک کہ مر گیا ف اسواسطے کہ موت اسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہر اً بشرطیکہ مجروح بیچ مین چنگا نہو گیا ہو ثابت ہوا یہ امر مشاہدے یا حجت سے اور جو قاتل نے گواہ قائم کئے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہو کر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کئے اس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہونگے در مختار ص اور قصاص لیا جاویگا اگر قاتل نے مقتول کو بھاؤڑے سے مارا اسکی دھار کیطرف سے اور جو اسکی پشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی ورمثقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق کیا پانی مین یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتون مین قصاص نہ لیا جاویگا ف اسواسطے کہ یہ صورتین قتل شبہ عمد کی ہین جیسا کہ گذرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کر لے یعنی ایکبار سے زیادہ اُسکا مرتکب ہو تو اُسکا قتل سیاسۃً حاکم کو پہونچتا ہے در مختار ص اگر مسلمانون نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف مین مشرک سمجھکر تو اُسپر قصاص نہین بلکہ کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اُسکو زخمی کیا پھر شیر نے اسکو مجروح کیا پھر سانپ نے اسکو کاٹ کھایا اور ان سب امورات کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مر گیا تو زید پر ثلث حصہ دیت کا لازم آویگا اور جس شخص نے ...

لہ اور قصاص اور معاف اسکو جائز نہین اسواسطے کہ وصی کو ولایت معتوہ اور صغیر کے نفس پر نہین بلکہ اسکے مال پر ہے کذا فی الاصل ۱۲ سکہ تو قصاص نہوگا اور ایک روایت مین امام صاحبؒ سے ہے کہ قصاص لیا جاویگا بشرطیکہ اور ایک روایت ان سے ہے کہ جب زخم ہو جاوے تو قصاص ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ہر صورت مین قصاص ہے کذا فی الاصل ۱۲ سکہ یا تیر سے ۱۲ سکہ اور دلیل اسکی اور اسپر شبہہ اصل مین مذکور ہے ۱۲

کھینچی تو واجب ہی اسکا قتل کرنا اور اسکے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اٹھایا دوسرے مسلمانون پر رات کو یا دن کو شہر مین یا باہر شہر کے یا لٹھ اٹھایا مارنے کیلیے رات کو شہر مین یا رات یا دن کو بیرون شہر مین اور دوسرے شخص نے اُس ہتھیار اٹھانیوالے کو یا لٹھ اٹھانیوالے کو مار ڈالا تو اسپر کچھ نہین ہی **ف** جاننا چاہیے کہ ہتھیار اٹھانیوالے کا تو قتل مطلقاً درست ہی اور لاٹھی اٹھانیوالے مین اگر رات کو اٹھاوی تو خواہ شہر مین ہووی یا بیرون شہر مین قتل اسکا درست ہی اور جو دن کو اٹھاوی باہر شہر کے تب بھی قتل کرنیوالی پر کچھ نہین ہی اور جو دن کو اندر شہر کے اٹھاوی تو اسکا قتل درست نہین اسلیے کہ شہر مین بہت سے لوگ فریادرس ہین کہ وہ اُس سے بچا لیوینگے کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** اگر چور مال لیکر گھر سے چلا اور مالک مال نے اسکا پیچھا لیکر اسکو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہین ہی **ف** یہ جب ہی کہ مالک مال اپنا مال نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقاتلہ کر تو اپنے مال کیلیے یہانتک کہ تو شہید ملے آخرت سے ہووی یا اپنا مال بچا رکھے روایت کیا اسکو نسائی نے مخارق سے اسی طرح جائز ہی مالک کو قتل کرنا چور کا جب وہ اسکے مال لینے کا قصد کری اور اسکے دفع پر بدون قتل کے قادر نہو یا کوئی اسکے مکان مین مسلح گھس آوی اور اسکو یقین ہو کہ میری قتل کرنے کیلیے آیا ہی تو اسکا قتل حلال ہی کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کیلیے اٹھائی شہر کے اندر دن کے وقت اور زید نے اُس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاویگا قصاصاً **ف** اسواسطے کہ لاٹھی مارنے سے فوراً آدمی نہین مرتا و دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریادرس پہونچ سکتا ہی شہر مین اور اسمین خلاف ہی صاحبین کا کذا فی الاصل **ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مار بھی دی لیکن عمرو مرا نہین بعد اسکے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جا کر اسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاویگا **ف** اسلیے کہ جب زید نے تلوار مار دی اور عمرو مقتول نہین ہوا اور زید لوٹ گیا تو اسکی عصمت پھر آئی پھر جو اسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید نے لوٹا نہین اور پھر مارنیکا ارادہ رکھتا ہی تو اسکا مار ڈالنا درست ہی کذا فی الاصل مع زیادۃ اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اٹھائی مارنے کیلیے اور اس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اسپر دیت لازم آویگی اسکے مال مین[1] اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اسپر حملہ کیا اور اس شخص نے اُس جانور کو مار ڈالا تو اسکی قیمت اسپر لازم آویگی **ف** اور شافعی کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی مین اور نہ قیمت جانور مین اسلیے کہ اسنے قتل کیا دفع شر کے لیے اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہی ضمان قتل دابہ مین نہ دیت قتل صبی و مجنون مین کذا فی الاصل اور دلیل ہماری اصل کتاب مین مذکور ہی **مسائل ملحقہ** اگر کوئی شخص کسیکو عمداً قتل کرے اور اسپر قتل عمد ثابت ہو جاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہے کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جبتک کہ اُن شروط مین غور نکر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسری یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسری یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہون چوتھی یہ کہ سب وارث قصاص کے خواہان ہووین اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہان ہو جاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا کسیقدر مال پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا پانچوین یہ کہ ورثہ بالغ ہون یا بعض نابالغ ہون اور بعض بالغ قصاص چاہتے ہون اور جو سب نابالغ ہونگے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کرتے ہونگے یا کسیقدر رقم دیت سے کم کے خواہان ہونگے تو ورثہ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹی یہ کہ قاتل مقتول کے اصول مین سے نہووے جیسے باپ دادا پردادا نانا پرنانا یا مان دادی نانی پردادی وغیرہ ساتوین یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون قتل مین شریک نہووے ورنہ قاتل کے ذمے پر سے بھی قصاص ساقط ہو جاویگا آٹھوین یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اسکے اصول مین سے شریک قتل نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہوگا نوین یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل مین ایسا شخص شریک نہووے جسکا قتل شبہ عمد یا خطا ہی دسوین یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلہ سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئین بچانے کیلیے اسکو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہوگا گیارھوین یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جس سے اسکا قتل مباح ہو جاوے

[1] نہ قصاص ۱۲ [2] نہ عاقلہ پر ۱۲

جیسے مال قاتل کا چراتا ہو یا لوٹتا ہووے یا اُسکی جورو سے زنا کر رہا ہو وے یا اُسکے گھر مین بے اذن با وجود منع کے جبراً گھس آیا ہووے بارھوین
یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول مین سے نہووے تیرھوین یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھوین یہ کہ
وارث مقتول نے حکم نہ کیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کی ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً پندرھوین یہ کہ قاتل ورثہ مقتول مین سے کسیکا
وارث نہو جاوے قبل استیفاے قصاص کے سولھوین یہ کہ مقتول قبل قتل قاتل کے ایسی حالت نزع مین نہووے جس سے اُسکی زندگی کی امید نہو
سترھوین یہ کہ قاتل تا سپرد کرنے اسکے کے طرف ولی کی واسطے استیفاے قصاص کے مجنون نہو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنیکے مجنون ہوجاوے
تو قصاص ساقط نہوگا واللہ اعلم مسئلہ اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلا دیا تو یہ قتل شبہہ عمد ہی تو اسکی کئی صورتین ہین پہلی یہ کہ زہر دینے والیکو اس چیز کے
زہر ہونیکا علم نہ ہو تو اس صورت مین زہر کھلانیوالے پر کچھ لازم نہ آویگا دوسری یہ کہ اسکو علم ہو اس چیز کے زہر ہونیکا تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر
دیدیا یا کسی چیز مین ملا کر دیا اور اُسنے خود کھا لیا تو نہ قصاص ہی نہ دیت لیکن وہ قید رکھا جاویگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی اور مدت قید کی امام کی
راے کیطرف مفوض ہی اور جو زبردستی زہر اسکے حلق مین ڈالدیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے عاقلہ پر کذا فی الدر المختار والانقروی اور وارث ہی ہوگا ۱۲ مسئلہ اگر
کوئی شخص کیسکو پانی مین ڈبو دے تو اگر پانی کم ہی جس سے غالباً نہین مرتا اور نجات ممکن ہی وہان سے تیر کر اور وہ مرگیا تو یہ شبہہ عمد ہی سب کے نزدیک اور
اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر جیسے اسکے ہاتھ پانون کھلے ہین اور وہ تیرنا جانتا ہی اور مرگیا تو یہ بھی شبہہ عمد ہی ورنہ عمد ہی
صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک شبہہ عمد ہی عالمگیری مسئلہ اگر کسی نے دوسرے کو حجرے مین بندکر دیا اور وہ بھوک کی ماری وہان مرگیا یا اسکے ہاتھ
پانون باندھکر اسکو شیر کے سامنے یا اور کسی درندہ کے سامنے ڈالدیا اور اُسنے اسکو مار ڈالا یا اسکو اور سانپ یا بچھو یا کسی اور موذی کو ملا کر ایک حجرے
مین بندکر دیا اور اس آدمی کو اُسنے قتل کیا تو ان سب صورتون مین قصاص اور دیت نہین ہی لیکن اُس شخص پر تعزیر واجب ہی اور حبس مادام الحیات
درمختار مسئلہ فتاوای عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر کوئی شخص قتل کرے اسطرح پر کہ اسپر نہ قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا
مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم مسئلہ اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اُسکے عمرو نے اُسکو ایک زخم مارا تو قاتل بکر کا
زید سمجھا جاویگا یہ جب ہی کہ دونون جراحتین آگے پیچھے ہون اور جو ایک ساتھ دونون نے زخم پہونچاے تو دونون قاتل ہین اگرچہ ایک شخص
دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی الخلاصۃ مسئلہ اگر کسی نے کیسکو زندہ در گور کر دیا اور وہ مرگیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتوے ہی
اور محمد کے نزدیک قتل کیا جاویگا کذا فی الظہیریۃ مسئلہ اگر کوئی کسی کے گھر مین دروازے سے جھانکا اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ
پھوڑدی تو ضامن نہوگا اگر صاحب خانہ اسکو بغیر آنکھ پھوڑنیکے دفع نہین کر سکتا اور جو دفع کر سکتا ہی تو ضامن ہوگا درمختار مسئلہ کئی آدمی ایک کے
بدلے مین قتل کئے جاوینگے اگر ہر شخص مقتول کو جراحت مہلک مارے ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے مارین پھر وہ مرجاوے اور معلوم نہ ہو کہ کسکا زخم کاری
تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ اسپر اطلاع ہونا متعذر ہی اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کسکا کاری ہی اور کسکا غیر کاری
اور نہوگا یہ مگر قبل مرجانے مقتول کے تو قصاص اُس شخص پر ہوگا جسکا زخم کاری ہی اور جن لوگونکا کاری نہین ہی اُنپر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسی کا
زخم کاری نہو لیکن مقتول سب زخمون سے مرجاوے تو کسی پر قصاص نہوگا لیکن دیت اُنپر آویگی کذا فی الشامی اور جو لوگ قتل مین شریک نہووین
لیکن تماشابین ہون یا قاتل کو ورغلاتے ہون یا قاتل کے مددگار ہون یا مقتول کو روکے ہوے ہون تو اُنپر تعزیر ہی اور قصاص اور دیت نہین ہی
کذا فی الشامی مسئلہ ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے اور توبہ اسکی مقبول نہین ہی اور جو کوئی اثبات کا اقرار کرے کہ مین نے
فلان شخص کو دعا سے یا باطنی تیر وغیرہ سے یا سورۂ انفال کی قراءت سے مار ڈالا تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اسلیے کہ یہ محض جھوٹ ہی اور منسوب ہی طرف علم غیب کے شامی

ص باب قصاص مادون النفس کے بیان مین

قصاص مادون النفس اُسی جگہ ہی جہان رعایت مماثلت کی ہوسکے تو اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جوڑ سے تو اُسکا بھی ہاتھ کاٹ ڈالینگے
اُسی جوڑ سے ف اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ یعنے زخمونمین قصاص لیا جاویگا کذا فی الہدایۃ اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف
ساعد تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ یہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہی کذا فی الاصل حاصل یہ ہی کہ جب عضو جوڑ پر سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاویگا ور
جو ہڈی کاٹ لی ہو تو اُسمین قصاص نہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اُسمین کوئی خلل زیادہ پیدا ہوجاوے کذا فی الطحطاوی
ص اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہووے مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہی پاؤنمین اور نرمہ بینی مین ف ناک مین بانسے کے نیچے جسقدر گوشت نرم ہی نرمہ
بینی کہلاتا ہی اور عربی مین اسکو مارن کہتے ہین تو مارن مین قصاص ہی اور بانسے مین نہین ہی اسواسطے کہ وہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہی کذا فی الاصل
ص اور کان مین اور اُس آنکھ مین جسکی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہووے اور آنکھ قائم ہو تو اُسکے قصاص کی یہ شکل ہی کہ ضارب کے منھ پر بھیگی روئی ڈالی
جاوے اور اسکی آنکھ کے مقابل مین گرم آئینہ رکھا جاوے ف یہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی رض کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام رض واقع ہوا روایت کی
عبد الرزاق نے مصنف مین حکم بن عتیبہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہ رض نے قصاص کا ارادہ
کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رض آئے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اُسکی
بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ص اور اگر آنکھ حلقے مین سے نکالی جاوے تو اُسکا قصاص نہین ف بسبب متعذر ہونے مساوات کے ص اور
قصاص ہوگا ہر اس زخم مین جسمین مماثلت ہوسکتی ہی جیسے جراحت موضحہ ف موضحہ اُس جراحت کو کہتے ہین جسمین کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھلجاوے
ص اور نہین قصاص ہی ہڈی مین سوا دانت کے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیۃ ص تو دانت اکھاڑا جاویگا اگر اُسنے
اکھیڑا ہی اور جو اُسنے توڑ ڈالا ہی تو اسکا دانت ریتا جاویگا اور نہین ہی قصاص مادون النفس درمیان عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو
غلامون مین اور اس ہاتھ مین جو نصف ساعد سے کاٹا جاوے اور جائفے مین جو اچھا ہوجاوے ف جائفہ وہ زخم ہی جو اندر پیٹ کے پہونچگیا سینے کی طرف
سے یا شکم یا پشت کیطرف سے اسمین قصاص نہین جب اچھا ہوجاوے اسلیے کہ تندرستی اس جراحت سے نادر ہی اور ظاہر ہی کہ اگر جارح سے قصاص
یون جائفے کا تو وہ مرجاویگا پس جب جائفہ مجروح کا اچھا نہوا اور سرایت کرگیا اور مجروح مرگیا تو قصاص لیا جاویگا جارح سے یعنے قتل کیا
جاویگا اور جو نہین مرا تو انتظار کرنا چاہیئے اسکی صحت یا موت کا کذا فی الاصل ص اور نہین قصاص ہی زبان مین اور ذکر مین مگر جب حشفہ کاٹا
جاوے ف یہ ہمارے نزدیک ہی اسلیے کہ انقباض وانبساط ان دونون مین جاری ہی پس رعایت مماثلت نہین ہوسکتی اور امام ابو یوسف سے
روایت ہی کہ جو قطع جڑ سے ہو تو قصاص لیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہین اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ
شل ہو یا ایک انگلی اُسکی کم ہو یا سر اُسکا بڑا ہو کہ زخم تمام سر پر نہ پہونچے اور مجروح کے ہاتھ اور انگلیان سالم ہین اور سر اُسکا چھوٹا ہی کہ تمام سر کو پہونچا ہی
تو مجروح کو اختیار ہی خواہ جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور ساقط ہوجاتا ہی قصاص قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کے عفو سے
اور انکی صلح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر اسکی میعاد یا نقد ہونیکی تصریح نہوئی ہو اور مثل دیت کے
مؤجل نہوگا اور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کرلیگا تو قاتل کے ذمے سے قصاص ساقط ہوجاویگا اور باقی وارثون کو حصہ دیت ملیگا اگر ایک آزاد
اور غلام نے ملکر ایک شخص کو مار ڈالا بعد اسکے اس شخص آزاد نے اور اُس غلام کے مولی نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح
کرا دیوے اور اُسنے صلح کرادی تو مولی کو اور اس شخص آزاد کو دونون کو پانچ پانچ سو روپے دینا ہونگے اور چند آدمی قتل کیے جاوینگے ایک کے

بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیون کے اور شافعیؒ کے نزدیک اول کے بدلے قتل کیا جاویگا اور واجب ہوگا مال دیت باقی مقتولون کے لیئے اور جو اول مقتول معلوم نہ ہو تو سب کے عوض قتل کیا جاویگا اور تقسیم کیجاویگی دیت سب کو اور بعض نے کہا ہی کہ قرعہ ڈالا جاوے اور جسکے نام قرعہ نکلے اسکے بدلے قتل کیا جاوے تو اگر ان مقتولون کے وارثون مین سے ایک مقتول کے وارث نے آکر قصاص لے لیا تو باقی مقتولون کے وارثون کو اب کچھ نہ ملیگا اگر دو شخصون نے ملکر ایک کا ہاتھ کاٹا اگرچہ اس طرح پر کہ ایک چھری دونون نے لیکر اسکے ہاتھ پر چلا دی تو اسکے عوض مین ان دونونکے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے بلکہ دیت اُن دونون سے دلائی جاویگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونون کے ہاتھ کاٹے جاوینگے مثل قتل نفس کے اور جو ایک شخص نے دو شخصون کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اُن دونونکو پہونچتا ہی کہ اسکا داہنا ہاتھ کاٹین اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر آدھون آدھ بانٹ لین اگر دونون ساتھ ہی حاضر ہون اور جو پہلے ایک حاضر ہوا اور اُسکے ہاتھ کے عوض مین قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اسکو دیت ملیگی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اُسکو قتل کرینگے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو قصداً تو وہ تیر اُس مرد کو لگ کے پار نکل کے دوسرے کو لگ گیا اور دونون مر گئے تو اول شخص کے بدلے مین قصاص لیا جاویگا کیونکہ وہ قتل عمد ہی اور دوسرے کے بدلے مین دیت آویگی اسلیئے کہ وہ قتل خطا ہی ف ہرچند فعل واحد ہی لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا زیلعی ص زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اسکو مار ڈالا تو اسکی آٹھ صورتین ہین اسواسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہی اسی طرح قتل یا عمد ہی یا خطا ہی پھر چارون صورتون مین عمرو بیچ مین تندرست ہوا ہی یا نہین تو اگر دونون فعل عمداً کیے لیکن اگر بیچ مین عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونون فعلون کا زید سے لیا جاویگا یعنے پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہین ہوئی تو بھی امامؒ کے نزدیک یہی حکم ہی کہ قطع ید کے بعد قتل ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزائے قطع قتل کی جزا مین داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونونکی دیت واجب ہوگی یعنے نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی ہو تو فقط قتل کی دیت کافی ہوگی اور اگر قطع عمد ہی اور قتل خطا ہی خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی دینا ہوگی اور جو قطع خطا ہی اور قتل عمد ہی خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا زید نے عمرو کو نو کوڑے مارے اس طرح کہ پہلے نوے مارے اُس سے وہ چنگا ہو گیا بعدہ دس مارے اس سے مر گیا تو ایک ہی دیت لازم آویگی ف اسواسطے کہ جب چنگا ہو گیا نوے کوڑے سے تو اُنکا مارنا معتبر نرہا اگر تعزیر کے حق مین البتہ معتبر ہی اور اسی طرح غیر معتبر ہی قصاص مین ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اُسکا نشان باقی نرہا ہو وہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اسکے مانند مین حکومت عدل ہی اور محمدؒ سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوائیون کا ثمن واجب ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو پہلے نوے کوڑے مارے اس سے وہ زخمی ہو گیا اور اثر اسکا باقی رہا بعد اسکے دس کوڑے مارے اس سے مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس دونون واجب ہونگے ف باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے کذا فی الدر المختار اور حکومت عدل کا بیان انشاء اللہ تعالی کتاب الدیات مین آویگا ص ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اُسنے معاف کر دیا پھر اس قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو قاطع کو دیت دینا پڑیگی ف یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیئے کہ عفو قطع سے عفو ہی اسکے موجب سے اور وہ قطع ہی اگر سرایت نکرے اور قتل ہی اگر سرایت کرے امام صاحبؒ یہ کہتے ہین کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہوگی اسلیئے کہ قصاص بسبب شبہہ عفو کے ساقط ہو گیا کذا فی الاصل ص اور جو اسنے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قطع خطا سے ہی تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو عمد ہی تو کل مال سے یہی حکم ہی سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اُسنے اس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر

یعنے اپنے ہاتھ کی دیت کے بدلے مین پھر وہ مر گیا تو مرد پر اُس عورت کا مہر مثل واجب ہی اور اسکے ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین سے دیجاویگی اگر اُسنے عمداً ہاتھ کاٹا اور اسکے عاقلہ پر ہی اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اُس سے ہاتھ پر اور جو اس سے پیدا ہو یا جنایت پر پھر مر گیا تو عمد مین مہر مثل ہی اور کچھ عورت پر لازم نہو گا بسبب قتل کے اور خطا مین عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہو کر باقی انکے لیے بطور وصیت کے سمجھا جاویگا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہو گا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہو گا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اسکے عوض مین زید کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو مر گیا تو زید کو دیت نفس دینا ہو گی ف یہ جب ہی کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبین کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہو گا اسلیے کہ اسنے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اسکے اختیار مین نہین ہی اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا معلم باپ کے اذن سے لڑکے کو تعلیم کیلیے ضرب معتاد کرے اور وہ مر جاوے تو اسپر ضمان نہین البتہ اگر حد معروف سے زیادہ ماریگا اور لڑکا ہلاک ہو جاویگا تو اسکو تاوان دینا ہو گا در مختار ص اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا پھر عفو کر دیا قتل سے تو اس کو دیت دینا پڑے گی ہاتھ کی اور صاحبین کے نزدیک نہ دینا پڑیگی

ص باب قتل کی گواہی اور حالت قصاص کے اعتبار مین

حق استیفائے قصاص وارثون کے لیے ثابت ہوتا ہی ف یعنے ورثہ مقتول کے لیے حق حاصل ہوتا ہی اس بات کا کہ قاتل سے قصاص لیوین اور یہ حق ثابت ہوتا ہی وارثون کیلیے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکے کا مستحق ہی اسکو یہ حق بھی حاصل ہی اور جو ترکے سے محروم ہی وہ اس حق سے بھی محروم ہی مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہی تو بھائی بھتیجے چچا ماموں محروم ہونگے اسی طرح باپ سے دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ اور ماں سے نانی محروم ہو گی وعلی ہذا القیاس ص ابتدا سے نہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہین ہوسکتا پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے انمین سے ایک حاضر اور موجود تھا اسنے گواہون سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہونکی گواہی کا اعادہ ضرور ہی ف امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک ص اور جو قتل خطا ہووے یا دعویٰ دین کا تو دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالاجماع ضرور نہین ہی پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کر دیے تو وارث حاضر اسکا خصم ہو جاویگا اور قصاص ساقط ہو گا یہی حکم ہی اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثون نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہو گی لیکن یہ شہادت ان دونون کی طرف سے عفو قصاص ہو گی تو اگر قاتل نے ان دو وارثون کی تصدیق کی تو تینون وارثونکو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اگر دونونکی تکذیب کی تو ان دو وارثون کو کچھ نہ ملیگا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملیگا اور جو انکی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اسکو تہائی حصہ دیت کا ملیگا ف لیکن یہ تیسرا حصہ اُن دونون وارثون کو دیا جاویگا استحساناً در مختار اور ایک چوتھی صورت ہی اُسکو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہی کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونونکی تصدیق کی اُن دونون وارثون کی تو اس صورت مین تیسرے وارث کو کچھ نہ ملیگا اور اُن دونونکو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اصل کتاب مین اسکے دلائل بتفصیل مذکور ہین ص اگر اختلاف کیا قتل کے گواہون نے زمانِ قتل مین یا مکانِ قتل مین یا آلۂ قتل مین یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے نے کہا کہ مجھکو معلوم نہین کس ہتھیار سے مارا ف یا ایک نے گواہی دی معاینۂ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر در مختار ص تو ان سب صورتون مین شہادت لغو ہو جاویگی اور جو شاہدون نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلۂ قتل ہم کو معلوم نہین تو دیت واجب ہو گی ف اور قیاس یہ ہی کہ کچھ واجب نہو اسلیے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہی باختلاف آلہ وجہ استحسان کی یہ ہی کہ گواہون نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہین ہی تو ثابت ہو گا اقل موجب اُسکا اور وہ دیت ہے اور واجب ہو گی دیت مال مین قاتل کی اسلیے کہ اصل قتل مین عمد ہی اور عاقلہ نہین بار اٹھاتے ہین

عمد کا کذا فی الاصل ص اگر قتل مقتول کا دو شخصون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونون نے اُسکو مارا ہی تو
دونون قتل کیے جاوینگے اور جو ایک شہادت گذری کہ زید کو عمرو نے مارا ہی اور دوسری شہادت یہ گذری کہ زید کو خالد نے مارا ہی اور ولی
نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونون نے مارا ہی تو دونون شہادتین لغو ہو جاوینگی ف اسواسطے کہ ولی کا قول تکذیب اور تفسیق ہی شہود کی
یا مقر کی اور وہ مبطل شہادت ہی ص اور اعتبار وجوب و عدم وجوب دیت وغیرہ مین حالت تیر اندازی کی ہی نہ تیر لگنے کا وقت تو
واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہوگیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی مولی کو جب تیر مارا غلام کے اور
وہ قبل تیر لگنے کے آزاد ہوگیا اور جزا اُس محرم پر جسنے تیر مارا حالت احرام مین اور وہ قبل تیر لگنے کے حلال ہوگیا اور نہ واجب ہوگی جزا اس حلال پر
جسنے تیر مارا بعد اُسکے محرم ہوگیا قبل تیر لگنے کے اور نہین ضمان دیگا وہ شخص جسنے تیر مارا اسکو جسکے سنگسار کرنیکا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے
قبل تیر پہنچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاوین اور حلال ہو وہ شکار کہ تیر مارا اُسکو مسلمان نے پھر مجوسی ہوگیا قبل تیر پہنچنے کے نہ وہ شکار جسکو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قبل لگنے

ص کتاب الدیات

مقدار دیت سونے سے ایکہزار دینار ہین اور چاندی سے دس ہزار درہم اور اونٹ سے سو اونٹ ف اسواسطے کہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن
حزم عن ابیہ عن جدہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے مین دیت سو اونٹ کی ہی اور سونے والون پر ہزار دینار ہین
روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان نے اور روایت کی بیہقی نے طریق شافعی سے
کہ کہا شافعی نے کہا محمد بن الحسن نے پہونچا ہم کو حضرت عمر سے کہ انھون نے مقرر کیا سونے والون پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار
درہم کہا محمد بن الحسن نے اور خبر دی ہمکو ثوری نے مغیرہ ضبی سے انھون نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اونٹون سے پھر ہر اونٹ کو
قائم مقام ایک سو بیس درہم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درہم ہوگئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درہم ہوئے اور روایت کی محمد بن الحسن نے
انا ابو حنیفة عن الهیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدة السلمانی عن عمر بن الخطاب قال علی اهل الورق من الدیة عشرة آلاف درهم وعلی اهل الذهب
الف دینار الحدیث یعنے کہا عمر بن الخطاب نے کہ چاندی والون پر دیت دس ہزار درم ہین اور سونے والون پر ہزار دینار ہین اور شافعی
کے نزدیک بارہ ہزار درم ہین اسواسطے کہ حدیث ابن عباس مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار
درم روایت کیا اسکو چارون عالمون نے اور جواب اس حدیث سے بچند وجوہ ہی ایک یہ کہ اس حدیث کا ارسال مرجح ہی تصحیح دیا اسکے
ارسال کو نسائی نے اور ابو حاتم نے اور حدیث مرسل شافعی کے نزدیک قابل احتجاج نہین دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہین جنکا وزن
وزن ستہ تھا یعنے دس دراہم چھ مثقال کے برابر تھے بدلیل اسکے جو روایت کی محمد بن الحسن نے ابراہیم سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد
مین کوئی مقدار دیت معین نہین کی تھی کبھی آپنے بارہ ہزار درم دلائے جیساکہ حدیث ابن عباس مین ہی اور کبھی آٹھ ہزار درم جیساکہ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص
مین ہی اخراج کیا اسکا ابو داؤد نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباس مین صرف حکایت ہی ایک واقعے کی اور قرار داد عمر مقدار دیت مین بغیر سمع شارع کے نہین
ہوسکتی اور تھی یہ بحضور صحابہ کرام سے تو اخذ ساتھ اسکے اولی ہی واللہ اعلم ص اور یہ دیت قتل شبہ عمد کی سو اونٹ ہین اسطرح کہ پچیس بنت مخاض ہون

سلہ بحساب مروجہ لکھنؤ فی زمانا وزن دینار کا چار ماشہ چار رتی ہی اور ماشہ آٹھ رتی کا اور تولہ بارہ ماشہ کا پس ایکہزار کے تین سو چھہتر تولہ ہوئے اور درم تین ماشہ اور ایک رتی اور خمس رتی کا ہوتا ہی ۱۲ عبید سلہ دس ہزار
چاندی تولون کے حساب سے فی تولہ گیارہ ماشہ دو ہزار آٹھ سو چھہتر تولہ سات ماشہ ہوتی ہی ۱۲ منہ واللہ اعلم یہ کس شہر کا حساب ہی اگر بلا دین تولہ بارہ ماشہ کا ہوتا ہی ان وزن روپیہ کے [illegible]
گیارہ ماشہ تھا ۱۲ عبید سلہ امام اعظم کے نزدیک دیت ان ہی تین مالون سے ہوتی ہے فقط اور صاحبین کے نزدیک ان تینون سے اور گائے سو گائے یا دو ہزار
بکری یا دو سو پوشاک سے ہر پوشاک مین دو کپڑے ہون اور امام شافعی کے نزدیک درم بارہ ہزار ہین کذا فی الاصل ۱۲

اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہی ف اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے علقمہؒ اور اسودؒ سے کہ کہا عبد اللہ بن مسعودؓ نے شبہ عمد کی دیت مین پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ص اور قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہین لیکن اس طرح پر کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض ف یعنے نر اونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہین ص اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا یہ ہی کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے نے کفارہ خطا مین وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ الآیۃ ص تو اگر اس سے عاجز ہو دو مہینے پی در پی روزے رکھے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ص کفارہ قتل مین کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہین ہی ف اسلیے کہ اطعام یہان نص کلام اللہ مین وارد نہین ہوا ص اور صحیح ہی آزاد کرنا اُس شیر خوار کا جسکے مان یا باپ مسلمان ہون نہ اُس بچے کا جو شکم مین ہی اور عورت کی دیت نصف ہی مرد کی دیت کے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضا کی ف یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعیؒ کے نزدیک ما دون الثلث دیت مرد اور عورت کی برابر ہی اور جو ثلث سے زیادہ ہو تو وہ نصف ہی عورت کی دلیل شافعیؒ کی حدیث ہی نسائی کی کہ دیت عورت کی برابر ہی مرد کی دیت کے یہانتک کہ پہونچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہؒ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا بیہقیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے مرفوعا دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل یعنے دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور حدیث مطلق ہی شامل ہی ثلث کو اور ما دون ثلث کو اور بھی روایت کی بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا اُنھون نے دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور روایت کی شافعیؒ نے ابراہیمؒ سے انھون نے عمر بن الخطابؓ اور علی بن ابی طالبؓ سے کہ دونون نے کہا دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی ص اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہی ف ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہین اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہین اور امام مالکؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی نصف ہی دیت مسلمان کی یعنے چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی انکے نزدیک بارہ ہزار درم ہین دلیل امام شافعیؒ کی حدیث ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیے ہر ایک مسلمان کے قتل کیا اہل کتاب سے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے اور اسمین ذکر مجوسی کا نہین ہی اور روایت کی شافعیؒ نے پھر بیہقیؒ نے منصور بن المعتمرؒ سے انھون نے ثابت بن الحدادؒ سے انھون نے ابن المسیبؒ سے کہ عمر بن خطابؓ نے فیصلہ کیا دیت مین یہودی اور نصرانی کے چار ہزار درم کا اور مجوسی مین آٹھ سو درم کا دلیل امام مالکؒ کی حدیث ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ فرمایا حضرتؐ نے دیت کافر کی نصف ہی دیت مسلمان کی اور ایک روایت مین ہی کہ دیت ذمیون کی نصف ہی دیت اہل اسلام کی روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہؒ نے دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالی کا وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ دیت اسکی مثل دیت مسلمان کے ہی اور حدیث ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہی روایت کیا اسکو امام اعظمؒ نے مسند مین زہری سے انھون نے سعید بن المسیبؒ سے انھون نے ابو ہریرہؓ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہی اور روایت کی طبرانیؒ نے معجم اوسط مین ابن عمرؓ سے باسناد حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی کہا صاحب تنقیح نے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہی اور اسی سے اخذ کیا ابو حنیفہ اور جماعت علما نے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین سند صحیح سے ابن المسیبؒ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اسکے عہد مین ہزار دینار ہین اور نقل کیے ابن عبد البرؒ نے تمہید مین اپنی سند سے بہت سے آثار ایک جماعت سے انھین مین ابن المسیبؒ کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی اور روایت کی طحاویؒ نے بسند حسن ابن المسیب سے مثل روایت ابو داؤدؒ کے

پس یہ روایت ابن المسیب معارض ہے اُس روایت ابن المسیب کے جس سے تمسک کیا شافعی نے باوجود اسکے کہ روایت شافعی موقوف ہے اور یہ مرفوع ہے
اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کئی آثار اس باب مین ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن علقمہ اور اسمعیل اور صالح اور عطا
اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہے کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن مسعود سے کہ کہا انھون نے دیت ذمی کی
مثل دیت مسلمان کے ہے اور زہری سے کہا کہ دیت یہودی اور نصرانی اور مجوسی اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کی ہے اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی عہد اور ابوبکر اور عمر اور عثمان کے عہد مین یہانتک کہ ریاست ہوئی معاویہ کی سو انھون نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال مین رکھا اور ولی
مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبدالرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمر سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمان مین سو حضرت عثمان نے
نہین قتل کیا اُس مسلمان کو لیکن دیت اُسپر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاوی نے باسناد حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکم سے کہ رفاعہ بن سموال یہودی قتل
کیا گیا شام مین تو حضرت عمر نے دیت اسکی ہزار دینار مقرر کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کی ہے سوا ابن منقذ کی اور وہ ثقہ ہے روایت کی
اس سے حاکم نے مستدرک مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور روایت کی عبدالرزاق نے بسند صحیح انس بن مالک سے کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا
تو حکم کیا اسمین حضرت عمر نے بارہ ہزار درم کا دیت کی تو روایت شافعی اور بیہقی کی ثابت حداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ حکم کیا حضرت عمر نے یہودی
اور نصرانی کی دیت مین چار ہزار درم کا قابل التفات کے نہین ہے کئی وجھون سے ایک تو اسوجہ سے جو ہمنے بیان کیا کہ اُس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمر سے
دوسری وہ جو ذکر کیا مالک اور ابن معین نے کہ ابن المسیب نے نہین سُنا عمر سے تیسری ثابت الحداد مجہول ہے نہین پہچانا جاتا اور اسی واسطے کہا ذہبی نے
اپنے مختصر مین اور کون ہے ثابت الحداد اور ذکر کیا اسکو حافظ ابن حجر نے تقریب مین کہ وہ ثابت بیٹا ہے ہرمز کوفی کا کنیت اسکی ابو المقدام الحداد ہے مشہور ہے
اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہے لیکن وہم کرتا ہے تو ضعیف کیا اُسکو بسبب علامت وہم کی چوتھی ابن المسیب سے اسکے خلاف اخراج کیا ابوداود نے اور طحاوی نے
اور مراسیل ابن المسیب کے شافعیہ کے نزدیک بھی مقبول ہین کہا احمد بن جریر طبری نے تہذیب مین کہ نہین خلاف ہے اسمین کہ کفارہ قتل مسلمان اور
ذمی مین یکسان ہے پس دیت بھی برابر ہونی چاہیئے اور رد کیا اس شخص پر جسنے واجب کیا کم کو دیت سے ہذا خلاصۃ ما فی شرح المسند للامام ھص اور
قتل نفس مین اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے مین پوری دیت ہے ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ
بیشک مارنے مین جان کے دیت ہے اور ناک مین جب پوری کٹے پوری دیت ہے اور ذکر مین پوری دیت ہے الحدیث روایت کیا اسکو ابوداود نے مراسیل مین اور
نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان اور احمد نے اور اختلاف کیا ہے اسکی صحت مین ھص اور جو ایسی مار ماری کہ مضروب کی عقل اس سے جاتی
رہی تو ضارب پر پوری دیت ہے ف بسبب فوت ہوجانے منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہے معاش اور معاد مین ہدایہ ھص اسی طرح اگر مضروب کی
قوت شامہ یا ذائقہ یا سامعہ یا باصرہ جاتی رہی تب بھی پوری دیت لازم ہوگی ف اسلیے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جُداگانہ مقصود ہے ابن ابی شیبہ نے مصنف
مین روایت کی عوف اعرابی سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانے مین حضرت عمر بن الخطاب کے تو مضروب کے سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتے رہے تو
نہ قریب ہوسکتا تھا عورتون سے تو حکم کیا حضرت عمر نے اسمین چار دیتون کا ہدایہ مین اسکا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جنس منفعت کی بالکل فوت ہو جاوے یا
جمال حسن ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی ھص اگر زبان پوری کاٹ ڈالی یا اسقدر کہ گویائی اس سے جاتی رہی یا اکثر حروف نکلنا موقوف
ہوگئے تو پوری دیت واجب ہوگی ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ زبان مین پوری دیت ہے ھل اگر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر
نہ نکلی یا سر کے بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پوری دیت واجب ہوگی ف اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی کذا فی الکافی
ھص جو عضو انسان کے بدن مین دو دو ہین ف جیسے ہاتھ اور آنکھ اور کان اور پانون اور ہونٹ اور فوطے ہدایہ ھص تو دونکو تلف کرنے مین پوری دیت واجب

ہوگی اور اگر ایک کو تلف کرے تو نصف دیت واجب ہوگی ف مثلاً اگر دونون آنکھین پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف دیت واجب ہوگی حدیث عمرو بن حزم رض مین ہی کہ دونون آنکھون مین پوری دیت ہی اور دونون ہونٹون مین پوری دیت ہی اور دونون بیضون مین پوری دیت ہی اور ایک آنکھ مین اور ایک پیر مین نصف دیت ہی کذا فی شرح النقایۃ ص اور پلکون مین اگر چارون تلف ہوجاوین تو پوری دیت ہی اور جو ایک تلف ہوئے تو ربع دیت ہی ف اسلیے کہ پلکین چار ہین ہدایہ ص اور ہر ہر انگلی مین خواہ ہاتھ کی ہو وین یا پاؤن کی دسوان حصہ دیت کا ہی ف اسلیے کہ انگلیان بھی دس ہین اور حدیث عمرو بن حزم رض مین ہی کہ ہر انگلی مین خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤن کی دس اونٹ ہین اور روایت کی ترمذی رح اور ابن حبان رح نے ابن عباس رض سے مرفوعاً مثل اسکے ص اور جس انگلی مین تین جوڑ ہین سواسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا ثلث ہی اور جس مین دو جوڑ ہین اسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا نصف ہی ف اسواسطے کہ انگلی کی دیت جوڑون پر تقسیم کردی گئی ہدایہ ص جیسے ہر ہر دانت مین بیسوان حصہ دیت کا ہی ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم رض مین ہی کہ دانت مین پانچ اونٹ ہین اور روایت کی ابوداؤد رح نے ابوموسی اشعری رض سے مثل اس کے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ۳۲ ہین پھر ہر ہر دانت مین بیسوین حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہی بلکہ چاہیئے تھا کہ بتیسوان حصہ لازم آتا جواب اسکا یہ ہے کہ دانتون کا عدد اگرچہ بتیس ہی لیکن اخیر کے چار دانت یعنے عقل کی داڑہین تو بعض آدمیون کے نہین نکلتین اور بعض آدمیون مین چار رہ جاتی ہین اور بعضون مین کم تو عدد متوسط دانتون کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہین ایک زینت اور خوبصورتی دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہوگیا تو اسکی منفعت تو بالکل زائل ہوگئی یعنے زینت بھی گئی اور چبانا بھی گیا اور اسکے پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنے چبانے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد متوسط دانتون کا تیس ۳۰ ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسوان حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی جاتی رہی اسکی نصف دیت ساٹھوان حصہ ہوا تیسوان اور ساٹھوان حصہ ملا کر بیسوان حصہ ہوا اسلیے ایک دانت کے تلف ہونے مین بیسوان حصہ واجب ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح نے حجۃ اللہ البالغہ مین وجہ اسکی یہ بیان کی ہی کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہین کبھی چھبیس ۲۶ ہوتے ہین اور ایک کی نسبت نکالنی ان اعداد کیطرف مشکل تھی محتاج تھی طرف غور و خوض کے حساب مین تو مقرر کردیا شارع نے بیس ۲۰ کو اور واجب کیا ہر دانت مین نصف عشر دیت واللہ اعلم ص جس عضو کا نفع مارنے سے جاتا رہے تو اسمین دیت اس عضو کی واجب ہوگی مثلاً ہاتھ شل ہوجاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سر اور چہرے کے زخمون مین قصاص نہین ہی مگر جراحت موضحہ مین جب عمداً ہو ف موضحہ وہ زخم ہی جو ہڈی کو ظاہر کردیوے کذا فی الاصل ص اور جو جراحت موضحہ خطا سے ہووے تو اسمین بیسوان ۲۰ حصہ دیت کا واجب ہی اور ہاشمہ مین ف یعنے جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے ص دسوان حصہ دیت کا ہے اور منقلہ مین ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کردیوے ص دسوان حصہ اور نصف دسوین حصہ کا یعنی بیسوان حصہ دیت کا واجب ہے اور آمہ مین ف یعنی جو زخم بھیجے کی کھال تک پہونچ جاوے ص اور جائفہ مین ف یعنے جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کیطرف سے یا پشت کیطرف سے یا سینے کیطرف سے یا گردن کیطرف سے یا اور طرف سے ص ثلث دیت کا واجب ہی اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہوجاوے تو اسمین دو ثلث دیت کے ہین ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہی کہ آمہ مین ثلث دیت کا ہی اور جائفہ مین ثلث دیت ہی اور منقلہ مین پندرہ اونٹ ہین اور موضحہ مین پانچ اونٹ ہین اور اسمین ذکر ہاشمہ کا نہین ہی اور روایت کی عبدالرزاق رح نے مصنف مین زید بن ثابت رض سے کہ ہاشمہ مین دسوان حصہ دیت کا ہی شرح نقایہ ص اور حارصہ ف یعنے کھرونچا جس سے کھال فقط چھل جاوے ص اور دامعہ ف یعنے جو خون کو ظاہر کردیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے

سلہ یعنی تیسوان حصہ ۱۲ سلہ یعنی بیسوان حصہ ۱۲ سلہ اگر وہ غیر اصلع ہو ورنہ اصلع مین حکومت عدل ہی اسلیے کہ جلد اوسکی زینت نہین ناقص ہی غیر اصلع سے قہستانی عن الذخیرۃ کذا فی الدر المختار اور اصلع وہ ہی جسکے بال آگے کی طرف سے گر جاتے ہین کذا فی الدر المختار ۱۲

ص اور دامیہ ف جو خون کو بہاوے ص اور باضعہ ف یعنی جو جلد کو قطع کردیوے ص اور متلاحمہ ف یعنی جو گوشت مین پونہچ جاوے ص اور
سمحاق مین ف یعنے جو زخم سمحاق تک پونہچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان مین ہے ص حکومت عدل ہے
یعنے مجروح کو غلام فرض کرکے بلا جراحت اسکی قیمت لگاوینگے بعد اسکے بجراحت تو جسقدر تفاوت دونون قیمتونمین ہوگا وہی دیت ہے اسی پر فتوی ہے
ف یہ احتراز ہے قول سے کرخیؒ کے کہ مقدار اس زخم کی جراحت موضحہ سے دیکھکر بقدر اسکے بیسوین حصے مین سے واجب ہوگی ص اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیونکو
کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتیلی کے یا ہتیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی
اگر اس ہتیلی کو کاٹا جسمین ایک ہی انگلی تھی تو دسوان حصہ دیت کا واجب ہوگا اور جو دو انگلیان تھین تو پانچوان حصہ اور کف کا بدلا کچھ واجب نہوگا
اگر کسی نے زائد انگشت کو قطع کرڈالا یا لڑکے کی آنکھ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضا کی صحت و سلامتی معلوم نہ ہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اُسنے ایسا
فعل بھی نہین کیا تھا جس سے دیکھنا اسکا سمجھا جاتا یا ذکر لے اسکے جنبش نہ کی تھی اور زبان سے بات نہین کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی ہمارے نزدیک
اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت کامل واجب ہوگی اسلیے کہ غالب صحت ہے اور جو صحت اُس عضو کی معلوم ہو تو دیت کامل واجب ہے بالاتفاق اگر جراحت
موضحہ سے اسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اسکی پوری دیت مین داخل ہوجاویگی الگ نہ دینا پڑیگی اور جو سماعت یا بصارت
یا بول چال اسکی جاتی رہی تو داخل نہ ہوگی اور جو موضحہ سے اسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو موضحہ اور آنکھونکی دونونکی دیت واجب ہوگی یہ نہوگا کہ
موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھونکی دیت جیسا مذہب صاحبینؒ کا ہے اور قصاص نہین اُس انگلی کے قطع مین کہ اسکے پاس کی انگلی خشک ہوگئی بلکہ
دونونکی دیت واجب ہوگی ف یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبینؒ اور زفرؒ کے نزدیک پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی کذا فی الاصل
ص اور قصاص نہین اس انگلی مین جسکا اوپر کا جوڑ کاٹا گیا سو باقی انگلی بھی خشک ہوگئی بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہوگی اور
اُس دانت مین جسکا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہوکر رہ گیا بلکہ پوری دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا
دانت جم آیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اکھاڑا اُسنے اٹھاکر جمالیا اور گوشت اُسپر جم آیا تو دیت اُکھیڑنے والے پر سے ساقط
نہ ہوگی البتہ اگر دوسرا دانت اسکے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسیطرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا منھ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہوگیا یا مارنے سے جو زخم پیدا
ہوا تھا وہ اسطرح اچھا ہوگیا کہ اثر اسکا باقی نرہا ف اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اجرت طبیب کی اور دوا کی
دینا پڑیگی کذا فی الاصل ص اور کسی زخم کا قصاص نہ لیا جاویگا جبتک وہ تندرست نہ ہوے ف اسلیے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا زخم کے صدمہ سے
پس اُسوقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اسلیے انتظار چاہیے صحت کا اور روایت کی امام احمدؒ اور دار قطنیؒ نے عمرو بن شعیبؒ عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جبتک اچھا نہ ہو زخمی اسکا اور شافعیؒ کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیے
جیسا قصاص نفس مین اور حجت ہے اُنپر یہ حدیث ص اور صبی اور مجنون کا عمد مثل خطا کی ہے تو دیت انکی عاقلہ پر واجب ہوگی ف اور شافعیؒ کے
نزدیک اسکی مال مین واجب ہوگی اور ہماری دلیل وہ روایت ہے بیہقی کی حضرت علیؓ سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہے ص اور کفارہ اُنپر نہوگا اور محروم نہوگی
میراث سے ف اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہوگیا تو قتل کیا جاوے گا کذا فی الدر المختار

ص فصل دیت جنین کے بیان مین

١ اسلیے کہ ہتیلی تابع ہے انگلیون کے ١٢ ع ٢ اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہے دیت اور جو لڑکے کا دانت اکھیڑا اور پھر دوسرا دانت اسی جگہ نکل آیا تو بالاتفاق دیت واجب نہ ہوگی کذا فی الاصل ١٢ ع ٣ کف یعنی ہتیلی ١٢

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ مین ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسوان حصہ دیت کا پانسو درم لازم آویگا **ف** اسواسطے کہ روایت کی ایمہ ستہ نے حدیث ابی ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا جنین مین غرہ کا غلام ہو یا لونڈی لیکن اسمین پانسو درہم کا ذکر نہین ہے البتہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف مین زید بن اسلمؓ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے قیمت لگائی غرہ کی پچاس دینار اور ہر دینار دس درم کا اور روایت کی بزارؒ نے بریدہؓ سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے بچے مین پانسو کا اور روایت کی ابوداؤدؒ نے سنن مین ابراہیم نخعیؒ سے کہ غرہ پانسو درہم ہین **کذا فی شرح النقایة** ۱ ایکسال کے عرصے مین **ف** اور امام مالکؒ کے نزدیک غرہ قاتل کی مال مین سے واجب ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک تین سال مین وصول کیا جاویگا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی اوپر عاقلہ کے روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے اور مروی ہے صحیحین مین مانند اسکے اور ہدایہ مین ہے کہا محمد بن الحسنؒ نے پہنچا ہمکو یہ امر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایکسال مین ۱ اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا پھر مرگیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر ماں بھی اسکی مرگئی تو غرہ اور دیت دونون واجب ہونگی **ف** غرہ جنین کے لیے اور دیت اسکی ماں کی روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ ہذیل کی دو عورتین آپسمین لڑین تو ایک نے دوسری کو پتھر مارا اور مرگئی وہ اور جو اسکے پیٹ مین تھا مرگیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اسکی عاقلہ پر ۱ اور جو ماں مرگئی پھر بچہ مردہ اسکے پیٹ سے گر پڑا تو ایک دیت واجب ہوگی **ف** یعنی صرف دیت ماں کی اسلیے کہ ممکن ہے کہ موت جنین کی ضرب سے نہ ہوئی ہو بلکہ دم گھٹنے سے بعد موت اسکی ماں کے ہو اور شافعیؒ کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا ۱ اور جو ماں مرگئی پھر بچہ اسکا زندہ پیٹ سے گر کر مرگیا تو دو دیتین نفس کی پوری واجب ہونگی اور جنین کی دیت سب ورثہ اسکے پاوینگے سوا ضارب کے **ف** اسلیے کہ ضارب قاتل اسکا ہے اور قاتل کو میراث نہین ملتی ۱ اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اسکی قیمت حالت حیات کی لگا کر بیسوان حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہو اور دسوان حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر ایک لونڈی کو ضرب پڑی پھر مولی نے اسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہو کر مرگیا تو قیمت اسکی حالت حیات کی واجب ہوگی نہ دیت **ف** اسلیے کہ موت اس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اسوقت مین وہ غلام تھا آزاد نہین ہوا تھا ۱ اور جنین کے قتل مین کفارہ قاتل پر نہین ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اور جو جنین ایسا ہو کہ اسکے بعض اعضا بن گئے ہون تو وہ مثل پورے جنین کے ہے جب عورت نے عمداً جنین کو مردہ گرایا یا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر کے تو اسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اور جو عورت کا عاقلہ نہو وے تو اسکے مال پر لازم آویگا ایکسال مین اور جو خاوند کے اذن سے یا بلا قصد گرایا تو غرہ واجب نہ ہوگا **ف** جاننا چاہیے کہ جس جنین کے اعضا ظاہر ہوئے ہون تو اسکے اسقاط سے عورت گنہگار نہ ہوگی ورنہ گنہگار ہوگی در مختار

باب راہ مین کوئی امر جدید کرنے کے بیان مین

جو شخص شارع عام مین مثلاً اسطرح پرنالہ یا برج یا موری یا چبوترہ یا دکان بنادے تو ہو سکتا ہے اگر لوگون کو ضرر نکرے **ف** یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہے اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہین **کذا فی الاصل** اسواسطے کہ روایت کی طبرانیؒ نے معجم اوسط مین کہ فرمایا حضرتؐ نے نہین ضرر پہنچانا ہے اسلام مین ۱ اور ہر ایک شخص کو **ف** اگرچہ ذمی ہو **در مختار** ۱ اسکا توڑ ڈالنا پہنچتا ہے **ف** اسلیے کہ یہ تصرف حق مشترک مین ہے پس ہر واحد کو دفع اسکا جائز ہے جیسا کہ ملک مشترک مین اگر یہ ضرر نکرے **کذا فی الاصل** چونکہ شارع عام مین ہر شخص کو حق مرور حاصل ہے تو خواہ ضرر کرے یا نہ کرے ہر حال مین اسکا توڑ ڈالنا جائز ہے ہر شخص کو ۱ اور کوچہ غیر نافذہ مین یہ امور کرنا درست نہین ہین مگر اور شرکا کی اجازت سے درست ہین اگرچہ ضرر نہ کرین پس اگر ان چیزون کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مرجاوے

ط ۱ بچہ خواہ مرد ہو یا عورت ۱۲ ط ۱ اسلیے کہ بچہ بسبب ضرب کے مرگیا ۱۲ ط ۱ یعنی اگر زندہ رہتا تو اسکی قیمت کیا ہوتی وہ لگائی جاویگی ۱۲ ط ۱ رد محتار مین ہے کہ بلا عذر اسکے اسقاط سے کلی گنہگار ہوگی

تو بنانے والے کی عاقلہ پر اُسکی دیت لازم آویگی جیسے کوئی پتھر راہ مین رکھدیوے یا کنوان راہ مین کھودے اور اُسمین کوئی گر کر مر جاوے اور جو کوئی جانور مر جاوے تو اُسکا ضمان بنانیوالے پر آویگا یہ سب صورتین جب ہین کہ اُسنے بغیر اذن امام کے ان چیزونکو بنایا ہووے ف اور اپنے نفس کے لیے بنایا ہوا اور جو مسلمانونکی نفع کے لیے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ توڑا نجاویگا دُر مختار ص اور جو امام کے اذن سے بنایا ہووے یا راہ کے کنوئین مین گرنے والا اگر نے سے نہ مری بلکہ بھوک سے یا دم کے گھٹنے سے مر جاوے تو ضمان نہ آویگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے دُر مختار اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غم سے مر جانے مین ضمان واجب ہے کذا فی الاصل ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اُٹھا کر دوسری جگہ رکھا اُسکے سبب سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اُٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا اسلیے کہ فعل اسکا فسخ ہوگیا دوسرے کے فعل سے جیسے ضامن ہوگا وہ شخص جسنے بوجھ لادا اپنے سر پر یا پیٹھ پر راہ مین اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھریان غیر کی مسجد مین لے گیا یا مسجد مین سوا نماز اور فعل کے لیے بیٹھا اور ان امور سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا ف مثلاً اُس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریون کی ٹھوکر سے کوئی مرگیا یا سوا نماز کے اور کام کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا اُسمین ایک اندھا آیا اور اُسپر گر پڑا اور مرگیا تو ضامن ہوگا ص ضامن نہوگا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوئے تھا اُسکی چادر کے سبب سے کوئی مرگیا یا قندیل بوریا پتھریان وغیرہ اپنے محلہ کی مسجد مین لے گیا یا نماز کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا سو اُس کے سبب سے کوئی مرگیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل مین ص

اگر دیوار جھکجاوے شارع عام کیطرف ف یا کسیکے مکان کی طرف لیکن اس صورت مین حق طلب اُن مکان والونکا ہوگا ص اور اُسکے توڑنے کیلیے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اُس شخص سے کہدیوے جسکو توڑنے کا اختیار ہے جیسے راہن ہے کہ وہ فک رہن کر کے توڑ سکتا ہے یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا غلام تاجر سے کذا فی المتن ص اور وہ اُسکو نہ توڑے اُس زمانے مین جسمین توڑ ڈالنا اسکا ممکن ہے تو ضامن ہوگا اُس نفس کا یا مال کا جو اُس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اُسکی اور بعض کتابون مین یہ مذکور ہے کہ گواہ کرا دینا بھی ضرور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اشہاد شرط نہین بلکہ اسواسطے چاہیے تاکہ وہ الا اپنے قول کو ثابت پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اُس سے انکار کرے تو یہ احتیاط ہے کذا فی الاصل ص اور ضامن نہوگا اگر بعد اشہاد کے بیچڈالی وہ دیوار اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اُس سے کی گئی جو توڑنے پر قادر نہین ہے جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مستودع اور گھر مین رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی گھر کیطرف جھکی ہوئی ہے تو اُس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہنچتی ہے اور اُسکو مہلت دینے اور ضمان معاف کر دینے کا اختیار ہے اور جو شارع عام کیطرف جھکی ہے پس قاضی یا طالب کو مہلت دینا یا معاف کرنا جائز نہین اسلیے کہ اُسمین حق عامہ خلق ہے پس اُنکو باطل کرنا اسکا درست نہین اور جو اُسنے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدون درخواست کے جیسا کہ پرنالہ وغیرہ نکالنے مین ف یا پاخانہ یا پرنالے مین کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیون مین مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اُسکے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی یا ایک گھر تین شریکون مین مشترک تھا اُسمین سے ایک شریک نے دوسرے شریکونکی بغیر اجازت کے کنوان کھودا یا دیوار اُٹھائی اور اُسکے سبب سے کوئی ہلاک ہوگیا ف اور صاحبین کے نزدیک نصف دیت کا ضامن ہوگا اور دلیل دونونکی اصل مین مذکور ہے دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کا لازم آوینگی جب تین شریکون

ص باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنیکے بیان مین

اگر سوار کی سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے یا ہاتھ یا پانون یا سر سے لے صدمہ کرے یا منہ سے کاٹ کھاوے یا کہنی سے مارے یا دھکا دیوے تو سوار پر ضمان

لہ پانون سے تامنا کرنا سواری کا اگر لات مارنے سے ہو تو ضمان نہ ہوگا جیسا کہ بعد اسکے مذکور ہے اور اگر روند ڈالے تو ضامن ہوگا فافہم ۱۲ عبدہ ۵؎ تامنا کرے یعنی روند ڈالے ۱۲

لازم آویگا اور جو لات یا دُم سے مارے تو سوار اُسکا ضمان نہ دیگا ف کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دُم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذا فی الاصل ص اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اُس سے کچھ تلف ہوگیا یا اسکو کھڑا کیا لید یا پیشاب کیلیے تو ضمان نہوگا اور جو کسی اور کام کے لیے کھڑا کریگا تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر جانور نے چلتے میں ہاتھ یا پاؤں سے کنکری یا گٹھلی اُڑائی یا غبار اُڑایا یا چھوٹا پتھر اور اُسکے سبب سے کسیکی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہ ہوگا اور جو بڑا پتھر اُڑایا تو ضامن ہوگا ف اسلیے کہ بڑے پتھر کے اُڑانیسے بچاؤ ممکن ہے نہ کنکری اور پتھری کے اُڑانیسے کذا فی الاصل ص جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہے ضمان اور عدم ضمان میں لیکن سوار پر کفارہ قتل بھی لازم آویگا نہ اُن دونوں پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونوں اگر دو سوار آپسمین ایک دوسرے کے دھکے سے مرجاوین تو ہر ایک کی دیت کامل دوسرے کی عاقلہ پر ہوگی اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اُسکا زین کسی پر گرا وہ مرگیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اُنمین سے ایک اونٹ نے کسیکو روند ڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونو پر دیت آویگی اگر زید اونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے بے اُسکی اطلاع کے ایک اور اونٹ باندھ دیا اور اُس اونٹ نے کسیکو روند کے تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کا عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے پھر لیگا اگر کسی نے کُتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے سے اُسکو ہانکا سو اُس کُتے نے اُسیوقت جا کر کچھ تلف کیا تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور جو اُس کُتے کو ہانکا نہین یا پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اُسنے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہ ہوگا ف اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ ابو داؤدؒ ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رایگان ہے ص اگر کسی شخص نے اُس جانور کو مارا جسپر زید سوار ہے یا لکڑی سے اُسکو کونچا تو اُسنے ہاتھ یا پاؤن سے کسیکو مارا یا بھڑک کر کسیکو صدمہ دیا اور مار ڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہے نہ سوار پر ف یہ مذہب ہمارا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونو پر ضمان نصفا نصف ہے یہ حکم جب ہے کہ بغیر اذن سوار کے یہ فعل کیا ہو اور جو اُسکے اذن سے ہووے تو ضمان نہ ہوگا اور جو وہ جانور اُسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اُسکا رایگان ہوگا یعنے کسی پر تاوان اُسکا لازم نہ آویگا در مختار ص اگر قصاب کی بکری کی ایک آنکھ پھوڑی تو جسقدر قیمت میں اُسکی نقصان ہوگیا دینا ہوگا اور گائے بیل اونٹ کی گر آنکھ پھوڑی خواہ قصاب کے ہووین یا اور کسی کے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہے خچر اور گھوڑے میں ش

باب لونڈی غلام کی جنایت اور اُن پر جنایت کرنیکے بیان میں

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اُس غلام کو حوالے کردیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اُسکا مالک ہوجاویگا یا دیت اُس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کیطرف سے ادا کرے فی الفور پس اگر مالک نے فدیہ دیدیا بعد اُسکے غلام نے اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیوے یا غلام حوالہ کرے البتہ اگر غلام نے دو شخصوں کی دو جنایتین کین تو مولی کو اختیار ہے خواہ اُن دونون جنایتون کے بدلے مین غلام کو دیدیوے وہ دونون ولی جنایت کو کہ تقسیم کر لیوین وہ دونون اُسکو موافق اپنے اپنے حق کے یا ہر ایک کی دیت جُدا گانہ دیوے پس اگر مولی نے اُسکو ہبہ کر دیا یا آزاد یا مدبر یا اُم ولد بنایا اور اُسکو جنایت کی خبر نہ تھی تو دیت اور قیمت غلام میں سے کمتر کا تاوان دیدیگا اور جو خبر تھی تو دیت کامل دیوے جیسے مولی نے اُس غلام کی آزادی کو معلق کر دیا زید کے قتل یا جرح پر اور اُس غلام نے وہ کام کیا تو مولی کو فقط دیت دینا آویگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اُسکو دیا گیا سو اُسنے آزاد کر دیا پھر ہاتھ کے زخم سے وہ مرگیا تو

غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے[1] اور جو اُسنے آزاد نہین کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مر گیا تو غلام پھیر دیا جاویگا مولی کو سو وہ[2] قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کیا جاویگا اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور مالک کو اُسکا علم نہو اور وہ اُسکو آزاد کردیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دَین مین سے[3] قرضخواہون کو اور تاوان کمتر کا قیمت اور دیت مین سے ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضے مین اُسکے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت مین بچہ لونڈی کے ساتھ نہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اُسنے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا نہ غلام سے نہ اُسکے مولی سے اگر غلام نے کہا کہ مین نے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہین بلکہ بعد آزادی کے تو قول غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا[4] مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین کہ اِنمین قول مولی کا مقبول ہوگا اگر غلام محجور نے یا صبی نے ایک صبی کو کسی کے قتل کے لیے کہا اور اُس صبی نے قتل کر ڈالا تو دیت قاتل کی عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اُس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لینگے نہ صبی آمر سے اور جو غلام محجور نے غلام محجور کو حکم کیا قتل کا تو قاتل کا مولی اُس غلام کو حوالے کر دیوے یا فدیہ دیدیوے قتل خطا مین اور آمر پر رجوع اب نہین ہو سکتا لیکن بعد آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ مین سے لے سکتا ہے ایسا ہی قتل عمد مین اگر غلام قاتل صغیر سن ہو اور جو بالغ ہوگا تو قصاصًا قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصون کو قصدًا مار ڈالا اور ہر مقتول کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اُنمین سے عفو کر دیا تو باقی دو وارثون کو چاہے مالک نصف غلام دیدے کہ چاہے ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو عمدًا اور دوسرے کو خطاً قتل کیا اور عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کر دیا تو مالک چاہے پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثون کو اور نصف دیت قتل عمد کے اُس وارث کو جسنے عفو نہین کیا یا غلام کو اُن تینون کے حوالے کردیوے تو اُس غلام کے تین حصے کرکے بانٹ دینگے تینون مین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک چار حصے کرکے تین حصے خطا کے وارثونکو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر دو شخصون مین ایک غلام مشترک تھا اُسنے اُن دونوکے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا اور ایک نے عفو کردیا تو سب باطل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک عفو کرنیوالا نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدے یا ربع دیت فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اُسکی قیمت ہے پس اگر قیمت اُسکی آزاد شخص کی دیت تک پہنچ جاویگی یا قیمت لونڈی کی دیت حرہ تک پہنچے تو ہر ایک کی قیمت سے دس درم کم کر لینگے **ف** امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ایسی ہی روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے عبد اللہ بن مسعود سے اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک جہانتک قیمت اُسکی ہوگی دینا پڑیگی **ص** اور غصب مین کم نہ کرینگے بلکہ جسقدر قیمت ہوگی دینا پڑیگی باجماع سب علما کے اور شخص آزاد مین جو حصہ دیت کا جنایت مین مقرر ہے غلام مین وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اُسکی لازم آویگی **ف** پس اگر اُسکی قیمت دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچ ہزار درم دینا ہونگے **کذا فی الاصل** **ص** اگر غلام کا ہاتھ عمدًا کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اُسکے اُس زخم سے مر گیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث صرف مولی ہو ورنہ نہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا[5] پھر دونون غلام مجروح ہوئے بعد اُسکے مولی نے مقرر کیا کہ مراد میری فلانا غلام تھا تو دونوکی دیت مولی کو ملیگی اور جو اُن دونون غلامونکو کسی نے مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت اُن دونونکی لازم آویگی اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونون آنکھین پھوڑ ڈالین تو مولی کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی[6] کے حوالے کرے اور اُس سے پوری قیمت اُسکی لے لیوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہین لے سکتا **ف** اور صاحبین کے نزدیک نقصان لیگا اور شافعی کے نزدیک پوری قیمت لیگا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑیگا **کذا فی الاصل** **فصل** اگر مدبر یا اُم ولد نے جنایت کی تو مولی کمتر کا تاوان دیوے دیت اور قیمت مین سے تو اگر مولی نے قاضی کے حکم سے تاوان ولی جنایت کو دیدیا بعد اُسکے پھر اُنھون نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا شریک ہو جاویگا اُس قیمت مین جو اُسکو قاضی کے حکم سے ملی ہے اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا کرے خواہ مولی کا **ف** لیکن اگر مولی سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کریگا اسواسطے کہ مولی پر صرف ایک قیمت واجب ہے **در مختار** **ص** مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اُسکو غصب کیا ایک شخص نے اور زخم کی سرایت سے وہ غلام مر گیا غاصب کے پاس تو غاصب تاوان دیدیوے

---

[1] اور کچھ اُسپر یعنی مولی پر لازم نہوگا ۱۲ [2] یعنی غلام ۱۲ [3] اگر معاف کرین اولیا میت ۱۲ [4] اور امام محمد کے نزدیک قول مولی کا اور یہی موافق قیاس کے ہے کذا فی الاصل ۱۲ [5] اور کسیکو معین نہین کیا ۱۲ [6] جانی یعنی جنایت کرنے والا

ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولی نے اُسکا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام غاصب کے پاس تھا اسی زخم کی سرایت سے غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب بری ہوگیا تاوان سے اگر غلام محجور نے غلام محجور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب کے پاس گیا تو غاصب پر تاوان آویگا **ف** اسلیے کہ محجور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال مین پس اگر غصب ظاہر ہوگا تو وہ اسمین بیچ کیا جاویگا اور جو غصب صرف اُسکے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اُس سے بعد آزادی کے **کذافی الاصل ص** اگر مدبر نے اپنے غاصب پاس جنایت کی پھر مولی پاس آنکر دوسری جنایت کی یا اُسکا اُلٹا ہوا تو مالک اُسکی قیمت کا تاوان دیوے دونون جنایت کو اور نصف قیمت پھر لیوے غاصب سے اور حوالے کرے اُسکو پہلی جنایت والونکو پھر رجوع کریوے اُسکا غاصب پر صورت اُولی مین ثانی مین اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مدبر کے ہے دونون صورتون مین لیکن مولی یہان خود غلام کو حوالے کرے جیسے مدبر مین اُسکی قیمت دیتا ہے اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اُسنے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے رد کردیا اُسکو طرف زید کی بعد اسکے پھر غصب کیا پھر اُسنے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اُس مدبر کی دونون اولیاے جنایت کے لیے لازم آویگی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے پھر لیگا اور اسمین سے نصف پہلی جنایت والونکو دیگا پھر وہ نصف غاصب سے پھر لیگا اگر زید نے کسیکا آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آنکر ناگہان یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی **ف** آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اُسکے لیجانیسے کیونکہ غصب شخص آزاد مین متصور نہین ہے در مختار مین ہے کہ کبیر کا حکم بھی اُس صورت مین مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اُسکو ایسے مکانات کیطرف جبراً لیگیا کہ اُسکو حفاظت اپنی ممکن نہین ہے اور اگر کسی نے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اُسکے پاس سے غائب ہوگیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہانتک کہ اُس صغیر کو لاوے یا اُسکی موت معلوم ہوجاوے اگر ختان نے صغیر کا حشفہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مرگیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت اور یہ جواب ہے ختان کا کہ وہ کونسا جانی ہے کہ اگر اُسکی جنایت سے مجنی علیہ مرجاوے تو نصف دیت ہے اور جو شہرے تو پوری دیت ہے **ص** جیسے ایک لڑکے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اُس لڑکے نے اُس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی آویگی اور اگر لڑکے نے کسیکا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اُسپر ضمان ہے اور جو اُسکے پاس ایداع ہوا یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اُسنے تلف کیا تو ضمان نہین ہے **ف** یہ احکام جب ہین کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقاً تاوان نہین ہے **در مختار**

ص باب قسامت کے بیان مین

وہ مردہ جسپر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہو یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون بہتا ہے اُسکے کان یا آنکھ سے کسی محلے مین پایا گیا یا اُسکا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا اور اُسکا قاتل معلوم نہین ہے اور ولی مقتول دعوی قتل کا رکھتا ہے کل اہل محلہ پر یا بعض پر تو ولی پچاس آدمیونکو محلہ والونمین سے چھانٹے اور اُنسے قسم لیجاوے کہ واللہ ہمنے اُسکو قتل نہین کیا اور نہ اُسکے قاتل کو ہم جانتے ہین **ف** یعنے ہر ہر شخص اُنمین سے اسطرح قسم کھاوے کہ مین نے اُسکو قتل نہین کیا اور نہ مین قاتل کو اُسکے جانتا ہون اور امام شافعی کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنے اُنمین سے کسی پر علامت قتل کی پائی جاوے یا ظاہر حال اُسکا شاہد ہو مثلاً مقتول سے اُنکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات پر کہ اہل محلہ نے اُسکو قتل کیا ہے تو اولیاے مقتول کو پچاس حلفین دیجاوینگی اس امر پر کہ واللہ اہل محلہ نے اُسکو قتل کیا ہے پھر حکم کیا جاویگا دیت کا مدعی علیہم پر برابر ہے کہ دعوی قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالک نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعوی قتل عمد کا ہووے اور یہ بھی ایک قول ہے شافعی کا اور اگر لوث نہو تو مذہب مالک کا مثل ہمارے مذہب کے ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ ایمان کو مکرر نہین کرتے اہل محلہ پر بلکہ رد کرتے ہین اُنکو اولیاے مقتول پر پس اگر حلف کرلیوین اہل محلہ تو وہ دیت نہین لاتے اُنسے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر روایت کیا اُسکو بیہقی نے ابن عباس سے اور صحاح ستہ والونے مانند اُسکے تو قسمین اہل محلہ پر اسلیے مقرر ہوئین تا اگر اُنھون نے قتل کیا ہے

ملا اور مقتضاے قیاس یہ ہے کہ دیت لازم نہو اور یہی قول زفر اور شافعی کا ہے اسلیے کہ غصب حر مین نہین ہوسکتا اور وجہ استحسان یہ ہے کہ وہ ضمان بسبب غصب کے نہین بلکہ بجہت اتلاف کے ہے کہ اُنکو ایسے مکان مین رکھا کہ بجلی گری یا سانپ تھے کذافی الاصل ١٢ عصہ یہ صورت اول ہے ١٢ عصہ یہ صورت ثانی ہے ١٢

تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کرین قتل کا پس واجب ہوگا قصاص اور جو حلف کرلیوین تو قصاص سے برأت ہو جاویگی لیکن دیت واجب ہوگی اُنپر اسواسطے کہ مقتول
اُنکے بیچ مین ہی اور جمع کیا آنحضرت صلعم نے درمیان دیت اور قسامت کے روایت کیا اسکو سہل رضی نے اور زیاد بن مریم نے اور اسیطرح جمع کیا حضرت عمرؓ نے کذا فی الاصل
ص پس جب اہل محلہ حلف کرلیوین تو اُنپر دیت کا حکم کیا جاویگا ف اسواسطے کہ روایت نسائی مین عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اُنکے دروازون پر مقتول پایا گیا تھا اور روایت کی بزار نے سعید بن المسیب سے کہ آنحضرت نے شروع کیا یہود سے ساتھ قسامت
کے اور مقرر کی اُنپر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے اور شافعی نے عمر بن الخطاب سے کہ اُنھون نے پچاس آدمیونکو حلف کا حکم کیا قسامت مین پس حلف دلایا
اُنکو اور مقرر کی اُنپر دیت ص تو اگر ولی نے دعوی کیا قتل کا اُس شخص پر جو اہل محلہ مین سے نہین ہی تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہو جاویگی پس اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہون
تو مکرر اُنسے قسم لیجاویگی یہانتک کہ پچاس قسمین پوری ہو جاوین ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابی ملیح سے کہ عمر بن الخطاب نے مکرر کین قسمین یہانتک کہ
پوری ہو گئین اور روایت کی عبدالرزاق نے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پچاس قسمین دلائین جب اسکا مولی مارا گیا تھا پھر اُسپر دیت مقرر کی اور روایت کی
ابن ابی شیبہ نے شریح سے اور عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اسکے ص اور جو شخص اہل محلہ مین سے انکار کرے قسم کا تو وہ قید رکھا جاویگا یہانتک کہ قسم کھاوے اور
قسامت مین صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہ ہونگے اور نہین ہے قسامت اور نہ دیت اُس نعش مین جسپر اثر زخم کا نہین ہے یا خون اُسکے مُنھ یا دبر یا ذکر سے نکلا ہی
ف اسواسطے کہ ان اعضا سے خون نکلتا ہی خود بخود کبھی برخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اُنسے نہین نکلتا کذا فی الاصل ص اور جو بچہ پوری خلقت
کا مُردہ پایا گیا تو حکم اُسکا مثل بڑے کے ہی اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اسکے ساتھ ایک ہانکنے والا ہی یا کھینچنے والا ہی یا سوار ہی تو اُسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے
عاقلہ پر ہوگی اور جو تینون ہون تو اُن سب کو دیت دینا ہوگی اور اگر ایک جانور پایا گیا دو قریون کے درمیان مین اور اُسپر ایک مقتول ہی تو جو گانون وہانسے قریب ہوگا
اُسپر قسامت اور دیت ہی ف اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا تھا روایت کیا اسکو ابوداود طیالسی
اور اسحق بن راہویہ اور بزار نے اپنے مسانید مین اور بیہقی نے اپنے سنن مین اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم کیا تھا اس واقعہ مین اخراج کیا اُسکا ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین زیلعی ص اور جو مقتول کسیکے گھر مین ملا تو گھر والے پر قسامت ہے اور اُسکے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ امر کہ گھر اُسی کا مملوک ہی حجت سے اور جو
مقتول اپنے ہی گھر مین ملا تو دیت اُسکی وارثونکی عاقلہ پر ہوگی ف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک کچھ اس صورت مین لازم نہ آویگا اور یہی
حق ہی اسلیے کہ گھر اُسی مقتول کا حال ظہور قتل ہی گویا اُسنے اپنے تئین آپ قتل کیا کذا فی الاصل ص اور دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہی ف جنکو امام نے
سند لکھدی ملکیت کی ابتدائے فتح اسلام کے وقت اگرچہ اُنمین سے ایک ہی شخص باقی ہو در مختار ص نہ رہنے والون اور خریدارون پر پھر اگر سب لوگون نے اُسکو بیع کیا ہو
تو دیت اور قسامت خریدارون پر ہی ف باجماع سب علما ہمارے کے در مختار ص اگر مقتول مکان مشترک مین پایا گیا اور بعضون کا حصہ زیادہ ہی تو قسامت
اور دیت شرکا کی شمار کے موافق ہوگی ف نہ حصون کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت مین برابر ہونگے ص اگر گھر بیچا گیا لیکن
مشتری کے قبضے مین نہین آیا تھا کہ اُسمین مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہی اور بیع بالخیار مین قابض کی عاقلہ پر اور کشتی مین اہل کشتی پر یعنی
جو اُسمین سوار ہین یا ملاح اور مسجد محلہ مین اہل محلہ پر اور دو گانونکے بیچ مین قریب گانون والون پر اور بازار خاص مین جو کسیکی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار
غیر مملوک اور شارع عام اور قید خانہ اور جامع مسجد ف اور جو مکان جماعت مسلمین سے متعلق ہو در مختار ص مین اگر مقتول ملا تو قسامت نہین ہی اور
دیت اُسکی بیت المال مین سے ملیگی اور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑکر جدا ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہی اسواسطے

سله اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک سب کی ہی سله اور صاحبین کے نزدیک اگر خیار نہ ہو تو قسامت و دیت عاقلہ کی مشتری پر ہوگی اور اگر خیار ہو تو عاقلہ پر اُسکے ہوگا جسکے لیے خیار ہو خواہ بائع ہو یا مشتری ہو کذا فی الاصل ١٢
سله اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک تمام ساکنین پر ١٢ سله اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ساکنان قید خانہ پر ہوگی ١٢ سله حجت سے یعنی گواہون سے ١٢

کہ حفاظت محلے کی اُنکی ذمہ ہی مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اُنمین سے کسی شخص معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اگر مقتول جنگل مین یا آب جاری مین بہ
ہوا ملے تو خون اُسکا رایگان ہوگا اور دیت اُسکی کسی پر نہوگی اگر جن لوگون سے حلف طلب ہووے قسامت مین اُنمین سے ایک نے کہا کہ مقتول کو زید نے مارا ہے تو اُس سے یون
حلف لیا جاویگا واللہ مینے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اُسکے قاتل کو سوا زید کے اور کسیکو جانتا ہون لیکن یہ اظہار اُسکا زید پر قبول نہ کیا جاویگا اور باطل ہے
شہادت اہل محلہ کی اور لوگون پر بابت قتل کے یا اپنے مین سے کسی پر اور جو شخص کسی محلے مین مجروح ہوا پھر وہان سے اُٹھایا گیا لیکن جب صاحب فراش رہ کر مر گیا تو دیت اور قسامت
اُن ہی محلے والون پر ہوگی جہان پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان مین صرف دو ہی شخص تھے ایک اُنمین سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسف کے
نہ محمد کے اور جو مقتول کسی عورت کے گاؤن مین ملا تو اُس عورت پر قسمین مکرر لیجاوینگی اور دیت اُسکی عاقلہ پر ہوگی ف یہ مذہب طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک
قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اُن لوگون پر ہے جن سے نصرت متصور ہے اور عورت اسکی اہل نہین ہے واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص کتاب المعاقل

ف یہ کتاب ہے اُن لوگون کے بیان مین جن پر دیت واجب ہوتی ہے یعنے معاقل کے بیان مین جو جمع ہے عاقلہ کی ص جو شخص لشکری ہے تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہین جنکے نام
دیوان مین مرقوم ہین ف دیوان عبارت ہے اُن اوراق سے جن مین اہل لشکر کے نام اور اُنکا مشاہرہ یا سششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہے یعنے دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کے
عاقلہ بھی لشکری لوگ ہین ص اور یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعی کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اُسکے کنبے والے ہین اسلیے کہ ایسا ہی تھا زمانے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ف
روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر ص اور نسخ نہین ہو سکتا
بعد زمانہ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عمر نے ہرگاہ دفاتر مرتب کیے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی محضر صحابہ مین ف روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے
اور شعبی سے کہ اول جسنے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطاب ہین اور مقرر کی دیت اُسی عطا مین تین سال مین اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین عمر سے کہ اُنھون نے دیت
مقرر کی عطاؤن مین سے تین سال کے اندر اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمر نے حکم کیا دیت کا تین سال مین ہر سال مین ایک ثلث اور اہل دیوان کے اُنکی عطاؤن مین ص
اور یہ فعل حضرت عمر کا نسخ نہین ہے بلکہ تقریر ہے اس معنی کو کہ دیت اوپر مددگارون کے ہے اور مددگاری کی صورتین مختلف ہین مثل قرابت کے اور مانند اُسکے تو حضرت عمر کے
زمانے مین نصرت دیوان سے ٹھہری اسیطرح اگر نصرت حرفہ سے ہو تو اہل حرفہ اُسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اُنکی عطاؤن سے تین سال کے عرصے مین ف
اسیطرح جو دیت قاتل کے مال مین واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصے مین لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام شافعی کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذا فی الاصل ص
پھر اگر عطائین تین سال سے زیادہ یا کم مین بیت المال مین سے نکلین تو اُسیطرح دیت لیجاویگی ف مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال مین پیشگی ملگئی تو کل دیت اُس سے
لیجاویگی اور جو چار برس مین ملی تو چار سال مین دیت وصول کیجاویگی ص اور جو شخص لشکری نہین ہے تو اُسکے عاقلہ اُسکے کنبے والے ہین اور دیت اُنپر تقسیم کیجاویگی اسطرح پر
کہ ہر ایک سے تین سال مین تین درم لیے جاوینگے یا تین سال مین چار درم ہر سال مین ایکدرم یا ایکدرم اور تہائی درم کی اس سے زیادہ کسی سے نہ لینگے یہی صحیح ہے پس اگر کنبے والے
اسقدر نہون کہ دیت پوری اُنسے وصول ہو سکے تو اُسکے قریب دوسرے کنبے والونکو پھر تیسرے کنبے والونکو اسیطرح ملاتے جاوینگے یہانتک کہ دیت پوری ہو جاوے اور قاتل عاقلہ
مین ایک شخص کے مانند ہے ف یعنے دیت دینے مین وہ بھی شریک ہوگا اور اسیقدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی عاقلہ مین سے دیتا ہے اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اُسکا عاقلہ
نہین ہے اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے چمار جولاہے وغیرہ جنکے اہل حرفہ مددگار رہون تو عاقلہ اُسکا اُسکے حرفہ والے ہین تو جسکا عاقلہ نہین ہے اگر وہ مسلمان ہے تو دیت اُسکی بیت المال
پر ہے اور اگر وہ ذمی ہو تو دیت اُسکے مال مین سے دیجاویگی اور بعضون کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب اُسکا عاقلہ نہو تو دیت اُسکے مال مین ہے تین برس کے اندر
اُس سے وصول کیجاویگی کذا فی الدر المختار ص اور غلام آزاد کا عاقلہ اُسکے مالک کا قبیلہ ہے اور مولی الموالاۃ کا اُسکا مولی اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت

له اور امام شافعی کے نزدیک ہر ایک پر نصف دینار واجب ہے ۱۲ سكه اور امام شافعی کے نزدیک قاتل پر کچھ واجب نہین کذا فی الاصل ۱۲

لازم آویگی جسکو قتل موجب ف جیسے دیت قتل خطا کی اور قتل شبہ عمد کی ص اور بیسوین حصے سے دیت کے کم نہین ہے بلکہ بیسوان حصہ یا زیادہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا اُنھون نے نہین دیت دیگا عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دیگا عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعی علیہ کے اور ہدایہ مین ہے کہ ابن عباسؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے کہ عواقل دیت نہ دینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت موضحہ کی یعنے بیسوین حصے سے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اس حدیث کو موقوفاً تو امام محمدؒ نے روایت کی ہے اور مرفوعاً غریب ہے ص اور نہ وہ دیت جو صلح سے یا اقرار سے مدعی علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اُسکے اقرار کی تصدیق کرین اور نہ وہ دیت جو قتل عمد مین واجب ہوئی بسبب ساقط ہوجانے قصاص کے کسی شبہہ سے یا قرابت سے اور جنایت

عبد سے یا عمد سے اور بیسوین حصے سے کم کی دیت بلکہ یہ دیتین جانی کے مال مین واجب ہونگی

کتاب الوصایا

ف یہ کتاب ہے وصیتون کے بیان مین ص وصیت کہتے ہین ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہے وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث الدار اور غنی ہون یا حسبقدر حصہ اُنکو بعد وصیت کے ملے اُس سے غنی ہوجاوین ورنہ ترک وصیت اولیٰ ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہے جو اپنے ناتے والے پر ہو روایت کیا اُسکو امام احمدؒ نے ابی ایوب انصاریؓ سے اور جواز وصیت کا ثابت ہے کلام اللہ اور احادیث اور اجماع اُمت سے ص حمل کیلئے وصیت کرنی مثلاً یون کہنا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کے ساتھ وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلان شخص کو ملے درست ہے بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہو اسیطرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا اور اُسکے حمل کو مستثنیٰ کرنا درست ہے ف مثلاً یون کہے کہ یہ لونڈی فلان کو دینا مگر حمل اُسکا لینا ص مسلمان اگر ذمی کیلئے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کیلیے تو درست ہے ف اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات مین مثل مسلمانون کے ہین اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ یعنی نہین منع کرتا ہے تمکو اللہ تعالیٰ اس بات سے کہ جن لوگون نے تمسے قتال نہین کیا دین مین اور تمکو تمھارے شہرون سے نہین نکالا تو تم اُنکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اُنسے ص وصیت درست ہے اجنبی کیلیے بقدر ثلث مال کے ثلث سے زیادہ مگر جب ورثا اجازت دیدیوین ف اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ مسلمؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ مین مالدار ہون اور وارث میرا سوا ایک بیٹی کے کوئی نہین ہے تو مین صدقہ دون دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہین پھر کہا مین نے صدقہ دون مین نصف مال کا فرمایا نہین کہا مین نے تصدق کرون مین تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہے بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثون کو غنی بہتر ہے اس سے کہ چھوڑ جاوے تو اُنکو مفلس ہاتھ پھیلاوین لوگونکے سامنے اور معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے صدقہ مقرر کیا تمپر تہائی مال کا تمھارے مرنے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیون کے روایت کیا اُسکو دارقطنیؒ نے اور امام احمدؒ نے اور بزارؒ نے ابو الدرداؓ کی حدیث سے اور ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے لیکن یہ سب اسنادین ضعیف ہین اور قوی کرتی ہے ایک روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم بلوغ المرام ص اور درست نہین ہے وصیت وارث کیلئے مگر باجازت باقی ورثہ کے ف یعنی جو شخص میت کے ترکے مین حصے کا مستحق ہو اُسکے لیے وصیت درست نہین ہے اور جو وہ محروم ہو جاوے جیسے بھائی کے لیے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہے دلیل اس باب مین حدیث ہے ابی اُمامہ باہلیؓ کی کہا کہ سُنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دیدیا ہر حقدار کو اُسکا حق پس اب نہ وصیت نہین ہے وارث کیلیے روایت کیا اُسکو امام احمد اور چارون عالمون نے مگر نسائی نے اور حسن کہا اُسکو احمدؒ نے اور ترمذیؒ نے اور قوی کہا اُسکو ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ نے اور روایت کیا اُسکو دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے اور زیادہ کیا اُسکے آخر مین مگر یہ کہ چاہین سب وارث اور اسناد اُسکی حسن ہے بلوغ المرام اور آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ منسوخ ہو اس حدیث سے

سلہ وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کو آخر کتاب مین مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کیجاوے اُسکو بھی وصیت کہتے ہین ایضاً عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر اُسکی قلیت مین کام کرے مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ یہ بارہ محمد کو دینا میری موت کے بعد تو زید موصی ہے اور خالد وصی ہے اور بارہ موصی بہ ہے اور محمد موصی لہ ١٢ منہ علہ مثل قتل کرنے اپنے کے ابن کو ١٢ عسہ اور حربی کے لیے جائز نہین ١٢

یا آیت مواریث سے یا ماؤل ہو ص اور قاتل کے لیے جو مباشر ہو قتل کا لاکن با جازت ورثہ جائز ہے ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ
نہین ہے وصیت قاتل کے لیے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنی نے مبشر بن عبید سے انھون نے حجاج بن ارطاۃ سے انھون نے حکم سے انھون نے ابن عیینہ
سے انھون نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی بن ابی طالب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین درست ہے قاتل کے لیے وصیت کہا دارقطنی نے کہ مبشر
بن عبید متروک ہے بناتا ہے حدیث کو انتہی مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعی کے نزدیک قاتل کے لیے وصیت درست ہے اور اسی خلاف پر
ہے اگر ایک شخص کے لیے وصیت کی پھر اُسنے موصی کو مار ڈالا کذا فی الاصل ص وصیت نہین درست ہے اگر موصی صبی ہو یا مکاتب اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور
مقدم ہوگا اداے دین وصیت پر ف اسواسطے کہ ادا کرنا دین کا ضروری اور فرض ہے اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لیے مستحب ہے اور قرآن شریف مین اگرچہ وصیت ذکر مین مقدم ہے دین پر
لیکن حکم مین موخر ہے باجماع مفسرین کے ص اور وصیت قبول کیجاتی ہے بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہے قبول اور رد اسکا حیات مین موصی کی اور موصی لہ مالک نہین ہوتا وصیت کا جبتک
اُسکو قبول نکرے مگر ایک صورت مین وہ یہ ہے کہ موصی لہ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت موصی لہ کے وارثون کو ملیگی اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل
سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو مثل غصب کے ف مثلاً موصی بہ مین ایسا تصرف کرے کہ اُس سے نام بدل جاوے اور عظم منافع جاتے رہین ص یا ایسے فعل سے کہ موصی بہ مین ایک ایسا امر
زائد ہو جاوے کہ بغیر اُسکے تسلیم موصی بہ کی ممکن نہو سکے مثلاً موصی بہ ستو کو گھی مین لت کر ڈالے یا موصی بہ گھر مین عمارت بنالے یا ایسے تصرف سے جو موصی کی ملک کو زائل کردے مثلاً موصی بہ کو
بیع یا ہبہ کردے اور کپڑے موصی بہ کا دھلانا رجوع نہوگا وصیت سے اسیطرح انکار کرنا وصیت سے ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہے اور دونون قول
مفتی بہ ہین در مختار ص اور مریض کا ہبہ اور اُسکی وصیت باطل ہے اُس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ کے اسیطرح باطل ہے اقرار اور وصیت اور ہبہ اُسکا اپنے کافر
بیٹے کے لیے یا غلام کے لیے اگر لڑکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد کر دیا بعد اسکے اور جائز ہے ہبہ اُس شخص کا جسکے پانون رہ گئے یا اُسکو فالج نے مارا یا اُسکے ہاتھ رہ گئے یا اُسکو سل ہوگئی تمام
مال سے اگر ایک سال تک یہ امراض ممتد ہوے اور موت کا خوف نرہا ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر کئی قسم کی وصیتین جمع ہوئین اور تہائی مال اُن سب کو کافی نہین ہے تو جو وصیت فرض ہے اُسکو
مقدم کرینگے نفل پر اور جو سب وصیتین یکسان ہو دین تو جسکو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کیجاویگی تو اگر اُسنے وصیت کی حج کی تو اُسکی طرف سے ایک شخص کو سوار کرکے موصی کے شہر
سے حج کراوینگے اور جو خرچ اسقدر کافی نہو تو جس شہر سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور جو حج کرنیوالا راستے مین مرگیا اور وصیت کی اُسنے حج کی تو اُسکے شہر سے حج کرایا جاویگا ف
امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور صاحبین کے نزدیک جہان پر مرا ہے وہان سے کراوینگے اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ
جہان سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور قول امام معتمد ہے اور اُسی پر متون ہین کذا فی الدر المختار

ص باب ثلث مال کی وصیت کے بیان مین

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی زیادہ تہائی سے تو تہائی مال دونون شخصون مین
نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے لیے اور سدس مال کی عمرو کے لیے تو ثلث مال کے تین حصے کرکے دو زید کو دینگے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت
کی بکر کے لیے اور کل مال کی وصیت کی خالد کے لیے تو امام صاحب کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف بکر اور خالد بانٹ لینگے اور صاحبین کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کرکے ایک
حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دینگے ف امام صاحب نے کہا کہ وصیت ثلث سے زیادہ کی جب اُسکو ورثہ نے جائز نرکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی
بکر اور خالد کے لیے تو ثلث کو نصفا نصف بانٹ دینگے اور صاحبین نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہے اس معنی کر کہ موصی لہ اُسکا مستحق نہین ہے بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہے
اس باب مین کہ موصی لہ ثلث مین سے بقدر اُسکے حصہ لیگا اسلیے کہ اُسکے باطل ہونیکی کوئی وجہ نہین ہے تو کل کے تین ثلث ہوے اور تین ثلث اور ایک ثلث ملکر چار ہوے تو اسیطرح ثلث مال
چار حصون پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصل ص امام اعظم کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے زیادہ نہ ٹھہرایا جاویگا ف یعنی ثلث سے زیادہ مین ضرب نہوگی مراد ضرب سے

سلہ یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی الاصل ۱۲ سلہ بخلاف اقرار کے پس اگر اقرار کرے کسی عورت کے لیے مال کا پھر نکاح کرے اُس سے تو صحیح ہے اسلیے کہ وقت اقرار کے وہ اجنبیہ ہے کذا فی الاصل ۱۲ سلہ واسطے تاکید کے ۱۲

ضرب اصطلاحی محاسبین یہان عنین ہے پس جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کے لیے اور کل مال کی ایک کے لیے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہوئے ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو
ضرب دینگے ثلث مین تو نصف ثلث یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک سہام وصیت چار ہونگے اور چار کا ایک ربع ہے تو ربع کو ثلث مال مین ضرب کرینگے حاصل ہوگا
ربع ثلث کا وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہین چار مین سے یعنی تین ربع ثلث کے وہ سکو ملینگے یہی معنی ہین ضرب کے اور یہان بہت سے علما حیران ہوگئے ہین کذا فی الاصل ص
مگر تین مقامو نمین محاباۃ اور سعایت اور دراہم مرسلہ مین ف محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک تیس درم کا ایک ساٹھ درم کا اسنے وصیت کی کہ تیس درم کا غلام
زید کے ہاتھ دس درم کو بیچا جاوے اور ساٹھ والا عمرو کے ہاتھ بیس درم کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلامون کے اور کوئی جائداد موصی کی نتھی تو زید کے حق مین بیس درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے
حق مین چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہائی تقسیم ہوگا پس تیس والا غلام زید کو بیس مین دیا جاویگا اور دس درم اسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو
چالیس مین ملیگا اور بیس درم اسکی وصیت مین ٹھہرے تو عمرو نے ثلث مین سے بقدر اپنی وصیت کے لیا اگرچہ وصیت اسکی زائد تھی ثلث پر یعنی یہان پر امام اعظمؒ نے زید اور عمرو کو برابر حصہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصون کے تقسیم ہوا اور اگر اس طرح پر یہان عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور صورت سعایت کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلامونکو آزاد کیا اور سوا ان
دو غلامونکے اور کچھ مال اسکے پاس نہین ہے تو اول غلام کے لیے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونون غلامونکے لیے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت کے سہام تین تہائی ہونگے
ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انمین تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کریگا بیس درم
مین اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درم ہے تو وہ سعی کریگا چالیس درم مین تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور صورت دراہم مرسلہ
کی یہ ہے کہ ایک شخص نے زید کے لیے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کے لیے ساٹھ درم کی اور کل مال موصی کا صرف اسیقدر ہے پس اول کا حصہ ایک ثلث ہوگا ثلث کل مال ہے اور دو حصہ کو
دو ثلث کل مال ہے تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے نوے درم اور دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہے کہ مطلق ہین انمین قید نصف اور ثلث کی نہین ہے کذا فی الاصل مع تصحیح
ص اور صحیح ہے وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنے بیٹے کے حصے کی ف اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہے برخلاف مثل حصے کے ص تو اگر موصی کے دو بیٹے
ہین تو ثلث مال موصی لہ کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جز کی تو اسکا بیان وارثون کی طرف ہے ف تو وارثون سے کہا جاویگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اسکو دیدو اسواسطے کہ
جز مال مجہول ہے اور جہالت صحت وصیت کو مانع نہین ہے تو بیان اسکا وارثونکی طرف ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو وصیت کی ایک سہم کی اپنے مال مین سے تو مراد اس سے سدس مال
ہوگا عرف مین عرب کے اور سہم مثل جز کے ہے ہماری عرف مین پھر اگر موصی نے کہا کہ میری مال کا سدس فلان شخص کے لیے ہے پھر بولا کہ تہائی مال کی اسکے لیے ہے اور وارثون نے اجازت
دی تو موصی لہ کو ثلث ملیگا ف یعنی سدس داخل ہو جاویگا ثلث مین ص اور جو سدس مال کی دوبار وصیت کی تو اسکو سدس ہی ملیگا اور جو وصیت کی اپنے تہائی روپیون کی
یا تہائی بکریون کی یا تہائی کپڑون کی جو مختلف ہین یا تہائی غلامون کی پھر دو ثلث تلف ہوگئے تو باقی کل روپے اور بکریان اسکو ملجاوینگی اور کپڑون اور غلامونمین ثلث باقی کا
ثلث ملیگا اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہے اور دین بھی ہے لوگون پر تو ہزار درم عین مال کی ثلث مین سے نکل سکین تو دیدیے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکالکر
باقی جو رہیگا دین مین سے وصول کرکے دیا جاویگا اگر وصیت کی ثلث مال کی زید اور عمرو کے لیے اور عمرو مردہ ہے تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان زید اور عمرو کے ہے
تو زید کو نصف ثلث ملیگا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اسوقت محتاج ہے تو موصی لہ کو ثلث اس مال کا ملیگا جو موصی کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو
اور جو وصیت کی تہائی بکریون کی اور موصی کے پاس بکریان نہین ہین یا تھین لیکن قبل موت موصی کے مرگئین تو وصیت باطل ہوگئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال مین سے

تو قیمت اُسکی اُسکے مال مین سے دلائی جاویگی اور جو وصیّت کی ایک بکری کی اپنی بکریون مین سے اور اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو وصیّت باطل ہے اگر ثلث کی وصیّت کی
اپنی امہات اولاد کے لیے اور فقیرون اور مسکینون کے لیے حال آنکہ اُمّ ولد اُسکے تین ہین تو ثلث مال کے پانچ حصّے کرکے تین حصّے امہات اولاد کو اور دو حصّے فقرا اور مساکین کو
دینگے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کے لیے تو نصف زید کو اور نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپے کی وصیت کی زید کے لیے اور سو روپے کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے شخص کو
اُن دونونکا شریک کردیا تو تیسرے کو ہر ایک کے ثلث کی تہائی ملیگی ف اسواسطے کہ پہلے دو مردون کا حصّہ برابر ہے اور یا ایک تیسرا اُنکے ساتھ شریک ہوگیا تو ممکن ہوگئی
تینون کی برابری تو ہر ایک کو سَو کی دو تہائیان ملینگی ص اور جو سَو کی وصیت کی زید کے لیے اور پچاس کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے کو اُنکا شریک کردیا تو تیسرے کو
زید کے حصّے کا نصف اور عمرو کے حصّے کا نصف ملیگا ف یعنے پچھتر روپے ص اگر کہا وارثون سے کہ فلانے کا مجھپر قرض ہے تم اُسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق
کیجاویگی مقدار دَین مین ثلث مال تک اور جو اُسکے سوا وصیتین بھی کین تو تہائی مال جُدا کیا جاویگا وصیتون کے لیے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اور کہا جاویگا
اہل وصایا اور وارثون کو کہ مدعی کے دَین کی تصدیق کرو جسقدر مین تم چاہو پھر جسقدر کا اہل وصایا اقرار کرین اُسکا ثلث اُنکے حصّے مین لیا جاویگا اور جو بچے وہ اُنکو ملے اور جسقدر کا
ورثہ اقرار کرین اُسکے دو ثلث ورثہ کے حصّے مین لیے جاوین جو بچے اُنکو ملے اور اصحاب وصایا اور وارث اُنسے حلف لیا جاوے اگر مدعی دعوی زیادہ کا کرتا ہو واسطے اُنکے علم اور
دانست پر ف یعنی اپنے علم پر قسم کھاوین کہ واللہ ہم اسیقدر دَین کو جانتے ہین ص اگر وصیت کی کسی شی عین کی وارث اور اجنبی کیلئے تو نصف اُس شی کا اجنبی کو ملیگا
اور وارث کو کچھ نہ ملیگا ف یا اجنبی کو وہ نصف اس صورت مین ملیگا کہ وارث قابل وصیت کے ہو بخلاف اس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کے لیے کیونکہ میت اہل نہین
وصیت کا کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانون کپڑے کی اسمین ایک عمدہ ہے دوسرا متوسط تیسرا ناقص تین شخصون کے لیے اسطرح پر کہ عمدہ زید کا ہے
اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہوگیا اور معلوم نہین کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے کہتے ہین کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت
باطل ہوگئی لیکن اگر وارث درگذر کرکے باقی دو تھان انکو بٹوا دیوین تو زید ان دونون تھانون مین سے جو عمدہ ہے اُسکے دو ثلث لیوے اور بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو
ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان مین جو اُسکے اور بکر کے درمیان مین مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کے لیے تو اُس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ
کوٹھری زید کے حصّے مین آوے تو وہ عمرو لیگا اور جو بکر کے حصّے مین آوے تو اسقدر جگہ گزون ناپکر زید کے حصّے مین سے عمرو کو ملجاویگی یہی حکم اقرار مین ہے ف یعنی اگر وصیت کی جگہ
اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مُقر کے حصّے مین ہوا تو مُقرلہ کو ملجاویگا اور جو مُقر کے حصّے مین نہ آیا تو اُسکے برابر زمین ناپکر دیجاویگی
ص اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک ہین وصیت کی تو اُس غیر کو جائز ہے کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت پھر منع بھی کر سکتا ہے اگر متروکہ تقسیم
ہوگیا میت کا اُسکے دو لڑکون مین پھر ایک نے اُنمین سے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصّہ مین ثلث ادا کرے اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اُسکا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے
موصی کے تو لونڈی اور اُسکا لڑکا دونون موصی لہ کے ہونگے اگر دونون ثلث مال سے نکل آوین ورنہ موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اُسکے ولد سے ف یہ مذہب امام کا ہے اور
کہا کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر حصّہ لینگے مثلاً موصی کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اُسکا لڑکا تین سو کا پیدا
ہوا بعد مرجانے موصی کے یہانتک کہ مال اُسکا بارہ سو کا ہوگیا تو ثلث کُل مال کا چار سو ہوئے پس امام صاحب کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لے لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبین کے
نزدیک دو دو ثلث لونڈی کے اور لڑکے کے لے گا کذا فی الاصل

ص باب بیماری مین آزاد کرنے کے بیان مین

اگر کوئی تصرف منجز کیا یعنے نفوذ اُسکا اُسکے حال ہووے سو اسمین اعتبار حالت عقد کا ہے پس اگر صحت مین ہو تو کُل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو

ملہ اور امام محمدؒ کے نزدیک ثلث کے چھ حصّے ہونگے تین حصّے امہات اولاد کو اور دو فقرا کو اور دو مساکین کو دیے جاوینگے اور دلیل دونونکی اصل مین مذکور ہے ۱۲ عبدہ ۵۱ یہ حکم امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مثل نصف جگہ اس کوٹھری کی ملیگی کذا فی الاصل ۱۲ ۵۱ کہا گیا ہے یہ حکم بالاتفاق ہے اور بعض نے کہا اسمین بھی خلاف امام محمدؒ کا ہے ۱۲ ۵۱ اسلیے کہ یہ اجازت تبرع ہوا اور تبرع سے
رجوع جائز ہے ۱۲ ۵۱ اور زفرؒ کے نزدیک نصف دیوے اور یہی مقتضا ہے قیاس کا ۱۲ ۵۱ خلاف امام محمدؒ کے ۱۲ ۵۱ یعنی نفوذ اُسکا ۱۲

طرف ہوگئے تو وہ ثلث مال میں سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت میں ہووے ف تصرف منجز وہ ہے جسکا حکم فی الحال ثابت ہوجاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہے کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے کہ تو آزاد ہے بعد میری موت کے یا یہ زید کا ہے بعد میری موت کے پس منجز میں حالت تصرف کا اعتبار ہے تو اگر اُس وقت صحیح اور تندرست ہے نافذ ہوگا کُل مال سے اور اگر بیمار ہے نافذ ہوگا ثلث سے لیکن مُراد تصرف سے وہ تصرف ہے جسمیں انشا اور احداث ہے ایک عقد کا اور جسمیں معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہیں یہانتک کہ اگر اقرار کیا کسی کے دین کا مرض میں تو وہ نافذ ہوگا کُل مال میں سے اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض میں مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کُل مال سے اور لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت میں کرے یا مرض میں کذا فی الاصل ص جو بیماری کہ اُسکے بعد صحت ہوجاوے وہ مثل صحت کے ہے اور مریض کا اعتاق و محاباۃ ف یعنی قیمت اپنی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا ط ص اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہیں تو اگر محاباۃ کی بعد عتق ہوا تو محاباۃ مقدم ہے اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونوں برابر ہیں ف محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہے کہ ایک غلام کو جسکی قیمت دو سو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں کے اور کچھ مال نہیں رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کیطرف صرف کرینگے اور جس غلام کو آزاد کیا ہے وہ اپنی کُل قیمت میں سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دو سو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونوں میں نصفا نصف تو جس غلام کو آزاد کیا ہے نصف اُسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو میں لیگا کذا فی الاصل ص اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباۃ کے بیچ میں ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلی محاباۃ کیطرف اور باقی دونوں کی طرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقوں کے بیچ میں ہوئی تو نصف محاباۃ میں اور نصف دو عتقوں میں صرف کیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں بھی عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم اُسمیں سے تلف ہوگیا تو باقی سے وصیت نافذ نہوگی لیکن حج نافذ ہوجاویگا اگر غلام کی آزادی کی وصیت کی پھر اُسنے جنایت کی اور اُسمیں دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہوگی اگر وصیت کی زید کیلئے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام چھوڑا بعد اُسکے زید مدعی ہے کہ میت نے یہ غلام صحت میں آزاد کیا تھا تاکہ اُسکی وصیت صحیح ہو کہ ثلث مال سے نافذ ہوجاوے اور وارث یہ کہتے ہیں کہ اُس غلام کو مرض میں آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم ہے وصیت پر تو قول وارثوں کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملیگا مگر جب ثلث مال اُس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جسقدر زائد ہے وہ زید کو ملیگا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت میں ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعوی کیا دین کا میت پر اور اُسکے غلام نے دعوی کیا اپنے عتق کا صحت میں اور وارث نے دونوں کی تصدیق کی تو غلام قرضخواہ کے حوالے کیا جاوے گا اور وہ اپنی قیمت میں سعی کرکے آزاد ہوجاوے گا اور قیمت قرضخواہ کو دیگا

باب وصیت اقارب وغیرہ کے بیان میں

ہمسایہ وہ شخص ہے جسکا مکان ملا ہوا ہے ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو ایک محلہ میں رہتے ہیں اور ایک مسجد اُنکو جامع ہو قول امام صاحب کا موافق قیاس کے ہے اسلیے کہ شفعہ میں بھی جار مستحق ہے جو ملاصق ہو ص صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہیں جو اُسکی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہیں ف جیسے باپ اور چچا ماموں اُسکی بہنیں وغیرہم ہدایہ میں اسکی دلیل لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہ رض سے تو اُسکے محرم قرابت دارونکو اُنکی ملک سے آزاد کردیا واسطے اکرام اُنکے اور وہ صہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہاں سہو ہوا ہے صاحب ہدایہ سے بجائے صفیہ رض کے جویریہ رض بنت حارث کہنا چاہیے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے سنن میں ص ختن یعنی داماد وہ لوگ ہیں جو اُسکے قرابت والی محرم عورتوں کے خاوند ہیں ف یہ سب اُنکی عرف میں ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر کو کہتے ہیں اور ختن بیٹی کے شوہر کو در مختار ص در اہل عبارت ہے اُسکی زوجہ سے ف اور صاحبین کے نزدیک شامل ہے اُسکے سب عیال کو دلیل امام صاحب کی آیت ہے کلام اللہ کی جیسے [illegible] سار باہلہ اور عرف اہل عرب کا کہ تاہل فلان کہتے ہیں جسکی زوجہ ہو ص اور آل عبارت ہے اُسکے اہل بیت سے اور اُسکے باپ اور دادا بھی اُسمیں داخل ہیں اور اقارب اور انساب اور ذوی قرابت

---

۱۵ یعنی غلام بلا سعی آزاد ہوجاویگا اور صاحب محاباۃ سے کل قیمت دو سو روپے لیجاویگی ۱۲ عبدہ ۱۵ یعنی اگر وصیت کی کہ اس سو روپے سے حج کرا دینا پھر ایک روپیہ اُسمیں سے ہلاک ہوگیا تو باقی سے حج کرایا جاویگا یہ فرق امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک عتق بھی نافذ ہوگا باقی سے ۱۲ عبدہ [illegible] ثلث مال سے نافذ ہوتی ہیں ۱۲ منہ ۱۵ اور فقط سو روپے خرید کا ہوسکے گا ۱۲ اسلیے کہ وہ منکر ہیں استحقاق زید کے ۱۲ منہ ۱۵ اور سوا اُس غلام کے کچھ نہیں چھوڑا میت نے ۱۲

یا ذوی انساب اُسکے دو یا تین یا زیادہ ذی رحم محرم مین قریب تر پھر قریب تر سوا والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب مین اگر اُسکے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو
دونون چچاؤن کو ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہین تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونون ماموؤن کو ملیگا اور جو ایک ہی چچا ہو تو اُسکو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی
برابر ہین اگرچہ پھوپھی وارث نہین ہوتی اگر وصیت کی زید کی اولاد کے لیے تو لڑکا لڑکی اُسکے برابر ہونگے حصے مین اور جو وصیت کی اُسکے ورثہ کے لیے تو فرزند کو دونا حصہ ملیگا
لڑکی کا اگر وصیت کی کسی شخص کے یتیم فرزندون کے لیے یا انکے اندھون یا لنگڑون کے لیے یا انکی بیکسون محتاجون کے لیے تو اگر وہ لوگ محصور اور معدود ہون تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت
انکی سب داخل ہونگی ورنہ انکی فقیرونکو ملیگا اور جو فلان شخص کے فرزندون کے لیے وصیت کی تو اُسمین عورتین داخل ہونگی ف جب فلان عبارت ہو قبیلہ سے یا فخذ سے ورنہ اناث
داخل نہونگی دُر مختار ص وصیت کی کسی شخص کے موالی کیلیے اور اُسکے آزاد کرنیوالے بھی ہین اور آزاد کیے ہوے بھی ہین تو وصیت باطل ہوگی ف اسواسطے کہ مولی کا لفظ
مشترک ہے معتق بالکسر اور معتق بالفتح مین اور لفظ عام نہین اور کوئی قرینہ ایک پر دلالت نہین کرتا اور بعض کتب شافعیہ مین ہے کہ وصیت کل کے لیے ہوجاوے گی۔

ص باب خدمت اور سکونت اور پھلون کی وصیت کے بیان مین

صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر تہائی مال
سے نکل آوے تو موصی لہ کو تسلیم کیے جاوینگے واسطے اجرا وصیت کے اور جو ثلث سے نہ نکل سکین تو گھر کی تقسیم کیجاوے ف یعنی موصی لہ کو گھر سے بقدر ثلث مال جدا کر دیوین کہ اُسمین
اجرا وصیت ہووے ص اور غلام مین مہایاۃ کرین ف یعنی باری باری نفع مین تو موصی لہ خدمت لیوے اُسقدر غلام سے جسمین وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیوین اُس
مقدار مین جسمین وصیت صحیح نہین ہوئی کذا فی الاصل ص اگر موصی لہ موصی کی زندگی مین مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثونکو
پھر آویگی اور اگر موصی اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ مین پھل موجود ہین تو موصی لہ کو صرف یہی پھل ف وقت موت موصی کے ملینگے نہ آیندہ البتہ
اگر موصی نے لفظ ابدا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اُسکو یہ پھل بھی ملینگے اور آیندہ بھی ملا کرینگے جیسے غلہ باغ کی وصیت مین خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نہ کہے یہ پھل بھی ملینگے اور آیندہ
بھی ملا کرینگے اور بھیڑون کے بال کی وصیت مین اور انکے بچون اور دودھ کی وصیت مین وہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدا کا لفظ
کہے یا نہ کہے ف ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالون مین فرق یہ ہے کہ غلہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہین خواہ بالفعل ہو یا آیندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہتے ہین مگر جب اُسنے
ابدا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہو گیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہین موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدوم پر عقد صحیح ہے جیسے مساقاۃ مین بخلاف صوف معدوم اور ولد معدوم کے
مین کذا فی الاصل ص کافر نے اپنی صحت مین عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اُسکے اُسکے وارثونکو ملیگی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادتگاہ کو بنانے کے لیے خواہ معین
لوگونکے لیے یا غیر معین لوگونکے لیے تو صحیح ہے جیسے وصیت مستامن کی جبکہ کوئی وارث نہین ہے دار الاسلام مین ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لیے صحیح ہے

ص باب وصی کے بیان مین

عرب کہتے ہین اوصی الی فلان یعنی جب اُسکو اپنے مال مین اختیار دیا تصرف کا بعد اپنی موت کے اور اُسکو موصی الیہ اور وصی کہتے ہین پس اگر ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے
قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوئی ورنہ رد نہو گی ف یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہو گا بلکہ
وصایت باقی رہیگی اسلیے کہ موصی نے اُسپر بھروسا کیا اب وہ اگر اُسکی غیبت مین رد کرے تو فریب ہی ہو گا کذا فی الاصل ص اور جو زید نے سکوت کیا یہانتک کہ موصی مرگیا تو زید کو
رد اور قبول دونون جائز ہین بعد اسکے پس اگر وصی نے ترکہ مین سے کوئی چیز بیچی تو بیع لازم ہوگی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیسے ناواقف ہو بخلاف وکیل کے جب بیچی کوئی چیز بے علم اپنی
وکالت کے پھر اگر وصی نے قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جب کہ قاضی نے اُسکے رد کرنیکو نافذ کر دیا اور اگر

[illegible]

ص کتاب الخنثی

ف یہ کتاب ہے خنثی کے احکام میں ص خنثی وہ ہے جو فرج اور ذکر دونوں رکھتا ہو تو اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہے ف اسلیے کہ روایت کی ابن عدی نے کامل میں ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا اسکی میراث سو تب فرمایا آپ نے کہ جہاں سے پیشاب کرتا ہے اسکا اعتبار ہوگا اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف میں حضرت علیؓ سے مثل اسکے کذا فی تخریج الہدایۃ ص اور جو دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہے تو جہاں سے اول پیشاب نکلتا ہے اسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونوں جگہ سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثائے مشکل ہے اور اعتبار کثرت پیشاب کا نہوگا ف اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاویگا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہے ص یہ سب باتیں قبل بلوغ کے ہیں پھر جب بالغ ہوا اور اسکی ڈاڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اسنے جماع کیا تو وہ مرد ہے اور جو اسکے پستان ابھر آئے یا دودھ اتر آیا یا حیض آ گیا یا حمل رہ گیا یا اس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہے اور جو کوئی علامت انمیں سے ظاہر نہیں ہوئی یا دونوں قسم کی علامتیں پائی گئیں مثلاً ڈاڑھی بھی نکلی اور پستان بھی ابھر آئے تو وہ خنثائے مشکل ہے ف آگے اسکے احکام مذکور ہوتے ہیں ص تو احکام یہ ہیں ص اگر عورتوں کی صف میں کھڑا ہو تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردوں کی صف میں کھڑا ہو تو اسکے دائیں بائیں جو ہیں الا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے سر ڈھانپ کر اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اس سے خلوت نکرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نکرے بغیر محرم کے اور مرد یا عورت کو اسکا ختنہ کرنا مکروہ ہے بلکہ اسکو ایک لونڈی خرید دیں کہ وہ اسکا ختنہ کرے اگر اسکے پاس مال ہو ورنہ بیت المال سے خرید دیں پھر بیچکر روپیہ اسکا بیت المال میں داخل کرلیں اور جو قبل اسکے حال کھلنے کے کہ مرد ہے یا عورت مرجاوے تو اسکو غسل ندیویں بلکہ تیمم کرادیویں ف اور یہاں پر اسکے غسل کرانیکے لیے لونڈی خرید نہیں سکتے کیونکہ لونڈی اول تو میت کی مملوک نہیں ہوسکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل [illegible] درست نہیں ہے اور خنثی جب قریب بلوغ کے ہو تو وہ عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہے اسکی قبر پر پردہ کرنا اور جو خنثی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کیلیے آوے تو امام کے قریب پہلے مرد کو رکھیں پھر خنثی کو پھر عورت کو ف اسواسطے رعایت ترتیب کی تا کہ عورت کا جنازہ دور تر ہو اور لوگوں نے لکھا ہے پھر خنثی کا کذا فی الاصل ص اگر خنثائے مشکل کا باپ مر گیا اور ایک بیٹا اور خنثی کو چھوڑا تو بیٹے کو دو حصے اور خنثی کو ایک حصہ ملیگا ف یہ مذہب امام صاحب کا ہے اسواسطے کہ خنثی کو انکے نزدیک اقل النصیبین ملیگا اسی پر فتوی ہے کذا فی در مختار اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اور اختلاف ابو یوسف اور محمد کا بیان کیا ہے جسکا جی چاہے دیکھ لیوے

ص مسائل متفرقہ گونگے کا لکھنا اور اشارہ کرنا اسطرح پر کہ اس سے نکاح یا طلاق یا بیع یا شرا یا قصاص اسکی معلوم ہو وے مثل زبان سے کہنے کے ہے ف لیکن کتابت تین قسم ہے ایک غیر مستبین یعنے جو معلوم نہیں ہوتی جیسے کتابت صفحہ ہوا پر یا پانی پر تو اسکا اعتبار نہیں ہے دوسرے مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے یہ مثل کتابت کے ہے ضرور ہے اسمیں نیت یا قرینہ کی مثل اشہاد کی مثلاً تیسری مستبین مرسوم بایں طور کہ لکھا ہو [illegible] اور معنون ہو جیسے فلان کیطرف سے فلان کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے ہے خواہ غائب ہو یا حاضر ہو کذا فی الاصل ص لیکن گونگے پر اشارے سے حد نہ پڑیگی اور جسکی [illegible] گونگے کی طرح [illegible] یہ امر ایک مدت تک رہے اور اسکے اشارے معلوم ہونے لگیں تو مثل گونگے کے اسکا حکم ہے ورنہ نہیں ف اور مقدار امتداد بعضوں کے نزدیک ایک سال ہے اور [illegible] تک رہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الاصل ص چند بکریاں ذبح کی ہوئی ہیں اور انمیں بکریاں مردار بھی ہیں لیکن مردار کم ہیں تو سوچ کر [illegible] اسواسطے کہ حالت اضطرار میں تو مردار بھی کھانا حلال ہے اور اسمیں امام شافعیؒ کا خلاف ہے اور دلیل شافعیؒ کی اور ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے فقط

قبول کرلیا وصایت کو موصی کے پاس [illegible] وصایت باقی رہیگی اسلیے کہ موصی نے اسپر [illegible] رد اور قبول دونوں جائز ہیں بعد اسکے [illegible] وکالت کے پھر اگر وصی نے [illegible] قبول سے وصایت کے سکوت [illegible]

بعد جاننا چاہیے کہ علم مسائل فقہیہ کا بقدر حاجت و ضرورت ہر مکلف پر فرض عین ہے جیسا کہ روایت ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ اور حاجت سے زیادہ مسائل فقہ کا [illegible] شرح وقایہ یہ متن متین معتمد علما اور مستند فقہا ہے مگر بسبب عبارت دقیق عربی ہونے کے عوام اسکے نفع سے محروم تھے اسلیے علامۂ فرید دوران مولوی محمد وحید الزمان [illegible] با عبارت عام فہم کردیا اور اسکے مسائل کے دلائل قرآن مجید اور احادیث سے لکھے اور تحقیق مسائل اور تصحیح و تنقیح احادیث میں بہت بحث و تفصیل لکھی جزاہ [illegible] شرح الوقایہ رکھا اور حق ترجمہ ادا مجد جناب محمد عبد الرحمن خان صاحب مالک مطبع نظامی کو ہبہ فرمایا جناب خانصاحب مغفور نے مرۃ بعد اخری طبع کیا مگر بسبب تسامح و عجلت مترجم یا سہو [illegible] کے بعض مسائل غلط ہوگئے اور بعض عبارت مغلق تھی علما کو اسکی پسند نتھی اسلیے جناب خانصاحب [illegible] الحاج محمد عبد الغفار الحنفی اللکھنوی کو کلکتہ [illegible] مولانا [illegible] مرحوم نے شرح وقایہ عربی سے تطبیق کرکے تصحیح و تنقیح مسائل اور تحشیہ اور [illegible] جو مطبع نظامی میں چھپا تو قدر دانوں نے بہت پسند کیا اور جلد فروخت ہوگیا فی الحال وہ نسخہ مذکورہ نایاب تھا اسواسطے عاجز نیاز مند بارگاہ رب احد [illegible] نے بموجب فرمایش برادر عزیز مولوی حاجی شیخ محمد سعید سلمہ اللہ الاحد تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۵ بعد حصول اجازت جناب جد امجد [illegible] مطبع رزاقی واقع کانپور [illegible] ماہ رمضان المعظم سنہ ۱۳۲۷ ہجری [illegible] کو چھپوایا